تاریخ ابن خلدون

جلد پنجم

5

حصہ ہفتم، ہشتم، نہم ودہم

مصروشام پر ممالیک کی متحدہ سلطنت

صلیبی جنگوں کا خاتمہ، سقوط بغداد

آل سلجوق، خوارزم شاہ، چنگیز خان کا طوفان

مسلم ممالک کی تباہی وبربادی کے حالات

علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون

كتاب العبر وديوان المبتدا والخبر في أيام العرب والعجم والبربر ومن عاصرهم من ذوي السلطان الأكبر

المعروف بہ

تاریخ ابن خلدون

جلد پنجم

حصہ ہفتم، ہشتم، نہم و دہم

اس جلد میں ماوراء النہر سے مراکش تک پھیلی ہوئی عباسیہ سلطنت کے کھنڈروں پر سلجوقی اور خوارزم شاہی خاندانوں کی آزاد اور خود مختار ریاستوں کے حالات، جن میں طغرل، سنجر، الپ ارسلان اور محمد خوارزم شاہ جیسے بہادر سلطان پیدا ہوئے۔ مصر اور شام پر ممالیک سلاطین کی متحدہ سلطنت، صلیبی جنگوں کا خاتمہ سقوط بغداد، آل سلجوق، خوارزم شاہ، چنگیز خان کا طوفان، مسلم ممالک کی تباہی و بربادی اور عبرت ناک انجام

تصنیف

علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون

ترجمہ

علامہ حکیم احمد حسین الہ آبادی

ترتیب و تبویب

منیر احمد نعیم ایم۔اے

الفیصل ناشران و تاجران کتب

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

AI-FAISAL NASHRAN
Ghazni Street,Urdu Bazar,Lahore.Pakistan
Phone : 7230777 Fax :09242-7231387
http:www.alfaisalpublishers.com
e.mail:alfaisal_pk@hotmail.com

جولائی 2004ء
محمد فیصل نے
ندیم یونس پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔

فہرست

حصہ ہفتم

باب ۱

سلطنت سلجوقیہ

باب ۲

برکیاروق بن سلطان ملک شاہ

باب۶

سلجوقیہ کا زوال

سلطان محمد بن سلطان محمود

باب ۷

ملک خوارزم محمد بن انوشتکین واتسز بن محمد

باب ۸

علاء الدین تکش بن ارسلان

باب ۱۰

جلال الدین منکبرس بن علاؤ الدین محمد

حصہ ہشتم

باب ۱

شام میں سلطنت بنو تتش

سلطان ملک شاہ کا انتقال ۲۴۶

باب ۲

سلجوقی سلطنت قونیہ میں

باب ۳

سلجوقی سلاطین خلاط وارمینیہ

باب ۴

فرنگیوں سے جنگیں

باب ۵

دیار بکر کی سلطنت بنو ارتق

باب ٦

سلطنت زنگی الجزیرہ و شام

عہد نورالدین کے خاص واقعات

باب ۷

سلطنت خاندان ایوبی

سلطان صلاح الدین کے جانشین

ملک عادل کی کامیابیاں

یمن کے حکمران

شاہ ارمن سے مقابلے

مصر و شام کی آزاد مملکت

ملک صالح ایوب کا دور حکومت

فرانسیسیوں کی آمد

مملکت ایوبی کا زوال

تاتاریوں کی یلغار

ظاہر بیبرس کا دور حکومت

ارمینیہ کے حالات

طرابلس کے حالات

باب ۳

منصور قلاوون کے جانشین

کتبغا کی بادشاہت

لاشین کی بادشاہت

مشکفی کی خلافت

تاتاریوں کو شکست فاش

ارمنوں کے حالات

بیبرس کا عہد حکومت

تیسری بار ناصر کی حکومت

حماۃ پر ایوبی خاندان کی حکومت

اہل نوبہ کے حالات

ارمینیہ کے باقی حالات

سوڈان اور مالی کے حالات

یمن کے حالات

شام کے عرب قبائل

امیر حاج صالح کی تخت نشینی

حصہ دہم

باب ۵

امیر برموق کی تخت نشینی

امرائے مکہ معظمہ کے حالات

منطاش کی بغاوت

ناصری کی کامیاب بغاوت

محاصرہ حلب وعنتاب

کمشیقا کے حالات

منطاش کے ساتھ آخری معرکہ

مکہ معظمہ کے واقعات

تاتاریوں کے حالات

باب ۲

یمن کی رسول شاہی سلطنت

تاتاری سلاطین کے حالات

خوارزم شاہ کی فتوحات

مغربی تاتاریوں کی فتوحات

چنگیز خاں کی فتوحات

جلال الدین خوارزم شاہ کے کارنامے

خوارزم شاہی سلطنت کی تقسیم

جلال الدین خوارزم شاہ کی واپسی

جلال الدین خوارزم شاہ کا آخری دور

چنگیز خان کے حالات

غزنی اور بامیان کے سلاطین

باب ۸

خاندان ہلاکو کے مغل سلاطین

عہد حکومت سلطان ابوسعید بن خربندا

حصہ ہفتم

سلجوقی و خوارزم شاہی سلاطین اور فتنہ تاتار

باب ۱

سلطنت سلجوقیہ

سلطان ملک شاہ بن سلطان الپ ارسلان

سلجوقی ترک

اسلامی ممالک پر سلاطین سلجوقیہ نے غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ ان کی حکومت کا سکہ تمام مشرقی ممالک میں مصر کی حدود تک چل رہا تھا۔ انہوں نے خلافت بغداد پر زبردستی قوت حاصل کر لی تھی۔ عہد خلافت خلیفہ قائم بامراللہ سے اس زمانہ تک کے حالات اور جیسی جیسی ان کی حکومتیں تمام دنیا میں پھیلی ہوئی تھیں ہم ان تمام حکومتوں کے واقعات تحریر کرتے ہیں اور یہ بھی ظاہر کریں گے کہ انہوں نے علماء کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا اور انہیں کس طرح فرائض کی ادائیگی سے باز رکھا۔ اسی سلسلہ میں ان حکومتوں کا تذکرہ بھی کیا جائے گا جو ان کی حکومت سے نکلی اور پیدا ہوئی تھیں۔

اس سے قبل ہم سلسلہ انساب عالم میں ترکوں کا نسب لکھ آئے ہیں کہ یہ کومر بن یافث کی اولاد سے ہیں جو کہ یافث کے ان سات بیٹوں میں سے ایک بیٹا ہے جن کا ذکر توریت میں آیا ہے۔ اور وہ ساتوں[1] بیٹے یہ ہیں "ماداق' ماذائے' ماغوغ' قطوبال' ماشخ' طیراش' کومر"۔ ابن اسحٰق نے ان میں سے چھ بیٹوں کا ذکر کیا ہے۔ ماذائے کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ بھی توریت میں ہے کہ کومر کے تین بیٹے تھے: "توغرماء' اشکان اور ریعاث"۔ اسرائیلیات میں لکھا ہے کہ افرنج (فرانس) ریعاث کی اولاد سے ہے۔ صقالبہ اشکان کی اور خزر توغرما کی' مگر علماء نسب اسرائیل کے نزدیک درست ہے کہ خزر اور ترکمان ایک ہیں اور ترکوں کی تمام شاخیں کومر کی اولاد سے نکلی ہیں مگر یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ کومر کے تین بیٹوں میں سے یہ کس لڑکے کی نسل سے ہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ توغرما کی اولاد سے ہیں۔ بعض علماء نسب کا یہ خیال ہے کہ یہ لوگ طیراش بن یافث کی اولاد سے ہیں۔ ابن سعید نے ان لوگوں کو ترک بن غامور بن سویل کی جانب نسبا" منسوب کیا ہے مگر بظاہر یہ غلط معلوم ہوتا ہے اور غامور کتابت کی غلطی ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ رہا سویل' تو کسی نے اس کا یافث کی اولاد میں ذکر نہیں کیا۔ ان تمام باتوں کو ہم نے اس سے قبل تحریر کر دیا ہے۔

ترکوں کی بہت سی شاخیں اور متعدد جنسیں ہیں۔ انہیں میں سے روس اور اعلان ہے۔ اعلان کو ابلان بھی کہتے ہیں' خفشاخ (جو قفجاق کے نام سے مشہور ہیں) ہیاطلہ' خلج اور غز (جن میں سے سلجوقیہ اور ختا ہیں' جن کی سکونت سرزمین طمغاج میں تھی) یمک' قور' قس' ارکس اور ططر (جن کو طغرغز بھی کہتے ہیں) انہیں ترکوں کی نسلی شاخیں ہیں مگر روم کی ہمسایہ قومیں انہیں (یعنی ططر کو) ترکوں میں شمار نہیں کرتیں۔

ترکوں کا ٹھکانہ

کہا جاتا ہے کہ ترکوں کی قوم' دنیا کی بڑی قوموں میں شمار ہوتی ہے۔ کوئی قوم ان سے زیادہ بڑی نہیں ہے' عرب آبادی دنیا میں جانب جنوب اور ترک اس کے شمال میں آباد ہیں۔ ترکوں نے سلطنت ثلاثہ پانچویں' چھٹے اور ساتویں سلطنت کے نصف طویل پر حدود مشرق تک قبضہ کر رکھا تھا اور اس کے مالک و حکمران بنے ہوئے تھے۔ شروع میں ان کا ٹھکانا مشرق میں دریا کے کنارے چین اور اس کے اوپر کے ممالک میں

---

[1] طبع لکھا ہے کہ جو نسخے کتاب کے ہمارے ہاتھوں میں ہیں ان میں ایسا ہی لکھا ہے لیکن یہ اس کے خلاف ہے جو جلد اول کتاب ثانی میں لکھا ہے۔

جنوباً" ہند تک اور اس کے نیچے شمالاً سدیا جوج اور ماجوج تک تھا (بعض مورخین کا خیال ہے کہ یاجوج و ماجوج ترکوں میں سے ہیں) اور آخر میں انہوں نے اپنے قیام کے لئے مغرب کی طرف بلاد مقابلہ کو تا خلیج قسطنطنیہ اختیار کیا۔ بلاد مقابلہ اور رومہ سے ملا ہوا ہے۔ جنوب کی طرف ان کا ٹھکانہ بلاد قور قریب نہر اس کے بعد خراسان آذربائیجان اور خلیج قسطنطنیہ تھا اور آخر میں شمالی ممالک میں بلاد فرغانہ' شاش اور ان کے علاوہ بلاد شمالیہ کو جن کے نام فاصلے کی دوری کے باعث معلوم نہیں ہو سکے' انہوں نے اپنے قیام و مسکن کے لئے منتخب کیا اور ان حدود کے درمیان بلاد غزنی' نہر جیجون' بلاد خوارزم' سرحد چین' بلاد تفجان' روس اور خلیج قسطنطنیہ شمال غرب میں بھی یہی ترک آباد اور قیام پذیر تھے۔

سلطان الپ ارسلان

انہیں ترکوں کا ایک بڑا گروہ جن کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا، خانہ بدوشوں کی طرح اونی خیموں میں زندگی گزارتے تھے اور یہ لوگ انہیں ممالک کے اطراف و جوانب میں رہائش رکھتے تھے' ان کا گزر دیار بکر کی طرف ہوا۔ والی دیار بکر نصر بن مروان شہر سے باہر آیا اور ایک لاکھ[1] دینار شاہی دربار میں پیش کئے۔ جب سلطان کے کانوں تک یہ خبر پہنچی کہ والی شہر نے اتنی کثیر رقم رعایا سے وصول کی ہے تو اس نے اُسے واپس دے دی۔ اس کے بعد آمد پہنچا اور وہاں کے رہنے والوں کو امان دی۔ فصیل کا چکر لگایا۔ اپنے ہاتھوں سے فصیل کی دیوار کو چھوتا تھا اور اسے اپنے چہرہ پر مسلمانوں کی سرحد کا تبرک سمجھ کر پھیرتا تھا' اس کے بعد الرہا کی جانب روانہ ہوا اور اس کا بھی محاصرہ کیا۔ اہل الرہا نے شہر کے دروازے بند کر لئے۔ اس کے بعد حلب کی طرف بڑھا۔ والیٔ حلب "محمود" نے اپنے سپہ سالار ریعول کو اس کے پاس بھیجا اور اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا اور اس کا نام خطبہ میں داخل کرنے کا وعدہ کیا اور حاضری کی معذرت کی۔ سلطان نے اس معذرت کو قبول نہیں کیا اور یہ ارشاد کیا کہ وہ ہمارا نام خطبہ میں کس طرح داخل کر سکتا ہے کیونکہ وہ اذان "حی علی خیر العمل" کہتا ہے' اس سے کہہ دو کہ تم کو بادل ناخواستہ حاضر ہونا پڑے گا۔ محمود نے حاضری سے انکار کیا' سلطان نے محاصرے میں سختی شروع کی۔ والیٔ حلب (محمود) تنگ ہو کر رات کے وقت مع اپنی ماں منیعہ بنت وثاب نمیری سلطان کی خدمت حاضر ہو گیا۔ سلطان نے اس کی بڑی توقیر کی۔ خلعت فاخرہ سے نوازا اور اسے اس شہر کی جانب واپس کر دیا۔

رومیوں کا بادشاہ ارمانوس ان دنوں قسطنطنیہ پر حکومت کر رہا تھا۔ اس کی سرشت میں شرارت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اسلامی مملکت کے سرحدی شہر ہمیشہ خطرے میں رہتے تھے۔ ۴۶۲ھ میں فوج تیار کر کے ملک شام پر چڑھائی کر دی۔ شہر بج کو جا کر گھیر لیا۔ قتل و خوں ریزی' لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ محمود بن صالح بن مرداس کلابی اور ابن حسان طائی نے اپنی اپنی قوموں اور عربوں کو جو ان کے قرب و جوار میں تھے جمع کر کے مقابلہ کیا مگر کامیاب نہ ہوئے۔ رومی لشکر نے انتہائی بری طرح سے انہیں شکست دی اور ارمانوس قسطنطنیہ واپس آیا۔ اس کے بعد ۴۶۳ھ میں پھر ارمانوس نے دو لاکھ فوج کے ساتھ اسلامی مملکت پر حملہ کیا۔ اس فوج میں رومی' فرانس' روس' کرخ اور وہ عرب بھی شامل تھے جو ان کے ممالک یا ان کے ممالک کے قرب و جوار میں رہتے تھے۔ چنانچہ ملاز کرد (صوبہ خلاط کے شہر) پر پہنچ کر لڑائی کا جھنڈا گاڑا۔ اس وقت سلطان الپ ارسلان شہر خوی (صوبہ آذربائیجان) میں حلب سے واپس ہو کر مقیم تھا' اس بری خبر کو سن کر غصہ سے کانپ اٹھا' اپنے حرم اور سامان کو اپنے وزیر السلطنت نظام الملک طوسی کے ہمراہ ہمدان بھیج دیا اور خود پندرہ ہزار جنگجوؤں کو لئے ہوئے ارمانوس سے جنگ کرنے کے لئے پیش قدمی کی۔ سلطانی مقدمتہ الجیش سے ارمانوس کا رومی ہراول دستہ مدمقابل ہوا' پہلی ہی جھڑپ میں لشکر اسلام نے رومیوں کو شکست دی' اس کے بادشاہ کو گرفتار کر لیا اور زنجیروں میں جکڑ کر سلطان کے دربار میں بھیج دیا۔ سلطان نے اس کی ناک کٹوا دی اور ان کے

---

[1] اس مضمون کا سابقہ مضامین سے کچھ ربط و تعلق نہیں ہے شاید مورخ ابن خلدون نے اس مقام پر خالی جگہ چھوڑ دی تھی کاتب نے کچھ خیال نہیں کیا جیسا کہ سمجھ کر پڑھنے والوں پر یہ امر ظاہر ہو گیا ہو گا کہ یہ اس واقعہ کا غلامیہ ہے جسے شیخ عطار نے لکھا ہے کتب تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ سلطان الپ ارسلان سے متعلق ہے جیسا کہ علامہ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں سلطان الپ ارسلان کے قبضہ حلب کے ضمن میں اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ تحریر کیا۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۰ صفحہ ۴۳

مال و اسباب اور سامان جنگ کو وزیر السلطنت نظام الملک کے پاس روانہ کر دیا (اور یہ ہدایت کر دی کہ دار الخلافت بغداد بھیج دینا ۔لہ)
اس کے بعد سلطان سمرقند کی طرف بڑھا۔ تکین والی سمرقند شہر چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ صلح کا پیام دیا۔ چنانچہ ملک شاہ نے اس سے مصالحت کر لی۔ بلخ اور طغارستان کی حکومت اپنے بھائی شہاب الدین کو مرحمت کی اور خراسان ہوتا ہوا رے کی جانب روانہ ہوا۔

الپ ارسلان کا بھائی

الپ ارسلان کا بھائی قاروت بک کرمان کا حاکم تھا' جب اسے اپنے بھائی سلطان الپ ارسلان کی موت کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے تاج و تخت شاہی پر قبضہ کرنے کی غرض سے رے کی جانب پیش قدمی کی۔ اتفاق یہ کہ اس کے پہنچنے سے قبل سلطان ملک شاہ اور نظام الملک وزیر السلطنت رے پہنچ گیا تھا۔ مسلم بن قریش' منصور بن دبیس اور بہت سے امراء اکراد موکب سلطانی کے ساتھ تھے۔ ۴ شعبان ۴۶۵ھ میں قاروت بک اور سلطان ملک شاہ سے بمقام ہمدان میں لڑائی ہوئی۔ قاروت بک کو شکست ہوئی' گرفتار ہو کر امام سعد الدولہ گوہر آئین کے سامنے پیش کیا گیا۔ امام سعد اللہ نے اس کی گردن دبا دی جس سے وہ مرگیا مگر کرمان کی حکومت اسی کے بیٹے کو دی۔ ان لوگوں کو انعام اور خلعت عنایت کئے' عربوں اور کردوں کو بھی جاگیریں اور انعام دیئے' اس وجہ سے کہ انہوں نے جنگ کے موقع پر نمایاں خدمات انجام دی تھیں۔

صلح کی کوشش

سلطان الپ ارسلان چونکہ شرف الدولہ سے ناراض تھا اس وجہ سے خلیفہ نے نقیب النقباء طراد بن محمد زینبی کو شرف الدولہ کے پاس موصل روانہ کیا تھا کہ اس کو اپنے ہمراہ سلطان الپ ارسلان کی خدمت میں لے جا کر میری سفارش کر کے باہم صلح کرا دو۔ چنانچہ نقیب النقباء شرف الدولہ کو اپنے ساتھ لئے ہوئے سلطان الپ ارسلان کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں سلطان الپ ارسلان کے مرنے کی اطلاع ملی تو ان لوگوں نے ملک شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر باریابی حاصل کی اور قاروت بک کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے۔ مسلم بن قریش نے ملک شاہ کی اطاعت و فرمانبرداری اس سے قبل ہی قبول کر لی تھی۔ باقی رہا بہاء الدولہ منصور بن دبیس' یہ اس لئے سلطانی موکب میں تھا کہ اس کے والد نے کچھ مال' سلطان ملک شاہ کی خدمت میں اس کی معرفت روانہ کیا تھا۔ جس وقت یہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت سلطان جنگ قاروت بک پر جا رہا تھا۔ یہ بھی اس کا ہمرکاب ہوا اور جنگ قاروت بک میں شمولیت اختیار کی۔
اس کے بعد سلطان ملک شاہ کے بھائی ایاز کا بمقام بلخ ۴۶۵ھ میں انتقال ہوا۔ سلطان ملک شاہ نے اس کے لڑکے کو ۴۶۷ھ تک اپنی کفالت میں رکھا۔ اسی سنہ کے ۱۵ شعبان میں خلیفہ قائم بامراللہ کا اپنی خلافت کے پینتالیس سال پورے کر کے انتقال ہو گیا۔ انتقال کے وقت اس کا کوئی لڑکا موجود نہ تھا صرف ایک پوتا تھا جو مقتدی بامراللہ عبداللہ ابن محمد کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس کا باپ محمد بن قائم بامراللہ نے اپنا

لہ اسلامی مقدمۃ الجیش کی کامیابی کے بعد مرکب سلطانی کا لشکر ارمانوس سے مقابل ہوا۔ سلطان نے رومی بادشاہ کے پاس پیام صلح بھیجا۔ رومی بادشاہ نے جواب دیا "رے دیدو تاکہ مصالحت ہو جائے"۔ سلطان کو اس سے سخت فکر ہوا۔ فقیہ ابو نصر محمد بن عبدالملک بخاری نے عرض کیا "آپ تو دین کی خاطر لڑتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے امداد کا وعدہ فرمایا ہے' انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی کا سہرا آپ کے سر رہے گا۔ جمعہ کے دن جس وقت خطیب منبروں پر خطبہ پڑھنے کو جاتے ہیں اس وقت آپ حملہ کیجئے کیونکہ اس وقت وہ لوگ مجاہدوں کی فتح و نصرت کی دعائیں مانگتے ہیں۔" چنانچہ سلطان نے اسی وقت حملہ کی تیاری کی' فوج کو جمع کر کے ایک پرجوش تقریر کی' تقریر انتہائی پرجوش تھی خود بھی رو اٹھا' لشکر بھی دہاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ سب نے خشوع و خضوع سے دعائیں کیں' سلطان نے دعا سے فارغ ہو کر لشکریوں کو مخاطب ہو کر کہا "جو شخص واپس جانا چاہے وہ بلا تامل چلا جائے میں اس وقت بادشاہ نہیں ہوں' میں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی غرض سے جنگ کا ارادہ کر لیا ہے۔" لشکریوں نے سینہ سپر ہو کر کہا "ہم لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرفروشی کو تیار ہیں" الغرض دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ میدان لشکر اسلام کے ہاتھ رہا' بے شمار عیسائی مارے گئے۔ اور مال غنیمت ہاتھ آیا۔ رومی بادشاہ گرفتار ہو کر بارگاہ سلطانی میں پیش ہوا۔ دس لاکھ پچاس ہزار دینار فدیہ لے کر سلطان نے اس کو رہا کیا اور یہ شرط کر لی کہ جس قدر مسلمان رومی سلطنت میں قید ہیں تمام کے تمام رہا کر دیئے جائیں اور پچاس برس کے لیے صلح کی جائے۔ رومی بادشاہ نے اسے انتہائی خوشی سے قبول و منظور کیا۔ سلطان نے دس ہزار دینار اس کو سفر خرچ کے لیے عنایت کیے' دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۴۴' ۴۵۔

ولی عہد مقرر کیا تھا جس کا لقب ذخیرۃ الدین تھا اور کنیت ابو العباس تھی۔ [1] وفات پا چکا تھا اس وجہ سے خلیفہ نے انتقال کے وقت اپنے پوتے عبداللہ محمد کو اپنا ولی عہد مقرر کیا چنانچہ انتقال کے بعد خلیفہ ' ارا کین سلطنت ' موید الملک بن نظام الملک وزیر السلطنت فخر الدولہ بن جہیر اور اس کا بیٹا عمید الدولہ ' شیخ ابو اسحاق شیرازی ' نقیب النقباء طراد اور قاضی القضاۃ دامغانی نے دربار خلافت میں حاضر ہو کر حسب ولی عہدی خلیفہ قائم بامراللہ ' مقتدی بامراللہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی ' خلیفہ مقتدی نے تخت خلافت پر فائز ہو کر فخر الدولہ بن جہیر کو بدستور عہدہ وزارت پر قائم رکھا اور اس کے بیٹے عمید الدولہ کو سلطان ملک شاہ کے پاس بیعت لینے کے لئے روانہ کیا۔ واللہ التوفیق للصواب

دمشق پر چڑھائی

ہم نے اس سے قبل بیان کیا ہے کہ اتسز نے رملہ اور بیت المقدس پر ۴۶۱ھ میں قبضہ کر کے دمشق کا محاصرہ کر لیا تھا۔ محاصرے کے بعد کچھ سوچ سمجھ کر واپس آ گیا مگر دمشق کے اطراف میں غارت گری اور لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا۔ کوئی سال ایسا نہ تھا کہ جس میں اس نے اطراف دمشق کو تباہ و برباد نہ کیا ہو۔ یہاں تک کہ ۴۶۷ھ کا دور آ گیا۔ ماہ رمضان میں دمشق کا پھر محاصرہ کر لیا اور چند دن بعد محاصرہ اٹھا کر واپسی اختیار کی۔

معلی بن وحید دمشق کا والی تھا جو خلیفہ مستنصر علوی مصری کی جانب سے دمشق پر مقرر تھا دمشق چھوڑ کر فرار ہو گیا فوج اور رعایا نے اس کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر اس کے خلاف ہنگامہ کر دیا۔ معلی ' دمشق سے نکل کر بانیاس پہنچا پھر بانیاس سے نکل کر صور میں جا کر دم لیا۔ صور سے مصر چلا گیا۔ خلیفہ مصری نے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور قید ہی میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اہل دمشق نے معلی کے فرار کے بعد انتصار بن یحیے مصمودی ملقب بہ نصیر الدولہ کو اپنا والی مقرر کیا۔ رسد و غلہ کی کمی کی وجہ سے حالت خراب ہو گئی اور پریشانی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اتسز کو موقع مل گیا۔ ماہ شعبان ۴۶۸ھ میں دمشق کا پھر محاصرہ کر لیا۔ اہل دمشق نے مقابلہ نہ کیا۔ امان کی درخواست کی۔ انتصار کو دمشق کی جگہ قلعہ بانیاس اور شہر یافہ جو ساحل پر ہے دے دیا اور وہ ماہ ذی القعدہ میں دمشق میں داخل ہو کر خلیفہ مقتدی کے نام کا خطبہ جامع دمشق میں پڑھا۔ اذان میں "حی علی خیر العمل" کہنے کی ممانعت کر دی۔ اور رفتہ رفتہ شام کے اکثر شہروں پر قابض ہو گیا۔

مصر پر چڑھائی

اتسز نے ۴۶۹ھ میں مصر پر چڑھائی کر دی اور پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا' رسد و غلہ کی آمد بند کر دی۔ روزانہ جنگ سے اہل مصر کو تنگ کرنے لگا۔ خلیفہ مستنصر علوی نے صحرا نشینان عرب سے امداد کی درخواست کی۔ ان لوگوں نے امداد کا وعدہ کیا۔ ادھر سے بدر جمالی عساکر قاہرہ کو لے کر مقابلہ پر آیا۔ ادھر سے صحرا نشینان عرب حسب وعدہ کمک پر آ گئے۔ اتسز کو شکست ہوئی بڑی مشکل سے جان بچا کر بیت المقدس کی جانب بھاگا۔ اہل بیت المقدس نے اس کی غیر موجودگی کے زمانہ میں خوب رنگ دکھائے تھے۔ جن لوگوں کو اتسز بیت المقدس میں چھوڑ گیا تھا ان کو محراب داؤد میں محصور کر رکھا تھا اور طرح طرح کی تکالیف اور مصائب میں ان کو مبتلا کر رکھا تھا۔ اہل بیت المقدس ' اتسز کی آمد کی خبر سن کر محفوظ مقامات میں قلعہ نشین ہو گئے ' اتسز نے بہ زور شمشیر ان کو زیر کیا۔ ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ ہزارہا قتل ہو گئے جو لوگ مسجد اقصیٰ میں جا چھپے تھے وہ بھی اس قتل و خونریزی سے بچ نہ سکے۔

اتسز کے نام کی صحت ہم پہلے کر آئے ہیں۔ اہل شام اس کو اقسیس (یا انسیس) کہتے تھے مگر صحیح اتسز ہے جو یہ ترکی نام ہے۔

اتسز کا خاتمہ

۴۷۰ھ میں سلطان ملک شاہ نے اپنے بھائی تتش بن الپ ارسلان کو بلاد شام کی حکومت مرحمت کی اس کے علاوہ ان شہروں کی حکومت بھی اسے عنایت کی ' جن پر وہ اس علاقہ میں اپنے زور بازو سے قبضہ کر لے۔ چنانچہ تتش نے پہلے حلب کا رخ کیا اور حلب پر پہنچ کر محاصرہ کیا اس کی رکاب میں ترکمانوں کی بہت بڑی جماعت تھی انہی دنوں بدر جمالی نے جو کہ مصر پر غالب ہو رہا تھا ایک بڑی فوج محاصرہ دمشق کے لئے روانہ کی تھی۔ اتسز نے اس خبر سے مطلع ہو کر تتش سے جو کہ حلب کا محاصرہ کئے تھا امداد کی درخواست کی۔ تتش محاصرہ حلب

---

[1] ابن اثیر نے اس واقعہ کو ۴۶۶ھ کے واقعات میں لکھا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۶۴

سے ہاتھ کھینچ کر اتسز کی مدد کو آپہنچا۔ مصری لشکر مقابلہ نہ کر سکا۔ دمشق سے فرار ہو گیا۔ جس وقت تتش دمشق کے نزدیک پہنچا اتسز نے اس کا استقبال نہ کیا اور دمشق میں تتش کی آمد کا منتظر رہا اور فصیل کے قریب تتش سے ملاقات کی' تتش کو اتسز کی یہ بدتمیزی ناگوار گزری، غصہ کا اظہار کیا۔ اتسز نے بادل ناخواستہ معذرت کی۔ تتش نے اسی وقت اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس طرح دمشق اور تمام ممالک شام پر قبضہ حاصل کر لیا جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

اس کے بعد تتش نے ۴۷۲ھ میں حلب کا دوبارہ محاصرہ کیا۔ چند یوم کے بعد محاصرہ اٹھا کر مراغہ اور بیرہ کی جانب بڑھا اور اس پر قبضہ حاصل کر کے دمشق کی طرف واپس ہوا۔ تتش کے محاصرہ اٹھا لینے کے بعد مسلم بن قریش حلب آیا اور اس کا مالک بن بیٹھا جیسا کہ مسلم بن قریش کے حالات میں ہم نے تحریر کیا ہے۔ اس کامیابی کے بعد مسلم بن قریش نے سلطان ملک شاہ کو اس کی اطلاع کر دی۔ سلطان ملک شاہ نے اپنی جانب سے اسے حلب کی سند حکومت مرحمت کی۔

مسلم بن قریش کی چڑھائی

آخر ۴۷۶ھ میں مسلم بن قریش نے دمشق کا محاصرہ کیا مگر چند دن بعد محاصرہ اٹھا لیا۔ مسلم بن قریش کی واپسی کے بعد تتش نے دمشق سے خروج کیا۔ ساحل شام کی جانب بڑھا۔ چنانچہ طرسوس کو فتح کر کے دمشق واپس آیا پھر ۴۷۹ھ میں تاج الدولہ تتش نے رومی شہروں پر جہاد کی غرض سے چڑھائی کی۔ مسلم بن قریش کو اس کی اطلاع مل گئی' خالی میدان دیکھ کر دمشق پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں مسلم بن قریش کے ساتھ عربوں اور کردوں کی بہت بڑی تعداد تھی' خلیفہ مصر نے بھی امداد کا وعدہ کیا تھا لیکن یہ امدادی فوج' مسلم بن قریش کے واپس آنے کے بعد پہنچی۔ تتش کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس نے رومی شہروں کا ارادہ ترک کر دیا اور انتہائی تیزی سے فاصلہ طے کرتا ہوا مسلم سے پہلے دمشق پہنچ گیا۔ مسلم نے دمشق پر پہنچ کر محاصرہ کیا۔ تتش اپنی فوجوں کو مرتب کر کے محاصرہ اٹھا دینے کی غرض سے شہر سے باہر نکلا اور سینہ سپر ہو کر میدان میں آگیا۔ مسلم کو اس واقعہ میں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

اسی دوران مسلم کو یہ اطلاع ملی کہ اہل حران نے اس کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ پریشانی کی حالت میں مرج الصفر سے اپنے دارالحکومت کی طرف واپس ہوا اس کے بعد امیر الجیوش نے مصر سے فوجیں مرتب کر کے ۴۷۸ھ میں دمشق پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہل دمشق نے قلعہ بندی کر لی۔ امیر الجیوش ناکام ہو کر واپس ہو کر سلطان کے بھائی تکش سے جا ملا[1]..... اس سے اس کی قوت بڑھ گئی' علم بغاوت بلند کر دیا۔ مرو الرود اور مرو الشاہجہان وغیرہ پر قبضہ کر کے خراسان پر قبضہ کے ارادے سے نیشاپور کی جانب روانہ ہوا۔ سلطان کو اس کی اطلاع مل گئی۔ تکش کے پہنچنے سے پہلے سلطان نیشاپور پہنچ گیا۔ تکش ناکام واپس ہوا اور ترمذ میں پہنچ کر قلعہ بند ہو گیا۔ سلطان نے اس پر محاصرہ کیا۔ تکش نے مجبور ہو کر مصالحت کی درخواست کی اور ان تمام لشکریوں کو جو شاہی فوج کے اس کے پاس قید تھے' آزاد کر دیا اور ترمذ سے نکل کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان نے اس کی عزت کی' گلے لگایا۔

تکش کی سرکشی

اس کے چند یوم بعد ۴۷۷ھ میں تکش کے دماغ میں پھر بغاوت کی ہوا سمائی۔ مرو الرود پر دوبارہ قبضہ کر لیا اور بڑھتے بڑھتے سرخس کے قریب پہنچ گیا اور قریب سرخس اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا جو مسعود ابن امیر فاخر کے قبضہ میں تھا۔ مسعود میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ قریب تھا کہ قلعہ کو تکش کے حوالہ کر دیتا اتفاق سے ابو الفتوح طوسی (یہ نظام الملک وزیر السلطنت کا مصاحب تھا) کو ایک تدبیر سوجھی' ابو الفتوح ان دنوں نیشاپور میں تھا۔ اس نے ایک خط نظام الملک طوسی کی جانب سے مسعود والئی قلعہ کو اس مضمون کا لکھا کہ "تم گھبراؤ نہیں پوری قوت سے مقابلہ پر اڑے رہو میں بہت جلد سلطان موکب کے ہمراہ تمہاری مدد کو پہنچ رہا ہوں اور دشمنوں کو مار بھگا دوں گا" یہ خط ایک سانڈنی سوار کو دیا اور یہ ہدایت کر دی کہ تم تکش کی فوج سے ہو کر گزرنا۔ اجنبی سمجھ کر تم کو گرفتار کر لیں گے۔ جب تم پر تشدد زیادہ ہو اور قتل کی دھمکی دی جائے تب تم یہ خط دینا اور پوچھ گچھ کے وقت یہ کہہ دینا کہ "سلطان ملک شاہ رے سے ایک بڑی فوج لے کر مسعود کی امداد کو روانہ ہو گیا"۔ چنانچہ سانڈنی سوار نے ایسا ہی کیا۔

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

تکش سے سلوک

چونکہ ابو الفتوح کا خط نظام الملک وزیر السلطنت کے خط سے بے حد مشابہ تھا اس وجہ سے تکش کو یقین ہو گیا کہ یہ خط ضرور نظام الملک کا ہے۔ اب خیر نہیں ہے فوراً محاصرہ اٹھا کر انتہائی بے سرو سامانی سے قلعہ رنج کی جانب بھاگ کھڑا ہوا۔ اتنے بھی ہوش و حواس قائم نہ رہے کہ خیمے اور سامان ساتھ لے جاتا۔ چولہے پر ہانڈیاں چڑھی ہوئی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اہل قلعہ نے دوسرے روز قلعہ سے نکل کر جو کچھ اس کے لشکر گاہ میں تھا اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے تین ماہ کے بعد سلطان ملک شاہ آیا اور اس نے تکش کا محاصرہ کیا اور اسے بزور شمشیر فتح کر کے تکش کو اپنے بیٹے احمد کے حوالہ کر دیا۔ احمد نے اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں اور جیل میں ڈال دیا۔ مختصر یہ کہ اس طریقہ سے سلطان ملک شاہ نے اپنے وعدہ اور قسم کو بھی نہ توڑا[1]

شیخ ابو اسحاق شیرازی کا استقبال

چونکہ سردار عراق ابو الفتح بن ابو اللیث والئی عراق خلیفہ مقتدی بامراللہ کے ساتھ بے ادبی اور بد خلقی سے پیش آتا تھا اس وجہ سے خلیفہ نے (ماہ ذی الحجہ ۴۶۵ھ میں) شیخ ابو اسحاق شیرازی کو سلطان ملک شاہ اور وزیر السلطنت نظام الملک کے پاس سردار عراق کی شکایت کا خط دے کر اصفہان روانہ کیا۔ شیخ کے ہمراہ اس سفارت میں امام ابوبکر شاشی وغیرہ نامی گرامی علماء تھے جن شہروں کی طرف سے شیخ موصوف کا گذر ہوتا تھا وہاں کے رہنے والے ان کا اس جوش و مسرت سے استقبال کرتے تھے کہ جو بیان نہیں کیا جا سکتا لوگوں کے ہجوم کی یہ حالت تھی کہ تل دھرنے کی جگہ بھی نہ ملتی تھی۔ شیخ کی رکاب کو چھوتے تھے۔ ان کے گھوڑے کے قدم کی مٹی تبرکاً لیتے تھے اور جو کچھ ان کے پاس درہم دینار اور چاندی سونے کے سکے موجود تھے وہ شیخ پر نثار کرتے تھے۔ صنعت و حرفت اور تجارت پیشہ والے بھی اپنی مصنوعات اور تجارتی اسباب انتہائی خندہ پیشانی سے بے دریغ لٹا رہے تھے۔ شیخ اس خوشی و مسرت کو حیرت کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی حمد کرتے تھے۔ الغرض اس طرح کوچ و قیام کرتے ہوئے سلطان ملک شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خلیفہ کا پیام پہنچایا۔ سلطان ملک شاہ نے جتنے مطالبات تھے' سب کو قبول کیا اور سردار عراق کا تعلق جس قدر خلیفہ سے تھا ان سب کو منقطع کر دیا۔ اس کے بعد شیخ وزیر نظام الملک کے دربار میں حاضر ہوئے۔ امام الحرمین سے مناظرہ ہو گیا جس کے واقعات مشہور ہیں۔

فخر الدولہ کی برطرفی

نظام الملک نے ۴۶۱ھ میں فخر الدولہ ابو نصر بن جہیر کو خلیفہ مقتدی بامراللہ کی وزارت سے برطرف کر دیا تھا عمید الدولہ بن فخر الدولہ نے وزیر السلطنت نظام الملک کے دربار میں حاضر ہو کر معذرت کی چنانچہ نظام الملک اس سے راضی ہو گیا اور خلیفہ سے اس کی غلطی کی معافی اور دوبارہ عہدہ وزارت پر مامور کئے جانے کی سفارش کی۔ خلیفہ نے عمید الدولہ کو عہدۂ وزارت عنایت فرمایا اور اس کے والد کو بدستور معزول رکھا جیسا کہ اوپر خلفاء بغداد کے حالات کے ضمن میں ہم نے بیان کیا ہے۔

خلیفہ مقتدی کا نکاح

خلیفہ مقتدی نے ۴۷۴ھ میں فخر الدولہ (وزیر) کو سلطان ملک شاہ کے پاس اس کی بیٹی سے اپنی منگنی کرنے کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ فخر الدولہ' سلطان ملک شاہ کی خدمت میں اصفہان پہنچا اور خلیفہ مقتدی کا پیام سلطان کو دیا۔ سلطان نے اپنی بیٹی کا نکاح خلیفہ کے ساتھ پچاس ہزار دینار مہر معجل پر کر دیا۔ فخر الدولہ بغداد کی جانب واپس ہوا۔

---

[1] ملک شاہ نے تکش سے وعدہ کیا تھا اور حلف اٹھایا تھا کہ میں تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ دوں گا۔ چنانچہ تکش نے اسی عہد و اقرار کی بناء پر اپنے کو سلطان کے حوالہ کیا تھا۔ اس کے بعد سلطان کو تکش کی تکلیف دہی اور قید کرنے کی فکر ہوئی فقہاء نے فتویٰ دیا کہ آپ اس کو اپنے بیٹے احمد کو دے دیجئے وہ اس کے ساتھ سب کچھ کر سکے گا آپ بری الذمہ رہیں گے۔ چنانچہ سلطان نے ایسا ہی کیا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۸۹

عمید الدولہ کی برطرفی

پھر ۷۶ھ میں خلیفہ مقتدی نے فخر الدولہ کے بیٹے عمید الدولہ کو وزارت کے عہدہ سے برطرف کر دیا[1]۔ اتفاق یہ کہ جس دن عمید الدولہ کو برطرف کیا گیا اسی دن سلطان اور نظام الملک کا خط بنو جہیر (عمید الدولہ وغیرہ) کی طلبی کا صادر ہوا چنانچہ بنو جہیر اپنے اہل و عیال کے ساتھ سلطان کے پاس چلے گئے۔ سلطان بڑی عزت افزائی سے پیش آیا۔ فخر الدولہ کو دیار بکر کی حکومت عنایت کی اور فخر الدولہ کے ہمراہ ایک فوج دیار بکر کو بنو مروان کے قبضہ سے نکالنے کی غرض سے روانہ کی اور اس بات کی اجازت دی کہ "تم اس کے محاصل کو اپنے صرف میں لاؤ خطبہ میں اپنا نام داخل کر لو اور سکہ بھی اپنے نام کا کندہ کراؤ" چنانچہ فخر الدولہ اس شان و شوکت کے ساتھ شاہی لشکر لئے ہوئے دیار بکر کی جانب بڑھا۔

اہل موصل کی مصالحت

والئی دیار بکر ابن مروان کو اس کی اطلاع ہو گئی گھبرا گیا۔ مسلم بن قریش سے امداد کی درخواست کی اور اس صلہ میں ایک خاص امر (آمد[2] کے دینے) کا اقرار کیا دونوں نے قسمیں کھائیں اور ابن جہیر سے جنگ کرنے پر متفق ہو گئے ابھی جنگ کی ابتداء نہ ہوئی تھی کہ سلطان ابن جہیر ابن مروان سے مصالحت کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ ارتق کو یہ امر ناگوار گزرا فوراً حملہ کر دیا لڑائی چھڑ گئی عربوں اور کردوں کو شکست ہوئی۔ ان کی لشکر گاہ لوٹ لی گئی۔ مسلم بن قریش کسی طرح جان بچا کر آمد پہنچا فتح مند گروہ نے تعاقب کیا اور چاروں طرف سے آمد کا محاصرہ کر لیا۔ مسلم بن قریش نے اس بات کو محسوس کر کے کہ اب میں گرفتار ہوا چاہتا ہوں امیر ارتق کے پاس کہلا بھیجا کہ مجھ سے جس قدر مال چاہو لے لو اور مجھے نکلنے کا راستہ دے دو امیر ارتق اس بات پر راضی ہو گیا مسلم بن قریش آمد کو خیرباد کہہ کر رقہ کی جانب چلا گیا اور ابن جہیر نے میافارقین کی راہ لی۔ منصور بن مزید اور اس کا بیٹا صدقہ ابن جہیر سے الگ ہو کر خلاط کی طرف واپس ہوئے۔

سلطان کو جب اس بات کی خبر پہنچی کہ مسلم بن قریش کا آمد پر محاصرہ کر لیا گیا ہے تو اس نے عمید الدولہ کو ایک بڑی فوج کے ساتھ موصل سر کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ اسی مہم میں عمید الدولہ کے ہمراہ آقسنقر قسیم الدولہ بھی تھا جسے سلطان نے اس کے بعد حلب کی حکومت مرحمت کی تھی۔ قصہ مختصر عمید الدولہ موصل کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں امیر ارتق مل گیا وہ بھی عمید الدولہ کے ہمراہ موصل کی مہم پر واپس ہو گیا جس وقت شاہی لشکر موصل پہنچا عمید الدولہ نے اہل موصل کے پاس صلح کی صورت میں انعامات اور عدم صلح کی صورت میں جنگ کا پیام بھیجا۔ اہل موصل نے اپنی ناکامی کا یقین کر کے مصالحت کے ساتھ شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے اور اطاعت قبول کر لی۔

سلطان بنفس نفیس اپنا لشکر ظفر پیکر لئے ہوئے مسلم بن قریش کے مقبوضات کی جانب بڑھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلم بن قریش کو محاصرہ سے نجات مل گئی تھی اور وہ رحبہ کے متصل مقیم تھا سلطان نے چھیڑ چھاڑ مناسب نہ سمجھی۔ موید الملک بن نظام الملک کو خط دے کر مسلم بن قریش کے پاس بھیجا۔ مسلم نے شاہی خط کو سر اور آنکھوں سے لگایا اور وفد لے کر مقام بوازیج میں دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ سلطان نے اسے خلعت خوشنودی سے نوازا اور اسے اس کے مقبوضات پر بحال رکھا اور خود اپنے بھائی تکش سے جنگ کرنے کے لئے (خراسان کی جانب) روانہ ہوا۔

انطاکیہ کی فتح

سلیمان بن قتلمش بن اسرائیل بن سلجوق والئی قونیہ واقصرا نے بلاد روم سے ملک شام کو تاخت و تاراج کرنے کی غرض سے قدم بڑھایا۔ ۳۵۸ھ سے انطاکیہ رومی بادشاہ کے قبضہ میں تھا فردوردس نامی عیسائی بادشاہ اس کا حکمران تھا۔ فردوردس کا اخلاق اچھا نہ تھا۔ انتہائی درجہ کا ظالم اور بدکردار تھا۔ رعایا اور لشکری اس سے ناراض تھے اپنے بیٹے کو بھی قید کر دیا تھا اس نے افسر اعلیٰ پولیس سے جو فردوردس کی

---

[1] فخر الدولہ کی معزولی کے بعد وزارت عظمیٰ ابو الفتح مظفر ابن رئیس الرؤساء کو مرحمت ہوئی۔ یہ محکمہ تعمیرات کا وزیر تھا۔ دیکھو کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۸۳

[2] دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۸۶

جانب سے انطاکیہ کی حفاظت پر متعین تھا' سازش کرلی۔ چنانچہ دونوں نے متفق ہو کر ۴۷۷ھ میں سلیمان بن قطلمش کو انطاکیہ پر قبضہ کر لینے کے لئے بلا بھیجا۔ سلیمان تین ہزار سواروں اور بہت سے پیادوں کے ساتھ دریا کے راستے انطاکیہ کی جانب روانہ ہوا۔ دریا کا سفر طے کر کے خشکی پر اترا۔ دشوار گزار راستوں اور پہاڑی دروں سے گزرتا ہوا شہرپناہ انطاکیہ تک پہنچ گیا افسر اعلیٰ پولیس انطاکیہ نے موقع دے دیا۔ سلیمان کے سپاہی سیڑھیاں لگا کر شہرپناہ کی فصیل پر چڑھ گئے اور شہر میں داخل ہو کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ تھوڑی دیر تک اہل شہر نے مقابلہ کیا بالآخر انہیں شکست ہوئی۔ ایک بڑی جماعت ماری گئی۔ اور باقی ماندہ لوگوں کو سلیمان نے معاف کر دیا۔ قلعہ اور شہر پر قابض ہو گیا۔ بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ جنگ کے اختتام کے بعد اہل انطاکیہ کے ساتھ اچھے برتاؤ سے پیش آیا۔ اور دوران جنگ قلعہ اور شہر کا جتنا حصہ خراب اور منہدم ہو گیا تھا اس کی تعمیر کا حکم صادر کیا۔ سلطان ملک شاہ کی خدمت میں فتح کی خوشخبری کا خط روانہ کیا۔

مسلم بن قریش کا انجام

والئی حلب مسلم بن قریش نے انطاکیہ کی فتح کے بعد سلیمان بن قطلمش کے پاس ایک قاصد روانہ کیا اور اس سے اس مال کا مطالبہ کیا جو فردوردس عیسائی بادشاہ انطاکیہ مسلم بن قریش کو سالانہ بطور جزیہ ادا کیا کرتا تھا اور عدم ادائیگی کی صورت میں سلطان کی شاہی قوت و اقتدار کی دھمکی دی۔ سلیمان نے جواب دیا "سلطان کی اطاعت میرا شعار ہے' خطبہ میں بھی اسی کا نام ہے' سکہ پر بھی اسی کا نام کندہ ہے باقی رہا سالانہ خراج جو فردوردس دیتا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کافر تھا اور میں بفضلہ تعالیٰ مسلمان ہوں اور مسلمان جزیہ اور خراج نہیں دیتا"۔ مسلم بن قریش کو اس جواب سے ناراضگی پیدا ہوئی' فوجیں مرتب کر کے انطاکیہ کی جانب بڑھا اور غارت گری شروع کر دی۔ سلیمان نے بھی یہ صورت حال دیکھ کر حلب پر چڑھائی کر دی اور اس کے قرب و جوار میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔

اس کے بعد مسلم بن قریش عرب اور ترکمانوں کو جمع کر کے انطاکیہ کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا' اس مہم میں مسلم بن قریش کے ہمراہ نامی گرامی ترکمانی سردار تھے' انہی میں جبق امیر ترکمان تھا' سلیمان بن قطلمش نے بھی فوجیں فراہم کیں اور انطاکیہ کی حفاظت پر کمر باندھ کر میدان جنگ میں آگیا۔ آخر ماہ صفر ۴۷۸ھ میں انطاکیہ کے باہر ایک کھلے میدان میں صف آرائی کی۔ دوران جنگ جبق امیر ترکمان' سلیمان بن قطلمش سے مل گیا۔ اس سے مسلم کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی' عرب شکست کھا کر بھاگ نکلے' اسی پکڑ دھکڑ میں مسلم بن قریش قتل ہو گیا۔

حلب کا محاصرہ

مسلم بن قریش کے مارے جانے کے بعد سلیمان نے حلب کا محاصرہ کیا' اہل حلب نے قلعہ بندی کر لی۔ ابن حتیتی عباسی سردار نے سلیمان بن قطلمش کی خدمت میں تحائف اور نذرانے بھیجے اور یہ درخواست کی کہ مجھے چند دن کی مہلت دیجئے تاکہ میں سلطان ملک شاہ سے خط و کتابت کر لوں' اگر وہ اجازت دے دیں گے تو میں حلب کو آپ کے حوالہ کر دوں گا۔ سلیمان اس دھوکے میں آگیا اور ابن حتیتی نے تاج الدولہ تتش سے سازباز کر لی اور اسے حلب پر قبضہ کر لینے کے لئے بلا بھیجا۔ چنانچہ تتش' حلب پر قبضہ کرنے کے لئے آیا۔ امیر ارسوس اکسک بھی اس کے ہمراہ تھا' امیر ارسوس[1] سے کوئی امر خلاف مزاج سلطان ملک شاہ سرزد ہو گیا تھا جس سے اسے اپنی جان کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے تاج الدولہ تتش کی خدمت میں حاضر ہو کر پناہ گزیں ہوا تھا۔ تتش نے اسے بیت المقدس کی حکومت پر مقرر کیا۔ اس وجہ سے امیر ارتق اس مہم میں تاج الدولہ کے ساتھ آیا تھا۔

تتش کی کامیابی

اس بات کی اطلاع سلیمان کو ملی تو اس نے تتش کو روکنے کی غرض سے لشکر مرتب کیا اور سینہ سپر ہو کر میدان میں آگیا۔ امیر ارتق نے اس لڑائی میں بہت بڑے بڑے نمایاں کام کیے' کئی بار نرغہ میں آیا۔ آخر کار سلیمان کو شکست ہوئی یہ خنجر سے خود اپنا گلا کاٹ کر مر گیا۔ تتش نے اس کے لشکر گاہ اور کیمپ کو لوٹ لیا' جنگ سے فارغ ہو کر ابن حتیتی سے حلب سپرد کرنے کا مطالبہ کیا' ابن حتیتی نے جواب

---

[1] کتابت کی غلطی ہے ارسوس نام نہ تھا بلکہ ارتق نام تھا۔ یہ وہی ہے جس نے معرکہ آمد میں شرف الدولہ مسلم بن قریش کو کچھ لے کر نکل جانے دیا تھا۔ یہی امر سلطان ملک شاہ کے مزاج کے خلاف ہوا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۹۶

دیا "ذرا صبر کیجئے میں سلطان ملک شاہ سے مشورہ کر لوں' اگر اجازت دیں گے تو میں بلا کسی عذر شہر پر آپ کو قبضہ دے دوں گا" تتش نے صاف جواب پا کر شہر پر محاصرہ کر دیا۔ ابن حشیشی نے انتہائی مستعدی اور ہوشیاری سے قلعہ بندی کر لی۔ اتفاق یہ کہ اہل شہر میں سے بعض لوگوں نے تتش سے ساز باز کر لی اور تتش کو شہر میں داخل ہونے کا موقع دے دیا۔ چنانچہ تتش نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ ابن حشیشی نے امیر ارتق کے پاس جا کر پناہ لی۔ امیر ارتق نے اسے امان دی اور اپنے پاس مکمل حفاظت سے رکھا۔

فخر الدولہ ابن جہیر نے ۴۷۸ھ میں اپنے بیٹے زعیم الرؤسا ابو القاسم کو آمد کا محاصرہ کرنے کے لئے بھیجا جناح الدولہ سالار بھی اس مہم میں شریک تھا۔ زعیم الرؤسا نے آمد پر محاصرہ ڈال دیا۔ اس کے گرد و نواح کے پھلدار درختوں کو کاٹ ڈالا۔ کھیتوں کو برباد کر دیا۔ اہل آمد بھوکوں مرنے لگے مگر اس پر بھی اہل آمد کی پیشانی پر شکن نہ آئی۔ مقابلہ پر اڑے رہے اس دوران عوام الناس میں سے ایک شخص نے شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ کر سلطانی شعار کی ندا کر دی۔ چونکہ عوام الناس عیسائیوں کے افسروں سے تنگ آگئے تھے' اس کے پاس جمع ہو گئے' ہلڑ مچ گیا' زعیم الرؤسا کو موقع مل گیا۔ شہر میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ماہ محرم ۴۷۸ھ میں پیش آیا۔

میافارقین کا محاصرہ

زعیم الدولہ کے والد فخر الدولہ نے انہی دنوں میافارقین کا محاصرہ کو رکھا تھا' گوہر آئین کوتوال بغداد ایک تازہ دم فوج لئے ہوئے اس کی کمک پر آگیا جس سے فخر الدولہ کی قوت بڑھ گئی۔ حصار میں سختی شروع کر دی ۶ جمادی الآخر کو فصیل کا ایک بڑا ٹکڑا گر پڑا۔ اہل شہر نے گھبرا کر شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ فخر الدولہ نے شہر اور ابن مروان کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا' مال و اسباب کو اپنے بیٹے زعیم الرؤساء کی معرفت سلطان کی خدمت میں بھیج دیا۔ زعیم الرؤساء گوہر آئین کے ساتھ بغداد کی جانب روانہ ہوا رفتہ رفتہ دونوں بغداد پہنچے۔ گوہر آئین تو بغداد میں رہ گیا اور زعیم الرؤساء بغداد سے روانہ ہو کر اصفہان میں سلطان کی خدمت میں پہنچا۔

میافارقین کی مہم سے فارغ ہو کر فخر الدولہ نے ایک بڑی فوج جزیرہ ابن عمر کو فتح کرنے کے لئے بھیجی۔ جزیرہ ابن عمر اس وقت تک مروان کے قبضہ و تصرف میں تھا۔ فخر الدولہ کی فوج نے جزیرہ ابن عمر پر پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ لڑائی شروع ہو گئی' اہل شہر میں سے بعض نے سلطان ملک شاہ کے آگے سر اطاعت خم کر دیا اور شہر پناہ کے اس دروازے کو جو ان کے قریب تھا' کھول دیا۔ فخر الدولہ کا لشکر داخل ہو گیا اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ جزیرہ ابن عمر کے سر ہو جانے سے دیار بکر سے بنو مروان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

اس کے بعد سلطان ملک شاہ نے دیار بکر کو فخر الدولہ بن جہیر سے لے لیا۔ فخر الدولہ' موصل چلا گیا اور وہیں مقیم رہا یہاں تک کہ ۴۸۳ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔

حلب پر سلطان ملک شاہ کا کنٹرول

تاج الدولہ تتش نے جس وقت شہر حلب پر قبضہ کیا تھا ان دنوں سالم بن ملک بن مروان برادر عم زاد مسلم بن قریش' حلب میں تھا۔ شہر فتح ہو گیا تھا مگر قلعہ حلب اسی کے قبضہ میں تھا۔ تتش قلعہ کا بھی سترہ روز تک محاصرہ کئے رہا یہاں تک کہ سلطان ملک شاہ کے بھائی کے آنے کی خبر مشہور ہوئی۔ ابن حشیشی نے جس وقت کہ اسے تتش کی بڑھی ہوئی قوت سے خطرہ پیدا ہوا تھا' سلطان ملک شاہ کو لکھ بھیجا تھا کہ آپ تشریف لائیں میں حلب آپ کے حوالے کر دوں گا۔

چنانچہ سلطان ملک شاہ ماہ جمادی الآخر ۴۷۹ھ میں اصفہان سے حلب کی طرف روانہ ہوا۔ مقدمتہ الجیش پر برسق اور بدران وغیرہ نامی گرامی سردار تھے۔ ماہ رجب میں موصل پہنچا۔ موصل سے روانہ ہو کر حران میں داخل ہوا۔ ابن شاطی والئی حران نے شہر' ملازمان سلطان کے حوالے کر دیا۔ سلطان نے محمد بن شرف الدولہ مسلم بن قریش کو عنایت فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی رحبہ اور اس کے مضافات' سروج' رقہ اور خابور کی بھی اسے حکومت دی اور اپنی بہن زلیخا خاتون سے اس کا نکاح کر دیا اس کے بعد الرہا کی جانب پیش قدمی کی اور اسے رومیوں کے قبضہ سے نکال لیا۔ رومیوں نے اسے ابن عطیہ سے خرید لیا تھا جیسا کہ ہم نے اس سے قبل بیان کیا ہے۔ الرہا کو فتح کرنے قلعہ جعبر پہنچا اور اسے بھی بزور شمشیر فتح کر لیا۔ جس قدر بنو قشیر وہاں تھے سب کو قتل کر دیا۔ ان دنوں اس قلعہ کا ایک شخص جعفر نامی نابینا والی تھا' اس کے دو بیٹے تھے۔ یہ لوگ دن دہاڑے مسافروں کو لوٹ لیتے تھے۔ ہر آنے جانے والے کو ان سے خطرہ لاحق رہتا تھا۔ سلطان نے اس قلعہ کو فتح کر

کے ان کی تکلیف دہی اور ایذا رسانی سے عوام الناس کو بچا لیا۔ جعبر کے بعد بنج فتح کیا اور دریائے فرات کو حلب کی جانب سے عبور کیا۔ تتش نے سلطان کی آمد کی اطلاع پا کر مع امیر ارتق شہر حلب سے کوچ کر دیا اور میدانوں کے نشیب و فراز طے کرتا ہوا دمشق پہنچا۔ سلطان نے پہلے شہر حلب پر قبضہ کیا اس کے بعد قلعہ حلب سالم بن ملک سے لے لیا اور اس کی جگہ قلعہ جعبر مرحمت کیا۔اس وقت سے قلعہ جعبر سالم کی اولاد کے قبضہ میں رہا یہاں تک کہ سلطان نور الدین محمود زنگی شہید نے سالم کی اولاد سے قلعہ جعبر لے لیا۔

پھر نصر بن منقذ کنانی والئی شیرز کا خط سلطان کی خدمت میں آیا جس میں اس نے اپنی اطاعت کا اظہار کیا تھا اور اس نے لاذقیہ، کفرطاب اور فامیہ کو سلطان کے حوالہ کر دیا۔ سلطان نے نصر کو ان شہروں کی حکومت پر بدستور قائم رکھا اور شیرز کا ارادہ ترک کر دیا۔ حلب پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد قسیم الدولہ آقسنقر کو حکومت حلب پر مقرر کیا۔ اہل حلب نے آقسنقر سے ابن حتیتی کو نکال دینے کی استدعا کی۔ چنانچہ آقسنقر نے اسے حلب سے دیار بکر بھیج دیا اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔

سلطان ملک شاہ کی بغداد واپسی

ان مہمات سے فراغت پا کر سلطان ملک شاہ دارالخلافت بغداد کی طرف واپس ہوا۔ سنہ مذکور کے ماہ ذی الحجہ میں بغداد پہنچا۔ دارالمملکت میں قیام پذیر ہوا۔خلیفہ کی خدمت میں بہت سے تحائف اور نذرانے پیش کئے۔ رات کو خلیفہ کے دربار خاص میں حاضر ہوا۔ دن کو مجلس عام میں شرف نیاز حاصل کیا۔ خلیفہ نے سلطان کو خلعت مرحمت کیا۔ اس کے بعد امراء سلجوقیہ اور نظام الملک وزیر السلطنت خلیفہ کی دست بوسی کے لئے پیش کئے گئے۔ ایک ایک خلیفہ کے حضور میں پیش ہوتا تھا اور نظام الملک خلیفہ کو ان سے متعارف کراتا جاتا تھا اس کے بعد خلیفہ نے سلطان کو عنان حکومت عنایت کی' عدل و انصاف کرنے کی ہدایت کی۔ سلطان نے خلیفہ کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگایا اور دل و جان سے ان کی ہدایات کو قبول کیا۔اسی سلسلہ میں خلیفہ نے وزیر السلطنت نظام الملک کو بھی خلعت سے نوازا' دربار عام برخاست ہوا۔ نظام الملک اپنے مدرسہ نظامیہ میں آیا۔ حدیث شریف کی سماعت کی اور چند احادیث تحریر کیں۔

سلطان ملک شاہ کی بیٹی کی رخصتی

ہم نے اس سے قبل تحریر کیا ہے کہ خلیفہ مقتدی کا سلطان کی بیٹی کے ساتھ ۴۷۴ھ میں وزیر السلطنت فخر الدولہ کے ذریعہ سے نکاح ہو گیا تھا۔ محرم ۴۸۰ھ میں رخصتی ہوئی۔سامان جہیز ایک سو تیس اونٹ' چوہتر خچر پر بار کر کے دارالخلافت کی جانب روانہ کیا گیا۔ اونٹوں پر دیبائے رومی کی جھولیں تھیں جن پر طلائی اور نقرئی (سنہرا اور روپہلا) کام کیا ہوا تھا۔ خچروں پر دیبائے ملکی کی جھولیں پڑی تھیں۔ سب کی گردنوں میں طلائی اور نقرئی گھنٹیاں اور گھنٹیاں لٹک رہی تھیں۔ لگامیں بھی سونے اور چاندی کی تھیں۔ تین عماریاں تھیں' چھ اونٹوں پر بارہ صندوق چاندی کے لدے تھے جن میں ایک سے ایک قیمتی جواہر اور زیورات بھرے ہوئے تھے۔ایک بہت بڑا فرش سنہرا یا سونے کا تھا۔ اس ساز و سامان کے آگے آگے سعد الدولہ گوہر آئین اور امیر ارتق وغیرہ نامی گرامی امراء تھے۔عوام اشرفیاں اور روپے ان پر لٹا رہے تھے۔ خلیفہ نے بھی بڑے ساز و سامان سے رخصتی کرانے کے لئے اپنے وزیر ابو شجاع کو سلطان ملک شاہ کی بیوی ترکمان خاتون کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ ظفر خادم ایک قیمتی محافہ لئے ہوئے ہمراہ تھی جسے زمانہ کی آنکھوں نے نہ دیکھا تھا۔ تین سو شمعیں موکبیہ[1] اور اسی قدر مشعلیں آگے آگے تھیں۔ حریم خلافت میں کوئی کمرہ ایسا نہ تھا کہ جس میں شمعیں روشن نہ کی گئی ہوں۔

ترکمان خاتون کی خدمت میں حاضر ہو کر وزیر السلطنت ابو شجاع نے عرض کیا کہ سیدنا امیر المومنین خلافت مآب ارشاد فرماتے ہیں ان اللہ یامرکم ان تودو الامانات الی اھلھا (ترجمہ' بے شک اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ تم لوگ جن کی امانتیں ہیں ان کو سپرد کر دو) اب وہ وقت آگیا ہے کہ خلیفہ کی امانت دارالخلافت میں بھیج دی جائے (یعنی رخصتی کر دی جائے) ترکمان خاتون نے کہا میں بسر و چشم اسے منظور کرتی ہوں۔ چنانچہ سلطان کی بیٹی کی رخصتی کی گئی۔ آگے آگے سرداران سلطنت تھے ہر سردار کے ساتھ بکثرت شمعیں اور مشعلیں تھیں جنہیں سوار لئے ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے خاتون پالکی میں تھیں جو سونے کی بنی ہوئی تھیں۔ جواہرات کی جھالریں لگی تھیں' پالکی کے اردگرد دو سو ترکی لونڈیاں زرق برق پوشاکیں زیب تن کئے گھوڑوں پر سوار تھیں۔

[1] وہ شمعیں جن کو سوار لے کر چلتے ہیں۔

رخصتی کے دوسرے روز خلیفہ نے دعوت ولیمہ کی۔ تمام سرداران لشکر' امراء سلطنت اور شہر کے رؤساء دستر خوان پر حاضر تھے۔ چالیس ہزار من صرف چینی خرچ ہوئی۔ اس سے اور اخراجات کا اندازہ کرنا چاہیے۔ دعوت ولیمہ کے بعد خلیفہ نے سرداران لشکر اور تمام مصاحبوں کو خلعت مرحمت کیے۔

سمرقند کی مہم

ان دنوں سمرقند کا والی خاندان خانیہ سے احمد خان بن خضر تھا جو شمس الملک کا بھائی ہوتا تھا۔ یہ شمس الملک وہی ہے جو اس سے قبل سمرقند کا حکمران تھا۔ اس کی پھوپھی' سلطان ملک شاہ کی بیوی تھی۔ احمد خان انتہائی ظالم اور بداخلاق تھا۔ اہل سمرقند نے سلطان ملک شاہ کی خدمت میں وفد بھیجا کہ حکومت سمرقند کو آپ اپنے علم حکومت کے سایہ میں لے لیجئے۔ یہ وفد احمد خان سے چھپ کر آیا تھا۔ اس وفد کا سردار فقیہ ابو طاہر شافعی تھا۔ سمرقند سے یہ وفد حج کا اظہار کر کے روانہ ہوا تھا چنانچہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر اہل سمرقند کا پیام پہنچایا۔ سلطان ۴۸۲ھ میں سمرقند کی نیت سے اصفہان روانہ ہوا۔ اتفاق سے اس مہم میں رومی بادشاہ کا ایلچی بھی تھا۔ یہ رومی بادشاہ کی جانب سے سلطان ملک شاہ کی خدمت میں خراج لے کر حاضر ہوا تھا۔ نظام الملک وزیر السلطنت نے اسے بھی اپنی رکاب میں لے لیا اور اس کامیابی میں یہ ایلچی شریک ہوا۔ خراسان پہنچ کر شاہی لشکر مرتب کیا گیا۔ بے انتہا فوج کے ساتھ سلطان ملک شاہ نے نہر کو عبور کیا۔ راستے میں جتنے شہر ملے تمام کو فتح کرتا گیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا بخارا پہنچا۔ اس پر اور اس کے گرد و نواح کے تمام شہروں پر قبضہ کر کے سمرقند پہنچ گیا چاروں جانب سے محاصرہ کر لیا۔ شہر پناہ کے برجوں کو توڑنے کی غرض سے پہاڑ شکن منجنیقیں نصب کرائیں۔ لڑائی چھڑ گئی۔ رات دن شہر پناہ کی دیواروں پر اور برجوں پر سنگباری ہونے لگی۔ آخر کار ایک جانب کی شہر پناہ کی دیوار ٹوٹ گئی۔ شاہی لشکر نے اسی جانب سے شہر میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا۔

احمد خان روپوش ہو گیا مگر ایک ترکی سپاہی گرفتار کر لایا۔ سلطان ملک شاہ نے اسے رہا کر کے اصفہان بھیج دیا اور سمرقند کی حکومت پر سرداران خوارزم میں سے ابو طاہر کو تعینات کر کے کاشغر کی جانب بڑھا۔ رفتہ رفتہ شہر بوزکند پہنچا اور والیٔ کاشغر کے پاس یہ پیام بھیجا "کہ اگر تم میرے نام کا خطبہ اور سکہ اپنے مقبوضات میں جاری کر دو اور میری حکومت کی اطاعت قبول کر لو تو میں تمہارے ملک میں دخل انداز نہ ہوں گا" والیٔ کاشغر نے یہ سن کر اطاعت قبول کر لی۔ دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ سلطان نے اس کی عزت کی' خلعت دیا اور اسے اس کے مقبوضات پر بدستور بحال رکھا۔ اس کے بعد سلطان نے خراسان کی طرف واپسی اختیار کی۔

عین الدولہ کا قتل

سمرقند میں فوجیوں کا ایک گروہ حکلیہ نامی رہتا تھا۔ انتہائی سرکش اور باغی تھا۔ اس نے ابو طاہر پر جو کہ سلطان کی جانب سے سمرقند کا حاکم تھا' چڑھائی کی۔ ابو طاہر نے مکمل مہربانی سے انہیں روکنا چاہا مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ ابو طاہر نے جب صورت حال بگڑتی دیکھی تو سمرقند کو خیر باد کہہ کر خوارزم چلا گیا۔ سمرقند میں افواج حکلیہ کا سردار عین الدولہ نامی ایک شخص تھا۔ علم بغاوت بلند کرنے کے بعد اسے سلطانی شان و شوکت سے خوف و خطرہ پیدا ہوا۔ یعقوب تکین برادر والیٔ کاشغر سے خط و کتابت کی اور اسے سمرقند بلا کر قبضہ دے دیا۔ یعقوب نے شکر گزاری کے ساتھ سمرقند پر قبضہ کر لیا اور اس کے چند دن بعد ان لوگوں کو جو عین الدولہ سے دشمنی رکھتے تھے' اس کے خلاف ابھار دیا۔ ان لوگوں نے اپنے اعزہ و اقارب کے خون کا دعویٰ کیا۔ یعقوب نے فقہاء سے استفتاء کیا۔ فقہاء نے عین الدولہ کے قتل کا فتویٰ دے دیا۔ یعقوب عین الدولہ کو قتل کر کے سمرقند کا خود سر حاکم بن بیٹھا۔

یعقوب تکین کا فرار

جب ان واقعات کی خبر سلطان تک پہنچی تو سلطان یہ سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ ۴۸۲ھ میں فوجیں مرتب کر کے سمرقند کی جانب روانہ ہوا۔ جب مرکب ہمایوں' بخارا پہنچا تو یعقوب' سمرقند چھوڑ کر فرغانہ کی جانب بھاگا اور وہاں سے کاشغر کا راستہ لیا اس کی فوج کی ایک جماعت علم شاہی کی مطیع ہو کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ چنانچہ مقام ملوادلیس (بخارا کے ایک گاؤں) میں باریابی کا شرف حاصل کیا۔ سلطان ملک

شاہ نے سمرقند پر قبضہ کر کے امیر انز کو اس کا والی مقرر کیا۔ یعقوب کی گرفتاری اور تعاقب میں فوجیں بھیجیں' بادشاہ کاشغر کو بھی یعقوب کی تلاش کرنے کے لئے لکھا۔ اتفاق یہ کہ یعقوب کے لشکر میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ لشکر نے اس کے خزانہ کو لوٹ لیا۔ یعقوب پریشانی کی حالت میں اپنی جان بچا کر بھاگا۔ اپنے بھائی کے پاس کاشغر میں جا کر پناہ لی۔ اس کی اطلاع سلطان ملک شاہ کو ہو گئی بادشاہ کاشغر کو لکھ بھیجا کہ "یعقوب باغی کو فوراً بھیج دو"۔ بادشاہ کاشغر کو سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔

سلطان ملک شاہ کا خوف بھی اپنی ڈراؤنی شکل دکھا رہا تھا۔ بھائی کی محبت بھی دل میں جوش کر رہی تھی۔ آخر کار خوف غالب آ گیا۔ اپنے بھائی یعقوب کو گرفتار کر کے اپنے بیٹے اور چند مصاحبوں کے ہمراہ سلطان کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ راستے میں یعقوب کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دینا۔ اگر سلطان ملک شاہ کا غصہ اس سے ٹھنڈا ہو جائے تو بہتر ہے' ورنہ اسے سلطان ملک شاہ کے حوالہ کر دینا۔ جب یہ لوگ سلطانی لشکر گاہ کے نزدیک پہنچے اور یعقوب کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھیرنا چاہیں تو انہیں پتہ چلا کہ طغرل بن نیال نے لاتعداد فوج سے کاشغر پر حملہ کیا ہے اور بادشاہ کاشغر کو گرفتار کر لیا ہے۔ اس خبر کو سن کر وہ لوگ بدحواس ہو گئے اور یعقوب کو چھوڑ دیا۔

سلطان ملک شاہ کی حکمت عملی

سلطان ملک شاہ کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی سلطان کو بھی طغرل بن نیال کی کثرت فوج سے خطرہ پیدا ہوا۔ اپنے مقبوضات کو بچانے کی غرض سے واپس ہوا۔ تاج الملک کو یعقوب سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے پر مقرر کیا۔ تاج الملک نے اس خدمت کو جیسا کہ چاہیے تھا انجام دیا۔ سلطان ملک شاہ اور یعقوب کے جب باہم دوستانہ تعلقات ہو گئے تو اسے فوجیں دے کر طغرل بن نیال کے مقابلہ پر کاشغر روانہ کیا۔ طغرل نے یہ سن کر کاشغر سے کوچ کر دیا۔ اور سلطان ملک شاہ خراسان کی طرف واپس ہوا۔ دوبارہ ۴۸۴ھ میں دارالخلافت بغداد داخل ہوا۔ اس کی آمد کی خبر سن کر اس کا بھائی تاج الدولہ تتش والئی شام' قسیم الدولہ آقسنقر والئی حلب' بوزان والئی الرہا اور مختلف صوبجات کے بہت سے حکمران دارالخلافت بغداد میں حاضر ہوئے۔ سلطان ملک شاہ نے بڑی دھوم سے محفل میلاد منعقد کی جس کی مثال اس سے قبل نہیں ملتی۔ اس مرتبہ اپنے وزیر السلطنت اور دوسرے اراکین سلطنت کو حکم دیا کہ اپنی اپنی سکونت کے لئے دارالخلافت بغداد میں مکانات بنوا لو۔ چنانچہ مکانات کی تعمیر شروع ہو گئی۔ چند دن قیام کر کے اصفہان کی جانب روانہ ہو گیا۔

تتش کی حمص پر چڑھائی

۴۸۴ھ میں جب سلطان دوبارہ دارالخلافت بغداد آیا اور امراء شام وفد ہو کر دربار شاہی میں حاضر ہوئے جیسا کہ ہم نے اس سے قبل تحریر کیا ہے تو جب یہ لوگ اپنے اپنے ممالک مقبوضہ کی طرف واپس ہوئے تو سلطان نے اپنے بھائی تاج الدولہ تتش کو حکم دیا کہ شامی ساحل پر چڑھائی کر کے اسے حکومت علویہ کے قبضہ سے نکال لو۔ آقسنقر اور بوزان کو تتش کی امداد کی ہدایت کی۔ جب تتش' دمشق واپس آیا تو فوجوں کو مرتب کر کے حمص پر فوج کشی کر دی۔ ان دنوں حمص میں' ابن ملاعب حکومت کر رہا تھا۔ یہ انتہائی ظالم اور بد اخلاق شخص تھا۔ جیسا یہ خود تھا ویسے ہی اس کے بیٹے ظلم اور ضرر رسانی میں ماہر تھے' عوام کو اس سے سخت تکلیف تھی۔ تتش نے حمص پر پہنچ کر بزور شمشیر فتح کر کے قلعہ عرقہ کی طرف بڑھاوہ بھی ایک سخت لڑائی کے بعد فتح ہوا۔ اس کے بعد قلعہ افامیہ کا محاصرہ کیا' حاکم قلعہ' خلیفہ مصری کا ایک خادم تھا۔ اس نے خداداد طاقت سے مقابلہ مناسب نہ سمجھا امان کی درخواست کی اور قلعہ کی چابیاں تتش کے حوالہ کر دیں۔

تتش کی پیش قدمی

تتش نے اسے بھی فتح کر کے طرابلس پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔ والئی طرابلس میں مدافعت کی طاقت نہ تھی۔ سازش سے کام نکالنے کی کوشش کی۔ تتش کے ساتھی امراء کے پاس مصالحت کرا دینے کا پیام بھیجا اور اس معاوضہ میں زر کثیر دینے کا وعدہ کیا۔ ان لوگوں نے سختی سے انکاری جواب دیا۔ تب والئی طرابلس نے آقسنقر کے وزیر کو بلایا۔ تیس ہزار دینار نقد کی تھیلیاں پیش کیں اور کسی قدر یا اس سے زیادہ قیمت کے تحائف اور نذرانے دیئے' اس نے اپنے آقا آقسنقر کو والئی طرابلس سے صلح کر لینے پر آمادہ کر لیا۔ آقسنقر اور تتش سے والئی طرابلس سے مصالحت کرنے پر بحث و تکرار ہو گئی۔ سخت کلامی کی نوبت پہنچ گئی۔ آقسنقر اپنی فوجوں کے ساتھ کوچ کر گیا۔ باقی ماندہ امراء بھی بہ مجبوری واپس ہوئے۔ غرض کہ والئی طرابلس کا کام بن گیا اور سلطان ملک شاہ کی چال مکمل نہ ہو سکی۔

دارالخلافت بغداد میں ان امراء میں سے جو دربار شاہی میں وفد کی شکل میں آئے تھے،عثمان جق امیر ترکمان والئی میسین بھی تھا۔ سلطان ملک شاہ نے اسے حجاز اور یمن کی جانب پیش قدمی کا حکم دیا۔ سعدالدولہ گوہر آئین افسر پولیس بغداد کو اس مہم کا افسر اعلیٰ مامور کیا۔ سعدالدولہ نے ترشک نامی ایک شخص کو اس فوج کی کمان دی۔ چنانچہ ترشک نے حجاز پر چڑھائی کر دی اور اس پر قابض ہو گیا۔ قبضہ کرنے کے بعد ترشک نے غلط کام شروع کر دیئے۔ فوجی بھی اس کے دیکھا دیکھی برے کاموں میں مبتلا ہو گئے۔ امیر حجاز محمد بن ہاشم ان لوگوں کی زیادتیوں اور ظلم کی شکایت لے کر دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ اور اس کے بعد ترشک نے ۴۸۵ھ میں یمن پر حملہ کیا'اس کے گرد و نواح کو تاخت و تاراج کر کے عدن پر بھی قابض ہو گیا۔ یہاں بھی ان لوگوں نے وہی حرکات کیں۔ عدن پر قبضہ کرنے کے ساتویں روز ترشک کا انتقال ہو گیا۔ اس کے ساتھی اسے دارالخلافت بغداد اٹھا لائے اور سپرد خاک کر دیا۔

نظام الملک طوسی کا انجام

سلطان ملک شاہ ۴۸۵ھ میں دارالخلافت بغداد کی طرف واپس ہو رہا تھا۔ ماہ رمضان میں اصفہان پہنچا' وزیر السلطنت نظام الملک افطار کے بعد اپنے خیمہ سے نکل کر اپنے حرم سرا میں جا رہا تھا۔ ایک باطنی فریادی شکل بنائے سامنے آ گیا۔ وزیر السلطنت جیسے ہی اس کی فریاد سننے کو اس کے نزدیک گیا باطنی نے وزیر السلطنت کے پیٹ میں خنجر بھونک دیا اور بھاگا'خیمہ کی طناب میں الجھ کر گر پڑا'گرفتار کر لیا گیا اور اسی وقت مار ڈالا گیا'نظام الملک کو اس کے خیمہ میں اٹھا لائے۔ زخم کاری لگا تھا'جانبر نہ ہو سکا اور جاں بحق ہو گیا۔ تیس برس سلطان ملک شاہ کی وزارت کی۔ اس واقعہ سے فوج میں ہیجانی کیفیت پیدا ہو گئی'سلطان ملک شاہ اس واقعہ کو سن کر وزیر السلطنت کے خیمہ کی جانب آیا'اسے دیکھ کر لوگوں کا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔

چونکہ عنان حکومت نظام الملک کے قبضہ اقتدار میں تھی سارے احکام اس کی اور اس کے بیٹوں کے نافذ ہوتے تھے اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ سلطان ملک شاہ نے باطنی قاتل کو نظام الملک کے قتل پر مامور کیا تھا۔

سلطان ملک شاہ کے اشارہ و حکم سے جمال الملک بن نظام الملک ۴۷۵ھ میں مارا گیا تھا جس کا سبب یہ تھا کہ سلطان ملک شاہ کے ایک مسخرے کی شکایت جمال الملک سے کی گئی۔ جمال الملک نے اسے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ سلطان ملک شاہ کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی۔ سردار خراسان کو حکم دیا کہ اگر تجھے اپنا سر عزیز ہے تو جمال الملک کا سر کسی بہانے سے اتار لے۔ سردار خراسان اس حکم کو سن کر حواس باختہ ہو گیا۔ مگر چارہ کار کچھ نہ تھا۔ پریشان اور خوفزدہ باہر آیا۔ تدابیر کرنے لگا۔ آخرکار جمال الملک کے خادم کو ملایا اور اس نے جمال الملک کو زہر دے کر مار ڈالا۔ سردار خراسان نے سلطان ملک شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تعمیل حکم کی رپورٹ پیش کی۔ اسی وقت سلطان ملک شاہ نظام الملک کے پاس گیا۔ جمال الملک کی فوتیدگی کی اطلاع دی اور تعزیت کا اظہار کیا۔

عثمان بن جمال کی زیادتی

الغرض یہ کہ سلطان ملک شاہ کا دل نظام الملک اور اس کی اولاد کی جانب سے میلا ہو تا گیا اور چغلیاں لگانے والے لگاتے بجھاتے رہے۔ یہاں تک کہ نظام الملک کا پوتا عثمان بن جمال الملک' مرو کا والی مقرر کیا گیا۔ سلطان ملک شاہ نے کسی ضرورت سے کردن افسر پولیس کو عثمان کے پاس بھیجا' کردن کی عزت سلطان ملک شاہ کی آنکھوں میں بہت زیادہ تھی اور یہ اس کے خادموں اور امراء میں ایک سرکردہ شخص تھا۔ اتفاق سے اس کی عثمان سے ان بن ہو گئی۔ عثمان کو اپنے دادا نظام پر غرہ تھا'سلطان ملک شاہ کا کچھ خیال نہ کیا'کردن کو ذلیل کر کے جیل میں ڈال دیا۔ چند دن بعد رہا کر دیا۔ پریشانی کے عالم میں سلطان ملک شاہ کی خدمت میں پہنچا۔ عثمان کی زیادتیوں کا شاکی ہوا۔

اس سے سلطان ملک شاہ آگ بگولا ہو گیا۔ فخر الملک' البارسلان اور تاج الدولہ وغیرہ امراء سلطنت کو نظام الملک کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا'اگر تم میرے فرمانبردار اور میرے وزیر ہو تو اپنی حد اور مرتبہ پر رہو اور اگر میری حکومت پر شریک و شامل ہو تو جو تمہاری سمجھ میں آئے اس پر عمل کرو۔ تمہارا پوتا عثمان کس قدر سرچڑھ گیا ہے'شاہی شان و شوکت کا ذرا بھی خیال نہ کیا۔ میرے افسر پولیس (کردن) کے ساتھ کتنا برا سلوک کیا'اسی طرح تمہارے بیٹے بڑی بڑی ریاستوں کے مالک بنے ہوئے ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں"۔ چونکہ فخر الملک وغیرہ نظام الملک کا پاس و لحاظ کرتے تھے اس وجہ سے سلطان ملک شاہ نے اپنے ایک معتمد خواص بکبرد (یلبرد) کو بھی ان کے ہمراہ نظام الملک کے پاس

بھیجا کہ یہ لوگ کوئی بات چھپا نہ سکیں اور شاہی پیام لفظ بہ لفظ پہنچائیں۔ نظام الملک اس پیام کو سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ بولنا شروع ہو گیا۔ اپنے احسانات ایک ایک بتلائے۔ دشمنان سلطنت کی مدافعت' اراکین سلطنت کو متحد کرنے اور فتوحات ملکی کو بہت بڑی تقریر سے ثابت کیا اور یہ کہا کہ یہ سب میری ہی وجہ سے ہوا۔ جس وقت سلطان کے پدر بزرگ کا انتقال ہوا تھا اس وقت سلطان کو کون جانتا تھا۔ میں نے ہی فلاں فلاں مخالفوں کو زیر و زبر کیا تھا اور وہ اس وقت بھی میرے قبضہ میں ہیں۔ جب نزدیک و دور کے شہر فتح ہو گئے اور چھوٹے بڑے سب نے اطاعت قبول کر لی تو لوگوں کے لگانے بجھانے پر خیال کرنے لگے' جاؤ یہ کہہ دو کہ حضور کی حکومت اور حضور کا تاج اسی قلمدان کی بدولت ہے۔ جس دن یہ نہ ہو گا تو تاج و حکومت کی بھی خیر نہ ہو گی۔ جب تک یہ دونوں متفق ہیں اسی وقت تک حکومت و فتوحات کا دور دورہ ہے۔ اگر آپ کا کچھ اور ارادہ ہو تو مجھے مطلع کیجئے۔ اپنے مستقبل کی فکر کیجئے۔

سلطان ملک شاہ اور نظام الملک کے مابین ناراضگی

الغرض یہ کہ اسی طرح کی مفصل تقریر کی اور یہ کہا جاؤ اس میں سے جو چاہو سلطان سے کہہ دو' نکبرو نے سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر جو کچھ نظام الملک نے کہا تھا لفظ بہ لفظ سلطان کے کانوں تک پہنچا دیا۔ اس کے بعد فخر الملک وغیرہ حاضر ہوئے اور ان لوگوں نے اصل بات کو چھپانے کی کوشش کی' مگر چونکہ نکبرو نے نظام الملک کا جواب من و عن گوش گزار کر دیا تھا۔ مجبوراً ان لوگوں کو اس کے قول کی تصدیق کرنا پڑی۔ اس واقعہ کے چند ہی روز بعد نظام الملک کا واقعہ قتل پیش آیا۔ تقریباً ایک ماہ کے بعد سلطان ملک شاہ بھی اس دار فانی سے رخصت ہو گیا۔

نظام الملک طوسی

نظام الملک طوس کا رہنے والا تھا۔ اس کا باپ ابو علی حسن بن علی بن اسحاق طوس کا ایک زمیندار تھا۔ مال و دولت جو کچھ بھی تھا وہ سب اس کے باپ کے زمانہ میں ختم ہو گیا تھا۔ اور وہ بھی فوت ہو گیا تھا۔ یتیمی کی حالت میں اس نے پرورش پائی۔ پڑھا' لکھا' علوم و فنون میں کامل مہارت حاصل کی۔ خراسان' غزنین اور بلخ کے حکاموں سے تعلقات بڑھائے۔ تعلقات پیدا کیے۔ اس کے بعد ابو علی بن شاذان (یہ سلطان الپ ارسلان کا وزیر تھا) کے یہاں ملازم ہو گیا۔ آدمی انتہائی کفایت شعار' پھرتیلا اور ہوشیار تھا۔ چند ہی دنوں میں ابو علی کی موت کے دن نزدیک آ گئے تو ابو علی نے سلطان الپ ارسلان سے اس کی کفایت شعاری' دانائی' سیاسیات کی تعریف کی اور یہ وصیت کی کہ آپ اسے اپنی خدمت میں رکھ لیجئے۔ چنانچہ ابو علی کے انتقال کے بعد سلطان الپ ارسلان نے نظام الملک کو اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ چونکہ منتظم' کفایت شعار اور سیاسیات سے آگاہی رکھتا تھا' سلطان الپ ارسلان نے قلمدان وزارت سپرد کر دیا۔ جب سلطان الپ ارسلان کا انتقال ہوا تو یہ اس کی وزارت پر تھا' سلطان ملک شاہ نے بھی اسے عہدہ وزارت پر برقرار رکھا۔

نظام الملک بہت بڑا عالم' سخی' عادل اور نرم خو تھا۔ لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرتا تھا۔ علماء دین اور اہل اللہ کی بے حد عزت اور توقیر کرتا تھا۔ ان کی خدمت میں رہنے کا گویا عادی تھا۔ اس کے دربار میں یہی لوگ رہتے اور انہی کی عزت اور آؤ بھگت تھی۔ مختلف شہروں میں کثرت سے مدرسے قائم کیے اور ان کے اخراجات کے لیے ایک بڑی رقم مقرر کی۔ بغداد' خراسان وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں حدیث پڑھانے کی درسگاہیں کھولیں' صوم و صلوۃ کا پابند تھا' نماز کے اوقات کا بہت لحاظ رکھتا تھا۔ اس نے اپنے عہد وزارت میں بہت سے ٹیکس اور محصول معاف کر دیئے تھے۔ فرقہ اشعریہ پر برسر منابر لعنت کرنے کی ممانعت کر دی تھی۔ ایک عرصہ سے یہ بڑی رسم چلی آ رہی تھی کہ جمعہ کے دن خطبہ پڑھتے ہوئے منبروں پر علانیہ اشعریوں اور رافضیوں پر لعنت کی جاتی تھی۔ اس کا اصل محرک وزیر السلطنت عمید الملک کندری تھا' اس نے سلطان طغرل بک کو روافض پر لعنت کرنے کے لیے ابھارا تھا' چنانچہ سلطان طغرل بک نے لعنت کا حکم صادر کر دیا۔ یار لوگوں نے روافض کے ساتھ اشعریوں کو بھی شامل کر دیا۔ اس وجہ سے اکثر علماء عظام' ائمہ دین امام حرمین اور ابو القاسم قشیری وغیرہ نے جلاوطنی اختیار کر لی تھی۔ جب سلطان الپ ارسلان مسند حکومت پر بیٹھا اور قلمدان وزارت کا نظام الملک مالک ہوا تو اس نے سلطان الپ ارسلان سے کہہ کر لعنت کرنے کی بالکل ممانعت کرا دی' علماء اور فضلا جو ترک وطن کر کے دوسرے مقامات پر چلے گئے تھے' اس خبر کو سن کر اپنے اپنے وطن مالوف میں واپس آ گئے۔ الغرض یہ کہ اس مرحوم میں بہت سی خوبیاں تھیں۔ اس کے مناقب کثرت سے ہیں۔ آپ اسی سے اندازہ کر لیں کہ

اس کی مجلس علماء' فقہاء اور محدثین سے بھری رہتی تھی' امام الحرمین وغیرہ جیسے نامی فضلاء اپنی تصانیف کو اس کے نام نامی سے معنون کرتے تھے۔

دارالخلافت بغداد میں بہت بڑا مدرسہ بنوایا جس کا نام نظامیہ تھا۔ شیخ ابو اسحاق شیرازی اس کے مدرس اعلیٰ تھے۔ ۴۷۶ھ میں ان کا انتقال ہو گیا تب موید الملک ابن نظام الملک نے شیخ ابو اسحاق شیرازی کی جگہ ابو سعید کو تعینات کیا مگر یہ تقرری نظام الملک کو نہ بھائی' امام ابو نصر صباغ صاحب شامل کو یہ خدمت سپرد کی۔ اسی سنہ کو ماہ شعبان میں امام ابو نصر کا بھی انتقال ہو گیا۔ تب نظام الملک نے ابو سعید کو ۴۷۸ھ میں اس خدمت پر مامور کیا۔ اس کے بعد شریف علوی' ابو القاسم دبوسی' نظامیہ کے صدر مقرر ہوئے۔ ۴۸۲ھ میں یہ بھی اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ ابو عبداللہ طبری اور قاضی عبدالوہاب شیرازی باری باری نظامیہ میں درس دینے لگے۔ ۴۸۴ھ سے امام ابو حامد غزالی مسند درس و تدریس پر فائز ہوئے جو ایک عرصہ تک اس خدمت پر رہے۔ نظام الملک کے عہد وزارت میں تعلیم و تعلم کا بے حد چرچا ہوا چونکہ اس کا نتیجہ اچھا دیکھتے تھے اس وجہ سے لوگوں کی توجہ علم دین کے حاصل کرنے کی طرف زیادہ تھی۔ واللہ اعلم

سلطان ملک شاہ کا انتقال

نظام الملک طوسی کے قتل کے بعد سلطان ملک شاہ دارالخلافت بغداد کی طرف واپس ہوا۔ آخر ماہ رمضان ۴۸۵ھ میں بغداد میں داخل ہوا۔ ابو الفضل بردستانی سلطان ملک شاہ کی زوجہ ترکمان خاتون جلالیہ کا وزیر تھا۔ یہ اس وقت ماوراء النہر میں تھا۔ یہی سلطان ملک شاہ سے نظام کی چغلی سب سے زیادہ کرتا تھا۔ سلطان ملک شاہ نے دارالخلافت بغداد داخل ہوتے ہی نیت کر لی تھی کہ وزارت کا عہدہ اسی کو سپرد کیا جائے مگر ایک اتفاقی حادثہ نے سلطان ملک شاہ کو اس ارادہ سے باز رکھا اور وہ یہ تھا کہ عیدالفطر کے تیسرے روز سلطان ملک شاہ بیمار ہوا اور ۱۵ شوال ۴۸۵ھ کو اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔

باب ۲

برکیاروق بن سلطان ملک شاہ

سلطان کے ساتھ ہی ترکمان خاتون جلالیہ بغداد میں موجود تھی اور اس کا بیٹا محمود' اصفہان میں تھا۔ ترکمان خاتون نے مصلحتاً سلطان کی موت کو چھپایا اور اس کی نعش لیے ہوئے اصفہان کی جانب روانہ ہوئی۔ تاج الملک وغیرہ امراء اس کے رکاب میں تھے'قوام الدولہ امیر کربوقا (جو آئندہ والئی موصل ہو گیا) بھی آگیا پھر کیا تھا سونے پر سہاگہ ہو گیا۔ اسے سلطان ملک شاہ کی انگوٹھی دے کر والئی قلعہ اصفہان کے پاس بھیجا'والئی قلعہ نے سلطان کی انگوٹھی دیکھ کر قلعہ کی چابیاں امیر کربوقا کو دے دیں'امیر کربوقا نے قلعہ پر قبضہ کر لیااس کے بعد ہی ترکمان خاتون آپہنچیں'امراء لشکر اور تمام فوج کو صلے اور انعامات دیئے اور اپنے بیٹے محمود کی تخت نشینی کے لیے ابھارا' محمود کی عمر اس وقت چار سال کی تھی۔ امراء لشکر اور فوج نے محمود کی سلطنت و حکومت کی بیعت کر لی۔

محمود کی بیعت سلطنت کے بعد خلیفہ مقتدر کی خدمت میں درخواست کی کہ "محمود کی باضابطہ تخت نشینی ہو گئی ہے اور اراکین سلطنت نے بیعت کر لی ہے،خطبوں میں اس کے نام کے داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے"۔ خلیفہ نے اس شرط سے منظور فرمایا کہ "تازمانہ نابالغی' امیر انز' امور سلطنت کا نگراں اور منتظم رہے گا اور مجد الملک محکمہ مال' اور عزل و نصب عمال کا مختار ہو گا"۔ ترکمان خاتون (محمود کی ماں) نے اسے منظور نہ کیا۔ امام ابو حامد غزالی نے جو خلیفہ کا پیام لے گئے تھے'ترکمان خاتون کو سمجھایا کہ شرعاً" تمہارا لڑکا نابالغی کی وجہ سے حکومت و سلطنت کی باگ ڈور ہاتھ میں نہیں لے سکتا' اگر تم ان شرائط کو قبول نہ کرو گی تو سلطان ملک شاہ کا دوسرا بیٹا تخت نشین کر دیا جائے گا۔ مجبوراً ترکمان خاتون نے شرائط مذکورہ بالا کو منظور کر لیا اور محمود کے نام کا خطبہ آخر ماہ شوال ۴۸۸ھ میں پڑھا گیا۔

برکیاروق کی گرفتاری اور رہائی

اس کام سے جب ترکمان خاتون کو فرصت ملی تو اس نے چند امرا کو برکیاروق (یہ سلطان ملک شاہ کا بڑا لڑکا تھا) کے گرفتار کرنے کے لیے اصفہان روانہ کیا۔ چنانچہ برکیاروق کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ سلطان ملک شاہ' سلاطین سلجوقیہ میں بہت بلند مرتبہ کا بادشاہ تھا۔ اس کی حکومت کا سکہ چین سے شام تک اور اقصائے شام سے یمن تک چل رہا تھا۔ رومی بادشاہوں نے اسے جزیہ دیا' اس کے محاسن کی بڑی شہرت ہے۔

برکیاروق' سلطان ملک شاہ کا بڑا بیٹا تھا۔ اس کی ماں کا نام زبیدہ تھا۔ یاقوتی بن داؤد' سلطان ملک شاہ کا چچا تھا۔ زبیدہ اس کی بیٹی تھی برکیاروق کی گرفتاری پر اس کی ماں نے نظام الملک کے غلاموں سے ساز باز کر لی۔ ان سب کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی۔ نظام الملک کے جیل خانہ پر جو کہ اصفہان میں تھا قبضہ کر لیا، جیل سے برکیاروق کو نکال لائے،تخت سلطنت پر بٹھایا اور منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کیا۔

فوجی بغاوت

ترکمان خاتون ان دنوں اپنے بیٹے محمود کے ساتھ دارالخلافت بغداد میں تھی۔ اس خبر کو سن کر بغداد سے اصفہان کی جانب روانہ ہوئی۔ فوج نے تاج الملک سے اپنی تنخواہ اور روزینہ کا مطالبہ کیا۔ تاج الملک نے کہا "ذرا صبر کرو میں قلعہ برجین جا کر روپیہ لاتا ہوں تاکہ تمہیں

تمہاری تنخواہ اور روزینہ دوں"۔ فوج یہ سن کر خاموش ہو گئی اور تاج الملک قلعہ میں جا کر بیٹھ رہا۔ فوج نے اس کے خزانہ کو لوٹ لیا اور اصفہان کی جانب پیش قدمی کر دی۔

برکیاروق اور نظامیہ خدام نے رے پر چڑھائی کی۔ ارغش نظامی اور اس کی فوج نے ان کی اطاعت قبول کر لی' ارغش کے مل جانے سے برکیاروق کی قوت بڑھ گئی۔ قلعہ طبرک کی جانب پیش قدمی کی اور بزور شمشیر فتح کر لیا۔ ترکمان خاتون کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو آگ بگولا ہو گئی۔ برکیاروق سے جنگ کرنے کے لیے فوجیں روانہ کیں۔ (یزدگرد کے نزدیک دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ ترکمان خاتون کے بعض امراء جن میں بکبرو (یا بلبرد) اور کمشتکین جان دار کا نام خصوصی طور پر لیا جاتا ہے ، برکیاروق سے مل گئے اس سے ترکمان خاتون کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی اور اصفہان جا کر دم لیا۔ برکیاروق نے تعاقب کیا اور اصفہان پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔

عزالملک (ابو عبداللہ حسین) بن نظام الملک' خوارزم کا والی تھا۔ اپنے باپ کے قتل سے پہلے کسی ضرورت سے سلطان ملک شاہ کی خدمت میں اصفہان چلا آیا تھا۔ یہ اصفہان میں موجود تھا کہ اس کے باپ کے قتل کا واقعہ پیش آ گیا۔ اور اس کے بعد سلطان ملک شاہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ سلطان کے انتقال کے بعد بھی عزالملک' اصفہان میں ٹھہرا رہا جب برکیاروق نے اصفہان کا محاصرہ کیا تو عزالملک اپنے بھائیوں' عزیزوں اور فوج کے ساتھ جو زیادہ تر نظامی مملوک تھے' برکیاروق کے پاس چلا آیا۔ برکیاروق بڑی عزت افزائی سے ملا اور تمام امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنے کا اختیار دے دیا جیسے کہ اس کا والد نظام زمانہ سلطان ملک شاہ میں تھا۔

تاج الملک کا انجام

ابو الغنائم مرزبان بن خسرو فیروز الخاطب بہ تاج الملک' ترکمان خاتون کا وزیر تھا۔ یہ لشکریوں کے خوف سے قلعہ برجین چلا گیا تھا جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔ اس کے بعد ترکمان خاتون نے اصفہان پر قبضہ کر لیا۔ تاج الملک کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ ترکمان خاتون کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی "مجھے والئی قلعہ نے گرفتار کر لیا تھا۔ اس وجہ سے واپس نہ ہو سکا" ترکمان خاتون نے اس معذرت کو منظور و قبول کر کے اپنی فوج کا سپہ سالار بنا کر جنگ برکیاروق پر روانہ کیا۔ جب ترکمان خاتون کی فوج پسپا ہوئی اور تاج الملک گرفتار ہو کر برکیاروق کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ برکیاروق نے اسے قید سے آزاد کر دیا اور چونکہ برکیاروق' تاج الملک کی کفایت شعاری اور اس کی سیاسیات سے آگاہ تھا اس وجہ سے اسے اپنی وزارت دینے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن نظامیہ فوج کو تاج الملک سے نفرت اور ناراضگی تھی۔ نظام الملک کے قتل کا الزام اسی کے سر تھوپا جاتا تھا۔ برکیاروق نے نظامیہ فوج کی نقد و جنس دے کر رضا مند کرنا چاہا' مگر وہ راضی نہ ہوئی اور اسے ماہ محرم ۴۸۶ھ میں قتل کر دیا۔

تاج الملک کے مکارم اخلاق میں کوئی کمی نہ تھی مگر اس کی تمام خوبیاں' نظام الملک کے قتل سے ملیامیٹ ہو گئیں۔ اسی نے شیخ ابو اسحاق شیرازی کی قبر بنوائی تھی اور اس کے احاطہ میں ایک مدرسہ جاری کیا تھا جس کے مدرس اعلیٰ ابو بکر شاسی مقرر کیے گئے۔

نصیبین پر قبضہ

تاج الدولہ تتش (سلطان ملک شاہ کا بھائی) والئی شام اپنے بھائی سے ملنے کے لیے دار الخلافت بغداد آ رہا تھا' ہیت میں پہنچا تو اسے سلطان ملک شاہ کی موت کی خبر ملی' ہیت پر قبضہ کر کے دمشق واپس آیا' فوجیں فراہم کیں۔ فوجیوں کو کھلے دل سے نقد و جنس دیا اور حکومت و سلطنت حاصل کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ حلب پہنچا۔ قسیم الدولہ آقسنقر والئی حلب نے اس بات کو محسوس کر کے اس کے آقا نامدار سلطان ملک شاہ کے بیٹوں میں جھگڑا پیدا ہوا ہے اور طرہ یہ ہے کہ وہ لوگ ابھی چھوٹے ہیں' تاج الدولہ تتش کے علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی اور اپنی فوج کے ساتھ اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ باغی بسار (باغی سیان) والئی انطاکیہ اور بوزن والئی الرہا و حران کے پاس ایلچی بھیجا اور ان لوگوں کو اسی بات کا مشورہ دیا جس پر خود کار بند ہوا تھا۔ ان لوگوں نے بھی اطاعت قبول کی' اپنے اپنے مقبوضات میں تاج الدولہ تتش کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ تتش ان تمام کو اپنے رکاب میں لیے ہوئے رحبہ پہنچا اور اس پر بھی قبضہ کر کے نصیبین کی جانب بڑھا۔ والئی نصیبین نے مقابلہ کیا۔ لڑائی ہوئی۔ آخرکار اسے بزور شمشیر فتح کر لیا۔ تتش نے قتل و غارت شروع کر دی۔ اس کے بعد نصیبین کو تہس نہس کیا۔ محمد بن شرف الدولہ مسلم بن قریش کو نصیبین کی حکومت پر مقرر کر کے موصل پر چڑھائی کی۔

اسی دوران کافی بن فخر الدولہ بن جہیر' جزیرہ ابن عمر سے تتش کے پاس آگیا۔ تتش نے اسے اپنی وزارت کا عہدہ مرحمت کیا۔

موصل پر چڑھائی

علی بن شرف الدولہ مسلم بن قریش کا موصل پر قبضہ تھا۔ اس کی والدہ کا نام صفیہ تھا۔یہ سلطان ملک شاہ کی پھوپھی تھی۔ ترکمان خاتون نے علی بن شرف الدولہ کے چچا ابراہیم ا۔ کو قید سے چھوڑ دیا۔ چنانچہ ابراہیم قید سے رہا ہو کر موصل پہنچا اور علی کے قبضہ سے موصل کو نکال لیا جیسا کہ بنو مقلد کے حالات میں ہم نے تحریر کیا ہے۔ تتش نے ابراہیم کے پاس اپنا ایلچی بھیجا اور یہ پیام دیا کہ "تم اپنے مقبوضہ شہروں میں میرے نام کا خطبہ پڑھو اور دار الخلافت بغداد جانے کا سامان سفر مہیا کرو"۔ ابراہیم نے انکاری جواب دیا۔ تتش نے حملہ کر دیا۔ عربوں کو شکست ہوئی۔ ابراہیم چند سرداران عرب کے ساتھ گرفتار ہو گیا۔ تتش نے ان تمام کے قتل کا حکم دے دیا۔ ان کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ تتش نے موصل اور اس کے علاوہ اور دوسرے شہروں پر قبضہ کر لیا اور اپنی جانب سے علی بن شرف الدولہ مسلم بن قریش کو ان شہروں کی حکومت پر مقرر کیا۔

تتش نے اس کامیابی کے بعد دار الخلافت بغداد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کا پیام بھیجا۔ گوہر آئین افسر پولیس بغداد نے اس سے اتفاق کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ میں نے شاہی فوج کو لکھ دیا ہے' جواب آجائے تو تعمیل کی جائے۔

آقسنقر کا مشورہ

تتش نے اس کے بعد دیار بکر کی جانب پیش قدمی کی اور اس پر اپنی حکومت کا جھنڈا گاڑ کر آذربائیجان پر حملہ آور ہوا۔ برکیاروق کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی۔ فوجیں آراستہ کر کے اپنے چچا تتش کی مدافعت کے لیے نکلا۔ جس وقت ۲۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا قسیم الدولہ آقسنقر نے بوزان والئ الرہا و حران سے کہا "تم لوگوں نے ان کی (یعنی تتش کی) اطاعت اس وجہ سے کی تھی کہ ہمارے آقا نامدار سلطان ملک شاہ کی بیٹوں میں جھگڑا پیدا ہوا تھا اور یہ بھی خیال تھا کہ وہ ابھی بچہ ہیں سلطنت کا کام انجام نہ دے سکیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلطان برکیاروق نے ہاتھ پاؤں سنبھال لیے ہیں اور حکومت و سلطنت کا دعویدار ہوا ہے۔ لہٰذا ہم لوگوں پر لازم ہے کہ سلطان برکیاروق کے ساتھ جاملیں' بوزان نے آقسنقر کے مشورے سے اتفاق کیا۔ چنانچہ یہ دونوں سردار تتش کی مدد سے دست کش ہو کر اپنی فوجوں کے ساتھ سلطان برکیاروق کی لشکرگاہ میں چلے گئے۔

تاج الدولہ تتش کی روانگی

یہ صورت حال دیکھ کر تاج الدولہ نے بھی ارادہ ملتوی کر دیا اور بلا جنگ و جدال شام کی طرف واپس ہوا۔ تاج الدولہ تتش کی واپسی سے برکیاروق کے قدم حکومت و سلطنت پر مضبوطی کے ساتھ جم گئے۔ گوہر آئین افسر پولیس بغداد اسے محسوس کر کے حکومت کی باگ ڈور سلطان برکیاروق کے قبضہ اقتدار میں آگئی ہے' برکیاروق کے لشکرگاہ میں آیا' تتش سے موافقت کرنے کی معذرت کی۔ امیر برسق نے ہاں میں

ا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ابراہیم بن قریش بن بدران امیر بنی عقیل کو سلطان ملک شاہ نے ۴۸۲ھ میں حساب فہمی کی غرض سے دربار شاہی میں طلب کیا تھا۔ جب ابراہیم نے باریابی حاصل کی تو سلطان نے اسے نظربند کر لیا اور اس کی جگہ فخر الدولہ بن جہیر کو موصل کا حکمران مقرر کر کے بھیج دیا۔ ابراہیم اس وقت سے سلطان کی خدمت میں رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ سمرقند گیا وہاں سے بغداد واپس آیا۔ پس جب سلطان نے سفر آخرت اختیار کیا تو ترکمان خاتون نے ابراہیم کو رہا کر دیا۔ ابراہیم موصل کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان ملک شاہ نے اپنی پھوپھی صفیہ خاتون کو موصل بطور جاگیر عنایت کیا تھا۔ یہ شرف الدولہ کو بیاہی تھی۔ اس سے ایک لڑکا علی نامی پیدا ہوا۔ شرف الدولہ کی وفات کے بعد صفیہ خاتون نے اس کے بھائی ابراہیم سے عقد کر لیا تھا۔ سلطان ملک شاہ کی وفات کے بعد ادھر صفیہ خاتون نے موصل کا قصد کیا۔ اس کے ساتھ اس کا لڑکا علی بھی تھا۔ ادھر محمد بن شرف الدولہ بھی یہ خبر پا کر موصل پر چڑھ آیا۔ چنانچہ علی اور محمد میں لڑائی ہوئی۔ محمد کو شکست ہوئی' علی نے موصل پر قبضہ کر لیا۔ جب ابراہیم موصل کے قریب پہنچا تو یہ سن کر کہ میرے بھائی شرف الدولہ کا بیٹا علی قابض ہے اور اس کے ساتھ اس کی ماں صفیہ خاتون بھی ہے پڑاؤ کر دیا اور یہ کہلا بھیجا کہ تم موصل میرے حوالہ کر دو خط و کتابت اور نامہ و پیام کے بعد صفیہ خاتون اور اس کے بیٹے علی نے موصل کو ابراہیم کے حوالہ کر دیا۔ اس کے بعد یہ حکم ہر فرعونے را موسیٰ' تتش کا واقعہ پیش آیا' اس واقعہ میں ابراہیم کے ہمراہ تیس ہزار فوج تھی اور تتش کی رکاب میں دس ہزار۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۹' ۱۵۰۔

۲۔ مضمون عبارت مابین خطوط ہلالی میں نے تاریخ کامل ابن اثیر سے اخذ کر کے لکھا ہے تاکہ ربط مضمون باقی رہ جائے اور مطلب خبط نہ ہونے پائے۔

مل ملایا' کمشتکین جان دار نے بہ اشارہ قسیم الدولہ برکیاروق سے گوہر آئین افسر پولیس بغداد کی شکایت کر دی۔ اسی شکایت کی بنا پر برکیاروق نے گوہر آئین کو بغداد کی کوتوالی سے برطرف کر کے امیر منکبرو کو افسر پولیس بنایا اور گوہر آئین کی تمام جائیداد ضبط کر کے امیر منکبرو کو دے دی۔ امیر منکبرو بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ وقوقا تک پہنچ گیا تھا کہ سلطان برکیاروق کو امیر منکبرو کی ان حرکات کی اطلاع ہوئی جو اس سے سرزد ہوئی تھیں۔ برکیاروق نے اسے وقوقا سے واپس بلا کر موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کی جگہ بغداد پولیس کا افسر قشتکین کو مقرر کر دیا۔

ترکمان خاتون کا پیام

آذربائیجان کا والی اسمٰعیل بن داؤد ملک شاہ کے چچا کا پوتا اور برکیاروق کا ماموں تھا۔ ترکمان خاتون نے اس کے پاس پیام بھیجا کہ "تم برکیاروق سے لڑ کر ملک پر قبضہ کر لو اور تمہارے لیے یہ کچھ مشکل نہیں ہے اگر تم یہ کام کرو گے تو میں تم سے نکاح کر لوں گی"۔ اسمٰعیل اس دھوکے میں آ گیا۔ ترکمانوں کو جمع کر کے فوج مرتب کی اور برکیاروق سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ مقام کرج میں آمنا سامنا ہوا۔ جنگ کے دوران اسمٰعیل کے بعض سرداران لشکر برکیاروق سے مل گئے جس سے اسمٰعیل کو شکست ہوئی اصفہان جا کر دم لیا۔ ترکمان خاتون نے اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اپنے بیٹے محمود کے نام کے بعد اس کا نام سکہ پر کندہ کرایا۔ نکاح بھی کرنے کا ارادہ کیا۔ امیر انز نے جو وزیراعظم اور سپہ سالار لشکر تھا اس سے مخالفت کی، لشکر کی بغاوت کی دھمکی دی۔ جب اس پر بھی ترکمان خاتون نے اپنی ضد نہ چھوڑی تو اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔

اسمٰعیل بن داؤد کا انجام

اس کے بعد اسمٰعیل کی بہن زبیدہ خاتون مادر برکیاروق نے اسمٰعیل سے خط و کتابت کا آغاز کیا اور اسے برکیاروق سے مصالحت کر لینے پر آمادہ کر لیا۔ اسمٰعیل برکیاروق کے پاس آیا۔ برکیاروق نے عزت و احترام سے اس کا استقبال کیا۔ سرداران لشکر کمشتکین جاندار' آقسنقر اور بوزان وغیرہ نے متفق ہو کر اسمٰعیل کے اس راز کو کہ یہ حکومت و سلطنت کا خواہاں ہے فاش کر دیا اور اسے قتل کر کے برکیاروق کو آگاہ کر دیا۔ برکیاروق نے اس کا خون معاف کر دیا۔

توران شاہ بن قاروت بک کا انجام

توران شاہ بن قاروت بک' فارس کا حکمران تھا ۴۸۷ھ میں خاتون جلالیہ (ترکمان خاتون) نے امیر انز کو فارس کے فتح کرنے پر مقرر کیا۔ امیر انز نے پہلے تو توران شاہ کو شکست دے دی مگر فتح یابی کے بعد لشکریوں کے ساتھ بے مروتی اور بداخلاقی سے پیش آیا جس سے اس کے لشکر والے اس سے بددل ہو گئے توران شاہ نے امیر انز پر حملہ کر دیا۔ امیر انز کو اس لڑائی میں شکست ہوئی۔ توران شاہ نے اپنا ملک' امیر انز سے واپس لے لیا۔ جنگ کے دوران توران شاہ کو ایک تیر آلگا جس کی وجہ سے وہ اس لڑائی کے دو ماہ بعد انتقال کر گیا۔

مقتدی کا انتقال

خلیفہ مقتدی بامر اللہ نے ماہ محرم ۴۸۷ھ میں سلطان برکیاروق کو اس کے چچا تتش کی شکست کے بعد دارالخلافت بغداد طلب فرمایا۔ خلعت سے نوازا۔ اس کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھوایا امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنے کا اختیار دیا۔ سلطان برکیاروق نے بڑی خوشی سے اسے زیب تن کیا۔ اس کے بعد ۱۵ محرم سنہ مذکور میں خلیفہ کا انتقال ہو گیا۔

مستظہر کی خلافت

خلیفہ مقتدی بامر اللہ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا مستظہر باللہ تخت خلافت پر فائز ہوا۔ امراء سلطنت اراکین حکومت نے بیعت کی۔ خلیفہ مستظہر نے سلطان برکیاروق کو خلعت سے نوازا اور جو جو اختیارات مرحوم نے دیئے تھے وہ تمام اس نے بھی سلطان کو دیئے اور سلطان سے خلیفہ مستظہر کی خلافت کی بیعت لی گئی۔

آقسنقر اور بوزان کا انجام

آذربائیجان کی شکست کے بعد تتش دمشق پہنچا فوجوں کی فراہمی اور اسباب جنگ کے مہیا کرنے میں مصروف ہوا۔ چند دنوں میں ایک بڑی فوج جمع ہو گئی۔ ۴۸۷ھ میں دمشق سے حلب پر حملہ کیا۔ قسیم الدولہ آقسنقر اور بوزان متفق ہو کر مقابلہ پر آئے۔ امیر کربوقا بھی سلطان برکیاروق سے امدادی فوج لے کر حلب کو بچانے کے لیے آیا ہوا تھا۔ حلب سے نو کوس کے فاصلہ پر دونوں فریقوں کی لڑائی ہوئی۔ تتش نے ان لوگوں کو شکست دی' آقسنقر گرفتار ہو گیا۔ تتش نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ امیر کربوقا اور بوزان نے حلب جا کر دم لیا۔ تتش نے تعاقب کیا اور حلب پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار حلب بھی بزور شمشیر فتح کر لیا۔ امیر کربوقا اور بوزان بھی گرفتار ہو گئے۔ تتش نے بوزان کو زنجیروں میں جکڑ کر حران اور الرہا کی جانب روانہ کیا (حران اور الرہا' بوزان کے قبضہ میں تھے) باشندگان حران اور الرہا نے اطاعت سے انکار کیا۔ تتش نے بوزان کا سر قلم کر کے اہل حران اور الرہا کے پاس بھیجا۔ حران اور الرہا کے رہنے والے بوزان کا سر دیکھ کر کانپ اٹھے اور ڈر کر اطاعت قبول کی۔ تتش نے ان پر قبضہ کر لیا۔ باقی رہ گیا امیر کربوقا اسے حمص کی جیل میں قید کر دیا۔

تتش کی لڑائیاں

تتش اس کامیابی کے بعد جزیرہ دیار بکر' خلاط اور آذربائیجان پر یکے بعد دیگرے قبضہ حاصل کر کے ہمدان کی طرف چلا اس وقت ہمدان میں اتفاق سے فخر الدولہ ابن نظام الملک موجود تھا۔ فخر الدولہ' خراسان سے سلطان برکیاروق سے ملنے آ رہا تھا۔ امیر قماج سپہ سالار محمود سے اصفہان میں ملاقات ہو گئی۔ امیر قماج نے فخر الدولہ پر شب خون مارا اس کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ فخر الدولہ کسی طرح سے بچ بچا کر ہمدان پہنچا۔ یہاں تتش سے لڑائی ہو گئی۔ تتش نے اسے گرفتار کر کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ امیر یاغی بسار نے سفارش کی اور یہ مشورہ دیا کہ عوام کا میلان طبع فخر الدولہ کے خاندان کی طرف زیادہ ہے، اسے اپنا وزیر بنا لیجئے۔ چنانچہ تتش نے فخر الدولہ کے سپرد قلمدان وزارت کر دیا۔

اس وقت برکیاروق نصیبین میں تھا۔ یہ سن کر اس کا چچا تتش آذربائیجان کی جانب بڑھ رہا ہے نصیبین سے کوچ کر دیا اور دریائے دجلہ کو بالائے موصل سے عبور کر کے اربل پہنچا جس وقت دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا تتش کی فوج میں سے امیر یعقوب بن ارتق نے برکیاروق پر شب خون مارا۔ برکیاروق کو شکست ہوئی۔ امیر یعقوب نے برکیاروق کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ برکیاروق کے تمام ساتھی منتشر ہو گئے۔ صرف امیر برسق' کمشتکین جاندار اور الیارق رکاب میں رہ گئے۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر اصفہان پہنچا۔

محمود بن سلطان ملک شاہ کا انتقال

اصفہان میں ترک خاتون' مادر محمود بن سلطان ملک شاہ کی حکومت تھی مگر اس وقت یہ فوت ہو چکی تھی۔ پہلے محمود اور اس کے خیر خواہوں نے برکیاروق کو شہر میں داخل ہونے سے روکا۔ پھر خود محمود چکر دینے کی غرض سے آ کر برکیاروق کو لے گیا اور نظر بند کر لیا۔ محمود کے خیر خواہوں نے برکیاروق کو قتل کر ڈالنے کا ارادہ کیا۔ اتفاق سے محمود بیمار ہو گیا۔ اس وجہ سے برکیاروق کو قتل نہ کیا۔ محمود بن سلطان ملک شاہ کا ۲۹ شوال ۴۸۷ھ میں ایک سال حکومت کر کے انتقال ہو گیا۔

اس کے انتقال کے بعد برکیاروق اصفہان پر قابض ہو گیا اور اس کے قدم مضبوطی کے ساتھ حکومت و سلطنت پر جم گئے۔ موید الملک بن نظام الملک نے سلطان برکیاروق کی خدمت میں حاضری دی۔ سلطان برکیاروق نے عز الملک ابن نظام الملک کی جگہ اسے عہدۂ وزارت سے نوازا۔ (عز الملک اس سے قبل مقام نصیبین میں وفات پا چکا تھا) موید الملک نے امراء سلجوقیہ اور خیر خواہان سلطنت کو نامہ و پیام بھیج کر سلطان برکیاروق کی جانب مائل اور خیر خواہ بنا لیا جس سے سلطان برکیاروق کے جاہ و جلال میں اضافہ ہو گیا اور اس کی حکومت کا ڈنکا بجنے لگا۔

یوسف بن ارتق کا بغداد میں داخلہ

برکیاروق کی شکست کے بعد تتش نے یوسف بن ارتق کرمانی افسر پولیس کو ترکوں کو جمع اور متفق کرنے کی غرض سے دار الخلافت بغداد روانہ کیا تھا۔ اہل بغداد نے بغداد میں داخل ہونے سے روکا۔ ابن عرصہ میں صدقہ بن مزید والئی حلہ اہل بغداد کی امداد پر آ پہنچا۔ مقام

یعقوب میں لڑائی ہوگئی۔ صدقہ شکست اٹھا کر حلہ چلا گیا اور یوسف بن لرتق دارالخلافت بغداد میں داخل ہو گیا اور وہیں قیام پذیر ہو گیا۔

تاج الدولہ تتش کا انجام

برکیاروق کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد تتش نے ہمدان کی جانب پیش قدمی کی‘ اہل ہمدان نے قلعہ بندی کر لی۔ مگر اس امر کو کہ ہم میں مقابلہ کی قوت نہیں ہے‘ محسوس کر کے امان کی درخواست کی۔ تتش نے ان کو امان دے دی اور ہمدان پر قابض ہو کر اصفہان اور مرو کی طرف پیش قدمی کی۔ امراء اصفہان کے پاس ایلچی بھیجے اور ان کو ملانے کی کوشش کی۔ چنانچہ ان لوگوں نے اطاعت اور حاضری کا وعدہ کیا۔ برکیاروق ان دنوں بستر علالت پر پڑا ہوا ان تمام واقعات کو دیکھ رہا تھا۔ جب اسے مرض سے افاقہ ہوا تو اس نے جرباذقان کی طرف خروج کیا۔ خیر خواہان سلطنت سلجوقیہ اس اطلاع کو سن کر جوق در جوق برکیاروق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بات کی بات میں تیس ہزار فوج جمع ہو گئی۔ اپنے چچا تتش سے صف آرا ہوا[1] اور اسے شکست فاش دی۔ جنگ کے دوران آقسنقر کے کسی دوست نے اپنے دوست آقسنقر کے بدلہ میں تتش کو قتل کر دیا۔ تتش کی شکست اور قتل سے سلطان برکیاروق کا میدان حکومت زیادہ وسیع ہو گیا بظاہر کوئی مزاحم اور مخالف باقی نہ رہا۔ اس واقعہ کی خبر یوسف کو بھی ہوئی۔ فخر الملک بن نظام الملک جو ایک عرصہ سے تتش کے یہاں قید تھا‘ اس کو رہا کر دیا گیا۔

کربوقا کی رہائی

آپ نے ابھی پڑھا ہے کہ تتش نے قوام الدولہ ابو سعید کربوقا کو آقسنقر اور بوزان کے قتل کے بعد حلب کی جیل میں قید کر دیا تھا۔ چنانچہ اس وقت سے کربوقا حلب کی جیل میں قید کی صعوبتیں برداشت کرتا رہا یہاں تک کہ رضوان ابن تتش‘ حلب کا حکمران ہوا۔ سلطان برکیاروق نے رضوان کے پاس امیر کربوقا کے رہا کرنے کا حکم بھیجا۔ چنانچہ رضوان نے امیر کربوقا اور اس کے بھائی امیر التونتاش کو قید سے رہا کر دیا۔ کربوقا اور التونتاش کا رہا ہونا تھا کہ ہر طرف سے ٹڈی دل فوج آ کر جمع ہو گئی اس وقت موصل کی حکومت کی باگ ڈور علی بن شرف الدولہ مسلم بن قریش کے ہاتھ میں تھی۔ (اسے تتش نے قبضہ موصل کے بعد موصل کی حکومت پر مقرر کیا تھا) اس کا بھائی محمد بن شرف الدولہ بن مسلم نصیبین کی حکومت پر تھا۔ مروان ابن وہب اور ابو الہیجا کردی اس کے دائیں اور بائیں بازو تھے‘ محمد کا موصل پر چڑھائی کا ارادہ تھا۔ علی کو کسی ذریعہ سے اس کی اطلاع ہو گئی۔ امیر کربوقا کو یہ واقعہ لکھ بھیجا اور اسے اپنی کمک پر بلایا۔ چنانچہ کربوقا علی کی امداد کو آیا۔ نصیبین سے دو منزل کے فاصلہ پر محمد سے لڑائی ہوئی‘ کربوقا اسے گرفتار کر کے نصیبین کی جانب بڑھا۔ چالیس یوم تک محاصرہ کیے رہا۔ آخر کار اسے بزور شمشیر فتح کر لیا۔

کربوقا کی پیش قدمی

کربوقا نے اس کامیابی کے بعد موصل کی طرف پیش قدمی کی۔ اہل موصل قلعہ بند ہو گئے۔ کربوقا نے اس سے درگزر کر کے ۔۔۔ اور

---

[1] اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ کرشمہ تھا کہ ابھی کل کا ذکر ہے کہ برکیاروق اپنے چچا تتش سے شکست کھا کر چند آدمیوں کے ساتھ اصفہان جاتا ہے۔ کوئی شخص اس بات پر تحسین کرتا۔ اگر ہیں سوار بھی تعاقب کرتے تو یقینی گرفتار ہو جاتا کیونکہ چند دن تک اصفہان کا باہر پڑا رہا تھا۔ پھر جب کسی طرح سے اصفہان میں داخل ہوا تو امراء اصفہان نے مار ڈالنے کی فکر کی جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ اتفاق سے اس کا بھائی محمود بیمار ہو گیا۔ امین الدولہ ابن التلمیذ طبیب نے امراء اصفہان کو برکیاروق کے قتل سے یہ کہہ کر باز رکھا کہ محمود کی حالت اچھی نہیں ہے اگر یہ مر گیا تو تم لوگ تتش کی حکومت پسند کرو گے‘ برکیاروق کو بالفعل قتل نہ کرو‘ اگر وہ تندرست ہو گیا تو برکیاروق کے قتل کا تم کو اختیار باقی رہ جائے گا قتل کر ڈالنا اور حالت دگرگوں ہوئی تو اسی کو تخت حکومت پر متمکن کر دینا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت دیکھیے کہ محمود دو شوال کو انتقال کر گیا اور برکیاروق حکمران ہو گیا پھر یہ بھی بیمار ہو گیا سرسام میں مبتلا ہوا۔ چار ماہ تک علیل رہا۔ اس اثناء میں اس کے چچا تتش نے ذرا بھی حرکت نہ کی یہ موقع اس کی کامیابی کا اچھا تھا مگر نہ سوجھی یہ سب قدرت کے کرشمے ہیں اگر محمود برکیاروق کے زمانہ علالت میں ذرا بھی کوشش کرتا تو تتش کو یہ روز بد دیکھنے کی نوبت نہ آتی۔ واللہ اعلم۔

محمد کو قتل کر کے دریا میں ڈال دیا اور موصل کے محاصرہ کی غرض سے واپس ہوا۔ ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ کیا۔ علی نے امیر جکرمش والئی جزیرہ ابن عمر سے امداد کی درخواست کی' امیر جکرمس لشکر آراستہ کر کے علی کی کمک پر روانہ ہوا۔ امیر التونتاش نے آگے بڑھ کر اس پر حملہ کر دیا۔ زبردست لڑائی ہوئی بالآخر جکرمس نے شکست کے بعد کربوقا کی اطاعت قبول کر لی اور اس کے ساتھ موصل کے محاصرے کے لیے آیا اور جیسا کہ چاہیے تھا مدد کی۔ جب محاصرہ کی سختیاں زیادہ ہوئیں تو نو ماہ کی تکلیف اور محاصرہ برداشت کر کے علی والئی موصل بھاگ کھڑا ہوا صدقہ بن مزید کے پاس حلہ جا کر پناہ لی۔ کربوقا کامیابی کے ساتھ موصل میں داخل ہوا۔ اور التونتاش نے اطراف موصل میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ امراء و روساء شہر سے تاوان اور جرمانے وصول کرنے لگا۔ کربوقا کو التونتاش کی یہ حرکت شاق گزری۔ موصل میں داخل ہونے کے تیسرے روز التونتاش کے قتل کا حکم دے دیا۔ یہ واقعات ۴۸۹ھ میں پیش آئے۔

موصل پر قبضہ کرنے کے بعد کربوقا نے رحبہ پر چڑھائی کر دی۔ اہل رحبہ مقابلہ پر آئے' لڑے مگر کامیاب نہ ہوئے کربوقا اس پر قبضہ حاصل کر کے موصل کی طرف واپس ہوا اور اہل موصل کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آیا۔ عدل و انصاف سے کام لیا۔ جس کی وجہ سے اہل موصل راضی و خوش ہو گئے اور اس کی حکومت مضبوط ہو گئی۔

ارسلان ارغو کی کامیابیاں

ارسلان ارغو اپنے بھائی سلطان ملک شاہ کے پاس بغداد میں مقیم تھا۔ جب سلطان ملک شاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کے بیٹے محمود کی حکومت و سلطنت کی بیعت لی گئی اس وقت ارسلان ارغو اپنے سات غلاموں کے ساتھ خراسان چلا گیا۔ خراسان پہنچ کر ہاتھ پاؤں نکالے۔ ایک گروہ جمع ہو گیا۔ نیشاپور پر چڑھائی کی۔ اہل نیشاپور مقابلہ پر آئے۔ مرو کی جانب لوٹا۔ مرو میں سلطان ملک شاہ کے غلاموں میں سے ایک غلام امیر قودر (قودن) شحنہ نامی حکومت کر رہا تھا۔ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے نظام الملک کے قتل کی سازش کی تھی۔ امیر قودر نے ارسلان ارغو کی اطاعت قبول کر لی اور شہر پر قبضہ دے دیا۔ اس سے ارسلان ارغو کی قوت' ہمت اور جرات بڑھ گئی۔ بلخ کی جانب پیش قدمی کی۔ فخر الملک بن نظام الملک حاکم بلخ مقابلہ نہ کر سکا۔ بلخ چھوڑ کر بھاگ نکلا ہمدان میں جا کر پناہ لی اور تاج الدولہ تتش کا وزیر بن گیا۔

اس کے بعد ارسلان ارغو نے بلخ' ترمذ' نیشاپور اور خراسان کے تمام شہروں پر قبضہ کر لیا۔ سلطان برکیاروق اور اس کے وزیر السلطنت موید الملک کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ مجھے خراسان کی سند حکومت عنایت کی جائے اور میں اس کا واحد حکمراں تسلیم کیا جاؤں۔ جیسا کہ میرا دادا داؤد تھا' چونکہ برکیاروق اپنے بھائی محمود اور اپنے چچا تتش کے جھگڑوں میں مصروف تھا[1] کوئی جواب نہ دیا۔ پھر جب برکیاروق نے موید الملک کو عہدۂ وزارت سے برطرف کر کے اس کے بھائی فخر الملک کو وزارت کا عہدہ مرحمت کیا اور مجد الملک یارسلان امور سلطنت پر غالب ہوا تو ارسلان ارغو نے سلطان برکیاروق سے خط و کتابت کا سلسلہ بند کر دیا۔ برکیاروق کو یہ شاق گزرا۔ اپنے چچا بوری سوس (بوربرس) کو افواج شاہی کا افسر بنا کر ارسلان ارغو کو ہوش میں لانے کی غرض سے روانہ کیا۔ ارسلان ارغو شکست کھا کر بلخ پہنچا۔ بوری سوس نے ہرات میں پڑاؤ کیا۔ اس کے بعد ارسلان ارغو نے فوجیں جمع کر کے مرو کی طرف پیش قدمی کی اور اسے بزور شمشیر فتح کر کے برباد کر دیا۔ مرو جیسے شہر میں قتل و غارت گری کی انتہا کر دی۔

اس بات کی خبر بوری سوس کو ہو گئی تو ہرات سے ۴۸۸ھ میں ارسلان ارغو کے طوفان بدتمیزی کی روک تھام کے لیے روانہ ہوا۔ اس لشکر میں امیر مسعود بن تاجر (اس کا باپ داؤد کا سپہ سالار تھا) اور امیر ملک شاہ وغیرہ نامی گرامی امراء و سردار بھی تھے' ارسلان ارغو نے امیر ملک شاہ کو خط و کتابت کر کے ملا لیا اور امیر مسعود بن تاجر کو اس کے بیٹے کے ساتھ ارسلان ارغو کی سازباز سے کسی نے اسی کے خیمہ میں قتل کر ڈالا۔ ان واقعات سے بوری سوس کی کمرہمت ٹوٹ گئی لشکر میں پھوٹ پڑ گئی کثرت سے مخالف پیدا ہو گئے تاہم مقابلہ پر اڑا رہا۔ بالآخر گرفتار ہو کر اپنے بھائی ارسلان ارغو کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ارسلان ارغو نے ترمذ کی جیل میں بھیج دیا اور ایک سال بعد حالت قید ہی میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

ارسلان ارغو کا انجام

ارسلان ارغو کا اب کوئی مزاحم اور مخالف باقی نہ رہا تھا۔ برکیاروق نے اس کے سر کرنے کو جو مہم بھیجی تھی وہ تہس نہس ہو چکی تھی۔ اس وجہ سے اس نے امراء و رؤساء خراسان کے قتل و خون ریزی پر کمر باندھ لی۔ خراسان کے شہروں کی شہر پناہوں کو منہدم کر دیا' سبزوار' مرو شاہجہان' سرخس' نہاوند اور نیشاپور کے قلعوں کو مسمار کر کے ملیامیٹ کر دیا۔ وزیر السلطنت عماد الملک بن نظام الملک سے تین لاکھ دینار بطور جرمانہ وصول کیا اور اس پر بھی جب اس کے دل کو تسلی نہ ہوئی تو قتل کر ڈالا۔ الغرض یہ کہ جس سے اسے ذرا بھی مخالفت کا خطرہ پیدا ہو سکتا تھا اس کا سر کچل دیا۔ خراسان پر ظالمانہ حکومت کرنے لگا۔ انتہائی بے رحم اور بے حد غصہ ور تھا۔ اپنے غلاموں سے بھی اعراض نہ کرتا تھا۔ معمولی سی بات پر بھی سخت سے سخت سزا دیتا تھا۔ اتفاق سے ایک دن خلوت میں اپنے غلام سے کسی معمولی بات پر ناراض ہو گیا۔ گالیاں دیں اور پیا۔ غلام کو غصہ آ گیا' کمر سے خنجر نکال کر اس کے پیٹ میں مار دیا جس سے یہ ہلاک ہو گیا۔ یہ واقعہ ماہ محرم ۴۹۰ھ میں پیش آیا۔

ارسلان ارغو کا بیٹا

ارسلان ارغو کے قتل کے بعد اس کے ساتھیوں نے اس کے ایک چھوٹے بیٹے کو اپنا امیر بنایا۔ سلطان برکیاروق نے ایک فوج خراسان کی جانب ارسلان ارغو سے جنگ کرنے کی غرض کے لیے روانہ کی تھی۔ اتابک قماج اور اس کا وزیر علی حسن طغرائی بھی اس فوج میں تھے۔ جس وقت یہ فوج کوچ و قیام کرتی ہوئی دامغان پہنچی ارسلان ارغو کے قتل کی خبر سن کر قیام کر دیا۔ یہاں تک کہ سلطان برکیاروق کی سواری آ گئی۔ سلطان برکیاروق نے نیشاپور کی جانب پیش قدمی کی چنانچہ ماہ جمادی الاولیٰ ۴۹۰ھ میں قتل و غارت گری کے بغیر نیشاپور اور خراسان کے تمام شہروں پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد بلخ پر چڑھائی کی۔ ارسلان ارغو کے ساتھی اس لڑکے کے ساتھ جسے انہوں نے ارسلان ارغو کے قتل کے بعد مسند حکومت پر فائز کیا تھا' طخارستان کے پہاڑوں کی جانب بھاگ گئے اور سلطان برکیاروق کی خدمت میں امان کی درخواست بھیجی۔ سلطان برکیاروق نے درخواست منظور کر لی۔ چنانچہ ارسلان ارغو کے ساتھی دس ہزار کی جمعیت اور اس کے بیٹے کے ساتھ دربار شاہی میں حاضر ہوئے۔ برکیاروق نے ارسلان ارغو کے بیٹے کو عزت و احترام سے ٹھہرایا اور عہد سلطنت سلطان ملک شاہ میں جتنے شہر ارسلان ارغو کے قبضہ و تصرف میں تھے ان تمام کی حکومت اسے مرحمت کی۔ مگر زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ وہ لشکر جو اس کے ہمراہ آیا تھا اس سے علیحدہ ہو کر جن امیروں سے اس کا ربط و تعلق تھا ان کے پاس چلا گیا۔ ارسلان ارغو کا بیٹا اکیلا رہ گیا۔ سلطان برکیاروق کی والدہ نے اسے اپنی آغوش شفقت میں لے لیا اور اس کی تربیت اور نگہداشت کے لیے خدام کا تقرر کر دیا۔

سنجر کی تقرری

سلطان برکیاروق نے اس کے بعد ترمذ کی جانب پیش قدمی کی۔ اہل ترمذ نے اطاعت قبول کی۔ سمرقند میں بھی اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اردگرد کے امراء نے اطاعت و فرمانبرداری کے پیام بھیجے۔ سات ماہ بلخ میں قیام کر کے واپس ہوا اور اپنے بھائی سنجر کو خراسان کی حکومت پر بٹھا دیا۔

جلوتیں

سلطان برکیاروق جس وقت خراسان میں خیمہ زن تھا اسی زمانہ میں ایک شخص محمود بن سلیمان نامی جو سلطان برکیاروق کے قرابت داروں میں سے تھا اور امیر امیران کے لقب سے موسوم اور مشہور تھا' حکومت کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا۔ بلخ کی جانب پیش قدمی کی اور والیٔ غزنی جو سبکتگین سے امداد کا خواستگار ہوا۔ والیٔ غزنی نے اس شرط سے امداد دی کہ مملکت خراسان میں جو شہر فتح ہو ان میں والیٔ غزنی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ محمود کا جاہ و جلال اس سے بڑھ گیا۔ دماغ آسمان پر چڑھ گیا بلکہ سنجر کو اس کی اطلاع ہو گئی ایک دستہ فوج لے کر غفلت کی حالت میں محمود کے لشکر پر حملہ کر دیا فوج میں بھگدڑ مچ گئی محمود گرفتار ہو گیا۔ سنجر نے اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں۔

خراسان سے سلطان برکیاروق کی واپسی کے بعد انگنی نائب خوارزم بھی اپنا لشکر لیے ہوئے سلطان سے ملنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ مگر بر سبیل تفریح عیش و عشرت میں معروف ہو گیا امیر قودر (قودن) سلطان برکیاروق سے بیماری کا بہانہ کر کے مرو میں رہ گیا تھا اس نے یہ صورت

حال دیکھ کر امیر یار قطاش سے سازباز کی اور دونوں نے انجی گورنر خوارزم کے قتل کا مشورہ کیا۔ چنانچہ پانچ سو سواروں کی جمعیت سے امیر قودن اور امیر یار قطاش نے انجی پر رات کے وقت حملہ کیا اور اسے مار ڈالا۔ پھر کیا تھا میدان صاف ہو گیا۔ فوجیں لیے ہوئے خوارزم کی جانب بڑھے اور یہ ظاہر کر کے سلطان برکیاروق نے ان دونوں کو خوارزم کی حکومت عنایت کی ہے خوارزم پر قبضہ کر لیا۔ سلطان برکیاروق کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی۔ اسی دوران یہ خبر سننے میں آئی کہ امیرانز نے فارس میں بغاوت کر دی۔ سلطان برکیاروق نے عراق کا ارادہ ترک نہ کیا اور داؤد حبشی بن التونطاق کو سردار لشکر بنا کر امیر قودن اور امیر یار قطاش کی گوشمالی کے لیے روانہ کیا۔ بذات خود عراق کی طرف روانگی اختیار کی۔

داؤد حبشی عراق سے ہرات کی جانب چلا اور شاہی لشکروں کے جمع ہونے کے انتظار میں ہرات کے نزدیک پہنچ کر قیام کیا۔ امیر قودن اور امیر یار قطاش نے داؤد حبشی کی آمد کی خبر سن کر حملہ کی تیاری کی۔ داؤد حبشی کی فوج کم تھی بھاگ کھڑی ہوئی۔ جیحون کو عبور کر کے دم لیا۔ امیر قودن نہیں آنے پایا تھا کہ امیر یار قطاش نے داؤد حبشی پر حملہ کر دیا۔ برابر کا مقابلہ تھا داؤد حبشی سینہ سپر کر میدان میں آ گیا اور امیر یار قطاش کو شکست دی۔ جنگ کے دوران امیر یار قطاش گرفتار کر لیا گیا جیسے ہی یہ خبر امیر قودن کے لشکر میں پہنچی ساری فوج باغی ہو گئی امیر قودن کے مال و اسباب اور خزانہ کو لوٹ لیا گیا۔ امیر قودن بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا سنجار پہنچا۔ والیٔ سنجار نے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ چند دن بعد رہا کر دیا۔ گرتا پڑتا ملک سنجر کی خدمت میں بلخ پہنچا۔ ملک سنجر نے بڑی عزت افزائی کی۔ امیر قودن بھی اطاعت و فرمانبرداری سے اپنی خدمات انجام دینے لگا۔ اندرونی اور بیرونی انتظام درست کیا فوجیں باقاعدہ آراستہ کیں۔ موت کا وقت نزدیک آ گیا تھا۔ چند دن بعد فوت ہو گیا۔ باقی رہا امیر یار قطاش، وہ داؤد حبشی کے یہاں قید رہا۔ پھر داؤد حبشی نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

بنو خوارزم شاہ کی حکومت کی ابتداء

امراء سلجوقیہ میں سے ابو شکین ایک امیر کا (بلکباک) زر خرید غلام تھا۔ اس نے ابو شکین کو غرشتان کے ایک شخص سے خریدا تھا۔ اسی مناسبت سے ابو شکین غرشی کے نام سے موسوم ہوا۔ ابو شکین اسی امیر کے یہاں پرورش پا کر جوان ہوا ہوشیار اور عقل مند تھا۔ اپنے آقا کی مرضی کے مطابق کام کرتا تھا۔ جوانمرد اور دلیر بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابو شکین کے گھر بیٹا پیدا ہوا۔ محمد نام رکھا۔ ابو شکین نے انتہائی خوبی سے اسے تعلیم و تربیت دی۔ فنون حرب بھی سکھلائے، سیاسیات کی بھی اعلیٰ تعلیم دلائی۔ بفضل باری تعالیٰ محمد ایک قابل قدر انسان ہو گیا۔ جب امیر داؤد حبشی، خراسان کی جانب روانہ ہوا تو محمد بھی اور لوگوں کے علاوہ اس کے ہمراہ تھا۔

خراسان کی بغاوت ختم ہونے کے بعد امیر داؤد حبشی کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ خوارزم کی گورنری پر کسے مقرر کروں۔ انجی نائب خوارزم کو امیر قودن وغیرہ نے مار ڈالا تھا جیسا کہ آپ نے ابھی پڑھا ہے۔ انتہائی غور و فکر کے بعد محمد بن ابو شکین کا انتخاب کیا اور یہی اس کی نگاہوں میں حکومت خوارزم کے لیے مناسب معلوم ہوا۔ چنانچہ امیر داؤد حبشی نے خوارزم کی حکومت کی باگ ڈور محمد کو عنایت کی اور خوارزم شاہ کے لقب سے ملقب کیا۔ محمد انتہائی کفایت شعار، منتظم، مدبر، عادل اور خلیق تھا۔ چند ہی دن میں اس کی اخلاقی خوبیوں کا چرچا ہو گیا۔ ملک سنجر نے بھی اس تقرری کو بہتر سمجھا اور محمد کو اس عہدہ پر بحال رکھا اور اس کی قابلیت و کارکردگی کے مطابق اسے عزت سے نوازا۔

کسی ضرورت کے تحت محمد کو چند دنوں کے لیے خوارزم کو چھوڑنا پڑا ترکوں کو موقع مل گیا۔ ان کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نے خوارزم پر چڑھائی کر دی۔ طغرل تکین محمد بن انجی سابق گورنر خوارزم بھی ترکوں سے مل گیا اس کی خبر محمد بن ابو شکین کو ہو گئی۔ تمام کاموں کو چھوڑ کر خوارزم کے بچانے کے لیے بڑھا اور ملک سنجر سے امداد کا خواستگار ہوا۔ ملک سنجر ان دنوں نیشاپور میں تھا۔ ملک سنجر اپنی فوجوں کو لے کر روانہ ہوا۔ محمد بن ابو شکین بلا انتظار ملک سنجر ترکوں کے مقابلہ پر آ گیا۔ ترکوں کو جان کے لالے پڑ گئے۔ انتہائی بد حواسی سے منقشلاغ کی جانب بھاگے۔ طغرل تکین نے بھی جرجان کی طرف کوچ کر دیا۔ اس واقعہ سے ملک سنجر کی آنکھوں میں محمد کی قدر مزید بڑھ گئی۔

جب محمد خوارزم شاہ کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا اتسز مسند حکومت پر بیٹھا۔ یہ بھی انتہائی نیک مزاج مدبر اور عادل تھا۔ اس نے اپنے والد کے زمانہ میں اکثر لڑائیوں میں سپہ سالاری کی تھی۔ فنون حرب سے پوری واقفیت رکھتا تھا۔ اس نے شہر منقشلاغ کو ترکوں سے چھین لیا ملک سنجر اسے بے حد عزیز رکھتا تھا۔ سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتا۔ لڑائیوں میں اسی کو فوج کا افسر اعلیٰ بناتا تھا۔ اسی زمانہ سے حکومت

ریاست محمد بن ابو شکین کے خاندان میں آئی۔ یہی ان کی حکومت کی ابتدا ہے پھر ان پر تاتاریوں نے چھٹی صدی ہجری میں چڑھائی کی اور ان کی حکومت و سلطنت کو ختم کر دیا۔ انہی سے تاتاریوں نے ملک پر قبضہ حاصل کیا۔

عیسائیوں کی انطاکیہ پر چڑھائی

عیسائیوں میں اسی زمانہ[1] سے اسلامی ممالک پر قبضہ کرنے کی ہوس پیدا ہوئی۔ ۴۸۴ھ میں سقلیہ کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکال لیا۔ پھر انہوں نے ملک شام اور بیت المقدس کے ارادہ سے پیش قدمی کی۔ خلیج قسطنطنیہ عبور کر کے براستہ خشکی روانہ ہونے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ قسطنطنیہ کو خط لکھا اور اس سے اس کے ملک سے گزر جانے کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ قسطنطنیہ نے اجازت تو دے دی مگر یہ شرط رکھی کہ انطاکیہ فتح کر کے مجھے دے دینا۔ عیسائی کروسیڈروں نے اس شرط کو منظور کر لیا اور خلیج قسطنطنیہ کو ۴۹۰ھ میں عبور کر کے ارسلان بن سلیمان بن قطلمش والئی قونیہ و رومی شہروں کے مقبوضات کی جانب پیش قدمی کی۔ ارسلان ان کی آمد کی خبر سن کر مدافعت کے لیے اٹھا۔ فریقین میں لڑائی ہوئی۔ ارسلان کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ عیسائیوں نے ابن لیون ارمنی کے مقبوضہ ممالک کی جانب پیش قدمی کی۔ انطاکیہ پر پہنچ کر محاصرہ کیا نو ماہ تک محاصرہ کیے رہے۔ باغی سیان والئی انطاکیہ نے انتہائی جرات سے مدافعانہ جنگ کی عیسائیوں نے شہر پناہ کے محافظوں میں سے ایک محافظ کو بہت سا مال و زر دے کر ملا لیا۔ چنانچہ حسب قرارداد باہمی عیسائی فوج شہر پناہ کے پاس آئی اس دغا باز محافظ نے شہر پناہ کا چور دروازہ کھول دیا عیسائی فوج شہر میں داخل ہو گئی اور شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ کر بگل بجا دیا۔ باغی سیان گھبرا گیا۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا بھاگ کھڑا ہوا۔ پانچ چھ کوس نکل گیا ہوش و حواس بجا ہوئے تو اپنے کیے پر پشیمان ہوا بیہوش ہو کر گھوڑے سے گر پڑا ایک ارمنی عیسائی نے پہنچ کر سر اتار لیا اور انطاکیہ میں عیسائی سپہ سالار کے پاس پہنچا دیا۔ یہ واقعات ۴۹۱ھ میں پیش آئے۔

مسلمانوں کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انطاکیہ کے واپس لینے کے لیے ہر طرف سے دوڑ پڑے۔ قوام الدولہ کربوقا شام کی جانب چلا، مرج وابق تک پہنچتے پہنچتے ایک بڑا لشکر جمع ہو گیا۔ دقاق بن تتش، طغرل تکین اتابک، جناح الدولہ والئی حمص، ارسلان تاش والئی سنجار اور سلمان ارتق وغیرہ نامی گرامی امراء اپنی اپنی فوجیں لیے ہوئے آپہنچے اور انطاکیہ کی جانب پیش قدمی کی۔ محاصرہ کر لیا۔ اتفاق سے اسلامی امراء میں پھوٹ پڑ گئی۔ امیر کربوقا بد اخلاقی برتنے لگا اور امراء کو یہ بات اچھی نہ لگی۔ ان کے دلوں میں اس کی طرف سے نفرت پیدا ہو گئی۔ چونکہ عیسائیوں کو رسد و غلہ کے فراہم کرنے کا موقع نہ ملتا تھا اس وجہ سے محاصرہ کی تکلیف سے پریشان ہونے لگے امیر کربوقا سے امان کی درخواست کی۔ امیر کربوقا نے امان دینے سے انکار کیا۔ عیسائیوں پر نہایت مصیبت اور سختی کا وقت آگیا۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مضمون تھا۔ ان عیسائیوں کروسیڈروں کے ساتھ عیسائی بادشاہوں میں سے بردویل، سنجیل، کندمری، قمط والئی الرہا اور بیمند والئی انطاکیہ بھی مشہور تھا۔ عیسائی فوج کا کمان افسر بھی بیمند تھا۔ شدت محاصرہ سے پریشان ہو کر شہر پناہ کے دروازے سے متفرق طور سے دو دو چار چار امن کا جھنڈا لیے ہوئے نکلے۔ جب تمام عیسائی کروسیڈر انطاکیہ کے باہر آگئے تو لڑائی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ اسلامی امراء میں نفاق تو پیدا ہی ہو گیا تھا اور ان کے دلوں میں امیر کربوقا کی بد اخلاقی سے نفرت پیدا ہو چکی تھی اس وجہ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ سب سے اخیر میں امیر لقمان بن ارتق

---

[1] کروسیڈ یعنی صلیبی جنگ کی ابتداء عیسائیوں کا خروج و ظہور اور بعض ممالک اسلامیہ پر قبضہ ۴۷۸ھ سے شروع ہوتا ہے۔ پہلے انہوں نے بلاد اندلس میں طلیطلہ کو لے لیا جب اس سے مسلمانوں کے کان پر جوں تک نہ رینگی تو ۴۸۴ھ میں جزیرہ سقلیہ کی طرف قدم بڑھایا اور اس پر بھی بزور تیغ قابض ہو گئے اس سے ان کی حرص اور بڑھ گئی۔ افریقہ پر ہاتھ مارا اور اس کے بعض شہروں پر قابض ہو گئے۔ سلاطین اسلام آپس کی خانہ جنگیوں میں مصروف تھے۔ مذہبی جوش، غیرت اسلامی ہمدردی اور خیر خواہی ملت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ عیش و عشرت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے عیسائیوں کا شوق ملک گیری مذہبی پردہ میں بڑھا پھر کیا تھا قتل اور خونریزی کا دروازہ کھل گیا۔ ۴۹۰ھ میں ملک شام پر چڑھائی کی۔ بیت المقدس کے لینے کی بنیاد ڈالی۔ بردویل عیسائی بادشاہ نے ایک بڑی فوج جمع کر کے رجار فرنگی کو اطلاع دی۔ (جس نے سقلیہ پر قبضہ کر لیا تھا) کہ میں ایک فوج عظیم لے کر افریقہ پر چڑھائی کرتا ہوں اور اسے عنقریب فتح کر کے تمہارا ہمسایہ ہو جاتا ہوں۔ رجار نے اپنے ارکین سلطنت کو ایک جلسہ میں جمع کر کے ان سے اس معاملہ میں مشورہ کیا سب نے بردویل کی خیال کی تعریف کی۔ رجار نے کہا تم لوگ عقل سے خالی ہو اگر اس نے افریقہ کو لے لیا تو ہمارا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور اگر ناکام واپس آیا تو ہمیں اس کی ہمدردی کرنا ہو گی اور اس میں ہم کو تکلیف کا سامنا ہو گا۔ بہتر یہ ہے کہ اسے فتح بیت المقدس کی رائے دی جائے اور مسلمانوں پر جہاد کرنے کا مشورہ دیا جائے۔ حاضرین جلسہ نے اس رائے کو پسند کیا چنانچہ یہی رائے بردویل کو لکھ بھیجی۔ بردویل نے بھی اسے پسند کیا اور فتح بیت المقدس کے ارادے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

میدان جنگ سے فرار ہوا عرب کا ایک گروہ اس معرکہ میں مارا گیا۔ عیسائی کروسیڈروں نے مسلمانوں کے کیمپ میں جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ [1]

عیسائیوں کی مزید پیش قدمی

عیسائیوں نے اس کامیابی کے بعد معرہ نعمان کی جانب پیش قدمی کی اور اسے بھی لے لیا۔ انتہائی بے رحمی اور سفاکی سے اہل معرہ نعمان کو پامال کیا۔ اس کے بعد غرہ پر حملہ کیا۔ چار مہینے تک محاصرہ کیے رہے۔ اہل غرہ انتہائی جرات سے مقابلہ کرتے رہے۔ ابن منقذ والئی شیرز نے نامہ و پیام کر کے مصالحت کر لی۔ پھر حمص کا محاصرہ کیا جناح الدولہ نے صلح کا پیام بھیجا۔ مصالحت ہو گئی۔ عکا کی جانب بڑھے۔ اہل عکا نے قلعہ بندی کر لی۔ ناکام واپس ہوئے۔ اسی زمانہ سے سواحل شام پر عیسائی کروسیڈرون کا قبضہ شروع ہوتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ [2] خلفاء علوین نے عیسائیوں کو ملک شام پر قبضہ کرنے کے لیے ابھارا تھا اور انہی کے ابھارنے سے وہ اس جرأت سے حملہ آور ہوئے تھے۔ سبب یہ تھا کہ خلفاء علویہ کو سلاطین سلجوقیہ کی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ انہوں نے ملک شام کو غرہ تک دبا لیا تھا اور ان کے امیروں میں سے اقسیس نامی ایک امیر نے مصر پر حملہ کیا تھا اور عرصہ دراز تک اس کا محاصرہ کیے رہا۔ خلفاء علویہ نے اس امر کو کہ ایک نہ ایک دن سلاطین سلجوقیہ مصر کو بھی لے لیں گے اس کا احساس کر کے عیسائیوں کو ملک شام پر قبضہ کر لینے کا اشارہ کر دیا تاکہ سلاطین سلجوقیہ کی زد سے خود محفوظ رہیں اور ان کے اور مصر کے درمیان عیسائی حائل اور سد راہ ہو جائیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

امیر انز کا انجام

سلطان برکیاروق جس وقت خراسان کی طرف روانہ ہوا تھا اسی زمانہ میں امیر انز کو فارس کی حکومت پر متعین کیا تھا۔ فارس کے ملک پر شوانکار کے قبائل قابض ہو گئے تھے اور ایران شاہ بن قاروت بک والئی کرمان کی پشت پناہی اور امداد سے فارس پر حکومت کر رہے تھے۔ جب امیر انز نے فارس پر چڑھائی کی تو شوانکار مقابلہ پر آئے اور لڑے۔ امیر انز کو شکست ہوئی۔ امیر انز اصفہان واپس آیا۔ سلطان برکیاروق کو اس سے آگاہ کیا اور خراسان حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ سلطان برکیاروق نے اصفہان میں ٹھہرنے کا حکم دیا امارت عراق کی سند بھیج دی اور جس قدر فوجیں عراق اور اس کے اطراف و جوانب میں تھیں امیر انز کو ان کا افسر اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ موید الملک بن نظام الملک دار الخلافت بغداد سے حلہ آیا۔ امیر انز سے ملا اور اسے سلطان برکیاروق کی مخالفت پر آمادہ کیا شاہی قوت و شوکت کی دھمکی دی۔ سلطان کے غصہ اور انتقام سے ڈرایا اور یہ مشورہ دیا کہ محمد بن ملک شاہ سے نامہ و پیام بھیج کر ساز باز کر لو۔ محمد بن ملک شاہ ان دنوں گنجہ میں تھا اس قرارداد کے مطابق امیر انز

---

[1] ابن اثیر نے اس واقعہ کو ذرا تفصیل سے لکھا ہے جس کا خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے۔ عیسائی کروسیڈروں کو انطاکیہ پر قبضہ کیے ہوئے بارہ دن ہو گئے تھے۔ رسد و غلہ کا کوئی سامان نہیں کرنے پائے کہ امیر کربوقا وغیرہ آ گئے۔ عیسائی کروسیڈر بھوکوں مرنے لگے۔ امراء نے اپنی اپنی سواری کے جانوروں کو کھانا شروع کر دیا غرباء اور سپاہی درخت کے پتوں سے پیٹ بھرنے لگے۔ امیر کربوقا کے پاس پیام بھیجا کہ "آپ ہم کو امان دیجئے ہم شہر خالی کیے دیتے ہیں۔" امیر کربوقا نے جواب دیا "ہرگز امان نہیں دی جائے گی، ہم تم کو تلوار کے ذریعہ سے نکالیں گے۔" اس جواب سے کروسیڈروں کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ ایک پادری نے جس پر ان عیسائیوں کا زیادہ اعتقاد تھا ان لوگوں سے کہا گھبراؤ نہیں! اسی انطاکیہ میں مسیح کی صلیب فلاں مقام پر مدفون ہے تلاش کرو، اگر مل گئی تو تمہاری فتح ہو گی ورنہ تمہاری ہلاکت اور تباہی یقینی ہے۔" پادری صاحب نے اس سے پہلے صلیب کو مقام موعودہ میں دفن کر دیا تھا۔ عیسائی کروسیڈ صلیب کے تلاش کرنے پر تیار ہو گئے۔ پادری صاحب نے کہا۔ "وہ یوں نہیں ملے گی، تین دن روزہ رکھو، دعا کرو، گناہوں کی مغفرت چاہو، چوتھے روز تلاش کرو، کامیاب ہو گئے تو پھر کیا کہنا ہے ورنہ موت ہے۔" عیسائی کروسیڈروں نے اس پر عمل کیا اور جیسا کہ پادری نے کہا تھا تلاش کے بعد صلیب مل گئی۔ پادری صاحب نے کہا۔ "اب کیا ہے خوشیاں مناؤ، شہر پناہ کا دروازہ کھول کر پانچ پانچ چھ چھ آدمی امان کا جھنڈا لیے ہوئے نکلو جب سب کے سب انطاکیہ کے باہر آ جاؤ تو جنگ کا نقارہ بجا دو۔ فتح یاب ہو جاؤ گے۔" جس وقت عیسائی کروسیڈر انطاکیہ سے متفرق طور پر نکلنے لگے۔ مسلمانوں نے امیر کربوقا سے عرض کیا۔ "ان عیسائیوں کو مہلت نہ دی جائے جوں جوں نکلتے جائیں انہیں قتل کرتے جائیں۔" امیر کربوقا نے جواب دیا "نکل آنے دو، ہم انہیں لڑ کر پسپا کر دیں گے" لیکن مسلمانوں میں بعض امراء نے اس کی مخالفت کی اور عیسائیوں کے ایک گروہ کو قتل کر ڈالا۔ امیر کربوقا نے خود جا کر انہیں اس سے روکا جب تمام عیسائی کروسیڈر شہر انطاکیہ سے نکل آئے تو انہوں نے صف آرائی کی۔ چونکہ کربوقا نے مسلمانوں کے ساتھ ناگوار برتاؤ کیا تھا اور عیسائیوں کے قتل سے روکا تھا اس وجہ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایک ہاتھ بھی لڑنے کا کنگار نہیں ہوا۔ انتہی ملخصاً من تاریخ الکامل ابن اثیر۔

[2] اصل کتاب میں اس جگہ کچھ نہیں لکھا ہوا۔

نے عمل در آمد کیا۔ چنانچہ آہستہ آہستہ یہ خبر مشہور ہو گئی۔ امیرانز کا خوف و خطر اور زیادہ ہو گیا۔ فوجیں فراہم کیں' اصفہان سے رے کی جانب پیش قدمی کی اور سرعام سلطان کی مخالفت پر کربستہ ہو گیا۔

سلطان برکیاروق سے فخر الملک الپ ارسلان کی واپسی اور سپردگی کا مطالبہ کیا۔ ابھی یہ معاملہ طے نہ ہوا تھا کہ ترکوں میں سے تین شخص جو امیرانز ہی کے لشکر کے تھے اور خوارزم کے رہنے والے تھے' رات کے وقت اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ مال' روپیہ اور سامان کو لشکریوں نے لوٹ لیا۔ نعش کو اصفہان میں لائے۔ اور دفن کر دیا۔ امیرانز بڑا پابند صوم و صلوۃ' کثیر المناقب اور سخی تھا۔ امیرانز کے قتل کی خبر سلطان برکیاروق کو اطراف رے میں پہنچی۔ امیرانز سے جنگ کرنے کے لیے آ رہا تھا۔ اس خبر کو سن کر بہت خوش ہوا۔ فخر الملک الپ ارسلان باغ باغ ہو گیا۔ یہ واقعہ ۴۹۲ھ کا ہے۔ اصفہبر صابر' امیرانز کے قتل کے بعد دمشق چلا گیا۔ عرصہ تک وہیں مقیم رہا اس کے بعد ۵۰۱ھ میں سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان محمد بڑی آؤ بھگت سے پیش آیا اور رحبہ کی حکومت مرحمت کی۔

بیت المقدس کا تنازعہ

بیت المقدس کو تاج الدولہ تتش نے خلفاء علویہ والیان مصر کے قبضہ سے نکال لیا تھا اور اپنی جانب سے امیر سقمان بن ارتق کو اس کی حکومت پر متعین کیا تھا۔ جس وقت ترکوں کو بمقام انطاکیہ عیسائی کروسیڈروں کے مقابلہ میں شکست ہوئی تو مصری خلیفہ کو بیت المقدس کے واپس لینے کا جذبہ اور جوش پیدا ہوا۔ افضل بدر جمالی سپہ سالار سلطنت علویہ فوجیں آراستہ کر کے بیت المقدس کی جانب بڑھا اور بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا اس وقت بیت المقدس میں امیر سقمان اور ایلغازی پسران ارتق' یاقوتی' (ان دونوں کا بھتیجا) اور سونج (انہی دونوں کا چچا زاد بھائی) موجود تھے۔ محصورین نے بے جگری سے کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوئے۔ افضل بن بدر جمالی کی منجنیقوں نے شہر پناہ کی دیوار کو توڑ ڈالا۔ محصورین نے محاصرہ کے چالیس روز بعد ہتھیار ڈال دیئے' امن و امان حاصل کر کے بیت المقدس کو فتح مند گروہ کو دے دیا۔ یہ واقعہ ماہ شعبان ۴۸۹ھ کا ہے۔ افضل نے کامیابی کے بعد محصور امراء کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا امیر سقمان اور ایلغازی کو مع ان کے ساتھیوں کے زاد راہ دے کر رخصت کیا۔ امیر سقمان نے الرہا میں جا کر قیام اختیار کیا' ایلغازی عراق چلا گیا اور افضل اپنے سرداروں میں سے افتخار الدولہ کو بیت المقدس کی حکومت پر متعین کر کے مصر کی طرف واپس روانہ ہو گیا۔

عیسائیوں نے عکا سے واپس ہو کر بیت المقدس کی جانب پیش قدمی کی۔ چالیس دن انتہائی سختی سے محاصرہ کیے رہے۔ بالآخر آخری ماہ شعبان ۴۹۲ھ میں شہر پناہ کی شمالی دیوار توڑ کر داخل ہو گئے اور زبردست خونریزی و غارتگری کا دروازہ کھول دیا۔ مسلمانوں کا ایک گروہ محراب داؤد علیہ السلام میں تین دن تک پناہ گزین رہا۔ آخر کار عیسائیوں سے امان حاصل کر کے رات کے وقت عسقلان چلا گیا۔ مسجد اقصیٰ میں ستر ہزار سے زیادہ مسلمان شہید کیے گئے جن میں علماء' زہاد' مہاجرین اور رؤساء شہر تھے۔ چالیس قندیلیں کلاں نقرئی (ہر ایک کا وزن تین ہزار چھ سو درہم مطابق وزن رائج الوقت بیس بیس کلو گرام کا تھا) ایک سو پچاس قندیل خورد نقرئی' ایک تنور نقرئی وزنی چالیس رطل شامی (مطابق وزن رائج الوقت ۳۸ کلو گرام) اور ان کے علاوہ بہت سا مال و اسباب جو کہ حد و شمار سے باہر تھا لوٹ کر لے گئے۔

مسلمان فریادی صورت بنائے پریشانی کی حالت میں دار الخلافت بغداد پہنچے۔ خلیفہ مقتدی نے انہیں ابو محمد دامغانی' ابو بکر شاشی' ابو القاسم زنجانی' ابو الوفاء بن عقیل' ابو سعید حلوانی اور ابو الحسین بن سماک کے ہمراہ سلطان برکیاروق کے پاس روانہ کیا۔ اور عیسائیوں سے اس جرات و سفاکی کے انتقام لینے کی ہدایت کی۔ یہ وفد حلوان تک پہنچا تھا کہ ان لوگوں کو مجد الملک الپ ارسلان کے قتل اور سلطان محمد کی نزاع و جنگ کی خبر معلوم ہوئی ناکام واپس آئے اور عیسائیوں نے شام پر مضبوطی کے ساتھ اپنے پاؤں جما لیے۔

قطلون کی گوشمالی

محمد اور سنجر حقیقی بھائی تھے۔ سلطان برکیاروق نے سنجر کو حکومت خراسان پر مامور کیا تھا۔ ۴۸۸ھ میں محمد' سلطان برکیاروق کے پاس جس وقت کہ یہ اصفہان کا محاصرہ کیے ہوئے تھے' چلا آیا۔ برکیاروق نے محمد کو گنجہ اور اس کے متعلقات کی حکومت عنایت کی اور چونکہ محمد کم عمر تھا امیر قتلغ تکین اتابک کو بطور وزیر اس کے ہمراہ روانہ کر دیا۔

شہر گنجہ صوبہ اران کے مضافات سے تھا۔ قطون (فضلون بن ابو الاسوار) اس پر حکمرانی کر رہا تھا سلطان ملک شاہ نے اس صوبہ کو قطون سے لے کر سرہنا ساد تکین خادم کو مرحمت کیا اور قطون کو اس کی جگہ استر آباد کی حکومت عنایت کی۔ لیکن چند روز بعد صوار ان کی حکومت پھر قطون کو ضمانت لے کر دی گئی۔ جب قطون کی مالی اور فوجی حالت ذرا درست ہو گئی تو بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ سلطان ملک شاہ نے امیر بوزان کو اس کی گوشمالی پر روانہ کیا۔ چنانچہ امیر بوزان نے اسے شکست دے کر گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا اور اس کے مقبوضات پر قابض ہو گیا۔ سلطان ملک شاہ نے صوبہ اراں کو امیر بوزان' باغی سیان والئی انطاکیہ اور ان کی افسران فوج پر تقسیم کر دیا[1] ۸۴ھ میں قطون کا قید کی حالت میں انتقال ہو گیا۔

باغی سیان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا اپنے باپ کے مقبوضہ ممالک کی جانب چلا آیا تب سلطان برکیاروق نے ۸۸ھ میں گنجہ اور اس کے متعلقات پر محمد کو حکمرانی کی سند عطا کی جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے۔

امراء کی ناراضی

محمد کی قوت میں جب اضافہ ہوا اور حکومت مضبوط ہوئی تو اس نے اپنے وزیر اتابک قطلغ تکین کو قتل کر دیا اور تمام صوبہ اران پر قابض ہو گیا۔ انہی دنوں موید الملک عبید اللہ ابن نظام الملک اپنے آقا امیر انز کے قتل کے بعد محمد کے پاس چلا آیا تھا۔ محمد نے اس کی بڑی عزت افزائی کی اور وزارت کے عہدہ سے نوازا۔ موید الملک نے حکومت و سلطنت کی دعوے داری کا مشورہ دیا۔ چنانچہ محمد نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر کے اپنے مقبوضات میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس کے بعد ہی مجد الملک البارسلان کے قتل کا واقعہ پیش آیا جو کہ برکیاروق کی مملکت میں جابرانہ حکومت کر رہا تھا۔ امراء لشکر کو اس سے نفرت پیدا ہوئی۔ برکیاروق کا ساتھ چھوڑ کر محمد کے پاس چلے گئے (اور [1] تیاری کر کے رے کی جانب پیش قدمی کی) برکیاروق ان لوگوں کے پہنچنے سے قبل رے میں داخل ہو گیا تھا۔ بڑے بڑے امراء سلجوقیہ امیر ینال بن انوشتکین حسامی اور نظام الملک وغیرہ بھی خدمت میں حاضر ہوئے۔

یہ اطلاع سن کر اس کا بھائی جنگ کی نیت سے روانہ ہو گیا برکیاروق رے سے اصفہان کی طرف واپس ہوا۔ اہل اصفہان نے اصفہان میں داخل نہ ہونے دیا۔ تب خوزستان کا راستہ اختیار کیا اور محمد نے ماہ ذیقعدہ ۴۹۲ھ میں رے پر قبضہ کر لیا۔ زبیدہ خاتون مادر برکیاروق اپنے بیٹے کے ساتھ نہیں گئی تھی، رے میں ٹھہری ہوئی تھی۔ موید الملک نے اسے گرفتار کر کے قلعہ میں قید کر دیا اس پر بھی صبر نہ آیا تو مال و اسباب ضبط کر لیا۔ جب اس سے بھی اس کے دل کو اطمینان نہ ہوا تو ایک دن اس کا گلا گھونٹ دیا جس سے وہ مر گئی۔ ہر چند اس کے مصاحبوں نے اس حرکت سے اسے روکا لیکن اس نے ایک کی بھی نہ سنی اور اپنی خباثت کو عملی جامہ پہنانے سے باز نہ آیا۔

افسر پولیس سعد الدولہ گوہر آئین کو برکیاروق سے ناراضگی و منافرت پیدا ہو گئی تھی۔ یہ امیر کربوقا والئی موصل' جکرمس والئی جزیرۂ ابن عمر اور سرخاب میں والئی گنلسون وغیرہ سے ملا اور تمام کو برکیاروق کی مخالفت پر ابھار دیا۔ یہ تمام مع اپنی فوجوں کو سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوئے۔ سلطان محمد اس وقت قم میں مقیم تھا۔ سلطان محمد نے ان تمام کو خلعت دیئے۔ انعامات اور صلے سے نوازا۔ سعد الدولہ گوہر آئین کو اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کی ہدایت کر کے دار الخلافت بغداد کی طرف واپس ہوا۔ سعد الدولہ گوہر آئین نے بغداد پہنچ کر خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھوانے کی بابت عرض کیا۔ خلیفہ نے منظور فرما لیا اور سلطان محمد کو غیاث الدنیا والدین کا خطاب مرحمت کیا۔ امیر کربوقا اور جکرمس وغیرہ سلطان محمد کے ہمراہ اصفہان کی جانب روانہ ہو گئے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مجد الملک الباسلانی کا انجام

ابو الفضل سعد الباسلانی (البارسلان) ملقب بہ مجد الملک سلطان برکیاروق کی ناک کا بال بنا ہوا تھا۔ تمام کاروبار سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ اس کا ایسا اثر تھا کہ اس کے سامنے کسی کی بھی دال نہیں گلتی تھی۔ جب امراء برکیاروق' فرقہ باطنیہ کی سازشوں کے شکار ہونے لگے اور پے در پے قتل ہو گئے تو امراء برکیاروق کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ہو نہ ہو' مجد الملک الباسلانی کا یہ کام ہے۔ چنانچہ امیر برشق کے مارے جانے پر اس کے بیٹوں زنگی اور اقبوری کو بھی خیال پیدا ہوا ان لوگوں نے اپنے والد کے قتل کا الزام مجد الملک کے سر تھوپا اور برکیاروق سے

[1] اصل کتاب میں اس جگہ پر کچھ نہیں لکھا ہے میں نے ربط مضمون کے خیال سے عبارت ابن خلدون ہلالی تاریخ کامل سے لکھ دی ہے۔

الگ ہو گئے۔ سرداران لشکر کو مخالفت کا موقع مل گیا۔ ایک جلسہ میں یہ تمام اکٹھے ہوئے۔ امیر حیرہ الکابک اور طغابرک بن الیزن پیش پیش تھا ان لوگوں نے متفق ہو کر امیر برشق کے خون کا انتقام لینے کے لیے زور دیا اور اسی غرض سے اس کے بیٹوں کو بلا بھیجا۔ ہمدان کے نزدیک دوسری میٹنگ ہوئی۔ ساری فوج نے اس سے اتفاق کیا۔ تب ان لوگوں نے برکیاروق سے مجد الملک کی سپردگی کا مطالبہ کیا اور یہ پیام بھیجا کہ "اگر مجد الملک کو ہمارے حوالہ کر دیں گے تو ہم آپ کے تابعدار و خادم ہیں ورنہ ہم کو آپ علم حکومت کے خلاف تصور فرمائیے"۔ برکیاروق نے اس مطالبہ کو منظور نہ کیا مگر مجد الملک البارسلان نے یہ مشورہ دیا کہ "بہ لحاظ مصلحت وقت آپ ان کے جذبات اور خواہش کے مطابق مجھے موت کے گھاٹ اتار دیں سارے امراء سلطنت اور سرداران لشکر آپ کے مطیع ہو جائیں گے ورنہ اگر انہوں نے مجھے زبردستی گرفتار کر کے قتل کیا تو اس میں رعب سلطنت جاتا رہے گا"۔ سلطان برکیاروق اس پر راضی نہ ہوا۔ انتقام طلب کرنے والوں سے مجد الملک کے نہ مارنے کی قسم لے کر مجد الملک [1] کو ان کے حوالہ کر دیا۔ مجد الملک ان باغیوں کے سرداروں کے پاس پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ غلاموں نے اسے قتل کر ڈالا۔ شورش ختم ہو گئی۔ سر اتار کر موید الملک کے پاس روانہ کر دیا۔

برکیاروق کی اصفہان واپسی

امراء سلطنت اور سرداران لشکر اس واقعہ سے برکیاروق سے مزید زیادہ ناراض ہو گئے۔ کہلا بھیجا کہ آپ رے چلے جائیے۔ ہم لوگ آپ کے بھائی محمد سے نپٹ لیں گے۔ چنانچہ برکیاروق باول ناخواستہ رے کی طرف واپس ہوا۔ ان لوگوں نے اس کی قیام گاہ کو لوٹ لیا اور اس کے بھائی محمد کے پاس چلے گئے۔ برکیاروق کوچ اور قیام کرتا ہوا اصفہان سے رشتاق روانہ ہو گیا۔

بغداد میں برکیاروق کا خطبہ

برکیاروق اور اس کا امیر لشکر نیال بن انوشتکین اپنی فوج کے ساتھ خوزستان کی جانب روانہ ہوا۔ خوزستان سے واسط کا راستہ اختیار کیا۔ صدقہ بن مزید والئی حلہ آملا۔ اس کے بعد ان تمام نے دار الخلافت بغداد کا رخ کیا۔ اس وقت بغداد میں سعد الدولہ گوہر آئین افسر پولیس موجود تھا اور سلطان محمد کے علم حکومت کا فرمانبردار تھا۔ برکیاروق کی آمد کی اطلاع سن کر بغداد چھوڑ دیا۔ ایلغازی بن ارتق وغیرہ امراء بھی اس کے ساتھ بغداد سے نکل آئے۔ برکیاروق ۱۵ صفر ۴۹۳ھ میں بغداد پہنچا اور اپنے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھوایا۔

برکیاروق کا استقبال

سعد الدولہ نے سلطان محمد اور موید الملک کو اس واقعہ سے آگاہ کیا اور برکیاروق کے مقابلہ پر لشکر بھیجنے کے لیے ابھارا' سلطان محمد اور اس کے وزیر موید الملک نے امیر کربوقا والئی موصل اور جکرمس والئی جزیرہ ابن عمر کو برکیاروق کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ جکرمس نے سعد الدولہ سے یہ ظاہر کیا کہ میرے مقبوضہ شہروں میں بے حد ابتری پھیلی ہوئی ہے لہٰذا مجھے آپ واپسی کی اجازت دیجئے۔ سعد الدولہ یہ سن کر ہکا بکا ہو گیا اور باول ناخواستہ اجازت دے دی' سعد الدولہ اور اس کے حاشیہ نشینوں کو سلطان محمد کی امداد سے ناامیدی ہو گئی۔ برکیاروق کی خدمت میں اطاعت و فرمانبرداری کا پیام بھیجا۔ چنانچہ برکیاروق بغداد سے نکل کر ان لوگوں کے پاس آیا۔ ان لوگوں نے انتہائی جوش سے استقبال کیا۔ برکیاروق خندہ پیشانی سے ملا اور خوشی و مسرت سے بغداد کی طرف ان لوگوں کے ساتھ واپس گیا۔

اس کے بعد عمید الدولہ بن جہیر (خلیفہ کا وزیر تھا) کو گرفتار کر لیا اور اس سے دیار بکر اور موصل کے ان محاصل کا مطالبہ کیا جو اس نے اور اس کے باپ نے دیار بکر اور موصل کی گورنری کے زمانہ میں حاصل کیے تھے۔ بحث مباحثہ کے بعد ایک لاکھ ساٹھ ہزار دینار پر معاملہ طے ہو گیا۔ دربار خلافت کا عہدہ وزارت اعز ابو المحاسن عبد الجلیل بن محمد دہستانی کو عنایت کیا اور خلیفہ نے برکیاروق کو خلعت سے سرفراز کیا۔

[1] مجد الملک بے حد نیک مزاج' صوم و صلوٰۃ کا پابند' تہجد پڑھنے کا عادی اور سخی تھا۔ علویوں کے ساتھ بہت اچھے سلوک کرتا اور خوش اخلاقی سے پیش آتا۔ خونریزی سے اس کو نفرت تھی۔ شیعیت مزاج میں تھی لیکن بایں ہمہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی عزت کرتا تھا اور ان سے تبرا کرنے والے کو ملعون کہتا تھا۔ (دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۷)

بغداد میں سلطان محمد کا خطبہ

اپنے بھائی محمد سے جنگ کرنے کے لیے برکیاروق دارالخلافت بغداد سے روانہ ہوا۔ شہرزور ہو کر گزرا۔ تین دن شہرزور میں قیام پذیر رہا۔ ترکمانوں کا بہت بڑا لشکر جمع ہو گیا۔ رئیس ہمدان نے ہمدان حوالہ کر دینے کی درخواست پیش کی۔ برکیاروق نے اس درخواست پر کوئی توجہ نہ دی اور محمد سے جنگ کرنے کے لیے چل کھڑا ہوا۔ ہمدان سے چند کوس کے فاصلہ پر آمنا سامنا ہوا۔ برکیاروق کے میمنہ پر سعدالدولہ گوہر آئین' عزالدولہ بن صدقہ بن مزید اور سرخاب بن مدر وغیرہ نامی گرامی امراء تھے۔ میسرہ میں امیر کربوقا تھا۔ محمد کے میمنہ کا سردار امیر اضر اور اس کا بیٹا ایاز تھا۔ اس کے میسرہ میں موید الملک فوج لیے ہوئے تھا۔ قلب لشکر میں خود محمد تھا۔ کوتوال اصفہان امیر سرخواس کی رکاب میں تھا' برکیاروق کے میمنہ نے جس کا سردار سعدالدولہ گوہر آئین تھا۔ موید الملک اور لشکر نظامیہ پر حملہ کیا۔ موید الملک کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ فتح مند گروہ لڑتا ہوا مفروروں کے خیموں تک پہنچ گیا اور اسے لوٹ لیا۔ اسی دوران محمد کے میمنہ نے برکیاروق کے میسرہ پر حملہ کر دیا۔ برکیاروق کے میسرہ کو شکست ہوئی۔ محمد نے یہ صورت حال دیکھ کر برکیاروق پر حملہ کر دیا۔ برکیاروق کی فوج بے قابو ہو کر بھاگ نکلی۔ انتہائی ثابت قدمی سے اپنی جگہ پر کھڑا ہوا لڑائی کا تماشا دیکھتا رہا۔ سعدالدولہ گوہر آئین مفرور گروہ کے تعاقب اور ان کی گرفتاری سے واپس آ رہا تھا۔ اتفاق یہ کہ گھوڑا پھسل کر گر پڑا۔ ایک خراسانی سپاہی نے پہنچ کر سعدالدولہ کا سر اتار لیا۔ اعز ابو المحاسن یوسف (برکیاروق کا وزیر) گرفتار ہو کر موید الملک کے سامنے پیش کیا گیا۔ موید الملک انتہائی عزت و احترام سے پیش آیا۔ اس کے قیام کے لیے خیمہ لگوایا۔

جنگ کے اختتام کے بعد موید الملک نے اعز ابو المحاسن یوسف کو دارالخلافت بغداد میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھنے کا زور دینے کے لیے روانہ کیا۔ اعز ابو المحاسن یوسف نے بغداد پہنچ کر حسب ہدایت موید الملک عمل درآمد کیا۔ چنانچہ ۱۵ رجب سنہ مذکور کو جامع بغداد میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

سعدالدولہ گوہر آئین

سعدالدولہ گوہر آئین کے ابتدائی حالات میں سعد الدولہ ملک ابو کالیجار بن سلطان الدولہ بن بویہ کا خادم تھا۔ ابو کالیجار نے اسے اپنے بیٹے ابو نصر کی خدمت میں بھیج دیا تھا جب ابو نصر کو طغرل بک نے گرفتار کر لیا تو سعدالدولہ اس کے ہمراہ قلعہ طبرک میں چلا گیا۔ ابو نصر کے انتقال کے بعد سلطان الپ ارسلان کی خدمت میں رہنے لگا۔ کفایت شعار اور منتظم تھا۔ سلطان الپ ارسلان نے اسے واسط کی حکومت دی دارالخلافت بغداد کا پولیس افسر نامزد کیا۔ سلطان الپ ارسلان کے قتل کے بعد اس کے بیٹے سلطان ملک شاہ نے سعدالدولہ کو سفیر بنا کر دارالخلافت بغداد روانہ کیا۔ سعدالدولہ نے بڑی خوبی سے اس خدمت کو انجام دیا۔ دارالخلافت سے خلعت ملا اور دارالخلافت بغداد کے نظم و نسق کی خدمت مرحمت ہوئی۔ قدرت کی طرف سے جو عزت سعدالدولہ کو حاصل ہوئی تھی کسی خادم کو نصیب نہیں ہوئی۔ اراکین سلطنت اسی کے قبضہ میں تھے۔ سرداران لشکر اس کی اطاعت کو اپنی خوش نصیبی سمجھتے تھے۔ المختصر اپنی زندگی کے دن پورے کر کے اس معرکہ میں مارا گیا۔ اس کی جگہ ایلغازی بن ارتق پولیس افسر بغداد کے عہدہ پر فائز ہوا۔

ابو القاسم کی موت

اپنے بھائی محمد سے شکست کھا کر برکیاروق نے گنتی کے چند جاں نثاروں کے ساتھ رے جا کر دم لیا اس کے خیر خواہوں کو اس واقعہ کی خبر ہوئی۔ چاروں طرف سے آ آ کر اس کی خدمت میں جمع ہو گئے۔ برکیاروق نے ان تمام کو مسلح کر کے خراسان کی طرف کوچ کیا۔ اسفرائین پہنچا امیر داؤد حبشی بن التونتاق کو دامغان سے بلا بھیجا۔ طبرستان' جرجان اور خراسان کا زیادہ حصہ اسی کے قبضہ حکومت میں تھا۔ امیر داؤد نے کہلا بھیجا کہ "جب تک میں حاضر نہ ہوں اس وقت تک آپ نیشاپور جا کر قیام فرمائیں" برکیاروق نے اسفرائین سے کوچ کیا اور نیشاپور پہنچا۔ ابو محمد اور ابو القاسم بن امام الحرمین امیر نیشاپور کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ چند یوم کے بعد ابو القاسم کو جیل میں زہر دے دیا گیا جس سے یہ راہی ملک عدم سدھار گئے۔

برکیاروق کی پریشانی

سنجر نے اس کے بعد امیر داؤد حبشی پر چڑھائی کی۔ امیر داؤد نے برکیاروق کو اس سے آگاہ کر دیا اور اپنی امداد کی درخواست کی۔ برکیاروق فوجوں کو جمع کر کے روانہ ہوا۔ بوشنج کے باہر ایک میدان میں دونوں حریف صف آرا ہوئے، سنجر کے میمنہ پر امیر برغش، میسرہ پر امیر کوکر اور قلب لشکر میں امیر رستم تھا۔ برکیاروق نے رستم پر حملہ کیا اور اسے مار ڈالا۔ قلب لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ برکیاروق نے سنجر کی والدہ کو گرفتار کر لیا۔ برکیاروق کے ساتھی لوٹ مار اور مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ امیر برغش اور امیر کوکر نے اس امر کا احساس کر کے برکیاروق پر حملہ کر دیا۔ جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ برکیاروق کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی جنگ کے دوران امیر داؤد حبشی گرفتار ہو گیا۔ اسے امیر برغش کے سامنے پیش کیا گیا۔ امیر برغش نے گردن اڑا دی۔ برکیاروق بھاگ کر جرجان پہنچا۔ پھر جرجان سے دامغان چلا گیا۔ جب دامغان میں بھی اس کے پریشان دل کو سکون نہ ملا تو دامغان کے دیہاتوں میں چلا گیا اور وہیں سے اہل اصفہان کو طلبی کے خطوط لکھے۔ امراء کی ایک جماعت یہ خبر سن کر حاضر ہو گئی جن میں جاولی سقاوہ بھی تھا۔ اصفہان کی جانب پیش قدمی کی مگر اس کے پہنچنے سے قبل محمد اصفہان میں داخل ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے برکیاروق عسکر مکرم کی جانب واپس ہو گیا۔

برکیاروق کی کامیابی

برکیاروق کو جس وقت سنجر سے ۴۹۳ھ میں شکست ہوئی اور وہ شکست کھا کر اصفہان کی جانب گیا۔ محمد اس کی روانگی سے آگاہ ہو کر اصفہان میں پہلے سے داخل ہو گیا تھا۔ مجبوری کے عالم میں خراسان کی طرف لوٹ پڑا اور عسکر مکرم پہنچ کر قیام پذیر ہو گیا۔ ۴۹۴ھ میں امیر زنگی و امیرا لبکی پسران برسق، برکیاروق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمدان کی طرف روانہ ہوئے۔ اسی دوران امیر اضر مر گیا تھا۔ امیر ایاز کو یہ شبہ پیدا ہوا کہ موید الملک کی سازش سے امیر اضر کے وزیر نے امیر اضر کو زہر دیا ہے۔ امیر ایاز اور امیر اضر میں کمال اتحاد تھا۔ ایک دن موقع پر کر امیر ایاز نے امیر اضر کے وزیر کو قتل کر ڈالا اور انتقام کے خوف سے پانچ ہزار فوج کے ساتھ برکیاروق کی خدمت میں بھاگ آیا۔ چند دن بعد سرخاب بن کیخسرو والئی آدہ بھی محمد سے متنفر ہو کر برکیاروق کے پاس چلا آیا۔ اس طرح رفتہ رفتہ پچاس ہزار سوار برکیاروق کی حکومت کے مطیع ہو گئے۔ محمد نے پندرہ ہزار فوج سے برکیاروق پر تیسری جمادی الاخری ۴۹۴ھ میں حملہ کیا۔ دونوں بھائیوں میں زبردست لڑائی ہوئی۔ جنگ کے دوران محمد کے اکثر امراء محمد کا ساتھ چھوڑ کر برکیاروق کی خدمت میں یکے بعد دیگرے اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ چلے آئے جس کی وجہ سے محمد کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

موید الملک کا انجام

موید الملک گرفتار ہو گیا۔ اسے برکیاروق کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ برکیاروق نے اسے سخت اور نازیبا کلمات سے مخاطب کیا اور اپنے ہاتھ سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ موید الملک بداخلاق، حیلہ باز، چال باز امراء و اراکین سلطنت کے ساتھ کج ادا، بدعہد، بخیل اور انتہائی درجہ کا چنا پرزہ شخص تھا۔ فتح یابی کے بعد اعز ابو المحاسن وزیر برکیاروق نے ابو ابراہیم استر آبادی کو موید الملک کا مقبوضہ مال و اسباب اور خزانہ ضبط کرنے کی غرض سے دار الخلافت بغداد روانہ کیا۔ چنانچہ موید الملک کا جو مال و اسباب ہاتھ آیا وہ گمان سے زیادہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ دار الخلافت بغداد کے علاوہ عجم کے شہروں میں جو خزانہ موید الملک کا تھا اس میں یاقوت کا ایک نگینہ بھی تھا جس کا وزن چالیس مثقال تھا۔ اس کے قتل کیے جانے کے بعد محمد نے خطیب الملک ابو المنصور محمد بن حسین کو عہدہ وزارت سے نوازا۔

برکیاروق اس مہم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد رے چلا گیا۔ امیر کربوقا والئی موصل اور دبیس بن صدقہ (ان دنوں صدقہ والئی حلہ تھا) وفد ہو کر مبارک باد دینے کے لیے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ محمد شکست اٹھا کر جرجان پہنچا۔ اپنے بھائی سنجر سے امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ سنجر نے محمد کی خواہش کے مطابق مال و اسباب اور آلات جنگ بھیج دیئے اور اپنے بھائی کی داد رسی کے خیال سے خراسان سے روانہ ہو کر جرجان پہنچا۔ پھر دونوں متفق ہو کر دامغان پر چڑھ دوڑے اور اسے برباد کر کے رے جا کر مقیم ہوئے۔ نظامیہ افواج یہ خبر سن کر جمع ہو گئی۔ رفتہ رفتہ جمعیت میں اضافہ ہو گیا۔

اسمٰعیل کی سرکوبی

فتح حاصل کرنے کے بعد برکیاروق نے رسد کی کمی کی وجہ سے اپنی فوج کو منتشر کر دیا تھا۔ دبیس بن صدقہ اپنے والد کے پاس حلہ چلا گیا تھا۔ آذربائیجان میں داؤد بن اسمٰعیل بن یاقوتی نے بغاوت کی تھی' اس کی گوشمالی کے لیے قوام الدولہ امیر کربوقا دس ہزار فوج کے ساتھ آذربائیجان بھیج دیا گیا تھا' امیر ایاز اجازت حاصل کر کے ہمدان چلا آیا تھا اور عید الفطر کے بعد واپس آنے کا وعدہ کر آیا تھا غرض اس طرح فوج کا بڑا حصہ منتشر ہو گیا تھا۔ برکیاروق کی رکاب میں تھوڑی سی فوج باقی رہ گئی تھی' جب اسے محمد اور سنجر کے اتفاق کی خبر ملی اور ان کی فوجوں کی کثرت سے آگاہ ہو کر بے انتہا پریشان ہوا۔ جب کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی تو ہمدان کی جانب روانہ ہوا تاکہ امیر ایاز سے مل کر اپنی منتشر قوت کو سنبھالے۔ راستے میں یہ بری خبر سنی کہ امیر ایاز نے نامہ و پیام کر کے محمد کی اطاعت قبول کر لی ہے پھر کیا تھا ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور پاؤں تلے سے زمین سرک گئی۔ خوزستان کی طرف لوٹ پڑا کوچ و قیام کرتا ہوا تستر پہنچا۔ امیر ابن برسق کو طلبی کا خط لکھا چونکہ امیر ابن برسق ایاز کے ساتھیوں سے تھا' برکیاروق کی طلبی پر حاضر نہیں ہوا۔ برکیاروق پریشان حال عراق کی طرف روانہ ہوا اور حلوان پہنچا۔ یہاں امیر ایاز نے حاضری کا شرف حاصل کیا۔

ہمدان پر چڑھائی

محمد سے اپنی اطاعت کے بارے میں امیر ایاز نے خط و کتابت کی تھی مگر محمد نے اسے منظور نہ کیا اور اپنی فوجیں ہمدان کو فتح کرنے کے لیے بھیج دیں۔ امیر ایاز نے گھبرا کر ہمدان چھوڑ دیا۔ محمد کے لشکریوں نے ہمدان پر قبضہ کر لیا' جو مال و اسباب امیر ایاز چھوڑ گیا تھا ان پر قبضہ کر لیا۔ امیر ایاز نے مصاحبوں اور خیر خواہوں سے تاوان جنگ وصول کیا۔ ہمدان کے رئیس سے ایک لاکھ دینار کا مطالبہ کیا۔

مال کی تنگی

برکیاروق اور امیر ایاز کوچ و قیام کرتے ہوئے ۱۵ ذی قعدہ ۴۹۴ھ کو دار الخلافت بغداد میں داخل ہوئے۔ چونکہ تنگ دستی میں مبتلا ہو گئے تھے اس لیے خلیفہ سے خرچ کے لیے روپیہ طلب کیا۔ خلیفہ نے بڑی مشکل سے صرف پچاس ہزار دینار سے مدد کی۔ مگر اس رقم سے برکیاروق کا کام نہ چلا۔ اس کے ساتھیوں نے عوام الناس کے مال پر ہاتھ بڑھایا۔ جو کچھ اور جہاں پایا لوٹ لیا۔ ابو محمد عبداللہ بن منصور معروف بہ ابن صلیحہ قاضی جبلہ سواحل شام سے فرانسیسی عیسائیوں کے مقابلے سے شکست کھا کر دار الخلافت بغداد بھاگ آیا تھا۔ اس کے پاس بہت سا مال اور زر نقد بھی تھا۔ برکیاروق کو اس کی اطلاع ملی تو برکیاروق نے اس سے زبردستی مال چھین لیا۔

برکیاروق کی مخالفت

برکیاروق نے اس کے بعد اپنے وزیر اعز ابو المحاسن کو امیر صدقہ بن منصور بن دبیس بن مزید والئی حلہ کے پاس بھیجا اور یہ مطالبہ کیا کہ خراج سے دس لاکھ دینار تمہارے ذمہ باقی ہیں انہیں ادا کرو ورنہ تم سے زبردستی وصول کئے جائیں گے اور ملک بھی تم سے لے لیا جائے گا۔ امیر صدقہ یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا' برکیاروق کی اطاعت سے انحراف کر کے سلطان محمد کی حکومت کا مطیع ہو کر اس کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ برکیاروق کو اس کی خبر ہوئی' طلبی کا خط لکھا اس سے اعراض کرنے کا وعدہ کیا۔ امیر ایاز نے تمام مطالبات کی ذمہ داری لی مگر امیر صدقہ نے ایک بھی نہ سنی۔ اسی بات پر اصرار کرتا رہا کہ وزیر السلطنت اعز ابو المحاسن کو میرے حوالہ کر دیا جائے قصہ مختصر امیر صدقہ برکیاروق کی مخالفت پر قائم رہا اور اس کے عامل کو کوفہ سے نکال کر کوفہ کو اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا۔

برکیاروق کی بیماری

سنجر اور سلطان محمد نے ہمدان پر قبضہ کرنے کے بعد برکیاروق کے تعاقب کی غرض سے حلوان کی جانب کوچ کیا۔ حلوان میں ایلغازی بن ارتق اپنی فوج کے ساتھ حاضر ہوا اور اپنی خدمات سلطان محمد کے دربار میں پیش کیں۔ اس سے محمد کی فوج کی تعداد بڑھ گئی بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ برکیاروق اس وقت بستر مرض پر پڑا ہوا تھا۔ محمد کی آمد کی اطلاع سن کر برکیاروق اور اس کے ساتھی گھبرا گئے۔ بادل ناخواستہ بغداد کو خیر باد کہہ کر غربی جانب سے عبور کر گئے۔ سلطان محمد آخر ۴۹۴ھ میں بغداد میں داخل ہوا۔ دریائے دجلہ دونوں حریفوں کے بیچ بچاؤ کر رہا تھا۔

ایک کنارے پر سلطان محمد کی فوج تھی اور دوسرے کنارے پر اس کے مقابلے میں برکیاروق کالاؤ لشکر تھا۔ ایک نے دوسرے پر تیر باری کی۔ باہم سخت کلامی اور گالی گلوچ ہوئی۔ محمد کے فوجی' برکیاروق کے لشکریوں کو باطنی باطنی کہہ کر پکارتے تھے۔ سوائے تو تو میں' میں کے اور کوئی نتیجہ ظاہر نہ ہوا۔ برکیاروق نے واسط کی جانب کوچ کیا۔ اس کے لشکر نے لوٹ مار شروع کر دی۔ راستہ میں جو شہر قصبہ یا گاؤں ملا اسے ویران کر ڈالا۔ سلطان محمد نے دار الخلافت بغداد میں داخل ہو کر قصر سلطنت میں قیام کیا۔ خلیفہ مستظہر باللہ کا مبارکباد نامہ موصول ہوا اس کے نام کو خطبہ میں پڑھے جانے کا حکم دیا۔ سنجر گوہر آئین پولیس افسر بغداد کے مکان میں ٹھہرا۔ امیر صدقہ والئی حلہ مبارکباد دینے کے لئے محرم ۴۹۵ھ میں دربار شاہی میں حاضر ہوا۔

فرقہ باطنیہ

فرقہ باطنیہ کا ظہور (بہ زمانہ حکومت سلطان ملک شاہ سلجوقی) عراق' فارس اور خراسان میں ہوا۔ یہ فرقہ کوئی نیا فرقہ نہ تھا' بلکہ یہ فرقہ دراصل فرقہ قرامطہ میں سے تھے۔ فرقہ باطنیہ اور قرامطہ کا طریق عمل اور اعتقادات متحد ہیں۔ مگر اس دور میں فرقہ باطنیہ' اسماعیلیہ' ملاحدہ اور فدادیہ کے ناموں سے موسوم ہیں۔ ناموں کی تبدیلی کسی نہ کسی سبب اور وجہ سے ہے۔ ہر ایک کی وجہ تسمیہ جداگانہ ہے۔ باطنیہ سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اپنے اعتقادات اور اپنی دعوت کو دوسروں سے مخفی اور پوشیدہ رکھتے تھے۔ اسماعیلیہ اس سبب سے کہتے ہیں کہ یہ فرقہ اسماعیل امام بن امام جعفر صادق کا متبع تھا' ملاحدہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا کوئی عقیدہ انکار دین سے خالی نہیں ہے۔ فدادیہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس کے قتل پر یہ مسلط اور مامور کئے جاتے تھے اس کے قتل میں یہ اپنے جان و مال کی پرواہ نہ کرتے تھے اور اپنے کو شیخ کے حکم پر فدا کرتے تھے اور چونکہ ان کی دعوت اور ان کے مذہب کا آغاز قرامطہ سے ہوا تھا اس لیے اس کی جانب منسوب ہو کر قرامطہ کے نام سے موسوم کئے جاتے تھے۔

فرقہ باطنیہ کی گوشمالی

تیسری صدی ہجری میں اور اس کے بعد اس مذہب کی بنیاد بحرین میں پڑی اس کے بعد مشرق میں سلطان ملک شاہ کی حکومت کے زمانہ میں اس مذہب کا پھیلاؤ ہوا۔ سب سے پہلے اس مذہب والوں کا ظہور اصفہان ہوا۔ برکیاروق اپنے بھائی محمود اور اس کی ماں خاتون جلالیہ کا اصفہان میں محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ آپس کے جھگڑوں نے اس فرقہ کے خاتمہ کی جانب کسی کو متوجہ نہ ہونے دیا۔ برکیاروق محاصرہ چھوڑ کر واپس ہوا تھا کہ اس فرقہ نے پر پرزے نکالے۔ باشندگان اصفہان مذہبی پیشواؤں' قضاۃ اور فقہاء کے اشارہ و حکم سے اس فرقہ پر ٹوٹ پڑے۔ چاروں طرف سے مار دھاڑ شروع کر دی۔ گرفتار کر کے زندہ آگ میں ڈال دیا۔ بہت سے مارے گئے' باقی ماندگان منتشر ہو گئے اور عجم کے شہروں کے اکثر قلعوں پر قبضہ کر لیا جیسا کہ آپ نے ابھی ان کے حالات کے ضمن میں پڑھا ہے۔

نیران شاہ کا قتل

نیران شاہ بن بدران شاہ بن قاروت بک والئی کرمان نے ابوزرعہ کاتب (جو کہ خوزستان کا رہنے والا تھا) کے ابھارنے سے مذہب باطنیہ اختیار کیا۔ ابوزرعہ کے پاس ایک حنفی فقیہ احمد بن حسین نامی رہتا تھا۔ اکثر باشندگان کرمان اس کے معتقد تھے ابوزرعہ نے اس فقیہ کو قتل کر ڈالا۔ نیران شاہ کا سالار لشکر جو کوتوال شہر تھا اس واقعہ سے متنفر اور ناراض ہو کر سلطان محمد اور وزیر السلطنت موید الملک کی خدمت میں چلا گیا۔ سالار لشکر کے جانے کے بعد فوج نے نیران شاہ کے خلاف ہنگامہ کر دیا۔ خزانہ لوٹ لیا اور اسے شہر سے بیک بینی و دوگوش باہر نکال دیا۔ پریشان حالت میں گرتا پڑتا قلعہ سمدم (سیرم) پہنچا اور والئی قلعہ محمد بہستون سے اجازت حاصل کر کے قیام پذیر ہوا۔ ارسلان شاہ[1] نے یہ خبر پا کر ایک فوج قلعہ سمدم کے محاصرہ پر بھیج دی۔ محمد بہستون گھبرا گیا' اسی وقت نیران شاہ کو نکال باہر کیا۔ سپہ سالار لشکر نے اسے اور ابوزرعہ کاتب کو گرفتار کر کے ارسلان شاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ ارسلان شاہ نے دونوں کو قتل کر کے بلاد کرمان پر قبضہ حاصل کر لیا۔

---

[1] کرمان کی فوج نے نیران شاہ کے بعد ارسلان شاہ بن کرمان شاہ بن قاروت شاہ بک کو کرسی امارت پر متمکن کیا تھا۔ یہ نیران شاہ کا چچا زاد بھائی تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۹

فرقہ باطنیہ پر زوال

برکیاروق چونکہ اکثر انہی باطنیوں کو ان لوگوں پر مقرر کیا کرتا تھا جن کا قتل کرنا اسے مقصود ہوتا تھا (امیر انز افسر پولیس اصفہان اور ارغش وغیرہ اسی کے اشارہ سے باطنیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے) اس وجہ سے برکیاروق کے خیر خواہان حکومت باطنیوں کے حملوں سے محفوظ رہے۔ مگر برکیاروق کے لشکر میں فرقہ باطنیہ کا عمل دخل ہو گیا۔ بہت سے فوجیوں نے اس مذہب کو اختیار کر لیا۔ کثرت کی وجہ سے جسے چاہتے تھے قتل کی دھمکی دیتے تھے۔ سرداران لشکر بھی خوفزدہ ہو گئے۔ اس وجہ سے لوگوں نے برکیاروق پر باطنی مذہب کی جانب مائل ہونے کا الزام لگایا۔ حالانکہ برکیاروق فرقہ باطنیہ سے اپنے دشمنوں کے مقابلہ پر کام لیتا تھا۔ چنانچہ اراکین سلطنت اور سرداران لشکر جمع ہو کر برکیاروق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معاملات حاضرہ کو پیش کر کے فرقہ باطنیہ کے قتل کا مشورہ دیا۔ برکیاروق نے ان کے مشوروں کو بغور سنا اور اس سے اتفاق کیا اور فرقہ باطنیہ کے قتل عام کا حکم دے دیا۔ چاروں طرف سے اس فرقہ پر لوگ چڑھ دوڑے۔ جہاں پر جو شخص فرقہ باطنیہ کا ملا قتل کر ڈالا۔ ابو ابراہیم استر آبادی پر (جسے وزیر السلطنت اعز ابوالمحاسن نے مؤید الملک کے مال و اسباب ضبط کرنے کے لیے دار الخلافت بغداد بھیجا تھا) بھی اسی مذہب کے ماننے کا الزام تھا۔ برکیاروق نے اس کے قتل کا حکم بغداد بھیج دیا۔ شاہی فوج میں سے امیر محمد بن دشمنزیار بن علاء الدولہ بن کاکویہ اسی الزام میں مار ڈالا گیا۔ یہ شہریزد کا والی تھا۔ چغلی لگانے والوں نے الہراسی مدرس جامعہ نظامیہ پر بھی یہی الزام لگایا۔ سلطان محمد نے گرفتار کر لینے کا حکم صادر کیا۔ خلیفہ مستظہر نے اس کی برات، تقدس اور بلند مرتبہ کی گواہی دی تب کہیں غریب الہراسی کی جان بچی، رہا کیا گیا۔ قصہ مختصر اس فرقہ باطنیہ کا خراب مادہ عام لوگوں میں سے نکال کر پھینک دیا گیا لیکن جن قلعوں کے وہ مالک ہو گئے وہاں پر اسی طریقہ سے ان کے مذہب کا کام جاری رہا یہاں تک کہ ان کی حکومت کا سلسلہ ختم ہوا جیسا کہ ان کے حالات کے ضمن میں بیان کیا جا چکا ہے۔

برکیاروق کی روک تھام

جب برکیاروق نے بغداد سے واسط کی طرف کوچ کیا، سلطان محمد بغداد میں داخل ہوا۔ ۱۵ محرم ۴۹۵ھ تک قیام پذیر رہا پھر وہاں سے مع سنجر کے روانہ ہوا۔ محمد نے ہمدان کی راہ اختیار کی اور سنجر نے خراسان کی جانب روانگی کی۔

محمد اور سنجر کی روانگی کے بعد خلیفہ مستظہر تک یہ خبر پہنچائی گئی کہ برکیاروق، بغداد کے ارادے سے روانہ ہوا چاہتا تھا۔ اس خبر کے علاوہ برکیاروق کی جانب سے ان نازیبا کلمات اور ان کاموں کی بھی اطلاع دی گئی جو اس نے خلیفہ کے خادموں کی نسبت کیے تھے۔ خلیفہ نے سلطان محمد کو ہمدان طلب کر کے ارشاد فرمایا "میں تمہارے ساتھ برکیاروق سے لڑنے کے لیے چلوں گا" سلطان محمد نے عرض کی "خلیفہ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس سے جنگ کرنے کے لیے میں تنہا کافی ہوں" خلیفہ اس جواب سے بے حد خوش ہوا اور ارادہ ترک کر دیا۔ سلطان محمد، ابوالمعالی مفضل بن عبدالرزاق کو بغداد کی کوتوالی پر متعین کر کے برکیاروق کی مدافعت کے لیے روانگی اختیار کی۔

بغداد سے روانہ ہو کر برکیاروق واسط پہنچا۔ رؤسا شہر اس کی فوج کی بدکرداری سے خوفزدہ ہو کر زبیدیہ کی جانب بھاگ گئے۔ برکیاروق نے واسط میں قیام کر دیا۔ جب اس کی بیماری میں ذرا کمی محسوس ہوئی اور تھوڑا سا افاقہ ہوا تو دریا کو طرف غرب سے جانب شرق کی جانب عبور کرنے کا ارادہ کیا مگر وہاں نہ تو کوئی کشتی تھی نہ اور کوئی دریا عبور کرنے کا سامان تھا۔ عوام الناس جان و آبرو کے ڈر سے اپنے اپنے گھروں میں دروازے بند کیے ہوئے بیٹھے تھے۔ کاروبار تمام بند تھا۔ کوئی شخص کسی ضرورت سے باہر نہیں نکلتا تھا۔ قاضی ابو علی فاروقی شاہی لشکر میں آیا۔ امیر ایاز اور وزیر السلطنت سے ملاقات کی۔ اہل شہر کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا سلوک کرنے کی درخواست کی اور اس بات کی بھی خواہش کی کہ اہل شہر کی حفاظت کی غرض سے پولیس اور کوتوال متعین کیا جائے۔ امیر ایاز اور وزیر السلطنت نے اس درخواست کو منظور کیا اور باشندگان شہر کی حفاظت پر پہرہ بٹھا دیا۔ چوکیاں قائم کر دیں۔ اس کے بعد ان دونوں نے قاضی سے مزدور اور کشتی مہیا کرنے کا مطالبہ کیا قاضی نے بہت سے مزدور لا کر موجود کر دیے جن کی مدد سے وہ اپنی سواری کے جانوروں کے ساتھ دریا عبور کر کے کنارہ شرقی پر پہنچ گئے۔ فوجیوں نے شہر کو ویران کرنا شروع کیا جس نے جو چیز پائی لوٹ لی۔ غارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔ قاضی، امیر ایاز اور وزیر السلطنت کے پاس گیا اور ان سے رحم و معافی کی درخواست کی۔ لشکریوں کی زیادتی اور ظلم کی داستان سنائی۔ امیر ایاز نے فوج کو قتل و غارت سے روک دیا۔

امان کی درخواست

اس کے بعد لشکر واسط نے اطاعت قبول کی اور امان کی درخواست کی' برکیاروق نے اسے امان عنایت فرمائی اور مع اس لشکر کے بلاد بنو برسق (اہواز) کی جانب روانہ ہوا۔ ابھی اہواز نہیں پہنچنے پایا تھا کہ اسے بغداد سے محمد کی روانگی کی خبر ملی۔ اہواز کا خیال چھوڑ کر اس کے تعاقب میں نہاوند کی طرف روانہ ہوا۔ دونوں بھائیوں کا مقابلہ ہو گیا۔ دونوں نے صف آرائی کی مگر شدت سرما کی وجہ سے معرکہ آراء نہ ہو سکے' اپنے اپنے کیمپ میں واپس چلے آئے۔ دوسرے دن پھر صف آراء ہوئے' دونوں حریفوں کے جنگ آور صف لشکر سے نکل کر میدان میں آتے تھے' مصافحہ کرتے تھے' باتیں کرتے تھے اور واپس چلے جاتے تھے۔ سرداران لشکر کی یہ صورت حال دیکھ کر آپس میں بات چیت کا آغاز کیا۔

سلطان محمد کی فوج سے امیر بکراج' امیر ایاز اور وزیر السلطنت اعزا ابوالمحاسن کے پاس آیا مصالحت کی گفتگو کی۔ چنانچہ دونوں فریقوں میں ان شرائط پر مصالحت ہو گئی۔

۱۔ یہ کہ برکیاروق' سلطان کے لقب سے ملقب کیا جائے اور محمد' ملک کے خطاب سے مخاطب ہو۔

۲۔ ملک محمد کے لیے تین ضرب سلامی دی جائے۔

۳۔ جیرہ مع مضافات' آذربائیجان' دیار بکر' جزیرہ اور موصل ملک محمد کے حوالے کیا جائے۔

۴۔ برکیاروق' محمد کو ان والیان شہر کے مقابلہ میں امداد دے جو محمد کی مخالفت کریں۔ صلح نامہ تحریر کیا گیا۔ دستخطوں سے مرتب ہوا۔ دونوں بھائیوں نے حلف اٹھایا اور اپنے اپنے مقبوضہ ممالک کی جانب واپس ہوئے۔ چنانچہ برکیاروق نے ساوہ کی راولی اور محمد استر آباد کی طرف واپس ہوا۔ یہ مصالحت ماہ ربیع الاول ۴۹۵ھ میں ہوئی۔

استر آباد میں محمد کے واپس آنے پر یہ افواہ پھیلی کہ جن امراء نے سر توڑ جدوجہد کر کے مصالحت کرائی ہے انہوں نے فریب اور دھوکہ دیا ہے۔ محمد کے کانوں تک یہ آواز پہنچی۔ استر آباد سے قزوین چلا آیا۔ رئیس قزوین کو بلایا اور اسے یہ سکھلایا کہ "تم اپنی جانب سے میری اور میرے امراء کی دعوت کرو۔ اس وقت مجھے موقع مل جائے گا۔ میں ان امراء سے دھوکے کا انتقام لوں گا" رئیس قزوین نے اس قرارداد کے مطابق محمد اور اس کے امراء کی دعوت کی۔ محمد مع اپنے امیروں کے دعوت میں آیا۔ رئیس قزوین نے محمد کے اشارہ سے امیر شمک اور تکین کو گرفتار کر لیا جو بڑے افسروں میں سے تھے اور مصالحت کرانے میں پیش پیش تھے۔ شمک کو اسی وقت موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور تکین کی آنکھوں میں تیل کی سلائیاں پھروا دیں۔

جنگ کی تیاری اور جنگ

اسی دوران امیر نیال بن انوشتکین حسامی برکیاروق سے الگ ہو کر (سلطان محمد کی خدمت میں چلا آیا) سلطان محمد کی قوت امیر نیال کے مل جانے سے بڑھ گئی۔ معاہدہ صلح کو پس پشت ڈال دیا۔ جنگ کرنے کے لیے سینہ سپر ہو کر میدان میں آگیا۔ برکیاروق بھی اس سے آگاہ ہو کر آ پہنچا۔ دونوں حریفوں نے رے کے نزدیک صف آرائی کی۔ سرخاب بن کیخسرو دیلمی والئ ساوہ نے برکیاروق کی جانب سے امیر نیال پر حملہ کیا۔ امیر نیال شکست کھا کر بھاگا تمام فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ محمد کی تمام فوج بے قابو ہو کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ بعضوں نے طبرستان میں جا کر دم لیا' بعض بھاگ کر قزوین پہنچ گئے۔ یہ چوتھی [1] جنگ جمادی الاولی ۴۹۵ھ میں صلح کے چار ماہ بعد ہوئی تھی۔

گنتی کے چند ساتھیوں کے ہمراہ محمد [2] اصفہان پہنچا۔ امیر نیال بھی اس کے ہمراہ تھا۔ اس وقت اصفہان کی عنان حکومت محمد کے قبضہ میں تھی۔ شہر پناہ [3] کی مرمت کرائی۔ شہر پناہ کے اردگرد گہری خندق کھدوائی۔ امراء لشکر کو شہر پناہ کی فصیلوں اور دروں پر مامور کیا اور جگہ بہ جگہ منجنیقیں نصب کیں۔ غرض ہر طرح سے اصفہان کو برکیاروق کے حملوں سے بچانے کے خیال سے مضبوط اور مستحکم کر لیا۔

۱۔ اس لڑائی میں محمد کی رکاب میں دس ہزار سوار تھے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۷

۲۔ گیارہ سوار ہمراہ تھے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۸

۳۔ اس شہر پناہ کو علاء الدین کاکویہ نے ۴۲۹ھ میں بنوایا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۸

اصفہان کا محاصرہ

پندرہ ہزار فوج کی جمعیت کے ساتھ برکیاروق نے اصفہان پر حملہ کیا۔ عرصہ دراز تک محاصرہ کئے رہا۔ طویل حصار کی وجہ سے اصفہان کا غلہ ختم ہو گیا۔ محمد کی مالی حالت ابتر ہو گئی۔ روسا شہر سے کئی مرتبہ جنگی اخراجات اور فوج کے لیے قرض لیا۔ مگر جب قرض ملنا بھی بند ہو گیا اور حصار کی وہی صورت حال رہی تو مجبوراً" اصفہان کو خیرباد کہہ کر رات کے وقت شہر سے مع امیر ینال کے نکل کھڑا ہوا۔ باقی امراء لشکر اور اراکین سلطنت کو اصفہان میں چھوڑ دیا۔ برکیاروق نے امیر ایاز کو ایک دستہ فوج کے ساتھ سلطان محمد کے تعاقب اور گرفتاری پر روانہ کیا۔ مگر محمد نکل گیا اور ہاتھ نہ آسکا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ امیر ایاز نے محمد کو گرفتار کر لیا تھا۔ محمد نے کہا "امیر ایاز تمہاری گردن میں میری بیعت کا طوق اب تک پڑا ہوا ہے۔ میں نے تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا۔ امیر ایاز یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ گرفتار نہ کیا۔ علم 'چتر اور تین اونٹ مال و اسباب سے لدے ہوئے لے کر واپس لوٹا۔

محمد نے جس وقت اصفہان چھوڑا۔ اطراف و جوانب کے فسادیوں اور لٹیروں نے شہر پر چڑھائی کر دی۔ ایک لاکھ کے قریب جمع ہو گئے۔ سیڑھیاں اور کمندیں لے کر دوڑ پڑے۔ خندق کو خس و خاشاک سے پر کر کے شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ گئے۔ اہل شہر نے ان کا مقابلہ کیا۔ چنانچہ وہ اس کثرت کے باوجود ناکام ہو کر بھاگ گئے۔

آخر ذیقعدہ ۴۹۵ھ میں برکیاروق بھی محاصرہ اٹھا کر اصفہان سے ہمدان کی جانب واپس ہوا۔ پرانے شہر پر جسے شہرستان کہتے ہیں، مرشد الہراس کو ایک ہزار سواروں کی فوج سے مقرر کیا اور اپنے بیٹے ملک شاہ کو بھی وہیں چھوڑ آیا۔

وزیر اعز ابوالمحاسن

محصوری کے زمانہ میں وزیر السلطنت اعز ابوالمحاسن عبدالجلیل دہستانی کو ایک نوجوان باطنی نے قتل کر ڈالا۔ وزیر السلطنت اپنے خیمہ سے سوار ہو کر دربار شاہی میں جا رہا تھا۔ راستے میں فرقہ باطنیہ کا ایک نوجوان سامنے آ گیا اور چند نیزے مارے جس سے وزیر السلطنت راہی ملک عدم سدھار گیا۔

وزیر السلطنت انتہائی اچھا' خوش خلق اور سخی تھا۔ یہ اس زمانہ میں عہدہ وزارت سے نوازا گیا تھا جس وقت نظام شاہی میں خلل واقع ہو گیا تھا اور مالی حالت دگرگوں ہو گئی تھی۔ اس لیے لوگوں سے اس نے جبر و تشدد سے روپیہ وصول کرنا شروع کیا' جس سے لوگوں کو نفرت اور ناراضگی پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے قتل کے بعد اس کے غلام کو بھی کسی نے اپنے آقا کے خون کے عوض قتل کر ڈالا۔ یہ غلام تحصیل ٹیکس پر متعین تھا۔

خطیر ابو منصور کی نامزدگی

اعز ابوالمحاسن عبدالجلیل کے قتل ہو جانے کے بعد برکیاروق نے خطیر ابو منصور میبذی کو قلمدان وزارت عنایت کیا۔ خطیر' سلطان محمد کا وزیر تھا۔ سلطان محمد نے اسے زمانہ حصار میں شہر پناہ کے کسی دروازے کی حفاظت پر مقرر کیا تھا۔ محاصرہ کی طوالت سے جب تنگ دستی پیدا ہوئی تو محمد نے ینال بن انوشتکین کو خطیر کے پاس بھیجا اور فوج کی تنخواہ ادا کرنے کے لیے روپیہ طلب کیا۔ خطیر روپیہ ادا نہ کر سکا۔ رات کے وقت شہر پناہ سے نکل کر اپنے شہر چلا گیا اور قلعہ نشین ہو گیا۔ برکیاروق نے اس کے محاصرہ پر بھی فوجیں بھیج دیں۔ خطیر نے اطاعت قبول کر لی اور امان کا طلب گار ہوا۔ برکیاروق نے اس کی درخواست منظور فرمائی۔ چنانچہ خطیر جس وقت وزیر السلطنت اعز قتل کیا گیا تھا دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ برکیاروق نے اعز کی جگہ اسے عہدہ وزارت سے نوازا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بغیبہ۔

اسماعیل کی تقرری و برطرفی

بصرے کی حکومت کی باگ ڈور ان دنوں اسماعیل بن ارسلان کے قبضہ میں تھی۔ سلطان ملک شاہ کے عہد حکومت میں اہل رے نے نافرمانی' سرکشی اور بغاوت کا شیوہ اختیار کیا تھا۔ رے کا جو شخص افسر پولیس متعین کیا جاتا تھا اسے اہل رے اس قدر تنگ و پریشان کرتے تھے کہ وہ بھاگ نکلتا تھا۔ سلطان ملک شاہ نے اسی زمانہ میں اسماعیل کو رے کا افسر پولیس مقرر کیا۔ اسماعیل نے انتہائی عقل مندی اور ہوشیاری سے کام لیا۔ جو زیادہ سرکش تھے ان کی سرکوبی کی۔ جو ذرا شریف تھے انہیں سمجھایا بجھایا۔ غرض ایسی نرمی اور سختی سے کام لیا کہ جس سے اہل رے ٹھیک ہو گئے۔ اس کے بعد اسے برطرف کر دیا گیا۔

امیر قماج کی تقرری

پھر برکیاروق نے بصرہ کی حکومت پر امیر قماج کو مقرر کیا اور چونکہ برکیاروق' امیر قماج کی علیحدگی پسند نہ کرتا تھا اس وجہ سے اسماعیل کو امیر قماج کا نائب بنا کر بصرہ بھیج دیا۔ چند دن بعد امیر قماج' برکیاروق سے الگ ہو کر خراسان چلا گیا۔ اسماعیل کے دماغ میں حکومت بصرہ کی ہوا سمائی خودسر ہو گیا' مہذب الدولہ بن ابوالخیر نے بطیحہ سے اور معقل بن صدقہ بن منصور بن حسین اسدی نے جزیرہ سے جنگی کشتیاں اور کثیر فوجیں لے کر بصرے پر حملہ کیا۔ دونوں حریف مطاری میں صف آراء ہوئے۔ جنگ کے دوران میں معقل بن صدقہ کو ایک تیر آ لگا جس کے صدمہ سے معقل جاں بحق ہو گیا۔ مہذب الدولہ گھبرا کر بطیحہ لوٹ آیا۔ اسماعیل نے کشتیوں پر قبضہ کر لیا۔ جو کچھ تھا لوٹ لیا۔ یہ واقعہ ۴۹۱ھ میں پیش آیا۔

مہذب الدولہ نے گوہر آئین سے امداد کی درخواست کی۔ گوہر آئین نے ابوالحسن ہروی اور عباس بن ابوالخیر کو مہذب الدولہ کی کمک پر روانہ کیا۔ اسماعیل نے ان کو بھی شکست دی۔ ابوالحسن اور عباس کو گرفتار کر لیا۔ چند دن بعد عباس کے والد نے کچھ رقم دے کر عباس کو چھڑا لیا۔ ابوالحسن ہروی بدستور قید کی صعوبتیں برداشت کرتا رہا۔ ایک عرصہ کے بعد پانچ ہزار دینار کے عوض اسے بھی قید سے رہائی مل گئی۔

ان واقعات سے اسماعیل کی جرأت بڑھ گئی۔ مالی حالت بھی بہتر ہو گئی' بصرہ کی حکومت پر قدم جم گئے۔ ایک قلعہ ابلہ میں تعمیر کرایا۔ دوسرا قلعہ شاطی میں مطاری کے مقابل بنوایا۔ بہت سے ٹیکس ختم کر دیئے۔ چونکہ سلطان سلجوقیہ باہمی جھگڑوں میں مبتلا تھے اس وجہ سے اسماعیل کا دائرہ حکومت وسیع ہو گیا۔ مسبار (مشان) پر بھی قبضہ کر کے اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا۔

اسماعیل کی پیش قدمی

یہ ۴۹۵ھ کا واقعہ ہے کہ اسماعیل کو واسط پر قبضہ کرنے کی لالچ پیدا ہوئی۔ اہل واسط سے خط و کتابت شروع کی' چند آدمیوں کو چکر دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ فوج آراستہ کر کے اور جنگی کشتیوں پر سوار ہو کر واسط کی جانب پیش قدمی کی۔ نہر آبان پر پہنچ کر اہل واسط کو شہر حوالہ کرنے کا پیام دیا' اہل شہر نے انکاری جواب دیا' تب اسماعیل نے نہر آبان سے کوچ کر کے شرقی پڑاؤ ڈالا۔ چند دن ٹھہرا رہا۔ اہل شہر نے مدافعت کی' مجبوری واپسی کا حکم دیا' مگر پھر یہ خیال کر کے کہ شہر واسط اپنے مددگاروں اور محافظوں سے خالی ہو گیا ہے' لوٹ پڑا۔ جن لوگوں نے اسماعیل سے سازش کی تھی انہوں نے بھی اسماعیل کو واپس بلانے کی غرض سے آگ روشن کی۔ اسماعیل کے ساتھی جیسے ہی شہر میں داخل ہوئے اہل شہر نے چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ اسماعیل شکست کھا کر بصرے کی طرف واپس لوٹ پڑا۔

بصرہ کا محاصرہ

جب اسماعیل بصرہ کے نزدیک پہنچا تو اسے ایک نئی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ یہ کہ امیر ابوسعید محمد بن نصر بن محمود والیٔ عمان' جنابہ' سیراف اور جزیرہ بنی نفیس' بصرہ پر محاصرہ کیے ہوئے تھا' اسماعیل اور ابوسعید میں چھیڑ چھاڑ پہلے سے چلی آ رہی تھی۔ اسماعیل نے بیس جنگی کشتیاں ابوسعید کے مقبوضہ علاقہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے روانہ کی تھیں' ابوسعید نے پچاس کشتیوں کا ایک بیڑہ مقابلہ پر بھیجا۔ دریائے دجلہ میں دونوں حریف لڑ پڑے۔ ابوسعید کو کامیابی ہوئی۔ اسماعیل کے چند آدمی گرفتار کر لیے گئے۔ اس کے بعد اسماعیل اور ابوسعید میں مصالحت ہو گئی' ابوسعید نے اسماعیل کے آدمیوں کو رہا کر دیا۔ پھر اسماعیل نے عہد شکنی کی' ابوسعید موقع کا منتظر رہا۔ جب اسماعیل نے واسط پر فوج کشی کی تو ابوسعید نے موقع غنیمت جانا۔ سو کشتیوں کا بیڑہ لے کر بصرے کی فتح کے لیے روانہ ہوا۔ نہر ابلہ کے دہانہ پر کچھ فوج خشکی پر اتار دی۔ بصرے کا بری اور بحری محاصرہ کر لیا۔

اس دوران میں اسماعیل اہل واسط سے شکست اٹھا کر بصرہ کے نزدیک آ پہنچا ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے' پاؤں تلے سے زمین سرک گئی' اسماعیل نے وکیل دربار خلافت کو ان واقعات سے آگاہ کیا' ابوسعید سے مصالحت کرا دینے کی درخواست کی۔ چنانچہ وکیل دربار خلافت نے بیچ بچاؤ کر کے دونوں میں مصالحت کرا دی۔ ابوسعید اپنے مرکز حکومت کی جانب واپس آیا۔ اور اسماعیل بصرہ پر مستقل طور سے حکومت کرنے لگا۔ یہاں تک کہ صدقہ بن مزید نے پانچویں صدی ہجری میں بصرہ پر قبضہ کر لیا' جیسا کہ صدقہ بن مزید کے حالات کے ضمن میں ہم نے بیان کیا ہے۔

امیر کربوقا کا انتقال

۴۹۴ھ میں سلطان برکیاروق نے امیر کربوقا کو آذربائیجان کی جانب مودود بن اسماعیل بن یاقوتی بلوائی سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا تھا چنانچہ امیر کربوقا نے صوبہ آذربائیجان کے اکثر شہروں کو مودود سے چھین لیا تھا۔ ماہ ذی القعدہ ۴۹۵ھ کے نصف میں امیر کربوقا فوت ہو گیا۔ اصبہند صباوہ بن خمار تکین اور سنقرجہ' امیر کربوقا کے پاس موجود تھے۔ امیر کربوقا نے انتقال کے وقت سنقرجہ کو اپنا جانشین بنایا اور ترکوں کو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی وصیت کی۔ چنانچہ اس جانشینی کی بناء پر سنقرجہ نے موصل اپنے قبضہ میں کر لیا۔

اہل موصل کو اس کی خبر نہ تھی' انہوں نے امیر کربوقا کے انتقال سے آگاہ ہو کر موسیٰ ترکمانی کو قلعہ کیفا سے بلا بھیجا۔ موسیٰ ترکمانی' امیر کربوقا کی جانب سے قلعہ مذکور کا قلعہ دار اور امیر کربوقا کا نائب تھا۔ موسیٰ ترکمانی اظہار اطاعت کی غرض سے آتا ہے، استقبال کیا۔ بغل گیر ہوا۔ پھر دونوں میں باتوں باتوں میں جھگڑا ہو گیا۔ سنقرجہ نے کہا "ہمارا تمہارا جھگڑا بیکار ہے۔ سلطان کے قبضہ اقتدار میں ہے جسے وہ چاہے گا امیر بنائے گا" موسیٰ ترکمانی نے کوئی معقول جواب نہ دیا۔ طعن و تشنیع اور سخت کلامی ہونے لگی۔ اس وقت منصور بن مروان یادگار امراء دیار بکر' موسیٰ ترکمانی کے ساتھ تھا اس نے سنقرجہ کو مارا جس سے سنقرجہ کا سر پھٹ گیا۔ موسیٰ ترکمانی شہر پر قابض ہو گیا۔

جکرمس کی کارروائی

جکرمس والئی جزیرہ ابن عمر کو ان واقعات کی خبر ہوئی۔ فوجیں مرتب کر کے نصیبین پر چڑھائی کر دی اور اس پر قبضہ کر لیا۔ موسیٰ ترکمانی کو اس کی اطلاع ملی' آگ بگولا ہو گیا۔ انتقام کی نیت سے جزیرے کی طرف پیش قدمی کی۔ جکرمس نے تعاقب کیا اور موصل پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ موسیٰ ترکمانی نے سقمان بن ارتق والئی دیار بکر سے امداد کی درخواست کی۔ قلعہ کیفا دینے کا اقرار کیا۔ سقمان نے فوجیں آراستہ کر کے موصل کی طرف پیش قدمی کی۔ جکرمس نے محاصرہ اٹھا لیا' موسیٰ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ سقمان نے قلعہ کیفا کی جانب کوچ کیا اور جکرمس نے موصل کا پھر محاصرہ کر لیا۔ اہل موصل نے بہ مصالحت موصل پر قبضہ کے بعد موسیٰ کے قاتل کو گرفتار کر کے قصاص لیا' اس کے بعد خابور پر قبضہ کر لیا۔ عربوں اور کردوں نے اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔

موسیٰ کے قتل کے بعد سقمان بن ارتق نے قلعہ کیفا پر قبضہ کر لیا۔ اسی زمانہ سے اس قلعہ کی حکومت سقمان بن ارتق کے خاندان میں رہی۔ ابن اثیر کا کہنا ہے کہ اس وقت یعنی ۶۲۵ھ میں قلعہ کیفا کا والی محمود بن قرا ارسلان بن داؤد بن سقمان بن ارتق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

امیر برسق کی کامیابی

۴۵۹ھ میں جنگ چہارم کے بعد سلطان برکیاروق کے محاصرے کے زمانہ میں امیر نیال بن انوشتکین حسامی سلطان محمد کے ساتھ اصفہان میں تھا جب سلطان محمد محاصرہ سے نکلا تو امیر نیال نے رے میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ قائم کرنے کی غرض سے رے جانے کی اجازت طلب کی' چنانچہ امیر نیال اور اس کا بھائی علی ماہ صفر ۴۹۶ھ میں رے پہنچا۔ والئی رے نے جو برکیاروق کی جانب سے امیر تھا' اطاعت قبول کی۔ امیر نیال نے رے پر قبضہ کر لیا۔ اہل رے کے ساتھ ظلم و جبر سے پیش آیا' تاوان وصول کئے۔ برکیاروق نے امیر برسق بن برسق کو ماہ ربیع الاول ۴۹۶ھ میں امیر نیال سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ امیر نیال مقابلہ پر آیا مگر شکست اٹھا کر بھاگ نکلا۔ امیر برسق رے پر قابض ہو گیا۔

امیر نیال کی بغداد واپسی

اس شکست کے بعد علی قزوین جو کہ اس کا دارالسلطنت تھا چلا گیا اور نیال نے پہاڑی راہ اختیار کی۔ بہت سے ساتھی راستے میں جاں بحق ہو گئے۔ سات سو پیادوں کی جماعت سے دارالخلافت بغداد پہنچا خلیفہ مستظہر نے بڑی آؤ بھگت کی اور انتہائی عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ امیر نیال نے سلطان محمد کی اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا۔ اس کے بعد امیر نیال' ایلغازی اور سقمان بن ارتق نے ایک خاص جلسہ منعقد کیا۔ سلطان محمد کی حمایت کرنے کا حلف اٹھایا اور تمام کے تمام امیر صدقہ بن مزید والئی حلہ کے پاس حلہ گئے۔ اس سے بھی اسی قرارداد پر حلف لے کر واپس ہوئے۔

دارالخلافت بغداد میں قدم جما لینے کے بعد امیر نیال نے اہل بغداد سے ظالمانہ سلوک شروع کر دیا۔ ظالمانہ حکومت کرنے لگا۔ گورنروں پر جرمانے کیے۔ سوداگروں اور رئیسوں سے تاوان لیا۔ اہل بغداد جمع ہو کر ایلغازی بن ارتق کے پاس گئے (امیر نیال نے ایلغازی کی بہن سے جو کہ تاج الدولہ تتش کی بیوی تھی' نکاح کر لیا تھا) امیر نیال کے ظلم و جبر کی شکایت اور سفارش کرنے کی درخواست کی۔ خلیفہ مستظہر نے بھی امیر نیال کے ظلم و تشدد سے آگاہ ہو کر قاضی القضاۃ ابوالحسن دامغانی کو امیر نیال کے پاس ظلم و جبر کرنے سے منع کرنے کے لیے بھیجا۔ امیر نیال نے عہد و پیمان کیا' حلف اٹھایا کہ آئندہ میں اہل بغداد کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آؤں گا اور کسی قسم کا ظلم نہ کروں گا۔ مگر اس عہد و پیمان پر پانی پھیر دیا' اپنی بری حرکتوں سے باز نہ آیا۔ خلیفہ مستظہر نے امیر نیال کے ظلم و جبر کے طوفان کو روکنے کی غرض سے امیر صدقہ بن مزید کو حلہ سے بلا لیا۔ ماہ شوال سنہ مذکور میں امیر صدقہ دارالخلافت بغداد پہنچا۔ امیر نیال سے بغداد چھوڑ دینے کا وعدہ لے کر حلہ واپس آیا۔ اور اپنے بیٹے دبیس کو امیر نیال کو ظلم و ستم کے روکنے کی غرض سے بغداد چھوڑ دیا۔ امیر نیال پر اس کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ غارت گری' خوں ریزی' رہزنی' لوٹ مار اور زبردستی روپیہ وصول کرنے کا طریقہ بدستور جاری رکھا۔ امیر نیال کی یہ حرکات دارالخلافت بغداد تک محدود نہ تھی' گردونواح کی ساری بستیاں ویران ہو گئیں۔ راستے بند ہو گئے۔ امن کا نام مٹ گیا۔ خلیفہ نے دوبارہ امیر صدقہ کو ایک ہزار سوار بھیج دیے۔ امیر ایلغازی بن ارتق اور چند امراء دربار خلافت بھی تیاری کر کے امیر نیال کے خاتمہ کے لیے نکلے۔ امیر نیال اس سے آگاہ ہو کر آذربائیجان کی جانب روانہ ہو گیا۔ اور یہ مہم واپس لوٹ آئی۔

کمشتکین کی تقرری

افسر پولیس بغداد گوہر آئین کے قتل کے بعد سلطان محمد نے ایلغازی بن ارتق کو بغداد کا افسر پولیس متعین کیا تھا۔ جب سلطان برکیاروق کو بمقابلہ سلطان محمد' محاصرہ اصفہان میں کامیابی حاصل ہوئی اور سلطان برکیاروق' اصفہان سے ہمدان آ گیا تو کمشتکین نصیری کو ماہ ربیع الاول ۴۹۶ھ میں افسر پولیس متعین کر کے بغداد روانہ کیا۔ ایلغازی نے کمشتکین کی آمد کی اطلاع سن کر اپنے بھائی سقمان بن ارتق والئی قلعہ کیفا کو طلبی اور امداد کا خط لکھا' امیر صدقہ بن مزید والئی حلہ کے پاس خود گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی مدد کرنے کی قسمیں کھائیں۔ واپس ہو کر بغداد آیا اس دوران سقمان بھی راستے کے دیہات اور قصبات کو اجاڑتا ہوا آ پہنچا۔ کمشتکین' کوچ و قیام کرتا ہو قرتیسا [1] میں داخل ہوا۔ برکیاروق کے خیر خواہوں کا ایک گروہ' کمشتکین کی خدمت میں حاضر ہوا' کمشتکین ان لوگوں کے ساتھ بغداد کی جانب بڑھا۔ ایلغازی اور سقمان نے بغیر کسی چھیڑ چھاڑ کے بغداد چھوڑ دیا اور کنارہ دجلہ کے دیہاتوں کو اجاڑنے لگے۔ کمشتکین کا لشکر کچھ دور تک تعاقب کر کے واپس آ گیا۔

کمشتکین کی برطرفی

اس کے بعد کمشتکین نے امیر صدقہ والئی حلہ کے پاس برکیاروق کی اطاعت کا پیام بھیجا۔ امیر صدقہ نے انکاری جواب دیا۔ حلہ سے سرسر چلا آیا۔ برکیاروق کا نام خطبہ سے نکال دیا۔ دجلہ عبور کر کے بغداد پہنچا۔ خطیبوں کے پاس گشتی حکم بھیج دیا کہ "منبروں پر سوائے خلیفہ کے کسی کا نام نہ لیا جائے" ایلغازی اور سقمان کو بھی اپنے آنے کی اطلاع کر دی۔ یہ دونوں اس وقت جرنی میں تھے۔ چنانچہ ایلغازی اور سقمان' دجیل کو برباد کرتے ہوئے بغداد کی طرف چلے۔ راستہ میں جس قدر چھوٹے بڑے گاؤں ملے سب کو لوٹ لیا۔ بغداد پہنچ کر وہ لوٹ مچائی کہ توبہ ہی بھلی' مہنگائی بے حد بڑھ گئی' لوگوں کو اپنی عزت اور اپنے مال و اسباب کا سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ کاروبار بند ہو گیا۔ راستہ چلنا انتہائی مشکل تھا۔ فتنہ و فساد کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ایلغازی' سقمان اور دبیس بن صدقہ نے رملہ میں قیام اختیار کیا۔ بغداد کے عوام الناس ان سے برسر پیکار آئے مگر بے سود تھا۔ خلیفہ مستظہر نے قاضی القضاۃ ابوالحسن (دامغانی اور تاج الرؤساء ابن رحلات [2] کو صدقہ بن مزید

---

[1] تاریخ کامل ابن اثیر میں بجائے قرتیسا کے قرمیسین لکھا ہے۔ غالباً یہی صحیح ہے۔

[2] کتابت کی غلطی ہے' تاج الرؤساء کے باپ کا نام موصلایا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۶

کے پاس بھیجا۔ صلح اور اطاعت کا پیام دیا۔ صدقہ بن مزید نے یہ شرط پیش کی کہ آپ کمشتکین کو بغداد سے نکال دیں۔ ہم آپ کے مطیع اور فرمانبردار ہیں' چنانچہ اس شرط کے مطابق خلیفہ نے کمشتکین کو بغداد سے نہروان کی طرف نکال دیا۔ فتنہ و فساد ختم ہو گیا۔ صدقہ' حلہ لوٹ آیا اور سلطان محمد کا نام خطبہ میں داخل کر دیا گیا۔

واسط کی طرف پیش قدمی

بغداد سے نکل کر کمشتکین واسط پہنچا' برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس کے لشکر والوں نے سواد واسط کو برباد کرنا شروع کیا۔ صدقہ اور ایلغازی کو اس سے آگاہی ہو گئی۔ فوجیں آراستہ کر کے کمشتکین کے سر پر آپہنچے' واسط سے بھی نکال باہر کیا۔ کمشتکین نے کنارہ دجلہ پر قلعہ بندی کر لی۔ صدقہ نے جارحانہ حملہ کیا۔ کمشتکین کے ساتھی بھاگ نکلے' کمشتکین نے صدقہ سے امان کی درخواست کی' صدقہ نے امان دی اور عزت و احترام سے پیش آیا۔ کمشتکین' برکیاروق کی خدمت میں واپس آ گیا۔ واسط میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ سلطان محمد کے نام کے بعد صدقہ' ایلغازی اور ان کے بیٹوں کا نام بھی خطبہ میں تھا۔ ایلغازی' بغداد کی طرف واپس ہوا اور صدقہ کی طرف روانہ ہوا۔ صدقہ نے حلہ پہنچ کر اپنے بیٹے منصور کو ایلغازی کے ہمراہ دربار خلافت میں بھیجا۔ خلیفہ مستظہر سے غلطی معاف کرنے کی درخواست کی۔ خلیفہ مستظہر مذکورہ بالا واقعہ کے باعث ناراض تھا۔

محمد موید الملک کی شکست

سلطان محمد کی جانب سے گنجہ اور بلاد اران پر امیر غزغلی مقرر تھا۔ ایک دستہ فوج اس کی رکاب میں تھا۔ صوبہ گنجہ میں آذربائیجان سے زنجان تک اس کی حکومت پھیلی ہوئی تھی۔ جس وقت سلطان محمد اصفہان میں محصور ہوا' امیر غزغلی' منصور بن نظام الملک اور اس کا بھتیجا محمد بن موید الملک محاصرہ اٹھانے کے لیے روانہ ہوئے رے پہنچے' برکیاروق کے لشکر نے رے چھوڑ دیا۔ امیر غزغلی اس پر قابض ہو گیا۔ یہ واقعہ ۴۹۵ھ میں پیش آیا۔

اس کے بعد امیر غزغلی یہ اطلاع سن کر سلطان محمد' محاصرہ اصفہان سے نکل کر آ رہا ہے' رے سے روانہ ہوا۔ ہمدان میں سلطان محمد سے ملاقات ہوئی۔ سلطان محمد کے ساتھ امیر ینال بن انوشتکین اور اس کا بھائی علی بھی تھا۔ سب نے کچھ دن آرام لینے کی غرض سے ہمدان میں قیام کیا۔ سفر کی تھکان دور نہیں ہوئی تھی کہ سلطان برکیاروق کی روانگی کی اطلاع آ گئی۔ سلطان محمد شیروان کی طرف روانہ ہوا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا آذربائیجان پہنچا' مودود ۱؎ بن اسماعیل بن یاقوتی کا پیام آیا کہ آپ میرے پاس تشریف لائیے۔ میں سلطان برکیاروق کے مقابلے میں آپ کی مدد کروں گا۔ چنانچہ سلطان محمد' مودود کی جانب روانہ ہوا۔ اتفاق یہ کہ جیسے ہی سلطان محمد' مودود کے پاس پہنچا' مودود فوت ہو گیا' مگر مودود کی فوج متفق ہو کر سلطان محمد کی امداد پر تیار ہو گئی۔ اس فوج میں سقمان قطبی' محمد بن باغی سیان (اس کا نائب والئی انطاکیہ تھا) اور قزل ارسلان بن سبع الاحمر موجود تھے۔ سلطان برکیاروق کو اس اجتماع اور اتفاق کی اطلاع ملی' موت کی طرح ان کے سروں پر پہنچ گیا۔ خراسان کے نزدیک دونوں حریفوں نے صف آرائی کی۔ زبردست لڑائی شروع ہو گئی۔ لشکر برکیاروق سے ایاز نے ایک دستہ فوج لے کر سلطان محمد پر عقب سے حملہ کر دیا۔ سلطان محمد کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ سلطان محمد نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ارقیس (صوبہ خلاط) میں جا کر دم لیا۔ امیر علی والئی اردن (روم) آملا ارقیس سے اصفہان کی طرف کوچ کیا۔ ان دونوں منوچہر برادر قبلون والی اصفہان میں حکومت کر رہا تھا۔ پھر اصفہان سے ہرمز کی جانب چلا گیا۔ محمد موید الملک بھی اس جنگ میں شریک تھا' شکست کے بعد پریشانی کی حالت میں دیار بکر کی جانب بھاگا' جب وہاں بھی چین دکھائی نہ دیا تو جزیرہ ابن عمر چلا گیا اور جزیرہ ابن عمر سے بغداد جا کر قیام پذیر ہو گیا۔

محمد بن موید الملک اپنے والد کے زمانہ میں مدرسہ نظامیہ کے نزدیک رہا کرتا تھا۔ لوگوں نے اس کے والد سے اس کی زیادتیوں کی شکایت کی۔ موید الملک نے گوہر آئین افسر پولیس بغداد کو اس کی (محمد) گرفتاری کا اشارہ کر دیا۔ محمد نے دار الخلافت جا کر پناہ لی' ۴۹۲ھ میں مجد الملک البارسلانی کے پاس چلا گیا۔ اس وقت محمد کا والد (موید الملک) زندہ تھا اور سلطان محمد کے پاس گنجہ میں تھا جس وقت سلطان محمد نے دعویٰ

۱؎ چونکہ مودود کے بھائی اسماعیل کو سلطان برکیاروق نے قتل کر ڈالا تھا اور اس کی بہن سلطان محمد کے نکاح میں تھی۔ اس وجہ سے اس نے برکیاروق کے خلاف سلطان محمد کو امداد کا وعدہ کیا تھا۔ صوبہ آذربائیجان کا ایک حصہ کثیر اس کے قبضہ میں تھا۔

سلطنت کیا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا تو موید الملک کو قلمدان وزارت عنایت کیا۔ محمد اس سے آگاہ ہو کر اپنے والد (موید الملک) کے پاس چلا آیا۔ پھر جب اس کا والد (موید الملک) مارا گیا تو یہ (محمد) سلطان محمد کی خدمت میں رہنے لگا اور اس کے خاص حاشیہ نشینوں میں داخل ہو گیا۔

شہر عانہ پر چڑھائی

ایلغازی بن ارتق کا بھتیجا ملک ابن بہرام بن ارتق شہر سروج کا مالک تھا۔ عیسائیوں نے شہر سروج ملک ابن بہرام کے قبضہ سے نکال لیا‘ ملک ابن بہرام نے شہر سروج چھوڑ کر شہر عانہ [۱] پر چڑھائی کر دی۔ بنو یعیش بن عیسیٰ بن خلاط مقابلہ نہ کر سکے۔ عانہ کو خیرباد کہہ کر امداد کی غرض سے صدقہ بن مزید کے پاس چلے گئے۔ صدقہ نے انہیں تسلی دی اور ان کے ہمراہ عانہ کی جانب روانہ ہوا۔ ملک ابن بہرام کو اس کی خبر ہو گئی۔ بہرام اور ترکمانوں نے عانہ کو خالی کر دیا‘ بنو یعیش عانہ میں داخل ہوئے۔ صدقہ نے بہرام کی امانتوں پر قبضہ کر لیا اور حلہ کی جانب واپس ہوا۔ ملک ابن بہرام کے ہاتھ موقع آ گیا۔ دو ہزار ترکمانوں کی جمعیت سے پھر عانہ پر چڑھائی کر دی اور ایک مختصر جھڑپ کے بعد عانہ پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اہل عانہ کو اس کے ہاتھوں کافی مصائب اٹھانا پڑے۔ مردوں کو قتل کیا‘ عورتوں کو گرفتار کر کے لونڈیاں بنا لیا‘ اس کے بعد ہیت کی جانب گیا اور پھر وہاں سے واپس آیا۔

صلح کی کوشش

اس سے قبل آپ نے پڑھا ہے کہ دونوں سلطانوں برکیاروق اور محمد میں ایک عرصہ سے لڑائیوں کا سلسلہ چھڑا ہوا ہے‘ فتنہ و فساد کی کوئی حد نہیں رہی‘ جانوں اور مالوں کا نقصان‘ لشکریوں کا بے جا دباؤ‘ دشمنان اسلام کی یورش‘ ملک کی ویرانی‘ بے ضابطگی‘ بے قاعدگی اور قوانین اسلامیہ کی بے حرمتی میں کوئی کسر باقی نہ رہی تھی‘ سلطان برکیاروق نے ان باتوں کا احساس کر کے صلح کی کوشش کی۔ دو نامور [۲] مقتدائے قوم فقیہوں کو پیام صلح دے کر سلطان محمد کے پاس روانہ کیا۔ ان دونوں فقیہوں نے سلطان محمد کو سمجھا بجھا کر مصالحت کرنے پر آمادہ و تیار کیا چنانچہ ان دونوں فقیہوں کے ساتھ حلہ کے دیگر ایلچی بھی آئے۔ باہمی بات چیت کے بعد ان شرائط پر [۳] صلح ہوئی۔

۱۔ مصالحت کی رو سے جو شہر سلطان محمد کے قبضہ میں دیئے جائیں۔ ان کا مستقل حکمران سلطان محمد تسلیم کیا جائے گا‘ سلطان برکیاروق کو ان میں دخل اندازی کرنے کا کوئی حق نہ ہو گا۔
۲۔ سلطان محمد کے علم و طبل سے سلطان برکیاروق مزاحم نہ ہو گا۔
۳۔ وزیروں کے مابین خط و کتابت ہوا کرے۔
۴۔ لشکریوں کو اختیار ہے جس سلطان کی خدمت میں چاہیں فوجی خدمات انجام دیں۔
۵۔ سلطان محمد کو نہر اسبر (اسپیدرود) سے باب الابواب تک اور دیار بکر‘ جزیرہ موصل‘ شام اور عراق میں بلاد مقبوضہ امیر صدقہ بن مزید کو دیئے جائیں۔ بقیہ اسلامی ممالک پر سلطان برکیاروق کا قبضہ تسلیم کیا جائے گا۔

حسب قرارداد شرائط مذکورہ صلح نامہ لکھا گیا۔ فریقین نے دستخط کئے‘ پابندی شرائط کا حلف اٹھایا‘ تمام جھگڑے ختم ہو گئے اور تمام امور حسن طریقے سے انجام پانے لگے۔

---

[۱] یہ واقعہ ماہ محرم ۴۹۷ھ کا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۵۲۔

[۲] قاضی ابو المظفر جرجانی حنفی اور ابو الفرج احمد بن عبدالغفار ہمدانی معروف بہ صاحب قراتکین مصالحت کا پیام لے کر گئے تھے۔ دیکھو کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۵۲۔

[۳] صلح رئیس الاخرہ ۴۹۷ھ میں ہوئی تھی۔ قبل مصالحت رے‘ جبال‘ طبرستان‘ خوزستان‘ فارس‘ دیار بکر‘ جزیرہ‘ بعض حصص بطائح تکریت اور حرمین شریفین پر سلطان برکیاروق کا قبضہ تھا۔ آذربائیجان‘ بلاد اران‘ آرمینیہ‘ اصفہان‘ عراق باستثناء تکریت اور بطائح کا کچھ حصہ‘ سلطان محمد کے قبضہ میں تھا۔ بصرہ میں دونوں سلطانوں کا علم لہرا رہا تھا۔ ملک خراسان‘ جرجان سے ماوراء النہر تک ملک سنجر دبائے ہوئے تھا۔ جس میں اس کے بھائی سلطان محمد کا خطبہ و سکہ جاری تھا۔

اصفہان پر سلطان برکیاروق کا قبضہ

اصفہان خالی کرنے اور سلطان برکیاروق کے حوالے کرنے کے لیے سلطان محمد نے لشکر اصفہان کو لکھ بھیجا۔ لشکر اصفہان نے ابھی اصفہان خالی نہ کیا تھا کہ سلطان برکیاروق پہنچ گیا' اپنی اطاعت کا پیام دیا۔ لشکر نے انکار کر دیا اور سلطان محمد کی بیگمات کو بحفاظت تمام لے کر اصفہان سے سلطان محمد کی جانب روانہ ہوا۔ سلطان برکیاروق نے لشکریوں اور بیگمات کی حد سے زیادہ عزت کی اور مال و اسباب دے کر سلطان محمد کے پاس احترام سے پہنچا دیا۔ مصالحت کے بعد ایلغازی دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ خلیفہ مستظہر سے سلطان برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی اجازت حاصل کی چنانچہ ۴۹۷ھ میں سلطان برکیاروق کا خطبہ جامع بغداد اور واسط میں پڑھا گیا۔

ایلغازی کی بغداد روانگی و واپسی

ایلغازی صلح سے پہلے سلطان محمد کا مطیع اور خیر خواہ تھا۔ صدقہ یہ سن کر کہ ایلغازی نے برکیاروق کے خطبہ کے لیے ابھارا ہے' ناراض ہو گیا۔ خلیفہ کو لکھ بھیجا "مجھے صدقہ کی یہ حرکت پسند نہیں آئی میں اسے دار الخلافت بغداد سے باہر نکالنے کے لئے آیا ہوں" اور فوج آراستہ کر کے دار الخلافت بغداد پہنچ گیا۔ حریم خلافت کے روبرو اتر کر زمین بوسی کی رسم ادا کی اور غربی بغداد میں خیمہ ڈال دیا۔ ایلغازی' بغداد چھوڑ کر یعقوبا چلا گیا۔ امیر صدقہ کے پاس معذرت کا پیام بھیجا اور خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا "برکیاروق اور محمد میں صلح ہو گئی ہے' دونوں میں یہ بات طے پائی ہے کہ بغداد برکیاروق کو دیا جائے' میں اس کی جانب سے بغداد کا افسر پولیس ہوں' میرے مقبوضہ شہر' سلطان برکیاروق کی حکومت کے زیر اثر ہوں' ایسی صورت میں کیا یہ ممکن تھا کہ میں برکیاروق کی مخالفت کر سکتا۔" امیر صدقہ نے ان عذر کو قبول کیا اور حلہ واپس چلا گیا۔

ماہ ذی القعدہ ۴۹۷ھ میں خلیفہ نے سلطان برکیاروق' امیر ایاز اور وزیر السلطنت خطیر کو خلعت عنایت کیا' اطاعت و فرمانبرداری کا حلف لیا اور بغداد واپس آیا۔ واللہ سبحانہ ولی التوفیق۔

محمد اصفہانی کا قتل

اس سے قبل آپ نے پڑھا ہے کہ سلاطین اسلام کی باہمی خانہ جنگی کے باعث عیسائیوں نے شام کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا تھا اور ممالک اسلامیہ پر ان کی نظریں لگی ہوئی تھیں۔ حران پر ملک شاہ کا غلام قراجہ حکمرانی کر رہا تھا۔ عیش و عشرت' سیر و شکار کا عادی اور انتہائی ظالم تھا' اپنے ساتھیوں میں سے محمد اصفہانی نامی ایک شخص کو حران میں اپنا قائم مقام مقرر کر کے کسی ضرورت سے کہیں چلا گیا تھا۔ واپس آیا تو محمد اصفہانی نے شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ بغاوت کا علم بلند کر دیا' اہل شہر نے قراجہ کے ظلم و ستم کے باعث محمد اصفہانی کا ساتھ دے دیا۔ محمد اصفہانی انتہائی ہوشیار اور چالاک تھا۔ اس نے تمام ترکوں کو حران سے نکال دیا' صرف ایک ترکی غلام جاولی نامی رہ گیا تھا۔ محمد اصفہانی نے اسے اپنے لشکر کا سپہ سالار بنایا۔ اپنے خاص ندیموں میں داخل کر لیا' ایک دن موقع پا کر جاولی نے محمد اصفہانی کو قتل کر دیا اور حران پر قبضہ کر لیا۔

ان واقعات کی اطلاع عیسائیوں کو ملی تو فوجیں لے کر حران آ پہنچے اور محاصرہ کر لیا۔ جکرمس والئی جزیرہ ابن عمر اور سقمان والئی کیفا (کیبیعا) میں سلسلہ جنگ چھڑا ہوا تھا۔ سقمان اپنے بھتیجے کے قتل کا مطالبہ کر رہا تھا مگر ان دونوں اسلامی حکمرانوں نے اس بات کا کہ عیسائی مملکت اسلامیہ کو تہس نہس کر رہے ہیں' احساس کر کے باہمی جنگ کو بالائے طاق رکھ دیا۔ مقام خابور میں جمع ہوئے اور مسلمانوں کی امداد کے لیے متفق ہوئے چنانچہ سقمان اور جکرمس اپنی اپنی فوجیں آراستہ کر کے عیسائیوں سے جنگ کرنے اور حران کا محاصرہ اٹھانے کے لیے آگے بڑھے۔

عیسائیوں سے جنگ

جکرمس کے ساتھ تین ہزار ترک' عرب اور کرد تھے جبکہ سقمان کے ہمراہ سات ہزار ترکمانی تھے۔ نہر بلیخ پر عیسائیوں سے لڑائی ہوئی۔ سقمان اور جکرمس کی فوجیں کچھ دیر تک لڑ کر پیچھے ہٹیں۔ عیسائیوں نے یہ سمجھ لیا کہ مسلمانوں کو شکست ہو گئی ہے۔ تعاقب کیا۔ دو کوس تک اسلامی فوجیں بھاگتی چلی گئیں اور عیسائی فوجیں تعاقب کرتی گئیں۔ اس کے بعد مسلمانوں نے پلٹ کر عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ قتل و غارت کرتے ہوئے عیسائیوں کے کیمپ تک پہنچ گئے۔ بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ قمس بردویل والئی الرہا کو ایک ترکمانی نے جو سقمان کی فوج کا

سپاہی تعاقب کر فتار کر لیا۔ بیمند والئی انطاکیہ اور ہنگری والئی ساحل جنگ سے پہلے پہاڑ کے پیچھے کمین گاہ میں تھے۔ غرض یہ تھی کہ عین معرکہ کے وقت مسلمانوں پر عقب سے حملہ کریں گے مگر جب ان دونوں نے عیسائیوں کی شکست دیکھ لی تو سارا دن کمین گاہ میں روپوش رہے' شام ہوتے ہی نکل بھاگے۔ مسلمانوں کو معلوم ہو گیا۔ تعاقب کیا۔ بہت سے عیسائی مارے گئے۔ ایک بڑی جماعت گرفتار کر لی گئی' بیمند اور ہنگری بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر فرار ہوئے اور ان کے ہتھے نہ چڑھے۔

قمص بردویل کی گرفتاری

فتح حاصل کرنے کے بعد جکرمس کی فوج میں ناراضگی پھیل گئی اور یہ کہنے لگی کہ قمص بردویل' سقمان کے قبضہ میں ہے' مال غنیمت بھی ہم سے کافی زیادہ اس کے ساتھیوں کے ہاتھ لگا ہے' لوگوں کی نگاہوں میں ہماری عزت خاک نہ ہو گی۔ چنانچہ جکرمس ان کے مجبور کرنے پر سقمان کے خیمہ سے قمص بردویل کو پکڑ لایا۔ یہ بات سقمان کو شاق گزری۔ اس کے رکاب کی فوج نے قمص کو چھین لینے کا ارادہ کیا۔ سقمان نے اس خیال سے کہ مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اپنی فوج کو اس کام سے باز رکھا اور اسی وقت کوچ کر دیا۔ راستے میں عیسائیوں کے متعدد قلعے فتح کئے' جکرمش نے حران کی طرف پیش قدمی کی اور اسے فتح کر کے الرہا پر جا پہنچا۔ پندرہ یوم تک محاصرہ کئے رہا۔ سولھویں دن موصل لوٹ آیا۔ پینتیس ہزار دینار بطور فدیہ قمص بردویل سے وصول کئے اور ایک سو ساٹھ مسلمان قیدیوں کو جو اس کے قبضہ میں تھے آزاد کرالیا۔

برکیاروق کا انتقال

سلطان برکیاروق اصفہان سے (بعارضہ سل و بواسیر) بیمار ہو کر بغداد کی طرف روانہ ہوا' یزدگرد پہنچا تو مرض میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اپنے بیٹے ملک شاہ کو جس کی عمر اس وقت پانچ سال کی تھی اپنا ولی عہد بنایا' خلعت دی' امیر ایاز کو اس کی وزارت کا عہدہ مرحمت کیا۔ ملک کے نظم و نسق کا ذمہ دار بنایا' اراکین سلطنت سرداران فوج کی ملک شاہ کی اطاعت اور امیر ایاز کی موافقت کی ہدایت کی اور ان تمام کو بغداد کی جانب روانہ کیا۔ یہ لوگ بغداد نہ پہنچنے پائے تھے کہ ۲ ربیع الاول ۴۹۸ھ کو سلطان برکیاروق کا اپنی حکومت کے بارہ برس چھ مہینے پورے کر کے انتقال ہو گیا۔ امیر ایاز انتقال کی خبر سن کر واپس آیا۔ اصفہان میں برکیاروق کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ سراوقات' خیمے' چھتر' شمسیہ اور تمام وہ چیزیں جو شاہی لوازمات سے سمجھی گئی ہیں، ملک شاہ ابن برکیاروق کے لیے مہیا کر دیں۔

برکیاروق نے اپنے دور حکومت میں اس قدر تکالیف' مصائب اور جھگڑے دیکھے اور اٹھائے کہ اس سے قبل سلاطین سلجوقیہ میں سے کسی نے نہ دیکھے تھے' مگر جب اس کی حکومت مضبوط ہو گئی' فتنہ و فساد ختم ہو گیا اور چاروں طرف سے خوش نصیبی کے آثار نمایاں ہو چلے تو موت نے آگھیرا اور راہی ملک عدم ہوا۔

باب ۴۳

سلطان محمد بن ملک شاہ

برکیاروق کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے ملک شاہ کے نام کا خطبہ بغداد میں پڑھا گیا۔ ایلغازی بغداد میں تھا۔ بغداد سے برکیاروق کے پاس اصفہان گیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ بغداد آ رہا تھا۔ جب برکیاروق فوت ہو گیا تو اس کے بیٹے ملک شاہ اور امیر ایاز کے ہمراہ بغداد واپس آیا' وزیر ابوالقاسم علی بن جہیر نے گرم جوشی سے ملک شاہ کا استقبال کیا[۱]۔ ایلغازی اور امیر طغایرک دربار خلافت میں باریاب ہوئے' ملک شاہ کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی استدعا کی۔ خلیفہ نے اجازت عنایت فرمائی اور اسے وہی خطاب دیئے جو اس کا دادا ملک شاہ کو دیئے گئے تھے۔

موصل کا محاصرہ

محمد اور برکیاروق نے صلح ہو جانے کے بعد اپنے اپنے مخصوص علاقوں پر اپنے اپنے نائبوں کو قبضہ کرنے کی غرض سے روانہ کیا تھا۔ آذربائیجان فیصلے کی رو سے محمد کے حصہ میں آیا تھا' چنانچہ محمد چند دن تبریز میں قیام کر کے آذربائیجان چلا آیا۔ سعد الملک ابوالمحاسن محمد کی جانب سے اصفہان کا حاکم تھا اس نے برکیاروق کی مکمل طور سے مدافعت کی تھی۔ مگر مصالحت کے بعد اصفہان برکیاروق کے نائب کو حوالہ کر کے محمد کی خدمت میں آذربائیجان آ گیا' محمد نے اسے قلمدانِ وزارت سے نوازا۔ ماہ صفر ۴۹۸ھ تک محمد کا آذربائیجان میں قیام رہا۔ اس کے بعد موصل پر قبضہ کے ارادے سے براہ مراغہ روانہ ہوا۔ جکرمس کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ مدافعت پر تیار ہو گیا۔ مضافات موصل کے رہنے والوں کو شہر میں بلا لیا۔ شہر پناہ درست کرائی اور قلعہ بندی کر لی۔ محمد نے موصل کے نزدیک پہنچ کر جکرمس کے پاس موصل کے حوالہ کرنے کا پیام بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ مجھ سے اور میرے بھائی برکیاروق سے مصالحت ہو گئی ہے اور صلح نامہ کی رو سے موصل و جزیرہ مجھے ملا ہے۔ اس کے ساتھ ہی محمد نے برکیاروق کا دستخطی خط بھی پیش کیا اور اس بات کا اقرار و پیمان کیا کہ میں تمہیں تمہارے مقبوضہ شہروں پر بحال رکھوں گا۔ جکرمس نے ایک بھی نہ سنی۔ جواباً' کہلا بھیجا "سلطان برکیاروق نے مصالحت کے بعد مجھے آپ کے اس دعوے کے خلاف لکھا ہے میں آپ کو موصل پر قبضہ نہ دوں گا" محمد کو اس جواب سے غصہ آ گیا۔ محاصرہ میں سختی کی' اہل موصل بھی مدافعت میں سختی اور مستعدی سے پیش آئے چونکہ جکرمس نے شہر کا انتظام اچھی طرح کر لیا تھا اس وجہ سے محصورین کو اشیاء خوردنی کی مہنگائی اور کمیابی کی تکلیف نہیں ہوئی۔ ہر چیز سستی تھی۔ مزید براں جکرمس کی فوج کا ایک دستہ موصل کے نزدیک ایک ٹیلہ (یعفر) پر پڑا ہوا تھا۔ محمد کی رسد کو روک کر اسے لوٹ لیتا تھا۔

اس دوران ۱۰ جمادی الاول سنہ مذکور کو برکیاروق کے انتقال کی اطلاع موصل پہنچ گئی' جکرمس نے اہل شہر کو جمع کر کے آئندہ کے بارے میں مشورہ کیا۔ اہل شہر نے جواب دیا "ہماری جانیں ہمارا روپیہ اور مال خدمت کے لیے حاضر ہے۔ مصلحت وقت کو آپ ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں' سرداران لشکر سے مشورہ طلب کیجئے" جکرمس نے سرداران لشکر کو مشورہ کی غرض سے بلایا' سرداران لشکر نے سلطان محمد کی اطاعت کا پیام بھیجا اور وزیر السلطنت سعد الملک کو شہر حوالہ کرنے کے لیے بلا بھیجا۔ جکرمس سعد الملک کے مشورے سے اہل شہر کی مرضی کے خلاف سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان محمد عزت و احترام سے پیش آیا۔ اہل شہر کے اطمینان اور ان کی بے چینی دور کرنے کے خیال سے جکرمس کو فوری طور پر واپس بھیج دیا۔

۱۔ اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

سلطان محمد کی بغداد روانگی

سلطان برکیاروق اور اس کے بھائی محمد سے مصالحت کے بارے میں ہم نے ابھی بیان کر دیا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ برکیاروق اور محمد مصالحت کی رو سے اپنے اپنے شہروں پر تنہا قابض ہو گئے' اس کے بعد ہی برکیاروق کا انتقال ہو گیا اس کا بیٹا ملک شاہ بغداد چلا آیا۔ محمد کو ان واقعات کی اس وقت خبر ہوئی' جب کہ وہ موصل کا محاصرہ کئے ہوئے تھا' جکرمس نے برکیاروق کے انتقال کی وجہ سے مصالحت کر لی اور محمد کی اطاعت قبول کر لی' محمد نے بغداد کی جانب کوچ کیا' جکرمس اور سقمان قطبی (قطب الدولہ اسماعیل [1] بن یاقوتی بن داؤد کا غلام) وغیرہ امراء رکاب میں تھے صدقہ والئی حلہ نے بہت سی فوج فراہم کر کے اپنے بیٹوں بدران اور دبیس کو سلطان محمد کی خدمت میں بغداد آنے کا زور دینے کے لیے بھیج دیا تھا۔ یہ دونوں بھی سلطان محمد کے ہمراہ تھے۔ امیر ایاز (ملک شاہ کا اتابک) مدافعت پر آمادہ ہوا۔ بغداد کے باہر خیمہ نصب کیا' سرداران لشکر نے سلطان محمد سے جنگ کرنے کا مشورہ دیا' وزیر السلطنت ابوالمحاسن ضبعی (صفی) نے اس مشورے کی مخالفت کی' اور سلطان محمد کی اطاعت کے بہت سے فوائد بتلائے' امیر ایاز' سرداران لشکر اور وزیر السلطنت کی مخالفت سے سوچ میں پڑ گیا۔

بغداد پہنچ کر سلطان محمد نے غربی جانب پڑاؤ ڈالا۔ اس سمت میں اسی کے نام کا خطبہ پڑھا گیا' بعض جامع مسجدوں میں دونوں سلطانوں یعنی سلطان محمد اور سلطان ملک شاہ کا نام خطبہ میں داخل کیا گیا۔ ایک دو جامع مسجدوں میں کسی کا نام خطبہ میں نہیں لیا گیا' امام نے صرف سلطان العالم کہنے پر اکتفا کیا۔

حلف کی تقریب

امیر ایاز نے سرداران لشکر اور اعیان سلطنت کو دوبارہ مشورہ کی غرض سے ایک جلسہ میں بلایا اور ان لوگوں سے پھر حلف اٹھانے کو کہا' جس نے تو اس کی تعمیل کی مگر بعض نے دوبارہ حلف اٹھانے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ بار بار حلف اٹھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے' امیر ایاز کو اس سے شبہ پیدا ہوا۔ وزیر ابوالمحاسن کو صلح کرنے کی غرض سے سلطان محمد کی خدمت میں روانہ کیا۔ ابوالمحاسن سلطان محمد کے کیمپ میں پہنچ کر سعد الملک ابوالمحاسن سعد بن محمد (سلطان کا وزیر تھا) سے ملا' صلح کی درخواست کی' پھر اس کے ساتھ سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان محمد نے درخواست صلح منظور فرمائی اور جن جن امور کی ابوالمحاسن نے خواہش کی' سب قبول کر تا گیا۔ دوسرے دن قاضی القضاۃ اور مفتی ابوالمحاسن کے ہمراہ سلطان محمد کے دربار میں آئے۔ امیر ایاز اور ان امراء کو جو اس کے ساتھ رہے' کسی قسم کی تکلیف نہ دینے کا سلطان محمد سے حلف لیا' ملک شاہ کی بابت حلف لینے کے لیے کہا گیا' تو سلطان محمد نے کہا "وہ میرا بیٹا ہے میں اس کا باپ ہوں۔" امیر ینال حسامی کو امان دینے اور تکلیف نہ دینے کا حلف مدرسہ نظامیہ کے مدرس کیا الہراس نے لیا تھا۔

اس کے دوسرے روز امیر ایاز دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ امیر صدقہ بن مزید بھی پہنچ گیا۔ سلطان محمد ان دونوں سے بہ عزت و احترام پیش آیا' بڑی آؤ بھگت سے ملا۔ یہ واقعہ آخر ماہ جمادی الاول ۴۹۸ھ میں پیش آیا۔

سلطان محمد کی دعوت

امیر ایاز نے صلح کے چند دن بعد اپنے مکان (جو دراصل گوہر آئین افسر پولیس بغداد کا مکان تھا) میں سلطان محمد کی دعوت کی۔ بے شمار نذرانے اور بہت سے تحائف پیش کئے انہی میں کوہ بلخش تھا جسے امیر ایاز نے موید الملک بن نظام الملک کے ترکہ سے لے لیا تھا۔ سلطان محمد کی خدمت میں پیش کرنے کی غرض سے امیر ایاز نے اپنے غلاموں کو زرق برق لباس پہنا کر آلات جنگ سے مسلح کیا تھا۔ ان غلاموں میں ایک مسخرہ رہا کرتا تھا جس سے یہ تمام مذاق کیا کرتے تھے۔ چنانچہ براہ مذاق اس شخص کو بھی زرہ بکتر پہنا کر اوپر سے جبہ و عبا پہنا دیا اور چھیڑ چھاڑ مذاق کرنے لگے۔ یہ شخص بھاگا۔ امیر ایاز کے غلام تالیاں بجاتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگے۔ یہ شخص سلطان محمد کے مصاحبوں کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ سلطانی خدام نے اس کے جبہ و عبا کو الٹا کر دیکھا تو اسے زرہ بکتر پہنے ہوئے پایا۔ سلطانی خدام کو اس سے شبہ پیدا ہوا۔ سلطان محمد کی خدمت میں عرض کیا' سلطان محمد اٹھا اور اپنی محل سرا میں چلا گیا۔ اسی وقت سے سلطان محمد کے دل میں امیر ایاز کی طرف سے بغض و عداوت پیدا ہو گئی۔

---

[1] یاقوتی' سلطان ملک شاہ اول کا چچا تھا۔

امیر ایاز کا قتل

سلطان محمد نے اس واقعہ کے چند روز بعد ارا کین سلطنت اور سرداران لشکر کو دربار خاص میں بلایا جن میں امیر ایاز بھی تھا اور یہ ظاہر کیا گیا کہ ارسلان بن سلیمان بن قطلمش نے دیار بکر پر حملہ کیا ہے۔ اس کے مقابلہ پر کسے بھیجنا چاہیے۔ سب نے بالاتفاق امیر ایاز کو بھیجنے کا مشورہ دیا۔ امیر ایاز نے عرض کی "اس مہم پر میرے ساتھ امیر صدقہ بن مزید کو بھی روانہ فرمایئے" سلطان محمد نے منظور فرمالیا اور حکم نامہ لکھنے کی غرض سے دونوں امیروں کو محل سرائے سلطان میں حاضر ہونے کی ہدایت کی۔ سلطان محمد نے محل سرا کے ایک کونے میں چند لوگوں کو امیر ایاز کے قتل کی غرض سے چھپا رکھا تھا' جیسے ہی امیر ایاز ان کی جانب سے گزرا' تلواریں تول کر امیر ایاز پر ٹوٹ پڑے اور قتل کر ڈالا' امیر صدقہ اس منظر کو دیکھ کر بھاگ گیا۔ وزیر السلطنت نے اپنے منہ پر کپڑا ڈال لیا۔ ایاز کا لشکر اس واقعہ کو سن کر نکل پڑا۔ اس کے مکان کو لوٹ لیا۔ سلطان محمد نے ان کی مدافعت پر اپنی فوج کو مامور کیا' ہنگامہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد سلطان بغداد سے اصفہان کی طرف روانہ ہو گیا۔

ابوالمحاسن ضبعی کا انجام

امیر ایاز' سلطان ملک شاہ کے غلاموں میں سے تھا۔ سلطان ملک شاہ کی وفات کے بعد ایک امیر کے حاشیہ نشینوں میں داخل ہو گیا' اس نے امیر ایاز کو بیٹوں کی مانند رکھا۔ منتظم' مدبر' سیاسیات سے واقف اور لڑائیوں میں صائب الرائے تھا۔ مذاق کی بدولت ایک لمحہ میں امیر ایاز کی عزت و عظمت' شان و شوکت اور جان خاک میں مل گئی ابوالمحاسن ضبعی (امیر ایاز کا وزیر) چند ماہ تک روپوش رہا اس کے بعد گرفتار ہو کر سعد الملک وزیر کی خدمت میں پیش کیا گیا' ماہ رمضان ۴۹۸ھ میں قتل کر دیا گیا اس وقت اس کی عمر چھتیس برس کی تھی' ہمدان کے خاندان ریاست سے تھا۔

کردوں کا گروہ

دیار بکر کا ایک مشہور قلعہ' قلعہ ماردین تھا' سلطان برکیاروق نے اپنے ایک مغنی (گویا) کو مرحمت کیا تھا۔ اس قلعہ کے اطراف و جوانب میں کردوں کا ایک بہت بڑا گروہ آباد تھا جس کا کام لوٹ مار اور غارت گری تھا۔ قافلوں کا صحیح سلامت یہاں سے گزر جانا بہت مشکل تھا۔

سقمان کی شکست

یہ گروہ موقع دیکھ کر قلعہ ماردین پر بھی ہاتھ صاف کر دیا کرتا تھا اتفاق سے امیر کربوقا موصل سے آمد کا محاصرہ کرنے کی غرض سے چلا۔ اس وقت آمد ایک ترکمان کے قبضہ میں تھا۔ والئی قلعہ نے سقمان بن ارتق سے امداد کی درخواست کی' سقمان اپنی فوجیں لے کر اس کی امداد پر آ گیا پھر کیا تھا اہل قلعہ بھی سینہ سپر ہو کر میدان میں آ گئے۔ لڑائی کا آغاز ہو گیا۔ عماد الدین زنگی بن آقسنقر اور اس کے والد کے بہت سے سردار بھی امیر کربوقا کے ساتھ تھے۔ ان لوگوں نے انتہائی جرأت سے لڑائی میں حصہ لیا۔ لڑائی کے نازک نازک موقعوں پر ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ آخر کار سقمان کو شکست ہوئی اس کا بھتیجا یاقوتی بن ارتق گرفتار ہو گیا' امیر کربوقا نے قلعہ ماردین میں مغنی حاکم قلعہ کے پاس قید کر دیا۔ چنانچہ ایک عرصہ تک قلعہ ماردین میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتا رہا۔

جب اطراف و جوانب کے کرد' قتل و غارت گری بکثرت کرنے لگے اور اہل ماردین ان کے آئے دن کی لوٹ مار سے تنگ آ گئے تو یاقوتی نے مغنی والئی قلعہ سے کہلا بھیجا "اگر تم مجھے قید سے رہا کر دو تو میں ان لٹیرے کردوں کی غارت گردی سے اہل قلعہ کو نجات دلا دوں گا' ربضا میں میرا قیام ہو گا۔ ممکن نہیں کہ اہل قلعہ کو کردوں سے کسی قسم کی ایذا و تکلیف پہنچ جائے' مغنی نے بڑی خوشی سے یاقوتی کو رہا کر دیا۔ انتہائی جرأت اور حکمت سے ان لٹیرے کردوں کی لوٹ مار کا خاتمہ کیا۔ اطراف خلاط تک کسی قسم کے خطرے کا نشان نہ رہا۔

یاقوتی کا انجام

یاقوتی کے ساتھیوں کے دیکھا دیکھی قلعہ کے بعض سپاہی بھی کردوں پر شب خون مارنے لگے' یاقوتی ان سے مزاحم نہ ہوا بلکہ ان کی خاطر داری کرتا رہا ادھر چند یوم کے بعد یاقوتی کے دماغ میں قلعہ پر قبضہ کر لینے کی سوچ پیدا ہوئی۔ ادھر قلعہ کی ساری فوج نے لوٹ مار کا شیوہ اختیار کر لیا۔ ایک دن قلعہ کے فوجی لوٹ مار کر کے واپس آ رہے تھے۔ یاقوتی نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر دیا ان لوگوں نے قلعہ کے فوجیوں

گرفتار کر لیا' باقی سوار ہو کر قلعہ کے قریب گیا اور اہل قلعہ کو یہ دھمکی دی کہ اگر تم قلعہ ہمارے حوالہ نہ کرو گے میں تم سب کو قتل کر ڈالوں گا' اہل قلعہ یہ سن کر کانپ گئے۔ کسی نے چوں چراں نہ کی۔ قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ چابیاں حوالہ کر دیں' یاقوتی قلعہ پر قابض ہو گیا۔

ماردین پر قبضہ کرنے کے بعد یاقوتی نے فوجیں فراہم کیں' نصیبین اور جزیرہ ابن عمر کی جانب پیش قدمی کی' یہ دونوں مقامات جکرمس کے مقبوضات میں سے تھے۔ جکرمس اور اس کے ساتھیوں نے یاقوتی کی مدافعت پر تیاری کی۔ جنگ کے دوران یاقوتی کو ایک تیر آ لگا جس کے صدمہ سے وہ جاں بحق ہو گیا جکرمس اسے مردہ حالت میں دیکھ کر رو دیا۔

یاقوتی کی بیوی

یاقوتی کی بیوی اس کے چچا سقمان کی بیٹی تھی' اپنے خاوند کے مارے جانے پر اپنے باپ سقمان کے پاس چلی گئی اور اسے تمام واقعات سے آگاہ کیا' ترکمانوں کو جمع کر کے اپنے خاوند کا بدلہ لینے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ سقمان بھی اس کے ہمراہ نصیبین کی جانب چلا' جکرمس کو اس کی اطلاع ہوئی' گھبرا گیا' مصالحت کا پیام بھیجا اور بہت سا مال اور روپیہ دے کر سقمان کو راضی کر لیا' سقمان واپس لوٹ آیا۔

یاقوتی کا بھائی

یاقوتی کے بعد اس کا بھائی علی قلعہ ماردین میں جکرمس کی حکومت کے زیر اثر حکمرانی کرنے لگا۔ علی کسی ضرورت سے کہیں چلا گیا تھا۔ اس کی غیر حاضری کے زمانہ میں اس کے نائب نے سقمان کو یہ لکھ بھیجا کہ تمہارا بھتیجا "علی" ماردین جکرمس کو دینا چاہتا ہے۔ سقمان یہ سن کر سخت ناراض ہوا' علی واپس نہ ہونے پایا تھا کہ سقمان نے ماردین پر پہنچ کر قبضہ کر لیا اور بعوض قلعہ ماردین اپنے بھتیجا "علی" کو کوہ جور مرحمت کیا۔ اس زمانہ سے قلعہ ماردین سقمان کے قبضہ میں آ گیا' قلعہ کیفا تو پہلے ہی سے قبضہ میں تھا' نصیبین کو بھی اپنے دائرہ حکومت میں شامل کر لیا۔

سقمان بن ارتق کا انتقال

اس کے بعد فخر الملک بن عمار والئی طرابلس نے عیسائیوں کے مقابلہ پر سقمان بن ارتق سے امداد کی درخواست کی۔ فخر الملک خلفاء عبیدین مصر کا ایک گورنر تھا مگر ان کی کمزوری کی وجہ سے خود مختار حکمران بن بیٹھا تھا۔ عیسائیوں نے سواحل شام پر قابض ہونے کے بعد طرابلس کی جانب پیش قدمی کی۔ فخر الملک نے سقمان کو ۴۹۸ھ میں اپنی امداد پر بلا بھیجا جیسا کہ ابھی آپ نے پڑھا ہے' سقمان نے امداد کا وعدہ کیا' لشکر کی تیاری میں مصروف ہوا۔ اسی اثناء میں طغتکین والئی دمشق کا (یہ تاج الدولہ تتش کا غلام اور آزاد حکمران تھا) طلبی کا خط پہنچ گیا' لکھا تھا "میں بیمار ہوں' زندگی کی کوئی امید نہیں ہے جس قدر جلدی ممکن ہو دمشق آؤ ایسا نہ ہو کہ میں مر جاؤں اور عیسائی دمشق پر قابض ہو جائیں" سقمان نے یہ خط پڑھ کر انتہائی عجلت سے پہلے طرابلس پھر دمشق کے ارادے سے روانگی اختیار کی۔ رفتہ رفتہ قریتین پہنچا۔ اس وقت طغتکین کو افاقہ ہو گیا۔ سقمان کی طلبی پر پریشان ہو رہا تھا' اپنے مشیروں سے سقمان کو واپس کرنے کا مشورہ کر رہا تھا کہ سقمان کا قریتین میں پہنچ کر انتقال ہو گیا۔ فکفاہم اللہ تعالیٰ امرہ۔

جس وقت سقمان' قریتین میں بیمار پڑا اور اس کے ساتھیوں نے اس کے انتقال کا یقین کر لیا' قلعہ کیفا کی طرف واپس جانے کا مشورہ دیا' سقمان نے جواب دیا "میں اب واپس نہ جاؤں گا میں عیسائیوں پر جہاد کرنے کی غرض سے نکلا ہوں اگر میں مر گیا تو مجھے شہادت کا اجر سبب ہو گا"۔

منکبرس کی سرکشی

(سلطان محمد کا برادر عم زاد) منکبرس بن بوریش بن الپ ارسلان اصفہان میں تھا۔ اتفاق کچھ ایسا پیش آیا کہ سلطان محمد سے اس کے تعلقات منقطع ہو گئے' خود مختاری کا خیال پیدا ہوا' اصفہان سے نہاوند آیا اور خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا' امراء بنی برسق حکمرانان خوزستان کو اطاعت و فرمانبرداری کا پیام بھیجا۔ سلطان محمد کو اس کی خبر ہو گئی۔ زنگین بن برسق کو گرفتار کر لیا۔ زنگین نے اپنے بھائیوں کو لکھ بھیجا کہ جس طرح ممکن ہو منکبرس کو گرفتار کر کے سلطان محمد کے حوالہ کر دو ورنہ خیر نہیں ہے۔" اس بناء پر امراء بنی برسق نے منکبرس کے پاس

اطاعت و فرمانبرداری کے اظہار کا خط روانہ کیا اور خوزستان بلا بھیجا' جیسے ہی منکبرس خوزستان میں داخل ہوا' امراء بنی برسق نے گرفتار کر کے سلطان محمد کے پاس بھیج دیا' سلطان محمد نے اسے اصفہان میں اپنے برادران عم زاد تتش کے ساتھ قید کر دیا اور زنگین بن برسق کو قید سے رہا کر کے اس کے عہدہ پر بحال کیا۔ تستر' سابور' خوزستان وغیرہ مابین اہواز اور ہمدان' امراء بنی برسق کے قبضہ میں تھے۔ سلطان محمد نے ان مقامات کو بنی برسق سے لے لیا اور ان کی جگہ دینور مرحمت کیا اور اس جانب سے انہیں نکال کر دینور کی جانب بھیج دیا۔ واللہ اعلم۔

باطنی کو سزا

اس سے قبل آپ پڑھ چکے ہیں کہ فخر الملک بن نظام الملک' تاج الدولہ تتش کا وزیر تھا۔ کسی بات پر ناراض ہو کر تتش نے نظام الملک کو جیل میں ڈال دیا۔ جب سلطان برکیاروق نے تتش کو شکست دی تو برکیاروق نے فخر الملک کو قید سے رہا کر دیا۔

فخر الملک کا بھائی موید الملک' برکیاروق کا وزیر تھا۔ مجد الملک البارسانی کی کوشش و سفارش سے ۴۸۸ھ میں برکیاروق نے قلمدان وزارت فخر الملک کو مرحمت کیا۔ چند یوم کے بعد فخر الملک عہدہ وزارت سے مستعفی ہو کر سلطان سنجر بن ملک شاہ کی خدمت میں خراسان چلا گیا۔ سلطان سنجر نے اس کی عزت افزائی کی اور اپنی وزارت کا عہدہ مرحمت کیا۔ پانچویں صدی کے آخر میں ایک باطنی فریادی صورت بنائے ہوئے ایوان وزارت کے دروازے پر حاضر ہوا۔ فخر الملک نے فریاد سننے کی غرض سے باطنی کو اپنے قریب بلا لیا۔ درخواست لے کر پڑھنے لگا۔ باطنی کو موقع مل گیا پیٹ میں خنجر بھونک دیا۔ فخر الملک نے تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیا۔ باطنی گرفتار کر لیا گیا۔ سلطان سنجر کی خدمت میں پیش کیا گیا' باطنی نے چند آدمیوں کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے مجھے فخر الملک کے قتل پر مقرر کیا تھا۔ یہ اس کی محض شرارت تھی اور مقصد یہ تھا کہ وہ لوگ بھی فخر الملک کے خون کے بدلے قتل کئے جائیں اس کا یہ مقصد حاصل نہ ہوا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

جاولی سقاوا

خوزستان اور فارس کے درمیانی شہروں پر جاولی سقاوا نے قبضہ کر لیا تھا۔ متعدد قلعے تعمیر کرائے' اکثر شہروں کی شہر پناہیں بنوائیں' چند دن بعد رعایا پر ظلم و ستم کرنے لگا۔ جس وقت سلطان محمد مستقل طور سے حکومت کرنے لگا اس وقت جاولی کو سلطان محمد سے خطرہ پیدا ہوا' سلطان محمد نے امیر مودود بن التونتکین کو جاولی کی سرکوبی کے لیے مقرر کیا' جاولی نے قلعہ بندی کر لی' امیر مودود آٹھ مہینے تک محاصرہ کیے رہا۔ جاولی نے سلطان محمد کے پاس کہلا بھیجا ''میں امیر مودود کی دھمکی اور جنگ سے حکومت کی اطاعت نہ کروں گا' اگر حضور والا کسی دوسرے امیر کو بھیج دیں گے تو میں قلعہ کا دروازہ کھول دوں گا اور اطاعت قبول کر لوں گا۔'' سلطان محمد نے اپنی انگوٹھی دوسرے امیر کو دے دی اور اسے جاولی کے پاس بھیجا' جاولی نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور سلطان محمد کے پاس اصفہان چلا گیا' سلطان محمد نے انتہائی عزت و احترام سے ملاقات کی۔ اسلامی افواج کا سپہ سالار بنا کر عیسائیوں سے مذہبی جنگ کرنے اور اسلامی شہروں کو واپس لینے کی غرض سے شام کی جانب روانہ کیا۔ چونکہ جکرمس والئی موصل نے مالیہ کی ادائیگی بند کر رکھی تھی اس وجہ سے سلطان محمد نے موصل' دیار بکر اور جزیرہ کی حکومت بھی جاولی کے سپرد کر دی۔

جاولی نے موصل کی طرف پیش قدمی کی' بغداد ہوتا ہوا بوازیج پہنچا' چار دن کے قتل عام و خون ریزی کے بعد بوازیج پر قبضہ حاصل کیا' اہل بوازیج کو امان دی' اربل کی جانب پیش قدمی کی' ابوالہیجا' بن برسک کردی ہذبانی والئی اربل نے جکرمس کو یہ واقعات لکھ بھیجے اور جاولی کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ اربل کے نزدیک ابوالہیجا کا بیٹا اربل کی فوج لیے ہوئے آ ملا۔ اتنے میں جاولی بھی آ گیا دونوں حریفوں نے صف آرائی کی' جکرمس کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' چونکہ جکرمس بیماری کے باعث پالکی پر سوار تھا' بھاگ نہ سکا' اس کے غلاموں نے حق نمک ادا کیا جب تک ان کے دم میں دم رہا کسی کو جکرمس کی پالکی کے نزدیک تک نہ آنے دیا۔ احمد بن قاروت بک بھی جکرمس کی پالکی کی حفاظت میں زخمی ہوا۔ موصل کی طرف شکست کھا کر چلا گیا اور وہیں مر گیا۔ جکرمس گرفتار کر لیا گیا' جاولی کے سامنے پیش کیا گیا۔ جاولی نے قید کر دیا اور موصل پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔

جکرمس کا بیٹا

اگلے روز اس واقعہ کی اطلاع موصل پہنچی' اہل موصل نے زنگی[۱] بن جکرمس کو مسند امارت پر فائز کیا۔ غز غلی (جکرمس کا غلام)

۱۔ زنگی کی عمر اس وقت گیارہ برس کی تھی۔ دیکھو کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۳

امور سلطنت کا نگراں اور منتظم بنایا گیا۔ لشکریوں کو روپیہ' مال' جنگی ہتھیار اور گھوڑے دیئے' موصل کی قلعہ بندی کی' شہرپناہ ٹھیک کرائی' چاروں جانب خندقیں کھدوائیں' قلیج ارسلان والئی بلادروم سے امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ قلیج ارسلان بلادروم سے فوجیں لے کر موصل کی جانب روانہ ہوا' کوچ و قیام کرتا ہوا نصیبین پہنچا۔ جاولی کو اس کی آمد کی خبر ہوئی' موصل کا خیال دل سے نکال کر دوسری جانب کا راستہ لیا۔ جاولی کی روانگی کے بعد برستی افسر پولیس بغداد' موصل میں داخل ہوا' برستی نے بہتیرا اہل موصل کو اپنی جانب مائل کرنا چاہا' مگر انہوں نے کوئی توجہ نہ دی۔ مجبوراً اسی روز بغداد کی طرف لوٹ کھڑا ہوا۔ اس کے بعد قلیج ارسلان نصیبین سے موصل کی جانب روانہ ہوا۔

رحبہ کی طرف پیش قدمی

جاولی موصل سے سنجار چلا آیا تھا' ایلغازی بن ارتق اور جکرمس کے لشکر کی ایک بڑی جماعت جاولی کے پاس آ گئی تھی۔ چار ہزار سواروں کی جمعیت ہو گئی تھی۔ موصل کے قبضہ کا خیال پیدا ہو رہا تھا کہ ملک رضوان بن تتش کا خط شام سے آیا لکھا تھا کہ "عیسائیوں نے دست درازی شروع کر دی ہے۔ مسلمانان شام میں ان کے مقابلے میں قوت نہیں ہے' تمہاری ضرورت ہے جلد آؤ" جاولی نے اس خط کو پڑھ کر رحبہ کی طرف پیش قدمی کر دی۔

قلیج ارسلان کی کامیابی

جکرمس کے لشکر کے سرداروں اور اہل موصل نے قلیج ارسلان کی خدمت میں پیام مصالحت بھیجا' امان کی استدعا کی' قلیج ارسلان نے امان دینے کا حلف لیا' اہل موصل نے شہرپناہ کا دروازہ کھول دیا۔ قلیج ارسلان نے موصل میں داخل ہو کر ۱۵ رجب ۵۰۰ھ میں قبضہ کر لیا۔ جکرمس کے بیٹے کو خلعت سے نوازا' خطبہ میں خلیفہ کے بعد اپنے نام پڑھوایا۔ سلطان محمد کا نام خطبہ سے نکلوا دیا' لشکر کے ساتھ اچھے برتاؤ کیے' قلعہ کو غزغلی سے لے لیا۔ اپنی جانب سے اس کا حاکم متعین کیا' قاضی ابو محمد عبداللہ بن قاسم شہرزوری کو عہدہ قضا پر بحال رکھا اور ابوالبرکات محمد بن محمد بن خمیس کے حوالے حکومت کی باگ ڈور کر دی۔

قلیج ارسلان کے ساتھیوں میں سے امیر ابراہیم بن نیال ترکمانی والئی آمد اور محمد بن جبق ترکمانی والئی قلعہ زیاد (خرتبرت) کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کرنا مناسب ہے' ابراہیم بن نیال کو آمد کی حکومت پر تاج الدولہ تتش نے مقرر کیا تھا اس زمانہ سے آمد اسی کے قبضہ میں رہا۔ محمد بن جبق کا قبضہ قلعہ زیاد پر اس طرح سے ہوا کہ فلاد روس ترجمان بادشاہ روم قلعہ زیاد' الرہا اور انطاکیہ کا مالک تھا۔ جب سلیمان بن قلمش (قلیج ارسلان کا باپ تھا) نے انطاکیہ کو فلادروس رومی سے لے لیا اور فخرالدولہ بن جہیر نے دیار بکر پر قبضہ کر لیا تو فلاد روس رومی کمزور پڑ گیا۔ قلعہ زیاد کو رسد و غلہ نہ پہنچا سکا' محمد بن جبق کو موقع مل گیا' قلعہ زیاد کو فلاد روس سے چھین لیا۔ صرف الرہا' فلادروس کے قبضہ میں رہ گیا۔ اس کے بعد فلادروس نے سلطان ملک شاہ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ الرہا کی حکومت پر اسے سلطان ملک شاہ نے بحال رکھا۔

محافظوں کی سازباز

ہم نے اس سے قبل تحریر کیا ہے کہ جس وقت قلیج ارسلان نصیبین پہنچا تھا اسی وقت جاولی نے موصل سے سنجار کی راہ اختیار کی تھی۔ پھر سنجار سے ملک رضوان کا خط پا کر رحبہ کی جانب روانہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ کوچ و قیام کرتا ہوا آخر ماہ رمضان ۵۰۰ھ میں رحبہ پہنچا اور محاصرہ کر لیا۔ ان دنوں رحبہ میں بنو شیبان میں سے محمد بن سباق نامی ایک شخص حکومت کر رہا تھا۔ محمد بن سباق کو حکومت رحبہ پر ملک دقاق نے متعین کیا تھا۔ ملک دقاق کے انتقال پر خودسر حاکم بن گیا۔ حکمرانان دمشق کی اطاعت ترک کر کے قلیج ارسلان کا مطیع ہو گیا اور اسی کے نام کا خطبہ پڑھتا تھا۔ جاولی نے جب اس کا محاصرہ کیا تو ملک رضوان کو طلبی کا خط لکھا اور یہ شرط کی کہ رحبہ کو فتح کرنے کے بعد عیسائیوں کی مدافعت کی جائے گی ملک رضوان اس تحریر کے مطابق محاصرہ رحبہ پر آ پہنچا اور شریک محاصرہ ہوا۔ شہرپناہ کے محافظوں میں سے ایک گروہ نے جاولی سے سازباز کر لی۔ اسکیم کے مطابق آدھی رات کو دروازہ کھول دیا۔ جاولی اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ محمد بن سباق نے یہ صورت حال دیکھ کر اطاعت قبول کر لی اور اس کے ساتھ عیسائیوں کی مدافعت کے لیے روانگی اختیار کی۔

جاولی کی کامیابی

موصل پر قبضہ کرنے کے بعد قلیج ارسلان نے اپنے بیٹے ملک شاہ کو جس کی عمر گیارہ برس کی تھی، حکومت موصل پر متعین کیا۔ حفاظت و انتظام کی غرض سے ایک فوج بھی دی اور ایک امیر کو نظم و نسق کے لیے بطور اتالیق مقرر کیا۔ اس کے بعد جاولی سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ مگر جاولی کی فوجی قوت سے قلیج ارسلان کے ساتھی متاثر ہو گئے۔ ابراہیم بن نیال' خابور سے اپنے دارالحکومت آمد لوٹ آیا۔ قلیج ارسلان نے اپنے دارالحکومت سے مزید فوجیں طلب کیں۔ جاولی نے قلیج ارسلان کی فوج کی کمی کا احساس کر کے لڑائی چھیڑ دی۔ ماہ ذیقعدہ سنہ مذکور میں میدان کارزار گرم ہوا۔ قلیج ارسلان کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ جاولی نے موصل میں داخل ہو کر اپنی حکومت کا علم لہرا دیا۔ سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا' جکرمس کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے تاوان وصول کیا۔

جاولی نے اس کامیابی کے بعد جزیرہ کی جانب پیش قدمی کی۔ جیش بن جکرمس مع غزغلی وہاں موجود تھا اور اس کے والد کے بہت سے غلام سرفروشی کرنے کے لیے تیار تھے۔ ایک عرصہ تک جاولی محاصرہ کئے رہا۔ بالآخر چند ہزار دینار پر مصالحت کر کے موصل آیا' ملک شاہ بن قلیج ارسلان نے یہ صورت حال دیکھ کر سلطان محمد کی خدمت میں نیازمندی کا خط روانہ کیا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

صدقہ بن مزید کا قتل

والئی حلہ صدقہ بن مزید اور سلطان محمد کے مابین جس وقت ناراضگی اور نفرت پیدا ہوئی' اسی وقت سلطان محمد نے صدقہ بن مزید پر لشکر کشی کر دی' صدقہ مقابلہ پر آیا' لڑائی ہوئی' میدان سلطان محمد کے لشکر کے ہاتھ رہا۔ صدقہ شکست کھا کر بھاگا جنگ کے دوران مارا گیا' جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے۔ سلطان محمد اس کے تمام مقبوضہ علاقہ پر قابض ہو گیا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

والئی طرابلس

والئی طرابلس فخرالدولہ ولد ابو علی بن عمار عبیدیوں کے مقابلہ پر خود مختار حکومت کا دعوی دار ہو گیا اور ان سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ اسی زمانے میں عیسائیوں نے سواحل شام پر دست درازی شروع کر دی اور آئے دن اسلامی شہروں پر حملہ آور اس کا محاصرہ کرنے لگے۔ فخرالدولہ ابو علی ان کا مقابلہ نہ کر سکا' مسلمانوں کو اس سے سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا اس دوران یہ خبر سننے میں آئی کہ سلطان محمد کی حکومت مستقل ہو گئی ہے۔ دشمنوں کو ختم کر دیا گیا ہے۔ فخرالدولہ ابو علی نے اپنے برادر عم زاد ذوالمناقب کو طرابلس کی حکومت پر بطور اپنے نائب کے مامور کیا' لشکریوں کو چند ماہ کی تنخواہیں اور روزینے دیئے شہر کی حفاظت کا انتظام کیا' جگہ جگہ پہرہ' چوکی مقرر کی' غرض ہر طرح سے طرابلس کو عیسائیوں کے حملہ سے مطمئن و بے خطر کر کے بارگاہ سلطان میں حاضر ہونے کی غرض سے دمشق کی طرف روانگی اختیار کی۔

سلطان محمد کا حکم

والئی دمشق طغتکین نے گرم جوشی سے استقبال کیا' دمشق کے باہر خیمے نصب کیے' عزت و احترام سے ٹھہرایا گیا۔ چند یوم قیام کر کے بغداد کی طرف کوچ کیا۔ سلطان محمد اور خلیفہ نے اراکین سلطنت' سرداران لشکر اور رؤساء شہر کو استقبال کا حکم دیا۔ انتہائی عزت و احترام سے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ فخرالدولہ ابو علی نے بھی بیش قیمت تحائف اور نذرانے دربار خلافت اور بارگاہ سلطانی میں پیش کیے' عیسائیوں کے مقابلہ پر امداد کا طلب گار ہوا' مصارف فوج کی ذمہ داری لی۔ سلطان محمد نے امداد کا وعدہ کیا' فخرالدولہ ابو علی نے بغداد میں قیام کر دیا اس کے بعد امیر حسین بن اتابک طغتکین نے سلطان محمد سے ملاقات کی' سلطان محمد نے اسے حکم دیا تھا کہ شاہی فوج کے ساتھ امیر مودود کی ہمراہی میں جاولی سقاؤ کی گوشمالی کے لیے پہلے موصل کی طرف روانہ ہو' اس کے بعد فخرالدولہ ابو علی کے ہمراہ عیسائیوں پر جہاد کرنے کی غرض سے شام کی طرف کوچ کرے' چنانچہ سلطان محمد ۵۰۱ھ میں دارالخلافت بغداد سے بہ ارادہ جنگ روانہ ہوا' نہروان پہنچ کر فخرالدولہ ابو علی کو بلا بھیجا خلعت دیا اور بہت سا مال و اسباب دے کر رخصت کیا' امیر حسین حسب اشارہ سلطان' افواج دمشق کے ساتھ فخرالدولہ کے ہمراہ دمشق کی طرف روانگی اختیار کی۔

شرف الدولہ کی کامیابی

اس سے قبل آپ نے پڑھا ہے کہ فخر الدولہ ابو علی طرابلس سے روانہ ہونے کے وقت اپنے بھتیجے ذوالمناقب کو طرابلس کی حکومت پر مامور کر آیا تھا۔ ذوالمناقب نے فخر الدولہ کی روانگی کے بعد عہد شکنی کی' اہل طرابلس سے متفق اور ان کے ساتھ ہو کر سلطنت علویہ کی اطاعت کا اعلان کیا' افضل بن امیر الجیوش کے پاس اطاعت و نیاز مندی کا خط بھیجا' امداد اور رسد کی درخواست کی' افضل بن امیر الجیوش' خلیفہ مصر کا وزیر تھا ان دنوں حکومت و سلطنت پر اسے قبضہ حاصل ہو رہا تھا۔ اس نے شرف الدولہ بن ابو الطیب کو طرابلس کا والی مامور کر کے روانہ کیا۔ خزانہ' مال' غلہ اور بہت سا اسباب اس کے ہمراہ کر دیا۔ شرف الدولہ نے طرابلس پہنچ کر فخر الدولہ ابو علی کے اہل و عیال اور خیر خواہوں کو گرفتار کر کے ان کے مال و ذخائر کو ضبط کر لیا اور تمام کو کشتیوں پر لاد کر مصر بھیج دیا۔

جاولی کی سرکوبی

جاولی کا قلیج ارسلان اور ابن جکرمس سے موصل کے لے لینے اور ان دونوں کے اس کے ہاتھوں ہلاک ہونے کے واقعات ہم نے بیان کر دیئے ہیں' ان دونوں کے مارے جانے سے جاولی کی حکومت موصل پر مستقل ہو گئی' چونکہ سلطان محمد نے جاولی کو ان شہروں کی حکومت بھی دے دی تھی' جسے اس نے بزور شمشیر فتح کیا تھا یا آئندہ فتح کرتا' اس وجہ سے اس کا دائرہ حکومت وسیع ہو گیا۔ فوج کی بھی ایک کافی تعداد جمع ہو گئی۔ خزانہ بھی بھر گیا' پھر کیا تھا جاولی کا دماغ ساتویں آسمان پر پہنچ گیا۔ سلطان محمد کو جو کچھ سالانہ دیا کرتا تھا بند کر دیا' اس پر طرہ یہ ہوا کہ سلطان نے اسے جنگ صدقہ کے لیے بلا بھیجا۔ وہ نہ گیا اس پر مزید ستم یہ کیا کہ سلطان محمد کے خلاف' صدقہ سے سازباز کر لی اور اس کے ساتھ ہو کر سلطان سے لڑنے کے لیے تیار ہو گیا...

سلطان محمد کو جب مہم صدقہ سے فراغت ملی تو امیر مودود کو سلطانی افواج کا امیر بنا کر اور موصل کی سند حکومت مرحمت کر کے جاولی کی گوشمالی کے لیے روانہ کیا۔ امراء ابن برسق' سقمان قطبی' آقسنقر برسقی' نصر بن مہلہل بن ابی الشوک کردی اور ابو الہیجاء والئی اربل کو امیر مودود کی مدد پر متعین کیا' رفتہ رفتہ شاہی فوج' موصل پہنچی' موصل کے باہر پڑاؤ کیا۔ جاولی نے لڑائی کی پوری تیاری کی تھی' شہر پناہ پر پہرہ چوکی مقرر کر دی تھی رؤساء شہر کو جن سے خطرہ محسوس ہوا تھا قید کر دیا تھا۔ شہر میں اپنی بیوی دختر برسق کو پندرہ سو جنگ آوروں کی جمعیت سے ٹھہرا کر شہر چھوڑ دیا۔ اس کی بیوی بھی انتہائی عقل مند اور ہوشیار تھی' اس نے بھی بہت سے لوگوں سے تاوان وصول کیا' ہمت و جرأت سے مقابلہ کرتی رہی۔ محاصروں کی دال گلائے نہیں گلتی تھی' اتنے میں محرم ۵۰۲ھ کا دور آ گیا۔ چونکہ جاولی کی بیوی کی سخت مزاجی اور ظلم سے اہل شہر کا کیا ذکر ہے خود اس کی فوج والے بھی تنگ اور بددل ہو گئے تھے اس وجہ سے بعض محافظین شہر پناہ نے امیر مودود سے سازباز کر کے دروازہ کھول دیا۔ امیر مودود اپنی فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا۔ جاولی کی بیوی نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا' آٹھ دن تک قلعہ نشین رہی نویں دن امیر مودود سے امان حاصل کر کے اپنے بھائی یوسف بن برسق کے پاس قیمتی قیمتی مال و اسباب لے کر چلی گئی' امیر مودود موصل اور اس کے تمام علاقہ پر قابض ہو گیا۔

جاولی کی کوششیں

موصل سے روانگی کے وقت جاولی نے قمص کو ساتھ لیا (یہ قمص وہی ہے جس کو سقمان نے گرفتار کیا تھا اور جکرمس نے سلطان سے لے لیا تھا) نصیبین پہنچا' ایلغازی بن ارتق والئی نصیبین سے سلطان محمد کے مقابلہ پر امداد کی درخواست کی' ایلغازی نے انکاری جواب دیا اور اپنے بیٹے کو فوج کے ساتھ نصیبین میں چھوڑ کر ماردین کی جانب روانہ ہو گیا۔ جاولی کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ وہ بھی ایلغازی کے پیچھے پیچھے چلا' ماردین میں پہنچ کر تن تنہا ایلغازی کے پاس گیا' مجبوراً" ایلغازی نے جاولی کی موافقت کی اور اس کے ہمراہ نصیبین آیا۔ نصیبین سے روانہ ہو کر سنجار پہنچ کر محاصرہ کر دیا۔ اہل سنجار نے شہر پناہ کا دروازہ بند کر لیا' مقابلہ پر تل گئے' اس کے بعد ایک دن ایلغازی کو موقع مل گیا' جاولی محاصرہ سنجار چھوڑ کر رات کے وقت نصیبین بھاگ آیا۔

جاولی نے رحبہ کے نزدیک پہنچ کر قمص بردویل کو پانچ سال کے بعد ایک کثیر رقم لے کر ان شرائط سے رہا کیا:

(۱) جس قدر مسلمان قیدی ہوں وہ رہا کر دیئے جائیں۔

(۴) بوقت ضرورت جس وقت طلب کیا جائے امداد کو آ جائے جب جاولی اور قمص میں باہم مصالحت ہو گئی تو جاولی نے قمص کو سالم بن مالک والئی قلعہ جعبر کے پاس بھیجا' قلعہ حوالے کرنے کا پیغام دیا۔ سالم نے قلعہ حوالہ کر دیا' اتنے میں قمص کا خالہ زاد بھائی "جوسلین" والئی تل باشر جو کہ مسیحی سرداروں میں سے ایک نامی گرامی شخص تھا' آ گیا۔ یہ بھی قمص کے ساتھ گرفتار ہو گیا تھا۔ مگر بیس ہزار فدیہ دے کر رہا ہو گیا تھا۔ اس کے آتے ہی قمص' انطاکیہ کی جانب روانہ ہو گیا اور جوسلین بطور ضمانت قلعہ جعبر میں رہ گیا۔ اس کے بعد جاولی نے قلعہ جعبر کو جوسلین سے لے لیا اور جوسلین کی جگہ اس کے اور قمص کے سالوں کو ضمانت میں لے کر جوسلین کو بقیہ شرائط رہائی پوری کرنے کے لیے قمص کے پاس بھیج دیا۔

آپس میں لڑائی

قمص جب انطاکیہ پہنچا' والئی انطاکیہ طنکری نے تیس ہزار دینار' گھوڑے اور بے شمار جنگی ہتھیار پیش کیے' الرہا اور سروج وغیرہ قمص کے قبضہ میں تھا مگر جس وقت قمص گرفتار کر لیا گیا تھا اس وقت طنکری نے الرہا وغیرہ کو قمص کے افسروں سے چھین لیا تھا۔ قمص نے واپسی کا مطالبہ کیا۔ طنکری نے ٹکا سا جواب دے دیا' قمص ناراض ہو کر تل باشر چلا گیا۔ اتنے میں جوسلین آ پہنچا' عیسائیوں کو اس سے بے حد خوشی ہوئی' سارا شہر چراغاں کیا گیا۔ طنکری نے یہ خیال کر کے کہ اگر یہ دونوں طاقتور ہو گئے تو سخت خطرے کا سامنا ہو گا' قمص اور جوسلین کا محاصرہ کر لیا چند روز تک محاصرہ کیے رہا' قمص اور جوسلین نے موقع پا کر طنکری والئی انطاکیہ کے مقبوضہ قلعوں پر حملہ کر دیا' ابو سہیل ارمنی نے ایک ہزار سوار قمص کی امداد پر بھیج دیئے' قمص' جوسلین اور طنکری میں زبردست جنگ شروع ہو گئی' خونریزی کا دروازہ کھل گیا' پوپ اور پادریوں کی ایک جماعت نے درمیان میں پڑ کر باہم جنگ کرنے سے دونوں فریقوں کو روکا' بیمند (طنکری کا ماموں) بھی آ گیا۔ پوپ نے طنکری کے خلاف فیصلہ کیا اور حکم دیا کہ الرہا وغیرہ قمص کو واپس دیا جائے چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق ۹ صفر ۵۰۲ھ میں الرہا وغیرہ قمص کو واپس دے دیا گیا۔

اصبہند کا مشورہ

جاولی' قمص کو رہا کرنے کے بعد رحبہ کی طرف چلا گیا' ابوالنجم بدران اور ابو کامل منصور پسران صدقہ اپنے والد کے قتل کے بعد سے سالم بن مالک کے پاس مقیم تھے' ان دونوں نے جاولی سے امداد کی درخواست کی۔ جاولی نے ان کی پشت پناہی کے لیے ان کے ساتھ چلنے کا وعدہ کیا اور سب کے سب ابوالغازی تکین کو اس مہم کا سردار بنانے پر متفق ہوئے' ابھی روانگی کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اصبہند صباور آ پہنچا' سلطان محمد نے اسے رحبہ کی حکومت مرحمت کی تھی' اس نے جاولی کو مشورہ دیا کہ "تم عراق کی جانب پیش قدمی کے بجائے شام کا رخ کرو۔ اس وقت شام لشکر اسلام سے خالی ہو گیا ہے اور عیسائیوں کی دست درازیاں دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں' اگر تم ایسا کرو گے تو تمہیں سلطان محمد سے آئندہ کسی قسم کا خطرہ نہ رہے گا' جاولی نے اس مشورہ کو پسند کیا' سامان حرب درست کر کے رحبہ سے روانگی اختیار کی۔

اس کے بعد جاولی کے پاس سالم بن مالک والئی قلعہ جعبر کا قاصد پہنچا' سالم نے بنی نمیر کی زیادتی کی شکایت لکھی تھی اور امداد کا خواستگار ہوا تھا واقعہ یہ تھا کہ بنی نمیر نے بصرہ سے علی بن سالم والئی رقہ پر حملہ کیا تھا اور علی بن سالم کو قتل کر کے رقہ پر قبضہ کر لیا تھا ملک رضوان یہ خبر سن کر حلب سے رقہ کی جانب روانہ ہوا مگر بنی نمیر نے تاوان جنگ دے کر مصالحت کر لی۔ چنانچہ ملک رضوان واپس آیا۔ جاولی نے ملک شام جانے کی بجائے بنو نمیر کی گوشمالی کے لیے رقہ کی جانب کوچ کر دیا' ستر ۷۰ یوم تک بنی نمیر کا رقہ میں محاصرہ کیے رہا' بنی نمیر نے تنگ آ کر مصالحت کی درخواست کی' بہت سا مال و اسباب اور گھوڑے دے کر جاولی سے صلح کر لی' جاولی نے محاصرہ اٹھا لیا اور سالم کو معذرت نامہ تحریر کر کے بھیج دیا۔

قطلغ تکین کا قتل

اسی دوران حسین بن اتابک قطلغ تکین فخر الدولہ بن عمار کے ساتھ جاولی کے پاس پہنچ گیا۔ حسین کا والد گنجہ میں سلطان محمد کا اتابک تھا' سلطان محمد نے کسی بات پر خفا ہو کر قطلغ تکین کو موت کے گھاٹ اتار دیا' حسین سلطان محمد کے دربار میں حاضر ہوا۔ سلطان نے تسلی دی اور اپنے خاص مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ پھر جب عیسائیوں کی دست درازی کی خبر اسے سننے میں آئی تو فخر الدولہ ابن عمار کے ساتھ جاولی کے

واپس بھیجا تاکہ دربار شاہی کے ساتھ جاولی کے تعلقات ٹھیک ہو جائیں اور اس شاہی لشکر کو جو کہ موصل کا حصار کیے ہوئے ہے' عیسائیوں پر جہاد کی غرض سے فخر الدولہ ابن عمار کے ساتھ روانہ کر دے۔ جاولی نے بڑی خوشی سے اسے قبول کیا اور حسین سے کہا "تم موصل جا کر لشکر موصل کو عیسائیوں پر جہاد کرنے کی غرض سے روانہ کرو میں اپنے بیٹے کو بطور ضمانت تمہارے سپرد کرتا ہوں' ملک کا نظم و نسق اس شخص کے قبضہ اقتدار میں رہے گا جو سلطان محمد کی طرف مقرر ہو گا" حسین جاولی سے رخصت ہو کر اس سے قبل کہ موصل فتح ہو موصل پہنچا۔ شاہی لشکر کو عیسائیوں پر جہاد کی غرض سے کوچ کا حکم دیا۔ تمام سرداران لشکر نے اس حکم کی تعمیل کی۔ مگر امیر مودود نے تعمیل سے انکار کیا اور کہا کہ "میں بغیر اجازت سلطان محمد' موصل سے کوچ نہیں کروں گا" چنانچہ امیر مودود' موصل کا محاصرہ کیے رہا یہاں تک کہ موصل فتح کر لیا جیسا کہ آپ نے ابھی پڑھا ہے۔

حسین ابن قتلغ تکین' سلطان کی خدمت میں واپس آیا اور جاولی کی جانب سے انتہائی خوبی سے اچھی باتیں کیں جس سے سلطان محمد کا دل صاف ہو گیا۔

اس کے بعد جاولی نے شہر بالس کی جانب کوچ کیا اور اسے ملک رضوان بن تتش کے ملازمین کے قبضہ سے نکال لیا' شہر بالس کے رہنے والوں کی ایک جماعت کو قتل کیا' جس میں قاضی محمد بن عبدالعزیز بن الیاس مشہور فقیہہ بھی تھے' یہ انتہائی نیک دل اور متقی شخص تھے۔

جاولی کی شکست

ملک رضوان بن دقاق کو جب یہ اطلاع ملی تو غضبناک ہوا' فوجیں آراستہ کر کے جاولی سے جنگ کرنے کے لیے نکل کھڑا ہوا' طنکری والی انطاکیہ کو یہ واقعہ لکھ بھیجا' امداد کی درخواست کی' طنکری اپنی فوجیں لے کر رضوان کی کمک پر آ گیا۔ جاولی نے بھی قمص کے پاس امداد و اعانت کا پیام بھیجا اور جس قدر زر فدیہ اس کے ذمہ باقی تھا اسے معاف کر دیا۔ چنانچہ قمص اپنی فوج کے ساتھ جاولی کی کمک پر آ پہنچا۔ جاولی اس وقت بنبج میں تھا' اتنے میں یہ اطلاع ملی کہ موصل پر امیر مودود اور شاہی لشکر نے قبضہ کر لیا ہے' اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ جاولی کی تمام تدابیر دھری کی دھری رہ گئیں۔ اکثر ساتھیوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ زنگی بن آقسنقر اور بکتاش نہاوندی ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ اصبہند صباوا' بدران بن صدقہ اور ابن جکرمس باقی رہ گئے' اتفاق سے رضاکاروں کا ایک گروہ جاولی کی کمک پر آ گیا جس سے جاولی کے قدم میدان جنگ میں جم گئے۔ تل باشر پر پڑاؤ کیا' ملک رضوان بھی مع طنکری کے آ گیا۔ لڑائی چھڑ گئی۔ جنگ کی ابتداء ایسی تھی کہ ملک رضوان کو شکست ہوتی معلوم دے رہی تھی' سو اتفاق سے جاولی کے رکاب کی فوج' ملک رضوان کے مفرور گروہ کے تعاقب میں بڑھی' جاولی نے اسے واپس کرنا چاہا' جو کہ بڑھ چکا ہوا تھا اس لیے جاولی کی کوشش بیکار ثابت ہوئی' مجبوراً" میدان جنگ سے قدم ڈگمگا گئے۔ شکست اٹھا کر بھاگا۔ اصبہند صباوا شام کی طرف چلا گیا' بدران بن صدقہ نے قلعہ جعبر کا راستہ لیا' ابن جکرمس نے جزیرہ ابن عمر میں جا کر دم لیا' بہت سے مسلمان مارے گئے۔ والی انطاکیہ نے جاولی کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا' قمص اور جوسلین تل باشر کی جانب بھاگ گئے' ان دونوں عیسائی امراء نے مسلمانوں سے اچھا برتاؤ کیا' جو مسلمان شکست پا کر ان کے پاس آتا' اس کی عزت کرتے' زخمی ہوتا تھا تو اس کا علاج کراتے' بھوکوں کو کھانا کھلاتے' ننگوں کو کپڑے پہناتے اور زاد راہ دے کر ان کے وطن پہنچانے کا انتظام کرتے تھے۔

جاولی نے شکست کے بعد رحبہ کی راہ لی' گنتی کے چند سوار اس کی رکاب میں تھے' اتفاق یہ کہ امیر مودود والئی موصل کا ایک دستہ فوج' رحبہ کے اطراف و جوانب پر شب خون مارنے کے لیے آ گیا" جاولی کو اپنی گرفتاری کا خوف پیدا ہوا۔ یہ رائے قائم کی کہ سوائے بارگاہ سلطانی کے مجھے کہیں پناہ نہ ملے گی' حسین بن قتلغ تکین سے میرے اتحادی تعلقات قائم ہیں' وہ سلطان سے میری سفارش کرے گا" چنانچہ انتہائی تیزی سے مسافت طے کر کے اصفہان کے نزدیک' لشکر گاہ میں حاضر ہوا۔ حسین بن قتلغ تکین کے یہاں قیام کیا اپنی دکھ بھری داستان سنائی۔ حسین جاولی کو اپنے ساتھ لیے ہوئے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان نے بعزت و احترام ملاقات کی اور اس سے بکتاش بن تکش کو لے کر اصفہان میں قید کر دیا۔

عیسائیوں کی لوٹ مار

سلطان محمد نے ۵۰۵ھ میں امیر مودود والئی موصل کو عیسائیوں کی جنگ پر متعین کیا۔ سقمان قطبی والئی دیار بکر و آرمینیہ' ایاکی

(ایلیکی) و زنگی پسران برسق والیان ہمدان' امیر احمد بک والئی مراغہ' ابوالھیجا' والئی اربل اور امیر ابوالغازی والئی ماردین کو امیر مودود کی امداد کا حکم دیا' امیر ابوالغازی بذات خود اس جنگ میں نہیں گیا تھا بلکہ اپنے بیٹے "ایاز" کو اپنی جگہ بھیج دیا۔ چنانچہ مجاہدین اسلام' سیلاب کی طرح سنجار کی جانب بڑھے' عیسائیوں کے چند قلعے فتح کیے۔ شہر الرہا پر محاصرہ کیا' عرصہ تک محاصرہ کیے رہا۔ الرہا والے برابر مقابلہ کرتے رہے۔ گرد و نواح کے عیسائی امراء یہ سن کر اپنی اپنی فوجیں لے کر دوڑ پڑے۔ فرات عبور کر کے الرہا کو بچانے کی کوشش کی' مگر لشکر اسلام کی کثرت اور رعب و داب نے انہیں فرات عبور کرنے سے روک دیا' فرات میں ٹھہر گئے۔ مسلمانوں نے اس خیال سے کہ عیسائی فرات کو عبور کر کے میدان میں آ جائیں الرہا کو چھوڑ کر حران کی جانب بڑھ گئے جیسے ہی مسلمانوں نے الرہا کا محاصرہ اٹھایا' عیسائی امراء الرہا میں داخل ہو گئے' رسد و غلہ اور روزمرہ کی تمام ضروریات کا کافی ذخیرہ الرہا میں جمع کر کے فرات کی طرف واپس ہوئے اور اسے جانب شمال سے عبور کر کے حلب کے مضافات میں لوٹ مار شروع کر دی۔

مسلمانوں کی ناکامی

اسلامی فوجوں نے الرہا کا محاصرہ اٹھانے میں بڑی غلطی کی۔ اہل الرہا میں محاصرے کی شدت کے باعث مقابلے کی تاب نہ رہی تھی اور نہ ان کے پاس غلہ کا ذخیرہ باقی رہا تھا' الرہا صبح و شام میں فتح ہو جاتا مگر ماشاء اللہ کان ومالم یشاء کم یکن کا مضمون ہوا' عیسائیوں کی واپسی الرہا اور فرات کو عبور کرنے کی خبر سن کر شاہی لشکر الرہا کی جانب واپس لوٹا اور پہنچتے ہی اسے گھیر لیا' اب کیا تھا' الرہا اب وہ الرہا نہ رہا تھا شہر پناہ کی فصیلوں پر جنگی سپاہیوں کا پہرہ' غلہ اور ضروریات کا کافی ذخیرہ موجود ہو گیا تھا' فوج بھی کثرت سے موجود تھی۔ چونکہ کامیابی کی صورت دکھائی نہ دی محاصرہ اٹھا کر قلعہ تل باشر پر پہنچ کر محاصرہ کیا' پینتالیس روز تک قلعہ تل باشر کا محاصرہ کیے رہا' جب کامیابی کی کوئی صورت دکھائی نہ دی تو بہ مجبوری قلعہ تل باشر کا بھی محاصرہ اٹھا لیا' حلب میں داخل ہونے کا ارادہ کیا' ملک رضوان نے شہر پناہ کے دروازے بند کر دیئے' ملنے سے انکار کر دیا' سقمان قطبی بالس میں فوت ہو گیا۔ اس کے ساتھی اس کا تابوت لے کر اس شہر میں واپس ہوئے راستے میں ایلغازی بن ارتق نے ان لوگوں سے چھیڑ چھاڑ کی' فریقین میں لڑائی ہو گئی۔ ان لوگوں نے ایلغازی کو شکست دی۔ ایلغازی کو ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا۔

ان واقعات کے بعد ابن برسق بیمار ہو گیا' امیر احمد بک والئی مراغہ سلطان محمد کی خدمت میں سقمان قطبی کے مقبوضات حاصل کرنے کی غرض سے روانہ ہوا' قطلغ تکین والئی دمشق نے امیر مودود سے تعلقات پیدا کر لیے' امیر مودود اس کے ساتھ نہر عاصی پر اتر پڑا' اس سے لشکر اسلام منتشر ہو گیا' عیسائیوں کو اس کی اطلاع ہوئی' مارے خوشی کے جامہ سے باہر ہو گئے' فوجوں کو آراستہ کیا اور اسلامی شہروں کی فتح کے ارادے سے فامیہ کی جانب بڑھے' سلطان بن منقذ والئی شیرز یہ سن کر امیر مودود اور قطلغ تکین کے پاس پہنچا' دونوں کو نصیحت و ملامت کی عیسائیوں سے جہاد پر ابھارا' چنانچہ امیر مودود' قطلغ تکین اور سلطان بن منقذ' شیرز آ گئے۔ ڈیرے ڈال دیئے' مورچے قائم کیے' عیسائیوں کے لشکر نے بھی ان کے مقابلہ پر پہنچ کر پڑاؤ کیا مگر مسلمانوں سے کچھ ایسے خوفزدہ ہوئے کہ جنگ کے بغیر فامیہ کی طرف واپس چلے گئے۔

امیر مودود کی لشکر کشی

امیر مودود نے ۵۰۶ھ میں الرہا اور سروج پر جہاد کرنے کے لیے پھر چڑھائی کی' پہنچتے ہی الرہا اور سروج کے اطراف و جوانب کو تہس نہس کر دیا' عیسائیوں کو اس سے بہت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ جوسلین والئی تل باشر نے موقع پا کر اسلامی فوج پر ایک دن حملہ کر دیا' چند بار برداری کے اونٹ اور خچر پکڑ کر لے گیا' اسلامی فوج نے یہ سن کر حملہ کی تیاری کی' جوسلین مقابلہ پر نہ آیا اور راہ فرار اختیار کی۔

عیسائیوں سے معرکہ

چونکہ آخر ۵۰۶ھ میں بغدوین بادشاہ بیت المقدس اطراف دمشق پر کئی مرتبہ حملے کر چکا تھا اس وجہ سے قطلغ تکین والئی دمشق کی تحریک سے امراء اسلام میں پھر ایک ولولہ پیدا ہوا۔ چنانچہ ۵۰۷ھ میں امیر مودود والئی موصل' تمیرک والئی سنجار' امیر ایاز بن ایلغازی اور قطلغ تکین والئی دمشق نے متحدہ قوت سے عیسائیوں کے مقبوضات کی جانب جہاد کے ارادے سے پیش قدمی کی فرات عبور کر کے بیت المقدس کی فتح کے ارادے سے کوچ کیا۔ بغدوین کو اس کی خبر ہوئی' جوسلین والئی تل باشر بھی اس کے ہمراہ تھا' اردن میں عیسائیوں نے پڑاؤ کیا' طبریہ کے نزدیک دونوں فریقوں نے صف آرائی کی' جنگ کا میدان گرم ہو گیا۔ عیسائیوں کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ ایک بڑا گروہ مارا

گیا۔ بہت سے دریائے طبریہ اور بحر اردن میں ڈوب کر مر گئے‘ لشکر اسلام نے ان کی کیمپ اور کمسریٹ کو لوٹ لیا۔

شکست کھا کر بھاگے ہوئے عیسائی طرابلس اور انطاکیہ کے عیسائی لشکر سے جا ملے۔ اپنی دکھ بھری داستان انہیں سنا کر امداد و اعانت کے طلب گار ہوئے‘ انہوں نے انتہائی جوش اور ولولے سے مغرور عیسائیوں کی درخواست قبول کی اور سب کے سب متفق ہو کر جنگ کے ارادے سے واپس ہوئے‘ جبل طبریہ کے دامن میں صف آراء ہوئے۔ اسلامی افواج نے عیسائی لشکر کا محاصرہ کر لیا رسد و غلہ کی آمد بند کر دی (چھبیس ۲۶ یوم تک محاصرہ کیے رہے لیکن کوئی عیسائی سورما کھلے میدان جنگ میں جنگ کے لیے نہ نکلا) اسلامی افواج نے محاصرہ اٹھا کر عیسائی مقبوضات میں عکا سے بیت المقدس تک لوٹ مار شروع کر دی۔ گاؤں‘ قصبات اور شہروں کو تباہ کیا جو عیسائی مقابلے پر آیا‘ مار ڈالا۔ کسی عیسائی سردار کے کان پر جوں نہ رینگی۔ لشکر اسلام کامیاب ہو کر دمشق پہنچا‘ امیر مودود نے فوجیوں کو آرام لینے کی غرض سے انہیں ان کے وطنوں کی جانب جانے کی اجازت دی اور بغرض جہاد‘ آئندہ سال واپسی کا حکم دیا۔ خود قطلغ تکین کے پاس دمشق میں ٹھہر گیا۔ جامع دمشق میں جمعہ پڑھنے کو گیا تھا‘ جمعہ پڑھ کر قطلغ تکین کے ساتھ ہاتھ سے ہاتھ ملائے ہوئے جیسے ہی صحن میں آیا ایک باطنی نے پہنچ کر چار کاری زخم لگائے جس کے صدمہ سے اسی دن شام ہوتے ہوتے اس جہان فانی سے کوچ کر دیا۔ قاتل اسی وقت گرفتار کر لیا گیا۔ قطلغ تکین نے اسی روز امیر مودود کے قصاص میں اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

آقسنقر کی روانگی

اس افسوس ناک واقعہ کی خبر سلطان محمد کو دی گئی‘ موصل اور اس کے صوبہ پر آقسنقر برسقی کو ۵۰۸ھ میں تعینات کیا‘ اپنے بیٹے ملک مسعود کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ آقسنقر برسقی کے ہمراہ موصل روانہ فرمایا اور عیسائیوں پر جہاد کرنے کا حکم دیا‘ اسلامی شہروں کے حکمرانوں کو آقسنقر کی اطاعت و امداد کی ہدایت و تاکید کی‘ آقسنقر برسقی کوچ و قیام کرتا ہوا موصل پہنچا‘ حسب فرمان شاہی چاروں جانب سے اسلامی فوجیں آکر جمع ہو گئیں‘ عماد الدین زنگی بن آقسنقر (پدر سلطان نور الدین محمود فاتح جزیرہ شام) اور نمیر والئی سنجار بھی آ گئے‘ آقسنقر برسقی نے اسلامی فوجوں کو مرتب کر کے جزیرہ ابن عمر کی جانب کوچ کیا‘ امیر مودود کے والد نے اطاعت قبول کی‘ شہر حوالہ کر دیا۔ اس کے بعد آقسنقر برسقی ماردین پہنچا‘ ابو الغازی والئی ماردین نے حسب ارشاد‘ سلطان اطاعت کا اظہار کیا اور اپنے بیٹے ایاز کو مع فوج آقسنقر برسقی کے ہمراہ روانہ کیا‘ آقسنقر برسقی کے اندرونی معاملات سے فراغت حاصل کر کے الرہا پہنچ کر محاصرہ کر دیا۔ دو مہینہ تک محاصرہ کیے رہا۔ زمانہ محاصرہ میں عیسائیوں سے لڑائیاں ہوتی رہیں مگر کوئی نتیجہ خیز جنگ نہ ہوئی‘ رسد کی کمی کی وجہ سے آقسنقر برسقی کو محاصرہ اٹھا لینا پڑا۔ سمیساط کی جانب روانہ ہو گیا۔

ان لڑائیوں اور زمانہ محاصرہ الرہا میں الرہا‘ سروج اور سمیساط کے مضافات و اضلاع‘ لشکر اسلام کی غارت گری کی نذر ہو گئے‘ دیہات‘ قصبات اور شہر ویران ہو گئے۔

بادشاہ کا انتقال

اسی دوران کراسک عیسائی بادشاہ مرعش‘ کیسوم اور رعیان فوت ہو گیا‘ اس کی بیوہ نے لشکر اور حکومت پر قبضہ کر لیا تھا۔ برسقی کی خدمت میں نیاز نامہ بھیجا‘ اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا‘ برسقی نے بھی اپنا سفیر روانہ کیا‘ بیوہ کراسک نے برسقی کے سفیر کی عزت کی‘ اور تحائف دے کر برسقی کی خدمت میں واپس کیا۔ اس واقعہ سے بہت سے عیسائی ترک وطن کر کے انطاکیہ چلے گئے۔

اس کے بعد برسقی نے ایاز بن ابو الغازی کو اس وجہ سے کہ ابو الغازی نے برسقی کے حکم کی تعمیل نہیں کی گرفتار کر لیا۔ ابو الغازی کو اس کی خبر ہو گئی‘ فوجیں آراستہ کر کے برسقی سے جنگ کرنے کے لیے کوچ کر دیا‘ چنانچہ ابو الغازی اور برسقی ... شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ ابو الغازی نے اپنے بیٹے کو قید سے چھڑا لیا۔ ابو الغازی کے سلسلہ حکومت کے تذکرہ ... کیا جائے گا۔

سلطان محمد کی دھمکی

ابو الغازی کی اس حرکت پر سلطان محمد نے ابو الغازی کو دھمکی آمیز خط لکھا‘ اس حرکت کے انجام اور شاہی قوت کی دھمکی دی‘ ابو الغازی

سلطان کے خوف سے قطلغ تکین والئ دمشق کے پاس چلا گیا۔ والئ دمشق قطلغ تکین اور عیسائی امراء شام نے باہم ایک دوسرے کی امداد کی قسمیں کھائیں۔ ابوالغازی دیار بکر کی جانب واپس ہوا۔ قرجان بن قراجہ والئ حمص کو اس کی اطلاع مل گئی' اچانک موت کی طرح ابوالغازی کے سر پر پہنچ گیا' ابوالغازی کے ساتھی چند دن آرام کرنے کی غرض سے اپنے اپنے شہروں کو چلے گئے تھے' چند سوار اس کی رکاب میں باقی رہ گئے تھے۔ قرجان کو اس مقصد میں کامیابی ہوئی۔ ابوالغازی کو گرفتار کر لیا۔ قطلغ تکین والئ دمشق اس خبر کو سن کر اپنی فوج کے ساتھ دوڑ پڑا۔ قرجان کو ابوالغازی کی رہائی کا پیام بھیجا۔ قرجان نے انکاری جواب دیا اور یہ کہا بھیجا "اگر قطلغ تکین الٹے پاؤں واپس نہ جائے گا تو میں ابوالغازی کو قتل کر ڈالوں گا۔ آئندہ جو کچھ ہونا ہو گا ہو گا۔ قطلغ تکین دمشق کی طرف واپس لوٹ گیا۔

ان واقعات کی اطلاع قرجان نے دربار شاہی میں کر دی تھی اور حکم کا انتظار کر رہا تھا' اتفاق سے جواب آنے میں تاخیر ہوئی۔ اس وجہ سے ابوالغازی سے قسم لے کر اور اس کے بیٹے ایاز کو بطور ضمانت کے اپنے قبضہ میں کر کے رہا کر دیا۔ چنانچہ ابوالغازی قید سے رہا ہو کر حلب گیا اور ترکمانوں کو جمع کر کے قرجان کا محاصرہ کر لیا۔ اپنے بیٹے کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ اتنے میں شاہی لشکر بھی پہنچ گیا۔

باغیوں کی سرکوبی

اس سے قبل آپ نے پڑھا ہے کہ ابوالغازی اور قطلغ تکین والئ دمشق نے سلطان محمد کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا اور عیسائیوں کی قوت مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت بڑھ گئی تھی' سلطان محمد نے اس کا احساس کر کے ایک بڑی فوج جس کا سپہ سالار "امیر برسق" والئ ہمدان تھا' ابوالغازی' قطلغ تکین کو ہوش میں لانے اور عیسائیوں پر جہاد کرنے کی غرض سے روانہ کیا' اس مہم میں امیر جیوش بک' امیر کنتغرہ اور جزیرہ کا شاہی لشکر بھی شریک تھا' ماہ رمضان ۵۰۸ھ میں یہ لشکر روانہ ہوا' دریائے فرات کو "رقہ" کے قریب سے عبور کر کے "حلب" پہنچا۔ لؤلؤ خادم والئ حلب اور سپہ سالار لشکر حلب "شمس الخواص" سے حلب کو سپرد کرنے کا مطالبہ کیا' شاہی فرمان دکھلایا' خادم اور شمس الخواص نے بظاہر حیلہ و حوالہ سے ٹالا اور خفیہ طور سے ابوالغازی اور قطلغ تکین کو یہ واقعات لکھ بھیجے' امداد کے لیے بلایا۔ چنانچہ ابوالغازی اور قطلغ تکین دو ہزار سواروں کی جمعیت سے آ گیا۔ اہل حلب نے شہر حوالہ کرنے اور شاہی فرمان کی تعمیل سے انکار کر دیا۔ برسق نے شاہی افواج کو حماۃ کی جانب پیش قدمی کا حکم دیا۔ حماۃ "قطلغ تکین" کے دائرہ حکومت میں تھا۔ برسق نے بزور شمشیر اس کو فتح کر کے حسب فرمان سلطان قرجان والئ حمص کو دے دیا۔ یہ بات امراء لشکر کو اچھی نہ لگی۔

قلعہ فامیہ پر چڑھائی

قرجان کو جب حماۃ دے دیا گیا تو ایاز بن ابوالغازی نے اپنے بیٹے کو ضمانت کے طور پر قرجان کے سپرد کر دیا۔ ابوالغازی' قطلغ تکین اور شمس الخواص شاہی لشکر کے مقابلہ میں امداد حاصل کرنے کی غرض سے انطاکیہ چلے گئے۔ بردویل والئ انطاکیہ سے امداد طلب کیا۔ اسی دوران اتفاق سے بغدوین والئ قدس شریف اور والئ طرابلس وغیرہ عیسائی سلاطین بھی انطاکیہ آ گئے۔ لشکر اسلام سے جنگ کرنے کے بارے میں مشورہ ہوا۔ یہ قرار پایا "کہ اس وقت مسلمانوں سے جنگ نہ کی جائے' قلعہ فامیہ میں چل کر قیام کیا جائے' اور جب موسم سرما آ جائے اور لشکر اسلام موسم سرما کی وجہ سے متفرق ہو جائے تو مسلمانوں پر حملہ کیا جائے" دو ماہ تک اس قرارداد کے مطابق قلعہ فامیہ میں ٹھہرے رہے موسم سرما آ گیا' مگر اسلامی فوج موسم سرما میں متفرق نہ ہوئی اس سے عیسائیوں کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ اپنے ارادوں اور تمناؤں کا خون کر کے اپنے اپنے شہروں کو لوٹ گئے۔ ابوالغازی' ماردین کی طرف اور قطلغ تکین دمشق کی طرف واپس گیا۔ اسلامی فوج نے کفر طاب (عیسائی مقبوضات) کی جانب حرکت کی' پہنچتے ہی محاصرہ کر لیا اور بزور شمشیر قبضہ کر کے والئ کفر طاب کو گرفتار کر لیا باقی ماندہ عیسائی جنگ آوروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد قلعہ فامیہ پر حملہ آور ہوئے۔ اہل قلعہ نے دروازہ بند کر لیا۔ قلعہ بہت مضبوط تھا کسی جانب سے حملہ کرنے میں کامیابی نہ ہوئی۔

مسلمانوں کا قتل عام

اس طرف سے مایوس ہو کر معرہ کی جانب بڑھے۔ معرہ بھی عیسائیوں کے قبضہ میں تھا۔ جیوش بک اسلامی لشکر سے الگ ہو کر مراغہ کی جانب گیا اور بزور شمشیر اس پر قبضہ کر لیا۔ بقیہ اسلامی لشکر معرہ سے حلب چلا آیا۔ حسب دستور تمام اسباب اور خیموں کو آگے روانہ کر دیا

تھوڑی سی فوج حفاظت کی غرض سے ساتھ تھی۔ بقیہ فوج متفرق طور پر بے خوف و خطر کوچ کر رہی تھی' بردویل والئی انطاکیہ' کفرطاب کے محاصرہ کی خبر سن کر پانچ سو سوار اور دو ہزار پیادوں کی جمعیت سے کفرطاب کی امداد کے لیے روانہ ہو گیا تھا مسلمانوں کو اس کی اطلاع نہ تھی۔ بردویل ہی کے لشکر کے نزدیک پڑاؤ کر دیا۔ بردویل کو موقع مل گیا۔ فوراً حملہ کر دیا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ محافظوں اور غلاموں کو قتل کیا اور جیسے جیسے اسلامی لشکر متفرق طور پر آتا گیا قتل کرتا گیا ان واقعات کے دوران "امیر برسق" بھی آ پہنچا' مسلمانوں کو خاک و خون پر لوٹتا ہوا دیکھ کر بھڑک اٹھا شمشیر بکف ہو کر لڑنے پر تیار ہو گیا مگر اپنے بھائی کے اصرار سے مجبور ہو کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ جنگ سے درگزر کر کے کوچ کر دیا۔ عیسائیوں نے ایک کوس تک تعاقب کیا جب "امیر برسق" ہاتھ نہ آیا تو واپس آ ئے۔ چاروں جانب سے مسلمانوں پر چڑھائی کر دی اور بے گناہوں کو قتل کر کے اپنے جوش کو ٹھنڈا کیا

امیر برسق کا انتقال

ایاز بن ابوالغازی کے مسلمان محافظوں نے یہ صورت حال دیکھ کر ایاز کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حلب اور دیگر اسلامی شہروں کے رہنے والے لشکر اسلام کا یہ حال سن کر عزت و جان کے خوف سے ترک وطن کر کے اسلامی شہروں میں چلے آئے' فتح یابی اور امداد سے ناامید ہو گئے۔ بقیہ اسلامی لشکر شکست کھا کر اپنے اپنے شہروں کی طرف لوٹ گیا۔ برسق اور اس کا بھائی زنگی اپنی امیدوں اور تمناؤں کو اپنے اپنے سینوں میں لیے ہوئے ۵۱۰ھ میں انتقال کر گئے۔

اس کے بعد سلطان محمد نے موصل اور ان شہروں کی حکومت "امیر جیوش بک" کو مرحمت کی جو آقسنقر برسقی کے زیر حکومت تھے اور اپنے بیٹے مسعود کو حکومت میں شریک کر کے "امیر جیوش" کے ساتھ روانہ کیا۔ برسقی رحبہ میں قیام پذیر ہو گیا۔ یہ بھی اس کے مقبوضات میں تھا یہاں تک کہ سلطان محمد کا انتقال ہو گیا۔

اس سے قبل آپ نے پڑھا ہے کہ جس وقت جاولی سقاوا' سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان محمد اس سے راضی ہو گیا' اسے ملک فارس کی سند حکومت مرحمت کی' اپنے بیٹے جعفری بک کو جس نے حال ہی میں رضاعت کا زمانہ پورا کیا تھا' اس کے ہمراہ روانہ کیا اور یہ وعدہ لیا کہ ملک فارس کی ہر طرح سے اصلاح کی جائے گی۔ فسادیوں اور باغیوں کی گوشمالی کے سلسلہ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے گی۔

بلداجی کی گرفتاری

سلطان سے رخصت ہو کر جاولی سقاوا فارس کی جانب روانہ ہوا۔ امیر بلداجی کے مقبوضہ شہروں سے ہو کر گزرا' امیر بلداجی' سلطان ملک شاہ اول کے مخصوص غلاموں میں سے تھا' کلیل' سرماۃ اور قلعہ اصطخر وغیرہ پر قابض تھا جاولی سقاوا نے جعفری بک سے ملنے کی غرض سے بلداجی کو بلا بھیجا۔ جیسے ہی بلداجی' جعفری بک کی خدمت میں حاضر ہوا جعفری بک جیسا کہ جاولی نے اسے سکھا رکھا تھا بول اٹھا "اسے پکڑ لو" جاولی سقاوا نے اسی وقت بلداجی کو گرفتار کر لیا۔ مال و اسباب لوٹ لیا۔ بلداجی کا بہت بڑا ذخیرہ اور خزانہ اس کے اہل و عیال کے ساتھ قلعہ اصطخر میں تھا' قلعہ اصطخر کی محافظت پر اس کا وزیر خیمی متعین تھا۔ بلداجی کی گرفتاری کا سن کر باغی ہو گیا' بلداجی کے اہل و عیال کو قلعہ سے نکال کر بلداجی کے پاس بھیج دیا اور قلعہ پر خود قبضہ کر لیا' جب جاولی سقاوا نے ملک فارس پر تسلط حاصل کر لیا تو قلعہ اصطخر کو خیمی کے قبضہ سے نکال لیا۔ اپنا خزانہ اور ذخیرہ اس میں بحفاظت رکھ دیا۔

جاولی کی کارروائیاں

جاولی سقاوا نے اس کے بعد "حسین بن مبارز" امیر شوان کالہ اکراد والئی نساء کو طلبی کا خط روانہ کیا' حسین نے جواباً لکھا "میں سلطان کا خادم ہوں' مجھے حاضری میں اعتراض نہیں ہے مگر جو سلوک آپ نے امیر بلداجی کے ساتھ کیا ہے وہ مجھے معلوم ہے اس خطرے کے پیش نظر میں حاضری سے معذور ہوں" جاولی سقاوا نے اس خط کو دیکھ کر واپسی کا حکم دے دیا۔ قاصد نے واپس ہو کر حسین کو جاولی کی واپسی سے آگاہ کیا' حسین خوش ہو گیا' جاولی تھوڑی دور چل کر لوٹ پڑا اور انتہائی تیزی سے فاصلہ طے کر کے حسین کے سر پر پہنچ گیا' حسین کو کچھ نہ سوجھی' بھاگ نکلا' قلعہ عراغ میں جا کر پناہ گزین ہو گیا۔

اس کے ساتھیوں کو جاولی نے گرفتار کر لیا' مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد شہر نساء کی جانب کوچ کیا' اہل نساء نے شہر پناہ کے

دروازے کھول دیئے' شہر حوالہ کر دیا' جاولی نے نساء پر قبضہ کر کے ملک فارس کے اکثر شہروں کو اپنے دائرہ حکومت میں داخل کر لیا۔ انہیں میں "جہرم" تھا۔ پھر حسین کا قلعہ عمرالج پر جا کر محاصرہ کر لیا۔ عرصہ تک محاصرہ کیے رہا۔ جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو شیراز کی طرف واپس ہوا۔ اور کچھ مدت قیام کر کے گازرون پر حملہ کیا اور اس پر بھی بزور شمشیر قبضہ کر کے امیر ابوسعید بن محمد کے قلعہ پر محاصرہ کیا' دو سال تک محاصرہ کئے رہا۔ محاصرے کے دوران میں ابوسعید نے دو مرتبہ صلح کا پیغام بھیجا۔ جاولی نے دونوں بار ابوسعید کے قاصدوں کو قتل کر ڈالا اور محاصرہ میں مزید سختی کر دی۔ ابوسعید نے امان کی درخواست کی' قلعہ حوالہ کر دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ جاولی نے قلعہ پر قبضہ کر کے ابوسعید کو امان دے دی۔ اس کے کچھ دنوں بعد ابوسعید جاولی سے ناراض ہو گیا۔ موقع پا کر بھاگ گیا۔ جاولی نے اس کے بیٹے کو گرفتار کر لیا' اتفاق یہ کہ ابوسعید بھی گرفتار کر لیا گیا۔ جاولی نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس طرف سے فارغ ہو کر جاولی نے دارا بجرد کی جانب پیش قدمی کی' ابراہیم والئی دارا بجرد میں مقابلے کی قوت نہ تھی اور مصالحت کا نتیجہ بھی کچھ اچھا دکھائی نہ دیا۔ شہر چھوڑ کر ارسلان شاہ بن کرمان شاہ بن ارسلان بک بن قاروت بک والئی کرمان کے پاس چلا گیا جاولی نے دارا بجرد پر محاصرہ کر دیا' اہل دارا بجرد قلعہ نشین ہو گئے' جاولی کو کامیابی نہ ہوئی' محاصرہ اٹھا کر واپس ہوا اور کرمان کے رستہ سے دارا بجرد کی جانب لوٹا۔ اہل دارا بجرد نے یہ خیال کر کے کہ والئی کرمان کی امدادی فوج آ رہی ہے' جاولی کی فوج کو قلعہ میں داخل کر لیا پھر کیا تھا قیامت برپا ہو گئی' قتل عام شروع ہو گیا۔ مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ گنتی کے چند آدمی زندہ رہے۔

کرمان پر چڑھائی

اس کے بعد جاولی نے کرمان کا رخ کیا' حسین سردار شوانکارہ اکراد کو کرمان پر حملہ کرنے کی غرض سے بلا بھیجا' حسین کو جب خلاصی کی کوئی صورت دکھائی نہ دی تو مجبوراً" تعمیل حکم کے لیے حاضر ہو گیا اور جاولی کے ساتھ کرمان گیا۔ جاولی نے والئی کرمان کے پاس (قاضی ابوطاہر عبداللہ بن طاہر قاضی شیراز کی معرفت) یہ پیام بھیجا کہ شوانکارہ اکراد' سلطانی رعایا ہیں تم ان کو میرے پاس واپس کر دو' ورنہ میں تم پر حملہ کر دوں گا' والئی کرمان نے جواب دیا "مجھے شوانکارہ اکراد کو واپس کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے مگر چونکہ میں نے انہیں پناہ دی ہے لہٰذا میں ان کی سفارش کرتا ہوں' ان کو آپ کسی قسم کی تکلیف نہ دیجئے گا۔" جاولی نے والئی کرمان کے قاصد کی بے حد تکریم کی' انعام دیا اور خلعت عنایت کیا اور اسے اس کے آقا والئی کرمان کی جانب سے بدظن کر کے اپنا جاسوس بنا کر واپس کیا۔ کرمان کا قاصد واپس ہو کر لشکر کرمان کو جو وزیر والئی کرمان کی ماتحتی میں سیر جان میں ٹھہرا ہوا تھا' ایسی پٹی پڑھائی کہ وزیر نے اپنی فوج کو منتشر کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سیر جان اپنے محافظوں سے خالی ہو گیا۔ جاولی اسی وقت کا منتظر تھا فوراً" اپنی فوج کو کرمان کی جانب پیش قدمی کا حکم دیا اور ایک قلعہ کا محاصرہ کر لیا' اس سے والئی کرمان کو قاصد کی جانب سے بدظنی پیدا ہوئی گرفتار کر لیا۔ حالات پوچھے تو معلوم ہوا کہ قاصد جاولی سے مل گیا ہے۔ والئی کرمان نے قاصد کو قتل کر کے اس کا مال و اسباب اور مکان لوٹ لیا۔ فوج کو تیاری کا حکم دیا' والئی قلعہ (جس کا جاولی محاصرہ کیے ہوئے تھے) بھی والئی کرمان سے آ شامل ہوا۔

جاولی کی شکست

چنانچہ والئی کرمان چھ ہزار سواروں کی جمعیت سے جاولی کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوا اور والئی قلعہ کے مشورہ سے معمولی راستہ کو چھوڑ کر اجنبی راستہ اختیار کیا' جاولی کو اس کا پتہ چل گیا' ایک سردار کو خبر لانے کی غرض سے روانہ کیا' اس سردار نے معمولی راستہ پر کسی کو نہ پایا' جاولی کے پاس آیا اور یہ اطلاع دی کہ لشکر کرمان میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی' اس وجہ سے واپس گیا' جاولی مطمئن ہو گیا زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ لشکر کرمان نے جاولی کے لشکر کے چھاپہ مارا (یہ واقعہ ماہ شوال ۵۰۸ھ کا ہے) جاولی شکست کھا کر بھاگا لشکر کا زیادہ حصہ مارا گیا۔ کافی گرفتار کر لیے گئے۔ اسی دوران خسرو اور ابن ابی سعید جن کے والد کو جاولی نے قتل کیا تھا آ گئے' جاولی انہیں دیکھ کر گھبرا گیا۔ ان دونوں نے جاولی کو تسلی دی اور بحفاظت تمام شہر نساء پہنچا دیا۔ اس کا بقیہ لشکر بھی جو کسی طرح اپنی جان بچا کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا تھا' آ گیا' والئی کرمان نے بھی جاولی کے قیدیوں کو رہا کر کے زاد سفر دے کر رخصت کر دیا' یہ بھی جاولی کے پاس آ گئے۔ جاولی والئی کرمان سے بدلہ لینے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ جعفر بیگ ابن سلطان محمد ماہ ذی الحجہ ۵۰۹ھ میں فوت ہو گیا' اس وقت اس کی عمر پانچ سال کی تھی جاولی کے سارے

منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ والئی کرمان سے بدلہ لینے کی آرزو دم توڑ گئی۔

جاولی کی وفات

سلطان محمد کی خدمت میں والئی کرمان نے خط بھیجا' جاولی کی دست درازی کی شکایت کی اور یہ درخواست کی کہ جاولی کو آئندہ جنگ وجدال سے منع کر دیا جائے' سلطان نے جواب دیا "تمہارے لیے یہ مناسب ہے کہ جاولی کو راضی کرو اور اس سرحدی قلعے کو جس کا اس نے محاصرہ کر رکھا ہے' اسے دے دو" قاصد کے واپس آنے کے بعد ہی ربیع الاول ۵۱۰ھ میں جاولی کا انتقال ہو گیا۔ والئی کرمان کو اطمینان حاصل ہو گیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

سلطان محمد کا انتقال

سلطان محمد کا اپنی حکومت کے بارہویں سال آخر ۲۴ ماہ ذی الحجہ ۵۱۱ھ میں انتقال ہو گیا۔ اپنی موت سے دس دن قبل اپنے بیٹے محمود کے حق میں ولی عہدی کی وصیت کی اور تمام کاروبار سلطنت اسے سپرد کرنے کی ہدایت فرمائی جب سلطان محمد کا انتقال ہوا تو حسب وصیت سلطان محمد اس کا بیٹا محمود مسند حکومت پر بیٹھا۔ اس کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھا گیا۔ محمود اس وقت بلوغت کی حدوں کو چھو رہا تھا۔

سلطان محمد' انتہائی بہادر' عادل' خوش خلق تھا۔ فرقہ باطنیہ کے خاتمہ میں اس نے بہت بڑا حصہ لیا۔

باب ۴

سلطان محمود بن سلطان محمد

مسند حکومت پر فائز ہوتے ہی سلطان محمود نے قلمدان وزارت وزیر السلطنت ابو منصور کے سپرد کیا۔ خلیفہ مستظہر باللہ کی خدمت میں عریضہ بھیجا' خطبہ میں نام داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ چنانچہ نصف محرم (تیرھویں محرم جمعہ کے روز) محمود کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھا گیا' بغداد کی پولیس افسری پر طہرون (مجاہد الدین بہروز) کو بحال رکھا۔ سلطان محمد نے اسے اس عہدہ پر ۵۰۲ھ میں تعینات کیا تھا۔

بہروز کی برطرفی

آقسنقر برستی رحبہ میں رہتا تھا' سلطان محمد نے آقسنقر برستی کو بطور جاگیر رحبہ عطا کیا تھا' آقسنقر برستی رحبہ میں اپنے بیٹے عزالدین مسعود کو اپنا نائب مقرر کر کے سلطان محمد کی وفات سے پہلے جاگیر بڑھانے کی غرض سے سلطان محمد کی خدمت میں آ رہا تھا' راستے میں یہ معلوم ہوا کہ سلطان محمد فوت ہو گیا ہے بغداد کی طرف لوٹ پڑا۔ بہروز افسر پولیس بغداد کو اس کی اطلاع ہوئی' برستی کو بغداد میں داخل ہونے سے روک دیا۔ برستی' سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا' چونکہ امراء وارکین سلطنت' بہروز سے ناراض تھے اس وجہ سے کہہ سن کر بغداد کی پولیس افسری پر برستی کی تقرری اور بہروز کی برطرفی کا حکم صادر کرایا جیسے ہی برستی دار الخلافت بغداد میں اپنی تقرری اور بہروز کی برطرفی کا فرمان شاہی لیے ہوئے داخل ہوا بہروز بغداد چھوڑ کر تکریت بھاگ گیا۔ اس کے بعد سلطان محمود نے بغداد کی پولیس افسری پر امیر عمادالدین منکبرس کو تعینات کیا۔ امیر منکبرس نے اپنے بیٹے حسین بن ازبک کو اپنا نائب بنا کر بغداد روانہ کیا' برستی کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ فوجیں آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا۔ لڑائی ہوئی' حسین کو شکست ہوئی اور مارا گیا۔ باقی ماندہ سلطان محمود کے پاس بھاگ آئے۔ یہ واقعہ خلیفہ مستظہر کی وفات سے پہلے کا ہے۔

دبیس بن صدقہ

دبیس بن صدقہ اسی زمانہ سے سلطان محمد کی خدمت میں تھا جب کہ اس کا والد صدقہ قتل ہو گیا تھا جیسا کہ آپ نے اس سے قبل پڑھا ہے۔ سلطان محمد نے اسے جاگیریں دی تھیں اور کافی عزت کی تھی' اس نے حلہ پر اپنی جانب سے سعید ابن حمید عمری کو مامور کر رکھا تھا سلطان محمد کے انتقال کے بعد سلطان محمود سے اجازت حاصل کر کے سلطان محمود کے ساتھ حلہ چلا آیا' اس خبر کو سن کر عرب اور کردوں کا ایک بڑا گروہ اکٹھا ہو گیا۔

خلیفہ مستظہر باللہ کا انتقال

ان واقعات کے بعد خلیفہ مستظہر باللہ بن مقتدی بامراللہ کا ماہ ربیع الآخر ۵۱۲ھ میں انتقال ہو گیا۔ اس کا بیٹا مسترشد باللہ مسند خلافت پر فائز ہوا اس کا نام فضل تھا۔ ابو منصور کنیت تھی۔ خلفاء عباسیہ کے سلسلہ میں اس کے حالات ہم نے بیان کر دیئے ہیں۔

ملک مسعود کا قیام

اس سے قبل ہم نے بیان کیا ہے کہ سلطان محمود نے اپنے بیٹے مسعود کو موصل کی حکومت پر مقرر کیا تھا۔ اس کا اتابک جیوش بک اس کے ساتھ تھا۔ جب سلطان محمد کے انتقال کی اطلاع ملک مسعود کو پہنچی تو ملک مسعود نے موصل سے حلہ کی جانب کوچ کر دیا۔ اتابک جیوش

بک' وزیر السلطنت فخر الملک' ابو علی بن عمار (والئی طرابلس) قسیم الدولہ زنگی بن آقسنقر والئی سنجار' ابوالہیجاء والئی اربل اور کربادی بن خراسان ترکمانی والئی بوازیج وغیرہ اپنی فوجوں کے ساتھ رکاب میں تھے۔ دبیس نے ان لوگوں کی مدافعت پر کمر باندھی' مجبور ہو کر دار الخلافت کی طرف واپس ہوئے' برسقی افسر پولیس بغداد سینہ سپر ہو کر میدان میں آیا اور دار الخلافت بغداد میں داخل ہونے سے روک دیا۔ ملک مسعود نے یہ صورت حال دیکھ کر جیوش بک کو برسقی کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ "ہم لوگ تم سے لڑنے کے لیے نہیں بلکہ دبیس والئی حلہ کے مقابلے میں تم سے امداد طلب کرنے کے لیے آئے ہیں۔ آؤ ہم اور تم مل کر دبیس پر حملہ کریں۔" برسقی اس پیام سے خوش ہو گیا' باہم عہد و پیمان ہوا' چنانچہ ملک مسعود بغداد پہنچ کر دار الملک میں قیام پذیر ہو گیا۔

برسقی کی سرکوبی

امیر منکبرس کے بیٹے حسین کو برسقی نے شکست دے کر قتل کر دیا تھا جیسا کہ آپ نے ابھی پڑھا ہے۔ چنانچہ امیر منکبرس فوجیں آراستہ کر کے برسقی کی سرکوبی کے لیے بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ جب اسے اس بات کی خبر ملی کہ ملک مسعود' بغداد میں داخل ہو گیا ہے تو جانبہ کی طرف سے دجلہ کو عبور کر کے دبیس کے پاس پہنچا۔ امداد کا خواستگار ہوا۔ امیر منکبرس کی آمد اور واپسی کی اطلاع ملک مسعود کو مل گئی۔ لڑائی کا جھنڈا لے کر نکلا۔ جیوش بک' برسقی وغیرہ امراء رکاب میں تھے۔ کوچ و قیام کرتا ہوا مدائن پہنچا۔ امیر منکبرس اور دبیس کی فوج کی کثرت نے کوئی پیش نہ چلنے دی۔ آگے بڑھنے کی جرات نہ ہوئی۔ بلاجدال و قتال واپس ہوا۔ نہر صرصر کو عبور کر کے چاروں جانب غارت گری شروع کر دی۔ خلیفہ مسترشد نے ملک مسعود اور برسقی کو ان کی زیادتیوں اور لوٹ مار کی شکایت لکھ بھیجی اور باہم مصالحت کر لینے کی ہدایت کی۔ اس دوران یہ اطلاع ملی کہ امیر منکبرس اور دبیس نے منصور برادر دبیس اور امیر حسین بن ازبک کی ماتحتی میں ایک بڑا لشکر دار الخلافت بغداد کی حمایت کے لیے بھیج دیا۔

برسقی کی واپسی

یہ اطلاع سنتے ہی برسقی اپنے بیٹے عزالدین مسعود کو اپنے لشکر پر نائب مقرر کر کے رات کے وقت بغداد کی طرف لوٹ پڑا۔ پس ان کا سامنا ہو گیا اور لشکر منکبرس کو دریا عبور کرنے سے روک دیا۔ دو روز تک دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابل ٹھہرے رہے تیسرے روز عزالدین مسعود کا خط پہنچا۔ لکھا تھا کہ "فریقین (یعنی ملک مسعود اور سلطان محمود) میں مصالحت ہو گئی ہے" اس خبر سے برسقی کا سارا نشہ ہرن ہو گیا' ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ مجبوراً" جانب غربی سے دریا عبور کر گیا۔ اس کے بعد ہی منصور اور حسین بھی اپنا لشکر لیے ہوئے بغداد میں داخل ہو گئے۔ جامع مسجد سلطانی کے نزدیک پڑاؤ ڈالا' برسقی کا خیمہ قنطرہ قبیلہ (عتیقہ) پر نصب کیا گیا' مسعود اور جیوش بک نے ہسپتال کے نزدیک قیام کیا' دبیس اور منکبرس رقہ کے نیچے قیام پذیر ہوئے۔ عزالدین مسعود بن برسقی اپنے والد سے علیحدہ ہو کر منکبرس کے پاس قیام پذیر ہو گیا۔

مصالحت کے اسباب

مصالحت کی وجہ یہ ہوئی کہ جیوش بک نے سلطان محمود کی خدمت میں خط بھیجا کہ میری جاگیر اور ملک مسعود کی جاگیر میں اضافہ کر دیا جائے۔ چنانچہ سلطان محمود نے آذربائیجان کو ان دونوں کی جاگیروں میں شامل کر دیا۔ اس کے بعد یہ اطلاع ملی کہ یہ دونوں (جیوش بک اور ملک مسعود) بغداد کی طرف جا رہے ہیں اس سے سلطان محمود کو ان دونوں کی بغاوت کا خطرہ پیدا ہوا۔ شاہی فوجوں کو موصل کی طرف پیش قدمی کا حکم دے دیا۔ جیوش بک کے قاصد نے جو سلطان محمود کے دربار میں خط لے کر آیا تھا' یہ واقعات لکھ بھیجے' اتفاق سے یہ خط منکبرس پولیس افسر بغداد کے ہاتھ لگ گیا۔ منکبرس نے اس خط کو جیوش بک کے پاس بھیج دیا اور سلطان سے اس کی اور ملک مسعود کی صلح کرا دینے کا ذمہ دار ہوا۔ چنانچہ منکبرس نے درمیان میں پڑ کر دونوں بھائیوں میں صلح کرا دی۔ پھر دونوں بھائیوں کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں برسقی' صلح میں رخنہ نہ ڈالے اس وجہ سے دونوں نے متفق ہو کر برسقی کو لشکر اور دار الخلافت بغداد سے الگ کر دیا۔ امیر منکبرس بغداد کا پولیس افسر متعین ہو گیا۔

۱۔ اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

امیر منکبرس کے اہل بغداد پر ظلم

چونکہ امیر منکبرس نے ملک مسعود کی والدہ سے جس کا نام سرجہاں تھا نکاح کر لیا تھا اس لیے ملک مسعود پر امیر منکبرس کا اثر زیادہ تھا اور اسی کے مشورہ سے ملک مسعود سارے کام کرتا تھا۔ امیر منکبرس نے بغداد کی پولیس افسری پر تعینات ہونے کے بعد رعایا کے مال و عزت پر دست درازی شروع کر دی، ظلم و ستم کی کوئی حد باقی نہ رہی۔ ان واقعات کی خبر سلطان محمود کے کانوں تک پہنچی۔ طلبی کا فرمان بھیجا۔ امیر منکبرس بہانے سے ٹالتا رہا۔ منکبرس نے اہل بغداد کے خوف سے بغداد کو چھوڑ دیا۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

ملک طغرل کی ناراضگی

اپنے والد کے انتقال کے وقت ملک طغرل بن سلطان محمد قلعہ سرجہاں میں مقیم تھا۔ ۵۰۴ھ میں اس کے والد نے ساوہ، آوہ اور زنجان جاگیر میں دیا تھا اور امیر شیر گیر کو اس کا اتابک (اتالیق) متعین کیا تھا۔ امیر شیر گیر وہی ہے جس نے اسماعیلیہ کے قلعوں کا محاصرہ کیا تھا جیسا کہ اسماعیلیہ کے حالات میں بیان کیا جا چکا۔ ملک طغرل کی عمر اس وقت دس سال تھی۔ سلطان محمود نے مسند حکومت پر فائز ہونے کے بعد کعدی (کنتغدی) کو اپنے بھائی (ملک طغرل) کا اتالیق اور اس کی حکومت کا مدبر اور منتظم مقرر کر کے بھیجا اور یہ ہدایت کر دی کہ جس قدر جلد ممکن ہو ملک طغرل کو دربار شاہی میں لے کر حاضر ہو جائے۔

چونکہ امیر کعدی کے دل میں سلطان محمود کے بارے میں عناد تھا، پہنچتے ہی ملک طغرل کو بغاوت پر ابھار دیا اور شاہی دربار میں حاضری سے روک دیا۔ یہ اطلاع سلطان محمود تک پہنچی۔ سلطان محمود نے دل جوئی کے خیال سے خلعت، تحائف اور تیس ہزار دینار سرخ نقد روانہ کیے۔ ا۔ اور جاگیریں دینے کا وعدہ کیا مگر اس پر بھی ملک طغرل اپنے بھائی کی خدمت میں حاضر ہونے پر تیار نہ ہوا، امیر کعدی نے جواب میں خط بھیج دیا کہ "ہم لوگ شاہی اطاعت قبول کیے ہوئے ہیں، جس جانب حضور کا ارادہ ہو گا ہم بھی برضا و رغبت اس جانب چل پڑیں گے۔"

کشیدگی میں اضافہ

سلطان محمود تاڑ گیا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ کسی پر حملہ کرنے کی غرض سے قلعہ شہران ۲۔ کی طرف پیش قدمی کی جہاں پر ملک طغرل کا خزانہ اور مال و اسباب تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی اطلاع طغرل اور امیر کعدی تک پہنچ گئی۔ دونوں نے خفیہ طور پر فوج لے کر شہران کو بچانے کے لیے کوچ کیا، مگر راستہ بھول گئے۔ قلعہ شہران کے بجائے قلعہ سرجہان پہنچ گئے اور سلطان محمود نے قلعہ شہران ۳۔ پہنچ کر جس قدر ملک طغرل کا خزانہ اور مال و اسباب کا ذخیرہ تھا، لے لیا۔ اسی قلعہ میں وہ تیس ہزار دینار بھی تھے جسے سلطان محمود نے تحائف و خلعت کے ساتھ ملک طغرل کو بھیجے تھے۔ سلطان محمود چند روز تک زنجان میں قیام کر کے رے چلا آیا۔ ملک طغرل اور امیر کعدی نے قلعہ سرجہان سے گنجہ میں جا کر قیام کیا۔ آہستہ آہستہ اس کے خیر خواہ اور ساتھی اس کے پاس آ گئے۔ اس واقعہ سے دونوں بھائیوں کے مابین نفرت و ناراضگی میں اضافہ ہو گیا۔

ملک سنجر کی ناراضگی

سلطان محمد کے انتقال کی خبر جب اس کے بھائی ملک سنجر کو خراسان پہنچی، اس قدر رنج و غم کا اظہار کیا گیا کہ بیان سے باہر ہے، تعزیت کے لیے زمین پر بیٹھا، سات دن تک شہر اور بازار بند رکھا۔ پھر جب اپنے بھتیجے کے تخت پر بیٹھنے کی خبر سنی تو ناراض ہو گیا، بلاد جبل اور عراق کا رخ کیا۔ اپنے بھائی کی جگہ حکومت و سلطنت کا دعویٰ کیا۔

ا۔ یہ تحائف اور خلعت شرف الدین نوشیرواں لے کر گیا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۳۸۳

۲۔ ماہ جمادی الاول ۵۱۳ھ میں دس ہزار سواروں کی جمعیت سے روانہ ہوا تھا ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۳۸۳

۳۔ تاریخ کامل میں بجائے شہران، سمیران اور نوٹ میں شمیران لکھا ہے۔

ملک سنجر نے ۵۰۸ھ میں غزنی پر لشکر کشی کی تھی اور اسے بزور شمشیر فتح کیا۔ غزنی کی فتح کے بعد ملک سنجر کو یہ اطلاع ملی کہ وزیر السلطنت ابو جعفر محمد بن فخر الملک ابوالمظفر بن نظام الملک نے والئی غزنی سے ملک سنجر کو غزنی کے ارادے سے باز رکھنے اور مصالحت کرا دینے کے لیے رشوت لی ہے اور اسی قسم کی حرکت کا ارتکاب اس نے ماوراء النہر میں بھی کیا ہے اس کے علاوہ بہت سا مال و اسباب اہل غزنی سے زبردستی حاصل کیا ہے۔ روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے اہل غزنی پر طرح طرح کے مظالم کیے ہیں اور امراء و اراکین سلطنت کی اہانت اور توہین کی ہے' اسی قسم کی اور بھی شکایتیں گوش گزار ہوئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک سنجر نے بلخ واپس آ کر وزیر السلطنت کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ اس کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا۔ اس کے خزانہ میں مال و اسباب اور جواہرات کے علاوہ دو کروڑ نقد موجود تھا۔

ابو جعفر وزیر السلطنت کے قتل کے بعد قلمدان وزارت شہاب الاسلام عبدالرزاق برادر زادہ نظام الملک معروف بہ ابن الفقیہ کے حوالہ کیا گیا مگر یہ اس پایہ کا نہ تھا اور نہ اس میں مقتول وزیر کی سی چستی تھی۔ چنانچہ جب ملک سنجر کو اپنے بھائی محمد کے انتقال کی خبر ملی اور دعوائے سلطنت کر کے اپنے بھتیجے سلطان محمود پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو سابق وزیر کے قتل پر افسوس اور پچھتاوے کا اظہار کیا۔

ملک سنجر کے ارادہ سے آگاہ ہو کر سلطان محمود نے شرف الدین انوشیرواں بن خالد اور فخر الدین طغرک کو تحائف و نذرانے دے کر اپنے چچا ملک سنجر کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ عرض کی: "میں آپ کا چھوٹا ہوں' دو لاکھ سالانہ حاضر کیا کروں گا اور مازندران بھی میں آپ کے حوالے کرتا ہوں آپ مجھ پر لشکر کشی کی زحمت نہ اٹھایئے" ملک سنجر نے دونوں قاصدوں کو جواب دیا "یہ نہیں ہو گا' میرا بھتیجا محمود ابھی بچہ ہے۔ اس کا وزیر اور اس کا حاجب "علی ابن عمر" اس پر قابو پا چکا ہے سوائے لشکر کشی کرنے کے اور کوئی صورت نہیں ہے" شرف الدین اور فخر الدین یہ سن کر خاموش ہو گئے اور ناکام واپس لوٹ آئے۔

سلطان محمود سے جنگ کرنے کی غرض سے ملک سنجر نے فوجیں آراستہ کیں۔ امیر انز کو مقدمتہ الجیش کا سردار بنا کر جرجان کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا۔ سلطان محمود نے یہ خبر سن کر مدافعت پر کمر باندھی' اپنے حاجب علی ابن عمر کو جو کہ اس کے والد کا بھی حاجب رہا تھا فوجیں دے کر دفاع کی غرض سے روانہ کیا۔ جس وقت علی ابن عمر' امیر انز کے لشکر کے نزدیک پہنچا (امیر انز اس وقت جرجان میں پڑاؤ ڈالے تھے) کہا بھیجا "امیر انز! تم کو شرم نہیں آتی' کیا تم کو مرحوم سلطان محمد کی وصیت یاد نہیں ہے' کیا تمہیں یہ یقین ہے کہ ملک سنجر کی نیت اچھی ہے اور وہ اپنے بھتیجے سلطان محمود کے ملک کی حفاظت کی غرض سے یہ تکلیف اٹھا رہا ہے' ہوش کے ناخن لو' وہ سلطنت و حکومت کا دعوی دار ہو کر آیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم لڑائی سے دست کش ہو جاؤ" امیر انز اس پیام سے ایسا متاثر ہوا کہ جرجان سے واپسی اختیار کر لی۔

وزیر السلطنت کا انتقال

سلطان محمود کی فوج کا ایک دستہ اتفاق سے امیر انز کے لشکر پر پہنچ گیا تھا اور اس سے اس نے سب کچھ حاصل کر لیا تھا قصہ مختصر علی ابن عمر حاجب سلطان محمود کی خدمت میں رے واپس آیا۔ سلطان محمود نے علی ابن عمر کی اس خدمت کا اعتراف کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور چند روز رے میں قیام کر کے کرمان کی جانب کوچ کیا۔ جب کرمان میں عراق سے امدادی فوجیں امیر منکبرس اور منصور بن صدقہ برادر دبیس وغیرہ امراء کی ماتحتی میں آ گئیں تب سلطان محمود نے ہمدان کی جانب روانگی کا ارادہ کیا۔ ہمدان میں پہنچ کر اس کے وزیر السلطنت [1] رجب کا انتقال کیا ابو طالب سمیری کو عہدہ وزارت سے نوازا۔

سلطان محمود پر چڑھائی

امیر انز کی شکست کے بعد ملک سنجر نے بیس ہزار فوج' اٹھارہ ہاتھیوں کے ساتھ اپنے بھتیجے سے جنگ کرنے کے لیے روانگی اختیار کی' امراء کبار میں سے امیر ابوالفضل والئی سجستان کا بیٹا خوارزم شاہ محمد' امیر انز' امیر قماج اور علاء الدولہ کرشاسف بن فرامرز بن کاکویہ والئی یزد ہمراہ تھا۔ علاء الدولہ کرشاسف' سلطان محمد اور ملک سنجر کی بہن کا داماد تھا اور سلطان محمد کے خاص الخواص امراء میں سے تھا۔ سلطان محمد نے اسے بلا بھیجا۔ سلطان محمد کے انتقال کے بعد ملک سنجر نے علاء الدولہ کو ملانے کی کوشش کی' طلبی کا خط لکھا' اس وجہ سے علاء الدولہ نے سلطان

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

محمود کی خدمت میں حاضر ہونے میں تاخیر کی' سلطان محمود نے اس کی جاگیر اور مقبوضہ شہر کو امیر قراجہ ساقی کو دے دیا' علاء الدولہ' ملک سنجر کے پاس چلا گیا۔

۱۴ جمادی الاول ۵۱۳ھ کو ساوا کے نزدیک دونوں حریفوں نے صف آرائی کی۔ سلطان محمود کی فوج نے اس دریا پر پہنچتے ہی قبضہ کر لیا جو ساوہ اور خراسان کے درمیان تھا۔ سلطان محمود کی رکاب میں تیس ہزار فوج تھی۔ امراء کبار میں سے حاجب علی بن عمر' امیر منکبرس' اتابک غزغلی' امیر برسق کے بیٹے' آقسنقر بخاری اور قراجہ ساقی تھے' سات سو اونٹ جنگی ہتھیاروں کے تھے۔ جیسے ہی دونوں حریف صف آراء ہوئے۔ فوجیں میمنہ و میسرہ مقابلہ ہوئیں' ملک سنجر کے میمنہ اور میسرہ کی فوجیں میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئیں مگر ملک سنجر قلب لشکر لیے ہوئے بے جگری سے لڑتا رہا۔ سلطان محمود سامنے سے حملہ پر حملہ کر رہا تھا۔ ملک سنجر نے جنگ کی یہ صورت حال دیکھ کر اپنے ہاتھی کو بڑھایا۔ ملک سنجر کے ہاتھی کا بڑھنا تھا کہ تمام سیاہ پہاڑیاں جو تعداد میں اٹھارہ تھیں۔ یک لخت حرکت میں آ گئیں۔ سلطان محمود کا لشکر بھاگ نکلا۔ اتابک غزغلی گرفتار ہو گیا اتابک غزغلی' ملک سنجر کو ہمیشہ یہی لکھا کرتا تھا کہ میں آپ کے بھتیجے کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا جس وقت اتابک غزغلی ملک سنجر کے سامنے پیش ہوا' ملک سنجر نے اس وعدہ پر جو وہ کیا کرتا تھا سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ اتابک غزغلی نے معذرت کی۔ ایک بھی نہ سنی۔ کوتوال کو حکم دے دیا۔ اس نے سر اتار لیا۔ [1] سلطان محمود کسی نہ کسی طرح سے جان بچا کر نکل گیا۔ ملک سنجر نے سلطان محمود کے خیمہ میں قیام کیا۔ سرداران لشکر نے حاضر ہو کر مبارک باد دی' شکست یافتہ گروہ کو بھی بلا بھیجا۔ دبیس ابن صدقہ نے خلیفہ مسترشد کی خدمت میں اس فتح کی اطلاع دی۔ ملک سنجر کا نام خطبہ میں داخل کیے جانے کی اجازت طلب کی۔ چنانچہ جمادی الاول سنہ مذکور کے آخری جمعہ [2] میں ملک سنجر کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھا گیا اور سلطان محمود کے نام کا خطبہ ختم کر دیا گیا۔ [3]

صلح کی درخواست

ملک سنجر فتح یابی کے بعد ہمدان چلا آیا اور اپنی فوج کی کمی اور سلطان محمود کی فوج کی کثرت کو محسوس کر کے سلطان محمود کے پاس صلح کا پیام بھیجا۔ ملک سنجر کی والدہ' سلطان محمود کی دادی' ملک سنجر کو سلطان محمود کی مخالفت اور اس سے جنگ کرنے سے روکتی تھی یہی وجہ تھی کہ ملک سنجر نے سلطان محمود کا شکست کے بعد تعاقب اور پامالی کا ارادہ نہیں کیا اور اسی کی ہدایت اور نیز تعمیل حکم کی وجہ سے سلطان محمود کو صلح کا پیام بھیجا۔

برسقی' ملک مسعود کے پاس آذربائیجان میں اس وقت سے تھا جب کہ یہ بغداد سے نکلا تھا۔ اس واقعہ کے بعد ملک مسعود کا ساتھ چھوڑ کر ملک سنجر کی خدمت میں چلا آیا تھا۔

صلح کی شرط

ملک سنجر نے اس کے بعد ہمدان سے کرخ کی جانب روانگی اختیار کیا۔ اسی اثناء میں ملک سنجر کا قاصد جو صلح کا پیام لے کر سلطان محمود کے پاس گیا تھا' واپس آیا۔ سلطان محمود نے یہ شرط پیش کی تھی کہ حکومت کی باگ ڈور آپ اپنے قبضہ اقتدار میں رکھیے مگر اپنے بعد مجھے اپنا ولی عہد مقرر فرمایئے' ملک سنجر نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ چنانچہ دونوں نے اس شرط پر قسمیں کھائیں اور مصالحت ہو گئی۔ ماہ شعبان میں سلطان محمود بہت سے قیمتی تحائف لے کر اپنے چچا سنجر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنی دادی کے پاس قیام کیا۔ ملک سنجر نے اس کے تحائف اور نذرانوں کو قبول کیا۔ پانچ راس عربی گھوڑے اپنے بھتیجے کو دیئے' ایک گشتی حکم اپنے مقبوضہ ممالک کے حکمرانوں کے پاس بھیج دیا کہ میرے نام کے بعد سلطان محمود کا نام خطبوں میں داخل کیا جائے اور میرے بعد یہی حکومت و سلطنت کا وارث و مالک سمجھا جائے۔ اسی مضمون کی

۱۔ اتابک غزغلی ظالم اور سفاک تھا۔ اہل ہمدان پر بے حد ظلم کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے سزائے موت دے کر اہل ہمدان کو اس کی ظالمانہ حرکات سے نجات دی۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۳۸۸

۲۔ چھبیسویں تاریخ تھی۔

۳۔ سلطان محمود نے شکست کے بعد مع وزیر السلطنت ابو طالب سمیری' علی ابن عمر حاجب اور قراجہ ساقی' اصفہان میں جا کر قیام کیا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۳۸۸

درخواست دارالخلافت بغداد میں بھی روانہ کر دی۔ سوائے رے کہ تمام شہروں کو جس پر زمانہ جنگ میں قبضہ کر لیا تھا سلطان محمود کو واپس کر دیا۔ سلطان محمود نے بھی اطاعت کر لی۔

امیر منکبرس کا قتل

سلطان محمود کی شکست کے بعد امیر منکبرس' بغداد کی جانب لوٹا تھا۔ لوٹ مار کرتا ہوا بغداد کے نزدیک پہنچا۔ دبیس بن صدقہ نے ایک فوج بھیجی جس نے امیر منکبرس کو بغداد میں داخل نہ ہونے دیا۔ ناکام ہو کر واپس ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ملک سنجر اور سلطان محمود میں مصالحت ہو گئی۔ مجبوراً" ملک سنجر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملک سنجر نے سلطان محمود کے حوالے کر دیا چونکہ سلطان محمود اس سے اس کے ظلم و ستم اور بلا اجازت بغداد جانے کی وجہ سے خفا تھا اس وجہ سے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

علی بن عمر حاجب کا قتل

سلطان محمود کی نظروں میں علی بن عمر حاجب کی قدر و منزلت اس حد تک بڑھی کہ امراء و اراکین سلطنت رشک و حسد کی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ کان بھرنے والے کان بھرنے لگے۔ اس سے سلطان محمود کے دل میں غبار آ گیا۔ قتل کی فکر کرنے لگا۔ کسی ذریعہ سے علی ابن عمر کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ ایک دن خفیہ طور سے بھاگ نکلا۔ قلعہ برجین میں جا کر پناہ لی' جہاں پر اس کا مال و اسباب تھا اور اہل و عیال رہتے تھے مگر اسے یہاں بھی چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا' جان کے خوف سے خوزستان روانہ ہو گیا۔ بدو بن زنگی' اقبوری بن برسق اور اس کا بھتیجا ارسلان بن بلبکی خوزستان پر حکمرانی کر رہے تھے۔ ان لوگوں نے علی ابن عمر کی آمد کی اطلاع سن کر روک تھام اور اپنے مقبوضہ شہروں میں داخل نہ ہونے دینے کی غرض سے فوج کے چند دستے روانہ کیے۔ تشتر کے نزدیک لڑائی ہوئی۔ علی ابن عمر کے ساتھیوں کو شکست ہوئی۔ گرفتار کر لیا گیا۔ اور زنجیروں میں جکڑ کر خوزستان لایا گیا۔ حکمرانان خوزستان نے سلطان محمود کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ سلطان نے قتل کا حکم دے دیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اسے قتل کر کے حسب حکم شاہی سر قلم کر کے دربار شاہی روانہ کر دیا۔

ملک سنجر نے اس کے بعد مجاہد الدین بہروز کو بغداد کی پولیس افسری پر واپس جانے کا حکم دیا تھا چنانچہ مجاہد الدین بہروز دارالخلافت بغداد میں آ گیا اور دبیس بن صدقہ کا نائب برطرف کر دیا گیا۔

سنقر شاہی کا قتل

سلطان محمد نے امیر آقسنقر بخاری کو حکومت بصرہ پر متعین کیا تھا۔ امیر آقسنقر نے اپنی طرف سے سنقر شاہی کو مامور کیا۔ سنقر شاہی انتہائی رحم دل اور نیک کردار تھا۔ سلطان محمد کے انتقال کے بعد غزغلی سردار ترکان اسماعیلیہ (جو دو سال سے لوگوں کو حج کرانے جاتا تھا) اور سنقر الب نے سنقر شاہی کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور بصرہ پر قابض ہو گیا۔ یہ واقعہ ۵۱۱ھ کا ہے۔ سنقر الب نے سنقر شاہی کے قتل کا ارادہ کیا۔ غزغلی نے روکا۔ سنقر الب اپنے ارادہ سے باز نہ آیا اور سنقر شاہی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ عوام نے تھوڑی سی ہنگامہ آرائی کی۔ غزغلی نے امن و سکون کی منادی کرا دی۔ لوگوں نے خاموشی اختیار کر لی۔

غزغلی کی شکست

بصرہ میں ان دنوں ایک اور امیر رہتا تھا جس کا نام علی بن سکمان تھا۔ اس برس یہی امیر حج ہو کر اہل بصرہ کو حج کرانے گیا تھا اس وقت یہ موجود نہ تھا۔ غزغلی کو خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں حج سے واپسی کے بعد علی بن سکمان' سنقر الب کے خون کا بدلہ مجھ سے نہ لے اس وجہ سے غزغلی نے بدویان عرب کو ابھار دیا۔ چنانچہ بدویان عرب نے قافلہ حجاج پر حملہ کر دیا' علی بن سکمان نے ان کے مقابلے پر خم ٹھونکا۔ جنگ شروع ہو گئی۔ لڑتا بھڑتا بصرہ کے نزدیک پہنچا بدویان عرب مسلسل حملہ کر رہے تھے۔ غزغلی نے علی بن سکمان کو بصرہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ علی بن سکمان ان دیہاتوں کی جانب چلا جو نشیبی دجلہ میں تھے اور جب وہاں پہنچ گیا تو بدویان عرب پر اچانک حملہ کر دیا۔ بدویان عرب کے پاؤں اکھڑ گئے' شکست کھا کر بھاگے' غزغلی نے یہ صورت حال دیکھ کر اپنی فوج کو آراستہ کر کے میدان کارزار لیا۔ دونوں فریقین میں لڑائی ہونے لگی۔ اتفاق سے غزغلی کو ایک تیر آ لگا جس کے صدمہ سے جانبر نہ ہو سکا اور جاں بحق ہو گیا' علی بن سکمان فتح کا

جھنڈا لیے ہوئے بصرے میں داخل ہوا اور اس پر قابض ہو گیا۔

بصرہ پر قبضہ کرنے کے بعد علی بن سکمان نے آقسنقر بخاری والئی عمان کے افسروں کو بشرط اطاعت ان کے عہدوں پر بحال رکھا اور آقسنقر بخاری کی خدمت میں فدویت نامہ بھیجا۔ حکومت بصرہ کی درخواست کی اس وقت آقسنقر بخاری سلطان محمد کی بارگاہ میں تھا' انکاری جواب دیا۔ علی ابن سکمان نے خود مختار حکومت کا اعلان کر کے آقسنقر کے افسروں کو نکال دیا یہاں تک کہ سلطان محمود نے آقسنقر بخاری کو ۵۱۴ھ میں بصرہ روانہ کیا اور اس نے علی بن سکمان سے بصرہ چھین لیا۔

کرج کی سرکوبی

کرج نے کافی عرصہ سے آذربائیجان اور بلاداران کو اپنی غارت گری کا مرکز بنا رکھا تھا۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ کرج اور خزر ایک ہی گروہ کو کہتے ہیں مگر صحیح وہ ہے جو ہم نے اوپر انساب عالم کے سلسلہ میں بیان کیا ہے' اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ خزر[1] اور ترکمان ایک ہیں البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کرج ان کے بعض شعوب سے ہوں۔ قصہ مختصر جس وقت سلاطین سلجوقیہ کی حکومت مضبوط و مستحکم ہو گئی۔ اس وقت کرج غارت گری سے باز آ گئے اور اسلامی شہر جو ان کے گرد و نواح میں تھے ان کے شر و فساد سے محفوظ ہو گئے۔ سلطان محمد کے انتقال کے بعد ان لوگوں نے پھر ہاتھ پاؤں نکالے۔ اسلامی شہروں پر غارت گری کا ہاتھ بڑھایا۔ امیہ اور قفچاق کے سرایا[2] اسلامی شہروں کو پامال کرنے لگے بلاداران اور نفجوان' آرس تک جس کی سرحد کرج کے ملک سے ملتی تھی' ملک طغرل کے قبضہ میں تھا اور یہی کرج کی غارت گری کا میدان بنا ہوا تھا۔ عراق بھی جو سلطان بغداد کا مقبوضہ ملک تھا ان کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکا۔ سرحدی حکمرانان اسلام نے کرج اور قفچاق کی یہ حرکت دیکھ کر باہم خط و کتابت کر کے فوجیں جمع کیں' دبیس بن صدقہ کے پاس جمع ہوئے۔ ملک طغرل' اتابک کنتغدی اور ابوالغازی بن ارتق بھی اپنی فوج لے کر آیا ہوا تھا۔ تیس ہزار کی جمعیت سے کرج اور قفچاق کی جانب لشکر اسلام بڑھا۔ اتفاق یہ کہ لشکر اسلام میں بے چینی پیدا ہو گئی جس سے اسے شکست[3] ہوئی۔ ایک بڑی فوج میدان جنگ میں ماری گئی۔ ۳۲ کلومیٹر تک کفار تعاقب کرتے چلے گئے' اس کے بعد واپس ہو کر تفلیس[4] پر محاصرہ کیا۔ ایک سال تک محاصرہ کیے رہے۔ ۵۱۵ھ میں بزور شمشیر شہر میں گھس پڑے۔ قتل و غارت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ۵۱۶ھ میں اہل تفلیس کا ایک وفد کرج کے مظالم کی داستان عرض کرنے کے لیے سلطان محمود کی خدمت میں بمقام ہمدان حاضر ہوا' سلطان محمود نے ان کی حمایت پر کمر باندھی' شہر تبریز پہنچ کر قیام کیا۔ کرج کی گوشمالی کے لیے فوجیں روانہ کیں۔ اس کا نتیجہ ہم آئندہ بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ ہم نے اس سے قبل بیان کیا ہے کہ ملک مسعود اپنے والد سلطان محمد کے انتقال کے وقت عراق میں تھا۔

دبیس بن صدقہ کی حرکت

دونوں بھائیوں (یعنی ملک مسعود اور سلطان محمود) میں مصالحت ملک مسعود کے موصل واپس جانے اور سلطان محمود کا ملک مسعود کو آذربائیجان دینے کا واقعہ تفصیل کے ساتھ آپ نے اس سے قبل پڑھا ہے۔ قسیم الدولہ برستی بغداد کی پولیس افسری سے علیحدہ ہو کر' ملک مسعود کے دربار میں حاضر ہوا' ملک مسعود نے مراغہ کو بھی اس کی جاگیر (رحبہ) میں شامل کر دیا۔ دبیس بن صدقہ کو یہ ناگوار گزرا۔ جیوش بک (ملک مسعود کا اتالیق) کو لکھنا شروع کیا کہ قسیم الدولہ برستی سلطان محمود سے سازباز رکھتا ہے' جس طرح ممکن ہو اسے جلد از جلد گرفتار کر لو' میں

۱۔ صحیح یہ ہے کہ ارمن' کرج کی ایک شاخ ہے' خزر' ترکوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ مگر اب یہ ممالک روم کے قرب و جوار کی وجہ سے ان میں مل جل گئے۔ کذا نسخ عطار۔

۲۔ سرایا سریہ کی جمع ہے۔ سریہ اس فوج کو کہتے ہیں جو شب خون (یعنی رات میں چھاپہ) مارا کرتی ہے۔

۳۔ یہ لڑائی تفلیس کے قریب ہوئی تھی۔ فریقین کی صف آرائی کے بعد قفچاق کے دو سو سوار لشکر اسلام کی طرف چلے' لشکر اسلام نے یہ خیال کر کے امان حاصل کرنے کے لیے آ رہے ہیں کچھ تعارض نہ کیا یہاں تک کہ لشکر اسلام میں داخل ہو گئے اور نیزہ بازی کرنے لگے۔ لشکر اسلام کی صفیں درہم برہم ہو گئیں لوگ یہ خیال کر کے کہ لشکر اسلام کو شکست ہوئی بھاگے' ان چند افراد کا بھاگنا تھا کہ ایک نے دوسرے کی بھاگنے میں اتباع کی' سارے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی' ایک دوسرے پر گرتا پڑتا بھاگ نکلا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۹

۴۔ شہر تفلیس' جس زمانہ سے فتح ہوا تھا' مسلمانوں ہی کے قبضہ میں رہا یہاں تک کہ کرج نے اس پر مسلمانوں سے قبضہ حاصل کیا اور اسے اپنا دارالحکومت بنا لیا۔ خط شیخ عطار حاشیہ تاریخ ابن خلدون جلد ۵ صفحہ ۹۹

تم کو بے حد مال و دولت دوں گا۔ اس کے ساتھ ہی اس بات پر ابھارا کہ تم ملک مسعود کی حکومت و سلطنت کا اعلان اور دعویٰ کر دو میں تمہارا ہاتھ بٹانے کے لیے تیار ہوں' ان باتوں سے غرض یہ تھی کہ دونوں بھائیوں (ملک مسعود اور سلطان محمود) میں جھگڑا ہو جائے' لڑائی کا نیزہ گڑ جائے تاکہ اس کی قدر و منزلت بڑھ جائے جیسا کہ برکیاروق اور سلطان محمود کی لڑائی کے زمانہ میں اس کے باپ صدقہ کا جاہ و جلال بڑھا تھا۔ کسی ذریعہ سے اس لگانے بجھانے کی خبر قسیم الدولہ برسقی کو ہو گئی' گرفتاری کے خوف سے سلطان محمود کے پاس چلا گیا۔ سلطان محمود نے عزت و احترام سے ٹھہرایا اور خوب آؤ بھگت کی۔

وزیر ابو علی کی برطرفی

اس کے بعد استاد اسماعیل[1] حسین بن علی اصفہانی طغرائی' ملک مسعود کی خدمت میں حاضر ہوا۔ استاد ابو اسماعیل کا بیٹا ابو الولید محمد بن ابو اسماعیل ملک مسعود کا طغرا نویس تھا۔ اس تعلق سے ملک مسعود نے وزیر السلطنت ابو علی بن عمار والئی طرابلس کو برطرف کر کے استاد ابو اسماعیل کو عہدہ وزارت سے نوازا۔ یہ واقعہ ۵۱۳ھ میں پیش آیا۔

ابو اسماعیل کا قتل

دبیس کے ابھارنے کی تائید استاد ابو اسماعیل نے شروع کر دی۔ حکومت و سلطنت حاصل کرنے کی ترغیب دینے لگا۔ چنانچہ ایک مختصر مدت میں ملک مسعود کو اس کے بھائی سلطان محمود کی مخالفت پر ابھار دیا۔ سلطان محمود کو اس کی خبر ہوئی' لکھ بھیجا "اگر تم میری اطاعت و فرمانبرداری میں رہو گے تو میں جاگیریں دوں گا' تمہارے مناصب بڑھاؤں گا۔ تمہارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤں گا اور اگر کسی کے کہنے سننے سے مخالفت کرو گے تو یاد رکھو کہ تمہارے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو ایک دشمن کے ساتھ کیا جاتا ہے" ملک مسعود کے کان پر جوں تک نہ رینگی' خوشامدیوں نے سلطان کے خطاب سے مخاطب کیا۔ پنج و تہ نوبت بجنے لگی۔ ان بے وقوفوں نے اسی پر اکتفا نہیں بلکہ سلطان محمود کے لشکر کی کمی کا احساس کر کے ملک مسعود کو سلطان محمود پر حملہ کرنے پر تیار کر دیا' چنانچہ مسعود پندرہ ہزار فوج لے کر اپنے بھائی سلطان محمود سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ بمقام عقبہ استر آباد ۱۵ ربیع الاول ۵۱۴ھ کو دونوں بھائیوں کا مقابلہ ہوا۔ سلطان محمود کے مقدمۃ الجیش پر قسیم الدولہ برسقی تھا۔ صبح سے شام تک زبردست لڑائی ہوتی رہی۔ بالاخر قسیم الدولہ برسقی نے ملک مسعود کے لشکر کو شکست دی۔ سرداران لشکر کا ایک گروہ گرفتار کر لیا گیا۔ ان میں استاد ابو اسماعیل وزیر السلطنت بھی تھا۔ اسے پا بہ زنجیر سلطان محمود کے سامنے پیش کیا گیا۔ سلطان محمود نے کہا کہ اس کی بداعتقادی اور الحاد مجھ پر ثابت ہو چکا ہے' اسے موت کے گھاٹ اتار دو۔ چنانچہ اپنی وزارت کے ایک برس کے بعد اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

استاد ابو اسماعیل اعلیٰ درجہ کا منشی اور شاعر تھا' کیمیا کا بے حد شائق تھا۔ اس فن میں اس کی بہت سی مصنفہ کتب ہیں (جو ضائع ہو گئیں)

دونوں بھائیوں میں صلح

شکست کے بعد ملک مسعود ایک پہاڑ پر چلا گیا جو میدان جنگ سے بارہ کوس کے فاصلہ پر تھا اور وہیں روپوش ہو گیا' تمام فوج اور سرداران لشکر منتشر ہو گئے' چھوٹے چھوٹے چند لڑکے ہمراہ تھے' اپنے بھائی سلطان محمود کی خدمت میں صلح اور امن کا پیام بھیجا' سلطان محمود نے آقسنقر برسقی کو امان نامہ دے کر ملک مسعود کو حاضر کرنے کے لیے مسعود کے پاس بھیجا۔ آقسنقر برسقی پہنچنے نہ پایا تھا کہ چند فتنہ پرداز اور مفسد امراء پہنچ گئے اور یہ سمجھایا کہ آپ اپنے بھائی سلطان کے پاس نہ جائیں بلکہ موصل یا آذر بائیجان میں قیام فرمایئے' دبیس بن صدقہ سے خط و کتابت کر کے فوجیں فراہم کیجئے اور تیاری کر کے میدان جنگ میں آ جایئے اور سلطنت و حکومت کا پھر دعویٰ کیجئے" ملک مسعود ان کے بہکانے میں آ گیا اور ان لوگوں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد آقسنقر برسقی پہنچا' ملک مسعود کو نہ پایا' سراغ لگاتا ہوا چلا' ۳۰ کوس پر جا کر ملک مسعود سے ملا۔ سلطان کے خیالات سے مطلع کیا' امان نامہ دکھلایا' ہر طرح سے تشفی و تسلی دی' چنانچہ ملک مسعود اپنا ارادہ تبدیل کر کے آقسنقر برسقی کے ہمراہ سلطان محمود کی جانب روانہ ہوا۔ سلطان محمود کے حکم سے سرداران لشکر نے استقبال کیا' سلطان محمود انتہائی

---

[1] استاد اسماعیل لامیہ عجم کا مصنف ہے۔ لامیہ عجم بڑے پایہ کا قصیدہ ہے۔ حکمت اور امثال سے مملو ہے۔ عمدہ ترین قصاید میں شمار کیا جاتا ہے۔

مہربانی سے پیش آیا' اپنی والدہ کے پاس ٹھہرایا۔ معانقہ کیا' گذشتہ واقعات پر آنسو بہائے اور اپنے ساتھ رکھا۔ سلطان محمود کے یہ مکارم اخلاق تھے۔ ملک مسعود کے نام کا خطبہ آذر بائیجان اور بلاد موصل میں ۱۸ دن پڑھا گیا تھا کہ یہ واقعات پیش آئے۔

دبیس کی حرکات

میدان جنگ سے خوار ہونے کے بعد جیوش بک موصل پہنچا' موصل کے گرد و نواح سے رسد و غلہ جمع کیا' فوجیں فراہم کیں۔ جب اسے یہ اطلاع ملی کہ دونوں بھائیوں میں مصالحت ہو گئی اور سلطان محمود انتہائی نرمی و مہربانی سے پیش آیا تو یہ خیال کر کے کہ اب میں موجودہ حالت پر نہیں رہ سکتا' شکار کھیلنے کے بہانہ سے زاب کی جانب روانگی اختیار کی اور انتہائی سرعت سے مسافت طے کر کے سلطان محمود کی خدمت میں بمقام ہمدان حاضر ہوا۔ سلطان محمود نے اسے امان دی اور حسن اخلاق سے پیش آیا۔

اس شکست کی اطلاع دبیس کو عراق میں پہنچی' لوٹ مار شروع کر دی' بری حرکات انجام دینے لگا۔ دیہات قصبات اور شہروں کو اجاڑ کر دیا۔ سلطان محمود نے ان کاموں سے باز رہنے کے لیے لکھا مگر دبیس نے کوئی توجہ نہ دی۔

سلطان محمود نے جیوش بک کو اپنے دربار میں حاضر ہونے کے بعد اپنے بھائی طغرل اور اتابک کنتغدی کی جانب فوجیں دے کر روانہ کیا۔ چنانچہ جیوش بک گنجہ کی جانب روانہ ہوا اور موصل بلا کسی حکمران کے رہ گیا۔ چونکہ آقسنقر برستی نے اس جنگ میں نمایاں خدمات انجام دی تھیں فنون حرب سے بھی پوری طرح آگاہ تھا ہر کام میں مناسب مشورہ دیتا تھا اور اس کے بھائی ملک مسعود کو شکست کے بعد سمجھا بجھا کر واپس لایا تھا اس وجہ سے سلطان محمود پر اس کا ایک خاص اثر تھا اور اس کی عزت افزائی کو وہ اپنا فرض سمجھتا تھا۔ موصل کی گورنری خالی ہونے پر آقسنقر برستی کو اس کی سند حکومت عنایت کی' سنجار اور جزیرہ کو موصل کے صوبہ میں ملحق کر دیا۔ ۵۱۵ھ میں آقسنقر' موصل کی طرف روانہ ہوا۔ اس کی روانگی کے بعد سلطان محمود نے اپنے تمام سرداران لشکر اور گورنران ممالک مقبوضہ کے نام آقسنقر برستی کی اطاعت' عیسائیوں سے جنگ کرنے اور ان سے اسلامی شہروں کو واپس لینے کا گشتی مراسلہ بھیجا' آقسنقر برستی موصل میں پہنچ کر نظم و نسق کی بحالی اور آبادی کی تدابیر کرنے لگا۔

سلطان محمود نے ۵۱۶ھ میں واسط اور اس کے صوبہ کی حکومت بھی آقسنقر کو مرحمت کی عراق کا پولیس افسر متعین کیا اور آقسنقر برستی نے عماد الدین زنگی ابن آقسنقر کو اس علاقہ کا اپنی جانب سے حاکم متعین کیا۔ ماہ شعبان سنہ مذکور میں عماد الدین زنگی نے عراق کی جانب روانگی اختیار کی۔

جیوش بک کا انجام

اس سے قبل آپ نے پڑھا ہے کہ سلطان محمود نے جیوش بک کو اپنے دربار میں حاضر ہونے کے بعد اپنے بھائی طغرل کو جنگ پر روانہ کیا تھا۔ اسی سلسلہ میں آذر بائیجان کی حکومت بھی مرحمت کی' امراء اور اراکین سلطنت کو جیوش بک کی ترقی مراتب ناگوار گزری' سلطان محمود سے اس کی چغلی کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ سلطان محمود کو اس کے قتل پر تیار کر دیا۔ چنانچہ ماہ رمضان ۵۱۹ھ میں سلطان محمود نے اس کو باب تبریز پر موت کے گھاٹ اتار دیا۔

جیوش بک ترکی الاصل تھا' سلطان محمود کا آزاد کردہ غلام تھا' انصاف پسند تھا' نیک سیرت تھا جس وقت اسے موصل کی سند حکومت عطا کی گئی' اس وقت موصل صوبہ میں کردوں کا زبردست زور تھا صوبہ میں پھیلے تھے' بہت سے قلعہ بنوائے تھے' ان کے شر و فساد سے رعایا بہت تنگ تھی۔ قافلے صحیح و سلامت واپس نہیں جا سکتے تھے۔ جیوش بک نے ان کے خاتمے اور زیر کرنے پر کمر ہمت باندھی' کردوں کے اکثر قلعوں کو بزور شمشیر فتح کر لیا۔ ہکاریہ زوزان' نکوسہ اور تحشیہ کا قلعہ فتح کیا' اس کے خوف سے کردوں نے بلند پہاڑیوں اور دروں میں جا کر پناہ لی۔ امن و امان قائم ہوا' قافلوں کی سلامتی کے ساتھ آمد و رفت شروع ہو گئی۔[1]

---

[1] یہ واقعہ اور اس کے بعد کا واقعہ ۵۱۶ھ کا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۴' ۲۲۶

وزیر ابوطالب سمیری کا انجام

وزیر السلطنت کمال ابوطالب سمیری سلطان محمود کے ہمراہ ہمدان جانے کے لیے روانہ ہوا۔ اپنے حشم خدم کے ساتھ جا رہا تھا۔ راستہ تنگ' سوار اور پیادوں کا ہجوم' ناچار رکنا پڑا۔ اتنے میں ایک باطنی [1] چھرا گھونپ کر بھاگا۔ غلاموں نے تعاقب کیا۔ وزیر السلطنت تنہا رہ گیا۔ ایک دوسرا باطنی پہنچ گیا' اس نے وزیر السلطنت کو گھوڑے سے کھینچ کر زمین پر گرا لیا اور چند زخم لگائے' رکاب کے سوار اور پیادہ ٹوٹ پڑے' دونوں باطنیوں نے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ ایک تیسرے باطنی نے پہنچ کر وزیر السلطنت کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ یہ واقعہ اس کی وزارت کے چوتھے سال میں پیش آیا۔[2]

کمال ابو طالب انتہائی بد خلق' بے حد ظالم اور بے انتہا تاوان اور جرمانہ کرنے والا تھا' اس کے قتل کے بعد سلطان محمود نے جتنے ٹیکس اس نے لگائے تھے ان تمام کو ختم کر دیا۔

اس سے قبل ہم نے بیان کیا ہے کہ ملک طغرل نے بمقام رے (سرجہان) ۵۱۳ھ میں سلطان محمود سے بغاوت کی' مخالفت کا اعلان کیا' سلطان محمود نے اس کی سرکوبی کے لیے فوج کشی کی۔ قلعہ شہران پر قبضہ کر لیا۔ ملک طغرل نے گنجہ اور بلاد اران میں جا کر پناہ لی۔ اس کے ساتھ اس کا اتابک کیغذی (کنتغدی) بھی تھا' رفتہ رفتہ ملک طغرل کی شان و شوکت بڑھ گئی۔ کثیر التعداد فوج بھی جمع ہو گئی' بلاد آذر بائیجان پر قبضہ کرنے کی لالچ پیدا ہوئی' اس اثناء میں اتابک کنغدی ماہ شوال ۵۱۵ھ میں فوت ہو گیا' آقسنقر ارمنی والئی مراغہ کو کنعدی کی موت کی خبر سن کر عہدہ اتابکی کا لالچ پیدا ہوا' ملک طغرل کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان محمود کی جنگ پر ابھارنا شروع کیا۔ چنانچہ ملک طغرل' آقسنقر ارمنی کے ہمراہ مراغہ کی طرف روانہ ہوا' اردبیل پہنچا۔ اہل اردبیل نے شہر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ شہر پناہ کے دروازے بند کر لیے۔ مجبوراً" تبریز کی جانب کوچ کیا' تبریز پہنچ کر یہ خبر سننے میں آئی کہ سلطان محمود نے امیر جیوش بک کو آذر بائیجان روانہ کیا ہے اور اس علاقہ کی سند حکومت عنایت کی ہے اور امیر جیوش بک کوچ و قیام کرتا ہوا ایک بڑے لشکر کی افسری کے ساتھ مراغہ پہنچ گیا۔ ملک طغرل کے ہوش اڑ گئے۔ تبریز سے (خونج) [3] کی طرف کوچ کر دیا۔ حوصلے پست ہو گئے۔ اپنے خیالات کی طرف سے شک و شبہ میں پڑ گیا' امیر شیر گیر کے پاس قاصد بھیجا' اعانت و امداد کا خواستگار ہوا۔

ملک طغرل کا اتالیق

سلطان محمد کے دور حکومت میں امیر شیر گیر ملک طغرل کا اتالیق تھا۔ کنعدی (کنتغدی) اتابک نے سلطان محمد کے انتقال کے بعد امیر شیر گیر کو گرفتار کر لیا تھا۔ سلطان سنجر نے اسے قید سے نجات دی۔ امیر شیر گیر قید سے رہا ہو کر اپنے مقبوضہ شہر ابہر اور زنجان چلا آیا۔ امیر شیر گیر نے ملک طغرل کے خط کا جواب موافقت میں دیا اور اس کے ساتھ ساتھ ابہر کی جانب چلا مگر ان لوگوں کا جو قصد و ارادہ تھا' پورا نہ ہوا' اراکین سلطنت نے متفق ہو کر سلطان محمد کی خدمت میں فدویت نامہ روانہ کیا اور ملک طغرل نے سلطان محمد کی اطاعت قبول کر لی' بدمزگی ختم ہو گئی اور فتنہ و فساد کا خاتمہ ہو گیا۔

وزیر شمس الملک کا انجام

سلطان محمود کی نظروں میں وزیر السلطنت شمس الملک بن نظام الملک کی قدر بے حد بڑھی ہوئی تھی اس وجہ سے اراکین سلطنت محمودی ہمیشہ لگانے بجھانے میں لگے رہتے تھے۔ اتفاق یہ کہ شمس الملک کے چچا زاد بھائی شہاب ابوالمحاسن وزیر سلطان سنجر کا انتقال ہو گیا۔ سلطان سنجر نے اس کی جگہ ابوطاہر قمی کو عہدہ وزارت عطا کیا جو نظام الملک کے خاندان کا جانی دشمن تھا۔ ابوطاہر نے شمس الملک وزیر السلطنت

---

[1] باطنی ایک فرقہ تھا جس کو فرقہ حشیشیہ بھی کہتے ہیں' حسن بن صباح اس فرقہ کا بانی ہے' سلاطین اور اکابرین اسلام کا قتل کرنا مسلمانوں کو نقصان پہنچانا ان کا اولین فرض تھا۔ اس فرقہ کا بہت زور و شور ہوا۔ بہت سے قلعے ان کے قبضہ میں تھے۔

[2] یہ واقعہ اور نیز اس کے بعد کا واقعہ ۵۲۱ھ کا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۴' ۲۲۶۔

[3] تاریخ ابن خلدون میں اس جگہ پر کچھ نہیں لکھا ہے۔ میں نے یہ نام تاریخ کامل ابن اثیر سے نقل کیا ہے۔

کی مخالفت پر سلطان سنجر کو کہہ سن کر ابھار دیا۔ سلطان سنجر نے سلطان محمود کو وزیر السلطنت شمس الملک کو سرزنش کرنے کا حکم بھیج دیا۔ سلطان محمود نے اسے گرفتار کر کے طغایرک کے حوالہ کر دیا۔ طغایرک نے قلعہ جنجاہل میں قید کر دیا اور چند دن بعد قتل کر دیا۔

مقتول وزیر شمس الملک کا بھائی نظام الدین احمد' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کا وزیر تھا۔ خلیفہ مسترشد نے شمس الملک کی برطرفی کی خبر سن کر نظام الدین احمد کو برطرف کر کے جلال الدین ابوعلی ابن صدقہ کو عہدہ وزارت مرحمت کیا۔

سلطان کی کامیابی

ایک وفد ۵۱۷ھ میں اہل دربند و شروان کا سلطان محمود کی بارگاہ میں فریاد لے کر حاضر ہوا۔ کرج کے مظالم' لوٹ مار کی شکایت کی اور حمایت و امداد کا خواست گار ہوا۔ سلطان محمود فوجیں مرتب کر کے ان کی امداد پر روانہ ہوا۔ کرج کے لشکر کے نزدیک پہنچا۔ کرج لشکر کی کثرت سے گھبرا گیا' وزیر السلطنت نے واپس چلنے کا مشورہ دیا۔ اہل شروان نے دست بستہ عرض کیا "کرج کو بلا زیر و زبر کیے اگر آپ حضور واپس ہوئے تو مسلمانوں کی شامت آ جائے گی' ان کے دل کمزور ہو جائیں گے' سلطان اپنے لشکر گاہ میں قیام فرمادیں' ہم لوگ بے جگری سے لڑیں گے۔" سلطان محمود نے کرج کا خیال چھوڑ دیا۔ خوف و خطر کی حالت میں گزاری' مشیت الٰہی سے اسی رات کو کرج اور قفچاق میں چل گئی۔ آپس ہی میں لڑنے لگے' صبح نہ ہونے پائی تھی کہ لشکر کفار یہ خیال کر کے کہ حریف کے مقابلہ میں ہمیں شکست ہوئی اور وہ ہم پر آ پڑا ہے۔ بھاگ نکلا' سلطانی موکب' دشمنوں کے مقابلہ میں بلا جنگ و جدل کامیابی حاصل کر کے ہمدان کی طرف واپس ہوا۔

برسقی کی برطرفی

خلیفہ مسترشد باللہ عباسی اور دبیس بن صدقہ والئی حلہ سے مقام مبارکہ (اطراف عانہ) میں معرکہ آرائی ہوئی تھی' برسقی خلیفہ کی رکاب میں تھا۔ اس واقعہ میں دبیس کو شکست ہوئی تھی' جیسا کہ اس کے حالات میں بیان کیا گیا۔ دبیس شکست کھا کر غزیہ (نجد) پہنچا' اہل غزیہ (عرب نجد) سے امداد و اعانت کی درخواست کی مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ منتفق کے یہاں پہنچا۔ یہی سوال پیش کیا۔ منتفق نے امداد کا وعدہ کیا۔ چنانچہ دبیس ان کے ہمراہ بصرے کی جانب روانہ ہوا۔ پہنچتے ہی بصرے کو لوٹ لیا۔ اہل بصرہ کو قتل و پامال کیا۔ سلمان حاکم بصرہ کو مار ڈالا۔ خلیفہ مسترشد کو اطلاع ہوئی' برسقی پر بے حد ناراضی کا اظہار کیا۔ دھمکی آمیز فرمان بھیجا کہ "تمہاری سستی اور غفلت سے اہل بصرہ اس حال بد کو پہنچے ہیں' مناسب ہے کہ اب بھی تم ان کی حمایت پر مستعد ہو جاؤ' ورنہ ہماری ناراضگی کی کوئی حد نہ ہو گی' برسقی فوجیں لے کر بصرہ کی حمایت پر روانہ ہوا۔ دبیس بصرہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ عیسائیوں کے پاس پہنچا اور ان کے ساتھ حلب کے محاصرہ پر آیا۔ اہل حلب کی مستعدی سے عیسائیوں کے دانت کھٹے ہو گئے۔ ناکام واپس ہوئے۔ دبیس ان سے علیحدہ ہو گیا۔ ملک طغرل بن سلطان محمد کے پاس پہنچا' نچلا نہ بیٹھا گیا۔ عراق پر فوج کشی اور قبضہ کرنے کی ترغیب دینے لگا جیسا کہ آپ نے ان واقعات کو پڑھا ہے۔

ان واقعات اور نیز اسی قسم کی اور شکایات سے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے آئینہ دل میں برسقی کی جانب سے غبار پیدا ہو گیا۔ سلطان محمود کو لکھ بھیجا کہ "برسقی کو عراق کی پولیس افسری سے برطرف کر دو' سلطان محمود نے اس کے حکم کے مطابق برسقی کو عراق کی افسری پولیس سے معزول کر دیا۔ عیسائیوں پر جہاد کی غرض سے موصل جانے کا حکم دیا۔ برتقش زکوئی کو عراق کی پولیس افسری عنایت ہوئی۔ برتقش زکوئی کا نائب دار الخلافت بغداد پہنچا' برسقی سے چارج لیا اور بغداد میں قیام اختیار کیا۔

سلطان محمود نے اپنے چھوٹے بیٹے کو برسقی کے پاس کام سیکھنے کی غرض سے بھیج دیا۔ برسقی سلطان محمود کے بیٹے کو اپنے ہمراہ موصل پہنچا۔ اہل موصل نے انتہائی جوش اور مسرت سے استقبال کیا اور برسقی گورنری کے فرائض ادا کرنے لگا۔

عماد الدین زنگی کی گورنری بصرہ

امیر برسقی کے مصاحبوں میں عماد الدین زنگی بھی تھا۔ جس وقت سلطان محمود کی بارگاہ سے برسقی کو واسط کی حکومت عنایت ہوئی برسقی نے عماد الدین زنگی کو اپنا نائب مقرر کر کے واسط روانہ کیا۔ ایک عرصہ تک عماد الدین زنگی واسط کا فرمانروا رہا۔ پھر جب برسقی' دبیس کی سرکوبی کے لیے بصرہ آیا اور دبیس' بصرہ چھوڑ کر چلا گیا تو برسقی نے عماد الدین زنگی کو واسط سے طلب کر کے بصرہ کی حکومت پر متعین کیا۔ عماد

عماد الدین زنگی نے انتہائی خوبی سے بصرہ کا نظم و نسق درست کیا' عرب کے لٹیروں کی دست برد سے اسے محفوظ رکھا۔ پھر جب برسقی موصل کا گورنر ہوا تو منتظم اور کفایت شعار ہونے کی وجہ سے عماد الدین زنگی کو موصل طلب کیا۔ عماد الدین زنگی کو بار بار کی تبدیلی اور تقرری ناگوار گزری' مستعفی ہو کر سلطان محمود کے دربار میں بمقام اصفہان حاضر ہوا۔ سلطان محمود عزت و احترام سے پیش آیا اور بصرے کی سند گورنری عنایت کی۔ عماد الدین زنگی کی دلی خواہش یہی تھی۔ ۵۱۸ھ میں بصرہ کی حکومت پر واپس آیا۔

برسقی کی کامیابی

شہر صور ۱؎ کو فتح کرنے کے بعد عیسائیوں نے دوسرے اسلامی شہروں کو فتح کرنے کے لیے بہت بڑے لشکر سے حملہ کیا۔ دبیس کے پہنچ جانے اور اس کی سازباز نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ (یہ آپ کو یاد ہو گا کہ دبیس بصرہ سے شکست کے بعد عیسائیوں کے پاس چلا گیا تھا اور انہیں تسخیر حلب کی ترغیب دے کر حلب کے محاصرہ میں ان کے ساتھ آیا تھا) عیسائی فوجیں حلب پر آ اتریں۔ اہل حلب نے مدافعت پر کمر باندھی' تاش ۲؎ بن ارتق والئ حلب نے برسقی والئ موصل سے امداد طلب کی' برسقی نے اس شرط سے امداد کا وعدہ کیا کہ قلعہ حلب میرے نائب کے حوالہ کیا جائے' تاش نے اس شرط کو منظور کیا' برسقی فوجیں آراستہ کر کے حلب کی جانب روانہ ہوا۔ عیسائی فوجیں برسقی کی آمد کی خبر سن کر محاصرہ اٹھا کر کوچ کر گئیں' برسقی بلا جنگ و جدال کامیابی کے ساتھ حلب میں ۳؎ داخل ہوا' قبضہ کیا۔ اس کے بعد کفر طاب کو بھی عیسائیوں سے چھین لیا۔ قلعہ اعزاز پر دھاوا کیا' قلعہ اعزاز جوسلین عیسائی بادشاہ کے قبضہ میں تھا، برسقی نے اس پر محاصرہ ڈالا۔ عیسائیوں کو اس کی اطلاع ہوئی' چاروں جانب سے عیسائی فوجی جوق در جوق قلعہ اعزاز کو بچانے کے لیے آئے گھمسان کی جنگ نے فیصلہ کیا۔ برسقی کو محاصرہ میں ناکامی ہوئی حلب واپس آیا۔ مسعود نے اپنے بیٹے کو حلب کا نائب مقرر کیا اور دریائے فرات عبور کر کے موصل جا پہنچا۔

دبیس کی علیحدگی

عیسائی فوجوں کی حلب سے واپسی پر دبیس ان سے علیحدہ ہو گیا۔ ملک طغرل کی خدمت میں پہنچا' ملک طغرل نے عزت و احترام سے ملاقات کی' اپنے مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ دبیس منچلا تھا۔ خاموش نہ بیٹھ سکا' قبضہ عراق کی ترغیب دی' قبضہ دلانے کا ذمہ لیا' چنانچہ ۵۱۹ھ میں دونوں عراق کی جانب روانہ ہوئے' دقوقا پہنچے مجاہد الدین بہرام نے تکریت سے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کو ملک طغرل اور دبیس کے ارادے سے آگاہ کیا' خلیفہ عباسی سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ بتاریخ ۵ صفر ۵۱۹ھ جنگ کے ارادے سے دار الخلافت بغداد سے کوچ کیا۔ برتقش زکوی کو اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ خالص میں پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ ملک طغرل اور دبیس کو اس کی خبر ہوئی، خراسان کا راستہ چھوڑ کر جلولاء پہنچے اور نہر خالص سے دسکرہ آ گئے۔ وزیر السلطنت جلال الدین بن صدقہ خلیفہ کے مقدمۃ الجیش کا سردار تھا۔

۱؎ شہر صور میں خلیفہ آمر بہ احکام اللہ علوی مصری کی حکومت کا سکہ چل رہا تھا عز الملک' وزیر السلطنت امیر الجیوش افضل کا بنایا ہوا حاکم تھا۔ عیسائی مجاہدوں نے کئی بار اسے لوٹا اور تاراج کیا۔ ۵۰۶ھ میں بادشاہ فرانس نے صور کے سر کرنے کے لئے بہت فوج روانہ کی' عز الملک نے اتابک طغتگین والئ دمشق سے امداد طلب کی' اتابک طغتگین نے امیر مسعود کو اہل صور کی کمک پر مامور کیا' عیسائی فوجیں امیر مسعود کی آمد کی خبر پا کر بلا کسی لڑائی کے واپس گئیں' امیر مسعود صور میں داخل ہوا۔ عنان حکومت ہاتھ میں لی لیکن خطبہ اور سکہ خلیفہ علوی مصری ہی کا جاری رکھا۔ خلیفہ آمر مصری کو امیر الجیوش افضل کو اس خبر سے بے حد مسرت ہوئی۔ ۵۱۶ھ تک مسعود' صور میں فرماں روائی کرتا رہا۔ امیر الجیوش افضل کے قتل کے بعد خلیفہ مصری نے مسعود کو بحیلہ و فریب معزول کر کے دمشق واپس کر دیا اور ایک دوسرے شخص کو صور کی حکومت پر مامور کیا' عیسائیوں کو اس کی خبر لگی' فوجیں فراہم کر کے ماہ ربیع الاول ۵۱۸ھ میں صور کا محاصرہ کر لیا' نہایت شدت سے لڑائی شروع کی' اتابک طغتگین والئ دمشق نے صور کی حمایت پر کمر باندھی' بانیاس کی طرف بڑھا لیکن عیسائیوں نے ذرا بھی پرواہ نہ کی' طغتگین نے خلیفہ مصری کو اس سے مطلع کیا' امداد کی درخواست کی' صدائے نہ برخاست' کا مضمون ہوا۔ ۲۱ جمادی الاول سنہ مذکور میں عیسائیوں نے صور پر قبضہ کر لیا۔ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۳۸۔

۲؎ اصل کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے۔

۳؎ یہ واقعہ ۵۱۸ھ کا ہے تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۰۔

دبیس اور ملک طغرل میں یہ طے پایا کہ دبیس' جلد سے جلد نہروان پہنچ کر نہروان کا پل توڑ دے' خلیفہ لشکر کو عبور سے روکے اور جب ملک طغرل آ جائے تو اس کے بعد بغداد پر قبضہ کرنے کے لیے پیش قدمی کرے۔اس قرارداد کے مطابق نہروان کی طرف دبیس نے کوچ کیا۔ اتفاق یہ کہ ملک طغرل بیمار ہو گیا' زبردست بارش ہوئی' نقل و حرکت سے مجبور ہو گیا' دبیس تھکا ماندہ بھوکا' بارش اور سردی سے کانپتا نہروان پہنچا۔ تیس اونٹ کپڑے اور اشیائے خوردانی سے لدے دار الخلافت بغداد سے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے پاس جا رہے تھے۔ دبیس نے انہیں لوٹ لیا۔ آسودہ ہو کر کھایا' بھیگے کپڑے اتار ڈالے اور دوسرے کپڑے پہنے' دھوپ میں پاؤں پسار کر سو گیا۔

معافی کی درخواست

ملک طغرل اور دبیس کے ارادہ کا خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کو پتہ چلا تو لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں نہروان کے غربی جانب دبیس مل گیا' دبیس آنکھیں ملتا اٹھا' زمین بوسی کر کے دست بستہ معافی کی درخواست کی۔ خلیفہ نے قصور معاف کر دیا۔ اس کے بعد وزیر السلطنت جلال الدین بن صدقہ' خلیفہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ خلیفہ کے مشورے کی تعریف کی' نہروان کے پل کو قابل عبور بنانے میں مصروف ہوا۔ دبیس' برتقش زکوئی سے باتیں کرنے لگا۔ خلیفہ اور وزیر السلطنت کو غافل پا کر چلتا بنا اور ملک طغرل سے جا کر مل گیا۔ خلیفہ بغداد کی طرف واپس ہوئے۔ ملک طغرل اور دبیس ہمدان پہنچے' ملک طغرل اور دبیس نے ہمدان پہنچ کر فساد مچا دیا' لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا' دیہات' قصبات اور شہروں کو لوٹ لیا۔ تاوان اور جرمانوں سے رعایا کو پریشان کیا۔ سلطان محمود کو اس کی خبر ہوئی۔ سرکوبی کی غرض سے لشکر بڑھا' ملک طغرل اور دبیس سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے' خراسان میں سنجر کی خدمت میں حاضر ہوئے' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی اور برتقش زکوئی کے خلاف کے کان بھرے۔

برتقش کا فرار

بغداد کے افسر پولیس برتقش زکوئی سے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کو نفرت پیدا ہوئی' دھمکایا' تنبیہ کی' برتقش زکوئی ماہ رجب ۵۲۰ھ میں جان کے خوف سے بغداد چھوڑ کر سلطان محمود کے پاس چلا گیا' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کی جانب سے کان بھرنے شروع کیے اور مغالطہ دیا کہ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے لاتعداد فوج جمع کر لی ہے' قوت مالی بھی بڑھا لی ہے اور وہ زمانہ قریب میں معلوم ہوتا ہے کہ حضور والا سے کوئی حیلہ و بہانہ ڈھونڈ کر ناراضگی کا اظہار کرے اور جنگ و جدال کا دروازہ کھولے' اس وقت بادشاہ سلامت پر مقابلہ ذرا دشوار ہو جائے گا۔ سلطان محمود یہ سن کر غصہ میں آ گیا اور عراق کی روانگی کا ارادہ کیا' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے نرمی اور مہربانی سے روکنا چاہا اور یہ کہلا بھیجا کہ "فی الوقت آپ عراق کا ارادہ ترک کر دیجئے۔ اس اطراف کی ویرانی اور بربادی بے حد بڑھ گئی ہے۔ جب ویرانی' آبادی سے اور گرانی ارزانی سے تبدیل ہو جائے تو اس ارادے کو ضرور عملی جامہ پہنایئے"

جنگ کی تیاریاں

سلطان محمود نے اصلیت کا ذرا خیال نہ کیا بلکہ برتقش زکوئی کے بعد پیدا کیے خیال کی ان سے تصدیق کر لی اور انتہائی تیزی سے بغداد کی طرف پیش قدمی کی' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی اپنے اہل و عیال اور اولاد خلفاء کے ساتھ پاپیادہ دار الخلافت بغداد سے ماہ ذی القعدہ ۵۲۰ھ میں غربی بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ اہل بغداد خلیفہ کی جدائی کی تاب نہ لا سکے۔ رونا شروع کر دیا۔

سلطان محمود تک یہ اطلاع پہنچی' بے حد ناگوار گزرا' خلیفہ کی خدمت میں دار الخلافت واپس جانے کا پیام بھیجا' خلیفہ نے وہی شرط پیش کی' سلطان محمود کو اس شرط کے پیش کرنے سے غصہ آ گیا۔ تیزی سے بغداد کی طرف بڑھا۔ خلیفہ مسترشد غربی بغداد میں قیام پذیر ہوا اور خادم عفیف کو فوج کی افسری کے ساتھ سلطان محمود کے نائب السلطنت کو روکنے کی غرض سے واسط روانہ کیا' سلطان محمود کی طرف سے عماد الدین زنگی والئی بصرہ مقابلہ پر آیا۔ عفیف کو شکست دی' عفیف کا لشکر تباہ کیا گیا۔ بہتیرے قتل اور قید کیے گئے' خلیفہ مسترشد نے کشتیاں

۱؎ کفر طاب ملک شام کا ایک شہر ہے ۵۱۹ھ میں برستقی نے اس پر عیسائیوں سے قبضہ حاصل کیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۳
۲؎ معرکہ قلعہ اعزاز میں ایک ہزار سے زیادہ مسلمان کام آئے۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۳

کرائیں' قصر خلافت کے دروازے بند کرا دیے اور حاجب ابن صاحب کو محل سرائے خلافت کی حفاظت پر تعینات کیا۔

سلطان محمود اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ۲۰ ذی الحجہ سنہ مذکور میں بغداد میں داخل ہوا' باب شمالیہ میں قیام کیا' خلیفہ مسترشد سے واپسی اور صلح کا نامہ و پیام کرنے لگا' خلیفہ مسترشد انکاری جواب دے رہا تھا۔ دونوں فوجوں میں ایک دن چل گئی' سلطان محمود کی فوج کا ایک دستہ محل سرائے خلافت میں گھس گیا' تاج خلافت کو لوٹ لیا۔ یہ واقعہ یکم محرم ۵۲۱ھ کا ہے۔ باشندگان بغداد کو اس سے سخت غصہ اور اشتعال پیدا ہوا "جہاد" چلا اٹھے' لڑکے' جوان اور بوڑھے تلواریں نیام سے کھینچ کر نکل پڑے۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی بھی پردہ سے نکل آیا۔ بلند آواز سے "یا آل ہاشم" پکارنے لگا' طبل اور بگل بجنے لگا۔ دجلہ پر پل فوراً" بنا دیا گیا۔ ایک ہلہ میں سب کے سب اتر آئے۔ سلطان محمود کا لشکر محل سرائے خلافت' امراء و وزراء کے مکانوں کی لوٹ میں مصروف ہوا' محل سرائے خلافت کے تہ خانہ میں ایک ہزار سپاہی چھپے تھے ان لوگوں سے ضبط نہ ہو سکا۔ نکل پڑے۔ سلطان محمود کے امراء کی ایک جماعت کو گرفتار کیا' عوام الناس نے سلطان محمود کے وزیروں' امیروں اور مصاحبوں کے مکانات کو لوٹ لیا' ایک بہت بڑی تعداد ماری گئی۔ اس کے بعد مسترشد باللہ عباسی نے تیس ہزار جنگ آور ان اہل بغداد اور سوار فوج کے ساتھ شرقی بغداد کی طرف عبور کیا۔ سلطان لشکر نے مقابلہ اور بغداد سے نکال باہر کرنے پر کمر باندھی' بغداد کے اردگرد خندقیں کھدوائیں۔ سلطان لشکر پر شب خون اور حملہ کا تہیہ کیا' ابو الہیجا کردی والئ اربل نے مخالفت کی۔

صلح کی کوشش

اسی دوران عماد الدین زنگی' بصرہ سے ایک بڑا لشکر لیے ہوئے براہ خشکی اور دریا سلطان محمود کی کمک کو پہنچ گیا' اہل بغداد کے چھکے چھوٹ گئے' ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے' حملہ اور شب خون کے منصوبے ہوا ہو گئے' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے بھی لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ صلح کا نام و پیام ہونے لگا باہم مصالحت ہو گئی' سلطان محمود نے اہل بغداد کی خطائیں معاف کر دیں۔ ۱۰ ربیع الآخر ۵۲۱ھ تک بغداد میں قیام پذیر رہا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے ہتھیار' گھوڑے اور بہت سا مال ہدیتاً" سلطان محمود کو دیا۔ سلطان محمود نے عماد الدین زنگی بن آقسنقر کو کفایت شعار اور سیاست دان ہونے کے باعث بغداد کا پولیس افسر متعین کیا اور ہمدان کی طرف روانگی اختیار کی۔

وزیر ابو القاسم پر عتاب

چونکہ وزیر السلطنت ابو القاسم علی بن ناصر شادی کی امراء سلطنت نے سلطان محمود سے جا و بے جا شکایتیں کیں اور الزامات کے علاوہ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی سے سازباز کرنے کا الزام بھی لگایا تھا کیونکہ یہ سلطان محمود اور خلیفہ مسترشد باللہ عباسی سے صلح کرانے میں زیادہ کوشش کر رہا تھا اس وجہ سے سفر کے دوران ہمدان میں سلطان محمود نے وزیر السلطنت ابو القاسم کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ شرف الدولہ انوشیروان بن خالد کو بغداد سے طلب فرمایا' وہ ماہ شعبان سنہ مذکور میں بمقام اصفہان حاضر ہوا' سلطان محمود نے اسے عہدہ وزارت مرحمت کیا۔ دس مہینہ وزارت کی پھر برطرف کر دیا گیا۔ بغداد واپس آیا۔ اس تبدیلی پر بھی وزیر سابق ابو القاسم قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتا رہا۔ جب سلطان سنجر رے میں آیا تو اس نے وزیر ابو القاسم کو جیل سے نکال کر سلطان محمود کی وزارت پر آخر ۵۲۲ھ میں مامور کیا۔

عز الدین برسقی کا انتقال

صوبہ موصل پر قابض ہونے سے عز الدین ابن برسقی کا رعب و داب اور جاہ و جلال بڑھ گیا۔ قوت اور شوکت جیسا کہ چاہیے' حاصل ہو گئی' بلاد شام پر قبضہ کا لالچ پیدا ہوا۔ سلطان محمود سے اجازت حاصل کر کے دمشق کی جانب روانہ ہوا۔ رحبہ پہنچ کر محاصرہ کیا اور قابض ہوا۔ حکومت کی نوبت نہ آئی کہ قبضہ کے فوراً" بعد ہی مر گیا۔ سارا لشکر تتربتر ہو گیا تجہیز و تکفین سے بھی غافل ہو گیا۔ اس کے بعد سپرد خاک کیا گیا اس کے لشکر نے موصل کی طرف واپسی اختیار کی۔

عماد الدین زنگی کی تقرری

عز الدین کے انتقال کے بعد عنان حکومت اس کے غلام جاولی کے قبضہ میں آئی۔ اس نے عز الدین کے چھوٹے بھائی کو عز الدین کی جگہ مسند امارت پر بٹھایا' سند حکومت حاصل کرنے کی غرض سے قاضی بہاء الدین ابو الحسن علی شہرزوری اور صلاح الدین محمد باغیانی' امیر صاحب

برسقی کو عرض داشت دے کر سلطان محمود کے دربار میں بھیجا۔ یہ دونوں بغرض مشورہ نصیر الدین جعفنو(عماد الدین زنگی کا غلام تھا) کے پاس گئے (صلاح الدین اور نصیر الدین سے سسرالی رشتہ تھا) نصیر الدین نے کہا "تم لوگ بڑے ناسمجھ ہو۔ کیا تم جاولی کی حرکات سے ناواقف ہو' وہ چنا پرزہ ہے کیا تم اس کی اطاعت دل سے پسند کرو گے۔ بہتر یہ ہے کہ عماد الدین زنگی کو طلب کر کے صوبہ موصل کی گورنری پر مقرر کیے جانے کی درخواست کرو۔" اس مشورہ کے مطابق دونوں وزیر السلطنت' شرف الدین انوشیروان بن خالد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا "جزیرہ اور شام پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا ہے' حدود ماردین سے عریش مصر تک عیسائیوں کے قبضہ میں ہے۔ برسقی ایک شجاع اور باتدبیر شخص تھا وہ عیسائیوں کے فریب اور چالاکیوں سے خوب آگاہ تھا اور ان کی روک تھام کے لیے کافی تھا' اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس کی جگہ جو تعینات کیا گیا ہے وہ ایک بچہ ہے۔ صوبہ موصل کی حکومت کے لئے ایک تجربہ کار' جنگ آزمودہ اور امور سیاسی کا واقف کار شخص ہونا چاہیے جو عیسائیوں کو ان شہروں سے مار بھگائے۔ ہم لوگ آپ کی خدمت میں یہی عرض کرنے آئے ہیں' آئندہ آپ کو اختیار ہے۔" وزیر السلطنت نے ان دونوں کی گزارشات کا بارگاہ سلطانی میں پیش کیا' سلطان نے ان دونوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ حاضر ہونے کا مشورہ ہونے لگا اراکین سلطنت میں سے ایک گروہ نے عماد الدین زنگی کے حق میں رائے دی۔ قاضی بہاء الدین اور صلاح الدین نے بہ نظر خوشنودی عماد الدین زنگی کی جانب سے بطور نذر ایک بڑی رقم شاہی خزانہ میں داخل کی' سلطان نے کفایت شعاری اور بہادری کی وجہ سے عماد والدین زنگی کو صوبہ موصل کا گورنر تعینات کیا۔ اس کی جگہ عراق کی پولیس افسری مجاہد الدین بہروز والئی تکریت کو مرحمت کی۔

عماد الدین زنگی شاہی حکم لے کر موصل روانہ ہوا۔ پہلے بوازیج پہنچا قبضہ کیا' پھر موصل کی جانب کوچ کیا جاولی کو اس کی اطلاع ملی ذرا بھی چوں و چرا نہ کی' باظہار اطاعت موصل سے نکل کر استقبال کیا اور اس کی رکاب میں موصل واپس آیا۔ عماد الدین زنگی ماہ رمضان ۵۲۱ھ میں موصل پہنچا۔ موصل کا نظم و نسق کرنے لگا۔ جاولی کو رحبہ کی حکومت دے کر رحبہ روانہ کیا۔ نصیر الدین جعفر کو قلعہ موصل پر اور چند اور قلعوں کا حاکم بنایا' صلاح الدین محمد باغیان کو امیر حاجب کا عہدہ مرحمت کیا اور قاضی بہاء الدین شہرزوری کو اپنے تمام مقبوضہ علاقہ کا قاضی القضاۃ متعین کیا۔ قاضی بہاء الدین کو مال و دولت کے علاوہ جاگیر بھی دی' مناصب دیئے۔ ہر کام میں ان سے رائے لیتا' ان کے مشورے کے بغیر چھوٹا یا بڑا کام نہ کرتا تھا۔

زنگی کی کامیابیاں

موصل کے انتظام سے فرصت پا کر زنگی نے قبضہ کی غرض سے جزیرہ ابن عمر کی جانب پیش قدمی کی۔ برسقی کا خادم' جزیرہ کا فرماں روا تھا وہ مقابلہ پر آیا۔ جنگ چھڑ گئی' مگر دونوں فریقوں کے درمیان دجلہ حائل تھا جس سے عماد الدین زنگی کو کامیابی نہ ہوتی تھی۔ عماد الدین زنگی کو یہ تاخیر پسند نہ آئی لشکر کو حکم دیا کہ "گھوڑے دجلہ میں ڈال دو اور کمال تیزی سے دجلہ عبور کر کے حریف سے میدان لے لو" چنانچہ عماد الدین زنگی اور اس کے لشکر نے دجلہ میں گھوڑے ڈال دیئے۔ رکاب سے رکاب ملائے بات کی بات میں دجلہ عبور کر کے زلاقہ[1] پر قبضہ کر لیا۔ حریف کی ایک پیش نہ گئی۔ گھمسان کی جنگ کے بعد حریف کو شکست ہوئی' جزیرہ میں داخل ہو کر شہر پناہ کا دروازہ بند کر لیا فتح مند گروہ نے چاروں طرف سے محاصرہ کر کے حملہ پر حملہ شروع کر دیا۔ بالآخر محصورین نے امان کا جھنڈا بلند کیا امان کی درخواست پیش کی۔ قلعہ کی کنجیاں حوالہ کر دیں۔ عماد الدین زنگی جزیرہ پر قابض ہو گیا۔

عماد الدین زنگی نے اس مہم سے فارغ ہو کر نصیبین کو فتح کرنے کی غرض سے کوچ کیا۔ نصیبین حسام الدین تمرتاش بن ابو الغازی والئی ماردین کے قبضہ میں تھا۔ عماد الدین زنگی نے پہنچ کر محاصرہ کیا۔ حسام الدین نے اپنے چچا زاد بھائی رکن الدولہ داؤد بن سکمان (سقمان) بن ارتق والئی قلعہ کیفا کو ان واقعات سے آگاہ کیا۔ امداد کی درخواست کی' رکن الدولہ نے بذات خود امداد و حمایت پر کمر باندھی۔ فوجیں فراہم کرنے لگا' حسام الدین تمرتاش نے ماردین سے اہل نصیبین کو تسلی آمیز خط لکھا اور امید دلائی کہ پانچ یوم کے اندر تمہاری کمک پر ایک بڑا لشکر پہنچ جائے گا۔ عماد الدین زنگی کا لشکر نصیبین کا محاصرہ کیے تھا۔ قاصد جا نہیں سکتا تھا۔ اس وجہ سے یہ خط ایک پرند[2] کے بازو میں

۱۔ زلاقہ اس میدان کا نام ہے جو دریائے دجلہ اور جزیرہ کے درمیان میں تھا۔ اہل جزیرہ نے حملہ آور فریق کو دریا عبور کرنے سے روکنے کی انتہائی کوشش کی لیکن بار کامیاب نہ ہوئے۔ دریا عبور کرنے کے بعد زلاقہ میں جنگ ہوئی' شکست اٹھا کر شہر میں داخل ہو کر شہر پناہ کا دروازہ بند کر لیا۔ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۵۔

۲۔ پرند کا نام کسی مورخ نے نہیں لکھا غالباً "کبوتر" ہو گا۔ یہی جانور اس زمانہ میں نامہ بری کا کام دیتا تھا۔

باندھ کر نصیبین کی جانب چھوڑ دیا۔ اتفاق سے عماد الدین زنگی کی فوج میں سے کسی سپاہی نے اس پرندے کو پکڑ لیا۔ بازو میں خط بندھا پایا اپنے سردار عماد الدین زنگی کے پاس لایا۔ عماد الدین زنگی نے پڑھا۔ قلم خاص سے لکھ دیا۔ "پانچ دن کے بجائے بیس روز تک کی مہلت ہے" اور پرندے کے بازو میں باندھ کر چھوڑ دیا۔ اہل نصیبین نے حسام الدین کا خط پڑھا' عماد الدین زنگی کا لکھا ہوا پرچہ دیکھ کر بدحواس ہو گئے۔ بیس روز انتظار امداد ٹھہرے رہے' اس دوران عماد الدین زنگی نے بھی کوئی حملہ نہ کیا۔ اکیسویں روز اہل نصیبین نے امان کی درخواست کی' عماد الدین زنگی امن کے ساتھ شہر پر قابض ہو گیا۔

عماد الدین زنگی نے نصیبین پر قبضہ کرنے کے بعد سنجار کا رخ کیا۔ اہل سنجار نے مصالحت کر لی۔ عماد الدین زنگی نے سنجار پر قبضہ کر کے خابور کو فتح کرنے کی غرض سے ایک لشکر روانہ کیا۔ خابور بھی فتح ہو گیا' حران کی جانب بڑھا اہل حران نے حاضر ہو کر اطاعت قبول کی۔ الرہا' سروج بیرہ اور اس کے ملحقات عیسائی حکمرانوں کے قبضہ میں تھے' جوسلین عیسائی والئ الرہا ان مقامات کا فرماں روا تھا' عماد الدین زنگی نے اس سے خط و کتابت کر کے عارضی صلح کر لی تاکہ مقبوضہ و مفتوحہ علاقہ کا انتظام درست کر کے باطمینان تمام اس مہم کو پورا کرے جس کا اس نے ارادہ کیا تھا جس غرض کے لیے اسے موصل کی گورنری مرحمت ہوئی تھی۔ [1]

عماد الدین زنگی نے ماہ محرم ۵۲۲ھ میں فرات کو حلب کی طرف سے عبور کیا' عز الدین مسعود بن آقسنقر برسقی جس وقت حلب سے اپنے والد کے قتل کے بعد موصل روانہ ہوا تھا' اپنے امراء سلطنت میں سے قرمان نامی ایک امیر کو مامور کیا تھا۔ چند یوم کے بعد قرمان کو برطرف کر کے قتلغ ابہ کو مقرر کیا۔ قتلغ ابہ' عز الدین کا حکم لے کر حلب پہنچا' قرمان نے چارج نہ دیا اور یہ کہا مجھ سے اور عز الدین سے کچھ امور طے ہوئے ہیں، جب تک میں حکم نامہ میں نہ دیکھ لوں گا' حلب کی حکومت سے دست بردار نہ ہوں گا۔ قتلغ ابہ ان امور کو حاصل کرنے کے لیے عز الدین مسعود کی خدمت میں واپس ہوا۔ رحبہ پہنچا تو عز الدین مسعود کا انتقال ہو چکا تھا۔ حلب کی طرف پھر لوٹا' فضائل بن بلیج اور سرداران حلب نے قتلغ ابہ کی اطاعت قبول کی اور قرمان کو ایک ہزار دینار دے کر معزول کر دیا۔ قتلغ ابہ نے قلعہ حلب پر نصف (ماہ جمادی الاخر) ۵۲۱ھ میں قبضہ کیا' قبضہ کرنا تھا کہ گھمنڈی ہو گیا' ظلم و ستم' بداخلاقی اور متروکات پر دست درازی شروع کر دی' اوباشوں اور بدمعاشوں کی بن آئی' یہی اس کے درباری اور ہم نشین بنے' اس وجہ سے عوام اور خواص کے دلوں میں اس کے خلاف نفرت پیدا ہو گئی۔

حلب کا سابق فرمانروا بدر الدولہ بن عبد الجبار بن ارتق جس نے حکومت چھوڑ دی تھی' موجود تھا۔ اہل شہر اس کے پاس گئے' قتلغ ابہ کے مظالم کی شکایت کی اور اس کے ہاتھ پر امارت کی بیعت کر کے قتلغ ابہ پر حملہ کیا، قتلغ ابہ قلعہ بند ہو گیا۔ اہل حلب نے محاصرہ کیا' ہیار والئ بنج اور حسن والئ مراغہ' اہل شہر اور قتلغ ابہ سے مصالحت کرانے کے لیے آیا مگر مصالحت نہ ہو سکی۔ عیسائیوں کو اس کی خبر ملی' منہ میں پانی بھر آیا۔ حلب پر قبضہ کی ہوس سمائی۔ اہل حلب اور قتلغ ابہ کے باہمی جھگڑے سے فائدہ اٹھانا چاہا' جوسلین والئ الرہا فوج نظام اور عیسائی لشکر کو لیے حلب آ پہنچا' اہل حلب نے نقد تاوان دے کر جوسلین کو واپس کیا۔ انطاکیہ کا عیسائی بادشاہ اپنی فوج لیے پہنچ گیا۔ آخر سنہ مذکور تک حلب کا محاصرہ کیے رہا اور اہل حلب نے قلعہ حلب کا محاصرہ جاری رکھا۔

عماد الدین زنگی جب موصل' جزیرہ اور شام کا حکمران ہوا تو اہل حلب اس کے گرویدہ ہو گئے۔ بدر الدولہ سلیمان اور قتلغ ابہ' عماد الدین زنگی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے موصل روانہ ہوئے' حسن قراقوش حلب کا عارضی حکمران متعین ہوا۔ چند روز کے بعد عماد الدین کی جانب سے صلاح الدین باغیان ایک فوج لے کر حلب آیا۔ قلعہ پر قبضہ کیا۔ شہر کا انتظام درست کیا۔ اس کے بعد عماد الدین زنگی اپنے لشکر جرار کے ساتھ حلب کی جانب روانہ ہوا' سفر کے دوران بنبج اور مراغہ پر قبضہ حاصل کرتا ہوا حلب پہنچا۔ امراء لشکر اور سپاہیوں کو جاگیریں دیں قتلغ ابہ کو گرفتار کر کے بدر الدولہ سلیمان کے حوالہ کر دیا۔ بدر الدولہ عماد الدین زنگی سے متنفر ہو کر خاموشی سے قلعہ جعبر بھاگ گیا۔ عماد الدین زنگی نے حکومت حلب پر ابوالحسن علی بن عبد الرزاق کو متعین کیا۔

---

[1] عماد الدین نے ان مقامات کو مسلمان حکمرانوں سے اس وجہ سے چھینا کہ وہ عیسائیوں کو ملک شام اور جزیرہ سے اس وقت تک نہیں نکال سکتا تھا جب تک کہ یہ مقامات اور شہر اس کے قبضہ میں نہ آ جاتے۔ اس کے علاوہ ان اسلامی حکمرانوں کا عدم و وجود دونوں برابر تھے۔ یہ عیسائیوں سے دبے ہوئے تھے' کمزور پڑتے تھے۔ بعض انہیں خراج دیتے تھے۔ ان کی اطاعت کو کامیابی کا باعث سمجھتے تھے۔

سلطان محمود کا استقبال

ملک طغرل اور دبیس سلطان سنجر کی خدمت میں بمقام خراسان حاضر ہوئے۔ دبیس نے عراق پر قبضہ کے لیے اکسایا اور یہ ذہن نشین کیا کہ مسترشد باللہ عباسی خلیفہ بغداد اور سلطان محمود آپ کی روک تھام اور مقابلے پر متفق ہو گئے ہیں' سلطان سنجر اس دھوکے میں آ گیا عراق کی جانب روانہ ہوا۔ رے پہنچ کر سلطان محمود کو طلبی کا خط لکھا (سلطان محمود اس وقت ہمدان میں تھا) سلطان محمود انتہائی تیزی سے مسافت طے کر کے سلطان سنجر کی خدمت میں حاضر ہوا' سلطان سنجر نے اپنی فوج کو استقبال کا حکم دیا' اپنے برابر تخت پر بٹھایا آخر ۵۲۲ھ تک سلطان سنجر کی خدمت میں رہا۔ اس کے بعد سلطان سنجر خراسان کی طرف اور سلطان محمود ہمدان کی جانب واپس ہوئے' واپسی کے وقت سلطان سنجر نے سلطان محمود کو ہدایت کی کہ دبیس کو اس کے شہر کی جانب واپس بھیج دینا۔

اس کے بعد سلطان محمود' عراق روانہ ہوا۔ رفتہ رفتہ بغداد کے نزدیک پہنچا۔ وزیر السلطنت نے استقبال کیا۔ ۹ محرم ۵۲۳ھ میں دارالخلافت بغداد میں داخل ہوا۔ دبیس نے حاضر ہو کر ایک لاکھ دینار پیش کیے' گورنری موصل کی درخواست کی۔ عماد الدین زنگی تک یہ خبر پہنچی' ایک لاکھ دینار اور بہت سے نذرانے و تحائف لے کر حاضر ہوا۔ شاہی دربار میں پیش کیے' سلطان محمود نے عماد الدین زنگی کو خلعت اور موصل واپس جانے کا ارشاد فرمایا۔ نصف سنہ مذکور (ماہ جمادی الاخر) میں بغداد سے روانہ ہوا۔ مجاہد الدین بہروز کو بغداد کا افسر پولیس مامور کیا اور حلہ کی حکومت مرحمت کی۔

سلطان محمود کا انتقال

سلطان محمود نے اپنے انتقال سے قبل چند اراکین سلطنت کو (جس میں عز الدین ابو نصر احمد بن حامد مستوفی' امیر انوشتکین معروف بہ شیر گیر اور اس کا بیٹا عمر تھا)' وزیر السلطنت ابوالقاسم الشادی کے کہنے سے گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد بیمار ہوا اور اس جہان فانی سے کوچ کر گیا۔ [۱]

۱۔ سلطان محمود کی عمر بوقت وفات ۲۹ سال تھی' ۱۲ برس ۵ مہینے ۲۰ یوم حکمرانی کی۔ شوال ۵۲۵ھ میں وفات پائی' حلیم اور عقلمند تھا۔ ناگوار باتیں سنتا اور باوجود قدرت کے سزا نہ دیتا تھا' لمعی نہ تھا' متقی تھا۔ امراء و اراکین دولت کو رعایا کے مال پر دست درازی سے روکتا تھا۔ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۱

باب ۵

سلطان مسعود بن سلطان محمود

اتابک احمد بلی اور وزیر السلطنت ابوالقاسم نے متفقہ طور پر سلطان محمود کے بیٹے "داؤد" کو تخت حکومت پر بٹھایا' بیعت کی' صوبجات جبل اور آذر بائیجان میں سلطان داؤد نے محاصرہ اٹھالیا' سلطان مسعود تبریز سے ہمدان چلا آیا۔ عماد الدین زنگی گورنر موصل سے خط و کتابت شروع کی' امداد کی درخواست کی' عماد الدین زنگی نے امداد کا وعدہ کیا' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے دربار خلافت میں عرض داشت بھیجی۔ بغداد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی' سلطان داؤد نے بھی اس کے قبل اسی قسم کی درخواست دربار خلافت میں پیش کی تھی' خلیفہ نے دونوں کی درخواست نامنظور فرمائی اور یہ لکھا کہ خطبہ میں صرف سلطان سنجر کا نام پڑھا جائے گا اور خفیہ طور پر سلطان سنجر کو لکھ بھیجا کہ تم کسی کے نام کو خطبہ میں داخل کرنے کی اجازت نہ دینا۔ صرف تمہارا ہی نام کا خطبہ پڑھا جائے گا۔ سلطان سنجر کو اس تحریر کی وجہ سے ایک بہترین موقع انکار کا ہاتھ آ گیا۔

سلطان مسعود کو عماد الدین زنگی کے وعدہ امداد سے بہت زیادہ تقویت ملی' لشکر آراستہ کر کے بغداد کی طرف پیش قدمی کی مگر اس کے پہنچنے سے قبل اس کا بھائی سلجوق شاہ دار الخلافت بغداد پہنچ گیا۔ شاہی محل سرا میں قیام کیا۔ اتابک قراجا ساقی والئی فارس و خوزستان ایک بڑی فوج کے ساتھ اس کی رکاب میں تھا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی عزت و احترام سے پیش آیا۔ اپنی حمایت و امداد کا وعدہ اور حلف لے لیا۔

صلح کی کوشش

بغداد روانگی کے وقت سلطان مسعود نے عماد الدین زنگی کو بغداد آنے کے لیے لکھا تھا چنانچہ عماد الدین زنگی موصل سے روانہ ہوا اور سلطان مسعود کوچ و قیام کرتا ہوا عباسیہ خالص پہنچا' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی اور سلجوق شاہ کی فوجیں اس کے مقابلہ پر آئیں اور قراجا ساقی' عماد الدین زنگی کی مدافعت کے لیے روانہ ہوا' مقام معشوق میں لڑائی ہوئی' قراجا ساقی نے عماد الدین زنگی کو شکست دی' اس کے بہت سے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا' عماد الدین زنگی شکست کھا کر تکریت کی جانب بھاگا' نجم الدین[1] ایوب حاکم تکریت نے دریا عبور کرنے کے لیے کشتیاں فراہم کیں۔ چنانچہ عماد الدین زنگی دجلہ عبور کر کے موصل چلا گیا۔ سلطان مسعود' عباسیہ خالص سے ملکیہ پہنچا۔ سلجوق شاہ کے مقدمتہ الجیش کا سلطان مسعود کے مقدمتہ الجیش سے آمنا سامنا ہو گیا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ سلجوق شاہ کی طلبی پر قراجا ساقی انتہائی تیزی سے مسافت طے کر کے آیا۔ سلطان مسعود عماد الدین زنگی کی شکست سے آگاہ ہو کر ہمت ہار گیا۔ لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ خلیفہ مسترشد عباسی کی خدمت میں کہا بھیجا "میرا چچا سلطان سنجر رے پہنچ گیا ہے عنقریب بغداد پہنچا چاہتا ہے" اگر مجھے حکم دیں تو میں اس کی مدافعت کے لیے عراق روانہ ہوں' کامیابی کے بعد عراق خلیفہ کا مقبوضہ قرار پائے گا پہلی شرط یہ ہے کہ سلطنت کی باگ ڈور میرے قبضہ میں رہے اور سلجوق شاہ میرے بعد تخت حکومت کا مالک ہو گا۔" خلیفہ نے ان شرائط کو منظور فرما لیا۔ فریقین نے قسمیں کھائیں' سلطان محمود خوشی سے اچھلتا کودتا دار الخلافت میں داخل ہوا' محل سرائے شاہی میں قیام کیا اور سلجوق شاہ چیف کوتوال کے مکان میں قیام پذیر ہوا۔

جانفین کی طرف روانگی

سلطان محمود کی موت کے بعد سلطان سنجر خراسان سے صوبجات جبل کی جانب روانہ ہوا' ملک طغرل (اس کا بھتیجا' سلطان محمد کا بیٹا) ہمراہ تھا' رفتہ رفتہ رے پہنچا' ذرا دم لے کر رے سے ہمدان کا راستہ لیا۔ سلطان مسعود نے بھی روک تھام اور مدافعت کی غرض سے کوچ کیا۔

---

[1] نجم الدین ایوب' سلطان صلاح الدین یوسف فاتح بیت المقدس کا والد ہے۔ اسی حسن خدمت سے عماد الدین زنگی نے نجم الدین ایوب کو اپنے ارا کین حکومت میں شامل کر لیا جس سے آئندہ اس کے بیٹے صلاح الدین یوسف کو ملک مصر و شام پر قبضہ کا موقع ملا۔

قراجاساقی اور سلجوق شاہ ساتھ تھے۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے ان لوگوں کے ساتھ چلنے کا ارادہ نہیں کیا تھا اس وجہ سے روانگی میں تاخیر کی۔ سلطان مسعود اور سلجوق شاہ نے خلیفہ کی خدمت میں قراجاساقی کو روانہ کیا۔ چنانچہ مسترشد باللہ عباسی خانقین کی جانب روانہ ہوا۔ خانقین پہنچ کر قیام کیا' سلطان سنجر کے نام کا خطبہ عراق سے ختم کر دیا گیا۔

جنگ کا آغاز

سلطان سنجر نے چونکہ دبیس اور عماد الدین زنگی کو ملا لیا تھا، دبیس کو حلہ اور عماد الدین زنگی کو بغداد پر قبضہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کو اس کی اطلاع ملی۔ ان دونوں سے میل جول کی غرض سے بغداد کی جانب واپس ہوا' سلطان مسعود اور اس کا بھائی سلجوق شاہ' سلطان سنجر سے جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ مگر سلطان سنجر کی کثرت فوج نے آگے بڑھنے سے روک دیا' سلطان سنجر رات دن کی مسافت طے کر کے قریب پہنچا۔ سلطان مسعود دینور واپس آیا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے انتظار میں جنگ کو حیلے بہانے ٹال رہا تھا مگر جب کوئی موقع جنگ کو ٹالنے کا باقی نہ رہا تو مجبوراً" مقابلہ پر آیا۔ عوران' نواح دینور میں دونوں حریف صف آراء ہوئے' قراجاساقی نے سلطان سنجر پر حملہ کیا جنگ کا میدان انتہائی سختی سے گرم ہو گیا' قراجاساقی کو کئی زخم لگے' سلطان سنجر کی فوج نے اچانک حملہ کر کے قراجاساقی کی رکاب کے لشکر کو گھیر لیا۔ بہت سے ساتھی مارے گئے قراجاساقی گرفتار ہو گیا۔ سلطان مسعود کو شکست ہوئی۔ اس کے بہت سے سردار اور امرائے حکومت بھی مارے گئے۔ سلطان مسعود کے ساتھیوں میں سے قزل نامی ایک سردار میدان جنگ سے پہلے بھاگا' اسے بھاگتا دیکھ کر فوج بھی بھاگ نکلی۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۵۲۶ھ ۱؎ میں پیش آیا۔

نیشاپور کی طرف واپسی

سلطان سنجر نے اس کامیابی کے بعد سلطان مسعود کے خیمہ میں قیام کیا' قراجاساقی پابہ زنجیر پیش ہوا۔ سلطان سنجر کے حکم سے قتل کر دیا گیا' اس کے بعد سلطان مسعود حاضر ہوا۔ سلطان سنجر نے گلے سے لگایا۔ عزت کی اور گنجہ کی حکومت پر واپس کیا' تمام ممالک مقبوضہ سلجوقیہ میں ملک طغرل بن سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا حکومت و سلطنت پر فائز ہوا۔ سلطان محمود کے وزیر ابوالقاسم الشاباذی کو قلمدان وزارت سپرد ہوا' آخر ماہ رمضان ۵۲۶ھ میں چچا اور بھتیجے نیشاپور کی طرف کامیابی کے ساتھ واپس ہوئے۔

ملک داؤد کی شکست

ابھی آپ نے پڑھا ہے کہ سلطان سنجر نے کامیابی کے بعد اپنے بھتیجے ملک طغرل کو مسند حکومت پر فائز کیا' ملک طغرل نیشاپور سے ہمدان چلا آیا اور سلطان سنجر یہ سن کر کہ والئی ماوراء النہر احمد خاں نے بغاوت کر دی ہے' اصلاح اور سرکوبی کی غرض سے خراسان کی جانب روانہ ہوا اور چند یوم تک ان معاملات کے سلجھانے میں مصروف رہا۔ ملک داؤد کو موقع مل گیا۔ آذر بائیجان اور گنجہ میں خود مختار حکومت کا دعویٰ کر دیا۔ فوجیں فراہم کیں۔ ملک گیری کا حوصلہ بڑھا۔ ہمدان کی جانب کوچ کیا' برتقش زکوئی اتابک آقسنقر احمد یلی' اور طغرل بن برہق اپنی اپنی فوجیں لیے رکاب میں تھے۔ ملک طغرل کو اس کی خبر ہوئی' فوج آراستہ کر کے میدان میں آیا۔ ملک داؤد کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی' سبب یہ ہوا کہ برتقش زکوئی کی حرکات اور بے جا کارروائیوں کا فوج کو احساس ہو گیا۔ ترکمانوں نے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ آقسنقر اتابک بھاگ گیا۔ ملک داؤد کو شکست ہوئی۔ یہ واقعہ ماہ رمضان ۵۲۶ھ میں پیش آیا۔

شکست کے بعد ملک داؤد ماہ ذی القعدہ ۵۲۶ھ میں دارالخلافت بغداد پہنچا۔ اتابک آقسنقر ساتھ تھا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے عزت و احترام سے شاہی محل سرا میں ٹھہرایا۔

۱؎ اس لڑائی میں سلطان سنجر کے میمنہ میں ملک طغرل (سلطان سنجر کا بھتیجا) قماج اور امیر امیران' میسرہ میں خوارزم شاہ اتسز بن محمد اور چند امراء لشکر اور قلب لشکر میں خود سلطان سنجر تھا۔ ایک لاکھ سوار رکاب میں تھے جس میں سے دس ہزار سوار قلب میں تھے۔ کالی کالی پہاڑیوں (ہاتھی) کا ایک جھنڈ آگے تھا۔ ملک شاہ کے میمنہ میں قراجاساقی اور امیر قزل۔ میسرہ میں برتقش زکوئی اور یوسف جاوش تھا۔ قراجاساقی نے سلطان سنجر کے قلب لشکر پر حملہ کیا ملک طغرل اور خوارزم شاہ سرداران میمنہ و میسرہ نے چکر کاٹ کر قراجاساقی کو چاروں طرف سے گھیر لیا نہایت سخت اور خونریز جنگ ہوئی۔ قراجاساقی محاصرہ میں آ گیا۔ ہاتھ پاؤں بہت مارے لیکن کامیاب نہ ہوا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۷۔

خلیفہ سے مدد کی درخواست

اپنے چچا سلطان سنجر سے سلطان مسعود کی شکست کھانے، سلطان مسعود کے گنجہ واپس جانے، ملک طغرل کی تخت نشینی سلطان داؤد کی لڑائی اور شکست، اس کے بعد سلطان داؤد کے بغداد جانے کے واقعات ہم نے الگ بیان کر دیئے ہیں۔

سلطان مسعود کو جس وقت سلطان داؤد کی شکست اور روانگی بغداد کا حال معلوم ہوا سامان سفر درست کر کے بغداد کی راہ لی۔ سلطان داؤد نے اس سے آگاہ ہو کر بغداد سے باہر بڑا پرجوش استقبال کیا، گھوڑے سے اتر کر زمین بوسی کی۔ ماہ صفر ۵۲۷ھ میں سلطان مسعود دارالخلافت بغداد میں داخل ہوا، شاہی محل سرا میں قیام کیا، سلطان مسعود اور سلطان داؤد کے نام کا جامع بغداد میں خطبہ پڑھا گیا، پھر دونوں نے متفق ہو کر آذر بائیجان پر حملہ کا تہیہ کیا، خلیفہ مسترشد باللہ عباسی سے امداد حاصل کرنے اور فوج بھیجنے کی درخواست کی خلیفہ نے درخواست منظور فرمائی۔

چنانچہ سلطان مسعود اور سلطان داؤد ایک بڑی فوج کے ساتھ آذر بائیجان کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوئے، مراغہ پہنچے، آقسنقر احمد یلی نے مال و دولت اور بہت سے سفری خیمے نذر کئے، سلطان مسعود نے بلا جنگ و جدل صوبہ آذر بائیجان پر قبضہ کر لیا، حاکم آذر بائیجان اور اس کی فوج بھاگ گئی۔ شہر آذر بائیجان [1] میں جا کر قلعہ بند ہوا۔ سلطان مسعود اور سلطان داؤد نے پہنچ کر محاصرہ ڈالا۔ لڑائی ہوئی بالآخر سلطان مسعود فتح یاب ہوا۔ محصورین کی ایک جماعت ماری گئی۔ باقی ماندگان نے راہ فرار اختیار کی۔

روانگی ہمدان

آذر بائیجان کے قبضہ سے فارغ ہو کر سلطان مسعود ملک طغرل سے جنگ کرنے کے لیے ہمدان روانہ ہوا۔ چنانچہ اسے شکست دے کر ماہ شعبان ۵۲۷ھ میں ہمدان پر قابض ہو گیا۔ ملک طغرل رے چلا گیا۔ پھر رے سے اصفہان واپس آیا۔ اس کے بعد آقسنقر احمد یلی کو ہمدان میں فرقہ باطنیہ کے ایک شخص نے قتل کر ڈالا، کہا جاتا ہے کہ سلطان مسعود نے آقسنقر احمد یلی کو مروا دیا۔

سلطان مسعود کی کامیابی

یہ سن کر کہ ملک طغرل اصفہان میں ہے سلطان مسعود محاصرہ اور جنگ کی غرض سے اصفہان روانہ ہوا، ملک طغرل اصفہان چھوڑ کر فارس چلا گیا۔ سلطان مسعود نے اصفہان پر قبضہ کر لیا۔ ملک طغرل کے تعاقب میں بیضاء تک پہنچا۔ ملک طغرل کے بعض سرداران لشکر نے تنگ آ کر سلطان مسعود سے امان حاصل کی، ملک طغرل کو اپنے ساتھیوں سے خطرہ پیدا ہوا کہ مبادا کہیں وہ دھوکا دے کر سلطان مسعود سے نہ جا ملیں رے کا راستہ اختیار کیا۔ سفر کے دوران ماہ شوال سنہ مذکور میں امیر شیر گیر کے غلاموں نے وزیر السلطنت ابوالقاسم الشابادی کو قتل کر ڈالا۔ ملک طغرل بحکم سلطان تنگ آید بجنگ آمد لوٹ پڑا، سلطان مسعود کے مقابلہ میں صف آرائی کی۔ ایک دوسرے سے برسرپیکار ہو گئے شدید لڑائیاں ہوئیں، ملک طغرل کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ حاجب تتکی، ابن بقر اور اکثر سرداران لشکر گرفتار ہو گئے، سلطان مسعود کے سامنے تتکی اور ابن بقر اپیش کئے گئے، سلطان مسعود نے رہا کر دیا اور ہمدان واپس آیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شکست

ملک طغرل پر فتح حاصل کرنے کے بعد سلطان داؤد کو سلطان محمود کی بدعہدی اور بغاوت کی خبر ملی، "فوراً" فوج آراستہ کر کے آذر بائیجان پہنچا اور سلطان داؤد کا قلعہ آذر بائیجان میں محاصرہ کر لیا [2]۔ ملک طغرل نے فوجیں فراہم کر کے سلطان مسعود کے بعض شہروں پر قبضہ کر لیا۔ سپہ سالاروں کو انتظام کی غرض سے ان شہروں کی حکومت پر مامور کیا۔ سلطان مسعود یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ کوچ کا حکم دیا۔ قزوین میں مقابلہ ہوا۔ وقت مقابلہ سلطان مسعود کے وہ سرداران لشکر جو ملک طغرل سے مل گئے تھے، ملک طغرل کے لشکر میں آ ملے اس وجہ سے ملک مسعود کو شکست ہوئی، یہ واقعہ ماہ رمضان ۵۲۸ھ میں پیش آیا۔

---

[1] تاریخ کامل ابن اثیر میں بجائے آذر بائیجان "اردبیل" لکھا ہے اور غالباً یہی صحیح ہے کیونکہ وہ منقول عنہ ہے دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۴

[2] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا۔

بغداد روانگی

سلطان مسعود نے شکست کے بعد خلیفہ مسترشد باللہ عباسی سے بغداد واپس آنے کی اجازت طلب کی۔ خلیفہ نے اجازت دے دی۔ اس وقت سلجوق شاہ (سلطان مسعود کا بھائی) بقش سلاحی نائب السلطنت کے ساتھ اصفہان میں قیام پذیر تھا۔ سلطان مسعود کی شکست کی خبر سن کر انتہائی تیزی سے راستہ طے کر کے سلطان محمود سے پہلے بغداد پہنچ گیا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے شاہی محل سرا میں ٹھہرایا۔ خلعت و انعام سے نوازا اس کے بعد سلطان مسعود اور اس کے اکثر ساتھی پریشانی کے عالم میں بغداد پہنچے' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے لباس' گھوڑے' آلات جنگ اور روپے دیئے' سلطان مسعود ۱۵ شوال سنہ مذکور میں محل سرائے شاہی میں داخل ہوا اور ملک طغرل ہمدان میں قیام پذیر ہوا۔

خلیفہ کی ناراضگی

خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے چند دن بعد سلطان مسعود کو ملک طغرل کی مداخلت اور جنگ کے لیے ہمدان جانے کا حکم دیا' بہ نفس نفیس اس مہم میں شریک ہونے کا وعدہ کیا مگر سلطان مسعود نے کسی وجہ سے اس حکم کی تعمیل میں تاخیر سے کام لیا۔ مسعود کے بعض امراء اور سرداران لشکر خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے دامن حکومت سے وابستہ ہو گئے' بعض پر سلطان مسعود کو طغرل سے سازباز کا شبہ ہوا۔ سلطان مسعود نے چند لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ اس سے دوسروں کو خوف پیدا ہوا سلطان مسعود کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے سلطان مسعود کو ان لوگوں کو واپس لانے کا حکم دیا' سلطان مسعود نے اس حکم پر کوئی توجہ نہ دی۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی۔ دونوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہو گئی' کشیدگی اور رنجش بڑھ گئی' خلیفہ مسترشد نے امداد و اعانت سے ہاتھ کھینچ لیا۔

ملک طغرل کا انتقال

اسی دوران ماہ محرم ۵۲۹ھ میں ملک طغرل کے انتقال کی اطلاع پہنچی' سلطان مسعود بغداد سے ہمدان روانہ ہوا' شرف الدین انوشیروان بن خالد کو قلمدان وزارت سے سرفراز کیا۔ مسعود شرف الدین کو بغداد سے اپنے ہمراہ لایا تھا۔ رفتہ رفتہ فوجیں آ گئیں' ہمدان اور جبل پر قبضہ کر لیا۔

خلیفہ اور سلطان مسعود کی جنگ

ابھی آپ نے پڑھا ہے کہ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی اور سلطان مسعود میں قیام بغداد کے زمانہ میں ان امراء کی بدولت رنجش پیدا ہو گئی تھی جو سلطان مسعود کا ساتھ چھوڑ کر خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے دامن دولت سے وابستہ ہو گئے تھے پھر جب سلطان مسعود ملک طغرل کی وفات کے بعد امرائے حکومت کی ایک جماعت جن میں برتقش ذکوئی' قزل' قراسنقر' خمار تکین والئی ہمدان' عبدالرحمن بن طفایرک اور دبیس بن صدقہ کا نام خاص طور پر لیا جاتا ہے' سلطان مسعود سے علیحدہ ہو کر خوزستان چلی گئی۔ والئی خوزستان "برسق بن برسق" نے ان لوگوں کی رائے سے موافقت کی اور ان کا ہمدرد بن گیا۔ ان لوگوں نے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی سے امان کی درخواست کی' دربار خلافت میں حاضری کی اجازت چاہی' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے دبیس بن صدقہ کے علاوہ تمام امراء کو امان دی' امان نامہ لکھ کر سدید الدولہ بن انباری کی معرفت روانہ کیا۔ اس وجہ سے دبیس بن صدقہ کو اپنے رفقاء سے خطرہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ مجھے گرفتار کر لیں' علیحدہ ہو کر سلطان مسعود کی خدمت میں واپس گیا۔ بقیہ امراء بغداد گئے اور خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کو سلطان مسعود سے جنگ کرنے پر تیار کیا' خلیفہ مسترشد باللہ ان خود غرض امیروں کے کہنے میں آ گیا' ان لوگوں کی عزت و توقیر بڑھائی۔ آخر رجب ۵۲۹ھ میں سلطان مسعود سے جنگ کرنے کے لیے بغداد سے کوچ کیا۔ والئی بصرہ سفر کے دوران بصرہ بھاگ گیا' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے امان دینے کا وعدہ کیا۔ طلبی کا فرمان بھیجا مگر والئی بصرہ واپس نہ ہوا۔ اس سے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی روانگی میں تاخیر کرنے لگا۔ سرداروں نے پھر جنگ پر ابھارا اور طرح طرح کے سبز باغ دکھائے چنانچہ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کمربستہ ہو کر ماہ شعبان سنہ مذکور میں روانہ ہوا۔ برسق بن برسق اپنی فوج لیے بارگاہ خلافت میں حاضر ہوا۔ اس وقت خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کی فوج کی تعداد سات ہزار سے بڑھ گئی۔ عراق میں تین ہزار فوج اپنے خادم "اقبال" کے ساتھ چھوڑ کر آگے بڑھا'

گرد و نواح شہروں کے حکمرانوں نے دربار خلافت میں فدویت نامہ روانہ کیا۔ اطاعت و فرماں برداری کا اظہار کیا۔

سلطان مسعود کو جب ان واقعات کی خبر ہوئی تو پندرہ ہزار کی جمعیت سے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے لشکر کا ایک گروہ یہ سن کر علیحدہ ہو گیا۔ سلطان داؤد بن سلطان محمود نے آذر بائیجان سے کہلا بھیجا "آپ دینور میں جا کر قیام فرمایئے' یہ جانباز فوج لے کر آ جائے تو مقابلہ کیجئے" خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے توجہ نہ کی۔ جنگ کے ارادے سے چل دیا۔ عماد الدین زنگی نے موصل سے خلیفہ کی کمک پر فوجیں روانہ کیں۔ اتفاق وقت سے نہ پہنچ سکیں اور لڑائی کا آغاز ہو گیا۔

خلیفہ مسترشد باللہ کا انجام

۱۰ رمضان سنہ مذکور میں بمقام دایمرج دونوں حریف صف آراء ہوئے۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کی فوج کا میسرہ سلطان مسعود سے مل گیا۔ میمنہ کو شکست ہوئی' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی' گرفتار کر لیا گیا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے ساتھ وزیر (شرف الدین[1] علی بن طراد زینبی) قاضی القضاۃ بغداد' خلیفہ کا خازن (ابن طلحہ) ابن انباری' خطباء فقہاء اور علماء گرفتار ہوئے' خلیفہ کو ایک خیمہ میں ٹھہرایا گیا۔ ان کا لشکر گاہ لوٹ لیا گیا' وزیر اور دیگر چند امراء پابہ زنجیر قلعہ سرجہان بھیج دیئے گئے۔ بقیہ کو بغداد واپس کیا' سلطان مسعود ہمدان کی طرف واپس ہوا۔ امیر بک ابہ کو بغداد کا پولیس افسر متعین کر کے روانہ کیا آخر ماہ رمضان میں بغداد میں داخل ہوا۔ شاہی غلاموں کا ایک گروہ رکاب میں تھا ان لوگوں نے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ بغداد کے عوام الناس کو اس سے صدمہ پہنچا' جمع ہو کر بلوہ کر دیا۔ بہت سے عوام الناس اس ہنگامے میں کام آ گئے۔

سلطان مسعود اس کے بعد ماہ شوال سنہ مذکور میں ہمدان سے مراغہ روانہ ہوا' خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نظر بند ہمراہ تھا' مصالحت کا نامہ و پیام ہونے لگا بالآخر ان شرائط پر مصالحت ہوئی۔

۱۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی' فوج فراہم نہ کرے۔

۲۔ خانہ نشین رہے۔ جنگ کے لیے محل سرائے خلافت سے باہر قدم نہ نکالے۔

خلیفہ مسترشد باللہ عباسی سلطان مسعود سے رخصت ہوا۔ سلطان مسعود نے اظہار فدویت کے لیے اطاعت قبول کی۔ حفاظت کے لیے جو لوگ متعین تھے وہ علیحدہ ہو گئے' فرقہ باطنیہ کا ایک گروہ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے خیمہ میں گھس گیا' کئی زخم کاری پہنچائے قتل کیا' مثلہ[2] کر کے برہنہ چھوڑ دیا۔ مقتول خلیفہ کے ساتھ چند مصاحبین بھی قتل ہوئے' باطنیہ قاتلوں کا تعاقب کیا سب کے سب مار ڈالے گئے۔ یہ واقعہ ۱۷ ذیقعدہ ۵۲۸ھ کا ہے۔ تقریباً ۱۸ سال خلافت کی' فصیح' بلیغ' بہادر' بلند ہمت اور اعلیٰ ظرف تھا۔ ۴۳ سال ۳ ماہ کی عمر پائی۔

خلیفہ راشد باللہ کی مسند نشینی

سلطان مسعود نے خلیفہ مسترشد باللہ کے قتل کے بعد بک ابہ پولیس افسر بغداد کو لکھا کہ مقتول خلیفہ کے بیٹے ابو جعفر منصور کو حسب وصیت پدری مسند خلافت پر فائز کر کے رسم بیعت انجام دو' چنانچہ واقعہ قتل کے آٹھویں روز ابو جعفر منصور مسند نشین ہوا' اراکین سلطنت' ممبران خاندان خلافت اور ابو النجیب واعظ نے بیعت کی' الراشد کا لقب اختیار کیا۔

اقبال (خادم خلیفہ مسترشد باللہ عباسی) کو جب خلیفہ مقتول کے قتل کی اطلاع ملی' وہ اس وقت بغداد میں مقیم تھا۔ تو دریائے دجلہ کو غربی جانب سے عبور کیا' تکریت پہنچ کر مجاہد الدین بہروز کے پاس قیام پذیر ہوا۔

خلیفہ راشد باللہ کی پہلی کامیابی

خلیفہ راشد باللہ عباسی کے مسند نشین ہونے کے بعد سلطان مسعود نے برتقش زکوئی کو خلیفہ کے پاس بھیجا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کی قرارداد صلح کے مطابق چار لاکھ دینار کا مطالبہ کیا' خلیفہ راشد باللہ عباسی نے جواب دیا "میرے پاس اب کچھ نہیں ہے۔ جس قدر زر نقد موجود تھا وہ مقتول خلیفہ مسترشد کے ساتھ تھا اور وہ لوٹ لیا گیا" اس کے بعد خلیفہ راشد باللہ عباسی نے فوج فراہم کی' کجرابہ کو اس کی سرداری

---

[1] عبارت بالا میں نے تاریخ کامل سے نقل کیا ہے۔ دیکھو جلد ۱۱ صفحہ ۱۵ تاریخ کامل ابن اثیر۔

[2] عرب میں دستور تھا کہ جس مقتول کی بے عزتی کرتے تھے' اس کے کان' ناک اور عضو تناسل کاٹ دیتے تھے اسی کو "مثلہ" کرنا کہتے ہیں۔

مرحمت فرمائی' شہر پناہ کی تعمیر میں مصروف ہوا۔ برتقش زکوئی اور بک ابہ نے اتفاق کر کے محل سرائے خلافت پر حملہ کیا' خلیفہ راشد کا لشکر مقابلہ پر آیا' باشندگان بغداد نے بھی راشدی لشکر کا ساتھ دیا' لڑائی ہوئی' برتقش زکوئی ار بک ابہ کو شکست ہوئی بغداد سے خراسان کی جانب نکال دیئے گئے' بک ابہ واسط چلا گیا اور برتقش زکوئی نے سرخس کی راہ لی۔

اراکین سلطنت کی ناراضگی

ان واقعات کے مشہور ہوتے ہی سلطان داؤد ماہ صفر ۵۳۰ھ میں آذربائیجان سے بغداد پہنچا۔ محل سرائے شاہی میں قیام کیا۔ اس کے بعد ہی عماد الدین زنگی موصل سے' صدقہ بن دبیس حلہ سے' عنتر بن ابی عسکر جاوانی منتظم امور سلطنت صدقہ' برتقش بازدار والئی قزوین تقش کبیر والئی اصفہان' ابن برسق اور ابن احمدیلی بغداد میں داخل ہوئے' لشکر بغداد سے کجرابہ اور طرنطائی ملنے کے لیے آئے۔ اقبال (خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کا خادم) تکریت سے بغداد آ گیا۔ خلیفہ راشد باللہ عباسی نے اسے اور ناصر الدولہ ابو عبداللہ بن جہیر کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اس سے اراکین سلطنت ناراض ہو گئے' وزیر السلطنت جلال الدین ابوالراضی بن صدقہ سوار ہو کر عماد الدین زنگی سے ملنے آیا۔ اجازت لے کر ٹھہر گیا۔ باہم تبادلہ خیال ہوا۔ خلیفہ راشد باللہ عباسی اور عماد الدین زنگی کے معاملات کو سلجھایا جس سے دونوں میں صلح ہو گئی۔ اس کے بعد قاضی القضاۃ زینبی بھی عماد الدین زنگی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پناہ لی اور اس وقت سے عماد الدین زنگی کے ساتھ رہے بغداد سے موصل چلے آئے۔ اقبال خادم عماد الدین زنگی کی سفارش سے قید سے رہا کر دیا گیا۔ یہ بھی عماد الدین زنگی کے پاس آ گیا۔

صلح صفائی کے بعد خلیفہ راشد باللہ عباسی نے شہر پناہ کی تعمیر کا پھر آغاز کیا۔ سلطان داؤد' عماد الدین زنگی اور خلیفہ راشد باللہ عباسی نے ایک دوسرے کی مدد اور حمایت کی قسمیں کھائیں۔ سلطان مسعود کا خطبہ ختم کر دیا گیا۔ سلطان داؤد کا نام خطبہ میں داخل ہوا۔ سلطان داؤد نے برتقش بازدار کو بغداد کا پولیس افسر متعین کیا اور فوجیں آراستہ کر کے سلطان مسعود سے جنگ کرنے کے لیے بغداد سے روانگی اختیار کی۔

سلطان مسعود کی کارروائی

سلطان مسعود کے بھائی سلجوق شاہ نے اس کے بعد واسط پر حملہ کیا اور قبضہ حاصل کر کے امیر بک ابہ کو گرفتار کر لیا۔ مال و اسباب لوٹ لیا' عماد الدین زنگی' سلجوق شاہ کو روکنے کے لیے روانہ ہوا مگر جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ باہم مصالحت ہو گئی' بغداد واپس ہوا' سلطان داؤد سے ملنے کے لیے خراسان کی راہ اختیار کی۔ لشکر کی فراہمی اور جنگی ہتھیار جمع کرنے کی جانب متوجہ ہوا۔ سلطان مسعود بھی فوج مرتب کر کے سلطان داؤد اور زنگی سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ عماد الدین زنگی نے سلطان داؤد سے علیحدہ ہو کر مراغہ کا رخ کیا اور سلطان داؤد ہمدان کی طرف چلا گیا۔ خلیفہ راشد باللہ عباسی یکم رمضان ۵۳۰ھ کو بغداد سے نکلا' خراسان کی جانب چلا' تین روز کے بعد پھر بغداد واپس آیا اور قلعہ بند ہو کر سلطان مسعود سے جنگ کا تہیہ کیا۔ سلطان داؤد کی طلبی پر سرداران لشکر جو بغرض جنگ روانہ ہوئے تھے' خلیفہ کے ساتھ بغداد میں قلعہ بند ہو کر سلطان مسعود سے جنگ کرنے کے لیے واپس آئے' سلطان مسعود کا دارالخلافت میں اظہار اطاعت کا فدویت نامہ پہنچا۔ اس کے ساتھ ہی ان امراء کو بھی دھمکی آمیز خط لکھا جو خلیفہ راشد باللہ عباسی کے پاس جمع تھے۔ خلیفہ راشد باللہ عباسی نے ان امراء کی وجہ سے سلطان مسعود کی درخواست پر کوئی توجہ نہ فرمائی۔

سلطان مسعود نے اس کے بعد بغداد کا محاصرہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی۔ ملکیہ پہنچا' زین الدین علی (عماد الدین زنگی کا مصاحب) مقابلہ پر آیا۔ لڑائی ہوئی' سلطان مسعود کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو نہ روک سکا۔ واپس آیا سلطان مسعود نے بغداد پہنچ کر محاصرہ کر دیا۔ بدمعاشوں کی موج ہو گئی' تمام محلات بغداد میں غارت گری کرنے لگے۔ فوج نے بھی لوٹ مار میں بدمعاشوں کا ساتھ دیا' تقریباً پچاس روز تک سلطان مسعود محاصرہ کئے رہا۔ جب کوئی کامیابی نہ ہوئی تو اصفہان جانے کی غرض سے محاصرہ اٹھا کر نہروان کی جانب روانہ ہوا۔ اتنے میں طرنطائی والئی واسط بہت سی جنگی کشتیاں لے کر پہنچ گیا' سلطان مسعود بغداد کی طرف لوٹ پڑا۔ دجلہ کو غربی کنارہ کی جانب سے عبور کیا' لشکر بغداد نے روکا مگر کامیاب نہ ہوا۔ حامیان بغداد میں ہل چل پڑ گئی۔ باہم مخالفت پیدا ہو گئی اور سب آذربائیجان کی طرف واپس چل دیئے۔

خلیفہ راشد کی برطرفی

عماد الدین زنگی غربی بغداد میں تھا خلیفہ راشد باللہ عباسی' عماد الدین زنگی کے پاس چلا آیا اور اس کے ہمراہ موصل چلا گیا۔ جب بغداد اپنے حمایتیوں سے خالی ہو گیا تو ۱۵ ذیقعد ۵۳۰ھ میں سلطان مسعود اپنے جاہ و جلال کے ساتھ بغداد میں داخل ہوا۔ فتنہ و فساد ختم ہو گیا۔ عوام الناس کو اطمینان حاصل ہوا۔ فقہاء' قضاۃ اور علماء شاہی دربار میں طلب کئے گئے۔ خلیفہ راشد باللہ عباسی کی برطرفی کا مطالبہ کیا۔ قضاۃ اور علماء نے وجہ دریافت کی۔ سلطان مسعود نے خلیفہ راشد باللہ عباسی کا دستخطی خط پیش کیا۔ خلیفہ راشد باللہ عباسی نے قلم خاص سے یہ حلف لکھا تھا "اگر میں بمقابلہ سلطان مسعود فوج فراہم کروں یا سلطان سے جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہوں یا سلطان کے کسی امیر یا سردار سے جنگ کروں تو میں اپنے کو خلافت کی ذمہ داری سے سبکدوش کر لوں گا۔" فقہاء اور قضاۃ نے خط پڑھا۔ برطرفی کا فتویٰ دیا۔ اراکین خلافت نے بھی خلیفہ راشد باللہ عباسی کے نقائص ظاہر کئے اور برطرفی سے اتفاق کیا۔ یہ اراکین خلافت وہ تھے جو خلیفہ مسترشد باللہ کی قید کے زمانہ میں خلیفہ کے ساتھ قید کر لیے گئے اور اہلیت نہ ہونے کے باعث خلیفہ سلطان مسعود کے پاس رکھے گئے جیسا کہ خلافت عباسیہ کے تذکرہ میں خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے حالات ہم لکھ آئے ہیں چنانچہ خلیفہ راشد باللہ عباسی کی برطرفی کے بعد ابوعبداللہ بن محمد بن خلیفہ مستظہر باللہ کی خلافت کی بیعت لی گئی' المقتضی لامراللہ کا خطاب دیا گیا۔ یہ حالات تفصیل کے ساتھ اس سے قبل بھی بیان کئے گئے ہیں۔

سلطان داؤد کا تعاقب

سلطان مسعود نے اس کے بعد قراسنقر کو شاہی فوج کے ساتھ سلطان داؤد کے تعاقب پر روانہ کیا۔ مراغہ کے نزدیک لڑائی ہوئی' سلطان داؤد کا لشکر پسپا ہوا۔ قراسنقر نے آذربائیجان پر قبضہ کر لیا اور سلطان داؤد نے خوزستان جا کر دم لیا۔ ترکمانوں کا ایک گروہ جمع ہو گیا' سلطان داؤد نے انہیں مسلح کر کے تستر پر محاصرہ ڈالا' اس کا چچا سلجوق شاہ ان دنوں واسط میں تھا۔ سلطان مسعود کے حکم سے سلجوق شاہ نے سلطان داؤد سے جنگ کے لیے تستر پر حملہ کیا۔ سلطان داؤد نے سلجوق شاہ پر کامیابی حاصل کی۔

شرف الدین انوشیروان کی برطرفی

سلطان مسعود نے ۵۳۰ھ میں وزیر السلطنت شرف الدین انوشیرواں بن خالد کو برطرف کیا۔ کمال الدین ابوالبرکات بن سلامہ خراسانی کو قلمدان وزارت عنایت کیا۔ پھر یہ خبر سن کر کہ برطرف خلیفہ راشد باللہ عباسی نے موصل چھوڑ دیا ہے'، سرداران افواج شاہی کو جو اس کی رکاب میں بغداد میں موجود تھے اپنے اپنے شہروں کو واپس جانے کی اجازت دی۔ صدقہ بن دبیس والئ حلہ سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا اس دوران تنقش سلاحی' برسق بن برسق والئ تستر اور سنقر خمر تکین افسر پولیس ہمدان سرداران لشکر کا ایک گروہ حاضر ہوا۔ یہ سب سلطان داؤد کے ساتھ تھے' سلطان مسعود نے ان لوگوں سے خوشنودی کا اظہار کیا' تنقش کو بغداد کی پولیس افسری پر مقرر کیا اور ۵۳۱ھ میں ہمدان کی طرف واپسی اختیار کی۔

جنگ کی تیاریاں

چونکہ امیر بوازیہ والئ خوزستان' امیر عبدالرحمٰن طغرل بک خلخان اور سلطان داؤد ابن سلطان محمود' سلطان محمود کی طرف سے مطمئن نہ تھے اور جنگ کا خطرہ پیش نظر تھا اور امیر منکبرس والئ فارس بھی اس خطرے سے بے فکر نہ تھا اس وجہ سے یہ تمام فارس میں جمع ہوئے اور متحد ہو کر سلطان مسعود سے جنگ کا عہد و پیمان کیا۔ پھر ان لوگوں نے یہ خبر سن کر کہ معزول خلیفہ راشد باللہ عباسی' موصل سے مراغہ چلا گیا ہے' برطرف خلیفہ کو خط لکھا اور سلطان مسعود کے مقابلہ میں اتفاق و اتحاد کا پیغام دیا۔ دوبارہ خلافت پر فائز کرنے کا وعدہ کیا۔ برطرف خلیفہ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور درخواست کو قبولیت کا درجہ مرحمت کیا' یہ خبریں سلطان مسعود تک پہنچیں' غصہ سے کانپ اٹھا۔ ماہ شعبان ۵۳۱ھ میں روانہ ہوا۔ امیر منکبرس جنگ کے دوران گرفتار ہو گیا۔ سلطان مسعود نے موت کی سزا دی' فتح مند گروہ نے لوٹ مار شروع کر دی غارت گری کے لیے لشکر منتشر ہو گیا۔

امیر بوزابیہ کی کامیابی

عبدالرحمٰن طغرل بک اور امیر بوزابیہ تستر کے نزدیک تھے۔ ان کو موقع مل گیا۔ دونوں نے متفق ہو کر سلطان مسعود پر حملہ کر دیا۔ سلطان مسعود کی رکاب میں اس وقت انتہائی قلیل لشکر رہ گیا تھا۔ اس لیے اسے شکست ہوئی' اس کے سرداران لشکر کا ایک گروہ جس میں صدقہ بن دبیس والئی حلہ' عنتر بن ابو العساکر' بدر اتابک قراسنقر والئی آذربائیجان تھے گرفتار ہو گئے' امیر بوزابیہ نے ان تمام کو جیل میں ڈال دیا۔ جب اسے امیر منکبرس کے قتل کی خبر کی تصدیق ہو گئی تو سب کو مار ڈالا۔ شکست کے بعد سلطان مسعود نے آذربائیجان جا کر دم لیا۔ سلطان داؤد نے ہمدان پہنچ کر قبضہ کر لیا۔ بر طرف خلیفہ راشد بھی آ گیا' امیر بوزابیہ نے جو ان میں بڑا اور سب کا سردار تھا فارس جانے کا مشورہ دیا چنانچہ سب کے سب امیر بوزابیہ کے ساتھ فارس پہنچے' امیر بوزابیہ فارس پر قابض ہو گیا۔

بغداد پر چڑھائی

اس وقت سلجوق شاہ واسط میں تھا جب اسے یہ اطلاع ملی کہ اس کا بھائی سلطان مسعود آذربائیجان گیا ہے تو دارالخلافت پر قبضہ کرنے کے لیے بغداد روانہ ہوا۔ بقش افسر پولیس بغداد اور نظر خادم امیراں مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔ اوباش اور بدمعاشوں کی بن آئی' کھلم کھلا لوٹ مار اور غارت گری شروع کر دی۔ جسے جہاں پایا لوٹ لیا' بقش افسر پولیس بغداد سلجوق شاہ کی مدافعت سے فارغ ہو کر بغداد آیا۔ لٹیروں کو سزائیں دیں۔ بہت سوں کو قید کیا قتل کیا اور اس فتنہ کو ختم کیا۔ اس کے بعد خود بقش نے ظلم و سفاکی شروع کر دی' امراء اور روساء کو بدمعاشی اور غارت گری کا الزام لگا کر گرفتار کرنے لگا (جیسا کہ پولیس کا دستور ہے) غلہ کی مہنگائی ہوئی۔ لوگوں کو اپنی عزت کی پڑ گئی' اکثر باشندگان بغداد جلاوطن ہو کر موصل وغیرہ چلے گئے۔

صدقہ بن دبیس کے قتل کے بعد حلہ کی حکومت پر سلطان مسعود نے اس کے بھائی محمد بن دبیس کو مامور کیا' مہلہل بن ابو العساکر عنتر مقتول کے بھائی محمد بن دبیس کو نائب بنایا جیسا کہ اس کے حالات میں بیان کر دیا گیا ہے۔

خلیفہ راشد کا انجام

فارس پر قبضہ کرنے کے بعد امیر بوزابیہ خوزستان کی طرف واپس ہوا' معزول خلیفہ راشد باللہ عباسی' ملک داؤد اور خوارزم شاہ نے جزیرہ کا رخ کیا' جزیرہ پہنچ کر مار دھاڑ اور غارت گری شروع کر دی' سلطان مسعود اس سے آگاہ ہو کر عراق کو ان کی دست برد سے بچانے کے لیے فوجیں لے کر روانہ ہوا' ملک داؤد' سلطان مسعود کی روانگی سے آگاہ ہو کر فارس واپس آیا۔ خوارزم شاہ اپنے دارالسلطنت واپس گیا اور بر طرف خلیفہ راشد باللہ عباسی نے عجمیوں کی امداد سے مایوس ہو کر تن تنہا اصفہان کی راہ لی۔ چند خراسانی غلاموں نے جو بر طرف خلیفہ راشد باللہ عباسی کی خدمت میں تھے' ۲۵ رمضان ۵۳۲ھ میں اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اصفہان کے باہر سپرد خاک ہوا۔

کمال الدین محمود

آخر سنہ مذکور میں سلطان مسعود نے وزیر السلطنت ابوالبرکات بن سلامہ خراسانی (ارکزینی) کو بر طرف کر کے کمال الدین محمد بن خازن کو عہدہ وزارت سے سرفراز کیا۔ کمال الدین عادل' خوش خلق اور بلند ہمت تھا۔ بہت سے ٹیکس معاف کر دیئے' ظلم و ستم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا' سلطان مسعود کی تنخواہ معین کی' بیت المال کو خزانہ سے بھر دیا اور افسروں کی دست درازی روکی' بددیانت اور نمک حرام گورنروں کو سزائیں دیں اور بہت سے خفیہ اخراجات ظاہر کیے جنہیں گورنر ہڑپ کرتے تھے اس سے سلطان مسعود کی آنکھوں میں وزیر السلطنت بے حد عزیز ہو گیا۔ بددیانت گورنروں کو یہ کام ناگوار گزرے' وزیر السلطنت اور اراکینِ سلطنت کو لگا بجھا کر رنجش پیدا کر دی۔

چنانچہ یہ لوگ ہر وقت سلطان کے کان بھرنے لگے' اس میں سب سے زیادہ دلچسپی قراسنقر والئی آذربائیجان لے رہا تھا۔ اس نے سلطان مسعود کو بغاوت کی دھمکی دی' سلطان مسعود کے درباری اس سے بے حد متاثر ہوئے' فتنہ کے خوف سے وزیر السلطنت کمال الدین کے قتل کا مشورہ دیا۔ سلطان مسعود نے مجبوراً" اور بادل ناخواستہ وزیر السلطنت کمال الدین کو قتل کر کے سر کو قراسنقر کے پاس بھیج دیا' قراسنقر کی ناراضگی خوشی اور رضامندی سے تبدیل ہو گئی۔ یہ واقعہ ۵۳۳ھ کا ہے۔ سات مہینہ وزارت پر فائز رہا۔

کمال الدین وزیر السلطنت کے قتل کے بعد قلمدان وزارت ابوالعز طاہر بن محمد یزدگردی وزیر قراسنقر کو عنایت کیا گیا۔ عز الملک کا خطاب عطا ہوا' تبدیلی وزارت سے امور سلطنت میں بد نظمیاں پیدا ہوئیں' سلطان مسعود انہیں دور نہ کر سکا' صوبوں کے گورنروں نے ملک کو دبالیا' نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان مسعود شاہ شطرنج کی طرح برائے نام بادشاہ رہ گیا۔

قتل کا حکم

اس کے بعد سلطان مسعود کے حکم سے بقش سلاحی افسر پولیس قتل کیا گیا۔ یہ بہت بڑا ظالم' کینہ ور اور غاصب تھا' سلطان مسعود نے اسے گرفتار کر کے مجاہد الدین بہروز کی زیر نگرانی تکریت کی جیل میں قید کیا۔ چند دن بعد اس کے قتل کا حکم صادر کیا۔ جلاد جیسے ہی قتل کے ارادے سے تلوار سونت کے بقش سلاحی کے پاس پہنچا بقش سلاحی دجلہ میں کود پڑا۔ ڈوب کر مرگیا' سر اتار کر سلطان مسعود کی خدمت میں روانہ کیا گیا۔ سلطان مسعود نے مجاہد الدین بہروز کو تکریت سے طلب کر کے بغداد کی کوتوالی عنایت کی۔ مجاہد الدین بہروز نے انتہائی خوش اسلوبی سے اس عہدہ کے فرائض انجام دیے۔ ۵۳۶ھ میں سلطان مسعود نے اسے بھی برطرف کیا۔ قزل امیر اخور سلطان محمود کا غلام یزدجرد (یزدگرد) اور بصرہ کا حاکم اس خدمت پر متعین ہوئے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بغیبہ۔

ملوک خوارزم

سلطان سنجر اور خوارزم شاہ کی جنگ سے ملوک خوارزم کی حکومت کا آغاز ہوتا ہے۔ محمد خوارزم شاہ کی ابتدائی حکومت کا حال ہم نے اس سے قبل لکھ دیا ہے۔ محمد بن انو شتکین اس کا نام تھا۔ خوارزم شاہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ جس زمانہ میں سلطان برکیاروق نے امیر داؤد حبشی کو خراسان کی گورنری مرحمت کی تھی اور سنجی نے اسے قتل کر دیا تھا تو سلطان برکیاروق نے محمد بن انو شتکین کو اس خدمت پر متعین کیا۔ اس کے بعد اس کی بیٹا اتسز خراسان کا والی ہوا۔ یہ انتہائی کفایت شعار اور منتظم تھا۔ اس وجہ سے سلطان سنجر کی آنکھوں میں اس کی عزت بڑھ گئی' اپنے سرداران لشکر میں داخل کر لیا۔ اکثر لڑائیوں میں اس کی مردانگی و جرات سے سلطان سنجر کو فتح نصیب ہوئی۔
سلطان سنجر کے دربار میں اس کا کافی عزت و احترام ہونے لگا۔ خوارزم میں اس کی حکومت مضبوط ہو گئی۔ لگانے بجھانے والوں نے سلطان سنجر سے لگانا بجھانا شروع کیا' موقع پا کر کہنے لگا "اتسز کا دماغ اب آسمان پر ہے' خود مختار حکومت کا دعوے دار ہو گیا ہے' سلطان کی وقعت اس کے دل میں ذرہ بھر نہیں ہے" سلطان سنجر کا دل سنتے سنتے بھر آیا۔ فوج مرتب کر کے محرم ۵۳۳ھ میں جنگ کے لیے روانہ ہوا' اتسز بھی مقابلہ کی غرض سے میدان میں آیا۔ لڑائی ہوئی' اتسز مقابلہ پر ٹھہر نہ سکا' شکست کھا کر بھاگا۔ اس کی فوج کا ایک گروہ مارا گیا۔ اتسز کا بیٹا بھی مارا گیا جس سے اتسز کو بے حد صدمہ ہوا سلطان سنجر نے خوارزم پر قبضہ کر لیا اپنے بھائی سلطان محمد کے بیٹے "غیاث الدین سلیمان شاہ" کو حکومت عنایت کی' وزیر' اتابک اور دربان مقرر کئے چند دن قیام کر کے جمادی الاخر سنہ مذکور مرو واپس آگیا۔
سلطان سنجر نے جیسے ہی حدود خوارزم سے قدم باہر نکالا' اتسز کو موقع مل گیا' خوارزم آ پہنچا چونکہ اہل خوارزم سنجری فوج سے ناراض تھے' انتہائی خوشی سے اتسز کے مطیع ہو گئے' سلیمان شاہ نے ان لوگوں کے ساتھ جو اس کے ہمراہ تھا سلطان سنجر کی خدمت میں جا کر دم لیا۔ اتسز نے بڑی تسلی سے بلاد خوارزم پر قبضہ کر لیا' حکمرانی کرنے لگا۔

قراسنقر کا خروج

اس کے بعد اتابک قراسنقر نے اپنے والد "والئی آذربائیجان" کا بدلہ لینے کی غرض سے فوجیں اکٹھی کر کے خروج کیا جو کہ جنگ بوزابہ میں مارا گیا تھا' جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے اور جب سلطان مسعود کے پاس پہنچا تو اسے وزیر السلطنت کمال الدین کے قتل کا پیام دیا اور قتل نہ کرنے کی صورت میں مخالفت اور بغاوت کی دھمکی دی۔ چنانچہ سلطان مسعود نے کمال الدین وزیر کو قتل کرا دیا ان واقعات کو بھی آپ نے پڑھ لیا ہے۔
وزیر السلطنت کے قتل کے بعد اتابک نے بلاد فارس پر چڑھائی کر دی۔ امیر بوزابہ قلعہ بیضاء میں قلعہ بند ہو گیا۔ اتابک قراسنقر بلاد فارس پر بلا مقابلہ قابض ہو گیا۔ اس کونے سے اس کونے تک سارا ملک چھان ڈالا مگر کسی وجہ سے ایک جگہ پر ٹھہر کر حکومت نہ کر سکا' سلجوق

شاہ بن سلطان محمود برادر سلطان مسعود کو فارس کی حکومت اور باگ ڈور سپرد کر کے آذربائیجان واپس آیا' میدان خالی پا کر امیر بوزابہ نے ۵۳۴ھ میں قلعہ سے نکل کر سلجوق شاہ پر حملہ کیا' سلجوق شاہ کو شکست ہوئی۔ جنگ کے دوران گرفتار کر لیا گیا امیر بوزابہ نے فارس کے کسی قلعہ میں قید کر دیا اور بلاد فارس پر پھر قبضہ کر لیا۔

قراسنقر کا انتقال

اس واقعہ کے بعد اتابک قراسنقر والئی آذربائیجان واران کا شہر اردبیل میں انتقال ہو گیا۔ اتابک قراسنقر ملک طغرل کا غلام تھا۔ اس کی جگہ جاولی الطغرل کو آذربائیجان کی حکومت مرحمت کی گئی۔

فارس پر چڑھائی

سلطان مسعود نے ۵۳۵ھ میں امیر اسماعیل چہار دانگی کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ امیر بوزابہ کی گوشمالی اور بلاد فارس پر قبضہ کرنے کی غرض سے روانگی کا حکم دیا۔ چنانچہ چہار دانگی فارس کے ارادے سے روانہ ہوا' مجاہد الدین بہروز نے روکا چہار دانگی نے کوئی توجہ نہ دی' دجلہ کو عبور کرنے کا تہیہ کیا' مجاہد الدین نے بعض کشتیوں کو بے کار کر دیا اور بعض کو دجلہ میں ڈبو دیا' چہار دانگی نے مجبوراً" حلہ کی جانب پیش قدمی کی' والئی حلہ نے بھی مدافعت پر کمر باندھی' واسط کی طرف بڑھا' طرنطائی مقابلہ پر آیا' لڑائی ہوئی' طرنطائی کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' چہار دانگی نے واسط میں داخل ہو کر اسے خوب تباہ کیا۔ نعمانیہ اور اس کے گرد و نواح کے مقامات میں خوب لوٹ مچائی۔

شکست کے بعد طرنطائی' بطیحہ پہنچا۔ حماد والئی بطیحہ امداد کے لیے تیار ہو گیا۔ ادھر چہار دانگی کی فوج چہار دانگی سے علیحدہ ہو کر طرنطائی سے مل گئی۔ چہار دانگی کمزور پڑا۔ مقابلہ سے جی چرا کر تشتر چلا گیا' سلطان مسعود کی خدمت میں معذرت نامہ بھیجا' سلطان مسعود نے معذرت قبول کر لی۔

سلطان سنجر کی شکست

تاریخ ابن اثیر میں جو واقعات ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اتسز بن محمد خوارزم پر قابض ہونے کے بعد ترکان خطا کو (جو اس وقت تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے اور ماوراء النہر کے ترکوں کے بڑے جرگہ سے تھے) سلطان سنجر کے مقبوضہ ممالک پر قبضہ کرنے کے لیے ابھارا' ملک کی سرسبزی کا لالچ دیا' سلطان سنجر کی کمزوری کو ظاہر کیا' امداد اور ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ قصہ مختصر ترکان خطا تین لاکھ سواروں کی جمعیت سے سلطان سنجر کے ملک کو فتح کرنے کی غرض سے روانہ ہوئے' سلطان سنجر بھی ایک بڑی فوج لے کر مقابلہ کے لیے نکلا۔ نہر کو عبور کر کے ۵۳۶ھ میں ترکان خطا سے آمنا سامنا ہوا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی' خونریزی کی کوئی حد نہ رہی۔ آخر کار سلطان سنجر کو شکست ہوئی' ایک لاکھ فوج ماری گئی' جس میں چار ہزار عورتیں تھیں۔ سلطان سنجر کی بیگم کو دشمنوں نے گرفتار کر لیا' سلطان سنجر پریشانی کی حالت میں ترمذ پہنچا اور ترمذ سے بلخ کی راہ لی۔

سلطان سنجر پر فتح پانے کے بعد اتسز نے شہر مرو پر حملہ کیا' بزور شمشیر گھس کر غارت گری اور تباہی شروع کر دی' فقہاء علماء اور رؤسائے شہر کی ایک جماعت کو گرفتار کر لیا۔

اس شکست سے سلطان سنجر کو بہت صدمہ ہوا' اس وقت تک کسی لڑائی میں اس کا پرچم سرنگوں نہیں ہوا تھا۔ اپنے بھتیجے سلطان مسعود کو لکھ بھیجا کہ تم اپنی فوج کے ساتھ رے آکر قیام پذیر ہو' تاکہ امداد حاصل کی جائے' چنانچہ عباس والئی رے بغداد چلا گیا اور سلطان مسعود اپنے چچا سنجر کے حکم کے مطابق بغداد سے رے آگیا۔

سبق قراخان

اکثر مورخین نے تحریر کیا ہے کہ بلاد ترکستان میں کاشغر' بلاد ساغون' ختن اور طراز وغیرہ جو کہ ماوراء النہر کے نواح میں داخل ہیں ان مقامات پر ملوک خانیہ ترکیہ حکمران تھا' ملوک خانیہ ترکیہ سلطان بادشاہ ترک اور افراسیاب بادشاہ ترک کی نسل سے تھے' جو مشہور بادشاہ ملوک کیفیہ فارس میں گزرا ہے۔ ملوک خانیہ ترکیہ کا جد اعلیٰ سبق قراخان دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ سبق قراخان نے خواب دیکھا تھا کہ ایک

بزرگ شخص آسمان سے اترا اور سبق قراخاں سے ترکی زبان میں کہا جس کا مفہوم یہ تھا: "اسلام قبول کر' دنیا اور آخرت میں تجھے سلامتی حاصل ہوگی" چنانچہ سبق قراخاں نے خواب ہی میں اسلام قبول کیا اور جب بیدار ہوا تو اپنے اسلام کو ظاہر کیا۔ سبق قراخاں کے انتقال پر اس کے بیٹے موسیٰ بن سبق قراخاں نے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی' نسلاً بعد نسلاً اسی کے خاندان میں ترکستان کی حکومت ارسلان خاں بن محمد بن سلیمان بن داؤد بن بقراخاں بن ابراہیم المقلب بہ طفغاج خاں ابن ایک المقلب بہ نصر ارسلان بن علی بن موسیٰ بن سبق قراخاں تک قائم رہی۔

قدر خاں کا انجام

قدر خاں نے ارسلان خاں کے زمانہ میں خروج کیا اور ارسلان خاں کے قبضہ سے حکومت ترکستان نکال لی۔ ۴۹۴ھ میں سلطان سنجر کی امداد سے ارسلان خاں ترکستان کا دوبارہ حکمراں ہوا اور سلطان سنجر نے قدر خاں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد خوارج نے ارسلان خاں پر خروج کیا اور ترکستان کو اس کے قبضہ سے نکال لیا۔ سلطان سنجر پھر اس کی اعانت و امداد پر تیار ہو گیا اور ترکستان پر قبضہ دلا دیا۔

ارسلان خاں کا انتقال

ترکوں کا ایک جرگہ جسے قار غلیہ اور اتراک غزیہ کہتے ہیں ارسلان خاں کی فوج میں تھا۔ یہ وہی ترک ہیں جنھوں نے خراسان کو پامال کیا تھا جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے' ان کے ایک گروہ کا نام برق تھا۔ برغوث بن عبدالحمید اس کا سردار تھا۔ اہل سمرقند میں سے شریف اشرف ۱؎ ابن محمد ابن ابی شجاع علوی نامی ایک شخص' ارسلان خان ملقب بقرا خان کے دربار میں رہتا تھا۔ اس نے ارسلان خان کے بیٹے کو حکومت و سلطنت کی طمع دے کر باپ سے حکومت چھیننے پر آمادہ کیا' باپ اور بیٹے میں فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو گیا' ارسلان خان نے سلطان سنجر سے امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ سلطان سنجر ۵۲۴ھ میں دریائے جیحون عبور کر کے سمرقند پہنچا' قار غلیہ نے میدان خالی کر دیا۔ سلطان سنجر سمرقند کی طرف واپس ہوا' ارسلان خاں کو گرفتار کر کے بلخ کی جیل میں ڈال دیا جہاں پر ارسلان خاں کا انتقال ہو گیا۔

سمرقند کی حکومت

ارسلان خاں کی جگہ سلطان سنجر نے سمرقند کی حکومت پر قلج طمغاج ابولمعالی حسن بن علی بن عبدالمومن معروف بہ حسن تکین کو مامور کیا۔ حسن تکین خاندان سلطنت خانیہ میں سے تھا۔ ارسلان خاں نے اسے شہر بدر کر دیا تھا اس کا زمانہ حکومت طویل نہیں ہوا' چند روز بعد وفات پا گیا۔ سلطان سنجر نے محمود بن ارسلان خان سابق حکمراں سمرقند کو مسند حکومت پر فائز کیا۔ یہ ارسلان خاں وہی ہے جس کے قبضہ سے سلطان سنجر نے سمرقند کو نکالا تھا اور محمود بن ارسلان' سلطان سنجر کی بہن کا بیٹا تھا۔

کاشغر پر چڑھائی

اس سے قبل ۵۲۲ھ میں کوہر خان چینی بادشاہ' چین سے ملک گیری کی ہوس میں ایک بڑی فوج لے کر حدود کاشغر آیا۔ زبان چین میں "کوہر" کے معنی تھا "اعظم خان" کے معنی "ملک" یعنی کوہر خان کے معنی ہوئے "اعظم الملک" یعنی شہنشاہ۔ الغرض والئی کاشغر "احمد بن حسن خان" مقابلہ و مدافعت کے لیے میدان جنگ میں نکلا' گھمسان کی جنگ کے بعد کوہر خان کو شکست ہوئی' اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے۔

۱؎ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب ذات شریف علوی نے ارسلان خان کے بیٹے کی پیٹھ ٹھونک کر دی سلطنت بنا کر مقابلہ پر کھڑا کیا ارسلان خان نے شریف اشرف اور اپنے بیٹے کو بھی مار ڈالا۔ اس سے قار غلیہ کو نفرت پیدا ہو گئی' بغاوت اور نافرمانی کا اعلان کیا۔ حکومت و سلطنت سے استعفا کے طالب ہوئے' ارسلان خان نے سلطان سنجر سے قار غلیہ کی زیادتی اور بغاوت کی فریاد کی' امداد کا خواست گار ہوا۔ چنانچہ سلطان سنجر اپنی فوج ظفر موج لے کر ارسلان خان کی امداد کو سمرقند پہنچا (ارسلان خان' سلطان سنجر کا بہنوئی تھا) قار غلیہ نے مقابلہ سے جی چرایا۔ میدان خالی کر دیا۔ ایک روز سلطان سنجر شکار کو نکلا۔ اتفاق سے چند سوار نظر آئے تو سلطان سنجر نے ان لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ تشدد کیا' دریافت کرنے پر ان لوگوں نے ظاہر کیا کہ ارسلان خان نے ہم لوگوں کو آپ کے قتل پر مامور کیا ہے' سلطان سنجر شب تک سمرقند واپس آیا۔ اس وقت ارسلان خان قلعہ میں تھا۔ محاصرہ کر کے گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر بلخ بھیج دیا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۵۴' ۵۵

ترکان خطا کی ناراضگی

ترکان خطا کا ایک گروہ اس واقعہ سے پیشتر چین سے نکل کر ملوک خانیہ حکمرانان ترکستان کی خدمت میں آ گیا تھا' ارسلان خان محمد بن سلیمان نے انہیں چینی سرحد پر حفاظت کی غرض سے ٹھہرا رکھا تھا اس خدمت کے عوض جاگیریں دی تھیں اور وظائف مقرر کر دیئے تھے اتفاق سے ارسلان خاں محمد بن سلیمان ان سے کسی بات پر ناراض ہو گیا' سزا دی' اس سے انہیں ناراضگی اور نفرت پیدا ہو گئی' رہائش کے لیے ایک کشادہ اور سرسبز جگہ تلاش کرنے لگے تاکہ آئندہ ارسلان خان کے ساتھ ہو کر روزانہ جنگ سے محفوظ رہیں۔ کسی نے ان سے بلاد ساسون کی تعریف کر دی۔ چنانچہ یہ سب اہل و عیال کے ساتھ بلاد ساسون چلے گئے۔ جب دوبارہ کوہر خان شاہ چین نے اسلامی شہروں کی جانب قبضہ اور پامالی کی غرض سے پیش قدمی کی تو ترکان خطا جو ارسلان خان سے ناراض ہو کر بلاد ساسون میں آ کر آباد ہو گئے تھے کوہر خان سے مل گئے' اس کے لشکر کی تعداد بڑھ گئی' سیلاب کی طرح بلاد ماوراء النہر کی جانب بڑھا۔ خان محمود بن ارسلان خان محمد ماہ رمضان ۵۳۱ھ میں اس طوفان کو روکنے کے لیے مقابلہ پر آیا۔ زبردست جنگ کے بعد خان محمود کو شکست ہوئی' سمرقند واپس آیا۔ اس سے کوہر خان کا رعب و داب بڑھ گیا۔ بلاد ماوراء النہر اور اہل بخارا پر ان کے مظالم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

جنگ اور اس کا انجام

سلطان سنجر کی خدمت میں خان محمود نے خط بھیجا' واقعات لکھے' اور امداد کی استدعا کی' سلطان سنجر کو اس سے سخت صدمہ ہوا۔ لشکر کی فراہمی اور سامان جنگ مہیا کرنے کا حکم دیا' خراسان' بجستان (خاندان بنی حلف) غزنی (ملوک غور) اور ماژندران کے سلاطین اپنی اپنی فوجیں لیے ہوئے سلطان سنجر کے پاس آ کر اکٹھے ہوئے' فوج کی جمعیت ایک لاکھ سے بڑھ گئی۔ آخر ۵۳۵ھ میں نہر عبور کر کے چینی بادشاہ سے لڑنے کے لیے پیش قدمی کی۔ محمود خان نے ترکان قار غلیہ کے مظالم اور زیادتیوں کی شکایت پیش کی۔ سلطان سنجر نے ان کی سرکوبی کا ارادہ کیا' ترکان قار غلیہ نے کوہر خان بادشاہ چین کے پاس جا کر پناہ لی۔ کوہر خاں نے سلطان سنجر کو ترکان قار غلیہ کی سفارش کا خط لکھا۔ سلطان سنجر کچھ نہ کر سکا بلکہ دھمکی آمیز خط لکھا۔ اسلام کی دعوت دی اور اسلام نہ قبول کرنے کی صورت میں جنگ اور کثرت فوج کی دھمکی دی۔ خط دیکھ کر کوہر خان سخت آگ بگولہ ہوا۔ دھکے دے کر سلطان سنجر کے ایلچی کو دربار سے نکلوا دیا اور لشکر آراستہ کر کے سلطان سنجر سے جنگ کے ارادے سے روانہ ہوا۔ دونوں حریفوں کا مقام قطوان میں بتاریخ ۵ صفر ۵۳۶ھ مقابلہ ہوا۔ بادشاہ چین کی جانب سے ترکان قار غلیہ خم ٹھونک کر میدان میں آئے' لشکر اسلام سے شاہ بجستان لڑائی کرنے کے لیے نکلا' گھمسان کی لڑائی ہوئی آخر کار اسلامی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ماری گئی' شاہ بجستان' امیر قماج اور سلطان سنجر کی بیگم گرفتار ہو گئے۔ کوہر خان نے عزت و احترام سے ان لوگوں کو سلطان سنجر کے پاس بھیج دیا۔ ترکان خطا اور کفار اتراک نے بلاد ماوراء النہر پر قبضہ کر لیا۔

کوہر خاں کا انتقال

بادشاہ چین کوہر خاں کا ۵۳۰ھ میں انتقال ہو گیا۔ اس کی بیٹی مسند حکومت پر فائز ہوئی' چند دن بعد یہ بھی فوت ہو گئی اس کی ماں (کوہر خان کی بیوی) حکمران ہوئی' اسی زمانہ سے ماوراء النہر میں ترکان خطا کی حکومت و سلطنت کا سکہ چلنے لگا۔ یہاں تک کہ عماد الدین محمد خوارزم شاہ نے ترکان خطا سے ۶۱۲ھ میں ماوراء النہر پر قبضہ حاصل کیا۔

مصالحت کی کوششیں

اتسز (خوارزم شاہ) نے سلطان سنجر کی شکست کے بعد ماہ ربیع الاول ۵۳۶ھ میں سرخس کی جانب پیش قدمی کی' اہل سرخس نے اطاعت قبول کی' مرو شاہجہان کا رخ کیا' امام احمد باخرزی نے حاضر ہو کر باشندگان مرو شاہجہاں کی وکالت کی' جنگ اور خونریزی سے روکا چنانچہ خوارزم شاہ مرو شاہجہان کے باہر خیمہ زن ہوا' ابوالفضل کرمانی اور چند روساء شہر کو مشورہ کی غرض سے طلب کیا۔ اس دوران عوام الناس نے ہلڑ مچا دیا۔ خوارزم شاہ کے فوجیوں کو جو اس وقت مرو شاہجہاں میں تھے مار ا قتل کیا اور شہر سے نکال دیا۔ جھگڑا بڑھا۔ خوارزم شاہ نے قتل اور غارت گری کا حکم دے دیا۔ بزور شمشیر گھس کر دل کھول کر تاراج کیا۔ بہت سے علماء قتل ہو گئے۔

شوال سنہ مذکور میں خوارزم شاہ نیشا پور کی طرف واپس ہوا۔ علماء فقہاء اور صوفیوں کا وفد خوارزم شاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ اہل نیشا پور کی جانب سے گذارش کی "ہم لوگوں کے ساتھ وہ سلوک نہ کیا جائے جو اہل مرو شاہجہان کے ساتھ کیا۔ ہم لوگ آپ کی حکومت کے مطیع و فرمانبردار ہیں' خوارزم شاہ نے اس درخواست کو قبولیت کا درجہ عطا کیا مگر ضد کر کے سلطان سنجر کا خزانہ لے لیا اور اس کے نام کا خطبہ ختم کر دیا۔ جامع مسجد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کا حکم دیا۔

خوارزم شاہ نے اس کے بعد اپنی فوج کو نواح مغد (بیہق) میں پھیلا دیا۔ غارت گری اور قتل کا بازار گرم ہو گیا چند یوم تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ چونکہ ترکان خطا بلاد ماوراء النہر میں ہر طرف پھیل رہے تھے اور سلطان سنجران کی مدافعت میں مصروف تھا' اس وجہ سے خوارزم شاہ کی پیش قدمی کو نہ روک سکا۔ یہاں تک کہ ۵۳۸ھ کا دور آ گیا' سلطان سنجر کو ایک گونہ ترکان خطا کی جنگ سے فرصت ہوئی' لشکر مرتب کر کے خوارزم شاہ سے جنگ کرنے کے لیے بڑھا۔ خوارزم شاہ قلعہ بند ہو گیا لڑائی کا آغاز ہو گیا۔ سلطان سنجر کے بعض سرداران لشکر شہر میں گھس گئے زبردست مقابلہ ہوا۔ قریب تھا کہ شہر پر قبضہ ہو جاتا مگر اتسز (خوارزم شاہ) نے سخت اور شدید جنگ کے بعد انہیں شہر سے نکال دیا۔ اس کے بعد اتسز (خوارزم شاہ) نے مصالحت کا پیام بھیجا۔ اطاعت و فرمانبرداری کا وعدہ کیا اور تمام مقبوضہ علاقہ کو چھوڑ کر اپنے سابقہ صوبجات کی حکومت پر قناعت کی۔ سلطان سنجر نے شرائط منظور فرما کر مصالحت کر لی چنانچہ ۵۳۸ھ میں خوارزم کا محاصرہ اٹھا کر واپس آیا۔

سلطان سنجر ۵۳۸ھ میں دارالخلافت بغداد حسب عادت پہنچا اور موصل کے ارادے سے لشکر آراستہ کرنے لگا کیونکہ جس قدر فسادات اور جھگڑے امراء و سرداران لشکر کی جانب سے پیدا ہوئے تھے وہ تمام کے تمام اتابک زنگی والئی موصل کے سر تھوپ دیئے جاتے تھے۔ سلطان سنجر اس سے آگ بگولہ ہو گیا۔ موقع کا انتظار کرنے لگا جب اسے ترکوں اور خوارزم شاہ سے فرصت حاصل ہوئی تو اتابک زنگی کی اصلاح اور گوشمالی کی جانب متوجہ ہوا۔ اتابک زنگی نے ابو عبداللہ بن انباری کی معرفت فدویت نامہ روانہ کیا۔ نرمی و مہربانی کی درخواست کی' بیس ہزار دینار نذر کئے بشرط واپسی ایک لاکھ دینار کا وعدہ کیا۔ سلطان سنجر رضامند ہو گیا۔ مصالحت ہو گئی۔

مزید امور کے علاوہ جن کی وجہ سے سلطان سنجر نے اتابک سے مصالحت کی ایک خاص سبب یہ واقع ہوا کہ اس واقعہ میں سیف الدین غازی (اتابک زنگی کا بیٹا) محبت پدری کے باعث سلطان سنجر کی خدمت سے علیحدہ ہو کر اتابک زنگی کے پاس چلا آیا تھا۔ اتابک زنگی نے اس کی جانب ذرا بھی توجہ نہ کی اور الٹے پاؤں سلطان سنجر کی خدمت میں بھیج دیا اور یہ لکھا کہ میرا بیٹا حضور کی خدمت میں رہتا ہے۔ حضور کا مزاج اس سے برہم دیکھ کر فطری محبت کے باعث میرے پاس بھاگ آیا ہے۔ میں اسے پھر حضور کی بارگاہ میں واپس کرتا ہوں اور یہ' دونوں حضور کے غلام ہیں ملک حضور والا کا ہے۔" اس سے سلطان سنجر کا دل نرم ہو گیا' اتابک زنگی کی قدر و منزلت میں اضافہ ہو گیا' بڑی خوشی سے مصالحت کا پیام قبول کر لیا۔

بوزابہ کی شورش

فارس و خوزستان کے والئی بوزابہ کو سلطان مسعود سے ناراضگی اور نفرت پیدا ہو گئی تھی جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ ۵۴۰ھ میں محمد بن سلطان محمود برادر سلطان مسعود کی بیعت کی اور فوجیں مرتب کر کے ماشون (قاشان) کی طرف روانہ ہوا۔ امیر عباس والئی رے بھی آ ملا اور اس رائے سے اتفاق کیا۔ سلطان شاہ برادر سلطان مسعود بھی ان لوگوں کی سازش میں شریک ہو گیا۔ آہستہ آہستہ اکثر شہروں پر باغی قابض ہو گئے۔ سلطان مسعود کو اس کی اطلاع ملی۔ ماہ رمضان سنہ مذکور میں بغداد سے روانہ ہوا' امیر طغایرک امیر حاجب رکاب میں تھا۔ اس کا ارکین سلطنت پر ایک خاص اثر تھا اور عوام کا میلان بھی اس کی جانب تھا۔ بغداد میں مہلہل' نصیر امیر الحاج اور بہروز کے غلاموں کا ایک گروہ حفاظت و امن قائم رکھنے کی غرض سے چھوڑ دیا گیا۔ جس وقت دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا سلیمان شاہ ان کی جماعت سے نکل کر اپنے بھائی سلطان مسعود کے پاس چلا آیا' امیر عبدالرحمٰن نے مصالحت کی گفتگو شروع کی۔ حسب منشاء صلح ہو گئی' امیر عبدالرحمٰن کو اس حسن خدمت کے صلہ میں ان صوبجات کی حکومت کے علاوہ جس پر وہ پہلے سے حکمران تھا آذربائیجان اور اران تاخلخال کی گورنری بھی جاولی طغرلی کی جگہ عنایت کی گئی۔

ابوالفتح وزیر کی برطرفی و بحالی

چنانچہ ابوالفتح بن دراست کو جو کہ امیر بوزابہ کا وزیر تھا قلمدان وزارت عنایت ہوا۔ ۵۳۹ھ میں سلطان مسعود نے اپنے وزیر السلطنت یزدجردی کو برطرف کر کے مرزبان بن عبداللہ بن نصر اصفہانی کو عہدہ وزارت سے نوازا۔ اور یزدجردی برطرف وزیر کو مرزبان بن عبداللہ وزیر جدید کی سپردگی میں دیا۔ مرزبان بن عبداللہ نے یزدجردی کا سارا مال و اسباب ضبط کر لیا اور جیل میں ڈال دیا۔ پھر جب ۵۴۰ھ کا دور آیا اور امیر بوزابہ وغیرہ سے مصالحت ہو گئی تو امیر بوزابہ کو ایک حد تک سلطان مسعود پر قابو مل گیا اور اس کی حکومت و سلطنت پر اسے غلبہ حاصل ہوا۔ اسی کا نتیجہ یہ تھا کہ ابوالفتح بن دراست مرزبان کے بجائے عہدہ وزارت پر پھر تعینات کیا گیا۔

عبدالرحمٰن کا انجام

عبدالرحمٰن طغایرک نے سلطان مسعود پر اس حد تک قابو پالیا تھا کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ سلطان مسعود شاہ شطرنج کی طرح صرف تخت حکومت کا مالک تھا باقی تمام امور کے سیاہ و سفید کا اختیار عبدالرحمٰن طغایرک کے قبضہ میں تھا۔ اس نے بک ارسلان معروف بہ ابن خاص بک ابن بلنکری کو سلطان مسعود کی خدمت سے روک دیا۔ بک ارسلان سلطان مسعود کا خادم خاص اور انتہائی قریبی تھا' سلطان مسعود کی اس پر نظر عنایت رہا کرتی تھی' خلوت اور جلوت میں سلطان مسعود کی خدمت میں رہتا تھا۔ طغایرک نے اس خیال سے کہ سلطان مسعود سے علیحدہ ہو جائے۔ بک ارسلان کو کسی شہر کا امیر متعین کر کے بھیجنے کا ارادہ کیا' سلطان مسعود کو اس سے بڑا صدمہ ہوا۔

بک ارسلان اور بعض سرداران فوج کو تنہائی میں طلب کر کے طغایرک کے قتل کا حکم دیا۔ کسی سردار کی ہمت نہ پڑی' زنگی جاندار اس کام کے لیے تیار ہو گیا' بک ارسلان نے اس کا ساتھ دیا' دیکھا دیکھی سرداران عسکر کا ایک گروہ بھی تیار ہو گیا' اس کے بعد ایک دن طغایرک اپنے جاہ و جلال کے ساتھ بمقام جنزہ ہوا خوری کے لیے نکلا' زنگی جان دار نے بڑھ کر ایسا وار کیا طغایرک گھوڑے سے زمین پر آ رہا' بک ارسلان نے لپک کر طغایرک کا کام تمام کر دیا۔ سرداران لشکر نے جو اسی کام کی انجام دہی کے لیے ہمراہ تھے' طغایرک کے ساتھیوں کو شور مچانے سے روک دیا۔

امیر عباس کا انجام

سلطان سنجر کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی۔ سلطان سنجر کو اس وقت بے حد رنج ہوا تھا' امیر عباس والئی رے بھی اپنی فوج کے ساتھ بغداد میں ٹھہرا ہوا تھا۔ امیر عباس اس واقعہ سے آپے سے باہر ہو گیا اور سلطان سنجر سے بدلہ لینے کا موقع تلاش کرنے لگا' سلطان مسعود نے سمجھایا' نرمی اور مہربانی سے پیش آیا۔ امیر عباس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ سلطان مسعود نے امیر عباس کے قتل کی بھی تدبیر شروع کی۔ بعض سرداران لشکر اور اراکین سلطنت کو امیر عباس کے قتل پر آمادہ و تیار کیا' چونکہ سرداران لشکر اور امیران سلطنت امیر عباس کے غلبہ حکومت سے تنگ آ گئے تھے قتل پر تیار ہو گئے' امیر تنقش اور حرسوس نجف نے قتل کا بیڑا اٹھایا۔ ایک دن سلطان مسعود نے امیر عباس کو محل سرائے شاہی میں طلب فرمایا' امیر تنقش اور حرسوس نجف نے چند آدمیوں کو محل سرائے کی صحنچیوں میں چھپا دیا۔ امیر عباس محل سرائے شاہی کے دروازے پر پہنچا' دستہ فوج جاں نثاران نے صرف امیر عباس کو اندر داخل ہونے کی اجازت دی' اس کے ساتھیوں کو روک دیا۔ امیر تنقش اور حرسوس امیر عباس سے باتیں کرتے ہوئے لے گئے جہاں پر اس کے قتل کے لیے آدمیوں کو چھپا رکھا تھا۔ اچانک وہ سب نکل پڑے اور امیر کو قتل کر دیا۔ اس کے خیمہ اور اسباب کو لوٹ لیا۔ اس واقعہ سے تمام شہر میں واویلا اور ایک شور برپا ہو گیا' مگر پھر خاموشی اور سکون کا عالم ہو گیا۔ یہ واقعہ ۵۴۱ھ ماہ ذیقعد کا ہے۔

امیر عباس' سلطان محمود کا آزاد غلام تھا' عادل' نیک سیرت' فرقہ باطنیہ پر کثیر الجہاد اور مدبر تھا۔ رعایا اس سے بڑی خوش تھی۔
سلطان مسعود نے امیر عباس کے قتل کے بعد اس کے بھائی سلیمان شاہ کو قلعہ تکریت میں قید کر دیا اور بغداد سے اصفہان کا سفر اختیار کیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ ولی التوفیق

اصفہان پر چڑھائی

ابھی آپ نے پڑھا ہے کہ طغایرک امیر عباس والئی رے اور امیر بوزابہ والئی فارس خوزستان کو سلطان مسعود کی حکومت و سلطنت پر حاصل ہو گیا تھا۔ یہ تینوں امیر ایک تھیلی کے چٹے بٹے تھے طغایرک امیر عباس اور امیر بوزابہ کے ذریعہ سے سلطان مسعود کو شطرنج کا بادشاہ بنائے ہوئے تھے جس وقت طغایرک قتل ہوا امیر عباس ناراض اور آگ بگولا ہوا بدلہ لینے نہیں پایا تھا کہ جلد ہی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ان کے مارے جانے کی خبر امیر بوزابہ کو پہنچی غصہ سے آگ بگولا ہو گیا۔ ایک بڑی فوج لے کر ۵۴۲ھ میں اصفہان پہنچا۔ محاصرہ کیا۔ دوسری فوج کو ہمدان کے محاصرہ پر متعین کیا۔ تیسری فوج قلعہ مابکی بلاد نجف کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوئی بلاد نجف امیر بقش کو زخر کی جاگیر میں تھے۔ امیر بقش مدافعت کے لئے تیار ہو گیا۔ مردانگی اور جرات سے لڑ کر دشمن کو شکست دی۔

امیر بوزابہ کا انجام

امیر بوزابہ اصفہان سے سلطان مسعود کی تلاش میں روانہ ہوا۔ سلطان مسعود نے جنگ سے بچنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ بالآخر فریقین میں صف آرائی ہوئی انتہائی شدید مقابلہ ہوا۔ دونوں حریف دل توڑ کر لڑے اتفاق سے امیر بوزابہ کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گرا امیر زمین پر آ رہا۔ ایک فوجی سپاہی نے لپک کر گرفتار کر لیا۔ گرفتار کر کے سلطان مسعود کی خدمت میں پیش کیا۔ اسی وقت سلطان کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دوران جنگ امیر بوزابہ کو تیر لگا تھا جس کے صدمہ سے گھوڑے سے گرا اور گر کر مر گیا۔ امیر بوزابہ کے مارے جانے سے سارا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ یہ لڑائی سلاطین سلجوقیہ کی بڑی بڑی لڑائیوں میں شمار ہوتی ہے۔

بغداد کی تباہی

امیر بوزابہ طغایرک اور امیر عباس کے قتل کے بعد بک ارسلان خادم خاص سلطان مسعود کی خدمت میں آ گیا۔ دربار شاہی میں امراء کی آمدورفت ختم ہوئی اس سے امراء و اراکین سلطنت کو سلطان مسعود کی جانب سے نفرت پیدا ہو گئی خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں ہمارے ساتھ بھی وہی واقعہ پیش نہ آئے جو طغایرک اور امیر عباس وغیرہ کے ساتھ پیش آیا تھا اس وجہ سے امراء و اراکین سلطنت سلجوقیہ ابو رکن مسعودی شحنہ واران بقش کوزخر والئی جبل حاجب خریطائی محمودی افسر پولیس بغداد ابن طغایرک امیر رکن مسعود اور فرقوب سلطان مسعود کا ساتھ چھوڑ کر عراق کی جانب روانہ ہو گئے ان لوگوں کے ہمراہ اور ان کا ہم خیال سلطان مسعود کا بھائی محمد بن محمود بھی تھا۔ یہ تمام امرائے سلجوقیہ کوچ و قیام کرتے ہوئے حلوان پہنچے اہل بغداد میں بے دلی اور بے چینی پیدا ہو گئی۔ غلہ مہنگا ہو گیا خلیفہ مقتفی عباسی نے واپس جانے کا حکم بھیجا مگر کسی نے کوئی بات نہ سنی۔ ماہ ربیع الآخر ۵۴۳ھ میں بغداد میں داخل ہوئے۔ شرقی جانب قیام کیا مسعود افسر پولیس بغداد تکریت چلا گیا علی ابن دبیس والئی حلہ بھی ان لوگوں سے آ ملا۔ غربی بغداد میں خیمہ نصب کیا۔ خلیفہ مقتفی نے بغداد کی حفاظت کے لیے فوجیں مہیا کیں امراء سلجوقیہ کے فوجیں اور عوام الناس سے بغداد میں لڑائی شروع ہو گئی۔

اہل بغداد نے امراء سلجوقیہ کے لشکر کو بغداد سے نکال دیا۔ پلٹ کر پھر حملہ آور ہوئے۔ بغداد کی سڑکیں گلی اور کوچے مقتولوں سے بھر گئے آبادی ویرانی سے امن بدامنی سے بدل گیا۔ محلہ کے محلہ ویران میدان بن گئے لوٹ مار اور غارت گری کی کوئی انتہا نہ رہی اس عام غارت گری سے عورتیں اور بچے بھی محفوظ نہ رہے۔ اس کے بعد امراء سلجوقیہ بارگاہ خلافت کے سامنے آئے رسم زمین بوسی ادا کی معذرت کی دربار خلیفہ مقتفی عباسی اور امراء سلجوقیہ سے نامہ و پیام ہوتا رہا۔ بالآخر اگلے روز بغداد سے نہروان کی جانب کوچ کر گئے اس کے بعد مسعود افسر پولیس بغداد واپس آیا اور ان غارت گروں نے نہروان پہنچ کر یہی کام کیا اور خونریزی کی انتہا کر دی۔

اس قتل عام کے بعد سے امراء منتشر ہو گئے اور عراق چھوڑ دیا۔ بقش کوزخر طرنطائی اور ابن دبیس نے ۵۴۴ھ میں پھر بغداد کا رخ کیا سلطان مسعود کا بھتیجا ملک شاہ بن محمود ان کے ساتھ تھا خلیفہ مقتفی عباسی سے ملک شاہ کا نام خطبہ میں داخل کئے جانے کی درخواست کی مقتفی نے انکاری جواب دیا فوجیں فراہم کیں سلطان مسعود کو اس حال سے آگاہ کیا مگر سلطان مسعود وعدے کے باوجود اپنے چچا سلطان سنجر کی وجہ سے وعدہ کو نبھا نہ سکا۔

سلطان سنجر نے بک ارسلان کے بارے میں سلطان مسعود کو لکھا" تم نے بک ارسلان کو اس قدر بڑھا چڑھا دیا ہے کہ اور ارکان سلطنت و سرداران لشکر کو اس سے ناراضگی اور بددلی پیدا ہو گئی ہے مناسب یہ ہے کہ تم اسے خدمت سے علیحدہ کر دو اور اگر تم ایسا نہ کرو گے تو میں مداخلت کرنے پر آمادہ ہو جاؤں گا۔" سلطان مسعود نے یہ بات کسی بہانے سے ٹال دی اور اس حکم کی تعمیل نہ کی۔ سلطان ناراض ہو گیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا رے پہنچ گیا۔ سلطان مسعود نے حاضر ہو کر عذر و معذرت کی اور غلطی معاف کرالی۔

نہروان کی تباہی

جب اس بات کی خبر بقش کوز خر کو ہوئی کہ خلیفہ مقتفی عباسی نے سلطان مسعود کو لکھا ہے اور امداد طلب کی ہے تو نہروان کو لوٹ لیا۔ علی ابن دبیس والئی حلہ کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد سلطان مسعود اپنے چچا سلطان سنجر سے مل کر بغداد روانہ ہوا۔ ۵ شوال ۵۴۴ھ میں بغداد پہنچا۔ طرنطائی ڈر کر نعمانیہ بھاگ گیا' بقش کوز خر بھی نہروان سے کوچ کر گیا' علی ابن دبیس کو چھوڑ دیا' علی ابن دبیس نے بارگاہ سلطانی میں حاضر ہو کر معذرت کی' سلطان مسعود نے معذرت قبول کر لی۔

سلطان مسعود کا انتقال

رجب ۵۴۷ھ میں بمقام ہمدان سلطان مسعود[1] کا انتقال ہو گیا۔ زمانہ دعوائے سلطنت سے بائیس سال حکومت کی' اس کی حکومت کے زمانے تک سلجوقیہ اقتدار پر چھائے رہے اس کے بعد زوال شروع ہوا۔ اس کے انتقال سے گویا سلطنت سلجوقیہ کی موت واقع ہو گئی۔

---

[1] سلطان مسعود بن سلطان محمد ماہ ذی العقدہ ۵۰۱ھ میں پیدا ہوا۔ اس حساب سے ۴۵ برس کی عمر پائی۔ نہایت خلیق' خوش مذاق تھا۔ رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کرتا' خوش خلقی سے پیش آتا اور ان کے مال و زر پر دست درازی نہ کرتا تھا۔ سلاطین سلجوقیہ میں اس سے زیادہ نرم دل کوئی بادشاہ نہیں ہوا۔ اس کے بہت سے اوصاف اور فضائل کتب تواریخ میں لکھے ہیں۔ ہم نے بہ نظر اختصار اسی قدر پر اکتفا کیا۔ ایک ہفتہ تپ محرقہ میں بیمار رہ کر یکم رجب ۵۴۷ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۱۰۵ جلد ۱۱

باب ۶

سلجوقیہ کا زوال

سلطان محمد بن سلطان محمود

سلطان مسعود نے اپنے بھتیجے ملک شاہ ابن سلطان محمود کو اپنا ولی عہد نامزد کیا تھا' اسی بناء پر اس کے انتقال کے بعد امیر خاص بک نے شاہ کو مسند حکومت پر فائز کیا' بیعت کی' شاہی افواج نے بھی سلامی دی۔

سلطان مسعود کے انتقال کی خبر دارالخلافت بغداد پہنچی۔ مسعود بلال افسر پولیس بغداد تکریت بھاگ گیا۔ خلیفہ مقتفی لامراللہ عباسی کے افسر پولیس بغداد اور امراء سلطان مسعود کے مکانات مع مال و اسباب ضبط کر لیے گئے۔ اس کے بعد سلطان ملک شاہ نے ایک فوج سالار کرد کی ماتحتی میں حلہ روانہ کی' سالار نے حلہ پر قبضہ کر لیا۔ مسعود بلال افسر پولیس بغداد یہ سن کر تکریت سے حلہ آیا۔ سالار کرد سے ملا اس کی ہاں میں ہاں ملائی اور دوستی کا اظہار کیا یہاں تک کہ سالار کرد اور مسعود بلال سے بے تکلفی کے تعلقات پیدا ہو گئے ایک دن موقع پا سالار کرد کو گرفتار کر کے دریا میں ڈبو دیا اور حلہ پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ مقتفی لامراللہ عباسی کو اس کی خبر ملی تو آگ بگولا ہو گیا' وزیر السلطنت عون الدین ابن ہبیرہ کو حلہ پر فوج کشی کا حکم دیا۔ مسعود بلال فرات عبور کر کے مقابلہ پر آیا' لڑائی ہوئی' شکست کھا کر بھاگا' وزیر السلطنت نے حلہ پر قبضہ کر کے ایک فوج کوفہ کی جانب اور ایک فوج واسط بھیجی' چنانچہ کوفہ اور واسط بھی فتح ہو گیا۔ اس دوران سلطان ملک شاہ کا لشکر واسط آیا، وزیر السلطنت کی فوج نے واسط چھوڑ دیا۔ شاہی لشکر نے قبضہ کر لیا۔ خلیفہ مقتفی عباسی کو اس کی اطلاع ملی تو بہ نفس نفیس فوجیں لے کر واسط کی جانب پیش قدمی کی' شاہی لشکر یہ خبر سن کر واسط سے کنارہ کش ہو گیا۔ خلیفہ نے واسط پر قبضہ کر کے حلہ کی طرف پیش قدمی کی اور بڑھتا ہوا آخر ماہ ذی القعدہ سنہ مذکور میں دارالخلافت بغداد واپس پہنچ گیا۔

امیر خاص بک کا انجام

امیر خاص بک کو جس نے سلطان ملک شاہ کو مسند حکومت پر بٹھایا تھا اور سب سے پہلے بیعت کی تھی' انفرادی اور خود مختار حکومت کا شوق پیدا ہوا۔ چھ مہینے حکومت کے بعد ملک شاہ کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ محمد بن سلطان محمود کو خوزستان سے بلا کر مسند حکومت پر بٹھایا۔ جامع مسجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا' نذر گزاری' تحائف اور نذرانے پیش کیے چونکہ سلطان محمد کو امیر خاص بک کی حرکات کی خبر ہو چکی تھی اور لوگوں نے اس کی بدباطنی اور شرارت کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا اس وجہ سے سلطان محمد کے پہنچنے کے دوسرے روز جب وہ امیر خاص بک حاضر ہونے کے لیے آیا تو سلطان محمد نے اسے اپنے ہاتھ سے موت کے گھاٹ اتار دیا' اس کے ساتھ زنگی جاندار کا کام بھی تمام کر دیا جس نے طغاریک کو قتل کیا تھا۔ امیر خاص بک کے قتل کے بعد اس کا سارا مال و اسباب ضبط کر لیا گیا۔

یہ امیر خاص بک ایک ترکمانی کا بیٹا تھا۔ کسی ذریعہ سے سلطان مسعود کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ چالاک اور ہوشیار تھا۔ کئی نمایاں کام کیے سلطان مسعود نے اسے اپنے مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ شاہی افواج اور امراء سلطنت کی سرداری سے نوازا۔

البزری ترکی معروف بہ شملہ امیر خاص بک کا خاص ساتھی اور خیر خواہ تھا۔ اس نے امیر خاص کو سلطان محمد کے پاس جانے سے روکا تھا۔

جب امیر خاص لبک مارا گیا تو شملہ خوزستان چلا گیا اور اپنی حکومت و ریاست کا سلسلہ قائم کیا واللہ اعلم بغیبہ۔

ترکان غز کی لڑائی

غز (ترکوں کا ایک گروہ) ماوراء النہر میں رہتا تھا' ترکوں کا یہ ایک جرگہ تھا جس میں حکمرانان سلطنت سلجوقیہ بھی داخل ہیں' ماوراء النہر عبور کرنے کے بعد انہوں نے یہیں رہائش اختیار کی'مذہبا" مسلم تھے' جس وقت ترکان خطا' ملک چین اور ماوراء النہر پر قابض ہوئے تو ترکوں کا یہ جرگہ جو غز کے نام سے موسوم تھا خراسان چلا آیا اور اطراف بلخ میں سکونت اختیار کی' اس زمانہ میں محمود' ایاز' بختیار' طوطی' ارسلان اور معز' ان پر حکمران تھے۔' امیر قماج والئی بلخ نے ان لوگوں کو بلخ سے نکالنے کے لیے تیاری کی۔ ان لوگوں نے کچھ دے کر امیر قماج کو باز رکھا۔ یہ لوگ نماز روزے کے پابند تھے۔ زکوۃ دیتے تھے'قافلوں کی حفاظت کرتے تھے اور امن و امان سے رہتے تھے' کسی کو تکلیف و ایذا نہ پہنچاتے تھے۔

چند دن بعد امیر قماج کو ان کے نکالنے کا پھر خیال پیدا ہوا۔ سارے جرگہ کو اپنے ملک سے نکل جانے کا حکم دیا ترکان غز بگڑ گئے' شہر بدر ہونے سے انکار کر دیا۔ بحکم ہر کہ بہ تنگ آید بجنگ آمد مقابلہ کے خیال سے اپنے گروہ والوں کو جمع کیا' امیر قماج دس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ ترکان غز کو نکالنے کے لیے روانہ ہوا۔ ترکان غز کے سرداروں نے حاضر ہو کر مال و دولت پیش کیا' معذرت کی' واپس جانے کی درخواست کی' امیر قماج نے ایک نہ سنی۔ نوبت بجنگ رسید کا مضمون ہوا' ترکان غز نے امیر قماج کو شکست دی' اس کے لشکر کے ایک بڑے حصہ کو قتل کیا' رعایا پر بھی دست درازی کی' علماء و فقہاء بھی اس پامالی و قتل سے محفوظ نہ رہے' عورتیں اور بچے گرفتار کر لئے گئے' لونڈی غلام بنایا۔ مدارس اجاڑ دیئے' امیر قماج بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا۔ مرو پہنچا۔ سلطان سنجر کی خدمت میں حاضر ہوا' تمام واقعات سے آگاہ کیا۔

ترکان غز کی کامیابی

سلطان سنجر نے ترکان غز کو بلخ چھوڑ دینے' کا پیام بھیجا اور شاہی حکم پر عمل نہ کرنے کی صورت میں جنگ کی دھمکی دی۔ ترکان غز نے بڑی نرمی سے جواب دیا۔ خراج دینے کو تیار ہوئے'ملک چھوڑنے کے علاوہ اور احکام کی تعمیل پر آمادگی ظاہر کی مگر سلطان سنجر نے ان کی کوئی بات نہ مانی اور ایک لاکھ فوج سے ترکان غز پر حملہ کیا' نامی گرامی جنگ آزمودہ سردار رکاب میں تھے۔ گھمسان کی جنگ شروع ہوئی' آخر کار سلطان سنجر کو شکست ہوئی' ترکان غز دور تک تعاقب کرتے گئے۔ سلطان سنجر کے لشکر کا زیادہ حصہ مارا گیا' علاء الدین قماج مارا گیا اور سلطان سنجر چند سرداران لشکر کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔

جنگ کے اختتام کے بعد ترکان غز نے سرداران لشکر کو مار ڈالا' باقی رہا سلطان سنجر' اس کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آئے'اس کے ہاتھ پر حکومت کی بیعت کی اور اس کے ساتھ مرو میں داخل ہوئے۔ مرو' ملک خراسان کا دارالحکومت تھا۔ بختیار نے عرض کی "مرو مجھے بطور جاگیر عنایت فرمایئے" سلطان سنجر نے جواب دیا "یہ دارالسلطنت ہے اور دارالسلطنت جاگیر میں نہیں دیا جاتا" بختیار یہ سن کر ہنس پڑا' ترکان غز مذاق اڑانے لگے' سلطان سنجر یہ صورت حال دیکھ کر مسند حکومت سے علیحدہ ہو گیا۔ خانقاہ مرو میں چلا گیا اور ترکان غز نے بلاد خراسان پر قبضہ کر لیا۔

قابض ہونے کے بعد ترکان غز نے ظلم و ستم کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا' جو مظالم کبھی بھی نہ کیے گئے تھے اور جنہیں کانوں نے کبھی نہ سنا تھا وہ اہل خراسان پر کیے گئے لوگوں پر مختلف قسم کے ٹیکس عائد کیے' بازار میں تین کنستر لٹکا دیئے اور حکم دیا کہ "انہیں سونے سے بھر دو" عوام الناس آگ بگولا ہو گئے' لڑ پڑے' ترکان غز نے نیشاپور میں داخل ہو کر ایک جانب سے لوٹ لیا' عورتوں اور بچوں کے قتل سے بھی باز نہ آئے' چھوٹے اور بڑے بھی قتل اور غارت گری سے محفوظ نہ رہے' گاؤں' قصبات اور شہروں کو جلا کر خاکستر کر دیا' خراسان کے شہروں میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں پر کہ علماء' صلحاء اور قضاۃ ان کے مظالم کے شکار نہ ہوئے ہوں اور قتل و تباہ نہ کیے گئے ہوں' خراسان کے شہروں میں

صرف ہرات اور سیستان چونکہ انتہائی مضبوط و مستحکم تھے اس وجہ سے ترکوں کے ظلم اور غارت گری سے بچے رہے۔[۱]

امیر زنگی کا خاتمہ

بعض عجمی مورخین سے ابن اثیر نقل کرتے ہیں کہ عہد خلافت خلیفہ مہدی (یا مقتفی) عباسی میں ترکوں کا یہ گروہ اقصائے سرحد ترک سے ماوراء النہر آیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہوا' مقنع کندی نے شعبدہ اور خرق عادات دکھلا کر انہیں اپنا مطیع بنایا۔ ان کی وجہ سے مقنع کی قوت بڑھ گئی' جب مقنع کو اپنے ارادوں میں بخوبی کامیابی ہوئی اور اس کا مشن پورا ہوا تو شاہی لشکر اس کی روک تھام اور سرکوبی کے لیے چلا ان ترکوں نے مقنع کو گرفتار کر کے شاہی لشکر کے حوالہ کر دیا' اسی قسم کی حرکت ان ترکوں نے ملوک خانیہ کے ساتھ بھی کی۔ اس کے بعد ترکان قارغلیہ نے ان کو گرفتار کر کے جلاوطن کیا۔ امیر زنگی بن خلیفہ شیبانی نے جو کہ طغارستان پر قابض تھا' اپنے مقبوضہ شہر میں بلا کر ٹھہرایا۔ اپنی فوج میں بھرتی کیا' امیر قماج والئی بلخ اور امیر زنگی میں ایک عرصہ سے دشمنی کا سلسلہ چلا آ رہا تھا' امیر زنگی نے ترکان غز پر اترا کر امیر قماج پر حملہ کیا' امیر قماج نے ترکوں کو ملا لیا چنانچہ مقابلے کے وقت ترکان غز نے امیر زنگی کو دھوکہ دیا۔ امیر زنگی کو شکست ہوئی۔ امیر زنگی اور اس کا بیٹا گرفتار ہو گیا۔ امیر قماج نے دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ترکان غز کو امیر زنگی کے مقبوضہ شہر میں جاگیریں مرحمت کیں۔

امیر قماج کی شکست

حسین بن حسین غوری نے بلخ فتح کرنے کا ارادہ کیا' امیر قماج مقابلہ پر آیا۔ ترکوں کا یہ گروہ اس کی رکاب میں تھا۔ مقابلہ ہوا' ترکوں نے حسین غوری کا پلہ بھاری دیکھ کر امیر قماج کا ساتھ چھوڑ دیا' حسین غوری کی فوج میں مل گئے۔ امیر قماج کو شکست ہوئی۔ حسین غوری بلخ پر قابض ہو گیا۔ سلطان سنجر کو اس واقعہ کی خبر ملی تو لشکر تیار کر کے بلخ پر حملہ کیا۔

حسین غوری کو شکست ہوئی بلخ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ شکست کے بعد دربار سلطان سنجر میں حاضر ہوا' معذرت کی اور اطاعت و فرمانبرداری کا وعدہ کیا۔ سلطان سنجر نے غزنی کی حکومت پر واپس کر دیا اور ترکان غز اطراف طغارستان میں بدستور رہائش پذیر رہے' سلطان سنجر نے ان کو کچھ نہ کہا۔

امیر قماج کا انجام

امیر قماج کا دل چونکہ ان ترکوں سے صاف نہ تھا۔ گزشتہ واقعہ میں بمقابلہ حسین غوری دھوکہ دینے کی وجہ سے ناراض تھا اس وجہ سے امیر قماج نے انہیں اپنے مقبوضہ شہروں سے نکل جانے کا حکم دیا' ترکان غز نے مقابلہ کی تیاری کی' ہر جانب سے ترکوں کے جرگوں کو جمع کیا اور ارسلان بوقا ترکی کو امیر لشکر بنا کر نافرمانی پر تل گئے' امیر قماج بھی لشکر مرتب کر کے گوشمالی کے لیے بڑھا۔ انتہائی زبردست لڑائی ہوئی' سارا دن لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر کار امیر قماج کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ امیر قماج اور اس کا بیٹا ابوبکر گرفتار کر لیے گئے' ترکان غز نے انہیں مار ڈالا اور اطراف بلخ پر قبضہ کر لیا۔ قتل و غارت اور تباہی کرنی شروع کر دی' دیہات قصبات اور شہروں میں ویرانی پھیل گئی۔

مرو کی تباہی

ان واقعات سے آگاہ ہو کر سلطان سنجر نے فوجیں فراہم کیں۔ مقدمۃ الجیش پر محمد بن ابوبکر بن امیر قماج مقبول اور موید ابی آیہ کو

---

[۱] اس ہنگامہ میں ترکان غز نے بہت بڑی خونریزی کی بلا امتیاز قتل کیا' حسین ابن محمد ارسابندی قاضی علی ابن مسعود اور شیخ محی الدین محمد بن یحییٰ ترکوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ شعراء نے مرثیے لکھے' علی ابن ابراہیم کاتب کا مرثیہ زیادہ مشہور ہے۔ جس کے چار اشعار یہ ہیں:

مضی الذی کان یحیی اللناس من فیہ ۔۔۔ یسبیل بالفضل والافضال وادیہ

مضی ابن یحیی الذی قد کان صوب حیا ۔۔۔ لا یر شہر و مصباحہ سرا جیہ

خلا خراسان من علم و من ورع ۔۔۔ لما نعاہ الی الافاق ناعیہ

لما اما توہ ملت اللذین وا اسفا ۔۔۔ من ذالذی بعدہ محی الدین محییہ

تاریخ الکامل لابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۷۷

متعین کر کے محرم ۵۴۸ھ میں پیش قدمی کا حکم دیا۔ ان کی روانگی کے بعد خود بھی ایک بڑی فوج لے کر روانہ ہوا۔ ترکوں نے فدویت نامہ بھیجا' اطاعت و فرماں برداری کا وعدہ کرتے ہوئے مصارف فوج کشی کا تاوان دینے پر تیار ہوئے' سلطان سنجر نے درخواست نامنظور کی' سبق سکھانے کے لیے ترکوں کے سر پر پہنچ گیا' لڑائی چھڑ گئی' ترکوں نے شکست دے کر بلخ کی جانب پسپا کر دیا' پھر سلطان سنجر فوج کو آراستہ کر کے دوبارہ حملہ آور ہوا۔ ترکوں نے اس جنگ میں بھی اسے شکست دی' مرو بھاگ آیا۔ ترکوں نے تعاقب کیا' سلطان سنجر اور اس کے لشکر پر ترکوں کا رعب اس قدر غالب ہو گیا تھا کہ مرو میں بھی ٹھہر نہ سکا۔ بھاگ نکلا۔ ترکوں نے مرو میں داخل ہو کر قتل و غارت گری اور تباہی شروع کر دی۔ بڑے آئمہ' نامی گرامی علماء اور قضاۃ کو شہید کر دیا گیا۔ [1]

سلطان سنجر جس وقت مرو سے نکلا تھا' ترکوں نے گرفتار کر لیا اور اپنی عادت کے مطابق سلطان سنجر کو تخت پر بٹھایا' اطاعت و فرمانبرداری قبول کی۔ اس کے بعد مرو کی غارت گری پر پھر ہاتھ بڑھایا۔ اہل مرو نے مدافعت پر کمر باندھی' لڑنے کے لیے تیار ہوئے مگر ترکوں کی ظالمانہ قوت کا مقابلہ نہ کر سکے' پسپا ہوئے' مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیئے' شہر حوالہ کر دیا۔ ترکوں نے پہلے سے زیادہ تباہی کی' قتل اور غارت گری کا کوئی حساب نہ تھا۔

طوس کی تباہی

وزیر السلطنت طاہر بن فخر الملک بن نظام الملک اور تمام خراسانی امراء سلطان سنجر کی گرفتاری کے بعد سلطان سنجر سے جدا ہو کر نیشاپور چلے گئے۔ سلیمان شاہ بن سلطان محمود کو بلا کر مسند حکومت پر بٹھایا۔ چنانچہ ۱۹ جمادی الاخر سنہ مذکور میں سلیمان شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ خراسانی لشکر کا جم غفیر اکٹھا ہو گیا اور ترکوں پر حملہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی۔ ترک بھی مقابلے کے ارادے سے نکلے۔ فریقین نے مرو کے باہر صف آرائی کی۔ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ خراسانی لشکر ترکوں سے مرعوب ہو رہا تھا۔ میدان جنگ سے بھاگ نکلا' نیشاپور میں پناہ گزیں ہونے کا ارادہ کیا' ترکان غز تعاقب میں تھے' نیشاپور میں بھی نہ ٹھہر سکا' ترکوں نے طوس میں داخل ہو کر تباہی مچا دی' علماء' زہاد [2] اور روساء کو قتل کیا' مسجدیں مسمار کر دیں' عورتیں اور بچے تک ان کے مظالم سے نہ بچ سکے۔

نیشاپور کی تباہی

طوس کو اجاڑنے کے بعد ماہ شوال ۵۴۹ھ میں نیشاپور [3] کی تباہی کے لیے بڑھے' طوس سے زیادہ نیشاپور میں مظالم کیے' سارا شہر مقتولوں سے بھر گیا۔ علماء اور صلحاء کا ایک گروہ جامع اعظم میں جا کر پناہ گزیں ہوا' ترکوں نے انہیں بھی نہ چھوڑا۔ ایک ایک کو قتل کیا۔ کتب خانہ نذر آتش کیا۔ یہی مظالم اور زیادتیاں کاجوین اور اسفراین میں بھی کی گئیں۔ محاصرہ کیا' تباہی پھیلائی' باغات اجاڑ ڈالے' کھیتوں کو برباد کیا' بوڑھے' جوان' عورت اور بچے کوئی بھی ان کے مظالم سے محفوظ نہ رہا۔ ترکوں نے جس قدر مظالم ان مقامات میں کیے دوسرے شہروں میں نہیں کیے۔

۱۔ پہلی لڑائی ماہ محرم ۵۴۸ھ میں سلطان سنجر کے مقدمتہ الجیش سے ہوئی۔ مقدمتہ الجیش کو شکست ہوئی اتنے میں سلطان سنجر پہنچ گیا۔ ترکوں نے معذرت کی' سلطان سنجر نے ایک نہ سنی' لڑائی ہوئی۔ سلطان سنجر پسپا ہو کر بلخ پہنچا۔ ترکوں نے تعاقب کیا۔ سلطان سنجر نے پلٹ کر مقابلہ کیا پھر لڑائی ہوئی' سلطان سنجر شکست کھا کر مرو کی طرف بھاگا۔ یہ واقعہ ماہ صفر سنہ مذکور کا ہے۔ ترکوں نے مرو کا قصد کیا۔ خراسانی لشکر ترکوں کی آمد کی خبر سن کر خوف سے تھرا گیا' مرو چھوڑ دیا' ترکوں نے ماہ جمادی الاول سنہ مذکور میں مرو میں داخل ہو کر جو کچھ کرنا تھا' کیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۸' ۱۱۹

۲۔ طوس میں منجملہ ان علماء کے جو ترکوں کے ہاتھ شہید ہوئے۔ امام محمد مارسکی' علی موسوی' نقیب علوی' اسماعیل بن حسن خطیب اور شیخ الشیوخ محمد ابن احمد خصوصیت کے ساتھ کتب تواریخ میں مذکور ہیں۔ کسی نامی عالم اور شیخ کو قتل سے باقی نہیں چھوڑا۔ تاریخ ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۹

۳۔ ماہ شوال ۵۴۹ھ میں ترکوں نے نیشاپور کو تاراج کیا' کوئی شخص مزاحمت اور مدافعت کرنے والا نہ تھا کسی ایک متنفس کو زندہ باقی نہ چھوڑا۔ صرف دو محلوں میں محض مقتول مردوں کی تعداد پندرہ ہزار تھی۔ عورتوں اور بچوں کا اس میں شمار نہیں ہے جو عورتیں اور بچے باقی رہ گئے انہیں غلام اور لونڈی بنا لیا۔ سارا شہر مقتولوں سے پر تھا۔ گلیوں میں ٹیلہ کی طرح کشتوں کے پشتے لگے تھے عوام کا کیا ذکر ہے بہت سے علماء اور صالحین کو قتل کیا جن میں محمد بن یحییٰ فقیہ شافعی تھے جن کا مثل ابن

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وزیر طاہر بن فخر الملک کا انتقال

سلطان سلیمان شاہ کی حالت کمزور تھی، خوش تدبیر اور منتظم بھی نہ تھا، ترکوں کا مقابلہ نہ کر سکا۔ ماہ شوال ۵۴۸ھ میں اس کا وزیر طاہر بن فخر الملک بن نظام الملک انتقال کر گیا۔ سلیمان شاہ نے اس کے بیٹے نظام الملک دوم کو قلمدان وزارت سے نوازا، ایک اسی کا دم تھا جس سے سلیمان شاہ کچھ نہ کچھ ترکوں کے مقابلہ پر اڑا رہتا تھا اس کے انتقال سے ہمت ہار گیا۔ سلطنت کا بوجھ اٹھا نہ سکا۔ ماہ صفر ۵۴۹ھ میں جرجان واپس آیا۔ اراکین سلطنت نے اکٹھے ہو کر بار حکومت سے اسے سبکدوش کر کے سلطان سنجر کے بھانجے خان محمود بن محمد بن بقرہ خان کو اپنا سلطان بنا لیا۔ ماہ شوال میں خان محمود کو بلا کر تخت پر بٹھایا۔ اس کے نام کا جامع مسجد میں خطبہ پڑھایا گیا۔

ترکان غز اس وقت ہرات کا محاصرہ کیے تھے۔ خان محمود فوج تیار کر کے ہرات کو ترکوں کی دست برد سے چھڑانے کے لیے نکلا، ترکوں سے متعدد لڑائیاں ہوئیں، اکثر لڑائیوں میں ترکان غز کامیاب رہے۔ آخر کار ترکان غز ماہ جمادی الاول ۵۵۰ھ میں محاصرہ اٹھا کر مرو چلے آئے اور اہل مرو سے تاوان وصول کرنے لگے، خان محمود نے نیشا پور کی جانب پیش قدمی کی۔ نیشا پور پر موید نے قبضہ کر لیا تھا اس کے بعد ترکان غز نے خان محمود کو صلح کا پیام دیا، ماہ رجب سنہ مذکور میں دونوں کے مابین صلح ہو گئی۔

موید کی کامیابی

موید سلطان کا غلام تھا[۵] (ای ابہ) نام تھا "موید" کا لقب دیا تھا۔ اراکین سلطنت میں انتہائی چالاک اور بااثر شخص تھا۔ سرداران لشکر اس کے اشارے پر کام کرتے تھے۔ جس وقت ملک میں ترکان غز کا فتنہ رونما ہوا امراء و سرداران سلطنت سلجوقیہ بلاد خراسان میں منتشر ہو گئے اور حکمرانان سلجوقیہ کمزور پڑے اور ترکوں کا مقابلہ نہ کر سکے اس وقت موید نے بڑھ کر عنان انتظام اپنے ہاتھ میں لی۔ سپہ سالاران سلجوقیہ کا ایک گروہ موید سے آملا۔ فوجیں اکٹھی ہو گئیں، نیشا پور، طوس، نسا، ابیورد، شہرستان اور دامغان پر قابض ہو گیا اور لٹیرے ترکان غز کو ان شہروں سے مار بھگایا چونکہ موید انتہائی خوش خلق، عادل اور نرم دل تھا۔ اس وجہ سے رعایا نے اس کی اطاعت قبول کی، بہت سے خیر خواہ پیدا ہو گئے۔ جم غفیر اکٹھا ہو گیا۔ اس سے موید کا جاہ و جلال بڑھ گیا۔ رعب و داب کا سکہ چلنے لگا۔ خان محمود نے موید کو اپنی اطاعت کا پیام دیا، مذکورہ بالا مقامات کو حوالہ کرنے کا مطالبہ کیا اور دربار شاہی میں حاضری کا حکم دیا، فریقین میں خط و کتابت ہونے لگی، آخر کار سالانہ خراج دینے پر صلح ہوئی۔ موید نے زر خراج کی ادائیگی کی ضمانت دی، خان محمود آگے بڑھنے سے رک گیا اور موید کا ان شہروں پر قبضہ برقرار رہا۔

اینانخ کی کامیابی

سلطان سنجر کا ایک خادم اینانخ تھا۔ جس وقت ترکان غز کی غارت گری کا دور شروع ہوا، اینانخ خراسان سے رے چلا گیا اور رے پر قبضہ کر لیا۔ رے سلطان سنجر کے مقبوضہ ممالک میں سے تھا۔ اینانخ نے سلطان محمد شاہ بن محمود والئی ہمدان و اصفہان وغیرہ کی خدمت میں فدویت نامہ بھیجا۔ نذرانے و تحائف پیش کیے، چنانچہ سلطان محمد شاہ نے اینانخ کو حکومت رے پر بحال رکھا۔ سلطان محمد شاہ کے انتقال کے بعد اینانخ نے ہاتھ پاؤں نکالے رے کے سرحدی شہروں پر قبضہ کر لیا، اس سے اینانخ کی قوت بڑھ گئی، فوج کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی، جب سلیمان

...میں نہ تھا، طالب علم دور دراز ملکوں سے سفر کر کے ان کی خدمت میں آتے تھے۔ علماء نے ان کا مرثیہ لکھا، ابو الحسن علی بن ابو القاسم بیہقی کا مرثیہ زیادہ مشہور ہے اس کے دو اشعار نقل کیے جاتے ہیں وھو ھذا:

یاسائلاً فکاذم عالم متبحر	قد طار فی اقصی الممالک صلیته
باللہ قل لی یا ظلوم ولا تخف	من کان محی الدین کیف تمیته

موصوف کے علاوہ عبدالرحمٰن بن عبدالصمد اکاف، ابو البرکات فراوی، امام علی صباغ متکلم، احمد بن محمد بن حامد، عبدالوہاب فقابادی، قاضی صاعد بن عبدالملک ابن ساعد، حسن بن عبدالحمید رازی، اور بہت سے علماء کو ان ترکوں نے شہید کیا تھا مختصر ان ترکوں نے جو نام کے مسلمان تھے دنیائے اسلام پر وہ مظالم کیے جو کفار نے بھی نہ کیے تھے۔ ملخص از تاریخ کامل جلد ۱۱ صفحہ ۳۰

[۵] یہ نام تاریخ کامل سے نقل کیا ہے کتاب میں جگہ خالی ہے۔

شاہ نے ہمدان وغیرہ کی عنان حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں کر لی تو ایتاخ نے دربار شاہی میں حاضر ہو کر اطاعت و فرمانبرداری قبول کی۔ جس سے اس کی قوت میں دن بدن اضافہ ہو گیا' رے اور اس کے گرد و نواح پر اس کی خود مختار حکومت باقی رہ گئی۔ سلیمان شاہ جس زمانہ میں خراسان کا گورنر تھا' اس زمانہ سے ایتاخ سے خاصی واقفیت ہو گئی تھی۔

سلطان سنجر کا بھتیجا

سلطان سنجر کا بھتیجا سلیمان شاہ بن سلطان محمد بن ملک شاہ اپنے چچا سلطان سنجر کے پاس رہتا تھا۔ سلطان سنجر نے اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ خراسان میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ جس وقت ترکوں کا فتنہ کھڑا ہوا اور سلطان سنجر کو گرفتار کر لیا گیا' اراکین سلطنت اور امراء خراسان نے سلیمان شاہ کو مسند حکومت پر بٹھایا' سلیمان شاہ ترکوں کا مقابلہ نہ کر سکا۔ خوارزم کے پاس چلا گیا' خوارزم شاہ نے اپنی بھتیجی (اتسیس کی بیٹی) سے سلیمان شاہ کا نکاح کر دیا' لگانے بجھانے والوں نے لگا بجھا دیا۔ خوارزم شاہ کو سلیمان شاہ کی جانب سے بدظنی پیدا ہوئی' اپنے ملک سے نکال دیا۔ بے چارہ سلیمان شاہ اصفہان پہنچا' اصفہان کے افسر اعلیٰ پولیس نے اصفہان میں داخل نہ ہونے دیا' قاشان کی راہ لی سلطان محمد شاہ بن سلطان محمود کو اس کی خبر ہوئی' قاشان میں فوج بھیج دی۔ جس نے سلیمان شاہ کو شہر میں جانے سے روک دیا' پریشانی کی حالت میں خوزستان کی جانب روانہ ہوا۔ ملک شاہ نے خوزستان کی ناکہ بندی کر لی' سلیمان شاہ نجف چلا گیا اور وہیں رہائش اختیار کر لی۔

نجف میں قیام کرنے کے بعد سلیمان شاہ نے خلیفہ مقتفی عباسی کی خدمت میں عریضہ بھیجا' اپنے حالات لکھے اور بغداد آنے کی اجازت طلب کی۔ خلیفہ نے کہلا بھیجا کہ "تم اپنی بیوی کو بطور ضمانت بغداد بھیج دو تو میں تم کو بغداد آنے کی اجازت دوں گا" چنانچہ سلیمان شاہ نے اپنی بیوی کو چند لونڈیوں اور خادموں کے ساتھ بھیج دیا' خلیفہ نے بیگم سلیمان شاہ کو عزت و احترام سے ٹھہرایا اور سلیمان شاہ کو بغداد داخل ہونے کی اجازت دی' وزیر السلطنت ابن ہبیرہ' قاضی القضاۃ بغداد اور نقباء نے سلیمان شاہ کا استقبال کیا' خلیفہ مقتفی عباسی نے خلعت مرحمت کیا۔ سلیمان شاہ نے اطمینان سے بغداد میں قیام اختیار کیا' یہاں تک کہ ۵۵۱ھ کا دور آیا۔ سلیمان شاہ کو سال نو کے دربار میں حاضری کا حکم دیا گیا' قاضی القضاۃ روساء خاندان خلافت' اور اراکین سلطنت کے سامنے سلیمان شاہ نے خلیفہ مقتفی عباسی کی اطاعت و فرمانبرداری کی قسم کھائی' کسی حالت میں عراق سے تعرض نہ کرنے کا اقرار کیا' خلیفہ مقتفی عباسی نے اس بناء پر بغداد میں سلیمان شاہ کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی اجازت دی' اس کے باپ کے تمام خطابات عنایت کیے' خلعت فاخرہ سے نوازا' تین ہزار فوج مرحمت کی' امیر دوران امیر حاجب والیٔ حلہ کو سلیمان شاہ کا مصاحب متعین کیا۔

سلیمان شاہ ماہ ربیع الاول سنہ مذکور میں اس جاہ و جلال سے بلاد جبل کی جانب روانہ ہوا اور خلیفہ مقتفی عباسی نے حلوان کی طرف کوچ کیا' خلیفہ مقتفی نے ملک شاہ بن سلطان محمود کو طلبی کا فرمان بھیجا' ملک شاہ دو ہزار سواروں کی جمعیت سے حاضر ہوا۔ خلیفہ مقتفی نے حکم دیا کہ "تم سلیمان شاہ کے معاون و مددگار ہو، میں تمہیں سلیمان شاہ کے بعد تاج و تخت کا وارث نامزد کرتا ہوں" چچا اور بھتیجے نے ایک دوسرے کی امداد و اعانت کی قسم کھائی، خلیفہ مقتفی عباسی نے مال و دولت اور جنگی ہتھیار انہیں مرحمت فرمائے۔ ایلدکز والیٔ گنجہ و ارانیہ بھی ان لوگوں سے آملا۔ تمام کے تمام متفق ہو کر سلطان محمد سے جنگ کرنے کی غرض سے روانہ ہوئے۔

سلیمان شاہ کی گرفتاری

اس بات کی خبر سلطان محمد کو ہوئی' قطب الدین مودود بن زنگی والیٔ موصل اور اس کے نائب زین الدین علی کوچک کو یہ واقعات لکھ بھیجے' اتفاق اور امداد کی درخواست کی' قطب الدین مودود اور زین الدین علی نے سلیمان شاہ کے مقابلے میں ہمدردی و اطاعت کا بیڑا اٹھایا۔

سلطان محمد کو اس سے کافی تقویت ملی' لشکر مرتب کر کے اپنا چچا سلیمان شاہ کے مقابلہ کے لیے چل پڑا۔ ماہ جمادی الاول میں جنگ کا آغاز ہوا' دونوں فریق بے جگری سے لڑے' سلیمان شاہ کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' سلطان محمد کامیاب ہوا' سلیمان شاہ گرتا پڑتا شہر زور کے راستے بغداد روانہ ہوا' شہر زور پر والیٔ موصل کا قبضہ تھا۔ زین الدین علی کی جانب سے امیر بوزان اس شہر کا حاکم تھا۔ زین الدین علی اور امیر بوزان نے سلیمان شاہ کو گرفتار کر لیا اور حراست میں لے کر موصل لے جا کر قید کر دیا' سلطان محمد کو اس واقعہ سے آگاہ کیا اور آئندہ بھی ہر کام میں ہمدردی و مدد کا وعدہ کیا۔ سلطان محمد نے اس سے خوشی کا اظہار کیا اور شکریہ ادا کیا۔

سلطان سنجر کا فرار

سلطان سنجر کی گرفتاری' اراکین سلطنت سلجوقیہ کا انتشار پھر ان کے نیشاپور میں اکٹھے ہونے اور خان محمود بن محمد کو حکمران بنانے کے حالات آپ پڑھ چکے ہیں۔ قصہ مختصر ادھر خان محمود نے ترکوں کی روک تھام کی ادھر اتسز بن محمد بن انوشتگین نے خوارزم میں ان کی مزاحمت پر کمر باندھی' فریقین میں متعدد لڑائیاں ہوئیں' آخر کار ہر ایک فریق نے ملک خراسان کا کچھ نہ کچھ حصہ دبالیا۔ اسی زمانہ میں یا اس کے بعد سلطان سنجر کو فرار کا موقع مل گیا۔ ترکوں کی قید سے ماہ رمضان ۵۵۱ھ بھاگ نکلا' اس کے ساتھ وہ امراء بھی فرار ہو گئے جو اس کے ساتھ قید تھے۔ گرتا پڑتا ترمذ پہنچا دریائے جیحوں عبور کر کے مرو میں داخل ہوا جو اس کا دار الحکومت تھا۔ ۶ جمادی الاول ۵۴۸ھ سے ماہ رمضان ۵۵۱ھ تک قید رہا اس حساب سے تین سال چار مہینہ ہوئے۔

علی بک سردار ترکان قار خلیہ انتہائی سخت اور تند مزاج تھا' سلطان سنجر اس کی حراست میں رہا۔ اتفاق سے یہ فوت ہو گیا' ترکان قار خلیہ میں پھوٹ پڑ گئی' اس سے سلطان سنجر اور اس کے سرداروں کو فرار کا موقع مل گیا۔ واللہ یفعل مایشاء ویحکم مایرید۔

بغداد کا محاصرہ

سلطان محمد بن محمود نے اپنا چچا مسعود کے بعد اپنی مسند نشینی کے شروع زمانے میں مقتفی عباسی کی خدمت میں فدویت نامہ روانہ کیا۔ دستور کے مطابق سلاطین سلجوقیہ عراق و بغداد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی تھی' چونکہ خلیفہ کو سلاطین سلجوقیہ کی بداقبالی اور حکومت کے خاتمہ کا خطرہ ہو گیا تھا درخواست کو منظور نہ فرمایا۔ سلطان محمد کو اس سے برہمی پیدا ہوئی' ہمدان سے فوجیں لے کر عراق کے ارادے سے روانہ ہوا' قطب الدین والئی موصل اور اس کے نائب زین الدین نے محاصرہ بغداد میں امداد کا وعدہ کیا چنانچہ سلطان محمد ماہ ذی الحجہ ۵۵۱ھ میں بغداد پہنچا۔ خلیفہ مقتفی عباسی نے بھی لشکر فراہم کرنے کا حکم صادر فرمایا' خفلو برس لشکر واسط لے کر پہنچ گیا' مہلہل اس سے علیحدہ ہو کر حلہ چلا گیا اور قبضہ کر لیا۔ خلیفہ مقتفی عباسی اور عون الدین ابن ہبیرہ نے قلعہ بندی شروع کی' پل توڑ ڈالا۔ کشتیاں ہٹا دیں۔ اور ۲ محرم ۵۵۲ھ میں یہ منادی کرائی کہ کوئی شخص غربی بغداد میں نہ رہے۔ اس حکم کے مطابق باشندگان غربی بغداد اپنا مال و اسباب حریم خلافت میں اٹھا لائے اور غربی بغداد چند دنوں میں خالی ہو گیا۔

سلطان محمد کی ہمدان واپسی

جنگ کی مصلحت کے پیش نظر خلیفہ مقتفی عباسی نے خرسہ کے بالائی علاقہ کو ویران کرا دیا۔ اس طرح سلطان محمد نے جس طرف وہ خیمہ زن تھا اسے چٹیل میدان بنا دیا۔ منجنیقیں نصب کرائیں' فوج کو محاصرہ کا حکم دیا۔ خلیفہ مقتفی بھی اپنی فوج اور باشندگان بغداد کو جمع کر کے مقابلہ پر آیا۔ اتنے میں زین الدین کوچک لشکر لے کر موصل سے سلطان محمد کے پاس آ گیا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ محاصرہ میں سختی ہوئی' بغداد میں غلے کی آمدورفت بند ہو گئی' مہنگائی بڑھ گئی زین الدین کوچک اور اس کا لشکر جنگ میں خلیفہ کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوتاہی کر رہا تھا۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ سلطان نور الدین محمود زنگی نے اپنے بھائی قطب الدین والئی موصل کو خلیفہ کے مقابلہ میں جنگ کی ممانعت کی اس وجہ سے زین الدین کوچک جو قطب الدین کا نائب تھا' جنگ میں آگے نہیں بڑھتا تھا۔ غرض اسی دوران سلطان محمد تک یہ اطلاع پہنچی کہ اس کا بھائی ملک شاہ' ایلدکز والئی اران اور ارسلان بن ملک طغرل بن محمد ہمدان کے ارادے سے روانہ ہو گیا ہے' سنتے ہی ہوش و حواس جاتے رہے۔ بغداد کا محاصرہ اٹھا کر انتہائی تیزی سے ۲۴ ربیع الاول ۵۵۲ھ میں ہمدان کی جانب کوچ کیا اور زین الدین کوچک نے موصل واپسی اختیار کی۔

ملک شاہ' ایلدکز اور ملک ارسلان نے ہمدان کا محاصرہ کر لیا تھا' زیادہ دن نہیں گذرنے پائے تھے کہ سلطان محمد کی آمد کی خبر عام ہو گئی' محاصرہ اٹھا کر رے کا راستہ لیا۔ اینانج افسر پولیس رے نے مدافعت کی مگر کامیاب نہ ہوا' محاصرین نے اینانج کو شکست فاش دی اور رے کا پوری طرح سے محاصرہ کر لیا۔ سلطان محمد نے امیر شمس بن قماز کو ایک بڑی فوج کے ساتھ اینانج کی کمک پر روانہ کر دیا لیکن امیر شمس رے اس وقت پہنچا جب کہ ملک شاہ اور اس کے ساتھی سردار رے سے محاصرہ اٹھا کر بغداد جا رہے تھے۔ امیر شمس سے راستے میں لڑائی ہو گئی۔ ملک شاہ

نے امیر سنقر کو شکست دی' اس کے لشکر کو لوٹ لیا' سلطان محمد کو اس کی اطلاع ملی' فوراً بغداد کی جانب روانہ ہو گیا' حلوان پہنچا تو یہ خبر سنے میں آئی کہ ایلد کز دینور چلا گیا۔ اتنے میں ایتاخ افسر پولیس رے کا پیام بر پہنچا۔ عرض کیا کہ ہمدان پر سلطنت پناہ کا قبضہ ہے اور سلطان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا' شملہ والئی خراسان اپنے دارالحکومت میں بھاگ گیا' ایلد کز اور ملک شاہ کی فوج تتر بتر ہو گئی اور یہ دونوں اپنے اپنے شہر واپس چلے گئے۔ سلطان محمد نے بغداد کا جانا ملتوی کیا' اران کی فتح کے ارادے سے ہمدان کی طرف واپس ہوا' اران پر ایلد کز کا قبضہ تھا۔

سلطان سنجر کا انتقال

خراسان کے حکمران سلطان سنجر ۱؎ کا انتقال ماہ ربیع الاول ۵۵۲ھ میں ہوا۔ یہ اپنے بھائی برکیاروق کے زمانہ سے خراسان کا حکمران ہوا۔ اس کے بھائی سلطان محمد نے اسے ولی عہد مقرر کیا' سلطان محمد کے انتقال کے بعد تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔ تمام سلاطین نے اس کی اطاعت کو ذریعہ عزت سمجھا' اسلامی ممالک کے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ چالیس سال تک سلطان کے لقب سے پڑھا گیا۔ اس کے پہلے بیس برس تک خطبوں میں "ملک" کے خطاب سے یاد کیا جاتا رہا۔ تین سال چار ماہ ترکوں کی قید میں رہا۔ قید سے رہائی کے بعد انتقال ہوا' بغداد اور عراق سے اس کا نام کا خطبہ ختم کر دیا گیا۔ جاں کنی کے وقت حکومت خراسان پر اپنے بھانجے محمود بن محمد بن بغرا خان کو تاج و تخت کا مالک اور اپنا جانشین مقرر کیا۔ چنانچہ محمود نے جرجان میں رہائش اختیار کی' ترکوں نے مرو اور خراسان کو دبا لیا اور موید' نیشاپور اور خراسان کے اس حصہ پر جو نیشاپور سے متصل تھا' قابض ہو گیا' اسی صورت سے ۵۵۴ھ تک حکومت کا سلسلہ قائم رہا۔ اس کے بعد ترکوں نے سلطان محمود کی خدمت میں قاصد بھیجا' بہ اصرار تمام بادشاہ بنانے کے لیے بلایا' سلطان محمود ترکوں سے مطمئن نہ ہوا اور اپنی جگہ اپنے بیٹے کو ترکوں کے پاس بھیج دیا۔ ایک عرصہ تک ترکوں نے اس کی اطاعت کی' پھر خود سلطان محمود ترکوں کے پاس چلا گیا۔

ایتاخ کی شکست

ایتاخ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے سلطان سنجر کا خادم تھا۔ جب ترکوں کا فتنہ و فساد برپا ہوا' اراکین سلطنت سلجوقیہ متفرق ہو گئے اور سلطان سنجر کا انتقال ہو گیا' موید نے نیشاپور وغیرہ پہلے ہی سے دبا لیا تھا اس وجہ سے لشکر خراسان پر اس کا ایک خاص اثر پیدا ہو گیا۔ سرداران لشکر سنجر کو یہ حسد پیدا ہوا امراء کی ایک جماعت' موید سے منحرف ہو گئی' انہیں میں امیر ایتاخ بھی تھا۔

امیر ایتاخ کبھی موید کا ہم خیال اور ساتھی بن جاتا' کبھی ماژندران کا اور کبھی خوارزم شاہ کے پاس جانے کا ارادہ کرتا تھا مگر بظاہر موید ہی کا راگ الاپتا تھا۔ ۵۵۲ھ میں دس ہزار سواروں کی جمعیت سے ماژندران سے موید کی مخالفت کے لیے نکلا۔ نساء اور ابیورد پر قبضہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی ۲؎۔ موید کو اس کی اطلاع ملی۔ روک تھام کے لیے روانہ ہوا۔ پہنچتے ہی ایتاخ پر حملہ کیا' ایتاخ مقابلہ نہ کر سکا۔ شکست کھا کر ماژندران چلا گیا' ماژندران کا حکمراں رستم سے تعلقات پیدا کرنے کے خیال سے علی کا سر اتار کر رستم کے سامنے پیش کیا۔ رستم کو بے حد دکھ اور غصہ پیدا ہوا۔ اپنے یہاں سے ایتاخ کو نکال باہر کیا۔

ایتاخ کی کامیابی

سلطان محمود اور موید نے اپنی اطاعت کا پیام بھیجا' غارت گری چھوڑنے اور سلامتی سے رہنے کی ہدایت کی' ایتاخ نے کوئی توجہ نہ دی اپنے ڈھب پر قائم رہا۔ سلطان محمود اور موید ماہ صفر ۵۵۳ھ میں گوشمالی کے لیے روانہ ہوئے' ایتاخ یہ اطلاع سن کر بھاگ گیا' سلطان محمود اور ایتاخ نے تعاقب کیا' رستم شاہ ماژندران نے سلطان محمود اور موید کی خدمت میں نیازمندی کا عریضہ بھیجا' نذرانے اور تحائف پیش کیے' سلطان محمود اور موید نے اسے قبول کیا۔ ایتاخ نے یہ صورت حال دیکھ کر اظہار اطاعت کی غرض سے اپنے بیٹے کو بطور ضمانت سلطان محمود کی خدمت میں بھیج دیا۔ سلطان محمود کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر پیش قدمی نہ کی' موید کے ساتھ واپس آیا۔ ایتاخ نے جرجان' دہستان اور اس کے صوبہ

۱؎ سلطان سنجر بن ملک شاہ بن الپ ارسلان کا بعارضہ قولنج انتقال ہوا۔ ماہ رجب ۴۷۹ھ میں بمقام سنجار (دیار جزیرہ) میں پیدا ہوا خراسان میں سکونت اختیار کی' مرو کو دارالسلطنت بنایا' سخی' رقیق القلب عالی ہمت اور رعب و داب والا تھا' اس کے زمانہ میں بڑائی نہیں ہوئی' ایک قبہ میں مدفون ہوا جسے اس نے اسی غرض کے لیے بنوایا تھا اور دارالآخرۃ نام رکھا تھا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۴ے

۲؎ اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

قبضہ کرلیا۔

سنقر کی شکست

سنقر عزیزی' سلطان سنجر کے اراکین سلطنت میں سے تھا اس کا دل بھی موید سے صاف نہ تھا۔ جس وقت موید جنگ ایتاخ میں مشغول و مصروف ہوا تو سنقر عزیزی سلطان محمود بن محمد کے لشکر سے علیحدہ ہو کر ہرات چلا گیا اور قبضہ کرلیا۔ ہرات میں ترکوں کا ایک گروہ رہتا تھا۔ اس نے سنقر کو حسین بادشاہ غوری سے مل جانے اور اس کے علم حکومت کے زیر اثر حکومت کرنے کا مشورہ دیا۔ چونکہ سلطان محمود کی حکومت کمزور پڑ رہی تھی اور گورنران صوبہ جات ملک کو دباتے جاتے تھے' سنقر کے دماغ میں یہ بات نہ آئی' خود مختار حکومت کا خیال پیدا ہوا۔ موید کو اس کی خبر ہوئی' فوجیں مرتب کر کے ہرات پر یلغار کی۔ پہنچتے ہی محاصرہ کیا۔ سنقر کے ساتھی ترک موید سے مل گئے' اطاعت قبول کرلی اور سنقر کو دھوکہ سے مار ڈالا۔ سلطان محمود کا ہرات پر قبضہ ہو گیا۔ سنقر کے لشکر کا باقی ماندہ حصہ ایتاخ کے پاس چلا گیا اور اس کے قرب و جوار میں غارت گری کا بازار پھر گرم ہو گیا' ویرانی تباہی اور بربادی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ واللہ اعلم۔

موید کی کامیابی

جیسا کہ آپ نے ابھی پڑھا ہے کہ پہلے ہنگامہ کے بعد ترکوں نے بلخ میں قیام اختیار کیا خراسان کی غارت گری اور قتل سے دست کش ہو گئے اور تمام گروہ نے سلطان محمود بن خان محمد حکومت کی اطاعت قبول کرلی' موید اس کی سلطنت و حکومت کا مدبر اور قائد تھا۔ شعبان ۵۵۱ھ میں ترکوں کے ہاتھ میں پھر کھجلی پیدا ہوئی' بلخ سے مرو کی جانب غارت گری کے لیے بڑھے' سلطان محمود اس وقت سرخس میں تھا۔ موید تھوڑی سی فوج لے کر ترکوں کی روک تھام کے لیے روانہ ہوا ایک مقام پر مقابلہ ہو گیا جس میں موید کو کامیابی ہوئی' تعاقب کرتا ہوا مرو پہنچا ترکوں کا ایک بڑا گروہ مارا گیا' بہت سا مال و اسباب موید کے ہاتھ لگا' کامیابی کے ساتھ واپسی اختیار کی۔

موید اور سلطان محمود نے اس کے بعد ترکوں کی سرکوبی پر کمر باندھی' فوجیں آراستہ کر کے سرخس سے نکلے۔ ۵ شوال سنہ مذکور میں ترکوں سے مقابلہ ہوا' تین بار لڑائی ہوئی ہر مرتبہ ترکوں کو شکست ہوئی' چوتھی لڑائی میں ترکوں کا لشکر کامیاب ہوا' سلطان محمود کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' ایک بڑا گروہ مارا گیا' ترک مرو میں داخل ہوئے۔ اہل مرو کے ساتھ نرمی سے پیش آئے' علماء اور ائمہ وقت کی بڑی عزت کی' اس کے بعد سرخس اور طوس کی جانب بڑھے' لوٹ اور غارت گری کا بازار گرم کیا' دیہات' قصبات اور شہر ویران ہو گئے (اس واقعہ میں سرخس کے مقتولوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی تھی) غارت گری اور قتل سے فارغ ہو کر مرو واپسی اختیار کی۔

جلال الدین عمر کی عزت افزائی

شکست کے بعد سلطان محمود بن محمد جرجان چلا گیا مقابلے کی سکت نہ تھی' ترکوں کے آخری نتیجہ کا انتظار کر رہا تھا۔ ۵۵۴ھ میں ترکوں نے سلطان محمود کو بادشاہ بنانے کی غرض سے طلبی کی عرض داشت بھیجی' سلطان محمود نے جان کے خوف سے بہانہ کر دیا۔ تب ترکوں نے اس کے بیٹے جلال الدین عمر کو بادشاہت کے لیے بلایا۔ سلطان محمود نے ترکوں سے عہد و اقرار و حلف لے کر جلال الدین عمر کو بھیج دیا۔ ترکوں نے بڑی عزت افزائی کی' عزت و احترام سے اپنا بادشاہ بنایا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الآخر ۵۵۴ھ میں پیش آیا۔

امیر عمر بن حمزہ

سلطان محمود جلال الدین عمر کی روانگی کے بعد جرجان سے خراسان روانہ ہوا۔ تمام امراء سنجریہ ہمراہ تھے مگر موید نہیں گیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا نسا اور ابیورد پہنچا۔ امیر عمر بن حمزہ نسوی کو نساء کی حکومت پر مامور کیا' امیر عمر نے جیسا کہ سلطان محمود چاہتا تھا نساء کی حفاظت و حمایت کی۔ لوٹ مار کا خاتمہ کیا۔ سلطان محمود نساء کے باہر قیام پذیر ہوا۔

طوس کی بربادی

چونکہ اہل طوس نے ترکوں کی اطاعت قبول نہیں کی تھی اس وجہ سے ترکوں نے آخر ماہ جمادی الآخر سنہ مذکور میں نیشاپور سے طوس کا رخ کیا اہل طوس نے اپنی قوت و طاقت کے مطابق مقابلہ کیا لیکن کامیاب نہ ہو سکے' ترکوں نے طوس میں داخل ہو کر قتل و غارت گری

میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی' اسے برباد کر کے نیشاپور واپس آئے اور جلال الدین عمر بن سلطان محمود کے ساتھ بیہق کی جانب روانہ ہوئے' ۱۷ جمادی الاخر سنہ مذکور میں سبزوار کا محاصرہ کر کیا۔ نقیب عماد الدین محمد بن یحییٰ علوی حسینی دفاع کے لیے تیار ہوا' اہل سبزوار نے عماد الدین محمد کے اشارہ و حکم پر کام کیا۔ انتہائی جدوجہد اور ثابت قدمی سے ترکوں کا مقابلہ کرتے رہے' آخر کار ترک ناکام ہو کر ۲ جمادی الاخر سنہ مذکور میں نساء اور ابیورد کی طرف سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے واپس ہوئے۔

نیشاپور پر چڑھائی

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ جرجان سے جس وقت سلطان محمود خراسان روانہ ہو رہا تھا موید اس کے ساتھ نہیں گیا تھا' جرجان ہی میں رہ گیا تھا۔ سلطان محمود کی روانگی کے بعد جرجان سے خراسان روانہ ہوا' راستے میں ترکوں سے کسی گاؤں میں موید کا مقابلہ ہو گیا۔ موید سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ ایک ترکی سپاہی نے گرفتار کر لیا' موید دھوکا دے کر اس کے قبضہ سے نکل بھاگا۔ گرتا پڑتا نیشاپور پہنچا۔ پھر سلطان محمود ترکوں کے ساتھ ماہ شعبان سنہ مذکور میں نیشاپور پہنچا تو موید نیشاپور چھوڑ کر چلا گیا۔ ترکوں نے نیشاپور میں داخل ہو کر اہل نیشاپور کے ساتھ اچھے برتاؤ کیے۔ تھوڑی مدت قیام کر کے سرخس اور مرو کی جانب کوچ کیا' موید اپنا لشکر لیے ہوئے پھر نیشاپور آ پہنچا۔ اہل نیشاپور دفاع کے لیے تیار ہوئے موید نے محاصرہ کیا اور بزور شمشیر لڑ کر اسے فتح کیا۔ شہر لوٹ لیا۔ بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ غرض جو کچھ بھی ظلم و ستم کر سکا کر کے ماہ شوال ۵۵۴ھ میں بیہق واپس لوٹا۔

ملک شاہ کی پیش قدمی

بغداد کے محاصرہ سے جس وقت سلطان محمد بن سلطان محمود واپس ہوا خلیفہ عباسی نے اس کے نام کا خطبہ ختم کر دیا۔ سلطان محمد ہمدان پہنچ کر بیمار ہو گیا اور اس کا بھائی ملک شاہ قم اور قاشان کی جانب بڑھا اور انہیں بہت برے طریقے سے لوٹا قم اور قاشان والوں سے تاوان وصول کیا۔ غارت گری' مار دھاڑ کا ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ سلطان محمد نے ملک شاہ کو ان فضول کاموں اور ظالمانہ حرکات سے باز آنے کے لیے لکھا مگر ملک شاہ نے کوئی توجہ نہ دی' قتل و غارت گری کرتا ہوا اصفہان پہنچا۔ ابن خجندی اور رؤساء شہر کے پاس اپنی طاقت اور فرمانبرداری کا پیام بھیجا۔ خجندی اور رؤساء شہر نے معذرت کی' جواب دیا "ہماری گردنوں میں آپ کے بھائی سلطان محمد کی اطاعت کا طوق پڑا ہوا ہے' ہم ان عہد و پیمان اور قسم کو توڑ نہیں سکتے جو آپ کے بھائی سے کر چکے ہیں" ملک شاہ یہ سن کر ناراض ہوا' غارت گری اور قتل شروع کر دیا۔ سلطان محمد کو اس کی خبر ہوئی۔ ہمدان سے ملک شاہ کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا۔ اس کے مقدمتہ الجیش (ہراول) کا سردار کرجان خادم تھا۔ ملک شاہ کی فوج سلطان محمد کی آمد کی خبر سن کر منتشر ہو گئی' ملک شاہ بغداد کی طرف روانہ ہوا' مقام قوس (یا فرسین) میں موبدان اور سنقر ہمدانی مل گئے ان دونوں نے غربی بغداد سے خوزستان جانے کا مشورہ دیا۔

چنانچہ ملک شاہ نے واسط کا رخ کیا۔ شرقی بغداد میں اتر پڑا' اس کے ساتھیوں نے اردگرد کے دیہات کو تباہ کیا۔ عوام الناس آگ بگولا ہو گئے۔ انہوں نے دریا کے بند توڑ دیئے جس سے بہت سے آدمی ڈوب گئے' ملک شاہ کوچ و قیام کرتا ہوا خوزستان پہنچا' شملہ نے عبور سے روکا' ملک شاہ نے کہلا بھیجا "میرا ارادہ اپنے بھائی سلطان محمد کی خدمت میں حاضری کا ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی ارادہ نہیں۔" مگر شملہ نے اس خط پر بھی توجہ نہ کی' مقابلے پر آمادہ رہا۔ ملک شاہ نے ان کردوں میں قیام کیا جو وہاں مقیم اور سکونت پذیر تھے۔ ملک شاہ نے انہیں مسلح کر کے شملہ پر حملہ کیا۔ سنقر ہمدانی اور موبدان وغیرہ امراء لشکر ہمراہ تھے۔ اس واقعہ میں شملہ کو شکست ہوئی۔ اس کے ساتھیوں کا اکثر حصہ مارا گیا۔ ملک شاہ نے خوزستان پر قبضہ کر کے فارس کی جانب پیش قدمی کی۔ واللہ ہو المؤید بنصرہ من یشاء۔

سلطان محمد کا انتقال

سلطان محمد[1] بن محمود بن ملک شاہ کا آخر ۵۵۴ھ میں انتقال ہوا۔ سلطان محمد وہی ہے جس نے بغداد کا محاصرہ کیا تھا' خلیفہ مقتفی عباسی کو اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کا پیام دیا تھا اور خلیفہ مقتفی عباسی نے اسے منظور نہیں کیا تھا۔ محاصرہ بغداد سے واپس آ رہا تھا کہ راستے میں بیمار ہوا' ساڑھے سات برس حکومت کر کے سنہ مذکور میں اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔

سلطان محمود نے انتقال کے وقت اپنے بیٹے کو جو انتہائی کم سن تھا، سنقر احمدیلی کے سپرد کیا اور کہا "اس بچے کو میں تمہارے سپرد کرتا ہوں اسے تم اپنے مقبوضہ شہر میں لے جاؤ اس کی پرورش و تربیت کرو' مجھے امید نہیں ہے کہ میری فوج اس بچے کی اطاعت کرے گی۔" اس وصیت کی بناء پر سنقر احمدیلی سلطان محمد کے بیٹے کو مراغہ لے گیا۔ لشکر شاہی[2] کے اکثر حصہ نے سلیمان شاہ (مرحوم سلطان محمد کا چچا) کو مسند حکومت پر بٹھایا اور اس کے ہاتھ پر حکومت و سلطنت کی بیعت کی۔

زین الدین مودود کا استقبال

سلطان محمد کے انتقال کے بعد اکابر امراء ہمدان نے اتابک زین الدین مودود اور وزیر مودود کے پاس سلیمان شاہ کی طلبی کا پیام بھیجا۔ تمام نے مسند نشین کرنے کی غرض سے اس پر اتفاق کیا' قسمیں کھائیں چنانچہ شاہی جاہ و جلال سے سلیمان شاہ روانہ کیا گیا۔ زین الدین علی کوچک رکاب میں تھا۔ بلاد جبل کے نزدیک پہنچا' شاہی فوج نے گرم جوشی سے استقبال کیا' ہر روز ایک نہ ایک امیر باریابی کے لیے حاضر ہونے لگا۔ رفتہ رفتہ بہت بڑی جمعیت ہو گئی' زین الدین کو جان کا خطرہ پیدا ہوا۔ موصل واپس آیا اور سلیمان شاہ خدم و حشم کے ساتھ ہمدان میں داخل ہوا۔ اہل ہمدان نے پرتپاک خیر مقدم کیا' حکومت و سلطنت کی بیعت کی۔

خلیفہ مقتفی کا انتقال

خلیفہ مقتفی لامر اللہ عباسی کا ماہ ربیع الاول ۵۵۵ھ میں چوبیس سال خلافت کر کے انتقال ہو گیا۔ اس خلیفہ نے خود اختیاری کی قوت حاصل کر لی تھی' جس وقت سلطان مسعود سلجوقی کے بعد خاندان سلجوقیہ میں نفاق اور اختلاف پیدا ہوا اس وقت خلیفہ مقتفی عباسی' سلاطین سلجوقیہ کے اثر سے علیحدہ ہو گیا' اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا یوسف مستنجد باللہ عباسی مسند خلافت پر متمکن ہوا' خود مختار حکومت میں اپنے والد کے قدم بہ قدم چلا' بلاد ماہلی پر قبضہ کیا' لحف کو لے لیا اور اپنی جانب سے اس پر حاکم مامور کیا جیسا کہ اس کے والد کے زمانہ میں تھا۔ ان واقعات کو ہم ان دونوں کے حالات کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں۔

سرخس پر حملہ

ابھی آپ نے پڑھا ہے کہ جب ترکان غز (تاتار) کو غلبہ حاصل ہو گیا تو ان لوگوں نے خان محمود کو بادشاہ بنانے کے لیے بلا بھیجا' خان محمود تو جان کے خوف سے نہ گیا مگر اپنے بیٹے جلال الدین عمر کو ترکوں کے پاس بھیج دیا۔ چنانچہ ترکوں نے جلال الدین عمر کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ اس کے بعد محمود جرجان سے نساء روانہ ہوا اور ترکوں کا لشکر بھی آ کر مل گیا' مزید مقابلہ نہ کر سکا شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ محمود اور ترکی

---

[1] سلطان محمد کی ولادت ماہ ربیع الآخر ۵۲۲ھ میں ہوئی اس حساب سے ۳۲ سال کی عمر پائی۔ عارضہ سل میں انتقال ہوا۔ جب موت کا وقت قریب آیا تو لشکر کو حاضری کا حکم دیا۔ جواہرات اور قیمتی اسباب چنے گئے۔ شاہی خدام پیش ہوئے طیارہ میں بیٹھ کر ان سب کو دیکھا' رو پڑا' کہنے لگا۔ "یہ فوجیں' یہ خدام' یہ مال و زر' یہ جواہرات اور قیمتی قیمتی اسباب میری تکلیف کو ذرہ برابر کم نہیں کر سکتے اور نہ میری موت کے مقررہ وقت کو ایک لحظہ ٹال سکتے ہیں۔" عاقل' کریم اور رعب و داب والا تھا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۶

[2] سلطان محمد کے مرنے کے بعد ارکین دولت سلجوقیہ میں اختلاف پڑ گیا ایک گروہ نے ملک شاہ برادر سلطان محمد مرحوم کو تخت نشین کرنا چاہا۔ دوسرا گروہ سلیمان شاہ (سلطان محمد مرحوم کا چچا تھا) کے ساتھ ہو گیا۔ ان امراء کی تعداد زیادہ تھی تیسرا گروہ ارسلان شاہ کا ہوا خواہ ہو گیا جو ایلدکز کے ساتھ تھا ملک شاہ بہ دعوائے سلطنت خوزستان سے روانہ ہوا' دکلا والی فارس اور شملہ ترکمانی ہمراہ تھے۔ اصفہان پہنچا۔ ابن خجندی والی اصفہان نے اطاعت قبول کی' زر کثیر بطور نذر پیش کیا لشکر شاہی مقیم ہمدان کو اپنی اطاعت کا پیام بھیجا۔ سرداران لشکر چونکہ سلیمان شاہ کے ہوا خواہ تھے اس لیے انہوں نے انکار کر دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقتہ الحال۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۶

لشکر نساء میں داخل ہوا۔ کچھ مدت قیام کر کے محمود سرخس واپس گیا' موید پھر آ پہنچا' محاصرہ کر لیا' ترکی لشکر کو بزور شمشیر نکال کر قبضہ کر لیا اور شہر کو ویران اور تباہ کیا۔ یہ واقعہ ماہ شوال ۵۵۴ھ کا ہے۔ پھر جب محمود سرخس سے واپس ہوا تو موید نے سرخس کا رخ کیا محاصرہ کیا' اہل سرخس پر حملہ کیا اور لڑ کر اسے فتح کیا۔ سرخس فتح کر کے بیہق کی جانب گیا۔ ۵۵۵ھ میں پھر سرخس کی طرف واپس ہوا' شہر پناہ کو درست اور تعمیر کرایا' اہل سرخس کے ساتھ نیک سلوک کیے۔

قلعہ اشقیل کی فتح

قصہ مختصر موید ان شہروں پر قابض ہونے کے بعد ان کے گرد و نواح کے بدمعاشوں اور لٹیروں کی گوشمالی کی جانب متوجہ ہوا۔ چنانچہ اشقیل کو سر کیا۔ فرقہ زیدیوں کے سرکشوں کی گوشمالی کی' ان کے قلعہ کو مسمار و منہدم کر کے قلعہ خسرو جرد پر چڑھائی کی' قلعہ خسرو جرد' بیہق کے صوبہ میں تھا۔ اس قلعہ کو کیخسرو بادشاہ فارس نے بہ زمانہ جنگ افراسیاب تعمیر کرایا تھا۔ انتہائی مستحکم اور مضبوط تھا' اہل قلعہ مقابلہ پر اتر آئے مگر پسپا ہوئے اور موید اس پر قابض ہو گیا' ایک دستہ فوج اس کی حفاظت پر متعین کر کے بتاریخ ۲۵ جمادی الاول سنہ مذکور نیشا پور واپسی اختیار کی۔

خربندہ کا خاتمہ

چند دنوں کے بعد کندر متعلقات طرس (یا طریشت) پر حملہ کیا۔ اس شہر پر ایک شخص خربندہ نامی کا قبضہ تھا۔ رہزنی' قتل و غارت اس کا کام تھا۔ دن دہاڑے قافلہ لوٹ لیتا' گرد و نواح کے شہروں کو برباد کرتا اور جو مقابل یا مزاحم ہوتا اسے مار ڈالتا۔ غرض خراسان والے اس کی وجہ سے ایک بڑی مصیبت اور آفت میں مبتلا تھے۔ موید نے انتہائی ثابت قدمی سے محاصرہ کیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ آخر کار موید نے بزور شمشیر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ خربندہ اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر کے اہل خراسان کو اس مصیبت سے بعونہ تعالیٰ نجات دی۔ چونکہ اہل بیہق موید کی اطاعت سے پھر گئے تھے اس وجہ سے ماہ رمضان سنہ مذکور میں بیہق کا رخ کیا' اہل بیہق نے معذرت کی اور اطاعت قبول کر لی۔

جھگڑے کا خاتمہ

خان محمود بن سلطان محمد اس وقت تک ترکوں کے ساتھ تھا' ان واقعات کو سن کر متاثر ہوا' موید کے پاس پیام صلح بھیجا' نیشا پور اور طوس کی سند گورنری عنایت کی اس وجہ سے خان محمود' ترکان غز اور موید کے مابین مصالحت ہو گئی' لڑائی اور جھگڑا ختم ہو گیا۔

بزریہ کو شکست

خراسانی ترکوں میں سے ایک گروہ کا نام ترکان بزریہ ہے' اس کا سردار بغرا خاں بن داؤد تھا' خوارزم شاہ کی فوج نے ان پر حملہ کیا' مقابلہ ہوا' ترک شکست کھا کر بھاگے' ایک بڑا گروہ مارا گیا۔ بغرا خاں گنتی کے چند ترکوں کے ساتھ جان بچا کر سلطان محمود کی خدمت میں خراسان پہنچا' خوارزم شاہ کی شکایت کی' امداد کی درخواست کی۔ سلطان محمود کے ساتھی ترکوں کو ایناخ سے بدظنی پیدا ہوئی کہ ہو نہ ہو ایناخ ہی نے خوارزم شاہ کو ان ترکوں کے مقابلہ اور جنگ پر ابھارا ہے۔ تیار ہو کر بغرا خان کے ساتھ نساء اور بیورو روانہ ہوئے' ایناخ پر حملہ کا تہیہ کیا۔ ایناخ میں ان کے مقابلہ کی سکت نہ تھی شاہ ماژندران سے امداد کی درخواست کی۔ شاہ ماژندران دیلم' کرد اور ترکمانوں کا لشکر لے کر ترکان غز اور بزریہ کے مقابلے پر آیا۔ نواح دہستان میں زبردست جنگ ہوئی' شاہ ماژندران کے میمنہ میں تھا' ترکان اور بزریہ کے مقابلے پر آیا۔ نواح دہستان میں گھمسان کی جنگ ہوئی' شاہ ماژندران نے ان پر پانچ مرتبہ کامیابی حاصل کی۔

بزریہ کی کامیابی

ایناخ شاہ ماژندران کے میمنہ میں تھا' ترکان غز اور بزریہ نے اپنی کامیابی سے ناامید ہو کر ثابت قدمی سے شاہ ماژندران کے قلب لشکر پر حملہ کیا' اس حملہ میں شاہ ماژندران کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ ترکان غز اور بزریہ نے شکست خوردہ فوج کو انتہائی بری طرح پامال کیا۔ شاہ ماژندران نے ساریہ جا کر دم لیا۔ ایناخ خوارزم چلا گیا۔ ترکان غز اور بزریہ نے دہستان میں گھس کر لوٹ مار' قتل و غارت گری

شروع کردی' اہل جرجان کے ساتھ بھی اسی ظلم و ستم سے پیش آئے۔ اسے بھی برباد کر دیا۔ اہل جرجان و دہستان اپنی عزت و جان بچا کر دوسرے مقامات اور شہروں میں چلے گئے۔ یہ واقعات ۵۵۶ھ میں پیش آئے۔

ایناخ کی بقرا تکین پر چڑھائی

ایناخ کو جب اس واقعہ کے بعد ذرا اطمینان حاصل ہوا تو بقرا تکین پر چڑھائی کر دی جو صوبہ قزوین پر قبضہ کئے ہوئے تھا۔ بقرا تکین کو ایناخ کے مقابلہ میں شکست ہوئی۔ موید کے پاس بھاگ گیا اور اس کے مصاحبوں میں داخل ہو گیا۔ ایناخ نے بقرا تکین کے مال و خزانہ کو لوٹ لیا جس سے ایناخ کی طاقت میں اضافہ ہو گیا۔

ملک شاہ کا انتقال

اپنے بھائی سلطان محمد کے انتقال کے بعد ملک شاہ بن محمود خوزستان سے اصفہان گیا۔ شملہ ترکمانی اور وکلا والئی فارس ساتھ تھے ابن الخجندی رئیس اصفہان نے اطاعت قبول کی' اظہار اطاعت کی غرض سے زر کثیر نذر کیا' اس کے بعد ملک شاہ نے ارا کین سلطنت ہمدان کو اپنی فرماں برداری اور اطاعت کا پیام بھیجا چونکہ اہل ہمدان کا میلان طبع سلیمان شاہ (ملک شاہ کا چچا تھا) کی جانب تھا انکار کر دیا اور سلیمان شاہ کو موصل سے طلب کر کے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ ملک شاہ اصفہان کا تنہا مالک ہو گیا۔ فوجیں فراہم کیں' مال و دولت اور جنگی ہتھیار جمع کیے۔ خلیفہ مستنجد باللہ عباسی کی خدمت میں عرض داشت روانہ کی اور سلیمان شاہ کے بجائے اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی اور یہ شرط پیش کی کہ "اگر میری درخواست منظور ہو گی تو میں حسب دستور سابق تمام خدمات کی انجام دہی پر آمادہ ہوں اور اگر خلیفہ نے منظور نہ فرمایا تو پھر میں آپ کی اطاعت سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔" وزیر السلطنت عمید الدین ابن ہبیرہ کو یہ دھمکی ناگوار گزری' ایک لونڈی کے ذریعہ سے ملک شاہ کو زہر دلا دیا۔ ملک شاہ مر گیا' طبیب کو یہ معلوم ہو گیا' شملہ اور وکلا کو اس واقعہ سے آگاہ کیا' لونڈی گرفتار ہو کر پیش کی گئی اس نے زہر دینے کا اعتراف کر لیا۔

ملک شاہ کی موت کے بعد اہل اصفہان نے ملک شاہ کے ارا کین سلطنت اور فوج کو شہر سے نکال دیا۔ سلیمان شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا' خطبہ میں اس کا نام داخل کیا' شملہ اپنا سا منہ لے کر خوزستان کی طرف پلٹا۔ جن شہروں پر ملک شاہ نے قبضہ کر لیا تھا ان پر قابض ہو گیا۔

سلیمان شاہ کی حرکات

مسند سلطنت پر قبضہ کرنے کے بعد سلیمان شاہ عیش و عشرت میں مصروف ہو گیا' رات دن شراب پیے مست پڑا رہتا تھا۔ رمضان المبارک کا احترام تک نہ کیا' مسخرے' گویئے اور رند مشرب دربار میں بھرے رہتے تھے' ان حرکات سے مردانگی اور جرات جاتی رہی' امراء اور ارا کین سلطنت حاضری دربار سے رک گئے' شرف الدین کردباز خادم سے شکایت کی' شرف الدین کردباز انتہائی سنجیدہ متین' عقلمند' مذہبی خدام سلجوقیہ میں بااثر اور سلیمان شاہ کی حکومت و سلطنت کا منتظم و مدبر تھا۔ اس نے ارا کین سلطنت کو تسلی دی' موقع کا انتظار کرنے لگا۔

ایک دن سلیمان شاہ ہمدان کے باہر اپنے محل سرائے میں معمول سے زائد پی کر بدمست ہو گیا تھا۔ اس کے ہم نشین پاس بیٹھے گپیں مار رہے تھے اور قہقہے لگا رہے تھے' اتفاقاً" کسی ضرورت سے شرف الدین کردباز حاضر ہوا۔ یہ صورت حال دیکھ کر سلیمان شاہ کو نصیحت کی' سلیمان شاہ نشہ میں چور تھا' ہم نشینوں کو اشارہ کر دیا' وہ لوگ اس کا مذاق اڑانے لگے اور تہذیب کے دائرہ سے باہر ہو گئے' شرف الدین کردباز واپس ہو کر چلا آیا۔ جب سلیمان شاہ کا نشہ اترا تو اپنے کیے پر پچھتایا۔ شرف الدین کردباز سے معذرت کی' شرف الدین کردباز نے معذرت قبول کر لی لیکن دربار میں آنا جانا بند کر دیا۔ سلیمان شاہ کو اس سے خطرہ لاحق ہوا۔ ایناخ والئی رے کو شرف الدین کردباز کے مقابلہ کے لئے امداد کی غرض سے طلبی کا پیام بھیجا' ایناخ اس وقت بیمار تھا' حاضری کی معذرت کی اور صحت کے بعد امداد اور حاضری کا وعدہ کیا۔

سلیمان شاہ کا انجام

اس بات کی اطلاع شرف الدین کردباز کو مل گئی' رنج اور غصہ بڑھ گیا' ارا کین سلطنت کو بلایا' سلیمان شاہ کی برطرفی کا مشورہ کیا سب نے بالاتفاق سلیمان شاہ کو برطرف کرنے کی قسمیں کھائیں' شرف الدین کردباز نے پہلا کام یہ کیا کہ سلیمان شاہ کے ہم نشینوں کو گرفتار کر کے

قتل کر ڈالا۔ سلیمان شاہ نے اعتراض کیا تو یہ جواب دیا کہ میں نے تمہاری حکومت قائم رکھنے کی غرض سے یہ کام کیا ہے اس میں میری کوئی غرض نہیں ہے' اس کے بعد سلیمان شاہ کو دعوت دی' جیسے ہی سلیمان شاہ اور وزیر السلطنت ابوالقاسم محمود بن عبدالعزیز حاقدی داخل ہوئے دونوں مع خواص گرفتار کر لیے گئے۔ یہ واقعہ ماہ شوال ۵۵۵ھ کا ہے۔ وزیر السلطنت اور خواص اسی وقت قتل کر دیئے گئے۔ سلیمان شاہ کو بھی چند دن قید رکھ کر قتل کر دیا گیا۔

ملک ارسلان شاہ کی مسند نشینی

شرف الدین کردباز نے اس کے بعد ایلدکز والئی اران و آذربائیجان کو خط لکھا۔ مضمون یہ تھا کہ "سلیمان شاہ کے ناپاک وجود سے دنیا پاک ہو گئی ہے۔ جہاں تک ممکن ہو تم ملک ارسلان شاہ کو لے کر ہمدان آ جاؤ' مسند سلطنت خالی ہے۔ اراکین سلطنت سلجوقیہ بیعت کرنے کے لیے تیار ہیں" رفتہ رفتہ ان واقعات کی اینانج کو خبر ہوئی۔ فوج لے کر ہمدان پر چڑھائی کی' شرف الدین کردباز کو لڑائی کا الٹی میٹم دیا۔ شرف الدین کردباز نے حیلہ و حوالہ سے ٹالا۔ اتنے میں ایلدکز پہنچ گیا۔ بیس ہزار فوج رکاب میں تھی' ملک ارسلان شاہ بھی ہمراہ تھا۔ شرف الدین کردباز نے انتہائی گرم جوشی سے خیر مقدم کیا' ملک ارسلان شاہ کی مسند نشینی کی رسم ادا کی گئی اور اراکین نے بیعت کی۔

ایلدکز اتابک نے ملک ارسلان شاہ کی ماں سے نکاح کر لیا تھا۔ بہلوان محمد اور قزل ارسلان عثمان دو بیٹے پیدا ہوئے' ملک ارسلان شاہ کی مسند نشینی کے بعد ایلدکز عہدہ اتابک سے نوازا گیا۔ اس کا بیٹا بہلوان محمد جو ملک ارسلان شاہ کا اخیافی بھائی تھا' حاجب بنایا گیا۔ ایلدکز' سلطان مسعود کا غلام تھا۔ سلطان مسعود نے مسند حکومت پر فائز ہونے کے بعد اسے اران اور کچھ حصہ آذربائیجان کی حکومت مرحمت کی۔ جس وقت سلاطین سلجوقیہ میں فتنہ و فساد کی گرم بازاری ہوئی تو ایلدکز نے سب سے علیحدگی اختیار کی' سلطان سلجوقیہ میں کسی کا بھی ساتھ نہیں دیا۔ اپنے مقبوضہ شہروں میں حکمرانی کرتا رہا۔ اسی فتنہ کے زمانے میں ارسلان شاہ پہنچ گیا۔ ایلدکز نے عزت و احترام سے ٹھہرایا' یہاں تک کہ سلیمان شاہ کی موت کے بعد مسند حکومت پر فائز کیا گیا۔ ہمدان میں اس کے نام کا خطبہ جاری ہوا۔

ایلچی سے سلوک

ایلدکز اور اینانج والئی رے سے نامہ و پیام کر کے مصالحت کر لی' اتفاق اور اتحاد کا معاہدہ ہو گیا۔ اسی سلسلہ میں بہلوان ابن ایلدکز کا نکاح اینانج کی بیٹی سے ہوا جس سے رشتہ اتحاد اور زیادہ مضبوط ہو گیا' مستنجد باللہ عباسی کی خدمت میں فدویت نامہ بھیجا۔ عراق اور بغداد میں ارسلان شاہ کے نام کا خطبہ پڑھنے کی درخواست کی' جیسا کہ سلطان مسعود کے زمانہ حکومت میں تھا ویسا ہی حسب دستور تمام امور جاری رکھنے کا عہد کیا۔ مستنجد باللہ نے ایلچی کو ذلیل کر کے دربار سے نکال باہر کیا۔

جنگ کی نوبت

اینانج اور ایلدکز میں صلح ہونے کے بعد ایلدکز نے آقسنقر احمدیلی کو ارسلان شاہ کی اطاعت کا پیام بھیجا' آقسنقر نے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ تم مجھے میری حالت پر چھوڑ دو' ورنہ یاد رکھو کہ میرے پاس بھی خاندان سلجوقیہ کا ایک شاہزادہ موجود ہے' میں اس کو بیعت کر کے مسند نشین کروں گا۔ (آقسنقر کی نگرانی اور تربیت میں سلطان محمد بن سلطان محمود کا بیٹا تھا جسے سلطان محمد نے انتقال کے وقت آقسنقر کو سپرد کیا تھا) چونکہ وزیر السلطنت ابن ہبیرہ بھی دارالخلافت بغداد سے آقسنقر سے اس کے بیٹے کے نام کا خطبہ پڑھنے کا وعدہ کر رہا تھا' اس وجہ سے آقسنقر کو اس جواب کی زیادہ جرات ہوئی' ایلدکز اس جواب سے آگ بگولا ہو گیا۔ ایک فوج بہلوان کی ماتحتی میں آقسنقر کی سرکوبی کی غرض سے روانہ کی' آقسنقر نے شاہ بن سقمان والئی خلاط سے ایلدکز کے مقابلہ میں امداد کی درخواست کی' اتحاد اور موافقت کی قسم کھائی' چنانچہ شاہ ارمن نے آقسنقر کی کمک پر فوجیں بھیجیں' ایلدکز کے مقابلہ پر آیا لڑائی ہوئی' آقسنقر کو فتح حاصل ہوئی' بہلوان شکست کھا کر ہمدان لوٹ گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملک شاہ بن محمود کے انتقال کے بعد اصفہان میں لشکر و اراکین سلطنت سلجوقیہ کا ایک گروہ محمود ابن ملک شاہ کو لیے ہوئے فارس پہنچا' زنگی ابن دکلا سلغری والئی فارس نے محمود و ابن ملک شاہ کو ان لوگوں سے چھین لیا اور قلعہ اصطخر میں لے جا کر ٹھہرا دیا۔ جب ایلدکز نے ارسلان کو مسند نشین کیا اور دربار خلافت میں اس کا نام خطبہ میں داخل کرنے کی درخواست کی' تو وزیر السلطنت ابن ہبیرہ' ایلدکز کے خلاف

گورنران صوبجات کو ابھارنے لگا۔ چنانچہ ادھر آقسنقر سے سلطان محمد کے اس کم سن بچہ کے نام کا خطبہ پڑھنے کا وعدہ کیا جو آقسنقر کے پاس تھا اور ادھر زنگی بن وکلا والیٔ فارس کو لکھ بھیجا کہ تم محمود ابن ملک شاہ کو مسند حکومت پر فائز کر دو' میں دارالخلافت کے جامع مسجد میں ان کے نام کا خطبہ پڑھنے کی اجازت دے دوں گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ تم کو ایلدکز کے مقابلہ میں فتح حاصل ہو جائے۔ اس بناء پر زنگی نے محمود بن ملک شاہ کو مسند نشین کیا' بیعت کی' فارس میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ محل سرا کے دروازے پر پنج وقتہ نوبت بجنے لگی' فوجیں آراستہ کیں۔

اس واقعہ کی اطلاع ایلدکز کو ملی تو غصہ سے کانپ اٹھا۔ چالیس ہزار فوج لے کر بقصد فارس' اصفہان روانہ ہوا' زنگی کے پاس ارسلان شاہ کی اطاعت اور اس کے نام کا خطبہ پڑھنے کا پیام بھیجا۔ زنگی نے صاف انکار کر دیا۔ ایلدکز نے کہلا بھیجا "مجھے خلیفہ مستنجد باللہ عباسی نے تمہارے مقبوضات کی حکومت مرحمت کی ہے میں ان پر قبضہ کرنے کے لیے جاتا ہوں۔ مزاحمت کرنا ہو تو مقابلہ پر آ جاؤ۔" اور ایک دستہ فوج کو ارجان کی جانب پیش قدمی کا حکم دیا' ارسلان بوقا والیٔ ارجان (زنگی والیٔ فارس کا ایک امیر تھا) نے مقابلہ کیا' ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے۔ آخر کار ایلدکز کی فوج کو شکست ہوئی۔ ارسلان بوقا نے فتح کی خوشخبری زنگی کی خدمت میں روانہ کی۔ زنگی نے دربار خلافت میں اس کی اطلاع دی۔ اور امداد کی درخواست کی' وزیر السلطنت ابن ہبیرہ نے گورنران صوبہ جات کو زنگی کی امداد و اعانت کا حکم جاری کیا۔

لڑائی کے بعد صلح

چنانچہ اینانج رے سے دس ہزار فوج لے کر آ پہنچا۔ آقسنقر نے پانچ ہزار سوار کمک پر بھیجے۔ ابن بازدار والیٔ قزوین اور ابن طغاریک (جو کہ ایلدکز کے امراء اور ارا کین تھے) اینانج کے پاس چلے آئے۔ زنگی نے سیرم کو تباہ کیا' ایلدکز نے زنگی کی مدافعت پر فوج روانہ کی' زنگی نے انہیں شکست دی۔ ایلدکز کے پاس شکست کھا کر واپس آئے ایلدکز نے آذربائیجان سے امدادی فوج طلب کی' چنانچہ بیس بن قزو ارسلان ایک بڑی فوج لے کر آ گیا' ایلدکز نے اینانج کی کمک پر فوجیں روانہ کیں۔ دونوں حریفوں کا ۹ شعبان سنہ مذکور میں مقابلہ ہوا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ آخر کار اینانج کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' فوج کا اکثر حصہ مارا گیا' نامی گرامی سردار مارے گئے' فتح مند گروہ نے اینانج کی لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ اینانج اپنی جان بچا کر رے میں داخل ہو کر قلعہ طبرک میں قلعہ بند ہو گیا۔ ایلدکز نے پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ ایلدکز اور اینانج میں صلح کا نامہ و پیام ہونے لگا۔ آخر دونوں میں مصالحت ہو گئی۔ ایلدکز نے اینانج کو جرادقان دے دیا۔ صلح ہو گئی۔ ایلدکز ہمدان واپس روانہ ہو گیا۔

سرداروں کو سزائیں

موید نے ماہ ربیع الآخر ۵۵۶ھ میں نیشاپور کے چند سرداروں کو اس وجہ سے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا کہ ان کے مورثوں اور آباؤ اجداد نے اہل نیشاپور کو تباہ و برباد کیا تھا جس میں نقیب علویہ ابوالقاسم زید بن حسن حسینی بھی تھا اور یہ الزام لگایا کہ اگر تم لوگ ان کو قتل و غارت گری سے روکتے تو ضرور وہ رک جاتے۔ گویا تم ہی لوگوں نے ان کاموں کا ارتکاب کیا اور تم ہی اس کے ذمہ دار ہو' غرض اس الزام میں فسادیوں کی ایک جماعت کو سزائے موت دے دی گئی۔

ان فسادیوں نے مساجد' مدارس اور کتب خانوں کو بھی تباہ کیا۔ یہ تمام مقامات بھی ان کی غارت گری اور تباہ کاری کی نذر ہوئے' کسی چیز کو جلایا اور کسی چیز کو مسمار کر دیا' علماء اور روساء کو قتل کیا۔ جس کا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ قید ہو کر قتل کیے گئے۔

اس کے بعد موید شادیاخ چلا آیا اس کا شہر پناہ درست کرایا۔ اردگرد کی خندقوں کی مرمت کرائی' حفاظت کی غرض سے وہیں بود وباش اختیار کیا۔ نیشاپور چٹیل میدان ہو گیا۔

شادیاخ کا محاصرہ

عبداللہ بن طاہر نے شادیاخ کو اپنے زمانہ گورنری میں آباد کیا تھا۔ عبداللہ بن طاہر اور اس کے حاشیہ نشین شادیاخ میں رہتے تھے۔ عبداللہ بن طاہر کے بعد شادیاخ اجڑ گیا' الپ ارسلان نے پھر اسے آباد کیا' مگر مذکورہ فسادیوں نے اسے پھر ویران اور برباد کر دیا۔ تب موید نے

اسے آباد کیا اور از سر نو شہر کی عمارات تعمیر کرائیں۔ نیشاپور بالکل ویران ہو گیا۔ تاتاریوں نے شادیاخ پر پھر حملہ کیا۔ خان محمود خراسان کا بادشاہ ان لٹیرے تاتاریوں کے ساتھ تھا۔ چنانچہ دو مہینہ تک موید شادیاخ میں محاصرہ کیے رہا۔ اس کے بعد کسی وجہ سے خان محمود حمام کے بہانے سے تاتاریوں سے علیحدہ ہو کر شہرستان چلا گیا اور وہیں قیام اختیار کیا۔ آخر شوال سنہ مذکور تک شادیاخ کا تاتاری محاصرہ کیے رہے۔ جب کامیابی کی صورت دکھائی نہ دی تو لوٹ مار کرتے ہوئے واپس ہو گئے' دیہات قصبات اور شہر طوس میں تباہی پھیلائی اور لوٹ مار کی۔

خان محمود و جلال محمد کا قتل

نیشاپور میں جب خان محمود داخل ہوا تو موید نے رمضان ۵۵۷ھ تک عزت و احترام سے رکھا۔ اس کے بعد گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں۔ مال و اسباب اور خزانہ جو کچھ اس کے ساتھ تھا سب پر قبضہ کر لیا۔ خان محمود کے ساتھ جلال محمد بھی گرفتار کر لیا گیا تھا' چنانچہ دونوں کو قید کی حالت میں قتل کر دیا گیا۔ موید نے خطبہ میں مستنجد باللہ خلیفہ عباسی کے بعد اپنا نام داخل کرایا اور بادشاہت کا اعلان کر دیا۔

شہرستان کی فتح

ماہ شعبان [1] میں موید نے شہرستان اور نواح نیشاپور فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ پہنچ کر شہرستان کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے تنگ ہو کر ہتھیار ڈال دیئے۔ موید کی فوج نے شہرستان لوٹ لیا' غارت گری کا بازار گرم ہو گیا مگر بہت جلد موید نے اپنی فوج کو قتل و غارت سے روک دیا اور شہرستان اس کے دائرہ حکومت میں داخل ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

کرمان کی طرف پیش قدمی

شہرستان کی فتح سے فارغ ہو کر موید نے قلعہ دسکرہ (طوس) کا رخ کیا۔ ابوبکر جاندار اس قلعہ کا حاکم تھا۔ اس نے قلعہ بندی کر لی۔ موید ایک مہینہ تک محاصرہ کیے رہا' فتح نہ ہوا۔ چونکہ اہل طوس' ابوبکر کی بداخلاقی اور ظلم سے تنگ آ گئے تھے محاصرہ اور جنگ میں موید کا ہاتھ بٹایا۔ ابوبکر نے اس کا احساس کر کے ہتھیار ڈال دیئے' قلعہ کی چابیاں حوالہ کر دیں' موید نے ابوبکر کو جیل میں ڈال دیا۔ کرمان کی جانب پیش قدمی کی۔ اہل کرمان نے سر اطاعت خم کر دیا۔

اسفرائن کی تسخیر

اسفرائن کو فتح کرنے کی غرض سے فوج روانہ کی۔ والئی اسفرائن عبدالرحمن بن محمد قلعہ بند ہو گیا۔ موید کی فوج نے محاصرہ کر دیا۔ آخر کار عبدالرحمن نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور اپنے کو اس کے حوالہ کر دیا۔ موید نے اسے پابہ زنجیر شادیاخ بھیج دیا' جہاں جیل میں ڈال دیا گیا اور ماہ ربیع الآخر ۵۵۸ھ میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ فتح اسفرائن کے بعد موید نے قہندز اور نیشاپور کے قرب و جوار پر قبضہ کر لیا۔ حکومت و سلطنت مستحکم ہو گئی۔ جیسا کہ اس سے پیشتر امن و امان قائم تھا پھر اسی طرح قائم ہو گیا۔ پرانے شہر کو مسمار کر کے شادیاخ کا شہر نئے سرے سے آباد کیا۔

بوشنج و ہرات پر چڑھائی

اس کے بعد موید کو بوشنج اور ہرات کی تسخیر کا خیال پیدا ہوا۔ فوجیں آراستہ کر کے محاصرہ کر لیا۔ یہ دونوں مقامات ملک محمد بن حسین بادشاہ غوری کے قبضہ میں تھے چنانچہ ملک محمد نے موید کی مدافعت پر فوجیں روانہ کیں۔ موید نے یہ خبر سن کر محاصرہ اٹھا لیا۔ بوشنج اور ہرات جیسا کہ ملک محمد کے قبضہ میں تھا ان پر قبضہ برقرار رہا۔

کرج کی شروانی پر چڑھائی

شعبان ۵۵۶ھ میں کرج نے شروانی (صوبہ اران) پر چڑھائی کی اور بزور شمشیر اسے فتح کر کے برباد کیا۔ بہت سے مارے گئے اور اکثر قید کر لیے گئے۔ شاہ ارمن ابن ابراہیم بن سکمان والئی خلاط نے ایک بڑی فوج جمع کی جس میں مجاہدین بھی تھے اور باقاعدہ فوج بھی تھی' کرج نے

[1] بجائے ۵۵۹ھ کے ۵۵۶ھ پڑھیں۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۳

تمام کرتا ہوا کرج کے سر پر پہنچا۔ جنگ شروع ہو گئی' شاہ ارمن ابن ابراہیم کو شکست ہوئی' مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد گرفتار کر لی گئی اور بہت سے جنگ کے دوران مارے گئے۔

کرج کی شکست

پھر کرج نے ماہ شعبان ۵۵۷ھ میں تیس ہزار فوج سے اسلامی شہروں پر حملہ کیا' شہر دوین (صوبہ آذربائیجان) اور بلاد جبل اور اصفہان کا کچھ حصہ دبا لیا' ایلدکز کو اس کی خبر ہوئی' فوجیں آراستہ کیں اور کرج سے بدلہ لینے کے لیے چل پڑا' شاہ ارمن ابن ابراہیم ابن سکمان والئی خلاط اور آقسنقر والئی مراغہ بھی ایلدکز کے ہمراہ تھے۔ پچاس ہزار جنگ آور رکاب میں تھے۔ ماہ صفر ۵۵۸ھ میں کرج کے شہروں میں داخل ہو کر لڑائی کا میدان گرم کر دیا۔ کرج نے بے جگری سے مقابلہ کیا مگر کامیاب نہ ہوا' فتح مندی کا سہرا لشکر اسلام کے سر پر بندھا۔ بے شمار مرد' عورت اور لڑکے گرفتار کر لیے گئے۔ امراء کرج میں سے ایک امیرزادہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ لشکر اسلام کا ایک دستہ لے کر کمین گاہ میں بیٹھ گیا۔ کرج نے لشکر اسلام پر حملہ کیا اور فتح مندی کے خیال سے لڑتا ہوا بڑھا۔ لشکر اسلام آہستہ آہستہ پیچھے ہٹا جیسے ہی کرج کمین گاہ سے آگے بڑھے۔ امیرزادہ کرج نے کمین گاہ سے نکل کر حملہ کر دیا۔ کرج شکست کھا کر بھاگے' لشکر اسلام نے تلواروں پر رکھ لیا۔ دور تک تعاقب کرتے چلے گئے اور بہت سے کرج مارے گئے اور بے شمار قید کر لیے گئے' لشکر اسلام کامیابی کے ساتھ مال غنیمت لے کر واپس ہوا۔

موید کی چڑھائی

والئی نیشاپور موید نے ۵۵۸ھ میں صوبہ قومس پر چڑھائی کی' بسطام اور دامغان پر قبضہ کر لیا۔ بسطام کی حکومت پر اپنے غلام تنکز کو مامور کیا۔ تنکز اور شاہ مازندران سے ناراضگی پیدا ہو گئی۔ جنگ تک نوبت پہنچی' چنانچہ ماہ ذی الحجہ ۵۵۸ھ میں دونوں فریق لڑ پڑے۔ شاہ مازندران کو شکست ہوئی۔ تنکز نے اس کے کیمپ کو لوٹ لیا۔

چونکہ موید اور ایلدکز میں اتحاد کے تعلقات تھے اس وجہ سے قومس پر موید کے قبضہ کے بعد سلطان ارسلان بن طغرل بن محمد بن ملک شاہ نے موید کو خلعت فاخرہ' جھنڈے اور بہت سے تحائف روانہ کیے اور ملک خراسان کے جن شہروں کو وہ فتح کر چکا تھا' ان کی بھی اور آئندہ جن شہروں کو بھی وہ فتح کرے ان کی حکومت و گورنری عنایت فرمائی اور اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کی ہدایت کی۔ موید نے اس پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ خلعت زیب بدن کیا صوبہ قوس طوس اور سارے صوبہ نیشا پور میں سلطان ارسلان کے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم دیا اور سلطان ارسلان کے نام کے بعد خطبہ میں اپنا نام داخل کیا جرجان اور دہستان میں خوارزم شاہ بن ارسلان بن اتسز کا اور اس کے امیر ایتاخ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا' مرو' بلخ اور سرخس پر تاتاریوں کا قبضہ تھا ہرات پر امیر اتیکین تاتاری حکومت کے تحت حکمرانی کر رہا تھا' ان مقامات پر سلطان سنجر کا خطبہ پڑھا جاتا تھا الفاظ یہ تھے۔ اللھم اغفر للسلطان السعید سنجر وبعدہ لا میر تلک المدینتہ واللہ تعالی ولی التوفیق۔

قارغلیہ کی شکست

سمرقند و بخارا کی حکومت پر خاقان چین نے خان جعفر ابن حسین تکین کو متعین کیا' خان جعفر قدیم خاندان شاہی کا رکن تھا۔ ۵۵۷ھ میں خاقان چین نے فرمان بھیجا کہ "ترکان قارغلیہ کو اپنے ممالک مقبوضہ سے کاشغر کی جانب جلا وطن کر دو' وہ وہاں جا کر مقیم ہوں اور ہتھیار نہ باندھیں بلکہ کاشت کاری کریں اور روزی حاصل کرنے کی غرض سے دوسرے پیشے اختیار کریں" خان جعفر نے ترکان قارغلیہ کے اخراج پر کمر باندھی' قارغلیہ نے ترک وطن کرنے سے انکار کیا۔ مخالفت پر تل گئے' جمع ہو کر بخارا کی طرف بڑھے' اہل بخارا خان جعفر سے مل گئے' یہ اس وقت سمرقند میں تھا اور بظاہر قارغلیہ کے شر سے بچنے کے لیے قارغلیہ سے ملتے رہے یہاں تک کہ خان جعفر اپنی فوج لے کر پہنچ گیا اور قارغلیہ پر حملہ کر دیا۔ قارغلیہ کو شکست ہوئی۔ اللہ تعالی نے اہل بخارا اور سمرقند کو ان کے شر سے نجات عطا کی۔

۵۵۹ھ میں امیر صلاح سنقر (سلطان سنجر کا خادم) نے بلا طالقان پر قبضہ کر لیا' غرشتان پر فوج لے کر چڑھائی کی۔ متعدد حملے کیے آخر کار اہل غرشتان نے اس کی اطاعت قبول کی۔ طالقان اور غرشتان کے قلعوں پر اس کی حکومت کا پرچم لہرانے لگا' امراء غز (تاتار) کے ساتھ صلح و امن کا سلوک رکھا۔ ہر سال انہیں خراج کی ادائیگی کرتا تھا۔

امیرا تیکین کا انجام

والئی ہرات امیرا تیکین اور ترکان غزنین میں صلح تھی۔ صلح کے زمانہ میں ترکان غز نے بادشاہ غور محمد ابن حسین کو قتل کر دیا جیسا کہ سلاطین غوریہ کے حالات میں تحریر کیا گیا' امیرا تیکین کو مملکت غور کے فتح کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ فوجیں آراستہ کر کے ماہ رمضان ۵۵۹ھ میں بلاد غوریہ پر حملہ کر دیا۔ اہل غور مقابلہ پر آئے۔ لڑائیاں ہوئیں آخر کار انہیں لڑائیوں میں امیرا تیکین قتل ہو گیا۔

امیرا تیکین کے مارے جانے سے ترکان غز کو ہرات پر قبضہ کا لالچ پیدا ہوا' جمع ہو کر ہرات پر چڑھائی کی۔ اہل ہرات نے اثیر الدین نامی ایک شخص کو اپنا امیر بنا لیا تھا مگر اس پر یہ الزام لگایا کہ یہ ترکان غز سے مل گیا ہے' قتل کر دیا' ابوالفتوح بن علی بن فضل اللہ طغرائی کو ہرات کی امارت پر متعین کیا اور موید کی خدمت میں فدویت نامہ بھیج کر اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا ثبوت دیا۔ موید نے اپنے خادم سیف الدین تنکز کو ہرات کا حاکم مامور کیا اور ہرات کو ترکوں کے حملے سے محفوظ رکھنے کی غرض سے ہرات سے محاصرہ اٹھا لیا اور موید کی طاعت کر لی۔ چنانچہ ہرات وغیرہ پر موید نے قبضہ کر لیا۔

شاہ ماژندران کا انتقال

ابھی آپ نے پڑھا ہے کہ موید والئی نیشاپور نے قومس اور بسطام پر قبضہ کر کے اپنی جانب سے اپنے خادم تنکز کو مقرر کیا تھا ۵۵۹ھ میں شاہ ماژندران رستم بن علی بن شہریار بن قارن نے ایک فوج سابق الدین قزوینی کی ماتحتی میں ان مقامات کو فتح کے لیے روانہ کی' قزوینی نے پہلے دامغان پر حملہ کیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ تنکز کو اس کی اطلاع ملی۔ خم ٹھونک کر مقابلہ پر آیا' قزوینی نے پہلے ہی حملہ میں تنکز کو شکست فاش دے کر ان شہروں پر قبضہ کر لیا۔ تنکز شکست کھا کر موید کے پاس نیشاپور واپس آیا مگر آرام سے نہ بیٹھا۔ آئے دن بسطام اور طوس پر چڑھائی کرتا رہتا۔

شاہ ماژندران کا ربیع الاول ۵۶۰ھ میں انتقال ہو گیا۔ علاء الدین شاہ ماژندران نے اپنے والد کی موت کو چھپایا' کسی کو اس واقعہ سے آگاہ نہ ہونے دیا۔ جب تمام قلعوں اور شہروں پر قبضہ حاصل کر لیا تو اس واقعہ کو ظاہر کر کے رسم تخت نشینی ادا کی۔ ایتاق (ایتاخ) والئی جرجان اور دہستان شاہ ماژندران کی موت سے آگاہ ہو کر علاء الدین سے لڑنے کے لیے اٹھے اور ان حقوق و احسان کا ذرا بھی خیال نہ کیا جو شاہ ماژندران نے ایتاق پر کیے تھے۔ اس احسان فراموشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتاق کو اس لڑائی جھگڑے سے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

خوارزم شاہ کی کارروائی

موید نے جمادی الاولیٰ ۵۶۰ھ میں شہر نساء کے محاصرہ اور فتح کرنے کے لیے ایک فوج روانہ کی' خوارزم شاہ یک ارسلان بن اتسز نے بھی نساء کی حمایت پر اپنا لشکر بھیج دیا' جیسے ہی خوارزم شاہ کا لشکر نساء کے نزدیک پہنچا' موید کی فوج محاصرہ اٹھا کر نیشاپور واپس آ گئی۔ اہل نساء نے خوارزم شاہ کا شکریہ ادا کیا اور اس کے مطیع ہو گئے اور نساء میں اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر دیا۔

خوارزم شاہ کا لشکر نساء پر قابض ہونے کے بعد دہستان کی جانب بڑھا اور قبضہ کر لیا' اہل دہستان نے اطاعت قبول کی۔ امیر لشکر کو خوارزم شاہ نے اپنی جانب سے پولیس افسر متعین کیا۔

آقسنقر کی شکست

۵۶۳ھ میں آقسنقر احمدیلی والئی مراغہ نے دارالخلافت بغداد میں درخواست بھیجی' سلطان محمد شاہ کے بیٹے کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی جو اس کی کفالت اور نگرانی میں تھا اور یہ لکھا کہ "اس کے علاوہ میری اور کوئی غرض نہیں ہے اگر یہ درخواست قبول ہو گی تو میں عراق سے ذرا بھی متعارض نہ ہوں گا بلکہ بہت سا مال و زر نذر کروں گا" خلیفہ نے بڑی خوشی سے درخواست منظور فرمائی' ایلدکز کو اس کی خبر ہوئی۔ اپنے بیٹے بہلوان کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ آقسنقر سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ زبردست جنگ کے بعد آقسنقر کو شکست ہوئی' مراغہ میں قلعہ بند ہو گیا' بہلوان مراغہ کا محاصرہ کر کے روزانہ جنگ سے آقسنقر کو تنگ کرنے لگا۔ آقسنقر نے مجبور ہو کر صلح کا پیغام بھیجا۔ فریقین میں خط و کتابت ہونے لگی۔ بالآخر مصالحت ہو گئی۔ بہلوان اپنے والد ایلدکز کے پاس ہمدان واپس لوٹا۔

شملہ کی کامیابی و ناکامی

چونکہ زنگی بن وکلا والئی فارس نے اپنی فوج کے ساتھ سختی اور بداخلاقی کا سلوک شروع کر دیا تھا، بلاوجہ انہیں دباتا تھا اس وجہ سے فوج کے بیشتر حصے کو والئی خوزستان سے خط و کتابت کر کے امیر بنانے کے لیے بلایا۔ چنانچہ اپنی فوج لے کر فارس کی جانب روانہ ہوا۔ زنگی اس سے آمادہ ہو کر لڑنے کے لیے نکلا۔ دونوں میں زبردست لڑائی ہوئی' آخر زنگی کو شکست ہوئی' اکراد شوانکار کے پاس جا کر پناہ لی' شملہ فارس پر قابض ہو گیا۔

فارس پر قبضہ کرنے کے بعد شملہ کا دماغ بھی پھر گیا اہل فارس پر طرح طرح کے مظالم کرنے لگا۔ اس کا بھتیجا خرسنکا لوٹ مار کرنے لگا۔ دیہات اور قصبات کو اجاڑ دیا۔ کوئی فریاد رس تھا اور نہ کوئی حامی۔ اہل فارس کو اس سے نفرت پیدا ہو گئی' لشکر فارس کا کچھ حصہ زنگی کے پاس پہنچا۔ شملہ کی زیادتیوں کی شکایت کی۔ زنگی کو بدلہ لینے کا موقع مل گیا تھوڑی سی فوج فراہم کر کے فارس پر چڑھائی کر دی۔ شملہ فارس چھوڑ کر خوزستان چلا گیا۔ یہ واقعات ۵۶۴ھ میں پیش آئے۔

ایناخ کا قتل

متعدد لڑائیوں کے بعد ایناخ نے اس شرط پر رے پر قبضہ کر لیا کہ ایلدکز فریق غالب کو سالانہ خراج جو باہم مقرر ہوا تھا' ادا کرتا رہے' چند دن بعد جب ایناخ کی قوت ذرا بڑھ گئی تو فوجی اخراجات کا بہانہ کر کے خراج دینا بند کر دیا ایلدکز نے ایناخ پر حملہ کر دیا۔ ایناخ مقابلہ پر آیا۔ زبردست لڑائی ہوئی ایناخ شکست کھا کر بھاگا۔ قلعہ طبرک میں قلعہ بند ہو گیا۔ ایلدکز نے محاصرہ کیا۔ عرصہ تک محاصرہ کیے رہا۔ لیکن کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ ایلدکز نے ایناخ کے غلاموں کو ملانے کی فکر کی۔ سمجھا بجھا کر جاگیر دینے کا لالچ دے کر ایناخ کے قتل پر تیار کر دیا چنانچہ ان نمک حراموں نے ایک دن موقع پا کر ایناخ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر کیا تھا ایلدکز نے رے اور طبرک پر قبضہ کر لیا۔ علی بن عمرو کو گورنری مرحمت کی اور ان نمک حراموں کا زبانی شکریہ ادا کیا نہ انعام دیا اور نہ جاگیر دی، زور ہی کیا تھا۔ مجبوراً یہ تمام منتشر ہو گئے۔ جو غلام ایناخ کے قتل کا بانی مبانی تھا وہ تباہ حال اور پریشان خوارزم شاہ کے پاس پہنچا۔ چونکہ خوارزم شاہ اور ایناخ میں اتحاد تھا اس وجہ سے اس نمک حرامی کے جرم میں خوارزم شاہ نے اس غلام کو سولی پر لٹکا دیا۔

ملک طغرل کا انتقال

۵۶۵ھ میں ملک طغرل بن قاروت بک والئی کرمان کا انتقال ہو گیا۔ اس کا بڑا بیٹا ارسلان شاہ کرمان کا حکمراں ہوا ملک طغرل کا چھوٹا بیٹا بہرام شاہ لڑ پڑا سلطنت و حکومت کا دعویٰ کیا۔ ارسلان شاہ نے جنگ کی اور اسے شکست دی بہرام شاہ پریشانی کی حالت میں موید کے پاس نیشاپور پہنچا' موید نے مال و دولت اور فوج سے اس کی مدد کی۔ چنانچہ اپنے بھائی ارسلان شاہ سے لڑنے کے لیے روانہ ہوا۔ اس لڑائی میں ارسلان کو شکست ہوئی۔ بہرام شاہ نے کرمان پر قبضہ کر لیا اور ارسلان شاہ امداد کی غرض سے ایلدکز کے پاس اصفہان چلا گیا۔

ارسلان شاہ کا انتقال

ایلدکز نے ایک فوج اس کی امداد پر مامور کی۔ ارسلان شاہ کرمان کی طرف لوٹا' ایلدکز کی فوج نے پہنچتے ہی لڑائی چھیڑ دی' اور کرمان کو بہرام شاہ کے قبضہ سے نکال کر ارسلان شاہ کے حوالے کر دیا۔ بہرام شاہ فریادی شکل بنائے مرتا کھپتا نیشاپور میں موید کے پاس پہنچا اور وہیں ٹھہر گیا اتفاق یہ ہوا کہ اس واقعہ کے بعد ارسلان شاہ فوت ہو گیا' بہرام شاہ' کرمان واپس آیا اور قبضہ کر لیا۔

خلافت کے حالات

اس کے بعد مستنجد باللہ عباسی خلیفہ بغداد کا انتقال ہو گیا۔ اس کا بیٹا مستضی بامر اللہ مسند خلافت پر فائز ہوا چونکہ ہم نے خلفاء عباسیہ کے حالات اور تفصیل سے بیان کیے ہیں' اس وجہ سے یہاں پر ان خلفاء کے مزید حالات نہیں لکھنا چاہتے' مستنجد اور مستضی کے قبل کے خلفاء کے حالات اس وجہ سے بیان کیے گئے ہیں کہ وہ خلفاء جو زمانہ خلافت مقتفی عباسی سے مسند خلافت پر فائز ہوئے وہ شاہ شطرنج نہ تھے خود مختار تھے۔ ان پر کسی سلطان کا اثر اور دباؤ نہ تھا۔ سلطان مسعود سلجوقی کے انتقال کے بعد سلاطین سلجوقیہ کمزور پڑ گئے۔ ان کی حکومت

ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی' شرق اور غرب میں چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم ہوگئیں اس سے خلفاء عباسی کو بغداد اور اس کے ممالک متصلہ میں خود مختار حکومت حاصل ہوگئی۔ اس سے پیشتر خلفاء عباسیہ کے مقبوضات میں سلاطین سلجوقیہ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ یہی امر سلاطین سلجوقیہ میں باہم نفاق و جھگڑا پیدا ہونے کا باعث ہوا' حکومت حاصل کرنے کی غرض سے آپس میں جھگڑے ہوئے' چنانچہ بعد کے خلفاء عباسی نے ان کے ممالک پر قبضہ کرلیا اور تنہا ان کے مالک ہوگئے خلافت کے علاوہ حکومت کی باگ ڈور بھی انہی کے قبضہ اقتدار میں رہی یہاں تک کہ خلیفہ مستعصم عباسی کی حکومت و خلافت کا ہلاکو کے ہاتھوں خاتمہ ہوگیا۔

خوارزم شاہ کا انتقال

خوارزم شاہ جب (ارسلان) بن اتسز ترکوں سے شکست کھا کر خوارزم واپس آیا' بیمار تھا جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے ۵۶۸ھ میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کا چھوٹا بیٹا سلطان شاہ نے قبائے حکمرانی زیب بدن کیا' اس کا بڑا بھائی علاء الدین تکش خوارزم میں موجود نہ تھا۔ یہ خبر سن کر ترکان خطا کے پاس چلا گیا۔ امداد کی درخواست کی ترکان خطا نے اس کی امداد پر کمر باندھی' خوارزم آئے اور قبضہ دلا دیا۔ سلطان شاہ گر تا پڑتا موید کے پاس نیشاپور پہنچا' علاء الدین تکش کے مقابلہ میں امداد چاہی' موید اپنا لشکر مرتب کر کے خوارزم روانہ ہوا۔ علاء الدین تکش مقابلہ پر آیا۔ دونوں فریق بے جگری سے لڑے' موید کو شکست ہوئی' جنگ کے دوران موید گرفتار ہوگیا۔ پابہ زنجیر علاء الدین تکش کے سامنے پیش کیا گیا اور موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

حکومت بنی موید کا خاتمہ

موید کا لشکر شکست کے بعد نیشاپور واپس آیا اور اس کے بیٹے طغان شاہ ابوبکر بن موید کو حکمران بنایا۔ طغان شاہ اور علاء الدین تکش میں جو واقعات رونما ہوئے ان کو ہم ان کی حکومتوں کے تذکرے میں بیان کریں گے موید کے قتل کا واقعہ اور طریقہ سے بھی بیان کیا گیا ہے اسے بھی ہم اسی مقام پر بیان کریں گے۔

اس کے بعد خوارزم شاہ (تکش) نے ۵۶۹ھ میں نیشاپور پر حملہ کیا۔ دو مرتبہ محاصرہ کیا' دوسری مرتبہ طغان شاہ بن موید کو شکست ہوئی خوارزم شاہ نے طغان شاہ کو گرفتار کر کے خوارزم بھیج دیا۔ نیشاپور اور ان شہروں پر جو خراسان کے بنی موید کے قبضہ میں تھے قبضہ کرلیا۔ بنی موید کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ والبقاء اللہ وحدہ۔

ایلدکز کا انتقال

اتابک شمس الدین ایلدکز (اتابک ارسلان شاہ بن ملک طغرل) والئی ہمدان' اصفہان' رے اور آذربائیجان کا (۵۶۸ھ) میں انتقال ہوگیا۔ وزیر السلطنت کمال شہیر (یا سمیری سلطان محمود کا وزیر تھا) کا غلام تھا' وزیر السلطنت کے قتل کے بعد سلطان محمود کی خدمت میں رہنے لگا۔ ترقی کر کے عہدہ کتابت سے نوازا گیا۔ جب سلطان مسعود مسند حکومت پر بیٹھا تو ارانیہ کی گورنری پر مقرر کیا گیا' باوجودیکہ مرکز حکومت سے دور تھا مگر سلجوقی بادشاہ کی اطاعت کو باعث فخر سمجھتا تھا۔ رفتہ رفتہ آذربائیجان' ہمدان' اصفہان' اور رے پر قابض ہوگیا' اپنے پروردہ ارسلان شاہ بن طغرل کو مسند حکومت پر بٹھایا' اس کے نام کا خطبہ پڑھا اور بدستور اس کا اتابک بنا رہا۔ اس کی فوج کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچ گئی تھی' ان کا دائرہ حکومت تفلیس سے مکران تک وسیع ہوگیا تھا' ارسلان شاہ برائے نام بادشاہ تھا۔ سیاہ و سفید کا یہ خود مالک تھا۔

نہاوند کی تباہی

ایلدکز کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا محمد بہلوان حکمران ہوا۔ یہ سلطان ارسلان شاہ کا مادری بھائی تھا۔ بہلوان نے حکمران ہو کر جو پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ نظم و نسق کی غرض سے آذربائیجان کا سفر کیا' والی خوزستان شملہ کے بھتیجے ابن سنکی کو موقع مل گیا۔ میدان خالی دیکھ کر نہاوند پر چڑھائی کر دی اور اس کا محاصرہ کرلیا۔ اہل نہاوند نے مقابلہ کیا۔ بے جگری سے لڑے' ابن سنکی اپنی کامیابی سے ناامید ہو کر تتر بتر لوٹ آیا اور دو ایک دن کا مغالطہ دے کر اس راستہ سے جو آذربائیجان سے نہاوند آتا تھا' نہاوند کی جانب چلا' اہل نہاوند نے یہ سمجھ کر کہ بہلوان کی امدادی فوج آ رہی ہے' شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ ابن سنکی بلا مزاحمت شہر میں داخل ہوا' قاضی اور رؤساء شہر کو گرفتار کر کے صلیب پر چڑھا دیا۔ والئی

نہاوند کی ناک کاٹ لی۔ شہر نہاوند کو تباہ کر کے بقصد عراق ماسبذان کی جانب پیش قدمی کی اور خوزستان واپس آ گیا۔

شملہ کا انتقال

والیٔ خوزستان شملہ نے ۵۷۰ھ میں بعض ترکمانوں پر حملہ کی تیاری کی۔ ترکمانوں نے بہلوان بن ایلدکز سے امداد کی درخواست کی' بہلوان نے ایک فوج ترکمانوں کی کمک پر روانہ کی۔ شملہ اور ترکمانوں سے جنگ چھڑ گئی۔ شملہ شکست کھا کر بھاگا۔ جنگ کے دوران ترکمانوں نے شملہ اور اس کے بیٹے اور بھتیجے کو گرفتار کر لیا۔ شملہ کو زخم کاری پہنچا تھا۔ دو دن کے بعد فوت ہو گیا۔ شملہ ترکمان اتسزیہ سے تھا اُس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا خوزستان کا حکمران بنا۔

تبریز پر چڑھائی

اسی سنہ میں بہلوان نے شہر تبریز پر چڑھائی کی۔ شہر تبریز پر آقسنقر احمدیلی کی حکومت تھی' آقسنقر احمدیلی فوت ہو گیا تھا اُس کی ولی عہدی اور وصیت کے مطابق اس کا بیٹا ملک الدین حکمران ہوا بہلوان نے اس تبدیلی سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی' چنانچہ مراغہ پر محاصرہ کیا اور اپنے بھائی عزل ارسلان کو شہر تبریز فتح کرنے پر متعین کیا' بہلوان نے مراغہ فتح کر کے اہل مراغہ سے اچھے سلوک کیے' قاضی مراغہ کو انعام اور صلے دیئے۔ قاضی مراغہ نے اہل تبریز سے خط و کتابت کر کے دونوں فریقوں میں مصالحت کرا دی' باہم عہد و پیان ہو گیا۔ بہلوان تبریز کی حکومت پر اپنے بھائی عزل ارسلان کو مامور کر کے مراغہ سے ہمدان لوٹا۔

سلطان طغرل

۵۷۳ھ میں ارسلان شاہ سلجوقی کا جو کہ بہلوان بن ایلدکز کی کفالت و نگرانی میں تھا اور اس کا مادری بھائی تھا' مقام ہمدان میں فوت ہو گیا۔ اس کا بیٹا سلطان طغرل مسند حکومت پر متمکن ہوا۔

محمد بن بہلوان کا انتقال

اس کے بعد محمد بن بہلوان بن ایلدکز کا ۵۸۲ھ میں انتقال ہو گیا۔ اس کا بھائی قزل ارسلان حکمران ہوا۔ اس کا نام عثمان تھا۔ اس کے زمانہ حکومت میں رعایا انتہائی خوشحال تھی' تمام ممالک مقبوضہ میں امن و امان کا دورہ تھا۔ اس کے انتقال کے بعد ہی اصفہان میں حنفیہ اور شافعیہ کے درمیان اور رے میں اہل سنت والجماعت اور شیعوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ لوٹ' قتل اور آتش زنی کے واقعات ہوئے۔ شہر کے اکثر مقامات نذر آتش کر دیئے گئے۔

قزل ارسلان کی کامیابی

سلطان طغرل پر بہلوان کا کافی اثر تھا' سکہ اور خطبہ سلطان طغرل کا تھا مگر حکومت کی باگ ڈور بہلوان کے ہاتھ میں تھی۔ یہی سیاہ و سفید کا مالک و مختار تھا۔ بہلوان کے بعد عزل ارسلان نے بھی سلطان طغرل کو اپنے اثر میں لینے کا ارادہ کیا مگر قزل میں بہلوان کا سا دم خم نہ تھا اور نہ اس کی طرح اس کے دماغ میں سیاست کا مادہ تھا۔ اس وجہ سے سلطان طغرل اس کے قبضہ و اثر سے نکل گیا اس کے تحکم کو برداشت نہ کر کیا ہمدان چھوڑ دیا۔ بعض اراکین سلطنت اور فوج کا کچھ حصہ آ ملا جس سے سلطان طغرل کی ہمت بڑھ گئی' خراسان کے بعض مقامات پر قبضہ کر لیا۔ قزل ارسلان سے لڑائی ٹھن گئی' متعدد لڑائیاں ہوئیں ایک دوسرے کو مغلوب نہ کر سکے۔ ادھر قزل ارسلان نے دربار خلافت بغداد میں عرض داشت بھیجی' میں خلیفہ کا دل و جان سے مطیع ہوں' حسب دستور خدمت کے لیے موجود ہوں' حضور والا سلطان طغرل سے ہوشیار رہیں' یہ نہایت چلتا پرزہ ہے' آپ میری امداد پر فوجیں بھیجیں' میں سلطان طغرل سے فارغ ہو کر حاضر ہوں گا۔ ادھر سلطان طغرل نے بھی اپنا ایلچی روانہ کیا۔ خلیفہ نے قزل ارسلان کی درخواست کو قبولیت کی سند بخشی' دار الامارت کی تعمیر کا حکم دیا اور سلطان طغرل کو دربار سے نکلوا دیا اور بلا جواب واپس کیا اور شاہی دار الحکومت کو مسمار کرا دیا۔

لشکر بغداد کی شکست

خلیفہ ناصر الدین اللہ عباسی نے ۵۸۴ھ میں ایک فوج قزل ارسلان کی امداد پر وزیر السلطنت جلال الدین عبید اللہ بن یونس کی ماتحتی میں سلطان طغرل کے مقابلے کے لیے روانہ کی' ماہ صفر میں یہ فوج کوچ و قیام کرتی ہوئی ہمدان کے قریب پہنچی۔ اتفاق سے قزل ارسلان وقت پر نہ پہنچ سکا اور سلطان طغرل نے حملہ کر دیا۔ وزیر السلطنت کو شکست ہوئی' سلطان طغرل نے لشکر بغداد کے مال و اسباب کو لوٹ لیا اور وزیر السلطنت کو گرفتار کر لیا۔ لشکر بغداد پریشانی کی حالت میں بغداد واپس لوٹا۔

قزل ارسلان کا انجام

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ سلطان طغرل اور قزل ارسلان بن ایلدکز کے درمیان لڑائیاں ہو رہی تھیں' آخر کار ان لڑائیوں میں قزل ارسلان کو کامیابی ہوئی' سلطان طغرل گرفتار ہو کر کسی قلعہ میں قید کر دیا گیا' تمام شہروں پر قزل ارسلان کا قبضہ ہو گیا' ابن وکلاء والئی فارس و خوزستان نے بھی اطاعت قبول کی' قزل ارسلان کامیابی کے ساتھ اصفہان واپس آیا۔ اس وقت تک اصفہان میں جھگڑا و فساد کا سلسلہ جاری تھا' علماء شافعیہ کی ایک جماعت کو گرفتار کر کے پھانسی دے دی۔ فتنہ و فساد ٹھنڈا ہو گیا' ہمدان واپس آیا۔ ۵۸۷ھ میں اپنے نام کا خطبہ پڑھا' بادشاہت کا اعلان کیا اور دروازے پر نوبت بجوائی۔

اس کے بعد ایک دن شام کے وقت نیند کے عالم میں کسی نے قزل ارسلان کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بہت کوشش کی گئی مگر قاتل کا پتہ نہ چلا' اس کے غلاموں کی ایک جماعت کو اس شبہ سے کہ یہی قتل کے مرتکب ہوئے ہیں گرفتار کر لیا گیا۔

قزل ارسلان کریم' حلیم' عادل' نیک سیرت اور خوش خلق تھا' برائی کا بدلہ نہ لینے کو زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ اس کی موت کے بعد قتلغ بن بہلوان (قزل) ارسلان کا بھتیجا حکمران ہوا۔ سب شہروں پر جو قزل ارسلان کے قبضہ میں تھے اس کے زیر قبضہ میں آ گئے۔

قتلغ کی شکست

جب قزل ارسلان کو قتل کر دیا گیا تو سلطان طغرل اس قلعہ سے جس میں قزل ارسلان نے اسے قید کیا تھا نکل آیا۔ شاہی فوجیں جمع ہو گئیں' ہمدان پر قبضہ کرنے کے لیے بڑھا۔ قتلغ بن بہلوان نے مدافعت پر کمر باندھی' ایک دوسرے پر حملہ آور ہو گئے۔ قتلغ شکست کھا کر رے چلا گیا اور سلطان طغرل ہمدان پر قابض ہو گیا۔

رے پر قبضہ

رے پہنچ کر قتلغ نے قلعہ بندی کر لی' خوارزم شاہ علاء الدین تکش کو اپنی امداد پر بلا بھیجا' چنانچہ ۵۸۸ھ میں خوارزم شاہ رے کی طرف روانہ ہوا۔ رفتہ رفتہ رے کے نزدیک پہنچا۔ قتلغ کو خوارزم شاہ کی جانب سے شبہ پیدا ہوا' اپنے کیے پر شرمندگی ہوئی' لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ رے کے کسی قلعہ میں بیٹھ رہا۔ خوارزم شاہ نے رے اور قلعہ طبرک پر قبضہ کر لیا۔ سلطان طغرل سے مصالحت کر لی۔ اس دوران سلطان برادر خوارزم شاہ کی نقل و حرکت کی اطلاع ملی جسے ان کے واقعات کے سلسلہ میں تحریر کیا جائے گا خوارزم شاہ رے پر اپنی طرف سے ایک حاکم متعین کر کے ۵۹۰ھ میں خوارزم واپس لوٹا۔

خلیفہ کا فرمان

سلطان طغرل نے خوارزم شاہ کی واپسی کے بعد رے کی طرف اپنے قدم بڑھائے' خوارزم شاہ کی فوج پر جو رے میں مقیم تھی شب خون مارا۔ قتلغ پریشان ہو کر بھاگ نکلا' خوارزم شاہ کی خدمت میں امداد کا دوبارہ پیام بھیجا' معذرت کی' اتفاق سے جس وقت قتلغ کا قاصد خوارزم شاہ کے دربار میں حاضر ہوا اسی وقت خلیفہ عباسی کا ایلچی بھی فرمان لیے ہوئے پہنچ گیا۔ خلیفہ نے سلطان طغرل کی زیادتیوں کی شکایت لکھی اور یہ بھی لکھا تھا کہ تم ان شہروں پر قبضہ کر لو تاکہ امن و امان قائم ہو جائے۔ خوارزم شاہ نے خلیفہ کے فرمان کو سر اور آنکھوں پر رکھا اور نیشاپور سے رے روانہ ہوا۔ قتلغ نے اس کی اطاعت کو اپنی عزت کا باعث سمجھا اور اس کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔

سلطان طغرل کا قتل

اس بات کی اطلاع سلطان طغرل کو ہو گئی‘ لشکر جمع ہونے کا انتظار کیے بغیر مقابلہ پر تل گیا۔ ماہ ربیع الاول ۵۹۰ھ میں رے کے نزدیک دونوں فریقوں میں لڑائی ہوئی‘ سلطان طغرل نے بذات خود خوارزم شاہ پر حملہ کیا‘ لڑتا ہوا خوارزم شاہ کے قلب لشکر تک پہنچ گیا‘ خوارزم شاہ کی فوج نے چاروں جانب سے گھیر لیا۔ زخمی ہو گیا تھا۔ گھوڑے سے زمین پر آ رہا۔ کسی سپاہی نے سر اتار لیا۔ خوارزم شاہ نے رے‘ ہمدان اور تمام شہروں پر قبضہ کر لیا۔ ہمدان اور اس کے صوبہ پر قتلغ بن بہلوان کو متعین کیا اور اکثر شہروں میں اپنے غلاموں کو جاگیریں دیں‘ مساجق کو ان کا سردار بنایا۔ سلطان طغرل کے مارے جانے سے بنو ملک شاہ کی حکومت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

امیر ابو الہیجاء سمین کی برطرفی

اس کے بعد خلیفہ ناصر الدین اللہ عباسی کے وزیر ابن عطاف [1] نے ہمدان‘ اصفہان اور رے کو خوارزم شاہ کے غلاموں سے چھین لیا چند دن بعد خوارزم شاہ نے پھر واپس لے لیا جیسا کہ خلفاء بنی عباسیہ کے حالات میں ہم نے بیان کیا ہے۔ خلیفہ ناصر عباسی کی جانب سے امراء ایوبیہ میں سے ابو الہیجاء سمین نے ۵۹۳ھ میں ہمدان کی طرف قدم بڑھائے‘ ازبک بن بہلوان نے ہمدان سے نکل کر بہ اظہار اطاعت نیاز حاصل کیا‘ ابو الہیجاء نے گرفتار کر لیا‘ خلیفہ ناصر عباسی کو ناگوار گزرا‘ ازبک کو قید سے رہا کر دینے کا حکم صادر فرمایا اور ازبک کو خوش کرنے کی غرض سے خلعت روانہ کیے۔

امیر ابو الہیجاء سمین‘ بیت المقدس کا حاکم تھا۔ امراء مصر کا باا ثر اور ممتاز فرد تھا۔ بیت المقدس اور اس کے اردگرد کے علاقے اس کے زیر حکومت تھے جب الملک العادل نے الملک الافضل سے دمشق چھین لیا تو بیت المقدس کی حکومت سے امیر ابو الہیجاء کو برطرف کر دیا‘ وہ بغداد چلا آیا۔ خلیفہ ناصر عباسی نے اپنے اراکین سلطنت میں داخل کر لیا اور ۵۹۳ھ میں ہمدان کی فتح کے لیے پیش قدمی کی۔

دویر پر حملہ

ازبک بن بہلوان اپنے والد کے انتقال کے بعد بلاد آذربائیجان پر قابض ہو گیا۔ مسند حکومت پر بیٹھتے ہی عیش و عشرت میں مصروف ہو گیا۔ انتظام مملکت سے غافل ہو کر رنگ رلیوں میں پڑ گیا۔ کرج نے شہر دویر پر حملہ کیا اور محاصرہ کیا۔ اہل دویر نے ازبک بن بہلوان کے پاس وفد بھیجا‘ امداد کی درخواست کی‘ ازبک کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ کرج نے بزور شمشیر دویر سر کر لیا اور دل کھول کر اسے تباہ کیا۔

کوکجہ کا خاتمہ

کوکجہ [2] بہلوان کا غلام تھا۔ ازبک کی کمزوری سے رے‘ ہمدان اور بلاد جبل پر قبضہ کر لیا۔ اپنے دوست اید غمش (یہ بھی بہلوان کا غلام تھا) کو اپنا معتمد علیہ اور دایاں بازو بنایا‘ اید غمش کو جب قوت حاصل ہو گئی تو حکومت کے لالچ میں کوکجہ پر حملہ کر دیا اور اسے قتل کر کے تمام شہروں پر جو کوکجہ کے زیر حکومت تھے‘ قبضہ کر لیا۔ ازبک بن بہلوان دبا دبایا پڑا رہا۔ وہ بالکل بے اختیار ہو چکا تھا۔

مراغہ کا محاصرہ

ابھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ ازبک مسند حکومت پر بیٹھتے ہی عیش و عشرت اور لہو و لعب میں مشغول ہو گیا۔ انتظام و سیاست سے یک قلم ہاتھ کھینچ لیا‘ والئی اربل مظفر الدین کوکبری اور ازبک میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا جس کی وجہ سے والئی اربل نے ازبک کے مقبوضات کا رخ کیا۔ علاء الدین بن قراسنقر احمد یلی والئی مراغہ کے پاس گیا۔ امداد طلب کی۔ ازبک کے سارے حالات گوش گذار کیے۔ والئی مراغہ نے والئی اربل کی رائے سے اتفاق کیا اور اس کے ساتھ تبریز کا محاصرہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ ازبک نے اید غمش کو ان حالات سے آگاہ کیا اس وقت ہمدان‘ اصفہان‘ رے اور تمام بلاد جبل اید غمش ہی کے پاس تھے‘ دھمکی آمیز خط لکھا‘ والئی اربل کے اوسان خطا ہو گئے‘ بلا قتل و قتال اپنے مرکز

---

[1] شعبان ۵۹۰ھ میں خلیفہ ناصر عباسی نے ابن عطاف نائب وزیر کو عہدہ وزارت عطا فرمایا اس کا نام موید الدین ابو عبداللہ محمد بن علی مودن ابن قصاب تھا دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۱ صفحہ ۱۷۔

[2] خوارزم شاہ کی خراسان سے واپسی کے بعد امراء اور خدام بہلوان نے متفق ہو کر کوکجہ کو جو کہ بہلوان کے غلاموں میں ایک باا ثر اور صاحب الرائے شخص تھا

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حکومت واپس گیا۔ علاء الدین بن قراسنقر والئی مراغہ بھی لوٹ گیا۔ مگر اید غمش کا غصہ اس سے ٹھنڈا نہ ہوا ازبک کو ہمراہ لیے مراغہ پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا' والئی مراغہ نے اپنے مقبوضہ قلعوں میں سے ایک قلعہ دے کر مصالحت کر لی' اید غمش اور ازبک نے محاصرہ اٹھا کر واپسی اختیار کی۔

بھائیوں میں نااتفاقی

والئی ماژندران حسام الدین اور اردشیر کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا حکمران ہوا۔ اپنے منجھلے بھائی کو اپنے مقبوضہ علاقہ سے نکال دیا۔ پریشانی کی حالت میں جرجان پہنچا' شاہ برتکش اپنے بھائی خوارزم شاہ کی جانب سے جرجان کا حاکم تھا۔ خوارزم شاہ سے اس نے امداد کی درخواست کی۔ خوارزم شاہ نے بشرط اطاعت امداد پر کمر باندھی' اپنے بھائی برتکش کو امداد پر مامور کیا۔ چنانچہ برتکش جرجان سے ماژندران روانہ ہوا۔ راستے میں یہ اطلاع ملی کی والئی ماژندران جو اپنے والد کے بعد حکمران تھا فوت ہو گیا ہے اور اس کا چھوٹا بھائی ماژندران پر حکومت کر رہا ہے مگر برتکش نے ارادہ تبدیل نہ کیا' مسافت طے کر کے ماژندران پہنچا اور خراسان لوٹ آیا۔ سابق والئی ماژندران کا منجھلا بیٹا جس نے خوارزم شاہ سے امداد کی درخواست کی تھی' ماژندران پر حکومت کرنے لگا۔ سابق والئی ماژندران کا چھوٹا بیٹا قلعہ کوری میں بند ہو گیا سارا مال و اسباب اور خزانہ اسی کے قبضہ میں تھا۔ منجھلے بھائی سے خط و کتابت شروع کی نرمی و مہربانی کا خواستگار ہوا۔ منجھلا بھائی تمام شہروں پر قابض ہو گیا۔

ازبک کی کارروائی

۶۰۴ھ میں علاء الدین قراسنقر احمدیلی والئی مراغہ کا انتقال ہو گیا' کوئی بڑا بیٹا نہ تھا اس کے خادم نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور اس کے ایک کم سن بچہ کو مسند حکومت پر فائز کیا۔ بعض امراء و سلطنت نے اس سے سرکشی کی اور بغاوت کا علم بلند کیا۔ اس نے ان کی سرکوبی کی غرض سے فوجیں روانہ کیں' باغیوں کو شکست ہوئی' علاء الدین قراسنقر کا کم سن بچہ مستقل طور سے حکمران ہو گیا۔ ایک سال کے بعد ۶۰۵ھ میں اس کا بھی انتقال ہو گیا' اس کے انتقال سے خاندان قراسنقر احمدیلی کی حکومت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ازبک بن بہلوان ان واقعات سے آگاہ ہو کر تبریز سے مراغہ آیا اور خاندان قراسنقر کے تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا' صرف وہی قلعہ باقی رہ گیا جس میں قراسنقر کا خادم قلعہ بند تھا۔ خزانہ اور مال و اسباب اسی خادم کے قبضہ میں تھا۔

اید غمش کی شکست

جب اید غمش کا قدم مضبوطی کے ساتھ حکومت پر جم گیا ہمدان' اصفہان اور رے اور بلاد جبلیہ پر قبضہ کر لیا' کثیر التعدد فوج بھی جمع ہو گئی' جاہ و جلال بھی بڑھ گیا تو خود مختار حکومت کا مدعی ہوا۔ حوصلہ اس قدر بڑھا کہ اپنے آقائے نعمت بہلوان (جس نے اس کو رباطن کو حکومت مرحمت کی تھی) کے بیٹے ازبک پر چڑھ دوڑا' ازبک اس وقت آذربائیجان میں تھا۔ بہلوان کے خادموں سے ایک شخص سنکلی نامی اید غمش کے روک تھام کے لیے اٹھا' ممالک بہلوانیہ کا ایک بڑا گروہ ساتھ ہو گیا۔ دنوں میں ہی کثیر فوج فراہم ہو گئی اس واقعہ میں اید غمش کو شکست ہوئی سنکلی تمام شہروں پر قابض ہو گیا۔

شکست کھا کر اید غمش بغداد پہنچا' خلیفہ نے اس کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا۔ عزت و احترام سے ملاقات کی۔ یہ واقعہ ۶۰۸ھ کا ہے

اپنا امیر بنایا۔ رے اور اس کے تمام بلاد قریبہ پر قابض کروایا۔ کوکجہ نے اصفہان سے خوارزمی عمال کو نکال باہر کرنے کی غرض سے اصفہان پر چڑھائی کی۔ قریب اصفہان پہنچا تو یہ معلوم ہوا کہ خلافت مآب کا لشکر اصفہان کے قریب پڑاؤ ڈالے ہے۔ امیر لشکر سیف الدین طغرل خادم خلیفہ عباسی کی خدمت میں معذرت کا عریضہ بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ خدام دولت نے خوارزمیوں کو نکالنے کی غرض سے اصفہان کا قصد کیا ہے اور کوئی غرض نہیں ہے سیف الدین نے معذرت کو قبول کیا۔ کوکجہ خوارزمیوں ان کی تلاش و جستجو میں طبس (بلاد مقبوضہ اسماعیلیہ) تک بڑھ گیا۔ لوٹ کر پھر اصفہان آیا اور قبضہ کر لیا۔ دربار خلافت میں اظہار اطاعت کی غرض سے عریضہ بھیجا۔ رے' ساوہ' قم اور قاشان کی سند حکومت کی درخواست کی' اصفہان' ہمدان' زنجان اور قزوین علم خلافت کی حکومت کو تسلیم کرنے کے لیے لکھا' خلافت مآب نے درخواست کو قبول فرمایا۔ خوشنودی مزاج کی خلعت عنایت کی اور منشور برطبق درخواست روانہ کیا اس سے کوکجہ کی شان و شوکت کو چار چاند لگ گئے فوج کثیر بھرتی کر لی' مستقل حکمران ہو گیا۔ ہم چشموں میں عظیم الشان اور صاحب قوت تسلیم کیا گیا۔ دیکھو کامل ابن اثیر جلد ۱۲ صفحہ ۷۶' ۷۷

اید غمش نے بغداد میں سکونت اختیار کر لی۔

اید غمش کا انجام

خلیفہ نے اید غمش کو خلعت سے نوازا، پرچم حکومت عطا کیا، جس قدر شہر اس کے قبضہ میں تھے، ان کی سند حکومت عنایت فرمائی، فوجی امداد دینے کا وعدہ کر کے ۶۱۰ھ میں رخصت کیا۔ اید غمش بغداد سے ہمدان کی طرف واپس ہوا اور بغدادی افواج کے انتظار میں سلیمان بن برجم امیر ایوانیہ ترکمان کے پاس قیام کیا۔ سلیمان نے خفیہ طور سے سنقلی کو اید غمش کے حالات لکھ بھیجے اور ایک دن موقع پا کر اید غمش کو قتل کر دیا۔ سر اتار کر سنقلی کے پاس بھیج دیا۔ اید غمش کے تمام ساتھی منتشر ہو گئے۔ سنقلی اید غمش کے تمام مقبوضہ شہروں پر قابض ہو گیا۔

اس واقعہ سے خلیفہ سخت ناراض ہوا۔ سنقلی کو دھمکی آمیز اور ناراضگی کا خط لکھا۔ سنقلی نے کوئی توجہ نہ دی، خلیفہ نے اس کے آقا ازبک بن بہلوان والئی آذربائیجان کو اس کی شکایت لکھی، فوج کشی کے لیے کہا، امداد کا وعدہ کیا۔ جلال الدین اسماعیلی والئی قلعہ موت کو ازبک کی موافقت اور اس کے ساتھ ہو کر سنقلی سے لڑنے کا پیام بھیجا اور باہم یہ قرار پایا کہ کامیابی کے بعد مساوی طور پر تینوں فریقوں میں ممالک مقبوضہ تقسیم کر دیے جائیں گے۔ خلیفہ نے فوج کی روانگی کا حکم دیا، اپنے خادم سنقر معروف بہ وجہ السبع کو سپہ سالار متعین کیا، مظفر الدین کوکبری بن زین الدین علی کوچک والئی اربل و شہر زور کو بھی شریک جنگ ہونے کا حکم صادر کیا اور میدان جنگ کا سپہ سالار اعظم اسی کو مقرر کیا۔

سنقلی کی سرکوبی

یہ فوجیں تیزی کے ساتھ ہمدان کی جانب بڑھیں، سنقلی میں مقابلے کی قوت نہ تھی ہمدان چھوڑ کر بھاگ نکلا، پہاڑوں میں چھپ گیا۔ حملہ آور فوج نے تعاقب کیا، دامن کوہ پر پڑاؤ ڈالا۔ پہاڑ کی چوٹی پر سنقلی تھا اور نیچے حملہ آور فوج تھی، لڑائی شروع ہو گئی۔ ازبک کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی، سنقلی پہاڑ کی چوٹی پر چلا گیا۔ رات ہوئی تو ازبک اپنے مورچہ میں واپس آیا۔ صبح کو پھر دونوں حریفوں میں لڑائی ہوئی۔ اس جنگ میں سنقلی کو شکست ہوئی۔ میدان جنگ سے بھاگ کر پہاڑ کی چوٹی پر چند دن ٹھہرا رہتا تو غنیم کی فوج خوراک کی وجہ سے بھاگ جاتی مگر اس کی قسمت میں شکست لکھی تھی، جیسے ہی رات کی تاریکی پھیلی تو سنقلی پہاڑی کی چوٹی سے اتر کر بھاگ گیا۔ تمام ساتھی منتشر و متفرق ہو گئے۔ پھر کیا تھا میدان خالی ہو گیا۔ فتح مند گروہ نے سنقلی کے تمام علاقہ پر قبضہ کر کے حسب قرار داد آپس میں تقسیم کر لیا۔

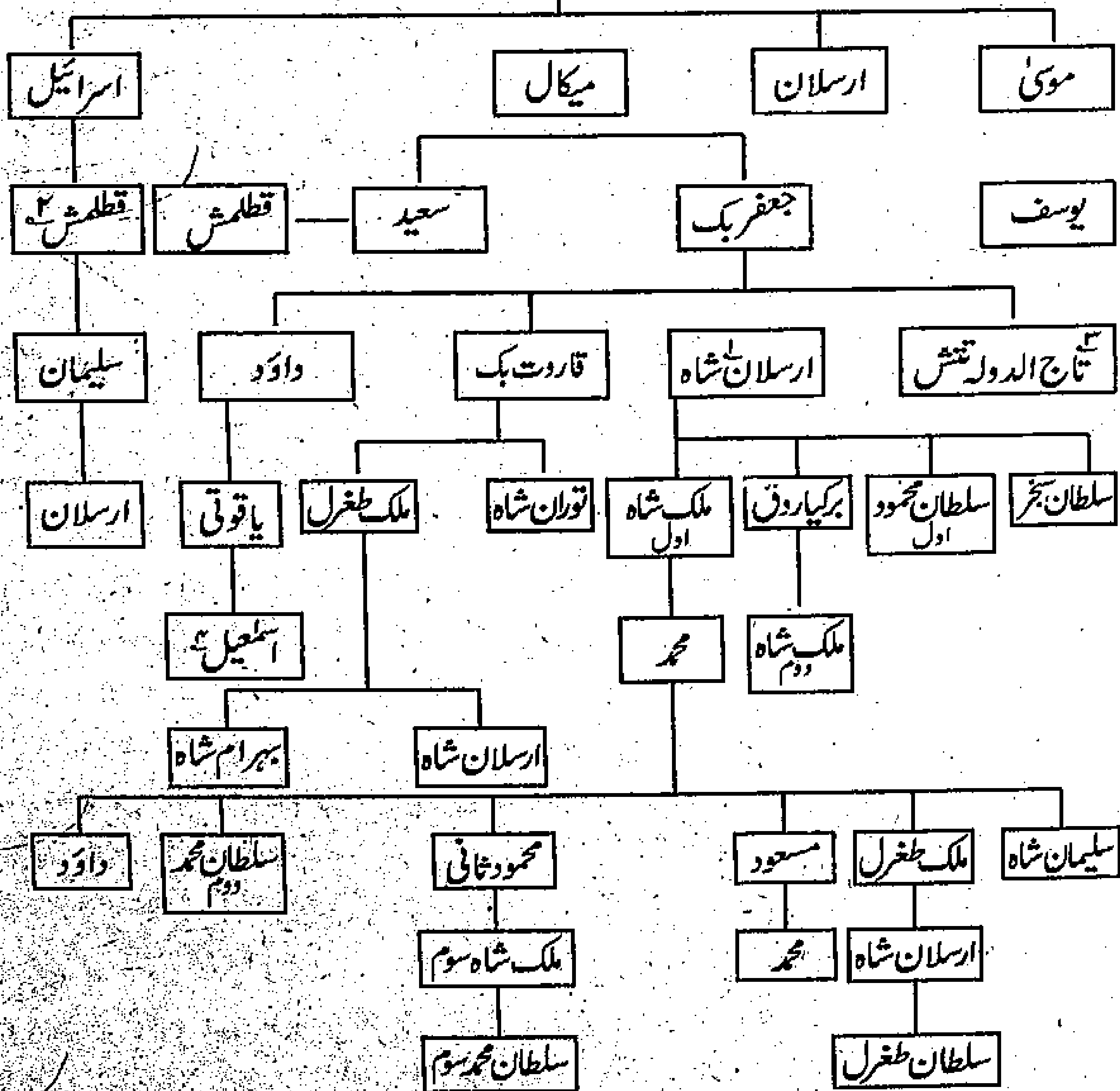
ازبک کے حصے میں جو شہر آئے ان پر اپنے بھائی کے غلام اغلمش کو مامور کیا۔ اغلمش نے قبضہ کر کے نظم و نسق کی جانب توجہ کی۔ سنقلی گرتا پڑتا ساوہ پہنچا۔ انسپکٹر جنرل پولیس نے سنقلی کو گرفتار کر لیا اور سر اتار کر ازبک کے پاس بھیج دیا اور بلاد جبل میں حکومت قائم ہو گئی یہاں تک کہ ۶۱۴ھ میں فرقہ باطنیہ کے ہاتھوں اس کی زندگی کے دن پورے ہو گئے، خوارزم شاہ نے ان شہروں پر قبضہ کر لیا، ازبک بن بہلوان والئی آذربائیجان واران نے خوارزم شاہ کے خاندان اور اس کے غلاموں کی حکومت کا سلسلہ عراقین، خراسان، فارس اور تمام ممالک مشرق سے منقطع کر دیا۔ صرف ازبک کا آذربائیجان پر قبضہ برقرار رہا۔

جلال الدین محمد تکش کا انجام

پھر ۶۱۸ھ میں تاتاری طوفان اٹھا۔ محمد تکش کے تمام مقبوضات ماوراء النہر، خراسان اور عراق عجم پر قبضہ کر لیا۔ ہندوستان تک ان کا اثر پہنچا ۶۲۱ھ میں ازبک بہلوان، چنگیز خان کا مطیع ہو گیا اور چنگیز خان کے حکم سے خوارزمیوں کو مار ڈالا، لوٹ کر خراسان آیا۔ اتنے میں جلال الدین محمد بن تکش ۶۲۲ھ میں ہندوستان سے واپس آیا۔ عراق عجم اور فارس پر قبضہ کر لیا، آذربائیجان پر قبضہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی، ازبک آذربائیجان اور اران چھوڑ کر گنجہ چلا گیا۔ جلال الدین نے قبضہ کر کے گنجہ پر چڑھائی کی، ازبک نے گنجہ بھی چھوڑ دیا اور کسی قلعہ میں جا چھپا۔ جلال الدین گنجہ پر بھی قابض ہو گیا۔ اسی پریشانی اور بے سروسامانی کی حالت میں ازبک کا انتقال ہو گیا۔ ایلدکز کے خاندان کی حکومت ختم ہو گئی۔ تاتاری تمام ملک پر قابض ہو گئے۔ ۶۲۸ھ میں جلال الدین محمد تکش کو بھی قتل کر دیا۔

سلاطین سلجوقیہ کے حالات ختم ہو گئے۔ اب ہم یکے بعد دیگرے ان حکومتوں کے حالات لکھنے کی طرف توجہ کرتے ہیں جو سلاطین سلجوقیہ کی سلطنت و حکومت سے پیدا ہوئی تھیں۔ واللہ وارث الارض ومن علیہما وہو الوارثین۔

سلاطین سلجوقیہ کا شجرہ



۱ ارسلان یا الپ ارسلان مورث اعلیٰ سلاطین سلجوقیہ والی رے یہ پہلا بادشاہ ہے جس نے سلاطین سلجوقیہ کی حکومت کا بنیادی پتھر رکھا تھا۔

۲ قطلمش والی قونیہ و بلاد روم

۳ تاج الدولہ تتش والی بلاد روم

۴ والی آذربائیجان

باب ۷

ملک خوارزم محمد بن انوشتکین واتسز بن محمد

انوشتکین کے حالات

انوشتکین خوارزمی حکمرانوں کا جد اکبر اور مورث اعلیٰ تھا یہ ترکی الاصل اور غرشتان کے رہنے والے ایک شخص کا غلام تھا' اسی مناسبت سے انوشتکین غرشی کہلاتا ہے' امراء سلجوقیہ میں سے ملکابک نامی ایک سردار نے اسے خرید لیا۔ چونکہ انوشتکین میں غیر معمولی بہادری اور عقل و فہم تھی اس وجہ سے امیر ملکابک اسے بہت زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ انوشتکین کا بیٹا محمد اپنے والد کی طرح بہادر اور دانائی میں یکتا نکلا' انوشتکین نے اسے انتہائی اعلیٰ تعلیم دلائی۔ چنانچہ آداب اور اخلاق کے زیور سے مزین و آراستہ ہو کر سن شعور کو پہنچا' امراء سلجوقیہ میں مل جل گیا' بعض صوبجات کی حکومت پر مامور ہوا' بہت سلیقہ شعار اور منتظم تھا چند ہی دنوں میں اس کی شہرت پھیل گئی۔

برکیاروق کی پیش قدمی

سلطان برکیاروق ابن سلطان ملک شاہ نے جب حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اور ارسلان ارغون (برکیاروق کا چچا) مخالفت پر اٹھا اور خراسان پر قبضہ کر لیا تو ۴۹۰ھ میں برکیاروق نے فوجیں اپنے بھائی سنجر کی قیادت میں ارسلان ارغون کے سر کرنے کے لیے روانہ کیں' روانگی فوج کے بعد خود بھی روانہ ہو گیا۔ راستے میں ارسلان ارغو کے مارے جانے کی اطلاع ملی' ارسلان ارغو کو اسی کے ایک غلام نے قتل کر مار ڈالا تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں برکیاروق نے اس خبر سے آگاہ ہو کر ارادہ تبدیل نہ کیا بلکہ اطراف خراسان اور ماوراء النہر کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک چھان ڈالا۔ ارسلان ارغو کے نائبوں سے حکومت چھین لی۔ اپنے بھائی سنجر کو متعین کیا۔

محمد بن سلیمان کی سرکشی

محمد بن سلیمان امیر امیران نے جو کہ برکیاروق کا رشتہ دار تھا بغاوت و مخالفت کا علم بلند کیا۔ سنجر نے مقابلے پر کمر باندھی اور کامیاب ہوا۔ محمد بن سلیمان کو گرفتار کر کے اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں۔ برکیاروق خوارزم پر اکنجی شاہ کو والی مامور کر کے خراسان سے عراق واپس آیا (زبان فارسی میں "شاہ" سلطان کو کہتے ہیں، خوارزم کو شاہ کی طرف مضاف کر کے حسب عادت مضاف الیہ کو مضاف پر مقدوم کر دیا۔ اکنجی شاہ ہو گیا۔

قودز کی سرکوبی

برکیاروق کی واپسی کے بعد سرداران لشکر میں سے امیر قودز اور امیر بار قطاش جو کسی وجہ سے موکب شاہی کے ساتھ خراسان میں گئے تھے بغاوت اور مخالفت پر تیار ہو گئے اور اکنجی شاہ والئی خوارزم پر جب کہ وہ سلطان برکیاروق کی خدمت میں حاضر ہونے جا رہا تھا، مقام مرو میں حملہ کر دیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور خوارزم پر قبضہ کر لیا۔ سلطان برکیاروق کو اس کی خبر ہوئی' یہ وہ زمانہ تھا کہ عراق عجم میں امیر انز اور موید الملک بن نظام الملک نے بغاوت پر کمر باندھ لی تھی' برکیاروق' امیر انز اور موید الملک کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا اور امیر داؤد حبشی ابن ایتاج کو فوج کا سپہ سالار بنا کر قودز و بار قطاش سے جنگ کے لیے خراسان واپس آیا۔ امیر داؤد ہرات کی جانب روانہ ہوا' امیر داؤد حبشی کی فوج جمع نہیں ہونے پائی تھی کہ قودز اور بار قطاش روانہ ہو گئے' امیر داؤد حبشی نے جیسے ہی دریائے جیحون عبور کیا بار قطاش نے بڑھ کر راستہ روکا' ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ بار قطاش کو شکست ہوئی اور جنگ کے دوران امیر داؤد نے گرفتار کر لیا' اس واقعہ کی اطلاع قودز

تک پہنچی' فوج نے ہنگامہ کر دیا' قودز بخارا بھاگ گیا' والئی بخارا نے گرفتار کر لیا مگر چند دن بعد رہا کر دیا۔ گرتا پڑتا سلطان سنجر کی خدمت میں پہنچا۔ سلطان سنجر نے بغاوت کے جرم میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ باقی رہا بارقطاش' وہ امیر داؤد کے پاس جیل میں قید رہا۔

بارقطاش اور قودز کی شکست سے خراسان میں امن قائم ہو گیا' فتنہ و فساد کا بازار ٹھنڈا پڑ گیا۔ امیر داؤد حبشی کی حکومت کا سکہ جم گیا۔ امیر داؤد حبشی نے حکومت خوارزم کے لیے محمد ابن انو شتکین کو منتخب کیا' محمد انو شتکین نے انتہائی خوش اسلوبی سے خوارزم کا نظم و نسق درست کیا' اخراجات میں کمی دکھائی۔ آئے دن کے فساد اور بدامنی کو روک دیا۔ اہل علم کو دوست رکھتا تھا' علماء اور فضلاء سے اس کی مجلس بھری رہتی تھی' انصاف پسند تھا' رعایا کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کا سلوک کرتا تھا ان وجوہ سے اس کا ذکر خیر ہر سو پھیل گیا اور شان و شوکت بڑھ گئی۔ سلطان سنجر نے خراسان پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد محمد ابن انو شتکین کو نہ صرف خوارزم کی حکومت پر بحال و قائم رکھا بلکہ اور زیادہ عزت افزائی کی۔

خوارزم پر چڑھائی

محمد بن انو شتکین جن دنوں خوارزم میں موجود نہ تھا' کسی مہم پر گیا ہوا تھا۔ طغرل تکین محمد ابن اکنجی کے اکسانے سے ایک ترکی بادشاہ خوارزم پر چڑھ آیا۔ (یہ اکنجی وہی ہے جو خوارزم کا سابق بادشاہ تھا جسے امیر قودز اور امیر یار قطاش نے مار ڈالا تھا) محمد ابن انو شتکین کو اس کی خبر ملی تو سلطان سنجر کی خدمت میں نیشاپور اطلاعی چٹھی بھیجی' امداد کی درخواست کی اور فوج فراہم کر کے خوارزم کو چھڑانے کی غرض سے روانہ ہوا۔ ترکی بادشاہ اور طغرل تکین محمد محاصرہ اٹھا کر چلا گیا' ایک دوسرے سے جدا ہو کر ہر ایک نے ایک ایک سمت کی راہ لی' محمد بن انو شتکین کی قدر و منزلت میں مزید اضافہ ہو گیا

پھر محمد بن انو شتکین والئی خوارزم کا زمانہ انتقال آ گیا۔ اس کا بیٹا اتسز جانشین ہوا۔ یہ اپنے والد کے قدم بقدم چلا' اتسز زمانہ حکومت محمد بن انو شتکین میں کئی بار لشکر کا سپہ سالار مقرر ہو کر دشمنوں کے مقابلہ پر گیا تھا اور کامیاب ہوا تھا۔ حکمران ہوتے ہی اس کی مردانگی' شجاعت اور سیاست کی شہرت عام ہو گئی' شہر مقشلاغ کی فتح نے اس کی شہرت و ناموری میں مزید اضافہ کر دیا۔ ہر ایک کی زبان پر اس کی کفایت شعاری اور مہارت جنگ کا چرچا ہونے لگا' شان و شوکت دوبالا ہو گئی' سلطان سنجر نے اپنے دربار میں طلب کر کے مخصوص مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ ہر سفر میں اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ لڑائیوں میں اسی کو لشکر کا سالار اعظم بناتا تھا۔ لگانے بجھانے والوں کو حسد و رشک پیدا ہوا' چغل خوری شروع کر دی' وقت بے وقت کان بھرنے لگے کہ اتسز کے دماغ میں خوارزم کی خود مختار حکومت کا سودا سما گیا ہے' اس نے خوارزم میں اپنی حکومت قائم کر رکھی ہے۔ اس بات سے سلطان سنجر آگ بگولا ہو گیا' بلا تحقیق فوجیں لے کر خوارزم پر چڑھائی کر دی۔ اتسز بھی جنگ پر تیار ہو گیا لڑائی ہوئی' میدان سلطان سنجر کے ہاتھ رہا اتسز کو شکست ہوئی' اتسز کا بیٹا اور اس کے بہت سے سردار و مصاحب سلطان سنجر کے حکم سے قتل کر دیئے گئے اور خوارزم پر قبضہ کر کے غیاث الدین سلیمان شاہ ابن سلطان محمد (اپنے بھتیجے) کو حکومت مرحمت کی' آتابک کو وزیر اور حاجب مقرر کر کے ۵۳۳ھ میں مرو واپس آیا۔ چونکہ اہل خوارزم اتسز سے بے حد خوش اور اس کے ممنون احسان تھے اور غیاث الدین سلیمان شاہ کا سلوک ان لوگوں کے ساتھ اچھا نہ تھا اس وجہ سے سلطان سنجر کی واپسی کے بعد اتسز نے اہل خوارزم کے کہنے پر دوبارہ حملہ کر دیا۔ اہل خوارزم نے بڑی خوشی سے قبضہ دے دیا۔ سلیمان شاہ اپنے چچا سلطان سنجر کے پاس چلا آیا اور اتسز خوارزم کا مستقل حکمران بن گیا۔

سلطان سنجر کی شکست

۵۳۶ھ میں سلطان سنجر اور ترکان خطا سے جنگ ہوئی۔ آپ نے ابھی پڑھا ہے کہ سلطان سنجر نے اتسز بادشاہ خوارزم کے بیٹے کو قتل کر ڈالا تھا اس سے اتسز آگ بگولا ہو گیا۔ خوارزم واپس آنے کے بعد اتسز نے ترکان خطا کو سلطان سنجر کی مخالفت اور اس کے مقبوضات پر قبضہ کی ترغیب دی تاکہ سلطان سنجر کی توجہ ترکان خطا کی جنگ کی طرف لگ جائے اور اتسز کے مقبوضہ علاقوں میں دخل اندازی نہ کرے۔ چنانچہ ترکان خطا نے جو مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے سلطان سنجر کے مقبوضہ شہروں کی طرف بڑھے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ محمود بن محمد بن سلیمان بن داؤد بغرا خان بادشاہ خانیہ حکمران کاشغر اور ترکستان پر (جو کہ ہمشیر زادہ سلطان سنجر تھا) ترکان خطا نے محمود کو بری طرح سے شکست دی' محمود شکست کھا کر سمرقند واپس آیا۔ اپنے ماموں سلطان سنجر کو یہ واقعات لکھے' ترکان خطا کے مظالم کی شکایت لکھی' امداد

اعانت کی درخواست کی۔ سلطان سنجر سلجوقی اور خراسانی لشکر لے کر ترکان خطا سے لڑنے کے لیے چلا‘ دریا کو عبور کر کے یکم صفر ۵۳۶ھ میں ترکان خطا پر حملہ کر دیا زبردست لڑائی ہوئی‘ سلطان سنجر کو شکست ہوئی‘ بے شمار مسلمان مارے گئے‘ لشکر اسلام کے مقتولوں کی تعداد ایک لاکھ اور چار ہزار عورتیں بیان کی جاتی ہیں‘ اسی واقعہ میں سلطان سنجر کی بیگم قید ہو گئی۔ سلطان سنجر شکست کھا کر خراسان کی طرف واپس ہوا اور شاہ خطا ماوراء النہر پر قابض ہو گیا اور ماوراء النہر ممالک مقبوضہ اسلام سے نکل گیا۔ ان واقعات کو تفصیل کے ساتھ سلطان سنجر کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے۔

سلطان سنجر کی شکست کے بعد اتسز بادشاہ خوارزم نے خراسان کا رخ کیا‘ سلطان سنجر ترکان خطا کے مقابلہ میں شکست کھا کر ہمت ہار گیا تھا۔ کوئی مقابلہ کرنے والا نہ رہا‘ اتسز سرخس پر قابض ہو گیا۔ امام محمد زیادی جو کہ زہد و تقویٰ اور علوم دینی کے ماہر تھے۔ اتسز سے ملنے آئے‘ اتسز نے عزت و احترام سے ملاقات کی اور ان کے پند و نصائح کو بڑی توجہ سے سنا اور قبول کیا اس کے بعد اتسز نے مرو شاہجہاں کی جانب پیش قدمی کی۔ امام احمد باخوری نے حاضر ہو کر گذارش کی ”آپ اپنی فوج کے ساتھ مرو کے باہر قیام فرمائیں‘ اہل مرو آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ ان پر حملہ کرنے سے ناحق خونریزی ہو گی“ اتسز نے امام احمد کی سفارش قبول کی اور شہر مرو کے باہر پڑاؤ کیا۔ عوام الناس پر حماقت سوار ہوئی‘ غل مچا کر خوارزمی فوج کے سپاہیوں پر چڑھ دوڑے‘ کسی کو قتل کیا اور کسی کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اتسز کے ساتھی جو کسی ضرورت کے تحت شہر میں گئے تھے کھینچ کر باہر نکال دیا۔ اتسز اس سے آگ بگولا ہو گیا۔ حملہ کا حکم دے دیا۔ چنانچہ یکم ربیع الاول ۵۳۶ھ میں مرو کے عوام الناس سے لڑائی ہوئی بہت سے مارے گئے جن میں اکابر علماء مرو کی ایک جماعت بھی تھی‘ کئی دن تک قتل عام ہوتا رہا۔ علماء اور فقہاء کا ایک بڑا گروہ ننگے سر و پا اتسز کی خدمت میں اہل مرو کی غلطی معاف کرانے کی غرض سے حاضر ہوا۔ اتسز نے اپنے لشکر کو اہل مرو کے قتل عام سے روک دیا اور ان کی غلطی معاف کر دی مگر سلطان سنجر کے اراکین اور سرداروں کے مال و متاع کو ضبط کر لیا اور سلطان سنجر کا خطبہ موقوف کر کے اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم دیا۔ جس وقت خطیب کی زبان سے اتسز بادشاہ خوارزم کا نام نکلا اہل نیشاپور کا دل بھر آیا۔ انتقام اور مقابلہ کا جوش پیدا ہوا مگر آخری نتیجہ نے روک دیا‘ خاموشی اختیار کر لی۔

صوبہ بیہق کی تباہی

اتسز نے مرو پر قبضہ کے بعد صوبہ بیہق کو فتح کرنے کے لیے ایک فوج روانہ کی‘ پانچ دن کے محاصرہ کے بعد شہر فتح ہو گیا‘ تمام صوبہ میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ گاؤں‘ دیہات اور شہر تباہ کر دیئے گئے چونکہ ترکان خطا اتسز کی پشت پناہی پر تھے اور درپردہ یہ انہی کی حرکت تھی۔ اس وجہ سے سلطان سنجر ان کاموں سے جو اتسز بلاد خراسان میں کر رہا تھا مداخلت نہ کرتا تھا۔ صبر کا بھاری پتھر اپنے دل پر رکھے ہوئے مسلمانوں اور اسلامی شہروں کی بربادی کو دیکھ رہا تھا۔

اس کے بعد ۵۴۸ھ میں ترکان غز جو اسلام کے دعوی دار تھے‘ اٹھے اور سلطان سنجر سے لڑ کر کامیابی کے ساتھ خراسان پر قابض ہو گئے۔ ترکوں کا یہ گروہ ملوک سلجوقیہ سے علیحدگی کے بعد ماوراء النہر آ کر مقیم ہوا تھا اور مذہب اسلام کا پابند تھا‘ جب ترکان خطا ماوراء النہر پر مسلط و قابض ہوئے تو ترکان غز کو ماوراء النہر سے نکال دیا اطراف بلخ میں جا کر قیام اختیار کیا‘ لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔ دن دیہاڑے قافلہ لوٹ لیتے تھے۔ دیہات اور قصبات کو تباہ کرتے تھے۔ سلطان سنجر نے ان کی سرکوبی کے لیے تیاری کی‘ فوجیں فراہم کیں‘ معرکہ آراء ہوا مگر مقابلہ نہ کر سکا شکست کھا کر بھاگا۔ گرفتار کر لیا گیا‘ اس کی گرفتاری اور شکست سے اس کی حکومت کو سخت نقصان پہنچا جو کسی طرح سے پھر ٹھیک نہ ہو سکا‘ گورنران صوبجات نے اپنے اپنے صوبہ کو دبا لیا‘ مستقل اور خود مختار حکمران بن گئے۔ ان کی دیکھا دیکھی غلاموں نے بھی ہاتھ پاؤں نکالے‘ جس کا جہاں سینگ سمایا چلا گیا اور مملکت سلجوقیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اتسز بھی خوارزم اور اس کے صوبہ کو دبا بیٹھا‘ خود مختاری کا اعلان کیا۔ جس پر اس کی اولاد وراثتاً آئندہ حکمراں ہوئی‘ پھر جب سلاطین سلجوقیہ کی ہوا مزید زیادہ خراب ہوئی اور حکومت پر زوال کی گھٹائیں چھا گئیں تو اتسز کی اولاد نے خراسان اور عراق پر بھی قبضہ کر لیا۔ ان لوگوں کی بہت بڑی حکومت ہوئی جسے ہم مفصل ان کی سلطنت و حکومت کے ضمن میں بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ واللہ ولی التوفیق . بمنہ وکرمہ۔

اتسز بن محمد کا انتقال

والئی خوارزم اتسز بن محمد بن انو شتکین نصف ۵۵۱ھ میں ساٹھ سال حکومت کر کے انتقال کر گیا۔ نہایت عادل' نیک سیرت تھا' رعایا کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا سلوک کرتا تھا۔ ارسلان بن اتسز خوارزم کا حکمراں ہوا' مسند حکومت پر فائز ہو کر اپنے بھائی کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں' پھر جب سلطان سنجر تاتاریوں کی قید سے نکل کر چلا آیا تو ارسلان نے فدویت نامہ بھیجا' اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کیا' سلطان سنجر نے خوارزم کی سند حکومت عنایت کی۔ اس کے بعد ترکان خطا نے تسخیر خوارزم کی غرض سے خروج کیا' ارسلان مقابلہ کے لیے نکلا' تھوڑی سی مسافت طے کی ہو گی کہ ایک مہلک بیماری میں مبتلا ہو گیا' خوارزم واپس آیا' سرداران لشکر میں سے نظر امیر کو قائد مقرر کر کے فوج کو روانگی کا حکم دیا' ترکان خطا اور خوارزمی فوج سے لڑائی ہوئی' ترکوں نے اس کو شکست دی' گرفتار کر لیا اور ماوراء النہر واپسی اختیار کی۔

باب ۸

علاء الدین تکش بن ارسلان

محمود بن ارسلان

پھر والئی خوارزم ارسلان بن اتسیز اسی مرض میں جس کی وجہ سے ترکان خطا کے مقابلہ پر نہ جاسکا تھا فوت ہو گیا۔ اس کا چھوٹا بیٹا محمود مسند حکومت خوارزم پر بیٹھا' اس کی ماں سلطنت و حکومت کا انتظام کرنے لگی' ارسلان کا بڑا بیٹا علاء الدین تکش اس وقت خوارزم میں موجود نہ تھا اپنے مقبوضہ صوبہ میں تھا' چھوٹے بھائی کی حکومت ناگوار گزری' بادشاہ خطا کے پاس چلا گیا' امداد کی درخواست کی' خوارزم کی سرسبزی اور مال و دولت کا لالچ دیا' بادشاہ خطا لالچ میں آ گیا۔ آپس میں عہد و پیمان کیا اور ایک بڑی فوج لے کر علاء الدین تکش کی امداد کی غرض سے خوارزم کی جانب پیش قدمی کی۔

سلطان شاہ کی شکست

سلطان شاہ اور اس کی ماں' مویدای بہ والئی نیشاپور کے پاس چلی آئی تھی' (مویدای بہ سلطان سنجر کے بعد نیشاپور پر قابض ہو گیا) نذرانے اور تحائف دیئے' خوارزم کے مال و خزانہ کی طمع دلائی' مویدای بہ فوجیں مہیا کر کے خوارزم کو علاء الدین تکش اور ترکان خطا کے پنجے سے بچانے کے لیے سلطان شاہ کے ساتھ روانہ ہوا' بیس کوس کا فاصلہ باقی رہ گیا تھا کہ علاء الدین تکش اس کی آمد سے آگاہ ہو کر میدان میں آ گیا' گھمسان کی لڑائی ہوئی' آخر کار موید کی فوج نے اپنا مورچہ چھوڑ دیا' بھاگ نکلی' موید گرفتار ہو کر علاء الدین تکش کے سامنے پیش کیا گیا۔ علاء الدین تکش نے قتل کا حکم صادر کیا جس کی تعمیل فوراً" کی گئی' سلطان شاہ نے گرتے پڑتے دہستان میں جا کر دم لیا' علاء الدین تکش نے تعاقب کیا دہستان کو پہنچ کر گھیر لیا' سلطان شاہ چھپ کر دہستان سے بھاگ گیا اس کی ماں گرفتار ہو گئی' علاء الدین تکش نے قتل کر دیا اور دہستان پر قبضہ کر کے خوارزم واپسی کی راہ لی۔

دہستان سے نکل کر سلطان شاہ نیشاپور پہنچا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ طغان شاہ ابوبکر ابن موید نیشاپور میں حکومت کر رہا تھا' چند دن قیام کے بعد سلطان غیاث الدین غوری کے پاس چلا گیا اور وہیں سکونت اختیار کی۔

ترکان خطا کی علاء الدین تکش پر چڑھائی

ترکان خطا نے علاء الدین تکش سے عہد نبھانے کا تقاضا شروع کیا' حسب قرارداد مال و دولت لینے کے لیے ایلچی بھیجے۔ علاء الدین تکش نے ترکان خطا کے ایلچیوں کو اہل خوارزم کے مکانات میں علیحدہ علیحدہ ٹھہرایا۔ چند دن حیلے بہانے سے کام لیا' ایک دن چند آدمیوں کو ان کے قتل پر مقرر کر دیا۔ ایک بھی زندہ نہ چھوڑا اور اس عہد و اقرار کو جو اس نے ترکان خطا سے کیا تھا' پس پشت ڈال دیا۔ سلطان شاہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی' خوشی سے اچھل پڑا' غیاث الدین غوری سے رخصت ہو کر بادشاہ خطا کے پاس پہنچا' علاء الدین تکش (اپنے بھائی) کی شکایت کی امداد کی درخواست کی اور یہ ظاہر کیا کہ اہل خوارزم مجھ سے زیادہ مانوس ہیں' میری شکل کو دیکھ کر علاء الدین تکش کا ساتھ چھوڑ دیں گے' علاء الدین تکش سے بدلہ لینے کا یہ موقع اچھا ہے۔ اس نے آپ کے ساتھ بھی بدعہدی کی ہے' بادشاہ خطا پہلے ہی سے غصے میں بیٹھا تھا' فوراً" تیار ہو گیا۔ ایک بڑی فوج لے کر خوارزم پر چڑھائی کی۔ محاصرہ کیا' علاء الدین تکش قلعہ بند ہو گیا۔ مدافعت کی تدبیریں کرنے لگے' فوج نے علاء الدین تکش کے حکم سے نہر میں پانی جاری کر دیا' جیحون کے بند کھول دیئے گئے' زبردست سیلاب آ گیا' لینے کے دینے پڑ گئے' بادشاہ خطا کا لشکر

ڈوبتے ڈوبتے بچا' محاصرہ اٹھا کر ناکام واپس ہوا' بادشاہ خطا نے سلطان شاہ کو اس دھوکہ دینے پر بہت ملامت کی' سلطان شاہ نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

سلطان شاہ کی کامیابی

سلطان شاہ نے اس کے بعد بادشاہ خطا کے سپہ سالار اعظم سے کہا "آپ میری قیادت میں ایک فوج مرو کے قبضہ کے لیے روانہ کیجیے میں قبضہ کی ذمہ داری لیتا ہوں' دینار غزی اس زمانہ سے مرو پر قابض ہے جن دنوں تاتاریوں اور سلطان سنجر میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ دینار غزی ایک کمزور آدمی ہے۔سپہ سالار نے فوج کو روانگی کا حکم دیا' سلطان شاہ نے سرخس کی جانب پیش قدمی کی اور ان تاتاریوں سے جو اس پر قابض تھے حملہ آور ہوا' بڑی بے رحمی سے انہیں قتل و تباہ کیا۔ دینار غزی نے سرخس چھوڑ کر ایک قلعہ میں پناہ لی۔ سلطان شاہ نے مرو کا رخ کیا والئی مرو نے دفاع کی کوشش کی' لڑائی ہوئی' آخر کار سلطان شاہ نے اس پر بھی بزور شمشیر قبضہ حاصل کر لیا۔ اور وہیں قیام اختیار کیا' بادشاہ خطا کی فوج ماوراء النہر واپس آئی مگر سلطان شاہ خراسان میں تاتاریوں (ترکان غز) سے برابر لڑتا رہا' اکثر مقامات پر قبضہ کر لیا۔

طغان شاہ کا انتقال

آئے روز کی جنگ سے تنگ آ کر دینار غزی نے سرخس' طغان شاہ ابن موید والئی نیشاپور کے سپرد کر دیا' طغان شاہ نے اپنی جانب سے قراقوش نامی امیر کو سرخس کی حکومت عنایت کی' طغان شاہ نیشاپور چلا گیا' سلطان شاہ اس سے آگاہ ہو کر سرخس پر حملہ آور ہوا۔ قلعہ کا محاصرہ کر لیا' طغان شاہ کو اس کی اطلاع ملی' فوج آراستہ کر کے محاصرہ اٹھانے کے لیے سرخس آ پہنچا' جیسے ہی دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا' طغان شاہ جنگ سے منہ موڑ کر نیشاپور بھاگ آیا۔ یہ واقعہ ۵۷۶ھ کا ہے قراقوش نے ہتھیار ڈال دیئے' قلعہ خالی کر کے اپنے آقا طغان شاہ کے پاس نیشاپور چلا گیا۔ سلطان شاہ نے سرخس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد طوس پر بھی قابض ہو گیا۔ نیشاپور کی زمین بھی طغان شاہ پر سلطان شاہ کی آئے روز کی لڑائیوں سے تنگ ہوئی یہاں تک کہ ۵۸۲ھ میں طغان شاہ کا انتقال ہو گیا۔

سنجر شاہ کی حکومت

طغان شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سنجر شاہ مسند حکومت پر بیٹھا' منکلی تکین (سنجر کے دادا کا غلام) کو حکومت سنجر پر غلبہ حاصل ہو گیا' سیاہ و سفید کا مالک و مختار بن گیا۔ یہ امر' امراء اور اراکین سلطنت کو ناگوار گزرا' اکثر امراء ترک رفاقت کر کے سلطان شاہ کے پاس سرخس چلے گئے' دینار غزی' ترکان غز کا ایک گروہ اپنے ساتھ لے کر کرمان چلا گیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ منکلی تکین نے حکومت و سلطنت پر قابض ہو کر بہت ظلم کیے' نیشاپور کے عام باشندوں پر طرح طرح کے مظالم کرنے لگا' اراکین سلطنت کو بلا کسی جرم کے قتل کر ڈالا۔ اس سے ایک طوفان کھڑا ہو گیا۔

سنجر شاہ کو سزا

اس بات کی اطلاع خوارزم شاہ علاء الدین تکش کو ملی۔ ماہ ربیع الاول ۵۸۲ھ میں نیشاپور پر چڑھائی کی' دو ماہ تک محاصرہ کیے رہا مگر کامیابی کی صورت دکھائی نہ دی۔ اہل نیشاپور نے زبردست مدافعت کی' مجبوراً محاصرہ اٹھا کر خوارزم واپس آیا۔ پھر ۵۸۳ھ میں نیشاپور کو فتح کرنے کے لیے نکلا۔ پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ اہل نیشاپور نے امان حاصل کر کے قبضہ دے دیا۔ خوارزم شاہ نے منکلی تکین کو قتل کر دیا اور سنجر شاہ کو احترام و عزت سے خوارزم لے آیا۔ مہمان کی طرح ٹھہرایا' بعد یہ اطلاع ملی کہ سنجر شاہ اہل نیشاپور سے خط و کتابت کر رہا ہے اور حکومت حاصل کرنے کی غرض سے سازش کر رہا ہے اس بناء پر خوارزم شاہ نے سنجر شاہ کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں۔

مرو پر چڑھائی

ابن اثیر نے اپنی کتاب کامل میں لکھا ہے کہ ابوالحسن بن ابوالقاسم بیہقی نے یہ واقعہ کتاب مشارب التجارت میں اسی طرح بیان کیا ہے مگر اس کے علاوہ دیگر مورخین یہ بیان کرتے ہیں کہ ارسلان بادشاہ خوارزم کے انتقال کے بعد اس کے دونوں بیٹوں علاء الدین تکش اور سلطان شاہ میں حکومت و ریاست حاصل کرنے کے بارے میں جھگڑا ہوا' علاء الدین تکش نے سلطان کو خوارزم سے نکال دیا۔ سلطان شاہ مرو چلا گیا

اور ترکان غز سے چھین لیا۔ چند دن بعد ترکان غز نے سلطان شاہ کو مرو سے نکال دیا اور دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اس کے خزانہ کو لوٹ لیا۔ بیشتر اراکین سلطنت کو قتل کیا' سلطان شاہ پریشان حال بادشاہ خطا (جو کفار ترک کا بادشاہ تھا) کے پاس گیا۔ امداد کی درخواست کی' جنگی اخراجات کے علاوہ بہت سا روپیہ دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ بادشاہ خطا ایک بڑی فوج لے کر مرو پر حملہ آور ہوا' مرو' سرخس' نساء اور ابیورد سے ترکان غز کو نکال کر سلطان شاہ کو قبضہ دلا دیا اور اپنے مرکز حکومت واپس گیا۔

شہاب الدین غوری کی آمد

سلطان غیاث الدین غوری حکمران ہرات ابو شنج اور باد غیس وغیرہ صوبہ خراسان اور سلطان شاہ والئی مرو' سرخس اور ابیورد سے خط و کتابت شروع ہوئی' ایک نے دوسرے کو اس کے مقبوضہ ممالک میں اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کے لیے لکھا اور عدم تعمیل کی صورت میں دھمکی دی۔ ابھی خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ سلطان شاہ نے پیش قدمی شروع کر دی' غیاث الدین کے مقبوضہ شہروں پر شب خون مارنے لگا' تاوان اور جرمانہ جبراً" وصول کرنے لگا' سلطان غیاث الدین ان واقعات سے آگاہ ہو کر آگ بگولا ہو گیا۔ سلطان شاہ کی گوشمالی اور مدافعت کے لیے بجستان کی ماتحتی میں فوجیں روانہ کیں۔ اپنے بھانجے بہاء الدین سام والئی بامیان کو بطور کمک والئی بجستان کے ساتھ روانہ ہونے کے لیے لکھا' والئی بجستان اور بہاء الدین سام کوچ و قیام کرتے ہوئے ہرات پہنچے۔ سلطان شاہ میں مقابلے کی طاقت نہ تھی مجبوراً" ہرات چھوڑ کر مرو چلا گیا' جنگ کی نوبت نہ آئی' اتنے میں جاڑے کا موسم ختم ہو گیا' سلطان شاہ نے سلطان غیاث الدین غوری کو پھر حسب معمول سابق خط لکھا۔ غیاث الدین غوری نے اپنے بھائی شہاب الدین غوری کو اس سے آگاہ کیا۔ سلطان شہاب الدین غوری اس وقت ہندوستان میں تھا۔ اطلاع ملتے ہی مشتعل ہو گیا' فوج کو واپسی کا حکم دیا اور انتہائی تیزی سے مسافت طے کر کے خراسان پہنچا۔ خراسان میں سلطان غیاث الدین اور والئی بجستان کی فوجیں پہلے سے موجود تھیں' سلطان شہاب الدین غوری کے آ جانے سے بہت بڑی فوج ہو گئی۔ طالقان میں سب نے پڑاؤ کیا۔ سلطان شاہ نے ترکان غز' فسادیوں' لٹیروں اور بدمعاشوں کو اکٹھا کر کے فوج بلائی اور طالقان میں غوری لشکر کے مقابلہ پر آیا' دو مہینے تک ایک دوسرے کے مقابلہ پر پڑاؤ ڈالے رہے۔ فریقین سینہ سپر ہو کر میدان میں آتے تھے لیکن لڑائی کی نوبت نہ آتی تھی۔

علوی کی مخالفت

سلطان غیاث الدین اور سلطان شاہ میں مصالحت کی خط و کتابت ہو رہی تھی' آخر کار غیاث الدین بو شنج اور باد غیس اور بیورا کے قلعے سلطان شاہ کو دے کر صلح کرنے پر آمادہ ہوا' بہاء الدین سام والئی بامیان اور والئی بجستان نے اس سے مخالفت کی' جنگ پر تیار ہوئے' غیاث الدین ان لوگوں کو جنگ سے روک رہا تھا۔ اتنے میں سلطان شاہ کا ایلچی غیاث الدین کے دربار میں معاہدہ صلح لکھوانے کے لیے حاضر ہوا' امراء غوریہ اور سرداران لشکر موجود تھے۔ اگرچہ یہ سب معاہدہ صلح کے مخالف تھے مگر غیاث الدین کے دباؤ سے کوئی نہیں بولتا تھا۔ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ مجد الدین[ا] علوی جو غیاث الدین کا خاص آدمی بنا ہوا تھا اور اس کا اثر اس قدر تھا کہ بلا اجازت جو چاہتا تھا کر گزرتا' غیاث الدین دم نہ مارتا' اٹھ کر غضبناک لہجہ میں بولا "اس طرح سے صلح ہرگز نہ کی جائے گی میں ایک انچ زمین سلطان شاہ کو نہ دوں گا۔" ایسا چیخا چلایا کہ گلا پھٹ گیا' کپڑے پھاڑ ڈالے' سر پر مٹی ڈالی' بال نوچ ڈالے' ایلچی سے مخاطب ہو کر کہا "جا اپنے بادشاہ سلطان شاہ سے کہہ دے کہ سلطان اعظم غیاث الدین نے صلح کر لی ہے۔ مگر علوی ہروی تجھ سے لڑنے کے لئے تیار ہے۔" اس کے علاوہ اور جو کچھ منہ میں آیا کہہ کر غیاث الدین کی جانب مخاطب ہوا "حضور والا! جن ملکوں کو ہم نے تلوار کے زور پر اپنا خون بہا کر ترکان غز' سلجوقیہ اور سنجریہ سے حاصل کیا ہے۔ کیا وہ ممالک ہم اس شخص کو دے دیں جسے اس کے بھائی نے نکال دیا ہے' تن تنہا ادھر ادھر مارا مارا پھرتا ہے اور جب ہم اسے اپنے مقبوضہ شہر دے دیں گے تو اس کا بھائی بادشاہ خوارزم غزنی اور ہندوستان کا طالب اور خواہاں ہو گا' علوی سے یہ نہ ہو گا۔ غیاث الدین بالکل چپ رہا نہ ہاں کی اور نہ' شہاب الدین نے فوج کو تیاری کا حکم دیا' ایلچی واپس چلا گیا۔

[ا] اصل کتاب میں نام نہیں لکھا ہے ایک انچ چھوڑ کر صرف علوی ہروی لکھا ہے۔ میں نے تاریخ کامل میں سے مجد الدین لکھا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۵۰۔

جنگ کا آغاز

ان تمام واقعات سے سلطان شاہ کو آگاہ کیا' غوری لشکر نے پیش قدمی کی' مروالرود میں پہنچ کر جنگ کا آغاز کر دیا' سلطان شاہ کا لشکر خم ٹھونک کر مقابلہ پر آیا' جنگ کا میدان گرم ہو گیا' سلطان شاہ کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی اور اس کی ایک بہت بڑی تعداد گرفتار کر لی گئی' سلطان شاہ بیس سواروں کے ساتھ جان بچا کر مرو پہنچا' اس کے بعد بقیۃ السیف فوج بھی مرو آ گئی۔ غیاث الدین نے قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اس واقعہ کی اطلاع علاء الدین تکش تک پہنچی' بہت خوش ہوا' سلطان شاہ سے بدلہ لینے پر تیار ہو گیا۔ فوراً" ایک فوج جیحون کی جانب روانہ کی تاکہ سلطان شاہ دریا عبور کر کے بادشاہ خطا کے پاس نہ جا سکے اور خود ایک فوج لے کر سلطان شاہ کی گرفتاری اور جنگ کی غرض سے روانہ ہوا' کسی ذریعہ سے سلطان شاہ کو اس کی اطلاع ہو گئی' حواس باختہ ہو گیا' سیدھا غیاث الدین غوری کی جانب روانہ ہوا' غیاث الدین غوری نے بڑی آؤ بھگت سے لیا' عزت و احترام سے اپنے محل سرا میں اتارا' اور اس کے امراء و اراکین سلطنت کو جس مرتبہ کا تھا اسی کے ہم چشم کے یہاں ٹھہرایا۔

علاء الدین تکش کے خطوط

سردیوں کا موسم ختم ہونے کے بعد علاء الدین تکش نے غیاث الدین غوری کو ایک خط بھیجا "جس میں سلطان شاہ کی ان زیادتیوں کو جو اس نے حکومت غوری کے مقابلے میں کی تھیں' تحریر کیا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ اسے قید کر کے میرے پاس بھیج دیجئے" دوسرا خط غیاث الدین کے گورنر ہرات کو بھیجا' لکھا تھا کہ "اگر سلطان غیاث الدین میرے مراسلہ کا خیال نہ کرے گا اور سلطان شاہ کو گرفتار کر کے میرے پاس نہ بھیجے گا تو میں کوئی خیال کیے بغیر غیاث الدین پر عرصہ زمین بھی تنگ کر دوں گا۔" اتفاق سے جس وقت علاء الدین تکش کا ایلچی غیاث الدین کے دربار میں پہنچا' اسی وقت گورنر ہرات کا قاصد بھی اس خط کے ساتھ جو علاء الدین تکش نے اسے لکھا تھا' حاضر ہوا۔ غیاث الدین نے دونوں مراسلات کو بغور پڑھ کر علاء الدین کو جواباً" تحریر کیا "یہ ناممکن ہے کہ میں سلطان شاہ کو گرفتار کر کے تمہارے پاس بھیج دوں' وہ میرا مہمان ہے اس نے میرے پاس پناہ لی ہے' بہتر ہے کہ مملکت خوارزم کا نصف حصہ سلطان شاہ کو دے دو' خوارزم میں میرے نام کا خطبہ پڑھو' میرے شاہی اقتدار کو تسلیم کرو اور میرے بھائی شہاب الدین سے اپنی بہن کا عقد پڑھا دو۔"

حملہ کی دھمکی

اس خط کو پڑھ کر خوارزم شاہ (علاء الدین تکش) کافی دیر تک سکوت میں رہا' پھر اپنے امراء و اراکین سلطنت سے مشورہ کر کے تنبیہ کا خط لکھا' لشکر کشی کی دھمکی دی' غیاث الدین نے جواب کی بجائے اپنے بھانجے ابوغازی (الپ غازی) اور بہاء الدین والئی بجستان کی زیر قیادت غوری فوج کو خوارزم کی جانب پیش قدمی کا حکم دیا۔ ان دونوں سپہ سالاروں کے ساتھ ساتھ سلطان شاہ کو بھی روانہ کیا اور موید والئی نیشاپور کو لکھا کہ ان کی حمایت و امداد اپنا فرض اولین سمجھو' ہر وقت تیار رہو' (موید کی بیٹی غیاث الدین کی بیوی تھی) موید نے فوجیں مسلح کر کے نیشاپور کے باہر خوارزم کے راستہ پر پڑاؤ کیا' خوارزم شاہ (علاء الدین تکش) لشکر غوری سے مقابلے کے لیے خوارزم سے روانہ ہوا' راستے میں یہ اطلاع ملی کہ موید نیشاپور سے روانہ ہو کر خوارزم کی راہ پر قیام پذیر ہے' دل میں خطرہ پیدا ہوا اور خوارزم واپس ہوا' مال و اسباب اور خزانہ لے کر دریائے جیحون عبور کر کے بادشاہ خطا کے پاس چلا گیا اور خوارزم کو خالی کر دیا۔

سلطان شاہ کا انتقال

خوارزم کے عوام اس سے بہت فکر مند ہوئے' رؤساء شہر کا وفد سلطان شاہ اور ابوغازی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اطاعت و فرمانبرداری کا عہد کیا' گورنر مقرر کرنے کی درخواست کی۔ اتنے میں آخر ماہ رمضان ۵۸۹ھ کا وقت آ گیا' سلطان شاہ کی موت کا وقت آ گیا۔ دل کی دل ہی میں رہ گئی اور انتقال کر گیا' ابوالغازی سلطان شاہ کے ساتھیوں اور مصاحبوں کے ساتھ اپنے ماموں غیاث الدین کے پاس واپس آیا۔ غیاث الدین نے سلطان شاہ کے سرداروں کو اپنی خدمت میں رکھ لیا اور جاگیریں عنایت کر دیں۔

صلح کا پیغام

اپنے بھائی سلطان شاہ کے انتقال کی خبر سن کر علاء الدین تکش خوارزم واپس آیا' سرخس اور مرو پر اپنا کوتوال متعین کیا' عمر مرغنی امیر ہرات نے ایک دستہ فوج بھیج دیا۔ جس نے علاء الدین تکش کے کوتوال کو سرخس اور مرو میں داخل نہ ہونے دیا اور یہ کہا کہ جب تک سلطان غیاث الدین کی اجازت نہ ہو گی' سرخس اور مرو کی سرزمین میں قدم نہیں رکھ سکتے۔" خوارزم شاہ (علاء الدین تکش) نے غیاث الدین کی خدمت میں صلح کا پیغام بھیجا' سسرالی رشتہ قائم کرنے کی درخواست کی' ایلچی کے ساتھ بطور وفد فقہاء خراسان اور رؤساء علویہ کو روانہ کیا۔ ان لوگوں نے غیاث الدین کو سمجھایا اور یہ ظاہر کیا کہ خوارزم شاہ سے مصالحت کرنا اس وجہ سے زیادہ ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کی حمایت کرتا ہے ترکوں اور بادشاہ خطا کے مظالم سے اسلامی شہروں کو محفوظ رکھتا ہے اور اگر بادشاہ سلامت مصالحت خلاف مصلحت سمجھتے ہیں تو مرو کو مرکز حکومت بنائیں تاکہ خطا کے کافر ترکوں سے اسلامی شہر محفوظ و مامون رہیں' چنانچہ غیاث الدین نے علاء الدین تکش سے مصالحت کر لی اور اس کے بھائی کے تمام مقبوضہ شہروں کو اس کے حوالہ کر دیا۔

اس بات کی اطلاع ترکان غز کو ملی تو منہ میں پانی بھر آیا' لوٹ اور غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ دن دیہاڑے لوٹنے لگے' دیہات' قصبات اور شہروں کو تباہ و برباد کرنا شروع کر دیئے' علاء الدین تکش (خوارزم شاہ) نے فوجیں مہیا کیں' سرخس' مرو' نساء اور ابیورد کا شیرازہ نظم و نسق درست کیا۔ حفاظت پر فوج کو مامور کیا' ترکان غز کے دانت کھٹے کر دیئے۔

موید کا قتل

ترکوں سے نپٹنے کے بعد طوس کو فتح کرنے کا ارادہ کیا' طوس پر موید کا قبضہ تھا' علاء الدین تکش کے حملہ کی خبر سن کر طوس کو بچانے کے لیے فوج لے کر روانہ ہوا۔ علاء الدین تکش نے اس سے آگاہ ہو کر طوس سے ہاتھ کھینچ لیا مصلحتاً خوارزم کی جانب واپس ہوا۔ راستہ میں جس قدر کنویں اور چشمے ملے سب کا پانی خراب کرتا گیا۔ موید تعاقب میں چلا پانی نہ ملنے سے سخت پریشان ہوا' جس وقت کف دست میدان میں پہنچا اور فوج پیاس کی شدت سے بے تاب ہوئی' علاء الدین تکش نے پلٹ کر حملہ کر دیا' موید کی فوج مقابلہ نہ کر سکی' شکست کھا گئی اور موید گرفتار ہو گیا۔ علاء الدین تکش کے سامنے پیش ہوا' علاء الدین تکش نے فوراً" قتل کر دیا' کامیابی کے ساتھ خوارزم واپسی اختیار کی۔

نیشاپور پر حملہ

نیشاپور میں موید کے قتل کے بعد اس کا بیٹا طغان شاہ حکمران ہوا' آئندہ سال علاء الدین تکش (خوارزم شاہ) نے نیشاپور پر حملہ کیا' محاصرہ کیا' طغان شاہ نے نیشاپور سے نکل کر مقابلہ کیا' قسمت میں شکست لکھی تھی' گرفتار ہو گیا' علاء الدین تکش نے نیشاپور اور طغان شاہ کے تمام مقبوضہ علاقہ پر قابض ہو گیا۔ طغان شاہ اور اس کے اہل و عیال اور عزیزوں کو خوارزم لے آیا اور وہیں ٹھہرایا' علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ روایت پہلی روایت کی مخالف ہے جسے آپ اوپر پڑھ آئے ہیں' اگر ان دونوں روایتوں میں تطبیق کا امکان ہوتا تو ضرور تطبیق کی کوشش کرتا۔ میں نے دونوں روایتوں کو اس وجہ سے لکھ دیا ہے کہ ناظرین پڑھ کر اپنے دل میں فیصلہ کر لیں کہ کون سی روایت صحیح اور قابل قبول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

طغرل کی درخواست

اس سے قبل ہم سلاطین سلجوقیہ کے حالات میں لکھ آئے ہیں کہ ارسلان شاہ بن طغرل' ایلدکز اور اس کے بیٹے بہلوان کی کفالت میں سلطنت کا کاروبار' ملک کا نظم و نسق ایلدکز اور اس کے بیٹے بہلوان کے قبضہ میں تھا' بہلوان کے بعد اس کا بھائی ازبک بن ایلدکز حکمران ہوا' اس نے سلطان طغرل کو قید میں ڈال دیا۔ ازبک کے انتقال پر اس کا بھتیجا قطلغ بن بہلوان حکمران ہوا۔ قطلغ انتہائی کمزور طبیعت تھا۔ سلطان طغرل کو موقع مل گیا۔ جیل سے نکل بھاگا' ۵۸۸ھ میں فوجیں تیار کر کے قطلغ پر حملہ کر دیا' قطلغ کو شکست ہوئی' رے جا کر دم لیا۔ خوارزم شاہ علاء الدین تکش سے امداد کی درخواست کی' علاء الدین تکش خوارزم شاہ فوجیں لے کر امداد پر آیا۔ قطلغ کو اپنی اس حرکت پر شرمندگی ہوئی' ایک قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا' خوارزم شاہ رے پر قابض ہو گیا' قلعہ طبرک کو بھی دبا لیا' جب اسے اطلاع ملی کہ اس کا بھائی سلطان شاہ

خوارزم کی جانب بڑھ رہا ہے تو رے اور قلعہ طبرک پر والی اور محافظ متعین کر کے خوارزم واپس ہوا۔ راستہ میں یہ اطلاع ملی کہ اہل خوارزم نے مقابلہ کیا اور سلطان شاہ کو ناکام واپس کر دیا۔ خوارزم شاہ اس سے بہت خوش ہوا۔ خوارزم پہنچ کر موسم سرما ختم ہونے تک قیام پذیر رہا۔ اس کے بعد ۵۸۹ھ میں سلطان شاہ سے جنگ کرنے کے لیے مرو روانہ ہوا۔ صلح کا نامہ و پیام ہونے لگا' والئ قلعہ سرخس نے سلطان شاہ کی جانب سے تھا امان حاصل کر کے قلعہ سپرد کر دیا۔خوارزم شاہ نے قبضہ کر لیا اور سلطان شاہ اسی سنہ میں انتقال کر گیا' میدان خالی ہو گیا کوئی مزاحمت کرنے والا نہ رہا۔ خوارزم نے مرو' ابیورد' نساء' طوس اور تمام مقبوضات سلطان شاہ پر قبضہ کر لیا' مال اور خزانہ پر بھی قبضہ کر لیا اپنے بیٹے علاء الدین محمد کو خوارزم سے طلب کر کے مرو کی حکومت مرحمت کی اور اپنے بیٹے ملک شاہ کو نیشاپور کی حکومت پر متعین کیا۔ یہ واقعات ۵۸۹ھ میں پیش آئے۔

رے پر چڑھائی

سلطان طغرل سلجوقی نے ۵۹۰ھ میں رے پر لشکر کشی کی۔ قطلغ ایناخ جو خوارزم شاہ کی جانب سے حاکم رے تھا رے چھوڑ کر بھاگ نکلا' خوارزم شاہ کی خدمت میں امداد حاصل کرنے اور عذر پیش کرنے کی غرض سے اپنے بیٹے کو بھیجا' اتفاق سے جس وقت قطلغ ایناخ کا بیٹا خوارزم شاہ کے دربار میں حاضر ہوا' اسی وقت خلیفہ عباسی بغداد کا ایلچی فرمان خلافت لے کر پہنچا جس میں سلطان طغرل سلجوقی کی شکایت لکھی تھی۔ اس فرمان میں سلطان طغرل سلجوقی کی شکایت کے علاوہ یہ بھی لکھا تھا کہ خلیفہ تمہیں سلطان طغرل کے مقبوضہ ممالک کی سند حکومت کی عنایت فرماتے ہیں؛ اس سرکش کو نکال کر قبضہ کر لو۔" چنانچہ خوارزم شاہ' نیشاپور سے رے روانہ ہوا' قطلغ ایناخ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نیازمندانہ حاضر ہوا اور اس کی رکاب میں رے کی جانب چلا۔خوارزم شاہ نے پہنچتے ہی سلطان طغرل پر اس سے قبل کہ وہ اپنی فوج کو جمع اور آراستہ کر کے میدان جنگ میں آئے حملہ کر دیا۔ تاج دار سلجوقی تلوار کھینچ کر خوارزمی فوج میں گھس پڑا' خوارزمیوں نے چاروں جانب سے گھیر کر مار ڈالا۔ یہ واقعہ ۲۴ ربیع الاول ۵۹۰ھ کا ہے۔ خوارزم شاہ نے کامیابی کے بعد سلطان طغرل کا سر دارالخلافت بغداد روانہ کیا اور ہمدان و بلاد جبل پر قبضہ کر لیا۔

موید الدین بن قصاب وزیر السلطنت کو خلیفہ ناصر عباسی نے خوارزم شاہ کی کمک پر بغداد سے روانہ کیا تھا' ہمدان سے چند کوس کے فاصلہ پر آ کر ٹھہرا۔ خوارزم شاہ نے موید الدین کی جانب کوچ کیا' موید الدین کو خطرہ پیدا ہوا' کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا'خوارزم شاہ سے ملاقات تک نہ کی۔ خوارزم شاہ ہمدان واپس آیا' ہمدان اور اس کے تمام ملحقات کی حکومت قطلغ ایناخ کو مرحمت کی' اپنے غلاموں اور خادموں کو جاگیریں عطا کیں' میا جق کو ان سب کا سردار متعین کیا اور خوارزم لوٹ گیا۔

قطلغ ایناخ کو شکست

خوارزم شاہ کی واپسی کے بعد میا جق اور قطلغ ایناخ میں جھگڑا ہو گیا۔ ۵۹۱ھ میں دونوں میں لڑائی ہوئی۔ قطلغ ایناخ کو شکست ہوئی' وزیر السلطنت موید الدین بن قصاب نے اس سے فائدہ اٹھایا' خوزستان پہنچ کر قبضہ کر لیا' خوزستان کے علاوہ بیشتر بلاد فارس پر جو بنی شملہ اور اس کے امراء کے قبضہ میں تھے قبضہ کر لیا۔ بنی شملہ اور ان کے امراء کو دارالخلافت بغداد روانہ کر دیا' بڑی تسلی سے ملک کا انتظام چلانے لگا۔ شکست کھانے کے بعد قطلغ ایناخ پریشانی کے عالم میں وزیر السلطنت کی خدمت میں پہنچا' امداد کی درخواست کی' وزیر السلطنت نے اسے تسلی و تشفی دی اور فوج لے کر اس کے ہمراہ ہمدان روانہ ہوا' میا جق اور خوارزم شاہ کا بیٹا مقابلہ کی نیت سے نکلے' مگر جیسے ہی وزیر کے لشکر سے مقابلہ ہوا' میا جق اور خوارزم شاہ نے ہمدان کو خیرباد کہہ کر رے کی راہ لی اور وزیر السلطنت ہمدان پر قابض ہو گیا۔ یہ واقعہ ۵۹۱ھ میں پیش آیا۔

ہمدان پر قبضہ کرنے کے بعد وزیر السلطنت اور قطلغ ایناخ نے رے کا رخ کیا' خوارزمی لشکر نے رے بھی چھوڑ دیا' دامغان کی جانب روانہ ہوا' وزیر السلطنت کی فوج نے تعاقب کیا' بسطام اور جرجان تک تعاقب کر کے واپس آئی' وزیر السلطنت نے رے اور اس کے اردگرد کے تمام شہروں پر اپنی کامیابی کے ساتھ قدم جما دیئے۔

اس کے بعد قطلغ ایناخ نے وزیر السلطنت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ رے میں قلعہ بند ہو گیا۔ وزیر السلطنت کو شالی کے لیے جانا

رے کا محاصرہ کیا چند روز بعد قتلغ اینانج مغلوب اور زیر ہوا' رے چھوڑ کر سادہ چلا گیا۔ وزیر السلطنت نے تعاقب کیا مقام دربند کرخ میں مقابلہ ہو گیا ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے' قتلغ اینانج بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ ساری فوج ماری گئی وزیر السلطنت نے ہمدان کی جانب کوچ کیا' تین مہینے تک ہمدان کے باہر پڑاؤ ڈالے رکھا۔

وزیر موید الدین کا انتقال

وزیر السلطنت کی حرکات سے تنگ آ کر خوارزم شاہ (علاء الدین تکش) نے وزیر السلطنت کے ان کاموں پر ناراضگی کا اظہار کیا اور جن شہروں پر وزیر نے قبضہ کر لیا تھا ان کی واپسی کا مطالبہ کیا' وزیر السلطنت نے کچھ جواب نہ دیا' خوارزم شاہ سخت ناراض ہوا' فوج آراستہ کر کے ہمدان کی جانب بڑھا' اتفاق یہ کہ خوارزم شاہ کے پہنچنے سے قبل وزیر السلطنت کا انتقال ہو گیا تھا' ماہ شعبان ۵۹۲ھ میں وزیر کی فوج سے مقابلہ کی نوبت آئی' خوارزم شاہ نے اسے شکست دی' اور انتہائی سختی سے پامال کیا' وزیر السلطنت کی نعش کو قبر سے نکالا' سر کاٹ کر خوارزم روانہ کیا اور یہ ظاہر کیا کہ میں نے میدان جنگ میں وزیر کو قتل کیا ہے۔ الغرض ہمدان پر قبضہ کر کے اصفہان فتح کرنے کی غرض سے فوج روانہ کی اصفہان پر قابض ہونے کے بعد اپنے بیٹے کو اصفہان میں ٹھہرا کر خوارزم واپسی اختیار کی۔

اصفہان پر قبضہ

ابھی خوارزم شاہ واپس ہو ہی رہا تھا کہ خلیفہ ناصر عباسی کا لشکر سیف الدین طغرل کی قیادت میں اصفہان آ پہنچا۔ (سیف الدین طغرل وہ شخص ہے جس نے بلا بحث کو عراق سے علیحدہ کیا تھا) اہل اصفہان نے خوارزمی سپاہ اور اس کے حکمراں کے مظالم سے تنگ آ کر دربار خلافت میں یہ درخواست کی تھی کہ "خلافت مآب تھوڑی سی فوج اصفہان بھیج دیں،ہم لوگ بڑی خوشی اور مستعدی سے قبضہ دلائیں گے خوارزمیوں کے مظالم ہم پر بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔" جب بغدادی لشکر اصفہان کے نزدیک پہنچا خوارزم شاہ کی فوج نے اصفہان چھوڑ دیا' اپنے بادشاہ کے پاس چلی گئی' سیف الدین طغرل قابض ہو گیا۔

رے پر قبضہ

اس کے بعد بہلوان کے غلاموں نے جمع ہو کر اپنے سرداروں میں سے کوکجہ نامی ایک سردار کو اپنا امیر بنا لیا اور رے کی جانب قبضہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی' رے پر قبضہ کر کے اصفہان پر چڑھائی کی اور اسے بھی پا لیا' اس سے کوکجہ کا حوصلہ بڑھ گیا۔ بادشاہت کا لالچ پیدا ہوا' دار الخلافت بغداد میں نیازمندی کی چٹھی بھیجی' رے جوار رے' سادہ قم' قاشان اور اس کے ملحقات کی سند حکومت طلب کی' اصفہان' ہمدان' زنجان اور مرو دیوان خلافت کو حوالہ کرنے کے لیے لکھا' خلیفہ نے اس تقسیم و مفاہمت کو منظور فرما کر حکم نامہ روانہ کر دیا۔

غیاث الدین غوری کی دھمکی

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ خوارزم شاہ (علاء الدین تکش) نے اپنے بیٹے ملک شاہ کو ۵۸۹ھ میں نیشاپور کی حکومت عنایت کی تھی' خراسان کو بھی اس کی گورنری میں شامل کیا تھا اور اپنے بعد تخت و تاج کا اسے وارث قرار دیا تھا۔ چنانچہ ۵۹۳ھ تک ملک شاہ نیشاپور پر حکومت کرتا رہا۔ اسی سنہ کے ماہ ربیع الآخر میں فوت ہو گیا' ایک بیٹا جس کا نام ہندو خان تھا چھوڑ گیا۔ خوارزم شاہ نے اپنے دوسرے بیٹے قطب الدین محمد کو نیشاپور کی حکومت پر متعین کیا۔ اسی کو خوارزم شاہ نے اس سے پہلے مرو کی گورنری مرحمت کی تھی۔

خوارزم شاہ نے جب رے' ہمدان اور اصفہان پر قبضہ کر لیا' ابن قصاب اور بغدادی فوج کو شکست دی' خلیفہ ناصر عباسی کی خدمت میں خطبہ میں نام داخل کرنے کی درخواست کی' خلیفہ ناصر عباسی کو پس و پیش ہوا' غیاث الدین غوری بادشاہ غزنی کو لکھ بھیجا کہ "تا بدولت و اقبال کی مرضی یہ ہے کہ تم خوارزم شاہ پر حملہ کر کے اس کے مقبوضات پر قبضہ کر لو تاکہ خوارزم شاہ عراق کا ارادہ ترک کر دے۔" غیاث الدین غوری نے خوارزم شاہ کو ملک چھین لینے اور جنگ کی دھمکی دی' خوارزم شاہ فکر میں پڑ گیا' پریشان ہو گیا نہ مقابلے کی قوت تھی اور نہ ملک چھوڑتے بنتا تھا۔ غور و فکر کر کے بادشاہ خطا سے خط و کتابت شروع کی' غیاث الدین غوری کے مقابلے میں امداد چاہی اور اس کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی کہ اگر امداد سے ذرا بھی پہلوتہی کی جائے گی تو غیاث الدین غوری بلاد خوارزم پر اسی طرح قبضہ کر لے گا جیسے کہ بلخ پر قبضہ کر لیا

ہے۔ اس وقت بادشاہ خطا کو سخت خطرہ پیش آئے گا اور ماوراء النہر پر قبضہ رکھنا مشکل ہو جائے گا۔"

شاہ خطا کی بلخ پر چڑھائی

چنانچہ بادشاہ خطا نے مملکت غوری پر حملہ کر دیا' بہاء الدین سام والئی بامیان کو جو ان دنوں بلخ میں تھا' بلخ چھوڑ دینے کے لیے لکھا' دیہاتوں' قصبات اور شہروں پر قتل و غارت گری کا ہاتھ بڑھایا' ادھر خود خوارزم شاہ نے ہرات کی جانب پیش قدمی شروع کی۔ رفتہ رفتہ طوس تک پہنچ گیا' امراء غوریہ محمد بن جرجک حاکم طالقان' حسین بن خرمیل اور خروش وغیرہ اس صورت حال کو دیکھ کر خراسان میں اکٹھے ہوئے فوجیں فراہم کیں اور متفق ہو کر بادشاہ خطا کی فوج پر حملہ کیا زبردست لڑائی ہوئی' آخر کار میدان امراء غوریہ کے ہاتھ میں رہا' بادشاہ خطا کو شکست ہوئی' مارتے مارتے جیحون تک پہنچا دیا۔ بہت سے قتل کیے گئے اور بے شمار دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔

شاہ خطا کو شکست

اس شکست اور نقصان کی ذمہ داری بادشاہ خطا نے خوارزم شاہ پر ڈال دی' اس وقت خوارزم شاہ کی پریشانی کی کوئی انتہا نہ تھی' غیاث الدین غوری سے تعلقات پہلے ہی خراب تھے۔ بادشاہ خطا علیحدہ مطالبہ کر رہا تھا۔ آخر کار بڑی سوچ بچار کے بعد سلطان غیاث الدین کی خدمت میں معذرت پیش کی' سلطان غیاث الدین نے کئی بار کے اصرار پر خوارزم شاہ کی معذرت قبول کی' خلیفہ عباسی کی اطاعت و فرماں برداری کی ہدایت کرتے ہوئے ان مقامات کو واپس لینے کا حکم دیا جنہیں بادشاہ خطا نے مسلمانوں سے چھین لیا تھا' جب خوارزم شاہ کو غیاث الدین کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو بادشاہ خطا کو یہ جواب دیا کہ "تمہاری قوم اور تمہاری فوج میری امداد پر نہیں آئی تھی' بلکہ تمہیں ملک گیری کی حرص تھی' بلخ کو غوریوں کے قبضہ سے نکالنے میں یہ تکلیفیں پیش آئیں' میں سلطان غیاث الدین کی حکومت کا فرمانبردار ہو گیا ہوں مجھ سے کوئی توقع نہ رکھو۔"

اس جواب سے بادشاہ خطا آگ بگولا ہوا' خوارزم شاہ کو زیر کرنے کی غرض سے ایک بڑی فوج روانہ کی' خوارزم پر محاصرہ کیا خوارزم شاہ نے مدافعانہ جنگ شروع کی' لشکر خطا بہت سا جانی اور مالی نقصان اٹھا کر واپس ہوا۔ لشکر خطا کا ایک حصہ اپنے ملک واپس گیا اور ایک حصے نے بخارا جا کر پناہ لی۔ خوارزم شاہ نے تعاقب کیا' بخارا پہنچ کر محاصرہ کیا' اہل بخارا لشکر خطا کے ساتھ خوارزم شاہ کی فوج سے لڑ رہے تھے' آخر خوارزم شاہ نے ایک عرصہ کے محاصرہ و جنگ کے بعد بزور شمشیر ۵۹۴ھ میں اسے فتح کر لیا اور کچھ مدت قیام کر کے خوارزم کی طرف واپسی کی۔

میاجق کی گرفتاری

خوارزم شاہ (علاء الدین تکش) نے ربیع الاول ۵۹۵ھ میں رے اور بلاد جبل کی جانب کوچ کیا' گورنر میاجق اور امراء پہلوانیہ باغی بغاوت و مخالفت کا علم بلند کیا تھا' خوارزم شاہ کی آمد کی اطلاع سن کر میاجق رے چھوڑ کر بھاگ گیا' خوارزم شاہ نے میاجق کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا' میاجق نے تعمیل نہ کی' خوارزم شاہ نے تعاقب شروع کر دیا' میاجق ایک مقام سے دوسرے مقام پر جا کر دم لیتا تھا اور خوارزم شاہ تعاقب میں تھا۔ میاجق کے بہت سے ساتھیوں نے خوارزم شاہ سے امان حاصل کر کے میاجق کا ساتھ چھوڑ دیا۔ میاجق نے ماژندران کے ایک قلعہ میں جا کر پناہ لی' قلعہ بند ہو گیا' خوارزم شاہ نے ایک دستہ فوج کو محاصرہ اور تعاقب کا حکم دیا' چنانچہ میاجق پابہ زنجیر خوارزم شاہ کے دربار میں پیش کیا گیا۔ خوارزم شاہ نے جیل میں قید کر دیا۔

ان واقعات کی اطلاع خوارزم شاہ نے دربار خلافت میں دی' خلیفہ ناصر عباسی بے انتہا خوش ہوا' اسے اور اس کے بیٹے قطب الدین کو خلعت مرحمت کیا اور ان صوبجات کی سند حکومت عنایت فرمائی' خوارزم شاہ نے دربار عام میں خلعت کو زیب بدن کیا اور بے حد خوشی مسرت کا اظہار کیا۔

ملحدوں کی سرکوبی

خوارزم شاہ نے اس کے بعد ملحدوں ا۔ کی سرکوبی کی جانب توجہ کی' قزوین کے نزدیک ان کا ایک قلعہ تھا اسے فتح کیا' ملحدوں نے قلعہ موت میں جا کر پناہ لی' خوارزم شاہ نے بھی اس کا محاصرہ کر لیا۔ صدر الدین محمد بن وازن رئیس شافعیہ رے اس محاصرے میں شہید ہوئے' خوارزم شاہ انہیں بے حد دوست رکھتا تھا' دربار شاہی میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی' چند روز محاصرہ کر کے خوارزم کی طرف واپس ہوا۔ راستے میں ملحدوں نے خوارزم شاہ کے وزیر نظام الملک مسعود بن علی کو غفلت کی حالت میں قتل کر دیا۔ خوارزم شاہ نے اپنے بیٹے قطب الدین محمد کو ملحدوں سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا' قطب الدین محمد نے قلعہ ترشیش پر محاصرہ کیا' ملحدوں نے جنگ سے تنگ آ کر صلح کا پیام دیا۔ ایک لاکھ دینار تاوان جنگ دینے کا وعدہ کیا۔ قطب الدین محمد نے صلح سے انکار کیا' لڑائی جاری رکھی' اتنے میں اس کے والد (خوارزم شاہ) کی بیماری کی اطلاع ملی' مصالحت کر لی اور زر تاوان (ایک لاکھ دینار) وصول کر کے خوارزم واپسی اختیار کی۔

علاء الدین تکش کا انتقال

خوارزم شاہ رمضان المبارک ۵۹۶ھ میں نیشا پور جا رہا تھا راستے میں بیمار ہو گیا۔ بیماری بڑھ گئی' اپنے بیٹے قطب الدین محمد کو طلبی کا خط لکھا' قطب الدین محمد آنے نہ پایا تھا کہ خوارزم شاہ (علاء الدین بن الپ ارسلان بن اتسز بن محمد انو شتگین) کا انتقال ہو گیا۔

علاء الدین ثانی

خوارزم شاہ کے قبضہ میں اس وقت خوارزم' رے' ہمدان' بلاد جبلیہ اور زیادہ حصہ خراسان کا تھا' اس کے انتقال کے بعد قطب الدین محمد پہنچا' اراکین سلطنت نے قطب الدین محمد کے ہاتھ پر حکومت و امارت کی بیعت کی' علاء الدین کا لقب دیا۔ (یہی لقب اس کے والد کا تھا) علاء الدین ثانی نے اپنے والد کا جنازہ خوارزم پہنچا کر اس مدرسہ میں دفن کیا جس کی تعمیر علاء الدین خوارزم شاہ نے کرائی تھی۔

علاء الدین تکش کے خصائص

خوارزم شاہ (علاء الدین تکش) انتہائی عادل' نیک کردار' فنون جنگ کا ماہر' سیاسیات سے واقف' اصول فقہ اور فقہ مذہب امام ابو حنیفہ کا عالم تھا۔ باوجودیکہ غیاث الدین غوری' بادشاہ غزنی اور خوارزم شاہ میں عداوت و مخالفت بہت دنوں سے قائم تھی مگر خوارزم شاہ کی قدر و منزلت کے خیال سے جب اس کے انتقال کی خبر غزنی پہنچی تو غیاث الدین غوری نے تعزیت کا دربار کیا تین دن غزنی کا دربار سوگ میں بند رکھا گیا۔

ا۔ غالباً مؤرخ نے ملحد سے فرقہ باطنیہ مراد لیا ہے کیونکہ قلعہ موت ان کا مقر و مسکن تھا جس کا خوارزم شاہ نے آئندہ محاصرہ کیا تھا۔

باب ۹

علاالدین محمد بن تکش اور تاتار

مسند نشینی

مسند حکومت پر فائز ہونے کے بعد خوارزم شاہ قطب الدین محمد نے اپنے بھائی علی شاہ کو جو کہ اپنے والد علاء الدین تکش کے انتقال کے وقت اصفہان میں تھا، طلبی کا خط لکھا۔ اس بناء پر علی شاہ اصفہان سے خوارزم روانہ ہوا' اہل اصفہان نے اس کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا اپنے بھائی کے پاس خوارزم پہنچا۔ خوارزم شاہ قطب الدین محمد نے خراسان کی حکومت دی' علی شاہ نے نیشا پور کا رخ کیا' نیشا پور میں ہندو خان بن ملک شاہ بن خوارزم شاہ علاء الدین تکش حکومت کر رہا تھا۔ ہندو خان کو اس کے دادا (علاء الدین تکش بادشاہ خوارزم) نے اپنے بیٹے ملک شاہ کے انتقال کے بعد ہی نیشا پور کی حکومت پر مامور کیا تھا چونکہ ملک شاہ اور قطب الدین محمد علاء الدین تکش کے بیٹوں میں تنازعہ کا سلسلہ چلا آ رہا تھا' اس کے باعث ہندو خان اپنے چچا قطب الدین محمد سے خوفزدہ رہتا تھا' علاء الدین تکش بادشاہ خوارزم کے انتقال پر مال و اسباب اور شاہی خزانہ لوٹ کر مرو کا رخ کیا۔

ہندو خان نے اس کے بعد فوج تیار کر کے خراسان پر حملہ کیا' خوارزم شاہ علاء الدین ثانی نے جنقر ترکی کی قیادت میں ہندو خان کے مقابلے کے لیے فوجیں روانہ کیں' ہندو خان کو مقابلہ کی جرات نہ ہوئی' کمزوری اور بزدلی سے بھاگ گیا۔ غیاث الدین غوری کے پاس پہنچا۔ غیاث الدین نے عزت و احترام سے ٹھہرایا' امداد و اعانت کا وعدہ کیا' جنقر ترکی نے مرو میں داخل ہو کر ہندو خان کی والدہ اور اس کے بیٹوں کو بعزت و احترام خوارزم شاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔

مرو پر چڑھائی

والئی طالقان محمد بن جربک کے نام غیاث الدین غوری نے لکھا کہ جنقر ترکی کو مرو سے نکال کر قبضہ کر لو' چنانچہ محمد بن جربک نے طالقان سے مرو کا رخ کیا' جنقر ترکی کے پاس خط بھیجا' مرو میں غیاث الدین کے نام کا خطبہ پڑھنے کی ہدایت کی' عدم تعمیل کی صورت میں مرو پر قبضہ اور جنگ کی دھمکی دی' جنقر ترکی نے بظاہر خوارزم شاہ کو خوش کرنے کی غرض سے ٹکا سا جواب دیا مگر خفیہ طور پر امان کی درخواست کی' شہر حوالے کرنے کا وعدہ کیا' یہی وجہ تھی کہ غیاث الدین غوری کی ملک گیری کی ہوس بڑھ گئی' خوارزم شاہ کے ممالک مقبوضہ پر قبضہ کرنے کا لالچ پیدا ہوا' اپنے بھائی شہاب الدین غوری کو خراسان پر چڑھائی کا حکم دیا۔ واللہ اعلم۔

گورنر مرو جنقر ترکی نے جب غیاث الدین غوری سے امان حاصل کر کے مرو سپرد کر دیا، غیاث الدین غوری کو خوارزم شاہ کے مقبوضات خراسان پر قبضہ کا لالچ پیدا ہوا جیسا کہ ابھی آپ نے پڑھا ہے غیاث الدین نے اپنے بھائی شہاب الدین کو خراسان پر قبضہ کرنے کے لیے بلا بھیجا' غیاث الدین نے اپنے نائب عمر بن محمد مرغنی گورنر ہرات سے خراسان پر حملہ کرنے کے بارے میں مشورہ کیا' عمر بن محمد مرغنی نے مخالفت کی۔ اتنے میں شہاب الدین غزنی' غور اور بجستان کی فوجیں لیے ہوئے آ گیا۔ ماہ جمادی الاول ۵۹۷ھ میں خوارزم شاہ کے مقبوضہ علاقہ کو فتح کرنے کے لیے پیش قدمی کی' طالقان کے نزدیک جنقر ترکی والئی مرو کا خط موصول ہوا' لکھا تھا کہ ''جس قدر جلد ممکن ہو مرو پر آ کر قبضہ کر لیجئے۔ خوارزم شاہ میں اس قدر طاقت نہیں ہے کہ وہ مقابلہ کر سکے'' شہاب الدین نے اپنے بھائی غیاث الدین سے اجازت لے کر مرو پر حملہ کیا' خوارزمی فوج جو اس وقت مرو میں تھی' مقابلہ پر آئی' اہل مرو بھی خوارزمی لشکر کے ساتھ لڑنے کے لیے نکلے' لڑائی ہوئی' شہاب

الدین غوری نے انہیں شکست دے کر اپنی فوج کو شہر میں داخل کر دیا۔ ہاتھیوں کا جھنڈ لے کر شہر پناہ کو مسمار کرنے کے لیے بڑھا۔ اہل شہر نے یہ صورت حال دیکھ کر اطاعت قبول کر لی' شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا' جنقر ترکی شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہوا' مرو سر کرنے کے بعد غیاث الدین غوری مرو میں داخل ہوا۔ جنقر ترکی کو ہرات بھیج دیا اور مرو ہندو خان ملک شاہ کے سپرد کر دیا۔

غیاث الدین غوری کی پیش قدمی

غیاث الدین غوری نے مرو کو فتح کرنے کے بعد سرخس کا رخ کیا۔ سرخس صلح و امان سے سر ہو گیا۔ اپنے چچا زاد بھائیوں میں سے زنگی بن مسعود کو سرخس کی حکومت دی' نساء اور ابیورد کو بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا' طوس کی جانب پیش قدمی کی' تین روز کے محاصرہ جنگ کے بعد اہل طوس نے امان کی درخواست کی' شہاب الدین نے انہیں امان دی اور طوس پر قابض ہو گیا۔

نیشاپور کی فتح

اس کے بعد علی شاہ بن خوارزم شاہ تکش (علاء الدین محمد کا نائب) والئی نیشاپور کے پاس شہر حوالہ کرنے اور اطاعت و فرمانبرداری کا پیغام بھیجا' علی شاہ نے شہر حوالہ کرنے اور اطاعت و فرمانبرداری سے انکار کر دیا' غیاث الدین نے حملہ کا حکم دے دیا۔ نیشاپور میں لڑائی کا میدان گرم ہو گیا ایک جانب غیاث الدین نے حملہ کیا۔ دوسری طرف سے اس کا بھائی شہاب الدین اپنی زیر کمان فوج لے کر بڑھا۔ باغات کاٹ ڈالے' کھیتیاں تباہ کر دیں' دیہات اور قصبات کو تہس نہس کر دیا' قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا۔ بزور شمشیر نیشاپور میں غوری فوجیں داخل ہو گئیں۔ الامان الامان کا شور برپا ہوا۔ امان دی گئی علی شاہ گرفتار ہو کر غیاث الدین غوری کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ غیاث الدین غوری انتہائی عزت و احترام سے پیش آیا اور امراء خوارزمیہ کا سردار بنا کر ہرات کی جانب بھیج دیا۔

ضیاء الدین محمد کی تقرری

اپنے چچا زاد بھائی اور داماد ضیاء الدین محمد بن علی غوری کو خراسان کی حکومت پر مقرر کیا۔ نیشاپور کو مرکز حکومت بنانے کا حکم دیا۔ علاء الدین کے خطاب سے مخاطب کیا۔ سرداران غوریہ کی ایک جماعت کو علاء الدین کی خدمت میں رہنے کا اشارہ کیا۔ اہل نیشاپور کے ساتھ اچھے برتاؤ کیے۔ جس کا جو مال یا اسباب لوٹ لیا گیا تھا اس کا کافی معاوضہ دیا۔ انعامات دیئے' صلے دیئے' ان کاموں سے فراغت کے بعد ہرات گیا اور علی شاہ کو اپنے بھائی شہاب الدین غوری کے سپرد کر دیا۔

فرقہ اسماعیلیہ پر عذاب

شہاب الدین غوری نے ہرات سے قہستان کی جانب پیش قدمی کی۔ رفتہ رفتہ ایک گاؤں میں پہنچا۔ جہاں کے رہنے والے اسماعیلیہ مذہب رکھتے تھے۔ کسی نے کہہ دیا کہ اس گاؤں کے رہنے والے اسماعیلیہ فرقہ کے ہیں۔ شہاب الدین نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ پھر کیا تھا' جتنے لڑنے والے تھے قتل کر دیے گئے' لڑکے اور عورتیں لونڈی اور غلام بنائے گئے۔ مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ مکانات مسمار کر دیئے گئے' گاؤں اجڑ گیا۔ اس کے بعد ایک دوسرے قلعہ کی جانب پیش قدمی کی جو قہستان کے نواح میں تھا۔ یہ قلعہ بھی فرقہ اسماعیلیہ کا تھا۔ چند روز کے محاصرہ کے بعد بغیر لڑائی کے فتح کر لیا۔ سرداران غوریہ میں سے ایک سردار کو اس کا حاکم متعین کیا۔ بدعات دور ہو گئیں' شعائر اسلام قائم ہو گئے۔ اسی دوران والئی قہستان کا خط سلطان غیاث الدین کی خدمت میں موصول ہوا' لکھا تھا "آپ کے بھائی شہاب الدین نے ہمارے مقبوضات میں دخل اندازی شروع کر دی ہے۔ متعدد مقامات کو فتح کر لیا ہے۔ ہم نے کوئی بد عہدی نہیں کی' پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کے بھائی نے عہد شکنی پر کمر باندھی ہے۔" سلطان غیاث الدین نے اپنے بھائی شہاب الدین کے پاس اپنے ایک معتمد علیہ امیر کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ فرقہ اسماعیلیہ کے مقبوضات پر دست اندازی نہ کرو۔ محاصرہ اٹھا کر میرے پاس چلے آؤ۔ اس وقت شہاب الدین فرقہ اسماعیلیہ کے ایک قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ بھائی کا پیام پا کر پیچ و تاب کھانے لگا۔ بالآخر تعمیل سے انکار کر دیا۔ غیاث الدین کے فرستادہ امیر نے کہا "آپ کو سلطانی حکم کی تعمیل کرنا ہو گی' اگر آپ تعمیل نہ کریں گے تو میں آپ کو تعمیل حکم پر مجبور کروں گا" امیر نے یہ کہہ کر شہاب الدین کے خیمہ کی طنابیں کاٹ دیں۔ شہاب الدین کو اس سے بڑا غصہ آیا' لیکن بھائی کا حکم تھا چپ ہو گیا۔ محاصرہ اٹھا کر ہندوستان کی راہ لی۔[1]

---

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

علاء الدین محمد بن تکش کی نیشاپور پر چڑھائی

علاء الدین محمد بن تکش المعروف خوارزم شاہ کو جب یہ اطلاع پہنچی کہ غیاث الدین اور شہاب الدین غوری کی فوجیں خراسان سے واپس چلی گئیں اور شہاب الدین اپنے بھائی سے ناراض ہو کر ہندوستان چلا گیا ہے اس وقت غیاث الدین کے پاس خط روانہ کیا اور جن شہروں پر غوری فوج نے قبضہ کر لیا تھا ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ واپس نہ کرنے کی صورت میں یہ دھمکی دی کہ میں ترکان خطا سے امداد حاصل کر کے آپ کے مقابلہ پر آؤں گا۔ اس وقت آپ کے پاس بھاگنے کی کوئی راہ نہیں رہے گی' چونکہ سلطان غیاث الدین نقرس کے مرض میں مبتلا تھا۔ نقل و حرکت نہ کر سکتا تھا' جواب کے بھیجنے میں شہاب الدین کی واپسی کے انتظار میں تاخیر کی' خوارزم شاہ نے علاء الدین غوری نائب سلطان غیاث الدین کو جو نیشاپور میں تھا شہر خالی کرنے کے لیے لکھا اور جنگ کی دھمکی دی' علاء الدین غوری نے غیاث الدین کو اس سے آگاہ کیا۔ غیاث الدین نے جواب میں لکھا "تم گھبراؤ نہیں نیشاپور میں ہی رہو میں تمہیں کافی طور پر مدد دوں گا۔" خوارزم شاہ نے آخر ۱۵ ذی الحجہ ۵۹۷ھ میں فوجیں تیار کر کے نیشاپور کی جانب پیش قدمی کی۔ کوچ و قیام کرتا ہوا ابیورد کے نزدیک پہنچ گیا۔

ہندو خاں (غیاث الدین کا آزاد غلام) ابیورد چھوڑ کر (فیروز کوہ غیاث الدین کے پاس) بھاگ گیا' خوارزم شاہ مرو' نساء اور ابیورد پر قابض ہو گیا۔ نیشاپور پر چڑھائی کی۔ نیشاپور میں علاء الدین غوری تھا۔ محاصرہ ڈال کر لڑائی کا آغاز کر دیا عرصہ تک جنگ کا سلسلہ قائم رہا' آخر کار علاء الدین غوری نے غیاث الدین کی امداد سے ناامید' اور محاصرہ جنگ سے تنگ آ کر امان کی درخواست کی اور غوریوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینے کی خوارزم شاہ سے قسم لی' اور شہر حوالہ کر دیا۔ خوارزم شاہ نے ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ کسی قسم کی ایذا و تکلیف ان کو نہ پہنچائی۔

شہر پر قابض ہونے کے بعد خوارزم شاہ نے علاء الدین غوری سے کہا "بہتر ہو تاکہ تم درمیان میں پڑ کر سلطان غیاث الدین سے میری صلح کرا دیتے" علاء الدین غوری نے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا "میں اس خدمت کو انجام دوں گا آپ مطمئن رہیے" مگر علاء الدین غوری' غیاث الدین کے پاس فیروز کوہ نہ گیا بلکہ ہرات چلا گیا۔ وجہ یہ تھی کہ علاء الدین غوری کے غیاث الدین کی طرف سے وعدہ کر کے امداد نہ بھیجنے کی وجہ سے رنجش پیدا ہو گئی تھی' ہرات میں علاء الدین غوری کی جاگیر اور جائیداد تھی۔ حسن بن خرمیل جو کہ امراء غوریہ کا ایک بااثر شخص تھا نیشاپور ہی میں رہ گیا۔ خوارزم شاہ نے اس کی بڑی عزت افزائی کی اور اپنا گرویدہ کر لیا۔

امیر زنگی کی چالاکی

خوارزم شاہ نیشاپور کی مہم سے فراغت پا کر سرخس کی طرف چل دیا۔ امیر زنگی' سرخس کا گورنر تھا اور غیاث الدین کے رشتہ داروں میں سے تھا۔ چالیس روز تک محاصرہ کیے رہا' رات دن لڑائی ہوتی رہی۔ شدت محاصرہ سے رسد کی آمد بند ہو گئی' اہل شہر اپنی ضروریات زندگی کو محتاج ہو گئے۔ امیر زنگی نے خوارزم شاہ کے پاس کہلا بھیجا "آپ شہر پناہ کا دروازہ چھوڑ دیجیے تاکہ اطمینان کے ساتھ ہم شہر خالی کر کے نکل جائیں" خوارزم شاہ اس کے دھوکے میں آ گیا۔ شہر پناہ کے دروازے سے محاصرہ اٹھا لیا' امیر زنگی نے رسد غلہ اور روزمرہ کی ضروریات کا کافی ذخیرہ شہر میں جمع کر لیا۔ کمزور اور ناتوانوں کو جو محاصرہ سے تنگ آ گئے تھے' شہر سے نکال دیا۔ خوارزم شاہ سے کہلا بھیجا "اب آپ تشریف لائیے ہمارا اور آپ کا فیصلہ جنگ سے ہو گا" خوارزم شاہ کو بڑی شرمندگی ہوئی' محاصرہ اٹھا کر چلتا ہوا مگر روانگی کے وقت چند سرداران لشکر کو محاصرہ پر چھوڑ گیا۔

علاء الدین محمد کی واپسی

خوارزم شاہ کی روانگی کے بعد محمد بن جربک گورنر طالقان امیر زنگی کی کمک پر روانہ ہوا۔[1] خوارزمی فوجیوں نے یہ خبر سن کر سرخس چھوڑ دیا۔ چنانچہ امیر زنگی اور محمد بن جربک مرو رود پہنچے' مرو رود اور اس کے نواح کا خراج وصول کیا۔ خوارزم شاہ نے تین ہزار فوج اپنے ماموں کی قیادت میں روانہ کی۔ محمد بن خربک نو سو سواروں کی جمعیت سے مقابلہ پر آیا۔ خوارزمی فوج میدان جنگ سے بھاگ نکلی' بہت بری

1. اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

ذلّت سے شکست ہوئی' بہت سے قید کر لیے گئے۔ مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ خوارزم شاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو ہاتھ پاؤں پھول گئے' ساری امیدیں ملیامیٹ ہو گئیں' آخر کار مجبوراً" خوارزم واپسی اختیار کی۔

حسن بن محمد مرغنی کی گرفتاری

خوارزم پہنچنے کے بعد خوارزم شاہ نے غیاث الدین کی خدمت میں صلح کرنے کا پیغام بھیجا' غیاث الدین نے امیر کبیر حسن محمد مرغنی کی معرفت جواب روانہ کیا۔ بظاہر صلح کرنا پسند کیا تھا مگر درحقیقت خوارزم شاہ کو فریب اور دھوکہ میں ڈالا تھا خوارزم شاہ اس دھوکہ دہی کو سمجھ گیا حسن بن محمد مرغنی کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور محاصرے کے ارادے سے ہرات روانہ ہوا۔ حسن بن محمد مرغنی نے خفیہ طور پر اپنے بھائی عمر بن محمد مرغنی امیر ہرات کو یہ واقعات لکھ بھیجے' چنانچہ عمر بن محمد مرغنی' خوارزم شاہ کے مقابلے پر تیار ہو گیا۔

ہرات پر چڑھائی

خوارزم شاہ کی ہرات پر چڑھائی کا سبب یہ تھا کہ سلطان شاہ کا (یہ محمد بن تکش کا چچا تھا) سرخس میں انتقال ہو گیا' اس کے مصاحب امیروں میں سے دو بھائی جس میں ایک کا نام امیر حاجی تھا' غیاث الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے' غیاث الدین عزت و احترام سے پیش آیا' ہرات میں قیام کرنے کا حکم دیا' ان دونوں بھائیوں نے محمد بن تکش (خوارزم شاہ) کو ہرات پر قبضہ کر لینے کا سندیسہ بھیجا اور قبضہ کرانے کے ذمہ دار ہوئے' خوارزم شاہ کو غیاث الدین سے اس فریب و دھوکہ کا بدلہ لینے کا موقع مل گیا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ چنانچہ فوجیں تیار کر کے ہرات پر چڑھائی کر دی۔

عمر بن محمد مرغنی نے شہر پناہ کے دروازوں کی چابیاں انہی دونوں بھائیوں کے سپرد کر دی تھیں اور یہ خیال کر کے کہ یہ خوارزم شاہ کے مخالف ہیں جنگ کا سپہ سالار اعظم بھی انہیں کو مقرر کیا تھا۔ کسی نے خوارزم شاہ سے ان کی سازش کا حال بہ حالت قید حسن مرغنی سے کہہ دیا۔ حسن مرغنی نے اپنے بھائی عمر مرغنی والئی ہرات کو لکھ بھیجا' عمر مرغنی کو یقین نہ ہوا' حسن مرغنی نے اسے امیر حاجی کا وہ خط جو اس نے خوارزم شاہ کو ہرات پر قبضہ کر لینے کے لیے لکھا تھا۔ بھیج دیا۔ دیکھتے ہی عمر مرغنی کی آنکھیں کھل گئی' پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ فوراً" امیر حاجی اور اس کے بھائی اور اس کے تمام ساتھیوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ خوارزم شاہ کے مقابلے پر خود تیاری باندھی (اس دوران الپ غازی' بھانجا غیاث الدین) غوری لشکر لے کر آ گیا اور خوارزم شاہ کے لشکر کو گھیر لیا' رسد و غلہ کی آمد بند کر دی گئی۔

خوارزمی فوج کی ناکامی

دشمن کی توجہ کو ہٹانے کے خیال سے خوارزم شاہ نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو طالقان پر شب خون مارنے کے لیے بھیجا' حسن بن خرمیل نے مقابلہ کیا' لڑائی ہوئی' خوارزم شاہ کی فوج کو شکست ہوئی' ساری فوج ماری گئی ایک شخص بھی زندہ نہ بچا۔ اس کے بعد غیاث الدین نے اپنے بھانجا بوغانی کو غوری فوج کا افسر اعلیٰ مقرر کر کے اہل ہرات کی کمک پر روانہ کیا' خوارزم شاہ محمد بن تکش کے لشکر کے نزدیک بوغانی نے مورچہ قائم کیا' رسد و غلہ کی آمد کے جو راستے کھلے تھے انہیں بھی بند کر دیا۔ خوارزم شاہ کے لیے اب کوئی راستہ نہ رہ گیا تھا کہ غیاث الدین کی تھوڑی سی تازہ دم فوج لے کر آ پہنچا' چونکہ غوریوں کے لشکر کا زیادہ حصہ ہند میں اس کے بھائی شہاب الدین کی کمان میں تھا اور باقی کا کچھ حصہ غزنی کی حفاظت پر تھا اس وجہ سے خوارزم شاہ کی فوج پر پیش قدمی نہ کی' چالیس دن محاصرہ کیے ہوئے ہو چکے تھے۔

خوارزم شاہ کی واپسی

اس بات کی خبر خوارزم شاہ کو مل چکی تھی کہ طالقان کی جنگ میں خوارزمیوں کو شکست ہوئی ہے کوئی بھی زندہ نہیں بچا' شہاب الدین بھی ہندوستان سے غزنی آ رہا ہے' گھبرا گیا' بہت پریشان ہوا۔ اس خوف سے کہ مبادا میں ایسے محاصرہ میں نہ آ جاؤں کہ جس سے خلاصی ناممکن ہو ہرات کا محاصرہ اٹھا لیا اور عمر مرغنی سے صلح کر کے مرو چلا آیا۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۵۹۸ھ میں پیش آیا۔

اس کے بعد شہاب الدین ہندوستان سے واپس ہو کر غزنی پہنچا' خوارزم شاہ نے خراسان میں جو کچھ دست درازی کی تھی' اس سے آگاہ ہو کر فوجیں تیار کر کے غزنی سے بلخ آیا' بلخ سے خوارزم شاہ سے جنگ کے لیے بامیان پہنچا' اس کے ہراول سے خوارزم شاہ کی مرو میں لڑائی ہو

گئی۔ دونوں حریف بے جگری سے لڑے' جانبین کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ خوارزم شاہ نے مرو چھوڑ دیا' خوارزم کی راہ لی' امیر والئی نیشاپور کو اس الزام میں کہ اس نے غیاث الدین سے سازش کر لی ہے' موت کے گھاٹ اتار دیا۔

غوری فوج کو شکست

خوارزم شاہ کی شکست کے بعد شہاب الدین طوس چلا آیا اور اس خیال سے کہ موسم سرما گزر جانے کے پر خوارزم پر حملہ کیا جائے ٹھہرا رہا۔ اس دوران یہ اطلاع ملی کہ غیاث الدین (اس کا بھائی) فوت ہو گیا ہے' طوس سے ہرات واپس آیا۔ خوارزم پر حملہ کا ارادہ ترک کر دیا' مرو کی حکومت پر محمد بن خربک کو متعین کیا' خوارزمی سرداروں کی ایک جماعت نے ۵۹۹ھ میں مرو پر حملہ کر دیا' محمد بک خربک نے ان پر شب خون مارا' گنتی کے چند افراد زندہ بچے' خوارزم شاہ کو اس کی اطلاع ملی تو آگ بگولا ہو گیا' منصور ترکی کو ایک بڑی فوج کے ساتھ محمد خربک کو ہوش میں لانے کی غرض سے روانہ کیا' مرو سے دس کوس کے فاصلہ پر دونوں حریفوں کا آمنا سامنا ہوا گھمسان کی جنگ ہوئی خوارزمیوں نے غوری فوج کو شکست دی' پسپا ہو کر مرو میں داخل ہو گئی' شہر پناہ کے دروازے بند کر لیے۔ خوارزمی لشکر نے محاصرہ کیا۔ پندرہ دن کے محاصرہ و جنگ کے بعد محصور غوریوں نے امان کی درخواست کی' خوارزمیوں نے امان دینے اور قتل نہ کرنے کا وعدہ کیا۔ محصور غوریوں نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے' خوارزمیوں نے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس بات سے شہاب الدین کو بڑا دکھ ہوا لیکن چارہ کار کچھ نہ تھا۔ خوارزم شاہ سے صلح کا نامہ و پیام کیا۔ مگر صلح نہ ہو سکی' ہرات کی حکومت پر اپنے بھانجے بوغانی کو' فیروز کوہ بلاد غور اور صوبجات خراسان کی حکومت پر ملک علاء الدین بن ابی علی غوری کو متعین کر کے ۵۹۹ھ میں غزنی واپس آیا۔ اور غزنی سے ہندوستان پر جہاد کرنے کی غرض سے لاہور کی طرف روانگی اختیار کی۔

ہرات پر چڑھائی

خوارزم شاہ نے شہاب الدین کی واپسی کے بعد ...ھ کے نصف میں ہرات پر پھر چڑھائی کی۔ بوغانی بھانجا شہاب الدین مقابلے کے لیے تیار ہوا' آخر شعبان سنہ مذکور تک محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ جاری رہا' دونوں جانب کی ایک بڑی جماعت ماری گئی۔ نامی گرامی سردار جنگ کی نذر ہو گئے مگر لڑائی کا سلسلہ کسی طرح ختم ہی نہ ہوتا تھا۔ حسن بن حرمیل' خوزستان میں تھا جہاں پر اس کی جاگیر تھی' خوارزم شاہ کو دھوکہ اور فریب دہی کی غرض سے پیام دیا کہ "آپ ایک فوج خراسان بھیج دیجئے میں شہاب الدین کا خزانہ اور ہاتھی ان کے حوالہ کر دوں" خوارزم شاہ لالچ میں آ گیا ایک ہزار سوار جس میں نامی گرامی سردار تھے خوزستان روانہ کیے' حسن بن حرمیل اور حسین بن محمد مرغنی نے غفلت کی حالت میں خوارزم شاہ کی بھیجی ہوئی فوج پر حملہ کر دیا۔ گنتی کے چند افراد زندہ بچے۔ خوارزم شاہ کو اس کی اطلاع ملی اپنے کیے پر بڑا پشیمان ہوا مگر پشیمانی سے کچھ حاصل نہ ہوا۔

خوارزم شاہ کی کامیابی

ہرات کے والئی بوغانی کے پاس پیام بھیجا "اگر تم میری بادشاہت تسلیم کر لو تو میں تمہیں اور تمام اہل ہرات کو امان دیتا ہوں اور اس محاصرہ اٹھا کر چلا جاتا ہوں" بوغانی نے کوئی جواب نہ دیا' اس کے بعد اتفاق سے بوغانی بیمار ہو گیا' اس خوف سے کہ مبادا بیماری کی شدت کے باعث دشمن سے مقابلہ نہ کر سکے اور دشمن شہر پر قبضہ کر لے' خوارزم شاہ کی خدمت میں شرائط مذکورہ کی منظوری کا پیام بھیجا اور خوارزم شاہ سے امان دینے کا حلف لے کر شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ نذرانے و تحائف روانہ کیے اور خود نیاز مندی و اطاعت کے اظہار کی غرض سے خوارزم شاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے سوار ہو کر چلا۔ خوارزم شاہ کی خدمت میں پہنچنے نہ پایا تھا کہ موت کا وقت آ گیا اور انتقال کر گیا' خوارزم شاہ نے محاصرہ اٹھا لیا۔ منجنیقوں کو جلا کر سرخس کی طرف روانگی اختیار کی۔

خوارزم پر چڑھائی

اس بات کی خبر جب شہاب الدین کو ملی کہ خوارزم شاہ نے ہرات کا محاصرہ کر لیا ہے' اس کا گورنر امیر بوغانی جو اس کا بھانجا تھا فوت ہو گیا ہے ہندوستان سے واپس ہوا کوچ و قیام کرتا ہوا خوارزم کی جانب پیش قدمی کی' خوارزم شاہ' سرخس سے مرو چلا آیا تھا اور مرو کے باہر قیام پذیر

تھا۔ شہاب الدین کی آمد کی اطلاع سن کر انتہائی تیزی سے مسافت طے کر کے شہاب الدین کے پہنچنے سے قبل خوارزم پہنچ گیا۔ چاروں جانب سے ناکہ بندی کر لی خندقوں کو پانی سے بھر دیا۔ اتنے میں شہاب الدین پہنچا' ہر جانب سے راستہ بند تھا۔ شہر کے اردگرد کی خندقوں میں پانی بھرا تھا۔ خوارزم تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔ راستہ کو ٹھیک کرنے میں مصروف ہوا' چالیس روز ٹھہرا ہوا راستہ ٹھیک کرواتا رہا۔ بڑی مشکل کے بعد خوارزم پہنچا' ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے' زبردست لڑائی ہوئی دونوں جانب سے ایک بڑی جماعت ماری گئی' نامی گرامی سردار لڑائی کی نذر ہو گئے۔ حسن مرغنی غوری بھی اس لڑائی میں قتل ہو گیا' سرداران خوارزم کی ایک جماعت گرفتار ہو گئی جسے شہاب الدین نے موت کے گھاٹ اتروا دیا۔

شہاب الدین کی ناکامی

اس وقت چونکہ ترکان خطا ماوراء النہر کے حکمران تھے خوارزم شاہ نے شہاب الدین کے مقابلہ پر امداد کی درخواست کی' چنانچہ ترکان خطا نے غوری شہروں پر حملہ کر دیا۔ شہاب الدین کو اس کی اطلاع ملی۔ خوارزم کا محاصرہ اٹھا کر ترکان خطا کے مقابلے کے لیے پیش قدمی کی۔ اندخوئی کے صحرا میں لڑائی ہوئی (یہ واقعہ اوائل ماہ صفر ۶۰۱ھ کا ہے) پہلی لڑائی میں شہاب الدین کو کامیابی ہوئی' بے شمار کفار کام آ گئے اور بہت سے قید کر لیے گئے' دوسرے روز کی لڑائی میں شہاب الدین کا لشکر ترکان خطا سے ڈر کر بھاگ نکلا۔ شہاب الدین چند جاں نثاروں کے ساتھ میدان جنگ میں لڑتا رہا۔ بالآخر یہ بھی کامیابی سے ناامید ہو کر اندخوئی میں داخل ہو گیا' ترکان خطا نے چاروں جانب سے گھیر لیا' شہاب الدین نے نامہ و پیام بھیج کر مصالحت کر لی اور طالقان چلا گیا۔ اس وقت اس کے ساتھ صرف سات آدمی تھے' خزانہ اور مال و اسباب لوٹ مار کی نذر ہو گیا تھا۔

موت کی افواہ

اس واقعہ سے سارے ملک میں شہاب الدین کے انتقال کی خبر مشہور ہو گئی' حسن بن حرمیل والئی طالقان نے شہاب الدین کی وہی عزت کی جو اس کے شایان شان تھی اور اسی نیازمندی سے ملا جیسا کہ اسے ملنا چاہیے تھا تمام تکلیفیں دور کر کے ساری ضروریات مہیا کر دیں' شہاب الدین چند دن آرام کر کے غزنی روانہ ہوا' روانگی کے وقت حسن بن حرمیل کو اس خیال سے کہ کہیں خوارزم شاہ سے نہ مل جائے اور اس کا مطیع نہ ہو جائے' اپنے ساتھ لیا اور امیر حاجب کا عہدہ مرحمت کیا۔

شہاب الدین کے انتقال کی خبر سے امراء اور سرداران غوریہ میں اختلاف پیدا ہو گیا' فسادیوں کی بن آئی' چاروں طرف ایک ہنگامہ برپا ہو گیا جیسا کہ ہم اوپر ملوک غوریہ کے حالات کے سلسلہ میں ذکر کیا ہے۔ شہاب الدین نے انتہائی مستعدی اور مردانگی سے غزنی اور ہندوستان کی بغاوتوں اور ہنگاموں کو ختم کیا اور خوارزم شاہ کی سرکوبی کی جانب دوبارہ توجہ دی۔ [1]

شکست کا سبب

اس جنگ میں شہاب الدین کی شکست کا ایک سبب اور بھی تھا جسے ہم نے ابھی بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس وقت شہاب الدین خوارزم سے ترکوں کی گوشمالی کے لیے چلا راستے میں ایک ایسا درہ پڑ گیا کہ جہاں پر پانی کا نام و نشان نہ تھا اگر کہیں پر پانی موجود بھی تھا تو بہت

[1] ان ہنگاموں میں سے جو شہاب الدین کے مرنے کی خبر مشہور ہونے سے رونما ہوئے تھے ایک یہ بھی تھا کہ تاج الدین دز' (شہاب الدین کا زر خرید غلام) نے غزنی کی طرف قدم بڑھایا' قلعہ دار نے مدافعت کی' پسپا ہو کر اپنی جائے قیام میں واپس آیا' لوٹ مار اور غارت گری شروع کر دی' شہاب الدین کو غزنی پہنچ کر تاج الدین دز کی دست درازی کی خبر ملی' آگ بگولا ہو گیا' گرفتار کر کے قتل کا قصد کیا' تمام خادموں نے سفارش کی' بچ گیا' لیکن اور مفسدوں کو چن چن کر قتل کیا۔ دوسرا ہنگامہ قابل ذکر یہ تھا کہ ایک غلام ایبک بال ترنای' معرکہ جنگ سے بچ کر ہندوستان پہنچا۔ ملتان میں داخل ہو کر سلطان شہاب الدین کے گورنر کو بحالت غفلت قتل کر کے شہر کا حاکم بن بیٹھا اور یہ ظاہر کیا کہ "سلطان شہاب الدین معرکہ میں کام آ گیا ہے اب میں بادشاہ ہوں۔" چنانچہ شاہی مال و اسباب اور خزانہ پر قبضہ کر لیا' رعایا کے ساتھ بے حد مظالم کیے' عمر بن نیزان نامی ایک ملحد شخص اس کا مشیر تھا۔ وہی ان تمام بد افعالیوں اور مظالم کا محرک تھا۔ شہاب الدین نے ہندوستان پہنچ کر ان لوگوں کا خاتمہ کیا۔ یہ واقعہ جمادی الاخر ۶۰۱ھ کا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۲ صفحہ

تھوڑا تھا۔ اس وجہ سے شہاب الدین نے اپنی فوج کی متعدد ٹکڑیاں کر کے درہ سے روانہ کیا' ترکان خطا راستہ کی اہمیت سے واقف تھے' درہ کے دوسرے سرے پر کھڑے ہو گئے جیسے جیسے شہاب الدین کا لشکر متفرق طور پر آتا گیا قتل کرتے گئے اور جو بچ جاتا تھا وہ غزنی بھاگ جاتا تھا۔ لوٹ کر شہاب الدین کے پاس نہ آ سکتا تھا۔ لہٰذا ایک کو دوسرے کا پتہ نہ چلا' آخر میں شہاب الدین ساقہ کے ساتھ اس درہ سے ہو کر گزرا' ترکان یک دم اس پر ٹوٹ پڑے۔ چار دن تک برابر لڑائی ہوتی رہی' شہاب الدین انتہائی جرات اور ثابت قدمی سے لڑتا رہا۔

صلح کے لیے چالاکی

پانچویں دن والئی سمرقند نے جو مسلمان تھا مگر ترکان خطا کا مطیع تھا اور انہی کے لشکر میں تھا۔ خفیہ طور پر شہاب الدین کو پیام دیا کہ جب تک ترکان خطا آپ سے خوفزدہ نہ ہوں گے جنگ سے باز نہ آئیں گے انہیں ڈرانے کے لیے یہ تدبیر کیجئے کہ اپنے لشکر کے ایک حصہ کو آج رات میں کسی جانب بھیج دیجئے' صبح کو سواران لشکر گھوڑا دوڑاتے ہوئے میدان جنگ میں متعدد ٹکڑوں کی صورت میں مختلف راستوں سے آ جائیں میں ان دشمنان اسلام کو یہ دھوکہ دوں گا کہ "شہاب الدین کی کمک پر تازہ دم فوج آ گئی ہے اب تمہاری خیر نہیں ہے۔ مناسب ہے کہ صلح کر لو" چنانچہ شہاب الدین نے ایسا ہی کیا اور والئی سمرقند نے ترکان خطا کو ڈرایا' دھمکایا۔ ترکان خطا صلح پر راضی ہو گئے۔ باہم صلح ہو گئی' شہاب الدین کی جان میں جان آئی۔ یہ واقعہ ۶۰۱ھ میں پیش آیا۔ اس کے بعد شہاب الدین کا انتقال ہو گیا۔

خفیہ سازباز

رمضان ۶۰۲ھ میں ہرات (خراسان) کا گورنر شہاب الدین غوری شہید ہو گیا اور عنان حکومت غیاث الدین محمود بن غیاث الدین (برادر شہاب الدین) نے اپنے ہاتھ میں لی' بلاد غوریہ کو علاء الدین محمد بن ابو علی کے قبضہ سے نکل لیا۔ حسن بن حرمیل ان واقعات سے آگاہ ہوا۔ ہرات کے سرداروں اور رؤساء کا ایک اجلاس طلب کیا جن میں قاضی شہر بھی تھا۔ بظاہر ان لوگوں سے خوارزم شاہ کی مخالفت اور جنگ کی قسمیں لیں اور خفیہ طور پر خوارزم شاہ سے سازباز کر لی' غوریوں کو روکنے کی غرض سے خوارزمی لشکر کو بھیجنے کی درخواست کی اور اپنے بیٹے کو بطور ضمانت خوارزم شاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ چنانچہ خوارزم شاہ نے نیشا پور سے ہرات فوجیں روانہ کیں اور امیر لشکر کو ہدایت کی کہ حسن بن حرمیل کے اشارہ و حکم پر عمل کرنا۔ غیاث الدین محمود ان واقعات کے دوران حسن بن حرمیل کو اپنی حکومت کی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے لکھ رہا تھا۔ چونکہ حسن بن حرمیل نے خوارزم شاہ سے سازباز کر لی تھی اس لیے حیلے بہانے سے ٹال رہا تھا۔ کسی ذریعہ سے اس سازباز کی خبر غیاث الدین محمود کو ہو گئی، سنتے ہی سیخ پا ہو گیا۔ حسن بن حرمیل کو سبق سکھانے کے لیے چڑھائی کر دی۔

علی بن عبد الخالق کا مشورہ

اس بات کی خبر حسن بن حرمیل کو ہو گئی۔ سرداران لشکر اور رؤساء شہر سے رائے طلب کی۔ علی بن عبد الخالق مدرس نظامیہ ناظر اوقات نے مشورہ دیا "مناسب یہ ہے کہ آپ غیاث الدین محمود کی حکومت کی اطاعت قبول کر لیجئے' دھوکہ اور فریب چھوڑ دیجئے۔" حسن بن حرمیل نے جواب دیا مجھے خطرہ ہے کہ غیاث الدین محمود میرے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے لہٰذا آپ شاہی دربار میں حاضر ہو کر میری جانب سے بادشاہ سلامت کو اطمینان دلا دیجئے۔" علی بن عبد الخالق تو یہ چاہتا ہی تھا کہ کسی طرح سے نکل کر غیاث الدین محمد کے پاس چلا جائے' فوراً سامان سفر درست کر کے روانہ ہو گیا۔ غیاث الدین محمود کو اصل بات سے آگاہ کر دیا۔

گورنر مرو کی حاضری

غیاث الدین محمود نے اپنے گورنر مرو کو بلا بھیجا' گورنر نے حاضری میں توقف کیا' اہل مرو ناراض ہو گئے' اعلانیہ کہہ بیٹھے کہ اگر تم غیاث الدین محمود کی اطاعت سے باہر ہوتے ہو تو ہم بھی تمہارے ساتھ نہیں ہیں' تمہیں غیاث الدین محمود کے حکم کی تعمیل کرنا لازم ہے' گورنر مرو مجبوراً" دربار شاہی میں حاضر ہوا' غیاث الدین محمود نے خلعت مرحمت کیا' جاگیر سے نوازا۔

امیران بن قیصر کی برطرفی

اس کے بعد گورنر طالقان "امیران بن قیصر" کو حاضر ہونے کے لیے لکھ بھیجا اس نے بھی حاضری سے انکار کیا' غیاث الدین نے طالقان

حکومت اپنے باپ کے غلام "سونج" معروف بہ امیر شکار کو مرحمت کی' حسن بن حرمیل کو حجت پوری کرنے کے خیال سے ابن زیاد کی وقت خلعت روانہ کیا۔ حکومت ہرات کی سند بھیجی' اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم دیا' حسن بن حرمیل خوارزم شاہ کے لشکر کے انتظار میں نے سے وقت گذارتا رہا۔ یہاں تک کہ نیشاپور سے خوارزم شاہ کا لشکر پہنچ گیا۔

خوارزم شاہ کی واپسی

پھر خوارزم شاہ بھی اپنے جاہ و جلال کے ساتھ آ گیا۔ بلخ سے چار کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ کر کے جنگ کا آغاز کیا۔ حسن بن حرمیل کو اپنے پر ندامت ہوئی' سمجھ لیا کہ خوارزم شاہ کی نیت اچھی نہیں ہے' حسن بن حرمیل بڑا چالاک اور ہوشیار تھا۔ کسی ذریعہ سے خوارزمی لشکر کو باور کرایا کہ "حسن بن حرمیل نے غیاث الدین محمود سے مصالحت کر لی ہے اور اس کا مطیع ہو گیا ہے اور غیاث الدین محمود نے اسے ہرات کی وزارت پر بحال رکھا ہے" لشکر خوارزم اپنا ڈیرہ خیمہ اٹھا کر خوارزم شاہ کے پاس چلا گیا۔ حسن بن حرمیل نے بہت سے نذرانے اور تحائف لشکریوں کی معرفت خوارزم شاہ کی خدمت میں بھیج دیے۔

غیاث الدین محمود کی کارروائی

یہ اطلاع سن کر خوارزم شاہ کا لشکر ہرات پہنچ گیا ہے غیاث الدین محمود نے حسن بن حرمیل کی جاگیریں' مال و اسباب اور خزانہ ضبط کر کے اس کے خیر خواہوں اور سرداروں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ حسن بن حرمیل نے بھی اس بات کو محسوس کر کے اہل ہرات کا میلان غیاث الدین محمود کی طرف ہے' ہنگامے کے خوف سے غیاث الدین محمود کی اطاعت کا اظہار کیا لیکن جب اہل شہر کو یہ معلوم ہوا کہ غیاث الدین' حسن بن حرمیل سے ناراض ہے اور اس نے اس کی جاگیر' مال' اسباب اور خزانہ ضبط کر لیا' متفق ہو کر غیاث الدین کی خدمت میں عرض داشت بھیجی' شہر حوالہ کر دینے کا وعدہ کیا۔ حسن بن حرمیل نے اس سے اور اپنی جاگیر وغیرہ ضبط ہو جانے کی خبر سے آگاہ ہو کر رؤسا شہر کو جمع کیا' اپنے کیے پر ندامت کا اظہار کیا' معافی کا خواستگار ہوا اور یہ کہا کہ میں نے خوارزم شاہ کے لشکر کو واپس کر دیا ہے' میں یہ چاہتا ہوں کہ اظہار اطاعت کی غرض سے ایک عرض داشت سلطان غیاث الدین محمود کی خدمت میں روانہ کروں' تم لوگ بھی میرے بیان کی تائید میں ایک عریضہ بھیج دو" رؤساء شہر نے اس بات کو پسند کیا جیسا کہ حسن بن حرمیل نے کہا اور چاہا' عرض داشت لکھ کر حسن بن حرمیل کے قاصد کی معرفت بھیج دی۔

حسن بن حرمیل کی چالاکی

اس قاصد کو حسن بن حرمیل نے خفیہ طور پر ہدایت کر دی تھی کہ تم فیروز کوہ کی طرف روانہ ہو مگر جب خوب رات کی تاریکی چھا جائے تو دوسرے راستے سے نیشاپور چلے جانا اور خوارزم شاہ کے لشکر کو ہرات واپس لے آنا۔ چنانچہ قاصد نے ایسا ہی کیا چوتھے روز قاصد اور خوارزم شاہ کا لشکر واپس آیا۔ حسن بن حرمیل نے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ خوارزم شاہ کا لشکر نقارہ بجاتا ہوا شہر میں داخل ہو گیا۔ حسن بن حرمیل نے ابن زیاد فقیہ کو جو غیاث الدین محمود کی خیر خواہی میں زیادہ حصہ لے رہا تھا' گرفتار کر لیا۔ آنکھوں میں تیل کی سلائیاں پھروا دیں۔ اس کے صاحبزادے کو شہر بدر کر دیا۔ حکومت غوری کے خیر خواہوں کو جلا وطنی کی سزا دی' پریشانی کی حالت میں گرتے پڑتے غیاث الدین محمود کی خدمت میں فیروز کوہ چلے گئے۔ شہر ہرات پر خوارزم نے قبضہ کر لیا۔

امیران والئی طالقان کی غداری

اس بات کی اطلاع جب غیاث الدین محمود کو ملی تو فوراً ایک فوج علی ابن ابو علی کی قیادت میں حسن بن حرمیل کی سرکوبی اور ہرات کو خوارزمی لشکر کے قبضہ سے نکال لینے کی غرض سے ہرات روانہ کی' امیران والئی طالقان بھی اس مہم میں تھا اور ہراول کا کمان افسر تھا چونکہ غیاث الدین محمود نے اسے برطرف کر دیا تھا اس وجہ سے ناراض تھا' حسن بن حرمیل سے سازباز کر لی اور بوقت مقابلہ میدان جنگ چھوڑ دینے کا حلف اٹھایا۔ چنانچہ حسن بن حرمیل نے غیاث الدین محمود کے ہراول پر حملہ کیا۔ امیر امیران دو چار ہاتھ لڑ کر میدان جنگ سے نکل بھاگا اس کا بھاگنا تھا کہ غوریوں کا سارا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ بہت سے سرداران لشکر کو گرفتار کر لیا گیا۔

حسن بن حرمیل کی باد غیس پر چڑھائی

حسن بن حرمیل نے اس کامیابی کے بعد باد غیس وغیرہ مقبوضات غوریہ پر ہاتھ بڑھانا شروع کیا۔ لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ غیاث الدین محمود بذات خود ہرات کو فتح کرنے پر تیار ہوا مگر غزنی کی مہم اور علاء الدین والئی بامیان کی پیش قدمی نے روک دیا اور خوارزم شاہ نے صوبہ ہرات پر بلخ تک قبضہ کر لیا۔

شہاب الدین کے مارے جانے کے بعد خوارزم شاہ نے تمام سرداران غوریہ کو جو زمانہ جنگ خوارزم میں گرفتار ہو گئے تھے' رہا کر دیا اور انہیں اختیار دے دیا کہ چاہیں تو خوارزم میں ٹھہریں اور اگر اپنی قوم اور ملک میں جانا چاہیں تو چلے جائیں' محمد بن بشیر کو جو غوریوں کا ایک با اثر شخص تھا خلعت سے نوازا' جاگیر دی۔ اس کے علاوہ دیگر غوریوں کو کافی زاد راہ اور مال و اسباب مرحمت کیا۔

بلخ پر چڑھائی

پھر بلخ کو فتح کرنے کے لیے اپنے بھائی علی شاہ کو متعین کیا' عمر بن حسین غوری مقابلہ پر آیا' مدافعت پر تیار ہوا' علی شاہ مجبوراً" پیچھے ہٹا بلخ سے چار کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالا۔ اپنے بھائی خوارزم شاہ کو اس کی اطلاع کی' امداد طلب کی چنانچہ خوارزم شاہ ماہ ذیقعد ۶۰۲ھ میں بلخ کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ بلخ پہنچ کر محاصرہ کیا اور لڑائی کا نیزہ گاڑھ دیا' والئی بلخ بہاء الدین والئی بامیان کی اولاد کی امداد کے بھروسہ اور انتظار میں اپنے حریف سے لڑتا رہا۔ چونکہ والئی بامیان مہم غزنی میں مصروف تھا، والئی بلخ کی مدد نہ کر سکا۔ چالیس روز تک خوارزم شاہ محاصرہ کیے رہا مگر ذرہ بھر کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ محمد بن بشیر غوری کو عمر بن حسین غوری والئی بلخ کے پاس پیام صلح دے کر بھیجا۔ مال و اسباب دینے کا اقرار کیا شرط یہ لگائی کہ "ہمارا شاہی اقتدار تسلیم کر لو" والئی بلخ بڑا دلیر آدمی تھا۔ صاف انکار کر دیا۔

اس پر خوارزم شاہ نے ہرات واپسی کا فیصلہ کر لیا۔ ابھی روانگی کی نوبت نہ آئی تھی کہ یہ خبر مشہور ہو گئی کہ بہاء الدین والئی بامیان کی اولاد کو جو غزنی فتح کرنے گئی تھی، تاج الدین دز نے گرفتار کر لیا۔ خوارزم شاہ نے محمد بن بشیر غوری کو دوبارہ والئی بلخ کے پاس بھیجا کہ جن کے بھروسہ پر تم بھولے تھے وہ تو گرفتار ہو گیا ہے اب تمہارے لیے مناسب یہ ہے کہ تم میرا شاہی اقتدار تسلیم کر لو اور مطیع ہو جاؤ' والئی بلخ نے مجبوراً" خوارزم شاہ کی اطاعت قبول کی' خوارزم شاہ کے نام کا خطبہ پڑھنے کا وعدہ کیا۔ خوارزمی دربار میں اظہار اطاعت کی غرض سے نیاز مندانہ حاضر ہوا' خوارزم شاہ عزت و احترام سے پیش آیا۔ خلعت سے نوازا اور بلخ کی حکومت پر بحال رکھا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۶۰۳ھ میں پیش آیا۔

جورجان پر فوج کشی

اس طرف سے فارغ ہو کر خوارزم شاہ نے جورجان پر چڑھائی کر دی' علی ابن ابو علی نے شہر حوالہ کر دیا۔ چونکہ جورجان بن حرمیل کی جاگیر میں تھا اس وجہ سے خوارزم شاہ نے اس کی عنان حکومت ابن حرمیل کو مرحمت کر دی۔

علی ابن ابو علی شہر حوالہ کرنے کے بعد فیروز کوہ چلا گیا۔ غیاث الدین والئی فیروز کوہ نے اس بزدلی اور کم ہمتی پر کہ علی ابن ابو علی نے مقابلہ کیے بغیر دشمن کو شہر حوالہ کر دیا، قتل کا حکم دیا مگر امراء و اراکین سلطنت کی سفارش سے علی ابن ابو علی کی جان بچ گئی۔

خوارزم شاہ نے جورجان پر قبضہ کر کے عمر بن حسین والئی بلخ کو بلخ سے بلا بھیجا اور جب وہ خوارزم شاہ کے دربار میں حاضر ہوا تو گرفتار کر کے پابہ زنجیر خوارزم روانہ کر دیا اور خود بلخ پر پہنچ کر قبضہ کر لیا اور جعفر ترکی کو اپنا نائب مامور کیا۔

خوارزم شاہ کی پیش قدمی

بلخ پر قبضہ کرنے کے بعد خوارزم شاہ نے ترمذ کی جانب پیش قدمی کی۔ ان دنوں عماد الدین (عمر بن حسین والئی بلخ کا بیٹا) ترمذ پر حکمرانی کر رہا تھا' خوارزم شاہ نے محمد بن علی بن بشیر کو عماد الدین کے پاس بھیجا اور یہ کہلایا "تمہارا باپ (عمر بن حسین) میرے خاص امراء میں داخل ہو گیا ہے۔ اس کا شمار میرے اکابرین سلطنت میں ہے۔ اس نے اپنی خوشی سے مجھے بلخ سپرد کیا ہے۔ میں نے اسے خوارزم کسی اور وجہ سے روانہ نہیں کیا بلکہ اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ اہل خوارزم پر بھی اس کی عزت و احترام کا اظہار ہو جائے۔ تم میرے بھائی ہو۔ ترمذ کی کیا حقیقت

ہے میں تمہیں بہت بڑا صوبہ بطور جاگیر دوں گا۔ تم میرے پاس آؤ تو سہی" والئی ترمذ نے اس بات کو محسوس کر کے کہ ایک جانب سے خوارزم شاہ محاصرہ کیے ہوا ہے' دوسری طرف ترکان خطا کا ٹڈی دل لشکر پڑا ہے اور جو میرے حامی مددگار (ملوک امیان) تھے وہ غزنی میں قید ہو گئے ہیں' امان کی درخواست کی اور خوارزم شاہ سے امان دینے کا حلف لے کر ترمذ حوالہ کر دیا۔ خوارزم شاہ نے ترمذ ترکان خطا کو دے دیا۔ یہ تمام اس وقت تک حالت کفر میں تھے۔

بظاہر یہ کام خوارزم شاہ نے بہت برا کیا مگر اس میں درپردہ یہ راز تھا کہ ترمذ پر ترکان خطا کو قبضہ دے دینے سے ملک خراسان کو فتح کرنا آسان ہو جائے گا اور ملک خراسان کو فتح کرنے کے بعد ترکان خطا کو ان کے ملک سے نکال باہر کرنا آسان ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس وقت لوگوں پر یہ ظاہر ہو گیا کہ خوارزم شاہ نے ترکان خطا کو ترمذ دھوکے سے حوالے کیا تھا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

ترمذ پر قابض ہونے کے بعد خوارزم شاہ نے طالقان کا رخ کیا۔ طالقان کی عنان حکومت سونج امیر افکار کے قبضہ اقتدار میں تھی' یہ غیاث الدین محمود کا گورنر تھا۔ خوارزم شاہ نے اپنی حکومت کی اطاعت کا پیام بھیجا' سونج نے انکار کر دیا۔ فوجیں آراستہ کر کے میدان جنگ میں آ گیا۔ جس وقت دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا' سونج گھوڑے سے اتر پڑا' جنگی ہتھیار پھینک دیئے' زمین بوسی کی رسم ادا کی۔ ہاتھ جوڑ کر غلطی کی معافی مانگی' خوارزم شاہ یہ سوچ کر کہ شاید سونج نشہ میں ہے' ذرہ بھر متوجہ نہ ہوا' طالقان میں داخل ہو کر جو کچھ مال و اسباب تھا سب پر قبضہ کر لیا اور اپنی جانب سے اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو طالقان کی حکمرانی عنایت کر دی۔

خوارزم شاہ نے اس کے بعد قلعہ جات کالوین اور مہوار پر چڑھائی کر دی۔ حسام الدین علی بن علی حاکم قلعہ جات مذکورہ سینہ سپر ہو کر مقابلہ پر آیا۔ لڑائی ہوئی خوارزم شاہ مجبورا" پیچھے ہٹا اور اس مہم سے ہاتھ کھینچ کر ہرات کا رخ کیا۔

خوارزم شاہ نے ہرات کے باہر پڑاؤ کیا۔ غیاث الدین کا ایلچی بیش قیمت نذرانے اور تحائف لے کر حاضر ہوا۔ اس سے لوگوں کو بڑی حیرانی ہوئی۔

اسفراین کی فتح

خوارزمی لشکر کے ساتھ ابن خرمیل اسفراین پہنچا۔ ماہ صفر ۶۰۳ھ میں امان و صلح کے ساتھ اسے سر کر لیا۔ حرب بن محمد بن ابراہیم والئی سجستان کو خوارزم شاہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا پیام دیا (حرب بن محمد' خلف کی اولاد سے تھا' ابن سبکتگین کے زمانہ حکومت میں سجستان کی حکومت اس کے قبضہ میں آئی تھی) حرب نے حیلے بہانے سے ٹالنا شروع کیا۔ صاف انکار نہ کیا۔

قاضی صاعد بن فضل

جن دنوں خوارزم شاہ ہرات میں قیام پذیر تھا قاضی صاعد بن فضل خوارزم شاہ کے دربار میں حاضر ہوئے انہیں ابن خرمیل نے گزشتہ برس ہرات سے نکال دیا تھا وہ غیاث الدین کی خدمت میں چلے گئے تھے۔ ایک برس بعد واپس ہوئے۔ ابن خرمیل نے خوارزم شاہ سے کہہ دیا کہ یہ غوریوں سے ملے ہوئے ہیں اور رجعت پسندوں کے سردار ہیں' خوارزم شاہ نے گرفتار کر کے قلعہ زوزدن میں قید کر دیا۔ صفی ابوبکر بن سرخسی کو عہدہ قضا پر مامور کیا' صفی ابوبکر بن محمد سرخسی ہرات کے عہدہ قضا پر قاضی صاعد اور ان کے بیٹوں کی جانب سے بطور نائب مقرر تھے۔

ماژندران پر چڑھائی

والئی ماژندران حسام الدین اردشیر کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا مسند حکومت پر جلوہ افروز ہوا' اپنے منجھلے بھائی کو نکال دیا۔ اس کی کچھ پیش نہ آیا' سیدھا جرجان چلا گیا۔ جرجان میں ملک علی شاہ اپنے بھائی خوارزم شاہ بن تکش کی جانب سے حکومت کر رہا تھا' امداد کی درخواست کی' اپنے بڑے بھائی کے مظالم کی شکایت کی' ملک علی شاہ نے اپنے بھائی خوارزم شاہ کو تمام واقعات لکھ بھیجے' خوارزم شاہ نے ماژندران پر چڑھائی کی اجازت دے دی۔ چنانچہ ملک علی شاہ ۶۰۳ھ میں جرجان سے ماژندران کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ اس زمانہ میں حسام الدین اردشیر کا بڑا بیٹا جس نے اپنے منجھلے بھائی کو نکال دیا تھا فوت ہو گیا تھا اور اس کا چھوٹا بھائی ماژندران پر حکومت کر رہا تھا۔ ملک علی

شاہ کوچ و قیام کرتا ہوا ماژندران پہنچا۔ والئی ماژندران کا منجھلا بھائی بھی ساتھ تھا قتل و غارت شروع ہو گئی۔ قصبات' دیہات اور شہر ویران ہو گئے۔ موجودہ والئی ماژندران قلعہ کورہ میں قلعہ نشین ہو گیا۔ ملک علی شاہ نے تمام شہروں مثلاً سار یہ اور آمل وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ خوارزم شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ ملک علی شاہ جرجان واپس آیا اور والئی ماژندران کا منجھلا بیٹا قلعہ کورہ کے علاوہ تمام صوبہ ماژندران پر خوارزم شاہ کی حکومت کی ماتحتی میں حکمرانی کرنے لگا۔

ترکان خطا (تاتار)

ہم ان واقعات کو کہ جس وقت سلطان سنجر بن ملک شاہ کو شکست ہوئی تھی اور تاتاریوں نے ماوراالنہر پر قبضہ کر لیا تھا' اسے پہلے بیان کر آئے ہیں۔

ترکان خطا جنہیں اب ہم تاتاری کے نام سے موسوم کریں گے ایک صحرا نشین' خانہ بدوش گروہ تھا جو شہروں میں رہائش اختیار نہیں کرتا تھا' بلکہ جنگل اور کھلے میدانوں میں خیموں میں قیام کرتا تھا۔ خیموں کو یہ لوگ خرگاہ کہتے تھے آتش پرستی ان کا مذہب تھا۔ یہ زیادہ تر اطراف اوزکند' بلاد ساغون اور کاشغر میں سکونت پذیر تھے۔

سلطان سمرقند و بخارا ملوک خانیہ میں سے تھا جن کے آباؤ اجداد مذہب اسلام قبول کر چکے تھے اور قدیم خاندان شاہی سے تھے۔ سلطان سمرقند و بخارا "خان خاناں" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا جس کے معنی "سلطان السلاطین" کے ہیں۔

خوارزم شاہ کو پیام

بیشتر اسلامی علاقوں اور ماوراء النہر پر تاتاریوں نے خراج مقرر کر رکھا تھا آئے روز ایک نہ ایک مصیبت مسلمانوں پر تاتاریوں کے ہاتھوں نازل ہوا کرتی تھی۔ سلطان سمرقند و بخارا کو یہ ناگوار گزرا' مسلمان کی ذلت اور اسلامی شہروں پر تاتاری کافروں کا غلبہ اور قبضہ پسند نہ آیا۔ خوارزم شاہ کی خدمت میں پیام بھیجا۔ تاتاریوں کے مظالم سے آگاہ کیا اور اس بات کا وعدہ کیا کہ جس قدر خراج تاتاریوں کو ان صوبوں سے ملتا ہے۔ اسی قدر آپ کو دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ آپ ہی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا اور سکہ جاری ہو گا۔ بات کی تسلی کے لیے کہ آئندہ کسی قسم کا دھوکہ نہ دیا جائے گا، سمرقند اور بخارا کے مشہور امراء اور رؤساء کو خوارزم شاہ کی خدمت میں حلف لینے اور بطور ضمانت اس کی خدمت میں رہنے کے لیے بھیج دیا۔ خوارزم شاہ کو اس سے تسلی ہو گئی' فوج کو تیاری کا حکم دیا اور مقبوضہ ممالک کے انتظام کی طرف توجہ دی۔

مسلمانوں کی شکست

جرجان کے علاوہ طبرستان پر بھی اپنے بھائی علی شاہ کو مقرر کیا' امیر کزلک خان کو جو اس کا ماموں اور سلطنت خوارزمی کا ایک بااثر رکن تھا' نیشاپور کی حکومت مرحمت کی اور ایک بہت بڑی فوج اس کی زیر کمان کر دی۔ امیر امین الدین ابوبکر کو شہر زوزن کی حفاظت پر متعین کیا (امیر امین الدین' مزدوری کا پیشہ کرتا تھا) تیز طرار ہوشیار تھا۔ ترقی کرتے کرتے گورنری کے عہدہ تک پہنچا۔ اتنا وقار بڑھا کہ کرمان کا حکمران ہو گیا۔ امیر جلدک کو شہر جام کی حفاظت سپرد کی' ہرات کی حکومت پر حسن بن حرمیل کو بدستور قائم رکھا۔ ایک ہزار سپاہیوں کو ہرات میں رہنے کا حکم دیا۔ مرو اور سرخس وغیرہ پر بھی ایک نائب مقرر کیا' غیاث الدین محمود سے صلح کر لی جس قدر شہر غور اور گرمسیر اس کے قبضہ میں تھے ان پر اس کے شاہی اقتدار کو مان لیا۔ اور اپنی فوج اکٹھی کر کے خوارزم بھیجی۔ یہاں سے بھی ایک بڑا لشکر تیار کر کے جیحون کو عبور کیا۔ سلطان سمرقند اور بخارا سے ملا اور اپنے ساتھ لے کر تاتاریوں پر حملہ کر دیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ مدتوں سلسلہ جنگ جاری رہا۔ کبھی تاتاری غالب آ جاتے تھے اور کبھی خوارزم شاہ کو کامیابی ہو جاتی تھی۔ آخر کار مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ خوارزم شاہ کو تاتاریوں نے گرفتار کر لیا۔ لشکر اسلام بھاگ کر خوارزم واپس آیا۔ اور یہ خبر مشہور ہو گئی کہ خوارزم شاہ میدان جنگ میں مارا گیا۔ اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ سارے ملک خراسان میں بد نظمی پیدا ہو گئی۔ ہر ایک گورنر کو خود مختار حکومت کی لالچ پیدا ہوئی۔

خود مختاری کے اعلان

والئی نیشاپور کزلک خان' ہرات کا محاصرہ کیے تھا' والئی زوزن بھی شریک محاصرہ تھا۔ ابن بری خبر کو سن کر دونوں نے محاصرہ اٹھا لیا اور

اپنے مقبوضہ علاقوں میں آ گئے۔

کزلک خان والئی نیشا پور نے نیشا پور کا شہر پناہ ٹھیک کرایا' کثرت سے فوجیں جمع کیں' غلہ' سامان خورد و نوش اور آلات جنگ جمع کر کے خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا۔

خوارزم شاہ کی آمد

خوارزم شاہ کو جس وقت تاتاریوں نے گرفتار کیا تھا اس کے ساتھ ایک امیر کبیر ابن مسعود نامی بھی گرفتار ہو گیا تھا۔ ابن مسعود نے خوارزم شاہ کی قید خانہ سے نجات کی یہ صورت نکالی کہ اس نے اپنے کو سلطان خوارزم شاہ ظاہر کیا اور خوارزم شاہ کو اپنا خادم' تاتاری جس نے ان دونوں کو گرفتار کیا تھا اس چکمے میں آ گیا۔ چنانچہ ابن مسعود کو سلطان خوارزم شاہ سمجھ کر شاہی اعزاز سے پیش آنے لگا۔ چند دن بعد ابن مسعود نے جو سلطان خوارزم شاہ بنا ہوا تھا تاتاری سے کہا "خرچ کی تنگی ہے' تمہارا ہاتھ بھی خالی ہے اگر تم اجازت دو تو میں اپنے خادم کو خوارزم بھیجوں' اپنی خیریت سے اپنے اہل و عیال کو آگاہ کروں اور روپیہ منگوا کر تمہیں بھی دوں اور خود بھی روزانہ کی فاقہ مستی سے نجات پاؤں۔" تاتاری اس چکر میں آ گیا' اجازت دے دی' ابن مسعود نے ایک خط لکھ کر خوارزم شاہ کو دیا جو خادم بنا ہوا تھا۔ اور خوارزم روانہ کر دیا۔ خوارزم شاہ کوچ و قیام کرتا ہوا خوارزم پہنچا۔ اہل خوارزم نے بڑی خوشی منائی' پورے ملک میں خوارزم شاہ کے آنے کی شہرت ہو گئی۔

اراکین سلطنت نے خوارزم شاہ کو جو کچھ اس کے بھائی علی شاہ نے طبرستان میں اور کزلک خان نے نیشاپور میں کیا تھا اس سے آگاہ کیا' ان دونوں کو بھی خوارزم شاہ کی قید تاتار سے نجات پانے اور بخیریت خوارزم آنے کی اطلاع ہو گئی۔ پاؤں کے نیچے سے زمین سرک گئی۔ کزلک خان عراق چلا گیا اور علی شاہ نے غیاث الدین محمود کی خدمت میں جا کر پناہ لی۔ غیاث الدین محمود عزت و احترام سے پیش آیا۔

خوارزم شاہ نے نیشاپور کی درستگی کی طرف توجہ کی۔ خوارزم سے نیشاپور پہنچا۔ شہر کی حالت پر نظر کر کے اپنی جانب سے ایک گورنر مقرر کیا۔ اس کے بعد ہرات گیا۔ اس طرف اس کا لشکر ہرات کا محاصرہ کئے تھا سرداران لشکر کو اس حسن خدمت پر کہ وہ گذشتہ واقعات سے متاثر نہیں ہوئے اور نہ ان میں کسی قسم کی تبدیلی واقع ہوئی' انعامات دیئے۔ یہ واقعات ۶۰۴ھ میں پیش آئے۔

خوارزمی لشکر کی گرفتاری

خوارزم شاہ کا لشکر (جو ہرات میں ابن حرمیل کے پاس موجود تھا) طرح طرح کی زیادتیاں کرنے لگا' ابن حرمیل کو ان کی یہ حرکات پسند نہ آئیں۔ جس وقت خوارزم شاہ کی دریائے جیحون عبور کر کے تاتاریوں سے لڑائی ہوئی' ابن حرمیل نے خوارزم شاہ کے تمام لشکر کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ خوارزم شاہ کی خدمت میں ان کی غلط حرکات کی شکایت لکھ بھیجی اور معذرت کی' خوارزم شاہ کو ابن حرمیل کا یہ فعل ناگوار گزرا۔ مصلحت وقت کے خیال سے ابن حرمیل کو لکھ بھیجا' "جو کچھ تم نے کیا مناسب کیا اب تم میرے لشکر کو میرے پاس بھیج دو مجھے تاتاریوں کے مقابلہ میں اس سے بہت زیادہ فائدہ ہو گا۔ اس کے بجائے میں امیر جلدک بن طغرل والئی جام کو تمہاری امداد پر جانے کے لیے لکھتا ہوں۔ امید ہے کہ عنقریب وہ تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔" خفیہ طور پر امیر جلدک کو ہدایت کی کہ جس طرح سے ممکن ہو ابن حرمیل نمک حرام کو گرفتار کر کے ہرات پر قبضہ کر لو' چنانچہ امیر جلدک دو ہزار سواروں کی جمعیت سے ہرات روانہ ہوا' ہرات کی امارت پر امیر جلدک پہلے ہی نظریں جمائے ہوئے تھا۔ اس کا نائب سلطان سنجر کے عہد حکومت میں ہرات کا حاکم رہ چکا تھا۔ کوچ و قیام کرتا ہرات کے نزدیک پہنچا۔ ابن حرمیل نے رؤساء اور امراء کو استقبال کا حکم دیا اور خود ان کے پیچھے استقبال کے لیے روانہ ہوا' وزیر السلطنت خواجہ صاحب نے ابن حرمیل کے اس کام کی مخالفت کی۔ ابن حرمیل نے کچھ نہ سنا جیسے ہی ابن حرمیل اور جلدک کا مقابلہ ہوا۔ ابن حرمیل آداب بجالانے کے لیے گھوڑے سے اتر پڑا امیر جلدک کے سپاہیوں نے ابن حرمیل کو گھیر لیا۔ ابن حرمیل کا لشکر بھاگ نکلا۔ امیر جلدک کے سپاہیوں نے ابن حرمیل کو گرفتار کر لیا۔

ابن حرمیل کا انجام

ابن حرمیل کا لشکر شہر میں داخل ہو کر قلعہ بند ہو گیا۔ وزیر السلطنت خواجہ صاحب نے شہر پناہ کے دروازے بند کرا دیئے اور غیاث الدین محمود کی حکومت کی اطاعت کا اظہار کر دیا۔ امیر جلدک نے محاصرہ کیا اور وزیر السلطنت کو شہر حوالہ نہ کرنے کی صورت میں ابن حرمیل

کو قتل کرنے کی دھمکی دی۔ وزیر نے شہر حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔ امیر جلدک نے ابن حرمیل کو پیش کیا۔ ابن حرمیل نے وزیر سے شہر حوالہ کرنے کے لیے کہا۔ وزیر نے ابن حرمیل اور امیر جلدک کو گالیاں دیں۔ برا بھلا کہا' امیر جلدک نے غصہ میں آ کر ابن حرمیل کو اس کے سامنے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس بات کی اطلاع خوارزم شاہ کو کر دی گئی' خوارزم شاہ نے کزلک خاں نائب السلطنت نیشاپور اور امین الدین ابوبکر نائب حکومت زوزن کو امیر جلدک کی کمک اور محاصرہ ہرات پر روانگی کا حکم دیا۔ چنانچہ دس ہزار فوج کی جمعیت سے کزلک خان اور امین الدین ابوبکر روانہ ہوا اور ہرات کا محاصرہ کیا' اسی دوران جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں خوارزم شاہ کو تاتاریوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی' گرفتار کر لیا گیا۔ کچھ مدت تاتاریوں کی قید میں رہا پھر اس سے کسی طرح خلاصی پا کر خوارزم پہنچا۔ پھر خوارزم سے نیشاپور پہنچا۔ نیشاپور سے نکل کر اس فوج میں پہنچا جو ہرات کا محاصرہ کیے ہوئے تھی۔ سرداران لشکر کو انعام دیئے۔ ان کی ثابت قدمی کی داد دی۔

ہرات کی فتح

اس وقت تک وزیر خواجہ ہرات میں قلعہ بند تھا۔ چونکہ وزیر خواجہ خوارزم شاہ کے سرداران لشکر سے مسلسل یہ کہتا آتا تھا کہ جس وقت خوارزم شاہ آ جائیں گے میں بلا تامل شہر خالی کر دوں گا اس بناء پر خوارزم شاہ نے وزیر کو شہر حوالہ کرنے کا پیغام دیا۔ وزیر خواجہ نے سختی سے انکار کر دیا' خوارزم شاہ نے محاصرہ میں سختی کی۔ اہل شہر شدت اور طول محاصرے سے تنگ آ گئے تھے۔ آپس میں اس مصیبت سے نجات پانے کے بارے میں بات چیت کرنے لگے۔ اس کی اطلاع وزیر خواجہ کو ہو گئی۔ ایک دستہ فوج کا بھیج دیا جس نے جماعت کے سرداروں کو گرفتار کر لیا۔ اس سے شہر میں شور مچ گیا۔ سارے شہر میں فتنہ و فساد برپا ہو گیا' وزیر خواجہ فتنہ و فساد ختم کرنے میں مصروف ہوا۔ اہل شہر نے خوارزم شاہ کو اس سے آگاہ کر دیا' خوارزم شاہ نے اپنی فوج کو حملہ کا حکم دے دیا۔ اہل شہر نے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ خوارزمی لشکر شہر میں گھس پڑا۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔ بزور شمشیر شہر پر قبضہ کر لیا۔ وزیر خواجہ پابہ زنجیر خوارزم شاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ خوارزم شاہ نے قتل کا حکم دے دیا۔ اسی وقت قتل کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۶۰۵ھ میں پیش آیا۔ ہرات کی حکومت پر اپنے ماموں امیر ملک کو مامور کر کے خوارزم واپس آیا۔ ہرات کے سر ہونے سے پورے خراسان پر قبضہ ہو گیا۔

غیاث الدین محمود اور علی شاہ کا انجام

خوارزم میں پہنچنے کے بعد خوارزم شاہ نے اپنے ماموں امیر ملک گورنر ہرات کو فیروز کوہ دارالحکومت سلاطین غوریہ کو فتح کرنے کا فرمان بھیجا۔ اس وقت فیروز کوہ کی کرسی حکومت پر غیاث الدین محمود بن غیاث الدین براجمان تھا۔ خوارزم شاہ کا بھائی علی شاہ بھی فیروز کوہ میں غیاث الدین محمود کے یہاں پناہ گزیں اور مقیم تھا چنانچہ امیر ملک ایک بڑی فوج لے کر فیروز کوہ روانہ ہوا۔ غیاث الدین محمود اس کی آمد کی اطلاع سن کر گھبرا گیا۔ اظہار اطاعت کی غرض سے امیر ملک کی خدمت میں فدویت نامہ بھیجا۔ امان کی درخواست کی۔ امیر ملک نے درخواست منظور کر لی۔ غیاث الدین محمود اور علی شاہ برادر خوارزم شاہ امیر ملک سے ملاقات کے لیے آئے۔ امیر ملک نے دونوں کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ یہ واقعہ ۶۰۵ھ میں پیش آیا۔

فیروز کوہ کی فتح

فیروز کوہ کے سر ہو جانے سے خوارزم شاہ محمد بن تکش کا سارے ملک خراسان پر قبضہ ہو گیا اور سلطنت و حکومت غوریہ کا سلسلہ حکومت ختم ہو گیا۔ سلاطین غوریہ کی حکومت کا بڑی اور بہترین حکومتوں میں شمار تھا۔ واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔

تاتاری بادشاہ کی گرفتاری

خوارزم شاہ جب خراسان کے انتظام و انصرام سے فارغ ہوا تو اس نے تاتاریوں سے بدلہ لینے کا تہیہ کیا۔ فوجیں اکٹھی کیں' اپنے ہمدرد اور مددگار والیان سمرقند و بخارا کو ساتھ لے کر دریائے جیحون عبور کیا' تاتاریوں کا لشکر جرار بھی مقابلہ پر آیا' اس وقت تاتاریوں کا بادشاہ طائیکوہ نامی ایک شخص تھا۔ سو برس یا اس سے کم و بیش اس کی عمر تھی۔ انتہائی تجربہ کار' جنگ آزمودہ' گرم زمانہ دیکھے ہوئے تھا اور ہر لڑائی

میں کامیاب ہوتا تھا۔ ۶۰۶ھ میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں جس کی مثال تاریخ کے صفحات میں دکھائی نہیں دیتی۔ بالآخر تاتاریوں کو شکست ہوئی ایک بڑا گروہ میدان جنگ میں مارا گیا' بے شمار گرفتار کر لیے گئے۔ تاتاریوں کا بادشاہ بھی گرفتار ہو گیا۔ خوارزم شاہ نے اس کی بڑی عزت کی۔ اپنے برابر تخت پر جگہ دی۔

جب جنگ ختم ہوئی تو خوارزم شاہ نے طائیکوہ تاتاری بادشاہ کو خوارزم روانہ کر دیا اور خود ماوراء النہر کی جانب دریا کی مانند بڑھا۔ یکے بعد دیگرے شہروں کو فتح کرتا اوزکند تک پہنچ گیا' اوزکند میں اپنی جانب سے ایک شخص کو حکمراں مامور کر کے خوارزم واپسی اختیار کی۔

خوارزم پہنچ کر والئی سمرقند سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا اور اسے بعزت و احترام سمرقند واپس جانے کی اجازت دی اور جیسا کہ سمرقند میں تاتاریوں کے زمانہ میں تاتاریوں کی جانب سے ایک سیاسی افسر رہتا تھا اسی طرح سے اپنی جانب سے ایک افسر کو متعین کیا۔ واللہ یوید بنصرہ من یشاء۔

سمرقند کی فتح

والئی سمرقند نے اپنے مرکز حکومت میں واپس آ کر ایک سال تک انتہائی وفا شعاری سے زندگی بسر کی' خوارزم شاہ کا سیاسی افسر مع اپنی فوج کے سمرقند میں آزادی سے رہا۔ ایک سال بعد والئی سمرقند کو خوارزمیوں کی ہر ادا ناپسند ہونے لگی۔ ان کی ہر بات بری لگنے لگی' اپنے فوجیوں اور رعایا کو خوارزمیوں کے قتل کا حکم دے دیا۔ چاروں جانب سے مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ انتہائی مختصر عرصہ میں خوارزمیوں کا وجود سمرقند سے ختم ہو گیا۔ والئی سمرقند نے اسی پر بس نہیں کیا کمبخت اپنی بیوی (خوارزم شاہ کی بہن) کے قتل کے ارادہ سے محل سرا میں گھس گیا۔ اس غریب نے دروازہ بند کر لیا۔ خوشامد کی' رحم اور جان بخشی کی درخواست کی۔ بڑی مشکل سے والئی سمرقند کو رحم آ گیا' چھوڑ دیا۔ ان کاروائیوں سے فارغ ہو کر بادشاہ تاتار کی خدمت میں اطاعت و فرمانبرداری کا پیام بھیجا اور اعانت و امداد کی درخواست کی۔

خوارزم شاہ کو جب ان واقعات کی خبر ملی تو آگ بگولا ہو گیا۔ حکم دے دیا کہ جتنے بھی سمرقند والے حکومت خوارزم کی حدود میں ہیں' قتل کر دیئے جائیں مگر پھر کچھ سوچ کر اس حکم کو منسوخ کیا اور فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے فوجیں روانہ کیں۔ سب کے آخر میں خود روانہ ہوا' دریائے جیحون کو عبور کر کے سمرقند پر جا اترا' چاروں جانب سے گھیر کر جنگ کا نیزہ گاڑھ دیا۔ والئی سمرقند شہر چھوڑ کر قلعہ نشین ہو گیا۔ شہر پر خوارزم شاہ نے قبضہ کر لیا قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا۔ تین دن تک قتل عام ہوتا رہا۔ تقریباً" دو لاکھ افراد مارے گئے۔ اس کے بعد خوارزم شاہ نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور اسے بھی بزور شمشیر فتح کر لیا۔ والئی سمرقند اپنے چند اعزہ و اقارب کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس کے قتل سے ملوک خانیہ کے آثار صفحہ ہستی سے ختم ہو گئے۔ واللہ ولی النصر بمنہ وفضلہ۔

سمرقند اور اس کے قلعہ کی فتح کے بعد خوارزم شاہ نے اپنے گورنروں کو تمام صوبہ ماوراء النہر کے شہروں پر متعین کیا اور کامیابی کے ساتھ خوارزم کی راہ لی۔

ترکوں کا انخلاء

اس سے قبل ہم نے بیان کیا ہے کہ ایک گروہ بلاد ترکستان اور کاشغر چلا گیا تھا اور وہ تمام ماوراء النہر میں پھیل گئے تھے۔ ملوک خانیہ سلطان ترکستان کی فوجی خدمت کو اپنے اعزاز کا باعث سمجھتے تھے۔ ارسلان خاں محمد بن سلیمان بادشاہ ترکستان نے انھیں اپنے ان سرحدی مقاموں پر جو ملک چین سے متصل تھے' حفاظت پر متعین کر رکھا تھا۔ انھی مقامات پر ان کی جاگیریں تھیں ان کے علاوہ وظائف اور تنخواہیں بھی مقرر تھیں۔ اگر ان سے کوئی غلطی یا امن عامہ میں خلل واقع ہو جاتا تھا تو ارسلان خاں انھیں سزائیں دیتا اور لڑ کر انھیں زیر کرتا تھا۔ مگر چند دن بعد ترکوں نے ملوک خانیہ کی حدود مملکت میں رہنا پسند نہ کیا۔ غلامی کی زندگی سے نفرت پیدا ہوئی' اس کے ملک کو چھوڑ کر دوسرے ملک کی تلاش میں نکل پڑے۔ چنانچہ بلاد ساغون میں جا کر قیام پذیر ہوئے۔

سلطان سنجر کی شکست

۵۲۲ھ میں کوخان بادشاہ اعظم ترک نے چین سے خروج کیا۔ تاتاریوں کا یہ گروہ اس کے ساتھ گیا۔ خان محمود بن محمود بن سلیمان بن

داؤد بغراخاں "بھانجہ سلطان سنجر" مقابلہ پر آیا۔ لڑائی ہوئی۔ کوخاں نے اسے شکست دی۔ خان محمد نے اپنے ماموں سلطان سنجر سے کوخان کی زیادتیوں کی شکایت کی' امداد کی درخواست کی' سلطان سنجر نے ملوک خراسان اور اسلامی افواج کو لے کر دریائے جیحون عبور کیا' ماہ صفر ۵۳۳ھ میں بادشاہ چین کو خاں اور اس کے ساتھی تاتاریوں سے لڑائی ہوئی جس میں ان لوگوں نے سلطان سنجر کو شکست دی۔ سلطان سنجر کی بیوی گرفتار ہوگئی' کوخاں نے اسے بعزت واحترام سلطان سنجر کے پاس بھیج دیا' چینی ترک اس جنگ کے بعد بلادماوراء النہر پر قابض ہو گئے اس کے بعد کوخاں بادشاہ چین فوت ہو گیا۔ اس کی بیٹی تخت نشین ہوئی۔ زیادہ دن نہ گزرنے پائے تھے کہ یہ لڑکی فوت ہو گئی' اس کی والدہ "زوجہ کوخان" اور اس کا بیٹا محمد مسند حکومت پر فائز ہوئے۔ اس وقت سے ماوراء النہر انھی ترکوں کے قبضہ میں رہا یہاں تک کہ خوارزم شاہ علاء الدین محمد بن تکش نے ان سے چھین لیا جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

تاتاریوں کی شکست

اس واقعہ سے قبل ایک عظیم واقعہ پیش آیا تھا جس میں تاتاریوں کی قوت اور جماعت ختم ہو گئی۔ اور وہ یہ ہے کہ انھیں تاتاریوں کا ایک گروہ ترکستان سے باہر حدود چین میں جا کر آباد ہو گیا تھا۔ اس گروہ کا سردار کشلی خاں نامی ایک شخص تھا۔ اس گروہ سے اور ان تاتاریوں سے جنھیں خوارزم شاہ کے مقابلے پر شکست ہوئی تھی ، قربت کے باعث جیسا کہ اکثر ہوا کرتا ہے عداوت اور دشمنی چلی آرہی تھی جب کشلی خاں اور اس کے گروہ کو تاتاریوں کی شکست کی اطلاع ملی ، اپنی پرائی دشمنی نکالنے اور اپنے پرانے دشمن کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوئے۔ فوجیں جمع کیں اور تیزی کے ساتھ بدبخت تاتاریوں کو زیر کرنے کے لیے بڑھے۔ ادھر تاتاریوں نے خوارزم شاہ کی خدمت میں فدویت نامہ بھیجا۔ غلطی معاف کرنے کی درخواست کی اور یہ پیام بھیجا کہ "اگر آپ ہماری امداد سے ذرا بھی پہلو تہی کریں گے تو ہم لوگوں کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔ لہٰذا اس سے قبل کہ وہ ہمارے سروں پر پہنچ کر ہمیں تہس نہس کریں آپ ہماری امداد پر تیار ہو جائیں۔" ادھر کشلی خاں بادشاہ ترک نے بھی مراسلہ بھیجا کہ "آپ ہم دونوں میں سے کسی کی مدد نہ کریں۔ ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ ہماری اور آپ کی صلح رہے گی آپ ہمارے اور تاتاریوں کے درمیان فیصلہ ہو لینے دیں۔

دونوں فریقین کو خوارزم شاہ نے ایسا جواب دیا کہ دونوں فریقوں کو خوارزم شاہ کی جانب سے اطمینان ہو گیا۔ خوارزم شاہ اپنی فوجیں لیے میدان جنگ سے تھوڑے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالے رہا اور ایسا رویہ اختیار کیا کہ دونوں فریق اخیر تک یہی سمجھتے رہے کہ خوارزم شاہ ہماری کمک پر آیا ہے۔ قصہ مختصر ترکوں اور تاتاریوں میں جنگ چھڑ گئی۔ تاتاریوں کو شکست ہوئی۔ میدان جنگ سے بھاگ نکلے' ترکوں نے قتل اور قید کرنا شروع کر دیا۔ خوارزم شاہ جو اسی وقت کا منتظر تھا ترکوں کے ساتھ ہو کر تاتاریوں پر ٹوٹ پڑا۔ بے شمار لوگ مارے گئے صرف چند افراد زندہ بچے۔

خوارزم شاہ کی حکمت عملی

خوارزم شاہ نے فتح کے بعد کشلی خاں بادشاہ ترک کے پاس سفیر بھیجا اور یہ ظاہر کیا کہ میری ہی امداد سے تاتاریوں کے مقابلہ میں آپ کو کامیابی ہوئی ہے۔ کشلی خاں نے اس کا اعتراف کیا اور شکر گزار ہوا' عرصہ تک دونوں میں مراسم اتحاد قائم رہے۔ ایک عرصہ کے بعد خوارزم شاہ اور کشلی خاں کا تاتاریوں کے شہروں اور مال و اسباب کی تقسیم میں جھگڑا ہو گیا خوارزم شاہ اپنی کمزوری کو محسوس کر کے جنگ سے بچنا چاہتا تھا لیکن موقع پا کر چوکتا نہ تھا اور کشلی خان خوارزم شاہ کو ملامت کرتا اور بار بار یہی لکھتا تھا کہ یہ کام بادشاہوں کا نہیں ہے۔ چوروں اور بزدلوں کا کام ہے' بادشاہت کا دعویٰ ہے تو مقابلہ پر آؤ" خوارزم شاہ غصہ میں نہ آتا اور موقع کو ہاتھ سے نہ دیتا تھا۔ اسی دوران کشلی خان نے کاشغر بلاد ترکستان اور ساغون پر قبضہ کر لیا۔ کشلی خاں کی بڑھتی ہوئی قوت سے خوارزم شاہ کو خطرہ پیدا ہوا اس خیال سے کہ شاش' فرغانہ' کاشان اور اسفیجاب پر بھی کشلی خاں قبضہ نہ کر لے' اسے ویران کر دیا۔ وہاں کے رہنے والوں کو اسلامی شہروں میں لا کر آباد کیا۔ ان زمانہ میں یہ مقامات عمدہ ترین مقامات میں شمار کیے جاتے تھے' آباد تھے۔ سرسبز تھے۔ اللہ تعالیٰ کے شہروں میں ان سے زیادہ اچھا کوئی شہر نہ تھا۔

کشلی خان کی روانگی

ترکوں کے مابین اس کے بعد اختلاف پیدا ہو گیا۔ ان میں سے ایک گروہ کشلی خان کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا جو مغل کے نام سے موسوم

تھا اس گروہ کا سردار چنگیز خان تھا۔ کشلی خاں ان کی لڑائیوں میں مصروف ہو گیا نہر کو عبور کر کے خراسان چلا گیا اور خوارزم شاہ کو اس کے حال پر چھوڑ گیا۔

تاج الدین کی کرمان اور سندھ پر چڑھائی

اس سے قبل ہم نے بیان کیا ہے کہ خوارزم شاہ محمد تکش کے والد کے امراء میں سے ایک امیر ابو بکر نامی تھا جسے تاج الدین کے لقب سے یاد کرتے تھے ابتداء" یہ غریب آدمی تھا' اونٹوں کی حفاظت اور چرانے پر متعین تھا۔ قسمت نے یاوری کی۔ خوارزم شاہ کی خدمت تک پہنچ گیا۔ تیز طرار اور ہوشیار تھا۔ ترقی کر کے سردان ہو گیا۔ "سردان اس زمانے میں پیشوائے مجاہدین کو کہتے تھے" کفایت شعار اور منتظم تھا خوارزم شاہ نے امارت کے عہدے سے ممتاز کر کے قلعہ زوزن کا حاکم بنا دیا ایک مرتبہ خوارزم شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا "کرمان کا علاقہ میرے مقبوضہ قلعہ سے ملا ہوا ہے اگر حضور والا میری امداد پر آمادہ ہوں اور تھوڑی سی فوج میری موجودہ فوج پر اضافہ فرمائیں تو یہ خانہ زاد انتہائی مختصر عرصہ میں کرمان پر قبضہ کر لے" خوارزم شاہ نے اس درخواست کو قبول کر لیا اور اس کے ساتھ ایک فوج ۶۱۲ھ میں کرمان بھیج دی۔

حرب ابو الفضل ان دنوں کرمان کا والی تھا جو عہد حکومت سنجری میں سجستان کا گورنر رہا تھا۔ ابو بکر تاج الدین نے پہنچتے ہی انتہائی کم مدت میں کرمان فتح کر لیا۔ اس کے بعد کرمان کے اطراف کو آہستہ آہستہ فتح کر کے اپنے دائرہ حکومت کو سندھ تک بڑھا لیا۔ سندھ فتح ہونے کے بعد ملک فارس کے شہروں میں سے شہر ہرمز پر جو کہ بحر فارس کے ساحل پر واقع ہے، حملہ کیا۔ شہر ہرمز کے والی کا نام ملنک تھا۔ ملنک نے اطاعت قبول کی۔ خوارزم شاہ کے شاہی اقتدار کو تسلیم کر لیا۔ ابو بکر تاج الدین نے بہت سا مال و اسباب اس سے حاصل کر کے خوارزم شاہ کے دربار میں بھیج دیا۔

کشلی خان کا خوف

ہرمز چونکہ بہت بڑی بندرگاہ تھی۔ تجارتی جہازوں کا مرکز تھا۔ اقصائے ہند' چین' یمن اور عمان وغیرہ کی کشتیاں یہاں آکر لنگر انداز ہوتی تھیں اس وجہ سے مذکورہ شہروں کے حکمران' والئی ہرمز کے مطیع رہتے اور اس کی دوستی کو فلاح کا باعث سمجھتے تھے والئی ہرمز کے مطیع ہو جانے سے اس علاقہ کے بعض مقامات پر بھی خوارزم شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا مگر حکمران کیش اور والئی ہرمز سے دشمنی کا سلسلہ جیسا کہ اس سے قبل تھا اسی طرح رہا۔ دونوں والیان ملک میں عرصہ دراز سے ان بن چلی آرہی تھی' دونوں میں سے کسی کی تجارتی کشتی دشمن کے ساحل پر پہنچ جاتی تھی' اور خوارزم شاہ' سمرقند کے اطراف میں اس خوف سے چکر لگا رہا تھا کہ کشلی خاں بادشاہ ترک اس پر کہیں قابض نہ ہو جائے۔

تاج الدین وز کا فرار

خراسان اور بامیان وغیرہ پر قابض ہونے کے بعد خوارزم شاہ نے تاج الدین اور والئی غزنی کو اپنی حکومت کی اطاعت کا مراسلہ روانہ کیا۔ تاج الدین نے اپنے ارکین سلطنت کو اکٹھا کر کے خوارزم شاہ کا پیام سنایا اور مشورہ طلب کیا امیر کبیر قطلغ تکین (سلطان شہاب الدین غوری کا غلام) اور اس کے تمام ساتھی یک زبان ہو کر بولے "مناسب یہ ہے کہ آپ خوارزم شاہ کی اطاعت قبول کر لیجئے' ہم میں اس کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے اس کے نام کا خطبہ پڑھیئے اور سکہ کندہ کرائیے" چنانچہ تاج الدین وز نے خوارزم شاہ کی خدمت میں اظہار اطاعت کی غرض سے فدویت نامہ بھیج دیا۔ اس کے نام کا خطبہ پڑھا اور اس کے نام کا سکہ جاری کرا دیا۔

اس کے بعد تاج الدین وز قطلغ تکین کو اپنے نائب بنا کر شکار کھیلنے چلا گیا۔ قطلغ تکین نے خوارزم شاہ کی خدمت میں پیام بھیجا۔ "میدان خالی ہے۔ جلد تشریف لائیے اور غزنی پر قبضہ کر لیجئے"۔ چنانچہ خوارزم شاہ انتہائی تیزی سے مسافت طے کر کے غزنی پہنچ گیا۔ غزنی اور اس کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ جس قدر غوری اور بالخصوص ترک ملے قتل کر دیئے گئے' تاج الدین وز کو اس کی خبر ملی لاہور کی طرف فرار ہو گیا۔

قطلغ تکین کا خاتمہ

غزنی پر قابض تکین کو خوارزم شاہ نے حاضری کا حکم دیا برا بھلا کہا اور اپنے آقا و رفیق کے ساتھ بے وفائی کرنے پر گالیاں دیں اور

گرفتار کر لیا چار سو غلام اور تیس اونٹ مال و اسباب جرمانے میں وصول کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ واقعہ ۶۱۳ھ یا بہ روایت بعض ۶۱۲ھ کا ہے۔ اپنے بیٹے جلال الدین منکبرس کو غزنی کا حاکم متعین کر کے خوارزم کی راہ لی۔

خوارزم شاہ محمد بن تکش نے ۵۹۰ھ میں الرہا' ہمدان اور تمام بلادجبل کو قطلغ اینانج اور بقیہ امراء سلجوقیہ سے لے لیا۔ مویدالدین ابن قصاب وزیر السلطنت خلیفہ ناصرالدین اللہ عباسی اس سے لڑ پڑا' خوارزم شاہ نے اسے دبا لیا اور مار ڈالا جیسا کہ خلافت عباسیہ کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔

اصفہان پر چڑھائی

اس کے بعد خوارزم شاہ محمد بن تکش دوسری مہم میں مصروف ہو گیا اور ان جھگڑوں سے جو ابن قصاب سے پیش آ گئے تھے' غافل ہو گیا یہاں تک کہ ۵۹۷ھ میں وفات پا گیا۔ اس کے بعد علاء الدین محمد بن تکش خوارزم شاہ کا بیٹا مسند حکومت پر فائز ہوا' سلاطین سلجوقیہ کے غلاموں میں سے بہلوان یکے بعد دیگرے تمام علاقہ جبل پر قابض ہو تا گیا۔ ازبک بن بہلوان نے سلاطین سلجوقیہ سے بدعہدی کی اور خوارزم شاہ کی حکومت کا مطیع ہو گیا۔ ان میں سب کے بعد جو حکمراں ہوا وہ اغمش (اغملش) تھا۔ یہ ایک عرصہ تک علاء الدین محمد بن تکش خوارزم شاہ کے نام کا خطبہ پڑھتا رہا۔ اس کے بعد ایک باطنی نے اسے قتل کر دیا۔ ازبک بن بہلوان کو ملک گیری کی طمع پیدا ہوئی' اصفہان' رے' اور جبل کے سارے علاقے پر نظریں لگا۔ سعد بن زنگی والئی فارس کو بھی جسے سعد بن وکلا کے نام سے موسوم کرتے ہیں' اپنے مقبوضہ ممالک پر خود مختار حکومت کا شوق پیدا ہوا چنانچہ ازبک نے فوجیں جمع کر کے صوبہ اصفہان کی طرف پیش قدمی کی اور اہل اصفہان کی دوستی اور سازش سے قبضہ کر لیا' رے' قزوین اور سمنان پر سعد زنگی قابض ہو گیا۔

سعد زنگی کی گرفتاری

خوارزم شاہ کو ان واقعات کی اطلاع سمرقند میں ملی۔ ملک گیری کی طمع بڑھی' فوجیں تیار کر کے ۶۱۴ھ میں حملہ کر دیا اور ایک فوج ماوراء النہر اور ترکوں کی سرحد کی جانب روانہ کی۔ قومس پہنچ کر بارہ ہزار سواروں کو لے کر فوج سے علیحدہ ہو گیا۔ اس کا مقدمتہ الجیش رے کے قریب پہنچ گیا۔ سعد زنگی رے کے باہر ایک میدان میں خیمہ ڈالے پڑا تھا۔ یہ خیال کر کے کہ یہ اہل رے کا لشکر ہے جو میری روک تھام کے لیے آیا ہے' سوار ہو کر لڑنے کو نکلا اور لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔ مگر جب اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ خوارزم شاہ کی فوج ہے' میدان جنگ خالی کر دیا۔ خوارزمی لشکر کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔

ازبک کی معذرت

ازبک کو اس واقعہ کی اطلاع اصفہان میں ملی تو خوارزم شاہ کے خوف سے کانپ اٹھا۔ اصفہان کو خیرباد کہہ کر ہمدان کی راہ لی شارع عام کو چھوڑ کر جنگل اور پہاڑی دروں کو طے کرتا ہوا آذربائیجان پہنچا۔ اپنے وزیر ابو القاسم بن علی کو معذرت نامہ لے کر اطاعت و فرمانبرداری کے اظہار کی غرض سے خوارزم شاہ کے دربار میں بھیجا۔ خوارزم شاہ نے اس کی معذرت کو قبول کر لیا اور ازبک نے سالانہ خراج خوارزم شاہ کے خزانہ میں جمع کرا دیا۔

خوارزم شاہ کی کامیابی

ادھر نصرت الدین ابو بکر نے (سعد زنگی کا بیٹا) اپنے والد کی گرفتاری کا حال سن کر سیاست سے کام لیا۔ اپنے والد کی برطرفی کا اعلان کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ لے لی۔ ادھر خوارزم شاہ نے سعد زنگی کو اس شرط پر رہا کر دیا کہ قلعہ اصطخر خوارزم کے حوالے کر دے اور اپنے علاقہ میں سے مالیہ کا تیسرا حصہ بطور خراج ادا کیا کرے۔ چنانچہ اس شرط کی ایفاء کی غرض سے سرداران سلطنت خوارزمیہ کو قلعہ اصطخر پر قبضہ لینے کے لیے سعد زنگی کے ہمراہ روانہ کیا۔ شیراز پہنچنے پر یہ معلوم ہوا کہ نصرت الدین ابوبکر اپنے والد کے خلاف حکومت فارس پر قبضہ کئے ہوئے ہے اور وہ شہر حوالہ کرنے کے خلاف ہے۔ سعد زنگی کے بعض امراء نے نصرت الدین ابوبکر کو سمجھا بجھا کر راضی کیا۔ باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیراز لے گیا اور عنان حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے کر حکمرانی کرنے لگا خوارزم شاہ کو بادشاہ تسلیم کر کے اس کے نام کا خطبہ پڑھا

اس طرح رے ساوہ' قزوین' جرجان' ابہر' ہمدان' اصفہان' قم' قاشان اور تمام بلاد جبل پر خوارزم شاہ کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے مصاحب اور افسروں پر قابض ہو گئے۔ امیر طابین کو ہمدان کی حکومت پر متعین کیا اور اپنے بیٹے رکن الدولہ نادر شاہ کو تمام کا افسر اعلیٰ بنایا۔ جمال الدین بن سابق شادی کو اس کی وزارت کا عہدہ مرحمت کیا۔

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد

خوارزم شاہ محمد بن تکش کے پاؤں جب مضبوطی کے ساتھ حکومت و سلطنت پر جم گئے اور دائرہ حکومت وسیع ہو گیا ۱۱۴ھ میں دربار خلافت بغداد میں درخواست بھیجی کہ جس طرح سلاطین سلجوقیہ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اسی طرح میرے نام کا خطبہ پڑھا جائے خلیفہ نے درخواست کو قبول نہ کیا معذرت کرنے کی غرض سے شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو خوارزم شاہ کے پاس بھیج دیا۔

خوارزم شاہ نے شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی عزت کی۔ انتہائی تپاک سے استقبال کیا۔ شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر کی، اول حدیث سے کی[1] خوارزم شاہ دو زانو بیٹھ کر نہایت ادب سے سنتا رہا۔ جو کچھ عرض و معروض کیا ادب کا پہلو لیے ہوئے تھا۔ شیخ دیر تک وعظ و پند کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو جو بنو عباس کی ایذا اور تکلیف نہ دینے کے بارے میں تھے، کمال خوبی سے بیان کیے۔ خوارزم شاہ نے گذارش کی "حاشا اللہ میں نے کبھی کسی بنی عباس کو کسی قسم کی ایذا اور تکلیف نہیں دی۔ شیخ کے وعظ سننے کا سب سے زیادہ استحقاق خلافت آپ کو ہے، مجھے معتبر ذریعہ سے یہ اطلاع ملی ہے کہ خلیفہ کے حکم سے بنی عباس کی ایک جماعت عرصہ دراز سے قید کی مصیبتیں جھیل رہی ہے" شیخ نے جواب دیا "خلیفہ جب کسی شخص کو اصلاح اور تادیب کی غرض سے قید کی سزا دیتے ہیں تو مورد الزام نہیں ہو سکتے۔ اسی اصلاح کی غرض سے عنان خلافت انہیں دی گئی ہے۔" قصہ مختصر خوارزم شاہ نے شیخ کو رخصت کیا۔ شیخ بغداد واپس آئے۔

خوارزم شاہ کی واپسی

بعض کا کہنا ہے کہ خوارزم شاہ نے بلاد جبل پر قبضہ حاصل کر کے بغداد کا رخ کیا کوچ و قیام کرتا عقبہ سراباد پہنچا۔ زبردست برف باری ہوئی حیوانات مرگئے آدمیوں کے ہاتھ پاؤں کٹ کٹ کر گر گئے۔ شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ کی جانب سے پیام لیے اس مقام پر خوارزم شاہ کے پاس پہنچے۔ وعظ و پند کیا۔ خوارزم شاہ کو اپنے کیے پر شرمندگی ہوئی۔ ارادہ ترک کر دیا چنانچہ ۱۱۵ھ میں خوارزم واپس آیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ

ممالک کی تقسیم

خوارزم شاہ نے رے اور بلاد جبل پر مکمل قبضہ کرنے کے بعد اپنے ممالک مقبوضہ کو اپنے بیٹوں پر اس طرح تقسیم کیا۔ خوارزم' خراسان اور ماژندران ولی عہد قطب الدین اولاغ شاہ کو دیئے' غزنی' بامیان' غور' بست اور ہندوستان کے مقبوضات جلال الدین منکبرس کو دیئے گئے' کرمان' کیش' مکران کی حکومت اپنے تیسرے لڑکے غیاث الدین تیر شاہ کو دی اور بلاد جبل کا رکن الدین غور شاہ کو حکمران بنایا۔

جلال الدین منکبرس اپنے سب بھائیوں سے بڑا تھا مگر یہ ولی عہد نہیں بنایا گیا اس وجہ سے کہ قطب الدین اولاغ شاہ کی والدہ اور سلطان خوارزم شاہ کی والدہ ترکمان خاتون ایک ہی قبیلہ بیاروت کی تھیں۔ بیاروت کا قبیلہ ترکمان خطا کے قبیلہ یمک کی ایک شاخ ہے۔ ترکمان خاتون کا اپنے بیٹے سلطان خوارزم شاہ محمد بن تکش پر پورا پورا اثر تھا یہی وجہ ہے کہ بڑے بیٹے جلال الدین منکبرس کے ہوتے قطب الدین اولاغ شاہ کو خوارزم شاہ نے اپنا ولی عہد نامزد کیا۔

محمد بن احمد کی روایت

وزیر السلطنت محمد بن احمد سنوی منشی کاتب جلال الدین منکبرس نے اس کے اور اس کے والد علاء الدین محمد بن تکش کے حالات میں لکھا ہے کہ خوارزم شاہ نے ولی عہد کے دروازے پر پانچوں نمازوں کے بعد نوبت بجوانے کی اجازت دی تھی جو ہر نماز کے بعد بجائی جاتی تھی' نوبت کو ذوالقرنین کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ یہ نقارے تعداد میں ستائیس تھے۔ سونے اور چاندی کے بنے تھے' جواہرات کی پچی

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

کاری تھی۔ا میں نے اس کی روایت کو دوسروں پر اس لیے ترجیح دی ہے کہ یہ ان دونوں کے حالات سے دوسروں کی یہ نسبت زیادہ واقف ہے۔

موید الملک قوام الدین

موید الملک قوام الدین کا کرمان' مکران اور کیش پر قبضہ تھا اور وہی ان مقامات کا تنہا مستقل حکمراں تصور کیا جاتا تھا۔ سلطان خوارزم کی واپسی عراق کے بعد موید الملک قوام الدین کا انتقال ہو گیا' خوارزم شاہ نے اپنے بیٹے غیاث الدین تیر شاہ کو اس کی جگہ مامور کیا جیسا کہ آپ نے ابھی پڑھا ہے۔

موید الملک قوام الدین ایک معمولی بازاری آدمی تھا۔ قسمت نے ساتھ دیا بادشاہت کے درجہ تک پہنچ گیا۔ اس کی ماں نصرت الدین بن ایز والئی زوزن کے محل سرا میں دایہ کی خدمت پر مقرر تھی' موید الملک وہیں پیدا ہوا وہیں پرورش پائی' ہوش سنبھالا تو نصرت الدین کی خدمت میں رہنے لگا۔ چند دن بعد نصرت الدین سے علیحدہ ہو کر سلطان خوارزم شاہ کے دربار میں حاضر ہوا' موقع پا کر ادھر سلطان خوارزم کو باور کرایا کہ نصرت الدین فرقہ باطنیہ کا ایک رکن ہے۔" ادھر دربار خوارزمی سے واپس ہو کر نصرت الدین کو سلطان کی شان و شوکت سے ڈرایا دھمکایا' نصرت الدین کو سلطان کی جانب سے خطرہ پیدا ہوا' فرقہ باطنیہ (اسماعیلیہ) سے دوستانہ تعلقات پیدا کر کے قلعہ زوزن میں قلعہ نشین ہو گیا' موید الملک نے اس خبر کو دربار شاہی تک پہنچا دی' سلطان سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا نصرت الدین کو برطرف کر کے موید الملک کو نیابت کا عہدہ مرحمت فرمایا' آخر کار نصرت الدین' موید الملک کے دھوکے میں پھنس گیا۔ قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ موید الملک نے گرفتار کر کے پابہ زنجیر سلطان خوارزم شاہ کی خدمت میں بھیج دیا' سلطان نے اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں۔

اس کے بعد موید الملک کو کرمان کی طمع پیدا ہوئی' اس وقت کرمان میں ملک دینار کے خاندان کا ایک شخص حکومت کر رہا تھا۔ موید الملک نے سلطان کو اس کے خلاف ابھارا' سلطان نے خراسان سے فوجیں بھیج دیں اور مالی امداد بھی دی۔ موید الملک نے کرمان پہنچ کر قبضہ کر لیا' خوارزم شاہ کو اس سے بڑی خوشی ہوئی' اس حسن خدمت اور کارگزاری کے صلے میں موید الملک کا خطاب دیا اور کرمان کو جاگیر میں عنایت کیا۔

موید الملک کا انتقال

سلطان خوارزم شاہ کی واپسی عراق کے وقت شاہی اونٹنی گم ہو گئی' موید الملک نے چار ہزار بختی اونٹنیاں حاضر کر دیں' سلطان بڑا خوش ہوا' اتفاق سے اسی زمانہ میں موید الملک کی موت کا وقت آ گیا اور اس جہان فانی سے کوچ کر گیا۔ خوارزم شاہ نے اس کے مقبوضہ صوبہ پر اپنے بیٹے غیاث الدین کو مقرر کیا۔

موید الملک بڑا دولت مند تھا' غیاث الدین نے اس کے متروکات میں سے ستر اونٹ سونے سے لدے ہوئے سلطان کی خدمت میں بھیجے تھے۔

ترکمان خاتون

ترکمان خاتون مادر سلطان محمد بن تکش قبیلہ بیاروت سے خان جنکش بادشاہ ترک کی بیٹی تھی۔ بیاروت کا قبیلہ' یمک ترکان خطائی کی ایک شاخ ہے' سلطان خوارزم شاہ محمد بن تکش نے اس سے نکاح کیا جس کے بطن سے سلطان محمد کی پیدائش ہوئی۔ جب سلطان محمد مسند حکومت پر بیٹھا تو یمک کے قبائل چاروں جانب سے سمٹ کر ترکمان خاتون کی خدمت میں آ گئے۔ ان کے علاوہ اور ترک بھی جو ان کے ہمسایہ تھے وہ بھی آ ملے۔ ترکمان خاتون کی قوت میں اضافہ ہو گیا۔ سلطنت و حکومت پر قبضہ کر لیا' سلطان محمد نام کا بادشاہ رہ گیا۔ اسی کی حکومت کا ڈنکا بجتا تھا۔ بادشاہوں کی طرح اپنی جانب سے عمال مقرر کرتی' ملک کا نظم و نسق اس کے قبضہ اقتدار میں تھا' عدل و انصاف کو ہاتھ سے جانے نہ دیتی' فریاد سنتی' قتل و خونریزی کو روکتی' برائیوں کا انسداد کرتی' اچھے کام انجام دیتی' داد و دہش اور صدقات کو اپنے تمام ملک مقبوضہ میں پھیلا رکھا تھا۔ محض حکم نامہ لکھنے پر سات کاتب متعین تھے۔ اگر کبھی اس کا فرمان سلطان کے فرمان کے خلاف ہوتا تو یہ طے تھا کہ پچھلے فرمان پر در آمد کیا جاتا تھا۔

خداوند جہاں جس کے معنی ہیں "ملکہ عالم" اس کا لقب تھا۔ فرمان کے سرنامہ پر "عصمۃ الدنیا والدین اولاغ ترکان ملک نساء العالمین" لکھا جاتا تھا چوب قلم سے بدست خاص "عصمت باللہ وحدہ" دستخط کی جگہ لکھا کرتی تھی۔ خط انتہائی پاکیزہ اور دیدہ زیب ہوتا تھا۔ ترکمان خاتون نے نظام الملک کو جو اس کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور سلطان کے دربار میں عہدہ وزارت پر فائز تھا اپنی وزارت پر بلایا۔ جب سلطان نے اپنے وزیر کو برطرف کیا تو ترکمان خاتون کے حکم و اشارے سے نظام الملک کو سلطان کا قلمدان وزارت دوبارہ حوالہ کیا۔ حالانکہ سلطان اس کی وزارت سے خوش اور راضی نہ تھا چونکہ ترکمان خاتون حکومت و سلطنت پر قابو پا گئی تھی' اس وجہ سے نظام الملک کو بھی سلطان کی حکومت وسلطنت پر جابرانہ قوت حاصل ہو گئی۔ انتہائی رعب و داب سے وزارت کی۔ کسی گورنر نے سلطان سے نظام الملک کی شکایت کی "کہ اس نے خوارزم کے نواح میں لوگوں سے تاوان لیا ہے" سلطان نے اپنے ایک خواص کو اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ ترکمان خاتون کو اس کی اطلاع مل گئی' خواص کو اس کام سے روک دیا۔ نظام الملک اپنی حالت پر بدستور قائم رہا اور سلطان اپنے حکم کو نافذ نہ کر سکا۔ واللہ یوید بنصرہ من یشاء۔

سفیروں کی آمد

عراق سے واپسی کے بعد سلطان خوارزم شاہ کی خدمت میں بمقام نیشاپور ۶۱۵ھ میں چنگیز خاں کی سفارت' معاہدہ تجارت اور مراسم اتحاد قائم کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ چنگیز خاں نے سفیروں کی معرفت بیش قیمت جواہرات مشک کے نافے' عنبر اور ریشمی کپڑے بطور تحفہ بھیجے تھے' ملک چین اور اس کے متصلہ بلاد ترک کے فتح کر لینے کی اطلاع دی تھی۔ اور یہ معاہدہ تجارت و اتحاد لکھنے کی خواہش کی تھی۔ سفیروں کا انداز گفتگو بے باکانہ تھا۔ سلطان کو شبہ پیدا ہوا کہ شاید چنگیز خاں نے دھوکہ اور فریب دینے کی غرض سے سفارت بھیجی ہے' اس وجہ سے نہ صاف طور سے معاہدہ کا وعدہ کیا اور نہ انکار۔ محمود خوارزمی کو جاسوسی کی خدمت پر مقرر کر کے چنگیز خاں کے یہاں بھیج دیا۔ محمود خوارزمی نے واپس ہو کر چنگیز خاں کی تحریر کی تصدیق کر دی اور یہ اطلاع دی کہ چنگیز خاں نے ملک چین پر قبضہ کر لیا ہے۔ شہر طوغاج پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ سلطان نے دریافت کیا "اس کے لشکر کی تعداد کیا ہے؟" جواب دیا "کچھ زیادہ نہیں ہے" سلطان خوارزم شاہ نے چنگیز خاں کی درخواست کے مطابق معاہدہ تجارت و اتحاد لکھ کر سفیروں کو واپس بھیج دیا۔

تاتاری تاجروں کا قتل

اس کے بعد چنگیز خاں کے ملک کے چند تاجر تجارتی مال لے کر انزار آئے۔ نیال خاں (سلطان کا ماموں زاد بھائی) وہاں کا گورنر تھا' بیس ہزار فوج رکاب میں رہتی تھی۔ مال و اسباب کو دیکھ کر منہ میں پانی بھر آیا۔ لالچ پیدا ہوا' شاہی دربار میں اطلاع کر دی کہ یہ تاجر نہیں ہیں بلکہ جاسوسی کی غرض سے آئے ہیں' سلطنت کی جانب سے ان کی نگرانی کا حکم صادر ہو گیا' نیال خاں کو موقع مل گیا' نگرانی کے بجائے ان لوگوں کو خفیہ طریقہ سے قتل کر کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔

سفیر کا قتل

اس بات کی اطلاع چنگیز خاں کو ملی تو سلطان کو ناراضگی اور تنبیہہ کا خط لکھا' بدعہدی پر غصے کا اظہار کیا۔ سلطان نے چنگیز خاں کے ایلچی کو بجائے جواب دینے کے قتل کر دیا۔ اور اس خیال سے کہ کہیں چنگیز خاں اس خبر کو سن کر خوارزم پر حملہ نہ کر دے' سمرقند کی قلعہ بندی کی اور فوجیں جمع کر کے چنگیز خاں کے ملک پر چڑھائی کر دی۔ رعایا سے تین سال کا خراج پیشگی وصول کیا۔ دو سال کا خراج جنگی اخراجات کے لیے ساتھ رکھا اور تیسرے سال کا خراج سمرقند کے محافظوں کو مرحمت کیا۔ چنگیز خاں ان دنوں اپنے ملک میں موجود نہ تھا۔ کشلی خاں بادشاہ ترک سے جنگ کرنے کے لیے گیا ہوا تھا۔ سوائے عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کے کوئی نہ تھا۔ خوارزم شاہ نے ان پر چھاپہ مارا' قتل و غارت کر کے جو کچھ ہاتھ لگا' لے کر واپس آ گیا۔

خوارزم شاہ کا تعاقب

خوارزم شاہ ابھی اپنی سرحد میں داخل نہ ہوا تھا کہ چنگیز خاں کو اس کی خبر ہو گئی۔ فوراً تعاقب پر روانہ ہو گیا۔ خوارزم شاہ سے مقابلہ

ہوا۔ زبردست لڑائی ہوئی۔ فریقین کی فوج کا زیادہ حصہ مارا گیا۔ تین روز تک مسلسل لڑائی جاری رہا چوتھے روز خوارزم شاہ نے میدان چھوڑ دیا۔ جیجوں پر پہنچ کر تاتاریوں کے نتیجہ کے انتظار میں قیام کیا چنگیز خاں نے تعاقب کی غرض سے پیش قدمی کی۔ خوارزم شاہ نے جیجوں کا مورچہ بھی خالی کر دیا اور اپنی فوج کو ماوراء النہر' انزار' بخارا' سمرقند' ترمذ اور جند کے شہروں میں چنگیز خاں کے غضب سے بچانے کے لیے پھیلا دیا۔ اینانج کو جو اس کا ایک نامی سردار ہونے کے علاوہ حاجب بھی تھا' بخارا کی حفاظت پر متعین کیا۔ چنگیز خاں نے پہلے انزار کا محاصرہ کیا۔ اہل انزار لڑے مگر کامیاب نہ ہوئے چنگیز خاں نے بزور شمشیر اس پر قبضہ کر لیا۔

امیر نیال کا خاتمہ

امیر نیال خاں جس نے چنگیز خاں کے تاجروں کو قتل کر کے مال و اسباب چھین لیا تھا گرفتار ہو کر پیش کیا گیا۔ چنگیز خان نے چاندی پگھلوا کر کانوں اور آنکھوں میں ڈلوا دی' جس سے وہ مر گیا' اس کے بعد بخارا کی جانب بڑھا۔ شہر کو امان و صلح سے فتح کر کے قلعہ بخارا پر محاصرہ کیا اہل قلعہ چند روز تک لڑے۔ بالآخر سب نے ہتھیار ڈال دیئے بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ اہل قلعہ اس کی خونریزی کے ہاتھوں سے بچ جائیں گے مگر ایسا نہ ہوا۔ اس نے ان کے ساتھ بدعہدی کی اور قلعہ پر قبضہ کر کے تمام کو گرفتار کر لیا اور قتل کا حکم دے دیا۔ بخارا کے بعد سمرقند کی باری آئی' اہل سمرقند بھی اسی کشتی پر سوار کر کے اتارے گئے۔ ان کے ساتھ بھی اہل بخارا کا سا سلوک کیا گیا۔ یہ واقعات ۶۱۹ھ میں پیش آئے۔

اس کے بعد سلطان خوارزم شاہ کی والدہ کے چند رشتہ داروں نے جو سرداری کے رتبہ سے سرفراز تھے چنگیز خاں کو خط لکھا' خوارزم اور خراسان پر قبضہ کرنے کے لیے ابھارا اور اس خط کو جس شخص کی معرفت روانہ کیا اس نے خط کو سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ سلطان نے غور سے پڑھا' اپنی ماں اور اس کے رشتہ داروں کی طرف سے مشتبہ و بدگمان ہو گیا۔

لوگوں میں خوف و ہراس

سلطان خوارزم شاہ کو جب انزار' بخارا اور سمرقند چنگیز خاں کے قبضہ کر لینے کی اطلاع ملی' اور گورنر بخارا چند اشخاص کے ساتھ جان بچا کر سلطان کی خدمت میں پہنچا' اسی وقت سلطان خوارزم شاہ نے جیجوں کو عبور کیا۔ تاتاریوں کا گروہ (جو اس کی کمان میں تھا) اور علاء الدین والئی قندھار سلطان موکب سے علیحدہ ہو کر واپس آ گئے۔ اس سے لوگوں کے دل ہل گئے' عام خوف و ہراس پھیل گیا۔

خوارزم شاہ کی بے بسی

بیس ہزار سواروں کو چنگیز خاں نے خوارزم شاہ کے تعاقب پر مقرر کیا۔ یہ مغربی تاتاری کہلاتے ہیں' وجہ تسمیہ یہ ہے کہ انہیں چنگیز خاں نے خراسان کے مغربی علاقہ کو تاراج کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ چنانچہ انہوں نے مغربی خراسان کو تباہ و برباد کیا لوٹ مار کرتے بلاد بیجور تک پہنچ گئے۔ جس جانب سے گزرے کھیتوں اور باغات کو ویران' آبادی کو برباد اور چٹیل میدان کر دیا۔ سلطان خوارزم شاہ پریشانی کے عالم میں نیشاپور پہنچا مگر مغربی تاتاریوں کے تعاقب نے نیشاپور میں بھی قیام نہ کرنے دیا۔ عراق کی جانب چلا گیا۔ اور مال و اسباب کو ایک قلعہ میں امانت کے طور پر رکھوا دیا۔

منشی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ امیر تاج الدین بسطامی نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ جس وقت خوارزم شاہ کوچ و قیام کرتا عراق تک پہنچا مجھے حاضری کی اجازت دی' اس کے سامنے دس صندوق موتیوں سے بھرے ہوئے رکھے تھے جن کی قیمت کوئی نہیں لگا سکتا تھا۔ ان میں سے دو صندوقوں میں بیش قیمت جواہرات بھرے تھے جس کی قیمت ملک عراق کی قیمت کے برابر ہو گی' مجھے سلطان نے قلعہ اردہز میں بطور امانت رکھ آنے کا حکم دیا۔ قلعہ اردہز انتہائی مضبوط قلعہ تھا۔ چنانچہ میں نے اس حکم کی تعمیل کی اور قلعہ میں پہنچا دینے کی رسید لے کر شاہی دربار میں حاضر کر دی۔ اس کے بعد جب چنگیز خاں نے عراق کو فتح کیا تو ان صندوقوں پر بھی قبضہ کر لیا۔

قصہ مختصر خوارزم شاہ نیشاپور سے ماژندران کی جانب گیا اور مغربی تاتار اس کے تعاقب میں تھے۔ مجبوراً ماژندران کو چھوڑ کر ہمدان کے نواح میں چلا گیا۔ مغربی تاتاریوں نے چھاپہ مارا خوارزم شاہ کسی طرح بچ کر بلاد جبل پہنچا۔ اس کا وزیر عماد الملک ... اس واقعہ میں ساحل بحر پر ایک گاؤں میں قیام پذیر ہوا' جیسا کہ اس کی نیک عادت تھی صلوٰۃ تسبیح اور تلاوت قرآن میں مصروف ہوا۔

سلطان محمد بن تکش کا انتقال

خوارزم شاہ کو یہاں بھی چنگیز خانی تاتاریوں نے آرام سے نہ بیٹھنے دیا۔ دوبارہ چھاپہ مارا' خوارزم شاہ کشتی پر سوار ہو کر دریا عبور کر گیا اور خونریز تاتاری اپنے سا منہ لے کر رہ گئے اور ناکام واپس ہوئے۔ خوارزم شاہ نے دریائے طبرستان کے ایک جزیرے میں پہنچ کر اقامت اختیار کی اور وہیں رہنے لگا۔ مرض الموت نے آ کر گھیر لیا اہالیان ماژندران تیمارداری کرتے تھے۔ اس امید پر کہ اس زمانے نے پلٹا کھایا تو اس خدمت کے صلے میں خوارزم شاہ انہیں جاگیریں دے گا، صوبجات کی گورنری پر مقرر کرے گا مگر خوارزم شاہ کو اس کا موقع نہ ملا۔ ۶۱۷ھ میں موت نے آ لیا اور اسی جزیرے میں دفن کر دیا گیا۔ اکیس سال حکومت کی۔ جلال الدین منکبرس (خوارزم شاہ کا بیٹا) نے اہل ماژندران کی تمام امیدوں کو جو انہوں نے خوارزم شاہ سے وابستہ کی تھیں' پورا کیا۔

باب ۱۰

جلال الدین منکبرس بن علاؤ الدین محمد

بوقت انتقال خوارزم شاہ نے اپنے بڑے بیٹے جلال الدین منکبرس کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اپنے چھوٹے بیٹے قطب الدین اولاغ شاہ کو ولی عہدی سے الگ کر دیا۔

خوارزم شاہ کی والدہ

ترکمان خاتون (مادر خوارزم شاہ) کو خوارزم میں ان واقعات کی اطلاع ملی' ہاتھ پاؤں پھول گئے' چنگیز خانیوں کے خوف سے خوارزم چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ تقریباً" بیس سرداران لشکر اور ان بادشاہوں کو جو اس وقت خوارزم میں قید تھے، قتل کر کے بھاگ نکلی' ماژندران کے قلعوں میں سے قلعہ ایلان میں پہنچ کر سکونت اختیار کی۔

مغربی تاتاری جو خوارزم شاہ کے تعاقب میں گئے تھے، دریائے طبرستان کے خوارزم شاہ کے عبور کر جانے کے بعد واپس ہوئے ماژندران پر حملہ کیا چنانچہ ماژندران کے تمام قلعوں کو فتح کر لیا جو کچھ وہاں مال و اسباب تھا لوٹ لیا۔ ماژندران کے قلعے انتہائی مضبوط و مستحکم اور دشوار گزار تھے۔ کسی زمانے میں فتح نہیں ہوئے تھے جب مسلمانوں نے شاہان فارس کے مقبوضہ علاقے کو فتح کیا تھا۔ اور ان کی حکومت کا جھنڈا عراق سے اقصائے خراسان تک کامیابی کے ساتھ لہرا رہا تھا۔ اس وقت بھی یہ قلعے فتح نہیں ہوئے تھے مسلمانوں نے صرف خراج لینے پر اکتفا کیا تھا۔ ۹۰ھ میں بہ زمانہ حکومت سلیمان بن عبدالملک (بنو امیہ کے خاندان کا ایک خلیفہ تھا) یہ قلعے فتح ہوئے تھے۔ اس کے بعد چنگیز خانی ترکوں نے یکے بعد دیگرے تمام قلعوں کو فتح کیا۔ قلعہ ایلان میں ترکمانی خاتون کا محاصرہ کیا یہاں تک کہ اس قلعہ کو بھی صلح کے ساتھ فتح کر لیا اور ترکمان خاتون کو حراست میں لے لیا گیا۔

ابن اثیر کا بیان

فاضل ابن اثیر کا کہنا ہے کہ مغربی تاتاریوں کی ترکمان خاتون سے جب کہ وہ خوارزم سے ماژندران کی جانب بھاگ کر آ رہی تھی راستے میں لڑائی ہو گئی' چاروں جانب سے اسے گھیر لیا اور گرفتار کر لیا' ترکمان خاتون کے علاوہ اور شہزادیاں بھی جو اس کے ہمراہ تھیں حراست میں لے لی گئیں۔ تاتاریوں نے انہیں اپنے گھروں میں ڈال دیا۔ دوش خاں ولد چنگیز خاں نے بھی ان میں سے ایک شہزادی کے ساتھ شادی کر لی تھی۔ ترکمان خاتون انتہائی ذلت اور بے بسی سے تاتاریوں کی قید میں رہی۔ چنگیز خاں کی جانب سے اسے بھی ایک خوان کھانا ملتا تھا جیسا کہ دیگر شہزادیوں کو ملا کرتا تھا۔

نظام الملک کا قتل

نظام الملک (خوارزم شاہ کا وزیر) ترکمان خاتون کے ساتھ تھا۔ یہ بھی چنگیز خاں کے ہاتھ آ گیا۔ چونکہ چنگیز خاں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ سلطان اس سے ناراض تھا اس وجہ سے اس کی عزت کرتا تھا اور اکثر خراج وغیرہ کے معاملات میں اس سے مشورہ کرتا تھا۔ جب دوش خاں نے خوارزم پر قبضہ کر لیا اور سلطانی حرم کو گرفتار کر لیا جن میں چند گانے والی عورتیں بھی تھیں' ان میں سے ایک عورت اپنے کسی خادم کو دی۔ اس عورت نے تاتاری خادم کی خواہشات کو ٹھکرا دیا اور اسے اپنے پاس پھٹکنے نہ دیا اور نظام الملک کے یہاں جا کر پناہ لی' اس خادم نے نظام الملک سے شکایت کی اور وزیر نظام الملک کو اس عورت کی آشنائی سے متہم کیا۔ چنگیز خاں نے وزیر نظام الملک کو سر دربار طلب کر کے اس

جرم یا مجرم قرار دے کر قتل کر دیا۔

تاتاریوں کی پیش قدمی

۶۱۷ھ میں مغربی تاتاری خوارزم شاہ محمد بن تکش کے تعاقب میں رے پہنچے اور جب وہ ہاتھ نہ آیا تو ہمدان کی جانب لوٹے۔ راستے میں دیہات قصبات اور شہر ملے تباہ کر ڈالے۔ اہل ہمدان نے اس طوفانی یلغار کی آمد کی اطلاع سن کر مال و اسباب' بیش قیمت کپڑے اور مویشی جس قدر مہیا کر سکے مہیا کر کے لٹیرے تاتاریوں کے سامنے پیش کر دیئے' چنانچہ ان کے ہاتھ سے ان کی عزت آبرو اور جان بچ گئی۔ زنجان کی جانب بڑھے۔ اہل زنجان نے بھی اسی طریقہ پر عمل کیا۔ یہ بھی بال بال بچ گئے' قزوین پر چڑھائی کی' اہل قزوین خم ٹھونک کر مقابلہ پر آئے' لڑے' مغربی تاتاریوں نے ان پر محاصرہ کیا اور بزور شمشیر لڑ کر ان کو شکست دی۔ بڑی خونریزی ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ قزوین میں چالیس ہزار سے زیادہ آدمی مارے گئے۔ اس کے بعد سردی کا موسم آ گیا۔ برف باری شروع ہو گئی۔ قتل و غارت کرتے ہوئے جیسا کہ ان کی عادت تھی آذربائیجان کی جانب روانہ ہوئے۔ اس وقت تک ازبک بہلوان والئی آذربائیجان تبریز میں مقیم تھا۔ عیش و عشرت میں مشغول خواہشات نفسانی میں منہمک انتظام ملک سے غافل' رنگ رلیوں میں پڑا ہوا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ تدبیر آئی کہ اس نے مغربی تاتاریوں سے خط و کتابت کر کے کچھ دے کر اپنے کو ان کے شر سے بچا لیا' طوفان کی مانند موقان کی جانب واپس ہوئے تاکہ سردیوں کا موسم کسی ساحل پر قیام کر کے گزار دیں۔

کرج پر چڑھائی

اس کے بعد بلاد کرج پر دھاوا کیا' کرج نے مقابلہ کیا۔ بے جگری سے لڑے مگر تاتاری طوفان کو نہ روک سکے۔ میدان چھوڑ دیا۔ تاتاریوں نے انتہائی بے رحمی سے پامال کیا۔ ادھر کرج نے ازبک والئی آذربائیجان اور اشرف بن عادل بن ایوب والئی خلاط کی خدمت میں ایلچی بھیجے۔ تاتاریوں کے مقابلے پر امداد طلب کی۔ ادھر قرش (ازبک کا آزاد غلام) تاتاریوں سے مل گیا۔ ترکمان اور اکراد کی فوج کثیر اس کی کمان میں تھی۔ تاتاریوں کے ساتھ کرج پر حملہ کر دیا۔ قتل و غارت کرتے ہوئے بلقین (بلقان) تک پہنچ گیا کرج خم ٹھونک کر مقابلہ پر آئے۔ پہلے اقرش سے مقابلہ ہوا۔ اس کے بعد تاتاریوں نے حملہ کیا کرج کو شکست ہوئی' کرج کی بے شمار فوج ماری گئی۔ یہ واقعہ ماہ ذیقعدہ ۶۱۷ھ میں پیش آیا۔

مراغہ پر قبضہ

کرج کی مہم سے فارغ ہو کر مغربی تاتاری مراغہ کی طرف لوٹے۔ تبریز ہو کر گزرے' والئی تبریز جیسا کہ اس کی عادت تھی اسی طرح پیش آیا۔ تحائف اور نذرانے پیش کیے جو کچھ ہو سکا نقد و جنس جمع کر کے نذر کیا۔ قتل و غارت کرتے ہوئے مراغہ پہنچے۔ مراغہ کی والیہ ایک عورت تھی۔ چند روز تک مقابلہ کرتی رہی۔ بالآخر صفر ۶۱۸ھ میں تاتاریوں نے اس پر قبضہ کر لیا اور خوب لوٹ مار کی۔

اربل پر چڑھائی

مراغہ سے فارغ ہو کر اربل پر حملہ کیا۔ مظفر الدین اس شہر کا حاکم تھا۔ اس نے بدر الدین والئی موصل سے امداد طلب کی۔ بدر الدین نے مظفر الدین کی کمک پر فوجیں روانہ کیں اور خود سرحدی شہروں کی حفاظت کی غرض سے تیار ہوا۔ اتنے میں خلیفہ ناصر کا فرمان آ پہنچا۔ لکھا تھا کہ "تم اپنی فوج کے ساتھ دقوقا میں جا کر قیام کرو اور عراق میں تاتاریوں کو گھسنے نہ دو۔" چنانچہ اسلامی فوجیں دقوقا میں جمع ہوئیں' خلیفہ نے امرائے مملوک بشتمر (قشتمس) کو آٹھ سو نامی گرامی سرداران کی جمعیت سے مظفر الدین کی کمک کو روانہ کیا اور تمام لشکر کی قیادت مظفر الدین کو عنایت فرمائی مگر دونوں حریف ایک دوسرے سے خوفزدہ و مرعوب ہو کر آپس میں لڑائی سے باز رہے۔

ہمدان میں خونریزی

اسلامی لشکر کے متفرق ہونے کے بعد تاتاری طوفان کی طرح ہمدان کی جانب بڑھے' ہمدان میں ان لٹیروں کی جانب سے ایک کوتوال اسی زمانے سے رہتا تھا جب کہ انہوں نے پہلی مرتبہ ہمدان پر قبضہ کیا تھا۔ کوتوال کو حکم دیا کہ اہل ہمدان سے مال و اسباب اور زر نقد وصول کر

کے حاضر کروں' ہمدان کا رئیس ایک انتہائی شریف شخص علوی خاندان کا تھا۔ اہل ہمدان روتے پیٹتے رئیس ہمدان کے پاس گئے۔ سارے حالات بتلائے' کوتوال کے ظلم و ستم کی شکایت کی' رئیس علوی نے جواب دیا۔ "اس کے سوائے کہ تاتاریوں کا مطالبہ پورا کیا جائے کوئی چارہ کار نہیں ہے" ہمدان والے ناراض ہو گئے برا بھلا کہا اور تاتاریوں کے کوتوال کو ہمدان سے نکال دیا' تاتاریوں سے لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ رئیس علوی کو یہ بات پسند نہ آئی' ہمدان کے نزدیک ایک قلعہ میں جا کر قلعہ بند ہو گیا۔ تاتاریوں نے شہر پر حملہ کیا اور بزور شمشیر شہر پر قبضہ کر کے خون کی ندیاں بہا دیں۔ کئی روز تک قتل و غارت گری کا بازار گرم رہا۔

اردبیل پر قبضہ

تاتاری ہمدان کو اجاڑنے کے بعد آذربائیجان کی طرف واپس ہوئے۔ اردبیل پر قبضہ کر کے اہل اردبیل کو قتل' ان کے مکانات کو ویران' کھیتوں اور باغات کو برباد و تباہ کر دیا۔ اس کے بعد تبریز کی باری آئی' ابھی تاتاری تبریز تک نہیں پہنچے تھے کہ ازبک بن بہلوان والئی آذربائیجان و اران نے تاتاریوں کے خوف سے تبریز چھوڑ دیا۔ نفجوان کی جانب چلا اور اپنے اہل و عیال کو خوئی بھیج دیا' شمس الدین طغرائی تاتاریوں سے مقابلہ کرنے پر اٹھ کھڑا ہوا۔ شہر کی عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ اہل شہر کو جمع کر کے تسلی و تشفی دی۔ ایک حد تک شہر کی حفاظت کا بندوبست کیا۔ اتنے میں غارت گر تاتاری پہنچ گئے۔ اہل شہر کی تباہی اور حفاظت کا سن کر حملہ سے رک گئے اور اہل شہر کے پاس مصالحت کا پیام بھیجا۔ اہل شہر نے ایک معین و مقرر مال دے کر ان کے ظلم و ستم سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا۔

بیلقان کی تباہی

ظالم تاتاری تبریز چھوڑ کر شہر سراو پر چڑھ گئے' اہل شہر کو اپنی غارت گری اور لوٹ مار کا نشانہ بنایا' تباہ و برباد کر کے بیلقان کی طرف بڑھے' چاروں جانب سے محاصرہ کر لیا۔ ابھی جنگ کی نوبت نہیں آنے پائی تھی کہ تاتاریوں نے اہل شہر کی درخواست پر اپنے ایک سردار کو بطور ایلچی شرائط صلح طے کرنے کے لیے اہل شہر کے پاس بھیجا' اہل شہر کی شامت آئی' تاتاری سردار کو قتل کر دیا۔ پھر کیا تھا' ماہ رمضان ۶۱۸ھ میں بزور شمشیر شہر پر قبضہ کر لیا۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو گیا' مار دھاڑ شروع ہو گئی' بلاامتیاز' مرد' عورت' جوان اور بچے تمام موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ حمل والی عورتوں کے پیٹ چاک کر کے بچوں کو بھی قتل کیا۔ عورتوں کی بے آبروئی کرتے اور پھر انہیں قتل کر ڈالتے تھے غرض کہ کوئی برا کام ایسا نہ تھا کہ جسے ان لٹیرے تاتاریوں نے نہ کیا ہو۔ قرب و جوار کے دیہات اور قصبات تباہ ہو گئے۔ آبادی اور انسانوں کا کہیں نشان دکھائی نہ دیتا تھا۔

گنجہ پر چڑھائی

بیلقان کی تباہی کے بعد اران کے پایہ تخت گنجہ پر دھاوا بول دیا۔ اہل گنجہ نے کافی حد تک قلعہ بندی کر لی تھی۔ غلہ وغیرہ کا ذخیرہ کافی مقدار پر مہیا کر لیا تھا۔ تاتاریوں نے یہ صورت حال دیکھ کر مصالحت کی گفتگو شروع کی' چنانچہ اہل گنجہ نے جو کچھ تاتاریوں نے مطالبہ کیا' دے کر مصالحت کر لی۔

کرج کی شکست

اہل گنجہ سے صلح کے بعد آذربائیجان اور ان کے صوبہ میں کوئی شہر ان کی دست برد سے باقی نہ رہا' کسی کو مصالحت سے اور کسی کو لڑ کر فتح کیا۔ اس صوبہ میں اب صرف وہ رقبہ باقی رہ گیا تھا جس پر کرج قابض تھے۔ تاتاریوں نے کرج کے مقبوضات کی جانب پیش قدمی کی۔ کرج ان کی آمد سے بہت پہلے آگاہ ہو چکے تھے' فوجیں غلہ کے ذخیرے اور جنگی ہتھیار ضرورت سے زیادہ فراہم کر رکھا تھا۔ خم ٹھونک کر اپنی سرحد سے نکل کر حملہ آور ہوئے۔ کرج کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' تاتاریوں نے کرج کو مار کر پیچھے دھکیل دیا۔ تقریباً تیس ہزار کرج مارے گئے۔ میدان جنگ سے بھاگ کر اپنے پایہ تخت بلقین میں جا کر دم لیا۔ کرج کے بادشاہ نے فوجیں فراہم کیں اور انہیں جمع کر کے تاتاریوں کے مقابلہ پر دوبارہ روانہ کیا۔ مگر کرج ہمت ہار گئے۔ مقابلہ سے جی چرا کر الٹے پاؤں بلقین واپس آ گئے۔ تاتاریوں نے کرج کے تمام مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ جس طرح سے چاہا تباہ و برباد کیا۔ مگر ملک کے اندرونی حصہ کو اس وجہ سے تباہ نہ کر سکے کہ راستہ انتہائی دشوار گزار اور

تنگ تھا۔ کثرت سے درے اور اونچے اونچے پہاڑ تھے۔

دربند کی طرف پیش قدمی

کرج کے شہروں پر قابض ہونے کے بعد دربند شروان کی جانب پیش قدمی کی۔ شہر شماخی پر محاصرہ کیا' لڑائی شروع ہو گئی۔ تاتاری مقابلہ کرتے ہوئے شہرپناہ کی دیوار تک پہنچ گئے 'سیڑھیاں نہ تھیں شہرپناہ پر کس طرح چڑھتے' مقتولوں کی لاشوں کو ایک دوسرے پر رکھ کر ٹیلہ سا بنا لیا اور اس کے ذریعہ سے شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ گئے۔ محافظوں کو قتل کر کے شہر میں داخل ہو گئے۔ جو سامنے آیا مار ڈالا گیا جو مال نظر آیا لوٹ لیا گیا۔ کوئی بھی ان کے ظلم و ستم سے نہ بچا۔ تین روز تک قتل و غارت گری کا بازار گرم رہا۔

شماخی کی تباہی کے بعد دربند کو عبور کرنے کا ارادہ کیا مگر عبور نہ کر سکے۔ بادشاہ دربند شروان کے پاس پیام بھیجا کہ کسی کو شرائط صلح طے کرنے کی غرض سے ہمارے پاس بھیج دو' شروان شاہ نے اپنے چند امراء کو تاتاریوں کے پاس بھیج دیا۔ تاتاریوں نے ان میں سے بیشتر کو مار ڈالا۔ باقی ماندگان کو گرفتار کر لیا۔ دھمکی دی "کہ اگر تم ہمیں دربند کے عبور کرنے کا راستہ نہ بتاؤ گے تو ہم تمہیں بھی تمہارے ساتھیوں کی طرح قتل کر دیں گے" چنانچہ ان لوگوں نے جان بچانے کی غرض سے دربند عبور کرنے کا راستہ بتا دیا بلکہ انہیں لوگوں کی رہبری کی وجہ سے دربند عبور کر کے دربند شروان کی کشادہ زمین اور ہموار ملک میں تاتاری داخل ہو گئے۔

تاتاریوں کی سیاسی چال

اس صوبہ میں قفجاق' لان' لکز اور بہت سے جرگے ترکوں کے آباد تھے جس میں مسلمان بھی تھے اور کفار بھی۔ تاتاریوں نے ان لوگوں پر حملہ کیا۔ عام طور پر تمام باشندوں کو بلا امتیاز قتل و غارت گری کا نشانہ بنایا۔ قفجاق اور لان نے بے جگری سے مقابلہ کیا۔ لٹیرے تاتاری انہیں مغلوب نہ کر سکے۔ میدان سے واپس ہو کر قفجاق کو پیام دیا کہ "آؤ ہم اور تم صلح کر لیں' ہم اور تم ایک ہی قبیلہ کے ہیں۔ لان سے ہمیں نبٹ لینے دو۔ تم لوگ لان کو بلاوجہ امداد دیتے ہو تم اور وہ نہ ایک خاندان کے ہو اور نہ ایک مذہب کے۔" قفجاق اس دھوکے میں آ گئے' ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔

لان پر تاتاریوں نے حملہ کیا اور یکے بعد دیگرے ان کے شہروں پر قبضہ کر کے قفجاق پر بھی حملہ آور ہو گئے۔ جو قفجاق والے دور دراز مقامات پر رہتے تھے' ان میں سے بہت سے روس کے شہروں میں چلے گئے۔ اکثر نے پہاڑوں اور جنگل میں جا کر پناہ لی۔ قفجاق صلح کا خواب دیکھتے ہی رہے اور تاتاریوں نے آہستہ آہستہ ان کے شہروں کو بھی فتح کر لیا۔ قفجاق کے بے حد زرخیز اور سب سے بڑا شہر سرائے (سوداق) پر بھی قبضہ کر لیا جو دریائے نیطش متصل خلیج قسطنطنیہ پر واقع تھا اور جنہیں قفجاق کی تجارت اور تجارتی بندرگاہ ہونے کا فخر حاصل تھا۔ اس شہر کے اکثر باشندگان نے بھی جان و آبرو کے خوف سے پہاڑوں میں جا کر ٹھکانہ بنا لیا اور بعض نے بلاد روم قلیج ارسلان کی حکومت میں جا کر رہائش اختیار کر لی۔

روس پر چڑھائی

۶۲۱ھ میں تاتاریوں نے قفجاق کے علاقہ سے روس کی طرف پیش قدمی کی۔ روس کا ملک' قفجاق کے ملک سے ملا ہوا تھا۔ یہ بہت بڑی وسیع سلطنت تھی یہاں کے رہنے والے عیسائی مذہب کے پابند تھے۔ روسیوں نے ان کی آمد کی خبر سن کر فوجیں مرتب اور مہیا کیں اور اس خیال سے کہ تاتاریوں ہی کے ملک میں چل کر لڑنا چاہیے' نکل پڑے' قفجاق کی بھی فوجیں روسیوں کے ساتھ تھیں۔ تاتاریوں نے یہ سن کر کہ روس جنگ کے لیے آ رہا ہے پیچھے ہٹے۔ روسیوں نے یہ خیال کر کے کہ تاتاری جنگ و مقابلہ سے جی چرا رہے ہیں' بڑھے۔ کئی منزل تک یہی حالت رہی کہ تاتاری آج جس منزل کو چھوڑ جاتے ہیں دوسرے دن روسی اس پر قبضہ کرتے جاتے۔ بالآخر تاتاریوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا۔ روسی اور قفجاق مقابلہ نہ کر سکے' پسپا ہوئے۔ تاتاریوں نے قتل و غارت گری شروع کر دی' بڑی خونریزی ہوئی۔ ہزاروں قید کر لیے گئے باقی ماندہ اپنے ملک سے دل شکستہ ہو کر کشتیوں پر سوار ہو کر مسلمانوں کے ملک میں چلے گئے۔ تاتاری ان کے ملک پر بھی قابض ہو گئے۔

بلغار پر حملہ

روس اور قفچاق کو فتح کر کے ان لٹیروں نے آخر ۶۲۰ھ میں بلغار پر حملہ کیا۔ اہل بلغار نے ان کی آمد کی خبر سن کر مقابلہ کی تیاری کی چند مقامات پر فوج کے چند دستوں کو کمین گاہ میں بٹھایا اور باقی ماندہ فوج مقابلے کی غرض سے میدان میں آئی۔ تاتاریوں سے مقابلہ ہوا۔ بلغاری فوج لڑتے لڑتے پیچھے ہٹی۔ تاتاری جوش مردانگی میں بڑھنے لگے یہاں تک کہ کمین گاہ سے آگے نکل آئے بلغاری فوج نے کمین گاہ سے نکل کر تاتاریوں پر عقب سے حملہ کیا اور بلغار کی وہ فوج جو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی، تلواریں کھینچ کر پلٹ پڑی، تاتاریوں کو دو طرف کی مار نے پریشان کر دیا، گھبرا گئے۔ کچھ نہ سوجھتا تھا تمام کے تمام مارے گئے۔ چند ہی کسی طرح جان بچا کر بھاگے اور چنگیز خان سے طالقان میں جا کر ملے۔ قفچاق اپنے ملک واپس آئے اور عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ واللہ یوید بنصرہ من یشاء۔ یہ حالات مغربی تاتاریوں کے تھے جو خراسان کے مغربی شہروں کو تباہ کرنے کے لیے گئے تھے۔

آپ نے اوپر خوارزم شاہ کے انتقال اور مغربی تاتاریوں کا اس کے تعاقب میں روانہ ہونے اور شہروں اور ملکوں کو تباہ کرنے کے واقعات کو پڑھ لیا ہے۔

چنگیزی لشکروں کی پیش قدمی

خوارزم شاہ کی شکست اور فرار کے بعد چنگیز خاں نے جس وقت کہ وہ سمرقند میں تھا اپنی فوج کو چند حصوں میں منقسم کیا۔ ایک حصہ کو ترمذ کی جانب روانہ کیا جس نے کلات پر چڑھائی کی جو جیحون کی طرف انتہائی مستحکم اور مضبوط قلعہ تھا اس قلعہ کو اس کے گرد و نواح کے مقامات کو ان لوگوں نے فتح کر لیا، انتہائی بے رحمی سے تباہ و برباد کیا۔ دوسرے حصہ کو فرغانہ کی تباہی کرنے پر متعین کیا۔ تیسرے حصہ کو خوارزم کی جانب چوتھے حصہ کو خوزستان اور پانچویں کو خراسان کی جانب پیش قدمی کا حکم دیا۔

چنگیز خانی لشکر کا جو حصہ خراسان فتح کرنے پر متعین ہوا تھا اس نے بلخ پر حملہ کیا۔ ۶۱۷ھ میں صلح و امان سے فتح کیا نہ کسی کو قتل کیا اور نہ لوٹ اور غارت گری سے کام لیا۔ اپنے کوتوال کو بلخ میں ٹھہرا کر زوزن' میمنہ' اندخوئی اور فاریاب کی جانب پیش قدمی کی۔ صلح و آشتی سے ان شہروں پر قبضہ حاصل کیا۔ کسی شخص کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی۔ صرف یہ خدمت ان لوگوں سے لی جاتی تھی کہ ان کے ساتھ ہو کر ان کے مخالفین سے مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔

طالقان کی فتح

اس کے بعد طالقان پہنچے' طالقان ایک وسیع صوبہ اور چند شہروں پر مشتمل تھا۔ اس میں ایک قلعہ منصورہ کوہ نامی تھا جس کی مضبوطی اور استحکام کو دوسرے قلعے نہیں پہنچ سکتے تھے۔ تاتاریوں نے اس قلعہ پر محاصرہ کیا۔ چھ ماہ کا مکمل محاصرہ کیے رہے کامیابی کی صورت دکھائی نہ دی، چنگیز خاں یہ سن کر خود اس قلعہ کے محاصرے پر آیا۔ علاوہ چھ ماہ سابق کے چار ماہ اور محاصرہ کیے رہا مگر فتح نہ ہوا۔ روزانہ لڑائی ہوتی تھی نتیجہ کچھ نہیں نکلتا تھا۔ چنگیز خاں نے فوج کو حکم دیا کہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر لائے اور اس کو قلعہ کے مقابل جمع کر کے اس پر مٹی ڈالے پھر اس پر لکڑیاں رکھے اور مٹی ڈالے۔ یہاں تک کہ قلعہ کی بلندی کے مقابلہ پر ایک ٹیلہ بن جائے۔ فوج نے انتہائی تیزی سے ان کی تعمیل کی۔ اہل قلعہ نے اپنی ہلاکت اور قلعہ کے فتح ہونے کا یقین کر کے دروازہ کھول دیا۔ دفعتاً حملہ کرتے ہوئے نکل آئے۔ سواروں کا رسالہ مارتے دھاڑتے نکل گیا۔ پہاڑوں اور جنگلوں کو طے کرتا ہوا بچ گیا۔ باقی رہے پیادے وہ مار ڈالے گئے۔ تاتاریوں نے شہر اور قلعہ میں داخل ہو کر قتل عام شروع کر دیا جسے دیکھا قتل کر دیا مال و دولت لوٹ لی۔

قفچاق قوین کی موت

چنگیز خان نے اس کے بعد اپنے داماد قفچاق قوین کو خراسان' مرو اور رسالہ کی طرف روانہ کیا۔ اگرچہ قفچاق انہیں لڑائیوں میں مارا گیا مگر تاتاریوں نے محاصرہ سے ہاتھ نہ کھینچا۔ برابر حصار کیے ہوئے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ کامیاب ہو گئے۔ خون کے دریا بہا دیے۔ قصبات اور شہر ویران ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان معرکوں میں ستر ہزار سے زیادہ آدمی موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ مردوں کی ہڈیوں کے

رہے ڈھیر لگ گئے۔

خوارزم کی حفاظت

جس زمانہ میں خوارزم شاہ تکش نے خوارزم پر قبضہ کیا تھا اسی زمانہ سے سرداران بنو حمزہ خوارزم میں تھے' تاتاریوں کے مظالم سن کر اختیار الدین زنگی بن عمر بن حمزہ کو خوارزم کی حفاظت کے لیے واپس کیا چنانچہ اس نے خوارزم کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور نظم و نسق اور شہر پناہ کی درستگی کی طرف توجہ دی۔

مرو کی فتح

خراسان کی فتح کے بعد چنگیز خاں نے اپنے بیٹے کو شہر مرو کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا اور مسلمانوں کو بھی اس مہم پر جانے کا حکم دیا جن کے شہروں پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔ مجبوری کے عالم میں جان و آبرو کے خوف سے تاتاری لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ مرو میں اس وقت ان باقی ماندہ لوگوں کا ایک ہجوم جمع تھا جو گزشتہ لڑائیوں میں تاتاریوں کے قتل سے بچ گئے تھے جن کی تعداد دو لاکھ سے زائد تھی۔ مرو کے باہر ان لوگوں نے صف آرائی کی اور اپنی کامیابی میں ذرا بھی شک و شبہ نہ کرتے تھے۔ تاتاریوں نے پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا' جنگ کا میدان گرم ہو گیا جس قدر ثابت قدمی سے مسلمانوں نے مقابلہ کیا اس سے کہیں زیادہ تاتاریوں نے اپنی ثابت قدمی کا ثبوت دیا' انتہائی بے جگری سے لڑتے رہے۔ چوتھے دن مسلمانوں نے میدان جنگ چھوڑ دیا۔ تاتاری بڑی بے رحمی سے قتل کرنے لگے۔ پانچ روز تک شہر کا محاصرہ کیے رہے۔ حاکم مرو کے پاس صلح کا پیام بھیجا۔ امان دینے کا وعدہ کیا۔ حاکم مرو نے امان حاصل کر کے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا اور خود تاتاری دربار میں حاضری کے لئے پیش ہوا۔

ظلم کی انتہا

پہلے تو چنگیز خان کے بیٹے نے بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا۔ خلعت دیا اس کے بعد حاکم مرو کو حکم دیا کہ جائزہ کی غرض سے اپنے لشکر کو حاضر کرو۔ جیسے ہی سارا لشکر آ گیا گرفتار کر لیا۔ لشکر کی گرفتاری کے بعد حاکم شہر سے روساء شہر' تجار' کاریگران اور مہاجنوں کی علیحدہ علیحدہ فہرستیں تیار کرائیں اور ان سب کو مع اہل و عیال حاضری کا حکم دیا۔ چنگیز خاں سونے کی کرسی پر بیٹھا اور اس فوج کو پیش کرنے کا اشارہ کیا جو اس کے حکم سے گرفتار کی گئی تھی۔ چنگیز خان نے بلا تامل ان لوگوں کے قتل کا حکم صادر کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے قتل کر دیے گئے' امراء' روساء' تجار اور مہاجنوں کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا کہ روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا کیے گئے۔ بعض تو زدوکوب کے صدمہ سے مر گئے۔ اور بعض مال نہ دینے کی وجہ سے زندہ قبروں میں دفن کر دیئے گئے۔ حصول زر کی آرزو میں مردوں کی قبریں کھود ڈالیں۔ غرض کہ روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے جو جو مظالم کر سکتے تھے کیے۔ عوام الناس کو جن میں مرد بھی تھے' عورتیں بھی تھیں اور بچے بھی تھے' لشکریوں پر تقسیم کر دیا۔ اس قتل عام اور غارت گری سے فارغ ہو کر شہر کو نذر آتش کر دیا جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ مال ہی کی تلاش میں سلطان سنجر کی قبر کو کھود ڈالا۔ اس واقعہ کے چوتھے روز باقی ماندہ اہل شہر پیش ہوئے جو اس وقت تک ان تاتاریوں کی تلواروں سے بچ گئے تھے۔ چنگیز خاں نے ان لوگوں کے بھی قتل کا حکم دے دیا جن کی تعداد سات ہزار کے قریب تھی۔

نیشاپور کی تباہی

مرو کی تباہی کے بعد نیشاپور کی جانب پیش قدمی کی۔ پانچ دن تک محاصرہ کیے رہے' چھٹے دن بزور شمشیر شہر فتح کر لیا۔ نیشاپور والوں کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جو انھوں نے اہل مرو کے ساتھ کیا تھا بلکہ بعض بعض مظالم کا یہاں مزید اضافہ ہوا۔ پندرہ دن نیشاپور میں ٹھہرے رہے قتل و غارت گری کی انتہا کر دی۔

طوس پر چڑھائی

نیشاپور کو برباد کرنے کے بعد چنگیز خاں نے اپنے لشکر کا ایک حصہ طوس کی جانب بھیج دیا طوس میں بھی وہی مظالم کیے جو وہ کرتے رہے تھے سارے شہر کو نذر آتش کر دیا۔ امام علی بن موسیٰ رضا کے مشہد کو گرا ڈالا۔ خلیفہ رشید کے مقبرے کو مسمار کر دیا۔ قتل و غارتگری

کرتے ہوئے ہرات کی طرف بڑھے۔ ہرات ایک محفوظ مقام تھا۔ دس روز تک محاصرہ کیے رہے۔ آخر کار یہ بھی فتح ہو گیا۔ بیشتر کو قتل کیا، جو باقی رہ گئے انھیں امان دی اور ان پر ایک کوتوال مقرر کر کے جلال الدین منکبرس سلطان خوارزم شاہ سے جنگ کرنے کے لیے روانگی اختیار کی۔

کوتوال کا قتل

تاتاریوں کے جانے کے بعد اہل ہرات نے ان کے کوتوال کو قتل کر دیا۔ جس وقت تاتاری جلال الدین سے شکست کھا کر واپس ہوئے اور کوتوال کے قتل کا واقعہ سنا آگ بگولہ ہو گئے، ہرات میں گھس کر قتل عام شروع کر دیا، مکانوں کو نذر آتش کر دیا۔ شہر پناہ کو توڑ ڈالا۔ ہرات کے نواح میں خون کی ندیاں بہہ گئیں غرضیکہ ہرات اور اس کے نواح کو برباد کر کے چنگیز خاں کے پاس طالقان چلے آئے۔ چنگیز خاں طالقان میں چپ نہیں بیٹھا تھا بلکہ صوبہ خراسان کے بقیہ شہروں کو تباہ کرنے کے لیے فوجیں بھیج رہا تھا جو یکے بعد دیگرے شہروں کو برباد کر رہی تھی یہاں تک کہ سارا صوبہ خراسان برباد و تباہ ہو گیا۔ یہ مظالم جو تاتاریوں نے خراسان میں کیے ۶۱۷ھ میں کیے۔ اہل خراسان اکثر مارے گئے، جو باقی بچے وہ دوسرے شہروں میں جا کر قیام پذیر ہو گئے۔

خوارزم شاہ کی اولاد

سلطان خوارزم شاہ محمد بن تکش کا جب دریائے طبرستان کے ایک جزیرے میں انتقال ہوا تو اس کی اولاد جلال الدین منکبرس کی قیادت میں جو کہ ان میں سب سے بڑا تھا، خوارزم کی جانب چل دی۔ خوارزم پر خوارزم شاہ محمد بن تکش کی والدہ ترکمان خان کی واپسی کے بعد ایک مکار شخص قابض ہو گیا تھا اور اس نے خوارزم پر مکمل طرح سے قبضہ حاصل کر لیا تھا۔ رعایا کے ساتھ برے سلوک کرتا اوباشوں کی بن آئی لوگوں کے مال و دولت کو لوٹنے لگے۔ اتنے میں شاہی دیوان کے امراء خوارزم پہنچے اور انھوں نے سلطان کے انتقال کی خبر مشہور کی اور یہ ظاہر کیا کہ جلال الدین اور اس کے بھائی خوارزم آ رہے ہیں۔ اوباش اور لٹیرے یہ سن کر بھاگ گئے۔ جلال الدین اپنے بھائیوں کے ساتھ خوارزم پہنچ گیا، چاروں جانب سے مسلمانوں کی آمد شروع ہو گئی۔ سات ہزار لشکر جمع ہو گیا۔ اس لشکر میں زیادہ تر قبیلہ بیاروت کے سپاہی تھے جو مادر خوارزم شاہ "ترکمان خاتون" کے رشتہ دار تھے۔ یہ لوگ اولاغ شاہ کی جانب مائل ہو گئے اس کا سبب یہ تھا کہ یہ ان کی بہن کا بیٹا تھا۔

خوارزم پر چڑھائی

ان لوگوں نے جلال الدین پر حملہ کرنے اور اسے برطرف کرنے کا مشورہ کیا۔ کسی ذریعہ سے جلال الدین کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ تین سو سواروں کے ساتھ خراسان کی راہ لی۔ نساء کے بے آب و گیاہ بیابان کی جانب چلا۔ تاتاریوں کے ایک دستہ فوج سے مقابلہ ہو گیا۔ جلال الدین نے انھیں شکست دے دی۔ تاتاریوں کا شکست خوردہ لشکر نساء میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ نساء میں اس وقت اختیار الدین زنگی بن محمد بن عمر بن حمزہ خوارزم سے واپس ہو کر قیام پذیر تھا جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے، نساء کا نظم و نسق اختیار الدین کے قبضہ میں تھا۔ اس نے ان تاتاریوں کو حملہ کر کے قتل کر ڈالا۔ جلال الدین کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ امداد کی درخواست کی، جلال الدین نیشاپور کی جانب روانہ ہوا۔ اس کے بعد تاتاری لشکر جلال الدین کی روانگی کے تیسرے روز خوارزم پہنچا۔ قطب الدین اولاغ شاہ اور اس کے دوسرے بھائی خوارزم سے فرار ہو گئے۔ تاتاریوں نے تعاقب کیا۔ قطب الدین اولاغ شاہ نیشاپور ہو کر گزرا، اختیار الدین والئی نساء بھی ساتھ چل پڑا۔ خراسان کے نواح میں تاتاریوں نے ان لوگوں کا محاصرہ کر لیا۔ جنگ کا میدان گرم ہو گیا، اولاغ شاہ قتل ہو گیا۔ تاتاریوں نے اس کے مال اور خزانے پر قبضہ کر لیا۔ اولاغ شاہ کا مال و اسباب عام فوجیوں اور کاشتکاروں کے ہاتھ لگا جسے ان لوگوں نے انتہائی ارزاں قیمت پر فروخت کر ڈالا۔ اختیار الدین زنگی نساء واپس آیا اور خود مختار حکومت کرنے لگا مگر شاہ کے لقب سے اپنے کو ملقب نہ کیا، جلال الدین نے نساء کی گورنری کی سند حکومت ....[1] بھیجدی چنانچہ اختیار الدین نے اس کے شاہی اقتدار کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔

جلال الدین منکبرس کی تیاری

اس کے بعد جلال الدین کو یہ اطلاع ملی کہ تاتاریوں نے نیشاپور پر حملہ کیا ہے اور چنگیز خاں طالقان میں ہے۔ اب تک ہرات رکب

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

کی روانہ ہوا۔ سلطان خوارزم شاہ کا ماموں زاد بھائی دس ہزار فوج کے ساتھ تاتاریوں کے مقابلہ سے بھاگ کر سجستان کے جانب چلا۔ اہل سجستان نے شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ مجبوراً واپس ہوا۔ جلال الدین نے بلا کر اپنی فوج میں شامل کر لیا۔ اور تاتاریوں پر حملہ کی تیاری کر دی اس وقت تاتاری قلعہ قندھار پر محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ گھمسان کی جنگ ہوئی ایک شخص بھی ان میں سے جانبر نہ ہوا۔ جلال الدین نے غزنی کی جانب واپسی اختیار کی۔

جلال الدین کی کامیابی

والیٔ غور قرپوشت اس زمانے میں غزنی پر قابض ہو گیا تھا جب کہ والیٔ غزنی جلال الدین کے پاس والیٔ سجستان کی زیادتیوں کی شکایت کرنے کے لیے گیا تھا۔ صلاح الدین نسائی نے اس سے باخبر ہو کر غزنی پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ قلعہ غزنی پر قبضہ حاصل کر کے قرپوشت کو قتل کر دیا اور شہر غزنی پر بھی قبضہ کر لیا ا. رضاء الملک شرف الدین بن امور نے اس سے مخالفت کی اور اسے بھی نیچا دکھا کر غزنی کا حاکم بن گیا۔ جب جلال الدین کو تاتاریوں پر بمقام قندھار کامیابی ہوئی اور کامیابی کے ساتھ غزنی واپس آیا تو رضاء الملک کو قتل کر کے غزنی پر قبضہ کر لیا اور وہیں قیام پذیر ہو گیا۔ یہ واقعہ ۶۱۸ھ میں پیش آیا۔

خوارزم پر قبضہ

اس سے قبل ہم نے بیان کیا ہے کہ جیحون سے خوارزم شاہ کے فرار کے بعد چنگیز خاں نے اپنی فوج کو ملک گیری اور تباہی کرنے کی غرض سے سارے ملک میں پھیلا دیا۔ چنانچہ ایک بڑی فوج خوارزم کو فتح کرنے کے لیے بھی روانہ کی خوارزم کو خوارزم شاہ کے پایہ تخت ہونے کی عزت حاصل تھی۔ فوج کثرت سے یہیں رہتی تھی۔ تاتاری لشکر چنگیز خاں کے بیٹے نبطائی اور اریطائی کی قیادت میں خوارزم کی جانب بڑھا۔ پانچ ماہ کامل محاصرہ کا سلسلہ قائم رہا۔ مسلسل لڑائی ہوتی رہی۔ منجنیقیں رات دن چلتی رہیں مگر کامیابی کی صورت دکھائی نہ دی۔ چنگیز خاں سے امداد کی درخواست کی۔ چنگیز خاں نے پے در پے متعدد فوجیں کمک پر بھیجیں۔ سب نے مجموعی قوت سے حملہ کیا اور شہر کے ایک حصہ کو فتح کر لیا۔ اس حصہ کا فتح ہونا تھا کہ یکے بعد دیگرے محلے فتح ہوتے گئے یہاں تک کہ سارے شہر خوارزم پر تاتاریوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس وقت ان تاتاریوں نے اس کھڑکی کو کھول دیا جو جیحون کے پانی کو شہر میں آنے سے روکتا تھا۔ کھڑکی کا کھولنا تھا کہ یکدم سیلاب آ گیا۔ سارا شہر غرق ہو گیا پس اہل شہر تاتاریوں کی تلواروں اور سیلاب جیحون پر تقسیم ہو گئے کوئی بھی زندہ نہ بچا۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ نسائی کاتب کا بیان ہے "دوش خاں بن چنگیز خاں نے اہل خوارزم کو امان دی تھی اہل شہر نے اس اطمینان پر شہر کا دروازہ کھولا اور اس کے پاس آئے۔ اس نے ان تمام کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ واقعہ ماہ محرم ۶۱۷ھ میں پیش آیا۔

الغرض یہ کہ تاتاری قزاق، خراسان اور خوارزم کی تباہی سے فارغ ہو کر اپنے بادشاہ چنگیز خاں کے پاس طالقان چلے گئے۔

آبناخ کا فرار

خوارزم شاہ کی حکومت کے زمانے میں آبناخ ممتاز امراء اور اراکین سلطنت میں سے تھا خوارزم شاہ نے اسے دوبارہ بخارا کی گورنری پر متعین کیا تھا جب تاتاریوں نے بخارا کو فتح کر لیا جیسا کہ آپ نے ابھی پڑھا ہے تو آبناخ بخارا چھوڑ کر سنسان میدان کی جانب بھاگ گیا۔ پریشانی کی حالت میں نواح نساء میں جا کر دم لیا۔ اختیار الدین والیٔ نساء نے خط و کتابت شروع کی، نساء میں داخل ہونے کی درخواست کی، آبناخ نے انکار میں جواب دیا۔ اختیار الدین خود آبناخ سے ملنے آیا اور ضروری اشیاء سے اس کی امداد کی۔

بشحوان، نساء کے قصبات میں سے ایک قصبہ تھا جس کا رئیس ابوالفتح نامی ایک شخص تھا اس نے تاتاریوں کی سازش اور پشت پناہی سے خوارزم کے کوتوال کو خط لکھا، آبناخ کو شکست دینے کی غرض سے فوجیں روانہ کیں، آبناخ نے اسے انتہائی بری طرح شکست دی۔ بشحوان کا محاصرہ کیا اور بزور شمشیر اسے فتح کر لیا۔ محاصرہ کے دوران ابوالفتح مر گیا۔ آبناخ نے ابیورد کی طرف پیش قدمی کی۔

اختیار الدین زنگی کا انتقال

تاج الدین بن عمر بن مسعود ابیورد اور مرو کے درمیانی شہروں پر قابض ہو رہا تھا۔ اکابر امراء کی ایک جماعت اس کا دایاں بازو بنی ہوئی

ا. اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

تھی۔ حسب ضرورت وقت پر فوجیں بھی موجود تھیں۔ آبنانج نے لڑائی سے گریز کیا نساء واپس آیا۔ اس وقت اس کا گورنر اختیار الدین زنگی انتقال کر چکا تھا اور اس کے چچا کا بیٹا عمدۃ الدین حمزہ بن محمد بن حمزہ نساء پر حکومت کر رہا تھا۔ آبنانج نے اس سے ۶۱۸ھ کے خراج کا مطالبہ کیا اور جب اس نے دینے سے انکار کیا تو شروان کی طرف روانہ ہوا۔ شروان میں ایکجی بہلوان کی حکومت تھی۔

آبنانج کی شکست

ایکجی بہلوان کو شکست دے کر آبنانج نے شروان پر قبضہ کر لیا۔ ایکجی بہلوان پریشانی کی حالت میں جلال الدین منکبرس کے پاس ہندوستان چلا گیا اور آبنانج خاں آہستہ آہستہ خراسان پر قابض ہو گیا۔ تکین بن بہلوان کا مرو پر قبضہ تھا، آبنانج نے جیجون کو عبور کیا۔ تاتاری کوتوال پر بخارا میں اچانک چھاپہ مارا۔ تاتاریوں نے ۶۰۷ھ میں بزور شمشیر آبنانج کو پسپا کر دیا' شروان کو واپس ہوا، تاتاری تعاقب میں تھے چنانچہ جرجان پہنچ کر آبنانج کو گھیر لیا۔ جنگ ہوئی' اس جنگ میں بھی تاتاریوں کو فتح حاصل ہوئی' میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ غیاث الدین تیر شاہ بن خوارزم شاہ کے پاس رے میں جا کر پناہ لی اور اس کی خدمت میں قیام اختیار کیا۔ یہاں تک کہ انتقال ہو گیا جیسا کہ آئندہ صفحات میں تحریر کیا جائے گا۔

اصفہان پر قبضہ

اس سے قبل ہم نے لکھا ہے کہ جب سلطان خوارزم شاہ نے اپنے بیٹوں پر ملکوں کو تقسیم کیا تھا عراق کو رکن الدین غور شاہ کے حصہ میں دیا تھا۔ جب سلطان خوارزم شاہ رے کی طرف بھاگا تو اس کا بیٹا غور شاہ اس سے مل کر رے سے کرمان گیا۔ نو مہینہ کرمان پر قابض رہا جب اسے اطلاع ملی کہ جلال الدین محمد بن آبہ قزوینی جو اس وقت ہمدان میں ہے عراق پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور بہت سے امراء، سرداران لشکر اس کے ہم خیال ہو گئے ہیں اور مسعود بن صاعد قاضی اصفہان بھی مل گیا ہے تو انتہائی تیزی سے مسافت طے کر کے اصفہان پہنچ کر قبضہ کر لیا۔ قاضی مسعود' اتابک سعد بن زنگی والئی فارس کے پاس بھاگ گیا اور اس کے پاس پناہ حاصل کر لی۔

تاتاریوں کو شکست

ہمدان کو فتح کرنے کے لیے رکن الدین غور شاہ نے فوجیں روانہ کیں مگر یہ فوجیں بلا جنگ و جدال ہمت ہار کر واپس آئیں۔ رکن الدین غور شاہ رے کی طرف واپس ہوا، یہاں پر فرقہ اسماعیلیہ کا ایک گروہ اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہا تھا۔ رکن الدین غور شاہ کو فرقہ اسماعیلیہ کی جانب متوجہ ہونے کا موقع نہ ملا۔ تاتاری لشکر آپہنچا۔ قلعہ راوند میں اس کا محاصرہ کر لیا۔ بڑے گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ رکن الدین غور شاہ بھی بڑی بے جگری سے لڑا۔ تاتاریوں کو شکست فاش دی۔

ہمدان کی حکمرانی

والئی ہمدان ابن آبہ نے تاتاریوں سے امان کی درخواست کی۔ تاتاریوں نے اسے امان دی اور ہمدان میں داخل ہو کر اس پر قابض ہو گئے اور اس کی جگہ علاء الدین شریف حسین کو ہمدان کی حکومت پر متعین کر دیا۔

کرمان پر قبضہ

ابھی آپ نے پڑھا ہے کہ خوارزم شاہ نے ملکوں کی تقسیم کے وقت اپنے بیٹے غیاث الدین تیر شاہ کو کرمان اور کیش کی حکومت مرحمت کی تھی مگر وہ کسی وجہ سے اپنے والد کے عہد حکومت میں کرمان نہ گیا، جب تاتاریوں نے قزوین پر حملہ کیا تو غیاث الدین تیر شاہ نے نواح اصفہان میں ماروت نامی قلعہ میں جا کر پناہ لی۔ والئی قلعہ نے عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ چند دن بعد اصفہان واپس آیا جس وقت تاتاری طائم آذربائیجان کی جانب طوفان کی مانند بڑھ رہے تھے۔ اصفہان ہو کر گذرے اور اس کا محاصرہ کیا۔ اہل اصفہان قلعہ بند ہو گئے۔ تاتاریوں کی کوئی پیش نہ گئی۔ آخر ۶۲۰ھ تک غیاث الدین تیر شاہ یہاں مقیم رہا۔ جب اس کا بھائی رکن الدین غور شاہ کرمان سے اصفہان آیا تو غیاث الدین تیر شاہ' رکن الدین غور شاہ سے ملا اور کرمان پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی اور ابھارا۔ چنانچہ رکن الدین غور شاہ نے کرمان پر قبضہ حاصل کر لیا مگر جب رکن الدین غور شاہ مار ڈالا گیا تو غیاث الدین تیر شاہ عراق کی طرف چل دیا۔

غیاث الدین کی حکمت عملی

رکن الدین غور شاہ کو جب اس کے والد خوارزم شاہ نے عراق کی حکومت عنایت کی تھی تو امیر بقاط لبستی کو رکن الدین غور شاہ کی وزارت کا عہدہ عنایت فرمایا تھا۔ امیر بقاط لبستی نے حکومت پر قابو حاصل کر لیا۔ رکن الدین غور شاہ نے اپنے والد خوارزم شاہ سے شکایت کی اور گرفتار کر کے جیل میں ڈالنے کی اجازت حاصل کی' چنانچہ رکن الدین غور شاہ نے امیر بقاط لبستی کو گرفتار کر کے قلعہ سرجہاں میں قید کر دیا۔ جب رکن الدین غور شاہ کو قتل کر دیا گیا تو نائب قلعہ اسد الدین حولی نے امیر بقاط لبستی کو رہا کر دیا۔ امراء اور فوج کا ایک جم غفیر اکٹھا ہو گیا۔ غیاث الدین تیر شاہ کو خطرہ پیدا ہوا۔ تعلقات پیدا کر کے اپنی بہن سے نکاح کر دیا مگر اپنی بہن کی رخصتی نہ کی۔

ازبک خاں پر حملہ

اصفہان کی حکومت پر رکن الدین غور شاہ کے قتل کے بعد ازبک خاں نامی ایک شخص نے قبضہ کر لیا تھا۔ ایک فوج اس کی رکاب میں جمع ہو گئی تھی۔ امیر بقاط لبستی نے ازبک خاں پر حملہ کیا۔ ازبک خاں نے غیاث الدین تیر شاہ سے امداد کی درخواست کی، غیاث الدین تیر شاہ نے اپنے ایک امیر دولتہ الملک کی قیادت میں ایک فوج ازبک خاں کی کمک پر روانہ کر دی۔ یہ کمک نہیں پہنچنے پائی تھی کہ امیر بقاط لبستی نے ازبک خاں پر حملہ کر کے شکست دے دی اور بھاگ دوڑ میں اصفہان کے باہر میدان جنگ میں قتل کر دیا گیا۔ اصفہان پر قابض ہو گیا۔

اصفہان پر چڑھائی

غیاث الدین کے پاس دولتہ الملک واپس آیا، غیاث الدین کو امیر بقاط لبستی کی یہ حرکت بری لگی، فوجیں مرتب کر کے اصفہان پر حملہ کر دیا۔ قاضی اصفہان اور صدر الدین رئیس نے اطاعت قبول کر لی۔ امیر بقاط لبستی بھی مطیع ہو گیا اور غیاث الدین تیر شاہ کو رضامند کر لیا۔ غیاث الدین تیر شاہ نے اپنی بہن کی رسم رخصتی ادا کر دی۔ عراق' ماژندران اور خراسان کا واحد حکمران ہو گیا۔ مازندران اور اس کے صوبہ پر دولتہ الملک کو مامور کیا اور صوبہ ہمدان کی حکومت امیر بقاط لبستی کو دے دی گئی۔

اس کے بعد غیاث الدین تیر شاہ نے آذر بائیجان پر چڑھائی کر دی۔ مراغہ پر متعدد چھاپے مارے۔ ازبک بن بہلوان والئی آذر بائیجان نے صلح کے خطوط بھیجے' آخر کار مصالحت ہو گئی۔

امیر بقاط لبستی کی بغاوت

بہت ہی تھوڑے عرصے میں امیر بقاط لبستی نے غیاث الدین تیر شاہ کی حکومت و سلطنت پر قابو حاصل کر لیا' دماغ پھر گیا' خود مختار حکومت کی طمع پیدا ہوئی[1] اتحاد کے تعلقات کو خیرباد کہہ کر آذربائیجان کا رخ کیا۔ آذربائیجان میں دو نمک حرام غلام ازبک بن بہلوان کی مخالفت پر پہلے سے تیار تھے' یہ دونوں امیر بقاط لبستی سے مل گئے اور بغاوت کا علم بلند کر دیا' غیاث الدین تیر شاہ ان کی سرکوبی کے لیے نکلا اور لڑ کر شکست دے دی۔ مغلوب ہو کر واپس ہوئے' کہا جاتا ہے کہ اے خلیفہ بغداد کے اشارے سے امیر بقاط لبستی غیاث الدین تیر شاہ کی مخالفت پر تیار ہوا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آبناخ کی مخالفت

نائب بخارا آبناخ جنگ تاتار سے نجات پا کر مقام جرجان میں غیاث الدین تیر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ غیاث الدین تیر شاہ نے عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ سلطان کا ماموں دولت ملک اور اس کے بھائی نے آبناخ کی شکایت کی۔ طرح طرح کے الزامات لگائے۔ غیاث الدین تیر شاہ نے توجہ نہ کی بلکہ ڈانٹ ڈپٹ کر اپنے دربار سے نکلوا دیا۔ یہ دونوں ناراض ہو کر چلے گئے۔

آبناخ کا انتقال

دولت ملک تاتاریوں کے لشکر میں جا کر مل گیا اور اس کے ساتھ مرو اور زنجان پر جنگ کرنے کے لیے گیا۔ اسی لڑائی میں مارا گیا اس کا بیٹا برکہ خان' ازبک خاں کے پاس آذربائیجان چلا گیا اور اس کے بعد تاتاری فوج نے امیر بقاط لبستی پر حملہ کیا[2] امیر بقاط لبستی کو شکست ہوئی۔ کرم جا کر پناہ لی اور اس کے باقی ساتھی غیاث الدین تیر شاہ کے پاس چلے گئے۔ تاتاری فوج لوٹ مار کرتی ماوراء جیحون کی جانب واپس ہوئی۔

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

والئی فارس سعد الدین زنگی اور اہل اصفہان نے جس وقت کہ ان کو والئی فارس سے شکست ہو چکی تھی، غیاث الدین تیر شاہ سے خط و کتابت شروع کی۔ چنانچہ غیاث الدین تیر شاہ اہل اصفہان کے ابھارنے پر سعد الدین بن زنگی کو شکست دینے کی غرض سے روانہ ہوا۔ قلعہ اصطخر میں اسے گھیر لیا اور بزور شمشیر فتح کر کے قبضہ کر لیا۔ اصطخر کو فتح کر کے شیراز کی جانب پیش قدمی کی اور اسے بھی فتح کر لیا۔ اس کے بعد قلعہ حرہ کا محاصرہ کیا۔ اہل قلعہ نے امان کی درخواست کی۔ صلح کے ساتھ فتح ہوا۔ آبتاخ خان کی اسی مقام پر وفات ہوئی اور وہیں شعب سلیمان میں دفن کر دیا۔ اس کے بعد ایک فوج گازرون کو فتح کرنے کے لیے بھیجی گئی۔ گازرون بھی بزور شمشیر فتح ہو گیا۔ زبردست لڑائی ہوئی۔ نواح بغداد کا رخ کیا۔ اربل اور بلاد جزیرے سے بے شمار فوجیں جمع ہو کر آ گئیں۔ غیاث الدین تیر شاہ سے صلح کی خط و کتابت ہونے لگی۔ آپس میں مصالحت ہو گئی۔ غیاث الدین تیر شاہ نے عراق واپسی اختیار کی۔

تاتاری لٹیرے

اس سے قبل ہم نے بیان کیا ہے کہ خوارزم شاہ نے ملک کی تقسیم کے وقت جلال الدین منکبرس کے حصہ میں غزنی، بامیان، غور، بست، کھیاباد اور جو مقامات ہندوستان کے اس سے ملے ہوئے تھے، دیئے تھے، جلال الدین منکبرس نے ان مقامات پر اپنی جانب سے بطور نائب لیے کو متعین کیا تھا اور غزنی میں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا۔ جب سلطان خوارزم شاہ کو تاتاریوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی تو حربوشہ والئی غور نے جلال الدین کے نائب سے غزنی کو چھین لیا۔ جب جلال الدین نیشاپور سے غزنی کی جانب فرار ہوا اور تاتاری خراسان کے شہروں پر قابض ہو گئے۔ امراء، روساء خراسان بھی جان و آبرو بچانے کی غرض سے بھاگ نکلے۔ جلال الدین کے پاس جا کر پناہ حاصل کر لی۔

تاتاریوں کی شکست

امین الملک نائب ہرات نے سلطان کے ماموں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور بغاوت کر دی۔ اس واقعہ کو ہم نے محاصرہ بجستان کے ضمن میں بیان کر دیا ہے[1] چند دن بعد اس نے سلطان جلال الدین کی اطاعت قبول کر لی۔ سیف الدین بقراق خلجی، اعظم ملک بلخی، مظہر اور حسن سلطان سے آ ملے۔ ان میں سے ہر ایک کی رکاب میں تیس ہزار جنگجو موجود تھے۔ سلطان کی رکاب میں بھی اسی قدر فوج تھی۔ سب نے متفقہ اور مجموعی قوت سے تاتاریوں پر جس وقت کہ وہ قلعہ قندھار کا محاصرہ کیے تھے، حملہ کیا۔ اس معرکہ میں تاتاریوں کو شکست ہوئی۔ بقیہ بھاگ کر اپنے بادشاہ چنگیز خاں کے پاس چلے گئے۔

چنگیز خان نے ایک بڑی فوج اپنے بیٹے طولی خان کی قیادت میں جلال الدین سے جنگ کرنے کے لیے بھیجی۔ مقام شروان میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ جلال الدین نے بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا۔ تاتاریوں کو شکست ہوئی۔ طولی خان بن چنگیز خاں میدان جنگ میں مارا گیا تاتاری فوج منتشر ہو گئی۔ سلطان جلال الدین کے لشکر میں تقسیم مال غنیمت پر جھگڑا ہو گیا۔ سیف الدین بقراق اور امین الملک نائب ہرات سے بھی اسی معاملہ میں جھگڑا ہو گیا۔ امین الملک نے عراق کی راہ لی۔ اعظم ملک اور مظفر ملک بھی لڑ پڑے۔ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اتفاق یہ کہ اسی بلڑ میں بقراق کا بھائی قتل ہو گیا۔ بقراق ناراض ہو کر ہندوستان کی جانب واپس ہوا۔ اس کے ساتھی ساتھ ہو لیے۔ جلال الدین نے ملانے اور واپس لانے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی اور ایک نے بھی واپسی نہ کی۔

تاتاریوں کی فتح

جب چنگیز خاں کو اس شکست کی خبر ہوئی تو تمام تاتاریوں کے گروہ کو جمع کیا اور مسلح کر کے جلال الدین منکبرس سے جنگ کے لیے چلا۔ جلال الدین بھی چنگیز خاں کے ارادے سے مطلع ہو کر مقابلے کے لیے نکلا۔ چنگیز خان کے مقدمتہ الجیش (ہراول) سے لڑائی ہو گئی۔ زبردست جنگ کے بعد جلال الدین کو فتح حاصل ہوئی۔ تاتاریوں میں سے صرف چند افراد زندہ بچے۔

میدان جنگ سے واپسی کے بعد جلال الدین نہر سندھ پر مقیم ہوا۔ تمام امراء اور سرداران کو جو اس سے منحرف ہو گئے تھے، اپنی کمک پر بلا بھیجا۔ ابھی ایلچی واپس نہیں ہوا تھا کہ چنگیز خاں نے جلال الدین پر حملہ کر دیا۔ تین دن رات جنگ کے بعد جلال الدین کو شکست ہوئی۔ امین الملک اپنے والد کے پاس قتل ہوا۔ سلطانی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ تاتاریوں نے نہر سندھ عبور کرنے سے روک ٹوک شروع کی۔ بہت سے شکست خوردہ نہر میں ڈوب کر مر گئے۔ بہت سوں کو تاتاریوں نے قتل کر دیا۔

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

سلطان جلال الدین کا بیٹا جس کی عمر صرف سات سال کی تھی، تاتاریوں کے ہاتھ پڑ گیا۔ تاتاریوں نے اس بچہ کو بھی مار ڈالا۔ جلال الدین میدان جنگ سے بھاگ کر کنارہ نہر پر پہنچا اور تاتاری تعاقب میں تھے جلال الدین نے اپنی عورتوں کو قتل کر کے گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ تیر کر دوسرے کنارے پر جا پہنچا۔ اس کی فوج سے صرف تین سو سوار چار سو پیادے اور چند سردار زندہ بچے۔ تین روز کے بعد گرتے پڑتے سلطان کی خدمت میں پہنچے۔ سلطان کے بعض خاص الخواص امیروں نے اس بری خبر کو سن کر ایک کشتی جس میں کھانا، کپڑے اور تمام ضروری چیزیں تھیں، سلطان کی خدمت میں روانہ کی جس سے ان لوگوں کی ضرورت پوری ہوئی۔

اعظم ملک کسی قلعہ میں جا کر روپوش ہوا۔ چنگیز خاں کو خبر ملی تو محاصرہ کیا اور بزور شمشیر فتح کر کے اسے اور تمام ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ قلعہ میں تھے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

غزنی کی تباہی

تاتاری لشکر نے اس کے بعد غزنی کا رخ کیا، غزنی بھی فتح ہو گیا، لوگوں کو قتل کیا جسے جہاں پایا مار ڈالا۔ شہر میں آگ لگا دی۔ جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ غرض یہ کہ غزنی اور تمام نواح غزنی ایسا تباہ ہوا کہ گویا اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ یہ واقعات ۶۱۹ھ میں پیش آئے۔

ان واقعات کی خبر والئی جبل جروی (بلاد ہندوستان) کو ہوئی۔ جلال الدین سے اپنا پرانا کینہ نکالنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ چونکہ جلال الدین اور اس کے ساتھی تاتاریوں کی جنگ سے تھک گئے تھے اس وجہ سے جنگ کے موقع پر نہ آئے۔ والئی جبل جروی ناکام واپس ہوا۔ جلال الدین کے ایک مصاحب نے موقع پا کر حملہ کر دیا اور انہیں شکست فاش دے کر ان پر مسلط ہو گیا۔ ہندوستان کا نائب السلطنت بڑی نرمی اور مہربانی سے پیش آیا۔ تحائف اور نذرانے پیش کیے۔ واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔

جلال الدین منکبرس کی پیش قدمی

جلال الدین منکبرس کے سرداران لشکر کا ایک گروہ فوج کے ساتھ دریائے سندھ کو عبور کر کے ہندوستان اس کی خدمت میں باریاب ہوا جن میں سے امین الملک کی بیٹی، شمس الملک (جو جلال الدین منکبرس کا اس کے والد کے زمانے میں وزیر تھا) اور قزل خاں ابن امین الملک ذکر کے قابل ہیں۔ قزل خاں شہر کلورا میں جا کر پناہ گزین ہو گیا۔ کلورا کے گورنر نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور قباچہ نے شمس الملک کو اس لیے مار دیا کہ اسے خطرہ پیدا ہوا تھا کہ یہ جلال الدین کو اس کی حرکات و سکنات سے آگاہ کر دے گا۔ امین الملک نے جلال الدین کو اس کی خبر کر دی، چند دن بعد اس کے بھائی (غیاث الدین) کے سرداران لشکر اس کی خدمت میں آ گئے جس کے باعث اس کی قوت میں اضافہ ہو گیا۔ شہر کلورا پر پہنچ کر محاصرہ کیا اور فتح کر لیا۔ اس کے بعد ترنوخ کو بھی اسی طرح فتح کیا۔ قباچہ نے جلال الدین سے جنگ کرنے کے لیے فوجیں جمع کیں۔ جلال الدین کو اس کی اطلاع ملی تو فوراً حملہ کر دیا، قباچہ مقابلہ پر نہ آیا مورچہ اور کیمپ چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ جلال الدین نے جو کچھ لشکر گاہ میں تھا لوٹ لیا۔ لاہور کی جانب پیش قدمی کی لاہور میں قباچہ کا بیٹا تھا۔ قلعہ بند ہو گیا۔ پھر اس بات کو محسوس کر کے کہ مقابلے کی طاقت نہیں ہے صلح کا پیام دیا۔ ایک مقررہ سالانہ خراج پر مصالحت ہو گئی۔ محاصرہ اٹھا کر تستشان پر پہنچ کر لڑائی کا آغاز کر دیا۔ فخر الدین سلاوی قباچہ کا نائب اس شہر کا والی تھا۔ اس نے اطاعت قبول کی۔ شاہی اقتدار کو تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد اوجا پر دھاوا کیا، محاصرہ کیا۔ اہل اوجا نے تاوان جنگ دے کر مصالحت کر لی۔ جالس کا محاصرہ کر لیا۔

ہندوستان کے بادشاہوں میں سے شمس الدین التمش نامی ایک بادشاہ جو شہاب الدین غوری کا غلام تھا، اس شہر کا حاکم تھا، اس نے جلال الدین سے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور جلال الدین کی حکومت کی اطاعت قبول کی، اہل شہر نے بھی اطاعت کر لی، جلال الدین نے چند دن یہاں قیام کیا۔ التمش نے تیس ہزار سوار، ایک لاکھ پیادے اور تین سو زنجیر فیل سے حملہ کیا۔ جلال الدین بھی اپنی فوج آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا۔ مقدمتہ الجیش (ہراول) پر جہاں بہلوان ازبک تھا دونوں فریق کے ہراول غلط راہ پر چلے گئے۔ دونوں کا آمنا سامنا نہ ہوا۔ التمش نے صلح کا پیام بھیجا جلال الدین نے صلح پر آمادگی ظاہر کر دی۔

اس کے بعد التمش، قباچہ اور تمام ملوک ہند متفق ہو کر جلال الدین سے لڑنے کے لیے نکلے، جلال الدین جنگ سے بچنے کی خاطر ہندوستان کے ان مقامات پر جن پر قبضہ کر لیا تھا اپنی جانب سے جہاں بہلوان کو مامور کر کے ہندوستان سے نکل کھڑا ہوا۔ نہر عبور کر کے غزنی

کی جانب چلا۔ غزنی اور غور پر امیر وفا ملک کو جس کا نام حسن مزلف تھا مقرر کر کے عراق کی جانب روانہ ہوا۔ یہ واقعہ ۶۲۱ھ کا ہے۔ دو سال ہندوستان سے واپسی کو گزر چکے تھے۔

سلطان غیاث الدین کی غفلت

ہندوستان کی جانب جس وقت جلال الدین روانہ ہو گیا، غیاث الدین کے پاس کرمان میں بچی بچائی فوج آ کر اکٹھی ہوئی۔ غیاث الدین نے انہیں مسلح کر کے عراق کا رخ کیا۔ چنانچہ خراسان اور ماژندران پر قبضہ حاصل کر لیا جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا۔ عیش و عشرت میں منہمک ہو گیا۔ کاروبار سلطنت سے غافل ہو گیا۔ گورنروں نے ملک پر قبضہ کر لیا۔ قائم الدین نے نیشا پور میں خود مختار حکومت کی بنیاد ڈالی۔ یغز بن ایلچی بہلوان، شروان دبا بیٹھا۔ نیال نے خطا پر قبضہ کر لیا۔ نظام الملک اسفراین کا مستقل حکمران ہو گیا۔ نصرت الدین بن محمد نے نساء پر اپنی حکومت قائم کر لی اور تاج الدین عمر بن مسعود ترکمانی ابیورد کا بادشاہ بن گیا۔ غیاث الدین عیش و عشرت میں مصروف، لذات دنیاوی میں ڈوبا ہوا تھا۔ تاتاری فوجیں طوفان کی مانند بڑھیں۔ غیاث الدین عراق سے نکل کر بلاد جبل چلا گیا، تاتاریوں نے سارا ملک ایک سرے سے دوسرے سرے تک چھان مارا۔ پورے ملک میں ہو کا عالم ہو گیا۔ غارت گری اور قتل کا بازار گرم ہو گیا۔ امن و امان کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ رعایا برباد و تباہ ہو گئی، ملک ویران ہو گیا۔ چونکہ سلطان غیاث الدین کاروبار سلطنت سے غافل ہو گیا تھا اور عیش و عشرت کے سوا اس کو کوئی کام نہ رہا تھا اس وجہ سے اس کی والدہ حکومت و سلطنت پر قابو پا گئی اور ترکمان خاتون اور سلطان خوارزم شاہ کا رویہ اختیار کیا اور اس کے قدم بہ قدم چلی۔ ”خداوند جہاں“ کا لقب اختیار کیا۔ یہاں تک کہ سلطان جلال الدین آیا اور اس نے غلبہ حاصل کیا۔

جلال الدین کی ہندوستان سے واپسی

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ۶۲۱ھ میں جلال الدین ہندوستان سے واپس ہوا، بے حد تکالیف اور بے انتہا مصائب جو بیان سے باہر ہیں برداشت کرتا ہوا کرمان پہنچا۔ چار ہزار سوار رکاب میں تھے جو خچروں اور بیلوں پر سوار تھے۔ اس وقت کرمان میں براق حاجب (جلال الدین کے بھائی غیاث الدین کا) نائب حکمران تھا۔

براق، کو خان بادشاہ کا حاجب تھا کسی وجہ سے بادشاہ خطا سے علیحدہ ہو کر خوارزم چلا آیا اور وہیں سکونت اختیار کی اس کے بعد خوارزم شاہ کو بادشاہ خطا پر فتح حاصل ہوئی۔ براق کو حجابت کے عہدہ پر تعینات کیا۔ چند روز بعد غیاث الدین تیر شاہ ابن خوارزم شاہ کے پاس مکران چلا آیا۔ غیاث الدین نے عزت و احترام سے ٹھہرایا اور جب جلال الدین ہندوستان کی جانب روانہ ہوا اور تاتاری اس کے تعاقب و گرفتاری سے نا امید ہو کر واپس ہوئے تو غیاث الدین کو عراق کے قبضہ کی طمع پیدا ہوئی چنانچہ براق کو کرمان کا حاکم مامور کر دیا۔

کرمان پہنچ کر جلال الدین نے براق کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔ وزیر السلطنت شرف الملک فخر الدین علی بن ابو القاسم جنیدی معروف بہ خواجہ جہاں نے عرض کی ”یہ موقع براق کی گرفتاری کا نہیں ہے اس سے عوام الناس بھڑک اٹھیں گے کسی اور موقع پر دیکھا جائے گا“ جلال الدین اس کام سے رک گیا۔ شیراز کی جانب پیش قدمی کی۔ والئی شیراز بردا تابک نے حاضر ہو کر نذرانے اور تحائف پیش کیے۔ حکومت کا مطیع ہو گیا چونکہ اتابک فارس سعد بن زنگی کو غیاث الدین سے مخالفت پیدا ہو گئی تھی اس نے جلال الدین سے صلح کر لی اور اپنی بیٹی سے جلال الدین کا نکاح کر دیا۔

جلال الدین کی کامیابی

جلال الدین اس کے بعد اصفہان گیا، قاضی رکن الدین مسعود ابن صاعد نے حاضری دی۔ اطاعت قبول کی۔ اس کی اطلاع غیاث الدین تک پہنچی۔ یہ اس وقت رے میں تھا۔ فوجیں آراستہ کر کے جلال الدین سے لڑنے کے لیے چلا۔ جلال الدین کو اس کی خبر ہوئی۔ نرمی آمیز خط لکھا۔ چنگیز خان کے بیٹے طولی خان کا سامان، لباس، گھوڑا اور تلوار بطور ہدیہ بھیجا جو جنگ بر ندان میں مارا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ان امراء کو بھی ملانے کی کوشش کی جو غیاث الدین کے ساتھ تھے، ان لوگوں نے ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ اس کی خبر کسی طرح غیاث کو ہو گئی۔ غیاث الدین نے ان میں سے بعض کو گرفتار کر لیا۔ باقی فرار ہو کر جلال الدین کے پاس چلے گئے۔

اس پر جلال الدین ان لوگوں کے ساتھ غیاث الدین کے لشکر میں آیا، غیاث الدین کے تمام سرداران لشکر اور ہم نشین جلال الدین کی

غائب ہو گئے۔ جلال الدین نے غیاث الدین کے خیموں' ذخیروں اور مکمل سامان پر قبضہ کر لیا۔ اس کی والدہ بھی قبضہ میں آ گئی۔ غیاث الدین قلعہ سلوقان بھاگ گیا۔ جلال الدین نے اس کے بھاگ جانے سے اس کی والدہ سے بڑی ناراضگی ظاہر کی۔ اس نے اپنے بیٹے غیاث الدین کو بلا کر دونوں میں صلح کرا دی۔ غیاث الدین اپنے بھائی کی خدمت میں جیسا کہ چھوٹے اپنے بڑوں کی خدمت میں رہتے ہیں' رہنے لگا۔ خراسان اور عراق کے غاصب امراء جلال الدین کے دربار میں حاضر ہوئے اور حکومت کی اطاعت قبول کر لی' حالانکہ اس سے پہلے غیاث الدین کی ذرا نہ سنتے تھے اور اس کی حکومت کو ختم کرنے کے در پے تھے۔ سلطان جلال الدین نے اس کی اطاعت و حکم برداری پر خوشنودی کا اظہار کیا اور جیسا مناسب سمجھا ویسا ہی عمل کیا۔

نصرت الدین کا پیغام صلح

نصرت الدین بن محمد اپنے چچا زاد بھائی اختیار الدین کے بعد نساء کا حکمران ہو گیا تھا جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے مگر امور سلطنت کی عنان محمد بن احمد نسائی منشی مورخ تاریخ بنی خوارزم شاہ کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ انیس سال تک غیاث الدین کی حکومت کی ماتحتی میں حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد خود مختار حکومت کا دعویٰ کر دیا' غیاث الدین کے نام کا خطبہ ختم کر دیا۔ غیاث الدین نے طوطی بن آبناج کی ماتحتی میں فوجیں بھیجیں' ارسلان کو کمک پر متعین کیا' قرب و جوار کے امراء کو امداد و اعانت کا حکم دیا۔ نصرت الدین کو اپنے کیے پر ندامت ہوئی۔ اپنے نائب السلطنت محمد بن احمد منشی کو غیاث الدین کی خدمت میں صلح کا پیام دے کر بھیجا اور وہ دولت بھی پیش کر دی جس پر صلح کا دارومدار تھا۔

نصرت الدین کا انتقال

ابھی محمد بن احمد منشی غیاث الدین کے دربار تک نہیں پہنچا تھا کہ جلال الدین منکبرس کے آنے اور غیاث الدین کو مغلوب کرنے کی خبر مشہور ہو گئی۔ اصفہان میں برفباری بند ہونے اور راستہ کھل جانے کے انتظار میں ٹھہر گیا کچھ روز بعد ہمدان کی جانب پیش قدمی کی۔ اس وقت جلال ہمدان میں موجود نہ تھا۔ اتابک یقاط لبستی کی جنگ پر گیا تھا۔ اس کے حالات بیان کیے جا چکے ہیں کہ "غیاث الدین نے اس سے اپنی ماں کا نکاح کر دیا تھا اور غیاث الدین ولی عہدی سے برطرف ہونے کے بعد آذربائیجان فرار ہو گیا تھا۔ اتابک سعد سے تعلقات پیدا کیے۔ جلال الدین کو اس کی اطلاع ملی فوراً" ان لوگوں کی جانب روانگی اختیار کی [۱] غیاث الدین بھی جلال الدین سے جنگ کرنے کے لیے چلا۔ جلال الدین نے پہنچ کر اسے گرفتار کر لیا۔ امان دی۔ واپس ہو کر اس کے خیمے میں قیام کیا۔ عزت و احترام سے ملاقات کا شرف بخشا۔

بلاد نساء میں نصرت الدین نے اودھم مچا دی' ہنگامہ و فساد کا بازار گرم کر دیا۔ جلال الدین نے آبناج کو اس کی سرکوبی پر مامور کیا۔ دو روز کے بعد جلال الدین کے کانوں تک یہ خبر پہنچی کہ نصرت الدین کا انتقال ہو گیا ہے اور پورے نساء پر آبناج قابض ہو گیا ہے۔

خوزستان کی طرف پیش قدمی

جلال الدین نے جب اپنے بھائی غیاث الدین پر غلبہ حاصل کر لیا اور ملک کا نظم و نسق ٹھیک ہو گیا۔ گرمی کا موسم تھا اس موسم کو ختم کرنے کی غرض سے خوزستان کی جانب کوچ کیا اور اس کے دار الحکومت [۲] کو پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ مظفر الدین' وجہ السبع' خلیفہ ناصر کا غلام اس صوبہ کا حاکم تھا۔ جلال الدین نے زمانہ محاصرہ میں اپنی فوج کو چند حصوں پر تقسیم کر کے شہروں پر شب خون مارنے کا حکم دیا۔ خراسان کے اطراف میں لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔ باورایا اور بصرہ بھی محفوظ نہ رہا۔ تکین (ملکتین) پولیس افسر بصرہ مقابلہ پر نکلا' دربار خلافت سے جلال الدین قشتمر کی ماتحتی میں جو خلیفہ ناصر کا غلام تھا پہنچ گئیں۔ دونوں حریف لڑائی سے باز رہے۔

---

[۱] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

[۲] اس وقت خراسان کا دار الحکومت تستر تھا۔ ماہ محرم ۶۲۲ھ میں جلال الدین نے اس کا محاصرہ کیا تھا اور مظفر الدین معروف بہ وجہ السبع نے نہایت مردانگی سے اس کی حفاظت کی تھی۔ جب جلال الدین کو محاصرہ میں کامیابی نہ ہوئی تو لوٹ مار شروع کر دی۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۲ صفحہ ۲۷۶

دقوقا کا محاصرہ

ضیاء الملک علاء الدین محمد بن مودود کو جلال الدین نے دربار خلافت میں بطور وفد روانہ کیا اس کے مقدمۃ الجیش پر جہاں پہلوان تھا راستے میں عرب کا ایک گروہ اور خلیفہ کا لشکر سامنے آ گیا۔ خوارزمی حملہ آور ہو گئے بہت سے بغداد واپس گئے اور جنہیں خوارزمیوں نے گرفتار کر لیا تھا' سلطان جلال الدین کے دربار میں ان کو پیش کیا۔ سلطان نے ان لوگوں کو رہا کر دیا اور ضیاء الملک بغداد چلا گیا۔ اس کی اطلاع اہل بغداد تک پہنچی' حفاظت کی غرض سے تیاری کی۔ سلطان جلال الدین نے بھی یعقوبا پہنچ کر قیام کیا جو بغداد سے دو یا تین منزل پر تھا یعقوبا سے کوچ کر کے دقوقا کا محاصرہ کیا اور بزور شمشیر قبضہ کر لیا۔ شہر پناہ اور قلعہ کو مسمار کر کے شہر کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

مراغہ پر قبضہ

جلال الدین جب دقوقا کو فتح کرنے میں مصروف تھا اس کی فوجیں جو متعدد حصوں میں تقسیم ہو کر لوٹ مار کر رہی تھیں' تکریت پر بھی پہنچ گئیں۔ اہل تکریت سے جنگ ہوئی جس میں خوارزمیوں کو ناکامی ہوئی۔ اپنے لشکر میں واپس آئیں۔ ان لڑائیوں کے زمانے میں جلال الدین اور مظفر الدین والئی اربل سے خط و کتابت ہو رہی تھی۔ آخر کار باہم مصالحت ہو گئی۔ لیکن اس کے باوجود ملک میں بڑی بدامنی پھیل گئی۔ چاروں جانب قتل اور غارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔ عربوں نے رہزنی شروع کر دی۔ دن دیہاڑے قافلے لٹنے لگے۔ ضیاء الملک بغداد ہی میں مقیم رہا یہاں تک کہ سلطان جلال الدین مراغہ پر قابض ہو گیا۔

فخر الدین علی

وزیر السلطنت شرف الملک کا نام فخر الدین علی بن قاسم خواجہ جہاں تھا۔ [1] شروع میں یہ صاحب دیوان کا نائب تھا۔ نجیب الدین شہرستانی (سلطان کا وزیر السلطنت) اور اس کے بیٹے بہاء "الملک وزیر جنگ کی خدمت میں رہتا تھا۔ آہستہ آہستہ ترقی کر کے پرچہ نویسی کی خدمت پر متعین ہوا۔ اس طمع سے کہ نجیب الدین شہرستانی عہدہ وزارت سے برطرف کر دیا جائے اور قلمدان وزارت پر میرا قبضہ ہو جائے' سلطان سے نجیب الدین شہرستانی کی شکایت کی اور یہ الزام لگایا کہ اس نے دو لاکھ دینار غبن کیا ہے۔ سلطان نے اس کی شکایت پر کوئی توجہ نہ دی اور نجیب الدین شہرستانی سے کوئی مطالبہ نہ کیا۔ اس کے بعد بہاء الملک وزیر جنگ پر طرح طرح کے الزامات لگائے۔ اس مرتبہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو گیا۔ فوجی وزارت کی خدمت پر فائز کیا گیا۔ چار سال اس عہدہ پر رہا۔ جب سلطان بخارا آیا تو لوگوں نے اس کی شکایت کی۔ سلطان نے گرفتاری کا حکم دیا' روپوش ہو گیا۔ طالقان چلا گیا۔ طالقان سے غزنی پہنچا اور جلال الدین کی خدمت میں سلطان کی موت کے بعد حاضری دی' جلال الدین نے حاجبوں کی جماعت میں داخل کر لیا۔ اس وقت سے برابر حجابت ہی کے عہدہ پر رہا۔ پھر جب جلال الدین نے دریائے سندھ عبور کیا اور اس کے وزیر السلطنت شہاب الدین ہروی کو قباچہ بادشاہ ہندوستان نے مار ڈالا جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے' تو جلال الدین نے شہاب الدین کی جگہ اسے عہدہ وزارت سے نوازا۔

خراسان کی پھر تباہی

مغربی تاتاریوں کی آذربائیجان' بلاد قفچاق اور شروان سے واپسی کے بعد خراسان تباہ و برباد ہو کر ویران میدان کی مانند رہ گیا تھا۔ ان لوگوں کے علاوہ جنہوں نے حکومت کی تباہی کے بعد خراسان کے نواح پر غلبہ حاصل کر لیا تھا' کوئی حاکم نہیں رہا تھا انہی لوگوں نے بربادی و غارت گری اول کے بعد خراسان کو پھر آباد کیا' چنگیز خاں نے خراسان کی تباہی کے لیے تاتاریوں کا ایک دوسرا لشکر بھیج دیا۔ اس لشکر نے خراسان کو دوبارہ اجاڑ دیا۔ مکانات مسمار کر دیئے' بازاروں کو لوٹ لیا اسی طرح کا سلوک ساوا' قاشان اور قم میں بھی ان لٹیرے تاتاریوں نے کیا۔ حالانکہ تاتاریوں نے اس سے قبل اس طرح کی حرکات ان مقامات پر نہیں کی تھیں۔

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

ہمدان کی تباہی

تاتاری لٹیرے ان شہروں کو اجاڑنے کے بعد ہمدان کی جانب بڑھے۔ اہل ہمدان ان کی آمد کی اطلاع پا کر بھاگ گئے۔ تاتاریوں نے دل کھول کر شہر کو ویران اور برباد کیا' اہل ہمدان کے تعاقب میں آذربائیجان تک گئے۔ اطراف آذربائیجان میں بھی قتل و غارت کا میدان گرم کیا۔ ہمدانیوں نے آذربائیجان بھی چھوڑ دیا۔ انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں فرار ہوئے' بعضوں نے تبریز جا کر دم لیا۔ تاتاری لٹیرے تعاقب میں تھے۔ یہاں بھی بے چاروں کو چین حاصل نہ ہوا۔ تاتاریوں نے ازبک بن بہلوان والئی تبریز کو خط لکھا اور ان لوگوں کو حوالہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ ازبک نے ان لوگوں میں سے ایک گروہ کو قتل کر کے ان کے سروں کو اور باقی ماندہ لوگوں کو تاتاریوں کے پاس بھیج دیا۔ اور ایسے کام کیے جن سے تاتاری راضی ہو کر واپس ہو گئے۔ تبریز سے درگزر کیا۔

قفجاق گروہ

تاتاری لٹیرے جب بلاد قفجاق اور روس سے واپس ہوئے تو قفجاق کا ایک گروہ جو تاتاریوں کے مقابلہ سے بھاگ گیا تھا' پریشانی کے عالم میں دربند شروان پہنچا۔ دربند شروان کا بادشاہ رشید نامی ایک شخص تھا۔ ان لوگوں نے رشید سے درخواست کی کہ "ہم لوگ آپ کی اطاعت و فرماں برداری کو باعث فخر و عزت سمجھیں گے۔ آپ اپنے ملک میں ہم کو قیام کرنے کی اجازت دیجئے اور اس اطمینان کے لیے کہ ہم لوگ آپ سے کسی قسم کی بدعہدی نہ کریں گے' ضمانت دینے کے لیے تیار ہیں۔" رشید کو کچھ شبہ پیدا ہوا۔ درخواست منظور نہ کی' تب ان لوگوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ ہم کو اپنے ملک سے غلہ اور دیگر ضروریات خریدنے کی اجازت دیجئے۔ رشید نے اجازت مرحمت کر دی۔

اس کے بعد اس قفجاق گروہ کے بعض سردار رشید کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ظاہر کرنے لگے کہ "قفجاق آپ کے ساتھ بدعہدی کرنے پر آمادہ ہیں۔ آپ ہمیں ایک فوج مرحمت فرمائیے۔ ہم انہیں لڑ کر آپ کے ملک سے نکال دیں گے۔" رشید نے انہیں فوجیں دیں۔ سامان جنگ دیا' چنانچہ اس سردار نے قفجاق کے بعض گروہ پر حملہ کیا۔ قفجاق کی ایک جماعت ماری گئی' مال و اسباب لوٹ لیا گیا' مگر قفجاق نے ذرا بھی حرکت نہ کی اور یہی کہہ کر اپنے دل کو ٹھنڈا کیا۔ "بادشاہ شروان کے ہم فرمانبردار ہیں اگر اس نے ہمیں امان نہ دی ہوتی تو ہم اس سے لڑتے۔"

اس کے بعد قفجاقی سردار خوشی خوشی مال غنیمت لیے واپس ہوا۔ فوج کو ذرہ بھر نقصان نہ پہنچا۔ دو چار دن کے بعد یہ اطلاع ملی کہ قفجاق اپنی جائے قیام سے کوچ کر کے تین دن کی مسافت پر جا کر مقیم ہوئے ہیں۔ قفجاقی سردار نے دوبارہ فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ اور انتہائی سرعت سے مسافت طے کر کے قفجاق کے سر پر پہنچ کر حملہ کر دیا۔ ایک گروہ مارا گیا۔ باقی ماندہ کو گرفتار کر لیا۔ جن میں جوان' بوڑھے' لڑکے' عورت اور مرد ہر طرح کے لوگ تھے۔ قفجاقی سردار' قیدی اور مال غنیمت لیے رشید کی خدمت میں پہنچا' فتح یابی کی خوش خبری گوش گزار کی۔ ان حرکات سے قفجاقی گروہ مشتعل ہو گیا' ایک تابوت میں مصنوعی مردہ رکھ کر روتے پیٹتے' سروں پر خاک اڑاتے شہر کے نزدیک پہنچے اور یہ ظاہر کیا کہ یہ ہمارا سردار تھا اور بادشاہ کا دلی دوست تھا۔ اس نے مرتے وقت وصیت کی ہے کہ ہمارے بال بچوں کو بادشاہ کی خدمت میں لے جایا جائے اور جہاں وہ فرمائیں وہاں ہمیں دفن کرنا۔ چنانچہ ہم لوگ اسی غرض سے آئے ہیں' ان لوگوں کے ساتھ ایک سردار بھی تھا جس کے اشارہ پر یہ لوگ کام کرتے تھے۔ رشید کو اس کی خبر ہوئی۔ رشید نے شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ قفجاقی گروہ یکے بعد دیگرے شہر میں داخل ہو گئے۔ جس وقت سارے داخل ہو گئے یکدم حملہ کر دیا۔ رشید قلعہ سے چھپ کر نکل بھاگا۔ بلاد شروان میں جا کر پناہ لی اور قفجاق قلعہ اور تمام ان چیزوں پر جو رشید چھوڑ گیا تھا' قابض ہو گئے۔

اس کامیابی سے قفجاق کو بڑی خوشی ہوئی اپنے ساتھیوں کو اس سے آگاہ کیا اور بلا بھیجا۔ چنانچہ جس قدر قفجاقی مختلف مقامات پر پھیلے ہوئے تھے' جوق در جوق اپنے ساتھیوں کے پاس قلعہ شروان میں آ گئے۔ قوت' مال سامان جو کچھ موجود تھا' قبضہ میں لے لیا' پھر قلعہ کرج کا رخ کیا اور پہنچ کر اس کا محاصرہ کیا۔ رشید کو اس کی خبر ملی' فوراً قلعہ شروان کی جانب لوٹ پڑا۔ قبضہ کر لیا اور جس قدر قفجاق قلعہ میں تھے تمام کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

قفچاق کا کرج پر حملہ

پھر قفچاق قلعہ کرج کے محاصرہ سے واپس ہوئے۔ قلعہ تک رسائی نہ ہو سکی ناکام ہو کر لوٹے۔ شروان کے علاقے میں قتل عام اور لوٹ مار کرتے گنجہ کی جانب چلے۔ گنجہ بلاد اران کا دار الحکومت تھا۔ ازبک بن بہلوان والئ آذربائیجان کا ایک غلام (کوشخرہ نامی) اس کی حکومت پر متعین تھا۔ قفچاقی گروہ نے پیغام بھیجا کہ "ہم لوگ ازبک کے فرمانبردار و مطیع ہیں۔ ہمیں اپنے ملک میں قیام کی اجازت دو۔" والئ گنجہ نے درخواست منظور نہ کی اور ان کی بدعہدیوں' بے وفائیوں' اور غارت ۔۔۔۔ کو ایک ایک تفصیل کے ساتھ ظاہر کیا۔ قفچاقیوں نے معذرت کی "ہم لوگوں نے شروان شاہ کے ساتھ اس وجہ سے غداری کی ہے کہ ہم لوگ آپ کے بادشاہ آذربائیجان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے تھے۔ اس نے ہمیں اپنے ملک سے راستہ نہ دیا اس وجہ سے ہم لوگوں نے اس سے بدعہدی کی اور اس کے قلعہ کو چھین لیا۔ مگر پھر بلا کسی خوف و خیال ہم نے قلعہ چھوڑ دیا' قلعہ کرج کا والی آپ کا دشمن ہے اگر اسے ہم نہ دباتے تو ہمیں آپ تک پہنچنا مشکل ہو جاتا۔ ہم لوگ آپ کی خدمت میں ضمانت دینے کے لیے تیار ہیں۔" والئ گنجہ کے خیالات اس پیام سے تبدیل ہو گئے۔ قفچاق کے دو سردار بھی دو چار آدمیوں کے ساتھ حاضر ہوئے جس سے والئ گنجہ کا دل ان لوگوں کی جانب سے بالکل صاف ہو گیا۔ اپنے بادشاہ ازبک کی خدمت میں ان لوگوں کی اطاعت و فرمانبرداری کی رپورٹ اور سفارش کی اور گنجہ میں قیام کرنے کی اجازت دی۔ ان کے سرداروں میں سے ایک سردار کی بیٹی سے نکاح کر لیا۔

والئ تبریز ازبک بن بہلوان کو والئ گنجہ کی اس کارگزاری سے خوشی ہوئی۔ خلعت اور انعام دیا۔ اور قفچاق کو کوہ کیلکون میں ٹھہرانے کا فرمان جاری کیا۔ اس بات کی اطلاع کرج کو ملی تو وہ فوجیں جمع کرنے لگے۔ والئ گنجہ کو اس کی خبر ہو گئی۔ قفچاق کو کرج کے حملہ سے بچانے کی غرض سے کوہ کیلکون سے گنجہ بلا لیا۔ اس کے بعد قفچاق کے سرداروں میں سے ایک سردار نے چند دستہ فوج لے کر کرج کے لشکر پر حملہ کیا اور کامیاب واپس ہوا۔ قفچاق پھر کوہ کیلکون واپس گئے اور وہیں قیام اختیار کیا' قفچاق کے دوسرے سرداروں کو اس سے رشک پیدا ہوا۔ کرج پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہوئے۔ والئ گنجہ نے مخالفت کی مگر قفچاق نے ذرا بھی نہ سنی۔ بلاد کرج پر دھاوا کر دیا۔ قتل و غارت کر کے مال غنیمت لیے ہوئے کرج نے دوسری راہ طے کر کے قفچاق کے فتح مند گروہ پر حملہ کر دیا۔ اچانک حملہ سے وہ گھبرا گئے۔ بری طرح شکست ہوئی۔ جو کچھ مال غنیمت لائے تھے وہ اور سامان کے ساتھ سب کچھ چھین لیا۔ پریشانی کے عالم میں قفچاق کے باقی ماندہ کوہ کیلکون واپس آئے۔ اور سامان اٹھا کر بروعہ کی جانب چلے گئے۔ "والئ گنجہ سے کرج کے مقابلہ پر امداد کی درخواست کی۔ امیر گنجہ نے یہ کہ کر درخواست منظور نہ کی: "تم نے میرے حکم کی مخالفت کی جس کی سزا تمہیں ملی اب میں ایک سوار بھی مدد کے لیے نہ دوں گا۔"

اس جواب سے قفچاق ناراض ہو گئے۔ جن لوگوں کو بطور ضمانت والئ گنجہ کو دیا تھا ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ والئ گنجہ نے ان لوگوں کو واپس کرنے سے انکار کیا۔ قفچاق نے ان کے عوض میں مسلمانوں کو گرفتار کر لیا جن کی تعداد ان سے دگنا تھی۔ اس سے مسلمان مشتعل ہو گئے۔ چاروں جانب سے قفچاق پر ٹوٹ پڑے۔ قتل و غارتگری شروع ہو گئی۔ بھاگ کر شروان پہنچے۔ کرج اور مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ بہت سے قتل کر ڈالے گئے اور بہت سے گرفتار کر لیے گئے۔ غرض کہ اس سے یہ جماعت ختم کر دی گئی۔ ان کے قیدیوں کی اس قدر کثرت ہوئی کہ دربند شروان میں انتہائی کم قیمت پر فروخت کیے گئے۔ یہ واقعات ۶۱۹ھ میں پیش آئے۔

بیلقان پر چڑھائی

تاتاری لٹیروں نے شہر بیلقان (صوبہ اران) کو تاراج کر دیا تھا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ بیلقان کی تباہی کے بعد تاتاری' قفچاق کے ملک کی جانب قتل و غارت گری کرتے ہوئے چلے گئے۔ تاتاریوں کے جانے کے بعد اہل بیلقان جو تاتاریوں کی غارت گری اور قتل سے بچ گئے تھے' بیلقان واپس آئے اور اجڑے ہوئے شہر کو پھر آباد کیا۔ شہر پناہ کی عمارت کی مرمت ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ کرج نے اسی سنہ کے ماہ رمضان میں حملہ کر دیا۔ لڑائی ہوئی۔ جنگ کا میدان گرم ہوا۔ اہل بیلقان کو شکست ہوئی۔ کرج شہر پر قابض ہو گئے اور شہر پناہ کو مسمار کر کے شہر پر مضبوطی کے ساتھ حکومت کرنے لگے۔

اس واقعہ کے بعد غازی بن عادل بن ایوب والئ خلاط اور کرج سے جنگ ہوئی غازی نے کرج کو شکست دی اور انتہائی بری طرح تباہ کیا۔

ے اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے۔

...ج کی تباہی

۶۲۱ھ میں شروان شاہ کے بیٹے نے بغاوت کر دی اور اپنے والد کے قبضہ سے ملک کو نکال لیا۔ شروان شاہ کرج کے یہاں چلا گیا۔ اپنے ...ی زیادتی کی شکایت کی۔ کرج اس کی حمایت پر تیار ہوئے' فوجیں اکٹھی کر کے اس کے ساتھ روانہ ہوئے' شروان شاہ کا بیٹا مقابلہ پر آیا۔ ...ائی میں کرج کو شکست ہوئی۔ لینے کے دینے پڑ گئے۔ انتہائی بری طرح سے پسپا ہوئے۔ کرج نے اس ناکامی کو شروان شاہ کی بد بختی کی ...منسوب کیا اور اسے اپنے ملک سے نکال دیا۔ شروان کا بیٹا اطمینان کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔ رعایا اور فوج کے ساتھ نیک سلوک

...س کے بعد کرج کا ایک گروہ تفلیس سے آذربائیجان کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ آذربائیجان کے نزدیک ایک درہ کوہ پر اس خیال سے ...سلمانوں کی فوج یہاں تک پہنچ نہ سکے گی' قیام کیا۔ مسلمانوں کو اس اطلاع ہو گئی' چند نوجوانان اسلام مسلح ہو کر گئے اور اچانک چھاپہ مارا' ...غافل بیٹھے تھے' بھاگ کھڑے ہوئے۔ راستہ تنگ تھا۔ دو آدمی ایک ساتھ نہیں جا سکتے تھے۔ مسلمانوں نے جس طرح چاہا انہیں قتل کیا۔ ...ن کو کامیابی نصیب ہوئی۔

...پر قبضہ

...صرف چند کرج ہی اپنی جان بچا کر اپنے شہر پہنچے۔ اپنی دکھ بھری کہانی اپنی قوم کو سنائی۔ قوم نے مسلمانوں سے بدلہ لینے کا ارادہ کیا۔ ابھی ...کی نوبت نہ آئی تھی کہ یہ اطلاع ملی کہ سلطان جلال الدین منکبرس' مراغہ پہنچ گیا ہے' ہاتھ پاؤں پھول گئے' پاؤں کے نیچے سے زمین ...گئی اور ازبک بن بہلوان والئی آذربائیجان کو مصالحت اور اتحاد کا پیام بھیجا' جلال الدین کے مقابلے پر امداد کی درخواست کی مگر اتفاق یہ ...ان کے متحد ہونے سے پہلے جلال الدین مراغہ پہنچ گیا' جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

...سلطان جلال الدین کے بغداد کے نواح میں جانے اور جن مقامات پر اس نے قبضہ کیا تھا اور والئی اربل سے اس کی صلح و موافقت کے ...ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں الغرض یہ کہ ان مہموں سے فارغ ہو کر ۶۲۲ھ میں آذربائیجان کی جانب روانہ ہوا۔ پہلے مراغہ کا رخ ...اس پر قبضہ کر لیا' چند دن قیام پذیر رہا۔ شہر پناہ کی مرمت کرائی' بڑی خوبصورتی سے شہر کو آباد کیا گیا۔

...ل الدین کی مزید کامیابی

...(غیاث الدین کا ماموں زاد بھائی) امیر مغاں طالبی آذربائیجان میں تھا جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ اس نے فوجیں فراہم کیں۔ شہر کو تباہ ...لوٹ مار کرتا ساحل اراں چلا گیا۔ وہیں موسم سرما گذارا۔ جس وقت سلطان جلال الدین نے نواح بغداد کو اپنی غارت گری کا نشانہ بنایا ...پہلے بیان کیا جا چکا ہے، خلیفہ ناصر نے دارالخلافت بغداد سے امیر مغاں طالبی کو پیغام بھیجا کہ "تم جلال الدین کو روکو' ہمدان پہنچ کر قبضہ ...ان اور جن شہروں کو تم فتح کرو گے' تمہیں جاگیر میں دے دیئے جائیں گے۔" جلال الدین کو اس پیغام کی خبر ہو گئی۔ بڑی تیزی سے ...منزلیں طے کر کے نواح ہمدان میں امیر مغاں طالبی کا محاصرہ کر لیا۔ صبح ہوئی تو امیر مغاں طالبی نے اپنے کو جلال الدین کے لشکر کے محاصرہ میں ...محصور پایا۔ ...حواس ہو گیا۔ کچھ نہ سوجھی' اپنی بیوی کو جو سلطان جلال الدین کی بہن تھی' سلطان جلال الدین کی خدمت میں بھیجا۔ امان کی درخواست ...جلال الدین نے امان دی اور اس کو اپنے لشکر میں شامل کر لیا۔ امیر مغاں طالبی بالکل اکیلا رہ گیا۔

...جلال الدین نے اس کے بعد مراغہ کی طرف واپسی کی۔ ازبک بن بہلوان والئی آذربائیجان نے اپنے دارالحکومت تبریز کو جلال الدین ...کے خوف سے چھوڑ دیا تھا۔ گنجہ چلا آیا تھا۔ جلال الدین نے اہل تبریز کے پاس رسد اور ضروریات روز مرہ کے بہم پہنچانے کا پیغام بھیجا۔ اہل ...تبریز نے بڑی خوشی سے اس خدمت کو منظور کیا چنانچہ جلال الدین کے فوجی تبریز میں اپنی ضروریات کو خریدنے کے لیے جانے لگے۔ چند روز ...بعد اہل تبریز نے فوجیوں کی زیادتی اور اشیاء کو زبردستی کم قیمت پر لینے کی شکایت کی۔ جلال الدین نے انصاف و عدل کرنے کی غرض سے تبریز ...ایک شحنہ مقرر کر کے ...ہیں بھیج دیا۔ جس سے اہل تبریز کی شکایت دور ہو گئی۔

...ازبک کی بیوی سلطان طغرل بک بن ارسلان بن طغرل بن محمد بن ملک شاہ سلجوقی کی لڑکی تھی جس کا ذکر اس کے اسلاف کے سلسلہ

میں بیان کیا جا چکا ہے۔ تبریز میں مقیم تھی اور چونکہ ازبک عیش و عشرت میں پڑا ہوا تھا اس وجہ سے ازبک کے مقبوضہ علاقہ پر یہی حکمران رہی تھی۔ اہل تبریز نے چند روز بعد جلال الدین کے افسر پولیس کو نکال دیا۔ جلال الدین کو اچھا نہ لگا۔ تبریز پر پہنچ کر محاصرہ کر دیا۔ پانچ دن تک محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ سختی کے ساتھ جاری رہا۔ جلال الدین کو اہل تبریز سے یہ شکایت تھی کہ "تم لوگوں نے ہمارے آدمیوں کو جو مسلمان تھے، قتل کر کے ان کے سروں کو کفار تاتار کے پاس بھیجا" اہل تبریز نے معذرت کی "یہ کام ہمارا نہ تھا بلکہ ہمارے حاکم شہر کا ہے مگر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس کا الزام اب ہم پر ہے۔ ہماری خطاؤں کو معاف کیجئے اور امان دیجئے۔" چنانچہ جلال الدین نے تمام اہل تبریز کو امان دی، بیگم ازبک کو شہر طغرل سے شہر خوئی تک کے سارے شہر دیدیئے۔ اس کے مال و اسباب اور خزانہ سے درگزر کیا اور نصف رجب ۶۲۲ھ میں تبریز پر قابض ہو گیا۔

تبریز پر قبضہ کے بعد جلال الدین نے بیگم ازبک کو اپنے دو معتمد خادموں قلیج اور بلال کے ہمراہ خوئی بھیج دیا۔ تبریز کی حکومت پر اپنے پروردہ نظام الدین برادر زادہ شمس الدین طغرائی کو متعین کیا۔ اسی نے فتح تبریز میں سلطان جلال الدین کا ساتھ دیا تھا۔

سلطان جلال الدین نے اہل تبریز کے ساتھ بہت احسان اور سلوک کیے۔ عدل اور انصاف سے رعایا کو خوش کر دیا۔ ویرانی، آبادی سے بدل گئی اور امن و امان کا دور دورہ ہو گیا۔

کرج کی شکست

پھر جلال الدین کو یہ اطلاع ملی کہ کرج نے آذربائیجان اران، آرمینیہ اور دربند شروان کو تباہ کیا ہے اور مسلمانوں کو بے انتہا تکلیفیں دی ہیں۔ جلال الدین نے کرج پر جہاد کا اعلان کر دیا۔ شاہی فوج اور مجاہدوں کو تیار کر کے برون کی جانب پیش قدمی کی۔ جہاں پر کرج کی ایک بڑی دل فوج جمع ہو رہی تھی۔ جلال الدین کے مقدمۃ الجیش پر جہاں بہلوان کنجی تھا۔ جس وقت دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا کرج پہاڑ پر تھے، اسلامی لشکر نے انہیں اس قدر مہلت نہ دی کہ وہ پہاڑ سے اتر کر حملہ آور ہوتے؟ انتہائی تیزی سے خندقوں اور پہاڑ کے ٹیلوں کو طے کر کے کرج پر حملہ آور ہو گئے۔ کرج کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی، چار ہزار یا اس سے زیادہ مارے گئے۔ بعض لوگ گرفتار کر لیے گئے۔ اسی نے کسی قلعہ میں جا کر پناہ لی۔ جلال الدین نے اس کی فتح کے لیے فوجیں روانہ کیں جنہوں نے کرج کے ملک کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک چھان ڈالا اور دل کھول کر تباہی پھیلائی۔

جلال الدین کی تبریز واپسی

کرج کی مہم سے فارغ ہو کر جلال الدین اپنے بھائی غیاث الدین کو بلاد کرج میں قیام کرنے کا حکم دے کر تبریز کی طرف واپس ہوا۔ تبریز میں سلطان جلال الدین وزیر السلطنت شرف الدین کو نظم و نسق کی درستگی کے لیے چھوڑ گیا تھا اور نظام الملک طغرائی کو شہر کا حاکم اعلیٰ مامور کیا تھا۔ وزیر السلطنت نے جلال الدین کی خدمت میں رپورٹ کی کہ نظام الملک طغرائی اور اس کا چچا شمس الدین بغاوت کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اہل شہر کو بغاوت پر اکسا دیا ہے۔ ان لوگوں کا ارادہ ہے کہ حکومت کی باگ ڈور ازبک کے ہاتھ میں دے دیں کیونکہ سلطان اس وقت مہم کرج میں مصروف ہے ہمارا مقابلہ نہ کر سکے گا۔" سلطان جلال الدین نے اس خبر کو کسی پر ظاہر نہ کیا جب کرج کی سرکوبی سے فرصت ہوئی اس وقت تبریز کی خبر کو ظاہر کیا اور بھائی غیاث الدین کو حکمران بنا کر کرج کے ملک کو تباہ کرنے کا حکم دے کر تبریز کی طرف واپسی اختیار کی۔

شمس الدین کی گرفتاری اور فرار

تبریز پہنچ کر جلال الدین نے نظام الملک طغرائی اور اس کے ساتھیوں اور خیر خواہوں کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ شمس الدین سے ایک لاکھ جرمانہ وصول کیا اور مراغہ میں قید کر دیا۔ شمس الدین کسی طرح مراغہ سے بھاگ نکلا۔ بغداد پہنچا اور ۶۲۵ھ میں حج کرنے گیا۔ جلال الدین کو کسی طرح خبر مل گئی کہ شمس الدین طواف میں ان الزامات سے اپنی برءت اور بیزاری کی اپنے حق میں دعا کر رہا تھا جو اس پر لگائے گئے اور یہ عرض کر رہا تھا کہ "یااللہ اگر مجھ سے وہ کام سرزد ہوئے ہیں جو میرے سر تھوپے جاتے ہیں تو مجھے وہ سزا دے جس کی مثال نہ ہو۔"

سلطان جلال الدین کا دل یہ سن کر کانپ اٹھا۔ تبریز واپس بلا لیا اور اس کا تمام مال و اسباب اور جرمانے کی رقم واپس کر دی۔

...ل الدین کا نکاح

ازبک کی زوجہ (سلطان طغرل کی بیٹی) نے نکاح کا پیغام بھیجا اور یہ ظاہر کیا کہ ازبک نے اپنی قسم توڑ ڈالی جس کے باعث مجھے طلاق [1] ہے۔ عزالدین قزوینی قاضی تبریز کی عدالت میں مقدمہ طلاق پیش ہوا۔ قاضی نے طلاق ہونے کا اور نکاح جائز ہونے کا فتوٰی دیا۔ چنانچہ ...الدین نے ازبک کی بیوی سے نکاح کر لیا اور اس کے پاس گیا۔ خوئی میں رسم شب عروسی ادا ہوئی۔ ازبک کو ان واقعات سے ایسا صدمہ ...کہ اسی صدمہ سے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

...ان کی برطرفی

خوئی سے تبریز کی طرف سلطان جلال الدین پھر واپس آیا' ایک عرصہ تک قیام پذیر رہا۔ ایک فوج ارخان کی قیادت میں گنجہ (صوبہ ...روان) کو فتح کرنے کی غرض سے بھیجی۔ اس وقت ازبک گنجہ ہی میں تھا۔ سلطان جلال الدین کی آمد کی اطلاع سن کر گنجہ چھوڑ دیا۔ جلال ...ن قی کو بطور نائب گنجہ میں مامور کر کے چل دیا۔ سپہ سالار ارخان نے گنجہ پر پہنچ کر قبضہ کر لیا اور اس کے تمام اطراف و شکمور' بزوعہ اور ...پر قابض ہو گئے۔ لشکریوں نے لوٹ مار شروع کر دی' ازبک نے جلال الدین سے اس کی شکایت کی۔ جلال الدین نے ارخان کے پاس ...ت کا فرمان بھیجا' ارخان کو سلطان کے حکم سے ناراضگی پیدا ہوئی۔ سلطان نے برطرف کر دیا۔ رنجیدہ ہو کر سلطان کے کیمپ سے نکل ...ر تہ اسماعیلیہ کے کسی شخص نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

...ناصر الدین اللہ کا انتقال

خلیفہ ناصر الدین اللہ عباسی کا آخری ماہ رمضان ۶۲۲ھ میں سینتالیس سال خلافت کر کے انتقال ہو گیا۔ اس کا بیٹا خلیفہ ظاہر بامراللہ ابو نصر ...ت خلافت پر فائز ہوا جیسا کہ خلفاء بنی عباس کے سلسلہ میں ہم نے بیان کر دیا ہے۔

...ج کا عروج

کرج' ارمن کے نسبی بھائی ہیں۔ ارمن کا نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام تک ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ سلطنت سلجوقیہ کے بعد ...کی حکومت کو عروج حاصل ہوا' مذہباً" عیسائی تھے۔ والئی ارمن ان سے خوفزدہ رہتا تھا۔ اکثر تحفے اور نذرانے بھیجتا تھا۔ بادشاہ کرج خلعت ...ملت دیتا اور بادشاہ ارمن اسے بڑی خوشی سے پہنتا تھا۔ شروان والئی دربند شروان بھی ان سے خوفزدہ تھا۔ ان لوگوں نے ارجیش (بلاد ...ـہ) اور شہر فارس پر قبضہ کر لیا۔ خلاط اور اس کے دارالحکومت پر محاصرہ کیا۔ اتفاق سے ان کا سپہ سالار ایوائے گرفتار ہو گیا۔ ان لوگوں ...اس شرط پر اسے رہا کیا کہ کرج اپنا محاصرہ اٹھا کر چلے جائیں۔ چنانچہ ناکام کرج واپسی اختیار کی۔

کرج نے رکن الدولہ قلیج ارسلان والئی بلاد روم کو بھی شکست دی تھی جب اس نے اپنے بھائی طغرل شاہ ارزن روم پر حملہ کیا تھا اور ...ہ نے کرج سے امداد مانگی تھی۔ اگرچہ رکن الدولہ کی طاقت بے انتہا تھی۔ فوج کا انتظام بھی درست تھا مگر کرج نے شکست دے دی۔ ...ض کرج کی غارت گری کا جولاں گاہ آذربائیجان کا صوبہ تھا۔ نواح آذربائیجان کو ہر وقت ان کے حملہ کا ڈر لگا رہتا تھا۔

تفلیس کی سرحد بہت مضبوط تھی۔ ملوک فارس کے زمانے سے اس کا شمار مہتم بالشان سرحدی مقامات میں تھا۔ ۵۱۵ھ میں بہ زمانہ ...محمود بن محمود بن ملک شاہ سلجوقی کرج تفلیس پر قابض ہو گئے تھے۔ اگرچہ سلطنت سلجوقی ان دنوں عروج پر تھی' قوت بھی بہت ...ن' فوج بھی کافی تھی' مگر کرج کے قبضہ سے تفلیس کو نکال نہ سکی۔ ایلدکز اور اس کا لڑکا بہلوان بلاد جبل' آذربائیجان' اران' خلاط اور اس کے مرکز حکومت پر بھی قابض ہو گیا مگر اس کے باوجود تفلیس کو کرج سے واپس نہ لے سکا۔ اللہ تعالیٰ نے ازل ...س کی فتح یابی کا سہرا سلطان جلال الدین کے سر پر باندھا تھا۔ چنانچہ جب سلطان جلال الدین نے آذربائیجان کو فتح کر لیا تو کرج نے سلطان ...الدین پر حملہ کیا۔ سلطان نے انہیں ۶۲۳ھ میں شکست دے کر تبریز کی طرف پیش قدمی کی۔ تبریز کی طرف واپسی کے وقت اپنا لشکر اپنے ...نائب الدین اور وزیر السلطنت شرف الدین کی قیادت میں بلاد کرج کو تاراج کرنے کے لیے چھوڑ گیا تھا۔

---

[1] ...کامل میں لکھا ہے کہ ازبک نے اپنی بیوی سے قسم کھائی تھی کہ فلاں غلام کو قتل نہ کروں گا اور اگر قتل کروں تو تجھے طلاق ہے۔ اتفاق یہ کہ ازبک نے قسم ...غلام کو مار ڈالا۔ لہٰذا طلاق ثابت ہو گئی اور نکاح صحیح درست ہوا۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۲۸۴

کرج پر چڑھائی

چنانچہ یہ جب تبریز کی مہم سے فارغ ہوا تو کرج پر جہاد کرنے کی جانب پھر توجہ دی۔ فوجیں تیار اور سامان جنگ درست کر کے بلاد کرج کی جانب پیش قدمی کی۔ کرج نے بھی فوجیں تیار کر لی تھیں۔ پورا پورا زور لگایا تھا۔ قپچاق اور لکز کا گروہ بھی امداد و اعانت پر آیا تھا۔ غرض کہ ایک عالم سلطان کے مقابلہ پر آ گیا تھا۔ دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ گھمسان کی جنگ شروع ہوئی۔ میدان لشکر اسلام کے ہاتھ رہا۔ کرج اور ان کے معاون و مددگار میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ مسلمانوں کی تلواروں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کوئی بھی زندہ نہ رہا۔ تمام کے تمام موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔

سلطان جلال الدین نے اس کامیابی کے بعد ربیع الاول ۶۲۳ھ میں تفلیس (کرج کا دارالسلطنت) کو فتح کرنے کے لیے پیش قدمی کی تفلیس کے نزدیک پہنچ کر مورچہ قائم کیا۔ ایک دن سلطان جلال الدین شہر کے حالات اور موقع جنگ دیکھنے کے لیے تھوڑی سی فوج لے کر روانہ ہوا۔ باقی فوج کو مختلف مقامات پر کمین گاہ میں بٹھا دیا۔ کرج نے اس موقع کو غنیمت جانا کہ سلطان کی رکاب میں انتہائی قلیل تعداد ہے شہر سے نکل کر حملہ کر دیا۔ سلطان جلال الدین مقابلہ کرتا ہوا پیچھے ہٹا۔ جس وقت کرج کمین گاہ سے آگے نکل آئے سلطان کی فوج نے کمین گاہ سے نکل کر حملہ کر دیا۔ کرج بے سروسامانی کے عالم میں شہر کی جانب بھاگے۔ سلطانی لشکر نے تعاقب کیا۔ بھگدڑ میں شہرپناہ کا دروازہ بند نہ کر سکے۔ مسلمان بھی کرج کے ساتھ شہر میں گھس گئے۔ اللہ اکبر کا نعرہ مار کر سلطان جلال الدین زندہ باش! سلطان جلال الدین زندہ باش!! چلا اٹھے!!! کرج کے اوسان خطا ہو گئے قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ کرج سے وہی لوگ بچے جنہوں نے اسلام کے پرچم کے نیچے آ کر امان حاصل کی تھی باقی جس قدر کرج تفلیس میں تھے وہ سب مارے گئے۔ مسلمانوں کے ہاتھ مال غنیمت اور قیدیوں سے مالا مال ہو گئے۔ یہ بہت بڑی فتح تھی جو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ان کو نصیب ہوئی ابن اثیر کا یہی بیان ہے۔

نسائی کاتب کا کہنا ہے کہ سلطان جلال الدین نے کرج پر حملہ کی غرض سے پیش قدمی کی۔ جس وقت نہر ارس پر پہنچا' زبردست برف باری ہوئی' بیمار ہو گیا۔ اسی حالت میں تفلیس کی جانب ہو کر گزرا۔ اہل تفلیس سلطان کی آمد کی اطلاع سن کر شہر سے نکل کر مقابل ہوئے سلطان لشکر نے انہیں شکست دی اور بڑی تیزی سے شہر میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا چونکہ شہر بلا امن بزور شمشیر فتح ہوا اس لیے خونریزی زیادہ ہوئی۔ کرج اور ارمن جو سامنے پڑا قتل کر دیا گیا۔ اہل شہر نے قلعہ میں جا کر پناہ لی۔ سلطان نے انہیں گھیر لیا۔ مجبور ہو کر مصالحت کا پیغام بھیجا اور زر کثیر دے کر مصالحت کر لی جسے انہوں نے فوراً" ادا کر دیا اور سلطان نے ان سے درگزر کیا۔

کرمان میں بغاوت

کرج سے جنگ اور تفلیس کی مہم میں جلال الدین کو مصروف دیکھ کر براق (بلاق) حاجب کے دل میں خود مختار حکومت کا سودا سمایا۔ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ غیاث الدین نے براق حاجب کو روانگی عراق کے وقت کرمان پر مامور کیا تھا اور سلطان جلال الدین نے ہندوستان سے واپسی کے وقت براق حاجب کی مشکوک حرکات کے باعث اسے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا مگر کسی وجہ سے براق کو حکومت کرمان پر بحال و قائم رکھا۔ جس وقت سلطان جلال الدین جنگ کرج پر چلا گیا' میدان خالی پا کر بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ اس کی اطلاع سلطان جلال الدین کو اس وقت ہوئی جب کہ خلاط کا ارادہ کر چکا تھا مگر ارادہ تبدیل کر کے کرمان کی جانب انتہائی تیزی سے روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت کرج میں چند سرداروں کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔ وزیر السلطنت شرف الدین کو تفلیس کی حکومت پر مامور کیا' بلاد کرج پر جہاد کرنے کی ہدایت کی اپنے بھائی غیاث الدین کو اپنے ساتھ لیا۔ کوچ و قیام کرتا کرمان کے نزدیک پہنچا۔ والئی کرمان (براق حاجب) کے پاس خلعت بھیجا۔ دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ والئی کرمان سمجھ گیا کہ اس میں کچھ نہ کچھ چال ضرور ہے' کرمان چھوڑ کر ایک قلعہ میں جا کر قلعہ نشین ہو گیا۔ سلطان جلال الدین کا قاصد واپس آ گیا۔

سلطان جلال الدین یہ سمجھ کر وار خالی گیا' تدبیر کارگر نہ ہوئی' اصفہان میں قیام کر دیا اور اسے حکومت کرمان پر بحال رکھا اور واپسی اختیار کی۔

اسلامی لشکر کی پیش قدمی

اس سے قبل بیان کیا جاچکا ہے کہ وزیر السلطنت شرف الدین تفلیس میں تھا۔ ادھر کرج نے اس پر عرصہ زمین تنگ کر دیا' پریشان کرنے لگے۔ ادھروہ امراء بھی کرج کی چھیڑ چھاڑ کی وجہ سے چین سے بیٹھ نہ سکے جو کیلکون میں تھے۔ مزید یہ کہ کرج نے تفلیس کا محاصرہ کر لیا۔ ارخان فوجیں لے کر تفلیس کی جانب بڑھا۔ اتنے میں قاصد یہ خوش خبری لے کر پہنچ گیا کہ سلطان جلال الدین عراق سے واپس آ رہا ہے۔ وزیر السلطنت نے چار ہزار دینار انعام عنایت کیا۔ اس کے بعد اسلامی لشکر بلاد کرج میں پھیل گیا۔ ایوای سپہ سالار کرج اپنے چند سواروں کے ساتھ انہیں شہروں میں تھا۔ سلطان جلال الدین نے ایک فوج شہر فرس کو فتح کرنے کی غرض سے روانہ کی جس نے انتہائی سختی سے محاصرہ کیا۔ اس کے بعد کثیر التعداد اسلامی فوجیں آ کر جمع ہو گئیں مگر کامیابی نہ ہوئی۔ تفلیس کی طرف واپسی اختیار کی۔

خلاط کا محاصرہ

اشرف بن عادل بن ایوب کی زیر حکومت خلاط بھی تھا۔ اس کی جانب سے حسام الدین علی موصلی خلاط پر مامور تھا۔ وزیر السلطنت شرف الدین کو زمانہ قیام تفلیس میں رسد و غلہ کی ضرورت ہوئی۔ ایک دستہ فوج رسد کی فراہمی کی غرض سے ارزن روم روانہ کیا چنانچہ وہ ارزن روم کے علاقہ پر چڑھائی کر کے مال غنیمت لیے واپس ہوا۔ خلاط ہو کر گزرا' حسام الدین علی گورنر خلاط نے روک ٹوک کی اور جو کچھ اس کے پاس تھا چھین لیا۔ وزیر السلطنت شرف الدین نے جلال الدین کو اس کی شکایت لکھی' جلال الدین اس وقت کرمان میں تھا۔ جلال الدین کرمان سے خلاط کی جانب واپس ہوا۔ شہر آنی پر محاصرہ کیا۔ حسام الدین علی خلاط کی مدد پر تیار ہو گیا۔ جلال الدین نے اہل خلاط کی تیاری دیکھ کر چال چلی اور محاصرہ اٹھا کر بلاد انحاز کی طرف کوچ کر دیا۔ دس دن کے بعد انتہائی تیزی سے خلاط کی جانب بڑھا۔ ماہ ذی القعدہ ۶۲۳ھ میں شہر ملاز کرد کا محاصرہ کیا۔ شہر ملاز کرد سے کوچ کر کے خلاط پہنچ کر محاصرہ کیا' متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ روزانہ جنگ اور محاصرے سے اہل خلاط تنگ آ گئے۔ کئی مرتبہ جلالی فوجیں شہر پناہ کی دیوار تک پہنچ گئیں ایک یا دو بار شہر میں بھی گھس پڑیں' چونکہ خلاط والے' خوارزمی لشکر کی عادات اور مظالم سے آگاہ تھے۔ دیوانہ وار لڑے اور بڑی بے جگری سے مقابلہ کر کے پسپا کر دیا۔

ترکمان ایوامیہ کی گوشمالی

اس محاصرے کے دوران جلال الدین کے پاس اس کے نائب اور اس کی بیگم بنت سلطان طغرل نے اطلاع بھیجی کہ ترکمان ایوامیہ بلاد آرمینیہ' آذربائیجان پر قابض ہو گئے ہیں۔ اکثر شہروں کو تاراج اور برباد کر ڈالا ہے۔ راستہ خطرناک ہو گیا ہے۔ اہل خوئی سے تاوان وصول کیا ہے اور اس کے نواح کو برباد کر کے چٹیل میدان بنا دیا۔ چنانچہ جلال الدین خلاط کا محاصرہ اٹھا کر ترکمان ایوامیہ کی گوشمالی کے لیے روانہ ہوا۔ انتہائی تیزی سے منزلیں طے کر کے ترکمان ایوامیہ کے سر پر پہنچ گیا۔ ترکمان ایوامیہ اس غفلت میں پڑے تھے کہ جلال الدین خلاط کی مہم میں مصروف ہے ورنہ اپنے قلعوں میں جو سر بفلک پہاڑوں کی چوٹیوں پر تھے' چلے جاتے جہاں پر پہنچنا مشکل ہو جاتا۔ جلال الدین کے لشکر نے ترکمان ایوامیہ پر اچانک چھاپہ مارا۔ انتہائی بری طرح مارے گئے قتل ہوئے یا قید۔ مال و اسباب لوٹ کر تبریز واپسی اختیار کی۔

تفلیس پر کرج کی چڑھائی

جلال الدین نے ترکمان اور خلاط سے واپسی کے بعد اپنی فوج کو موسم سرما گذارنے کے لیے متفرق کر دیا اور چونکہ خوارزمی امراء نے تفلیس میں طرح طرح کے مظالم اور بد اخلاقی شروع کر دی تھی اس وجہ سے جو فوج ان لوگوں کی رکاب میں تفلیس میں تھی' علیحدہ ہو گئی۔ اہل شہر نے کرج کو تفلیس پر قبضہ کے لیے بلا بھیجا۔ کرج یہ سمجھ گیا کہ جلال الدین اس وقت تفلیس کی حمایت سے معذور ہے۔ تفلیس پر حملہ آور ہوئے' لوٹ لیا' آگ لگا دی۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۶۲۴ھ میں پیش آیا۔

نسائی کاتب کا بیان

نسائی کاتب کا بیان ہے کہ جس زمانے میں سلطان جلال الدین خلاط کا محاصرہ کیے تھا اسی زمانے میں فرانس (عیسائیان کرج) تفلیس پر

قابض ہو گئے تھے اور جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔ جب جلال الدین کو اس کی خبر ہوئی۔ آگ بگولا ہو کر واپس ہوا۔ سفر کے دوران یہ اطلاع سن کر ترکمانوں نے اودھم مچا رکھا ہے اور ہر جانب قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ ترکمانوں پر حملہ کیا۔ مال و اسباب لوٹ لیا اور بہت سے مویشیوں کو موقان ہانک لیا جس کا خمس (پانچواں حصہ جو بیت المال میں داخل کیا جاتا ہے) تیس ہزار تھا' اس کے بعد سلطان طغرل کی بیٹی سے (جس سے نکاح کیا تھا) ملنے کو خوئی گیا۔ خوئی سے گنجہ کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں یہ اطلاع ملی کہ کرج' تفلیس میں آگ لگا کر واپس چلے گئے۔

نسائی کاتب کا بیان ہے کہ گنجہ میں سلطان جلال الدین کی آمد کے بعد خاموش بن اتابک ازبک بن بہلوان حاضر ہوا۔ ایک بیلٹ پیش کی جس میں ہتھیلی کے برابر سرخ یاقوت جڑا تھا جس پر کیکاؤس اور چند شاہان فارس کے نام کندہ تھے' سلطان جلال الدین نے اس کی شکل تبدیل کر کے اپنا نام کندہ کرایا۔ عیدین کے موقع پر پہنا کرتا تھا۔ یہ بیلٹ چنگیز خانی غارت گری کے زمانے میں تاتاریوں کے ہاتھ لگ گئی۔ اپنے خان اعظم چنگیز خان بقا کے حوالے کر دی۔

خاموش اس زمانے سے' سلطان جلال الدین ہی کی خدمت میں رہا۔ اخیر عمر میں فقر و فاقہ میں بسر ہوئی' علاء الملک بادشاہ فرقہ اسماعیلیہ کے پاس چلا گیا اور وہیں فوت ہو گیا۔

ارخان کا قتل

ہندوستان سے واپسی کے بعد سلطان جلال الدین نے ارخان کو نیشاپور اور اس کے صوبہ کی حکومت پر متعین کیا جیسا کہ زمانہ قیام ہندوستان میں وعدہ کیا تھا۔ ارخان نے ایک شخص کو اپنی جانب سے نیشاپور پر بطور نائب مامور کیا اور خود سلطان کی رکاب میں موجود رہا۔

ارخان کا نائب منچلا تھا۔ مقبوضات اسماعیلیہ پر جو اس کے صوبہ سے ملحق و متصل تھے اکثر قتل و غارت گری کا ہاتھ بڑھاتا تھا۔ فرقہ اسماعیلیہ کے چند امراء سلطان کی خدمت میں بمقام خوئی وفد لے کر آئے اور ارخان کے نائب کی شکایت کی۔

اس سے ارخان زیادہ ناراض ہوا اور اسماعیلیہ پر سختی کرنے لگا۔ سلطان جلال الدین خوئی سے گنجہ کی جانب واپس ہوا۔ چونکہ گنجہ ارخان کی جاگیر تھی اس وجہ سے ارخان بھی رکاب میں تھا۔ گنجہ کے باہر خیمہ نصب کیا گیا۔ تین باطنی ارخان پر ٹوٹ پڑے اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ فرقہ اسماعیلیہ کو فدویہ کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کا شیخ جس کے قتل کا حکم دیتا ہے اسے یہ قتل کر ڈالتے تھے اور جان کی ذرہ پروا نہیں کرتے تھے اور اس کے عوض اپنے شیخ سے جنتی ہونے کی دستاویز لکھاتے' القصہ ارخان کے قتل کے بعد ایک دو اشخاص پر باطنیوں نے حملہ کیا۔ آخر میں ارخان کے آدمیوں نے انہیں گرفتار کر لیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

دامغان پر قبضہ

بدامنی کے زمانہ میں اسماعیلیہ نے دامغان وغیرہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد فرقہ باطنیہ کا ایلچی سلطان کے وزیر السلطنت کی خدمت میں بمقام بیلقان باریاب ہوا۔ وزیر السلطنت نے دامغان کے قبضہ کا مطالبہ کیا۔ اور تین ہزار دینار تاوان طلب کیا۔ فرقہ باطنیہ نے اس مطالبہ کو منظور کر لیا۔

آذربائیجان سے واپسی کے وقت وزیر السلطنت کے لشکر میں پانچ باطنی گرفتار ہوئے جو غالباً" وزیر السلطنت یا کسی اور سردار کے قتل کے لیے آئے ہوں گے۔ وزیر السلطنت نے ان کی گرفتاری سے سلطان کو آگاہ کیا' سلطان نے انہیں آگ میں ڈال دینے کا حکم دیا۔

تاتاریوں کی سرکوبی

ابن اثیر نے تحریر کیا ہے کہ سلطان جلال الدین ارخان کے قتل کے بعد فوجیں لے کر بلاد اسماعیلیہ پر حملہ آور ہوا۔ قلعہ موت سے کردکوہ تک تباہی کرتا چلا گیا۔ ارخان کے قتل کا پورا پورا انتقام لیا۔ اس واقعہ کے بعد فرقہ اسماعیلیہ کو انتقام کا خیال پیدا ہوا۔ بلاد ارسلان کی جانب پیش قدمی کی مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کی قوت ٹوٹ گئی اور وہ مقابلہ نہ کر سکے۔

سلطان جلال الدین کامیابی کے ساتھ بلاد اسماعیلیہ سے واپس آ رہا تھا کہ راستے میں یہ اطلاع ملی کہ تاتاری لٹیرے رے کے نزدیک

دامغان تک پہنچ گئے ہیں۔ فوراً تاتاریوں کی گوشمالی کی جانب توجہ دی اور ان کے سر پر پہنچ کر انتہائی بری طرح سے انہیں شکست دی۔ اس کے بعد ہی یہ اطلاع ملی کہ تاتاریوں کا جم غفیر سلطان سے جنگ کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ یہ سن کر پڑاؤ ڈال دیا۔

وزیر السلطنت کی دھوکہ دہی

اس سے قبل آپ نے پڑھا ہے کہ جس وقت سلطان جلال الدین نے تبریز کو ازبک بن بہلوان کے قبضہ سے نکال لیا اور اس کی بیوی (دختر سلطان طغرل) کو شہر خوئی بطور جاگیر مرحمت فرما کر اس سے نکاح کر لیا۔ اس وقت چونکہ سلطان جنگی اور انتظامی مہمات ملکی میں مصروف تھا اپنی اس نئی بیگم کو خوئی میں چھوڑ گیا۔ اس وجہ سے بیگم سلطان کا تمام اعزاز و اقتدار موقوف ہو گیا۔

نسائی کاتب نے لکھا ہے کہ سلطان نے اس کی جاگیر میں شہر سلماس اور آرمینیہ کا مزید اضافہ فرما کر اپنے ایک معتمد علیہ امیر کو بغرض انتظام جاگیر مامور کیا۔ یہ بات بیگم صاحبہ کو بری لگی' ادھر وزیر السلطنت نے بیگم کو دھوکے میں ڈال دیا۔ ادھر خفیہ طور پر سلطان کو لکھ بھیجا کہ بیگم صاحبہ اتابک ازبک سے ساز باز رکھتی ہیں اور باہم سلسلہ خط و کتابت جاری ہے' اس کے بعد سلطان کے حکم سے وزیر السلطنت خوئی پہنچا اور بیگم صاحبہ کے محل سرا میں قیام پذیر ہوا۔ جو کچھ مال و اسباب تھا ضبط کر لیا۔ بیگم صاحبہ ان دنوں قلعہ طلم میں مقیم تھیں' وزیر السلطنت نے جواب دیا "آپ کی کوئی درخواست منظور نہیں کی جائے گی۔ خیر اسی میں ہے کہ آپ بلا کسی شرط قلعہ سے دستبردار ہو جائیں۔"

سلطان اور اس کے لشکر کے ظلم و ستم سے چونکہ اہل خوئی تنگ آ گئے تھے اس وجہ سے بیگم صاحبہ نے بہ اتفاق اہل خوئی' حسام الدین حاجب کو جو کہ اشرف بن عادل بن ایوب کا خلاط میں گورنر تھا' خوئی پر قبضہ کرنے کے لیے بلا بھیجا چنانچہ حسام الدین نے جن دنوں سلطان جلال الدین عراق میں تھا۔ خوئی پر پہنچ کر خوئی اور اس کے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا اب ان کے دیکھا دیکھی اہل نقچوان نے بھی حسام الدین سے خط و کتابت کر کے شہر حوالہ کر دیا۔ حسام الدین خلاط واپس آیا اور بیگم صاحبہ جلال الدین کو اپنے ہمراہ خلاط لے آیا۔

مسلمانوں کی شکست

جب سلطان جلال الدین کو یہ خبر ملی کہ تاتاری اپنے شہروں سے نکل کر ماوراء النہر اور عراق کی جانب پیش قدمی کر رہے ہیں[1] فوراً روک تھام کی غرض سے تیاری کر کے تبریز کوچ کر دیا۔ چار ہزار سواروں کو رے اور دامغان کی طرف تاتاری لٹیروں کی اطلاع لانے کے لیے بھیجا واپس ہو کر ان لوگوں نے بتایا کہ تاتاری طوفان کی طرح اصفہان پہنچ گئے ہیں۔ افواج اسلامی سے مر جانے اور مارنے کا حلف لیا۔ قاضی کو حکم دیا کہ عامتہ المسلمین کو جہاد پر آمادہ کر کے اصفہان روانہ کرو' اتنے میں اطلاع ملی کہ تاتاریوں کا ایک لشکر رے کو تباہ کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ سلطان جلال الدین نے ایک فوج مقابلہ پر بھیج دی' جس نے تاتاری لشکر کو شکست دی اور کامیاب ہوا۔ اس کے بعد ماہ رمضان ۶۲۵ھ میں تاتاریوں کے اصفہان پہنچنے کے چوتھے روز دونوں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ سلطان جلال الدین کے بھائی (غیاث الدین) اور جہاں بہلوان کجی نے بدعہدی کی اور ایک لشکر لے کر علیحدہ ہو گئے۔ اس کے باوجود تاتاریوں کا میسرہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ سلطان نے تعاقب کیا۔ تاتاریوں نے چند مقامات پر تھوڑی تھوڑی فوج کمین گاہ میں بٹھا دی تھی چنانچہ اس نے سلطانی لشکر کے گزر جانے کے بعد کمین گاہ سے حملہ کیا۔ لشکر اسلام نے بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا۔ سرداران لشکر کا ایک گروہ مارا گیا۔ کچھ گرفتار ہو گئے۔ جن میں علاء الدین والئی یزد بھی شامل تھا۔ سلطان جلال الدین نے انتہائی دلیری سے حملہ کیا۔ تاتاری کائی کی طرح پھٹ گئے اور اپنے لشکر گاہ کی راہ لی۔ سلطان گرفتاری سے بال بال بچ گیا۔ لشکر اسلام شکست کھا کر فارس و کرمان پہنچا۔ میمنہ لوٹ کر قاشان آیا۔ سلطان کو صحیح و سلامت پایا۔ شکست کے بعد سلطان نے قاشان کی طرف روانگی اختیار کی۔

اصفہان کا محاصرہ

اصفہان میں ان دنوں امیر طاقاستی موجود تھا۔ اہل اصفہان نے اس کے ہاتھ پر امارت کی بیعت کا ارادہ کیا۔ اتنے میں سلطان پہنچ گیا۔ رک گئے۔ سارا لشکر سلطان کے ساتھ ہو گیا۔ تاتاری لٹیروں نے شکست کے بعد اصفہان کا محاصرہ کر لیا تھا۔ جس وقت سلطان کا لشکر اصفہان

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

پہنچا اہل اصفہان بھی سلطان کے ساتھ ہو کر میدان میں نکل آئے تاتاریوں سے نبرد آزما ہوئے اور انہیں شکست دی۔ سلطان رے تک تعاقب کرتا چلا گیا۔ جب وہ ہاتھ نہ آئے تو شکست خوردہ تاتاریوں کے تعاقب میں ایک لشکر خراسان کی جانب بھیج دیا۔

ابن اثیر کا بیان ہے کہ بلاد فارس کا حاکم ابن اتابک سعد تھا۔ اپنے والد کے بعد فارس کا حکمران ہوا۔ سلطان کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھا۔ تاتاریوں کو پہلے شکست ہوئی۔ والئ فارس ان کے تعاقب میں دور تک چلا گیا۔ جب واپس ہوا تو سلطان جلال الدین کو اس کے بھائی غیاث الدین اور بعض سرداران لشکر کی غداری اور تعاقب کی وجہ سے شکست ہو چکی تھی؛ شکست کے بعد سلطان شیرم واپس آیا۔ کچھ مدت قیام پذیر رہا۔ اس کے بعد اصفہان کی جانب واپسی اختیار کی۔

غیاث الدین کی ناراضگی

سلطان جلال الدین اور اس کے بھائی غیاث الدین میں ناراضگی کا آغاز اس وقت سے ہوا کہ جب حسن بن حرمیل گورنر سلاطین غوریہ کو خوارزم شاہ محمد بن تکش کے لشکر نے قتل کر دیا تھا اور اس کے وزیر السلطنت کا جو کسی قلعہ میں قلعہ نشین ہو گیا تھا۔ محاصرہ کر لیا تھا یہاں تک کہ بزور شمشیر قلعہ فتح کیا اور وزیر کو مار ڈالا۔ ابے محمد بن حسن بن حرمیل ہندوستان کی جانب چلا گیا۔

سلطان جلال الدین جب تاتاریوں سے جنگ کی غرض سے اصفہان گیا تو غیاث الدین کے چند غلام سلطان سے باغی ہو کر نصرت الدین بن حرمیل کے پاس چلے گئے۔ غیاث الدین نے انہیں نصرت الدین کی اجازت سے خفیہ طور پر اپنے گھر بلا لیا۔ ان لوگوں نے جلال الدین کی جانب سے غیاث الدین کے کان بھر دیئے۔ جا و بے جا شکایتیں کیں جس سے غیاث الدین کے سینہ میں اپنے بھائی جلال الدین کی جانب سے بغض پیدا ہو گیا۔ جس وقت تاتاریوں سے مقابلہ ہوا' اپنے بھائی سے علیحدہ ہو کر خوزستان چلا گیا۔

خوزستان پہنچ کر غیاث الدین نے دربار خلافت میں درخواست بھیجی۔ امداد کا طلب گار ہوا۔ تیس ہزار دینار دربار خلافت میں روانہ کیے۔ غیاث الدین خراسان سے قلعہ موت چلا گیا جہاں علاء الدین فرقہ اسماعیلیہ کا شیخ رہائش پذیر تھا۔

قلعہ موت کا محاصرہ

جنگ تاتار سے فراغت پا کر جب سلطان رے کی طرف واپس ہوا۔ قلعہ موت کو فتح کرنے کے لیے محاصرہ کیا۔ علاء الدین نے سلطان سے غیاث الدین کو امان دینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ سلطان نے امان دے دی اور ایک اپنے معتمد امیر کو غیاث الدین کے لانے کے لیے بھیجا۔ غیاث الدین نے حاضری سے انکار کیا اور قلعہ چھوڑ دیا' نواح ہمدان میں شاہی لشکر سے جھڑپ ہو گئی۔ معمولی سی لڑائی کے بعد شاہی لشکر نے غیاث الدین کے ساتھیوں میں سے ایک جماعت کو گرفتار کر لیا' غیاث الدین کسی طرح بچ بچا کر براق حاجب کے پاس کرمان پہنچا اور اس کی والدہ سے براق کی مرضی کے خلاف نکاح کر لیا۔

غیاث الدین کا انجام

کچھ روز کے بعد کسی نے براق حاجب سے یہ کہہ دیا کہ "تمہاری ماں تمہیں زہر دینے کی فکر میں ہے۔" براق حاجب نے ذرا بھی تفتیش نہ کی اور اسے مار ڈالا۔ اس کے ساتھ ہی جہاں پہلوان بچی کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا اور غیاث الدین کو ایک قلعہ میں قید کر دیا چند روز بعد قید کی حالت میں قتل کر ڈالا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ غیاث الدین قید سے نکل کر اصفہان پہنچا تھا اور سلطان جلال الدین کے حکم سے مارا گیا تھا۔ نسائی کا کہنا ہے کہ میں نے براق کا ایک خط دیکھا ہے جو اس نے وزیر السلطنت شرف الملک اور سلطان جلال الدین کی خدمت میں بمقام تبریز روانہ کیا تھا۔ براق نے اس میں اپنی خدمات کو بیان کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ میں نے ایک بہت بڑی خدمت سلطان کی یہ انجام دی ہے جس کا کوئی معاوضہ نہیں ہو سکتا کہ سلطان کے دشمن ترین شخص (غیاث الدین) کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

باغیوں کی سرکوبی

سلطان جلال الدین جب وزیر السلطنت شرف الملک کے ہمراہ ہمدان پہنچا تو یہ اطلاع ملی کہ امراء بہلوانیہ تبریز کے باہر جمع ہو رہے ہیں اور حکومت کے خلاف بغاوت کرنا چاہتے ہیں۔ خاموش بن اتابک ازبک بھی قلعہ قوطور سے فوج لے کر آ گیا ہے اور امراء بہلوانیہ کا ہم خیال ہو گیا ہے۔ سلطان نے لشکر کو تبریز کی جانب واپسی کا حکم دیا۔ وزیر السلطنت شرف الملک کو بطور مقدمتہ الجیش آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ تبریز کے نزدیک باغیان امراء بہلوانیہ سے مقابلہ ہوا۔ وزیر السلطنت نے انہیں شکست دی اور جن سرداروں نے فساد اور بغاوت کی آگ بھڑکائی تھی انہیں گرفتار کر لیا۔ اور کامیابی کے ساتھ شہر تبریز میں داخل ہوا' قاضی کو برطرف اور بہت سے دیگر سرداروں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ طغرائی کے بھانجے قوام الدین حرادی سے زر کثیر جرمانہ وصول کیا۔ اس کے بعد سلطان جلال الدین تاتاریوں سے جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ وزیر السلطنت نے مقبوضہ علاقہ میں نائب سلطان کی حیثیت سے قیام کیا۔

وزیر السلطنت کی روانگی

اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ حسام الدین گورنر خلاط نے آذربائیجان پر حملہ کیا اور کامیاب ہو کر بیگم سلطان جلال الدین کو لے کر خلاط واپس گیا۔ وزیر السلطنت کو اس سے بہت صدمہ ہوا۔ بلاد اران سے موقان کی جانب روانہ ہوا۔ ترکمان کو ایک وقت مقررہ پر جمع ہونے کا حکم صادر کیا' گورنروں کو پیشگی خراج وصول کرنے کی غرض سے صوبجات کی جانب روانہ کیا۔ شروان شاہ سے پچاس ہزار دینار طلب کیے۔ شروان شاہ نے دینے میں تامل کیا۔ وزیر السلطنت نے اس کے ملک پر حملہ کر دیا' مگر کچھ ہاتھ نہ لگا' ناکام آذربائیجان واپسی اختیار کی۔

اتابک بہلوان کی بیٹی (بیگم سلطان) نقجوان میں تھی' اید غمش اس سے علیحدہ ہو کر وزیر السلطنت کے پاس چلا آیا اور اسے نقجوان پر قبضہ کرنے کی طمع دلائی۔ وزیر السلطنت بیگم سلطان کو دھوکہ دینے کی غرض سے نقجوان روانہ ہوا۔ بیگم نے وزیر السلطنت کو داخل ہونے سے روک دیا۔ مرج میں خیمہ ڈال دیا مگر اس ممانعت کے باوجود بیگم وزیر السلطنت کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آئی۔

حورس پر چڑھائی

وزیر السلطنت نے اس کے بعد حورس کی جانب پیش قدمی کی۔ یہ صوبہ ازبک کے زمانہ حکومت سے اشرف والئ خلاط کے قبضہ میں تھا۔ لشکریوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔ زبردستی رعایا کا مال چھیننے لگے۔ وزیر السلطنت نے لشکریوں کی حمایت کی۔ رعایا ناراض ہو گئی۔ اتنے میں والئ خلاط کا حاجب فوجیں لے کر آ گیا اور وزیر السلطنت انتہائی بے سرو سامانی سے سامان چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ یہ واقعہ ۶۲۴ھ میں پیش آیا۔

حاجب کے ہمراہ فخر الدین سام والئ حلب اور حسام الدین خضر والئ تبریز بھی تھا اور وزیر ... [1] اس کے زمانہ غیر حاضری میں ظاہر ہوا۔ وزیر اران بھاگ گیا اور حاجب اس کے تعاقب میں کچھ دور تک گیا پھر تبریز واپس ہوا۔ خوئی ہو کر گذرا۔ خوئی میں لوٹ مار کی۔ نقجوان کی جانب بڑھا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد تبریز پر بھی بزور شمشیر قبضہ کر لیا۔

خوئی کی فتح

اس کے بعد وزیر السلطنت تبریز میں ٹھہرا۔ اتابک ازبک اس وقت تبریز ہی میں تھا۔ اتنے میں یہ اطلاع ملی کہ سلطان شکست کھا کر اصفہان کی جانب واپس آ رہا ہے۔ وزیر السلطنت تبریز اور آذربائیجان کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں سلطانی امراء ملے جنہیں سلطان نے وزیر کی کمک پر بھیجا تھا۔ سلطان نے وزیر کو محاصرہ خوئی کا حکم دیا۔ اس وقت خوئی میں حاجب حسام الدین والئ خلاط کا نائب بدر الدین سرہنگ اور حاجب حسام الدین علی منوچہر موجود تھے وزیر نے مطلقاً خوئی کا ارادہ ترک کر کے ترکری پر جا کر محاصرہ کیا۔ دونوں حریفوں نے ترکری کے باہر ایک میدان میں فوجیں آراستہ کیں' گھمسان کی جنگ کے بعد حاجب کو شکست ہوئی۔ ترکری میں داخل ہو کر قلعہ بندی کر لی۔ وزیر نے چاروں جانب سے گھیر لیا۔ حاجب نے صلح کا پیغام بھیجا۔ وزیر نے انکاری جواب دیا۔ شاہی امراء جو اس کے ساتھ اس مہم میں شریک تھے وہ

[1] اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے۔

اپنی فوجوں کے ساتھ آذربائیجان واپس آئے۔ وزیر نے ترکری کا محاصرہ اٹھا لیا۔ خوئی کی جانب روانہ ہوا۔ ابن سرہنگ خوئی خالی کر کے قلعہ قوطور چلا آیا تھا۔ اس کے بعد سلطان سے امان لے لی۔

بغیر مقابلہ کیے وزیر خوئی میں داخل ہوا۔ اہل خوئی سے تاوان اور جرمانہ وصول کیا خوئی سے فارغ ہو کر ترمذ اور نقچوان پر چڑھائی کی۔ ترمذ اور نقچوان والوں پر بھی وہی مظالم کیے جو اہل خوئی کے ساتھ کیے گئے تھے۔ خوئی فتح ہونے سے حاجب والئی خلاط کی حکومت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

وزیر السلطنت کی کامیابی

سلطان جلال الدین جب اپنے وزیر السلطنت کو بطور نائب السلطنت اپنے مقبوضہ ممالک میں چھوڑ کر تاتاریوں سے جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ اسی وقت سے وزیر السلطنت نے اپنی ساری توجہ اور ساری قوت ممالک مقبوضہ سلطان کے نظم و نسق کی درستگی والئی خلاط کی مدافعت آذربائیجان اور اران کے شہر کو واپس لینے اور باغی قلعوں کے فتح کرنے کی طرف مبذول کر دی۔

والئی خلاط حاجب حسام الدین اور وزیر السلطنت میں جو واقعات پیش آئے، اسے ہم نے بیان کر دیا ہے۔ ان واقعات کے دوران وزیر السلطنت باغی قلعوں کے والیوں سے سازش کرتا رہا۔ وقتاً فوقتاً نقد و جنس بھی دیتا رہا۔ اکثر خلعتیں بھی دیں۔ چند روز بعد بہت سوں نے وزیر السلطنت کی اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد امراء بہلوانیہ میں سے ناصر الدین کو گرفتار کر لیا۔ یہ ایک عرصہ سے نصرت الدین محمد بن سبکتگین کے پاس قیام پذیر تھا۔ وزیر السلطنت نے ایک کثیر رقم کا مطالبہ کیا اور جب وہ ادا نہ کر سکا تو اس کے نائب سے وہ قلعہ جو اس کے قبضہ میں تھا چھین لیا۔ اس کے بعد آقسنقر اتابکی (سلطان کا گورنر گنجہ) فوت ہو گیا۔ وزیر السلطنت نے حملہ کر دیا اور اس کے نائب شمس الدین کو شاسف سے خزانہ کا مطالبہ کیا اور جب اس نے نہ دیا تو قلعہ ہردوجار مرو (صوبہ اران) پر قبضہ کر لیا۔

سلطان خاموش کی بیوی کا قلعہ زونین پر قبضہ تھا۔ وزیر السلطنت نے فوجیں تیار کر کے حملہ کیا ایک عرصہ تک محاصرہ کیے رہا۔ بیگم نے نکاح کا پیغام دیا۔ وزیر السلطنت نے صاف جواب دے دیا جب سلطان عراق سے واپس ہوا تو وزیر السلطنت نے بیگم سے نکاح کر لیا اور اپنے خادم سعد الدین کو قلعہ کا حاکم مامور کیا۔ سعد الدین بیگم کے ساتھ انتہائی بداخلاقی کے ساتھ پیش آیا اس کا مال و اسباب ضبط کر لیا۔ رعایا کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی متفق ہو کر سعد الدین کو نکال دیا اور بغاوت پر تیار ہو گئے۔

جس وقت وزیر السلطنت کو حاجب نائب خلاط کی جنگ سے فرصت ملی تو اران کا رخ کیا۔ خراج وصول کیا۔ فوجیں اکٹھی کیں اور سامان جمع کر کے قلعہ مروانقین کو فتح کرنے کے لیے پیش قدمی کی۔ قلعہ مروانقیں وزیر برکت الدین کے داماد کا تھا۔ اس نے چار ہزار دینار پیش کیے۔ وزیر السلطنت خوش ہو گیا، قلعہ مروانقیں کو چھوڑ کر قلعہ حاجین پر حملہ کر دیا۔ قلعہ حاجین' جلال الدولہ بھانجہ ابوانی امیر کرج کے قبضہ میں تھا۔ اس نے بھی قلعہ کا قبضہ نہ دیا اور بیس ہزار دینار اور سات سو مسلمان قیدی دے کر مصالحت کر لی۔ ان واقعات کے بعد امراء بہلوانیہ کی بغاوت کا واقعہ پیش آیا جسے وزیر السلطنت نے بڑی خوش اسلوبی سے فوجیں روانہ کر کے ختم کر دیا۔

امیر مقدی کی سازباز

آذربائیجان میں چونکہ اتابک ازبک کے بعض غلاموں نے جس وقت کہ تاتاریوں کے مقابلہ میں سلطان کو شکست ہوئی تھی، خوارزم پر حملہ کیا تھا اور بڑی بے رحمی سے خوارزمیوں کو قتل کیا تھا لہٰذا جب سلطان جلال الدین نے آذربائیجان پر قبضہ حاصل کیا تو بہلوانیہ حکومت کے آثار کو ملیا میٹ کر دیا۔ امیر مقدی اشرف بن عادل بن ایوب والئی شام کے پاس چلا گیا اور وہیں قیام پذیر رہا۔ جب اسے یہ اطلاع ملی کہ وزیر السلطنت شرف الملک کو حسام الدین گورنر اشرف کے حاجب نے بمقام خلاط شکست دے دی تو اتابکیوں کے ساتھ رہنے کی غرض سے شام سے آذربائیجان کی راہ لی۔ خوئی ہو کر گزرا ان دنوں حاجب خوئی میں تھا، تعاقب کیا۔ امیر مقدی نہر عبور کر کے بلاد قبار میں داخل ہوا۔ بلاد قبار میں چند قلعے تھے جس پر باغیان سلطنت اور مخالفین حکومت کا قبضہ تھا۔ امیر مقدی نے ان لوگوں سے خط و کتابت شروع کی۔ اتابکی حکومت کی تبلیغ کرنے لگا اور خاموش بن ازبک کی امارت کے لیے ابھارنے لگا کہ قلعہ قوطور سے بلا کر اسے اپنا امیر بنا لو۔ وزیر السلطنت کو اس کی اطلاع ملی تو بڑا دکھ ہوا۔ اس کے بعد ہی سلطان جلال الدین کی شکست کی اطلاع بھی مل گئی جس سے صدمہ میں مزید اضافہ ہو گیا۔

اطاعت پر رضامندی

امیر مقدی کو جب بلاد قبار میں اپنے مقاصد میں کامیابی نہ ہوئی تو نصرت الدین محمد بن سبکتگین کے پاس چلا گیا اور یہی سازباز کی۔ نصرت الدین نے بظاہر اچھا سلوک کیا مگر خفیہ طور پر وزیر السلطنت کو اس سے آگاہ کر دیا۔ وزیر السلطنت نے لکھا جیسے بھی ممکن ہو امیر مقدی کو ہاتھ سے جانے نہ دیجئے' سلطان کی اطاعت پر راضی کر لیجئے اور جس قسم کا وہ اطمینان کرنا چاہے' کر دیجئے'' نصرت الدین نے بڑی خوش اسلوبی سے اس خدمت کو انجام دیا' امیر مقدی کو اپنے ہمراہ لیے وزیر السلطنت کے پاس پہنچا۔ وزیر السلطنت نے امیر مقدی اور اس کے تمام ساتھیوں کو انعامات اور خلعت دیئے اور خوارزمیوں کی قتل و غارت گری سے درگزر کرنے کا وعدہ لیا' قسم کھائی' اتنے میں سلطان جلال الدین کی اصفہان سے واپسی کی اطلاع ملی۔ وزیر السلطنت حاضر ہونے کی غرض سے روانہ ہوا امیر مقدی اور نصرت الدین محمد بھی ہمراہ ہو گئے' سلطان نے ان دونوں کی بڑی عزت کی اور گرم جوشی سے ملا۔

صفی الدین پر عنایت

وزیر صفی الدین محمد طغرائی خراسان کے علاقہ کلاجرد کا رہنے والا تھا' اس کا والد اس علاقہ کا زمیندار تھا۔ انتہائی سلیقہ مند اور بہت خوش خط تھا۔ سلطان کی خدمت میں زمانہ قیام ہندوستان میں حاضر ہوا' وزیر السلطنت شرف الملک کے دربار میں ملازمت کی' جب شاہی لشکر ہندوستان سے عراق کی طرف واپس ہوا تو صفی الدین کو طغرائی کی خدمت مرحمت کی گئی۔ جب سلطان نے تفلیس کو کرج سے چھین لیا اور آقسنقر (مملوک اتابک ازبک) کو تفلیس کی حکومت پر مامور فرمایا تو صفی الدین طغرائی کو اس کی وزارت کا عہدہ مرحمت کیا۔ چند دن بعد کرج نے تفلیس کا محاصرہ کیا اور واپس لینے کی کوشش کی' آقسنقر گورنر تفلیس شہر چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ صفی الدین طغرائی نے بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا۔ کرج کو شکست دی جس سے وہ ناکام واپس گئے۔ اس سے سلطان کی آنکھوں میں اس کی عزت بڑھ ہو گئی۔ خوش ہو کر خراسان کی وزارت سے نوازا۔

صفی الدین پر عتاب و رہائی

چنانچہ ایک برس تک خراسان کے عہدہ وزارت کو انتہائی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اس کے بعد اہل خراسان کو شکایتیں پیدا ہوئیں۔ اتنے میں سلطان کا لشکر رے میں داخل ہوا۔ اہل خراسان نے حاضر ہو کر بہت شکایتیں کیں جس کی وجہ سے عتاب شاہی میں آ گیا' مال اسباب ضبط کر لیا گیا۔ اس کے خادموں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ گھوڑوں کے شاہی اصطبل میں لے جا کر باندھ دیا جن کی تعداد تین سو تھی۔ اتفاق سے اس کے خادموں میں صرف ایک شخص علی کرمانی کسی طرح بچ کر ایک قلعہ میں جا کر قلعہ نشین ہو گیا جس پر یہ پہلے سے قابض تھا۔

خراسان کی وزارت پر اس کی جگہ سلطان نے تاج الدین بلخی کو مامور کیا اور اسے نئے وزیر کی نگرانی میں قید کر دیا تاکہ نیا وزیر زبردستی جو کچھ بھی اس کے پاس مال و دولت موجود ہو وصول کرے اور اس کے خادم سے قلعہ لے لے۔ نئے وزیر کو اس سے پرانی عداوت تھی زبردست تشدد کیا لیکن اس کو ذرا بھی کامیابی نہ ہوئی۔

صفی الدین کی گرفتاری کے بعد اس کا خزانچی حاضر کیا گیا۔ سلطان نے جواہرات اور اس مال کو پیش کرنے کا حکم دیا جو وزیر کی خدمت میں بطور نذر پیش کیے گئے تھے۔ خزانچی نے یہ خیال کر کے صفی الدین کو سزائے موت دے دی گئی ہے' چار ہزار دینار اور ستر نگینے یاقوت سرخ اور زمرد آب دار کے پیش کر دیئے۔

صفی الدین نے اس کے بعد ارکین سلطنت سے خط و کتابت شروع کی' نقد و جنس دینے کا وعدہ کیا' ارکین سلطنت نے سلطان سے صفی الدین کی سفارش کی اور منت کر کے اسے قید سے رہا کرایا۔ سلطان نے اپنے ہاتھ سے اس کی رہائی کا فرمان تحریر فرمایا۔ صفی الدین قید سے رہا ہو کر دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ سلطان نے سارا مال و اسباب واپس کر دیا۔ جواہرات اپنے پاس رکھے۔

سلطان نے نساء کی وزارت پر محمد بن مودود نسوی کو مامور کیا۔ یہ خاندان ریاست سے تھا۔ گردش زمانہ سے غزنی پہنچا۔ جب سلطان ہندوستان سے واپس ہوا۔ شرف الملک کے دل میں رشک و حسد پیدا ہوا۔

ضیاء الدین کی برطرفی

والئی نساء نصرت الدین محمد بن حمزہ کی جانب سے جب احمد بن محمد منشی کاتب سلطان کی خدمت میں قاصد ہو کر حاضر ہوا جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے تو سلطان نے اسے دفتر انشاء کا میر منشی مقرر کیا۔ ضیاء الدین حسد سے جل کر سیاہ ہو گیا۔ سلطان سے نساء کی وزارت کی درخواست کی' سلطان نے نساء کا قلمدان وزارت حوالہ کر دیا اور تنخواہ وزارت کے علاوہ دس ہزار دینار سالانہ بطور وظیفہ عنایت کرنے کا حکم صادر کیا۔ ضیاء الدین شاہی دربار میں عبدالملک نیشاپوری کو اپنا نائب مامور کر کے نساء چلا گیا۔ شامت آئی سالانہ خراج خزانہ شاہی میں بھیجنا بند کر دیا۔ سلطان نے برطرف کر کے احمد بن محمد منشی کاتب کو مامور کیا۔ لگائی بجھائی کرنے والوں نے خوب کان بھرے۔ بے شمار شکایتیں پیش ہوئیں۔ سلطان نے نساء سے نکال دیا اور اسی حالت میں فوت ہو گیا۔

خلخال پر قبضہ

اتا بکیہ ازبک کے خادموں میں ایک خادم بلبان تھا جس وقت تاتاری فتنہ ظاہر ہوا اور خراسان شاہی حکمرانوں سے خالی ہو گیا اور سلطان جلال الدین آذربائیجان پر قابض ہوا اس وقت بلبان کو موقع مل گیا۔ شہر خلخال چلا گیا اس پر اور اس کے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ چونکہ سلطان مہم عراق اور والئی خلاط کی لڑائیوں میں مشغول تھا، بلبان کی جانب توجہ نہ کر سکا۔ جب لشکر اسلام جنگ تاتار سے واپس ہوا تو قلعہ فیروز آباد میں بلبان کا محاصرہ کر لیا۔ بلبان نے زچ ہو کر امان کی درخواست کی۔ سلطان نے امان دی اور فیروز آباد پر قبضہ کر کے حسام الدین بکتاش (سعد اتابک والئی فارس کے غلام) کو مامور کر دیا۔

عز الدین کا انجام

سلطان نے اس کے بعد سامان و اسباب کو موقان میں چھوڑ کر خلاط کا رخ کیا مگر برف و سردی نے ارجیش سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ سلطان نے ارجیش کے بعض قلعے فتح کر لیے' عز الدین خلخالی اس وقت ارجیش کے نزدیک کفر طاب میں موجود تھا یہ خبریں سن کر خلاط چلا گیا۔ حاجب نے اسے ساز و سامان اور فوجیں دے کر سلطنت کے خلاف بغاوت اور فساد پھیلانے کی غرض سے آذربائیجان بھیجا مگر حاجب کا یہ مقصد پورا نہ ہوا۔ عز الدین خلخالی ناکام ہو کر کوہ زنجان چلا گیا اور رہزنی کرنے لگا۔ سلطان نے اسے خط لکھا اور اصفہان میں قیام کرنے کی شرط پر امان دینے کا وعدہ کیا۔ ابھی کوئی معاملہ طے نہ پایا تھا کہ گورنر اصفہان نے اس کا سر اتار کر سلطان کی خدمت میں روانہ کر دیا۔

کفر طاب سے سلطان نے واپسی کی' خرت برت کو ایسا برباد کیا کہ نام کو آبادی باقی نہ چھوڑی۔ اسی دوران جب کہ ۶۲۳ھ کا نصف گزر چکا تھا خلیفہ ظاہر عباسی بغدادی کے انتقال اور اس کے بیٹے المستنصر باللہ عباسی بغدادی کی خلافت کی اطلاع ملی دربار خلافت سے بیعت لینے کا فرمان جاری ہوا۔ خلعت آیا۔ واللہ ولی التوفیق لا ریب غیرہ۔

وزیر سے ناراضگی

سلطان کا لشکر جب موقان کی جانب واپس ہوا اور سلطان نے خوئی میں قیام اختیار کیا۔ اہل خوئی کا ایک وفد دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ وزیر السلطنت شرف الملک کی زیادتیوں' مظالم اور بکثرت تاوان وصول کرنے کی شکایت کی اور یہ بھی بیان کیا کہ باوجودیکہ ملکہ سلطانہ بنت طغرل ان الزامات سے بری تھی جو اس پر لگائے گئے تھے مگر وزیر نے پھر بھی اس کا مال و اسباب ضبط کر لیا ہے۔

خوئی سے روانہ ہو کر سلطان لشکر تبریز پہنچا۔ اہل تبریز نے اس سے زیادہ شکایات پیش کیں جس قدر اہل خوئی نے کی تھیں' فرح کورنان کے رئیس نے بھی دربار شاہی میں باریاب ہو کر وزیر کی شکایت کی کہ میں باوجودیکہ وزارت پناہ کی خدمت میں نیازمندانہ حاضر ہوا تھا مگر وزیر السلطنت نے میرے دو خادموں سے ایک ہزار دینار تاوان وصول کیا ہے۔ سلطان نے بہ نظر کرم ایک ہزار دینار واپس کر دیے اور اہل شہر کو تین سال کا خراج (مال گزاری) معاف کر دیا۔ اس کے بعد وزیر السلطنت کے خلاف شکایات کے ڈھیر لگ گئے' سلطان کی غیر موجودگی کے زمانے میں وزیر السلطنت نے بڑی نمایاں خدمتیں انجام دی تھیں۔ فرقہ اسماعیلیہ کے خاتمہ میں بہت بڑا حصہ لیا تھا ان کے مال و اسباب ضبط کر لیا تھا۔ جب سلطان آذربائیجان کی طرف واپس ہوا تو علاء الدین بادشاہ فرقہ اسماعیلیہ کا قاصد دربار شاہی میں حاضر ہوا اور یہ ظاہر کیا

"وزیر السلطنت نے بدعہدی کی اور ہمارا مال و اسباب ضبط کر لیا ہے۔" وزیر السلطنت کے خلاف تو پہلے ہی بہت شکایات تھیں۔ اس شکایت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ سلطان وزیر السلطنت سے ناراض ہو گیا۔ اسی وقت دو سرداروں کو متعین کر کے حکم دیا کہ جس قدر وزیر نے فرقہ اسماعیلیہ کا مال و اسباب اور زر نقد ضبط کیا ہے واپس دے دو۔ (کہا جاتا ہے کہ تیس ہزار دینار نقد اور دس راس گھوڑے تھے) اور وزیر السلطنت سے خط و کتابت اور گفتگو ترک کر دی' دربار میں حاضری کی ممانعت ہو گئی' وزیر السلطنت جو عرض داشت بھیجتا تھا' کوئی جواب نہیں دیا جاتا تھا۔چند روز بعد تبریز میں رسد کی کمی محسوس ہوئی۔ سلطان نے حکم دیا کہ وزیر السلطنت کے مقبوضات کو ضبط کر کے رسد و غلہ کا انتظام کیا جائے۔ اس کے بعد سلطان تبریز سے موقان کی طرف چلا۔ موقان میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔ محض عشر خاص ہی لیا۔عراق کا عشر ستر ہزار دینار سالانہ ہوتا تھا۔ واللہ اعلم۔

قفجاق کی سلطان سے دوستی

قفجاق کو شروع ہی سے سلطان اور اس کی قوم سے محبت اور دوستی تھی۔ بظاہر اس کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ سلطان اور اس کی قوم کی شادیاں قفجاق کی لڑکیوں سے اکثر ہوتی رہتی تھیں غالباً" چنگیز خان نے اسی وجہ سے قفجاق کو بے انتہا پامال کیا تھا اور سلطان اور اس کی قوم کی دوستی ہی کی وجہ سے قفجاق کے پیچھے پڑا تھا۔ جب سلطان اصفہان سے روانہ ہوا اور تاتاریوں کی مہم درپیش ہوئی تو قبائل قفجاق سے امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ سیر جنکش قفجاق کو قبائل قفجاق کے پاس امداد کا پیام دے کر روانہ کیا۔قبائل قفجاق نے انتہائی کشادہ دلی سے لبیک کہا اور گروہ کے گروہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قفجاق کا بادشاہ کورکان بھی تین سو اپنے قرابت داروں کے ساتھ براہ دریا وزیر السلطنت کے پاس موقان پہنچا۔ موسم سرما کے ختم ہونے کے بعد سلطان کے دربار میں حاضر ہوا۔ سلطان نے خلعت فاخرہ مرحمت کیا اور یہ وعدہ فرمایا کہ دربند (باب الابواب) کے فتح ہونے پر تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے گا اور انہیں واپس جانے کا حکم مرحمت فرمایا۔

سلطان نے اس کے بعد والئی دربند کو جو کہ ایک نوعمر لڑکا اور نام کا والی تھا' بلا بھیجا۔ اس کا اتالیق اسد کے لقب سے پکارا جاتا تھا اور یہی سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ والئی دربند کسی عذر کے بغیر حاضر دربار ہو گیا مگر اسد نے مخالفت کا علم بلند کر دیا۔ سلطان نے والئی دربند کو خلعت دیا اور دربند فتح ہو جانے پر جاگیر دینے کا وعدہ کیا چنانچہ سلطان نے فوج اور سرداران لشکر کو دربند فتح کرنے کا حکم دیا۔ سرداران لشکر نے دربند پہنچ کر اسد کو گرفتار کر لیا۔ دربند کے علاقہ میں خوب تباہی پھیلائی۔ اسد کسی طرح سے ان کے قبضہ سے نکل بھاگا جس سے یہ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہ کر سکے۔

کستاسفی پر قبضہ

وزیر السلطنت کو چونکہ اپنی بعض نمایاں خدمات کی وجہ سے یہ اطمینان تھا کہ سلطان کو مجھ سے کبھی کسی قسم کی ناراضگی نہ ہو گی اس وجہ سے فوجیں تیار کر کے نہر ارش کو عبور کیا اور صوبہ کستاسفی کو شروان شاہ کے قبضہ سے نکال لیا۔ جب سلطان جلال الدین موقان واپس آیا تو اس صوبہ کو جلال الدین سلطان شاہ بن شروان شاہ کو بطور جاگیر مرحمت کیا۔

جلال الدین سلطان شاہ' کرج کے پاس قید تھا۔ اس کے والد نے اسے بچپن میں اس شرط سے کرج کے حوالے کر دیا تھا کہ بڑے ہونے پر شہزادی رسودان بنت تملاد سے اس کا نکاح کر دیا جائے گا مگر یہ باتیں صرف خوش کن تھیں جس کا خارج میں کوئی وجود نہ تھا۔ چنانچہ دامادی کے بجائے جلال الدین سلطان شاہ کو قید کی مصیبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ اتفاق سے جب سلطان نے بلاد کرج کو فتح کیا تو جلال الدین سلطان شاہ کو قید کرج سے آزادی ملی۔ سلطان نے اس کی پرورش اور تربیت کی۔ تعلیم دلائی اور واپسی موقان پر صوبہ کستاسفی بطور جاگیر مرحمت کیا۔

کرج کے ہاں والئی اردن روم کا بیٹا بھی تھا جو عیسائی ہو گیا تھا' کرج نے شاہزادی رسودان بنت تملاد سے اس کا نکاح کر دیا تھا۔ سلطان بوقت فتح بلاد کرج اسے بھی نکال لایا تھا مگر یہ پھر مرتد ہو کر کرج کے پاس چلا گیا۔ کرج نے اس کے زمانہ غیر حاضری میں رسودان شہزادی کی شادی دوسرے شخص کے ساتھ کر دی تھی۔

شروان شاہ کی حاضری

ملک اران پر قابض ہونے کے بعد سلطان ملک شاہ بن الپ ارسلان نے بلاد شروان پر غارت گری شروع کر دی۔ بلاد شروان کا بادشاہ

فریدون بن تبریز وفد کے ساتھ سلطان ملک شاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ ایک لاکھ دینار سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا۔ سلطان ملک شاہ نے غارت گری سے ہاتھ روک لیا۔ جب سلطان جلال الدین نے ۶۲۲ھ میں ملک اران پر قبضہ حاصل کیا تو بادشاہ شروان سے سالانہ خراج جو سلطان ملک شاہ کو دیتا تھا۔ طلب کیا۔ بادشاہ شروان نے ملک کی تباہی و بربادی اور کرج کے غلبہ کا عذر پیش کیا۔ سلطان نے نصف خراج معاف فرما دیا۔ جب سلطان واپس ہوا تو شروان شاہ دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ نذر گذاری۔ پانچ سو راس گھوڑے ہدیتہ" پیش کیے اس کے ساتھ ہی پچاس راس گھوڑے وزیر السلطنت کو بھی بطور تحفہ دیئے۔ وزیر السلطنت نے اس ہدیہ کو حقیر اور اپنے شان کے مطابق نہ سمجھا' سلطان سے کہہ دیا کہ "یہ انتہائی دھوکہ باز اور فریبی ہے گرفتار کر لیا جائے" سلطان نے وزیر کی کوئی بات نہ سنی' اسے انعام اور خلعت دیا اور بیس ہزار خراج معاف کر دیا۔ صرف تیس ہزار سالانہ خراج باقی رہ گیا۔ نسائی کاتب کا کہنا ہے کہ فرمان شاہی لکھنے پر مجھے ایک ہزار عنایت کیے گئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کرج سے مقابلہ

سلطان جس زمانے میں آذربائیجان سے واپس ہو کر موقان آیا تھا انہی دنوں اسلامی لشکر کو ایلک خاں کی قیادت میں بلاد کرج پر حملہ کرنے کی غرض سے بھیجا تھا چنانچہ ایلک خان نے بلاد کرج پر جہاد کیا۔ فتح یاب ہو تا بحیرہ تیاج ہو کر گزرا۔ کرج کو موقع مل گیا اچانک حملہ کر دیا۔ ایلک خان سنبھل نہ سکا۔ شکست کا سامنا ہوا۔ جنگ کے دوران اریطائی کھو گیا۔

اس واقعہ کی خبر سلطان کو ملی تو بہت صدمہ ہوا اسی وقت فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ کرج بھی مسلح ہو کر مقابلہ پر آئے۔ سلطان کے مقدمتہ الجیش نے کرج کے مقدمتہ الجیش کو شکست دی اور بہت سے قیدی گرفتار کر لیے۔ سلطان نے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور کرج کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ کوری پر پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیا اور کرج سے قیدیان بحیرہ کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ کرج نے قیدیان بحیرہ کو سلطان کی خدمت میں بھیج دیا اور اریطائی کے بارے میں یہ کہا کہ وہ آج ہی رات کو قید سے نکل کر آذربائیجان چلا گیا ہے۔ سلطان محاصرہ اٹھا کر نقچوان پہنچا

اریطائی ملا۔ سلطان نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔

سلطان کی پیش قدمی

بہران کرجی نے چونکہ نواح گنجہ پر چھاپہ مارا تھا اور اسے تاراج کیا تھا اس لیے سلطان اس کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا۔ قلعہ سکن کا محاصرہ کیا اور بزور شمشیر فتح کیا۔ قلعہ علیا اس کے بعد فتح کیا گیا۔ قلعہ کاک پر حملہ کیا اور وہ بھی فتح ہوا۔ زمانہ محاصرہ قلعہ کاک میں وزیر السلطنت کو قلعہ کورانی کے محاصرہ کی خدمت پر مامور کیا گیا۔ تین مہینہ تک محاصرہ کیے رہا۔ بالآخر اہل قلعہ نے تنگ آ کر صلح کی درخواست کی۔ سالانہ خراج ادا کرنے پر صلح ہو گئی۔ سلطانی لشکر نے خلاط کی جانب پیش قدمی کی۔

کرج کی مہم سے فارغ ہو کر سلطان نقچوان کی جانب روانہ ہوا اور اسباب و خزانہ کو براہ قافروان' خلاط جانے کا حکم دیا۔ کرج کو سلطان کے حملوں سے نجات مل گئی۔ آرام و چین سے اپنے ملک میں رہنے لگا۔ سلطان چند دن نقچوان میں خراسان و عراق کے انتظامات اور خلاط کی مہم کی تیاری کی غرض سے ٹھہرا رہا۔

نسائی کاتب کا کہنا ہے کہ زمانہ قیام نقچوان میں سلطان نے اہل خراسان اور عراق سے ایک ہزار دینار وصول کیے اس کے بعد نقچوان سے کوچ کر کے بمقام خلاط اپنی فوج سے جا کر مل گیا۔

حسام الدین علی کا خاتمہ

ملک الاشرف نے عز الدین ایبک کو حسام الدین علی بن حماد گورنر خلاط کی گرفتاری[1] کے لیے خلاط بھیجا تھا عز الدین نے اس حکم کی تعمیل کی اور اس پر مزید اضافہ یہ کہ دھوکہ سے حسام الدین کو مار ڈالا اور سلطان کی خدمت میں محض خوشنودی کے خیال سے ایک قاصد روانہ کیا۔ قاصد نے دربار شاہی میں حاضر ہو کر عز الدین کی جانب سے گذارش کی کہ "ملک الاشرف نے آپ کی حکومت کی اطاعت کا حکم دیا ہے

[1] بظاہر اس گرفتاری کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی حالانکہ حسام الدین علی نہایت مستعد' کفایت شعار اور ملک الاشرف کا خیر خواہ تھا۔ تاریخ کامل ابن اثیر

سلطان نے اس پر ذرا بھی خیال نہ کیا اور اپنا ارادہ پورا کرنے پر تیار رہا۔ اور قاصد کو یہ جواب دیا کہ عز الدین کا یہ بیان اگر درست ہے تو ملک الاشرف کے حاجب کو میرے پاس حاضر ہونا تھا۔

خلاط پر چڑھائی

اس جواب سے عز الدین ہکا بکا رہ گیا اور سلطان نے عیدالفطر ۶۲۶ھ میں خلاط کا محاصرہ کر لیا۔ رکن الدین جہاں شاہ ابن طغرل والئی ارزن روم بھی اس مہم میں سلطان کے ہمراہ تھا۔ چاروں جانب سے منجنیقیں نصب کر کے سنگ باری کا آغاز کر دیا۔ شدت محاصرہ اور روزانہ جنگ سے اہل خلاط عاجز آ گئے۔ فاقہ کشی کی نوبت پہنچ گئی۔ سواری کے گھوڑے، خچر، اونٹ، مویشی ذبح کر کے کھا لیے۔ بہت سے بھوک کی شدت سے مر گئے۔ اور بہت سے شہر چھوڑ کر ادھر ادھر بھاگ نکلے بقیہ باشندگان خلاط کے چند لوگوں نے سلطان سے اس شرط پر کہ انہیں امان دی جائے اور آذربائیجان میں جاگیریں دی جائیں، سازباز کر لی۔

سلطان نے حسب وعدہ سلماس میں چند دیگر مقامات پر ان لوگوں کو جاگیریں مرحمت کیں اور رات کے وقت اپنی فوج کے چند دستہ کو شہر پناہ کی دیوار پر بذریعہ کمند چڑھا دیا۔ محافظوں سے لڑائی شروع ہو گئی بالآخر شہر میں ہلڑ مچ گیا۔ باشندگان خلاط کو شکست ہوئی سلطانی فوج نے پکڑ دھکڑ شروع کر دی۔ شہر پر سلطان کا قبضہ ہو گیا۔ موجودہ باشندگان شہر گرفتار کر لیے گئے جس میں عیسائیوں کی بھی کافی تعداد تھی۔ اسد بن عبداللہ بھی گرفتار ہو گیا۔ عز الدین ایک قلعہ نشین ہو گیا۔ سلطان نے اسے امان دی اور قلعہ درقان میں نظر بند کر دیا۔

عز الدین ازبک کا انجام

ابن اثیر لکھتا ہے کہ حسام الدین کے خادموں سے ایک خادم، سلطان کی خدمت میں چلا آیا تھا۔ جب سلطان نے خلاط پر قبضہ حاصل کیا تو اس نے سلطان سے درخواست کی کہ میرے آقا کا بدلہ اس سے لیا جائے چنانچہ سلطان عز الدین ازبک کو خادم کے حوالہ کر دیا۔ خادم نے اسے قتل کر دیا۔ اسی ہنگامہ میں سلطان نے شہر خلاط کو تین مرتبہ تباہ کیا، والئی ارزن کو علاقہ خلاط کی تباہی پر مامور کیا۔ قمری قید سے فرار ہو گیا، اسد بن عبداللہ مہرانی نے بمقام جزیرہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ سلطان نے سرداران لشکر اور امراء سلطنت کو اس لڑائی کی خدمت کے معاوضہ میں جاگیریں عنایت کیں اور واپسی اختیار کی۔

الملک الاشرف کی روانگی

سلطان جلال الدین کے خلاط پر قابض ہونے کے بعد الملک الاشرف والئی دمشق کو ملک گیری کی طمع پیدا ہوئی، فوجیں تیار کیں اور بڑے ساز و سامان سے ۶۲۹ھ میں جزیرہ اور شام کی فوجیں لیے سلطان جلال الدین سے جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ علاء الدین اور کیقباد والئی بلاد روم سے بمقام سیراس ملاقات ہوئی۔

سلطان جلال الدین کو شکست

جہان شاہ (علاء الدین کیقباد کا چچا زاد بھائی) چونکہ ابن طغرل والئی ارزن روم سلطان جلال الدین کے پاس چلا آیا تھا اس لیے کیقباد کو پرانی عداوت کی وجہ سے جلال الدین کی جانب سے خطرہ پیدا ہوا۔ چنانچہ ملک الاشرف اور کیقباد کا مفاد ایک ہونے کے باعث سلطان جلال الدین سے جنگ کے لیے روانہ ہوئے۔ ملک الاشرف کا مقدمتہ الجیش اکراد ہنکاریہ امراء حلب کے ایک مشہور بہادر اور دلیر عز الدین عمر بن علی کی قیادت میں تھا۔ کیقباد بھی اپنی فوجیں لیے دوسری طرف موجود تھا۔ جیسے ہی دونوں فریقوں کا مقابلہ ہوا، عز الدین عمر نے سلطان کے لشکر پر حملہ کیا اور پہلی ہی جھڑپ میں سلطانی لشکر کو شکست دے دی۔ سلطان خلاط واپس آیا۔ وزیر السلطنت اس وقت بلاد کرد کا محاصرہ کیے تھا۔ اس خبر کو سن کر محاصرہ اٹھا کر سلطان کی خدمت میں باریاب ہوا اور تمام نے آذربائیجان کی طرف روانگی اختیار کی۔

اس جنگ میں رکن الدین جہاں شاہ بن طغرل گرفتار ہو گیا۔ پابہ زنجیر اپنے چچا زاد بھائی علاء الدین کیقباد کے سامنے پیش کیا گیا۔ کیقباد اسے اپنے ساتھ لے کر ارزن آیا، رکن الدین نے ارزن اور اس کے تمام مضافات کیقباد کے حوالہ کر دیئے۔ ملک الاشرف فتح یابی کے بعد خلاط گیا۔ خلاط ایک چٹیل میدان کی مانند ویران پڑا تھا، دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوا۔

آذربائیجان پہنچ کر سلطان نے شاہی لشکر کو وزیر السلطنت کے پاس چھوڑا اور خوئی میں جا کر قیام کیا اور ترکوں کی فوج شکست کے بعد موقان روانہ ہو گئی۔

مصالحت کا پیغام

اس کے بعد ملک الاشرف کا ایلچی (شمس الدین تکریتی) سلطان جلال الدین کے پاس صلح کا پیغام لایا۔ مصالحت کی گفتگو کا آغاز ہوا۔ علاء الدین کیقباد بھی اس مصالحت میں شریک کیا گیا۔ چنانچہ صلح نامہ لکھا گیا۔ دونوں میں مصالحت ہو گئی۔ سلطان نے خلاط کے ساتھ سرمن کو حسب شرائط صلح دوسرے فریق کے حوالے کر دیا۔

والئ جبل کی گرفتاری و رہائی

خلاط کے محاصرے کے دوران جو واقعات پیش آئے ان میں سے ایک یہ تھا کہ نصرت الدین اصبہبذ والئ جبل' امراء سلطان میں سے ایک امیر ارخاناتی کے ساتھ جو اس کے ساتھ کا سسرالی رشتہ دار ہوتا تھا سلطانی بارگاہ میں وفد کی صورت میں حاضر ہوا۔ سلطان نے کسی مصلحت سے اسے گرفتار کر لیا۔ جب سلطان بلاد روم سے شکست کھا کر واپس ہوا تو نصرت الدین کو قید سے رہا کر کے جاگیر مرحمت کی اور اسے اس کے ملک واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

دوسرا واقعہ

دوسرا واقعہ یہ تھا کہ سلطان کی بہن جو دوشی خاں کے نکاح میں تھی' خوارزم سے ترکمان خاتون کے حالات اپنے بھائی (سلطان) کو تحریر کیا کرتی تھی۔ محاصرہ خلاط کے دوران خاقان کے ذریعہ سے اس پر ابھارا کہ جیحوں کی دوسری جانب کے علاقے دے کر مصالحت کر لی جائے۔ سلطان نے اس بات کو منظور کیا۔

تیسرا واقعہ

تیسرا واقعہ یہ تھا کہ والئ ارزن روم رکن الدین شاہ بن طغرل جو ملک الاشرف کا مطیع تھا اور اپنے چچا زاد بھائی علاء الدین کیقباد ابن کیخسرو والئ روم سے ناراضگی کی وجہ سے سلطان سے بھی عداوت رکھتا تھا اور حاجب کا (جو ملک الاشرف کی جانب سے خلاط کا گورنر تھا) حمایتی تھا اور جس نے سلطان کے قاصد کو واپسی روم کے وقت جان سے مار دیا تھا اور سلطانی فوج کا رسد و غلہ روک دیا تھا' محاصرہ خلاط کے طول و شدت سے گھبرا کر امن کا طلب گار ہوا' بذات خود حاضر دربار ہوا۔ وزیر السلطنت اور اراکین سلطنت نے انتہائی گرم جوشی سے استقبال کیا' سلطان بڑے تپاک سے ملا۔ خلعت دیا اور اسے اس کی حکومت پر بحال و برقرار رکھا۔ جنگی ہتھیاروں کی بہم رسانی کا حکم دیا جس کی تعمیل اس نے بڑی مستعدی سے کی۔ جب ملک الاشرف سے جنگ ہوئی تو سلطان کے ساتھ شریک جنگ ہوا جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

چوتھا واقعہ

چوتھا واقعہ یہ تھا کہ سعد الدین حاجب دربار خلافت بغداد سے سلطان کے پاس فرمان خلافت لے کر حاضر ہوا۔ خلیفہ نے سلطان کو اس کے مقبوضہ ممالک میں اس کے نام کا خطبہ پڑھنے کی اجازت مرحمت کی تھی اور مظفر الدین کوکبرون والئ اربل' والئ موصل کی اولاد شہاب الدین سلیمان شاہ بادشاہ [1] اور عماد الدین بہلوان بن ہزارسپ بادشاہ جبال سے چھیڑ چھاڑ کرنے سے منع کیا تھا اور ان لوگوں کو سلطنت عباسیہ کے خیر خواہوں میں شمار کیا تھا۔ سلطان نے اس حکم پر عمل کیا۔

دربار خلافت سے خلعت و تحائف

عراق کے گورنر شرف الدین نے سلطان کے پاس پیغام بھیجا کہ بادشاہ جبال عماد الدین بن بہلوان اور بادشاہ سلیمان شاہ کی اطاعت سے عراق پر حکومت کرنے میں آسانی ہو گی ورنہ ناممکن ہے چنانچہ سلطان نے ان دونوں کے پاس ایسے شخص کو بھیجا جس نے انہیں چکنی چپڑی باتوں سے ایسا سبق پڑھایا کہ وہ اس کے قبضہ میں ہو گئے۔ اس کے بعد سلطان نے بدر الدین طولو بن آبابخ خاں حاجب کو دربار خلافت میں ...

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

ندمت کی غرض سے بھیجا۔ بدر الدین نے بڑی خوش اسلوبی سے اس خدمت کو انجام دیا اور دربار خلافت سے خلعت اور قیمتی تحائف لے کر واپسی کی۔

سلطان کے لیے دو خلعت تھے۔ ایک خلعت میں جبہ' عمامہ اور ہندی تلوار مرصع تھی۔ دوسرے خلعت میں قنبع¹ کمہ' فرجیہ' سیف (جس کا قبضہ سونے کا تھا) مرصع کاٹھی دو راس گھوڑے ساز کے ساتھ جن کی طلائی نعلین چار چار سو دینار وزن کی تھیں سونے کی ڈھال جس پر جواہرات کی انتہائی خوبصورت پچی کاری تھی اردگرد اکتالیس نگینہ یاقوت اور لعل بدخشاں کے تھے درمیان میں ایک بڑا نیشا پوری فیروزہ جڑا ہوا تھا۔ تیس راس عربی النسل گھوڑے (جن کی زین پوش کا ابرا (اوپر کا کپڑا) اطلس رومی کا تھا اور استر (اندرونی حصہ کا کپڑا) اطلس بغدادی کا تھا طلائی نعلیں ساٹھ ساٹھ دینار وزن کی لگی ہوئی تھیں۔ بیس غلام زرق برق پوشاکیں زیب تن کیے عمدہ و نفیس گھوڑوں پر سوار' دس عماریں (جن پر اطلس کے پردے پڑے ہوئے تھے) سونے کی جھولیں دس سونے کے برتن مرصع مع سرپوش ڈیڑھ سو بقچے (ہر ایک بقچہ میں دس دس تھان ریشمی پارچہ' پانچ پانچ من عنبر (سونے کے ڈبوں میں) ایک درخت عود ہندی' (جس کی لمبائی ساڑھے سات گز کی تھی) چودہ زنانے خلعت' خادمات کے لیے تین سو خلعت امراء کے لیے (ہر ایک امیر کے لیے ایک ایک قباء ایک ایک کمہ) وزیر السلطنت کے لیے سیاہ عمامہ' قبا' فرجیہ' سیف ہندی دو من عنبر' پچاس ریشمی تھان اور خچر اور دفتر والوں کے لیے ایک ایک خلعت آیا تھا۔ ہر خلعت میں جبہ' عمامہ اور بیس تھان کپڑے (جس میں اکثر اطلس رومی اور بغدادی تھا) اور بیس خچر تھے۔

خوشی کے اظہار کے لیے سلطان نے دربار عام کیا۔ ایک پر تکلف خیمہ نصب کیا گیا۔ سلطان نے خلعت زیب تن کیا۔ خلیفہ کے قاصد نے اہل خلاط کی سفارش کی۔ سلطان نے بڑی خوشی سے اسے قبول کیا۔

پانچواں واقعہ

پانچواں واقعہ یہ تھا کہ سلطان جلال الدین کی خدمت میں والئی روم نے تعلقات میں اضافے کی غرض سے ایک وفد کے ساتھ تحفہ کے طور پر تیس خچر (جن پر اطلس خطائی' فرو قندسی اور سمور کی جھولیں پڑی تھیں)، تیس غلام زرق برق پوشاکیں زیب تن کیے پورے پورے ساز سامان سے عمدہ اور نفیس گھوڑوں پر سوار' ایک سو راس عمدہ نسل کے گھوڑے اور پچاس خچر بھیجے تھے۔ جس وقت وفد اس ہدیہ کے ساتھ آذربائیجان ہو کر گزرا رکن الدین جہاں شاہ بن طغرل والئی ارزن کو لالچ پیدا ہوئی۔ (رکن الدین جہاں شاہ ان دنوں ملک الاشرف کی حکومت کا مطیع تھا) والئی روم کے ہدیہ کو ضبط کر لیا۔ مگر کسی وجہ سے چند دن کے بعد خود وفد ہو کر دربار سلطان میں حاضر ہوا اور اس ہدیہ کو پیش کر دیا جسے ضبط کیا تھا۔

چھٹا واقعہ

چھٹا واقعہ یہ تھا کہ سلطان کا بھائی غیاث الدین قلعہ موت میں علاء الدین رئیس فرقہ حشاشین کے پاس پناہ گزیں ہوا تھا اس وجہ سے سلطان کے دل میں علاء الدین کی جانب سے غبار پیدا ہو گیا تھا وزیر السلطنت نے حسب عادت موقع پا کر قزوین کے ایک بلند و بالا پہاڑ پر فرقہ حشاشین کے قلعہ پر محاصرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وزیر السلطنت کو اس مہم میں کامیابی ہوئی علاء الدین کے لشکر کے سردار کو گرفتار کر لیا اور خلاط کے محاصرے کے دوران سلطان کی خدمت میں بھیج دیا۔ سلطان نے اسے قلعہ زہاں میں قید کر دیا۔ چند مہینوں کے بعد فوت ہو گیا۔

سلطان نے اس کے بعد اپنے کاتب (سیکرٹری) محمد ابن احمد نسائی کو علاء الدین والئی قلعہ موت کے پاس روانہ کیا اور خوارزم کو حوالہ کرنے اور اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کا مطالبہ کیا۔ علاء الدین نے انکار کیا۔ سلطان نے یہ دلیل پیش کی کہ "آپ کے نام کا خطبہ پڑھا کرتے تھے' علاء الدین نے اسے منظور نہ کیا۔ اس کی جگہ ایک لاکھ سالانہ دینار دینا قبول کیا۔

شمس الدین کی لشکر کشی

سلطان نے جن دنوں ہندوستان سے عراق کے خیال سے واپسی کا ارادہ کیا تھا اس وقت ہندوستان کے ان مقامات پر جن پر سلطان

¹ قنبع ود لباس ہوتا ہے جو سب سے نیچے پہنا جائے جیسے بنیان۔ کمہ آستین دار جبہ ہوتا ہے اور فرجیہ پاجامے یا تہمد کے نیچے نیکر کی مانند پہنتے ہیں۔

حکومت کا پرچم لہرا رہا تھا جہاں بہلوان ازبک کو مقرر کر آیا تھا چنانچہ جہاں بہلوان ازبک ہندوستان کے مقبوضہ علاقہ پر حکومت کرتا رہا کچھ عرصہ بعد شمس الدین التمش والئی لاہور نے جہاں بہلوان پر چڑھائی کی' جہاں بہلوان اس سے آگاہ ہو کر پیچھے ہٹا اور مرکز حکومت کو چھوڑ کر کشمیر کی راہ لی۔ والئی کشمیر نے مقابلہ کیا اور اپنے شہروں میں داخل نہ ہونے دیا۔ سرحد کشمیر سے مار بھگایا' مجبوراً عراق کی جانب روانہ ہوا۔ اور اس کے ساتھی اس سے الگ ہو کر شمس الدین التمش کے پاس چلے گئے جن میں برلق ملقب رجاملک بھی شامل تھا۔

جہان بہلوان کا انجام

والئی عراق کے ساتھ جہان بہلوان نے خط و کتابت شروع کی' سات سو سواروں کے ساتھ ہندوستان سے واپس آنے سے آگاہ کیا۔ والئی عراق نے دس ہزار دینار خرچ کے لیے بھیج دیا اور سلطان سے اس معاملہ میں مشورہ لیا۔ سلطان نے حکم دیا کہ بیس ہزار دینار بھیج دیئے جائیں اور موسم سرما گذارنے اور آرام لینے کی غرض سے عراق میں قیام کرنے کا فرمان جاری کیا۔ اتفاق سے جس وقت سلطان بلاد روم سے واپس ہوا اور آذربائیجان کے خیال سے روانہ ہوا جہان بہلوان اور اس کے ارادوں کے درمیان میں اللہ تعالیٰ کا حکم آ کر حائل ہو گیا اسی مقام پر ۲۸ھ میں کسی نامعلوم شخص نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

خراسان کی بربادی

تاتاریوں نے جب ماوراء النہر پر قبضہ حاصل کر کے خراسان پر چڑھائی کی اس وقت بادشاہ خوارزم ان کے مقابلہ سے عاجز ہو گیا اور تاتاری خراسان کے شہروں میں داخل ہو گئے جس جانب سے گزرے وہاں قصبات اور شہروں کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ جسے جہاں پایا' لوٹ لیا اور ڈالا غرض کہ ماوراء النہر پر تاتاریوں کی حکومت قائم ہو گئی اور انہوں نے ان شہروں کی آبادی شروع کر دی۔ خوارزم کے نزدیک ایک بہت بڑا شہر خوارزم کی جگہ آباد کیا مگر خراسان ویران پڑا رہا' ملک کے چھوٹے چھوٹے رقبوں پر امراء قابض ہو گئے اور سلطان جلال الدین کی ہندوستان سے واپسی کے بعد اس کی حکومت کے مطیع ہو گئے۔ سلطان جلال الدین کی حکومت عراق' فارس' کرمان' آذربائیجان اور اران تک محدود ہو گئی۔ خراسان تاتاریوں کی غارت گری کے باعث ویران ہو گیا۔

تاتاریوں کی آذربائیجان پر چڑھائی

ہندوستان سے سلطان جلال الدین کی واپسی کے بعد تاتاریوں کا ایک گروہ مقام اصفہان پر سلطانی فوج پر حملہ آور ہوا جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے اس کے بعد سلطان جلال الدین' ملک الاشرف والئی شام اور علاء الدین کیقباد والئی روم سے ۶۲۷ھ میں جنگیں ہوئیں۔ علاء الدین سردار فرقہ اسماعیلیہ والئی قلعہ موت اور جلال الدین سے بھی چل گئی۔ جلال الدین نے اس کے ملک کو انتہائی سختی سے پامال کر کے سالانہ خراج متعین کیا۔ علاء الدین والئی قلعہ موت نے تاتاریوں کو ملا لیا اور سلطان جلال الدین کے خلاف ابھارا۔ چنانچہ ۶۲۸ھ کے آغاز میں تاتاریوں نے آذربائیجان پر حملہ کر دیا۔

اس کی اطلاع سلطان جلال الدین کو ملی تو امراء سلطنت میں سے بوغز نامی ایک امیر کو فوج کے چند دستوں کے ساتھ بطور ہراول تاتاریوں کی جاسوسی کے لیے روانہ کیا۔ تاتاریوں کے مقدمتہ الجیش سے لڑائی ہو گئی۔ بوغز کو شکست ہوئی۔ سو بوغز کے علاوہ کوئی بھی زندہ نہ بچا۔ سلطان جلال الدین کو اس واقعہ کی خبر دی گئی۔ تبریز سے موقان کی جانب کوچ کیا اور اپنے اہل و عیال کو تبریز میں وزیر السلطنت کی حفاظت میں چھوڑ آیا۔ اور یہ ہدایت کی کہ بہت جلد ان لوگوں کو کسی محفوظ قلعہ میں پہنچا دینا۔ موقان کی راہ میں اہل آذربائیجان کا ایک خط اس مضمون کا ملا کہ تاتاریوں کے مقدمتہ الجیش سے بوغز کا مقابلہ ہوا تھا' ان کی تعداد سات سو سواروں سے زیادہ نہیں ہے اور وہ خان کے میدان میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔

سلطان کی شکست اور روانگی

سلطان نے یہ سمجھ کر کے کہ تاتاریوں کی تعداد تھوڑی ہے' آگے بڑھنے کی ہمت نہ کریں گے کوچ و قیام کرتا موقان پہنچا اور خیمہ ڈال دیا۔ امیر بن بغان کو والی خراسان اور اوسان بہلوان کو والی مازندران کو فوجیں مہیا کرنے پر مقرر کر کے مختلف شہروں کی جانب روانہ کیا اور

کے مقابلے میں معروف ہو گیا' تاتاریوں کو موقع مل گیا۔ اس کے لشکر گاہ پر چھاپہ مارا۔ کیمپ کو لوٹ لیا۔ سلطان پریشانی کی حالت میں مہراوس آیا پھر یہاں سے گنجہ کی جانب روانہ ہو کر ماہان چلا گیا۔

والئی قلعہ شاہین عزالدین اگرچہ دو برس سے سلطان سے قطع تعلق کر کے قلعہ کا خود سر حاکم بنا ہوا تھا مگر ماہان میں سلطان کے پہنچنے پر خدمت میں حاضر ہوا' رسد کا معقول بندوبست کیا' تاتاریوں کے حالات سے آگاہ کرتا رہا۔ چند روز بعد سلطان کو یہ باور کرایا کہ "آخری موسم سرما میں تاتاری ارجان سے آپ پر حملہ آور ہوں گے۔ چونکہ آپ کے ساتھ کوئی فوج نہیں ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ آپ اران واپس جائیں وہاں شاہی فوجیں موجود ہیں اور تبریز میں ترکمانوں کا لشکر بکثرت قلعہ نشین ہے۔" سلطان نے یہ سن کر ایک آہ ٹھنڈی بھری اور ماہان سے روانگی اختیار کی۔

جب کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ وزیر السلطنت کو سلطان نے اپنے حرم اور خزانے کی محافظت پر تبریز میں متعین کیا تھا اور یہ ہدایت کی تھی کہ کسی محفوظ ترین قلعہ میں انہیں پہنچا دینا۔ چنانچہ وزیر السلطنت نے شروع میں امراء ترکمان باران میں سے ارسلان کبیر کے پاس جا کر قیام کیا۔ اس کے بعد اسی مقام پر ایک انتہائی مضبوط قلعہ سنگ سرخ نامی تعمیر کرا کر سلطانی خزانہ اور حرم کو ٹھہرا دیا۔

وزیر السلطنت کی خط و کتابت

سلطان ان دنوں چونکہ چاروں جانب سے مصائب میں گھر گیا تھا۔ وزیر السلطنت کے دماغ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسی صورت میں اس ملک میں سلطان کا ٹھہرنا ناممکن ہے ہندوستان جانے کے علاوہ کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ اس وجہ سے ملک الاشرف والئی شام اور کیقباد والئی روم سے جو سلطان کے پرانے دشمن تھے خط و کتابت شروع کی اور نیازمندی اور فرمانبرداری کا عہد و پیمان کیا' کسی ذریعہ سے قلیج ارسلان ترکمانی کو پتہ چل گیا۔ اس نے وزیر السلطنت کو ڈانٹ کا خط لکھا' سلطانی حرم اور خزانے کی حفاظت کی تاکید کی اور سلطان کو اس کے تمام حالات لکھ بھیجے۔ جب سلطان کا اس قلعہ کی جانب گذر ہوا وزیر السلطنت کو حاضری کا حکم دیا۔ وزیر السلطنت ہاتھ میں کفن لیے حاضر ہوا' سلطان کے خیالات تبدیل ہو گئے اور اپنا مطیع و جاں نثار سمجھ کر مطمئن ہو گیا۔

تاتاریوں کی کامیابی

تاتاریوں کے حملہ کے بعد جب سلطان موقان سے اران روانہ ہوا اور یہ خبر اہل تبریز تک پہنچی۔ اہل تبریز خوارزمیوں پر حملہ آور ہو گئے اور ان کے قتل عام پر تیار ہو گئے' بہاؤالدین محمد بن بشیر قاربک جو ان دنوں تبریز کا والی تھا بلوائیوں کا حمایتی و مددگار ہو گیا۔ طغریائی رئیس نے مخالفت کی مگر کسی نے کوئی بات نہ سنی' بلوائیوں نے ایک خوارزمی کو پکڑ کر مار ڈالا۔ خوارزمیوں نے اس کے بدلے میں دو آدمی مار ڈالے' گرم ہنگامہ ہو گیا' بہاؤالدین نے تبریز کی قلعہ بندی کر لی' مکمل طور پر نگرانی کرنے لگا' فوجیں بھرتی کیں زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ بہاء الدین کا انتقال ہو گیا۔ اہل تبریز نے شہر تاتاریوں کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد اہل گنجہ میں بھی اسی قسم کا جوش پیدا ہوا اور انہوں نے اہل گنجہ نے شہر تاتاریوں کے حوالے کر دیے۔ واللہ اعلم

وزیر السلطنت کا انجام

سلطان جب قلعہ جاربرد پہنچا اسے وزیر السلطنت کی ناراضگی اور نفرت کا علم ہوا مگر اس خیال سے کہ کہیں وزیر السلطنت روپوش نہ ہو جائے یا فرار نہ ہو جائے پیچ و تاب کھا کر چپ رہا۔ ایک دن وزیر السلطنت سوار ہو کر قلعہ کی جانب گیا' والئی قلعہ کو خفیہ طور پر وزیر السلطنت کو قید کر لینے کا اشارہ کر دیا۔ چنانچہ والئی قلعہ نے انتہائی خوش اسلوبی اور پھرتی سے اس حکم کی بجا آوری کی۔

سلطان اس کے بعد اپنی قیام گاہ پر پہنچا اور وزیر السلطنت کے خادموں کو جمع کیا جن میں ان کا سردار ناصر قشتمر تھا۔ سلطان نے ان لوگوں کو ارخان کے گروہ میں شامل کر دیا۔ چغلی کھانے والوں نے والئی قلعہ کے کان بھر دیے کہ "سلطان تم سے ناراض ہے" والئی قلعہ کو سلطان کی جانب سے بددلی اور نفرت پیدا ہوئی' وزیر السلطنت کی انگوٹھی قشتمر کے پاس بھیجی اور یہ کہلا بھیجا کہ "تمہارا اور تمہارا آقا ایک ہی مصیبت میں مبتلا ہے۔ جس شخص کو اس کی حق شناسی اور خدمت منظور ہو قلعہ میں آ جائے" اتفاق سے سلطان کو اس کی اطلاع ہو گئی' پریشان

ہو گیا۔ والئی قلعہ کا بیٹا سلطان کی خدمت میں رہتا تھا۔ سلطان نے اسے حکم دیا کہ "تم اپنے والد کو یہ واقعات لکھ بھیجو اور اس کام پر ناراضگی کا اظہار کرو۔" والئی قلعہ کے پاس اس کے بیٹے کا خط پہنچا تھا کہ اس کے حواس جاتے رہے' معذرت کا خط لکھا' سلطان نے کہلا بھیجا کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو وزیر السلطنت کا سر اتار کر میرے پاس بھیج دو۔ والئی قلعہ نے وزیر السلطنت کا سر اتار کر بھیج دیا۔

وزیر السلطنت' اہل علم و کمال کی بڑی عزت کرتا تھا' بخشش میں اس کا ہاتھ بہت فراخ تھا۔ اگر سلطان اس کی روک تھام نہ کرتا تو شاہی خزانے میں ایک حبہ بھی باقی نہ رہتا۔ انتہائی منکسر مزاج اور اللہ تعالیٰ سے ہر کام میں ڈرنے والا تھا۔ ترکی زبان کا بہت بڑا عالم اور فصیح تھا۔ سلطانی دربار سے جو فرمان لکھے جاتے تھے اس پر الحمد للہ العظیم اور دفتر وزارت سے جو فرمان صادر ہوتے تھے اس پر ابوالمکارم علی ابن ابی القاسم خالصتہ امیر المومنین تحریر کیا کرتا تھا۔

فسادیوں کی سرکوبی

اہل گنجہ جب خوارزمیوں کی مخالفت پر تیار ہوئے اس وقت ان میں سے ایک شخص بندار نامی ان کا سردار تھا۔ سلطان کو ان واقعات سے آگاہی ہوئی۔ ایک قاصد اہل گنجہ کے پاس بھیجا اور انہیں اپنی حکومت کی اطاعت کے لیے کہا' دربار میں حاضری کا حکم دیا' چنانچہ اہل گنجہ شاہی لشکر گاہ کے نزدیک پہنچ کر قیام پذیر ہوئے۔ رئیس جمال الدین قمی اپنی اولاد کے ساتھ سلطانی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ باقی ماندہ مخالفت پر اڑے رہے۔ سلطان نے ان لوگوں کو بہت کچھ سمجھایا مگر وہ نہ سمجھے اور جنگ کرنے پر تل گئے۔ شاہی خیمہ پر چڑھائی کر دی' سلطان نے فوج کو تیاری کا حکم دیا اور بہ نفس نفیس سوار ہو کر میدان جنگ میں آیا۔ لڑائی ہوئی' اہل گنجہ مقابلہ نہ کر سکے شکست کھا کر بھاگے۔ شہر پناہ میں داخل ہو گئے۔ مگر لوگوں کی کثرت کے باعث دروازہ بند نہ کر سکے۔ سلطانی لشکر شہر میں داخل ہو گیا۔ تیس باغیان فساد کو گرفتار کیا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بندار بھی گرفتار ہو کر پیش کیا گیا۔ یہی فسادیوں کا سرغنہ اور باغیوں کا سردار تھا۔ اسی نے اس تخت شاہی کو توڑا تھا جسے سلطان محمد بن ملک شاہ نے گنجہ میں رکھوایا تھا۔ سلطان کے سامنے اس کے اعضاء بدن یکے بعد دیگرے کاٹے گئے اور ہلاک کر دیا گیا۔ سلطان گنجہ میں ایک ماہ تک ٹھہرا رہا۔

ملک الاشرف و کیقباد کی ناراضگی

سلطان نے گنجہ سے واپسی کے بعد خلاط کی جانب ملک الاشرف سے تاتاریوں کے مقابلہ پر امداد لینے کی غرض سے کوچ کیا۔ ملک الاشرف کو اس کی اطلاع ملی تو مصر چلا گیا اور بہانے سے ٹالتا رہا۔ سلطان کوچ و قیام کرتا قلعہ شمس پہنچا۔ اراک بن ایوان کرجی قلعہ کا حاکم تھا۔ خود حاضر ہوا۔ دور ہی سے زمین بوسی کی رسم ادا کی اور شاہی حکم کی تعمیل کی۔ سلطان نے ملک الاشرف کی امداد سے ناامید ہو کر ملوک حلب آمد اور ماردین سے امداد و اعانت کی درخواست کی مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ فوج کو خرت برت' ملطیہ اور آذربائیجان کی جانب واپسی کا حکم دیا۔ فوجوں نے لوٹ مچا دی۔ غارت گری کا بازار گرم کر دیا ان واقعات نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ کیقباد اور ملک الاشرف کو ناراضگی پیدا ہو گئی سلطان کی امداد و اعانت سے دستبردار ہو گیا۔

تاتاری طوفان کی آمد

سلطان کو خلاط میں قیام کے دوران یہ اطلاع ملی تھی کہ تاتاری غارت گر جنگ کرنے کے لیے پیش قدمی کر رہے ہیں۔ سلطان نے اس طوفان کو روکنے کے لیے امیر اوترخان کو چار ہزار سواروں کے ساتھ تاتاریوں کی خبر لانے کی غرض سے بھیجا۔ امیر اوترخان نے واپس ہو کر اطلاع دی کہ تاتاری طوفان حدود ملاذ کرد سے واپس ہو گیا۔ اراکین سلطنت اور سرداران فوج نے سلطان کو ۲۱۔ دیار بکر جانے کا مشورہ دیا۔ اتنے میں والئی آمد کا قاصد پہنچ گیا اور یہ پیام دیا کہ آپ کسی طرف کا رخ نہ کیجئے' بلاد روم کی جانب بڑھیے اور اس پر قبضہ کر لیجئے تاکہ تعلق سے آپ نزدیک ہو جائیں۔ اور ان سے مدد حاصل کر کے تاتاریوں سے مقابلہ کر سکیں' میں چار ہزار سواروں سے مدد کروں گا۔

والئی آمد اور حکمران روم سے ان بن چلی آ رہی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ رومی حکمران نے والئی آمد کے بعض قلعوں پر قبضہ کر لیا تھا اسی وجہ سے والئی آمد نے سلطان کو والئی روم کے خلاف ابھار کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی تھی۔

والیٔ آمد کے پیغام کا سلطان پر بہت اثر ہوا اور اصفہان سے در گزر کر کے آمد کی طرف کوچ کیا۔ آمد کے نزدیک پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ والیٔ آمد نے پاس ایک ترکمان کو خبر دینے کی غرض سے روانہ کیا۔ ترکمان نے واپس ہو کر یہ اطلاع دی کہ کل تاتاریوں کا جس مقام پر قیام تھا اسی مقام پر آپ قیام پذیر ہیں مگر دوسرے دن صبح نہ ہونے پائی تھی کہ تاتاریوں نے آمد پہنچ کر سلطانی کیمپ پر محاصرہ کر دیا۔ سلطانی لشکر کو تیار ہونے کا موقع نہ ملا۔ مگر امیر اوترخان نے انتہائی جرات سے تاتاریوں پر حملہ کیا اور آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اس دوران سلطان کو موقع مل گیا۔ مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ اپنی بیگم بنت اتابک سعد کو دو امیروں کے سپرد کیا اور یہ حکم دیا کہ جہاں تک لے جا سکو لے جاؤ اوترخان میدان جنگ سے واپس ہوا۔ چار ہزار سوار اس کی رکاب میں تھے۔ سلطان چھپ کر آمد کے سنسان بیابان میں جا چھپا۔ لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ اس نے سلطان کے ساتھ دغا کی ہے۔ ہر چند لشکر کو واپس لانے کی تدبیریں کی گئیں لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ سلطان رفتہ رفتہ دربندات کی سرحد تک پہنچ گیا۔ یہ سارا راستہ بلوائیوں اور فسادیوں سے گھرا ہوا تھا اوترخان نے واپس چلنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ سلطان آگے بڑھنے سے رک کر واپس ہوا۔ میافارقین کے نواح میں ایک گاؤں تک پہنچا بیدر میں آ کر پڑاؤ کیا۔

امیر اوترخان کا خاتمہ

سلطان کا ساتھ چھوڑ کر امیر اوترخان شہاب الدین والیٔ حلب کے پاس چلا گیا اس سے اور اوترخان سے بہت دنوں سے خط و کتابت ہو رہی تھی۔ شہاب الدین غازی نے سابقہ تعلقات کا کوئی لحاظ و پاس نہ کیا گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اس کے بعد ملک الکامل نے اسے والیٔ حلب سے طلب کیا والیٔ حلب نے پابہ زنجیر ملک الکامل کے پاس بھیج دیا جہاں چھت سے گر کر جاں بحق ہو گیا۔

سلطان جلال الدین منکبرس کا انجام

کسی طرح تاتاریوں کو سلطان کی خبر مل گئی اچانک بیدر پر حملہ کیا سلطان کسی طرح لباس تبدیل کر کے بھاگ گیا اور اس کے تمام ساتھی مارے گئے۔ کسی نے تاتاریوں سے یہ کہہ دیا کہ جو شخص بھاگا ہے وہی سلطان ہے فوراً تعاقب میں روانہ ہوئے۔ مفروروں میں دو شخص ہاتھ آ گئے۔ تاتاریوں نے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ سلطان کے ملنے سے ناامید ہو کر تاتاری واپس ہوئے اور سلطان کوہ اکراد پر چڑھ گیا وہاں بھی تاتاری لٹیرے موجود تھے اور ناکہ بندی کیے ہوئے قتل و غارت گری پر آمادہ تھے۔ چنانچہ تاتاریوں نے سلطان کو گرفتار کر لیا اس کے قتل کرنے پر آمادہ ہوئے کسی نے ان کے سردار کے کان میں کہہ دیا کہ "یہی سلطان ہے" سردار کو رحم آ گیا لوگوں کو قتل سے روک دیا۔ چھوڑ دینے کے خیال سے اپنے ساتھ اپنی رہائش گاہ پر لے آیا۔

ایک کینہ تاتاری سردار کی غیر موجودگی میں سردار کے مکان پر آیا۔ ہاتھ میں ایک تیغہ لیے تھا۔ اس کے بھائی کو خلاط میں ایک خوارزمی نے قتل کر دیا تھا۔ اس نے اپنے بھائی کے بدلہ میں سلطان کو قتل کر دیا۔ سردار کی ہمدردی نے کچھ کام نہ دیا یہ واقعہ پندرھویں شوال ۶۲۸ھ کو پیش آیا۔ یہ نسائی کاتب سلطان جلال الدین کا بیان ہے۔

فاضل ابن اثیر نے واقعہ آمد کا ذکر لکھا ہے کہ اس کے بعد سلطان مفقود الخبر ہو گیا۔ میں چند روز تک اس کی خبر ملنے کا منتظر رہا۔ اس کے قتل کو نہیں لکھا ہے۔ آمد ہی کے واقعہ پر اس نے اپنی کتاب تاریخ کامل کو ختم کیا ہے اور اس میں کچھ اضافہ نہ کیا ہے۔

سلطان جلال الدین منکبرس کی عادات و اطوار

نسائی کاتب لکھتا ہے سلطان پستہ قد، گندمی رنگ، ترکی النسل، ہمدرد، نرم خو اور باوقار تھا۔ مسکراہٹ کے علاوہ کھلکھلا کر کبھی نہیں ہنستا تھا نازیبا گفتگو سے سخت نفرت کرتا تھا انصاف پسند تھا مگر فتنہ و بغاوت کے باعث غضبناک ہو گیا تھا باوجودیکہ خلیفہ سے ناراضگی تھی مگر خط و کتابت کا سلسلہ قائم تھا۔ مگر جس طرح اس کا والد خود کو خلیفہ کا مطیع لکھتا تھا، اسی طرح یہ بھی اپنے کو خادم اور مطیع لکھا کرتا تھا۔ جس وقت الناصر لدین اللہ نے اسے بمقام خلاط خلعت باب کو جو القاب و آداب لکھتا تھا وہ یہ تھے "مولانا" سیدنا" امیر المومنین" امام المسلمین" خلیفہ رب العالمین قدوۃ المشارق والمغارب المنیف علی الذروۃ العلیا ابن لوی ابن غالب" سلطان سلاطین روم" مصر اور شام کو صرف سلطان فلاں ابن فلاں سے خط و کتابت میں مخاطب کرتا تھا اور کوئی الفاظ نہیں ہوتے تھے جو احکام اپنی حکومت میں حکام کے نام لکھتا تھا۔ اس کی پیشانی پر والنصرۃ

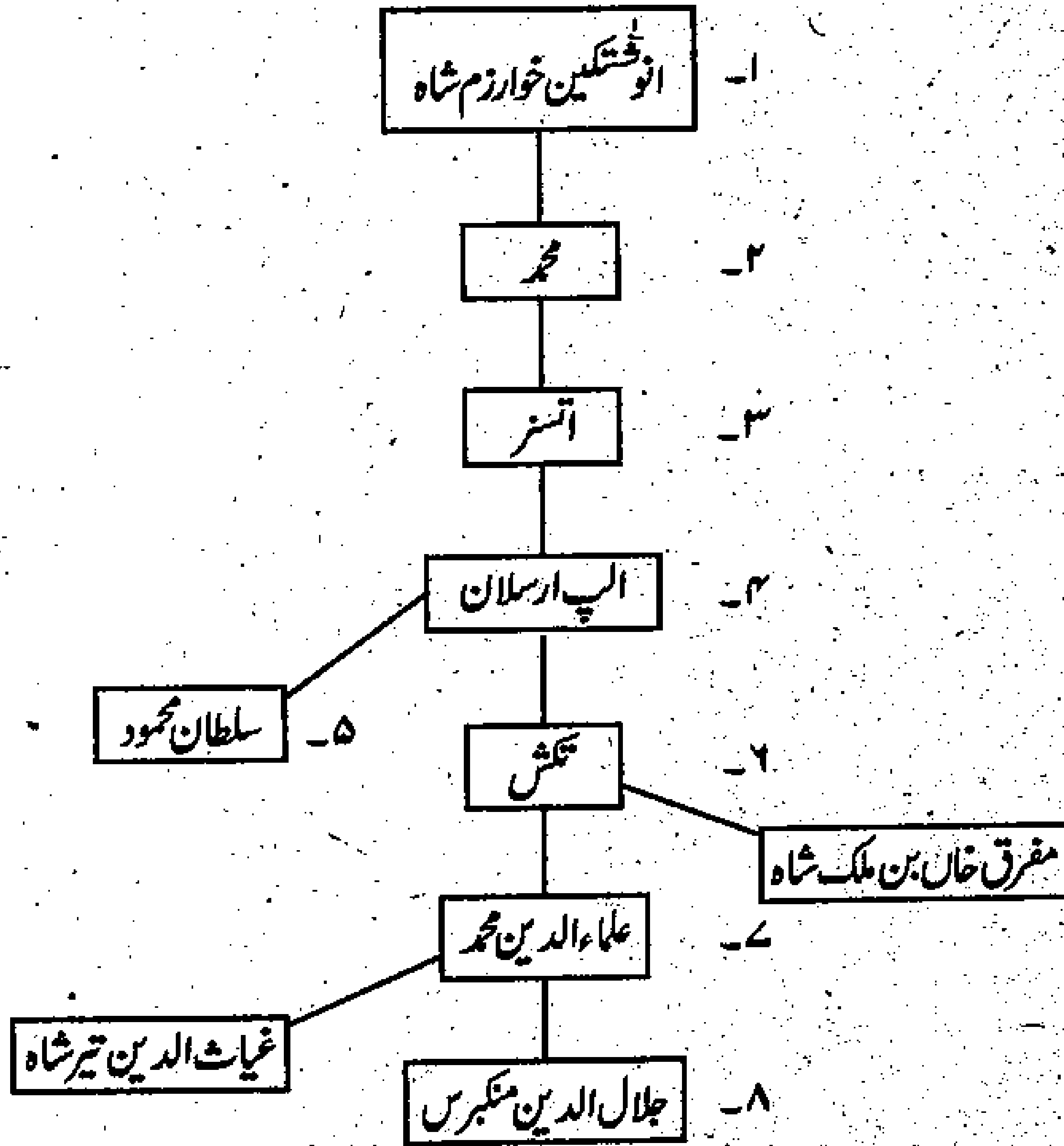
من اللہ وحدہ لکھا کرتا تھا اور جب سلطان ہندوستان سے واپس آیا تھا تو خلیفہ نے اپنے فرمان عالی شان میں "الجناب الرفیع الخاقانی" کے معزز الفاظ سے مخاطب کیا تھا۔ اس پر سلطان نے دربار خلافت میں اس قسم کا خطاب عطا ہونے کی درخواست کی' جواب دیا کہ اکابر ملوک کو یہ خطاب دیئے جاتے ہیں۔ جب دربار خلافت سے خلعت آیا تو سلطان نے حد سے زیادہ منت و سماجت کی تو "الجناب والعالی الشا ہستانی" کے خطاب سے مخاطب کیا گیا۔

تاتاری لٹیرے

الغرض یہ کہ جنگ آمد کے بعد تاتاری لٹیرے آمد کے علاقے میں پھیل گئے۔ ارزن' میافارقین اور تمام دیار بکر اجاڑ دیئے۔ پانچ روز کے محاصرہ کے بعد بزور شمشیر شہرا سعرد کو فتح کیا۔ کئی روز تک قتل عام کا سلسلہ جاری رہا۔ ماردین پر حملہ کیا اہل ماردین نے بے جگری سے مقابلہ کیا۔ لوٹ مار کرتے نصیبین پہنچے۔ اطراف نصیبین کو بھی اپنی ہوس کا نشانہ بنایا۔ نصیبین سے فارغ ہو کر سنجار' خابور' تدلیس اور صوبہ خلاط کو بھی برباد کر کے چٹیل میدان بنا دیا' انہیں تاتاریوں کا ایک گروہ آذربائیجان سے صوبہ اربل کی جانب قتل و غارت گری کرتا ہوا بڑھا۔ ترکمان ایوانیہ اور اکرا دجوزقان کی جانب ہو کر گزرا۔ ان لوگوں نے تاتاریوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ لوٹ لیا' قتل کیا' مظفر الدین والی اربل بھی موصل سے امداد حاصل کر کے تاتاری ظالموں کے مقابلے کے لیے نکلا' مگر وہ زیادہ دور نکل گئے ہاتھ نہ آئے۔ واپس آ گئے۔ واللہ وارث الارض ومن علیہا وھو خیر الوارثین۔

سلطان جلال الدین منکبرس کے قتل کے بعد اس کا لشکر منتشر ہو گیا۔ گرتا پڑتا کیقباد بادشاہ روم کے پاس پہنچا۔ کیقباد نے انہیں اپنی فوج میں بھرتی کر لیا۔ ۶۳۴ھ میں کیقباد کا انتقال ہوا اس کا لڑکا غیاث الدین کیخسرو مسند حکومت پر فائز ہوا۔ اسے ان کی جانب سے شبہ پیدا ہوا۔ ان کے سردار کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ باقی ماندہ بھاگ گئے۔ جس جانب سے گزرے اور جہاں پہنچے لوٹ لیا' بستیوں کو ویران کر دیا۔ اسی حالت پر ایک عرصہ تک ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد الملک الکامل نے جو اپنے والد کی جانب سے بلاد شرقیہ حران' کیفا اور آمد کا حکمران تھا' اپنے والد محترم سے اجازت حاصل کر کے ان لوگوں کو اپنی فوج میں شامل کر لیا۔ جیسا کہ آئندہ بنو ایوب کے حالات کے ضمن میں بیان کیا جائے گا۔ واللہ سبحانہ تعالی ولی التوفیق بمنہ و فضلہ

ملوک خوارزم کا شجرہ



۱۔ امیر ملک سلجوقی کا غلام تھا اور یہی جد اعلیٰ و مورث ملوک خوارزم کا ہے۔

حصہ ہشتم

زنگی اور خاندان صلاح الدین ایوبی کے سلاطین اور تاتاریوں کا زوال

باب ا

شام میں سلطنت بنو تتش

اس سے قبل تحریر کیا جا چکا ہے کہ سلجوقی سلاطین اپنے ابتدائی عہد میں شام پر قبضہ کر چکے تھے اور سلطان ملک شاہ کا ایک حاکم اتسز بن ارتق الخوارزمی نے فلسطین کی جانب پیش قدمی کی اور اس نے رملہ اور بیت المقدس کو فتح کر لیا تھا اور وہاں اس نے فاطمی حکومت کی خلافت کی تحریک ختم کرا کر عباسی خلافت کے ماتحت اس علاقہ کو تابعدار کر دیا تھا اس کے بعد اس نے دمشق کا محاصرہ کیا یہ واقعہ ۴۶۳ھ میں پیش آیا۔ پھر وہ بار بار دمشق کا محاصرہ کرتا رہا حتیٰ کہ وہ ۴۶۸ھ میں دمشق پر قابض ہو گیا پھر ۴۶۹ھ میں اس نے مصر کی جانب پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کیا اور وہاں سے واپسی اختیار کی۔

سلطان الپ ارسلان کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا سلطان ملک شاہ ۴۶۵ھ میں مسند نشین ہوا تھا اس نے اپنے بھائی تتش کو شام اور اس سے متعلقہ علاقوں کا حاکم بنا دیا تھا اور ۴۷۰ھ میں اسے ان تمام علاقوں کو اپنے قبضہ میں لینے کا اختیار دے دیا تھا لہٰذا اس نے حلب کی جانب پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا اس دوران مصری سپہ سالار بدر الجمالی نے دمشق کے محاصرہ کے لیے اپنے فوجیں روانہ کی ہوئی تھیں دمشق اتسز کے قبضہ میں تھا اس نے تاج الدولہ تتش سے امداد طلب کی اور وہ لشکر لے کر اس کی مدد کے لیے روانہ ہوا اتنے میں مصری فوجیں رک گئیں اس کے بعد اتسز دمشق کے شہر سے تتش کی ملاقات کے لیے باہر نکلا تو تتش نے اطاعت کرتے ہوئے سستی اور تاخیر پر اسے ملامت کی اور موت کے گھاٹ اتار دیا اس کے بعد اس نے خود دمشق پر قبضہ کر لیا ان واقعات کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔

حلب پر قبضہ

پھر سلیمان بن قطلمش شہر انطاکیہ پر قابض ہو گیا اور اس نے مسلم بن قریش کو قتل کر دیا اور حلب کی جانب پیش قدمی کی اور اس شہر پر قبضہ کر لیا جب تتش کو اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ لشکر لے کر حلب پہنچا اور ۴۷۹ھ میں فریقین میں جنگ ہوئی اور سلیمان بن قطلمش جنگ میں مارا گیا۔

سلطان ملک شاہ خود فوج لے کر حلب پہنچا اور اس کا حاکم آقسنقر قسیم الدولہ کو بنایا جو نور الدین العادل کا جد امجد تھا۔

فاطمی حاکم کے خلاف لشکر کشی

اس کے بعد ۴۸۴ھ میں سلطان ملک شاہ بغداد آیا وہاں اس کے پاس دمشق سے اس کا بھائی تاج الدولہ تتش، حاکم حلب قسیم الدولہ آقسنقر حاکم رُھا بوزان پہنچے جب وہ اپنے علاقوں کی جانب واپس جانے لگے تو سلطان نے قسیم الدولہ اور بوزان کو حکم دیا کہ وہ دونوں تاج الدولہ تتش کے ساتھ شام کے ساحلی علاقوں کو فتح کرنے کے لیے جائیں اور وہ سب مل کر مستنصر فاطمی حاکم کے قبضہ سے مصر کے ملک کو چھڑا لیں اور وہاں سے فاطمی سلطنت کا قلع قمع کر دیں۔

چنانچہ یہ متحدہ لشکر چل پڑا۔ اس دوران تتش نے ابن ملاعب کے قبضہ سے بزور تیغ حمص کے شہر کو نکال لیا ایک فاطمی حاکم نے پناہ حاصل کر کے اپامیہ کا علاقہ اس کے حوالہ کر دیا پھر اس نے طرابلس کا محاصرہ کیا جہاں کا حاکم جلال الدین عمار تھا۔ اس نے قسیم الدولہ آقسنقر کو مالی امداد دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ تتش سے اس کی سفارش کرے لیکن اس نے سفارش قبول نہیں کی لہٰذا وہ ناراض ہو کر چلا گیا اور وہ حلب کی جانب فرار ہو گئے۔

سلطان ملک شاہ کا انتقال

۴۸۵ھ میں سلطان ملک شاہ کا بغداد میں انتقال ہو گیا جہاں وہ آیا ہوا تھا اُس دوران تتش اس سے ملاقات کرنے کے لیے بغداد روانہ ہوا راستے میں اسے اس کے انتقال کی اطلاع ملی اور یہ بھی پتہ چلا کہ مسند نشینی کے سلسلے میں اس کا بیٹا محمود اور برکیاروق جھگڑ رہے ہیں اور ایسی صورت میں اس نے خود بادشاہ بننے کا ارادہ کر لیا اور اس مقصد کے لیے وہ دمشق واپس آیا اس نے تمام فوجوں کو اکٹھا کیا اور انہیں بخشش سے مالا مال کیا پھر وہ حلب آیا جہاں آقسنقر نے اس کے ساتھ وفاداری کا اعلان کیا کیونکہ ملک شاہ کی اولاد کم عمر تھی اور ان کے مابین جھگڑا چل رہا تھا اس نے حاکم انطاکیہ اور بوزان حاکم رھا کو بھی اس کا تابعدار اور وفادار رہنے کا مشورہ دے دیا۔

ابراہیم بن قریش کی شکست

پھر وہ تمام حکام ماہ محرم ۴۸۶ھ میں لشکر لے کر چل پڑے اور انہوں نے رحبہ کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا وہاں تتش نے خطبہ میں اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کیا پھر اس نے نصیبین کے علاقہ کو فتح کر لیا۔ اور محمد بن مسلم بن قریش کو وہاں کا حاکم بنایا پھر وہ موصل کی جانب روانہ ہوا وہاں کا حاکم ابراہیم بن قریش بن بدران تھا اس نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ اپنے مساجد کے منبروں پر اس کی بادشاہت کا خطبہ پڑھوائے لیکن اس نے انکار کیا اور تیس ہزار فوج لے کر اس کے مقابلہ کے لیے آیا۔ سلطان تتش کی فوج دس ہزار تھی موصل کے گرد و نواح المضیع کے مقام پر فریقین میں رن پڑا جس میں ابراہیم کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ سلطان نے اس کے بعد قتل عام کا حکم صادر کر دیا اور عرب امراء کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

سلطان تتش نے اس کے بعد بغداد پیغام بھجوایا کہ اس کی بادشاہت کا خطبہ پڑھا جائے اس کے جواب میں زبانی وعدے پر اکتفا کیا گیا۔

تتش کی ناکامی

اس کے بعد اس نے دیار بکر کی جانب پیش قدمی کی اور اسے فتح کر لیا یہ واقعہ ماہ ربیع الاخر کا ہے۔ وہاں سے اس نے آذربائیجان کی جانب پیش قدمی کی اس دوران ملک شاہ کا بیٹا برکیاروق رے ہمدان اور اکثر کوہستانی علاقوں پر قبضہ کر چکا تھا اس لیے وہ اپنے علاقوں کی مدافعت کے لیے اس کے مقابلہ پر آیا جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے نزدیک پہنچیں تو آقسنقر اور بوزان نے اپنے لشکر کے ہمراہ برکیاروق کی فوج میں شمولیت اختیار کر لی اور سلطان تتش کو شکست کا سامنا کر کے شام کی راہ لینا پڑی۔

آقسنقر کا خاتمہ

اس نے یہاں پہنچنے کے بعد تمام فوجی قوت کو اکٹھا کیا اور تمام لشکر کو لے کر آقسنقر کے مقابلہ کے لیے حلب پہنچا وہ اس کے مقابلہ کے لیے نکلا اس کی مدد کے لیے رھا کا حاکم بوزان اور حاکم موصل کربوقا کا لشکر بھی موجود تھا سلطان تتش نے حلب سے باہر چھ فرسنگ کے فاصلے پر ان سے جنگ کی جس میں ان تمام کو شکست ہوئی جب آقسنقر کو قیدی بنا کر لایا گیا تو سلطان نے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

بوزان اور کربوقا حلب کے قلعے کے اندر محصور ہو گئے تاہم سلطان تتش نے اس کا محاصرہ کرنے کے بعد اس قلعہ کو بھی فتح کر لیا اور ان دونوں حاکموں کو قید کر لیا اس کے بعد اس نے حران اور رہا کے لوگوں کو تابعدار ہونے کے لیے کہا لیکن انہوں نے انکار کیا لہٰذا اس نے حاکم رہا بوزان کو جان سے مار دیا اور کربوقا کو حمص میں قیدی بنا کر رکھا۔

اس کے بعد سلطان تتش جزیرہ کی جانب گیا اور وہاں کے سارے علاقہ کو فتح کر لیا وہاں سے وہ دیار بکر اور خلاط ہوتا ہوا آذربائیجان پہنچا وہاں سے وہ ہمدان گیا اور بغداد پیغام بھیجا کہ اس کی بادشاہت کا خطبہ وہاں پر پڑھا جائے۔

برکیاروق کی ناکامی

برکیاروق ان دنوں نصیبین کے مقام پر تھا اس خبر کو سن کر وہ دریائے دجلہ کو عبور کر کے اربل کے مقام پر پہنچا اور وہاں سے سرخاب بن بدر کے شہر پہنچا اس دوران سلطان تتش کے لشکر میں سے امیر یعقوب بن ارتق لشکر لے کر پہنچا اس نے ان کو شکست دی اور وہ اصفہان کی طرف فرار ہو گیا۔

یوسف بن ارتق ترکمانی کو تتش نے بغداد بھیجا لیکن وہ نہیں گیا اس کے گرد و نواح میں فتنہ و فساد برپا کرنے لگا جب اسے سلطان تتش کی موت کی اطلاع ملی تو اس نے حلب واپسی اختیار کی۔

یہ سارے واقعات سلجوقی سلطنت کے ابتدائی دور میں بیان کیے گئے تھے یہاں ہم نے ان کا تذکرہ اس لیے کیا ہے کہ سلطان تتش کے بیٹوں نے شام میں حکومت قائم کرلی تھی اس لیے آنے والے واقعات کے لیے تمہید ضروری تھی۔

سلطان تتش کا انجام

برکیاروق جب اپنے چچا سلطان تتش سے شکست کھا کر اصفہان کی جانب فرار ہوا تو سلطان محمود اور اس کے ارکان سلطنت نے اسے پناہ دی تاہم وہ اس کے قتل کے بارے میں مشورے کرتے رہے پھر یہ فیصلہ ہوا کہ سلطان محمود کے تندرست ہونے تک اسے زندہ رکھا جائے پھر یہ اندیشہ ہوا کہ محمود مرجائے گا۔ اس لیے انہوں نے برکیاروق کی اطاعت قبول کرلی۔

رے سے جب سلطان تتش واپس آیا اور اس نے اصفہان کے امراء کو پیغام بھیجا کہ وہ اسے بادشاہ تسلیم کرلیں انہوں نے برکیاروق کی اطاعت سے الگ ہونے کا اعلان کیا۔ مگر اس دوران برکیاروق اپنی بیماری سے صحت یاب ہو گیا اور وہ بھاری فوج لے کر رے کی جانب روانہ ہوا مقابلہ ہونے پر سلطان تتش اور اس کے لشکر کو شکست ہو گئی لیکن خود سلطان تتش بے جگری کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا لیکن سلطان آق سنقر کے ایک ساتھی نے اپنے حاکم کا انتقام لینے کے لیے اسے قتل کر دیا۔ اس کی موت پر سلطان برکیاروق کے لیے بادشاہت کی راہ کھل گئی۔

رضوان بن تتش کی روانگی

سلطان تتش جب حلب سے روانہ ہوا تھا تو اس نے ابوالقاسم حسن بن علی الخوارزمی کو وہاں اپنا جانشین بنایا تھا اور قلعہ حلب بھی اس کی ذمہ داری میں دیا تھا جنگ کرنے سے قبل اس نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی تھی کہ وہ اس کے بیٹے رضوان کی اطاعت کریں اس نے اپنے بیٹے کو یہ لکھا تھا کہ وہ بغداد جا کر دارالسلطنت میں قیام پذیر ہو جائے۔ لہٰذا وہ ابو الغازی بن ارتق کو لے کر جسے اس کے باپ نے وہاں مقرر رکھا تھا بغداد کی جانب روانہ ہوا اس کے ساتھ محمد بن مرداس وغیرہ بھی روانہ ہوئے۔

رضوان جب ہیت کے مقام پر پہنچا تو اسے اپنے باپ کے قتل کی اطلاع ملی لہٰذا وہ حلب لوٹ گیا اس کے ساتھ دونوں نوعمر شہزادے ابوطالب اور بہرام اور اس کی ماں بھی تھی جس کے ساتھ جناح الدولہ حسن بن ایتکن نے نکاح کرلیا تھا جو جنگ کے بعد وہاں پہنچ گیا تھا۔

ابوالقاسم کا محاصرہ

حلب میں جب یہ تمام پہنچے تو ابوالقاسم نے قلعہ بند کرلیا (اور بغاوت کردی) اس کی فوج میں مغرب (شمالی افریقہ) کے سپاہیوں کی کثرت تھی جنہیں جناح الدولہ نے اپنے ساتھ ملا لیا تھا لہٰذا انہوں نے رات کے وقت قلعہ میں بغاوت کر دی اور سلطان رضوان کے حق میں نعرے لگا کر ابوالقاسم کا محاصرہ کرلیا بہرحال سلطان رضوان نے اسے پناہ دی اور اب حلب کے سارے علاقے میں اس کی بادشاہت کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور جناح الدولہ اس کی سلطنت کا انتظام کرنے لگا اور وہ بہترین منتظم کے طور پر سامنے آیا۔

رضوان کی کامیابی

باغیسیان بن محمد ترکمانی جو شہر انطاکیہ کا حاکم تھا اس نے شروع میں مخالفت کی لیکن بعد میں اطاعت قبول کرلی۔ اس نے سلطان رضوان کو اس بات کا مشورہ بھی دیا کہ وہ دیار بکر کا رخ کرے تو وہ اس کے ساتھ خود بھی گیا وہاں ان کے پاس ان تمام علاقوں کے حکام آئے جو سلطان تتش کے ماتحت تھے اس کے بعد انہوں نے سروج کا رخ کیا لیکن ان سے قبل سقمان بن ارتق پہنچ کر وہاں پر قابض ہو گیا۔ اس لیے وہ رہا کے مقام پر پہنچے وہاں رومیوں کا حاکم فارقلیط تھا جو بوزان کی جانب سے اس علاقے میں حکومت کرتا تھا وہ قلعہ میں محصور ہو گیا اور مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار اس کو شکست ہوئی اور سلطان رضوان فتح یاب ہوا۔

اس کے بعد باغیسیان اور جناح الدولہ کے تعلقات خراب ہو گئے۔ لہٰذا جناح الدولہ کو اپنی جان کا خطرہ پیدا ہوا اور وہ حلب چلا گیا۔

رضوان اور اس کے امراء بھی واپس ہو گئے تھے۔

اس کے بعد وہ حران کی جانب روانہ ہوا جہاں کا حاکم قراجا تھا۔ وہاں کے باشندوں نے خفیہ طور پر اس کی اطاعت کا وعدہ کیا جس کی خبر قراجا کو ہو گئی اور اس کے خلاف اس سازش کا ملزم ابن المفتی کو سمجھا گیا جس پر سلطان تتش نے شہر کی حفاظت کے سلسلے میں بھروسہ کیا تھا لہٰذا اس نے اس کو اور اس کے بھتیجوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

باغیسین ابوالقاسم الخوارزمی کو لے کر اپنے شہر انطاکیہ واپس آ گیا۔ اور رضوان نے حلب واپسی اختیار کی۔

یوسف کا انجام

یوسف بن ارتق خوارزمی بھی اس کے ارکان حکومت میں سے تھا' جسے سلطان تتش نے بغداد بھیجا تھا۔ اس کے خلاف ایک شخص تھا جو اس سے دشمنی رکھتا تھا۔ وہ جناح الدولہ کے پاس جو رضوان کا وزیر مختار تھا' آیا' اس نے یوسف بن ارتق کے خلاف یہ الزام لگایا کہ اس کی باغیسیان کے ساتھ خط و کتابت ہے اور اس سے مل کر خفیہ بغاوت کی ساز باز کر رہا ہے' اس نے اس کو قتل کرنے کی اجازت مانگی چنانچہ اس نے نہ صرف اس کو اجازت دی بلکہ فوجی امداد بھی دی۔ یوسف اپنے گھر میں پناہ گزین ہو گیا اس نے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کے گھر کے سازو سامان کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔

پھر اس شخص نے خود مختار حاکم بننے کی کوشش کی اور جناح الدولہ کو خفیہ طور پر یہ خبر دی کہ رضوان نے اسے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ سن کر وہ حمص فرار ہو گیا جہاں اس کی جاگیر تھی۔ یوں وہ ایک خود مختار حاکم بن گیا تاہم ۴۸۹ھ میں رضوان اس کے خلاف ہو گیا اور اس کی گرفتاری کا حکم دیا لیکن وہ روپوش ہو گیا لہٰذا اس کا گھر اور مال و دولت ضبط کر لی گئی۔ پھر اس کے بعد وہ گرفتار ہو گیا' اور مختلف سزائیں دینے کے بعد اسے اور اس کی اولاد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

دقاق بن تتش

سلطان تتش نے اپنے دوسرے بیٹے دقاق کو اپنے بھائی ملک شاہ کے پاس بغداد بھیجا تھا جہاں وہ بادشاہ ملک شاہ کے انتقال تک قیام پذیر رہا۔ پھر وہ اس کے بیٹے محمود اور اس کی ماں خاتون الجلالیہ کے ساتھ اصفہان گیا' وہاں سے وہ خفیہ طور پر برکیاروق کے پاس چلا گیا اور وہاں سے اپنے باپ کے پاس پہنچ گیا اور اس کے ساتھ اس جنگ میں شامل ہوا جس میں اس کا والد سلطان تتش قتل ہوا تھا۔

اس کا والد جب قتل ہو گیا تو اسے اس کا ایک آزاد کردہ غلام ایتکین حلب لے گیا جہاں وہ اپنے بھائی رضوان کے ساتھ قیام پذیر ہو گیا۔ ساد تکین نامی سلطان تتش کا ایک غلام بھی دمشق کے قلعہ میں رہتا تھا جسے تتش نے اپنی موت سے قبل حاکم بنایا تھا۔ اس نے دقاق کو پیغام بھیجا کہ وہ بادشاہت کا دعویٰ کر دے لہٰذا وہ اس کے پاس چلا گیا۔ رضوان نے اس کا تعاقب کرایا لیکن وہ گرفتار نہیں ہو سکا بلکہ وہ دمشق جا پہنچا۔

انطاکیہ کے حاکم باغیسیان نے بھی اسے خط بھیجا کہ وہ رضوان کے برخلاف دمشق کا خود مختار حاکم بن جائے۔ اس اثناء میں سلطان تتش کی خاص جماعت کو لے کر معتمد الدولہ طغتکین بھی دمشق پہنچ گیا' وہ اس جنگ میں شریک تھا اور قید ہو گیا تھا۔ چنانچہ قید سے رہائی پانے کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر دمشق جا پہنچا۔

اس سے دقاق نے ملاقات کی اور اسے اپنے معاملات کا مختار بنا دیا۔ اس نے ساد تکین خادم کے خلاف ساز باز کر کے اسے موت کے گھاٹ اتروا دیا۔

اس دوران انطاکیہ سے باغیسیان اور ابو القاسم خوارزمی بھی وہاں پہنچ گئے۔ دقاق نے ان دونوں کی بڑی عزت کی اور خوارزمی کو اپنا وزیر بنا لیا۔ اور اس کے مشوروں پر عمل کرنے لگا۔

رضوان کو جب یہ علم ہوا کہ دقاق نے دمشق پر قبضہ کر لیا ہے تو اس نے اس کے قبضہ سے دمشق کو نکالنے کے لیے لشکر کشی کی اور دمشق پہنچا۔ وہاں اسے ناکامی ہوئی تو اس نے حلب واپسی اختیار کی۔

انطاکیہ کا حاکم باغیسیان رضوان کا مخالف ہو کر اس کے بھائی دقاق کا طرفدار ہو گیا تھا' اس نے اسے اس بات پر بھی آمادہ کیا کہ وہ

اپنے بھائی کے خلاف لشکر کشی کر کے حلب جائے۔ چنانچہ وہ روانہ ہو گیا۔

دقاق کی ناکامی

رضوان نے سقمان سے مدد طلب کی تاکہ وہ سروج سے ترکمانی قبائل کی فوج بھیجے اس کے بعد جب فریقین کے مابین قنسرین کے قریب جنگ ہوئی تو دقاق کی فوجوں کو شکست کا سامنا ہوا اور اس کا علاقہ لوٹ لیا گیا۔

اس کے بعد رضوان حلب واپس آ گیا اور دونوں بھائیوں کے مابین مصالحت کی اس شرط پر کوشش کی گئی کہ دمشق و انطاکیہ کی مساجد میں دقاق کے نام سے قبل رضوان کے بادشاہ ہونے کا نام بھی لیا جائے۔ چنانچہ اس شرط پر صلح ہو گئی۔

جناح الدولہ جب باغیسیان کے ساتھ مخالفت کے باعث حلب چھوڑ کر حمص پہنچا تو باغیسیان نے رضوان کے پاس پہنچ کر اس سے صلح کر لی۔

فاطمی خلیفہ کا تذکرہ

پھر کچھ مدت کے بعد رضوان کے پاس مصر کے فاطمی خلیفہ المستعلی کا یہ پیغام پہنچا کہ وہ اس کے بھائی کے خلاف مدد کرنے کے لیے تیار ہے بشرطیکہ اس کی سلطنت میں مساجد کے خطبوں میں اس کی خلافت کا تذکرہ کیا جائے۔ اس کے کچھ مشیروں نے اسے فاطمی مسلک کے صحیح ہونے کا یقین دلایا چنانچہ اس نے حکم دیا کہ اس کی سلطنت میں فاطمی خلیفہ کا نام خطبوں میں لیا جائے۔ البتہ انطاکیہ، معرہ اور قلعہ حلب اس سے مستثنیٰ تھے۔

انطاکیہ پر قبضہ

اس حکم کے دو ماہ کے بعد حاکم سروج سکمان بن ارتق اور حاکم انطاکیہ باغیسیان اس کے پاس آئے ابھی انہیں آئے ہوئے تین روز ہی ہوئے تھے کہ فرنگی (اہل یورپ) انطاکیہ پہنچ گئے اور وہ اس کا محاصرہ کر کے اس شہر پر قابض ہو گئے اور اس کے حاکم کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

رحبہ پر قبضہ

حاکم موصل کربوقا کے قبضہ میں رحبہ کا علاقہ تھا۔ جب وہ مارا گیا تو سلطان الپ ارسلان کا ایک غلام قائماز اس کا حاکم بن بیٹھا۔ لہٰذا دقاق بن تتش اور اس کے نائب طغرکین نے ۴۹۵ھ اس کے جانب سے چڑھائی کی اور اس شہر کا محاصرہ کر لیا لیکن انہیں ناکامی ہوئی اس لیے انہوں نے وہاں سے واپسی اختیار کی۔

یہ صورت حال دیکھ کر دقاق نے اس کی جانب لشکر کشی کی اور اس کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا آخر کار اس نے پناہ طلب کی۔ لہٰذا دقاق نے اسے شام میں بہت سی جاگیریں دے کر رخصت کیا اور خود رحبہ پر قبضہ کر لیا۔ اس نے وہاں کے باشندوں کے ساتھ نیک برتاؤ کیا اور ان پر ایک حاکم مامور کر کے دمشق واپسی اختیار کی۔

دقاق کا انتقال

۴۹۷ھ میں حاکم دمشق دقاق کا انتقال ہوا اور اس کا نائب طغرکین مستقل حاکم بن گیا اس نے ایک برس تک مساجد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس کے بعد اپنے نام کا خطبہ منسوخ کر کے دقاق کے بھائی تلتاش کے نام کا خطبہ پڑھوانے لگا جو نابالغ لڑکا تھا لیکن اس کی والدہ نے اسے طغرکین سے خوفزدہ کرا دیا تھا کیونکہ اس کا خیال یہ تھا کہ چونکہ طغرکین نے دقاق کی والدہ سے شادی کر رکھی ہے اس لیے وہ دقاق کے بیٹے کی جانب اس کی دادی کی وجہ سے زیادہ مائل ہے چنانچہ وہ (طغرکین سے ڈر کر) دمشق سے بعلبک کے جانب ماہ صفر ۴۹۸ھ منتقل ہو گیا۔ وہاں اس کے ساتھ بصرے کا حاکم ایتکین حلبی بھی مل گیا۔ ان دونوں نے فوجی امداد کے لیے فرنگیوں کے بادشاہ سے بھی خط و کتابت کی۔ انہوں نے ان سے وعدہ تو کر لیا لیکن اسے وفا نہیں کیا۔ اس لیے تلتاش رحبہ پہنچا اور اس پر قابض ہو گیا۔

یہ کہا جاتا ہے کہ جب تلتاش طغرکین سے خوفزدہ ہوا تو وہ اپنے قلعوں کی جانب چلا گیا اور وہاں رہنے لگا۔ اس اثناء میں طغرکین دقاق

کے کم سن بچے کو حاکم بنا کر اس کے نام کا خطبہ پڑھوانے لگا اور اس کے بجائے خود حکومت کرنے لگا چونکہ اس کا رعایا کے ساتھ اچھا برتاؤ تھا اس لیے اس کی حکومت کا سکہ چلتا رہا۔

طغرکین کی کامیابی

فرنگیوں کا ایک فوجی دستہ دمشق کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ اس نے دمشق میں غارت گری شروع کر دی تھی اس لیے طغرکین نے اپنی فوج کو جمع کیا اور اس کے مقابلے کے لیے پہنچے بیت المقدس اور عکا کا فرنگی حاکم بھی اس کی مدد کے لیے فوج لے کر پہنچا۔ طغرکین نے ان فرنگیوں سے جنگ کی اور انہیں ان کے قلعہ میں محصور کر دیا پھر اس قلعہ کا محاصرہ کر کے اس پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا اور اہل قلعہ کو موت کے گھاٹ اتار کر اس کی ایک جماعت کو قیدی بنا لیا۔ پھر کامیابی کے ساتھ دمشق واپسی اختیار کی۔

فرنگیوں نے شام کے ایک قلعہ رمسہ پر قبضہ کر لیا تھا لہٰذا طغرکین اس کو دشمن کے قبضہ سے چھڑانے کے لیے فوج لے کر پہنچا اور اس کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے فرنگی باشندوں کا صفایا کر کے اس کو اجاڑ کے رکھ دیا۔

ابو الغازی کا مشورہ

رضوان حاکم حلب نے بھی فرنگیوں کی گوشمالی کا ارادہ کیا اور گرد و نواح کے حکام کو اس مقصد کے لیے بلوایا' چنانچہ ابو الغازی بن ارتق اور البی بن ارسلان مشورہ دینے کی غرض سے اس کے پاس آئے۔ البی موصل کے حاکم جکرمس کا ہم زلف اور سنجر کا حاکم تھا۔ ابو الغازی نے اسے مشورہ دیا کہ وہ جکرمس کے علاقے کی جانب جائے جہاں اسے فوجی اور مالی امداد ملے گی۔ البی نے بھی اس کی تائید کی۔ چنانچہ وہ سب ماہ رمضان ۴۹۹ھ میں نصیبین کے علاقے کی جانب بڑھے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں جکرمس کی جانب سے دو حاکم مامور تھے۔ یہ محاصرہ بہت طویل ہو تا گیا اور البی بن ارسلان دشمن کی جانب سے ایک تیر لگنے سے زخمی ہو گیا۔ اس لیے وہ اپنے علاقے سنجر کی جانب لوٹ گیا اور دیہاتی موصل کی جانب فرار ہو گئے۔

جکرمس سے مصالحت

شہر کے باہر جکرمس نے پڑاؤ ڈال رکھا تھا اور وہ جنگ کرنے کا ارادہ کر رہا تھا تاہم اس نے فوج کے سرداروں سے خط و کتابت کی اور انہیں رضوان کے خلاف بھڑکایا اور اس کے ساتھیوں کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ اطاعت کا اظہار کریں اور اس کے ساتھ مصالحت کریں۔ رضوان کو بھی اس نے اسی طرح کا پیغام بھیجا اور یہ وعدہ کیا کہ انہیں جس قدر ضرورت امداد کی ہے اسے وہ فراہم کرے گا۔ بشرطیکہ ابو الغازی کو گرفتار کر لیا جائے۔ یہ پیغام سن کر رضوان نے ابو الغازی کو بلوایا اور اسے آگاہ کیا کہ اس وقت مصلحت اسی میں ہے کہ جکرمس کے ساتھ صلح کر لی جائے تاکہ انہیں فرنگیوں کے خلاف جہاد کرنے میں مدد مل سکے۔ اس طرح تمام مسلمانوں کا اتحاد ممکن ہو سکے گا۔

اس تجویز کی ابو الغازی نے مخالفت کی' اس پر اسے گرفتار کر کے قید کر لیا گیا۔ اس حرکت پر ترکمانی فوج ناراض ہو گئی اور انہوں نے شہر پناہ کے نزدیک جا کر رضوان کی فوجوں پر حملہ کر دیا۔ رضوان نے ابو الغازی کو نصیبین روانہ کیا۔ وہاں سے فوج اس کی امداد کو نکلی' لیکن ترکمانی فوج ان سے الگ ہو کر لوٹ مار کرنے لگی۔ یہ صورت حال دیکھ کر رضوان نے فوراً حلب کی طرف واپسی کی۔

یہ خبر جکرمس کو تل اعفر میں ملی جب کہ وہ جنگ کا ارادہ کر رہا تھا' اس لیے وہ سنجار روانہ ہو گیا۔

البی کا انتقال

اس کو رضوان نے پیغام بھیجا کہ وہ امداد کا وعدہ پورا کرے لیکن اس نے وہ وعدہ پورا نہیں کیا' بلکہ اپنے ہم زلف البی بن ارسلان کے پاس سنجر چلا گیا جہاں وہ نصیبین میں تیر لگنے کی وجہ سے زخمی پڑا ہوا تھا۔

زخمی حالت میں ہی البی اس کے استقبال کے لیے نکلا اور اپنے فعل پر معذرت پیش کی۔ جکرمس نے اسے معاف کر دیا اور اسے اس کے شہر کی جانب لوٹا دیا' جہاں وہ انتقال کر گیا۔ اس کے ساتھی سنجار میں دو ماہ یعنی رمضان اور شوال میں رکے رہے۔ اس کے بعد البی کا چچا نکل کر آیا اور اس نے جکرمس سے صلح کر لی۔ اس کے بعد اس نے موصل کی طرف واپسی کی۔

ابن ملاعب کی سرکشی

خلف بن ملاعب الکلابی حمص میں تھا جو تاج الدولہ تتش کے ماتحت تھا۔ اس لیے وہ مصر چلا گیا اور وہاں مقیم ہو گیا۔ پھر افامیہ کے حاکم نے مصر کے فاطمی حاکم کی اطاعت کا ارادہ کیا تو اس نے ابن ملاعب کو وہاں بھیجا۔ اس نے اس علاقہ پر قبضہ کر کے فاطمی حکومت کے خلاف بغاوت کی اور جیسا کہ حمص میں اس کا طریقہ تھا۔ یہاں بھی اسی طرح رہزنی سے کام کرنا شروع کر دیے۔

ابن ملاعب کا انجام

فرنگیوں نے جب سرمیر پر قبضہ کر لیا تو وہاں کا حاکم اس کے پاس چلا گیا۔ وہ رافضی مسلک رکھتا تھا۔ اس نے کٹر شیعوں کے پیشوا ابن طاہر الصائغ سے خفیہ خط و کتابت شروع کر دی۔ وہ رضوان کے ساتھیوں میں سے تھا۔ قاضی نے اس کے ساتھ ابن ملاعب کو اچانک قتل کرنے کا منصوبہ تیار کیا۔ اسے یہ بھی اطلاع پہنچ گئی' لیکن قاضی نے اس کی تردید کر کے اسے مطمئن کر دیا اور خفیہ طور پر ابن الصائغ کے ذریعے لشکر تیار کیا جو ابن ملاعب کے پاس پناہ لینے آئے تھے اور اسے اپنے گھوڑے اور ہتھیار دیتے تھے اور کفار کے خلاف جہاد کرنے میں اس کا ساتھ دیتے تھے اور اس نے انہیں افامیہ کے مضافات میں ٹھہرایا ہوا تھا۔

ایک شب قاضی مذکور نے انہیں اور اہل سرمیر کو لے کر رسیوں کے ذریعے انہیں شہر کے اندر اتار دیا اور اچانک حملہ کر کے ابن ملاعب کو اس کے گھر کے اندر ہی قتل کر دیا اور اس کے ساتھ اس کے ایک بیٹے کو بھی مار دیا۔ اس کا دوسرا بیٹا بھاگ کر ابوالحسن حاکم شیرز کے پاس پناہ لینے میں کامیاب ہو گیا۔

پھر ابن الصائغ حلب سے قاضی کے پاس آیا اور اسے نکال کر افامیہ کا خود مختار حاکم بن بیٹھا' ابن ملاعب کا ایک بیٹا طغرکین کے پاس بھی تھا جس کو اس نے ایک قلعہ کا محافظ مقرر کیا ہوا تھا' اس لیے وہ خطرے کا باعث تھا۔

فرنگیوں کا قبضہ

طغرکین نے جب اسے طلب کیا تو وہ فرنگیوں کے پاس بھاگ گیا اور انہیں افامیہ فتح کرنے پر ابھارا۔ اس نے انہیں وہاں کے خفیہ مقامات سے مطلع کیا اور یہ بھی بتایا کہ وہاں کھانے کی چیزیں نایاب ہیں۔ لہٰذا فرنگیوں نے اس شہر کا محاصرہ ایک ماہ تک برقرار رکھا پھر انہوں نے اس شہر کو بزور اپنے قبضے میں لے لیا اور قاضی اور الصائغ دونوں کو مار ڈالا یہ واقعہ ۴۹۹ھ میں پیش آیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ الصائغ کو ابن بدیع اور حاکم حلب سلطان تتش نے قتل کیا۔ یہ پتہ نہیں چل سکا کہ کون سی بات درست ہے۔

اس کے بعد انطاکیہ کے فرنگی حاکم نے طویل محاصرہ کے بعد قلعہ الامارہ پر بھی قبضہ کر لیا۔

مضیح اور بالس کے باشندے وہاں سے کوچ کر گئے اور ان دونوں شہروں کو خالی کر گئے۔

ٹیکس کی ادائیگی

فرنگی اب شام کے اہم علاقوں پر قابض ہو گئے اس لیے انہوں نے مسلمانوں کے شہروں اور قلعوں پر جزیہ (ٹیکس) مقرر کر دیا اور وہاں کے مسلمان حکام یہ ٹیکس انہیں ادا کرنے لگے۔ چنانچہ حلب کے حاکم رضوان پر تیس ہزار دینار کا ٹیکس مقرر ہوا۔ صور کے علاقے پر سات ہزار اور شیرز کے حاکم ابن منقذ پر چار ہزار دینار اور حماۃ کے شہر پر دو ہزار دینار مقرر کیے گئے۔ یہ واقعہ ۵۰۵ھ میں پیش آیا۔

اہل بصریٰ کی اطاعت

اس سے قبل بتایا جا چکا ہے کہ دقاق کے مرنے کے بعد اس کے بھائی تلتاش کے نام پر مساجد میں خطبہ پڑھا جانے لگا تھا لیکن وہ دمشق سے فرار ہو گیا تھا اور فرنگیوں سے مدد کا طالب ہوا تھا۔ ان تمام کاموں کا ذمہ دار بصریٰ حاکم ایتکین الحلبی تھا۔ لہٰذا طغرکین حاکم دمشق ۵۰۰ھ میں اس کی گوشمالی کے لیے بصریٰ پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کے لوگوں نے فرنگی حملوں کے باعث کچھ مہلت مانگی اس لیے وہ دمشق چلا گیا۔ جب مقررہ مدت ختم ہو گئی تو بصریٰ کے باشندوں نے اطاعت قبول کی اور اس نے بھی ان کے ساتھ نیک برتاؤ کیا۔

فرنگیوں کی شکست

اس کے بعد ۵۰۲ھ میں طغرکین نے طبریہ پر چڑھائی کی۔ وہاں فرنگی حاکم بقدوین کا بھانجا بھی پہنچا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا مقابلہ ہوا۔ ابتداء میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ آخر کار طغرکین میدان میں اترا اور اس نے مسلمانوں کو جوش دلایا تو انہوں نے بھرپور حملہ کیا جس کے بعد فرنگیوں کو شکست ہوئی اور بقدوین (فرنگی حاکم) کا بھانجا گرفتار ہو گیا۔ طغرکین نے اسے اسلام قبول کرنے کی پیش کش کی لیکن جب اس نے انکار کر دیا تو طغرکین نے اسے اپنے ہاتھ سے موت کے گھاٹ اتار دیا اور باقی قیدیوں کو بغداد بھیج دیا اس کے بعد طغرکین اور قدوین کے مابین چار برس کے بعد صلح ہوئی۔

غزہ پر قبضہ

طغرکین اسی سال ماہ شعبان میں غزہ کے قلعہ کی جانب روانہ ہوا۔ یہ قلعہ طرابلس کے حاکم قاضی فخر الملک بن علی بن عمار کے ایک غلام کے قبضہ میں تھا جس نے علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ فرنگیوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا تھا اور وہاں غلہ پہنچنا بند ہو گیا تھا پھر اس نے دمشق کے حاکم طغرکین کو پیغام بھجوایا کہ وہ اس قلعہ کو بچانے میں اس کی مدد کرے لہٰذا پہلے اس نے اپنے ایک ساتھی اسرائیل کو وہاں بھیجا۔ اس نے جاتے ہی قلعہ پر قبضہ کر لیا اور مولیٰ ابن عمار کو اچانک مار دیا تاکہ اس کا حکمران ہو جائے۔

موسم سرما کی آمد کا طغرکین نے انتظار کیا۔ پھر وہ قلعہ کی جانب روانہ ہوا تاکہ وہ اس کی درست صورت حال معلوم کرے اس اثناء فرنگی حاکم اسروانی طرابلس کا محاصرہ کیے ہوا تھا۔ جب اس نے سنا کہ طغرکین اکمہ کے قلعہ کے نزدیک پہنچ گیا ہے تو وہ تیز رفتاری کے ساتھ فوج لے کر اس کے مقابلہ کے لیے پہنچ گیا اور اسے شکست دے دی اور اس کے لشکر کا سارا سازوسامان لوٹ لیا۔ یہاں سے طغرکین نے حمص کی راہ لی۔

غزہ کے مقام پر بھی فرنگی حاکم نے جنگ کی۔ اس کے بعد وہاں کے لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور اس نے غزہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور اسرائیل کو قید کر لیا اور اسے اپنے ایک قیدی کے بدلے میں واپس کیا جو دمشق میں سات برس سے قید تھا۔

رمسہ پر قبضہ

اس کے بعد طغرکین دمشق پہنچا وہاں پتہ چلا کہ فرنگی حاکم دمشق کے علاقہ کے ایک مقام رمسہ پر قابض ہو گیا ہے اور وہاں غلہ اور دستوں کا بندوبست کر رکھا ہے تاہم جب طغرکین کو یہ معلوم ہوا کہ وہاں کی محافظ فوجیں کمزور ہیں تو اس نے حملہ کر کے انہیں شکست دے دی اور وہاں کے فرنگیوں کو قیدی بنا لیا۔

اسلامی لشکر کی فتح

موصل کے حاکم مودود بن موشکین کو سلطان محمد بن ملک شاہ نے حکم دیا کہ وہ فرنگی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے جائے کیونکہ بیت المقدس کے فرنگی حاکم نے دمشق پر ۵۰۶ھ میں مسلسل حملے شروع کر دیئے تھے اور طغرکین نے مودود سے بھی فوجی امداد طلب کی تھی۔ اس لیے اس نے تمام فوجوں کو جمع کیا اور ۵۰۹ھ میں فوج لے کر پیش قدمی کی۔ طغرکین کی فوجیں اس سے سہفنہ کے مقام پر ملیں۔ وہ دونوں فوجیں قدس کی جانب روانہ ہوئیں۔ جب وہ اردن کے علاقہ میں الخوانہ کے مقام پر پہنچے تو فرنگی حاکم بقدوین لشکر لے کر دریائے اردن کے سامنے ان کے مقابلے کے لیے آیا۔ اس کے ساتھ اس کا سپہ سالار جو سکین بھی تھا آخر کار ۵۱۰ھ کے ماہ محرم کی پندرہ تاریخ کو بحیرہ طبریہ کے مقام پر فریقین میں جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں فرنگی لشکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور ان کے بہت سے افراد مارے گئے اور بہت سے بحیرہ طبریہ اور دریائے اردن میں ڈوب کر مر گئے۔

مودود کا انجام

پھر طرابلس اور انطاکیہ کے فرنگی لشکران کے مقابلے کے لیے آئے اور انہوں نے زبردست مقابلہ کیا انہوں نے طبریہ کے نزدیک ایک پہاڑ پر اپنا ڈیرہ جما دیا تھا۔ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا تھا لیکن جب طویل محاصرہ کے بعد وہ کامیابی سے مایوس ہو گئے تو اسلامی

فرنگیوں کے مفتوحہ علاقوں میں پھیل گیا اور انہیں تاخت و تاراج کر دیا۔ وہ مرج الصفر میں مقیم تھے۔ پھر مودود نے حکم دیا کہ تمام فوجیں واپس آ کر آرام کریں اور موسم سرما کے ختم ہونے پر دوبارہ حملہ کرنے کے لیے تیاری کریں۔

اسی دوران مودود طغرکین کے پاس دمشق آ گیا تاکہ اس درمیانی عرصہ میں صرف وہاں رہے۔ جب اس نے پہلا جمعہ وہاں پڑھا تو نماز کے بعد فرقہ باطنیہ کے ایک شخص نے اس پر نیزے سے حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں وہ دن کے آخری حصہ میں انتقال کر گیا۔ اس کے قتل کا الزام طغرکین پر لگایا گیا۔ تاہم سلطان محمد نے اس کے بعد موصل کا حاکم آقسنقر برستی کو لگایا۔ اس نے قلعہ کیفا کے حاکم ایاز بن ابی الغازی اور اس کے باپ کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا۔

باہمی امداد کا معاہدہ

برستی کے مقابلے کے لیے بنو ارتق لشکر لے کر آئے اور اسے شکست دے کر ایاز کو اس کی قید سے آزاد کرا لیا۔ اس کا والد ابوالغازی وہاں سے نکل کر دمشق کے حاکم طغرکین کے پاس پہنچ گیا اور وہاں پر قیام کیا۔

طغرکین سلطان محمد سے ناراض تھا کیونکہ اس نے اس پر مودود کے قتل کا الزام لگایا تھا اس لیے اس نے انطاکیہ کے حاکم کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور ان کے درمیان باہمی امداد کا معاہدہ ہو گیا۔

طغرکین کی روانگی

ابوالغازی نے دیار بکر کے علاقہ کا رخ کیا۔ وہاں اسے حمص کے حاکم قیرجان بن قراجا نے گرفتار کر لیا اور قید کر لیا جب طغرکین اس کو چھڑانے کے لیے آیا تو قیرجان نے حلفیہ اعلان کیا کہ 'اگر طغرکین اپنے ملک واپس نہیں جائے گا تو وہ اسے ضرور موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ اور وہ سلطانی لشکر آنے کا انتظار کر رہا تھا تاکہ وہ اسے آ کر لے جائے لیکن اس کے پہنچنے میں دیر ہو گئی تو طغرکین وہاں سے روانہ ہو چکا تھا۔

جنگ کے لیے پیش قدمی

اس کے بعد سلطان محمد نے تمام فوجوں کو فرنگی عیسائیوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے حکم دیا کہ اس جنگ کا آغاز طغرکین اور ابوالغازی کے مقابلہ سے کیا جائے۔ چنانچہ وہ ۵۰۸ھ میں ماہ رمضان میں روانہ ہوئے۔ ان فوجوں کے ہراول دستے پر حاکم ہمدان برسق ابن برسق کی فوج تھی جب وہ حلب پہنچے تو انہوں نے اس کے افسر لو لو الخادم اور ہراول دستے کے سردار شمس الخواص کو پیغام بھجوایا کہ وہاں سے چلے جائیں۔ انہوں نے اس کے ثبوت میں سلطان کے خطوط بھی پیش کیے۔ ان دونوں سرداروں نے طغرکین اور ابوالغازی کو بلایا چنانچہ جب وہ وہاں پہنچے تو اہل حلب نے صلح کرنے سے انکار کر دیا اور مقابلہ کے لیے مستعد ہو گئے۔

اس صورت حال کو دیکھ کر (سلطانی لشکر کے سردار) برسق نے شہر حماۃ کی جانب چڑھائی کی جو طغرکین کا علاقہ تھا۔ اس پر اس نے بزور قبضہ کر لیا اور وہ تین روز تک وہاں لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔

نا اتفاقی کا انجام

اس عرصے میں ابوالغازی' طغرکین اور شمس الخواص انطاکیہ پہنچے اور اس کے فرنگی عیسائی حاکم روجیل سے فوجی امداد کی درخواست کی۔ انہوں نے موسم سرما کے ختم ہونے تک صلح کر لی اور ابوالغازی' ماردین اور طغرکین دمشق واپس چلے گئے۔ (اس خانہ جنگی اور نا اتفاقی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور برسق اور اس کا بھائی زنگی شہادت کے رتبہ پر فائز ہو گئے۔

اس کے بعد سلطان محمد بغداد آیا تو اس کے پاس طغرکین حاکم دمشق کا نائب بھی پہنچا اور اس نے سلطان سے فوجی امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ اس نے اسے امداد دی اور اسے اس کے شہر واپس بھیج دیا۔ یہ واقعہ ماہ ذوالقعدہ ۵۰۹ھ میں پیش آیا۔

رضوان کا انتقال

حلب کے حاکم رضوان کا ۵۰۹ھ میں انتقال ہو گیا۔ اس نے اپنے دونوں بھائیوں ابوطالب اور بہرام کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ وہ مشکل کاموں میں فرقہ باطنیہ سے مدد حاصل کرتا تھا اور ان سے سازش کرتا تھا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے آزاد کردہ غلام نے

اس کے نوعمر بیٹے الپ ارسلان کے نام پر لوگوں سے بیعت حاصل کی۔ وہ ابھی کم سن بچہ تھا اور اس کی زبان میں لکنت تھی۔ اس وجہ سے ان کا لقب اخرس (گونگا) تھا۔ لو لو الخادم اس وقت خود مختار حکمران تھا۔

ابن الطاہر الصائغ کا قتل

حلب میں رضوان کے عہد میں فرقہ باطنیہ کے لوگ اس کثرت سے آباد ہو گئے تھے کہ ابن بدیع اور دیگر ارکان سلطنت ان سے خوفزدہ رہتے تھے۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے الپ ارسلان نے ارکان سلطنت کو اجازت دے دی کہ وہ انہیں گرفتار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ان کے پیشوا ابن الطاہر الصائغ اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ جو باقی بچے وہ دوسرے مقامات کی طرف فرار ہو گئے۔

لو لو الخادم کا انجام

قلعہ حلب پر لو لو الخادم قابض ہو گیا تھا اور وہ اپنے آقا کے بیٹے الپ ارسلان ابن رضوان کا نائب بن گیا تھا۔ پھر وہ اس سے ناراض ہو گیا اور اسے قتل کر کے اس کے بھائی سلطان شاہ کو مسند سلطنت پر بٹھایا اور اسے اپنے ماتحت رکھا۔ جب ۵۱۱ھ کے سال کی ابتدا ہوئی تو وہ قلعہ جعفر کے حاکم سالم بن مالک سے ملاقات کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ اس موقع پر اس کے ترک غلاموں نے غداری کر کے اسے خرت برت کے مقام پر موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کے خزانوں کو لوٹ لیا۔ تاہم اہل حلب نے ان کا مقابلہ کر کے ان سے خزانے واپس اپنے قبضے میں لے لیے۔

حسام الدین مرتاش کی جانشینی

اس کے بعد سلطان شاہ کا نائب شمس الخواص یار قیاس متعین ہوا۔ ایک ماہ کے بعد وہ بھی برطرف ہوا۔ اس کے بعد ابوالمعالی المحلی دمشقی نائب مامور ہوا لیکن وہ بھی جلد برطرف کر دیا گیا اور اس کی دولت ضبط ہو گئی۔ اس طرح حلب کا انتظام سلطنت خراب ہو تا گیا۔ ایسی حالت میں اہل حلب کو عیسائی فرنگیوں کے حملوں کا خطرہ پیدا ہوا تو انہوں نے ابوالغازی بن ارتق کو بلوا کر اپنا حاکم متعین کیا۔ اس وقت خزانہ خالی ہو چکا تھا۔ اسے مال و دولت نہیں ملا تو اس نے سابق بادشاہ کے خادموں کے مال و دولت کو ضبط کر کے ان کے ذریعے فرنگیوں سے ملک کو بچایا۔ پھر وہ ماردین چلا گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ اس کی حفاظت کرنے کے لیے واپس آئے گا اس لیے اپنے بیٹے حسام الدین مرتاش کو اپنا جانشین بنایا۔ اس کے بعد رضوان بن تتش کے خاندان کی بادشاہت حلب سے ختم ہو گئی۔

طغرکین کی پیش قدمی

بیت المقدس کا فرنگی حاکم بقدوین ۵۱۲ھ میں انتقال کر گیا اور اس کے بعد وہاں رہا کا وہ حاکم مامور ہوا جسے جکرمس نے قیدی بنا لیا تھا اور جاولی نے اسے رہا کیا تھا۔ اس نے طغرکین کو مصالحت کا پیغام بھیجا لیکن وہ فرنگیوں سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہو چکا تھا۔ اس لیے اس نے صلح سے انکار کر دیا اور طبریہ پہنچ کر اسے لوٹ لیا۔ پھر اس نے عسقلان کے مقام پر مصر کے سپہ سالاروں سے ملاقات کی کیونکہ حاکم مصر نے طغرکین کے مشورے پر انہیں عمل کرنے کا حکم دیا تھا اس کے بعد اس نے دمشق واپسی اختیار کی۔

دوسری طرف فرنگیوں نے طغرکین کے ایک مقبوضہ قلعے پر حملہ کیا۔ وہاں کے باشندوں نے ہتھیار ڈال دیے اور فرنگی اس قلعہ پر قابض ہو گئے اس کے بعد وہ اذرعات کی جانب روانہ ہوئے۔ وہاں طغرکین نے اپنے بیٹے کو مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ دیکھ کر فرنگی اذرعات سے ہٹ کر وہاں کے ایک پہاڑ پر چلے گئے۔ بوری نے ان کا محاصرہ کیا۔ جب اس کے پاس ابو طغرکین آیا تو انہوں نے اس سے خط و کتابت کی تاکہ وہ وہاں سے نکل جائیں لیکن اس نے انکار کیا کیونکہ اسے توقع نہیں تھی کہ اسے کامیابی ہو گی۔

فرنگیوں نے اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے اپنی جان پر کھیل کر مسلمانوں پر زبردست حملہ کیا اور مسلمانوں کو شکست دے دی اور انہیں بہت نقصان پہنچایا۔ بچی کھچی شکست خوردہ فوج نے دمشق کی راہ لی۔

اس واقعہ کے بعد طغرکین فوجی امداد حاصل کرنے کے لیے حلب ابوالغازی کے پاس گیا۔ اس نے فوجی امداد کا وعدہ کیا اور فوج جمع کرنے

کے لیے ماردین روانہ ہوا۔ طغرکین دمشق واپس آگیا لیکن اس سے قبل فرنگی فوج حلب کی جانب روانہ ہو چکی تھی۔

دمشق پر چڑھائی

فرنگیوں کے تمام حکام اور ان کی فوجیں ۵۲۰ھ میں جمع ہوئیں اور پھر وہ دمشق کی جانب روانہ ہوئیں۔ وہ مرج الصغر کے مقام پر خیمہ زن ہوئے۔ طغرکین نے دیار بکر کی ترکی فوجوں وغیرہ کو مدد کے لیے بلوایا اور فرنگیوں کے لشکر کے سامنے خیمہ زن ہوا۔ اس نے اپنے بیٹے بوری کو دمشق میں اپنا جانشین متعین کیا اور خود فرنگیوں کے ساتھ سال کے آخر تک لڑتا رہا۔ زبردست جنگ ہوئی جس میں طغرکین اپنے گھوڑے سے گر پڑا اور مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ جب طغرکین اور اس کی فوجیں پیچھے ہٹ کر دمشق کی جانب جانے لگیں تو فرنگیوں کی سوار فوج نے ان کا تعاقب کیا۔

میدان جنگ میں اس وقت ترکمانوں کی پیدل فوج باقی رہ گئی تھی جب فرنگیوں کی پیدل فوج ان کے مقابلہ کے لیے آئی تو ترکمانی پیدل فوج نے اپنی صفیں درست کیں اور فرنگیوں کی پیدل فوج پر بے جگری کے ساتھ زبردست حملہ کیا اور انہیں مار ڈالا اور اس کے فوجی خیموں کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد وہ بہت سامال غنیمت حاصل کر کے کامیاب ہو کر دمشق چلے آئے۔

فرنگی سواروں کی فوج جب ناکام ہو کر لوٹی تو انہوں نے اپنے خیمے خالی دیکھے۔ ان کا کیمپ لٹ چکا تھا اور ان کی پیدل فوج ختم ہو چکی تھی۔

تاج الدولہ بوری

ماہ صفر ۵۲۲ھ میں دمشق کے حاکم طغرکین کا انتقال ہو گیا۔ وہ تاج الدولہ تتش کا آزاد کردہ غلام تھا۔ وہ نیک طینت، انصاف پسند اور مجاہد انسان تھا۔ ان کا لقب ظہیر الدین تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو اس کے بعد اس کا بیٹا تاج الدولہ بوری، جو اس کا سب سے بڑا بیٹا اور ولی عہد تھا، حاکم دمشق ہوا۔ اس نے اپنے باپ کے وزیر ابو علی طاہر بن سعد المزدغانی کو برقرار رکھا۔

مزدغانی

مزدغانی رافضی اور اسماعیلی تھا۔ جب اسماعیلی فرقہ کا رہنما ابراہیم استر آبادی بغداد میں قتل کر دیا گیا تو اس کا بھتیجا بہرام شام چلا آیا تھا اس نے قلعہ بانیاس پر قبضہ کر لیا تھا۔ پھر وہ دمشق چلا گیا۔ وہاں اسماعیلی فرقہ کے خلیفہ کی حیثیت سے رہنے لگا اور اپنے مسلک کی جانب لوگوں کو دعوت دینے لگا اس کے بعد وہاں سے بھی چلا گیا اور بعلبک کے نزدیک پہاڑی قلعوں پر قبضہ کر کے وہاں اس نے اپنا مرکز بنایا تھا لیکن ضحاک نے اس پر قابو پایا اور اس نے بہرام کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

دمشق میں مزدغانی نے ہی اپنا ایک خلیفہ مقرر کر لیا تھا جس کا نام ابو الوفاء تھا۔ اس کے پیروکاروں کی تعداد کافی ہو گئی اور اس کا اثر و نفوذ دمشق میں کافی زیادہ ہو گیا تھا۔

حاکم دمشق بوری کو یہ خبر ملی کہ اس کے وزیر مزدغانی اور اسماعیلی فرقہ نے فرنگیوں کے ساتھ خط و کتابت کی ہے کہ وہ آ کر دمشق پر قبضہ کر لیں لہٰذا اس نے اپنے وزیر مزدغانی کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور فرقہ اسماعیلیہ کے قتل عام کا حکم صادر کر دیا۔

فرنگیوں کی پیش قدمی

فرنگی حکام کو جب یہ اطلاع ملی تو بیت المقدس، انطاکیہ، طرابلس اور تمام علاقوں کے فرنگی اکٹھے ہوئے اور وہ تمام مل کر دمشق کے محاصرہ کے لیے روانہ ہوئے۔ تاج الملک بوری حاکم دمشق نے بھی عربوں اور ترکمانی فوجوں سے مدد طلب کی۔

۵۲۳ھ کے ماہ ذی القعدہ میں فرنگی فوجیں آ گئیں۔ انہوں نے اپنے فوجی دستے مختلف مقامات کی طرف لوٹ مار اور غارت گری کے سبب بھیجے۔ ان میں سے ایک فوجی دستہ خوارزم بھی روانہ کیا گیا تھا۔

دمشق کے حاکم تاج الدولہ بوری نے اپنے ایک حاکم شمس الخواص کی قیادت میں مسلمانوں کا لشکر فرنگی فوجوں کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ جنگ میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور انہوں نے فرنگی لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا جب باقی فرنگی فوجوں کو اس بات کی خبر ملی تو وہ اس کے

علاقے کو آگ لگا کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے بھی ان کا تعاقب کیا اور جو ملے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا یا انہیں گرفتار کر لیا۔

دبیس کی گرفتاری اور رہائی

شام کے علاقہ میں صرخد کے مقام کا ایک شخص حاکم تھا۔ اس کا ۵۲۵ھ میں انتقال ہو گیا۔ اس کا لشکر اس قلعہ پر قابض رہا۔ اسے یہ بتایا گیا تھا کہ اس قلعہ پر مکمل قبضہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کے ہاں کسی ایک شخص کا نکاح کرا دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے دبیس کا نام پیش کیا گیا لہٰذا اسے بلوایا گیا۔

اس وقت دبیس بصری میں تھا اور جب سے وہ سنجر کے پاس سے واپس آیا تھا اس وقت سے وہ سلطان کی مخالفت میں پیش پیش تھا۔ اسے جب بلوایا گیا تو اس نے اپنے ساتھ چند رہبروں کو لیا اور صرخد کی جانب روانہ ہوا۔ اس کو راستہ بتانے والے خود بھٹک گئے اور دمشق کے آس پاس بھٹکتے ہوئے وہ غوطہ دمشق کے مشرقی حصے میں بنو کلاب کی بستی میں پہنچ گئے۔ وہ اسے تاج الملک کے پاس لے گئے اس نے اسے گرفتار کر لیا اور اسے عماد الدین زنگی کے پاس بھیج دیا اس کے ساتھ چند افراد بھی قیدی تھے۔ ان تمام کو عماد الدین زنگی کے پاس بھیج دیا گیا۔ تاج الملک بوری کو اس کی جان کا خطرہ تھا۔

عماد الدین زندگی کے پاس جب وہ پہنچا تو اس کے خدشے کے برخلاف عماد الدین زنگی نے اس کے ساتھ نیک برتاؤ کیا اور اس کی ساری ضروریات کو پورا کیا۔ خلیفہ مسترشد بھی اس کی تلاش میں تھا۔ زنگی نے اسے بھی ان کے متعلق سفارشی خط لکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دبیس رہا کر دیا گیا

بوری کا انتقال

حاکم دمشق تاج الملک بوری پر فرقہ باطنیہ کی ایک جماعت نے ۵۲۵ھ میں حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا تھا۔ اس کا زخم پہلے تو مندمل ہو گیا تھا لیکن آخر کار وہ اس سے جانبر نہیں ہو سکا اور وہ اپنی حکومت کے ساڑھے چار سال مکمل کر کے ماہ رجب ۵۲۶ھ میں جاں بحق ہو گیا۔

شمس الملوک اسماعیل

اس کا بیٹا اور ولی عہد شمس الملوک اسماعیل اس کے بعد حاکم دمشق ہوا۔ اس نے شہر بعلبک اور اس کے گرد و نواح کے علاقے پر اپنے دوسرے بیٹے شمس الدولہ کو حاکم مقرر کیا تھا۔

اس کی سلطنت کے امور کا انتظام حاجب یوسف بن فیروز کوتوال دمشق کے سپرد کیا گیا۔ چنانچہ اس نے رعایا کے ساتھ نیک برتاؤ کیا اور عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کی۔

تاج الملوک بوری کا بیٹا شمس الملوک اسماعیل دمشق کا حاکم ہوا اور اس کا بھائی محمد بعلبک گیا تو شمس الملوک لشکر لے کر بعلبک پہنچا اور اس نے اپنے بھائی محمد کا محاصرہ کر لیا اور اس کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ محمد نے قلعہ میں پناہ لی اور اپنے بھائی سے اس نے درخواست کی کہ اسے وہیں رہنے دیا جائے۔ اس نے اس کی درخواست منظور کر لی اور دمشق کی راہ لی۔

شمس الملوک کی پیش قدمی

اس کے بعد وہ بانیاس کی جانب روانہ ہوا جو فرنگیوں کے ماتحت تھا۔ انہوں نے صلح کی شرائط سے انحراف کیا تھا اور وہ دمشق کے تاجروں کی ایک جماعت کو پکڑ کر لے گئے تھے۔ وہاں وہ ماہ صفر ۵۲۷ھ میں پہنچا اور لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔ اس نے اس مقام کی فصیلوں میں نقب زنی کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور ان فرنگیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جو وہاں تھے۔ شکست خوردہ فوج نے قلعہ میں پناہ لی پھر انہوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور قلعہ فتح ہو گیا اور اس نے دمشق کی راہ لی۔

اس کے بعد اسے یہ خبر ملی کہ خلیفہ مسترشد موصل کی جانب روانہ ہو گیا ہے۔ ایسی حالت میں اس نے حماۃ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ وہ ماہ رمضان المبارک کے آخر میں روانہ ہوا اور عید الفطر کے دوسرے روز پہنچ گیا۔ وہاں کے لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور اس نے اس شہر پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد وہ قلعہ شیرز کی جانب روانہ ہوا۔ وہاں کا حاکم بنو منقذ کے خاندان سے تھا۔ شمس الملوک نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا اس کے حاکم نے مال دے کر اپنی خلاصی کروائی اور وہ دمشق چلا آیا۔ یہ واقعہ اسی سال کے ماہ ذوالقعدہ میں پیش آیا۔

اس کے بعد وہ ماہ محرم ۵۲۸ھ میں حصن شقیق کی جانب روانہ ہوا۔ یہ قلعہ بیروت اور صیدا کے نزدیک ایک پہاڑ پر واقع تھا۔ یہ قلعہ ضحاک بن جندل رئیس وادی التیم کے ماتحت تھا۔ اس نے اس پر قبضہ کر رکھا تھا اور اس قلعہ کو مسلمانوں اور فرنگیوں دونوں کے حملوں سے محفوظ کر رکھا تھا۔ جب کبھی ان دونوں میں سے کوئی گروہ اس پر حملہ کرتا تھا تو وہ دوسرے گروہ کی مدد سے اس کو بچانے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔

لیکن شمس الملوک نے پہنچتے ہی اس پر قبضہ کر لیا۔ یہ بات فرنگیوں کو بڑی ناگوار گزری اس لیے انہوں نے حوران کی جانب فوج کشی کی اور اس کے گرد و نواح میں تباہی پھیلا دی۔ شمس الملوک نے یہ رنگ دیکھ کر فوجوں کو جمع کیا اور ترکمانی فوجوں سے بھی کمک حاصل کی۔ اس کے بعد وہ ان کے مقابلہ کے لیے پہنچ گیا۔ وہاں وہ صف آراء ہو کر خشکی کی جانب نکل گیا اور طبریہ اور عکا کے گرد و نواح کو (جہاں فرنگی رہتے تھیں) تاخت و تاراج کر دیا۔

ان فوجی مہموں میں اس کی فوجوں کو بہت سا مال غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے۔ جب ان نقصانات کی اطلاع فرنگی فوجوں کو جو حوران میں تھیں ملی تو وہ اپنے شہروں کی جانب بھاگ گئیں اور اس نے دمشق کی راہ لی۔ ایسی حالت میں فرنگی فوجوں نے تجدید صلح کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی۔

شمس الملوک کا انجام

شمس الملوک بدکردار اور ظالم و جابر حکمران تھا۔ وہ اپنے اہل و عیال اور ساتھیوں سے بھی برا سلوک کرتا تھا۔ اس لیے یہاں تک کہ اس کے جد امجد کے ایک غلام نے ۵۲۷ھ میں اسے قتل کرنے کے لیے تلوار لے کر کھڑا تھا لیکن اسے فوراً گرفتار کر لیا گیا۔ جب اسے زدوکوب کیا گیا تو اس نے اقرار کیا کہ ایک جماعت نے اس کے ساتھ مل کر (قتل کرنے کی) سازباز کی تھی۔

ان تمام سازشیوں کو شمس الملوک نے موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان کے ساتھ اپنے بھائی سونج کو بھی قتل کر دیا۔ اس کی یہ حرکت لوگوں کو ناگوار گزری اس کے ساتھ ساتھ اس کے بارے میں یہ افواہ بھی اڑائی گئی کہ وہ عماد الدین زنگی کے ساتھ خط و کتابت کر رہا ہے تاکہ وہ دمشق پر قبضہ کرے۔ نیز وہ اسے اس بات پر بھی ابھار رہا ہے کہ وہ جلد وہاں پہنچ جائے۔ ایسا نہ ہو کہ فرنگی فوجیں اس شہر پر قبضہ کر لیں۔ چنانچہ عماد الدین زنگی نے اس مقصد کے لیے روانگی اختیار کر لی۔

لوگوں نے جب اس افواہ کو درست قرار دیا تو شمس الملوک کے باپ کے ساتھی اس سے ناراض ہو گئے اور انہوں نے اس کی شکایت جا کر اس کی ماں سے کی۔ اس کی ماں کو بھی اس بات کا خدشہ ہوا۔ اس لیے اس نے ان کے غلاموں کو اس کے قتل کرنے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے اسے ماہ ربیع الآخر ۵۲۹ھ میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی ماں پر حاجب یوسف بن فیروز سے تعلقات رکھنے کا الزام لگایا گیا تھا۔ لہٰذا شمس الملوک نے اپنی ماں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن یوسف تو فرار ہو گیا اور اس کی ماں نے اسے قتل کرا دیا۔

شہاب الدین محمود

اس کا بھائی شہاب الدین محمود اس کے قتل کے بعد دمشق کا حاکم ہوا۔ عماد الدین زنگی اس کے قتل کے بعد دمشق پہنچا۔ اس نے میدان حصار کی جانب سے دمشق کا محاصرہ کیا لیکن اہل دمشق نے اس کی مدافعت کے لیے زبردست کوشش کی اور وہ اس کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں اس کے جد امجد طغرکین کے غلام معین الدین انز نے بھرپور کردار ادا کیا۔ اور شہر کی مدافعت اور محاصرہ کا مقابلہ بڑی بے جگری کے ساتھ کیا۔

خلیفہ المسترشد کا قاصد ابوبکر بن بشر الجزری عماد الدین زندگی کے پاس پہنچا جو یہ پیغام لے کر آیا تھا کہ وہ حاکم دمشق شہاب الدین محمود کے ساتھ مصالحت کر لے۔ چنانچہ اس نے مصالحت کر کے سال کے نصف حصے میں دمشق سے واپسی اختیار کی۔

حمص کا علاقہ قیرجان بن قراجا اور اس کی اولاد اور ان کے آزاد کردہ غلاموں کے قبضے میں تھا لیکن عماد الدین زنگی نے مطالبہ کیا کہ وہ یہ

علاقہ اس کے حوالے کر دیں۔ جب اس نے انہیں بہت تنگ کرنا شروع کیا تو انہوں نے حاکم دمشق شہاب الدین محمود کو یہ لکھا کہ وہ ان علاقے پر قبضہ کرلے ور اس کے عوض میں وہ انہیں تدمر کا علاقہ دے دے۔

ان کی یہ بات اس نے مان لی اور وہاں ۵۳۰ھ میں پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا اور اس کی حکومت اپنے دادا کے غلام' معین الدین انز کے حوالے کر دی (جس نے دمشق کے محاصرہ میں سب سے زیادہ دلیرانہ کارنامے انجام دیئے تھے) اس نے ان کے ساتھ وہاں ایک محافظ فوج بھی تعینات کی اور خود دمشق کی راہ لی۔

یوسف کا انجام

حاجب یوسف بن فیروز تدمر فرار ہو گیا تھا' غلاموں اور ارکان سلطنت کی ایک جماعت اس سے خفا تھی کیونکہ بادشاہ کے بھائی سونج کے قتل میں وہ شریک خیال کیا جاتا تھا۔

اس نے جب دمشق آنے کی اجازت مانگی تو انہوں نے اس کی مخالفت کی۔ تاہم یوسف نے نرمی سے انہیں رضامند اور مطمئن کرنے کی کوشش کی اور اس نے قسم کھائی کہ وہ سلطنت کے کسی کام میں حصہ نہ لے گا۔

لیکن وہ جب دمشق آگیا تو اس نے پہلی جیسی حرکتیں کرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ اس کے مخالفین نے اس پر حملہ کر کے اسے مار دیا اس کے بعد وہ دمشق سے فرار ہو کر بیرونی علاقے میں قیام پذیر ہو گئے۔

ان کا جب پیچھا کیا گیا تو وہ شمس الدولہ محمد بن تاج الملوک کے پاس بعلبک چلے گئے' وہاں سے وہ فوجیں دمشق کی جانب بھیجتے تھے جو اس کے گرد و نواح میں ہنگامہ آرائی کرتی تھیں۔

مجبوراً تنگ آ کر جب شہاب الدین محمود حاکم دمشق نے ان کے تمام مطالبات منظور کر لیے تو وہ دمشق کے بیرونی علاقے میں پہنچے۔ وہاں سے شہاب الدین محمود حلفیہ معاہدہ کرنے کے بعد انہیں دمشق میں لے آیا اور ان کے بزرگ مرداش کو سپہ سالار بنا دیا اور اسے اپنی سلطنت کے سیاہ و سفید کا کلی اختیار دے دیا۔

حمص پر حملہ

اس کے بعد ماہ شعبان ۵۳۱ھ میں عماد الدین زنگی نے حمص کی جانب کوچ کیا اور ہراول فوج پر اپنے حاجب صلاح الدین یاغیسیانی کو جو اس کا سب سے بڑا حاکم تھا' مامور کیا۔ اس نے حمص کے حاکم معین الدین انز کو مشورہ دیا کہ وہ ہتھیار ڈال دے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس پر شہر کا محاصرہ کیا گیا جس کا بے جگری سے مقابلہ کیا گیا اور وہ اس سال ماہ شوال کے آخر میں وہاں سے روانہ ہو گیا۔

اس کے بعد وہ ۵۳۲ھ میں بعلبک کے نزدیک پہنچا تو حاکم دمشق کے ایک قلعہ الحوالی کے باشندوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ پھر وہاں سے دوبارہ حمص پہنچا اور اس کو محاصرے میں لے لیا۔

شاہ روم کی چڑھائی

اس دوران شاہ روم حلب پہنچا اس نے فرنگی فوجوں کو بلوا کر بہت سے (مسلمانوں کے) قلعوں پر قبضہ کر لیا جن میں عین زربہ اور تل حمدون کے قلعے بھی شامل تھے۔ اس نے انطاکیہ کو بھی محاصرہ میں لیا تھا پھر شاہ روم نے واپسی اختیار کر لی تھی۔

زنگی کا عقد

شام روم کے حملوں کے دوران عماد الدین زنگی نے حمص سے محاصرہ اٹھالیا تھا لیکن جب شاہ روم واپس چلا گیا تو اس نے دوبارہ جنگ کا آغاز کر دیا' اس دوران اس نے حاکم دمشق شہاب الدین محمود کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ اس سے اپنی والدہ مرد خاتون بنت جاولی کا عقد کرا دے۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس بہانے سے دمشق پر قبضہ کر سکے گا۔ شہاب الدین محمود نے اپنی ماں کا عقد عماد الدین زنگی سے کرا دیا لیکن دمشق پر قبضہ کرنے کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔ البتہ حمص اور اس کا قلعہ اس کے حوالے کر دیا گیا اور مرد خاتون کو ماہ رمضان میں اسی سال اس کے پاس بھیج دیا گیا۔

شہاب الدین کا انجام

حاکم دمشق شہاب الدین محمود کو اس کی خواب گاہ میں ماہ شوال ۵۳۳ھ میں اس کے تین آزاد کردہ غلاموں نے اچانک موت کے گھاٹ اتار دیا اور فرار ہو گئے۔ ان میں سے ایک بھاگ نکلا اور باقی دو کو گرفتار کر لیا گیا۔

معین الدین انز نے اس کے قتل کے بعد اس کے بھائی جمال الدین بن بوری کو جو بعلبک کا حاکم تھا' یہ اطلاع پہنچائی۔ وہ انتہائی تیزی کے ساتھ اپنی فوج اور ارکان سلطنت کو لے کر دمشق پہنچا اور وہاں کا حاکم بن گیا۔ اس نے بعلبک کی حکومت اور اس کا انتظام سلطنت اپنے جد امجد کے آزاد کردہ غلام معین الدین انز کے سپرد کر دیا۔ اس طرح اس کے تمام امور سلطنت ٹھیک ہو گئے۔

زنگی کی پیش قدمی

جب شہاب الدین محمود کے قتل کی اطلاع اس کی والدہ خاتون کو حلب میں ملی تو وہ بڑی پریشان ہوئی۔ اس کی ماں نے زنگی کو اس کے بیٹے کا انتقام لینے پر اکسایا۔

یہ اطلاع سن کر عماد الدین زنگی دمشق کی جانب روانہ ہوا اور دمشق کا محاصرہ کرنے کی تیاری کی اس کے بعد وہ بعلبک کی جانب روانہ ہوا' جہاں کا حاکم معین الدین انز تھا۔ اس سے قبل عماد الدین زنگی نے خفیہ طور پر اس کی جانب مال و دولت بھیجی تھی تاکہ وہ دمشق پر اسے قبضہ دلا دے لیکن اس نے یہ کام نہ کیا۔

اس کے بعد وہ اس کے شہر بعلبک آیا اور وہاں زور دار جنگ شروع کر دی اور اس کے خلاف منجنیقیں نصب کر دیں تاکہ شہر والے ہتھیار ڈال دیں۔ آخر کار اس نے ۵۳۳ھ میں شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت بھی ایک فوجی دستہ قلعہ میں محصور رہا لیکن تنگ آ کر انہوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس نے وہاں کے دوسرے باشندوں کو بھی ہراساں کیا۔

اس کے بعد اس نے دمشق کی طرف پیش قدمی کی اور وہاں کے حاکم کو پیغام دیا کہ وہ شہر اس کے سپرد کر دے اور وہاں کی حکومت سے دستبردار ہو جائے لیکن وہ اس کی بات ماننے پر تیار نہیں ہوا۔ زنگی نے اس کے بدلے میں دوسرے مقام کی حکومت دینے کا بھی وعدہ کیا لیکن وہ اس پر بھی رضامند نہ ہوا۔

چنانچہ خود فوج لے کر آگے بڑھا اور داریا کے مقام پر اس نے پڑاؤ ڈالا۔ یہ واقعہ ۱۵ ربیع الاول ۵۳۴ھ میں پیش آیا۔ دمشق کی تمام فوجیں اس کے مقابلے کے لیے باہر نکلیں تو زنگی کو ان پر فتح نصیب ہوئی۔ اور انہیں شکست دے کر وہ عیدگاہ کی جانب بڑھ گیا اور وہاں بھی دوبارہ جنگ کر کے شام کی فوجوں کو پھر شکست دی۔ پھر اس نے دس روز کے لیے جنگ بند کر دی اور فریقین کے مابین قاصد اور ایلچی یہ پیغام لے کر دوڑتے رہے کہ حاکم دمشق کو اس شہر کے بدلے میں بعلبک یا حمص یا وہ علاقے جو وہ پسند کرے' دے دیا جائے گا۔

حاکم دمشق کے ساتھیوں نے اسے یہ شرط قبول کرنے سے روک دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زنگی نے دوبارہ جنگ کا آغاز کر دیا اور شہر کا محاصرہ شدید کر دیا گیا۔

عماد الدین زنگی نے دمشق کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور مصالحت کے لیے بات چیت ہو رہی تھی کہ جمال الدین محمد بن بوری حاکم دمشق ۴ شعبان المبارک ۵۳۴ھ میں وفات پا گیا۔ زنگی نے یہ خیال کیا کہ اب دمشق کے حکام و امراء کے مابین اختلاف پیدا ہو جائے گا اس لیے اس نے جنگ اور محاصرہ میں شدت مزید سخت کر دی۔

فرنگیوں سے ساز باز

لیکن دمشق کے حکام نے حوصلہ نہیں ہارا انہوں نے جمال الدین محمد کے بعد اس کے بیٹے مجید الدین انز کو متفقہ طور پر حاکم بنایا' اس کا سرپرست معین الدین انز کو بنا لیا اور وہی امور سلطنت کا مختار کل اور منتظم اعلیٰ تھا۔

معین الدین انز نے فرنگی فوجوں سے زنگی کے خلاف جنگ میں مدد مانگی۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ فوجی امداد کے صلے میں دشمن کے علاقہ بانیاس کا محاصرہ کرے گا اور اسے فتح کرنے کے بعد فرنگیوں کے حوالے کر دے گا۔ فرنگیوں نے اس کی بات مان لی کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ

اگر عماد الدین زنگی نے دمشق فتح کرلیا تو وہ ان پر بھی حملہ کر دے گا۔
جب اس سازباز کا علم عماد الدین زنگی کو ہوا تو اس سے پیشتر کہ فرنگی فوجیں دمشق کی فوجوں کی مدد کو پہنچیں وہ خود لشکر لے کر فرنگیوں کی جانب روانہ ہو گیا اور حوران کے علاقے میں اسی سال کے ماہ رمضان میں اس نے پڑاؤ ڈالا۔ فرنگی فوجوں کو اس کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی وہ اپنے شہروں سے باہر نہیں نکلیں۔ اس لیے زنگی رمضان کے بعد ماہ شوال میں دمشق کا محاصرہ کرنے کے لیے چل دیا۔ اس نے دمشق کے مضافات میں مرج اور غوطہ کے دیہات کو آگ لگا دی پھر وہ اپنے شہر کی جانب روانہ ہو گیا۔

قاشاش پر قبضہ

اس کے چلے جانے کے بعد اس کی فوجیں دمشق پہنچ گئیں اور معین الدین انز (اپنا وعدہ پورا کرنے کی غرض سے) زنگی کے علاقہ قاشاش کو فتح کرنے کے لیے ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ اس نے اسے فرنگیوں کے حوالہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔
قاشاش کے حاکم نے شہر صور پر حملہ کیا تھا واپسی پر اس کی لڑائی انطاکیہ کے حاکم سے ہوئی جو فوج لے کر اپنے ساتھی حاکم دمشق کو فوجی کمک پہنچانے کے لیے دمشق جا رہا تھا (لہٰذا دونوں میں جنگ ہوئی) اور حاکم انطاکیہ قاشاش اور اس کے ساتھ کی فوجیں تہ تیغ ہوئیں اور جو باقی بچ گئیں انہوں نے قاشاش کی جانب فرار ہو کر پناہ حاصل کی۔
پھر وہاں معین الدین انز لشکر لے کر پہنچا۔ اس نے اسے فتح کر کے فرنگی فوجوں کو دے دیا۔
زنگی کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے دمشق کی جانب پیش قدمی کی۔ اس نے اپنی فوج کے مختلف حصے حوران اور دمشق کے مضافات پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیے اور خود صبح سویرے دمشق پہنچ کر اس نے وہاں اچانک حملہ کر دیا، دمشق کی فوجیں اس کے مقابلہ کے لیے نکلیں۔ اس نے تمام دن جنگ کی۔ پھر مرج راہط کی جانب ہٹ گیا اور وہاں وہ اپنے فوجی دستوں کا انتظار کرنے لگا چنانچہ وہ ساری فوجیں بہت سا مال غنیمت لے کر اس کے پاس پہنچیں۔ اس کے بعد اس نے اپنے شہر کی جانب واپسی اختیار کی۔

فرنگیوں کی کامیابی

فرنگی فوجوں نے جب شام کے ساحلی علاقوں کو فتح کیا تو یورپ کے ہر ملک کے لوگ مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کے لیے پہنچنے لگے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ یہ لوگ اپنے دشمن کے مقابلے میں تنہا ہیں۔
چنانچہ ۵۴۳ھ میں جرمنی کے شہنشاہ نے ایک عظیم لشکر کے ساتھ اسلامی ممالک کا رخ کیا۔ اس کی فوج کی تعداد کافی زیادہ تھی اس کے علاوہ سازوسامان اور مال و دولت بھی بہت زیادہ تھا۔ اس لیے ان کی فتح کے بارے میں کسی قسم کا شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی۔
جب یہ عظیم لشکر شام پہنچا تو وہاں کی ساری فرنگی فوجیں ان کے ساتھ شامل ہو گئیں اور شہنشاہ کے حکم کا انتظار کرنے لگیں۔ اس نے تمام فرنگی فوجوں کو حکم دیا کہ وہ دمشق کی جانب پیش قدمی کریں۔ لہٰذا وہ ۵۴۳ھ میں دمشق پہنچ گئیں اور اس شہر کو محاصرہ میں لے لیا۔
معین الدین انز بڑی بے جگری کے ساتھ ان فرنگی فوجوں کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا آخر کار ۶ ربیع الاول ۵۴۳ھ کو زبردست جنگ ہوئی۔ مسلمانوں نے انتہائی ثابت قدمی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔ تاہم انہیں کافی جنگی نقصان ہوا۔
اسی جنگ کے دوران مشہور عالم و زاہد حجتہ الدین یوسف العندلاوا المغربی نے جام شہادت نوش کیا۔ معین الدین انز نے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنی ضعیفی کے باعث واپس چلے جائیں لیکن انہوں نے فرمایا:
"میں نے (اپنی جان) بیچ دی ہے اور اس (اللہ تعالیٰ) نے اسے خرید لیا ہے اس لیے میں یہ سودا واپس نہیں کروں گا اور نہ وہ اسے واپس لے گا۔"
ان کا اشارہ قرآنی آیت کی جانب تھا۔ جس میں جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔[1]
چنانچہ یہ جنگ کے لیے آگے بڑھے اور دمشق سے نصف فرسخ پر اسرت کے مقام پر جام شہادت نوش کیا۔ اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد بھی شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئی۔ جس سے فرنگی فوجوں کو کامیابی حاصل ہوئی اور شہنشاہ جرمنی اخضر تک آ گیا۔

۱۔ وہ آیت کریمہ یہ ہے: ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ (پارہ۱۱ سورہ توبہ) ۔ مترجم

عماد الدین زنگی کا انتقال

اس سے قبل موصل کے حاکم عماد الدین زنگی کی ۵۴۱ھ میں وفات ہو گئی تھی اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سیف الدین غازی موصل کا حاکم بنا اور دوسرا بیٹا نور الدین محمود حلب کا حاکم بنا۔

مسلمانوں کا اتحاد

موصل کے حاکم سیف الدین غازی سے معین الدین انز نے فوجی امداد مانگی۔ لہٰذا وہ اپنے بھائی نور الدین کے ساتھ فوج لے کر روانہ ہوا۔ جب حمص کے شہر کے نزدیک پہنچا تو فرنگیوں کو جنگ کا الٹی میٹم بھیجا۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ بھی جنگ کرنے پر مجبور ہوئے۔ اس طرح ان کا جنگی سازوسامان اور غذا دو حصوں میں تقسیم ہونا شروع ہو گئی۔

اس دوران معین الدین انز نے بھی جرمن فوجوں کو پیغام بھیجا کہ وہ یہ شہر شاہ مشرق یعنی حاکم موصل کے حوالے کر دیں۔ اس نے شام میں مقیم فرنگی فوجوں کو بھی ایک پیغام بھیجا جس میں انہیں متنبہ کیا گیا تھا کہ جب شہنشاہ جرمنی دمشق فتح کر لے گا تو وہ اس کے ساتھ شام میں نہیں رہ سکیں گے۔ اس نے ان سے یہ وعدہ بھی کیا کہ (اگر وہ واپس چلے جائیں گے) تو وہ قاشاش کا قلعہ ان کے حوالے کر دے گا۔

(اس پیغام کے بعد) وہ جرمنی کے شہنشاہ کے پاس گئے اور اسے حاکم موصل کے خطرے سے مطلع کیا اور کہا کہ وہ دمشق پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

چنانچہ (شاہ جرمنی) اس شہر سے روانہ ہوا اور معین الدین انز نے حسب وعدہ قاشاش کا قلعہ ان کے سپرد کر دیا جرمنی کا شہنشاہ سمندر پار انتہائی شمال مغرب میں اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گیا۔

معین الدین انز جرمن فوجوں کے محاصرہ دمشق کے ایک سال بعد ۵۴۴ھ میں انتقال کر گیا۔ وہ سلطنت اتق کا قابل ترین سیاست دان تھا۔

عسقلان پر قبضہ

۵۴۴ھ میں موصل کا حاکم سیف الدین غازی انتقال کر گیا۔ اور اس کے بعد اس کا بھائی قطب الدین حاکم بنا اور نور الدین محمود حلب اور اس کے مضافات کا حاکم قائم رہا۔

دمشق کو فتح کر کے نور الدین محمود فرنگیوں سے جہاد کرنا چاہتا تھا۔ اس دوران یہ اتفاق پیش آیا کہ فرنگی فوجوں نے فاطمی خلفاء کے قبضہ سے عسقلان کا علاقہ چھین لیا کیونکہ وہ بہت کمزور ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ ۵۴۸ھ میں ہوا۔

فرنگیوں کی من مانی

نور الدین محمود عسقلان کے علاقہ کو ان سے واپس نہیں لے سکتا تھا کیونکہ اس کے درمیان میں دمشق حائل تھا پھر ان فرنگی فوجوں کی ہمت اس قدر بڑھ گئی کہ وہ عسقلان کو فتح کرنے کے بعد دمشق کو فتح کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ اہل دمشق انہیں ٹیکس ادا کرتے تھے اور وہ یہ ٹیکس وصول کرنے کے لیے اس علاقے میں آتے تھے اور اپنی من مانی کارروائیاں کرتے تھے۔ وہاں جو فرنگی قیدی اپنے وطن جانا چاہتے تھے اسے رہا کرا لیتے تھے۔

نور الدین کی حکمت عملی

ان حالات کے باعث نور الدین محمود کو فرنگیوں سے زبردست خطرہ محسوس ہوا۔ اسے یہ بھی علم تھا کہ اگر وہ دمشق پر حملہ کرے گا تو حاکم دمشق فرنگیوں سے ضرور امداد طلب کرے گا۔ اس لیے اس نے حاکم دمشق مجید الدین سے خط و کتابت کی اور تحائف بھیج کر اسے اپنے اثر میں لیا۔ اس نے سیاست سے کام لیا۔ اس نے اسے ان امراء و حکام کے خلاف ایک ایک کر کے بھڑکانا شروع کیا جو اس کی قوت و طاقت کا ذریعہ تھے وہ اسے تحریر کرتا تھا کہ فلاں شخص نے اسے لکھا کہ وہ دمشق اسے دینے کے لیے تیار ہے۔

مجید الدین حاکم دمشق کو جب اس کے ذریعے کسی ایسے شخص کی سازباز کا علم ہوتا تھا تو وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا ایسا آخری

شخص عطاء بن حافظ السلمی الخادم تھا۔ وہ نور الدین محمود کی مخالفت میں بہت سخت تھا۔ تاہم جب مجید الدین کو اس کے بارے میں بھی اسی قسم کی سازش کی خبر دی گئی تو اس نے اسے گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

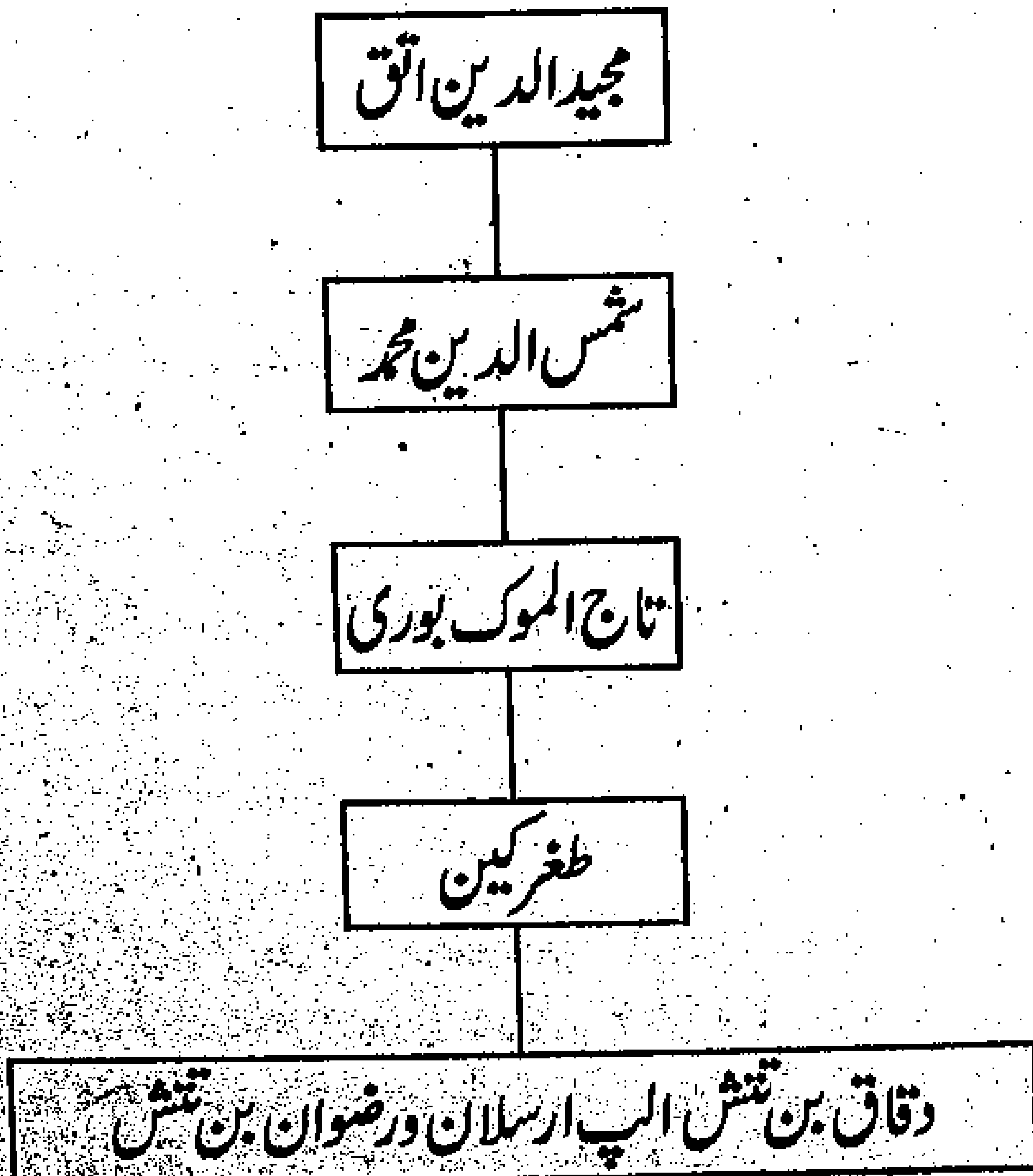
اس دوران نور الدین نے دمشق کے نوجوان طبقہ سے خط و کتابت کر کے اسے اپنی جانب مائل کر لیا تھا اور انہوں نے اس کی حمایت کرنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ لہٰذا اب نور الدین دمشق کی جانب روانہ ہوا مجید الدین حاکم دمشق نے فرنگیوں سے فوجی امداد مانگی اور اس کے بدلے میں بعلبک شہران کے سپرد کرنے کا وعدہ کیا چنانچہ وہ اپنی منتشر فوج کو اکٹھا کرنے لگے لیکن ان سے قبل نور الدین دمشق پہنچ گیا۔ اس موقع پر ان نوجوانوں نے بغاوت کر دی جس کی اس سے خط و کتابت تھی۔ انہوں نے شہر کا مشرقی دروازہ کھول دیا۔ جہاں سے نور الدین داخل ہو گیا اور اس کا دمشق پر قبضہ ہو گیا۔

سلطنت تتش کا خاتمہ

دمشق کے حاکم مجید الدین نے قلعہ میں پناہ لی نور الدین نے بذریعہ خط و کتابت اسے حمص کا شہر اس کے عوض میں حوالے کر دیا۔ چنانچہ وہ وہاں چلا گیا لیکن اس کے بعد اس نے حمص کی بجائے بالس کا علاقہ دینا چاہا' وہ اس پر راضی نہ ہوا اور بغداد چلا گیا۔ جہاں اس نے نظامیہ کے نزدیک گھر تعمیر کروایا اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا

دمشق اور اس کے مضافات پر نور الدین محمود زنگی کا قبضہ ہو گیا اور اسے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس طرح شام و ایران سے خاندان تتش کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اصل باقی رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

خاندانِ تتش کا شجرہ



باب ۲

سلجوقی سلطنت قونیہ میں

قطلمش اس خاندان کا بانی تھا۔ اس کے نسب میں اختلاف پایا جاتا ہے کچھ کا کہنا ہے کہ وہ قطلمش بن بیقو تھا۔ مورخ ابن الاثیر ایک جگہ لکھتا ہے کہ قطلمش طغرل بیگ کا چچا زاد بھائی تھا اور ایک جگہ لکھتا ہے کہ قطلمش بن اسرائیل سلجوقی خاندان سے تھا۔

اسلامی ممالک میں حکومت کی تلاش کے سلسلہ میں جب سلجوقی امراء منتشر ہو گئے تو قطلمش رومی علاقے میں داخل ہوا اور وہ قونیہ' اقصرا اور اس کے گردونواح کے علاقے پر قابض ہو گیا۔

سلطان طغرل بیگ نے اسے فوج دے کر حاکم موصل قریش بن بدران کے ساتھ روانہ کیا تھا تاکہ وہ دبیس بن مزید کو گرفتار کر سکے جس نے حلہ میں فاطمی سلطنت کی اطاعت کا اظہار کیا تھا لیکن دبیس اور بساسیری نے انہیں شکست سے ہمکنار کیا۔

طغرل بیگ کے بعد جب سلطان الپ ارسلان مسند نشین ہوا تو قطلمش نے سلطان کے خلاف بغاوت کی اور رے پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

۴۵۶ھ میں الپ ارسلان نے اس سے جنگ کی اور قطلمش کو اس جنگ میں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور وہ مارا گیا۔ اس کی لاش مقتولوں کی لاشوں کے درمیان سے ملی۔ الپ ارسلان کو اس کی موت کا بہت صدمہ ہوا اور اس نے اس کا سوگ منایا۔

سلیمان کی کامیابی

پھر اس کا بیٹا سلیمان اس کے مقبوضہ علاقوں یعنی قونیہ' اقصرا اور اس کے گردونواح کے علاقوں کا حاکم بنا۔ اس نے رومیوں کے قبضہ سے ۴۷۷ھ میں انطاکیہ کے شہر کو چھین لیا جس پر وہ ۳۵۵ھ سے قبضہ کیے ہوئے تھے اس نے اسے فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔

مسلم بن قریش حاکم موصل انطاکیہ کے رومیوں سے ٹیکس وصول کرتا تھا جب سلیمان نے اسے فتح کر لیا تو اس نے اس سے یہ ٹیکس ادا کرنے کا مطالبہ کیا۔ جب اس نے اس سے انکار کیا تو مسلم نے انطاکیہ کا محاصرہ کرنے کے لیے عربوں اور ترکمانوں کی فوجیں اکٹھی کیں اور اس کے ساتھ ترکمانی سپہ سالار جق بھی تھا ۴۷۸ھ میں فریقین میں جنگ کا آغاز ہوا۔ اس جنگ میں ترکمانی سپہ سالار جق اپنی فوج کے ساتھ سلیمان کی فوجوں کے ساتھ شامل ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

سلیمان کا خاتمہ

اس کے بعد سلیمان بن قطلمش حلب کے محاصرہ کے لیے روانہ ہوا' انہوں نے اس کا مقابلہ کیا اور اس سے مہلت مانگی تاکہ سلطان ملک شاہ سے خط و کتابت کی جائے۔ اس کے بعد انہوں نے خفیہ طور پر تتش حاکم دمشق سے فوجی امداد مانگی۔ چنانچہ تاج الدولہ تتش تیز رفتاری کے ساتھ فوج لے کر آیا۔ راستے میں سلیمان بن قطلمش کی فوج غافل ہو کر آرام کر رہی تھی۔ چنانچہ جب تتش کی فوج سے قطلمش کے بیٹے سلیمان کی فوجوں کا مقابلہ ہوا تو اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا اور سلیمان نے اپنے آپ کو خنجر مار کر خود کشی کر لی اور تتش نے اس کے سارے لشکر میں لوٹ مار شروع کر دی۔

قلیج ارسلان کی حکومت

پھر اس کا بیٹا قلیج ارسلان کا حاکم ہوا اور وہ حکومت کرتا رہا۔ جب ۴۹۰ھ میں فرنگی فوج لے کر شام کے ساحلی علاقے کی جانب روانہ

ہوئے تو انہوں نے قسطنطنیہ کی راہ اختیار کی۔ روم کے بادشاہ نے انہیں اس راستے پر سے اس شرط کے ساتھ گزرنے کی اجازت دی کہ وہ انطاکیہ کو فتح کرنے کے بعد اس کے قبضے میں دے دیں۔ انہوں نے یہ شرط مان لی اور قسطنطنیہ کی خلیج کو عبور کر کے وہ قلیج ارسلان بن سلیمان کے علاقے سے گزرے تو قلیج ارسلان نے حملہ کر کے قونیہ کے نزدیک ان فرنگی فوجوں کا مقابلہ کیا۔ فرنگی فوج نے اسے شکست دی اور ابن لیون الارس کے علاقے پہنچ گئے وہاں سے گزر کر وہ انطاکیہ پہنچے وہاں باغیسیان نامی ایک سلجوقی حاکم تھا وہ محاصرہ کے لیے تیار ہو گیا اور اس نے خندق کھودنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ایک روز اس مقصد کے لیے مسلمانوں نے کام کیا اور دوسرے روز عیسائیوں نے خندق کھودی۔

انطاکیہ پر قبضہ

بالآخر فرنگی فوجیں وہاں پہنچ گئیں اور انہوں نے اس شہر کو نو مہینے تک محاصرہ میں رکھا اس کے بعد کچھ محافظ دستوں نے شہر کی فصیل سے نکل کر انہیں کچھ سرنگوں کے راستے سے اندر داخل کرایا شہر میں داخل ہونے کے بعد ان فوجوں نے شہر میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ باغیسیان صلح کی نیت سے نکلا اور فرار ہو گیا لیکن ایک ارمنی نے پکڑ کر اسے قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر فرنگی فوجوں کے پاس لے گیا پھر فرنگیوں کا ایک حاکم اس شہر پر حکمرانی کرنے لگا۔

حلب اور دمشق کے حکام نے اہل انطاکیہ کی مدد کے لیے پیش قدمی کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن فرنگی فوجوں نے ان سے مصالحت کے لیے خط و کتابت کی اور وعدہ کیا کہ وہ انطاکیہ کے علاوہ اور کسی مقام پر قبضہ نہیں کریں گے چنانچہ ان کے اس وعدہ کے بعد انہوں نے ارادہ تبدیل کر دیا اور وہ باغیسیان کی فوجی مدد کرنے سے باز رہے۔

فرنگیوں سے جنگیں

اس دوران ترکمانی فوجیں عراق کے گرد و نواح میں پھیل گئی تھیں اور کمشتکین بن طلبق نے جس کا والد دانشمند بمعنے معلم شہرت رکھتا تھا، انطاکیہ کے نزدیک رومی علاقہ سیواس پر قابض ہو گیا۔ اسی کے نزدیک ملطیہ کے علاقے کو ایک دوسرے ترکمانی سردار نے فتح کر لیا تھا اور اس کے اور دانشمند کے مابین جنگیں ہوتی رہتی تھیں اس لیے ملطیہ کے حاکم نے فرنگیوں سے فوجی امداد مانگی۔ چنانچہ انطاکیہ کا ایک فرنگی سردار ۴۹۳ھ میں پانچ ہزار کا لشکر لے کر پہنچا۔ ابن دانشمند نے اس کا مقابلہ کیا اور اس فرنگی سردار کو شکست دے کر اسے قیدی بنا لیا۔ اس کے بعد مزید فرنگی فوجیں اس کو چھڑانے کے لیے آئیں۔ انہوں نے قلعہ انکوریہ کے نزدیک جسے انقرہ بھی کہا جاتا ہے، جنگ کی اور اسے فتح کر لیا۔ پھر وہ دوسرے قلعہ کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوئے جہاں اسماعیل بن دانشمند تھا۔ انہوں نے اس قلعہ کو محاصرہ میں لے لیا اس دوران ابن دانشمند نے کافی فوج اکٹھی کر لی تھی اور فوج کی ایک بڑی تعداد کو ایک کمین گاہ میں چھپا کر جنگ شروع کی۔ تھوڑی دیر کے بعد کمین گاہ سے اس کی بہت بڑی فوج نکلی اور اس نے پلٹ کر ایسا بھرپور حملہ کیا کہ دشمن کا کوئی آدمی بھی زندہ نہ بچا۔

پھر اس نے پیش قدمی کر کے ملطیہ کو فتح کر لیا اور اس کے حاکم کو قید کر لیا۔ اس کے بعد انطاکیہ سے مزید فرنگی فوج آئی اسے بھی شکست ہوئی۔

جکرمس کی گرفتاری

ایک سلجوقی سپہ سالار، موصل، جزیرہ دیار بکر کے علاقے کا حاکم تھا اس نے بغاوت کا ارادہ کیا تو سلطان نے موصل اور اس کے مضافات کا علاقہ جاولی کو دے دیا اور اپنے سپہ سالار کو حکم دیا کہ وہ فرنگیوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے روانہ ہو جائیں چنانچہ جاولی روانہ ہو گیا جکرمس کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو وہ موصل سے اربل کی جانب روانہ ہوا اور اس نے اربل کے حاکم ابو الہیجاء بن موسک الکردی کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ اس اثناء میں جاولی بوزیج پہنچ گیا تھا، لہٰذا جکرمس کی فوجوں کو شکست ہوئی اور جکرمس اکیلا رہ گیا چنانچہ جاولی نے اسے گرفتار کر لیا۔

موصل کا محاصرہ

بچی کھچی شکست خوردہ فوج موصل پہنچی اور اس نے جکرمس کی جگہ اس کے کم سن بیٹے زنگی کو حاکم بنایا اور ان کے والد کے آزاد کردہ

غلام غرغلی نے سلطنت کا انتظام سنبھالا۔ قلعہ اس کے قبضے میں تھا اور اس نے فوج میں مال و دولت اور گھوڑے تقسیم کیے اور جاولی کا جنگی مقابلہ کرنے کے لیے تیاریاں مکمل کر لیں۔اس نے صدقہ بن مزید' برستی اور رومی علاقوں کے حاکم قلیج ارسلان سے فوجی امداد کے لیے خط و کتابت کی اور ان میں سے ہر ایک سے اس نے یہ وعدہ کیا کہ جب وہ جاولی کو مقابلہ میں شکست دے دیں گے تو وہ انہیں موصل کی حکمرانی پر فائز کر دے گا۔

اس پیغام کی جانب صدقہ نے کوئی توجہ نہیں دی۔ اس دوران جاولی موصل پہنچ گیا اور اس نے اسے محاصرہ میں لے لیا۔اس نے یہ اعلان کیا کہ اگر وہ شہر کو اس کے حوالے نہیں کریں گے تو جکرمس کو موت کے گھاٹ اتار دے گا۔

جاولی کو محاصرہ کے دوران یہ اطلاع ملی کہ قلیج ارسلان اپنی فوجیں لے کر نصیبین کے مقام پر پہنچ گیا ہے۔ یہ خبر سن کر اس نے موصل کا محاصرہ چھوڑ دیا اور سنجار کی جانب روانگی اختیار کی۔

برستی جاولی کے چلے جانے کے بعد وہاں پہلے پہنچ گیا تھا۔ اس نے وہاں کے باشندوں کو اطاعت کا پیغام بھیجا لیکن انہوں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس لیے اس نے واپسی اختیار کی۔

قلیج ارسلان کی کامیابی

حاکم دمشق رضوان نے فرنگی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے جاولی کو بلوایا تو وہاں کوچ کر گیا۔ اس کے بعد جکرمس کی فوجیں موصل سے روانہ ہوئیں۔انہوں نے نصیبین کے مقام پر قلیج ارسلان کے پاس پہنچ کر اس سے معاہدہ کر لیا اور اسے موصل لا کر ۵۰۰ھ میں ماہ رجب کے آخر میں اپنا حاکم بنا لیا۔ جکرمس کا بیٹا اور اس کے ساتھی وہاں سے نکل کر چلے گئے۔ ان کا غرغلی کے قلعہ پر قبضہ ہو گیا تھا۔

حتیٰ کہ قلیج ارسلان موصل کے تخت پر بیٹھا اور خلیفہ کے بعد اپنا نام مساجد کے خطبوں میں شامل کیا۔ اس نے فوج کے ساتھ نیک برتاؤ کیا اور عوام پر عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کی۔ اس کے ساتھیوں میں ابراہیم ابن نیال ترکمانی حاکم آمد اور محمد بن جق ترکمانی حاکم قلعہ زیاد جسے خرت برت بھی کہا جاتا ہے' شامل تھے۔

قلادروس

رومی حاکم قلادروس خرت برت پر قابض تھا۔ اور رہا اور انطاکیہ بھی اس کے مقبوضات میں شامل تھے لیکن انطاکیہ کو سلیمان بن قتلمش نے فتح کر لیا تھا اور دیار بکر کے علاقے کو فخر الدولہ بن جہیر نے سر کر لیا تھا۔ اس طرح قلادروس کی قوت میں کمی واقع ہو گئی اور خرت برت کے قلعہ کو بھی جق نے اس سے چھین لیا تھا۔آخر کار قلادروس نے سلطان ملک شاہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا تھا۔سلطان نے اسے رہا کا علاقہ دیا جہاں وہ مرتے دم تک مقیم رہا۔ پھر جق نے اس علاقہ کو اور اس کے نزدیکی قلعوں کو فتح کر لیا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا محمد بن جق اس کا جانشین بنا۔

فرنگیوں سے لڑائی

فرنگی حاکم سمند انطاکیہ کا حاکم تھا۔اس کے اور قسطنطنیہ کے بادشاہ روم کے درمیان ناراضگی ہو گئی جو بڑھتی گئی۔ آخر کار سمند حاکم انطاکیہ نے فوج لے کر رومی علاقے پر چڑھائی کی۔ ان حالات میں شاہ روم نے قلیج ارسلان سے فوجی امداد مانگی تو وہ رومی لشکر کی مدد کے لیے گیا اور ان دونوں فوجوں نے مل کر فرنگی فوجوں کو شکست دی اور انہیں گرفتار کر لیا۔ شکست خوردہ فوج اپنے علاقوں میں واپس آ گئی اس کے بعد انہوں نے جزیرہ کے مقام پر قلیج ارسلان سے بدلہ لینے کا ارادہ کیا لیکن اس اثناء میں انہیں اس کی موت کی اطلاع ملی تو انہوں نے واپسی اختیار کی۔

اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ قلیج ارسلان نے موصل اور دیار بکر کے علاقوں کو فتح کر لیا تھا اور حکمرانی قائم کر لی تھی' وہاں کا سابق حکمران جاولی سکاؤ' سنجار چلا گیا تھا اور پھر وہاں سے رحبہ کے مقام کی جانب چلا گیا تھا وہاں کے حاکم محمد بن اسباق نے جو شیبانی خاندان سے تھا۔ دقاق کی ہلاکت کے بعد قلیج ارسلان کا نام خطبہ میں داخل کر لیا تھا۔

جاولی کی کامیابی

جاولی نے جب اس مقام کا محاصرہ کیا تو حلب کے حاکم رضوان بن تتش نے فرنگیوں کے مقابلے کے لیے اس سے فوجی امداد مانگی کیونکہ وہ اسی کے علاقے میں شامل ہو گئے تھے اس نے وعدہ کیا کہ محاصرہ ختم ہونے کے بعد وہ فوجی امداد دے گا۔ اس دوران رضوان خود اس کے پاس پہنچ گیا۔ اب محاصرہ بہت شدید ہو گیا تھا اس لیے اہل رحبہ میں سے کچھ لوگوں نے غداری کی اور رات کے وقت انہوں نے جاولی کے ساتھیوں کو شہر میں داخل کرا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی فوج نے اگلے روز ظہر تک شہر میں لوٹ مار کی آخر کار رحبہ کے حاکم محمد شیبانی کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اور اس نے اس کی اطاعت قبول کی۔ اس کے بعد جاولی نے وہاں سے واپسی اختیار کی۔

قلیج ارسلان کا خاتمہ

قلیج ارسلان کو جب یہ اطلاع ملی تو وہ جاولی کے مقابلہ کے لیے موصل سے چل پڑا اور اس نے اپنے کم سن بیٹے ملک شاہ کو اپنا قائم مقام بنایا اور اس کی مدد کے لیے ایک سردار کو نگران بنایا۔ جب وہ فوج لے کر سرحد کے نزدیک پہنچا تو شہر آمد کا حاکم ابراہیم بن نیال اپنی فوج لے کر اپنے شہر واپس آ گیا مگر قلیج ارسلان نے طویل جنگ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا اور اس نے اپنے اس لشکر کو بلوایا جس نے فرنگیوں کے خلاف رومیوں کی مدد کی تھی۔ چنانچہ وہ اس کے پاس آئے۔ لیکن اس دوران جاولی نے اس کی فوج کی مختصر تعداد کو غنیمت جانا۔ اس لیے اس سال ماہ ذوالقعدہ کے آخر میں اس نے حملہ کیا اور زبردست جنگ شروع ہوئی۔ قلیج ارسلان نے بذات خود جاولی پر حملہ کیا اور اس کے علم بردار کو گرا دیا اس کے مقابلے میں جاولی نے اپنی تلوار سے حملہ کیا اور جاولی کے دیگر ساتھیوں نے بھی اس پر حملہ کر کے اسے شکست دے دی۔ قلیج ارسلان نے (غیرت و شرم کی وجہ سے) اپنے آپ کو پانی میں ڈبو کر اپنا خاتمہ کر لیا۔

بالآخر جاولی نے موصل پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا اور سلطان محمد کا نام مساجد کے خطبوں میں دوبارہ شامل کرایا اور اس کے پاس قلیج ارسلان کے بیٹے ملک شاہ کو بھیج دیا۔ قونیہ اور اقصرا اور دیگر رومی شہروں میں (موجودہ ترکی مقبوضات پر) اس کا بیٹا مسعود حاکم ہوا اور اس کی سلطنت جوں کی توں رہی۔

ملطیہ پر قبضہ

ایک ترکمانی حاکم ملطیہ اور سیواس پر قابض تھا۔ اس کی قونیہ کے حاکم سے جنگ رہتی تھی اس جنگ میں کمشتکین بن دانشمند مارا گیا تھا اور اس کی جگہ پر اس کا بیٹا محمد حاکم ہوا۔ وہ بھی اپنے والد کی طرح فرنگی فوجوں سے لگاتار جنگ کرتا رہا اور ۵۳۷ھ میں انتقال کیا اس کے انتقال کے بعد مسعود بن قلیج ارسلان نے اس کے اکثر مقبوضات پر قبضہ کر لیا اور کچھ حصہ اس کے بھائی یاغی ارسلان بن محمد کے قبضے میں رہا۔

مسعود بن قلیج ارسلان ۵۵۱ھ میں وفات پا گیا اور اس کا جانشین اس کا بیٹا قلیج ارسلان دوم ہوا۔ وہ حاکم ملطیہ یاغی ارسلان کے ساتھ جنگ کرتا رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قلیج ارسلان نے شاہ طلیق بن علی بن ابی القاسم کی بیٹی سے نکاح کیا اس کے باپ نے اسے بہت جہیز اور سازوسامان دے کر بھیجا۔ راستے میں حاکم ملطیہ یاغی ارسلان نے اس قافلہ کو لڑکی سمیت لوٹ لیا اور اس لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے ذوالنون بن محمد بن دانشمند کے ساتھ کرا دیا اور اس کا طریقہ یہ نکالا اور یہ مشورہ دیا کہ وہ لڑکی مرتد ہو جائے تاکہ نکاح فسخ ہو جائے پھر اسلام لانے کے بعد اس لڑکی کی شادی اپنے بھتیجے سے کر دی۔

قلیج ارسلان نے اس واقعہ کے بعد اپنی فوجوں کو جمع کر کے یاغی ارسلان پر حملہ کر دیا لیکن یاغی ارسلان نے اسے شکست دی۔ اس دوران شاہ روم نے فوجی امداد مانگی تو اسے مدد دی اور اسی دوران یاغی ارسلان نے کوچ کیا تو اس کا بھتیجا ابراہیم بن محمد اس کا جانشین ہوا۔ قلیج ارسلان نے یہ موقع غنیمت سمجھتے ہوئے اس کے کچھ علاقے پر قبضہ کر لیا اور اس کے بھائی ذالنون بن محمد نے بھی قیساریہ کے علاقے پر قبضہ کر لیا اور قلیج ارسلان کے بھائی شاہ بن مسعود کے پاس صرف انکوریہ (انقرہ) کا شہر رہ گیا۔ کچھ مدت تک یہی صورت حال رہی پھر قلیج ارسلان اور نور الدین محمود زنگی کے درمیان ناراضگی ہو گئی اور جنگ پر تیار ہو گئے۔ صالح بن زریک نے مصر سے قلیج ارسلان کو تحریری طور پر اس بات کی ممانعت کی۔

جب ابراہیم بن محمد بن دانشمند کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بھائی ذوالنون حاکم ہوا تو قلیج ارسلان نے اس پر حملہ کر دیا اور ملک

داماد اس کے قبضہ سے نکل لیا۔

الدین کی پیش قدمی

اس کے بعد نور الدین محمود بن زنگی نے ۵۶۸ھ میں قلیج ارسلان دوم بن مسعود کے مقبوضہ علاقوں یعنی ملطیہ' سیواس اور اقصرا کی جانب پیش قدمی کی جب وہ وہاں پہنچا تو قلیج ارسلان دوم اس کے پاس معذرت کرتے ہوئے پہنچا اور اس کی آؤ بھگت کی اور اس ملک کو فتح کرنے سے روک دیا۔

اس نے ذوالنون بن دانشمند کو اس کے پاس سفارش کے لیے بھیجا لیکن اس نے سفارش قبول نہیں کی۔ چنانچہ اس نے لشکر کشی کر کے مرعش اور نہسنا اور اس کے درمیانی علاقے پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ماہ ذوالقعدہ میں اسی سال پیش آیا۔

ایک لشکر اس نے سیواس کی جانب بھیجا جس نے جا کر سیواس پر قبضہ کر لیا۔ اس پر قلیج ارسلان دوم صلح کی جانب مائل ہوا اور اس نے نور الدین عادل کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور حسن سلوک کا طلبگار ہوا۔ چونکہ وہ فرنگی فوجوں کی جانب سے بہت پریشان تھا۔ اس لیے اس نے ان شرائط پر صلح کی کہ وہ جہاد کے لیے فوجی امداد بھیجے اور یہ کہ سیواس کا علاقہ اس کے نمائندے ذوالنون بن دانشمند کے قبضہ میں رہے

اس کے بعد ممالک کی تقسیم کے بارے میں خلیفہ کا فرمان آیا جس میں قلیج ارسلان خلاط اور دیار بکر کے بارے میں بھی احکام مذکور تھے اور جب نور الدین کا انتقال ہو گیا تو قلیج ارسلان نے ذوالنون کو سیواس سے نکال دیا اور اس پر قابض ہو گیا۔

قلیج ارسلان دوم کی ناراضگی

ایشیائے کوچک (رومی علاقوں) کے حاکم قلیج ارسلان دوم بن مسعود نے دیار بکر کے قلعہ کیفا وغیرہ کے حاکم نور الدین محمود بن قلیج ارسلان سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا تھا اور اسے اس سلسلے میں کئی قلعے بھی دے دیئے تھے لیکن اس نے اس کی بیٹی کے ساتھ ٹھیک سلوک نہیں کیا اور اس کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کر لی تھی اور اسے چھوڑ دیا تھا۔

لڑکی کے والد قلیج ارسلان دوم کو اس بات کا بڑا دکھ ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ وہ دیار بکر میں اپنے داماد نور الدین کے علاقے پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لے۔

اس کے داماد نے صلاح الدین بن ایوب کو درمیان میں ڈالا اور اس کی سفارش کرائی لیکن اس نے اس کی سفارش بھی قبول نہیں کی، اور اسے یہ جواب دیا کہ وہ ان قلعوں کو واپس لینا چاہتا ہے جسے اس نے شادی کے وقت عطیہ کے طور پر دیئے تھے۔

اس بات سے صلاح الدین بہت رنجیدہ ہوا اس زمانے میں وہ فرنگی فوجوں کے ساتھ جنگ کر رہا تھا لہٰذا اس نے ان کے ساتھ صلح کی اور لشکر لے کر رومی علاقے کی جانب روانہ ہوا۔ شام میں الصالح اسماعیل بن نور الدین محمود تھا صلاح الدین وہاں سے تل ناشر کے راستے رعبان پہنچا اور وہاں اس نے حاکم کیفا نور الدین محمود سے بات چیت کی۔

صلح کی کوشش

اس دوران قلیج ارسلان دوم نے اس کے پاس ایک قاصد بھیجا جس نے اس کی بیٹی کے ساتھ اس کے داماد کے سلوک کے بارے میں شکایت کی تو وہ اس قاصد پر بڑا ناراض ہوا اور اسے دھمکی دی کہ وہ اس کے ملک پر قبضہ کر لے گا۔ قاصد نے صلاح الدین کے ساتھ نرم لہجہ اختیار کیا اور خفیہ طور پر صلاح الدین کو سمجھایا کہ اس نے ایک عورت کی خاطر جہاد کو ملتوی کیا اور دشمن سے صلح کر کے فوجوں کو اکٹھا کر کے یہاں آیا ہے اس میں اس کا زبردست خسارہ ہے۔ اگر قلیج ارسلان دوم کی بیٹی اپنے والد کے انتقال کے بعد اپنے خاوند کے ساتھ ناچاقی کے سلسلے میں اس سے منصفانہ فیصلے کے لیے درخواست کرتی ہے اسے اس کا حق حاصل ہے۔

اس کا یہ مشورہ صلاح الدین کو پسند آیا اور اس نے اس ایلچی کو حکم دیا کہ وہ ان کے درمیان صلح کرائے اور اس صلح میں وہ بھی اس کا شریک رہے گا لہٰذا ایلچی نے ان کی صلح کرا دی اور یہ شرط رکھی کہ وہ ایک برس کے بعد اس عورت کو طلاق دے گا۔ اس نے نور الدین سے اس کا معاہدہ کرا لیا جو اس نے پورا کیا۔ اس طرح ہر ایک اپنے شہر کی جانب چلا گیا۔

بیٹوں کا جھگڑا

۵۸۷ھ میں قلیج ارسلان دوم نے اپنے مقبوضہ علاقوں کو اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔ چنانچہ قونیہ اور اس کے مضافات کا علاقہ اس نے اپنے بیٹے غیاث الدین کیخسرو کو دے دیا اور اقصرا و سیواس کا علاقہ قطب الدین کو دیا اور دو قاط کا علاقہ رکن الدین سلیمان کو اور انقرہ انکوریہ کا علاوہ محی الدین کو اور ملطیہ عز الدین قیصر شاہ کو دیا۔ کچھ حصہ مغیث الدین کو اور قیساریہ نور الدین محمود کو دیا۔ نکسار اور اماسیا دونوں بھتیجوں کے حوالے کر دیئے۔

اس کے بیٹے قطب الدین کا اثر اس پر بہت زیادہ تھا اس لیے اس نے اسے آمادہ کیا کہ وہ قیصر شاہ کے قبضے سے ملطیہ چھین لے چنانچہ اس نے یہ علاقہ اس سے چھین لیا اس واقعہ کے بعد قیصر شاہ، صلاح الدین بن ایوب کے پاس پہنچا تاکہ وہ اس کی سفارش کرے۔ صلاح الدین نے اس کی بڑی عزت کی اور اپنے بھائی العادل کی بیٹی سے اس کی شادی کرا دی اس کے بعد اس نے اس کے بھائی اور باپ کے پاس اس کی سفارش کی جو انہوں نے قبول کر لی اور اسے ملطیہ کا علاقہ واپس کر دیا۔

اس کا بیٹا رکن الدین پھر اس پر مسلط ہو گیا اور اس نے اس کے شہر میں اختیار الدین حسن کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس پر اس کے باقی بیٹے اس کے دائرہ اطاعت سے نکل گئے اور قطب الدین اپنے باپ کو پکڑ کر قیساریہ لے گیا تاکہ وہ اس علاقے کو اس کے بھائی سے چھین کر اسے دے دے لیکن قلیج ارسلان بھاگ کر قیساریہ جا پہنچا اور قطب الدین نے قونیہ اقصرا جا کر ان پر قبضہ کر لیا۔

پھر قلیج ارسلان دوم کی یہ حالت ہو گئی کہ کبھی وہ ایک بیٹے کے پاس رہتا تھا اور کبھی دوسرے بیٹے کے پاس پہنچتا تھا لیکن وہ سب اس سے بے رخی برتتے تھے۔ آخر کار قونیہ کے حاکم غیاث الدین کیخسرو سے اس نے فوجی امداد طلب کی چنانچہ اس نے اسے امداد دی اور اس کے ساتھ قونیہ پہنچ کر اس پر اسے قابض کرا دیا۔

اس کے بعد وہ اقصرا کی جانب روانہ ہوا اور اس کا محاصرہ کر لیا لیکن اس دوران قلیج ارسلان دوم بیمار ہو گیا اور وہ قونیہ واپس چلا گیا وہاں اس کا انتقال ہو گیا۔

قلیج ارسلان کا انتقال

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے بیٹوں کا جھگڑا اس سے اس بات پر ہوا کہ اسے اپنے بیٹوں میں علاقوں کی تقسیم پر پشیمانی ہوئی اس لیے اس نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے قطب الدین کو اپنا سارا علاقہ دے دے اس پر وہ تمام ناراض ہو گئے اور اس کے دائرہ اطاعت سے نکل گئے وہ اپنے بیٹوں کے پاس باری باری جاتا تھا۔ آخر کار اس کے بیٹے کیخسرو حاکم قونیہ نے اس کی اطاعت قبول کی تو وہ اس کے ساتھ فوج لے کر اس کے بھائی محمود کے علاقہ کی جانب روانہ ہوا اور قیساریہ کا محاصرہ کر لیا۔ چنانچہ اسی محاصرہ کی حالت میں قلیج ارسلان کا انتقال ہو گیا اس وقت غیاث الدین قونیہ چلا گیا۔

قلیج ارسلان دوم کا قونیہ میں یا قیساریہ میں انتقال ہو گیا اس کا انتقال ۵۸۸ھ کے سال کے درمیانی عرصہ میں ہوا اس نے ستائیس سال تک حکومت کی۔ وہ انصاف پسند، سیاستدان اور بارعب حکمران تھا اور اس نے جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔

قطب الدین کا انتقال

اس کا جب انتقال ہوا تو اس وقت اس کا ایک بیٹا غیاث الدین کیخسرو، قونیہ اور اس کے مضافات کا خود مختار حاکم تھا اور اس کا بھائی قطب الدین انقرا اور سیواس کا حاکم تھا۔ قطب الدین جب کبھی ایک علاقے سے دوسرے علاقے کی جانب جاتا تھا تو راستے میں قیساریہ کا شہر پڑتا تھا جہاں شہر سے باہر اس کا بھائی نور الدین محمود اس سے ملاقات کرتا تھا۔ وہ ایک مدت تک اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہا۔ پھر اس نے اچانک اس کے ساتھ غداری کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن قیساریہ میں اس کے ساتھیوں نے اس کا مقابلہ کیا۔ ان کا سربراہ حسن تھا اس نے اس کو بھی اپنے بھائی کے ساتھ قتل کر دیا اس کے بعد شہر والوں نے اس کی اطاعت قبول کی اور اس نے شہر پر قبضہ کر لیا لیکن جلد اس واقعہ کے بعد قطب الدین کا بھی انتقال ہو گیا۔

رکن الدین سلیمان کی پیش قدمی

قطب الدین کے انتقال کے بعد دو قاطہ کے حاکم رکن الدین سلیمان نے اپنے باپ کے سارے رومی علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی چنانچہ اس نے قطب الدین کے مقبوضات میں سیواس' اقصرا اور قیساریہ کی جانب لشکر کشی کی اور ان تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا پھر اس نے قونیہ پر چڑھائی کی اور اس کا محاصرہ کر کے اپنے بھائی غیاث الدین کو شکست دی اور قونیہ پر قبضہ کر لیا، غیاث الدین شام کی طرف فرار ہو گیا۔
پھر رکن الدین سلیمان نے نکسارا اور اماسا پر بھی قبضہ کر لیا پھر ۵۹۷ھ میں ملطیہ بھی معز الدین قیصر شاہ سے چھین لیا اور معز الدین العادل ابوبکر بن ایوب کے پاس پہنچ گیا۔

اس کے بعد وہ ارزن الروم پہنچا جو قدیم شاہی خاندان کے شاہ محمد بن خلیق کے بیٹے کے قبضہ میں تھا' جب اس کا حاکم اس سے صلح کرنے کے لیے آیا تو اس نے اسے گرفتار کر لیا اور شہر فتح کر لیا اس طرح رکن الدین سلیمان انقرہ کے علاوہ اپنے بھائیوں کے تمام مقبوضہ علاقوں کا واحد حاکم بن گیا۔ انقرہ کا قلعہ بہت مضبوط تھا (اس لیے وہ اسے جلد فتح نہیں کر سکا) اس کو فتح کرنے کے لیے اس نے کافی فوج جمع کی اور تین روز تک اس کا محاصرہ کیا۔ پھر اس نے خفیہ طور پر کسی شخص کو بھیجا جس نے اس کے بھائی کو موت کے گھاٹ اتار دیا' اس کے بعد اس نے ۶۰۰ھ میں انقرہ فتح کر لیا۔ اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

رکن الدین کا انتقال

رکن الدین سلیمان کا ذوالقعدہ ۶۰۱ھ میں انتقال ہو گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا قلیج ارسلان سوم حاکم ہوا لیکن وہ زیادہ عرصہ تک حکومت نہیں کر سکا۔ رکن الدین ایک قابل ترین حاکم تھا۔ دشمنوں کے لیے بہت سخت تھا البتہ وہ فلسفیانہ خیالات کی جانب زیادہ رغبت رکھتا تھا۔

غیاث الدین کا انجام

رکن الدین سلیمان نے جب غیاث الدین کیخسرو کا قونیہ کا علاقہ چھین لیا تھا تو وہ حلب گیا تھا جہاں الظاہر غازی بن صلاح الدین حکمران تھا' اس نے اس کا استقبال نہیں کیا تو وہ قسطنطنیہ چلا گیا۔ جہاں شاہ روم نے اس کا استقبال کیا اور وہاں کے ایک مذہبی پیشوا (بشپ) نے اپنی بیٹی کے ساتھ اس کی شادی کر دی' اس پادری کا قسطنطنیہ کے مضافات میں ایک قلعہ بند گاؤں تھا چنانچہ جب فرنگی فوجوں نے قسطنطنیہ پر ۶۰۰ھ میں قبضہ کر لیا تو غیاث الدین اپنے اس خسر کے قلعے میں جو پادری تھا' پناہ گزین ہوا اسی سال اسے اپنے بھائی کی موت کی اطلاع ملی اس کے ساتھ ساتھ قونیہ کے بعض حکام نے اسے یہ پیغام بھیجا کہ وہ قونیہ آ کر قونیہ پر حکومت کرے لہٰذا وہ وہاں پہنچ گیا۔ پہلے اہل شہر محصور ہو گئے پھر ان کی فوجیں نکل کر حملہ آور ہوئیں اور شکست دے دی اور وہ کسی شہر کی طرف فرار ہو کر قلعہ میں بند ہو گیا۔
اس کے بعد اقصرا کے باشندے اس کے حمایتی ہو گئے اور انہوں نے اپنے حاکم کو نکال دیا۔ جب قونیہ کے باشندوں کو یہ اطلاع ملی تو انہوں نے بھی قلیج ارسلان سوم بن رکن الدین کے خلاف بغاوت کر دی اور اسے گرفتار کر لیا اور غیاث الدین کو بلوا کر اسے حاکم بنا لیا اور اس کے بھتیجے کو اس کے سپرد کر دیا۔
اس کا دوسرا بھائی قیصر شاہ اپنے خسر العادل ابوبکر بن ایوب کے پاس پہنچ گیا تھا اور جب رکن الدین نے جو اس کا بھائی تھا' ملطیہ اس کے قبضے سے چھین لیا تھا تو اس نے اپنے خسر سے فوجی امداد مانگی تھی۔ اس نے رہا جانے کا حکم دے دیا۔
اس دوران غیاث الدین طاقتور حاکم ہو گیا تھا۔ چنانچہ شیمشاط کا حاکم علی بن یوسف اور خرت برت کا حاکم نظام الدین بن ارسلان اس کے پاس آتے جاتے تھے۔ اس کی قوت بڑھتی ہی گئی۔ یہاں تک کہ قسطنطنیہ کے حاکم اشکری نے ۶۰۷ھ میں اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ارزن الروم پر قبضہ

غیاث الدین کیخسرو جب قتل ہو گیا تو اس کے بعد اس کا بیٹا کیکاؤس حاکم ہوا۔ عوام نے اس کا لقب الغالب باللہ رکھا۔ ارزن الروم کا حاکم طغرل شاہ بن قلیج ارسلان نے جو اس کا چچا تھا' اس کے برخلاف اپنی حکومت کا دعویٰ کیا اور اس مقصد کے لیے وہ اپنے بھتیجے کے

خلاف جنگ کے لیے روانہ ہوا اور سیواس میں اس محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران اس کے بھائی کیقباد بن کیخسرو نے انکوریہ (انقرہ) کو فتح کر لیا۔
کیکاؤس نے الملک العادل حاکم دمشق سے مدد مانگی چنانچہ اس نے اس کی امداد کے لیے فوجیں بھیجیں لیکن ان فوجوں کے پہنچنے سے پیشتر طغرک سیواس سے کوچ کر گیا تھا لہٰذا کیکاؤس پہلے انکوریہ (انقرہ) گیا اور اسے اپنے بھائی کیقباد کے قبضہ سے چھڑایا اور اسے گرفتار کر لیا لیکن اس کے حکام کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔
اس کے بعد اپنے چچا طغرک سے جنگ کرنے کے لیے ارزن الروم گیا اور ۶۱۰ھ میں اس پر فتح حاصل کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کے ملک پر قبضہ کر لیا۔

کیکاؤس کی پیش قدمی

حلب کا حاکم الظاہر بن صلاح الدین تھا اس کے زمانے میں حلب کا ایک باشندہ اس سے بھاگ کر کیکاؤس کے پہنچ گیا تھا اس نے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ حلب کو فتح کرلے کیونکہ اس پر قبضہ کرنا انتہائی آسان ہے اور اس کے بعد وہ دیگر علاقوں پر بھی قبضہ کر سکتا ہے۔
پھر جب الظاہر کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد اس کا کم سن بیٹا حاکم ہوا تو کیکاؤس کے خیال نے عملی جامہ پہنا اور حلب پر قبضہ کرنے کے بارے میں اس کا ارادہ پکا ہو گیا۔
اس نے افضل بن صلاح الدین ابن شیمشاط کو اس کے ساتھ کوچ کرنے کے لیے بلوایا۔ اس نے یہ معاہدہ کیا کہ مساجد کے خطبوں میں کیکاؤس کا نام لیا جائے گا اور حلب اور اس کے مضافات کے علاقوں پر افضل حکومت کرے گا لیکن جب الاشرف کے قبضہ سے حران' الرہا اور الجزیرہ کے دیگر شہر چھین لیئے جائیں گے تو اس کا حکمران کیکاؤس ہو گا۔
یہ معاہدہ کرنے کے بعد وہ ۶۱۵ھ میں مشترکہ افواج لے کر روانہ ہوئے پہلے انہوں نے قلعہ اعبان پر قبضہ کیا اور معاہدہ کی شرائط کے مطابق افضل نے اس کا اقتدار سنبھالا۔ پھر انہوں نے قلعہ تل ناشر پر قبضہ کیا تو کیکاؤس نے اسے اپنے قبضہ میں رکھا' جس سے افضل کو شبہ ہوا پھر ابن الظاہر حاکم حلب نے حاکم جزیرہ' خلاط' اشرف بن العادل سے ان شرائط کے ساتھ فوجی امداد طلب کی کہ اس کا نام خطبہ میں پڑھا جائے گا اور سکہ پر اس کا نام کندہ کیا جائے گا۔

کیکاؤس کو شکست

اس کی مدد کے لیے اشرف بن العادل روانہ ہوا اس کے ساتھ مشہور قبیلہ عرب طے کی فوجیں بھی موجود تھیں۔ اس نے حلب کے بیرونی میدان میں پڑاؤ ڈالا۔ اس دوران کیکاؤس اور افضل ملبنج چلے گئے تھے اس لیے ان کے ہراول دستوں نے الظاہر کے ہراول دستوں کا مقابلہ نہ کیا۔ کیکاؤس کا لشکر شکست کھا کر اس کے پاس پہنچا تو وہ بھی فرار ہو گیا۔
اس کے بعد اشرف اعبان اور تل ناشر کے قلعوں کی جانب روانہ ہوا وہاں کیکاؤس کی فوجیں تھیں' اس نے انہیں شکست دے کر حاکم کے حوالے کیا۔ اس نے انہیں آگ میں جلا دیا پھر اشرف نے دونوں قلعوں کو حاکم حلب' شہاب الدین بن الظاہر کے حوالے کر دیا۔ اسی دوران اسے اطلاع ملی کہ اس کا باپ الملک العادل کا مصر میں انتقال ہو گیا ہے اس لیے اس نے رومی علاقوں کی جانب پیش قدمی کرنے کا ارادہ تبدیل کر دیا۔

کیکاؤس کا انتقال

کیکاؤس نے اشرف سے جنگ کے بعد یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ اشرف کے علاقہ الجزیرہ پر حملہ کرے گا' اس نے آمد اور اربل کے حاکموں کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا تھا' یہ دونوں حکام اس کے نام کا خطبہ پڑھواتے تھے۔ وہ ملطیہ کی جانب روانہ ہوا تاکہ اشرف موصل کی حفاظت سے غافل ہو جائے اور اسے حاکم اربل فتح کر لے لیکن اس دوران وہ راستے ہی میں بیمار ہو گیا اور اپنے وطن لوٹ گیا۔ وہاں وہ ۶۱۶ھ میں انتقال کر گیا اس کے تمام بچے کم سن تھے اس لیے اس کی فوج نے اس کے بھائی کیقباد کو جیل سے آزاد کیا کیونکہ انکوریہ (انقرہ) کی فتح کے بعد کیکاؤس نے اسے قید خانے میں ڈال دیا تھا چنانچہ قید خانے سے نکالنے کے بعد اسے وہاں کی مسند حکومت پر بٹھا دیا گیا۔
یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کیکاؤس نے خود اسے قید خانہ سے نکال کر ولی عہد بنا دیا تھا جب کیقباد حاکم بن گیا تو ارزن الروم کے حاکم نے

اس کا چچا تھا اس کی مخالفت کی تو اس نے اشرف کے ساتھ تعلق قائم کیا اور اس کے ساتھ مصالحت کر لی۔

کیقباد کی کامیابی

دمشق کے حاکم المعظم اور الجزیرہ کے حاکم الاشرف کے درمیان ناچاقی ہو گئی۔ دوسری جانب جلال الدین خوارزم شاہ تاتاریوں سے شکست کھا کر ہندوستان چلا گیا تھا اور وہاں سے واپس آ کر آذربائیجان پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے ذریعے حاکم دمشق المعظم کی طاقت میں الاشرف کے مقابلے میں زیادہ ہو گئی۔ خاندان بنو ازتق میں سے شاہ مسعود حاکم آمد نے ان دونوں کی حمایت کی۔

اس صورت حال میں الاشرف نے رومی علاقوں کے حاکم کیقباد کو پیغام بھیجا کہ وہ حاکم آمد کے خلاف اس کی فوجی امداد کرے۔ ان دنوں الاشرف ماردین کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ لہٰذا کیقباد نے لشکر کشی کر کے خود ملطیہ قیام اور وہاں سے آمد کی جانب فوجیں روانہ کیں اور چند قلعے سر کر لیے۔

اس صورت میں آمد کے حاکم نے الاشرف سے صلح کر لی تو اشرف نے کیقباد کو لکھا کہ وہ مفتوحہ علاقے اسے واپس کر دے لیکن اس نے انکار کر دیا چنانچہ اشرف نے آمد کے حاکم کی امداد کے لیے اپنی فوجیں بھیجیں۔ اس وقت کیقباد قلعہ ا لکختا کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ تاہم اس نے ان کی مشترکہ افواج کا مقابلہ کیا اور نہ صرف انہیں شکست دی بلکہ بڑی خون ریزی کی۔ اس جنگ سے فارغ ہو کر وہ پھر قلعہ ا لکختا کی جانب روانہ ہوا اور اس قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

بہرام شاہ ارزنکان شہر کا حاکم تھا جو قدیم شاہی خاندان بنو الاحدب سے تعلق رکھتا تھا' وہ ساٹھ برس تک وہاں کا حکمران رہا' اور قلیج ارسلان اور اس کی اولاد کا اطاعت گزار رہا۔

اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا علاء الدین داؤد شاہ حاکم ہوا۔ ۶۲۵ھ میں کیقباد نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ فوج لے کر اس کے پاس آئے اور اس کے ساتھ کسی جنگی مہم میں شریک ہو۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے اسے گرفتار کر کے شہر ارزنکان پر قبضہ کر لیا۔ اس کا ایک قلعہ کماج تھا۔ وہاں اس کے حاکم نے ہتھیار نہیں ڈالے تو اس نے داؤد شاہ کو دھمکا کر اس سے اس کے نائب کے نام حکم لکھوایا اور اس نے حکم کے مطابق وہ قلعہ کیقباد کے حوالے کر دیا۔

اس کے بعد کیقباد نے ارزن الروم کا رخ کیا۔ وہاں حاکم ابن عمر طغرک شاہ بن قلیج ارسلان تھا۔ ابن طغرک شاہ نے اشرف کی اطاعت کا اعلان کیا۔ اور خلاط میں اس کے نائب حاکم حسام الدین اعلیٰ سے فوجی امداد مانگی چنانچہ وہ فوج لے کر پہنچ گیا۔

اس بات کا پتہ جب کیقباد کو چلا تو اس نے اس کا مقابلہ نہیں کیا اور شہر ارزنکان سے اپنے ملک واپس آ گیا' جب وہ وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اس کے دشمن فرنگیوں نے اس کے ایک قلعہ صوبار پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ قلعہ بحر خزر کے کنارے واقع ہے لہٰذا اس نے اس کا بحری اور بری دونوں راستوں سے محاصرہ کر لیا اور آخر کار مسلمانوں نے اس قلعہ کو فرنگیوں کے قبضہ سے آزاد کرا لیا۔

خوارزم شاہ سے مقابلہ

کیقباد کا چچا زاد بھائی ارزن الروم کا حاکم تھا' اس نے جلال الدین خوارزم شاہ کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ اور اس کے ساتھ خلاط کا محاصرہ بھی کیا تھا جہاں اشرف کا آزاد کردہ غلام ایبک تھا۔ جلال الدین نے خلاط پر قبضہ کرنے کے بعد ایبک کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

اس واقعہ کے بعد کیقباد ان دونوں سے خوفزدہ ہو گیا تھا۔ اس نے الملک الکامل سے فوجی امداد مانگی۔ اس نے اس کی مدد کے لیے اپنے بھائی اشرف کو جو دمشق میں تھا' مامور کیا۔ اس نے الجزیرہ اور شام کی فوجوں کو اکٹھا کیا اور انہیں لے کر کیقباد کے پاس پہنچا' اس نے سیواس میں ان سے ملاقات کی اور وہ دونوں پچیس ہزار کا لشکر جرار لے کر سیواس سے خلاط کی جانب روانہ ہوئے۔ ان کا مقابلہ جلال الدین خوارزم سے شہر ارزنکان کے گرد و نواح میں ہوا۔ وہ ان کا عظیم لشکر دیکھ کر خوف زدہ ہوا اور شکست کھا کر خلاط کی جانب روانہ ہوا اور وہاں سے آذربائیجان کی راہ لی۔

خوئی کے نزدیک انہوں نے قیام کیا۔ اس کے بعد اشرف خلاط کی جانب روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ جلال الدین نے خلاط کو تاخت و تاراج کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ سب اپنے ملک کی جانب لوٹ گئے۔ پھر صلح کے لیے ایلچیوں کی آمد و رفت ہوئی اور مصالحت ہو گئی۔

الکامل کا تعاقب

روم کے مشرقی علاقے میں علاؤ الدین کیقباد نے اپنی سلطنت وسیع کر لی تھی۔ اس نے خلاط کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ حالانکہ اس نے اس کی مدافعت کے لیے اشرف بن عادل کے ساتھ مل کر جلال الدین خوارزم شاہ سے جنگ کی تھی۔ اشرف بن عادل نے اس کی مخالفت کی اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے بھائی الکامل سے فوجی امداد مانگی۔ چنانچہ وہ مصر سے فوج لے کر ۶۳۱ھ کو روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ اس کے تمام خاندان کے حکام شریک تھے۔

وہ رومی سرحد کے نزدیک دریائے ارزن پر پہنچ گیا تھا۔ اس کی ہراول فوجوں کا سردار حاکم حماۃ تھا۔ وہ بھی اس کے خاندان کا تھا۔ کیقباد کے ساتھ اس کی جنگ ہوئی اور کیقباد نے اس کو شکست دے دی اور اسے خرت برت میں محصور کر دیا جس پر بنو ارتق کا قبضہ تھا۔

۶۳۲ھ میں الکامل اپنی فوجوں کو لے کر مصر واپس چلا گیا۔ کیقباد ان کا تعاقب کر رہا تھا پھر اس نے رہا اور حران پر چڑھائی کی اور ان دونوں علاقوں کو الکامل کے نائب کے قبضے سے نکال لیا اور اپنی جانب سے ان کا حاکم متعین کیا۔ یہ دونوں علاقے الکامل نے ۶۳۳ھ میں دوبارہ چھین لیے تھے۔

کیخسرو کا دور حکومت

۶۳۴ھ میں علاء الدین کیقباد کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا غیاث الدین کیخسرو مسند نشین ہوا۔ اس کے عہد میں سلجوقی سلطنت کا زوال اسلامی ممالک میں ہوا۔ خوارزم شاہی سلطنت بھی زوال پذیر ہوئی اور اسی زمانے میں تاتاری ماوراء النہر سے نکلے اور چنگیز خان نے جو ان کا بادشاہ تھا' بہت سے اسلامی ممالک پر قبضہ کر لیا اور اس نے خوارزم شاہ کی سلطنت کو ختم کر دیا۔ چنانچہ ان کا آخری بادشاہ جلال الدین ہندوستان بھاگ گیا۔ پھر وہاں سے واپس آ کر اس نے آذربائیجان اور عراق عجم کو فتح کیا۔

اس کے عہد میں ایوبی خاندان شام اور آرمینیہ کے علاقوں پر حکمران تھا۔ تاتاری فوج تمام اسلامی ممالک میں پھیل گئی تھی اور وہ ہر جگہ قتل و غارت گری کرنے لگے تھے اور جہاں موقع پاتے تھے وہاں ان علاقوں کو فتح کر لیتے تھے۔ اس طرح ان کی سلطنت کی سرحدیں دور دور تک پھیل گئی تھیں۔

تاتاریوں کی پیش قدمی

۶۴۱ھ میں تاتاری فوج کا ایک حصہ روم کے مشرقی علاقے کی جانب بھی گیا۔ اس وقت غیاث الدین کیخسرو نے ایوبی سلطنت اور دیگر ترک حکومتوں سے جو اس کے ہمسایہ میں تھیں امداد مانگی۔ چنانچہ ہر جانب سے فوجی امداد دی گئی اور وہ تاتاریوں کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ اس کی فوج کے اگلے حصہ نے قشمیر زنجان کے مقام پر جنگ کی' لیکن اس ہراول فوج کو شکست ہوئی اور وہ تمام اس کے پاس پہنچ گئے۔ اسے بھی شکست ہوئی اور وہ اپنے اہل و عیال اور ذخیرہ کو لے کر میدان جنگ سے دور ایک ایسے شہر کی جانب فرار ہو گیا جو ایک ماہ کی مسافت پر تھا۔ اس کے دیہات کو تاتاریوں نے خوب لوٹا اور وہ روم کے تمام مشرقی علاقوں میں پھیل گئے اور فتنہ و فساد اور لوٹ مار کرتے رہے۔ انہوں نے خلاط اور آمد پر بھی قبضہ کر لیا۔ غیاث الدین کیخسرو اپنے شہر میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا آخر کار اس نے ان سے پناہ مانگی اور ان کی اطاعت قبول کی۔ اس کے بعد اس کے تاتاریوں کے ساتھ تعلقات اچھے ہو گئے۔ تاہم تاتاریوں نے قیساریہ کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا تھا۔

کیقباد ثانی کی حکومت

غیاث الدین کیخسرو کا اس جنگ سے واپسی پر انتقال ہو گیا اس کا انتقال ۶۵۴ھ میں ہوا۔ کیخسرو کے انتقال کے بعد ولی عہد ہونے کے باعث علاء الدین کیقباد ثانی قونیہ کی سلطنت کا حاکم ہوا۔ وہ کیخسرو کا سب سے بڑا بیٹا تھا اس کے دوسرے بیٹے عز الدین کیکاؤس اور رکن الدین قلیج ارسلان تھے۔ کیقباد ثانی نے تمام بھائیوں کو سلطنت میں شریک کر رکھا تھا اور مساجد کے خطبوں میں ان کا نام بھی لیا جاتا تھا۔

تاتاریوں کی چڑھائی

اس کے عہد میں سلطان چنگیز خان کا انتقال ہو گیا۔ تاتاریوں کا پایۂ تخت قراقرم میں تھا۔ چنگیز خان کے انتقال کے بعد کو خان ابن

تخت نشین ہوا۔ وہ ان کے ہاں خان اعظم کے لقب سے پکارا جاتا تھا کیونکہ اسے اپنے تمام خاندان کے بادشاہوں اور تمام شمالی علاقوں اور عراق میں بالادستی حاصل تھی۔

کو خان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا منگو خان تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنے بھائی ہلاکو خان کو عراق اور اسماعیلیوں کے علاقوں کو فتح کرنے کے لیے فوج دے کر ۶۵۰ھ میں بھیجا تھا۔ چنانچہ اس نے عراق' عرب و عجم اور بغداد پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد خان اعظم منگو خان نے ۶۵۴ھ میں ایک مغل سردار کو جس کا نام بیکو تھا' لشکر دے کر مسلمانوں کے رومی علاقے کی جانب بھیجا چنانچہ وہ ارزن الروم (موجودہ ارض روم) پہنچا۔ وہاں کا حاکم سلطان علاء الدین کیقباد کا آزاد کردہ غلام نسان الدین یاقوت حاکم تھا۔ تاتاری سپہ سالار نے اس شہر کا دو مہینے تک محاصرہ کیا اور (قلعہ شکن) منجنیقیں وہاں نصب کرا دیں۔ پھر اس نے زبردستی اس پر قبضہ کر لیا' اس کے حاکم یاقوت کو قیدی بنا لیا اس کے بعد اس نے تمام اسلامی فوجوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ صرف وہاں کے دکان داروں اور کاریگروں کی جان بچی۔

اس کے بعد اس نے دوسرے رومی شہروں کی جانب کوچ کیا اور قیساریہ اور وہاں سے ایک مہینے کی مسافت کے تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا اس کے بعد اس نے اپنے وطن کی راہ لی۔

۶۵۵ھ میں وہ دوبارہ آیا اور شہروں میں تباہی پھیلا دی اور پہلے سے زیادہ علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

کیقباد ثانی کا اظہار اطاعت

علاؤ الدین کیقباد ثانی کی سلطنت میں بیکو کے تاتاری لشکر نے زبردست تباہی مچا رکھی تھی۔ اس لیے کیقباد ثانی نے یہ ارادہ کیا کہ وہ خان اعظم' منگو خان کے دربار میں حاضر ہو کر اس کی اطاعت قبول کرنے کی تائیدی اعلان کرے۔ اس سے درخواست کرے کہ وہ بیکو اور اس کے مغل لشکر کو اس کی مملکت میں آنے سے روک دے۔ لہٰذا وہ قونیہ سے ۶۵۵ھ میں اپنے باپ کے آزاد کردہ غلام اور وفادار مشیر سیف الدین طرنطائی کو ساتھ لے کر روانہ ہوا اس کے ساتھ (نذرانہ پیش کرنے کے لیے) بہت سا مال و دولت اور تحائف تھے۔

(اس کے جانے کے بعد) اس کے بھائی عز الدین کیکاؤس ثانی نے اپنے دوسرے بھائی قلیج ارسلان کو گرفتار کر کے قونیہ میں نظر بند کر دیا اور خود سلطنت پر قبضہ کر لیا اس نے اپنے بھائی کے جانے کے بعد اپنے اکابر رفقاء کے ذریعے سیف الدین طرنطائی کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ ان تحائف کو روک لیں جو ان کے ساتھ ہیں اور علاء الدین کیقباد ثانی کو واپس بھیج دیں کیونکہ وہ خود ان تحائف کو خان اعظم کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہے لیکن کیکاؤس ثانی کے قاصد اس وقت وہاں پہنچے جب کہ وہ خان اعظم کی مملکت میں داخل ہو چکے تھے۔ اور وہاں اس کے کسی حاکم کے پاس ان کا قیام ہو گیا تھا۔

اس تاتاری حاکم سے جس کے پاس وہ قیام پذیر تھے اس ایلچی نے یہ جھوٹی شکایت کی کہ ان کے پاس زہر ہے۔ تاتاری حاکم نے جب تحقیقات کی تو ان کے پاس سے کھانے کی چیز نکلی اس نے طبیبوں کو بلایا تو ان اطباء نے اس کے شک و شبہ کو دور کر دیا۔ اس کے بعد اس حاکم نے ان لوگوں کو خان اعظم کے پاس بھیج دیا۔

کیقباد ثانی کا انتقال

علاؤ الدین کیقباد ثانی راستے میں وفات پا گیا تھا۔ چنانچہ اس کے امراء اور مشیروں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ اس کے بعد سب سے بڑا بیٹا ہونے کے باعث عز الدین کیکاؤس ثانی کو حاکم تسلیم کر لیا جائے اور اس کی جانب سے خان اعظم سے مصالحت طے کی جائے۔ چنانچہ خان اعظم نے صلح نامہ لکھا اور انہیں خلعت عنایت کیے پھر اس کے سپہ سالار بیکو نے خان اعظم کو لکھا کہ "رومی علاقے کے باشندے اس سے جنگ کر رہے ہیں اور اسے عبور کرنے سے روک رہے ہیں۔" لہٰذا اس خط کے بعد خان اعظم نے ایلچیوں کو بلوایا اور انہیں اس بات کی خبر دی۔

انہوں نے کہا "ہم جب ان کے پاس سلطان کا خط لے کر جائیں گے تو وہ مطیع و فرمانبرداری کا اظہار کریں گے۔"

شرائط صلح

خان اعظم نے اس کے بعد قونیہ کی سلطنت کو دونوں بھائیوں یعنی عز الدین کیکاؤس اور اس کے بھائی رکن الدین قلیج ارسلان کے درمیان اس طرح تقسیم کیا کہ سیواس سے قسطنطنیہ تک کا مغربی علاقہ عز الدین کیکاؤس کے قبضہ میں رہے گا اور سیواس سے ارزن الروم تک کا مشرقی حصہ جو تاتاری سلطنت سے ملا ہوا ہے وہ رکن الدین قلیج ارسلان کے پاس رہے گا ان دونوں کو خان اعظم کی اطاعت قبول کرنی ہوگی اور وہ منگو خان کو جس کا پائے تخت قراقرم میں ہے خراج ادا کریں گے۔

وہ ایلچی اس شرائط صلح کے بعد اپنے وطن لوٹ گئے اور اپنے ساتھ علاء الدین کیقباد ثانی کی لاش بھی لے گئے تاکہ اسے وطن میں سپرد خاک کردیں۔

قونیہ پر قبضہ

اس مصالحت کے بعد بیکو مغلوں کا لشکر لے کر تیسری مرتبہ رومی علاقے پر حملہ کرنے کے لیے آیا۔ عز الدین کیکاؤس نے اس کے مقابلے کے لیے اپنے سپہ سالار اید غمش ارسلان کی زیر قیادت فوجیں بھیجیں۔ مغل سردار بیکو نے انہیں شکست دی اور ان کے تعاقب میں دارالسلطنت قونیہ تک پہنچ گیا۔ اس کی خبر سن کر عز الدین کیکاؤس سمندر کے ساحلی مقام علایا کی جانب فرار ہو گیا۔

بیکو نے قونیہ پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں تک کہ شہروالوں نے اپنے خطیب کے ذریعے سے اس سے پناہ لینے کا پیغام بھیجا۔ جب خطیب موصوف اس کے پاس پہنچے تو اس نے ان کا استقبال کیا اور اس کی بیوی نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور بیکو نے شہروالوں کو پناہ دی اور امن و امان کی صورت حال کو درست کیا۔

کردوں کی گوشمالی

۶۵۵ھ میں ہلاکو خان جب بغداد کی جانب روانہ ہوا تو اس نے بیکو اور اس کی ان فوجوں کو جو رومی علاقے میں مقیم تھیں، حکم دیا کہ وہ اس کے پاس پہنچ جائیں۔ بیکو نے یہ معذرت پیش کی کہ اس کے رستے میں غراسیہ اور یاروقیہ کے مقام پر کردی چھاپہ مار حائل ہیں چنانچہ ہلاکو خان نے اس کی گوشمالی کے لیے انہیں فوجیں بھیجیں جنہوں نے انہیں بھگا دیا۔ اس کے بعد مغل لشکر آذربائیجان پہنچا یہاں کے باشندے کردوں کے حملوں کی وجہ سے بھاگ گئے تھے۔ لہٰذا انہوں نے اس پر قبضہ کر لیا اور یہ فوجیں بیکو کی قیادت میں ہلاکو خان کے پاس پہنچ گئیں اور اس کے فتح بغداد (اور اس کی تباہی) میں شریک ہوئیں، جس کا حال خلفائے عباسیہ کے حالات کے ضمن میں بیان کیا جاچکا ہے اور ہلاکو خان کے حالات میں بھی اس کا بیان کیا جائے گا۔

بیکو کی موت

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب ہلاکو خاں نے بیکو کو بلوا کر بھیجا تھا تو وہ اس کے ساتھ فتح بغداد میں شریک نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اس نے اس کے ساتھ غداری کی تھی۔ چنانچہ جب بغداد فتح ہو چکا تو ہلاکو خان نے اس کے پاس ایک شخص بھیجا تھا جس نے اس کو زہر پلایا تھا اور وہ اس کے باعث مرگیا تھا۔ ہلاکو خان نے اسے خود مختاری اور نافرمانی کا ملزم گروانا تھا۔

ہلاکو بغداد کو فتح کرنے کے بعد ۶۵۸ھ میں شام کی جانب روانہ ہوا اور حلب کا محاصرہ کر لیا اور اس نے عز الدین کیکاؤس، رکن الدین قلیج ارسلان اور معین الدین سلیمان برنواء کو بلا بھیجا۔

سلیمان برنواء

معین الدین سلیمان برنواء کے حالات یہ ہیں کہ اس کا باپ مہذب الدین علی ویلم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے علم حاصل کیا اور اس میں کمال پیدا کیا۔ اس کے بعد وہ علاء الدین کیقباد کے دور حکومت میں وزیر سعد الدین متوفی کے پاس آیا اور اس سے درخواست کی کہ وہ اس کا وظیفہ جاری کر دے۔ وہ اچھا مقرر اور خطیب تھا۔ وزیر مذکور نے اسے پسند کیا اور اپنی لڑکی کی شادی اس سے کر دی۔ اس کے بطن سے سلیمان کی پیدائش ہوئی جس کی حکومت کے زیر سایہ پرورش ہوتی رہی۔

سعد الدین متوفی کا جب انتقال ہوا تو سلطان علاء الدین کیقباد نے مہذب الدین کو وزیر بنایا اور قلمدان وزارت سے اسے نوازا۔ پھر مہذب الدین کا بھی انتقال ہو گیا اس دوران میں اس کا بیٹا مہذب الدولہ اور معین الدین کے خطابات سے نوازا گیا اور مختلف مراتب پر ترقی پاتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ حاجب کے عہدہ پر مامور ہوا اسے برنواء کے نام سے پکارا جاتا ہے کیونکہ ان کی (ترکی) زبان میں برنواء حاجب کو کہتے ہیں۔ وہ رکن الدین کا مشیر خاص تھا جب وہ دونوں بھائیوں کے ساتھ ہلاکو خان کے دربار میں حاضر ہوا تو اس کی نگاہوں میں سما گیا اور اس نے رکن الدین سے یہ کہا:

''تمام امور سلطنت میری جانب سے صرف یہی سرانجام دیتا رہے۔''

اس کے بعد اس نے اس قدر ترقی کی کہ روم کے سارے مشرقی علاقے کا وہ حاکم ہو گیا۔

عز الدین کا فرار

عز الدین کیکاؤس اور اس کے بھائی رکن الدین قلیج ارسلان کے مابین ۶۵۹ھ میں سخت جھگڑا ہوا۔ اس لیے رکن الدین' سلیمان برنواء کو لے کر ہلاکو خان کے پاس پہنچا تاکہ وہ اس کے برخلاف اسے فوجی امداد مہیا کرے۔ چنانچہ ہلاکو خان نے اسے فوجی امداد مہیا کی۔ پہلی مرتبہ جب اس نے اپنے بھائی سے جنگ کی تھی تو عز الدین نے اسے شکست دی تھی لیکن جب ہلاکو خان نے اس کو فوجی امداد مہیا کی تو عز الدین کو شکست ہوئی اور وہ قسطنطنیہ بھاگ گیا اور رکن الدین اس کے تمام صوبوں پر حکمرانی کرنے لگا۔

ترکمانوں کا فرار

ترکمان قوم بھی بھاگ کر پہاڑوں' سرحدوں اور ساحلی علاقوں میں پناہ گزیں ہو گئی تھی' انہوں نے ہلاکو خان کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کی آبادیوں پر بھی ایک حاکم مامور کرے لہٰذا اس نے محمد بیگ کو ان کا امیر مامور کیا اور علی بیگ کو اس کا مشیر مقرر کیا۔ علی بیگ نے محمد بیگ کو ہلاکو خان کے پاس بلوایا لیکن وہ اس کے پاس نہیں آیا چنانچہ اس نے قلیج ارسلان اور ان تاتاری فوجوں کو جو اس کے ساتھ تھیں' حکم دیا کہ وہ اس کے خلاف جنگ کریں' چنانچہ وہ اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے اس کے پاس پہنچ گئیں۔ اس جنگ میں اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا پھر اس نے سلطان رکن الدین سے پناہ مانگی چنانچہ وہ اسے پناہ دے کر قونیہ لے آیا اور وہاں اسے موت کے گھاٹ اتار دیا پھر علی بیگ ترکمان قوم کا امیر متعین ہوا اور یہ حکومت اس کی اولاد میں موروثی طور پر چلتی رہی۔ لیکن تاتاری وہاں کے نزدیکی علاقوں پر قابض رہے۔

بغاوت کا منصوبہ

عز الدین کیکاؤس جب شکست کھا کر قسطنطنیہ پہنچا تو وہاں کے بادشاہ نے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور اس کے نام کا وظیفہ جاری کر دیا۔ اس کے ساتھ اس کی ننھیال میں سے بعض رومی امراء بھی تھے۔ ان تمام نے مل کر بغاوت کی سازش تیار کی اور قسطنطنیہ پر قبضہ کرنا چاہا۔ لیکن ان کی یہ سازش پکڑی گئی اور قسطنطنیہ کے بادشاہ نے عز الدین اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اور اسے کسی قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔

کیکاؤس کا انتقال

پھر کچھ مدت کے بعد حاکم قسطنطنیہ اور دوشی خان بن چنگیز خان کے خاندان کے ایک حاکم منکو تمر بن طقان کے درمیان ناراضگی ہو گئی۔ منکو تمر شمالی علاقے کا حاکم تھا اس نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کر دی اور اس کے گرد و نواح کو خوب تاراج کیا۔ اس صورت حال میں عز الدین کیکاؤس قید خانے سے فرار ہو کر اس کے پاس پہنچ گیا اور ان کے ساتھ اس کے پایۂ تخت سرائی چلا گیا۔ وہاں ۶۷۷ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا مسعود اس کا جانشین ہوا۔ سرائی کے بادشاہ منکو تمر نے اس کی والدہ سے نکاح کرنا چاہا۔ لیکن مسعود نے اس رشتہ سے انکار کیا اور وہاں سے بھاگ کر ہلاکو خان کے بیٹے ابغا خان حاکم عراق کے پاس چلا گیا۔ ابغا نے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور اسے سیواس' ارزن الروم اور ارزنکان کے علاقے عنایت کیے اور وہ وہاں پر رہنے لگا۔

رکن الدین قلیج ارسلان کا انجام

رکن الدین قلیج ارسلان کو معین الدین برنواء نے اپنے قابو میں کر رکھا تھا اور اس پر غالب آیا ہوا تھا۔ رکن الدین اس کی ان من مانی

حرکت کی وجہ سے ناراض تھا۔ دونوں میں ناراضگی بہت حد تک بڑھ گئی تھی جب برنواء کو یہ خبر ملی کہ عز الدین کیکاؤس قسطنطنیہ میں نظر بند ہے تو اس نے رکن الدین کو موت کے گھاٹ اتارنے کی سازش کو مکمل کر لیا اور خفیہ طور پر اچانک اسے قتل کر دیا اور اس کی جگہ اس کے نوعمر بیٹے غیاث الدین کیخسرو ثانی کو اپنی زیر نگرانی مسند نشین کیا۔ اس طرح وہ تمام ایشیائی رومی علاقے کی سلطنت کا مالک بن بیٹھا اور اس کی حکومت کے تمام حکام اس کے حسب منشاء ہو گئے۔

تاتاریوں کا قتل

۶۵۸ھ میں ہلاکو خان نے شام پر متعدد بار حملے کیے۔ اسی طرح اس کا بیٹا ابقا خان بھی حملے کرتا رہا۔ مصر و شام کا حاکم الملک الظاہر ان کی فوجوں کا مقابلہ کرتا رہا اور اکثر ان کے شہروں میں داخل ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ۶۷۵ھ میں وہ رومی علاقے میں داخل ہوا۔ وہاں اس وقت ایک تاتاری حاکم طنا حکمران تھا۔ چنانچہ شاہ الظاہر کے مقابلے کے لیے ہلاکو خان کے بیٹے ابقا خان نے دو تاتاری سپہ سالاروں کی قیادت میں فوجیں روانہ کیں جس کے نام کداون اور زتو تھے۔ مغل فوجیں شام کی جانب بڑھیں اور شاہ الظاہر مصر سے ان کے مقابلے کے لیے آیا۔ اس کے ہراول فوجوں کا سپہ سالار سترا الاستر تھا۔ چنانچہ اس کے ہراول فوجوں کی لڑائی مغل فوجوں سے کوکصو کے مقام پر ہوئی۔

تاتاریوں کو اس جنگ میں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ شاہ الظاہر نے ان کا تعاقب کیا اور فریقین میں دوبارہ البلیشن کے مقام پر لڑائی ہوئی اور تاتاریوں نے دوبارہ شکست کھائی اور شاہ الظاہر قیساریہ کے مقام پر ان کا قتل عام کرتا رہا اور انہیں جنگی قیدی بناتا رہا۔ پھر اس نے قیساریہ کو فتح کر لیا۔ وہاں وہ برنواء کی آمد کا انتظار کرتا رہا کیونکہ اس نے خفیہ طور پر شاہ الظاہر کو دعوت جنگ دی تھی اور اسے مغلوں کے علاقے پر حملہ کے لیے اکسایا تھا۔

برنواء کی گرفتاری

اس واقعہ کی خبر جب مغلوں کے حاکم ابقا خان کو ملی تو وہ مغلوں کا بہت بڑا لشکر لے کر قیساریہ پہنچا اس وقت تک شاہ الظاہر اپنے ملک واپس چلا گیا تھا۔ تاہم اس نے اپنی قوم کے سپاہیوں کی لاشوں سے میدان بھرے ہوئے دیکھے۔ اس وقت اسے برنواء کی سازش کا علم ہوا کہ اسی نے ملک الظاہر کو اس جنگ کے لیے آمادہ کیا تھا کیونکہ اس نے اس کے رومی علاقے کے کسی باشندہ کی لاش نہیں دیکھی۔ اس پر وہ برنواء پر بہت ناراض ہوا اور اسے گرفتار کر کے لے گیا اور اس کے تمام ملک پر خود قابض ہو گیا۔

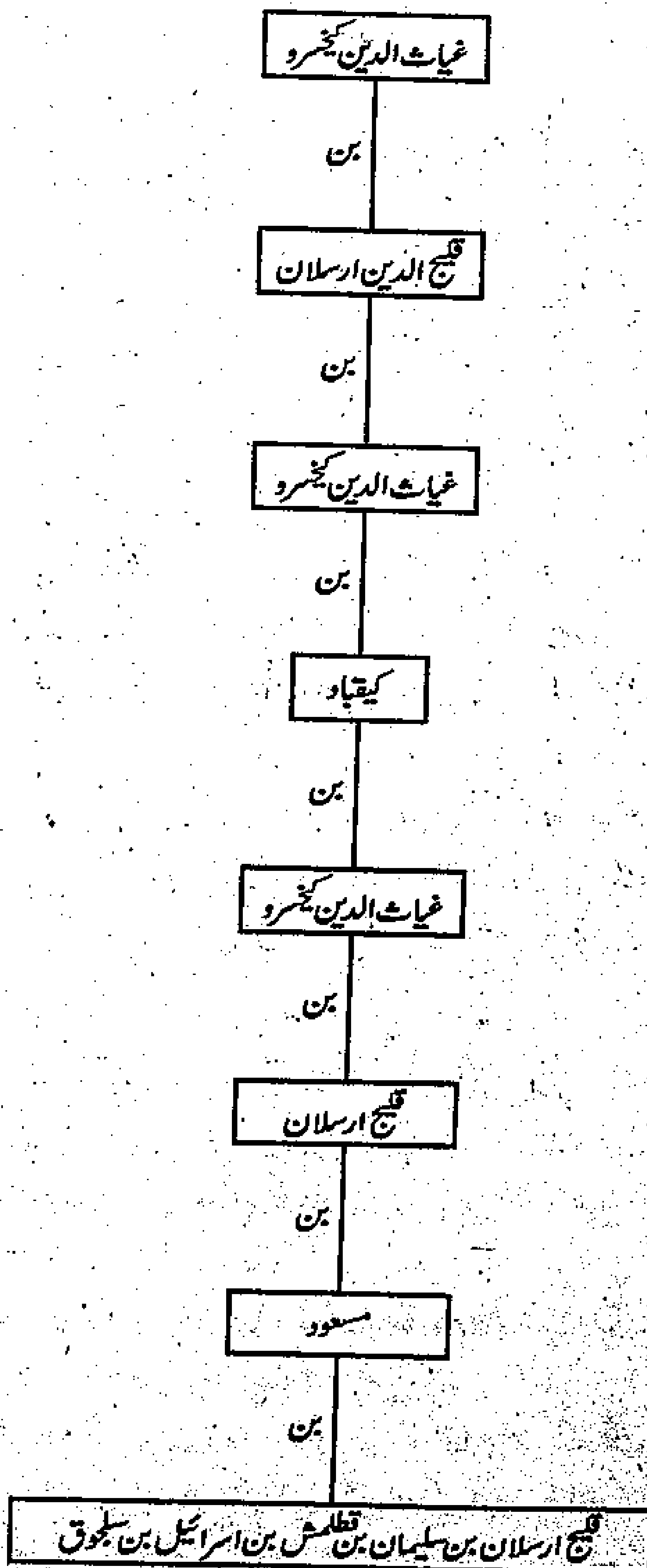
بھائی کا قتل

ہلاکو خان کا ایک بیٹا قنطغر طاس ایشیائی روم میں اس کے بادشاہ غیاث الدین کیخسرو کے ساتھ رہتا تھا اور وہاں ابقا خان کے دور سے وہاں کی مغل فوج کا سپہ سالار تھا جب ابقا خان کے بعد ہلاکو خان کا دوسرا بیٹا انکودار حاکم ہوا تو اس نے وہاں سے اپنے بھائی قنطغر طاس کو بلایا لیکن اس نے وہاں جانے سے انکار کیا کیونکہ اسے اپنی جان کا خطرہ تھا لیکن غیاث الدین نے اسے آمادہ کیا کہ وہ اپنے بھائی کے حکم کی تعمیل کرے۔ چنانچہ وہ خود بھی اس کے ساتھ وہاں گیا جب وہ وہاں پہنچا تو نکودار نے اپنے بھائی قنطغر طاس کو قتل کر دیا۔

ترکمانوں کی حکومت

غیاث الدین پر مغلوں نے یہ الزام لگایا کہ وہ نکودار کے خیالات جانتا تھا اور وہ قصداً اسے وہاں لایا۔ چنانچہ جب نکودار کے بعد ارغون خان بن ابقا خان بادشاہ ہوا تو اس نے غیاث الدین کیخسرو کو ایشیائی روم (موجودہ ترکی) کے علاقے سے برطرف کر دیا اور اسے ارزنکان میں متعین کر دیا اور اس کے بجائے روم کے قلعوں پر اولاکو خان کو ۶۸۲ھ میں مامور کیا اور غیاث الدین کیخسرو کے چچازاد بھائی مسعود بن کیکاؤس کو ۶۸۱ھ میں رومی علاقے کا حاکم متعین کیا لیکن اس کی سلطنت کو جلد زوال آ گیا اور قونیہ کی سلطنت مغل اور تاتاریوں کے ہاتھ میں آ گئی پھر ان کی حکومت بھی ناکام ہوئی اور ان کی سلطنت کو بھی زوال آ گیا۔ البتہ سیواس میں مرداش بن جوبان کے غلام ارشا کے بیٹوں کی حکومت کچھ مدت تک برقرار رہی۔ پھر یہ سارا ملک ترکمانوں کے قبضے میں آ گیا اور وہ اس کے حاکم بن گئے۔

سلاطین قونیہ کا شجرہ



باب ۳

سلجوقی سلاطین خلاط وارمینیہ

اسماعیل بن یاقوتی بن داؤد آذربائیجان کے علاقہ مزید کا حاکم تھا' اسماعیل کا لقب قطب الدولہ تھا۔ اس کا ایک ترکی آزاد کردہ غلام تھا جس کا نام سکمان یا سقمان تھا وہ قطب الدولہ کی نسبت سے سکمان القطبی کے نام سے بھی مشہور ہے۔ وہ بہت دلیر تھا اور اپنے احکام میں انصاف پسندی سے کام لیتا تھا۔

دیار بکر کی فتح

دیار بکر کے حکام بنو مروان کے ماتحت خلاط اور ارمینیہ کے علاقے تھے' انہوں نے اپنی سلطنت کے آخری دور میں رعایا کے ساتھ بڑا ظلم و ستم شروع کر دیا تھا اور شہر کے باشندے ان سے ناراض ہو گئے تھے۔ اس لیے انہوں نے سکمان سے خط و کتابت کی اور اسے بلوایا تاکہ وہ ان پر حکومت کرے' چنانچہ وہ ۵۰۲ھ میں فوج لے کر دیار بکر کے شہر میافارقین پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار وہاں کے لوگوں نے پناہ کی درخواست کی اور وہاں کا حاکم ہو گیا۔

اس کے بعد سلطان محمد شاہ بن ملک شاہ نے موصل کے حاکم مودود بن زید بن صدقہ کو حکم دیا کہ وہ فرنگی فوجوں کا مقابلہ کرے اور ان کے قبضے سے اسلامی علاقے چھین لے۔ اس نے سرحد کے حکام کو اس کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے کا حکم دیا لہٰذا ہمدان کا حاکم سقمان القطبی بھی اس کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہوئے' انہوں نے دشمن کے متعدد قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ پھر انہوں نے رہا کا محاصرہ کیا جس کو وہ فتح نہ کر سکے اور تل ناشر کو بھی فتح نہ کر سکے۔

سکمان کا انتقال

اس دوران حلب کے حاکم رضوان بن تتش نے انہیں بلوایا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو اس نے ان سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا۔ سکمان قطبی وہیں پر بیمار ہو گیا لہٰذا وہ وہاں سے واپس ہو گیا لیکن راستے میں بالس کے مقام پر وفات پا گیا اور تمام ملکوں کی فوجیں منتشر ہو گئیں۔

اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ظہیر الدین ابراہیم خلاط و ارمینیہ کا حاکم بنا' وہ اپنے والد کے طریقے پر چلتا رہا حتیٰ کہ ۵۲۱ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اس کے بھائی احمد بن سکمان نے دس ماہ تک حکمرانی کی۔

اس کا بھی جب انتقال ہو گیا تو ارکان سلطنت نے ارمینیہ اور خلاط کا حکمران اس کے بھتیجے شاہ ارمن سکمان بن ابراہیم بن سکمان کو مامور کیا جو نوعمر لڑکا تھا۔ اس پر اس کی دادی والدہ ابراہیم حاوی غالب تھی' اس کی دادی نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ارکان سلطنت نے اس کی دادی کو قتل کر دیا۔ اسکے بعد ۵۲۸ھ میں شاہ ارمن سکمان بن ابراہیم خود مختار حاکم بن گیا۔

اس کی بہت سی جھڑپیں کرج قوم کے ساتھ ہوتی رہیں کیونکہ اس سے پیشتر وہ ۵۰۶ھ میں اران کے علاقہ کے شہر انی کو لوٹ چکے تھے وہ ان کے مقابلے کے لیے لشکر لے کر پہنچا تو انہوں نے اسے شکست دی اور اسے بہت نقصان اٹھانا پڑا۔

ارزن الروم کے حاکم بلیق بن علی کی بہن اس کے نکاح میں تھی۔ بلیق بن علی کے ساتھ بھی کرج قوم کی جنگ ہوئی جس میں بلیق کو شکست ہوئی اور وہ جنگی قیدی بنا لیا گیا۔ شاہ ارمن نے کرج کے بادشاہ کے پاس فدیہ بھیج کر بلیق کو رہا کرایا اور اسے ان کے ملک ارزن الروم

بھیج دیا۔

پھر صلاح الدین بن ایوب مصر و شام کا حاکم ہو گیا اور اس کی سلطنت وسیع ہو گئی تو مظفر الدین کو کبری نے اس سے خط و کتابت کی اور اسے الجزیرہ پر قبضہ کرنے کے لیے اکسایا اور پچاس ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا۔

سنجار کا محاصرہ

اس پر غازی صلاح الدین فوج لے کر سنجار پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا یہ مقام موصل کے راستوں کا سنگم تھا اس زمانے میں موصل کا حاکم عز الدین مودود بن زنگی تھا۔ اس نے خلاط کے حاکم شاہ ارمن سے فوجی امداد مانگی چنانچہ شاہ ارمن نے اپنے آزاد کردہ غلام مکتمر کو غازی صلاح الدین کے پاس بھیجا تاکہ وہ حاکم موصل سے (جنگ نہ کرنے کے بارے میں) سفارش کرے لہٰذا وہ غازی صلاح الدین کے پاس اس وقت پہنچا جب کہ وہ سنجار کا محاصرہ کیے ہوئے تھے' غازی صلاح الدین نے اس کی سفارش نہ مانی اور وہ ناراض ہو کر واپس چلا گیا۔

سنجار پر قبضہ

پھر شاہ ارمن غازی صلاح الدین کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے فوج لے کر چل پڑا۔ اس نے قطب الدین نجم الدین کو ماردین کے حاکم کے پاس بھیجا جو اس کا بھتیجا اور عز الدین کا ماموں زاد بھائی تھا۔ اس کے ساتھ دولت شاہ بن طغرک شاہ بن قلیج ارسلان بھی حاضر ہوا۔ وہ ۵۷۸ھ میں اس وقت روانہ ہوا جبکہ غازی صلاح الدین نے سنجار پر قبضہ کر لیا تھا اور فوجیں منتشر ہو گئی تھیں۔ جب اسے ان کے روانہ ہونے کی خبر ملی تو اس نے حماۃ سے تقی الدین کو بلوایا' وہ وہاں جلد پہنچا اور راس عین کی جانب پیش قدمی کی لیکن اس وقت ان کی فوجیں منتشر ہو چکی تھیں۔ اس لیے غازی صلاح الدین ماردین کی جانب روانہ ہو گئے اور اس کے علاقہ کو تباہ کرنے کے بعد واپسی اختیار کی۔

سال کے آخر میں غازی صلاح الدین موصل کی جانب روانہ ہوئے اور الجزیرہ میں سے گزرتے ہوئے حران پہنچے۔ وہاں ان کی ملاقات مظفر الدین کو کبری بن زین الدین سے ہوئی' اس نے پچاس ہزار دینار دینے کا جو وعدہ کیا تھا وہ اس نے پورا نہیں کیا اس لیے انہوں نے حران اور رہا کے علاقہ پر قبضہ کر لیا اور قید کر دیا۔ کچھ مدت کے بعد اسے رہا کر دیا گیا کیونکہ اس کی خط و کتابت کے مطابق عمل کیا گیا تھا۔ انہوں نے اسے اس کا شہر بھی اس کے حوالے کر دیا اور حران سے روانگی اختیار کی۔

مصالحتی وفد کی آمد

قلعہ اور دارا کی افواج اس کے بعد ان کے پاس حاضر ہوئیں اور الجزیرہ کا حاکم سنجر شاہ بھی جو عز الدین مودود کا بھتیجا تھا ان کے پاس آیا۔ اس نے اپنے چچا کی اطاعت چھوڑ کر غازی صلاح الدین کی حمایت کرنے کا اعلان کیا اور ان کے ساتھ موصل کی جانب روانہ ہوا۔ جب غازی صلاح الدین بلد کے شہر کے پاس پہنچے تو عز الدین نے اپنے چچا زاد بھائی نور الدین محمود اور اپنے ارکان سلطنت کی ایک جماعت کو صلح کی بات چیت کرنے کے لیے بھیجا۔ سلطان صلاح الدین نے اس وفد کی آؤ بھگت کی اور اپنے ارکان سلطنت سے صلح کے بارے میں مشورہ کیا۔ فارس کے سردار علی بن احمد المشطوب نے صلح نہ کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین نے مصالحتی وفد کو واپس کر دیا اور (صلح نہ کرنے کی) معذرت پیش کی۔ اس کے بعد وہ جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوئے اور موصل سے دو فرسخ پہلے پڑاؤ کیا۔ اہل موصل نے زبردست مقابلہ کیا۔ اور وہ ناقابل تسخیر ثابت ہوئے۔ اس صورت حال میں سلطان صلاح الدین کو اس بات پر بڑی شرمندگی ہوئی کہ اس نے مصالحت قبول نہیں کی اور اس سلسلے میں اس نے علی المشطوب اور اس کے ساتھیوں کو مورد الزام ٹھہرایا۔

مصر سے قاضی الفاضل البیانی نے انہیں اس طرح مخاطب کیا کہ انہیں اس کے باعث برطرف کر دیا۔

جزیرہ کا محاصرہ

اربل کے حاکم زین الدین یوسف اور اس کے بھائی مظفر الدین کو کبری آئے تو سلطان نے ان کا خیر مقدم کیا اور انہیں مشرقی سمت کی جانب کے ساتھ ٹھہرایا۔ انہوں نے علی بن احمد المشطوب کو ہکاریہ قوم کے علاقہ الجزیرہ کی جانب بھیجا لہٰذا اس نے جا کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ کرد قوم کے لوگ اس کے مقابلہ کے لیے آئے لیکن وہ اس قلعہ کا محاصرہ کرتا رہا حتی کہ سلطان صلاح الدین موصل سے واپس آ گئے انہوں نے

کچھ مدت تک اس محاصرہ میں ساتھ دیا۔

جب عز الدین کو یہ خبر ملی کہ ان کا نائب ان سے خط و کتابت کر رہا ہے تو اس نے اسے وہاں جانے سے روکا۔ وہ مجاہد الدین کے مشورے پر عمل کر رہا تھا۔ اس نے اس کو صلح کرنے کے لیے بھیجا اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اس نے کوشش کی۔ پھر سلطان صلاح الدین میافارقین پہنچ گئے۔

شاہ ارمن کا انتقال

خلاط کے حاکم شاہ ارمن سکمان بن ابراہیم کا ۵۷۹ھ میں انتقال ہو گیا۔ اس کے والد کا آزاد کردہ غلام مکتمر میافارقین میں تھا۔ لہٰذا وہ جلد اپنے ساتھ دیگر ارکان سلطنت کو لے کر پائے تخت پہنچا اور خاندان سکمان کے تخت پر بیٹھ گیا۔ اس نے میافارقین کا حاکم اسد الدین برنقش کو مقرر کیا جو شاہ ارمن کا آزاد کردہ غلام تھا۔

آذربائیجان و ہمدان کے حاکم بھلوان ابن ایلاکز نے اپنی بیٹی کی شادی شاہ ارمن سے اس مقصد کے لیے کی تھی کہ وہ خلاط کا حاکم بننا چاہتا تھا۔ جب شاہ ارمن کا انتقال ہو گیا تو وہ لشکر لے کر وہاں پہنچا۔ اہل خلاط نے سلطان صلاح الدین بن ایوب سے خط و کتابت کی اور انہوں نے ان دونوں کی فوجوں کو لڑوا کر اپنی مدافعت کرنا چاہی۔

خلاط کا محاصرہ

فوج لے کر صلاح الدین نے خلاط کی طرف پیش قدمی کی۔ ان کے اگلے حصے کی فوج کے سپہ سالار ناصر الدین محمد بن شیر کوہ اور مظفر الدین بن زین الدین وغیرہ تھے یہ تمام فوجیں خلاط کے نزدیک آ کر ٹھہریں۔ سلطان صلاح الدین اور شمس الدین البھلوان دونوں کی جانب سے قاصد اہل خلاط کے پاس آتے جاتے رہے اور اہل خلاط دونوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہیں یہ اطلاع ملی کہ یہاں کے حاکم قطب الدین کا انتقال ہو گیا ہے اور برنقش نے اس کے کم سن بیٹے کو حاکم برائے نام مقرر کیا ہے۔ لیکن اصل میں وہ خود مختار حاکم ہے چنانچہ سلطان صلاح الدین وہاں پہنچے اور خلاط کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار وہاں کی فوجوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو انہوں نے مکتمر کو خلاط کا حاکم بنا دیا۔ اس نے طویل عرصہ تک حکومت کی۔ تاہم اس کی سلطان صلاح الدین سے جنگیں ہوتی رہیں۔ جب سلطان صلاح الدین کی ۵۸۹ھ میں انتقال ہوا تو اس نے خوشی کا اظہار کیا اور اپنا نام عبدالعزیز اور لقب سیف الدین رکھا۔ اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

مکتمر کا انجام

اپنی حکومت کے آغاز میں مکتمر نے شاہ ارمن کے ایک آزاد کردہ غلام آقسنقر کو اپنا مقرب خاص بنا لیا تھا اور اسے ہزار دیناری کا خطاب دے کر اپنی بیٹی کی شادی اس کے ساتھ کر دی تھی اور اسے اپنا نائب بنا لیا تھا۔ وہ کچھ مدت تک اس عہدہ پر برقرار رہا۔ پھر اس کی مکتمر سے ناراضگی ہو گئی اور وہ موقع کا منتظر رہا۔ چنانچہ جب صلاح الدین کا انتقال ہو گیا تو مکتمر میافارقین سے روانہ ہوا۔ اس صورت میں اس نے موقع پا کر اسے قتل کر دیا۔ یہ واقعہ سلطان صلاح الدین کے انتقال کے دو مہینے کے بعد ہوا۔ مکتمر دس سال تک حکمران رہا۔

قطلغ ارمنی کا قتل

اس کے بعد آقسنقر خلاط اور ارمینیہ کا خود مختار حاکم بن گیا اور اس نے مکتمر کے بیٹے اور اس کی ماں کو کسی قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ آقسنقر نے خلاط اور ارمینیہ پر پانچ برس حکومت کی۔ اس کے بعد ۵۹۴ھ میں اس کا انتقال ہو گیا پھر قطلغ ارمنی ملک کا حاکم بن گیا لیکن خلاط کے باشندے اس سے خوش نہیں تھے اس لیے سات دن کے بعد انہوں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

الملک المنصور

محمد بن مکتمر کو انہوں نے قید خانے سے نکال کر اپنا حکمران بنا لیا اور اس کا لقب الملک المنصور رکھا۔ سلطنت کا نگران شاہ

ارمن کے دو دار شجاع الدین قتلغ القفجاقی مامور ہوا اور اس نے خود مختاری کے ساتھ ۶۰۳ھ میں تک حکومت کی۔ اس کے بعد دوادار کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا۔

محمد بن مکتمر نیک سیرت تھا لیکن کسی وجہ سے فوج اور عوام اس سے ناراض ہو گئے۔ اسکے علاوہ دوادار کی برطرفی کے بعد وہ عیش عشرت میں پڑ گیا تھا۔ اس لیے خلاط کے باشندوں اور فوج نے اپنے سربراہ شاہ ارمن کے غلام بلبان کی قیادت میں اس کے خلاف سازباز کی اور انہوں نے شاہ ارمن کے بھانجے ارتق بن ابوالغازی بن البی حاکم ماردین سے خط و کتابت کی اور اسے حکومت کرنے کے لیے کہا۔ اس کے بعد بلبان نے علم بغاوت بلند کر دیا اور ملازکرد کے مقام پر چلا گیا اور وہاں اس کی فوج نے اکٹھا ہونا شروع کر دیا۔

بلبان کی پیش قدمی

بلبان نے جب ملازکرد کے شہر اور اس کے مضافات پر قبضہ کر لیا اور فوج جمع کر لی تو اس نے لشکر لے کر خلاط پر قبضہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی۔ اس دوران ارتق بن ابی الغازی حاکم ماردین بھی وعدہ کے مطابق وہاں پہنچ گیا اور خلاط کے نزدیک مقیم ہوا۔ بلبان نے اسے یہ پیغام بھیجا کہ چونکہ فوج اور رعایا نے مجھ پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں تمہارے ساتھ مل کر سازباز کر رہا ہوں اس لیے تم واپس چلے جاؤ جب شہر قبضہ ہو جائے گا تو میں شہر تمہارے قبضہ میں دے دوں گا۔

اس پیغام کے بعد ارتق بن ابی الغازی نے تھوڑی دیر توقف کیا پھر اس نے ماردین کی طرف واپسی اختیار کی۔

جزیرہ اور حران کے حاکم اشرف موسیٰ بن العادل ابن ایوب نے جب یہ سنا کہ ارتق خلاط کی جانب روانہ ہو گیا ہے تو اس نے خود اس پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا کہ اسے خطرہ تھا کہ اس طرح اس کی طاقت میں اضافہ ہو جائے گا لہٰذا وہ ماردین کی جانب گیا اور وہاں خفیہ طور پر رہا اور ماردین کو تاراج کیا اس کے بعد حران واپسی اختیار کی۔

ابن مکتمر کی گرفتاری

ادھر بلبان نے فوج جمع کر کے خلاط کا محاصرہ کر لیا محمد بن مکتمر اپنی باقی ماندہ فوج کو لے کر مقابلے کے لیے نکلا اس جنگ میں بلبان کو شکست کا سامنا ہوا اور وہ اپنے مقبوضہ علاقے ملازکرد اور ارمیش وغیرہ کی جانب واپس آ گیا پھر اس نے تازہ دم فوج اکٹھی کی اور دوبارہ خلاط پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا اور اہل شہر کو بہت تنگ کیا اس حالت میں بھی ابن مکتمر رنگ رلیوں میں پڑا رہا جب اہل شہر محاصرہ سے بہت تنگ آ گئے تو انہوں نے اپنے حاکم کے خلاف بغاوت کر دی اور اسے گرفتار کر کے بلبان کے حوالے کر دیا

شہر میں داخل ہو کر بلبان نے تمام ملک پر قبضہ کر لیا۔ اور محمد بن مکتمر کو وہاں کے ایک قلعہ میں بند کر دیا اور یہاں کا خود مختار حاکم بن گیا۔

اوحد نجم الدین ایوب کو شکست

ادھر اوحد نجم الدین ایوب ابن العادل نے ایوب کو اس کے باپ نے میافارقین سے لے کر خلاط تک کے علاقے کا حاکم بنا دیا تھا۔ یہ ۶۰۳ھ میں مقرر ہوا تھا۔ اس نے شہر سوس کا محاصرہ کرنے کے بعد اس پر قبضہ کر لیا اور اس کے نزدیکی علاقے پر بھی قبضہ کر لیا۔ بلبان اس کا مقابلہ نہیں کر سکا اس کے بعد وہ خلاط بھی پہنچ گیا یہاں پر بلبان نے اس کا بے جگری سے مقابلہ کیا اور اوحد نجم الدین ایوب کو شکست کا سامنا کرنا پڑا چنانچہ اس نے میافارقین واپسی اختیار کی۔

پھر نجم الدین ایوب نے مزید فوجیں جمع کیں اور اپنے باپ الملک العادل سے بھی فوجی امداد مانگی لہٰذا اس نے بھی اپنی فوجیں روانہ کر دیں۔ چنانچہ اب وہ ایک بڑی فوج لے کر دوبارہ خلاط پہنچ گیا۔ بلبان دوبارہ اس کے مقابلہ کے لیے فوج لے کر آیا لیکن اس مرتبہ اوحد نجم الدین ایوب نے اسے شکست دی اور خلاط کے شہر کے اندر محصور کر دیا۔ اس کے بعد بلبان نے طغرک سے فوجی امداد مانگی اور جب وہ کمک آئی تو ان دونوں فوجوں کے سامنے اوحد کی فوجیں ٹھہر نہ سکیں اور انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

بلبان کا انجام

اس کے بعد بلبان طغرک کے ساتھ مراش کے مقام کی جانب روانہ ہوا اور ان دونوں نے مل کر اس مقام کا محاصرہ کیا لیکن یہاں

طغرک نے اس کے ساتھ غداری کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس کے بعد طغرک خلاط پر قبضہ کرنے کے لیے وہاں پہنچا لیکن خلاط کے باشندوں نے اسے ناکام بنا دیا۔ پھر وہ ملاز کرد گیا' اسے وہاں پر بھی شکست ہوئی۔ اسی طرح ارزن کے مقام سے بھی اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

نجم الدین کے خلاف بغاوت

خلاط کے باشندوں نے کچھ مدت کے بعد اوحد نجم الدین کی اطاعت قبول کر لی اور اس نے وہاں پہنچ کر تمام ملک پر قبضہ کر لیا اور اس نے کرج قوم پر بھی لشکر کشی کی اور اس کے جواب میں انہوں نے خلاط پر چڑھائی کی اور اس کے گردونواح میں تباہی مچائی لیکن اوحد خلاط میں مقیم رہا اور اس تباہی کے باوجود وہ وہاں سے باہر نہیں نکلا۔ اس لیے قلعہ روم کے ایک فوجی دستہ نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور انہوں نے ارجش کے شہر پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا اور تمام باغی اور مفسد جماعت وہاں اکٹھی ہو گئی۔

اس صورت حال میں نجم الدین ایوب نے اپنے والد محترم الملک العادل سے فوجی امداد مانگی چنانچہ اس نے اپنے دوسرے بیٹے اشرف موسیٰ کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے قلعہ روم کا محاصرہ کیا۔ آخر کار وہاں کے فوجیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس کے بعد اشرف نے اپنے علاقہ حران و رہا کی جانب واپسی اختیار کی۔

جب نجم الدین بھی خلاط چلا گیا اور کچھ مدت کے بعد ملاز کرد کے حالات معلوم کرنے کے لیے وہاں گیا تو اہل خلاط نے اس کی فوج کے خلاف بغاوت کی اور انہیں نکال دیا۔ پھر انہوں نے نجم الدین کے ساتھیوں کو قلعہ میں محصور کر دیا اور شاہ ارمن اور اس کی قوم کی حمایت میں نعرے بلند کیے۔

سلجوقی سلطنت خلاط کا خاتمہ

یہ صورت حال دیکھ کر اوحد نجم الدین نے واپسی اختیار کی اور الجزیرہ کی فوج لے کر اس نے خلاط کا محاصرہ کیا پھر اہل خلاط میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ اس لیے وہ زبردستی وہاں داخل ہو گیا اور وہاں قتل عام کیا پھر اس شہر کے سرداروں کی ایک جماعت کو میافارقین کی جانب جلا وطن کر دیا۔ اس قدر تشدد اور قتل عام کے بعد اہل خلاط مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ آخر اس "خاندان غلاماں" یعنی خاندان سکمان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

اس سے پیشتر اسی خاندان کے حکام مامور ہوتے تھے اور برطرف بھی ہوتے تھے لیکن اب خاندان سکمان کا خلاط سے خاتمہ ہو گیا اور ایوبی خاندان کی حکومت قائم ہو گئی۔

شجرہ سلاطین خلاط

خلاط اور ارمینیہ کی سلجوقی حکومت کا شجرہ یہ ہے

عز الدین بن بلبان مولیٰ شاہ ارمن بن ابراہیم بن سکمان القطبی مولیٰ قطب الدین اسماعیل بن یاقوتی بن داؤد بن میکال

باب ۴

فرنگیوں سے جنگیں

فرنگیوں کی قوم (اہل یورپ) ایفات بن کومر بن یافث بن نوح کی نسل سے ہے۔ صقالبہ، خزر اور ترک بھی اسی نسل سے ہیں۔ ہروشیاش کا کہنا ہے کہ وہ مابین غومر کے زمانہ سے ہیں۔ ان کا وطن بحیرہ روم کے شمال میں مغرب اور شمال میں ہے۔ جب روم اور یونان کی سلطنتیں طاقتور تھیں تو یہ لوگ ان کے ماتحت تھے لیکن جب ان سلطنتوں کو زوال آیا اور یہ فرنگی ممالک خود مختار ہو گئے اور ان کی جداگانہ سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ مثلاً اندلس میں قوط (گاتھ) کی سلطنت قائم ہوئی اور ان کے بعد جلاتھ کی سلطنت قائم ہوئی۔ جرمن خاندان کے لوگ جزیرہ انگلستان سے لے کر بحر غربی شمالی (بحر اٹلانٹک) تک اور اس کے آس پاس کے ممالک پر حکومت کرنے لگے۔ انہی میں سے فرانس کے سلاطین ہیں جو معرب ہو کر فرنج یا فرنگی کہلاتے ہیں۔ ان کا ملک بحر روم کے مغرب سے لے کر جزیرہ نمائے اندلس کے اس سلسلہ کوہ تک پھیلا ہوا ہے جو اندلس کے مشرقی حصہ کو گھیرے ہوئے ہے اور اسے سلسلہ کوہستانی البروت (پیرینز) کہا جاتا ہے۔

سلطنت فرانس

سلطنت فرانس فرنگی ممالک میں سب سے بڑی ہے۔ رومی سلطنت کے زوال کے بعد آغاز اسلام میں یہ سلطنت طاقتور ہو گئی اور یہ مشرق کی جانب پھیلتی گئی۔ یہاں تک کہ پانچویں صدی کے آخر میں اس کا بحیرہ روم کے جزائر پر قبضہ ہو گیا۔ اس زمانے میں اس ملک کا بادشاہ بردویل تھا۔ اس نے اپنے حکام صقلیہ (جزیرہ سسلی) کی جانب بھیجے چنانچہ انہوں نے یہ جزیرہ (سسلی) ۴۸۰ھ میں مسلمانوں سے چھین لیا اور اس کے بعد انہوں نے بحر روم کے پرے افریقیہ، شام اور بیت المقدس پر قبضہ کرنے کی نیت سے پیش قدمی کی۔ پھر قبضہ کرنے کے لیے سخت کوشش میں مصروف رہے۔

صلیبیوں کی آمد کے اسباب

کہتے ہیں کہ جب مشرق میں سلجوقی حکومت طاقتور ہوئی اور انہوں نے فاطمی سلطنت سے شام کا علاقہ چھین لیا اور مصر کا بھی محاصرہ کر لیا تو ان سلاطین نے فرنگی فاتحین کو اپنی جانب آنے کی دعوت دی اور ان کی حوصلہ افزائی کی، اس بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ فاطمی سلطان مستنصر نے فرنگیوں کے ساتھ سازباز کی اور انہیں آمدورفت کی سہولتیں مہیا کیں تاکہ وہ سلجوقی حکمرانوں کو مصر کی جانب آنے سے روکنے کی کوشش کریں۔

فرنگیوں کی پیش قدمی

فرنگی حکام اور ان کی فوجوں نے آگے بڑھنے کی تیاریاں شروع کر دیں اور وہ خشکی کی راہ سے قسطنطنیہ آئے۔ رومی بادشاہ نے انہیں اس شرط پر اپنے علاقے سے گزرنے کی اجازت دی کہ وہ انطاکیہ کو فتح کرنے کے بعد اس کے حوالے کر دیں۔ کیونکہ انطاکیہ کو مسلمانوں نے رومیوں سے چھینا تھا۔ فرنگیوں نے اس شرط کو تسلیم کر لیا اس کے بعد شہنشاہ روم نے اپنی خلیج سے انہیں گزرنے کی تمام سہولتیں فراہم کیں اور ۴۹۰ھ میں کثیر فوجی سازوسامان اور ایک لشکر جرار کو لے کر سمندر عبور کرنے کے بعد وہ قلیج ارسلان کے علاقے میں داخل ہو گئے

ان کا قلیج ارسلان نے مقابلہ کیا لیکن ان کی کثیر تعداد کے مقابلے میں شکست کھا کر پسپا ہو گیا اس کے بعد وہ انطاکیہ پہنچے یہاں کا حاکم

ایک سلجوقی سردار باغیسیان تھا۔ انہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرہ سخت ہو گیا تو بعض محافظ فوجی دستوں نے غداری کی اور ان کی غداری کی وجہ سے فرنگیوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ باغیسیان بھاگ گیا لیکن قتل ہو گیا اور اس کا سر ان کے پاس لایا گیا۔ ان جنگوں میں یورپ کے پانچ بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ شریک تھے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ا۔ بردویل ۲۔ سنجیل ۳۔ کبریری ۴۔ القمص ۵۔ اسمند۔ آخری بادشاہ اسمند فرنگیوں کے ہراول دستے کا سپہ سالار تھا۔ اس لیے انطاکیہ کی حکومت اس کے حوالے کر دی گئی۔

مسلمانوں کی پسپائی

مسلمانوں کو جب فرنگیوں کی فتح کی اطلاع ملی تو مشرق و مغرب سے تمام فوجیں ان کے مقابلہ کے لیے جمع ہونے لگیں۔ اس مقصد کے لیے موصل کے حاکم توام الدولہ کربوقا نے شام کی فوجوں کو جمع کیا اور انہیں لے کر دمشق روانہ ہوئے وہاں دقاق بن تتش، طغتکین اتابک حاکم حمص جناح الدولہ، ارسلان صاحب سنجر اور سکمان ارتق وغیرہ مسلمان حکام اس جہاد میں شامل ہوئے۔ ان تمام نے انطاکیہ کی جانب پیش قدمی کی اور وہ تیرہ روز تک اس کا محاصرہ کیے رہے جب فرنگیوں پر محاصرہ سخت ہو گیا تو وہ بہت گھبرائے کیونکہ مسلمانوں کی فوجیں اچانک وہاں پہنچ گئی تھیں اور وہ مقابلہ کے لیے تیار نہیں تھے۔ انہوں نے بحفاظت نکل جانے کی درخواست کی لیکن اسلامی لشکر نے ان کی درخواست منظور نہیں کی۔ اس کے بعد خود مسلمانوں کی فوجوں میں اختلاف پیدا ہو گیا اور سپہ سالار اعلیٰ کربوقا نے مسلمان فوجیوں کے ساتھ بدسلوکی کی، نیز مسلمان سپہ سالاروں کو اپنی کثرت کا غرور بھی ہو گیا تھا چنانچہ جب دوبارہ فرنگی فوجیں مقابلہ کے لیے نکلیں اور انہوں نے ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کیا تو مسلمان فوجیں پسپا ہو گئیں اور جنگ کیے بغیر واپس چلی گئیں (فرنگی فوجوں کو اس پر بڑی حیرانی ہوئی اور) وہ اسے کوئی جنگی چال سمجھ کر مسلمانوں کا تعاقب کرنے سے باز رہے؛ اس جنگ میں ہزاروں مسلمانوں نے شہادت پائی۔

عیسائیوں کا بیت المقدس پر قبضہ

فرنگیوں نے جب اس طرح مسلمانوں کو شکست دی تو ان میں آگے بڑھنے اور دوسرے شہروں کو فتح کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ چنانچہ انہوں نے آگے بڑھ کر معرۃ النعمان کا محاصرہ کر لیا۔ اس کی فصیلوں کے اندر گھمسان کی جنگ ہوئی۔ یہاں تک کہ شہر کے باشندے ہمت ہار گئے اور وہ فصیلوں کو چھوڑ کر گھروں کے اندر قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ اس پر فرنگیوں نے شہر کو فتح کر لیا اور شہر کے اندر داخل ہو کر انہوں نے تین روز تک قتل عام کیا اور چالیس روز تک مقیم رہے؛ اس کے بعد وہ غزہ کی جانب کوچ کر گئے۔ وہاں پہنچ کر غزہ کا انہوں نے چار مہینے تک محاصرہ کیا لیکن وہ اسے فتح نہ کر سکے۔ آخر کار ابن منقذ نے ان سے صلح کر کے ان سے جان چھڑائی وہاں سے وہ حمص پہنچے اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ جناح الدولہ نے بھی ان سے صلح کر لی پھر وہ عکا پہنچے یہاں بھی انہیں کامیابی نہ ہوئی۔

سلجوقیوں نے بیت المقدس کو فتح کر لیا تھا، اور وہ تاج الدولہ تتش کے قبضہ میں تھا۔ یہ علاقہ اس نے ایک ترکمانی سردار سکمان بن ارتق کو دے دیا تھا لیکن جب انطاکیہ کی جنگ ہوئی تو اہل مصر نے اس پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ مصر کی فاطمی حکومت کا سپہ سالار الفضل بن بدر الجمالی فوج لے کر بیت المقدس روانہ ہوا۔ وہاں ارتق کے دونوں بیٹے سکمان اور ابو الغازی اور ان کا چچا زاد بھائی سوع اور یاقوتی موجود تھے۔ فاطمی حکومت کے لشکر نے اس شہر کا چالیس روز سے زیادہ محاصرہ کیا؛ انہوں نے اس کی فصیل پر چالیس سے زیادہ (قلعہ شکن) منجنیقیں نصب کر دی تھیں آخر کار انہوں نے پناہ دے کر بیت المقدس پر ۴۹۱ھ میں قبضہ کر لیا۔

فاطمی سپہ سالار افضل نے سلجوقی سرداروں یعنی سکمان و ابو الغازی اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور انہیں دمشق بھیج دیا اس کے بعد انہوں نے دریائے فرات کو عبور کیا اور سکمان رہا چلا گیا اور ابو الغازی عراق جا پہنچا۔

افضل نے اپنا قائم مقام افتخار الدولہ کو بنایا جو دمشق میں تھا۔

فرنگی فوجوں کو جب عکا کے محاصرہ میں ناکامی ہوئی تو انہوں نے بیت المقدس کا رخ کیا؛ انہوں نے چالیس روز تک اس کا محاصرہ کیا اور شہر کے چاروں جانب فوجی دستے تعینات کر دیئے تھے۔ آخر کار شمالی سمت سے داخل ہو کر اسی سال کے ماہ شعبان میں انہوں نے بیت المقدس کو فتح کر لیا اور وہاں غارت گری اور قتل عام کا بازار گرم کر دیا۔ فرنگی بیت المقدس میں ایک ہفتے تک مقیم رہے۔ کچھ مسلمانوں نے محراب داؤد میں پناہ لی اور وہیں سے تین روز تک جنگ کرتے رہے آخر کار انہوں نے بھی پناہ حاصل کر کے عسقلان کی راہ لی۔

مسلمان شہداء کی تعداد

بیت المقدس میں جو ائمہ کرام' علماء' عباد و زہاد اور مسجد اقصیٰ کے مجاورین شہید ہوئے تھے جب ان کا شمار کرایا گیا تو وہ ستر ہزار سے زائد تھے۔ قبہ صخرہ کے نزدیک چاندی کی چالیس قندیلیں معلق تھیں۔ ان میں سے ہر قندیل کی قیمت تین ہزار چھ سو ساٹھ درہم نقری تھی۔ اس کا وزن شامی رطل (پونڈ) کے لحاظ سے چالیس رطل تھا۔ وہاں ایک سو پچاس چھوٹی چھوٹی قندیلیں بھی تھیں اس کے علاوہ بے شمار قیمتی ساز و سامان تھا (جو لوٹ لیا گیا)

دربار خلافت میں اطلاع

خلیفہ بغداد کے پاس مسلمانوں کی اس قدر ہزیمت کی اطلاع قاضی ابوسعید ہروی نے پہنچائی اور جب انہوں نے فرنگیوں کے مظالم کے دردناک واقعات سنائے تو دربار خلافت میں گریہ و بکا کا ماتم برپا ہو گیا۔ اس کے بعد خلیفہ نے حکم دیا کہ علماء اور معتزز سرداروں کی ایک جماعت سلطان برکیاروق کے پاس جائے اور اسے اسلام اور مسلمانوں کی حمایت کے لیے آمادہ کرے۔ اس وفد میں مندرجہ ذیل علماء اور معتزز حضرات بھی شامل تھے۔

قاضی ابو محمد دامغانی۔ ابوبکر شاشی۔ ابوالوفاء بن عقیل۔

حلوان کی جانب یہ لوگ روانہ ہوئے۔ اس دوران انہیں سلجوقی سلطنت کی ابتری اور محمد بن ملک الپ ارسلان کے قتل کی اطلاعات ملیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سلاطین اسلام میں اختلاف موجود ہے چنانچہ انہوں نے واپسی اختیار کی۔

اس دوران فرنگی اسلامی شہروں پر قبضہ کرتے گئے اور انہوں نے کندفری نامی ایک بادشاہ کو بیت المقدس کا حاکم متعین کر دیا۔

فرنگیوں کی کامیابی

بیت المقدس کے واقعہ کی خبر جب مصر میں پہنچی تو مصری سپہ سالار افضل نے فوجوں کو جمع کیا اور وہ عسقلان پہنچا اس نے فرنگیوں کو دھمکی کے پیغامات بھیجے۔ انہوں نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ تیزی کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے اسے عسقلان کے نزدیک جا پکڑا جبکہ وہ جنگ کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ فرنگیوں نے اسے شکست دی اور مسلمانوں کا قتل عام کیا اور ان کے دیہات لوٹ لیے افضل عسقلان میں محصور ہو گیا اور اس کی شکست خوردہ فوجیں منتشر ہو گئیں۔ اس لیے افضل عسقلان سے مصر چلا گیا۔ فرنگیوں نے وہاں بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ یہاں تک کہ اہل مصر نے انہیں بیس ہزار دینار دینا منظور کیا۔ اس کے بعد انہوں نے بیت المقدس واپسی اختیار کی۔

ابن دانشمند

کمشتکین بن دانشمند ایک ترکمانی سردار تھا وہ طایلواء کے لقب سے شہرت رکھتا تھا۔ دانشمند معلم کے مفہوم میں مستعمل ہے اس کا والد ترکمانوں کو تعلیم دیتا تھا (اس لیے وہ دانشمند کے نام سے مشہور ہوا) وہ مختلف مناصب پر فائز ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ سیواس وغیرہ کا حاکم بن گیا۔ ملطیہ کا حاکم اس سے دشمنی رکھتا تھا۔ اس نے حاکم انطاکیہ اسمند سے اس کے برخلاف کمک طلب کی تو وہ پانچ ہزار کا لشکر لے کر مدد کے لیے گیا۔ جب ابن دانشمند اس کے مقابلہ کے لیے پہنچا تو اس نے اسے گرفتار کر لیا۔ فرنگی انکوریہ کے قلعہ کی جانب چلے گئے اور اس پر قبضہ کر لیا اور وہاں جو مسلمان تھے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس کے بعد ان فرنگیوں نے اسماعیل بن دانشمند کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت کمشتکین ان سے جنگ کرنے کے لیے پہنچا اور انہیں شکست دی اور ان کا قتل عام کیا۔ وہ لوگ تین لاکھ تھے پھر وہ ملطیہ کی جانب گئے اور اس پر قبضہ کر کے اس کے حاکم کو گرفتار کر لیا۔

انطاکیہ سے اس کی مدد کے لیے اسمند فرنگی فوج لے کر آیا۔ ابن دانشمند نے بے جگری سے ان کا مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھوں سے مسلمانوں کو مسلسل فتوحات مرحمت کیں یہاں تک کہ اسمند قید سے نکلا اپنے فرنگیوں کے پاس انطاکیہ جا پہنچا۔

اس نے قیس عواصم اور اس کے مضافات کے باشندوں کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ وہ اس کی حکومت قبول کر لیں۔ مسلمانوں نے اس بارے میں پس و پیش کیا لیکن ایک معاہدہ کے بعد انہوں نے اسے تسلیم کر لیا۔

جبلہ پر چڑھائی

طرابلس کے علاقہ میں جبلہ کا قلعہ واقع تھا جس پر رومیوں نے قبضہ کر لیا تھا اور وہاں کے مسلمانوں پر رومیوں نے وہاں کے حاکم کے بیٹے منصور بن صلیحہ کو حاکم متعین کر دیا تھا۔ وہی ان کے مابین فیصلے کیا کرتا تھا۔

مسلمانوں نے جب اس علاقہ پر قبضہ کر لیا تو اس کی حکومت جمال الملک ابوالحسن علی بن عمار کے ہاتھوں میں آ گئی جو طرابلس کا خود ساختہ حاکم تھا۔ اس نے منصور ابن صلیحہ کو حسب معمول برقرار رکھا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو ابو محمد عبداللہ اس کا قائم مقام ہوا۔ جب اس نے خوشی کا اظہار کیا تو ابن عمار کو اس کے بارے میں شک و شبہ ہوا اور اس نے چاہا کہ وہ اسے گرفتار کر لے تو اس نے "جبلہ میں علم بغاوت بلند کر دیا اور وہاں عباسی خلافت کا خطبہ شروع کر دیا۔

اس کے مقابلے کے لیے ابن عمار نے دقاق بن تتش سے فوجی امداد مانگی لہٰذا وہ فوج لے کر آیا۔ اس کے ساتھ اتابک طغرکین بھی تھا لیکن اس نے ان تمام کے حملے ناکام بنا دیئے اور وہ واپس چلے گئے۔ اس کے بعد فرنگی آئے اور انہوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا لیکن وہ بھی ناکام رہے۔ اس دوران یہ افواہ پھیلائی گئی کہ سلطان برکیاروق شام آ گیا ہے۔ یہ سن کر وہ چلے گئے۔ پھر وہ دوبارہ آئے۔ اس وقت یہ ظاہر کیا گیا کہ مصری افواج اس کی مدد کے لیے آ گئی ہیں۔ یہ سن کر وہ دوبارہ واپس چلے گئے۔ اس کے بعد وہ پھر تیسری دفعہ آئے اس وقت ان عیسائی باشندوں نے جو وہاں تھے یہ ارادہ کیا کہ وہ فصیل کے کسی ٹوٹے ہوئے سوراخ سے فرنگیوں کو داخل کریں۔ چنانچہ انہوں نے تین سو سرداروں کو وہاں بھیج دیا۔

اس اطلاع پر وہ فصیل پر جا کر بیٹھ گیا اور رسوں کے ذریعے انہیں اوپر چڑھا کر موت کے گھاٹ اتار دیا یہاں تک کہ اس نے ان تمام کو قتل کر دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر فرنگی فوج چلی گئی لیکن پھر واپس آئی۔ اس مرتبہ اس نے انہیں شکست دے دی اور ان کے بادشاہ کیرا ئیسٹل کو قیدی بنا لیا چنانچہ اس نے ایک بہت بڑا مالی فدیہ ادا کر کے اپنے آپ کو رہا کروایا۔

جبلہ پر قبضہ

محاصرہ جب انتہائی شدید ہو گیا تو منصور بن صلیحہ نے دمشق کے حاکم طغرکین کو پیغام بھیجا۔ ابن عمار نے بھی سلطان دقاق کے ذریعے پیغام بھیجا کہ وہ بذات خود اپنے آپ کو حوالے کرے اور اسے تین ہزار دینار دے لیکن اس نے کوئی توجہ نہ دی۔

ابن صلیحہ بغداد روانہ ہو گیا اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ انبار سے اپنا سامان آنے کا انتظار کر رہا ہے۔ وزیر نے کسی آدمی کو بھیج کر اس کے سامان پر قبضہ کیا تو سامان میں سے بے شمار کپڑے کے جوڑے، عمامے اور دیگر ساز و سامان نکلا۔ اس نے ان تمام پر قبضہ کر لیا۔

جبلہ پر جب تاج الملک نے قبضہ کر لیا تو اس نے رعایا کے ساتھ برا سلوک کیا چنانچہ ان لوگوں نے طرابلس کے حاکم فخر الملک ابو علی بن عمار سے خط و کتابت کی اور اسے حکومت کرنے کی دعوت دی۔ اس پر اس نے اپنا لشکر بھیجا اس لشکر نے تاج الملک اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کی اور اسے شکست دے دی انہوں نے تاج الملک کو گرفتار کر کے قید کر لیا اور ابن عمار کے نام پر قلعہ جبلہ پر قابض ہو گئے اس کے بعد تاج الملک کو ابن عمار کے پاس لے گئے اس نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اسے اس کے باپ کے پاس دمشق بھیج دیا اور یہ معذرت پیش کی کہ اس نے فرنگیوں کے حملے کے خوف سے یہ کام کیا ہے۔

فرنگیوں سے لڑائیاں

فرنگیوں کا حاکم کبریری ۴۹۴ھ میں بیت المقدس سے اس کا محاصرہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ اسے دشمن کا ایک تیر لگا جس سے وہ ہلاک ہو گیا پھر اس کا بھائی بغدوین پانچ سو سوار لے کر بیت المقدس کی جانب روانہ ہوا۔ دمشق کا حاکم دقاق اور حمص کے حاکم جناح الدولہ نے فرنگیوں کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دی اور ان کا صفایا کر دیا۔ اس کے بعد اہل شہر نے اپنے بڑے حاکم کے ذریعے فرنگیوں سے خط و کتابت کی اور ان کے اطاعت گزار ہو گئے۔

سروج کے حاکم سکمان بن ارتق نے ترکمانیوں میں سے فوج اکٹھی کی اور وہ رہا کی جانب روانہ ہوا۔ راستہ میں اس کا مقابلہ فرنگی فوجوں سے ہوا اور انہوں نے ۴۹۴ھ ماہ ربیع الاول میں شکست دی اس کے بعد فرنگی فوج سروج کی جانب روانہ ہوئی اور اس کا محاصرہ کر کے

کے بعد اسے فتح کر لیا اور وہاں پر قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا۔
اس کے بعد انہوں نے عکا کے قریب کیفا کے قلعہ پر بھی قبضہ کر لیا اور ارسوف پر بھی اس کے باشندوں کو پناہ دے کر قبضہ کر لیا پھر وہ رجب میں قیساریہ پہنچے اور اس پر بھی قبضہ کر لیا اور خوب لوٹ مار کی۔

طرابلس پر چڑھائی

شام میں آنے والے فرنگی سلاطین میں سے صنجیل بھی تھا۔ اس نے طرابلس کا محاصرہ کیا۔ اس کے مقابلہ کے لیے ایشیائی روم کا حاکم قلج ارسلان پہنچا اور اسے شکست دی۔ صنجیل شکست کھا کر پسپا ہو گیا۔
فخر الدولہ ابن عمار حاکم طرابلس نے ایک دوسرے حاکم کو جو حمص میں جناح الدولہ کا نائب تھا' دقاق بن تتش کی جانب پیغام بھیجا کہ اس بارے میں کوئی کارروائی کرے چنانچہ تاج الدوجہ بذات خود آیا اور دقاق کی جانب سے فوجی امداد بھی اسے حاصل ہوئی اور وہ تمام لشکر طرابلس کے نزدیک اکٹھا ہوا۔ صنجیل نے اپنی شکست خوردہ فوج ان کے مقابلے کے لیے الگ الگ کر کے بھیجی لیکن وہ تمام شکست کھا گئیں۔ اس نے خود اہل طرابلس پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ سخت کر دیا۔ کوہستانی دیہاتی باشندوں اور عیسائیوں نے اس کی مدد کی پھر انہوں نے مال و دولت اور گھوڑے دے کر باہمی مصالحت کر لی۔

صنجیل کی پیش قدمی

اس کے بعد وہ وہاں سے طرابلس کے ایک ماتحت علاقہ طرسوس کی جانب گیا اور اس کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور قلعہ طومار تک چلا گیا۔ وہاں اس کا مقابلہ ابن العریض سے ہوا۔ صنجیل نے ان سے جنگ کی لیکن انہوں نے اس کے لشکر کو شکست دی اور صنجیل کے بدلے انہوں نے ایک فرنگی سردار کو قید کر لیا جس کے پاس دس ہزار دینار اور ایک ہزار قیدی تھے۔ یہ واقعہ ۴۹۵ھ میں پیش آیا۔
مابعد صنجیل نے حصن الاکراد کی جانب پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا جناح الدولہ اس سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا لیکن فرقہ باطنیہ کے ایک شخص نے مسجد میں اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ کہتے ہیں کہ رضوان بن تتش نے اسے اس کام پر مامور کیا تھا۔
صنجیل پھر حمص پہنچا اور اس کا محاصرہ کر کے اس کے تمام علاقے کو فتح کر لیا اس کے بعد فرنگی حاکم نے رہا' القمص اسی سال کے ماہ جمادی الآخر میں عکا پر قبضہ کر لیا چنانچہ ساحلی مقامات کے تمام مسلمان اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے پہنچے اور اسے شکست دے دی اور اس کے سازوسامان اور ان (قلعہ شکن) منجنیقوں کو جلا دیا جو جنگ کے لیے نصب کی گئی تھیں' اس کے بعد حاکم رہا' القمص سروت کی جانب روانہ ہوا اور اس کا محاصرہ کر لیا لیکن ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

فرنگی حاکم کی شکست

اس دوران مصری فوجیں اپنے ساحلوں کی حفاظت کے لیے عسقلان پہنچیں تو بیت المقدس کے فرنگی حاکم بردیل نے فوج لے کر ان کی جانب پیش قدمی کی لیکن تمام مسلمانوں نے اسے شکست دی اور وہ رملہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا آخر کار بڑی مشکل سے جان بچا کر وہ یافا کی جانب بھاگ گیا۔ البتہ باقی ماندہ فرنگی فوج کو یا تو قتل کر دیا گیا یا قید کر لیا گیا۔

سعد الدولہ کی موت

فرنگی فوجوں کی طاقت جب شام میں بڑھ گئی اور انہوں نے عسقلان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تو مصری افواج کے سالار اعلیٰ افضل نے ان سے جنگ کرنے کے لیے ۴۹۶ھ میں اپنے والد کے آزاد کردہ غلام سعد الدولہ القواسیی کی قیادت میں مصری افواج کو بھیجا۔ دوسری جانب بیت المقدس کے فرنگی حاکم بغدوین نے بھی جنگی تیاریاں تیز کر دیں۔ چنانچہ فریقین میں یافا اور رملہ کے درمیان جنگ ہوئی جس میں مصری فوجوں کو شکست ہوئی۔ ان کا سپہ سالار سعد الدولہ گھوڑے سے گر کر مر گیا اور فرنگی دیہاتی علاقوں پر قابض ہو گئے۔

شرف المعالی کی کامیابی

پھر افضل نے اپنے بیٹے شرف المعالی کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے رملہ کے نزدیک بازور کے مقام پر فرنگی فوجوں کا مقابلہ کیا اور

فرنگیوں کو شکست دی۔ اس نے انہیں کافی نقصان پہنچایا۔ تاہم بہت سے فرنگی سردار بھاگ کر آس پاس کے قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے۔ شرف المعالی نے ان کا پندرہ روز تک محاصرہ کر کے اس قلعہ کو فتح کر لیا اور وہاں کے فرنگیوں کو قتل کیا اور کچھ کو قید کر لیا۔

پہلے تو فرنگی سپہ سالار بغدوین بھاگ کر یافا گیا پھر وہاں سے بیت المقدس پہنچا اس وقت بہت سے فرنگی بیت المقدس کی زیارت کے لیے آئے ہوئے تھے لہٰذا اس نے انہیں جنگ کے لیے ابھارا۔ وہ تمام جنگ کرنے کے لیے عسقلان پہنچ گئے جہاں شرف المعالی اپنی فوج کے ساتھ موجود تھا۔ اس لیے وہ ناکام واپس ہوئے۔

پھر جب اشرف المعالی نے اپنے باپ سے مزید فوج مانگی تو اس کے باپ نے آزاد کردہ غلام تاج العجم کی قیادت میں بڑی فوج بھیجی اور یافا کا محاصرہ کرنے کے لیے قاضی ابن وقادس کی رہنمائی میں ایک بحری بیڑہ بھیجا جب بحری بیڑہ یافا پہنچا تو اس نے تاج العجم کو حکم دیا کہ وہ اپنی فوجیں لے کر آئے لیکن اس نے انکار کیا چنانچہ افضل نے اسے گرفتار کرنے کے لیے آدمی بھیجے اور مصری افواج اور عسقلان کی مدافعت کے لیے اپنے ایک آزاد کردہ غلام جمال الملک کو حاکم بنا کر بھیجا۔

فرنگیوں کے زیر قبضہ علاقے

سال کے اختتام تک فرنگی عسقلان پر قبضہ نہیں کر سکے۔ البتہ بیت المقدس پر ان کا قبضہ بدستور تھا اور شام تک درج ذیل علاقوں پر ان فرنگیوں کا قبضہ تھا۔

یافا' ارسوف' قیساریہ' حیفا' طبریہ' اردن' لاذقیہ' انطاکیہ۔ ان کے پاس رہا اور سروج بھی تھے۔

صنجیل نے شہر طرابلس اور اس کے حاکم فخر الملک بن عمار کا محاصرہ کر رکھا تھا کیونکہ وہ اپنا بحری بیڑہ فرنگیوں کے علاقوں پر ہر سمت سے حملہ کرنے کے لیے روانہ کرتا تھا۔

جب ۴۹۷ھ کے سال کا آغاز ہوا تو رہا کی فرنگی فوجوں نے رقہ اور قلعہ جعفر پر چڑھائی کی اور اس کے گردونواح میں تباہی پھیلائی۔ ان کا حاکم سالم بن مالک بدوان تھا جسے سلطان ملک شاہ نے ۴۷۹ھ میں حاکم بنایا تھا۔

جبیل اور عکا پر قبضہ

بہت سی بحری کشتیاں ۴۹۷ھ میں فرنگی ممالک سے آ کر ساحل شام پر لنگر انداز ہوئیں جن میں سے بہت سے فرنگی سوداگر اور زائرین سوار تھے۔ صنجیل نے ان سے طرابلس (شام) کے محاصرہ میں مدد حاصل کی لہٰذا وہ محاصرہ میں شریک ہوئے لیکن جب اس میں ناکامی ہوئی تو وہ جبیل کی جانب کوچ کر گئے اور وہاں کے باشندوں کو پناہ دے کر اس پر قبضہ کر لیا لیکن فرنگی نئے آنے والوں نے معاہدہ صلح کی خلاف ورزی کی اور وہاں کے باشندوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔

اس کے بعد بیت المقدس کے فرنگی بادشاہ بغدوین نے ان نئے آنے والے فرنگی مسافروں کو عکا کے محاصرہ کے لیے امدادی فوج کی حیثیت سے بلوایا۔ چنانچہ وہ اس محاصرہ میں شریک ہوئے اور اس شہر کا بری اور بحری دونوں راستوں سے محاصرہ کر لیا۔ وہاں مصر کے اعلیٰ سپہ سالار ملک افضل کی جانب سے مصری سپہ سالار نے ان فرنگی فوجوں کا مقابلہ کیا لیکن ناکامی ہوئی اور وہ دمشق کی جانب فرار ہو گیا۔ اس کے بعد فرنگی فوجیں عکا پر قابض ہو گئیں اور وہاں خوب لوٹ مار کی۔

قراجا کا قتل

شام کے کچھ حصے پر جب فرنگی فوجوں نے قبضہ کر لیا تو مسلم حکام اس وقت آپس میں لڑتے جھگڑتے رہے یہاں تک کہ فرنگی فوجوں نے وہاں قدم جما لیے اور طویل مدت کے لیے مقیم ہو گئے۔ اس زمانے میں حران اور حمص کا علاقہ ملک شاہ کے ایک آزاد کردہ غلام قراجا نامی شخص کی ماتحتی میں تھا۔ موصل کا حاکم جکرمش اور قلعہ کیفا کا حاکم سقمان بن ارتق تھا۔ حران میں بغاوت ہو گئی چنانچہ ترکوں کے ایک آزاد کردہ غلام جاولی نے قراجا کو اچانک موت کے گھاٹ اتار دیا۔

حران کا دفاع

فرنگی افواج نے اس کے بعد حران پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس زمانے میں حاکم موصل اور سقمان بن ارتق

میں خانہ جنگی ہو رہی تھی' تاہم حران کے دفاع کے لیے انہوں نے باہمی جنگ بند کر دی اور معاہدہ کر کے فرنگی فوجوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے متحد ہو گئے۔

سقمان کے پاس اس وقت اپنی قوم ترکمان کے سات ہزار فوجی تھے اور جکرمش کی فوج میں اس کی قوم ترک' عرب اور کردی سپاہیوں کی تعداد تین ہزار تھی۔ ان دونوں کی متحدہ افواج کا مقابلہ کرنے کے لیے حران سے فرنگی فوج ان کے پاس پہنچی۔ جب فریقین میں جنگ شروع ہوئی تو مسلمان فوجیں ان سے دور رہ کر دوبارہ ان پر پلٹیں اور گھمسان کی جنگ کی اور ان کا قتل عام کیا اور ان کا سازوسامان اور مال و دولت پر قبضہ کر لیا۔

انطاکیہ کا فرنگی حاکم اسمند اور ساحلی علاقوں کا فرنگی حاکم' پہاڑ کے پیچھے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے کمین گاہ میں چھپے ہوئے تھے اور مسلمانوں کو پتہ نہیں چل سکا تھا کہ وہ ان کے ساتھی ہیں لہٰذا وہ محفوظ رہے اور انہوں نے وہاں رات گزاری۔ صبح ہوتے ہی وہ فرار ہو گئے۔ جب مسلمانوں کو پتہ چلا تو انہوں نے فرنگیوں کا تعاقب کر کے ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

القمص کی گرفتاری

رہا کا فرنگی حاکم القمص بردویل اس جنگ کے دوران قیدی بنا لیا گیا۔ اسے سقمان کے ایک ترکمانی سپاہی نے گرفتار کیا تھا' جکرمس کے ساتھیوں کو یہ بات ناگوار گزری کہ ترکمانی سپاہیوں نے اسے گرفتار کیا ہے اور بہت مال غنیمت حاصل کر لیا ہے۔ انہوں نے جکرمس حاکم موصل پر زور دیا کہ وہ فرنگی القمص کو سقمان سے حاصل کر لے چنانچہ اس نے فرنگی حاکم قیدی کو اپنی حراست میں لے لیا۔ ترکمانی فوج اس پر بہت خفا ہوئی اور انہوں نے اس مسئلہ پر جکرمس اور اس کی فوج سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا لیکن سقمان نے مسلمانوں میں باہمی اختلاف پیدا کرنے کے خطرے کے پیش نظر انہیں اس کام سے باز رکھا اور انہیں لے کر روانگی اختیار کی۔

سقمان کی روانگی

سقمان راستے میں جس فرنگی قلعے کے نزدیک سے گزرتا تھا تو فرنگی قلعہ سے یہ سمجھ کر نکلتے تھے کہ ان کے فرنگی بھائی فتح حاصل کرنے کے بعد واپس آ رہے ہیں لہٰذا سقمان نے ان سے جنگ کر کے ان قلعوں پر قبضہ کر لیا۔

حران پہنچ کر جکرمس نے اس پر قبضہ کر لیا اور اپنی جانب سے حران کا حاکم متعین کیا۔ اس کے بعد وہ رہا گیا اور چند روز تک اس کا محاصرہ کیا۔ پھر اس نے موصل واپسی اختیار کی۔

اس نے فرنگی حاکم القمص کو پینتیس ہزار دینار نقد اور ایک سو ساٹھ مسلمان قیدیوں کے عوض میں رہا کر دیا۔

رضوان کی شکست

اس کے بعد انطاکیہ کا فرنگی حاکم سکری ۴۹۸ھ میں حاکم حلب رضوان کے ایک قلعہ اریام کی جانب روانہ ہوا۔ جب وہاں کے باشندوں کی حالت خراب ہو گئی تو انہوں نے حاکم حلب رضوان سے فوجی امداد طلب کی۔ رضوان ان کی امداد کے لیے روانہ ہوا ادھر فرنگی فوجیں بھی اس کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوئیں پھر ان فرنگیوں نے رضوان سے صلح کی درخواست کی لیکن ایک سلجوقی سردار اسپہبد صباوو نے جو اپنے آقا ایاز کے قتل کے بعد ان کے پاس آیا ہوا تھا' صلح نہ کرنے کا مشورہ دیا (لہٰذا جنگ شروع ہوئی) شروع میں فرنگیوں کو شکست ہوئی مگر پھر وہ بے جگری کے ساتھ لڑے اور پلٹ کر مسلمانوں پر حملہ کیا اور انہیں شکست دے دی بلکہ ان کا قتل عام کیا۔ وہ پیدل فوج جو پہلے حملے میں قلعہ میں داخل ہو گئی تھی' ماری گئی۔ البتہ رضوان اور اس کے ساتھی بچ نکلے اور حلب پہنچ گئے۔ سلجوقی سردار اسپہبد صباوو' طغرکین اتابک دمشق کے پاس چلا گیا۔

فرنگی افواج نے اس جنگ کے بعد دوبارہ اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ کے باشندے حلب سے فرار ہو گئے اور فرنگیوں نے اس قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

حاکم عسقلان کی شہادت

۴۹۸ھ میں حاکم مصر افضل نے اپنے بیٹے شرف المعالی کو فوج دے کر رملہ کی جانب بھیجا۔ اس نے اسے فتح کر کے فرنگیوں کو شکست دی۔ پھر اس فتح کے دعوے میں اہل فوج میں اختلاف پیدا ہوا اور باہمی جنگ کی نوبت آنے لگی تھی کہ اتنے میں فرنگیوں نے ان پر حملہ کیا۔ اس وقت شرف المعالی مصر چلا گیا۔ اور افضل نے اپنے دوسرے بیٹے سناء الملک حسن کو اس کی جگہ سپہ سالار بنا کر روانہ کیا۔ اس کے ساتھ عسقلان کا حاکم جمال الدین بھی روانہ ہوا۔ انہوں نے حاکم دمشق طغرکین سے بھی کمک طلب کی۔ چنانچہ اس نے اسی سلجوقی سردار اصبہبد صباؤ کے زیر قیادت فوج روانہ کر دی۔

دوسری طرف سے عکا اور بیت المقدس کا فرنگی حاکم بغدوین بھی فوج لے کر پہنچا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی اور دونوں جانب لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ اس جنگ میں عسقلان کے حاکم جمال الدین شہید ہو گئے پھر فریقین نے جنگ بند کر دی اور دونوں جانب کی فوجوں نے اپنے اپنے شہر کی طرف روانگی اختیار کی۔

طغرکین کی کامیابی

مسلمانوں کی ایک جماعت بھی فرنگی فوج میں شامل تھی چنانچہ انہی میں ایک (مسلمان سردار) بکباش بن تتش بھی تھا کیونکہ دمشق کے قائم مقام حاکم طغرکین نے اس کے بجائے اس کے بھتیجے کو وہاں کا حاکم بنا دیا تھا۔ اس لیے وہ ناراض ہو کر دمشق سے چلا گیا اور فرنگیوں کے پاس جا کر اس نے پناہ حاصل کر لی۔

فرنگیوں کا ایک سردار دمشق کے نزدیک رہتا تھا وہ اکثر اس علاقے پر حملہ کرتا رہتا تھا اور دمشق کے فوجیوں سے جنگ کرتا تھا اس لیے اس کی گوشمالی کے لیے طغرکین حاکم دمشق فوج لے کر آیا۔ اس کی فوجی امداد کے لیے حاکم بیت المقدس بغدوین بھی فوج لے کر مسلمانوں کے مقابلہ میں آیا لیکن اس فرنگی سردار نے اسے واپس بھیج دیا۔ کیونکہ اسے اپنی فوج کی مدافعت پر یقین تھا۔ اس لیے بغدوین نے اپنی فوج کے ساتھ عکا کی طرف واپسی کی۔

ان فرنگیوں سے جنگ کرنے کی غرض سے طغرکین پہنچ گیا اور اس نے جنگ کر کے ان فرنگیوں کو اس کے قلعہ میں محصور کر دیا۔ اس کے بعد اس نے اس قلعہ کو تباہ و برباد کر دیا اور اس کے پتھر وادی میں ڈلوا دیئے اور اس قلعہ کی محافظ فوج اور دیگر باشندوں کو قتل کرا دیا۔ پھر فاتح اور کامیاب ہو کر دمشق واپس ہوا۔

ایک ہفتے کے بعد وہ فرنگیوں کے دوسرے مقام پر گیا۔ وہاں کا حاکم صنجیل کا بھانجا تھا اس پر بھی قبضہ کر لیا اور اس کی محافظ فوجوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ابن ملاعب کی بغاوت

خلف بن ملاعب الکلابی اول تو زبردستی حمص کا حاکم بن بیٹھا تھا۔ اس کے بعد تتش نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ پھر مصر کے حالات تبدیل ہوتے رہے۔

حلب کے حاکم رضوان کے عہد میں قلعہ افامیہ کے حاکم نے علم بغاوت بلند کر دیا چونکہ وہ رافضی تھا اس لیے اس نے فاطمی حاکم مصر کی اطاعت قبول کی اور اس سے درخواست کی کہ ان پر کوئی حاکم مامور کر کے بھیجے۔ چنانچہ فاطمی حکام نے خلف بن ملاعب کو اپنا نمائندہ اور حاکم بنا کر وہاں بھیجا کیونکہ وہ جہاد سے بڑی رغبت رکھتا تھا۔

اس نے افامیہ پہنچ کر بغاوت کر دی اور خود مختار بن بیٹھا۔ ملک کے باغی اور فسادی اشخاص اس کے پاس جمع ہونے لگے۔ اس دوران فرنگیوں نے حلب کے ایک مقام پر قبضہ کر لیا جس کے باشندے رافضی تھے۔ وہاں کا قاضی بھی ابن ملاعب کے پاس افامیہ پہنچ گیا اس نے ابن ملاعب کے خلاف سازباز شروع کر دی اور رضوان کے ایک ساتھی ابوطاہر الصائغ کو جو شیعوں کا زبردست حامی تھا' پیغام بھیجا اور ابن ملاعب پر حملہ کرنے اور قلعہ کو رضوان کے حوالے کرنے کی سازش میں اس کو بھی شریک کر لیا۔

ابن ملاعب کا قتل

اس سازش کا ابن ملاعب کے دو بیٹوں کو علم ہو گیا تھا اور انہوں نے باپ کو قاضی کی سازش سے مطلع کیا لیکن قاضی نے اس کے پاس جا کر اور حلف اٹھا کر اس الزام کی تردید کی۔ چنانچہ اس نے قاضی کو سچا جان کر چھوڑ دیا۔

اس کے بعد قاضی بدستور ابوطاہر اور رضوان کے ساتھ مل کر سازش کرتا رہا۔ آخرکار انہوں نے سرمین مقام کے مسلح سواروں کو اس بہانے سے ابن ملاعب کے پاس بھیجا کہ وہ ان کے ہاں ملازمت کرنا چاہتے ہیں۔ ابن ملاعب نے انہیں افامیہ کے باہر ٹھہرایا جب سازش مکمل ہو گئی تو قاضی نے انہیں فصیل کے اوپر چڑھا کر قلعہ کے اندر داخل کرا دیا انہوں نے ابن ملاعب کو قتل کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ ابن ملاعب کے دونوں بیٹے فرار ہو گئے ان میں سے ایک بیٹا حاکم شیرز ابوالحسن بن منقذ کے پاس پہنچ گیا لیکن دوسرا قتل ہو گیا۔

ابوطاہر الصائغ کا قتل

قاضی کے پاس ابوالطاہر الصائغ اس یقین کے ساتھ آیا کہ وہ قلعہ اسے مل جائے گا لیکن قاضی نے اسے حکومت نہیں دی۔ تاہم وہ اس کے پاس مقیم رہا۔ خلف بن ملاعب کا ایک بیٹا اپنے باپ سے ناراض ہو کر طغرکین کے پاس دمشق چلا گیا تھا۔ اس نے اسے کسی قلعہ کا حاکم بنایا تھا لیکن اس نے وہاں فتنہ و فساد برپا کیا چنانچہ طغرکین نے اسے بلوایا لیکن وہ فرنگیوں کے پاس چلا گیا اور انہیں اکساتا رہا کہ وہ افامیہ کے قلعہ کو فتح کر لیں چنانچہ فرنگیوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ جب وہاں کے باشندے بھوک سے مرنے لگے تو انہوں نے زبردستی کے حاکم قاضی کو اور الصائغ کو قتل کر دیا پھر فرنگی اس قلعہ پر قابض ہو گئے۔ یہ واقعہ ۴۹۹ھ میں پیش آیا۔

فرنگی حاکم کا انتقال

فرنگی حاکم صنجیل طرابلس کا محاصرہ کرتا رہا اُس نے جبلہ کو ابن ملیحہ سے چھین لیا تھا۔ اس نے طرابلس کے باہر ایک قلعہ تعمیر کرایا جس میں وہ رہتا تھا۔ اسی محاصرہ کے دوران اس کا انتقال ہو گیا تو اسے بیت المقدس لے جا کر دفن کر دیا گیا۔

لاذقیہ کے باشندوں کو شاہ روم نے حکم دیا کہ وہ ان فرنگی فوجوں کو غلہ فراہم کریں جو طرابلس کا محاصرہ کر رہی تھیں۔ چنانچہ وہ کشتیوں میں غلہ اور خوراک کا سامان لے گئے لیکن ابن عمار کے ساتھیوں نے کچھ کو تو پکڑ لیا اور انہیں مار ڈالا یا قیدی بنا لیا۔

یہ محاصرہ پانچ برس تک جاری رہا۔ اس دوران خوراک کا ذخیرہ ختم ہو گیا اور دولت مندوں کی ساری کمائی خرچ ہو گئی اور ان کی حالت خراب ہو گئی۔ ایک برس پانچ سو ۵۰۰ غلہ کی کشتیاں جزیرہ قبرص' انطاکیہ' جزائر وینس سے بحری راستے سے آئیں جس سے ان کی گذر بسر ہو گئی۔

ابن عمار کی روانگی

اس کے بعد ابن عمار کو یہ خبر ملی کہ سلطان محمد بن ملک شاہ اپنے بھائی برکیاروق کے بعد بادشاہ ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس نے اس کے پاس سفارتی کی حیثیت سے جانے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنا جانشین طرابلس میں اپنے چچا زاد بھائی ذوالمناقب کو مامور کیا۔ راستے میں اس نے دمشق میں قیام کیا جہاں طغرکین نے اس کا خیر مقدم کیا پھر وہ بغداد پہنچا جہاں سلطان محمد نے اس کا بڑا پرجوش استقبال کیا اُس نے اسے فوجی امداد دینے کا یقین دہانی بھی کرائی۔

ابن عمار نے جب بغداد سے روانگی اختیار کی تو سلطان نے اس سے نہروان کے مقام پر ملاقات کی۔ اس نے حکم دیا کہ امیر حسین بن اتابک قتلغ تکین اس کے ساتھ جائے اور وہ فوجوں کے ساتھ رہے جو امیر مودود کے ساتھ موصل کی جانب روانہ ہوئیں تاکہ وہ جاولی سکاؤ کے ساتھ جنگ کرے۔ اس نے جاولی کی درستگی کرنے کا حکم بھی دیا اور یہ بھی حکم دیا کہ وہ ابن عمار کے ہمراہ روانہ ہو۔

اس کے بعد سلطان محمد اور صدقہ بن مزید کے مابین جنگ چھڑ گئی۔ آخرکار ان میں صلح ہو گئی۔

خلعت حاصل کرنے کے بعد ابن عمار وہاں سے رخصت ہوا اور اس کے ساتھ امیر حسین بھی گیا لیکن وہ امیر مودود کے لشکر کے ساتھ شامل نہیں گیا بلکہ اس نے بغاوت کر دی۔ چنانچہ ابن عمار فخرالدین ماہ محرم ۵۰۲ھ میں دمشق پہنچا اور وہاں سے ایک دوسرے مقام پر پہنچ کر

اس پر قابض ہو گیا۔

دوسری طرف (اس کی غیر موجودگی میں) اہل طرابلس نے مصر کے سپہ سالار اعلیٰ افضل کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ ان کی ہر قسم کی امداد کرے اور ان پر کوئی حاکم مامور کرے لہٰذا اس نے اشرف الدولہ بن ابی الطیب کو حاکم بنا کر فوجی امداد' خوراک' ہتھیار اور محاصرہ کے تمام سازوسامان کے ساتھ بھیجا۔ اس نے پہنچتے ہی ابن عمار کے تمام ذخیروں پر قبضہ کر لیا اور اس کے اہل و عیال کو گرفتار کر لیا اور ان تمام اشیاء کو بحری راستے سے مصر روانہ کر دیا۔

جاولی کا معاہدہ

جاولی نے جکرمس کے ساتھیوں سے موصل چھین کر اس پر قبضہ کر لیا تھا پھر اس نے بغاوت کر دی تھی۔ اس لیے سلطان نے امیر مودود کی زیر قیادت اس کے خلاف فوجیں بھیجیں چنانچہ جاولی موصل سے فرار ہو گیا اور اپنے ساتھ رہا کے فرنگی حاکم بردویل کو بھی لیتا گیا تھا جسے سقمان نے گرفتار کر لیا تھا پھر اس سے جکرمس اور اس کے ساتھیوں نے اسے لے لیا تھا۔

جاولیؔ نے موصل چھوڑنے کے بعد اس فرنگی حاکم کو ۵۰۳ھ میں پانچ سال کی قید کے بعد رہا کر دیا اور اس کے معاوضے میں ایک مقررہ بھاری رقم وصول کی اور یہ شرائط بھی طے کیں کہ وہ ان مسلمان قیدیوں کی ایک مقررہ تعداد کو رہا کر دے گا جو اس کے پاس قید ہیں۔ جب جاولی کو ضرورت پیش آئے تو وہ اپنی جان و مال اور افواج کے ذریعے اس کا ساتھ دے گا۔

دونوں کے مابین جب یہ معاہدہ تکمیل پا گیا تو اس نے فرنگی حاکم کو والئی سالم بن مالک کے ہمراہ قلعہ جعفر بھیج دیا۔ وہاں اس کا ماموں زاد بھائی جوسکین تل ناشر آیا۔ اس نے اپنے آپ کو وہاں اپنے بھائی کے بجائے یرغمال رکھا۔ اس کے بعد جاولی نے اسے رہا کیا اور اس کے بجائے اس کے سالے اور اس کی بیوی کو یرغمال کے طور پر رکھ لیا۔

معاہدہ کی خلاف ورزی

جوسکین (فرنگی حاکم) جب منبج پہنچا تو اس نے اس پر حملہ کر دیا اور غارت گری کر کے جاولی کے چند ساتھیوں کو قیدی بنا لیا جو معاہدہ کی صریح خلاف ورزی اور غداری تھی لیکن اس نے یہ معذرت پیش کی کہ یہ شہر اس کے نہیں تھے۔

جب وہ فرنگی حاکم رہا ہوا تو انطاکیہ گیا تاکہ وہ دوسرے فرنگی حاکم سکری کے قبضے سے رہا کے شہر کو چھڑائے کیونکہ اس کے گرفتار ہونے کے بعد اس نے اس پر قبضہ کر لیا تھا لیکن اس نے یہ شہر اس کے حوالے نہیں کیا' بلکہ (اس کے معاوضے کے طور پر) اس نے اس کو تیس ہزار دینار پیش کیے۔ پھر وہ حاکم تل ناشر پہنچا جہاں اس کے پاس اس کا بھائی جوسکین آیا جو جاولی کے پاس بطور یرغمال تھا۔

انطاکیہ کا حاکم سکری ان دونوں سے لڑنے کے لیے آیا تاکہ وہ ان دونوں کے طاقتور ہونے اور جاولی کی امداد پہنچنے تک ان کی گوشمالی کر سکے۔ لہٰذا فریقین میں جنگ ہوئی۔ پھر اس نے انطاکیہ واپسی اختیار کی۔

قیدیوں کی رہائی

اس فرنگی حاکم نے (معاہدہ کے مطابق) مسلمانوں کے ایک سو ساٹھ قیدی رہا کر دیئے پھر وہ اور اس کا بھائی جوسکین انطاکیہ کے قلعوں پر حملے کرتے رہے۔ شمالی حلب کے قلعہ السبان و کیسوم وغیرہ کے حاکم نے جو ارمنی تھا ان کا ایک ہزار سوار اور دو ہزار پیادہ فوج سے ساتھ دیا۔ اس کے بعد ان کے مقابلے کے لیے سکری نکلا اور جنگ ہوتی رہی پھر ترکوں نے انہیں مصالحت پر آمادہ کیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ رہا کا شہر اس کے اصل حاکم القمص بردویل کے حوالے کیا جائے۔ اس سلسلے میں عیسائیوں کے مذہبی پیشواؤں اور پادریوں نے یہ گواہی دی کہ سکری کا ماموں اسمند جب اپنے ملک واپس جانے لگا تھا تو اس نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ رہا اس کے اصلی حاکم کے اس وقت حوالے کر دے جب وہ قید سے رہا ہو کر آ جائے۔

اس پر سکری نے القمص کو رہا ماہ صفر ۵۰۳ھ میں واپس کر دیا اور القمص نے بھی جاولی کی شرائط کے مطابق معاہدہ پر عمل کیا۔

سکری سے جنگ

پھر جاولی نے شام کا رخ کیا تاکہ اسے فتح کرلے اور اس مقصد کے لیے وہ اس کے مضافات میں گھومتا رہا۔ یہ صورت حال دیکھ کر حلب کے حاکم رضوان نے انطاکیہ کے حاکم سکری کو لکھا کہ وہ جاولی کے حملوں سے خبردار رہے۔ اس نے اس سے فوجی امداد بھی مانگی۔

اس کی بات سکری نے مان لی اور انطاکیہ سے روانہ ہو گیا۔ رضوان نے اس کی مدد کے لیے اپنی فوجیں روانہ کیں۔ ان کے مقابلے کے لیے جاولی نے رہا کے حاکم القمص سے امداد مانگی تو وہ بذات خود فوج لے کر اس کے پاس بنج کے مقام پر پہنچا۔ وہاں یہ اطلاع ملی کہ سلطان کا لشکر اس کے شہر موصل پر غالب آگیا ہے اور وہاں کے خزانوں پر بھی اس نے قبضہ کرلیا ہے۔ یہ اطلاع سن کر اس کے بیشتر ساتھی اسے چھوڑ کر چلے گئے جن میں زنگی بن آقسنقر بھی شامل تھا۔

جاولی اس کے بعد تل ناشر آگیا اور وہاں اس کا سکری کی فوجوں سے سامنا ہوا۔ فریقین میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ انطاکیہ کی فوجیں تو ثابت قدم رہیں لیکن جاولی کی فوجوں نے ہمت ہار دی اور انہیں شکست ہوئی اس کے بعد فرنگی فوجیں اپنے علاقے کی جانب چلی گئیں اور القمص اور جوسکین تل ناشر کی طرف۔

طغرکین کی کامیابی

۵۰۲ھ میں طغرکین طبریہ کی جانب روانہ ہوا۔ اس کا مقابلہ بغدوین (حاکم بیت المقدس) کے بھانجے نے کیا۔ جنگ کی ابتداء میں مسلمان فوج نے نقصان اٹھایا اس کے بعد وہ بے جگری سے لڑے تو انہوں نے فرنگیوں کو شکست دے دی۔ مسلمانوں نے حاکم بیت المقدس کے بھانجے کو (جو فرنگیوں کا سپہ سالار تھا) گرفتار کرلیا۔ اس نے زر فدیہ میں تین ہزار دینار دینے اور پانچ سو مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دینے کا وعدہ کیا لیکن طغرکین نے اسے قبول نہیں کیا۔ اس نے فرنگی سپہ سالار سے یہ کہا کہ "یا تو مسلمان ہو جاؤ یا قتل ہونا قبول کرو۔" آخر کار طغرکین نے اسے اپنے ہاتھ سے موت کے گھاٹ اتارا۔

اس کے بعد فرنگی حاکم بیت المقدس بغدوین اور طغرکین کے مابین چار برس کے لیے مصالحت ہو گئی۔

طغرکین کی پیش قدمی

حصن عربہ (قلعہ) طرابلس کی عملداری میں شامل تھا اور ابن عمار کا ایک آزاد کردہ غلام' اس کا حاکم تھا۔ اس نے علم بغاوت بلند کیا اور اس دوران وہاں غلہ اور خوراک بھی فرنگیوں کی تباہ کاریوں کی وجہ سے ختم ہو گیا تھا اس لیے اس نے طغرکین کو اطاعت قبول کرنے کا پیغام بھیجا تو اس نے قلعہ پر قبضہ کرنے کے لیے اپنے ایک ساتھی اسرائیل کو بھیجا۔ جب مولیٰ ابن عمار (حاکم قلعہ) اس کے استقبال کے لیے آیا تو اسرائیل نے اژدحام میں اسے ایک تیر مار کر ہلاک کر دیا تاکہ اتابک کو اس علاقہ کے بارے میں معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔

پھر طغرکین نے اس قلعہ کی صورت حال معلوم کرنے کے لیے سفر کیا لیکن برف باری کے باعث وہاں جا نہیں سکا۔ جب برف باری ختم ہوئی اور موسم کھلا تو چار ہزار سواروں کو لے کر روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے فرنگیوں کے کئی قلعے فتح کیے جن میں قلعہ الاکنہ بھی شامل تھا۔ آگے چل کر فرنگیوں کا سپہ سالار سردانی جو طرابلس کا محاصرہ کر رہا تھا اس کے مقابلہ کے لیے آیا۔ جنگی لڑائی میں طغرکین اور اس کے ساتھیوں کو شکست کا سامنا ہوا اور وہ حمص چلے گئے لیکن سردانی باشندوں کو پناہ دے کر قلعہ عربہ پر قابض ہو گیا۔

طغرکین اس کے بعد دمشق پہنچا تو بیت المقدس کے فرنگی حاکم بغدوین نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ صلح پر قائم رہے۔ یہ واقعہ ماہ شعبان ۵۰۲ھ میں پیش آیا۔

فرنگیوں کی فتوحات

ابن عمار کے قبضہ سے طرابلس نکل گیا تھا اور مصری حاکم نے وہاں اپنا نائب مامور کر دیا تھا پھر بھی فرنگیوں کا محاصرہ بدستور جاری تھا اور ان کا سپہ سالار صنجیل کا بھانجا سردانی تھا۔ جب ۵۰۳ھ میں ماہ شعبان آیا تو فرنگی فوجوں کے مذہبی پیشوا بہت سے فرنگیوں کو لے کر اسلحہ اور سامان خوراک کے ساتھ کشتیوں میں سوار ہو کر آئے۔ ان کی سردانی کے ساتھ جھڑپیں ہوئیں یہاں تک کہ جنگ کی نوبت آ گئی۔ سکری حاکم

انطاکیہ سروانی کی فوجی امداد کے لیے پہنچا اس کے بعد بیت المقدس کے حاکم بقدوین نے آکر دونوں فرنگی فوجوں میں صلح کرا دی اور وہ تمام طرابلس کا محاصرہ کرنے لگے۔انہوں نے وہاں "برجیاں" نصب کر دی تھیں جن سے محاصرہ بہت شدید ہو گیا' اہل طرابلس کے پاس خوراک کی رسد ختم ہو گئی اور مصر کا بحری بیڑہ ابھی تک خوراک لے کر نہیں پہنچا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی فوجوں نے قبضہ کر لیا' انہوں نے شہر کو لوٹا اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔

کئی دن پہلے سے شہر کے مصری حاکم نے پناہ طلب کی تھی' وہ شہر جبیل چلا گیا تھا جہاں فخر الدین بن عمار بھی تھا اس شہر والوں نے بھی سکری حاکم انطاکیہ سے پناہ لے لی تھی اور اس نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ چنانچہ فخر الدین بن عمار شیرز پہنچ کر وہاں کے حاکم سلطان بن علی منقذ الکنانی کا مہمان ہوا اور پھر وہاں سے دمشق روانہ ہو گیا جہاں کے حاکم طغرکین نے اس کا خیر مقدم کیا اور دمشق کا ایک علاقہ زبدانی دے دیا۔ یہ واقعہ محرم ۵۰۴ھ میں پیش آیا۔

طرابلس کی فتح کے آٹھ دن بعد مصر کا بحری بیڑا پہنچا اور صور کے ساحل پر لنگر انداز ہوا۔ اس کا غلہ صور' صیدا اور بیروت کے علاقوں میں تقسیم کر دیا گیا صیدا کو بھی فرنگی فوجوں نے ماہ ربیع الآخر ۵۰۴ھ میں فتح کر لیا تھا۔ صورت حال یہ ہوئی کہ فرنگیوں کا بحری بیڑہ جو ساٹھ کشتیوں پر مشتمل تھا، فرنگیوں اور خوراک کے ذخیروں کے ساتھ وہاں پہنچا ان میں ان کے امراء بھی شامل تھے یہ لوگ زیارت اور صلیبی جنگوں میں حصہ لینے کے لیے وہاں آئے تھے۔ وہ بیت المقدس کے حاکم بقدوین سے ملے۔ اس کے بعد انہوں نے بحری اور بری راستوں سے صیدا کی ناکہ بندی کر دی اس طرح مصر کا بحری بیڑہ ان کی امداد کے لیے پہنچ نہ سکا۔

اس کے بعد انہوں نے صور پر چڑھائی کی۔ یہاں بھی انہوں نے قلعہ شکن آلات استعمال کیے۔ اس لیے اہل شہر کو خطرہ ہوا کہ کہیں ان کا بھی وہی حشر نہ ہو جو اہل بیروت کا ہوا تھا۔ چنانچہ انہوں نے فرنگیوں سے پناہ طلب کی۔ فرنگیوں نے انہیں ماہ جمادی الاول میں پناہ دے کر اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اہل شہر کا ایک حصہ سینتالیس روز محصور رہنے کے بعد دمشق چلا گیا۔ تاہم ان کی اکثریت فرنگیوں کی پناہ میں رہ کر شہر میں مقیم رہی۔ پھر حاکم بیت المقدس بقدوین نے واپسی اختیار کی۔

شمس الخلافہ کی بغاوت

مصر کی فاطمی حکومت کے ماتحت عسقلان کا شہر بھی تھا ان کی فوجوں کے ساتھ فرنگی فوجوں کی جنگیں ہوتی رہیں اور آخر کار ایک فاطمی حاکم جمال الملک ان کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوا۔ پھر شمس الخلافہ کو حکومت ملی۔ اس نے بیت المقدس کے حاکم بقدوین سے خط و کتابت کی اور اس سے صلح کر لی تاکہ وہ فاطمی خلیفہ سے بچا رہے۔

۵۰۴ھ میں مصر کے سپہ سالار اعلیٰ نے جہاد کے لیے اپنا ایک سپہ سالار فوج دے کر روانہ کیا' اسے خفیہ طور پر یہ حکم دیا کہ وہ شمس الخلافہ کو گرفتار کرے اور اس کی جگہ عسقلان کی حکومت سنبھال لے۔

اس سازش کا شمس الخلافہ کو پتہ چل گیا تھا اس لیے اس نے اعلانیہ بغاوت کر دی۔ ان حالات میں مصری حاکم کو خطرہ ہوا کہ کہیں فرنگی اس پر قابض نہ ہو جائیں۔ اس لیے اس نے خط و کتابت کر کے شمس الخلافہ کو بحال رکھا۔ شمس الخلافہ نے اس کے بعد عسقلان کی ساری فوج کو برطرف کر دیا اور ایک ارمنی جماعت سے مدد طلب کی۔ اس کے اس فعل سے اہل شہر بہت خفا ہوئے چنانچہ انہوں نے اس پر حملہ کر کے اسے ہلاک کر دیا اور مصر کے حاکم امیر افضل کے پاس اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا پیغام بھیجا۔ چنانچہ اس کی جانب سے ایک حاکم بھیجا گیا جس کے بعد عسقلان کے تمام انتظامی امور ٹھیک ہو گئے۔

صیدا پر قبضہ

انطاکیہ کے حاکم سکری نے فوجیں جمع کیں اور حلب سے تین فرسنگ پر ایک قلعہ حصن الاقارب کا محاصرہ کیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اس نے وہاں قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا اور لوگوں کو قیدی بنا لیا پھر وہاں سے وہ قلعہ وزرداد کی جانب روانہ ہوا اور یہاں بھی تباہی مچائی۔ آخر کار یہاں کے باشندے بھاگ گئے اس طرح اس نے دونوں شہروں پر قبضہ کر لیا یہاں سے فرنگی فوجیں شہر صیدا کی جانب گئیں اور اہل شہر کو پناہ دے کر اس پر بھی قابض ہو گیا

صلح کا خراج

فرنگیوں کے اس بڑھتے ہوئے طوفان سے شام کی چھوٹی چھوٹی مسلم ریاستوں کو بہت خطرہ محسوس ہوا اس لیے انہوں نے مصالحت کے لیے ان سے خط و کتابت کی لیکن فرنگیوں نے اصرار کیا کہ انہیں ہر مسلم ریاست کی جانب سے ایک مقررہ رقم خراج اور ٹیکس کے طور پر پیش کی جائے چنانچہ حلب کے حاکم رضوان نے صلح کے طور پر بتیس ہزار دینار دینا منظور کیا اس کے علاوہ یہ بھی منظور کیا کہ وہ فرنگیوں کو ایک مقررہ تعداد میں گھوڑے اور کپڑے بھی مہیا کرتے رہیں گے۔

سات ہزار دینار صور کے حاکم نے ادا کرنے منظور کیے شیرز کے حاکم ابن منقذ پر چار ہزار دینار لگائے گئے حماۃ کے حاکم الکردی کے لیے دو ہزار دینار مقرر ہوئے صلح کی مدت جو کی فصل کے کٹنے تک مقرر کی گئی۔

اس کے بعد فرنگی کشتیاں مصر کی تجارتی کشتیوں پر حملہ آور ہوئیں اور انہوں نے تمام تجارتی کشتیوں کو پکڑ لیا اور ان تاجروں کو قیدی بنا لیا۔

حلب کا وفد

(ان حالات میں) حلب سے علماء اور عوام کا ایک وفد فریاد لے کر بغداد پہنچا وہ جمعہ کے روز بادشاہی مسجد آیا۔ انہوں نے اس وقت اپنی درد بھری فریاد اور چیخوں سے مسلمانوں کو نماز نہیں پڑھنے دی۔ انہوں نے اس جوش و خروش میں مسجد کے منبر کو بھی توڑ دیا آخر کار سلطان نے جہاد کے لیے اسلامی لشکر روانہ کرنے کا وعدہ کیا اور اس شاہی جامع مسجد کے لیے دار الخلافہ سے منبر بھیجا گیا۔

جہاد کا حکم

اگلے جمعہ کو ایک بہت بڑا مجمع محل کی جامع مسجد پہنچا دربان نے انہیں اندر آنے سے روکا لیکن وہ زبردستی جامع مسجد میں گھس گئے۔ انہوں نے محراب کی کھڑکیاں توڑ دیں اور اس قدر شور و غل مچایا کہ جمعہ کی نماز نہیں ہو سکی۔ آخر کار خلیفہ نے بھی سلطان کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ مسلمانوں کے ان دردناک واقعات کا ازالہ کرے چنانچہ سلطان نے تمام مسلمان حکام کو حکم دیا کہ وہ جہاد کے لیے تیاریاں کریں۔ اس نے اپنے بیٹے مسعود کو امیر مودود حاکم موصل کے ساتھ بھیجا تاکہ سارے مسلم حکام اپنے لشکروں کو لے کر اس کے ساتھ شامل ہو جائیں اور تمام مسلمان فوجیں متحد ہو کر فرنگیوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے ایک ہی وقت میں پیش قدمی کریں۔

سلطان کا بیٹا مسعود جب حاکم موصل امیر مودود کے ہمراہ جہاد کے لیے روانہ ہوا تو اس کے لشکر میں قریبی مسلم ریاستوں کے مندرجہ ذیل حکام اپنی پوری فوج کے ہمراہ جہاد کے لیے شریک ہوئے۔ ۱۔ دیار بکر کا حاکم سقمان القطبی۔ ۲۔ برسق کے دونوں بیٹے ابلکی و زنگی حکام ہمدان۔ ۳۔ حاکم مراغہ امیر احمد بیگ۔ ۴۔ اربل کا حاکم ابو الہیجاء۔ ۵۔ ایاز بن ابو الغازی' اسے ماردین کے حاکم نے جو اس کا بھائی تھا' روانہ کیا تھا۔

اسلامی فوج کی پیش قدمی

یہ تمام مسلم حکام اپنی فوجوں کو لے کر سنجار پہنچے اور فرنگیوں کے کئی قلعے فتح کر لیے۔ پھر رہا کے شہر پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہ اسلامی لشکر دریائے فرات کے نزدیک فرنگی لشکر سے ملا لیکن فریقین نے جنگ شروع نہ کی۔ مسلمان فوجیں پیچھے ہٹ کر حران کی جانب آ گئیں تاکہ فرنگی پیش قدمی کر کے دریائے فرات کو عبور کریں لیکن فرنگی فوجیں مسلمانوں کی توقع کے برخلاف رہا چلی گئیں' وہاں انہوں نے خوراک کا ذخیرہ اور سامان جنگ جمع کیا اور کمزور باشندوں کو وہاں سے نکال باہر کیا۔

قلعہ تل ناشر کا محاصرہ

اس کے بعد فرنگی فوجیں دریائے فرات کو عبور کر کے حلب کے علاقہ میں داخل ہو گئیں۔ کیونکہ جب فرنگی فوجیں الجزیرہ کے علاقے میں چلی گئی تھیں تو حاکم حلب رضوان نے ان سے وہ قلعے واپس لے لیے تھے جن پر یہ فرنگی قابض ہو گئے تھے۔ چنانچہ فرنگی فوجیں اب انہیں دوبارہ فتح کرنے کے لیے پہنچیں۔ انہوں نے وہاں پہنچتے ساتھ ہی تباہی مچا دی۔ اس حالت میں سلطان کی متحدہ فوج رہا پہنچی۔ وہاں انہوں نے

فرنگی فوجوں سے جنگ کی لیکن ناکام رہے۔ اس کے بعد مسلمان فوجوں نے دریائے فرات کو عبور کیا اور قلعہ تل ناشر کا ڈیڑھ مہینے تک محاصرہ کیا لیکن اسے فتح کرنے میں کامیابی نہ ہو سکی۔

سقمان کا انتقال

اس کے بعد وہ حلب پہنچیں۔ وہاں حاکم حلب نے ان سے ملاقات نہیں کی۔ اس دوران دیار بکر کا حاکم سقمان القطبی بیمار ہو گیا۔ اس لیے اس کی فوجیں واپس ہو گئیں۔ سقمان القطبی بالس کے مقام پر وفات پا گیا اور اس کی لاش اس کے شہر بھیج دی گئی۔

مسلمانوں کی روانگی

معرۃ النعمان کے نزدیک سلطان کا متحدہ لشکر خیمہ زن ہوا اس وقت دمشق کا حاکم طغتکین، مودود حاکم موصل کے پاس آیا پھر اسے ان مسلم حکام کے بارے میں کچھ شک و شبہ ہوا تو اس نے خفیہ طور پر فرنگیوں کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ پھر یہاں سے متحدہ فوجیں منتشر ہو گئیں اور صرف امیر مودود طغتکین کے ساتھ دریائے عاصی پر باقی رہ گیا۔ فرنگیوں نے ان کی نا اتفاقی سے فائدہ اٹھایا اور وہ افامیہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

اس کے بعد شیرز کا حاکم سلطان بن منقذ نکل کر مودود اور طغتکین کے پاس آیا اور انہیں اپنے علاقہ شیرز کی جانب لے گیا اس طرح فرنگیوں کا کام آسان ہو گیا۔ ان کے ہاں خوراک کی رسد کم ہو گئی تھی اس لیے وہ کوچ کر گئے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں دور بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

اسلامی فوجیں جب الگ الگ ہو گئیں تو بیت المقدس کا فرنگی حاکم بغدوین نکلا اور اس نے اپنی فرنگی فوجیں جمع کیں اور جمادی الاول ۵۰۵ھ میں شہر صور کا محاصرہ کر لیا جو مصری فاطمی حکومت کے سربراہ امیر افضل کے قبضہ میں تھا۔ وہاں اس کا جانشین حاکم عز الملک تھا۔ انہوں نے وہاں برجوں اور منجنیقوں (قلعہ شکن آلات) کو نصب کر دیا تھا۔ اس نے اہل طرابلس میں سے جن کی تعداد ایک ہزار تھی انتہائی جرأت مند نوجوانوں کو بلایا۔ انہوں نے زبردست حملہ کیا اور وہ فصیل کے متصل برج تک پہنچ گئے اور اسے آگ لگا دی۔ دوسرے برجوں پر بھی مٹی کا تیل (نفط) چھڑک کر آگ لگا دی۔ اس طرح زبردست جنگ ہوئی۔

طغتکین کی چڑھائی

دمشق کے حاکم طغتکین کو اہل صور نے پیغام بھیجا کہ وہ ان کی مدد کرے اس کے بدلے میں وہ شہر اس کے حوالے کر دیں گے۔ لہٰذا وہ بانیاس کے مقام پر آیا اور انہیں دو سو گھوڑے بھیجے اس کے بعد بھی زبردست جنگ جاری رہی۔ شہر کے حاکم نے طغتکین کو پھر پیغام بھیجا کہ وہ بہت جلد وہاں پہنچے تاکہ وہ شہر کو اس کے حوالے کر دے۔

دوسری طرف طغتکین فرنگی عملداری پر حملے کر رہا تھا اور دمشق کے علاقے میں ان کے ایک قلعہ پر بھی قابض ہو گیا تھا۔ اس نے ان کے پاس خوراک اور غلہ رسانی کی راہ بھی بند کر دی تھی چنانچہ یہ فرنگی بحری راستے سے خوراک کی رسد لیتے تھے۔

اس کے بعد اس نے صیدا پر حملہ کیا اور اسے نقصان پہنچایا پھر جب فصل پکنے کا موسم آیا تو فرنگیوں کو خطرہ ہوا کہ کہیں طغتکین ان کے شہروں پر قبضہ نہ کر لے اس لیے انہوں نے صور کا محاصرہ ختم کر دیا اور عکا چلے گئے۔ اس کے بعد طغتکین صور کے شہر پہنچا اس نے ان کی مالی امداد کی اور اہل شہر اپنی فصیل اور خندق کی مرمت کرنے میں مصروف ہو گئے۔

سکری کی وفات

اس کے بعد موصل کا حاکم امیر مودود ۵۰۶ھ میں سروج پہنچا اور اس کے گرد و نواح کو تاراج کیا۔ اس کے مقابلے کے لیے تل ناشر کا حاکم جکرمس نکلا۔ اس نے لشکر کے مویشیوں پر حملہ کر کے انہیں ان کے چرواہے سے چھین لیا اور فوج کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر دیا اور پھر اس نے واپسی اختیار کی۔

اس کے بعد ارمنی امیر کاد بن کاور کے علاقے میں وفات پا گیا۔ یہ اطلاع سن کر انطاکیہ کا فرنگی حاکم سکری اپنے علاقے سے چل پڑا

آکر وہ اس کے علاقے پر قبضہ کر لے لیکن وہ راستے میں بیمار ہو گیا۔ اس لیے انطاکیہ لوٹ گیا اور ۵۰۶ھ کی درمیانی مدت میں وفات پا گیا اس کے بعد اس کا بھانجا سرجان انطاکیہ کا حاکم ہو گیا اور وہاں کا انتظام سنبھالا۔

اس کے بعد امیر مودود حاکم موصل نے مختلف علاقوں سے فوجیں جمع کیں۔ چنانچہ سنجار کا حاکم اور ماردین کا حاکم ایاز بن ابوالغازی اور دمشق کے حاکم طغرکین اپنی اپنی فوجیں لے کر آئے یہ تمام ماہ محرم ۵۰۷ھ میں فرنگی علاقوں میں داخل ہوئے ان کے مقابلے کے لیے شاہ بیت المقدس اور جوسکین (فرنگی حاکم) نے پیش قدمی کی۔

اسلامی لشکر کی کامیابی

اسلامی لشکر نے دریائے فرات کو عبور کیا اور بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے ارادہ سے وہ اردن پہنچے۔ فرنگی فوجیں ان کے سامنے تھیں۔ چنانچہ محرم کی پندرہویں تاریخ کو فریقین میں زبردست جنگ ہوئی جس میں فرنگیوں کو شکست ہوئی اور ان میں سے بہت سے سپاہی بحیرہ طبریہ اور دریائے اردن میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ مسلمانوں نے بہت سا مال غنیمت سمیٹا۔

فرنگی فوجیں شکست کھا کر واپس گئیں تو راستے میں انہیں طرابلس اور انطاکیہ کی فوجیں ملیں۔ وہ بھی ان کے ساتھ منتشر ہو گئیں۔ انہوں نے طبریہ کے پہاڑ پر اپنے مورچے بنا لیے۔ مسلمانوں نے ان کا ایک مہینہ تک محاصرہ کیا لیکن فتح حاصل نہیں کر سکے اس لیے انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ تاہم مسلمانوں نے عکا اور بیت المقدس کے درمیان فرنگی علاقہ کو تاراج کیا۔

مسلمانوں کی فوجیں چونکہ اپنے ممالک سے دور ہو گئی تھیں اور ان کی خوراک کی رسد ختم ہو گئی تھی اس لیے وہ اس خیال سے مرج الصفر کے مقام پر واپس آئے کہ موسم بہار میں وہ دوبارہ جہاد کریں گے لہٰذا انہوں نے فوجوں کو چھٹی دے دی (اسلامی لشکر کا سپہ سالار اعلیٰ) امیر مودود دمشق چلا گیا تاکہ دوبارہ جنگ شروع ہونے کی درمیانی مدت میں وہ دمشق میں سکونت اختیار کرے۔

مودود کی موت

مودود جب دمشق میں جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس آ رہا تھا تو اس سال کے ماہ ربیع الاول میں فرقہ باطنیہ (شیعہ) کے ایک شخص نے اس پر خنجر سے حملہ کر دیا اور وہ اسی دن (زخموں کی تاب نہ لا کر) وفات پا گیا۔ اس کے بعد حاکم دمشق طغرکین پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے اسے قتل کرایا تھا۔

مودود کے قتل کے بعد سلطان محمد نے اس کے آقسنقر برسقی کو مجاہدین کے لشکر کا سپہ سالار متعین کیا اور فرنگیوں سے جہاد کرنے کے لیے اس کے ساتھ اپنے بیٹے مسعود کو بھی روانہ کیا۔ سلطان نے دیگر علاء امراء کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ اس کے حکم کی پابندی کریں۔

چنانچہ (مسلم حکام میں سے) عماد الدین زنگی بن آقسنقر اور حاکم سنجار غبرک (جہاد میں) شریک ہوئے اور یہ لشکر جزیرہ ابن عمر کی جانب روانہ ہوا اور اسے مودود کے نائب کے قبضہ سے واگزار کرا لیا۔

اس کے بعد وہ ماردین کی جانب روانہ ہوئے اور اس کا محاصرہ کر لیا حتیٰ کہ اس کا حاکم ابوالغازی ان کا مطیع ہو گیا اور اس نے اپنے بیٹے ایاز کو اس لشکر کے ساتھ روانہ کیا پھر یہ مجاہدین رہا گئے اور ماہ ذوالحجہ ۵۰۸ھ میں ستر روز وہ اس کا محاصرہ کیے رہے لیکن اس پر قبضہ نہ کر سکے اور مسلمانوں کے پاس خوراک کی رسد کم ہو گئی۔ اس لیے وہ شمشاط اور سروج کی جانب روانہ ہو گئے اور ان علاقوں میں تباہی پھیلائی اور اس دوران مرعش، کیسوم اور رغبان کا فرنگی حاکم ہلاک ہو گیا اور اس کے بعد اس کی بیوہ حاکم ہوئی۔ اس نے فرنگیوں کے برخلاف برسقی کی اطاعت کرنے کا پیغام بھیجا۔ لہٰذا اس نے اس خاتون حکمران کی جانب خابور کے حاکم کو بھیجا تو اس (ملکہ) نے اس کے ہاتھ مال و دولت اور تحائف بھیجے اور مسلمانوں کی اطاعت کا عہد کیا۔ اس لیے اس کے پاس جو فرنگی تھے وہ انطاکیہ لوٹ گئے۔

ابوالغازی اور طغرکین کی مخالفت

دمشق کے حاکم طغرکین سے سلطان محمد خفا تھا کیونکہ وہ مودود کے قتل کا ملزم تھا۔ چنانچہ وہ باغی ہو گیا اور سلطان کا مخالف بن گیا۔ ماردین کے حاکم ابوالغازی نے مخالفت میں اس کا ساتھ دیا کیونکہ اس کے اور برسقی کے مابین ناراضگی تھی سلطان کو ان دونوں کی مخالفت اور فرنگیوں کی جنگ کے باعث کافی پریشانی ہوئی کیونکہ فرنگیوں کی طاقت میں بہت اضافہ ہو گیا تھا۔

چنانچہ اس نے حاکم ہمدان امیر برسق کے ساتھ مل کر فوجوں کو تیار کیا اس کے ساتھ امیر جیوس بیگ' امیر کنتری اور موصل والجزیرہ کی فوجیں بھی تھیں۔ سلطان نے انہیں حکم دیا تھا کہ ابوالغازی اور طغرکین کو سبق سکھانے کے بعد فرنگیوں سے نبرد آزما ہوں۔

اس کے بعد وہ ماہ رمضان المبارک ۵۰۸ھ میں جہاد کے لیے روانہ ہوئے' انہوں نے رملہ کے مقام پر دریائے فرات کو عبور کیا اور حلب پہنچے۔ وہاں رضوان کے بعد لئو لئو الخادم حاکم حلب تھا اور وہاں کی فوج کا سردار شمس الخواص تھا۔ اسلامی لشکر نے ان دونوں کے سامنے سلطان کے وہ خطوط پیش کیے جن میں شہر کو ان کے حوالے کرنے کے لیے لکھا گیا تھا۔ انہوں نے پس و پیش کیا اور ابوالغازی و طغرکین سے فوجی امداد مانگی لہٰذا وہ دونوں دو ہزار سواروں کو لے کر وہاں پہنچے اور اس کے ذریعے مجاہدین کے لشکر کا مقابلہ کیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر امیر برسق حماۃ چلا گیا جو طغرکین کے ماتحت تھا اس نے اس پر قبضہ کر کے تین روز تک اسے لوٹا' اس کے بعد اسے حاکم حمص امیر قرجان کے حوالے کر دیا۔ اس طرح وہ سلطان کے حکم کے مطابق ہر شہر فتح کرنے لگے۔ یہ بات دیگر حکام کو اچھی نہ لگی اور ان کی نیت میں فتور آنے لگا۔

طویل جنگ کی تیاری

دوسری طرف ابوالغازی' طغرکین اور شمس الخواص انطاکیہ پہنچے اور اس کے فرنگی حاکم اربیل سے حماۃ کی مدافعت کے لیے فوج طلب کی۔ لیکن وہاں پہنچ کر انہیں اس کے مفتوح ہونے کی اطلاع ملی۔ انطاکیہ میں ان کے پاس بیت المقدس اور طرابلس وغیرہ کے شیاطین صفت فرنگی حاکم بھی پہنچ گئے تھے۔ وہ تمام افامیہ کے مقام پر جمع ہوئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کو طویل کیا جائے تاکہ موسم سرما میں وہ منتشر ہو جائیں۔

اسلامی لشکر کی پیش قدمی

چنانچہ موسم سرما جب آیا اور مسلمانوں کا لشکر وہیں موجود تھا تو ابوالغازی ماردین چلا گیا اور طغرکین دمشق واپس آ گیا اور فرنگی فوجیں بھی اپنے شہروں کی جانب لوٹ آئیں۔ اس وقت مسلمانوں نے کفرطاب کا رخ کیا جو افامیہ کی طرح فرنگیوں کے قبضہ میں تھا۔ اس مقام پر انہوں نے قبضہ کر لیا اور فرنگیوں پر حملہ کر کے اس کے حاکم کو قیدی بنا لیا۔

اس کے بعد وہ قلعہ افامیہ کی جانب روانہ ہوئے جو ان کے لیے ناقابل تسخیر ثابت ہوا۔ اسلامی لشکر معرہ کی جانب لوٹ گیا جس پر فرنگیوں کا قبضہ تھا۔

فرنگیوں کا حملہ

انطاکیہ کا فرنگی حاکم پانچ سو سوار اور دو ہزار پیادہ فوج لے کر کفرطاب کی مدافعت کے لیے روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے مسلمانوں کے خیموں پر اچانک حملہ کر دیا وہ ابھی منزل مقصود پر نہیں پہنچے تھے کہ فرنگیوں نے غلاموں اور نوکروں وغیرہ کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ فرنگی مسلمانوں کے خیموں میں گھس گئے اور جو کوئی ملتا اسے قتل کر دیتے۔ آخر کار امیر برسق اور اس کے بھائی زنگی وہاں پہنچ گئے' وہ ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گئے اور انہوں نے شکست خوردہ مسلمانوں کا احاطہ کر کے ان کی حفاظت کی۔ امیر برسق کا ارادہ تھا کہ فرنگی فوجوں کا انتہائی دلیری کے ساتھ مقابلہ کیا جائے لیکن اس کے بھائی زنگی نے بھاگ جانے کا فیصلہ کیا اور اس کے ساتھی ان کے ساتھ فرار ہو گئے۔ فرنگی فوجوں نے ایک فرسنگ کے فاصلے تک مسلمانوں کا تعاقب کیا۔ پھر وہ واپس چلے آئے۔

اسلامی لشکر شکست کھا کر اپنے علاقوں کی جانب چلا گیا۔ اس واقعہ کے بعد اہل حلب اور شام کے علاقوں کے مسلمان باشندے فرنگیوں سے خوف زدہ ہو گئے تھے۔

اس کے بعد فرنگی فوجیں دمشق کے ایک مقام رفینہ پہنچ گئیں اور اس پر قبضہ کر لیا اور اس کی مضبوط قلعہ بندی کی۔ ادھر طغرکین حاکم دمشق نے فرنگی شہروں کو تباہ کرنے کا ارادہ کیا تھا' یعنی اسے اطلاع ملی کہ خود اس کا مقام رفینہ محافظوں سے خالی ہو گیا ہے اس لیے وہ تیزی سے ۵۰۹ھ میں وہاں پہنچا اور اس پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اس نے جنگ کر کے فرنگیوں کو قیدی بنا لیا اور بہت مال غنیمت حاصل کیا اور دمشق واپسی اختیار کی۔

رفینہ کا مقام اس کے بعد مسلمانوں کے قبضے میں رہا۔ حتیٰ کہ ۵۲۰ھ میں فرنگیوں نے دوبارہ اس کا محاصرہ کر کے اسے فتح کیا۔

فرنگی حاکم کی وفات

بیت المقدس کا فرنگی حاکم بقدوین ۵۱۱ھ کے آخر میں وفات پا گیا۔ اس نے دیار بکر کو فتح کرنے کے لیے چڑھائی کی تھی جب وہ تینس کے نواح میں تھا۔ اسی دوران وہ زخمی ہو گیا اور وہ بیت المقدس واپس چلا گیا جہاں وہ فوت ہو گیا۔ اس وقت وہاں رہا کا وہ فرنگی حاکم بھی موجود تھا جو مسلمانوں کی قید میں تھا اور جسے جاولی نے رہا کیا تھا لیکن وہ اپنے علاقہ کی جانب چلا گیا۔

طغرکین کی پیش قدمی

فرنگیوں سے جنگ کرنے کے لیے حاکم دمشق طغرکین نے پیش قدمی کر دی تھی اور یرموک پہنچ گیا تھا۔ فرنگی حاکم نے اس کی جانب صلح کا پیغام بھیجا تو طغرکین نے یہ شرط رکھی کہ وہ جبل عروہ سے الفور تک کا علاقہ چھوڑ دے لیکن اس فرنگی نے یہ شرط قبول نہیں کی۔ چنانچہ طغرکین طبریہ پہنچا اور وہاں کے گرد و نواح کو تباہ کیا۔ پھر وہاں سے عسقلان پہنچا تو اس کا مقابلہ مصر کی سات ہزار فوجوں سے ہوا جو بقدوین کے مقابلہ میں آئی تھیں جبکہ اس نے دیار بکر سے کوچ کیا تھا۔ انہیں بتایا گیا کہ ان کے حاکم نے طغرکین سے مقابلہ نہ کرنے کا حکم دیا ہے اس لیے طغرکین نے ان کا شکریہ ادا کیا اور دمشق واپسی اختیار کی۔

پھر اسے یہ اطلاع ملی کہ فرنگی فوج اذرعات پہنچ گئی ہے اور وہاں کے ایک قلعہ پر قبضہ کرنے کے بعد اسے لوٹ لیا ہے چنانچہ اس نے تاج الملک بوری کو فوج دے کر ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اس نے ان فرنگیوں کو وہاں ایک پہاڑ میں محصور کر دیا یہاں تک کہ جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے جان پر کھیل کر بھرپور حملہ کیا اور مسلمانوں کو شکست دے دی۔ اس کے بعد قتل و غارت گری کی۔ مسلمانوں کی بقایا شکست خوردہ فوج نے دمشق کی راہ لی۔

اس کے بعد طغرکین حلب گیا تاکہ وہ ابوالغازی سے فوجی امداد طلب کرے۔ اس نے اس کے ساتھ کوچ کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن اتنے میں یہ اطلاع ملی کہ فرنگیوں نے دمشق کی عملداری پر حملہ کیا ہے اور حوران کو لوٹ کر اس کا صفایا کر دیا ہے۔ اس لیے طغرکین بہت جلد دمشق چلا گیا اور ابوالغازی ماردین چلا گیا تاکہ وہ فوجوں کو جمع کرے اور وہ متحد ہو کر فرنگیوں کا مقابلہ کریں۔

مراغہ پر قبضہ

فرنگی فوجیں ۵۱۳ھ میں حلب کے نزدیک پہنچ گئیں انہوں نے مراغہ پر قبضہ کر لیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار شہر والوں نے اپنی پیداوار میں انہیں شریک کر کے ان کے ساتھ مصالحت کر لی۔

فرنگی حاکم کا قتل

اس کے بعد ابوالغازی ماردین سے باقاعدہ فوجیوں اور رضاکاروں پر مشتمل بیس ہزار کی فوج لے کر مقابلہ کے لیے آیا۔ اس کے ساتھ اسامہ بن مالک بن شرز الکنانی اور ارزن کے حاکم امیر طغان ارسلان بن افتکین بھی شریک جنگ تھے۔ فرنگی فوجیں اثادب کے نزدیک ضیل السلطان کے مقام کی جانب روانہ ہوئیں اور ایک ایسی جگہ پر پڑاؤ کیا جہاں کے راستے معدوم تھے۔ انہوں نے جنگ کو طویل دینے کا ارادہ کیا تھا لیکن ابوالغازی ان کے پاس پہنچ کر اچانک حملہ آور ہوا اور ان کی صفوں کو تہس نہس کر دیا۔

فرنگی فوجوں نے بھرپور جنگ کی لیکن ان کے حملوں کی تاب نہ لا سکے۔ اس نے انہیں بری طرح مارا اور انطاکیہ کے فرنگی حاکم سرجال کو قتل اور ان کے ستر فوجی افسر قید کر لیے گئے۔

اس کے بعد فرنگیوں کی شکست خوردہ فوجیں جمع ہوئیں اور انہوں نے دوبارہ جنگ کا آغاز کیا تو ابوالغازی نے انہیں دوبارہ شکست دی اور ان کے قلعہ جنگی ہتھیار اور زوناد پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ حلب آیا اور اس شہر کی حالت ٹھیک کر کے ماردین واپسی اختیار کی۔

مسلمانوں کی فتح

اس کے بعد ل ناشر کا فرنگی حاکم جو سکین فرنگی سپاہیوں کے دو سو کے دستہ کو لے کر قبیلہ طے کی ایک شاخ پر جو بنو خالد کے نام سے مشہور تھی حملہ آور ہوا۔ اس نے انہیں لوٹا اور مال غنیمت حاصل کیا پھر انہی لوگوں نے اس فرنگی حاکم کو اپنی قوم بنی ربیعہ کا پتہ بتایا جو دمشق

اور طبریہ کے درمیان آباد تھی۔ چنانچہ جوسکین نے وہاں اپنے ساتھیوں کو بھیجا اور خود ایک دوسرے راستے سے روانہ ہوا لیکن وہ خود راستہ بھول گیا اور پیچھے رہ گیا اس کے ساتھی اسی مقام پر پہنچ گئے وہاں قبیلہ کا سردار مرتھا جو ربیعہ کے قبیلہ میں سے تھا۔ قبیلہ کے سردار نے جنگ کر کے انہیں شکست دی۔ اس نے ان کے ستر افراد کو قتل کیا اور بارہ کو جنگی قیدی بنالیا اور بہت تاوان لے کر انہیں رہا کیا۔ پھر ان کے قیدیوں کی تعداد بڑھ گئی۔

یہ اطلاع جوسکین کو راستے میں ملی' وہ طرابلس چلا گیا اور مزید فوج جمع کر کے عسقلان پر حملہ آور ہوا۔ یہاں بھی مسلمانوں نے اسے شکست دی اور وہ شکست کھا کر واپس لوٹ گیا

فرنگی حکام کی گرفتاری

اس کے بعد بہرام جو ابوالغازی کا بھائی تھا' فوج لے کر شہر رہا کی جانب گیا اور کافی عرصہ تک اس کا محاصرہ کیے رہا لیکن قبضہ نہیں کر سکا اس لیے وہ وہاں سے چلا گیا۔ راستے میں کسی نے اسے بتایا کہ رہا اور سروج کا حاکم جوسکین اس کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا ہے۔ مالک (بہرام کا بیٹا) سے اس کے ساتھی الگ ہو گئے تھے اس لیے وہ وہاں پہنچا جہاں فرنگی فوج پہنچ چکی تھی۔ اس نے انہیں دلدلی زمین کی جانب دھکیل دیا۔ جب ان کے گھوڑے اس دلدلی زمین میں پہنچے تو ان میں سے کوئی بھاگ نہیں سکا اور خود جوسکین (حاکم رہا) گرفتار ہو گیا۔ اس نے بہت مال فدیہ کے طور پر ادا کر کے اپنے آپ کو چھڑانا چاہا لیکن مالک بن بہرام نے زر فدیہ لینے سے انکار کر دیا اور یہ شرط رکھی کہ وہ رہا کا قلعہ مسلمانوں کے حوالے کر دے لیکن اس نے یہ شرط نہیں مانی تو اس نے اسے خرت برت کے مقام پر قید کر دیا۔ اس کے ساتھ اس کا خالہ زاد بھائی کلیام جو بہت بڑا شیطان تھا اور دوسرے فرنگی افسران بھی قید تھے۔

خرت برت کا حاکم مالک بن بہرام تھا اس کے نزدیک فرنگی قلعہ کرکر میں آباد تھے اس لیے اس نے ان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ دوسرا فرنگی حاکم بقدوین لشکر لے کر اس کے مقابلہ کے لیے ماہ صفر ۵۱۷ھ میں پہنچا لیکن مالک بن بہرام نے ان فرنگیوں کو شکست دی اور ان کے حاکم (بقدوین) اور دوسرے افسروں کو گرفتار کر لیا تا مالک نے انہیں بھی خرت برت کے قلعے میں جوسکین حاکم رہا اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ قید کر دیا۔ اس کے بعد مالک ربیع الاول میں حران پہنچا اور اس پر قبضہ کر لیا۔

خرت برت سے جب مالک باہر گیا ہوا تھا تو فرنگی افسران دھوکہ دے کر بعض مسلمان سپاہیوں کی مداخلت سے قید خانے سے نکل بھاگے بقدوین اپنے شہر چلا گیا اور باقی فرنگی افسروں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

مالک بن بہرام جب واپس آیا تو اس نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اسے ان کے قبضہ سے چھڑا لیا پھر اس نے وہاں ایک (معتبر) فوجی دستہ تعینات کیا۔

شہر صور

صور کا شہر مصر کے فاطمی خلفاء کے قبضہ میں تھا اور وہاں مصری سپہ سالار اور سربراہ مملکت افضل کی جانب سے عز الملک حاکم تھا ۵۰۶ھ میں فرنگی فوج نے اس کے محاصرے کے لیے تیاری کی انہوں نے حاکم دمشق سے امداد مانگی تو اس نے فوج اور مال و دولت دونوں طریقوں سے ان کی مدد کی اور اپنی جانب سے ایک حاکم بھی بھیجا' جس کا نام مسعود تھا۔ اس حاکم نے آ کر وہاں خطبہ میں یا سکہ میں تاجی خلافت کے دعوے کو تبدیل نہیں کیا اور اس کی خبر اس نے مصر کے سربراہ افضل کو دی۔ اس نے مصری حاکم سے یہ بھی درخواست کی کہ مدد کے لیے بحری بیڑا روانہ کرے۔

اس خط کا افضل نے جواب دیا اور اس کا شکریہ بھی ادا کیا۔ پھر افضل مارا گیا اور بحری بیڑا مصر سے حسب معمول وہاں پہنچا۔ اس بیڑا کے افسر کو یہ حکم ملا تھا کہ وہ صور کے حاکم مسعود کو جو طغتگین کی جانب سے مامور کیا گیا تھا' کسی تدبیر سے گرفتار کر لے کیونکہ اہل صور کو اس سے شکایات تھیں۔

لہٰذا بحری بیڑہ کے افسر نے اسے گرفتار کر لیا اس کے بعد وہ بحری بیڑا تو اسے مصر لے گیا اور مسعود کو دمشق بھیج دیا گیا اور صور کا حاکم اہل مصر کی جانب سے مامور کیا گیا اور طغتگین کو مسعود کی گرفتاری کے بارے میں معذرت نامہ بھیجا گیا۔ یہ واقعہ ۵۱۶ھ میں پیش آیا۔

فرنگیوں کا صور پر قبضہ

اس بات کا جب فرنگیوں کو علم ہوا کہ مسعود صور سے واپس چلا گیا ہے تو انہوں نے صور کا قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اور اس کا محاصرہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے وہاں کے حاکم نے امیر کو آگاہ کیا اور یہ بھی بتایا کہ وہ ان کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے۔ طغرکین بھی بانیاس پہنچ گیا تاکہ وہ مدد کے لیے نزدیک رہے۔ اس نے اہل مصر سے فوجی امداد مانگی اس کے بعد فرنگیوں نے اہل شہر سے خط و کتابت کی کہ وہ شہر کو ان کے حوالے کر دے اور جو وہاں ہیں وہ شہر خالی کر دیں۔

آخر کار اس سال کے ماہ جمادی الاول میں فرنگی شہر صور میں داخل ہو گئے اور شہر والے جاتے وقت جو لے جا سکے، لے گئے اور جو سامان نہیں لے جا سکے وہ انہوں نے ویسے ہی پڑا رہنے دیا۔

برستی کا قتل

اس کے بعد برستی نے اپنی فوجوں کو جمع کیا اور ۵۱۹ھ میں فوج لے کر کفرطاب کی جانب پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کرنے کے بعد اسے فرنگیوں سے چھڑا لیا اس کے بعد وہ حلب کے شمال میں قلعہ عزاز پہنچا وہاں جوسکین موجود تھا اس نے اس قلعہ کا بھی محاصرہ کیا۔ ان کے مقابلہ کے لیے فرنگی فوجیں جمع ہو گئیں اور زبردست جنگ ہوئی اس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور عیسائیوں نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا۔

برستی حلب پہنچا اور وہاں اس نے اپنے بیٹے مسعود کو اپنا جانشین مقرر کیا اور خود دریائے فرات کو عبور کر کے موصل پہنچا تاکہ مزید فوجی کمک حاصل کرے اور پھر وہاں جا کر ان سے جہاد کرے لیکن اس دوران کسی نے اسے قتل کر دیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا عزالدین تھوڑی مدت کے لیے حاکم ہوا لیکن ۵۲۱ھ میں اس کا بھی انتقال ہو گیا۔

عماد الدین زنگی

پھر سلطان محمود عماد الدین زنگی بن آقسنقر اس کی جگہ موصل، الجزیرہ اور دیار بکر کا حاکم ہوا اس کے بعد وہ شام کا حاکم بھی ہو گیا اس کے بعد اس کی سلطنت پر اس کے بیٹے قابض ہوئے اور یہ اپنے کارناموں کے باعث ایک عظیم سلطنت بن گئی جس کا ذکر اگلے صفحات میں کیا جائے گا۔

فرنگیوں کی پیش قدمی

اس کے بعد فرنگی فوجیں ۵۲۰ھ میں جمع ہوئیں اور دمشق کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوئیں۔ وہ مرج الصفر آکر مقیم ہوئیں۔ دمشق کے حاکم طغرکین نے دیار بکر وغیرہ کے ترکمانی سرداروں سے فوجی امداد مانگی لہٰذا انہوں نے اس کی مدد کی۔

۵۲۰ھ کے آخر میں طغرکین بذات خود فرنگیوں کے مقابلے کے لیے پہنچا اور خود ان سے جنگ کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ میدان جنگ میں گھوڑے سے گر پڑا اور اس کے ساتھیوں نے سمجھا کہ وہ مر گیا ہے۔ اس لیے وہ سب بھاگ اٹھے۔ طغرکین بھی گھوڑے پر سوار ہو کر اس شکست خوردہ فوج کے ساتھ بھاگ نکلا۔

مسلمانوں کی فوج کا فرنگیوں نے تعاقب کیا۔ انہوں نے ترکمانوں کی پیدل فوج کو بہت نقصان پہنچایا تھا چنانچہ جب فرنگی فوجیں تعاقب میں روانہ ہوئیں تو ترکمانوں کی پیدل فوج فرنگیوں کے خیموں کی جانب پلٹ گئی اور وہاں ان کا تمام سازوسامان لوٹ لیا اور وہاں جو لوگ موجود تھے انہیں قتل کر کے دمشق جا پہنچے۔

شکست خوردہ فوج کا تعاقب کر کے جب فرنگی لشکر واپس آیا تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے خیمے لٹ گئے ہیں چنانچہ وہ بھی افراتفری کے عالم میں بھاگ اٹھے۔

فرنگیوں کی متحدہ فوج

۵۲۳ھ میں جب کہ فرنگی حاکم دمشق کو فتح کرنے کا ارادہ کر رہے تھے دمشق میں مزدغانی اور اسماعیلیہ کا واقعہ پیش آیا۔ فرنگی حاکم کو اس

کے قتل پر بہت صدمہ ہوا اور بیت المقدس انطاکیہ اور طرابلس کے فرنگی حکام اور وہ فرنگی جو سمندر کے راستے تجارت یا زیارت کے لیے آئے تھے تمام جمع ہوئے اور ایک بہت بڑی فوج لے کر دمشق روانہ ہوئے۔ اس عظیم لشکر میں دو ہزار سوار تھے اور پیدل فوج کا کوئی شمار نہ تھا۔

عربوں اور ترکمانوں کی فوج میں سے طغرکین نے آٹھ ہزار کی سوار فوج جمع کر لی تھی۔ فرنگی لشکر سال کے آخر میں دمشق پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا انہوں نے دمشق کے گردو نواح میں لوٹ مار اور حملے کرنے کے لیے فوجی دستے تیار کیے اور غلہ اور سامان خوراک اکٹھا کیا۔

تاج الملک کو جب اس بارے میں علم ہوا کہ فرنگی فوجوں کا ایک دستہ حوران میں بھی ہے چنانچہ اس نے اپنے ایک مخصوص حاکم شمس الخواص کو فوج دے کر فرنگی فوجی دستہ کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اس نے فرنگی فوجوں کو شکست دی اور ان کا سازوسامان لوٹ لیا اور پھر واپس دمشق کی راہ لی۔

ان کی شکست کی اطلاع جب فرنگی حکام کو ملی تو وہ اپنا ناقابل سامان کو جلا کر دمشق سے فرار ہو گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا اور قید کیا۔

اس کے بعد انطاکیہ کے حاکم اسمند نے قلعہ قدموس جا کر اس پر قبضہ کیا۔

طرابلس پر چڑھائی

اس کے بعد ۵۲۷ھ میں الجزیرہ کی ترکمانی فوجیں جمع ہوئیں اور انہوں نے طرابلس کے شہروں پر چڑھائی کی۔ فرنگیوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور مال غنیمت حاصل کیا اس صورت حال میں طرابلس کا فرنگی حاکم ان کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ انہوں نے اسے آگے بڑھنے دیا پھر پلٹ کر اس پر حملہ کیا اور اسے شکست دی اور اسے بہت نقصان پہنچایا۔ وہ فرنگی حاکم بعقدوین کے قلعہ کی جانب بھاگ گیا اور وہاں قلعہ بند ہو گیا جب ترکمانوں نے اس کا محاصرہ کیا تو وہ رات کے وقت اپنے بیس معتزز ساتھیوں کے ساتھ نکل کر طرابلس چلا گیا اور ہر جانب سے فرنگیوں کو مدد کے لیے جمع کیا اور انہیں لے کر ترکمان فوج کے مقابلہ کے لیے گیا اور ان سے جنگ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ فرنگیوں کو شکست ہونے لگی تو وہ ارمینیہ کی جانب فرار ہو گئے۔ چونکہ ترکمان فوج ان کا تعاقب نہیں کر سکتی تھی' اس لیے انہوں نے واپسی اختیار کی۔

بانیاس پر قبضہ

۵۲۶ھ میں بوری بن طغرکین حاکم دمشق کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا شمس الملوک اسماعیل حاکم ہوا۔ فرنگیوں نے اسے کمزور سمجھتے ہوئے صلح نامہ کی خلاف ورزی کا ارادہ کیا۔ اس کی شکل یہ ہوئی کہ بعض مسلمان سوداگر سروب پہنچے تو فرنگیوں نے ان کا مال چھین لیا۔ شمس الملوک نے انہیں لکھا کہ وہ ان کا مال واپس کر دیں لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اس لیے شمس الملوک تیار ہو کر ماہ صفر ۵۲۷ھ میں بانیاس کے نزدیک پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے اس کی فصیل میں نقب لگا کر اس پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے فرنگیوں کا صفایا کیا۔ ان کی شکست خوردہ فوج قلعہ میں محصور ہو گئی اور دس روز کے بعد اس نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ دوسرے علاقوں کے فرنگی مقابلہ کرنے کے لیے اکٹھے ہو گئے تھے لیکن جب انہیں بانیاس پر قبضہ کی خبر ملی تو انہوں نے واپسی اختیار کی۔

شمس الملوک کی دھاک

اس کے بعد حاکم دمشق شمس الملوک اسماعیل شقیف (بیروت) کی جانب فوج لے کر پہنچا۔ یہ بیروت و صیدا کے سامنے ایک پہاڑ میں واقع تھا۔ یہ مقام ضحاک بن جندل رئیس وادی التیم کے زیر نگین تھا۔ وہ محفوظ مقام میں تھا۔ مسلمان اور فرنگی دونوں اس سے الگ رہتے اور وہ بھی ایک کو دوسرے کے برخلاف رکھ کر اپنی حفاظت کر لیتا تھا۔

یہاں پہنچ کر شمس الملوک نے اس پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ماہ محرم ۵۲۸ھ میں پیش آیا فرنگیوں کو یہ فتح بہت ناگوار گذری اس کے بعد شمس الملوک سے خوفزدہ ہو گئے۔ وہ شہر حوران پہنچے اور اس کے چاروں جانب تباہی مچا دی۔ شمس الملوک اپنی فوج کے کچھ حصے کو لے کر فرنگیوں کے مقابلہ کے لیے گیا۔ اس نے طبریہ' ناصرہ اور عکا کا رخ کیا تو اس کے گردو نواح میں فرنگیوں کا صفایا کر دیا۔ جب فرنگی حکام کو یہ اطلاع ملی تو وہ اپنے شہروں کی جانب فرار ہو گئے۔ انہیں ان مقامات کی تباہی اور ویرانی بہت شاق معلوم ہوئی اس لیے انہوں نے شمس الملوک

سے خط و کتابت کر کے جنگ بندی کے معاہدہ کی تجدید کے لیے کوشش کی' لہٰذا اس نے جنگ بندی کا معاہدہ نئے سرے سے کیا۔

عیسائیوں کی دست درازی

جزیرہ جربہ افریقیہ کی عملداری میں تھا۔ یہ طرابلس اور کابس کے درمیان واقع تھا۔ اس میں بربری قبائل آباد تھے جو اس وقت سے اس جزیرہ میں حکومت کرتے تھے جبکہ ہلالی قبیلہ کے عرب افریقیہ میں داخل ہوئے تھے اور انہوں نے وہاں صنہاجی کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اسی زمانے میں رومہ (اٹلی) میں اور شمالی علاقوں میں فرنگیوں کی سلطنتیں طاقتور ہونے لگی تھیں اور انہوں نے مسلمانوں کے ممالک کی جانب دست درازی شروع کر دی تھی چنانچہ فرنگیوں کا ایک بادشاہ بردویل اپنے ساتھ بڑے بڑے افسروں اور عیسائی پادریوں کی ایک جماعت اور فوج لے کر شام پہنچا اور وہاں کے شہروں اور قلعوں پر قبضہ کر لیا۔

سسلی پر چڑھائی

اس طرح کے فرنگی بادشاہوں میں سے راجر بن نیعر تھا۔ جس کا پایہ تخت شہر میلکوا تھا جو جزیرہ سسلی کے سامنے تھا جب وہاں مسلمانوں کی حکومت کو زوال آ گیا اور بنو ابوالحسین الکلبی کی سلطنت کا سسلی سے خاتمہ ہو گیا تو اس فرنگی بادشاہ راجر نے مسلمانوں کے جزیرہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔

جزیرہ سسلی (صقلیہ) کے بعض علاقوں پر جو لوگ قابض ہو گئے تھے انہوں نے راجر کو اس علاقے پر قبضہ کرنے پر اکسایا۔ لہٰذا اس نے مسلمانوں کی خانہ جنگی میں ایک کو دوسرے کے خلاف جنگ کرنے کے لیے بحری بیڑے میں اپنے فوجی بھیجے۔ اس کے بعد اس نے مسلمانوں کے قبضے سے ایک ایک قلعہ کر کے نکالنا شروع کیا یہاں تک کہ آخری علاقے جو اس نے وہاں ایک باغی عبداللہ الجواس کے قبضہ سے لیے وہ طرابنہ اور مازرہ ہیں۔ اس نے بذریعہ مصالحت یہ دونوں علاقے ۴۶۴ھ میں حاصل کر لیے تھے۔ پھر وہاں سے مسلمانوں کا نام و نشان تک ختم ہو گیا۔

راجر کا انتقال

اس کے بعد شاہ راجر ۴۹۴ھ میں وفات پا گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا راجر دوم تخت نشین ہوا۔ وہ کافی عرصہ تک حکومت کرتا رہا اور اس کی سلطنت وسیع ہو گئی اس کی حکومت اس زمانے میں قائم ہوئی جبکہ فرنگیوں کا اثر و اقتدار شام میں قائم ہو گیا تھا اور وہ اندرون ملک داخل ہو گئے تھے اور جہاں موقع پاتے تھے مسلمانوں کے شہروں پر قبضہ کر لیتے تھے۔

جزیرہ جربہ پر قبضہ

راجر ثانی اس زمانے میں افریقیہ کے ساحل پر چڑھائی کر رہا تھا۔ چنانچہ اس نے جزیرہ سسلی (صقلیہ) سے ۵۵۳ھ میں افریقیہ کے جزیرہ جربہ کی جانب ایک بحری بیڑا بھیجا۔ اس وقت صنہاجی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ اس لیے اس کی فرنگی فوجوں نے اس جزیرہ کا محاصرہ کر لیا زبردست جنگ ہوئی اور وہ زبردستی جزیرہ میں گھس گئے' وہاں فرنگیوں نے مال غنیمت حاصل کیا اور مسلمانوں کو قیدی بنا لیا۔ باقی لوگوں نے ہتھیار ڈال دیے اور فرنگیوں نے باج گزار بنا کر انہیں وہاں برقرار رکھا اور خود ان پر حکمران ہو گئے۔

بعض قلعوں کی فتح

۵۳۱ھ میں حاکم دمشق شمس الملوک اسماعیل نے امیر خرواش کی قیادت میں مسلمان فوجیں طرابلس الشام کی جانب روانہ کیں اس کے ساتھ ترکمانی فوج اور رضاکار تھے۔ طرابلس کا فرنگی حاکم مقابلہ کے لیے آیا۔ مسلمانوں نے جنگ کر کے اسے شکست دی اور اس کی فوجوں کو تہ تیغ کر دیا اور اسے طرابلس میں محصور کر دیا۔ مسلمانوں نے اس کے بیرونی علاقے کو تباہ کر دیا اور اس کے قلعوں میں سے وادی ابن الاحمر پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے فرنگیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔

فرنگیوں کو شکست

اس کے بعد ۵۳۵ھ میں فرنگی فوجیں عسقلان گئیں اور اس کے گرد و نواح کے علاقے میں تباہی پھیلائی' وہاں سے مصری فوجیں نکل کر حملہ آور ہوئیں' انہوں نے فرنگیوں کو شکست دی اور ان پر غالب آئیں اور وہ شکست کھا کر واپس چلے گئے۔ اس طرح اللہ نے مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ کیا۔

طرابلس الغرب پر چڑھائی

صنہاجہ کی سلطنت جب افریقیہ میں زوال پذیر ہوئی اور طرابلس الغرب سے ان کا اقتدار جاتا رہا تو یہاں کے باشندے خود مختار ہو گئے تھے۔ خاندان بنو بادیس کا آخری بادشاہ حسن بن علی بن یحییٰ مہدیہ میں حکمران تھا لیکن طرابلس الغرب میں ابو یحییٰ بن مطروح خود مختار حاکم ہو گیا تھا اور یہاں کے لوگوں نے حسن بن علی اور خاندان بنو بادیس کی ماتحتی قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا یہ واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جبکہ فرنگی چاروں جانب اقتدار حاصل کرنے کے لیے کوشش کر رہے تھے چنانچہ شاہ راجر نے اس پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اور اس نے بحری بیڑا روانہ کیا اور ۵۳۷ھ کے آخر میں وہاں جنگ کی اور اس کی فصیل میں نقب لگائی۔

یہاں کے باشندوں نے عربوں سے فوجی امداد طلب کی چنانچہ عربوں نے انہیں فوجی کمک پہنچائی اور وہ فرنگیوں کے مقابلے کے لیے پہنچے۔ انہوں نے فرنگیوں کو شکست دی اور ان کے ہتھیاروں اور مویشیوں کو اپنے قبضے میں لے لیا۔

فرنگیوں کی پیش قدمی

فرنگی فوجیں جزیرہ سسلی (صقلیہ) واپس آ گئیں۔ پھر انہوں نے مغرب کی جانب پیش قدمی کی اور ربجایہ کے ساحلی مقام جیجل پر حملہ کیا۔ یہاں کے باشندے پہاڑ کی جانب بھاگ گئے' انہوں نے اس مقام میں داخل ہو کر اسے لوٹ لیا اور اس محل کو تباہ کر دیا جسے یحییٰ بن العزیز بن حماد نے تعمیر کرایا تھا اور اس کا نام النزہتہ رکھا تھا۔ انہوں نے اپنے شہروں کی جانب واپسی اختیار کی۔

راجر نے دوبارہ ۵۴۱ھ میں ایک بحری بیڑا بھیجا جو طرابلس الغرب پر لنگر انداز ہو گیا اور ان کے جنگجو سپاہی وہیں مقیم ہو گئے' انہوں نے بری اور بحری دونوں راستوں سے اس کا محاصرہ کر لیا اور تین روز تک لڑائی ہوتی رہی۔

طرابلس پر قبضہ

(یہ حقیقت عبرت ناک ہے کہ) شہر والے فرنگیوں کی آمد سے پیشتر باہمی اختلافات میں مشغول تھے' انہوں نے بنو مطروح کو نکال دیا تھا اور امرائے غتونہ میں سے ایک ایسے شخص کو اپنا حاکم بنا لیا تھا جو اپنی قوم کے ساتھ حج کرنے کے لیے نکلا تھا' انہوں نے اسے اپنا حاکم تسلیم کر لیا تھا۔

جب شہر والے فرنگیوں کے ساتھ جنگ کرنے میں مشغول تھے تو اس وقت بنو مطروح کے حامیوں نے موقع غنیمت سمجھا اور انہوں نے اسے اور اس کی فوج کو شہر میں داخل کرا دیا اس طرح شہر کے اندر خانہ جنگی کا آغاز ہو گیا۔

اس خانہ جنگی کا جب فرنگی فوجوں کو علم ہوا تو انہوں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے فصیلوں پر سیڑھیاں لگا دیں اور ان کے ذریعے فصیلوں پر چڑھ کر شہر میں گھس گئے اور اس پر قبضہ کر لیا اور خوب لوٹ مار کی اور شہریوں کو قیدی بنا لیا۔ بہت سے باشندے عرب اور بربر بستیوں کی جانب فرار ہو گئے۔

فرنگیوں نے جب قتل عام بند کیا اور عام معافی کا اعلان کیا تو مسلمان شہر واپس آئے اور فرنگیوں کو خراج دینا منظور کیا چھ ماہ کے اندر مسلمانوں نے فصیلوں اور شکستہ مقامات کی مرمت کر لی اور ابن مطروح کو اپنا حاکم بنا لیا اور اسے اطاعت کرنے کا پابند بنایا پھر صقلیہ (سسلی) میں اعلان کیا گیا کہ جو طرابلس جانا چاہے' چلا جائے۔ چنانچہ وہاں لوگ آ گئے اور اس کی آبادی اچھی ہو گئی۔

مسلم امراء کی خود مختاری

صنہاجہ کی سلطنت جب زوال پذیر ہوئی تو قابس کے شہر پر بھی کچھ لوگوں نے قبضہ کر لیا اور دوسرے علاقے بھی خود مختار ہو گئے

در مختار امراء میں سے ابن کامل بن جامع بھی تھا۔ جو قبیلہ ہلال کی ایک شاخ قبیلہ رباح سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ وہ قبیلہ تھا جسے مصر میں فاطمی حکومت کے خلیفہ المستنصر کے وزیر جرجرائی نے معز بن بادیس اور اس کی قوم کے خلاف بھیجا تھا انہوں نے سلطنت کو کمزور کیا اور اس کا نظام خراب کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ علاقوں پر انہوں نے قبضہ کر لیا اور کچھ علاقوں پر دوسروں نے قبضہ کر لیا۔

یوسف کی دھمکی

انہی بنو دھمان کے دائرہ عمل میں قابس کا علاقہ بھی تھا یہاں کا حاکم رشید تھا۔ اس کا ۵۴۲ھ میں انتقال ہو گیا اس کے بعد اس کے آزاد کردہ غلام یوسف نے اس کے چھوٹے بیٹے محمد بن رشید کو حاکم بنایا اور اس کے بڑے بیٹے معمر کو نکال دیا اور چھوٹے بیٹے محمد کو اپنے ماتحت رکھا وہ خفیہ طور پر زنان خانے (حرام سرائے) میں بھی آمدورفت رکھتا تھا جہاں رشید کی بیوی بھی ہوتی تھی۔

حاکم مہدیہ کے پاس یہ لوگ اس کی شکایت لے کر گئے اور مہدیہ کے حاکم حسن بن علی نے یوسف سے اس بارے میں خط و کتابت کی لیکن وہ نہیں مانا بلکہ اس نے دھمکی دی کہ وہ فرنگیوں کو قابس میں آنے کی دعوت دے گا۔

چنانچہ حاکم مہدیہ نے اس کے خلاف فوجیں بھیجنے کا ارادہ کیا۔ ادھر یوسف نے طرابلس الغرب کے فرنگی حاکم کو اپنی اطاعت کا پیغام پہنچایا اور یہ درخواست کی کہ وہ اسے قابس کا اسی طرح حاکم مقرر کر دے جس طرح اس نے ابن مطروح کو طرابلس الغرب کا حاکم مامور کیا ہے۔

یوسف کا انجام

فرنگی حکام سے اس کی ساز باز کا قابس شہر کے باشندوں کو علم ہو گیا تھا۔ چنانچہ جب حسن بن علی کی فوجیں وہاں پہنچیں تو اہل شہر نے ان فوجوں کے ساتھ مل کر اس کے خلاف اعلان بغاوت کر دیا۔ اس صورت حال میں یوسف محل میں قلعہ بند ہو گیا لیکن اہل شہر نے محل پر بھی زبردستی قبضہ کر لیا اور یوسف کو گرفتار کر کے رشید کے بڑے بیٹے معمر کو قابس کا حاکم بنا دیا جو اپنے چھوٹے بھائی محمد کی جگہ حاکم مامور ہوا تھا۔

یوسف کو طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا یوسف کا بھائی عیسیٰ اور اس کا بیٹا صقلیہ (سسلی) کے بادشاہ راجر کے پاس پہنچ گئے اور اس کی پناہ حاصل کر لی۔

معاہدہ کی خلاف ورزی

۵۳۷ھ میں افریقیہ میں زبردست قحط پڑا اور وہاں کے اکثر باشندے صقلیہ (سسلی) چلے گئے تھے۔ لوگ ایک دوسرے کو کھانے لگ گئے تھے۔ موت کے حادثات کی کثرت ہو گئی تھی اس صورت حال میں راجر نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس معاہدہ صلح کو توڑ دیا جو اس کے اور حاکم مہدیہ حسن بن علی کے درمیان کئی سالوں سے نافذ تھا چنانچہ اس نے اپنے بحری بیڑے کو اڑھائی سو کشتیوں سے تیار کیا اور انہیں سپاہیوں اور ہتھیاروں سے مسلح کیا اس بحری بیڑا کا افسر جرجی بن میخائیل تھا جو عیسائی ہو گیا تھا اور جس کا حال صنہاجہ اور موحدین کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے۔

اس نے قوصرہ کا رخ کیا۔ وہاں اس نے مہدیہ کی ایک کشتی دیکھی اس نے اسے لوٹ لیا۔ اس نے وہاں ڈاک کا کبوتر دیکھا تو اس نے اس کے بازوؤں پر اس خبر کا پرچہ باندھ کر مہدیہ بھجوایا کہ ''فرنگیوں کا بحری بیڑہ قسطنطنیہ سے روانہ ہو کر بندرگاہ کے نزدیک ۸ صفر ۵۴۳ھ کو پہنچے گا۔''

حاکم مہدیہ کا فرار

لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسی ہوا چلائی کہ وہ بندرگاہ میں داخل نہیں ہو سکا اس طرح اس کا مقصد نہیں پورا ہو سکا۔ اس لیے اس نے حسن بن علی حاکم مہدیہ کو یہ لکھ بھیجا کہ وہ صلح کے معاہدے پر قائم ہے، وہ محض اس لیے آیا تھا کہ وہ محمد بن رشید کے انتقام کا مطالبہ کرے اور اسے اس کا شہر قابس واپس کر دے۔

اس پیغام کو پڑھ کر حسن بن علی نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور ان سے مشورہ کیا۔ لوگوں نے جنگ کرنے کا مشورہ دیا لیکن اس نے جنگ سے گریز کیا اور خوراک کی کمی کا بہانہ پیش کیا۔ اس کے بعد وہ قابل نقل ہلکے سامان کو لے کر شہر سے روانہ ہو گیا۔ دوسرے باشندے بھی اپنے

اہل و عیال اور ہلکے سازوسامان کو لے کر چلے گئے لیکن بہت سے مسلمان گرجوں میں جا کر چھپ گئے۔

مہدیہ پر قبضہ

پھر ہوا فرنگیوں کے بحری بیڑہ کے لیے موافق ثابت ہوئی اور وہ بندرگاہ پہنچ گئے وہ کسی مقابلہ کے بغیر شہر میں داخل ہو گئے بحری بیڑا کا افسر جرجی شاہی محل میں داخل ہوا تو وہ اسی حالت میں عمدہ اور نفیس سامان سے بھرا ہوا تھا اس میں ایسی نایاب اشیاء تھیں جو کہیں نہیں پائی جاتی تھیں۔ اس نے ان باشندوں کو جو چلے گئے تھے پناہ دینے کا اعلان کیا۔ چنانچہ جب لوگ واپس آ گئے تو اس نے ان پر جزیہ مقرر کر دیا۔

حسن بن علی کا قیام

اپنے اہل و عیال اور بیٹے کے ہمراہ حاکم مہدیہ حسن بن علی معلقہ کے مقام پر پہنچا وہاں محرز بن زیاد حاکم تھا جو قبیلہ ہلالیون کے امراء میں سے تھا راستے میں اس کی ملاقات اسی قبیلہ کے حاکم حسن بن ثعلب سے ہوئی۔ جب وہ محرز بن زیاد کے پاس پہنچا تو اس نے اس کا پر جوش استقبال کیا اور اس کی آمد پر اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا کیونکہ وہ اسے عربوں پر ترجیح دیتا تھا اور اس کی بہت عزت کرتا تھا۔

محرز بن زیاد کے پاس حسن بن علی ایک مہینہ تک رہا۔ اس کے بعد اس نے مصر جانے کا ارادہ کیا لیکن جرجی (فرنگی امیر البحر) نے بحری بیڑہ کے ذریعے اس کا راستہ روک رکھا تھا۔ اس لیے اس نے یہ ارادہ ترک کر دیا اور مغرب کے خاندان موحدین کے بادشاہ عبدالمومن کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ راستے میں اس کا چچا زاد بھائی یحییٰ بن عبدالعزیز بجایہ میں تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے تینوں بیٹوں یحییٰ، تمیم اور علی کو اور وہاں آنے کی اجازت مانگی۔ اس نے اجازت دے دی اور ایک ایسے شخص کو بھیجا جو اسے جزائر بنی مذغنہ پہنچا دے اس نے اس کی اور اس کی اولاد کی کفالت کی یہاں تک کہ عبدالمومن نے ۵۴۴ھ میں بجایہ پر قبضہ کر لیا۔

فرنگیوں کا حملہ

اس کے بعد جرجی نے ایک دوسرا بحری بیڑہ تیار کر کے صنعاقس بھیجا۔ اہل عرب ان کی مدد کے لیے آئے جب وہ جنگ کے لیے بالکل تیار ہوئے تو فرنگی تھوڑی دور پیچھے ہٹ گئے۔ پھر آگے بڑھ کر انہیں پسپا کر دیا اور اہل عرب بھی وہاں سے چلے گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگیوں نے شہر پر قبضہ کر لیا یہ واقعہ ۱۲ صفر کو پیش آیا داخل ہو کر انہوں نے قتل عام کیا پھر شہر والوں کو پناہ دے دی۔ ان کے قیدیوں سے زر فدیہ وصول کیا اور ان پر جزیہ (ٹیکس) مقرر کیا سوسہ کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا گیا۔ پھر سسلی کے بادشاہ راجر نے افریقیہ کے ساحل کے باشندوں کے لیے امن و امان کا اعلان کیا اور ان کے ساتھ کئی طرح کے وعدے کیے گئے۔

اس کے بعد جرجی (فرنگی امیر البحر) تونس کے ساحلی مقام اقلیبیہ تک پہنچ گیا وہاں بھی اہل عرب کی فوج جمع ہو گئی تھی انہوں نے فرنگیوں سے جنگ کر کے انہیں شکست دی اور انہوں نے ناکام ہو کر مہدیہ واپسی اختیار کی۔

صلیبیوں کا باہمی تنازعہ

پھر سسلی کے بادشاہ راجر اور قسطنطنیہ میں روم کے بادشاہ کے مابین جھگڑا ہو گیا جس کے باعث راجر، افریقیہ میں (اپنی جنگی مہم) جاری نہیں رکھ سکا اس فتنہ و فساد کا بانی مہدیہ کا حاکم جرجی بن میکائیل تھا۔ اس کا ۵۴۶ھ میں انتقال ہو گیا پھر یہ فتنہ و فساد دب گیا اور راجر کا مخالف کوئی نہ رہا۔

راجر ثانی کا انتقال

اس کے بعد راجر ثانی نے ۵۴۸ھ میں بونہ شہر کی جانب ایک بحری بیڑہ روانہ کیا جس کا افسر دقتات المہدوی تھا اس نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا اور اس سلسلے میں عربوں سے بھی مدد حاصل کی چنانچہ اس شہر پر قابض ہو گیا پھر وہاں اس نے قتل عام کیا لیکن علماء اور مذہبی پیشواؤں کو چھوڑ دیا اس لیے وہ اپنے اہل و عیال اور مال و دولت لے کر دیہاتوں میں چلے گئے وہاں وہ دس روز تک رہا اس کے بعد اس نے مہدیہ ہوتے ہوئے سسلی واپسی اختیار کی۔

بونہ میں راجر ثانی نے مسلمانوں کے ساتھ امیر البحر کی نرمی کو پسند نہ کیا اور اس نے اس کو قید کر دیا اس کے بعد اس نے اس پر خلاف

کے الزامات بھی لگائے۔ اس پر بڑے بڑے عیسائی پادریوں نے جمع ہو کر اسے زندہ نذر آتش کر دیا۔
راجر ثانی اس سال کے آخر میں بیس برس تک حکومت کرنے کے بعد فوت ہو گیا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا ولیم (غلیالم) تخت نشین ہوا۔ وہ بذات خود نیک خصلت تھا لیکن اس نے اپنا وزیر مائق البرقیانی کو بنایا۔ اس کا انتظام انتہائی خراب تھا۔ چنانچہ سسلی کے قلعہ والوں اور قلوریہ کے باشندوں نے اس کی مخالفت کی اور ان کے امراء نے افریقی باشندوں پر ظلم کیے۔

عسقلان پر قبضہ

فاطمی حاکم ظافر العلوی کے ماتحت عسقلان کا شہر تھا' فرنگی فوجیں بار بار اس کا محاصرہ کرتی تھیں۔ مصر کے وزراء اس شہر کا دفاع' مال' رجال اور ہتھیاروں کے ذریعے کرتے تھے کیونکہ وزراء کا فاطمی خلفاء پر مکمل کنٹرول تھا۔
پھر جب ۵۶۸ھ میں ابن السلار مارا گیا تو مصر کی سیاسی حالت خراب ہو گئی یہاں تک کہ عباس وزیر مامور ہوا۔ اس ابتر حالت میں فرنگی فوجیں شام کے علاقے سے روانہ ہوئیں اور انہوں نے عسقلان کا محاصرہ کر لیا لیکن وہ کامیاب نہیں ہو سکے پھر شہر والوں میں اندرونی اختلافات پیدا ہو گئے یہاں تک کہ خانہ جنگی کی نوبت پہنچ گئی چنانچہ فرنگیوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور انہوں نے شہر پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد وہاں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔

عمر کی بغاوت

راجر ثانی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ولیم (غلیالم) سسلی کا بادشاہ ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے وزیر کا انتظام اچھا نہیں تھا اس لیے لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اس اختلاف کی اطلاع افریقہ کے ان مسلمانوں کو بھی ہو گئی جو ان کے زیر حکومت تھے۔
شہر صناقس پر قبضہ کرنے کے بعد راجر نے مسلمانوں پر انہی کے ایک شخص ابوالحسین الفریانی کو مامور کیا تھا۔ وہ بڑا عالم اور دیندار تھا۔ جب وہ حکومت نہیں کر سکا تو اس نے اپنے بیٹے عمر کو حاکم بنانا چاہا تو راجر نے اسے حاکم بنا دیا اور ابوالحسین کو سسلی بلوا کر یرغمال کے طور پر رکھ لیا۔ ابوالحسین نے اپنے بیٹے عمر کو یہ ہدایت فرمائی تھی:
"اے میرے پیارے بیٹے! میں بوڑھا ہوں اور میری موت نزدیک ہے۔ اس لیے جب تمہیں موقع ملے تو تم مسلمانوں کو دشمن کے قبضے سے آزاد کرا لو' اور میری کوئی فکر نہ کرو۔"
پھر جب موجودہ بادشاہ سسلی کے نظام حکومت میں خرابی پیدا ہوئی تو عمر نے صناقس کے باشندوں کو بلوا کر انہیں فرنگی حکام سے بغاوت پر تیار کیا چنانچہ انہوں نے بغاوت کر دی اور ۵۵۱ھ میں فرنگیوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد ابویحییٰ بن مطروح طرابلس میں اور محمد بن رشید قابس میں واپس آ گئے اور وہاں حکومت کرنے لگے۔
(مغرب کے بادشاہ) عبدالمومن کا لشکر بونہ پہنچا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ لہٰذا مہدیہ اور سوسہ کے علاوہ افریقیہ سے فرنگی حکومت ختم ہو گئی۔
مہدیہ کے نزدیک رہنے والے اہل زویلہ کو عمر الفریانی نے یہ پیغام بھیجا کہ وہ ان فرنگیوں پر حملہ کر دیں جو ان کے ساتھ ہیں چنانچہ انہوں نے ان فرنگیوں پر حملہ کر دیا۔ ان کے آس پاس کے لوگوں نے بھی ان کی مدد کی۔ انہوں نے مہدیہ کے فرنگیوں کے ساتھ بھی جنگ کی اور ان کی خوراک کی رسد کاٹ کر رکھ دی۔
یہ خبر جب سسلی کے بادشاہ کو ملی تو اس نے عمر الفریانی کو صناقس پیغام بھیجا اور اس کے باپ کے انجام سے ڈرایا لیکن عمر نے اس کے قاصد کے سامنے ایک نقلی جنازہ دکھا کر یہ کہا کہ "میں اس کو دفن کر چکا ہوں۔"
چنانچہ جب وہ قاصد یہ پیغام لے کر فرنگی بادشاہ کے پاس پہنچا تو اس نے ابوالحسین کو سولی پر چڑھا دیا اور اسے شہید کر دیا۔

زویلہ میں قتل عام

اہل عرب اور صناقس کے باشندے زویلہ کے مقام پر پہنچے اور وہاں کے باشندوں کے ساتھ مل کر مہدیہ کا محاصرہ کر لیا۔ سسلی کے بادشاہ نے مہدیہ والوں کو خوراک اور اسلحہ مہیا کیا اور اہل عرب کو مال و دولت کا لالچ دیا تاکہ وہ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ اس کے بعد

وہ جنگ کے لیے نکلے تو اہل عرب کو شکست ہوئی۔ اس صورت حال میں اہل صناقس بھی بحری راستے سے اپنے شہر چلے گئے لیکن فرنگیوں نے ان کا تعاقب کیا اور انہیں زویلہ کے نزدیک پکڑ کر قتل کر دیا اس کے بعد وہ زویلہ کے شہر میں بھی داخل ہو گئے اور وہاں جو موجود تھے' ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اہل زویلہ کی فریاد

فرنگیوں نے اہل زویلہ کے ساتھ جو ظلم کیا تھا اس کے بارے میں وہ فریاد کرنے کے لیے مغرب کے بادشاہ عبدالمومن کے پاس پہنچے اور امداد طلب کی۔ بادشاہ نے ان کی فریاد رسی کی اور ان کی امداد کرنے کا وعدہ کیا۔ یہ لوگ ان کی مہمان نوازی اور لطف و کرم سے مستفید ہوتے رہے اس کے بعد اس نے لشکر کشی کی تیاری کی اور اپنے حکام کو ہدایت کی کہ وہ پیداوار وصول کریں اور ترقی زراعت کے لیے کنویں بنوائیں۔

تونس پر قبضہ

اس کے بعد وہ ماہ صفر ۵۵۴ھ کو ایک لاکھ فوج لے کر روانہ ہوئیں۔ اس کی اگلی فوج مہدیہ کے حاکم حسن بن علی کی زیر کمان تھی' اس فوج نے تونس کا اس سال کے درمیانی عرصہ میں محاصرہ کر لیا' وہاں باقی ماندہ صنہاجہ کی سلطنت کا ایک حاکم احمد بن خراسان حکومت کرتا تھا شاہ عبدالمومن کے بحری بیڑہ نے اس کا سمندر کی جانب سے بھی محاصرہ کر لیا اس کے بعد شہر کے دس معزز افراد سیڑھیوں کے ذریعے شہر پناہ سے اترے اور انہوں نے نہ صرف اپنے لیے بلکہ تمام اہل شہر کے لیے پناہ کے لیے بات چیت کی چنانچہ بادشاہ نے شہروالوں کو اس شرط پر پناہ دی کہ وہ اپنے مال میں انہیں بھی شریک کریں گے اور حاکم شہر احمد بن خراسان کو اس کے سپرد کر دیا جائے گا۔

عبدالمومن کی پیش قدمی

اس معاہدہ کی تکمیل کے بعد بادشاہ اپنی فوج کو لے کر مہدیہ کی جانب روانہ ہو گیا اس کا بحری بیڑہ سمندر میں اس کے آگے تھا وہاں یہ فوج اسی سال کے ماہ رجب کی پندرہ تاریخ کو پہنچ گئی۔ وہاں فرنگیوں کے شہزادے اور سپہ سالار تھے فرنگیوں نے مہدیہ سے تھوڑے فاصلے پر زویلہ کے مقام کو تباہ کر دیا چنانچہ شاہ عبدالمومن نے اسی وقت اسے آباد کر دیا اور مہدیہ کا بیرونی میدان اس کی فوج سے بھر گیا۔ اس نے چند روز تک شہر کا محاصرہ کیا چونکہ خشکی کے راستے سے میدان جنگ بہت تنگ تھا اور سمندر اسے گھیرے ہوئے تھے اس لیے ہر شہر سمندر میں ایسے ہاتھ کی مانند تھا جس کا بازو خشک زمین میں ہو۔ بہرحال بادشاہ کے بحری بیڑہ نے سمندر میں ہی اس کو محاصرہ میں لے لیا تھا۔ بذات خود شاہ عبدالمومن حسن بن علی کے ہمراہ بحری بیڑہ میں سوار ہو کر سمندر میں چاروں جانب شہر کا معائنہ کرتا رہا تو معلوم ہوا کہ وہ شہر بحری راستے سے بہت محفوظ ہے اس لیے اس نے محاصرہ کو طول دے دیا اور خوراک کی رسد کو اکٹھا کیا۔

عبدالمومن کی کامیابی

اہل صناقس' طرابلس اور جبال نفوسہ کے باشندوں نے اس کی اطاعت قبول کرنے کے لیے پیغام بھیجے۔ تاہم اس نے قابس کی جانب ایک لشکر بھیج کر اس پر قبضہ کر لیا اس نے اپنے بیٹے عبداللہ کو اردگرد کے علاقوں میں فوج دے کر بھیجا چنانچہ اس نے وہاں بہت سے شہروں پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد بادشاہ کے پاس قفصہ کا حاکم یحییٰ بن تمیم اپنے معزز اراکین حکومت کے ہمراہ آیا اور اپنی اطاعت کا اظہار کیا۔ اس پر شاہ عبدالمومن نے انعام کے طور پر اسے ایک ہزار دینار عنایت کیے۔

ماہ شعبان کے آخری روز سسلی (صقلیہ) سے ڈیڑھ سو کشتیوں کا ایک مسلح بحری بیڑہ وہاں ایک جزیرہ میں پہنچا اور وہاں پر تباہی پھیلا دی اس کے بعد حاکم صقلیہ نے پیغام بھیجا کہ اس کا بحری بیڑہ مہدیہ کا رخ کر رہا ہے جب وہ بندرگاہ کے نزدیک پہنچا تو شاہ عبدالمومن کے بحری بیڑوں نے اس وقت حملہ کیا جب کہ اس کی فوج خشکی پر موجود تھی۔

اس صورت حال میں شاہ عبدالمومن سجدہ میں گر پڑا اور اپنے چہرہ کو خاک آلود کر کے اللہ تعالیٰ سے (فتح و نصرت کی) دعا مانگی جس کا اثر

ہوا کہ فرنگی بحری بیڑہ کو شکست ہوئی اور وہ واپس چلے گئے۔ مسلمانوں کا بحری بیڑہ کامیاب رہا اس کے بعد مہدیہ کے باشندے فوجی امداد سے مایوس ہو گئے تاہم وہ سال کے آخر تک اس محاصرہ کو صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے جب وہ اس محاصرہ سے بہت تنگ آ گئے تو انہوں نے شاہ عبدالمومن کے سامنے ہتھیار پھینک دیئے۔ شاہ عبدالمومن نے فرنگیوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

فرنگیوں کی واپسی

لیکن انہوں نے مسلمان ہونے سے انکار کیا تاہم زبانی طور پر وہ اطاعت کا اظہار کرتے رہے آخر کار شاہ عبدالمومن نے انہیں پناہ دی اور (وہاں سے چلے جانے کے لیے) انہیں کشتیاں دیں۔ اور وہ ان کشتیوں میں سوار ہو گئے۔ لیکن چونکہ ان دنوں موسم سرما تھا اس لیے سمندر میں طوفان آ گیا اور وہ فرنگی غرق ہو گئے اور بہت کم لوگ زندہ بچے۔

مہدیہ پر قبضہ

شاہ عبدالمومن ماہ محرم ۵۵۵ھ میں مہدیہ میں داخل ہو گیا۔ اور یوں فرنگیوں کی وہاں بارہ سال کی حکومت ختم ہو گئی۔

شاہ عبدالمومن وہاں بیس روز رہا۔ اس نے شہر کے انتظام کو ٹھیک کیا اور وہاں فوج کے محافظ دستے تعینات کیے اور ان لوگوں نے بکثرت سامان خوراک مہیا کیا اور اپنے ایک ساتھی کو وہاں کا حاکم متعین کیا اس کے ساتھ (سابق حاکم) حسن بن علی کو بھی رکھا اور اس کے اور اس کی اولاد کے لیے جاگیریں مقرر کیں اور اپنے حاکم کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس کے مشورہ کے مطابق حکومتی امور انجام دے۔

مصر پر حملہ

۵۰۹ھ میں سلطان نور الدین العادل نے سلطان صلاح الدین کے چچا اسد الدین شیر کوہ بن ساوئی کو فوج دے کر روانہ کیا تاکہ وہ فاطمی خلیفہ مصر العاضد کے وزیر شاور کی مدد کرے' جو اپنے دشمن ضرغام کے ساتھ جنگ میں مصروف ہے۔

اس کے ساتھ ہی سلطان نور الدین خود بھی دمشق سے اپنی فوجیں لے کر فرنگیوں کے علاقے کی جانب روانہ ہوا تاکہ وہ انہیں اسد الدین شیر کوہ کے خلاف جنگ کرنے سے روکے جب اسد الدین شیر کوہ مصر پہنچا تو ضرغام کا بھائی ناصر الدین مصری فوجیں لے کر مقابلہ کے لیے نکلا اسد الدین شیر کوہ نے اسے تنیس کے مقام پر شکست دی اور پھر اس کا قاہرہ تک تعاقب کیا اس کے بعد اس نے اس سال کے درمیانی زمانے میں قاہرہ پہنچ کر شاور کو مصر کا وزیر مقرر کر دیا۔

شیر کوہ کا محاصرہ

لیکن شاور نے جلد ہی معاہدہ کی خلاف ورزی کی کیونکہ وہ اسد الدین شیر کوہ سے خوفزدہ تھا۔ اس لیے اس نے خفیہ طور پر فرنگیوں کو اس کے خلاف جنگ کرنے کے لیے بلوایا اور انہیں کافی مال و دولت کا لالچ دلوایا۔ چنانچہ وہ فرنگی مصری علاقوں کو فتح کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔

بیت المقدس کا فرنگی بادشاہ' فرنگی فوجوں کو لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ مسلمانوں کی فوجیں بھی شامل ہو گئیں اور وہ تمام اسد الدین شیر کوہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ ہو گئیں اور بلبیس کے مقام پر انہوں نے شیر کوہ کا محاصرہ کر لیا اور تین روز تک محاصرہ کیے رہے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

فرنگیوں سے صلح

اس کے بعد انہیں یہ خبر ملی کہ نور الدین العادل نے اس کے ساتھی فرنگیوں کو خارم کے مقام پر شکست دے کر اس پر قبضہ کر لیا ہے اور اس کے بعد وہ بانیاس کی طرف چلا گیا ہے۔ اس خبر کو سن کر وہ پریشان ہو گئے اور انہوں نے اسد الدین شیر کوہ سے صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ وہ بھی بلبیس سے شام کی طرف روانہ ہو گیا (اور صلح ہو گئی)۔

شیر کوہ کی دوبارہ آمد

۵۶۲ھ میں سلطان اسد الدین شیر کوہ دوبارہ مصر آیا۔ اس نے دریائے نیل کو اطفیح کے مقام سے پار کیا اور جزیرہ میں اتر گیا۔ یہ

خبر سن کر وزیر مصر شاور نے فرنگیوں سے فوجی امداد مانگی تو وہ اپنی فوجیں لے کر اس جانب روانہ ہو گئے اور اس وقت اسد الدین شیر کوہ بالائی مصر تک پہنچ گیا تھا اس لیے مصری اور فرنگی فوجیں اس کے تعاقب میں روانہ ہوئیں اور اس تک پہنچ گئیں۔

اپنے ساتھیوں سے شیر کوہ نے مشورہ کیا، وہ تمام جنگ کرنے پر متفق تھے۔ جب مصری اور فرنگی فوجیں وہاں پہنچیں تو وہ اپنی فوج کی صف بندی میں مصروف تھا۔

چنانچہ اس نے فوج کے قلب (مرکزی حصہ) میں فرنگی فوجوں کے حملہ کے خطرے سے اپنا قائم مقام راشد کو بنایا اور خود اپنے معتبر اور دلیر ساتھیوں کے ساتھ میمنہ (دائیں جانب کی فوج) میں شمولیت اختیار کی۔

اس کی فوج کے قلب پر فرنگیوں نے حملہ کیا اور اس حصہ فوج کو شکست دے کر اس کا تعاقب کیا۔ (اسد الدین شیر کوہ نے یہ چال چلی کہ) اس نے فرنگیوں کی مخالفت میں ان کی فوج کے پچھلے حصہ پر، جسے وہ چھوڑ گئے تھے حملہ کر کے اسے پسپا کر دیا اور ان کا قتل عام کیا۔ چنانچہ جب فرنگی فوج اس کے مرکزی حصے (قلب) پر حملہ کرنے کے بعد واپس آئیں تو انہیں اور ان کے ساتھی سب کو پسپا ہونا پڑا اور وہ تمام مصر واپس روانہ ہو گئے۔

صلح کی شرائط

اسکندریہ پہنچ کر اسد الدین شیر کوہ نے مصالحت کے ساتھ اس پر قبضہ کر لیا اور اپنے بھتیجے غازی صلاح الدین کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ جب فرنگی فوجوں نے اس کا محاصرہ کیا تو اس کا چچا شیر کوہ بالائی مصر سے فوج لے کر آ گیا۔ آخر کار فرنگیوں نے صلح کا پیغام دیا تو شیر کوہ نے صلح کے لیے یہ شرائط رکھیں کہ فرنگی اسے پچاس ہزار دینار (تاوان کے طور پر) ادا کریں اور شہر میں کوئی فرنگی باشندہ نہیں رہے گا اور وہ شہر کی کسی چیز کو اپنے قبضہ میں نہ لیں۔

ان شرائط کو فرنگیوں نے قبول کر لیا اور وہ شام واپس روانہ ہو گئے۔

فرنگیوں کا معاہدہ

اس کے بعد اہل مصر نے اسکندریہ پر قبضہ کر لیا۔ اہل مصر اور فرنگیوں کے مابین یہ معاہدہ ہوا تھا کہ قاہرہ میں ان کی نگران فوج رہے گی اور اس کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ وہ قاہرہ کے پھاٹک کھولے یا بند کرے، انہوں نے یہ شرط بھی رکھی کہ مصر کے خراج میں سے فرنگیوں کو ایک لاکھ دینار سالانہ ادا کیا جائے گا۔

اس معاہدہ کو طے کرنے کے بعد فرنگی فوج شام کے ساحل پر اپنے شہروں کی جانب واپس روانہ ہو گئی۔

مصر پر چڑھائی

فرنگیوں کے جو حامی قاہرہ میں موجود تھے، انہوں نے فرنگیوں کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ آ کر مصر پر قبضہ کر لیں۔ وہ اس معاملے میں ان کے کام کو آسان کر دیں گے۔

ان دنوں شام کے فرنگیوں کا بادشاہ مری تھا۔ اس جیسا دلیر اور قابل بادشاہ ان میں سے اس سے قبل کوئی نہیں آیا تھا۔ اس نے یہ مشورہ دیا کہ "مصر سے خراج وصول کرنا ہمارے لیے اسے فتح کرنے سے زیادہ بہتر ہے اور یہ ممکن ہے کہ وہ مجبور ہو کر نور الدین کو اپنا ملک دے دیں۔ بہرحال ہم سے پہلے اس کے بادشاہ کو ہمارے ساتھ مصالحت کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔"

لیکن فرنگیوں نے اس کا یہ مشورہ قبول نہیں کیا اور کہا

"مصر کو فتح کرنے کے بعد ہماری طاقت میں اضافہ ہو جائے گا۔"

اس کے بادشاہ نے مجبوراً ان کی رائے پر عمل کیا اور وہ تمام مل کر مصر کی جانب روانہ ہوئے۔ یہ فرنگی فوجیں ماہ صفر ۵۶۴ھ میں تینس کے مقام پر پہنچ گئیں۔ اور اس پر قبضہ کر کے وہاں لوٹ مار کی۔ اس کے بعد انہوں نے قاہرہ کا رخ کیا اور اس کو محاصرہ میں لے لیا۔ مصر کے وزیر مختار شاور نے مصر کو آگ لگانے کا حکم دیا اور یہ حکم بھی دیا کہ اس کے باشندے قاہرہ منتقل ہو جائیں۔ اس کے بعد اس کو لوٹ لیا گیا اور وہاں کے باشندوں کا مال بھی لوٹا گیا۔ یہ آگ فرنگیوں کی آمد سے دو دن پہلے لگائی گئی تھی لیکن یہ دو مہینے تک بھی ٹھنڈی نہ

ہو گئی تھی۔

فاطمی خلیفہ کی درخواست

سلطان نور الدین کے پاس مصر کے فاطمی خلیفہ عاضد نے امداد کے لیے اپنی درخواست پہنچائی تاہم جب محاصرہ سخت ہو گیا تو وزیر مصر شاور نے فرنگیوں کے بادشاہ کو دس لاکھ دینار پر صلح کر لینے کی تجویز پیش کی اس کے ساتھ ساتھ اس نے یہ دھمکی بھی دی کہ دوسری صورت میں سلطان نور الدین کی فوجیں وہاں پہنچ جائیں گی۔

اس کی یہ تجویز فرنگیوں نے مان لی اور مصری حکومت کی جانب سے ایک لاکھ دینار ادا کر دیے گئے اور بقایا رقم مال کی وصولی کے بعد دینے کا عہد کیا گیا لیکن وہ وصول نہیں ہو سکا۔ اس لیے فرنگی بقایا رقم کا تقاضا کرتے رہے۔

اہل مصر کا پیغام

اس دوران اہل مصر نے سلطان نور الدین کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ وہ فرنگیوں کے برخلاف ان کی فوجی امداد کرے اور وہ اسد الدین شیر کوہ کو ایک لشکر دے کر روانہ کرے جو مصر میں قیام کرے گا اس کے بدلے میں اہل مصر مصر کی آمدنی کا تہائی حصہ ادا کریں گے اور اسد الدین شیر کوہ کو جاگیریں دی جائیں گی اور فوج کے اخراجات بھی ادا کیے جائیں گے۔

(اس پیغام کے جواب میں) سلطان نور الدین نے اسد الدین شیرہ کوہ کو حمص سے بلوایا جہاں اس کی جاگیریں تھیں اس نے اسے حکم دیا کہ وہ مصر کی جانب چڑھائی کرے۔ سلطان نے مویشی گھوڑوں اور ہتھیاروں کے علاوہ دو لاکھ دینار مزید اخراجات کے لیے دیئے اور اسے فوج اور خزانوں کا خود مختار سپہ سالار بنایا۔ (وہ جنگی ضروریات کے لیے جو چاہے خرچ کر سکتا ہے)

لہٰذا شیر کوہ چھ ہزار فوج لے کر چل پڑا۔ اس نے فوج کے تمام نقائص کو دور کر دیا اور ہر فوجی سوار کے لیے بیس دینار متعین کیے۔ اس کے ہمراہ دیگر امراء اور حکام بھی شامل تھے جن میں سے اس کا آزاد کردہ غلام خردیک عز الدین قلیج شرف الدین بن بخش عین الدولہ باروتی قطب الدین نیال بن حسان اور اس کے بھائی ایوب کا بیٹا غازی صلاح الدین یوسف بھی شامل تھے۔

اسد الدین شیر کوہ جب مصر کے نزدیک پہنچا تو (اس لشکر کی آمد کی خبر سن کر) فرنگی فوجیں وہاں سے روانہ ہو گئیں اور اپنے شہروں کی جانب چلی گئیں۔ شیر کوہ سال کے درمیانی عرصے میں مصر میں داخل ہو گیا فاطمی خلیفہ عاضد نے (اس کا اور اس کی فوجوں کا خیر مقدم کیا اور) اسے خلعت فاخرہ سے نوازا اور اس کی فوجوں کے لیے وظائف کا اعلان کیا۔

شاور کا انجام

وزیر مصر شاور نے اس مرتبہ بھی متفقہ معاہدہ کو پورا کرنے میں لیت و لعل سے کام لیا اور شیر کوہ کو گرفتار کر کے اس کی فوجوں کو فرنگیوں کے مقابلہ میں استعمال کرنے کے لیے سازباز کی لیکن یہ سازش کامیاب نہیں ہو سکی۔ کیونکہ اسد الدین شیر کوہ نے اس کی بری نیت کو بھانپ لیا تھا۔ چنانچہ اس کے بھتیجے صلاح الدین اور اس کے آزاد کردہ غلام خردیک نے اسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے نزدیک پکڑ کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔

فاطمی خلیفہ عاضد نے اس کے بعد اپنی سلطنت کا انتظام اسد الدین شیر کوہ کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد فرنگی فوجیں وہاں آنے کی جرات نہ کر سکیں۔

اسد الدین شیر کوہ کے انتقال کے بعد سلطان صلاح الدین نے مصر کا انتظام سلطنت پہلے ہاتھ میں لے لیا اور یہ اسلامی ملک فرنگیوں کی یلغار سے محفوظ ہو گیا۔

فرنگیوں کا منصوبہ

مصر کو جب اسد الدین شیر کوہ نے فتح کر لیا تو فرنگیوں کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں وہ شام اور ساحل شام پر ان کے مقبوضہ علاقوں پر نہ قبضہ کر لے۔ اس لیے انہوں نے اپنی قوم اور خاندان کے ان باشندوں کو خطوط لکھے جو جزائر سسلی (صقلیہ) اور فرانس میں تھے کہ وہ مصر کو فتح کرنے

میں ان کی فوجی امداد کریں۔ انہوں نے بیت المقدس سے اپنے عیسائی پادریوں اور راہبوں کو بھی ان ممالک کی جانب بھیجا تاکہ وہ انہیں مذہبی جوش دلا کر انہیں اپنی حمایت کے لیے تیار کریں۔ انہوں نے ان نئے فرنگی باشندوں کو مصر کے شہر دمیاط آنے کا وعدہ لیا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ وہ اس شہر پر قبضہ کر کے اسے تمام مصر کو فتح کرنے کا ذریعہ بنائیں گے۔ چنانچہ وہ تمام کے تمام شہر دمیاط کے نزدیک اکٹھے ہو گئے اور سلطان صلاح الدین کے ابتدائی دور حکومت میں اسے محاصرہ میں لے لیا۔

اس پر سلطان صلاح الدین نے اہل شہر کی فوج اور مال سے مدد کی اور وہاں بذات خود پہنچا اس نے سلطان نور الدین کو بھی پیغام بھیجا کہ وہ بہت جلد مصر فوجی کمک بھیجے کیونکہ مصر کو سخت خطرہ درپیش ہے سلطان نور الدین نے اس پیغام کے بعد وہاں مسلسل فوجی کمک بھیجی اور خود بھی فوج لے کر شام کے فرنگی مقبوضات کی جانب روانہ ہو گیا اور ان علاقوں کو تاراج کیا دوسری طرف فرنگی فوجوں نے پچاس روز تک دمیاط کا محاصرہ کیا اور پھر انہوں نے محاصرہ ختم کر دیا۔

شام میں فرنگیوں نے زنگی خاندان کے دور حکومت اور ایوبی خاندان نے جو حملے کیے تھے ان کا حال' ان دونوں حکومتوں کے واقعات میں بیان کیا جائے گا۔ اب صرف ان واقعات کو بیان کیا جاتا ہے کہ جن کا تعلق روم کے قبضہ سے قسطنطنیہ کی فتح سے ہے۔

قسطنطنیہ کی فتح

شام کے اسلامی شہروں پر جب فرنگیوں نے قبضہ کر لیا تو ان کے تعلقات قسطنطنیہ کے رومی حکومت کے ساتھ بھی تبدیل ہوتے رہے۔ کبھی ان کے ساتھ بھی جنگ ہوتی تھی اور کبھی صلح ہو جاتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان فرنگیوں نے مسلمانوں کی ان سرحدوں پر قبضہ کیا تھا جو رومی سرحدوں کے نزدیک تھیں اور یہ علاقے پہلے رومیوں کے قبضے میں تھے اس لیے مسلمانوں کے برخلاف رومیوں نے جنگ میں ان فرنگیوں کی مدد کی تھی لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان فرنگیوں نے آخر میں قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا اور دارالسلطنت رومیوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور ایک مدت تک صلیبی فرنگیوں کے قبضہ میں رہا۔ آخر کار ان کے ایک مذہبی پیشوا شکری نے اس شہر کو ان صلیبی فرنگیوں کے قبضہ سے آزاد کرایا۔

ان فرنگی بادشاہوں کے ساتھ شاہان روم نے سمدھیانہ قائم کر لیا یعنی ان کی ایک بیٹی کی شادی روم کے بادشاہ سے ہو گئی۔ اس کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا ماموں الفرنیس تھا اُس کے باپ کا بھائی اس پر حملہ آور ہوا اور اس کے قبضہ سے ملک کو چھین کر اسے قید میں ڈال دیا۔

لیکن اس کا بیٹا کسی طرح وہاں سے فرار ہو کر فرنگی بادشاہ کے پاس جو اس کا ماموں تھا' چلا گیا وہ ایسے زمانے میں اس کے پاس پہنچا تھا جبکہ فرنگی فوجیں بیت المقدس کو مسلمانوں کے قبضے سے بازیاب کرنے کی تیاریاں کر رہی تھیں کیونکہ سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس فتح کر لیا تھا چنانچہ دوبارہ بیت القدس پر قبضہ کرنے کے لیے یورپ کے تین بادشاہ آئے ہوئے تھے ان میں سے ایک وینس کا بادشاہ دموس تھا جو اس بحری بیڑہ کا مالک تھا جس میں سوار ہو کر وہ اور اس کی فوج آئی ہوئی تھی' وہ کافی بوڑھا اور نابینا تھا اور ایک رہنما کے بغیر نہ تو وہ سوار ہو سکتا تھا اور نہ چل سکتا تھا۔ دوسرا شخص شاہ الفرنیس کا نمائندہ تھا جو مارکونیس کے نام سے مشہور تھا تیسرا بادشاہ "کہد اقلید" کے نام سے مشہور تھا۔ اس کی فوج کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔

اپنے بھانجے کو شاہ فرنیس نے ان کے ساتھ بھیجا اور فوج کو یہ ہدایت کی تھی کہ وہ قسطنطنیہ پر اس کی بادشاہت کے لیے راہ ہموار کریں۔

فرنگیوں کا قبضہ

پھر یہ فوج ماہ ذوالقعدہ ۵۹۹ھ میں قسطنطنیہ پہنچی۔ اس لڑکے کا چچا (جس نے ملک پر قبضہ کر لیا تھا) مقابلہ کے لیے نکلا اور فوج لے کر جنگ کرتا رہا۔ اس لڑکے کے حامیوں نے گرد و نواح میں آگ لگا دی جس کے باعث اس کا لشکر پریشان ہو کر واپس چلا گیا اُس کے بعد اس کے حامیوں نے شہر کا دروازہ کھول دیا اس طرح حملہ آور فرنگی شہر میں داخل ہو گئے اور اس لڑکے کا چچا فرار ہو گیا۔ ان صلیبی فرنگیوں نے لڑکے کو بادشاہ مقرر کر دیا۔

اس لڑکے کے والد کو انہوں نے قید خانے سے رہا کر دیا لیکن حکومت پر خود قبضہ کر لیا۔ انہوں نے عوام کا مال ضبط کر لیا اور فروخت

کے محل پر بھی قبضہ کر لیا۔ وہاں کے گرجوں میں صلیبیوں اور حضرت مسیحؑ اور ان کے حواریوں کے بتوں پر جو سونا چڑھا ہوا تھا وہ تمام انہوں نے نکال لیا۔ اسی طرح وہ انجیل جو سونے سے مرصع تھی' اس پر سے بھی سونا اتار لیا۔

رومیوں اور فرنگیوں میں جنگ

یہ حرکت شہر کے رومیوں کو کافی بری لگی۔ اس لیے انہوں نے اس لڑکے کو پکڑ کر قتل کر دیا اور شہر سے تمام صلیبی فرنگیوں کو نکال دیا یہ واقعہ ۶۰۰ھ کے درمیانی عرصے میں پیش آیا۔ فرنگیوں نے شہر کے باہر اپنا ڈیرہ جمایا اور شہر والوں کو محاصرہ میں لے لیا۔

قونیہ کے بادشاہ رکن الدین سلیمان بن قلیج ارسلان سے رومیوں نے اس کی فریاد کی لیکن اس نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

ان فرنگیوں میں سے بہت سے لوگ شہر میں رہ گئے جن کی تعداد تقریباً" تیس ہزار تھی۔ جب رومی فوجیں باہر ان کے فرنگی ساتھیوں کے ساتھ جنگ کر رہی تھیں تو اندرون شہر فرنگی فوجوں نے شہر کے اندر بغاوت کر دی اور شہر میں دوبارہ آگ لگا دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیرون شہر کی فرنگی فوجیں اندر داخل ہو گئیں اور لوٹ مار کرنے لگی۔ اس صورت حال میں بہت سے رومی بھاگ کر گرجوں میں چھپ گئے' ان کا سب سے بڑا گرجا سولیا تھا لیکن ان سے بھی انہیں کوئی زیادہ فائدہ نہیں پہنچا (قتل و غارت گری کو روکنے کے لیے) بڑے بڑے پادری اور عیسائی پیشوا انجیل اور صلیب ہاتھ میں لے کر (مذہب عیسوی کا واسطہ دینے کے لیے) باہر نکلے لیکن ان فرنگیوں نے انہیں بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

قرعہ اندازی

پھر تینوں فرنگی بادشاہوں کے مابین قسطنطنیہ کی ملکیت کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ آخرکار قرعہ اندازی ہوئی اور قرعہ میں کبدا اقلید کا نام نکلا تو وہ قسطنطنیہ کا بادشاہ ہوا لیکن شرط یہ رکھی گئی تھی کہ بحری جزائر یعنی امریطش (کریٹ) روڈس وغیرہ وینس کے بادشاہ دموس کے ماتحت رہیں گے اور فرانیس کے مارکوئیس کے قبضہ میں خلیج کا مشرقی حصہ ہو گا لیکن کسی کو کچھ نہیں ملا البتہ کبدا اقلید قسطنطنیہ کا بادشاہ ہو گیا وہ اپنے انتقال تک قسطنطنیہ کے تخت پر بیٹھا رہا۔

شکری کا قبضہ

روم کا ایک بشپ خلیج کے مشرقی حصہ پر قبضہ کیے بیٹھا تھا جس کا نام شکری تھا۔ وہ فرنگی بادشاہ کی موت کے بعد قسطنطنیہ پر قابض ہو گیا تھا اور اس نے اس شہر کو یورپ کے فرنگیوں اور صلیب پرستوں سے چھین لیا تھا۔

باب ۵

دیار بکر کی سلطنت بنو ارتق

سلجوقی بادشاہ سلطان ملک شاہ بن الپ ارسلان کا ایک غلام ارتق بن اکسک تھا۔ اس نے ان کی سلطنت میں قابل قدر کارنامے انجام دیے۔ وہ حلوان اور اس کے نزدیکی اضلاع عراق پر حکمران تھا۔

۴۷۷ھ میں سلطان ملک شاہ نے جب موصل کا محاصرہ کرنے کے لیے فخر الدولہ بن جہیر کی قیادت میں فوجیں روانہ کی تھیں تو اس نے ان کے بعد ارتق کی زیر قیادت ایک دوسرا لشکر بھی اس مقصد کے لیے بھیجا لیکن اسے مسلم بن قریش نے شکست دی۔ اس کے بعد اس نے آمد کا محاصرہ کر لیا اور اندرونی طور پر اس نے حصار توڑنے کا سمجھوتہ کیا بشرطیکہ اسے مالی رقم دی جائے۔ پھر وہ رقہ بھاگ گیا۔ اس کے بعد ارتق اپنی اس حرکت سے خوفزدہ ہوا تو وہ سلطان تتش کے ساتھ مل گیا اور حلب کا حاکم بننے کی امید پر حلب گیا لیکن تتش نے اس کا مقابلہ کر کے اسے شکست دی۔ تاہم ارتق نے اس جنگ میں خوب بہادری دکھائی۔

تتش نے اس کے بعد حلب پہنچ کر شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس کے نگران حاکم ابن الحسینؒ نے ارتق کے پاس جا کر پناہ مانگی اور اس نے اسے پناہ دے دی۔

ارتق کا انتقال

۴۸۳ھ میں بیت المقدس میں جب ارتق کا انتقال ہو گیا تو اس کے دونوں بیٹے ابو الغازی اور سقمان اس کے جانشین ہو گئے' ان کے پاس رہا اور سروج کے علاقے تھے۔

مسلم حکام میں اختلاف

فرنگیوں نے ۴۹۱ھ میں جب انطاکیہ پر قبضہ کر لیا تو شام' الجزیرہ اور دیار بکر کے حکام نے مل کر اس کا محاصرہ کر لیا' اس محاصرہ میں سقمان نے قابل قدر کارنامے انجام دیے۔ اس کے بعد مسلم حکام میں اختلاف پیدا ہو گئے اور انہوں نے محاصرہ اٹھا لیا۔

بیت المقدس پر چڑھائی

ان سے اہل مصر نے بیت المقدس کو چھیننے کا ارادہ کیا لہٰذا ملک افضل جو مصر کا خود مختار حاکم بنا ہی تھا' فوج لے کر پہنچا اور اس نے شہر کا چالیس روز تک محاصرہ کیا اور پناہ دے کر اس پر قابض ہو گیا۔ ارتق کے دونوں بیٹے سقمان اور ابو الغازی اور ان کا بھتیجا یاقوتی اور ان دونوں کا چچا زاد بھائی سونج (اس کے استقبال کے لیے) نکلے۔ افضل نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ اس کے بعد وہ بیت المقدس پر قبضہ کر کے واپس چلا گیا۔

اس کے بعد فرنگی فوجیں آئیں اور بیت المقدس پر قبضہ کر لیا۔ جیسا کہ سلجوقی سلطنت کے حالات میں تحریر کیا گیا ہے۔

ابو الغازی عراق چلا گیا اور وہاں بغداد کے کوتوال کے عہدہ پر مامور ہوا۔ اس کا بھائی سقمان رہا چلا گیا' اور وہاں رہنے لگا اس کی موصل کے حکام کربوقا کے ساتھ کافی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ ایک جنگ میں اس کا بھتیجا یاقوتی گرفتار بھی ہو گیا۔

قلعہ کیفا پر قبضہ

۴۹۵ھ میں کربوقا کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد موسیٰ الترکمانی موصل کا حاکم بنا۔ وہ قلعہ کیفا میں اس کا نائب تھا۔ جزیرہ ابن عمر کا حاکم جکرمس اس کے خلاف صف آرا ہوا اور اس نے اس کا موصل میں محاصرہ کر لیا اس موقع پر موسیٰ ترکمانی نے سقمان سے فوجی امداد مانگی اور اس کے عوض میں اس نے قلعہ کیفا دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ سقمان فوج لے کر مدد کے لیے پہنچا اور جکرمس کو وہاں سے بھگا دیا۔ جب موسیٰ سقمان سے ملاقات کے لیے شہر سے باہر نکلا تو اس کے ایک ساتھی نے غداری کر کے موسیٰ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تاہم سقمان نے قلعہ کیفا جا کر اس پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد ابوالغازی اور کمشتکین القیصری [1] کے مابین تنازعہ پیدا ہو گیا کیونکہ قیصری کو سلطان برکیاروق نے بغداد کا کوتوال بنا کر بھیجا۔ ابوالغازی سلطان محمد کی جانب سے پہلے اس عہدہ پر مامور تھا اس لیے اس نے قیصری کو بغداد میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے بھائی سقمان سے فوجی امداد مانگی لہٰذا وہ قلعہ کیفا سے اپنی فوج لے کر وہاں پہنچا اور اس نے تکریت میں لوٹ مار کی۔ اس کے بعد ابوالغازی بھی اس کے پاس گیا اور اس کے ساتھ حاکم حلہ صدقہ بن مزید بھی شامل ہو گیا اور ان تمام نے مل کر بغداد کے گرد و نواح میں تباہی مچائی اور شہر والوں پر بھی حملہ آور ہوئے۔

ان کو خلیفہ نے مصالحت کا پیغام بھیجا اور یہ وعدہ کیا کہ قیصری واسط چلا جائے گا لہٰذا وہ واسط چلا گیا۔ پھر ابوالغازی بغداد آ گیا اور سقمان اپنے شہر کی جانب چلا گیا جیسا کہ اس سے قبل بتایا گیا ہے۔

مالک بن بہرام

۴۹۷ھ میں سقمان کا بھتیجا مالک بن بہرام خرمیہ کے سارے علاقے پر قابض ہو گیا۔ سروج کے شہر پر بھی اس کا قبضہ تھا جسے فرنگیوں نے چھین لیا تھا' اس لیے وہ نمانہ گیا اور اسے بنو یعیش بن عیسیٰ سے چھین لیا۔ انہوں نے صدقہ بن مزید حاکم حلہ سے فوجی امداد مانگی تو وہ فوج لے کر وہاں گیا اور اس مقام کو مالک بن بہرام سے چھین کر انہیں یہ شہر لوٹا دیا اور خود (اپنے پایۂ سلطنت) حلہ چلا آیا۔ اس کے واپس چلے جانے کے بعد مالک پھر اس پر قابض ہو گیا اور اپنے ملک میں برقرار رہا۔

سقمان اور جکرمس کا اتحاد

اس کے بعد حاکم موصل جکرمس اور سقمان ۴۹۷ھ میں فرنگیوں کے ساتھ جہاد کرنے پر متحد اور متفق ہو گئے۔ وہ حران کا محاصرہ کر رہے تھے۔ چنانچہ ایسی حالت میں انہوں نے باہمی تنازع کو پس پشت ڈال دیا اور فرنگیوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے نکلے۔ سقمان سات ہزار ترکمانی فوج کی قیادت کر رہا تھا۔ چنانچہ ان دونوں فوجوں نے فرنگیوں کو شکست دی اور رہا (اڈیسا) کے حاکم بردویل کو گرفتار کر لیا۔ اس کو گرفتار کرنے والے سقمان کے فوجی تھے لیکن جکرمس کے ساتھیوں نے زبردستی کر کے اس فرنگی حاکم کو اپنا قیدی بنا لیا اور اس جھگڑے کی وجہ سے دونوں فوجیں ایک دوسرے سے جدا ہو گئیں اور دوبارہ ان میں جھگڑے اور اختلافات کا آغاز ہو گیا۔

ماردین کا قلعہ

دیار بکر کے علاقے میں ماردین کا قلعہ تھا۔ سلطان برکیاروق نے اس کے تمام اضلاع سمیت اس کو اپنے ایک مغنی (گویا) کو جاگیر میں عطا کر دیے تھے۔ یہ موصل کے صوبہ سے متعلق تھا اور یہاں کردوں کی قوم آ کر راستے میں فتنہ و فساد برپا کرتی تھی۔

کردوں سے لڑائی

ایک مرتبہ حاکم موصل کربوقا شہر آمد کا محاصرہ کرنے کے لیے روانہ ہوا جو کسی ترکمانی سردار کے قبضہ میں تھا۔ اس کے حاکم نے سقمان سے فوجی امداد مانگی تو وہ اس کی مدد کے لیے گیا لیکن کربوقا سے سخت جنگ کے بعد اسے شکست دی۔ اس کا بھتیجا یاقوتی بن ارتق گرفتار ہو گیا

---

[1] ابن خلدون نے یہاں کمشتکین القیصری لکھا لیکن اکثر مقامات پر القیصری کے بجائے النصیری ہے، ملاحظہ ہو ترجمہ تاریخ ابن خلدون ج ۷ ص ۱۱۰ (مترجم)

تھا اور اسے مغنی کے پاس قلعہ ماردین میں قید کیا گیا۔ چنانچہ وہ ایک طویل عرصہ تک وہاں قید رہا۔ اس دوران کردوں کی لوٹ مار بڑھتی گئی۔
ان حالات میں یاقوتی نے قلعہ کے حاکم مغنی کو پیغام بھیجا کہ وہ اسے رہا کر دے تاکہ وہ شہر سے باہر رہ کر کردوں کا مقابلہ کرے۔ حاکم نے اسے رہا کر دیا اور وہ کردوں کی بستیوں پر خلاط کے علاقے تک حملہ کرتا تھا۔ قلعہ کے کچھ سپاہی بھی اس کے ساتھ مل کر ان حملوں میں شریک ہوتے تھے (اس قسم کے حملوں کا عادی بننے کے بعد) اس نے قلعہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ کردوں پر چھاپے مارنے کے بعد جب وہ واپس آیا تو اس نے قلعہ کے سپاہیوں کو بھی پکڑ لیا اور قلعہ کے نزدیک آ کر اس نے یہ اعلان کیا کہ اگر قلعہ کا دروازہ نہ کھولا گیا تو وہ ان کے سپاہیوں کو قتل کر دے گا۔ چنانچہ اہل قلعہ نے دروازہ کھول دیا تو یہ داخل ہو کر قلعہ پر قابض ہو گیا پھر اس نے لشکر جمع کر کے نصیبین کی جانب کوچ کیا اور جزیرہ ابن عمر پر حملہ کر دیا جو جکرمس کی زیر حکومت تھا

یاقوتی کا انجام

اس کو جنگ میں جکرمس اور اس کے ساتھیوں نے شکست دی اور اسے قتل کر دیا اس کے بعد خود جکرمس نے اس کے قتل پر آنسو بہائے۔
اس کے چچا سقمان کی بیٹی یاقوتی کی بیوی تھی وہ اس کے مرنے کے بعد اپنے والد کے پاس چلی گئی اور اس نے ترکمانی فوج کو اکٹھا کرنا شروع کیا۔ سقمان ان ترکمانی فوجوں کو لے کر نصیبین پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے (اپنے بھتیجے کا) انتقام لینے کا ارادہ ترک کر دیا کیونکہ جکرمس نے اسے خون بہا (دیت) کے طور پر اس قدر مال و دولت دی کہ وہ راضی ہو گیا اور اپنے وطن واپسی اختیار کی۔
یاقوتی کے قتل کے بعد اس کا بھائی علی جکرمس کے ماتحت ماردین کا حاکم بن گیا لیکن سقمان نے وہاں پہنچ کر اپنے بھتیجے کو جبل جور کا حاکم بنایا اور ماردین کے قلعہ کو خود اپنی ملکیت میں شامل کر لیا پھر کیبفا ا؎ کے علاوہ اس نے نصیبین کو بھی اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔

سقمان کا انتقال

اس کے بعد حاکم طرابلس فخر الدین بن عمار نے سقمان بن ارتق سے فرنگیوں کے خلاف فوجی امداد مانگی۔ وہ مصر کے فاطمی خلفاء سے باغی ہو کر طرابلس کا خود مختار حاکم بن گیا تھا اور جب فرنگیوں نے شام کے ساحلی شہروں پر قبضہ کیا تو انہوں نے اس پر بھی حملہ کیا تو اس نے ۴۹۸ھ میں سقمان سے امداد مانگی۔ سقمان نے اسے فوجی امداد دینے کا وعدہ کیا۔ ابھی وہ جنگی تیاریاں کر رہا تھا کہ دمشق کے خود مختار حاکم طغرکین کی جانب سے اسے ایک خط موصول ہوا جس میں اسے دمشق بلوایا گیا تھا کیونکہ اسے فرنگیوں کی جانب سے دمشق پر حملہ کا خدشہ تھا۔ چنانچہ سقمان فوج لے کر جلد روانہ ہوا اس کا ارادہ تھا کہ وہ طرابلس کے بعد دمشق جائے گا۔ جب وہ قریتین کے مقام پر پہنچا تو طغرکین کو اس کے بلوانے پر شرمندگی ہوئی اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ مشورہ کرنے لگا کہ کسی طرح اسے دمشق آنے سے روکا جائے۔ اسی دوران سقمان کا بیت المقدس پہنچ کر انتقال ہو گیا۔ اس طرح دمشق والے اس کے خطرے سے بچ گئے۔
بوقت انتقال سقمان کے ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنے قلعہ کیبفا واپس چلا جائے لیکن اس نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور یہ کہا:
"یہ جہاد ہے اگر میں جہاد کے راستے میں مر جاؤں گا تو شہادت کی موت نصیب ہو گی۔"
اس کا جب انتقال ہو گیا تو اس کا بیٹا ابراہیم اس کی لاش کو لے کر قلعہ کیبفا گیا اور اسے وہیں سپرد خاک کیا۔

ابو الغازی کی برطرفی

ابو الغازی بغداد کا کوتوال تھا۔ سلطان محمد سلجوقی نے اسے اس وقت مامور کیا تھا جب کہ اس کے اور اس کے بھائی برکیاروق کے مابین خانہ جنگی ہو رہی تھی ۴۹۹ھ میں برکیاروق اور اس کے بھائی کے درمیان ان شرائط پر صلح ہو گئی کہ بغداد اور دوسرے اسلامی ممالک اس کے ماتحت ہوں گے ان میں حلوان کا علاقہ بھی شامل تھا جو ابو الغازی کی جاگیر تھا۔ اس لیے ابو الغازی نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ بغداد میں برکیاروق کی سلطنت کا خطبہ پڑھوا دیا۔

ا؎ تاریخ ابن خلدون کے قدیم نسخہ بولاق میں کیبغا یا کیبجا لکھا ہوا ہے مگر صحیح کیفا ہے۔ (مترجم)

سلطان محمد کے ایک حامی صدقہ بن مزید کو یہ بات پسند نہ آئی۔ وہ بغداد آیا تاکہ وہ ابوالغازی کو اس کے عہدہ سے برطرف کر دے اس لیے وہ یعقوب کے پاس چلا گیا اور صدقہ بن مزید کو یہ معذرت نامہ بھجوایا کہ وہ برکیاروق کے ماتحت ہو گیا تھا۔ اس لیے اس کو امن اور صلح کی کوئی اور راہ اس کے سوا دکھائی نہ دی تھی اس کے بعد جب برکیاروق کا انتقال ہو گیا تو ابوالغازی نے اس کے بیٹے ملک شاہ کی سلطنت کا خطبہ (مساجد میں) پڑھوایا۔ سلطان محمد کو یہ بات بھی ناگوار گزری۔ چنانچہ جب وہ مکمل بادشاہ بن گیا اور پورا اقتدار اس کے ہاتھ میں آ گیا تو اس نے ابوالغازی کو برطرف کر دیا۔

ابوالغازی کی روانگی

اس کے بعد ابوالغازی شام چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے حلب کے حاکم رضوان بن تتش کو اس بات کے لیے تیار کیا کہ وہ جکرمس کے مقبوضہ شہر نصیبین کا محاصرہ کرے۔ چنانچہ وہ دونوں فوج لے کر وہاں پہنچے اور شہر نصیبین کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت جکرمس نے رضوان کو ایک پیغام بھیجا جس میں رضوان کو ابوالغازی کے خلاف بھڑکایا گیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں کے تعلقات میں رخنہ پیدا ہو گیا اور نصیبین کا محاصرہ ختم کر کے وہ دونوں وہاں سے الگ ہو کر اپنے اپنے علاقوں کی جانب چلے گئے۔ ابوالغازی قلعہ ماردین کی جانب چلا گیا چونکہ اس کے بھائی سقمان کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس لیے اس نے آسانی کے ساتھ وہاں کے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔

ابوالغازی کا فرار

۵۰۲ھ میں سلجوقی سلطان محمد نے مودود بن التونتکین کو جاولی سکاوو کی جگہ موصل' الجزیرہ' اور دیار بکر کا حاکم بنایا۔ جاولی سکاوو نے ان علاقوں کو جکرمس سے چھینا تھا۔ جب مودود موصل پہنچا' تو جاولی نصیبین چلا گیا جو ان دنوں ابوالغازی کے ماتحت تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے رضوان اور فوجی امداد کے لیے ابوالغازی کو لکھا۔ اس کے بعد وہ اچانک ماردین ابوالغازی کے پاس پہنچ گیا اور اس سے فوجی امداد کے لیے درخواست کی۔ چنانچہ وہ اسے فوجی امداد پہنچانے پر مجبور ہو گیا بلکہ وہ خود اس کے ساتھ فوج لے کر روانہ ہوا اور اس نے سجار اور رحبہ کے علاقوں کا زبردست محاصرہ کیا۔ جب وہ خابور پہنچا تو ابوالغازی فرار ہو گیا اور وہاں سے نصیبین چلا آیا اس کے بعد وہ اپنے شہر واپس آ گیا۔ اور جنگ سے بچنے کی کوشش کرتا رہا اور انتہائی پریشان رہنے لگا۔

رہا کا محاصرہ

۵۰۵ھ میں سلطان محمد نے امیر مودود کو فرنگیوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے روانہ کیا اور یہ بھی حکم دیا کہ ہر علاقے کے حکام اس کے ساتھ جہاد میں شامل ہوں۔ ان میں دیار بکر کے حاکم سقمان القطبی' مراغہ کے حاکم احمد بک' اربل کے حاکم ابوالہیجا اور ماردین کے حاکم ابوالغازی کے نام شامل تھے۔ ابوالغازی کے سوا تمام حکام اس جہاد میں شریک ہوئے۔ ابوالغازی نے اپنے بیٹے ایاز کو لشکر دے کر وہاں روانہ کیا۔

رہا کے مقام پر یہ سب اسلامی فوجیں پہنچیں اور اس کا محاصرہ کر لیا لیکن انہیں کامیابی نہ ملی اس کے بعد وہ سروج کی جانب بڑھے اور وہاں بھی ناکامی ہوئی۔

فرنگیوں کو شکست

اس کے بعد اسلامی فوجوں نے ۵۰۷ھ میں فرنگیوں کے مخصوص شہروں کی جانب پیش قدمی کی اور طبریہ کے مقام پر انہیں شکست دی اور فرنگیوں کے شہروں کو تباہ کر دیا اس کے بعد مودود دمشق واپس آ گئے اور مختلف علاقوں کی فوجیں الگ الگ ہو گئیں۔

موسم سرما گزارنے کے لیے امیر مودود حاکم دمشق طغرکین کے پاس مقیم ہوئے لیکن اچانک انہیں قتل کر دیا گیا۔ طغرکین پر قتل کی سازش کا الزام لگا۔

سلطان محمد نے اس کے بعد موصل کا حاکم اور مجاہدین کے لشکر کا سپہ سالار آقسنقر برسقی کو متعین کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ فرنگی صلیب پرستوں کے ساتھ جنگ کرے۔ سلطان نے دیگر حکام کو اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا اور اپنے بیٹے ملک مسعود کو ایک لشکر جرار دے

کر روانہ کیا تاکہ وہ بھی اس جہاد میں شمولیت اختیار کرے۔

۵۰۸ھ میں آقسنقر بھی روانہ ہوا لیکن ابوالغازی فرار ہو گیا اس لیے آقسنقر نے اس کا قلعہ ماردین میں محاصرہ کیا۔ آخر کار ابوالغازی درست ہو گیا اور اس نے اپنے بیٹے ایاز کو فوج دے کر روانہ کیا۔ اس متحدہ اسلامی لشکر نے رہا کا محاصرہ کیا اور اس کے مضافات کو تاراج کیا پھر سروج اور شمشاط کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا۔

مرعش اور کیسوم کے مقامات کے حاکم نے اطاعت قبول کر لی۔

بیٹے کی گرفتاری

ابوالغازی کے بیٹے کو آقسنقر نے واپس آ کر قید کر لیا اور ماردین کے دیہات کو لوٹ لیا۔ اس وقت ابوالغازی فوراً اپنے بھتیجے رکن الدولہ داؤد کے پاس گیا جو اس کے بھائی سقمان کا بیٹا تھا اور قلعہ کیفا کا حاکم تھا اس نے اس سے فوجی امداد مانگی چنانچہ اس نے فوجی امداد دی اور دونوں مل کر ۵۰۸ھ کے آخر میں برسقی (اسلامی لشکر کے سپہ سالار) سے جنگ کرنے کے لیے آئے اور اسے شکست دے کر اس کے بیٹے ایاز کو قید سے چھڑا لیا۔

ابوالغازی کی سازش

ابوالغازی کو سلطان نے (جنگ کی) دھمکی کا پیغام بھجوایا، تو وہ دمشق کے حاکم طغرکین کے پاس فریاد لے کر پہنچا۔ چونکہ اس پر بھی مودود کے قتل کا الزام لگ چکا تھا اس لیے طغرکین سلطان سے خفا تھا۔ اس لیے دونوں نے فرنگیوں سے فوجی امداد حاصل کرنے کا فیصلہ کیا اور اس مقصد کے لیے انہوں نے انطاکیہ کے فرنگی حاکم کو پیغام بھجوایا۔ چنانچہ وہ ان دونوں سے ملنے کے لیے حمص کے نزدیک پہنچا اور ان سے باہمی امداد کا معاہدہ کر کے انطاکیہ واپسی اختیار کی۔

ابوالغازی اپنے ساتھیوں کے ساتھ دیار بکر جا رہا تھا کہ حمص کا حاکم قیرجان راستے میں ملا۔ اس نے ابوالغازی کو گرفتار کر کے اسے قید کر لیا اور سلجوقی سلطان محمد کو اس بارے میں اطلاع بھجوا دی لیکن وہاں سے جواب میں تاخیر ہو گئی کہ اتنے میں طغرکین (حاکم دمشق) حمص پہنچا اور قیرجان کے پاس آیا اور اس کی رہائی کا مطالبہ کیا لیکن قیرجان نے اس کو قتل کرنے پر اصرار کیا (تو طغرکین چلا گیا) بعد میں قیرجان نے سلطان کی جانب سے کوئی جواب نہ آنے کی وجہ سے) ابوالغازی کو رہا کر دیا اور اس سے وعدہ لیا کہ وہ آئندہ اس قسم کی حرکات نہیں کرے گا۔

سلطان محمد کا حکم

ابوالغازی وہاں سے حلب چلا گیا۔ اس کے بعد سلطان نے ہمدان کے حاکم یوسف بن برسق اور دیگر حکام کی سرکردگی میں ابوالغازی سے جنگ کرنے کے لیے فوجیں روانہ کیں۔ سلطان نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ اس کے بعد فرنگیوں سے جہاد کریں۔

لہٰذا یہ فوجیں حلب پہنچیں، وہاں کا حاکم لؤلؤ خادم تھا جو رضوان بن تتش کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس نے رضوان کی حکومت کے بعد اس کے بیٹے الپ ارسلان کو اپنی کفالت میں لے لیا تھا۔ اس کے بعد سپہ سالار شمس الخواص بھی (شریک حکومت) تھا اس لیے اس اسلامی لشکر نے ان دونوں سے مطالبہ کیا کہ وہ دونوں سلطان محمد کے تحریری حکم کے مطابق ان کے سپرد حلب کا شہر کر دیں۔

لیکن ابوالغازی اور طغرکین بہت جلد ان دونوں کی مدد کے لیے فوج لے کر آ پہنچے۔ چنانچہ حلب پر قبضہ نہ ہو سکا اور یہ لشکر حماۃ پہنچا جو طغرکین کے ماتحت تھا اور وہیں اس کے ذخائر جمع تھے۔ اسلامی لشکر نے اس شہر پر قبضہ کر کے اسے تباہ کیا اور اس شہر کو حاکم حمص امیر قیرجان کے حوالے کر دیا اس کے بدلے میں اس نے ابوالغازی کے بیٹے ایاز کو (جو اس کے پاس برغمال کے طور پر تھا) ان کو دے دیا۔

متفقہ فیصلہ

اسی دوران ابوالغازی، طغرکین اور شمس الخواص، انطاکیہ کے فرنگی حاکم روجیل کے پاس پہنچے تھے تاکہ وہ شہر حماۃ کے دفاع کے لیے ان کی امداد کرے۔ اس وقت ان کے پاس بیت المقدس کا فرنگی حاکم بغدوین اور طرابلس کا حاکم القمص وغیرہ بھی آئے ہوئے تھے۔ ان تمام کا متفقہ فیصلہ یہ تھا کہ وہ جنگ کو طول دیں تاکہ موسم سرما آنے پر یہ لشکر منتشر ہو جائے۔

فرنگیوں کا لشکر قلعہ افامیہ میں موجود رہا اور وہاں سے ادھر ادھر نہ ہوا آخر کار فوجیں واپس چلی گئیں۔ طغرکین بھی اپنی فوج کے ساتھ دمشق واپس لوٹ گیا اور ابوالغازی قلعہ ماردین واپس آگیا اور فرنگی فوجوں نے بھی اپنے شہروں کی جانب واپسی اختیار کی۔

فرنگیوں کی کامیابی

اس کے بعد مسلمانوں نے کفرطاب پر قبضہ کر لیا۔ انھوں نے حلب جانے کا ارادہ بھی کیا تھا لیکن راستے میں انھیں انطاکیہ کا حاکم روجیل ملا جو پانچ سو سوار لے کر کفرطاب کی فرنگی فوجوں کی مدد کے لیے آیا تھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کا سپہ سالار برسق اور اس کا بھائی شکست کھا کر اپنے شہروں کی جانب چلے گئے۔

ایاز کا انجام

ابوالغازی کا بیٹا ان کے پاس قید تھا۔ چنانچہ جن کی زیر نگرانی ایاز تھا انھوں نے جنگ کے موقع پر ۵۰۹ھ میں اسے قتل کر دیا۔

لولو کا انجام

۵۰۷ھ میں حلب کے حاکم کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اس کی سلطنت کا انتظام لولو الخادم نے سنبھالا اور رضوان کے بیٹے الپ ارسلان کو اس کا بادشاہ مامور کیا۔ اس کے بعد اس سے ناراض ہو گیا اور اس کی جگہ اس کے بھائی سلطان شاہ کو بادشاہ بنا دیا اور خود اس نے حکومت کے اختیارات کو سنبھال لیا۔

وہ ۵۱۱ھ میں قلعہ جعبر گیا تاکہ وہ مالک بن سالم بن بدران سے بات چیت کرے۔ اس وقت ترکی غلاموں نے ساز باز کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کا قتل خرت برت کے مقام پر ہوا اور انھوں نے اس کے خزانوں پر قبضہ کر لیا لیکن اہل حلب نے ان کا مقابلہ کر کے ان سے خزانے اور دوسری چیزیں جو انھوں نے چھینی تھیں واپس چھین لیں۔

سربراہ مملکت شمس الخواص اتابک کو لولو الخادم کی جگہ مقرر کیا گیا لیکن ایک ماہ کے بعد وہ برطرف ہوا۔ اس کی جگہ ابوالمعلی الملحی الدمشقی حکمران مقرر ہوا۔ لیکن وہ بھی برطرف ہو گیا اور اس کی جائداد کو ضبط کر لیا گیا۔

حلب کی حکومت

حلب کی حکومت جب لڑکھڑانے لگی اور اہل حلب کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں فرنگی حلب پر قبضہ نہ کر لیں تو انھوں نے ابوالغازی بن ارتق کو قلعہ ماردین سے بلوایا اور شہر کی حکومت اس کے حوالے کر دی۔ اس طرح رضوان بن تتش کے خاندان کا خاتمہ ہو گیا اور اس کے بعد خاندان کے کسی فرد نے حکومت نہیں کی۔

حلب کا حاکم جب ابو الغازی بنا تو وہاں کا خزانہ خالی تھا۔ اس لیے اس نے سابق بادشاہ کے خادموں کا مال "جو بہت مالدار ہو گئے تھے" ضبط کیا اور ان کا مال دے کر فرنگیوں سے صلح کی۔

اس کے بعد وہ قلعہ ماردین کی حفاظت کے لیے وہاں گیا اور حلب میں اپنا جانشین اپنے بیٹے حسام الدین تمرتاش کو مقرر کیا۔

حلب کا محاصرہ

حلب کی حکومت پر جب ابوالغازی مامور ہو گیا اور اس کے بعد وہاں سے چلا گیا تو فرنگیوں کو (حلب پر حملہ کرنے کے لیے) مناسب موقع دکھائی دیا چنانچہ انھوں نے اس جانب لشکر کشی کی اور حلب کے ماتحت علاقوں یعنی مراغہ وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد حلب کے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ ایسے موقع پر اہل حلب کے لیے یہ ضروری ہو گیا کہ وہ ہر ممکن طریقے سے اپنے شہر کا دفاع کریں چاہے وہ جنگ کریں یا مال دے کر صلح کرنے کی کوشش کریں۔

اس صورت حال میں (جبکہ ان کے اندر بھرپور جنگ کرنے کی طاقت نہ تھی) انھوں نے فرنگیوں کو اپنی وہ جائداد اور اراضی دے دی جو شہر سے باہر تھی تاکہ انہیں فرنگیوں سے خطرہ نہ رہے۔

ابوالغازی کا حملہ

اس کے بعد انھوں نے بغداد سے فوجی امداد حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن وہاں سے انہیں کوئی امداد نہیں مل سکی۔ اس لیے ابوالغازی نے مختلف مقامات سے فوجیں اور رضاکار سپاہی جمع کیے جن کی تعداد تقریباً" بیس ہزار تھی۔ وہ انہیں لے کر شام کی جانب ۵۱۳ھ میں روانہ ہوا۔ اس کے لشکر میں اسامہ بن مبارک بن منقذ الکنانی اور حاکم ارزن الروم طغان ارسلان ابن اسکین بن جناح بھی ہمرکاب تھے۔

اماری کے قلعہ کے نزدیک فرنگی صلیبی فوج نے پڑاؤ ڈالا۔ ان کے تین ہزار سوار تھے اور نو ہزار پیدل فوج تھی۔ وہ تل عفرین کے مقام پر صف آرا ہوئے جہاں مسلم بن قریش کو قتل کیا گیا تھا۔ وہ چاروں جانب سے پہاڑوں میں گھرے ہوئے تھے البتہ تین سرنگوں سے ان کی جانب راستہ جاتا تھا۔ جب ان فرنگیوں کی ابوالغازی کے ساتھ جنگ ہوئی تو ابوالغازی ان سرنگوں میں سے اندر داخل ہو گیا۔ فرنگی ان حملوں سے غافل تھے لیکن انہوں نے دلیری سے مقابلہ کیا اور مسلمانوں کے مسلسل حملوں کا مقابلہ کرتے رہے لیکن آخر میں شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے ہر جانب سے ان پر حملہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت کم فرنگی جان بچا سکے۔ ان کے ستر فوجی افسر گرفتار ہوئے جن کا زر فدیہ اہل حلب نے تین لاکھ دینار وصول کیا۔ لیکن انطاکیہ کا فرنگی حاکم سرجان ہلاک ہو گیا۔

اس جنگ سے جو فرنگی فوجیں بچ نکلی تھیں وہ فرنگیوں کی دوسری فوج کے ساتھ مل کر دوبارہ حملہ آور ہوئیں لیکن اس موقع پر بھی ابوالغازی نے انہیں شکست دی اور اثارب کے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور ازونا کا قلعہ بھی اس کے ہاتھ آگیا۔

صلح کا معاہدہ

پھر وہ حلب واپس آگیا اور شہر کے حالات درست کرنے کے بعد وہ دریائے فرات کو عبور کر کے ماردین آگیا۔ اس نے حلب پر اپنے بیٹے سلیمان کو حاکم مامور کیا۔ اس کے بعد دبیس بن صدقہ' ابوالغازی کے پاس پناہ لینے کے لیے پہنچا تو خلیفہ المسترشد باللہ نے سدید الدولہ کے ہاتھ ابوالغازی کو پیغام بھیجا کہ وہ دبیس کو نکال باہر کرے۔[1]

اس کے بعد ابوالغازی اور سلطان محمود کے مابین ایک معاہدہ صلح ہوا اور اطاعت کے ثبوت میں ابوالغازی نے اپنے بیٹے کو اس کے پاس یرغمال کے طور پر بھیج دیا۔ صلح کا یہ معاہدہ کرنے کے بعد ابوالغازی واپس آگیا اور پھر وہ ۵۱۴ھ میں دوبارہ فرنگیوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے روانہ ہوا' اور حلب کے اضلاع میں ان سے جنگ کی اور کامیاب ہوا۔

ابوالغازی کی روانگی

اس کے بعد وہ اور حاکم دمشق طغتکین نے فرنگی فوجوں کا مشیرہ کے مقام پر محاصرہ کر لیا اور پھر اس خیال سے کہ وہ تمام کے تمام فنا ہو جائیں گے انہیں قلعہ سے نکلنے کا راستہ دے دیا کہ وہ اس قلعہ سے نکل کر چلے جائیں۔

ابوالغازی کا طریقہ یہ تھا کہ وہ جنگی مقامات پر طویل عرصہ تک نہیں رہتا تھا کیونکہ اس کی فوج میں ترکمانی سپاہیوں کی اکثریت تھی۔ وہ آٹے کے تھیلے اور بکری کا خشک گوشت لے کر آتے تھے۔ اس لیے وہ زاد راہ اور خوراک کے ختم ہونے کے اندیشہ کے پیش نظر جلد واپس لوٹنے کی کوشش کرتا تھا۔

سازش کا انکشاف

اپنے بیٹے سلیمان کو ابوالغازی نے حلب کا حاکم مامور کیا تھا لیکن اس کے چند دوستوں نے اسے اپنے باپ کے خلاف بھڑکا دیا۔ یہ اطلاع سن کر ابوالغازی اس کے پاس پہنچا تو اس کے بیٹے نے معذرت پیش کی اس لیے اس نے اس کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی البتہ اس کے دوستوں کو گرفتار کر لیا جنھوں نے اس کے خلاف سازش کرانے میں حصہ لیا تھا۔ اس سازش کا سرغنہ ایک افسر تھا جسے اس کے والد نے کمسنی سے اٹھا کر پال لیا تھا اور وہ اس کے گھر ہی میں پل کر جوان ہوا تھا۔ ابوالغازی نے اس کی زبان کاٹ دی اور آنکھ پھوڑ دی۔ اس سازش کا دوسرا

---

1. اس واقعہ کی تفصیل تاریخ الکامل ابن الاثیر میں یوں مذکور ہے: "خلیفہ المسترشد باللہ نے سدید الدولہ ابن الانباری کے ساتھ ابوالغازی کے لیے خلعت بھیجے اور فرنگیوں کے خلاف اس کے مجاہدانہ کارناموں پر اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ دبیس کو نکال دے۔" ملاحظہ ہو تاریخ الکامل ج ۸ ص ۲۴۹۔ (مترجم)

حماۃ کا باشندہ تھا جسے لا کر ابوالغازی نے اہل حلب کے سامنے پیش کیا اور اس کی زبان بھی کاٹ دی اور اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ جس کے بعد اس کی موت واقع ہو گئی۔

اپنے بیٹے کو بھی ابوالغازی نے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن بیٹے کی محبت غالب آئی (اور اسے چھوڑ دیا) سلیمان دمشق بھاگ گیا اور حاکم دمشق طغرکین نے اس کی سفارش کی' لیکن اس نے اس کی سفارش کو قبول نہ کیا۔

بدر الدولہ کی تقرری

اس کے بعد ابوالغازی نے اپنے بھائی عبدالجبار کے بیٹے سلیمان کو حلب کا حاکم مامور کیا اور اس کا لقب بدر الدولہ رکھا۔ پھر وہ ماردین واپس آ گیا۔ یہ تمام واقعات ۵۱۵ھ میں پیش آئے۔

حسام الدین تمرتاش کی روانگی

اس کے بعد ابوالغازی نے اپنے بیٹے حسام الدین تمرتاش کو قاضی بہاء الدولہ ابوالحسن شہرزوری کے ساتھ (سلطان کے پاس) بھیجا تاکہ وہ ان کی سفارش کریں اور اس کے مطیع اور فرمانبردار رہنے کی ضمانت دے سکیں لیکن اس میں کامیابی نہیں ہو سکی۔ جب تمرتاش اپنے باپ کی جانب واپس آنے لگا تو سلطان نے ان کے والد کو میافارقین کا شہر جاگیر میں عنایت کیا۔ یہ شہر پہلے سقمان قطبی حاکم خلاط کے زیر حکومت تھا۔ چنانچہ ابوالغازی نے اس شہر کو فتح کر لیا اور یہ اسی کے ماتحت رہا یہاں تک کہ ۵۷۰ھ میں سلطان صلاح الدین بن ایوب نے اس پر قبضہ کر لیا۔

فرنگیوں کی شکست

(اڈیسا) رہا اور سروج کے علاقوں کا حاکم جوسکین "فرنگی" تھا مالک بن بہرام نے عانہ کا شہر فتح کر لیا تھا۔ اس لیے وہ ۵۱۵ھ میں رہا کی جانب روانہ ہوا۔ اور کئی روز تک اس شہر کا محاصرہ کیے رہا' لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ (اس لیے وہاں سے واپس چلا گیا) لیکن شہر کے فرنگی حاکم نے فرنگی فوجوں کو اکٹھا کر لیا تھا اس لیے وہ مالک کی فوجوں کا تعاقب کرنے لگا۔ اس وقت مالک بن بہرام کی فوجیں منتشر ہو گئی تھیں اور اس کے ہمراہ صرف چار سو سپاہی باقی رہ گئے تھے۔ فرنگی فوجیں اس کا تعاقب کرتے ہوئے نرم اور دلدلی زمین تک پہنچ گئیں۔ اس لیے فرنگی فوجوں کے گھوڑے دلدل میں پھنس گئے اور وہاں سے نہیں نکل سکے' اس صورت حال میں مالک بن بہرام کی فوجوں نے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں گرفتار کر لیا انہوں نے فرنگی حاکم جوسکین کو بھی گرفتار کر کے اونٹ کی کھال میں بند کر دیا۔ پھر اس سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ رہا کے شہر کو مسلمانوں کے حوالے کر دے لیکن وہ اس پر رضامند نہیں ہوا۔ اس نے اپنی رہائی کے لیے زر فدیہ کے طور پر بہت سا مال دینا چاہا لیکن مسلمانوں نے زر فدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اسے خرت برت کے مقام پر قید کر دیا۔

ابوالغازی کا انتقال

ابوالغازی ماہ رمضان ۵۱۰ھ میں وفات پا گیا' اس کے بعد اس کا بیٹا حسام الدین تمرتاش ماردین کا حاکم بنا۔ اور دوسرا بیٹا سلیمان میافارقین کا حکمران بنا۔ حلب میں اس کے بھائی عبدالجبار کا بیٹا سلیمان حاکم تھا۔ چنانچہ حلب پر اس کا مکمل قبضہ ہو گیا۔

مالک بن بہرام کی پیش قدمی

شہر حران کی جانب مالک بن بہرام بن ارتق نے پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اسے یہ خبر ملی کہ اس کے چچا عبدالجبار کا بیٹا سلیمان' فرنگیوں کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گیا ہے اور اس نے فرنگیوں کو اثاری کا قلعہ دے دیا ہے۔ چنانچہ اس نے ارادہ کیا کہ وہ خود اس کے علاقے پر قبضہ کر لے۔ اس بناء پر اس نے ۵۱۶ھ میں بہار کے موسم میں حلب کی جانب لشکر کشی کی اور شہر والوں کو دبا کر حلب پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد مالک بن بہرام نے ۵۱۸ھ میں ڈوہرنج کی جانب پیش قدمی کی اور محاصرہ کرنے کے بعد شہر پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے حاکم

حسان تغلبی کو قید کر لیا۔ البتہ قلعہ کے باشندے قلعہ بند ہو گئے۔ اس لیے اس نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ جب فرنگیوں نے اس کی فتوحات کا حال سنا تو وہ اس کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے تو اس نے قلعہ کا محاصرہ کرنے کے لیے ایک فوجی دستہ متعین کیا اور خود فرنگیوں کا مقابلہ کرنے چلا گیا۔ جنگ میں اس نے فرنگیوں کو شکست دی اور ان کا قتل عام کیا۔ پھر بنج کے قلعہ کا محاصرہ کرنے کے لیے واپس چلا گیا اس محاصرہ میں ایک روز اسے تیر لگا جو مہلک ثابت ہوا۔ اس واقعہ سے اس کے لشکر میں ہلچل مچ گئی اور وہ منتشر ہو گئے۔ حاکم شہر حسان بھی قید سے رہا ہو گیا۔

اس کے ساتھ ماردین کا حاکم تمرتاش ابن الغازی بھی بنج کے محاصرہ میں شریک تھا۔ چنانچہ جب مالک بن بہرام شہید ہوا تو وہ اس کی لاش حلب لے گیا اور وہاں اسے سپرد خاک کیا۔ اس کے بعد اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ بعد میں وہاں اپنا جانشین مامور کر کے ماردین واپسی اختیار کی۔

حلب کی حکومت

دوسری طرف فرنگیوں نے شہر صور کی جانب پیش قدمی کی اور اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر انہوں نے مسلمانوں کے دوسرے شہروں کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اتنے میں دبیس بن صدقہ خلیفہ مسترشد کے واقعہ کے بعد فرار ہو کر فرنگیوں کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس نے انہیں حلب کو فتح کرنے پر آمادہ کیا چنانچہ فرنگی حکام اسے لے کر روانہ ہوئے اور انہوں نے حلب کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کو طول دینے کے لیے انہوں نے شہر کے باہر مکانات تعمیر کر لیے تھے اس طرح محاصرہ طویل ہوتا گیا اور خوراک کی قلت ہو گئی جس سے شہر والوں میں بے چینی پھیل گئی اور ان کا حاکم ان حالات کا مقابلہ کرنے میں ناکام ثابت ہو رہا ہے۔ اس موقع پر انہیں موصل کے حاکم برسقی سے بہتر کوئی شخص دکھائی نہ دیا کیونکہ اسلامی ریاستوں میں سب سے زیادہ طاقتور تھا اور اس کے پاس فوج بھی سب سے زیادہ تھی۔ چنانچہ اہل حلب نے اپنے دفاع کے لیے اسے اور اسے حکومت کرنے کی دعوت دے دی۔

اس کے جواب میں برسقی نے یہ شرط رکھی کہ اس کے پہنچنے سے پہلے قلعہ پر قبضہ مل جائے تاکہ وہاں وہ اپنا حاجب متعین کر سکے۔ پھر وہ فوج لے کر روانہ ہوا۔ جب وہ فرنگیوں کی حدود کے نزدیک پہنچا تو وہ (اس کا مقابلہ کیے بغیر) اپنے شہروں کی جانب واپس ہو گئے۔ جب برسقی حلب پہنچا تو اہل حلب نے اس کا پرجوش استقبال کیا۔ چنانچہ اس نے شہر میں داخل ہو کر شہر اور اس کے متعلقہ اضلاع پر قبضہ کر لیا۔ وہ اپنے انتقال تک وہاں حکمران رہا۔

اس کا بیٹا عزالدین اس کے بعد حلب کا حاکم مامور ہوا۔ جب اس کا بھی انتقال ہو گیا تو سلطان محمود نے اتابک زنگی کو وہاں کا حاکم متعین کیا۔

دیار بکر کے قلعوں کی فتح

پھر حسام الدین تمرتاش نے ماردین واپسی اختیار کی اور وہاں اس کی حکومت قائم رہی۔ اس نے دیار بکر کے بہت سے قلعوں کو فتح کر لیا تھا یہاں تک کہ ۵۳۲ھ میں اس نے دیار بکر کا قلعہ ساج بھی فتح کر لیا جو گزشتہ سلاطین بنو مروان کے قبضے میں تھا اور یہ ان کے آخری قلعوں میں شمار ہوتا تھا۔

تمرتاش کا انتقال

میا فارقین کا علاقہ حسام الدین تمرتاش نے اپنے بھائی سلیمان سے چھین لیا تھا اور یہ بھی اس کی مملکت میں شامل ہو گیا تھا۔

تمرتاش نے ماردین پر اکتیس برس تک حکومت کی، یہاں تک کہ اس کا ۵۴۷ھ میں انتقال ہو گیا۔

تمرتاش کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا البی بن تمرتاش ماردین کا حاکم مامور ہوا۔ اور وہ اپنے انتقال تک وہاں کا حاکم رہا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابوالغازی بن البی ماردین کا حاکم ہوا۔ وہ بھی اپنے انتقال تک حکمران رہا۔

ان دونوں کی تاریخ وفات مورخ ابن الاثیر نے نہیں لکھی مورخ حماۃ نے بھی یہ تحریر کیا ہے کہ اسے بھی ان دونوں کی تاریخ وفات معلوم نہیں۔

جب ابوالغازی بن البی بھی وفات پا گیا تو نظام الملک البتش نے امور حکومت سنبھالے۔ اس نے اس کا جانشین حکمران (برائے نام) اس کے بیٹے حسام الدین یولق ارسلان بن ابوالغازی بن البی کو مامور کیا' وہ بچہ تھا' اس لیے خود مختار حاکم نظام الملک البتش ہی رہا۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق حکومت کرتا رہا۔ کیونکہ نوعمر حاکم کے تمام اختیارات اس کے ہاتھ میں تھے اور یہ حالت اس وقت تک باقی رہی جبکہ حسام الدین کا ۵۸۰ھ میں انتقال ہو گیا۔ اس وقت یولق حکمران تھا۔

اس شخص کا لقب مورخ ابن الاثیر نے حسام الدین ناصر الملک بتایا ہے۔

سلطان عادل کو شکست

ان دنوں سلطان العادل ابوبکر ابن ایوب نے ماردین کا رخ کیا۔ الجزیرہ کے سارے حکام اس سے خوفزدہ تھے اور وہ اسے نہیں روک سکتے تھے۔ اس کے بعد مصر کا حاکم عزیز بن صلاح الدین کا بھی انتقال ہو گیا اور اس کا بھائی افضل حاکم بنا چنانچہ سلطان العادل نے اہل مصر و دمشق اور اہل سنجار کے ہمراہ اپنے بیٹے الکامل کو روانہ کیا۔ انہوں نے ماردین کا محاصرہ کر لیا (اور بہت طویل عرصہ تک جاری رہا) اس صورت حال میں البتش نے جو یولق کا نگران تھا' اطاعت کرنے اور قلعہ کو مقررہ مدت کے اندر حوالے کرنے کا پیغام بھیجا' بشرطیکہ وہ انہیں خوراک کا سامان مہیا کریں۔

اپنے بیٹے کو سلطان عادل نے قلعہ کے دروازے پر متعین کر دیا تاکہ قلعہ کے اندر ضرورت سے زائد خوراک نہ داخل ہونے پائے۔ لیکن اہل قلعہ نے اس کے بیٹے کو مال دے کر رضامند کر لیا اور قلعہ کو خوراک سے بھر لیا' یہاں تک کہ سلطان عادل کا لشکر شکست کھا گیا۔ اہل قلعہ نے بھی نکل کر اس کے بیٹے الکامل کے لشکر پر بھرپور حملہ کیے چنانچہ دونوں لشکر شکست کھا کر بھاگ نکلے۔

پھر حاکم ماردین حسام الدین یولق سلطان نور الدین کے پاس گیا اور اس سے ملاقات کر کے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر اپنے قلعہ کی جانب واپسی اختیار کی۔

نور الدین دنیسر کے پاس قیام پذیر تھا پھر وہ وہاں سے حوران جانے کے ارادہ سے روانہ ہو گیا۔

المنصور

یولق ارسلان کا جب انتقال ہو گیا تو لولو الخادم نے اس کے بعد اس کے چھوٹے بھائی ناصر الدین ارتق ارسلان بن قطب الدین ابوالغازی کو حاکم متعین کیا۔ مورخ ابن الاثیر نے اس کا سن وفات بھی نہیں لکھا۔ وہ بھی البتش کی نگرانی میں ۶۰۱ھ تک کام کرتا رہا۔ آخر کار ارتق اس کی نگرانی سے تنگ آ گیا۔ جب البتش ۶۰۱ھ میں بیمار ہوا تو ارتق اس کی عیادت کے لیے آیا۔ اس وقت اس نے اس کے خادم لولو کو اس کے گھر کے کسی حصے کے اندر قتل کر دیا۔ اس کے بعد البتش کو بھی اس کے بستر مرض پر قتل کر دیا۔ پھر وہ ماردین کا خود مختار بادشاہ بن گیا اور المنصور کا لقب اختیار کیا' اس کا ۶۳۲ھ میں انتقال ہو گیا۔

ماردین کے حکمران

پھر اس کا بیٹا سعید نجم الدین غازی بن ارتق حاکم مامور ہوا وہ ۶۵۸ھ میں وفات پا گیا۔

پھر اس کا بھائی مظفر قرا ارسلان بن ارتق حکمران ہوا۔ اس نے ایک سال یا اس سے کم عرصے تک حکومت کی۔ اس کے بعد اس کے بھائی منصور نجم الدین غازی بن قرا ارسلان کو حکومت ملی۔ وہ چون برس تک حکومت کرتا رہا اور ۷۱۲ھ میں وفات پا گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا المنصور احمد حاکم بنا۔ اس نے تین برس تک حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا الصالح محمود صرف چار مہینے تک حکمران رہا یہاں تک کہ اس کے بیٹا المظفر فخر الدین داؤد المنصور نے اسے تخت سے اتار دیا (اور خود حکومت کرنے لگا) اس کا ۷۷۸ھ میں انتقال ہو گیا۔

پھر اس کا بیٹا مجد الدین عیسیٰ ماردین کا حکمران بنا اور ابھی تک وہی ماردین کا حکمران ہے۔

بارہواں سلطان

ہلاکو خان بن تلو خان بن چنگیز خان شہر بغداد اور اس سے متعلقہ علاقوں کا حاکم بنا تو مظفر قرا ارسلان (حاکم ماردین) نے اس کی اطاعت

قبول کی اور اپنی عملداری میں اس کے نام کا خطبہ (مساجد میں) پڑھوایا۔ اس کے جانشین بھی ہلاکو خان کی اولاد کی اطاعت کرتے رہے۔ پھر جب بغداد میں تاتاری بادشاہوں کا آخری بادشاہ ہلاک ہوا جس کا نام ابو سعید بن خربھر ہے تو سلاطین ماردین نے تاتاریوں کا نام خطبہ سے خارج کر دیا اور ان کا بادشاہ احمد المنصور بالکل خود مختار ہو گیا۔ وہ ابوالغازی بانی سلطنت کے بعد ماردین کا بارھواں سلطان ہے۔

حکام قلعہ کیفا

سقمان کے بعد اس کا بیٹا ابراہیم بن سقمان قلعہ کیفا کا حاکم بنا اس کے بعد داؤد بن سقمان حاکم ہوا۔ اس کی تاریخ وفات کے بارے میں ہمیں علم نہیں ہے۔

پھر نور الدین محمد ولی عہد ہونے کے باعث کیفا کا حاکم مامور ہوا۔ اس کے اور سلطان غازی صلاح الدین کے مابین تعاون و اتحاد تھا اس نے سلطان صلاح الدین کو موصل کی جنگ میں فوجی کمک مہیا کی۔ اس کی شرط یہ تھی کہ سلطان صلاح الدین آمد کی لڑائی میں اس کی مدد کرے لہٰذا صلاح الدین نے اس جنگ میں اس کی مدد کی اور ۵۶۹ھ میں اس کے حاکم ابن سنان کا محاصرہ کیا۔ اس کے بعد یہ شہر نور الدین محمد حاکم ماردین کی عملداری میں شامل ہو گیا۔

۵۸۱ھ میں نور الدین محمد کا انتقال ہوا۔ اس کے دو بیٹے تھے چنانچہ اس کا بڑا بیٹا قطب الدین سقمان بادشاہ ہوا۔ اس کی سلطنت کا انتظام اس کے والد کے وزیر عوام ابن اسحاق الاسعد کے حوالہ ہوا۔ اس سے پہلے نور الدین محمد کا بھائی عماد الدین حکومت کا دعوے دار تھا لیکن وہ اس وقت فوج لے کر موصل کے محاصرہ میں سلطان صلاح الدین کی مدد کے لیے گیا ہوا تھا۔ جب اسے اپنے بھائی کے انتقال کی اطلاع ملی تو وہ یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کے بھائی نور الدین کی اولاد کم سن ہے' شہر پر قبضہ کرنے کے لیے دوڑا لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔ چنانچہ اس نے خرت برت کے مقام پر حملہ کیا اور اس پر قبضہ کر کے اس کا حاکم بن گیا پھر یہ حکومت وراثت میں اس کے بیٹوں کو مل گئی۔

قطب الدین سقمان کا انتقال

سلطان صلاح الدین جب موصل کی جنگ سے فارغ ہوا تو قطب الدین سقمان (حاکم کیفا) نے اس سے ملاقات کی۔ سلطان صلاح الدین نے قلعہ کیفا میں اسے اس کے والد کی حکومت پر قائم رکھا اور آمد کے شہر پر بھی اس کا قبضہ قائم رکھا جو اس نے اس کے والد کو فتح کر کے دے دیا تھا لیکن یہ شرط رکھی کہ اس کے معاملات سے وہ سلطان صلاح الدین کو آگاہ کیا کرے اور اس کے احکام کی تعمیل کرے' اس نے اس کے بیٹے قرا ارسلان کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو جس کا نام صلاح الدین تھا' وہاں کا حاکم مامور کیا۔ اور اس نے وہاں کی سلطنت کے انتظامات اپنے ہاتھ میں لے لیے۔ اس طرح قطب الدین سقمان قلعہ کیفا اور آمد اور اس کے مضافات کا حکمران رہا تا آنکہ اس کا ۵۹۷ھ میں انتقال ہو گیا۔ اس کی موت قلعہ کیفا کے محل کے اوپر سے گرنے کے باعث ہوئی تھی۔

اس کے بعد اس کا بھائی محمود حاکم بننے کا امیدوار تھا لیکن اس کا بھائی قطب الدین سقمان اس سے انتہائی نفرت کرتا تھا اس لیے اس نے اس کو اپنی آخری عملداری قلعہ منصور کی جانب بھیج دیا تھا اور اس کے بجائے اپنے ایک غلام جس کا نام ایاس تھا انتخاب کر کے اس کا نکاح اپنی بہن کے ساتھ کر دیا اور اسے اپنا ولی عہد نامزد کیا۔

شہر پر قبضہ

چنانچہ جب قطب الدین سقمان کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد اس کا غلام ایاس مسند حکومت پر بیٹھا۔ اس وقت کچھ ارکان سلطنت خفیہ طور پر محمود کے پاس چلے گئے وہ فوج لے کر آمد پہنچا' اس سے پہلے آمد کے دفاع کے لیے ایاس پہنچ چکا تھا لیکن وہ مقابلہ نہیں کر سکا۔ محمود نے آمد پر قبضہ کر لیا اور وہ سارے شہر پر قابض ہو گیا۔ اس نے ایاس کو قید میں ڈال دیا یہاں تک کہ اس نے شاہ روم کی سفارش سے اسے رہا کیا اور وہ روم چلا گیا اور وہاں کے امراء میں شمولیت اختیار کر لی۔

محمود کا انتقال

چنانچہ کیفا' آمد اور ان کے دیہات کا حکمران محمود بن گیا تو اس نے اپنا لقب ناصر الدین رکھا۔ وہ ظالم اور بدکردار تھا نیز وہ فلسفیانہ علوم

ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس کا انتقال ۶۱۹ھ میں ہوا۔ اس کے بعد مسعود حکمران بنا۔

مسعود پر چڑھائی

سلطان افضل بن عادل اور مسعود کے مابین ناراضگی ہو گئی اور جنگ چھڑ گئی تو اس نے اس کے برخلاف اپنے بھائی الکامل سے فوجی امداد طلب کی اور وہ مصر سے فوجیں لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ کرک کا حاکم داؤد اور حماۃ کا حاکم مظفر بھی تھا۔ انہوں نے آمد کے مقام پہ اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار وہ نکل کر کامل کے پاس آیا تو اس نے اس کو قید کر لیا۔ وہ الکامل کے انتقال تک اس کی قید میں رہا۔ اس کے بعد وہ تاتاریوں کے پاس چلا گیا۔ وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔

حکام قلعہ خرت برت

خرت برت کا علاقہ عماد الدین بن قرا ارسلان نے اپنے بھائی نور الدین کے بیٹے قطب الدین سقمان سے چھین لیا تھا۔ یہ علاقہ اسی کے قبضہ میں رہا تا آنکہ اس کا ۶۰۱ھ میں انتقال ہو گیا۔ اس نے وہاں بیس برس تک حکمرانی کی۔

پھر اس کا بیٹا نظام الدین حاکم ہوا۔ اس کی اپنے چچا زاد بھائی ناصر الدین محمود حاکم آمد و کیفا سے دشمنی تھی۔ اس لیے ناصر الدین نے سلطان عادل بن ایوب کی اطاعت قبول کر لی تھی اور اس کے بیٹے اشرف کے ساتھ موصل کے محاصرہ میں بھی شریک ہوا تھا تاکہ اس کے بعد فوج لے کر خرت برت روانہ ہوا اور اس علاقہ پر قبضہ کر کے اس کے حوالے کر دے۔

اس صورت حال میں نظام الدین ابوبکر نے غیاث الدین قلیج ارسلان حاکم روم سے فوجی امداد مانگی۔

سلطان بنو سقمان کا خاتمہ

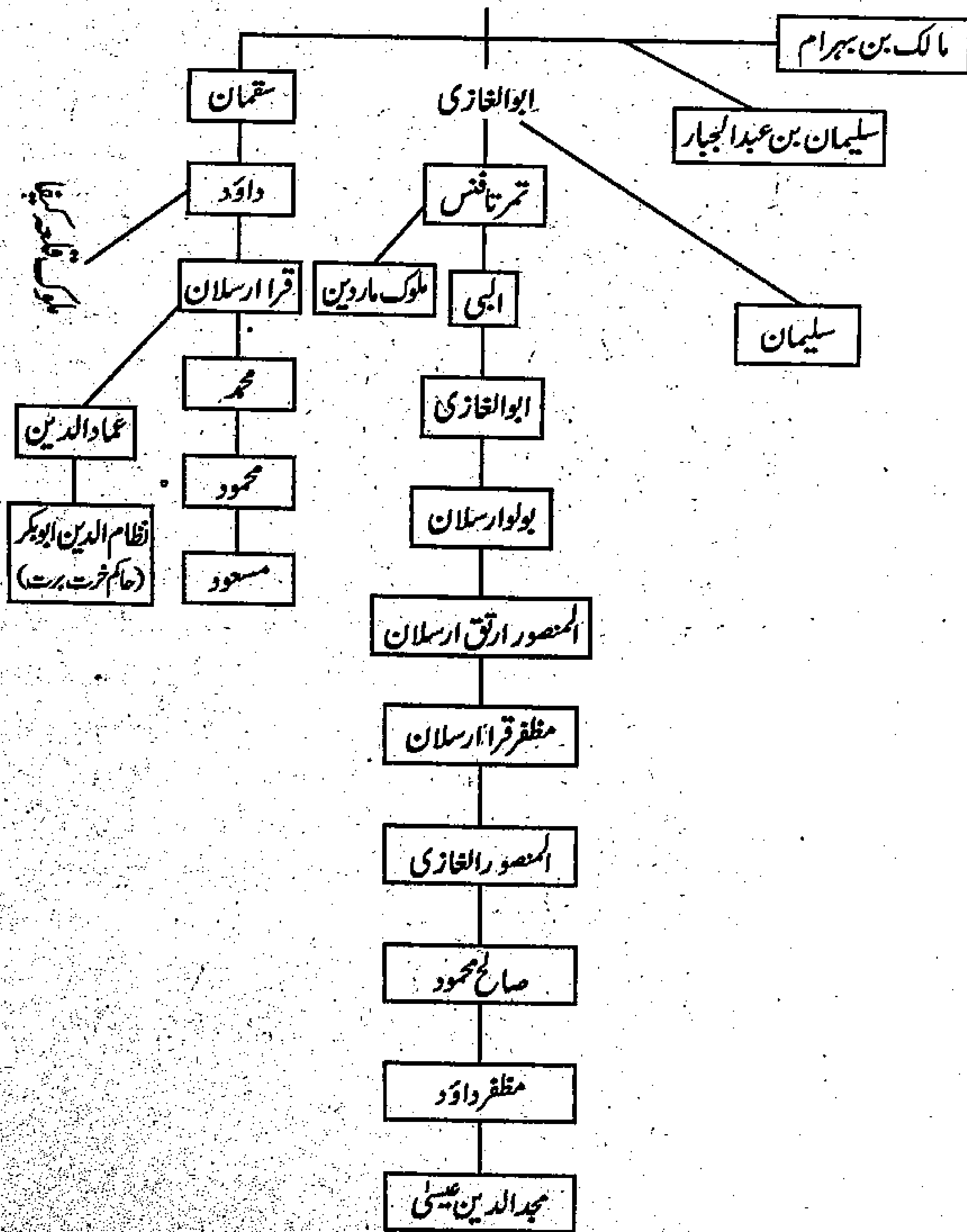
اشرف اور محمود ماہ شعبان ۶۳۱ھ میں فوجیں لے کر روانہ ہوا اور انہوں نے خرت برت کا محاصرہ کر لیا اور اس کے بیرونی علاقے کو فتح کر لیا۔ ان کے مقابلہ کے لیے رومی علاقہ کے حاکم غیاث الدین نے نظام الدین کی مدد کے لیے سمیساط کے حاکم افضل بن صلاح الدین کی کمان میں فوجیں روانہ کیں۔ جب یہ لشکر ملطیہ کے مقام پر پہنچا تو اشرف اور محمود خرت برت سے نکل کر نظام الدین کے صحرائی قلعوں کی جانب بحیرہ سہنین کے نزدیک پہنچے اور ماہ ذوالحجہ ۶۳۱ھ میں ان پر قبضہ کر لیا۔

پھر جب افضل، سلطان غیاث الدین کے لشکر کو لے کر وہاں پہنچا تو اشرف بحیرہ سے واپس آ گیا۔ اس وقت نظام الدین بھی لشکر کو لے کر قلعہ کی جانب پہنچا لیکن فتح کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ وہ قلعہ آمد کے نزدیک ہی موجود رہا۔

اس کے بعد رومی علاقہ کے بادشاہ کیقباد نے خرت برت کا قلعہ اس خاندان سے چھین لیا اور اس طرح اس علاقہ سے بنو سقمان کی حکومت ختم ہو گئی۔

خاندان بنو ارتق کا شجرہ

ارتق بن اکسک، مولی سلطان ملک شاہ سلجوقی



باب ۶

سلطنت زنگی الجزیرہ و شام

آقسنقر زنگی خاندان کا بانی تھا جو کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کا آزاد کردہ غلام تھا۔ یہ قسیم الدولہ کے لقب سے مشہور تھا۔
۴۷۷ھ میں سلطان ملک شاہ نے وزیر فخر الدولہ بن جہیر کو دیار بکر کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا تھا تاکہ وہ اس علاقہ کو ابن مروان کے قبضہ سے آزاد کرائے۔ اس پر ابن مروان نے موصل کے حاکم شرف الدولہ مسلم بن عقیل سے فوجی امداد طلب کی لیکن شاہی لشکر نے اسے شکست دی اور وہ آمد میں محصور ہو کر رہ گیا۔
پھر سلطان نے عمید الدولہ بن فخر الدولہ بن جہیر کو شرف الدولہ کے خلاف فوج دے کر روانہ کیا۔ وہ اسے رحبہ کے مقام پر ملا اور سلطان کے لیے تحائف پیش کیے تو سلطان اس سے خوش ہو گیا اور اسے اس کے شہر موصل کی جانب روانہ کر دیا۔ اس کے بعد بنو جہیر نے دیار بکر پر قبضہ کر لیا جیسا کہ بنو مروان کی سلطنت کے احوال میں بیان کیا جا چکا ہے۔

اہل حلب کی خود مختاری

صالح بن مرداس الکلابی کے بیٹوں کی حکومت جب حلب سے ختم ہو گئی تو اہل حلب خود مختار ہو گئے۔ اس وقت اس کی حکومت کے یہ تین حکام دعوے دار تھے۔
۱۔ شرف الدولہ مسلم بن قریش۔ ۲۔ سلیمان بن قطلمش حاکم بلاد روم۔ ۳۔ تتش ابن سلطان الپ ارسلان۔
مسلم بن قریش کو سلیمان بن قطلمش نے قتل کر دیا اس کے بعد سلیمان بن قطلمش کو تتش نے قتل کر کے حلب پر قبضہ کر لیا لیکن اس کے قلعہ پر قبضہ نہ کر سکا چنانچہ وہ اس کا محاصرہ کرتا رہا۔

آقسنقر کی تقرری

سلطان ملک کو اہل حلب نے پیغام بھجوایا اور اس سے درخواست کی کہ وہ حلب کی حکومت سنبھال لے۔ چنانچہ سلطان خود ۴۷۹ھ میں وہاں پہنچا اس وقت تتش نے قلعہ کا محاصرہ ترک کر کے جنگل کا رخ کیا اور سلطان نے حلب کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر قسیم الدولہ آقسنقر کو حلب کا حاکم مامور کیا۔ اس کے بعد اس نے عراق واپسی اختیار کی۔
حلب کو آقسنقر نے آباد کیا اور اس کے لیے فائدہ مند کام انجام دیے۔ سلطان ملک شاہ نے اپنے بھائی تتش کو ہدایت کی کہ وہ آقسنقر کے ہمراہ جا کر فاطمی خلفاء کے مصر و شام کے مقبوضات کو فتح کرنے میں مدد کرے۔ چنانچہ آقسنقر نے اس کا ساتھ دیتے ہوئے بہت سے علاقے فتح کیے۔ اس سے قبل ۴۸۰ھ میں اس نے شیرز کے مقام پر بنو منقذ کے خلاف چڑھائی کی تھی اور اس کا محاصرہ کر کے انہیں بہت تنگ کیا تھا اور آخر میں ان سے صلح کر کے واپس آ گیا تھا۔ آقسنقر سلطان ملک شاہ کے انتقال تک یعنی ۴۸۵ھ تک حلب پر حکومت کرتا رہا۔

تتش کی حکومت

سلطان ملک شاہ کے انتقال کے بعد اس کی اولاد میں اختلاف پیدا ہوا۔ اس کا بھائی تتش ۴۷۱ھ سے شام کا حکمران ہو گیا تھا۔ جب اس کا بھائی ملک شاہ انتقال کر گیا تو تتش نے تمام سلجوقی سلطنت کا بادشاہ بننے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لیے اس نے فوجیں اکٹھی کیں اور شام

کے تمام امراء کو اپنا مطیع بنانے کے لیے اس نے دورہ کیا۔ وہ جب حلب گیا تو قسیم الدولہ آقسنقر نے اس کی اطاعت قبول کی اور انطاکیہ کا حاکم باغیسیان اور رہا و حران کا حاکم قیران بھی اس کی اطاعت پر اس وقت آمادہ ہوئے جب تک سلطان ملک شاہ کی اولاد کے حالات انجام تک نہ پہنچ جائیں۔

تتش کے ہمراہ یہ امراء رحبہ گئے۔ اس نے اسے فتح کر کے وہاں اپنے نام کا خطبہ (مساجد) میں پڑھوایا۔ اس کے بعد وہ نصیبین کو فتح کر کے موصل پہنچا اور اس کے حاکم ابراہیم بن قریش بن بدران کو شکست دی۔ اس کو شکست دینے کا سہرا آقسنقر کے سر پر تھا۔ اس نے قریش بن ابراہیم کو قتل کر کے اس سے موصل کا علاقہ چھین لیا اور سلطان نے اس کے پھوپھی زاد بھائی علی بن مسلم بن قریش کو وہاں کی حکومت پر مامور کیا۔

اس کے بعد وہ دیار بکر گیا اور اسے بھی فتح کر لیا۔ پھر وہ آذربائیجان کی طرف روانہ ہوا۔

دوسری طرف سلطان ملک شاہ کا بیٹا برکیاروق' رے' ہمدان اور اس کے نزدیکی شہروں پر قابض ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ ان کے دفاع کے لیے روانہ ہوا۔

آقسنقر اور حاکم رہا' بوزان برکیاروق کے طرفدار ہو گئے جو ان کے آقا کا بیٹا تھا اور وہ اس کی فوج میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے سلطان تتش سے علیحدگی اختیار کر لی۔

آقسنقر کا انجام

تتش اس بات سے بہت ناراض ہوا چنانچہ جب وہ شام واپس آیا تو وہ فوجیں اکٹھی کر کے ۴۸۸ھ میں قسیم الدولہ آقسنقر سے جنگ کرنے کے لیے حلب پر چڑھ دوڑا۔ سلطان برکیاروق نے آقسنقر کی مدد کے لیے کربوقا کو فوج دے کر روانہ کیا اور وہ مقابلہ کے لیے نکلے۔ فریقین نے حلب سے تقریباً" تیس کلومیٹر کے فاصلے پر جنگ شروع کی۔ اس وقت آقسنقر کی کچھ فوجیں تتش کے لشکر میں چلی گئیں جس سے آقسنقر کی صفوں میں خلل واقع ہوا اور اسے شکست ہو گئی۔ شکست کے بعد آقسنقر کو قیدی بنا کر تتش کے پاس لایا گیا تو اس نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

بوزان اور کربوقا حلب کے شہر کے اندر چلے گئے۔ تتش نے ان کا تعاقب کیا اور محاصرہ کر کے شہر کو فتح کر لیا اور ان دونوں سپہ سالاروں کو قیدی بنا لیا جیسا کہ اس کی سلطنت کے حالات میں تحریر کیا جا چکا ہے۔

زنگی بن آقسنقر

قسیم الدولہ آقسنقر سمجھدار سیاستدان اور انصاف پسند حاکم تھا اس کے علاقہ میں امن و امان رہا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کا بیٹا سلجوقی سلطنت کے زیر سایہ پرورش پاتا رہا۔ زنگی اس کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ وہ محبت اور احترام کے ساتھ پروان چڑھتا رہا۔

سلطان برکیاروق اور اس کے بھائی محمد کی خانہ جنگی کے زمانے میں جب سلطان برکیاروق کی جانب سے کربوقا موصل کا حاکم ہوا تو زنگی اس کے پاس تھا کیونکہ وہ اس کے باپ کا دوست تھا کربوقا اپنی حکمرانی کے دور میں شہر آمد کا محاصرہ کرنے گیا تھا اس وقت آمد کا ایک ترکمانی امیر تھا اور اسے سقمان بن ارتق نے فوجی امداد دی تھی۔ اس زمانے میں زنگی بن آقسنقر بچہ تھا' تاہم وہ اس کے لشکر میں شامل تھا اور اس کے باپ کے ساتھیوں کی ایک بڑی جماعت بھی اس میں شامل تھی اور اس جنگ میں زنگی نے بھی شمولیت اختیار کی تھی۔

سقمان کی شکست

سلطان کو اس جنگ میں شکست ہوئی تھی اور کربوقا کو فتح ہوئی تھی اسی جنگ میں ابن یاقوتی ابن ارتق گرفتار ہو گیا تھا اور کربوقا نے اسے ماردین کے قلعہ میں قید کر دیا تھا اور یہی واقعہ ماردین میں بنو ارتق کی حکومت کا ذریعہ بنا۔

موصل کے حکام

اس کے بعد موصل کے حکام کی تبدیلی ہوتی رہی۔ چنانچہ کربوقا کے بعد جکرمش حاکم بنا اور اس کے بعد جاولی سکاوو اور ان کے بعد

مودود بن اتیکین نے حکومت کی اور اس کے بعد آقسنقر برستی موصل کا حاکم مامور ہوا جیسا کہ سلجوقی سلطنت کے حالات میں بتایا جا چکا ہے کہ اسے سلطان محمد بن ملک شاہ نے ۵۰۸ھ میں حاکم مامور کیا تھا اور اس کے ساتھ اپنے بیٹے مسعود کو بھیجا تھا اور وہاں کے تمام امراء کو یہ تحریر کیا تھا کہ وہ اس کی قیادت میں فرنگیوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے اس کی اطاعت کریں اور ان میں سے عماد الدین زنگی بھی تھا جو اس کے مخصوص ساتھیوں میں شمار ہوتا تھا۔

۵۱۱ھ میں جب سلطان محمود اپنے والد محمد کے بعد تخت پر بیٹھا تو اس کا بھائی مسعود موصل میں تھا اور اس کا اتابک جیوس بک بھی وہیں تھا چنانچہ برستی کو موصل سے بلوا کر بغداد کا کوتوال مقرر کر دیا گیا تھا۔

دبیس کی سرکشی

دبیس بن صدقہ جو کہ حلہ کا حاکم تھا اس نے خلیفہ مسترشد اور سلطان محمود کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو برستی نے فوج جمع کر کے حلہ کا رخ کیا۔ دبیس نے سلطان مسعود اور اس کے اتابک جیوس بک کے ساتھ موصل خط و کتابت کی اور ان دونوں کو بغداد جانے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے سلطان مسعود کے ہمراہ اس کے وزیر فخر الملک، طرابلس کا حاکم ابو علی بن عمار، زنگی بن قسیم الدولہ، آقسنقر اور جزیرہ کے امراء کی ایک جماعت روانہ ہوئی۔ جب وہ بغداد پہنچے تو برستی نے ان کے ساتھ صلح کی اور ان کے ساتھ آیا۔

سلطان محمود کی کامیابی

سلطان مسعود بغداد پہنچ گیا۔ منکبرس بھی بغداد پہنچا اس کے پاس دبیس بن صدقہ آیا اور ان دونوں کے مابین بغداد کے نزدیک جنگ ہوئی جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے۔

منکبرس بغداد میں ٹھہرا۔ اس نے سلطان محمود کی اپنے بھائی مسعود کے ساتھ خانہ جنگی میں (مصالحت کے لیے) اعلیٰ خدمات انجام دیں سلطان اپنے بھائی مسعود پر غالب آ گیا اور اسے اپنے پاس رکھا اور موصل سے اس نے اتابک جیوس بک کو بلوا لیا۔

آغاز حکومت زنگی

برستی ۵۱۵ھ میں وہاں بھیجا گیا تو زنگی کو اس کے ساتھ سابقہ خصوصیت حاصل ہو گئی۔ سلطان محمود سلجوقی نے برستی کو موصل کی حکومت کے علاوہ بغداد کا کوتوال مقرر کیا اور ۵۱۶ھ میں موصل کے ساتھ واسط کی حکومت پر بھی اسے مامور کر دیا۔ اس نے وہاں کا حاکم زنگی کو بنایا یوں زنگی نے دونوں علاقوں میں اپنا اچھا اثر و رسوخ بنا لیا۔

خلیفہ مسترشد اور دبیس بن صدقہ کے مابین جب جنگ کا آغاز ہوا تو خلیفہ مسترشد بغداد سے اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا موصل سے برستی اور عماد الدین زنگی بھی آئے۔ دبیس کو شکست ہوئی اور عماد الدین نے اس موقع پر بہادری کے جوہر دکھائے۔[1] اس کے بعد دبیس بصرہ گیا اور بنو عقیل کی باقی ماندہ فوج کو جمع کیا۔ انہوں نے بصرہ جا کر اس شہر کو لوٹ لیا اور اس کے حاکم کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

عماد الدین زنگی کو اس نے بصرہ پر مامور کیا تو اس نے اس کا اچھی طرح سے دفاع کیا اور مضافات کے عربوں کو مغلوب کیا اور باغی عربوں نے وہاں سے راہ فرار اختیار کی۔

بغداد کے عہدہ سے برستی کو ۵۱۸ھ میں برطرف کر دیا گیا اور وہ موصل واپس آ گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے عماد الدین زنگی کو بصرہ سے بلوایا تو وہ اس بات سے پریشان ہوا اور کہنے لگا۔ "موصل کے لیے ہر روز نیا ہوتا ہے اور وہ ہمیں مدد کے لیے بلواتا ہے؟"

پھر وہ سلطان کے پاس گیا تاکہ وہ اسے اپنے ملازمین میں شامل کر لے۔ زنگی سلطان کے پاس اصفہان کے مقام پر پہنچا تو اس نے اپنی طرف سے اسے بصرہ کا حاکم متعین کیا اور وہاں اسے جاگیر عطا کی۔

---

[1] اصل نسخہ میں یہاں بیاض (خالی جگہ) ہے۔ ابن اثیر کی تاریخ الکامل کی عبارت کے مطابق یوں عبارت مکمل ہوتی ہے: "عماد الدین نے اس موقع پر بہادری کے کارنامے انجام دیے۔" (ملاحظہ ہو تاریخ الکامل ابن الاثیر ج ۸ ص ۳۱۰-۳۱۱) مترجم

برستی کا انجام

۵۱۸ھ میں برستی نے حلب شہر پر قبضہ کر لیا اس کے بعد ۵۱۹ھ میں وہ قتل ہو گیا۔ اس کا بیٹا عز الدین مسعود حلب میں تھا۔ اس لیے یہ خبر سن کر جلد موصل پہنچا اور وہاں کی حکومت سنبھالی۔

صلح کا پیغام

دوسری طرف سلطان محمود سلجوقی اور خلیفہ مسترشد کے مابین ناراضگی ہو گئی تو خلیفہ نے خادم عفیف کو واسط بھیجا تاکہ وہاں سے سلطان محمود کے نائب کو آگے بڑھنے سے روک دے۔ یہ سن کر عماد الدین زنگی بصرہ سے اس کے مقابلہ کے لیے گیا اور اس کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد اسے شکست دی۔ عفیف خلیفہ مسترشد کے پاس واپس آ گیا۔[1]

عماد الدین زنگی نے واسط میں قیام کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ کشتیوں میں فوج کو سوار کرا کر دریائی راستے سے اور خشکی کے راستے سے بھی (بغداد) فوجوں کو لے کر پہنچے۔ چنانچہ زنگی نے بصرہ سے کشتیاں جمع کیں اور انہیں مسلح افواج سے بھر دیا۔ اس کے بعد وہ خشکی کے راستے سے سلطان کے پاس آیا۔ تمام فوجیں مسلح تھیں۔ یہ بڑا خوفناک منظر تھا۔ اسے دیکھ کر خلیفہ مسترشد گھبرا گیا اور صلح کا پیغام بھیجا۔

کوتوال کا عہدہ

عماد الدین زنگی نے چونکہ بصرہ اور واسط کے حاکم کی حیثیت سے انتہائی اعلیٰ انتظامی صلاحیت اور دور اندیشی کا ثبوت دیا تھا اور بغداد میں اس نے اچھا فوجی مظاہرہ کیا تھا اس لیے سلطان محمود نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد ۵۲۱ھ میں عماد الدین زنگی کو بغداد اور عراق کا کوتوال مامور کر دیا۔ سلطان کا خیال تھا کہ عماد الدین زنگی خلیفہ کے کام انتہاء خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے سکے گا چنانچہ اس کے بعد سلطان نے اپنے پائے تخت اصفہان کی طرف روانگی اختیار کی۔

فوج کی بد نظمی

برستی کو جب فرقہ باطنیہ کے لوگوں نے مار دیا تو اس وقت اس کا بیٹا عز الدین مسعود حلب میں اس کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ چنانچہ وہ جلد موصل پہنچا اور وہاں کا انتظام حکومت اس نے سنبھال لیا۔ اس کے بعد اس نے سلطان محمود سے تقرر کی منظور حاصل کی تو اس نے اس کے باپ کی جگہ پر مامور کر دیا۔

وہ انتہائی دلیر اور بہادر انسان تھا اس لیے اس نے شام کو بھی فتح کرنے کا اردہ کیا تھا اور اس مقصد کے لیے وہ رحبہ پہنچا اور وہاں کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قلعہ نے اس سے پناہ طلب کی لیکن اس دوران وہ بیمار ہو گیا اور اس کی یہ بیماری جان لیوا ثابت ہوئی اور اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کے انتقال کی خبر سنتے ہی فوج میں بد نظمی پیدا ہوئی اور وہ ایک دوسرے کو لوٹنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ اس کی لاش کو دفن کرنے کی جانب بھی متوجہ نہ ہو سکے۔ آخر جاولی نے جو اس کے باپ کا آزاد کردہ غلام تھا اور فوج کا افسر تھا اس کی جگہ اس کے چھوٹے بھائی کو حاکم مامور کیا۔ اس کے بعد اس نے اس کے تقرر کے بارے میں سلطان کو لکھا اور اس مقصد کے لیے حاجب صلاح الدین محمد یاغیسیانی اور قاضی ابوالحسن علی ابن القاسم شہرزوری کو روانہ کیا۔

حاجب صلاح الدین نے اپنے سدھی جقری سے اس بارے میں رائے طلب کی۔ جقری عماد الدین زنگی کا حمایتی تھا۔ اس لیے اس نے صلاح الدین حاجب کو (جاولی) کے انجام سے ڈرایا اور قاضی اور اسے مشورہ دیا کہ وہ دونوں عماد الدین زنگی کو بھیجنے کا مشورہ دیں اور (ان

1۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں واقعات کی تفصیل میں کچھ عبارت حذف ہوئی ہے۔ تاریخ الکامل میں ہے: "خلیفہ نے مغربی جانب قیام کیا اس نے عفیف خادم کو جو خواص میں سے تھا لشکر دے کر واسط بھیجا تاکہ وہاں سے سلطان کے نائب کو (پیش قدمی) سے روکے سلطان نے اس کے مقابلہ کے لیے عماد الدین زنگی کو بھیجا جو اس وقت بصرہ میں تھا اور برستی سے الگ ہو کر سلطان کی ملازمت میں تھا جب عفیف کا لشکر مغربی کنارے پر تھا عماد الدین نے اسے جنگ کے خطرات سے آگاہ کیا اور واپس جانے کا مشورہ دیا مگر اس نے انکار کیا تو عماد الدین دریا عبور کر کے جنگ کرنے کے لیے پہنچا۔ جنگ میں عفیف کے لشکر کو شکست ہوئی اور اس کے بہت فوجی مارے گئے جو بچے وہ قید کر لیے گئے۔ زنگی نے عفیف سے تغافل اختیار کیا اور باہمی محبت کی وجہ سے اسے بھاگنے کا موقع دیا۔" (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۸ ص ۳۲۱)۔ مترجم

خدمات کے صلہ میں) اس نے جاگیریں اور حکومت کے عہدہ دلوانے کا کہا۔

وفد کی ملاقات

پھر قاضی اور حاجب دونوں وزیر شرف الدین انوشیرواں بن خالد کے پاس پہنچے اور وزیر موصوف کو الجزیرہ اور شام کے حالات کے بارے میں بھی بتایا اور یہ بھی بتایا کہ فرنگی صلیب پرست ان علاقوں کے اکثر حصوں پر یعنی ماردین سے العریش تک قابض ہو چکے ہیں اس لیے موصل کو ایسے حکام کی ضرورت ہے جو ان فرنگیوں کے بڑھتے ہوئے طوفان کو روک سکے۔ برستی کے جس بیٹے کو حاکم متعین کیا گیا ہے وہ کم سن ہے، وہ فرنگیوں کے بڑھتے ہوئے طوفان کو روکنے کے قابل نہیں ہے اور نہ وہ اپنے علاقے کی حفاظت کر سکتا ہے۔" اس کے بعد اس وفد نے وزیر مذکور سے گفتگو کرتے ہوئے آخر میں کہا۔

"آپ کو ہم نے تمام حالات سے مطلع کر دیا ہے اس لیے ہم بری الذمہ ہیں"

زنگی کا استقبال

ان دونوں کی گفتگو وزیر نے سلطان تک پہنچائی، سلطان نے ان دونوں کا شکریہ ادا کیا اور موصل کے ان دونوں معزز افراد کو بلوایا اور ان سے مشورہ لیا کہ موصل کا حاکم بننے کے لائق کون ہو سکتا ہے؟ ان دونوں نے چند لوگوں کے نام لیے جن میں عماد الدین زنگی بھی شامل تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے زنگی کی حمایت کے لئے مال و دولت کا نذرانہ بھی سلطان کے خزانے کے لیے پیش خدمت کیا۔

ان کے مشورہ کو سلطان نے قبول کیا کیونکہ وہ زنگی کی انتظامی صلاحیت سے آگاہ تھا چنانچہ اس نے موصل کے تمام صوبہ پر زنگی کو حاکم مامور کیا اور اس بارے میں اس نے تحریری فرمان بھی لکھا اور زبانی بھی اسے حاکم بننے کا حکم دیا۔

چنانچہ سلطان عماد الدین اپنے علاقے کی جانب روانہ ہوا راستے میں اس نے فوارع پر قبضہ کیا۔ پھر موصل جا پہنچا۔ جاولی اور اس کے لشکر نے باہر نکل کر اس کا خیر مقدم کیا۔ ماہ رمضان ۵۲۱ھ میں عماد الدین زنگی موصل پہنچا تھا۔ اس نے جاولی کو رحبہ کا حاکم مقرر کر کے بھیجا قلعہ کا حاکم نصیر الدین جقری کو مامور کی۔ صلاح الدین باغیسیانی کو اپنا حاجب متعین کیا اور تمام صوبہ کا قاضی القضاۃ بہاؤ الدین شہر زوری کو مقرر کیا اور اس کی جاگیر میں بھی اضافہ کیا۔ قاضی موصول کے مشورہ کے بغیر کوئی کام بھی زنگی نہیں کرتا تھا۔

زنگی کی پیش قدمی

پھر زنگی نے فوج لے کر جزیرہ ابن عمر کی جانب پیش قدمی کی، وہاں برستی کے آزاد کردہ غلام حکومت کر رہے تھے، انہوں نے اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا تو زنگی نے ان کا محاصرہ کر لیا اس کی فوجوں اور اس شہر کے درمیان دریائے دجلہ حائل تھا اس لیے اس نے دریائے دجلہ کو عبور کر کے اس کے آگے کے وسیع میدان میں ان سے جنگ کی۔ جب شہر والوں کو شکست ہوئی اور وہ فصیل میں قلعہ بند ہو گئے، اس کے بعد انہوں نے پناہ طلب کی تو زنگی نے شہر میں داخل ہو کر اسے فتح کر لیا۔

مزید فتوحات

وہاں سے نصیبین کو فتح کرنے کے لیے زنگی نے روانگی اختیار کی۔ یہ شہر حسام الدین تمرتاش بن ابو الغازی حاکم ماردین کے زیر اقتدار تھا۔ اس نے قلعہ کیفا کے حاکم اور اپنے چچا زاد بھائی رکن الدولہ داؤد بن سقمان سے فوجی امداد مانگی لہٰذا اس نے امداد بھیجنے کا وعدہ کیا۔ (اور اس کے وعدے کے مطابق) حسام الدین نے اہل نصیبین کو یہ پیغام بھیجا کہ "وہ بیس روز تک ثابت قدمی سے ڈٹے رہیں۔" چونکہ یہ پیغام شہر والوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا اس لیے یہ پیغام زنگی کی فوجوں کے ہاتھ لگ گیا۔ چنانچہ انہوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد زنگی سنجار گیا۔ وہاں کے لوگوں نے پہلے مقابلہ کیا۔ پھر انہوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور اس پر قبضہ کر لیا گیا۔ وہاں سے زنگی نے ایک لشکر خابور کی جانب بھیجا۔ وہ بھی فتح ہو گیا اور اس کے تمام علاقے اس کے قبضہ میں آ گئے۔

اس کے بعد زنگی حران پہنچا اس کے نزدیک رہا، سروج اور البیرہ کے علاقے فرنگیوں کے قبضہ میں تھے اور ان کے باعث حران کے باشندے پریشان تھے اس لیے انہوں نے بہت جلد اس کی اطاعت قبول کر لی۔ پھر زنگی نے فرنگی حاکم جوسکین کو صلح کا پیغام بھیجا تاکہ وہ اس کی

جانب سے (حملہ کے خطرہ سے) مطمئن ہو جائے چنانچہ ان دونوں کے مابین مصالحت ہو گئی۔

فرمان کی نشانی

برسقی نے شہر حلب اور اس کے علاقے کو ۵۱۰ھ میں فتح کر لیا تھا۔ اور وہاں اپنا جانشین اپنے بیٹے مسعود کو بنایا تھا۔ جب فرقہ باطنیہ نے برسقی کو موصل میں موت کے گھاٹ اتار دیا تو اس کا بیٹا بہت جلد موصل پہنچا اور حلب پر اپنا جانشین امیر قربان کو مامور کیا۔ اس کے بعد اسے برطرف کر دیا اور اس کی بجائے امیر قطلغ ابہ کو حلب کا حاکم متعین کیا لیکن قربان نے یہ کہہ کر حکومت اس کے حوالے نہیں کی۔

"میرے اور امیر مسعود کے مابین (اصلی فرمان کو ثابت کرنے کے لیے) ایک نشانی ہوتی ہے جو اس فرمان میں موجود نہیں ہے۔"

قطلغ ابہ مسعود کے پاس گیا اس نے بتایا کہ وہ اس وقت الرحبہ کا......... [1] کر رہا تھا چنانچہ وہ جلدی سے حلب کی جانب لوٹ گیا۔ شہر والے مضال بن ربیع کی قیادت میں اس کے حمایتی ہو گئے۔ لہٰذا انہوں نے اسے شہر میں داخل کر کے اسے حاکم بنا لیا اور قربان کو قلعہ سے نکال کر اور ایک ہزار دینار دے کر اسے محفوظ مقام پر پہنچا دیا۔

قطلغ ابہ کا محاصرہ

۵۲۱ھ کی درمیانی مدت میں قطلغ ابہ نے قلعہ اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ لیکن حکومت حاصل کرنے کے بعد اس کی عادات خراب ہو گئیں اور اس نے بے انتہا ظلم و ستم شروع کر دیا۔ برے لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ اس لیے رعایا اس سے نفرت کرنے لگی اور اسی سال عید الفطر کے دن عوام نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ اور اس کی بجائے انہوں نے اپنے سابق حکمران بدر الدولہ سلیمان بن عبدالجبار بن ارتق کو اپنا حاکم مقرر کیا اور انہوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا جس میں قطلغ ابہ موجود تھا۔

فرنگیوں کی چڑھائی

مرانقہ کا حکمران حسن اور بنج کا حکمران حسان دونوں حاکموں کے مابین مصالحت کرانے کے لیے پہنچے لیکن صلح نہیں ہو سکی۔ اس کے بعد رہا "اڈیسا" کا فرنگی حاکم جو سکین لشکر لے کر حلب پہنچا تو اہل حلب نے مال و دولت دے کر اس کے ساتھ صلح کر لی اور وہ لوٹ گیا۔ اس کے بعد انطاکیہ کے حاکم نے چڑھائی کی اور شہر کا محاصرہ کر لیا اور اس سال کے ماہ ذوالقعدہ کے نصف تک فرنگی قلعہ کا بھی محاصرہ کیے رہے۔

دونوں حاکموں کی صلح

حران کے حاکم کے پاس جب عماد الدین زنگی پہنچا تو اس نے اپنے ساتھیوں میں سے دو امیروں کو سلطان کا یہ فرمان دے کر حلب روانہ کیا کہ موصل الجزیرہ اور شام زنگی کے حوالے کر دیا جائے۔ جب اہل حلب نے یہ فرمان سنا تو انہوں نے جلد اطاعت قبول کر لی اور ان دونوں امیروں میں سے ایک امیر حلب میں مقیم ہو گیا اور حلب کے دونوں حکام بدر الدولہ ابن عبدالجبار اور قطلغ ابہ عماد الدین زنگی کے پاس پہنچے۔ عماد الدین زنگی نے ان دونوں کے مابین صلح کرا دی اور وہ دونوں زنگی کے پاس مقیم ہو گئے۔ اس کے بعد زنگی نے صلاح الدین محمد باغیسانی کی سرکردگی میں لشکر بھیج کر قلعہ پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اس نے انتظامات درست کیے اور وہاں حکومت کرنے لگا۔ پھر زنگی خود ماہ محرم ۵۲۲ھ میں حلب کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں زنگی نے حسان سے بنج کا قلعہ چھین لیا اور حسن کے قبضہ سے مرانقہ کو چھینا۔

حلب میں آمد

زنگی کا اہل حلب نے پر جوش خیر مقدم کیا۔ اس نے حلب کے مختلف علاقے اپنے امراء اور فوج میں تقسیم کیے۔ پھر قطلغ ابہ کو گرفتار کر کے اسے ابن بدیع کے حوالے کیا۔ اس نے اس کی آنکھ پھوڑ دی جس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

---

[1] یہاں اصل نسخہ میں جگہ خالی ہے۔ تاریخ الکامل میں اس موقع پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے: "قطلغ ابہ مسعود کی طرف لوٹ کر گیا، وہ رحبہ کا محاصرہ کر رہا تھا وہاں معلوم ہوا کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس پر وہ جلدی سے حلب کی جانب لوٹ گیا۔" (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۸، ص ۲۲۶) مترجم

ابن بدیع کی بغاوت

اس کے بعد ابن بدیع نے بھی بغاوت کر دی اور قلعہ جعبر کے حاکم سے امداد حاصل کرنے کے لیے وہاں چلا گیا۔ عماد الدین زنگی نے اس کی بجائے حلب کا سربراہ اور حاکم علی بن عبدالرزاق کو مامور کیا اور خود واپسی اختیار کی۔

جہاد کے لیے روانگی

اس کے بعد عماد الدین زنگی نے فرنگیوں سے جہاد کرنے کے لیے پیشقدمی کی اور دریائے فرات کو عبور کر کے شام پہنچا اس نے دمشق کے حاکم تاج الملوک بوری بن طغرکین سے امداد مانگی۔ اس نے جانشین کے بارے میں مکمل اطمینان کرنے کے بعد اپنے فوجوں کو اپنے بیٹے سونج کی جانب بھیجا۔ اور اسے یہ حکم دیا کہ وہ فوج لے کر زنگی کی مدد کے لیے پہنچے۔ جب یہ شامی فوجیں زنگی کے پاس پہنچیں تو اس نے ان کی تعظیم و تکریم کی۔ چند روز کے بعد اس نے ان کے ساتھ بے وفائی کی اور سونج اور اس کے سپہ سالاروں کو جو اس کے ساتھ آئے تھے گرفتار کر کے انہیں حلب میں نظر بند کر دیا اور ان کے خیموں کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد جلد وہ شہر حماۃ پہنچا جو محافظوں سے خالی تھا۔ اس لیے اس نے آسانی کے ساتھ اس پر قبضہ کر لیا۔

پھر وہ حمص کی جانب روانہ ہوا۔ اس کا حاکم قیرجان بن قراجابن اس کے لشکر میں موجود تھا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے سونج اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ چنانچہ زنگی نے اسے اس خیال سے گرفتار کر لیا کہ اہل حمص اپنا علاقہ اس کے حوالے کر دیں گے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اس کے بعد زنگی نے قیرجان کو ان کے پاس بھیجا تو وہ بھی ان کے ساتھ مل گیا (اور واپس نہیں آیا) اس لیے عماد الدین نے کچھ مدت تک حمص کا محاصرہ کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ چنانچہ زنگی نے سونج بن بوری کو لے کر موصل واپسی اختیار کی۔

موصل واپس آنے کے بعد عماد الدین زنگی کی فوجوں نے چند روز آرام کیا۔ اس کے بعد زنگی نے جہاد کے لیے تیاری کی اور ۵۲۴ھ میں شام و حلب کی جانب روانہ ہوا۔ اس نے سب سے پہلے اثارب کے قلعہ کو (جو شام میں ہے) فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ قلعہ حلب سے تقریباً پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے یہاں صلیبی فرنگی رہتے تھے جو اہل حلب کو بہت پریشان کرتے تھے۔ اس لیے زنگی نے لشکر کشی کر کے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ انطاکیہ سے فرنگیوں کی فوجیں اس کی حفاظت کے لیے آئیں اور جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئیں۔ زنگی نے قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر ان کے ساتھ جنگ کی۔ مسلمان اپنی جان پر کھیل کر جنگ کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگیوں کو شکست فاش ہوئی اور ان کے بہت سے سپہ سالار قیدی بنا لیے گئے اور بہت سے فرنگیوں کو قتل کر دیا گیا۔ ان کی لاشوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ ان کی ہڈیاں ساٹھ سال سے زیادہ عرصے تک وہیں پڑی رہیں۔

فرنگی قلعوں کی فتح

اس کے بعد زنگی قلعہ اثارب کی جانب بڑھا اور اسے فتح کر کے اسے تباہ اور ویران کر دیا۔ وہاں جو فرنگی موجود تھے انہیں یا تو قتل کر دیا گیا یا قیدی بنا لیا گیا۔

اس کے بعد وہ انطاکیہ کے نزدیک قلعہ حارم[1] کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ یہ بھی فرنگیوں کا قلعہ تھا اس لیے زنگی نے اس کا محاصرہ کیا۔ آخر کار فرنگیوں نے نصف خراج ادا کرنے کی شرط پر زنگی سے صلح کر لی اس لیے وہ واپس چلا گیا۔ ان حملوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگیوں کے دلوں میں زنگی اور مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا اور ان کی ملک گیری کی ہوس پر اوس پڑ گئی۔

سرخس پر قبضہ

اثارب اور حارم کے قلعوں کی فتح اور فرنگیوں کے ساتھ جہاد سے فراغت کے بعد زنگی الجزیرہ کی جانب لوٹ آیا۔ اور اس نے شہر سرخس کا محاصرہ کر لیا جو ماردین کے حاکم کے زیر تھا۔ یہ شہر ماردین اور نصیبین کے درمیان تھا اور یہ دونوں ماردین کے حاکم ابو الغازی بن

---

[1] حارم حلب کے علاقہ میں ایک چھوٹا شہر ہے جہاں سرسبز درخت اور چشمے ہیں اور ایک چھوٹا دریا بھی ہے۔ ابن سعید کا قول ہے کہ یہ قلعہ بہت زرخیز اور سرسبز ہے۔ اس شہر کا سا عمل ایسا آثار ہے جس میں کھلی نہیں ہوتی ہے اور باہر سے اس کا اندرونی حصہ نظر آتا ہے۔ یہاں پانی کی فراوانی ہے۔ (تاریخ ابو الفداء)

حسام الدین تمرتاش بن ابو الغازی کے ماتحت تھے۔ کیفا کا حاکم رکن الدولہ داؤد بن سقمان تمرتاش بن ارتق' حسام الدین حاکم ماردین اور رکن الدولہ حاکم آمد مقابلہ کے لیے جمع ہوئے۔ انہوں نے ترکمانوں کی تقریباً" بیس ہزار فوج اکٹھی کر لی تھی اور یہ تمام زنگی کی فوج کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ زنگی نے ان تمام کو شکست دی اور سرخس کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ پھر رکن الدولہ جزیرہ ابن عمر کو لوٹنے کو لیے روانہ ہوا لیکن زنگی نے تعاقب کر کے اسے اپنے شہر کی جانب بھگا دیا۔ اس کے بعد زنگی قلعہ ہرد کو فتح کرنے کے لیے موصل روانہ ہو گیا کیونکہ راستوں کی تنگی اور دشواری کے باعث مزید آگے بڑھنا ممکن نہ تھا۔

دبیس سے حسن سلوک

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ دبیس بن صدقہ نے جب بصرہ چھوڑا تھا تو وہ ۵۲۵ھ میں شام کے قلعہ سرخد کی جانب روانہ ہو گیا تھا۔ وہاں اسے ایک لونڈی نے بلوایا تھا جسے حسن نے اس لیے چھوڑ رکھا تھا کہ وہ اس سے نکاح کرے۔

دبیس جب اس مقصد کے لیے غوطہ دمشق میں قبیلہ کلب کی ایک بستی میں سے گذرا تو قبیلہ کلب کے افراد نے اسے گرفتار کر لیا اور اسے دمشق کے حاکم تاج الملوک کے پاس لے گئے۔ یہ خبر اتابک زنگی تک بھی پہنچی' وہ اس کا دشمن تھا۔ اس لیے اس نے تاج الملوک بوری حاکم دمشق کو اس بارے میں لکھا اور اس کے بیٹے سونج اور ان امراء کے ساتھ اس کا تبادلہ کرنے کی پیش کش کی جو اس کے ساتھ تھے۔ چنانچہ (قیدیوں کی اس تبادلے کی تجویز کے مطابق) اس نے ان کو رہا کر دیا اور ان کے بدلے میں بوری نے دبیس کو زنگی کے پاس بھیج دیا۔ دبیس کو اپنی موت کا یقین تھا لیکن جب وہ وہاں پہنچا تو زنگی نے اس کو کچھ نہ کہا اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور اس کی شکایات کا ازالہ کیا۔

خلیفہ کا پیغام

دوسری طرف خلیفہ مسترشد نے بھی بوری ابن طغرکین حاکم دمشق کو دبیس کے بارے میں لکھا۔ لیکن جب ایلچی اس کے پاس پہنچے تو وہ دبیس کو زنگی کے حوالے کر چکا تھا۔ قاصدوں نے اس فعل پر زنگی کی برائی کی تو زنگی نے راستے ہی میں ان کو گرفتار کرا دیا۔ وہ دونوں قاصد یہ تھے (۱) سدید الدولہ بن الانباری (۲) ابو بکر ابن بشر الجزری۔ زنگی نے ان دونوں کو قید کر لیا اور اس وقت چھوڑا جب کہ خلیفہ مسترشد نے ان کے بارے میں سفارش کی۔

دبیس زنگی کے پاس ہی رہا یہاں تک کہ وہ اس کے ہمراہ عراق آیا۔

بغداد کا محاصرہ

۵۲۵ھ میں جب سلطان محمود کا انتقال ہو گیا تو اس کے بیٹے داؤد اور اس کے بھائی مسعود کے مابین جھگڑا ہو گیا۔ اس کے نتیجے میں داؤد نے مسعود کے علاقے کی جانب پیش قدمی کی اور ماہ محرم ۵۲۶ھ میں تبریز کا محاصرہ کر لیا۔ پھر دونوں کے مابین صلح ہو گئی اور مسعود تبریز سے نکل کر ہمدان چلا گیا۔ اس نے خلیفہ مسترشد کو پیغام بھیجا کہ خطبہ میں اس کا نام شامل کیا جائے لیکن خلیفہ نے انکار کر دیا۔ سلطان مسعود نے اتابک عماد الدین زنگی سے بھی فوجی امداد مانگی۔ سلطان مسعود نے بغداد کی جانب پیش قدمی کی اور اسے محاصرہ میں لے لیا۔

مسعود سے پیشتر اس کا بھائی سلجوق شاہ' حاکم فارس و خوزستان اتابک قراجا شاہی کے ساتھ بہت بڑا لشکر لے کر بغداد پہنچ چکا تھا اور خلیفہ مسترشد نے اسے دار الخلافہ میں ٹھہرایا تھا۔ مسعود کا لشکر عباسیہ میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔

جب خلیفہ مسترشد کا لشکر اور سلجوق شاہ و قراجا شاہی کا لشکر مسعود کے لشکر کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے نکلا تو انہیں یہ اطلاع ملی کہ عماد الدین زنگی کی فوجیں ان کے پیچھے آ رہی ہیں اور یہ بھی خبر ملی کہ زنگی معشوب کے مقام پر پہنچ گیا ہے اس لیے قراجا شاہی زنگی کے مقابلے کے لیے پیچھے کی جانب لوٹا اور سلجوق شاہ اپنا لشکر لے کر اپنے بھائی مسعود کی فوجوں سے مقابلہ کرنے کے لیے چل پڑا۔

جنگ کا نتیجہ

قراجا کا لشکر تیز رفتاری کے ساتھ روانہ ہوا اور ایک دن اور ایک رات میں فاصلہ طے کرنے کے بعد صبح سویرے معشوب پہنچ گیا۔ اس نے جنگ کر کے زنگی کو شکست دی اور اس کے بہت سے ساتھیوں کو قیدی بنا لیا۔

شکست کھا کر زنگی تکریت پہنچا جہاں کا نائب سلطان صلاح الدین کا والد نجم الدین ایوب بن شادی تھا۔
اس کے بعد خلیفہ مسترشد کے ساتھ ان شرائط پر صلح ہوئی کہ عراق ان کے پاس رہے گا اور بادشاہت مسعود کی ہوگی اور سلجوق شاہ ولی عہد ہوں گے۔ یہ معاہدہ صلح ۵۲۶ھ کے درمیانی عرصے میں ضبط تحریر میں آیا۔

بادشاہت کا مطالبہ

سلطان سنجر نے اس صلح نامہ کے بعد اپنے بھتیجے سلطان طغرل بن محمود کی بادشاہت کا مطالبہ کیا۔ طغرل اس کے پاس رہتا تھا چنانچہ (اس مقصد کے لیے) سلطان سنجر خراسان سے روانہ ہوا اور ہمدان جا پہنچا۔
اس کے مقابلے کے لیے سلطان مسعود اور سلجوق شاہ تیار ہوئے اور مقابلہ کے لیے نکلے لیکن جنگ کرنے میں اس لیے تاخیر کر رہے تھے کہ وہ خلیفہ مسترشد کے شامل ہونے کے انتظار میں تھے۔
خلیفہ مسترشد مغربی جانب .... سے آیا اور اسے خبر ملی کہ اتابک زنگی اور دبیس بن صدقہ بغداد پہنچ رہے ہیں۔ دبیس نے دعویٰ کیا کہ سلطان سنجر نے اسے حلہ کا علاقہ دیا تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے منظوری حاصل کرنی چاہی لیکن اس نے سفارش قبول نہیں کی۔
اتابک زنگی نے یہ بیان کیا کہ سلطان سنجر نے اسے بغداد کا کوتوال مامور کیا تھا۔
اس دوران سلطان مسعود اور اس کے بھائی سلجوق نے سلطان سنجر کے ساتھ جنگ کی جس میں مسعود کو شکست ہوئی جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے۔
ادھر مسترشد بغداد لوٹ گیا اور مغربی جانب عباسیہ میں مقیم ہو کر اس کی فوجوں کا مقابلہ زنگی اور دبیس سے قلعہ برائلہ پر ہوا جس میں ان دونوں کو ماہ رجب کے آخر ۵۲۶ھ میں شکست ہوئی۔ اس کے بعد اتابک زنگی نے موصل کا رخ کیا۔

فرنگیوں سے جنگ

فرنگیوں کا بادشاہ اتابک زنگی کی غیر حاضری میں بیت المقدس سے حلب کی جانب روانہ ہوا۔ اتابک زنگی کا نائب امیر اسوار مقابلہ کے لیے نکلا۔ اس نے اپنے لشکر کے ساتھ ترکمانی فوجوں کو بھی شامل کیا اور قنسرین کے مقام پر اس کے لشکر نے فرنگیوں سے جنگ کی۔ اس نے ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کیا تاہم مسلمانوں کو شکست ہوئی اور حلب واپس چلے گئے۔ فرنگیوں کا بادشاہ حلب کی عملداری میں کامیاب ہو کر داخل ہو گیا۔
پھر رہا سے فرنگی فوجوں کا ایک دستہ حلب کے علاقے میں غارت گری کے لیے آیا تو نائب امیر اسوار نے بنج کے حاکم کے ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کیا اور فرنگیوں کا قتل عام کیا اور جو باقی بچے انہیں قیدی بنا لیا۔ مسلمان جنگ میں کامیاب ہو کر واپس لوٹے۔

واعظ کی گرفتاری

جب زنگی خلیفہ مسترشد سے شکست کھا کر لوٹا تو اس وقت سے خلیفہ مسترشد کے ساتھ اس کے تعلقات خراب ہو گئے اور خلیفہ موقع کا منتظر رہا۔ اس کے بعد سلاطین سلجوقیہ کے مابین کافی اختلافات پیدا ہوئے اور امراء کی ایک بڑی جماعت فتنہ و فساد سے بچنے کے لیے فرار ہو کر خلیفہ کے پاس پہنچ گئی اور اس کے زیر سایہ رہنے لگی۔ اس صورت حال میں خلیفہ مسترشد نے ارادہ کیا کہ وہ اتابک زنگی کے ذریعے ان امراء کی صلح کرائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے خلیفہ نے مشہور واعظ بہاء الدین ابوالفتوح اسفرایینی کو بھیجا اور اس کے ہاتھ سخت عتاب نامہ بھیجا جس میں زنگی کے خلاف سخت زبان استعمال کی گئی تھی۔ نیز واعظ موصوف نے خلافت کی عزت و ناموس کی خاطر اپنے خیالات کے مطابق مزید سخت الفاظ کا استعمال کیا۔ اس پر اتابک زنگی سخت خفا ہو گیا کیونکہ اس کے سامنے اس کی ہتک کی گئی تھی اس لیے اس نے مذکورہ واعظ کو قید میں ڈال دیا۔

یہاں کی خالی جگہ ہے۔ تاریخ الکامل میں ہے: "جب خلیفہ کو اس بات کا علم ہوا تو وہ جلد لوٹ آیا۔ اور مغربی جانب عبور کر کے آ گیا اور عباسیہ میں قیام کیا۔ عماد الدین زنگی نے مناریہ کے مقام پر قیام کیا اور قلعہ برامکہ کے مقام پر ۲۷/رجب کو فریقین میں جنگ ہوئی۔" (مترجم)

موصل کا محاصرہ

سلطان مسعود کو خلیفہ مسترشد نے پیغام بھیجا...... اسے کہ وہ موصل کا رخ کر رہا ہے اور اس کا محاصرہ کر رہا ہے۔ کیونکہ زنگی نے (اس کے ساتھ) برا سلوک کیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی خلیفہ نے ماہ شعبان ۵۲۷ھ میں تیس ہزار جنگجو سپاہی لے کر موصل کی جانب پیش قدمی کی۔ جب وہ موصل کے نزدیک پہنچا تو اتابک زنگی وہاں سے سنجار چلا گیا اور موصل پر اپنا نائب نصر الدین جقری کو متعین کیا۔ خلیفہ مسترشد نے وہاں پہنچ کر موصل کا محاصرہ کر لیا۔

خلیفہ کے لشکر کی جانب اتابک زنگی نے خوراک کی رسد کی فراہمی بند کرا دی تھی۔ اس کے باعث خوراک کی قلت پیدا ہو گئی اور خلیفہ کا لشکر پریشانی میں پڑ گیا۔

ان پر اہل شہر کی ایک جماعت نے حملہ کرنا چاہا لیکن اس کا علم ہو گیا لہٰذا ان کو گرفتار کر لیا گیا اور انہیں سولی دے دی گئی۔

تین ماہ تک یہ محاصرہ رہا لیکن شہر فتح نہیں ہو سکا۔ اس لیے محاصرہ ختم کر دیا گیا اور خلیفہ نے بغداد واپسی اختیار کی۔

کہتے ہیں کہ خلیفہ کا خادم مطر بغداد سے آیا تھا اور اس نے خلیفہ مذکور کو یہ خبر دی تھی کہ سلطان مسعود عراق آنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ اس لیے خلیفہ نے جلد واپسی کر لی۔

حماۃ پر قبضہ

۵۲۳ھ میں اتابک زنگی نے حماۃ شہر کو تاج الملوک بوری بن طغرکین حاکم دمشق سے چھین لیا تھا اور یہ شہر چار برس تک اس کی عملداری میں شامل رہا۔

تاج الملوک بوری کا ماہ رجب ۵۲۶ھ میں انتقال ہو گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا شمس الملوک اسماعیل دمشق کا حکمران ہوا۔ اس نے فرنگیوں سے بانیاس کو ماہ صفر ۵۲۷ھ میں چھین لیا۔ اس کے بعد اسے خبر ملی کہ خلیفہ مسترشد باللہ نے موصل کا محاصرہ کر لیا ہے۔ اس لیے اس نے شہر حماۃ کی جانب لشکر کشی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا اور پھر عید الفطر اور اس کے بعد کے دو دنوں میں جنگ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ شہر کے باشندوں نے پناہ مانگی تو اس نے انہیں پناہ دے دی۔ اس کے بعد اس نے حماۃ کے قلعہ کا محاصرہ کیا جہاں حاکم شہر اور اس کے ساتھی محصور تھے انہوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ پھر شمس الملوک وہاں کے ذخیروں اور ہتھیاروں پر بھی قابض ہو گیا۔

اس نے وہاں سے قلعہ شیزر کی جانب پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا وہاں کے حاکم ابن منقذ نے اسے کچھ مال و دولت پیش کر کے اس کے ساتھ صلح کر لی اور اس نے اسی سال ماہ ذوالحجہ میں واپسی اختیار کی۔

اہم قلعوں کی فتح

اتابک زنگی حاکم موصل اور حاکم ماردین دونوں نے ۵۲۸ھ میں مشترکہ طور پر شہر آمد کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کے حکام کیفا کے حاکم داؤد بن سقمان سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ وہ لشکر لے کر ان دونوں کے مقابلہ کے لیے پہنچا۔ ان دونوں حاکموں نے اس کے ساتھ جنگ کر کے اسے شکست دی اور اس کے لشکر کے بہت سے سپاہی اس معرکہ میں کام آئے۔

آمد کا محاصرہ جب بہت طویل ہو گیا تو ان دونوں حکام کے مشترکہ لشکر نے اس کے باہر کے درخت اور انگور کی بیلیں تمام کاٹ دیں۔ اس پر بھی شہر والوں نے ہتھیار نہیں ڈالے تو وہ دونوں فوجیں وہاں سے روانہ ہو گئیں۔

پھر زنگی نے دیار بکر کے قلعہ نسور کی جانب پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر کے اسی سال کے ماہ رجب کی پندرہ تاریخ کو اس قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

۱۔ یہاں بھی خالی جگہ ہے۔ تاریخ الکامل میں یہ الفاظ ہیں: ''خلیفہ مسترشد باللہ نے مسعود کو وہ تمام واقعات تحریر کیے جو زنگی کی طرف سے رونما ہوئے اور اسے مطلع کیا کہ وہ موصل کا قصد کر رہا ہے اور اس کا محاصرہ کرنے والا ہے۔'' (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۸، ص ۳۴۰)

اس دوران ضیاء الدین ابوسعید بن الکفر توثی زنگی کے پاس آیا تو اتابک زنگی نے اسے اپنا وزیر مقرر کیا۔ وہ بڑا اچھا سیاست دان اور نیک ثابت ہوا۔ فوج بھی اس سے بڑی محبت کرتی تھی۔ بعد میں یہ ۵۳۶ھ میں وفات پا گیا۔

اس کے بعد زنگی نے کردوں کے تمام حمیدیہ قلعوں پر قبضہ کر لیا جس میں قلعہ العقر اور قلعہ سوس وغیرہ شامل ہیں۔ جب زنگی موصل کا حاکم ہوا تھا تو اس نے ان تمام قلعوں پر عیسیٰ الحمیری کو ان کا حاکم مامور کیا تھا۔ اس نے خلیفہ مسترشد کے محاصرہ موصل کے موقع پر اہم خدمات انجام دی تھیں اور زنگی کے لیے کردوں کی فوج جمع کی تھی۔

خلیفہ مسترشد جب زنگی سے جنگ کر کے بغداد واپس چلا گیا تو زنگی اور اس کے لشکر نے ان قلعوں کا محاصرہ کیا اور زبردست جنگ کے بعد اسی سال ان قلعوں کو فتح کر لیا۔ ان فتوحات کے بعد اس علاقے کے دیہات ان کی تباہ کاریوں سے محفوظ ہو گئے کیونکہ ان قلعوں کی فوجیں دیہاتوں میں لوٹ مار کر کے انہیں تباہ و برباد کرنے میں مصروف تھیں۔

مورخ ابن الاثیر جیبنبی کی روایت سے بیان کیا ہے کہ اتابک زنگی نے جب حمیدیہ کے قلعے فتح کیے اور وہاں کے لوگوں کو وہاں سے بے وطن کر دیا تو ابوالہیجاء بن عبداللہ کو قلعہ اشب، الجزیرہ اور کواشی کے نکل جانے کا خطرہ ہوا۔ اس لیے اس نے اتابک زنگی سے پناہ طلب کی اور اس کا حلیف بن گیا اور اس کی خدمت میں مال و دولت کا نذرانہ پیش کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے بیٹے احمد کو قلعہ اشب سے نکل کر اسے کواشی کا قلعہ دے دیا اور قلعہ اشب پر ایک کرد حاکم متعین کیا۔ جس کا نام باوار منی تھا۔ اس کا بیٹا احمد وہی ہے جس نے بعد میں ابوعلی بن احمد المشطوب کے نام سے مشہور ہو کر سلطان صلاح الدین کے امراء میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔

جب ابوالہیجاء جس کا اصلی نام موسیٰ تھا، انتقال ہو گیا تو اس کا بیٹا احمد قلعہ اشب پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ ہوا لیکن کرد حاکم باوار منی نے مقابلہ کیا کیونکہ وہ اس قلعہ کو ابوالہیجاء کے کم سن بیٹے علی کے لیے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے اتابک زنگی نے اپنے لشکر کو لے کر قلعہ اشب کی جانب کوچ کیا۔ وہاں کے باشندے اس سے جنگ کرنے کے لیے نکلے تو زنگی انہیں باہر دور تک لے آیا۔ اس کے بعد اس نے پلٹ کر حملہ کیا تو انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ بہت سے مارے گئے اور جو باقی بچے وہ گرفتار ہو گئے اور قلعہ پر فوراً قبضہ کر لیا۔

جب قلعہ کا حاکم باوار منی کرد سرداروں کے پاس لایا گیا تو اس نے ان تمام کو قتل کرا دیا اور پھر موصل واپسی اختیار کی۔

اس کے بعد اتابک زنگی جہاد کے لیے روانہ ہوا تو اس نے اپنے نائب نصر الدین جقری کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے کنجا کو خالی کر کے قلعہ عمادیہ میں قیام کیا۔ انہوں نے قلعہ الشعبان، فرح، کواشی، زعفرانی، الفی، سرف اور سفردہ کا محاصرہ کیا۔ یہ تمام ہکاریہ کے قلعے ہیں۔ اس نے جنگ کر کے ان تمام قلعوں کو فتح کر لیا اس طرح کوہستان (الجبل) اور زوزن کے علاقوں میں امن و امان ہو گیا اور یہاں کی رعایا کردوں کی لوٹ مار سے محفوظ ہو گئی۔

غیر مفتوحہ قلعے

ہکاریہ کے وہ قلعے جو فتح نہیں ہو سکے تھے یہ ہیں:

۱۔ علاء ۲۔ صورک ۳۔ ہزور۔ ۴۔ الملالیسی۔ ۵۔ یابرما۔ ۶۔ مانرجاء ۷۔ باکرا۔ ۸۔ نسر۔

سلطان زنگی کی شہادت کے بڑے عرصے کے بعد عمادیہ کے حاکم قراجا نے ان قلعوں کو فتح کیا۔ ابن الاثیر کا کہنا ہے کہ وہ زین الدین علی کی جانب سے ان ہکاریہ قلعوں کا حاکم مامور ہوا تھا مجھے ان قلعوں کی فتح کی تاریخ معلوم نہیں ہے اس لیے میں نے ان کا صرف تذکرہ کر دیا ہے۔

دوسری روایت

مورخ ابن الاثیر مزید لکھتا ہے اس بات کے برعکس مجھے چند کردی عالموں نے بیان کیا ہے کہ "ابوبکر زنگی نے قلعہ اشب و خرسانی اور قلعہ کلاریہ پر قبضہ کر لیا تھا اور ہکاریہ کے قلعہ داروں میں سے صرف جبل صور اور ہزور کے قلعہ دار باقی رہ گئے لیکن ان کی ہیبت ایسی نہ تھی کہ ان سے خوف کھایا جا سکے۔ پھر وہ موصل واپس آ گیا اور کوہستانی قلعوں کے لوگ اس سے خوف کھانے لگے۔

ہکاریہ کے قلعے

ایبہ' الفی اور فرح کے قلعوں کے حاکم کا جب انتقال ہو گیا تو اس کے بعد اس کا بیٹا ان قلعوں کا حاکم ہوا۔ اس کی والدہ خدیجہ بنت الحسن' ابراہیم اور عیسیٰ کی بہن تھی جو موصل میں زنگی امراء میں سے تھے۔ اس لیے اس کی ماں نے اپنے بیٹے علی کو اپنے مذکورہ بالا دونوں بھائیوں کے پاس بھیجا جو اس کے ماموں تھے مقصد یہ تھا کہ وہ دونوں ماموں اسے امن و امان کی ضمانت دلوائیں چنانچہ وہ زنگی کے پاس گیا تو اس نے اسے ان قلعوں کی حکمرانی پر قائم رکھا۔ اس طرح ہکاریہ کے قلعے مستقل طور پر قبضہ میں آ گئے۔

قلعہ شغبان کا حاکم مہرانیہ سے تھا اس کا نام حسن بن عمر تھا۔ اس نے اس پر قابض ہو کر تباہ و برباد کر دیا کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہ تھا۔

علی کی موت

(زنگی کا نائب) نصر الدین جقری ایبہ' الفی اور فرح کے قلعوں کے حاکم علی کو ناپسند کرتا تھا اس لیے اتابک زنگی سے اس کے خلاف شکایت کر کے اسے قید کرنے کا مشورہ دیا تو اس نے علی کو گرفتار کر کے اسے قید کر دیا۔ پھر اسے اس حرکت پر پشیمانی ہوئی اس لیے ان کی رہائی کا حکم دیا لیکن پتہ چلا کہ اس کا (قید خانے میں) انتقال ہو گیا ہے چنانچہ اس نے نصر الدین کو اس کے قتل کا ملزم گردانا۔

اس کے بعد اس نے قلعہ رجبیہ کی جانب فوج بھیجی۔ چنانچہ فوج نے وہاں جا کر اچانک حملہ کیا اور اس قلعہ پر قبضہ کر لیا انہوں نے علی کے بیٹے اور بھائیوں کو قید کر لیا لیکن چونکہ اس کی والدہ خدیجہ وہاں نہیں تھی' اس لیے وہ بچ گئی۔ قاصد نے زنگی کے پاس جا کر اسے رجبیہ کے قلعہ کی فتح کی خوش خبری سنائی تو وہ بڑا خوش ہوا۔ اس کے بعد اس نے علی کے باقی ماندہ قلعوں کو فتح کے لیے بھیجا لیکن کواشی کا قلعہ ان سے فتح نہیں ہو سکا اس لیے علی کی والدہ خدیجہ کواشی کے حاکم کے پاس گئی جو مہرانیہ سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا نام جرک رہروا تھا۔ خدیجہ نے اس سے درخواست کی کہ وہ کواشی کا قلعہ (فوجوں کے) حوالے کر دے تاکہ ان کے قیدی چھوڑے جا سکیں چنانچہ اس نے اسی طرح ہی کیا اور قلعے زنگی کے حوالے کر دیئے اس کے بعد قیدی بھی رہا کر دیئے گئے۔ اس کے بعد کردوں کے کوہستانی علاقے کا انتظام ٹھیک ہو گیا۔

حاکم دمشق کا انجام

دمشق کے حاکم شمس الملوک اسماعیل بن بوری کی حکومت متزلزل ہو گئی تھی اور اس کی طاقت کمزور ہو گئی تھی لہٰذا فرنگی (صلیب پرست) فوجیں اس پر دست درازی کرنے لگی تھیں۔ اسے اپنا انجام خراب نظر آیا۔ تو اس نے اتابک زنگی کو خفیہ طور پر بلوایا تاکہ وہ اسے دمشق کی حکومت حوالے کر کے خود سبکدوش ہو جائے۔ اس کے ارکان حکومت کو اس بات کا علم ہو گیا اس لیے انہوں نے اس کی والدہ کے پاس اس کی شکایت کی۔ اس کی والدہ نے وعدہ کیا کہ وہ جلد ہی اس سے نجات حاصل کر لیں گے۔ چنانچہ اس کی والدہ نے اچانک اس پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

دمشق کا محاصرہ

اسی اثناء میں اتابک زنگی بھی وہاں پہنچ گیا اس نے دریائے فرات کے کنارے سے اپنے قاصد بھیجے تو انہیں معلوم ہوا کہ شمس الملوک مر گیا ہے اور اس کی جگہ اس کا بھائی محمود حاکم بن گیا ہے اور تمام ارکان سلطنت نے اس کی حمایت کی ہے۔

یہ اطلاع لے کر وہ اتابک زنگی کے پاس پہنچے یہ خبر سن کر وہ اس سے متاثر نہیں ہوا اور پیش قدمی کرتا ہوا دمشق کے باہر صف آراء ہوا۔ دمشق کے ارباب حکومت نے زنگی کا بے جگری سے مقابلہ کیا ان کا سپہ سالار معین الدین ابرور تھا جو طغرکین کا اتابک تھا۔

اس کے بعد خلیفہ مسترشد نے ابوبکر بن بشر جندی کو اتابک زنگی کے پاس بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ حاکم دمشق سے صلح کر لے اس پر زنگی نے صلح کر لی اور سال کے درمیان میں سے وہاں سے واپس چلا گیا۔

بغاوت کا منصوبہ

سلطان مسعود کے خلاف بہت سے امرائے سلجوقیہ بغاوت پر متحدہ طور پر آمادہ ہو گئے اور اس کے خلاف جنگ کرنے کے لیے تیاریاں کرنے لگے۔ چنانچہ داؤد بن سلطان محمد آذربائیجان سے ماہ صفر ۵۳۲ھ میں بغداد آیا۔ اور پایۂ تخت میں مقیم اکثر باغی امراء اس سے جا ملے۔

بیعت کرنے لگے اور بعض امراء اس کے پاس آئے جن میں قزوین' اصفہان' اہواز اور ایلہ کے حکام اور اتابک زنگی حاکم موصل بھی شامل تھے بغداد سے فوجیں ان کی جانب نکلیں۔ داؤد بن سلطان محمود بغداد کا کوتوال مامور ہوا' اور خلیفہ کا شاہی جلوس وزیر جلال الدین الرضی کے گھر نکلا کیونکہ خلیفہ اس سے اور قاضی القضاۃ زینبی سے خفا ہو گیا تھا۔

اس کے بعد خلیفہ راشد' سلطان داؤد اور اتابک زنگی نے مل کر ایک معاہدہ کیا اور ہر ایک نے ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لیے حلف لیا اور خلیفہ راشد نے اتابک زنگی کو دو لاکھ دینار روانہ کیے۔

اسی دوران سلجوق شاہ واسط پہنچ گیا تھا۔ اس نے امیر بک ابہ کو گرفتار کر کے اس کا مال لوٹ لیا تھا۔ اتابک زنگی کے دفاع کے لیے گیا پھر ان میں صلح ہو گئی اور زنگی بغداد واپس آ گیا۔ اس نے ان تمام فوجوں کا معائنہ کیا جو سلطان مسعود سے جنگ کرنے کے لیے تیار کی گئی تھیں۔ خراسان کے راستے پر روانہ ہوا لیکن جب یہ خبر ملی کہ سلطان مسعود بغداد کی جانب روانہ ہو گیا ہے تو وہ لوٹ آیا اور شاہ داؤد نے بھی واپسی اختیار کی۔

سلطان مسعود آخر کار بغداد کے نزدیک پہنچا اور اس کا پچاس روز سے زیادہ عرصے تک محاصرہ کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ نہروان کی جانب گیا جب حاکم اوسط طرنطائی کشتیاں لے کر اس کے پاس آیا تو وہ بغداد پہنچا اور دریا کو عبور کر کے مغرب کی طرف آیا۔

اس کے بعد (خلیفہ کی حامی) فوجوں میں جو بغداد میں تھیں' اختلافات پیدا ہوئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شاہ داؤد لشکر لے کر اپنی سلطنت آذربائیجان واپس چلا گیا اس کے ساتھ جو امراء تھے وہ بھی منتشر ہو گئے چنانچہ خلیفہ راشد اپنے ساتھیوں کو لے کر اتابک زنگی کے پاس چلا گیا جو موصل کی جانب تھا۔ وہاں سے خلیفہ نے زنگی کے ساتھ موصل کی راہ لی۔

خلیفہ کی برطرفی

ان اختلافات کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان مسعود پندرہ ذوالقعدہ ۵۳۰ھ کو بغداد میں داخل ہو گیا۔ وہاں وہ خود بھی مقیم ہوا اور اس کے ساتھ اس کا لشکر بھی رہنے لگا۔ اس نے تمام قاضیوں اور علماء کو اکٹھا کیا اور ان کے سامنے خلیفہ راشد کا اپنے دستخطوں سے یہ حلف نامہ پیش کیا کہ "جب وہ سلطان (مسعود) کے لیے فوج اکٹھی کرے گا یا اس سے جنگ کرنے کے لیے نکلے گا تو اپنے آپ کو خلافت سے برطرف کر دے گا۔" یہ دیکھ کر تمام علماء نے اس کی برطرفی کا فتویٰ دیا۔ اس کے بعد خلیفہ راشد کی معزولی کے بارے میں ارکان سلطنت کی شہادتیں پیش ہوئیں جن میں لکھا گیا۔ اس کی پشت پر علماء نے اس کی معزولی کا فتویٰ تحریر کیا۔ چونکہ قاضی القضاۃ' خلیفہ راشد کے ہمراہ موصل چلا گیا تھا اس لیے ابن الکرخی نے (معزولی) کا فیصلہ سنایا اور خلافت کے لیے .... ابن المستظہر کا نام پیش کیا گیا۔

اس کی تصدیق

اتابک زنگی کی جانب سے قاضی کمال الدین محمد بن عبداللہ شہرزوری ایلچی بن کر بغداد گئے اور انہوں نے اس وقت بیعت کی تھی جب سابق خلیفہ کی معزولی ثابت ہو گئی تھی۔ قاضی موصوف اتابک زنگی کے لیے خلیفہ کی جانب سے خاص جاگیر کا حکم نامہ لے کر گئے جو اس سے قبل کسی کو نہیں دی گئی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ خلیفہ کی برطرفی کی مستند دستاویزیں بھی لے کر آئے تھے چنانچہ موصل میں جو قاضی القضاۃ تھے۔ انہوں نے ان کے مطابق اپنا فیصلہ بھی ان کی تصدیق میں نافذ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلیفہ راشد (معزول)

اس مقام پر اصل نسخہ میں خالی جگہ ہے۔ تاریخ الکامل میں یہ عبارت ہے: "وہ امیر ابو عبداللہ المستظہر ہے۔ خلافت سے پہلے وہ اس نام سے مشہور تھا۔ خلیفہ بننے کے بعد اس کا لقب المقتفی لامر اللہ ہو گیا۔" (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۸، ص ۳۵۴-۳۵۵)

یہاں بھی اصل نسخہ میں جگہ خالی ہے۔ تاریخ الکامل میں یوں مذکور ہے: "مجھے یہ اطلاع ملی ہے سلطان مسعود نے خلیفہ مقتفی لامر اللہ کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے خواص کے بارے میں خرچ دینے کے بارے میں بتائیں۔ انہوں نے یہ جواب تحریر کیا: "گھر میں اسی خچر ہیں جو دریائے دجلہ سے پانی لاتے ہیں۔ اس لیے سلطان کو دھیان رکھنا چاہیے کہ جو لوگ اس قدر پانی پیتے ہیں انہیں کس قدر ضرورت ہو گی؟ اس پر یہ قاعدہ مقرر ہوا کہ انہیں بھی اتنا ہی دیا جائے جو خلیفہ المستظہر باللہ کو دیا جاتا ہے۔ سلطان مسعود نے ان کی بات سنی تو کہا: "ہم نے ایک عظیم شخص کو خلیفہ بنایا ہے۔" (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۸، ص ۳۵۴)

موصل سے آذربائیجان کی جانب چلے گئے جیسا کہ خلفاء اور سلجوقی سلاطین کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے۔

لاذقیہ پر حملہ

حلب کی فوجیں ماہ شعبان ۵۳۰ھ میں (جو زنگی کے ماتحت تھیں زنگی کی انہی فوجوں کے ساتھ مل کر) اتابک زنگی کے حلب میں نائب امیر اسوار کی قیادت میں جہاد کے لیے روانہ ہوئیں۔ انہوں نے فرنگیوں کے شہروں کی جانب پیش قدمی کی اور ان کے شہر لاذقیہ پر اچانک حملہ کر دیا اور فرنگیوں کو زبردست نقصان پہنچایا اور ان کے علاقہ کو تباہ و برباد کر دیا۔ مجاہدین نے بہت مال غنیمت حاصل کیا۔ انہوں نے شہر لاذقیہ اور اس کے گردونواح کے علاقوں کو برباد کر دیا۔

اس کے بعد وہ شیزر کی جانب گئے۔ شام کے علاقے میں ترکی فوجیں اس قدر کثرت سے پھیل گئی تھیں کہ فرنگیوں پر ان کی دہشت طاری ہو گئی اور ان کے حوصلے جواب دے گئے۔

حمص پر چڑھائی

ماہ شعبان ۵۳۱ھ میں اتابک زنگی فوج لے کر حمص کی جانب روانہ ہوا۔ وہاں حاکم دمشق کی جانب سے معین الدین بن القائم حاکم تھا۔ حمص اس کی جاگیر تھی۔ اس نے اپنے ساتھی صلاح الدین یاغیسیانی کو اس کی جانب بھیجا تاکہ وہ حمص کا شہر اس کے حوالے کر دے۔ اس نے معذرت کی اور کہا کہ شہر کو حوالے کر دینا ٹھیک نہیں ہے چنانچہ زنگی نے اس کا محاصرہ کر لیا تاہم ایلچی ایک دوسرے کے پاس آتے رہے مگر انہوں نے ہتھیار نہیں ڈالے تو زنگی نے وہاں سے روانگی کی اور اسی سال شوال کے مہینے میں زنگی قلعہ بقدوین کو فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا یہ قلعہ صلیبی فرنگیوں کے ماتحت تھا۔

قلعہ بقدوین کی فتح

فرنگیوں نے فوجوں کو اکٹھا کیا اور مسلمانوں کا مقابلہ کیا زبردست جنگ ہوئی آخر کار اللہ نے دشمن کو شکست دی اور مسلمانوں کو ان سے نجات ملی۔ فرنگیوں کے حاکم بقدوین کے قلعہ کے اندر گھس کر محصور ہو گئے اتابک زنگی نے محاصرہ سخت کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے عیسائی پادری اور راہب روم اور یورپ کے عیسائی ممالک کی جانب گئے اور ان سے فوجی امداد مانگی۔ انہوں نے رومیوں کو اس بات سے ڈرایا کہ اتابک زنگی بقدوین کے قلعہ پر قبضہ کر لے گا اس کے بعد اس بات کا خطرہ ہے کہ مسلمان ان سے بیت المقدس بھی چھین لیں گے۔

اتابک زنگی نے محاصرہ مزید سخت کر دیا اور انہیں اس قدر تنگ کیا کہ وہ محاصرہ کی سختیاں برداشت نہیں کر سکے آخر کار انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور پچاس ہزار دینار ادا کرنا منظور کیا۔ زنگی نے یہ معاہدہ تسلیم کر لیا اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

قلعہ کی فتح کے بعد انہوں نے سنا کہ شاہ روم فرنگی فوجیں لئے ان کی مدد کرنے کے لیے آ رہا ہے۔

اس قلعہ کے محاصرہ کے دوران اتابک زنگی نے معرہ اور کفر طاب پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ یہ علاقے حلب اور حماۃ کے درمیان تھے ان پر قبضہ کے بعد فرنگیوں کے حوصلے پست ہو گئے اس کے بعد اتابک زنگی ماہ محرم ۵۳۲ھ میں بعلبک کی جانب روانہ ہوا اور دمشق کی عملداری کے ایک قلعہ المعدل پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد بانیاس کے نائب نے بھی اطاعت تسلیم کر لی۔

حمص کی فتح

حلب پر جب شاہ روم نے حملہ کیا تو زنگی سلمیہ کی جانب چلا گیا۔ جب رومیوں کا حملہ ختم ہو گیا تو زنگی نے واپس آ کر حمص کا محاصرہ کر لیا۔ اس دوران زنگی نے دمشق کے حاکم محمود کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنی والدہ سرد خاں بنت جاولی سے جس نے اپنے بیٹے کو قتل کر دیا تھا، اس کا نکاح کرا دے۔ چنانچہ وہ اس کے نکاح میں آ گئی اور ماہ رمضان میں زنگی کے پاس پہنچا دی گئی۔ اس دوران زنگی نے شہر حمص اور اس کے قلعے کو فتح کر لیا تھا۔

زنگی کا خیال تھا کہ اس سے نکاح کرنے کے بعد دمشق کی حکومت اس کے قبضے میں آ جائے گی لیکن اس کا خیال غلط نکلا۔

شاہ روم کی پیش قدمی

جب بقدوین کے فرنگیوں نے عیسائی قوموں کے بادشاہ' شاہ روم اور قسطنطنیہ سے فوجی امداد طلب کی تو اس نے فوج اکٹھی کی اور ۵۳۱ھ میں سمندر کے سفر پر روانہ ہوا۔ اور اس کے بحری بیڑے بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے پھر وہ قیلیقیہ کے شہر کی جانب روانہ ہوا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ شہر والوں نے مال دے کر اس کے ساتھ صلح کر لی۔ وہاں سے وہ اذنہ اور مصیصہ پہنچا جو ابن لیون ارمنی کے ماتحت تھے۔ شاہ روم نے ان دونوں شہروں کا محاصرہ کرنے کے بعد ان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اس نے عین زابہ کی جانب پیش قدمی کی اور اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس نے تل حمدون بھی فتح کر لیا۔ اور اس کے باشندوں کو جزیرہ قبرص کی جانب منتقل کر دیا۔ اس نے اسی سال ماہ ذوالقعدہ میں شہر انطاکیہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ وہاں کا حاکم ریمنڈ تھا جو فرنگیوں کا بادشاہ تھا اس نے شاہ روم کے ساتھ صلح کر لی تھی۔

شاہ روم وہاں سے بزاس کی جانب لوٹا اور وہاں سے بن لیون کے علاقے میں داخل ہوا اُس نے مال دے کر صلح کر لیا اور اس کی اطاعت تسلیم کر لی۔

۵۳۲ھ میں شاہ روم شام میں داخل ہوا۔ اس نے مراغہ کا محاصرہ کر لیا جو شہر حلب سے تقریباً" بیس کلو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ اہل مراغہ نے اتابک زنگی سے مدد طلب کی تو اس نے حلب کے دفاع کے لیے فوجیں بھیجیں' تاہم شاہ روم نے مراغہ پر حملہ کر کے اور وہاں کے لوگوں کو پناہ دے کر اسی سال کے درمیانی عرصے میں اس پر قبضہ کر لیا' لیکن فتح کے بعد غداری کر کے انہیں تباہ کر دیا۔ اس کے بعد اس نے حلب کی جانب کوچ کیا اور وابق کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ اس کے ساتھ فرنگی فوجیں بھی تھیں۔

دوسرے روز یہ فوجیں حلب پہنچ گئیں اور تین روز تک اس کا محاصرہ کیا لیکن فتح نہیں کر سکے۔ ان کا ایک بہت بڑا پادری بھی وہاں قتل ہوا۔ وہاں سے وہ ماہ شعبان میں قلعہ اثارب کی جانب روانہ ہوا' جب شاہ روم وہاں پہنچا تو اس کے باشندے وہاں سے فرار ہو گئے۔ رومیوں نے وہاں اپنے قیدیوں کو رکھا اور ان پر محافظ فوجی دستے تعینات کیے (جب حلب کے نائب امیر اسوار کو اس بات کا پتہ چلا تو) اس نے فوج بھیج کر وہاں کے محافظ فوجی دستوں کو قتل کر دیا اور انہوں نے قیدیوں کو چھڑا لیا

اتابک زنگی اثارب کے قلعہ کی فتح کے بعد سلمیہ چلا گیا اور دریائے فرات کو عبور کر کے رقہ پہنچا۔ اس نے رومیوں کا تعاقب کر کے ان کی خوراک کی رسد منقطع کر دی۔

زنگی کی فوجی حکمت عملی

قلعہ شیزر کی جانب رومیوں نے پیش قدمی کی وہاں کا حاکم سلطان بن علی الکنانی تھا۔ انہوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کر کے اس پر (قلعہ شکن) منجنیقیں نصب کر دیں۔ وہاں کے حاکم نے اتابک زنگی سے امداد طلب کی تو وہ فوج لے کر وہاں پہنچا اس نے نہر العاصی کے نزدیک شیزر اور حماۃ کے درمیان قیام کیا اور وہاں سے فوجی دستے بھیجے تاکہ وہ رومیوں کے فوجی خیموں پر چھاپے مارتے رہیں۔ زنگی نے رومیوں کو چیلنج دیا کہ وہ کھلے میدانوں میں آ کر جنگ کریں لیکن انہوں نے اس کا یہ چیلنج قبول نہیں کیا۔

اس کے بعد زنگی نے رومیوں کو فرنگیوں سے آپس میں لڑوانے کی کوشش کی اور ہر ایک کو دوسرے کے خطرات سے مطلع کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومیوں اور فرنگیوں میں سے ہر ایک دوسرے کو شک کی نظروں سے دیکھنے لگا۔

آخر کار اسی سال کے ماہ رمضان میں چالیس روز تک قلعہ شیزر کے محاصرہ کے بعد شاہ روم نے وہاں سے کوچ کر دیا۔ زنگی نے اس کا تعاقب کیا اور انہیں تاراج کر دیا۔

اتابک زنگی نے سلطان مسعود کے پاس قاضی کمال الدین محمد بن عبداللہ زوری کو بھیجا تاکہ وہ اس سے دشمن کے برخلاف فوجی امداد طلب کرے اور سلطان کو رومیوں کے خطرات سے مطلع کرے کہ اگر انہوں نے حلب پر قبضہ کر لیا تو وہ دریائے فرات کے راستے سے بغداد جا پہنچیں گے۔

مسلمانوں کا احتجاج

بغداد پہنچ کر قاضی کمال الدین نے یہ انتظام کیا کہ محل کی جامع مسجد میں مسلمان فریاد کریں اور منبر پر خطیب ان رومی حملوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں اور فریاد کریں اسی طرح سلطان کی شاہی مسجد میں چیخ و پکار اور نوحہ و بکا کی صدائیں بلند ہوئیں اور ہر جانب سے عوام کا ہجوم جمع ہو گیا اور وہ تمام شور مچاتے ہوئے سلطان کے محل تک پہنچ گئے چنانچہ سلطان مسعود پر اس فریاد و فغاں کا بہت اثر ہوا اور اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا۔ یہاں تک کہ قاضی کمال الدین کو اس کے برے اثرات محسوس ہوئے اس کے بعد سلطان روم کے واپس چلے جانے کی اطلاع ملی چنانچہ قاضی موصوف نے سلطان مسعود کو اس سے آگاہ کر دیا۔ [۱]

بعلبک کی فتح

دمشق کے حاکم سلطان محمود کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ یہ واقعہ ماہ شوال ۵۳۳ھ میں پیش آیا تھا اس کی والدہ سرد خان کا اتابک زنگی سے نکاح ہو گیا تھا اس لیے اس نے زنگی کو جبکہ وہ الجزیرہ میں تھا' قتل کی خبر دی اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ دمشق جا کر وہاں کے ارکان سلطنت سے اس کے بیٹے کا انتقام لے۔

چنانچہ اس مقصد کے لیے زنگی روانہ ہوا اور اہل دمشق نے بھی محاصرہ کے لیے تیاری کر لی لیکن پھر زنگی نے شہر بعلبک کا رخ کیا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ دمشق کے قائم مقام سربراہ نے کمال الدین محمد بن بوری کو دمشق کا بادشاہ مامور کر دیا تھا اور اس کی والدہ سے نکاح کر لیا تھا اس نے اپنی لونڈی بعلبک بھیج دی تھی۔ جب زنگی دمشق کی جانب روانہ ہوا تو اس نے اپنے ایلچیوں کو آگے انز کے پاس بھیج دیا تھا کہ وہ شہر زنگی کے سپرد کر دے جس کے بدلے میں وہ اس کے حسب پسند علاقے عطا کر دے گا لیکن اس نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا چنانچہ زنگی نے بعلبک کی جانب پیش قدمی کی اور اس سال کے ماہ ذوالحجہ کے آخر میں اس کا محاصرہ تنگ کر دیا اور شہر کی فصیلوں پر (قلعہ شکن آلات) مجانیق نصب کر دیں۔ پھر اس کا محاصرہ تنگ کر دیا۔ یہاں تک کہ اہل شہر نے ہتھیار ڈال دیئے لیکن قلعہ کی محافظ فوجیں ڈٹی رہیں لیکن جب وہ انز کی جانب سے فوجی امداد سے مایوس ہو گئیں تو انہوں نے بھی پناہ طلب کی۔ لیکن جب زنگی نے اس پر قبضہ کر لیا تو انہیں گرفتار کر کے سولی پر چڑھا دیا گیا اس نے انز کی لونڈی سے نکاح کر لیا اور اسے حلب لے گیا

جب زنگی کی وفات ہوئی تو اس کے بیٹے نور الدین محمود نے اس کی وفات کے بعد اس لونڈی کو اس کے آقا کے پاس پہنچا دیا۔

دمشق کا محاصرہ

بعلبک کی فتح سے فراغت کے بعد اتابک زنگی دمشق کا محاصرہ کرنے کی غرض سے ربیع الاول ۵۳۴ھ میں روانہ ہوا۔ وہ بقاع کے مقام پر مقیم ہوا اور وہاں سے حاکم دمشق جمال الدین محمد کو یہ پیغام بھجوایا کہ وہ دمشق کا شہر اس کے حوالے کر دے اور اس کے عوض میں وہ جو علاقہ چاہے گا اسے مل جائے گا۔ اس نے اس پیغام کا کوئی جواب نہیں دیا اس لیے وہ چڑھائی کرتا ہوا داریا کے مقام پر پہنچ گیا فریقین کی ہراول فوجوں میں مقابلہ ہوا جس میں فتح اتابک زنگی کی فوجوں کو حاصل ہوئی۔ انہوں نے مخالف فوج کا صفایا کیا اس کے بعد زنگی نے دس روز کے لیے جنگ بند کر دی۔ اس دوران وہ حاکم دمشق سے بات چیت کرتا رہا۔ زنگی نے اسے (دمشق کے بدلے میں) بعلبک اور حمص دینے کا وعدہ کیا اور کہا جو شہر وہ پسند کرے وہ اسے دے دیئے گئے جائیں گے' حاکم دمشق ان باتوں کے لیے تیار ہو گیا تھا لیکن اس کے ساتھیوں نے انہیں قبول نہیں کیا اس لیے جنگ پھر چھڑ گئی۔ اس دوران اس سال کے ماہ شعبان میں دمشق کے حاکم جمال الدین محمد کا انتقال ہو گیا۔ چنانچہ معین الدین انز نے اس کی جگہ اس کے بیٹے مجی الدین انز کو حاکم بنایا اور خود اس کی جانب سے حکمرانی کرنے لگا۔

اب پھر اتابک زنگی نے شہر کو فتح کرنا چاہا لیکن کامیاب نہیں ہو سکا اس دوران معین الدین انز نے فرنگیوں سے یہ درخواست کی کہ

۱۔ یہاں بھی خالی جگہ ہے۔ اس موقع پر تاریخ الکامل لابن اثیر کی عبارت یہ ہے: "قاضی کمال الدین نے کہا: "میرے پاس زنگی کا خط شام سے آیا ہے۔ جس میں اطلاع ہے کہ شاہ روم واپس چلا گیا ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ کوئی لشکر ساتھ نہ آئے۔" سلطان کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے کہا: "لشکر تیار ہو گیا ہے اور وہ شام کی طرف ضرور جائے گا۔" چنانچہ اس نے تدبر اور دانش مندی کا ثبوت دیا۔ یہاں تک کہ لشکر واپس آ گیا۔

اتابک زنگی کے مقابلے میں اس کی فوجی مدد کریں۔ اس نے ان فرنگیوں کو زنگی کے خطرناک ارادوں سے مطلع کر کے انہیں ڈرایا اور انہیں اس کے بدلے میں یقین دلایا کہ وہ بانیاس کو فتح کرانے میں اس کی مدد کرے گا۔ صلیبی فرنگیوں نے اس کی درخواست قبول کر لی۔
(جب زنگی کو فرنگیوں کے حملے کی خبر ملی تو) وہ اس سال کی ۱۵ رمضان المبارک کو حوران پہنچا تاکہ وہ فرنگیوں کا مقابلہ کرے لیکن وہ وہاں نہیں پہنچے۔ اس لیے وہ دمشق کا محاصرہ کرنے کے لیے واپس آ گیا۔ اس نے وہاں کے دیہات کو نذر آتش کر کے اپنے ملک واپسی اختیار کی۔

بانیاس پر فرنگیوں کا قبضہ

پھر فرنگی فوجیں آ گئیں تو معین الدین انز دمشق کی فوجوں کو لے کر بانیاس کی جانب روانہ ہوا۔ یہ مقام اتابک زنگی کی عملداری میں تھا۔ تاہم اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ فرنگیوں کے ساتھ اپنے معاہدہ کو پورا کرے۔ بانیاس کا نائب حاکم شہر صور پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا تھا۔ اسے راستے میں انطاکیہ کا حاکم ملا جو فوجی امداد لے کر دمشق جا رہا تھا (جب اس سے لڑائی ہوئی تو) بانیاس کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ مارے گئے۔ ان کی شکست خوردہ فوج شہر میں پہنچ گئی تھی لیکن ان کے حوصلے پست ہو گئے تھے اس لیے معین الدین انز اور فرنگی فوج نے شہر کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور اسے فرنگی فوج کے سپرد کر دیا گیا۔
زنگی اس بات پر سخت ناراض ہوا اور اس نے حوران اور دمشق کی عملداری میں اپنی فوجیں منتشر کر دیں اور خود وہ اچانک فوج لے کر دمشق پہنچ گیا۔ اہل دمشق کو اس کی آمد کی اطلاع نہ ہو سکی تھی تاہم وہ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلے اور جنگ کرتے رہے۔ اہل دمشق کی ایک بہت بڑی تعداد ماری گئی لیکن چونکہ زنگی کے ساتھ فوج کی تعداد کم تھی اس لیے وہ پیچھے ہٹ کر اپنی منتشر فوجوں کے انتظار میں مرج راہط آیا۔ جب تمام فوجیں آ گئیں تو انہیں لے کر اپنے ملک واپسی کی راہ لی۔

شہرزور کی فتح

شہرزور ایک ترکمانی حاکم قفجاق بن ارسلان شاہ کے ماتحت تھا۔ گردونواح کے حکام اس کی عملداری میں داخل ہونے سے ہچکچاتے تھے کیونکہ یہ علاقہ دشوار گذار تھا اور اس میں بہت تنگ درے تھے اس وجہ سے اس حاکم کی قوت بڑھ گئی اور بہت سے ترکمانیوں نے اس کی فوج میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔
اس علاقے کو فتح کرنے کے لیے ۵۳۴ھ میں اتابک زنگی روانہ ہوا۔ شہرزور کے حاکم نے بھی اپنی فوج کو جمع کیا اور زنگی کا مقابلہ کیا لیکن اتابک زنگی کو فتح حاصل ہوئی اور اس نے دشمن کے جنگی خیموں کا صفایا کر دیا۔ اس کے بعد اس نے دشمن کا تعاقب کیا اور اس کے قلعوں کا محاصرہ کر کے ان تمام کو فتح کر لیا۔ آخر میں قفجاق نے ہتھیار ڈال دیئے اور اسے پناہ دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قفجاق اس کا اور اس کے بیٹوں کا صدی کے آخر تک وفادار رہا اور ان کی خدمت میں پیش پیش رہا۔

دیگر جنگی قلعوں کی فتح

کیفا کے حاکم داؤد بن سقمان اور زنگی کے مابین ۵۳۵ھ میں جنگیں شروع ہوئیں جن میں داؤد کو شکست ہوئی اور اتابک زنگی نے اس کے قلعہ ہرد کو فتح کر لیا اور پھر موصل کی راہ لی۔
شہر الحرمیہ کو ۵۳۶ھ میں زنگی نے فتح کر لیا اور آل مہارش کو جو وہاں مقیم تھے موصل منتقل کر دیا اور ان کی جگہ اپنے ساتھیوں کو وہاں بسایا۔ اس کے بعد آمد کے حاکم نے اس کے نام کا خطبہ (مساجد میں) پڑھوایا اور اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اس سے قبل وہ زنگی کے خلاف تھا اور داؤد بن سقمان حاکم کیفا کا حمایتی تھا۔
زنگی نے ۵۳۷ھ میں قلعہ اشب کی جانب لشکر روانہ کیا۔ یہ ہکاریہ کے علاقے میں کردوں کا سب سے بڑا قلعہ تھا اور یہاں ان کے اہل و عیال اور عمدہ ذخیرے محفوظ رہتے تھے اس لشکر نے اس قلعہ کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ اتابک زنگی نے اس قلعہ کو تباہ و برباد اور ویران کرنے کا حکم دیا اور اس قلعہ کی بجائے (جنگی اہمیت کے پیش نظر) قلعہ عمادیہ تعمیر کرایا چونکہ یہ قلعہ بہت بڑا تھا اور اس کی مناسب حفاظت نہیں ہو سکتی تھی اس لیے یہ قلعہ عمادیہ ویران ہو گیا تھا لیکن اب اس کی دوبارہ تعمیر کرائی گئی۔
موصل کے نائب حاکم نصیر الدین نے بھی بیشتر جنگی قلعے اپنے قبضے میں کر لیے تھے۔

سلطان مسعود سے صلح

سلجوقی خاندان کا بادشاہ مسعود' اتابک زنگی سے باغیوں کی مانند نفرت رکھتا تھا۔ زنگی بھی سلطان مسعود سے اس مقصد سے چھیڑ چھاڑ رکھتا تھا کہ اسے اپنی جانب سے دور رکھے۔ تاہم جب ۵۳۸ھ میں سلطان مسعود اپنے تمام کاموں سے فارغ ہو گیا تو وہ اتابک زنگی کی گوشمالی اور موصل کا محاصرہ کرنے کے لیے بغداد آیا (زنگی کو جب اس بات کا علم ہوا تو) اس نے اسے اپنی جانب مائل کرنے اور اپنا حمایتی بنانے کے لیے پیغام بھیجا اور یہ وعدہ کیا کہ اگر وہ واپس چلا جائے تو وہ اس کو ایک لاکھ دینار پیش کرے گا۔ اس نے اس رقم کی ادائیگی بھی شروع کر دی تھی اور اس میں سے بیس ہزار دینار ادا کیے پھر خود سلطان ایسی مصیبت میں مبتلا ہوا کہ اسے اتابک زنگی کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنا پڑا۔ اس لیے اس نے باقی رقم کا مطالبہ نہ کیا۔

سلطان کے ساتھ زنگی نے بھی اچھا سلوک کیا۔ اس کا ثبوت یہ تھا کہ زنگی کا بیٹا غازی' سلطان کے پاس رہتا تھا۔ جب وہ بھاگ کر موصل آیا تو زنگی نے اپنے نائب حاکم نصیر الدین جقری کو ہدایت کی کہ وہ اس کے بیٹے کو موصل میں داخل ہونے سے روک دے۔ اس نے اپنے بیٹے کو بھی یہ پیغام بھیجا کہ وہ سلطان کی خدمت میں واپس لوٹ جائے۔

زنگی نے سلطان کو یہ خط لکھا:

"میرا بیٹا سلطان کی ناراضگی کے ڈر سے بھاگ آیا ہے میں نے اسے آپ کی خدمت کے لیے تیار کیا ہے۔ اس لیے میں نے اس سے ملاقات نہیں کی ہے۔ میں بھی آپ کا غلام ہوں اور یہ ملک بھی آپ کا ہے۔"

زنگی کی اس تحریر سے سلطان بڑا متاثر ہوا۔

دیگر قلعوں کی فتح

اس کے بعد اتابک زنگی نے دیار بکر کی جانب پیش قدمی کی اور وہاں کے مندرجہ ذیل قلعہ اور شہر فتح کر لیے:

طرہ' اسعرد' حران' قلعہ الرزق' قلعہ نطلیبت' قلعہ یاسنہ' قلعہ ذوالقرنین وغیرہ۔

اس نے ماردین کے نزدیک فرنگی علاقے حملین' المودن' تل موزر اور اس کے علاوہ بجستان کے قلعے فتح کر لیے اور وہاں محافظ فوجیں تعینات کیں۔ وہ شہر آمد پر بھی پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے شہر عانہ کی جانب بھی لشکر بھیجا جو دریائے فرات کی عملداری میں تھا اور اس پر بھی قبضہ کر لیا۔

نائب حاکم کا قتل

ملک الپ ارسلان بن سلطان محمد موصل میں اتابک زنگی کے پاس مقیم تھا اس کا لقب خفاجی تھا۔ وہ سلطان کے مشابہ تھا اس نے سلطان کو چکر دے رکھا تھا کہ ملک اس کا ہے اور وہ اس کا نائب ہے اس لیے وہ سلطان مسعود کی موت کا انتظار کر رہا ہے۔ اس کے بعد (مساجد میں) اس کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا اور وہ اپنے نام سے ملک پر حکومت کرے گا۔ تاہم اس کی آمد و رفت وہاں تھی اور وہ اس کی خدمت کے لیے کوشاں تھا۔

اتابک زنگی کی غیر حاضری میں چند افراد نے شہزادہ کے ساتھ سازباز کی اور اسے آمادہ کیا کہ وہ نائب حاکم کو قتل کر دے اور موصل پر قبضہ کر لے۔ چنانچہ جب وہ اس کے پاس آیا تو اس نے اتابک کے بعض فوجیوں اور غلاموں کو اشارہ کیا انہوں نے نصیر الدین پر حملہ کر کے اسے ماہ ذوالقعدہ ۵۳۹ھ میں موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کا سر اس کے ساتھیوں کی جانب پھینک دیا۔

قاتلوں کی گرفتاری

اسی دوران قاضی تاج الدین یحییٰ بن شہرزوری اس کے پاس آیا اور بظاہر اس کی اطاعت کا اظہار کیا اور اسے مشورہ دیا کہ وہ قلعہ پر اور مال و دولت اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لے ادھر قاضی موصوف نے پہلے قلعہ کے محافظ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ ان لوگوں کو داخل ہونے دے اس کے بعد ان تمام کو گرفتار کر لے۔

جب شہزادہ مذکور نصیر الدین کے قاتلوں کے ساتھ سوار ہو کر قلعہ پہنچا تو قلعہ کے حاکم نے ان تمام کو قلعہ میں قید کر دیا۔ اس کے بعد باقی شہر نے واپسی اختیار کی۔

جب اتابک زنگی البیرہ کا محاصرہ کر رہا تھا تو اسے یہ خبر ملی۔ اس لیے شہر میں فساد کے خطرہ سے وہ موصل آ گیا جب زین الدین علی بن بکت آیا تو زنگی نے اس کو نصیر الدین کی جگہ قلعہ کا حاکم مامور کیا۔ اس کے بعد موصل میں رہ کر محاذ جنگ کی اطلاع کا انتظار کرتا رہا۔ اسے یہ خطرہ تھا کہ وہ فرنگی جو البیرہ میں تھے کہیں دوبارہ نہ آ جائیں اس لیے ماردین کے حاکم نجم الدین کو پیغام بھیجا گیا اور وہ قلعہ اس کے حوالے کر دیا گیا۔ اس طرح مسلمان اس پر قابض رہے۔

اتابک زنگی کی چڑھائی

اتابک زنگی نے ماہ محرم ۵۴۱ھ میں جعبر کے قلعہ کی جانب چڑھائی کی۔ اس کا نام درس بھی تھا اور یہ دریائے فرات پر واقع ہے' اس کا حاکم سالم ابن مالک العقیلی تھا۔ سلطان ملک شاہ نے جب اس کے والد سے حلب حاصل کیا تھا تو اس کے بدلے میں سلطان مذکور نے اس کے والد کو یہ قلعہ جاگیر میں عطا کیا تھا۔

اتابک زنگی نے جزیرہ ابن عمر سے تقریباً "دو کلومیٹر پر واقع قلعہ فنک کی جانب بھی ایک لشکر بھیجا تھا جس نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا تھا ان دنوں فنک کے قلعہ کا حاکم حسام الدین کروی تھی۔

اتابک زنگی کا انجام

جعبر کے قلعہ کا اتابک زنگی نے محاصرہ جاری رکھا یہاں تک کہ حسان بنجی نے درمیان میں آ کر صلح کرانے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی اور محاصرہ بدستور جاری رہا۔

قلعہ جعبر کے محاصرہ کے دوران یہ حادثہ پیش آیا کہ اتابک زنگی کے آزاد کردہ غلاموں نے اس کے خلاف سازش کر کے اچانک اسے قتل کر دیا اور پھر وہ جعبر کے قلعہ کے اندر پناہ گزین ہو گئے اور وہاں کے باشندوں کو اس کی خبر کر دی۔ چنانچہ انہوں نے شہر پناہ پر کھڑے ہو کر اس کے قتل کا اعلان کیا۔

اس کے ساتھی یہ اعلان سن کر جب اس کے پاس پہنچے تو وہ دم توڑ رہا تھا۔ اتابک زنگی کی شہادت ۵ ربیع الآخر ۵۴۱ھ میں ہوئی۔ اس وقت اس کی عمر ساٹھ سال کی تھی۔ اسے رقہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

زنگی کا کردار

اتابک زنگی اچھا سیاست دان اور انصاف پسند حکمران تھا۔ اس کا اپنی فوج پر بڑا رعب تھا۔ اس نے بہت سے شہر آباد کیے اور وہاں امن و امان قائم کیا وہ ظالم کے برخلاف مظلوم کی داد رسی کرتا تھا۔ وہ بڑا بہادر اور دلیر مجاہد اعظم تھا۔

اس کی شہادت کے بعد اس کا لشکر قلعہ فنک سے واپس آ گیا' اس کا حاکم غفار تھا ابن اثیر لکھتا ہے "میں نے ان کے بارے میں سنا کہ تین سو سال سے ان لوگوں میں داد و دہش کا طریقہ رائج ہے اور جو کوئی اس کے پاس پناہ کے لیے آتا ہے وہ اسے پناہ دیتے ہیں۔ ان میں قومیت اور اتحاد کا زبردست جذبہ موجود ہے۔"

زنگی کی انگوٹھی

اتابک زنگی کی شہادت کے بعد اس کے بیٹے نور الدین محمود نے اپنے ہاتھ سے اس کی انگوٹھی اتار لی اور اسے لے کر حلب پہنچا اور اس پر قابض ہو گیا۔

الپ ارسلان کی گرفتاری

ملک الپ ارسلان ابن سلطان محمود نے موصل میں حاکم بننے کا دعویٰ کیا فوج کی ایک بڑی تعداد نے اس کی حمایت کی۔ اس نے موصل کا خود مختار بادشاہ بننا چاہا۔ اس دوران جمال الدین محمد بن علی بن متولی الدیوان اور صلاح الدین بن محمد الباغیسانی حاجب کے مابین اس بات پر

اتفاق ہو گیا کہ سلطنت کو اصلی مالک کے لیے محفوظ رکھیں گے۔ اس لیے وہ امرائے سلطنت سے یہ معاہدہ کرتے رہے کہ وہ سیف الدین غازی بن اتابک زنگی کو حاکم مان لیں۔ اس مقصد کے لیے وہ گرد و نواح کے امراء کو موصل روانہ کرتے رہے۔

الپ ارسلان کو ان دونوں ارکان سلطنت نے سمجھایا کہ وہ عیش و عشرت میں مشغول رہے چنانچہ وہ اسی طرح کی زندگی گزارتا رہا۔

سیف الدین غازی ان دنوں شہر زور میں تھا جو اس کی جاگیر تھا۔ اس نے زین الدین علی کوجک کو جو موصل میں قلعہ کا نائب تھا' بلوایا تھا تاکہ وہ اس کے ساتھ رہے۔

دوسری طرف شہزادہ الپ ارسلان سنجار کی جانب روانہ ہوا۔ حاجب اور اس کا دوست بھی اس کے ساتھ تھے۔ انہوں نے وہاں کے حاکم کو خفیہ طور پر یہ ہدایت کی کہ وہ الپ ارسلان سے تاخیر کی معذرت کرے تاکہ وہ موصل پر قبضہ کر سکے (جب وہ موصل کی جانب روانہ ہوئے تو وہ سنجار کے شہر کے نزدیک سے گزرے' وہاں لشکر کھڑا ہوا تھا۔ انہوں نے الپ ارسلان کو مشورہ دیا کہ وہ دریائے دجلہ کو مشرق کی جانب سے عبور کرے۔

اس کے بعد انہوں نے سیف الدین غازی کو اس کا واقعہ بتایا اور اس بات سے بھی آگاہ کیا کہ اس کے پاس فوج کم ہے اس لیے سیف الدین غازی نے اپنی فوج کو بھیج کر اسے گرفتار کر لیا اور اسے قلعہ موصل میں قید کر دیا۔

اس طرح سیف الدین غازی موصل اور الجزیرہ کا حاکم ہو گیا اور اس کا بھائی نورالدین محمود حلب کا حاکم بن گیا تھا۔ صلاح الدین یاغیسیانی بھی اس کے پاس پہنچ گیا تھا اور وہ اس کی سلطنت کے انتظام میں مصروف رہا۔

مسلمانوں کے خلاف بغاوت

جب اتابک زنگی شہید ہو گیا تو اس کے بعد رہا پر فرنگی حاکم جوسکین قابض ہو گیا۔ جوسکین اپنے مقبوضہ علاقہ تل باشر میں مقیم تھا اس نے رہا کے باشندوں سے خط و کتابت کی۔ وہاں عام طور پر ارمنی آباد تھے اس لیے اس نے انہیں مسلمانوں کے خلاف بغاوت کے لیے اکسایا تاکہ وہ شہران کے حوالے کر دیں چنانچہ انہوں نے اس کی بات مان لی اور اس سے انہوں نے ایک مقرر دن کا وعدہ کیا چنانچہ اس مقررہ دن کو وہ اپنا لشکر لے کر وہاں پہنچا اور شہر پر قبضہ کر لیا لیکن قلعہ اس کی دستبرد سے محفوظ رہا۔

یہ اطلاع جب حلب میں نورالدین محمود کو ملی تو اس نے جلدی سے اس جانب پیش قدمی کی' جب وہ پہنچا تو (فرنگی حاکم) جوسکین اپنے شہر جا چکا تھا تاہم نورالدین نے شہر کو لوٹا اور اس کے باشندوں کو قیدی بنا لیا۔ پھر وہ واپس لوٹا۔ (اس کی مدد کے لیے) سیف الدین غازی نے بھی فوجیں روانہ کیں لیکن وہ راستے ہی میں تھیں کہ انہیں نورالدین کے کارنامے کا علم ہوا تو وہ واپس چلی گئیں۔ یہ واقعہ ۵۴۱ھ میں پیش آیا۔

بعلبک کی فتح

حاکم دمشق نے اتابک زنگی کی شہادت کے بعد بعلبک کو فتح کرنے کا ارادہ کیا' وہاں اتابک کا نائب نجم الدین ایوب بن شادی حکمران تھا' چونکہ فوجی کمک پہنچنے میں تاخیر ہوئی اس لیے اس نے حاکم دمشق سے صلح کر لی اور بعلبک کا شہر اس کے سپرد کر دیا۔ اس کے بدلے میں اسے جاگیر اور مال و دولت عطا ہوئی اور دمشق کے علاقے کے دس دیہات بھی ملے چنانچہ وہ خود بھی حاکم دمشق کے ساتھ دمشق منتقل ہو گیا اور وہاں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو گیا۔

غازی کی تباہ کاری

حلب سے نورالدین محمود ۵۴۲ھ میں جہاد کے لیے فرنگیوں کے علاقے کی جانب روانہ ہوا۔ اس نے ان کے شہر ارتاح پر قبضہ کر لیا اور دوسرے قلعوں کا محاصرہ کیا زنگی کی شہادت کے بعد فرنگیوں کا خیال تھا کہ وہ اپنے چھینے ہوئے علاقے واپس لیں گے لیکن اب انہیں معلوم ہوا کہ ان کا اندازہ درست نہ تھا۔

اسی طرح ماردین اور کیفا کے حاکموں کا خیال تھا کہ وہ بھی اپنے علاقے واپس لے سکیں گے۔ لیکن جب سیف الدین غازی کی حکومت آئی تو وہ دیار بکر کی عملداری میں گھس گیا اور اس نے دارا اور دوسرے مقامات فتح کر لیے۔ آگے بڑھ کر اس نے ماردین کا محاصرہ کر لیا اور اس کے گرد و نواح کو اس قدر تباہ کیا کہ وہاں کے حاکم حسام الدین تمرتاش کو اس کے مقابلے میں اتابک زنگی کی تباہ کاری ہیچ معلوم ہوئی حالانکہ

اس کا دشمن تھا۔ بہر حال ان تباہ کاریوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے سیف الدین غازی سے صلح کر لی اور اپنی بیٹی کا اس کے ساتھ نکاح کر دیا لیکن وہ رخصتی سے قبل موصل چلا گیا۔ اس کے بعد وہ بیمار ہو کر رخصتی سے پیشتر وفات پا گیا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے بھائی قطب الدین نے اس لڑکی کے ساتھ نکاح کر لیا۔

دمشق پر چڑھائی

اس سے قبل دقاق بن تتش کے موالی بنو طغرکین کے حالات میں یہ تحریر کیا تھا کہ یورپ کے ملک جرمنی کا بادشاہ ۵۴۳ھ میں شام پہنچا تھا اور اس نے (صلیبی) فرنگی فوجوں کو لے کر دمشق کا محاصرہ کیا تھا اس وقت وہاں کا حاکم مجید الدین بن ارتق تھا جو معین الدین انز مولیٰ (جو اس کے دادا طغرکین کا غلام تھا) کے زیر تربیت تھا۔

حاکم موصل سیف الدین غازی کو معین الدین نے پیغام بھیجا کہ وہ مسلمانوں کو فوجی امداد دے۔ چنانچہ غازی نے لشکر تیار کر کے شام کی جانب چڑھائی کی۔ اس نے اپنے بھائی نور الدین کو بھی حلب سے بلوا لیا تھا اُن لوگوں نے حمص میں قیام کیا اور فرنگی فوجوں کو محاصرہ سے روکتے گئے چنانچہ دمشق کے مسلمانوں کی ان فوجوں کے آنے سے ہمت بڑھی۔

شام میں بسنے والی فرنگی فوج اور نووارد جرمن فوج کو معین الدین نے الگ الگ پیغام بھیجنے شروع کیے اور دونوں فوجوں میں نااتفاقی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس نے شام کی فرنگی فوجوں کے لیے قلعہ بانیاس دینے کی پیش کش کی بشرطیکہ وہ وہاں سے کوچ کر جائیں آخر کار اس کی سیاسی چالیں کامیاب ہو گئیں اور جرمنی کا بادشاہ دمشق سے چلا گیا اور قسطنطنیہ سے آگے شمالی سمت میں اپنے ملک لوٹ گیا۔ سیف الدین غازی اور اس کے بھائی نے مسلمانوں کی حمایت میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے۔

قلعہ العریمہ پر قبضہ

جرمنی کا بادشاہ جب شام پہنچا تھا تو اس کے ساتھ ہسپانیہ کے عیسائی بادشاہ (جو حلالقہ خاندان سے تعلق رکھتا تھا) اوفونش کا بیٹا بھی تھا۔ اس کے دادا نے مسلمانوں سے طرابلس الشام کا شہر چھینا تھا۔ جبکہ (صلیبی) فرنگی شام پہنچے تھے۔

جرمنی کے بادشاہ کے ساتھ اس کا پوتا بھی آیا تھا۔ اس نے قلعہ العریمہ کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد اس نے طرابلس الشام کو فرنگی حاکم قمص سے چھیننے کی کوشش کی۔ اس لیے اس نے نور الدین محمود اور معین الدین انز کو پیغام بھیجا۔ یہ دونوں جرمن بادشاہ کے چلے جانے کے بعد بعلبک کے شہر میں اکٹھے موجود تھے۔

ان دونوں مسلمان حاکموں کو اس نے ہسپانیہ کے بادشاہ اوفونش کے بیٹے کے خلاف بھڑکایا اور انہیں اس بات پر تیار کیا کہ وہ العریمہ کا قلعہ اس کے قبضے سے چھڑالیں چنانچہ دونوں حکام ۵۴۳ھ میں فوج لے کر روانہ ہوئے۔ اس نے سیف الدین غازی کو بھی اسی قسم کا پیغام بھیجا وہ حمص میں تھا۔ اس نے ان دونوں مسلمان حاکموں کی مدد کے لیے جزیرہ ابن عمر کے حاکم عزالدین ابوبکر الدبیسی کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا۔

چند روز تک العریمہ کے قلعہ کا اُنھوں نے محاصرہ کیا پھر اس کی فصیل کو توڑ کر قلعہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں جو فرنگی باشندے تھے انہیں قید کر لیا۔ اس میں اوفونش کا شہزادہ بھی شامل تھا۔ اس کے بعد سیف الدین کے لشکر نے واپسی اختیار کی۔

اس کے بعد نور الدین زنگی کو یہ خبر ملی کہ فرنگی فوج شام کے مقام یغتو میں جمع ہو رہی ہے تاکہ وہ حلب کے علاقہ پر حملہ کرے چنانچہ وہ وہاں گیا اور انہیں شکست دے کر ان کا خاتمہ کیا اور باقی لوگوں کو قیدی بنا لیا۔ اس نے وہاں کے مال غنیمت اور قیدیوں کو اپنے بھائی سیف الدین غازی اور خلیفہ مقتفی میں تقسیم کر دیا۔

سیف الدین غازی کا انتقال

۵۴۴ھ کے درمیانی عرصے میں حاکم موصل سیف الدین غازی کا انتقال ہو گیا۔ اس نے تین سال دو مہینے تک حکومت کی۔ اس کا صرف ایک کم سن بیٹا تھا جو اپنے چچا نور الدین محمود کے پاس پرورش پاتا رہا اور نوعمری ہی میں وفات پا گیا تھا۔ اس طرح غازی کی نسل ختم ہو گئی۔

سیف الدین غازی کا کردار

سیف الدین غازی بڑا سخت اور دلیر حکمران تھا اُس کا دسترخوان بڑا کشادہ تھا وہ صبح و شام (غریبوں کو) کھانا کھلاتا تھا اور ہر دفعہ (کھانے کے موقع پر) ایک سو بکریاں ذبح کی جاتی تھیں۔

وہ پہلا حاکم تھا جو اپنے سر پر علم بلند کرتا تھا۔ اس نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ تلواریں گلے میں لٹکانے کے بجائے پٹکے پر لٹکائی جائیں۔

اس نے فقہاء اور علماء کے لیے مدارس تعمیر کرائے اور غریبوں کے لیے محتاج خانے بنوائے۔

مشہور شاعر حیص بیص نے جب اس کی تعریف میں ایک قصیدہ پڑھا تو اس نے خلعت وغیرہ کے علاوہ ایک ہزار مثقال انعام میں عطا کیے۔

موصل کی حکومت

سیف الدین غازی کا جب انتقال ہوا تو وزیر جمال الدین اور سپہ سالار زین الدین علی نے بڑی تیزی دکھائی وہ اس کے بھائی قطب الدین کو لے کر آئے اور فوراً اسے بادشاہ بنا کر اس کی جانشینی کا اعلان کیا اور اس کی اطاعت کا حلف اٹھایا اس کے بعد وہ پائے تخت پہنچا۔ اس وقت زین الدین اس کے ساتھ تھا۔ یہاں لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور موصل و الجزیرہ میں اس کے بھائی کی عملداری میں رہنے والے تمام باشندوں نے اس کی اطاعت کی۔

حاکم ماردین حسام الدین تمرتاش کی بیٹی خاتون سے قطب الدین نے نکاح کیا۔ اس لڑکی سے اس کے بھائی (سیف الدین غازی) کا نکاح ہو چکا تھا لیکن وہ رخصتی سے قبل وفات پا گیا تھا۔ اس خاتون کے بطن سے قطب الدین کی تمام اولاد کی پیدائش ہوئی۔

سنجار پر قبضہ

قطب الدین مودود موصل کا حکمران ہو گیا اُس کا بھائی نور الدین محمود شام میں تھا وہ اس کا بڑا بھائی تھا۔ حلب اور حماۃ اس کے زیر نگین تھے چنانچہ اس کے بھائی غازی کے انتقال کے بعد امراء کی ایک بڑی جماعت نے اس کے ساتھ خط و کتابت کی۔ انہی امراء میں سنجار کا نائب حاکم عبدالملک بھی شامل تھا اُس نے بھی اطاعت قبول کرنے کے بارے میں خط و کتابت کی تھی۔ چنانچہ وہ اپنے امراء میں سے ستر شہسواروں کو لے کر جلد اس کی جانب روانہ ہوا اور اپنے ساتھیوں سے پہلے بارش والے روز شہر میں داخل ہو گیا۔ لوگوں نے اسے نہیں پہچانا صرف اتنا سمجھ سکے کہ وہ ترکمانی فوج کا سردار ہے۔ پھر وہ کوتوال کے گھر پہنچا اس نے دست بوسی کر کے اطاعت قبول کی اس کے بعد اس کے ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے اور وہ تمام مل کر سنجار کی جانب روانہ ہوئے لیکن اس کی تیز رفتاری کے باعث اس کے ساتھی پھر پیچھے رہ گئے اور وہ صرف دو سواروں کے ہمراہ سنجار پہنچا اور شہر کے باہر پڑاؤ کیا اور نائب حاکم کو بلا بھیجا۔ وہ موصل کی جانب روانہ ہوا تھا اور قلعہ پر اپنے بیٹے شمس الدین محمود کو چھوڑ کر نور الدین محمود کے سپرد کر دیا اور وہ اس پر قابض ہو گیا۔

کیفا کے حاکم فخر الدین قرا ارسلان کو اس نے باہمی محبت کی وجہ سے بلوا بھیجا۔ وہ اپنی فوجوں کے ہمراہ وہاں پہنچ گیا۔

مصالحت

اسی اثناء میں سنجار پر قبضہ کی اطلاع حاکم موصل قطب الدین اور اس کے وزیر جمال الدین اور سپہ سالار زین الدین کو بھی مل گئی تو وہ تمام لشکر لے کر نور الدین محمود سے جنگ کرنے کے لئے سنجار کی جانب روانہ ہوگئے۔ وہ تل اعفر تک پہنچ چکے تھے پھر انہوں نے اس سے جنگ کرنے سے گریز کیا۔ وزیر جمال الدین نے اسے صلح کرنے کا مشورہ دیا اور مصالحت کرنے کے لیے بذات خود گیا اور سنجار اپنے بھائی قطب الدین کو لوٹا دیا۔ اس کے بدلے میں اس کے بھائی نے شہر حمص الرحبہ اور شام کا علاقہ (بڑے بھائی) کو دے دیا۔ اس طرح نور الدین محمود شام کا واحد حکمران ہو گیا اور اس کا بھائی قطب الدین الجزیرہ کے سارے علاقے کا واحد خود مختار حاکم تسلیم کیا گیا اور اس معاہدہ پر دونوں نے اتفاق کر لیا۔ اس کے بعد نور الدین سنجار میں اپنے والد کے ذخیرہ کو لے کر حلب واپس لوٹ گیا۔

عہد نور الدین کے خاص واقعات

برنس کا قتل

۵۴۴ھ میں نور الدین نے انطاکیہ پر چڑھائی کی اور اس کے اکثر قلعوں کو تاراج کر دیا جب وہ بعض قلعوں کا محاصرہ کر رہا تھا تو فرنگی فوجوں نے جمع ہو کر اس پر حملہ کر دیا۔ نور الدین نے ان کا مقابلہ کیا اور اس موقع پر نمایاں کارنامے انجام دیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی (صلیب پرستوں) کو شکست ہوئی اور انطاکیہ کا حاکم برنس مارا گیا۔ وہ انتہائی سرکش حکمران تھا۔

اس کا نابالغ بیٹا اس کے بعد حاکم بنایا گیا اس کی والدہ نے ایک دوسرے برنس ثانی سے نکاح کر لیا تاکہ وہ اس کے بچے کی نگہداشت کر سکے اور ملک کا انتظام چلائے۔

اس پر بھی نور الدین نے حملہ کیا اور جنگ میں اس کو شکست دی اور برنس ثانی کو قید کر لیا گیا۔ اس طرح نابالغ سمند کو حکومت کرنے کا موقع ہاتھ آ گیا۔

افامیا پر قبضہ

اس کے بعد ۵۴۵ھ میں نور الدین نے قلعہ افامیا پر چڑھائی کی جو شیزر اور حماۃ کے درمیان تھا اور بہترین قلعہ سمجھا جاتا تھا۔ نور الدین نے اس کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا اور اس میں محافظ فوجیں مامور کیں اور ان کے لیے ہتھیاروں اور خوراک وغیرہ کا ذخیرہ اکٹھا کیا۔

اس کام سے ابھی وہ فارغ نہیں ہوا تھا کہ وہ فرنگی جو شام میں تھے جمع ہو کر مقابلہ کے لیے تیار ہوئے لیکن جب انہیں (اس کی فتوحات کی) اطلاع ملی تو وہ مقابلہ کرنے کی جرات نہ کر سکے اور صلح کے لیے آمادہ ہوئے لہٰذا نور الدین نے ان کے ساتھ مصالحت کر لی۔

مسلمانوں کی شہادت

نور الدین نے اس کے بعد فوج تیار کر کے فرنگیوں کے سرغنہ کے قلعوں کی جانب حملے کرنے کے لیے پیش قدمی کی وہ حلب کے شمال میں تل باشر، عنتاب اور عزاز وغیرہ قلعوں کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا ان کے فرنگی حاکم جوسکین نے بھی فوجیں اکٹھی کر کے اس کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو امتحان میں ڈالا اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور کافی تعداد میں مسلمان قید ہو گئے۔

جوسکین کا پیغام

(جوسکین اس شکست پر بڑا خوش ہوا اور) اس نے ملک مسعود بن قلیج ارسلان کو پیغام بھیجا جس میں نور الدین کو شکست پر اس کو شرم دلائی گئی تھی کیونکہ وہ اس کا داماد تھا اس کا یہ پیغام اس کو بڑا شاق گزرا اس لیے اس نے جوسکین کو گرفتار کرنے کی تدبیر کی اس نے اپنے گرد و نواح کے ترکمانی قبائل کو مال کا لالچ دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اسے گرفتار کرنے کی کوشش کریں چنانچہ انہوں نے کوشش کی اور ان میں سے کچھ لوگ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے۔ اس نے مال حاصل کر کے چھوڑنا چاہا لیکن حلب کے حاکم ابوبکر الرامہ نے ایک لشکر بھیجا جو اس قبیلہ سے نہیں تھا اس لشکر نے جوسکین کو قید کر کے حلب پہنچا دیا۔

شام کے قلعوں کی فتح

اس کے بعد نور الدین نے مندرجہ ذیل قلعوں کو فتح کر لیا:

۱۔ تل باشر۔ ۲۔ عنتاب۔ ۳۔ عزار۔ ۴۔ تل خالد۔ ۵۔ فورص۔ ۶۔ داوندار۔ ۷۔ مرج الرصاص۔ ۸۔ قلعہ النہاوہ۔ ۹۔ کفر شود۔ ۱۰۔ کفرلات۔ ۱۱۔ دلوکا۔ ۱۲۔ مرعش۔ ۱۳۔ نہر الجوز۔

ان قلعوں میں اس نے خوراک کا ذخیرہ جمع کیا۔ فرنگیوں نے چڑھائی کی تاکہ وہ اس کا مقابلہ کریں چنانچہ قلعہ جلاک پر ان سے جنگ ہوئی اس میں فرنگیوں کو شکست ہوئی۔ مسلمانوں نے انہیں قتل کیا اور جو بچ گئے انہیں قید کر لیا۔ اس کے بعد نور الدین نے دلوکا کا قلعہ فتح کر

لیا' البتہ تل باشر فتح نہیں ہو سکا' وہ اس وقت فتح ہوا جب نور الدین نے دمشق کو فتح کر لیا تھا اس سے وہاں کے لوگوں نے پناہ طلب کی تو اس نے اس کے پاس حسان المنبجی کو بھیجا۔ انہوں نے قلعہ اس کے سپرد کر دیا اس کے بعد اس قلعہ کو مضبوط کیا گیا۔ یہ واقعہ ۵۴۹ھ میں پیش آیا۔

دمشق کی فتح

۵۴۸ھ میں صلیبی فرنگیوں نے عسقلان کے شہر کو فاطمی خلفاء کے قبضہ سے چھین لیا تھا۔ ان دونوں حکومتوں کی راہ میں نور الدین کے لیے دمشق حائل تھا' اس لیے اس کا فتح کرنا لازمی ہو گیا تھا۔ عسقلان فتح کرنے کے بعد فرنگیوں نے دمشق پر بھی ہاتھ بڑھانے شروع کر دیئے تھے اور اہل دمشق پر جزیہ و خراج مقرر کر دیا تھا اور ان سے یہ معاہدہ بھی کیا تھا کہ وہ ان قیدیوں کو جو ان کے قبضے میں ہیں اپنے وطن جانے کا اختیار دیں' ان دنوں دمشق کا حاکم مجیر الدین انر بن محمد تھا جو اتابک طغرکین کا پڑپوتا تھا' وہ بڑا کمزور طبع تھا اس لیے نور الدین کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں فرنگی دمشق کو فتح نہ کر لیں۔ مجیر الدین اکثر اپنے ہمسایہ حکام سے چھیڑ چھاڑ کرتا تھا اور وہ فرنگیوں سے امداد طلب کرتے تھے۔ اس طرح وہاں غلبہ حاصل کرتے تھے۔ اس لیے وہ دمشق کے سیاسی حالات پر کافی غور و خوض کرتا رہا۔

بالآخر کافی غور و فکر کے بعد اس نے مجیر الدین سے تعلقات بڑھانے شروع کیے یہاں تک کہ دونوں کے مابین دوستانہ تعلقات مضبوط ہو گئے۔ پھر اس نے اس کے ارکان سلطنت کے بارے میں مداخلت شروع کی اور ان پر یہ الزام لگانے لگا کہ وہ اس سے خط و کتابت کرتے ہیں اس طرح اس نے ایک کو دوسرے کے خلاف لڑوانا شروع کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حاکم دمشق کے ارکان سلطنت ختم ہو گئے اور اس کے امراء میں سے خادم عطاء بن حفاظ کے علاوہ اور کوئی باقی نہ رہا۔ وہی اس وقت سلطنت کا سربراہ تھا۔ وہ نور الدین کے لیے پریشانی کا سبب بنا رہا اور اس کی وجہ سے وہ دمشق کو فتح کرنے کا منصوبہ مکمل نہیں کر سکا تھا اس لیے اس نے مجیر الدین کو اس کے خلاف اکسایا یہاں تک کہ اس نے اس کو الگ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس سیاسی حکمت عملی کے نتیجے میں دمشق اپنے محافظوں سے خالی ہو گیا' اس وقت نور الدین نے اعلانیہ مجیر الدولہ کے خلاف اپنی دشمنی کا اظہار کیا اور اس پر چڑھائی شروع کی۔ اس نے فرنگیوں سے فوجی امداد طلب کی۔ اس کے بدلے اس نے مال و دولت دینے اور بعلبک کا علاقہ ان کے سپرد کرنے کا وعدہ کیا۔ لہٰذا فرنگی اپنی فوجیں جمع کر کے اس مقصد کے لیے تیاری کرنے لگے۔

۵۴۷ھ میں سلطان نور الدین نے دمشق کی طرف پیش قدمی کی۔ اس نے دمشق کے نوجوانوں سے خط و کتابت کر کے انہیں کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا اس لیے جب سلطان نور الدین وہاں پہنچا تو نوجوانوں نے مجیر الدین کے خلاف بغاوت کر دی اور وہ قلعہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا۔

اس طرح سلطان نور الدین نے دمشق فتح کر لیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا' اس نے مجیر الدین کو جاگیریں دینے کا وعدہ کیا جن میں حمص کا شہر بھی شامل تھا۔ چنانچہ مجیر الدین وہاں چلا گیا اور سلطان نور الدین نے قلعہ پر بھی قبضہ کر لیا۔

بعد میں سلطان نور الدین نے اسے حمص کے بجائے بالس کا علاقہ دینا چاہا لیکن وہ اس پر رضامند نہیں ہوا اور بغداد چلا گیا۔ وہاں اس نے گھر تعمیر کیا اور وہیں رہنے لگا یہاں تک کہ اس کا وہیں پر انتقال ہو گیا۔

دیگر قلعوں کی فتح

دمشق کی فتح سے جب سلطان نور الدین فارغ ہوا تو حلب کے شمال میں جو فرنگی فوجیں تل باشر میں تھیں' انہوں نے پناہ طلب کی۔ اور اسے اپنا قلعہ حوالے کر دیا۔ چنانچہ سلطان نور الدین کا ایک بڑا امیر حسان المنبجی اس قلعہ پر قابض ہو گیا۔

اس کے بعد وہ ۵۵۱ھ میں انطاکیہ کے نزدیک قلعہ بہرام کی جانب آیا۔ یہ قلعہ انطاکیہ کے فرنگی حاکم سمند کے زیر کنٹرول تھا' اس نے اس کا محاصرہ کر لیا تو فرنگی فوجیں اس کے دفاع کے لیے کمربستہ ہو گئیں پھر انہوں نے اس کا مقابلہ کرنے کا ارادہ تبدیل کر لیا اور سلطان نور الدین سے اس شرط پر صلح کی کہ وہ (فرنگی) قلعہ حارم کا نصف علاقہ اسے دیں گے چنانچہ اس نے ان سے مصالحت کر لی اور واپسی اختیار کی۔

فتح قلعہ شیزر

شہر حماۃ سے نصف منزل کے فاصلے پر شیزر کا قلعہ ایک اونچے پہاڑ پر واقع ہے۔ وہاں تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے' اس پر بنو منقذ کنانیوں کی حکومت تھی جو صالح بن مرداس حاکم حلب کے زمانے میں ۴۲۰ھ سے اس قلعہ کے موروثی حاکم چلے آ رہے تھے۔

ابوالحسن بن نصیر بن منقذ کے بعد اس کا بیٹا مرہب نصر بن علی حاکم ہوا جب ۴۹۰ھ میں اس کی وفات ہونے لگی تو اس نے ابوسلم بن علی کو جو اس کا بھائی تھا' حاکم مامور کیا وہ علم قرات اور ادب کا بہت بڑا عالم تھا۔ سلطان بن علی نے اپنے بھائی مرشد کو حاکم مامور کیا۔ دونوں بھائیوں میں اس قدر اتحاد و اتفاق تھا جو کسی دو افراد میں نہیں ہو سکتا تھا۔ مرشد کے بہت سے بیٹے تھے جو بڑے ہو کر سردار بنے' ان میں سے عزالدولہ ابوالحسن علی' موید الدولہ اسامہ اور اس کا بیٹا علی بن اسامہ (زیادہ مشہور) ہیں۔ ان کی اپنے چچا زاد بھائیوں سے دشمنی ہوئی اور باہمی منافرت ہونے لگی لیکن مرشد اور اس کے بھائی میں بے حد اتفاق و اتحاد کی بدولت ان میں نااتفاقی پیدا نہ ہو سکی۔

۵۳۱ھ میں جب مرشد کا انتقال ہو گیا تو اس کے بھائی سلطان نے اس کی اولاد سے بدسلوکی کی اور انہیں قلعہ شیزر سے نکال دیا۔ چنانچہ وہ منتشر ہو گئے' ان میں سے کچھ سلطان نور الدین کے پاس بھی پہنچے۔ اسے ان کی یہ حالت دیکھ کر بڑا دکھ ہوا۔ تاہم وہ فرنگیوں سے جنگ کرنے میں مصروف تھا (اس لیے وہ ان کے لیے کچھ نہیں کر سکا)

سلطان کا بھی جب انتقال ہو گیا اور قلعہ کی حکومت اس کی اولاد کے حصے میں آئی تو انہوں نے (صلیبی) فرنگیوں سے خط و کتابت شروع کر دی۔ ان کی اس حرکت پر سلطان نور الدین کو ناراضگی پیدا ہوئی۔

اس کے بعد شام میں زبردست زلزلے آئے جن کے باعث شام کے بیشتر شہر تباہ و برباد ہو گئے۔ بالخصوص حماۃ' حمص' کفر طاب' معرۃ' افامیہ' حصن الاکراد' عرقہ' لاذقیہ' طرابلس اور انطاکیہ کے شہروں کی عمارتیں سب کی سب منہدم ہو گئیں۔ زلزلے کا یہ حادثہ ۵۵۲ھ میں آیا۔

شام کے وہ شہر جن کی عمارتوں کا کچھ حصہ گر گیا تھا اور ان کی فصیلیں زمین بوس ہو گئی تھیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان فصیلوں کے گرنے سے سلطان نور الدین کو فرنگیوں کے حملوں کا خطرہ ہوا اس لیے وہ اپنی فوجوں کو لے کر تمام شہروں کے چاروں جانب گھوما اور جن کی فصیلیں ٹوٹ گئی تھیں' ان کی تعمیر و مرمت کی طرف توجہ دی۔

شیزر کی فتح

قلعہ شیزر کے امراء انہی زلزلوں کے دنوں میں حاکم شیزر کی ایک دعوت میں جمع تھے کہ اچانک زلزلہ آیا' وہ تمام اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے کہ قلعہ کی دیواریں ان پر گر پڑیں اور قلعہ شیزر کے حکام میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچ سکا۔ اس کے نزدیک ہی سلطان نور الدین کا ایک امیر تھا جو فوراً وہاں آیا اور سلطان نور الدین کے نام اس پر قبضہ کیا پھر اس نے قلعہ کی فصیلوں کی مرمت کروائی اور اس کی عمارتوں کی نئے سرے سے تعمیر کرائی۔ چنانچہ یہ قلعہ اپنی سابقہ حالت پر لوٹ آیا۔" یہ بیان ابن الاثیر کا ہے۔

ابن خلکان کی روایت

ابن خلکان (مؤلف وفیات الاعیان ہے جو مشاہیر مسلمانوں کا مشہور تذکرہ ہے) بیان کرتا ہے:

بنو منقذ نے رومیوں کے قبضہ سے قلعہ شیزر کو ۴۷۴ھ میں چھینا جس نے اسے فتح کیا تھا وہ علی بن منقذ بن نصر بن سعد تھا۔ اس نے اس قلعہ کا حال بغداد لکھ کر بھیجا تھا۔ اس کی اصل عبارت کا مضمون اس طرح سے ہے۔

"یہ خط میں قلعہ شیزر سے لکھ رہا ہوں۔ اللہ اس کی حفاظت فرمائے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس عظیم اور مضبوط قلعہ کو فتح کرنے کی سعادت عطا فرمائی ہے جو اس سے قبل کسی مخلوق کو نہیں ہوئی۔ اگر اس کی اصل حقیقت جاننے کی کوشش کی جائے تو یہ معلوم ہو گا کہ میں اس کے تیروں اور جنات اور سرکش مخلوق کے لیے حضرت سلیمان کی مانند ہوں۔ خاوند اور بیوی کے مابین جدائی کرا سکتا ہوں اور چاند کو اس کے مقام سے نیچے اتار سکتا ہوں میں ستاروں کا باپ ہوں اور میں ہی سب کچھ علم رکھتا ہوں۔

میں نے جب اس قلعہ کی جانب نگاہ ڈالی تو مجھے حیرت انگیز باتیں دکھائی دیں۔ اس قلعہ میں تین ہزار افراد کی مع اہل و عیال'

سازوسامان اور اموال کے ساتھ آباد ہونے کی سہولت ہے۔اس میں کوئی انسان پانچ عورتیں اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے۔

میں نے اس کے اور قلعہ روم کے مابین ایک ٹیلے کا انتخاب کیا جو حوامس کے نام سے شہرت رکھتا ہے۔ اس ٹیلہ کو بھی قلعہ کہا جاتا تھا۔ میں نے اس قلعہ کو آباد کیا اور اپنے اہل و عیال اور خاندان کو اس میں بسایا۔ میں نے تلوار کے زور سے اسے رومیوں سے چھینا اور تیزی کے ساتھ اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے باوجود میں نے یہاں کے رہنے والے رومیوں کے ساتھ نیک برتاؤ کیا اور ان کے ساتھ عزت و احترام کا رویہ اختیار کیا۔ میں نے ان رومیوں کو اپنے اہل و عیال اور خاندان میں شامل کر لیا تھا۔ ان کے سور میری بکریوں کے ریوڑوں کے ساتھ پروان چڑھتے تھے اور اذان کی آواز کے ساتھ ساتھ ان کے ناقوس بھی بجتے تھے۔

شیزر کے اصلی باشندوں نے جب میرا یہ رویہ دیکھا تو وہ مجھ سے بہت مانوس ہو گئے اور تقریباً ان کی نصف آبادی میرے پاس پہنچ گئی۔ میں نے بھی ان کے احترام میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

مسلم بن قریش عقیلی جب ان کے پاس پہنچا تو اس نے اہل شیزر میں سے تقریباً بیس افراد کو قتل کر دیا۔ جب مسلم بن قریش ان کے پاس سے چلا گیا تو انہوں نے قلعہ میرے حوالے کر دیا"

یہاں پر علی بن منقذ کا خط ختم ہو جاتا ہے۔

بیانات میں فرق

ابن الاثیر اور ابن خلکان کے بیانات میں تقریباً پچاس برس کا فرق دکھائی دیتا ہے تاہم ابن الاثیر کا بیان زیادہ درست ہے کیونکہ (صلیبی) فرنگیوں نے پانچویں صدی کے آغاز میں شام کے کسی علاقے پر قبضہ نہیں کیا تھا۔

بعلبک کی فتح

ضحاک البقاعی کے زیر انتظام بعلبک کا شہر تھا (بقاعی کی نسبت بقاعہ سے ہے) اب یہ شہر حاکم دمشق کے زیر کنٹرول ہے۔ جب سلطان نور الدین نے دمشق فتح کیا تو ضحاک نے بعلبک پر اپنا غلبہ قائم رکھا۔ سلطان نور الدین فرنگیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے باعث اس کی جانب توجہ نہیں کر سکا۔ تاہم ۵۵۲ھ میں سلطان نور الدین نے اسے حکومت سے معزول کر کے بعلبک کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔

بغاوت کی سرکوبی

سلطان نور الدین ۵۵۴ھ میں حلب میں ٹھہرا ہوا تھا اور اس کے ساتھ اس کا چھوٹا بھائی امیر امیران بھی تھا۔ اس دوران نور الدین قلعہ میں بیمار ہوا اور اس کی بیماری خطرناک ہو گئی تو اس کے چھوٹے بھائی نے فوج اکٹھی کر کے قلعہ حلب کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان نور الدین کا سب سے بڑا حاکم شیر کوہ ابن شادی حمص کا حکمران تھا۔ جب اس کو بغاوت کی اطلاع ملی تو وہ دمشق کی جانب روانہ ہوا تاکہ وہ دمشق پر قبضہ کر لے۔ اس کا حاکم اس کا بھائی نجم الدین ایوب (والد سلطان صلاح الدین) تھا۔ اس نے اپنے بھائی کی اس حرکت کو پسند نہ کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ حلب جا کر سلطان نور الدین کی وفات اور زندگی کے بارے میں حقیقت معلوم کر لے۔

اس پر وہ تیز رفتاری کے ساتھ حلب پہنچا اور قلعہ پر چڑھ کر وہاں کی چھت سے سلطان نور الدین کو (زندہ حالت میں) عوام کے سامنے نمودار کیا۔ اسے دیکھ کر لوگ اس کے بھائی امیر امیران سے الگ ہو گئے۔ اب اس کا بھائی حران گیا اور اس پر قابض ہو گیا۔

نور الدین جب صحت یاب ہوا تو اس نے اپنے بھائی سے حران کا علاقہ چھین کر اسے اپنے بھائی قطب الدین حاکم موصل کے نائب زین الدین علی کجک کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد وہ رقہ کی جانب گیا اور اس کو محاصرہ میں لے لیا۔

سلیمان شاہ کے حالات

سلیمان شاہ ابن سلطان محمد بن ملک شاہ اپنے چچا سلطان سنجر کے پاس خراسان کے قریب مقیم تھا۔ اس نے اسے اپنا ولی عہد بنا لیا تھا اور خراسان کی مساجد کے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ جب ۵۴۸ھ میں سلطان سنجر دشمن کے ہاتھوں قیدی بن گیا اور سلیمان شاہ کے خلاف دشمن کی فوجیں صف آراء ہوئیں تو وہ دشمن کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکا اس لیے وہ خوارزم شاہ کے پاس بھاگ گیا اور تعلقات

مضبوط کرنے کی غرض سے اپنی بھتیجی کا اس سے نکاح کر دیا لیکن خوارزم شاہ کو بعض خبریں ایسی ملیں جن کے باعث سلیمان شاہ کی شخصیت مشتبہ ہو گئی اس لیے اسے خوارزم سے نکل جانے کا حکم سنایا گیا۔

اس کے بعد سلیمان شاہ وہاں سے اصفہان آیا لیکن کوتوال شہر نے اسے داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ اس لیے وہ قاشان کی جانب روانہ ہوا تو اس کے بھائی محمود کے بیٹے محمد شاہ نے ایک لشکر کو بھیج کر اسے داخل ہونے سے روک دیا۔ اس لیے وہ خراسان روانہ ہوا لیکن ملک شاہ نے اسے وہاں بھی آنے نہ دیا۔ تو اس نے نجف کا رخ کیا اور [1] میں مقیم ہوا اور خلیفہ المستنصر کے پاس پیغام بھجوایا اور اپنے اہل و عیال کو اظہار اطاعت کے لیے یرغمال کے طور پر بھجوایا اور بغداد آنے کی اجازت مانگی۔

اس کی خلیفہ نے عزت کی [2] اور اسے آنے کی اجازت دے دی۔ وزیر ابن ہبیرہ کا بیٹا اسے جلوس کی شکل میں لانے کے لیے اس کے پاس پہنچا۔ اس جلوس میں قاضی القضاۃ بھی شریک تھے چنانچہ وہ دونوں اس حالت میں بغداد پہنچے اور ۵۵۰ھ کے آخر میں سلیمان شاہ کو خلعت سے نوازا گیا۔

سلیمان شاہ کو چند روز کے بعد محل میں حاضر کیا گیا اور قاضی القضاۃ اور ارکان سلطنت کے سامنے اس نے اطاعت کا حلف اٹھایا۔ اس کے بعد بغداد کی مساجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اسے اس کے والد کے القاب مرحمت کیے گئے اور یہ حکم دیا گیا کہ اسے تین ہزار سوار دیے جائیں چنانچہ وہ انہیں لے کر ماہ ربیع الاول ۵۵۱ھ میں کوہستان عجم (بلاد الجبل) کی جانب روانہ ہوا خلیفہ نے حلوان میں قیام کیا اور اس کے بھتیجے ملک شاہ حاکم ہمدان سے امداد مانگی لہٰذا اس نے دو ہزار سواروں سے مدد کی اس کے صلے میں سلیمان شاہ نے اسے اپنا ولی عہد بنا لیا۔ خلیفہ نے ان دونوں حکام کی مال و دولت اور ہتھیاروں سے مدد کی۔ اس کے بعد رے کا حاکم ایلاکز بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا اس طرح ان کی فوجوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا تھا۔

سلیمان شاہ کی نظر بندی

دوسری طرف سلطان محمد نے حاکم موصل قطب الدین مودود اور اس کے نائب زین الدین علی کچک سے مدد طلب کی لہٰذا اس کی مدد کے لیے لشکر روانہ کیا اور سلطان محمد نے سلیمان شاہ سے جنگ کرنے کے لیے پیش قدمی کی۔ اس جنگ میں سلیمان شاہ کو شکست کا سامنا ہوا اور اس کی فوجیں منتشر ہو گئیں ایلاکز بھی اسے چھوڑ کر فرار ہو گیا تھا۔

سلیمان شاہ (شکست کے بعد) شہرزور کے راستے سے بغداد کی جانب روانہ ہوا ادھر جب زین الدین علی کچک کو اس کی شکست کی اطلاع ملی تو وہ موصل کی فوجوں کے ساتھ روانہ ہوا اور شہرزور میں اس کے انتظار میں گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ امیر ایراق بھی تھا۔ جب سلیمان شاہ وہاں سے گزرا تو زین الدین نے اسے گرفتار کر لیا اور موصل لے جا کر انتہائی عزت کے ساتھ نظر بند کر دیا اور اس کی خبر سلطان محمد کو کر دی گئی۔

سلیمان شاہ کی مسند نشینی

۵۵۵ھ میں جب سلطان محمود بن محمد کا انتقال ہو گیا تو ہمدان کے سرکردہ امراء نے قطب الدین اتابک کو پیغام بھیجا کہ وہ سلیمان شاہ کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں اور اس کے وزیر جمال الدین کو بادشاہ کا وزیر بنانا چاہتے ہیں انہوں نے اس قسم کا معاہدہ بھی کیا تھا اس لیے قطب الدین نے اسے اچھے طریقے سے رخصت کیا اور اس کے ساتھ زین الدین علی کچک کی زیر قیادت موصل کی فوجوں کو ہمدان تک بھیجا جب وہ کوہستانی علاقہ (بلاد الجبل) نزدیک آیا تو وہاں کی فوجیں امداد اور استقبال کے لیے پہنچ گئیں اور یہ فوجیں سلیمان شاہ کا استقبال کرنے کے بعد بادشاہ موصوف کو اپنی حفاظت میں سرکاری راستے پر لے گئیں۔ اس صورت حال میں زین الدین کو اپنی جان کا اندیشہ ہوا۔ اس لیے وہ اپنی

[1] یہاں بھی خالی جگہ ہے۔ تاریخ الکامل میں لکھا ہے: "وہ بندنجین کے مقام پر مقیم ہوا اور اس نے خلیفہ المقتفی کے پاس ایک قاصد روانہ کیا جس کے ذریعے اس نے خلیفہ کو اپنی آمد کی اطلاع دی۔" (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۹ ص ۴۸) ۔مترجم

[2] یہاں عبارت نامکمل ہے۔ تاریخ الکامل میں تحریر ہے: "خلیفہ نے اس کی بیوی اور اس کے ساتھ آنے والوں کی عزت کی اور اسے بغداد داخلے کی اجازت دی۔ سلیمان شاہ کے ساتھ ایک نہایت مختصر فوج تھی جو تین سو افراد پر مشتمل تھی۔" (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۹ ص ۴۸۔۴۹) ۔مترجم

فوجیں لے کر موصل واپس چلا گیا اور سلیمان شاہ نے ہمدان واپسی کی۔

نور الدین کی فوجی تیاریاں

دوسری طرف نور الدین محمود نے حلب کی فوجوں کو تیار کیا اور قلعہ حارم کے فرنگیوں کا محاصرہ کر لیا۔ شروع میں فرنگی اس کا مقابلہ کرنے کے لیے جمع ہوئے لیکن بعد میں مقابلہ کرنے سے ڈر گئے اور جنگ نہیں کر سکے' یہ محاصرہ طویل ہو گیا۔ اس لیے نور الدین محمود نے واپسی اختیار کی۔

طرابلس پر چڑھائی

۵۵۸ھ میں اس نے طرابلس کو فتح کرنے کے لیے لشکر کشی کی' جب وہ حصن الاکراد کے نیچے .بقیعہ کے میدان میں پہنچا تو فرنگی فوجوں نے اسے شکست دی اور مسلمانوں کو زبردست نقصان پہنچایا' سلطان نور الدین اپنی شکست خوردہ فوج کے ساتھ جان بچا کر بحیرہ قطینہ پہنچا جو حمص کے نزدیک ہے' وہاں اس کی شکست خوردہ فوجیں بھی پہنچ گئی تھیں۔

دمشق اور حلب سے نور الدین نے مال و دولت' خیمے اور دیگر فوجی سازوسامان جمع کیا اور فوجوں کی خامیاں اور کمزوریاں دور کیں فرنگیوں کو یہ پتہ چل گیا تھا کہ وہ حمص میں موجود ہے لیکن وہ اس کے مقابلے کے لیے نہیں آئے بلکہ انہوں نے صلح کی درخواست کی۔ درخواست اس نے قبول نہ کی۔ اس لیے فرنگیوں نے حصن الاکراد میں اپنے محافظ دستے تعینات کر کے واپسی اختیار کی۔

ابن نصری کی برطرفی

اس جنگ میں نور الدین نے ایک شخص کو جو ابن نصری کے نام سے مشہور تھا' برطرف کر دیا کیونکہ اس نے مصارف جہاد کی کثرت کے باعث غرباء' علماء' صوفیا اور قاریوں کو زیادہ انعامات دینے سے منع کیا تھا' اس پر سلطان نور الدین ناراض ہوا اور کہنے لگا ''اللہ کی قسم! مجھے صرف انہی لوگوں کی وجہ سے فتح کی امید ہے کیونکہ یہ افراد بھی میرے ساتھ جہاد کرتے ہیں۔ وہ رات کے وقت میری حمایت میں دعاؤں کے تیر چلاتے ہیں۔ اس لیے میں یہ اخراجات بند نہیں کر سکتا' بیت المال میں ان کا حق ہے اس لیے ان کی حق تلفی کرنا میرے لیے مناسب نہیں ہے۔''

فرنگیوں سے مقابلہ

اس کے بعد اس نے فرنگیوں سے انتقام لینے کی تیاریاں شروع کر دیں' کچھ فرنگی فوجیں مصر کی جانب روانہ ہوئیں اس لیے اس نے یہ موقع غنیمت جانا کہ وہ ایسی صورت میں ان شہروں پر حملہ کرے چنانچہ اس نے جہاد میں مدد دینے کے لیے مندرجہ ذیل حکام کے نام پیغام بھیجے۔

۱۔ قطب الدین مودود حاکم موصل۔ ۲۔ فخر الدین قرا ارسلان حاکم کیفا۔ ۳۔ نجم الدین ولی حاکم ماردین۔ چنانچہ ان تمام حکام کے لشکر اس ترتیب کے ساتھ روانہ ہوئے کہ درمیان میں اس کا بھائی قطب الدین اور اس کے اگلے حصہ پر اس کا سپہ سالار زین الدین علی کچک تھا۔ اس کے پیچھے حاکم کیفا تھا۔ نجم الدین حاکم ماردین نے بھی اپنا لشکر روانہ کیا تھا۔

امدادی افواج جب تمام پہنچ گئیں تو سلطان نور الدین ۵۵۹ھ میں قلعہ حارم کی جانب روانہ ہوا اور اس کے قلعہ پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کر دیئے۔ اس موقع پر ساحل شام کے علاقوں میں جو فرنگی حاکم باقی رہ گئے تھے' وہ تمام جمع ہوئے ان میں سے سب سے آگے حاکم انطاکیہ برنس' سمند' حاکم طرابلس القمص اور (فرنگی حاکم) جو سکین کا بیٹا تھا۔ اس کے علاوہ دوسری عیسائی قوموں سے بھی امداد طلب کی گئی اور وہ شامل ہو گئے تھے۔ اس لیے نور الدین قلعہ حارم کا محاصرہ چھوڑ کر ارتاج کی جانب روانہ ہوا۔

مسلمانوں کی کامیابی

مسلمان کے ساتھ جنگ کے ارادے کو اب فرنگیوں نے ترک کر دیا اور وہ قلعہ حارم کی جانب لوٹ گئے لیکن سلطان نور الدین نے ان کا تعاقب کیا اور ان سے جنگ کا آغاز کر دیا' اس لیے انہوں نے حلب کی فوجوں پر حملہ کر دیا۔ کیفا کا حاکم مسلمانوں کے میمنہ (دائیں طرف

کی) فوج پر حملہ انہوں نے اس کو شکست دی اور اس کا تعاقب کرنے لگے۔ اس وقت زین الدین نے موصل کی فوجوں کے ساتھ فرنگیوں کی صفوں پر حملہ کیا اور ان کا زبردست نقصان ہونے لگا تو فرنگیوں نے میمنہ کا تعاقب چھوڑ دیا۔ اور جب وہ اپنی صفوں کی جانب لوٹے تو جنگ کا رخ فرنگیوں کے خلاف پلٹ گیا اور انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

فرنگی حکام کی گرفتاری

جب سلطان قتل و غارت گری سے فارغ ہوا تو اس نے فرنگی سرداروں کو گرفتار کرنا شروع کیا ان میں انطاکیہ کا حاکم برنس سمند اور طرابلس کا حاکم القمص بھی شامل تھا۔ چونکہ انطاکیہ کا شہر فوجوں سے خالی ہو گیا تھا اس لیے مسلم حکام نے گرد و نواح کے علاقوں میں انطاکیہ پر قبضہ کرنے کے خیال سے فوجی دستے بھیجنے چاہے لیکن سلطان نور الدین نے انہیں روکا اور کہا۔

"مجھے خطرہ ہے (کہ اگر ہم نے انطاکیہ پر حملہ کیا تو) انطاکیہ والے فرنگی حکام اسے شاہ روم کے سپرد کر دیں گے کیونکہ سمند اس کا بھانجا ہے۔ اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ سمند کی ہمسائیگی شاہ روم کی ہمسائیگی سے بہتر ہے۔"

اس کے بعد سلطان نور الدین نے قلعہ حارم پر چڑھائی کی اور اس کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا اور فاتح بن کر واپس ہوا۔

قلعہ بانیاس کی فتح

قلعہ حارم جب سلطان نور الدین کے قبضہ میں آ گیا تو اس نے موصل کے لشکر اور قلعہ کیفا کی فوجوں کو اپنے وطن جانے کی اجازت دے دی اور خود قلعہ بانیاس کو فتح کرنے کی نیت سے چل پڑا۔ یہ قلعہ ۵۴۳ھ سے فرنگیوں کے قبضے میں تھا پھر اس نے طبریہ کی جانب راستہ بدلا اس لیے فرنگیوں نے اس کے دفاع کی تیاری کی۔ یہ دیکھ کر سلطان نور الدین نے ان کے مخالف سمت میں بانیاس کی جانب چڑھائی کی کیونکہ اس وقت اس کی محافظ فوجوں کی تعداد کم ہو گئی اور ماہ ذوالحجہ میں اس کا محاصرہ شدید کر دیا' اس کے ساتھ اس کا بھائی نصیر الدین امیر امیران بھی شریک جنگ تھا۔ اس وقت اس کی ایک آنکھ میں تیر آ کر پیوست ہوا۔

یہ دیکھ کر انہوں نے اس کے دفاع کے لیے فوجیں جمع کرنی شروع کیں لیکن وہ پوری تیاری نہ کرنے پائے تھے کہ سلطان نے اس قلعہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں جنگجو سپاہی تعینات کر دیئے اور ہتھیاروں کا ذخیرہ بھی جمع کر دیا۔ فرنگی اس قدر خوفزدہ ہوئے کہ انہوں نے طبریہ کی عملداری میں اسے آدھا حصہ دے دیا اور اس نے اس کے باقی حصے پر جزیہ مقرر کر دیا۔

حارم اور بانیاس کے قلعوں کی خبریں مصر میں فرنگی حکام کے پاس بھی پہنچیں لیکن اس سے قبل یہ علاقے فتح ہو گئے تھے اس لیے سلطان نور الدین دمشق واپس لوٹ آیا۔

اس کے بعد وہ ۵۶۱ھ میں قلعہ منیطرہ پر اچانک حملہ آور ہوئے اور اس پر قبضہ کر لیا۔ جب وہ اس قلعہ کو فتح کر چکا تھا تو فرنگی اپنی فوجیں جمع کر کے پہنچے لیکن اب ان کے لیے اس قلعہ کا واپس لینا ممکن نہیں تھا۔ اس لیے انہوں نے واپسی اختیار کی۔

امیر الجیوش

مصر کی فاطمی حکومت ان دنوں زوال پذیر تھی' اس کے وزراء اپنے خلفاء پر غالب آ کر خود مختار ہوتے جا رہے تھے۔ ایسا آخری وزیر شاور السعدی تھا' اسے صالح بن رزیک نے قوص کا حاکم متعین کیا تھا لیکن بعد میں اسے پشیمانی ہوئی۔

مصر میں جب صالح بن رزیک خود مختار حکمران تھا' وفات پا گیا تو اس کا بیٹا رزیک اس کا قائم مقام ہوا اس نے شاور کو قوص کی حکومت سے برطرف کر دیا۔ شاور اس برطرفی پر بہت خفا ہوا اس لیے اس نے فوج جمع کر کے قاہرہ پر لشکر کشی کی اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اس نے رزیک کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور خلیفہ عاضد پر غالب آ کر مصر کا خود مختار حاکم بن گیا۔ اس نے اپنا لقب امیر الجیوش رکھا۔ یہ واقعہ ۵۵۸ھ میں پیش آیا۔

وزیر شاور کا فرار

اس کی وزارت کے ابھی سات ماہ گزرنے نہ پائے تھے کہ مصر کے حاجب ضرغام نے اس کے خلاف بغاوت کر دی اور اسے قاہرہ سے

نکال دیا۔ شاور فرار ہو کر شام چلا گیا اور نور الدین محمود زنگی کے پاس اپنی فریاد لے کر گیا۔ وہ اس سے فوجی امداد کا خواستگار ہوا۔ اس کے بدلے میں اس نے وعدہ کیا کہ وہ مصری محصول کی آمدنی کا تہائی حصہ ادا کرے گا اور سلطان نور الدین کی فوج امداد کے لیے وہاں مستقل قیام کرے گی۔

شیر کوہ کی چڑھائی

چنانچہ سلطان نور الدین نے اس مقصد کے لیے اپنے امراء میں سے اسد الدین شیر کوہ (صلاح الدین کے چچا) کا انتخاب کیا جو حمص میں تھا۔ اس نے ایک لشکر تیار کیا اور وہ لشکر ماہ جمادی الاولیٰ ۵۵۹ھ میں مصر روانہ ہو گیا۔ نور الدین اس کے بعد فرنگی علاقوں کی جانب روانہ ہوا تاکہ وہ انہیں اس لشکر کی مزاحمت سے روک سکے۔

اسد الدین شیر کوہ (مصری وزیر) شاور کے ساتھ روانہ ہوا اس کے ساتھ سلطان صلاح الدین بھی گئے جو ان کے بھائی نجم الدین کے بیٹے تھے۔

شاور کی بحالی

بلبیس کے مقام پر جب یہ لشکر پہنچا تو ضرغام کا بھائی ناصر الدین مصری فوج کو لے کر مقابلہ کے لیے آیا لیکن اسے شکست ہوئی اور وہ قاہرہ واپس چلا گیا۔ اسد الدین شیر کوہ نے اس کا تعاقب کیا اور اسے سیدہ نفیسہ کے مزار کے نزدیک موت کے گھاٹ اتار دیا اس کا بھائی بھی مارا گیا اور شاور کی وزارت پر بحالی ہو گئی۔

شاور کی بے وفائی

اپنے لشکر کے ساتھ اسد الدین شیر کوہ نے قاہرہ کے باہر قیام کیا اور شاور نے جنگ سے قبل سلطان نور الدین سے جو معاہدہ کیا تھا اس کے ایفا کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن شاور نے عہد شکنی کی اور اسے یہ پیغام دیا کہ وہ واپس اپنے شہر چلا جائے۔ شیر کوہ نے اپنا ٹیکس وصول کرنے پر اصرار کیا اور بلبیس اور مشرقی علاقوں کی جانب کوچ کر کے ان کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔

شاور نے فرنگیوں سے فوجی امداد مانگی تو وہ فوراً امداد کے لیے روانہ ہو گئے کیونکہ ان کے دلوں میں نور الدین کی خوف و دہشت بیٹھی ہوئی تھی اور انہیں امید تھی کہ وہ مصر پر قبضہ کر لیں گے۔

ادھر سلطان نور الدین دمشق سے روانہ ہوا تاکہ وہ انہیں لشکر کشی سے روکے لیکن وہ نہیں رکے بلکہ وہ اپنے شہروں کے لیے محافظ فوجیں تعینات کر کے چل پڑے۔

فرنگیوں سے مصالحت

مصر کے نزدیک جب وہ پہنچے تو اسد الدین شیر کوہ مصری علاقہ سے روانہ ہو گیا لیکن فرنگیوں اور مصری فوجوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ انہوں نے تین مہینے تک اس کا محاصرہ جاری رکھا اور صبح و شام جنگ کرتے رہے۔ جب فرنگیوں کو یہ خبر ملی کہ قلعہ حارم اور دوسرے مقامات پر انہیں شکست ہو گئی ہے اور نور الدین کو اللہ تعالیٰ نے فتح سے نوازا ہے تو انہوں نے اسد الدین شیر کوہ سے صلح کے لیے بات چیت کی لیکن اپنی شکست کی خبروں کو چھپائے رکھا۔ شیر کوہ نے ان کے ساتھ صلح کر لی اور مصری علاقہ کو چھوڑ کر شام چلا گیا۔ فرنگی فوجیں راستوں میں اس کی گھات میں لگی رہیں لیکن وہ راستہ تبدیل کر کے اپنے وطن جا پہنچا۔

قاہرہ کا محاصرہ

۵۶۲ھ میں شیر کوہ کو سلطان نور الدین نے دوبارہ مصر بھیجا اور وہ فوجیں لے کر موسم بہار میں روانہ ہوا اور اطفیح کے مقام پر قیام کیا۔ اس کے بعد دریائے نیل کو عبور کر کے وہ مغربی جانب سے قاہرہ کے نزدیک پہنچا اور جیزہ کے مقام پر دریائے نیل کے کنارے خیمہ زن ہوا اور قاہرہ کا پچاس روز تک محاصرہ جاری رکھا۔ شاور نے فرنگیوں سے امداد مانگی۔

شیر کوہ کی واپسی

شیر کوہ کے مقابلہ کے لیے وہ مصر کے بالائی حصے پر پہنچا۔ سال کے درمیانی حصے میں فریقین میں جنگ ہوئی تو اسد الدین شیر کوہ نے مصریوں کو شکست دی اور اسکندریہ کی سرحد کی جانب جا کر اسکندریہ کو فتح کر لیا اور اس پر اپنے بھتیجے صلاح الدین کو حاکم مامور کیا اس کے بعد شیر کوہ نے مصر کے بالائی حصہ (صعید) کو تاراج کیا۔

مصر اور فرنگیوں کی مشترکہ فوجیں اسکندریہ کی جانب روانہ ہوئیں اور وہاں پہنچ کر انہوں نے غازی صلاح الدین کو محاصرہ میں لے لیا لیکن جب اسد الدین شیر کوہ اپنی فوجوں کو لے کر وہاں پہنچا تو یہ فوجیں صلح پر تیار ہو گئیں۔ چنانچہ صلح کے بعد شیر کوہ شام کی جانب واپس آ گیا اور اسکندریہ پر قبضہ ختم کر دیا۔

مصر کی فتح

شاور کے بیٹے شجاع نے سلطان نور الدین کو لکھا کہ وہ اور امرائے مصر اس کی اطاعت قبول کرتے ہیں لیکن اس دوران صلیبی فرنگیوں نے اہل مصر پر غلبہ حاصل کر لیا تھا اور انہوں نے قاہرہ پر اپنے محافظ فوجی دستے تعینات کر دیے تھے۔ قاہرہ کے دروازے ان کے قبضے میں تھے لہٰذا انہوں نے شام میں اپنے بادشاہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ مصر پر قبضہ کر لے انہوں نے اہل مصر پر جزیہ (ٹیکس) بھی لگا دیا تھا۔

اس صورت حال میں سلطان نور الدین نے فوری اقدامات کیے اور ۵۶۴ھ کے موسم بہار میں اس نے اسد الدین شیر کوہ کو دوبارہ لشکر کشی کرنے کا حکم دیا چنانچہ اس نے مصر کو فتح کر لیا اور شاور کو موت کے گھاٹ اتار کر فرنگیوں کو مصر سے نکال دیا۔ خلیفہ عاضد نے پہلے کی مانند اسے خود مختار وزارت عطا کی۔

غازی صلاح الدین ایوبی کی حکومت

اسد الدین شیر کوہ کا جب انتقال ہوا تو اس کا بھتیجا غازی صلاح الدین ایوبی اس کا قائم مقام ہوا لیکن وہ بھی بدستور سلطان نور الدین محمود کا مطیع اور فرمانبردار رہا۔ جب فاطمی خلیفہ عاضد کی وفات ہوئی تو سلطان نور الدین نے غازی صلاح الدین کو یہ حکم نامہ بھجوایا کہ مصر میں عباسی خلافت کا سلسلہ جاری کرے اور خلیفہ مستنجی کے نام کا خطبہ (مساجد میں) پڑھوایا جائے۔ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ فاطمی خلیفہ کی زندگی ہی میں نور الدین نے یہ بات تحریر کی تھی اس کے بعد خلیفہ عاضد کا تقریباً پچاس روز میں انتقال ہو گیا تو اس کے بعد خلیفہ عباسی مستضی کا خطبہ پڑھوایا گیا اس طرح مصر میں فاطمی سلطنت اور خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ واقعہ ۵۶۷ھ میں پیش آیا۔

اس سے قبل سلطان نور الدین اور حاکم قونیہ سلطان قلیج ارسلان بن مسعود کے مابین ۵۶۰ھ میں جھگڑا ہو گیا تھا لیکن صالح بن زریک نے قلیج ارسلان کو جھگڑے سے منع کر دیا تھا۔

سلطان نور الدین کے کارنامے

فرنگی قلعوں کی فتح

سلطان نور الدین نے ۵۶۲ھ میں جہاد کے لیے اپنی فوج تیار کی اور اپنے بھائی قطب الدین کو بھی موصل سے بلوایا وہ اس کے پاس حمص کے مقام پر پہنچا اس کے بعد وہ دونوں بھائی فوج لے کر فرنگی علاقوں میں داخل ہوئے جب وہ حصن الاکراد سے گذرے تو اس کے گرد و نواح کو تاراج کر دیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے عرقہ کا محاصرہ کیا اور حلبہ[1] کو برباد کر دیا مسلمانوں نے العریمہ اور صافیتا پر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے اپنے فوجی دستے مختلف علاقوں کی طرف روانہ کر دیے جہاں انہوں نے فرنگی علاقوں کو نقصان پہنچایا (ان فوجی کارروائیوں سے فارغ ہو کر)

[1] یہاں حلبہ کا لفظ ہے کہ تاریخ الکامل میں ہے: "انہوں نے حلبہ کا محاصرہ کیا اور اسے فتح کر کے اسے ویران کر دیا۔" (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۹ ص ۹۶)

مسلمان حمص واپس آ گئے اور وہاں ماہ رمضان تک قیام کیا اس کے بعد قلعہ بانیاس کا رخ کیا پھر انہوں نے قلعہ حموص [1] کا رخ کیا تو فرنگی وہاں سے فرار ہو گئے۔ سلطان نور الدین نے اس قلعہ کی فصیل کو توڑ کر اس میں آگ لگا دی۔ اس نے بیروت کا رخ کیا تو اس کا بھائی قطب الدین موصل چلا گیا۔ چنانچہ سلطان نور الدین نے دریائے فرات کے کنارے پر رقہ کا علاقہ اس کے حوالے کر دیا۔

غازی بن حسان نے شہرنج میں بغاوت کی تو سلطان نے فوج بھیج کر اس پر قبضہ کر لیا اور یہ علاقہ غازی کے بھائی قطب الدین نیال بن حسان کو عنایت کر دیا گیا۔ چنانچہ یہ شہر اس کے زیر انتظام رہا یہاں تک کہ اس پر صلاح الدین بن ایوب نے قبضہ کر لیا۔

قلعہ جعبر کی فتح

اس کے بعد قبیلہ بنو کلاب نے قلعہ جعبر کے حاکم شہاب الدین ملک بن علی العقیلی کو گرفتار کر لیا۔ پہلے اس قلعہ کا نام دوس تھا پھر قلعہ کے بانی کے نام پر اس کا نام جعبر رکھ دیا گیا۔

حلب کی فتح کے بعد سلطان ملک شاہ نے اس قلعہ کو اپنے جد امجد کو عطیہ کے طور پر دے دیا تھا اور یہ قلعہ اس کی نسل کے قبضے میں رہا۔ جب حاکم مذکور ۵۶۳ھ میں سیر و شکار کے لیے باہر نکلا تو بنو کلاب نے جو گھات لگائے بیٹھے تھے اسے گرفتار کر لیا اور وہ اسے حاکم دمشق سلطان فخر الدین محمود کے پاس لے گئے۔ اس نے اسے عزت و احترام کے ساتھ نظر بند رکھا اور یہ کوشش کی کہ وہ رضامندی یا خوف سے قلعہ جعبر کو چھوڑ دے لیکن وہ کسی طرح بھی رضامند نہیں ہوا تو سلطان نے امیر فخر الدین بن ابی علی [2] الزعفرانی کی قیادت میں لشکر بھیجا اس نے ایک مدت تک اس کا محاصرہ کیا لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی اس کے بعد اس نے ایک دوسرا لشکر بھی امداد کے طور پر بھیجا اور تمام لشکر کا سپہ سالار اپنے رضاعی بھائی امیر فخر الدین ابوبکر ابن الدایہ کو بنایا جو اس کے سب سے بڑا امراء میں سے تھا۔ اس کا محاصرہ بھی کامیاب نہ رہا اس لیے دوبارہ اس کے حاکم کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔ اس مرتبہ وہ رضامند ہو گیا تو سلطان نور الدین نے اس کے بدلے میں سروج اور اس کے علاقے مرحمت کیے اس کے ساتھ ساتھ حلب کا میدان' مراغہ اور بیس ہزار دینار بھی دیئے۔ اس طرح ۵۶۴ھ میں قلعہ جعبر فتح ہو گیا اور یہاں سے بنو مالک کی حکومت ختم ہو گئی۔

موصل کے واقعات

زین الدین کی تقرری

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ اتابک زنگی کا موصل میں نائب نصیر الدین جقری تھا جب عماد الدین اتابک زنگی موصل سے باہر تھا تو سلطان محمود کے بیٹے الپ ارسلان نے (جو وہاں موجود تھا) موصل کی سلطنت حاصل کرنے کے لالچ میں ۵۳۹ھ میں اسے قتل کر دیا تھا۔ چنانچہ جب سلطان زنگی البیرہ کے محاصرہ سے فارغ ہو کر موصل آیا تو اس نے اس کے بجائے زین الدین علی بن کمستکین کو قلعہ موصل کا نائب مامور کر دیا تھا وہ اتابک زنگی کے دور حکومت میں نیز اس کے بیٹے غازی اور دوسرے بیٹے قطب الدین کے زمانے میں ۵۵۸ھ تک ان کے وزیر جمال الدین محمد بن علی اصفہانی کے ساتھ اپنے عہدے پر قائم رہا۔ اس نے ان کو نظر بند کر دیا تھا اور اس کا (وزیر) نظر بندی کے ایک برس بعد انتقال ہو گیا تھا۔ اس کی لاش مدینہ طیبہ لائی گئی اور اسے وہاں ایک خانقاہ میں سپرد خاک کیا گیا جو اس نے اس مقصد کے لیے بنوائی تھی۔

اس کا انتقال قطب الدین کے بیٹے سیف الدین غازی کے زمانے میں ہوا اس نے اس کے بجائے ان کے بیٹے جلال الدین ابو الحسن کو اس عہدہ پر مامور کیا۔

۱۔ یہاں حموص کا لفظ مذکور ہے مگر تاریخ الکامل میں ہے: ''انہوں نے ہونین کے قلعہ کا قصد کیا۔ یہ قلعہ فرنگیوں کے مستحکم قلعوں میں سے تھا۔''

۲۔ یہاں نام غلط ہے اور واقعات کی تفصیل نامکمل ہے۔ تاریخ الکامل میں ہے: ''سلطان نے اسے نظر بند کیا اور اس کے موالی کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور جاگیر اور مال دے کر اس نے چاہا کہ وہ قلعہ اس کے حوالے کر دے مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ جب وہ سختی اور دھمکیوں سے بھی رضامند نہیں ہوا تو سلطان نور الدین نے امیر فخر الدین مسعود بن علی الزعفرانی کے زیر قیادت ایک لشکر بھیجا اس نے اس کا محاصرہ کیا مگر اسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔'' (ج ۹ ص ۹۶۔۹۷)

زین الدین علی بن کمشتکین' جو کجک (کوچک) کے لقب سے مشہور تھا' قطب الدین کے دور میں خود مختار ہو گیا تھا اور مستقل طور پر سلطنت کا انتظام کرتا تھا۔ اس کے قبضے میں اکثر شہر جاگیر کے طور پر آ گئے تھے جن میں یہ شہر اور قلعے شامل تھے اربل' شہرزور' ہکاریہ کے قلعے مثلاً عمادیہ' حمیدیہ' تکریت اور سنجار وغیرہ۔

اس نے اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کے ذخیرے اربل منتقل کر دیئے تھے اور خود نائب کی حیثیت سے قلعہ موصل میں رہتا تھا جب وہ کافی عمر رسیدہ ہو گیا اور دیکھنے اور سننے کی قوت ختم ہو گئی تو اس نے موصل چھوڑ کر اربل میں اپنے گھر جانے کا ارادہ کیا تو اس وقت اس نے اربل کے علاوہ اپنے تمام مقبوضہ شہر قطب الدین کے حوالے کر دیئے اور اس نے اربل کی جانب ۵۶۴ھ میں راہ لی۔

فخرالدین عبدالمسیح کی تقرری

اس کی جگہ قطب الدین نے فخرالدین عبدالمسیح کو مامور کیا جو اس کے جد امجد اتابک زنگی کا آزاد کردہ خصی غلام تھا۔ اس نے اس کو اپنی سلطنت کا حاکم بنایا۔ اس نے قلعہ میں قیام کیا اور اس کو نئے سرے سے تعمیر کرایا کیونکہ زین الدین نے اس کی تعمیر کی طرف توجہ نہ دی تھی۔

نجم الدین ایوب کا استقبال

غازی صلاح الدین نے ۵۶۵ھ میں سلطان نور الدین محمود کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ ان کے والد نجم الدین ایوب کو ان کے پاس بھیج دے چنانچہ نور الدین نے ان کے والد کو ایک فوج کی حفاظت میں بھیجا۔ اس لشکر میں بہت سے سوداگر اور سلطان صلاح الدین کے ساتھیوں نے بھی جانے کے لیے شمولیت اختیار کر لی۔

بعد میں سلطان نور الدین کو یہ خیال آیا کہ اس لشکر کا وہ راستہ جو صلیبی فرنگیوں کے علاقے میں سے گزرتا ہے' انتہائی خطرناک ہے چنانچہ اس کی فوجوں نے قلعہ کرک کی جانب پیش قدمی کی۔ اس قلعہ کی بنیادیں پرنس ارقاط نے رکھی تھی اور انتہائی اہم جنگی نوعیت کا قلعہ بنا ہوا تھا اس لیے سلطان نور الدین نے اس کا محاصرہ کیا۔ فرنگیوں نے بھی اس کے مقابلہ کے لیے فوجیں جمع کرنی شروع کیں لیکن سلطان نور الدین نے ان کی فوجوں کے جمع ہونے سے پہلے ان کی ہراول فوج پر حملہ کر دیا۔ فرنگی فوجوں نے مقابلہ کرنے سے گریز کیا اور وہ الٹے پاؤں بھاگ گئیں لہٰذا سلطان نے ان کے شہروں پر لشکر کشی کر کے انہیں تباہ کر دیا اور راستے میں جو قلعے نظر آئے انہیں بھی تباہ اور ویران کر دیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے علاقے میں پہنچ کر حوشب کے مقام پر قیام کیا اور اس مقام سے سلطان نے نجم الدین ایوب کو مصر روانہ کیا چنانچہ وہ ۵۶۵ھ کے درمیانی عرصے میں مصر پہنچ گیا جہاں فاطمی خلیفہ عاضد سوار ہو کر ان کے استقبال کے لیے پہلے سے موجود تھا۔

فرنگیوں کا قتل

سلطان نور الدین جب عشیرا میں تھا تو وہ قلعہ اکبرہ کے حاکم شہاب الدین محمد بن الیاس ابن ابی الغازی بن ارتق سے ملاقات کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ جب وہ بعلبک کے نزدیک پہنچا تو اسے راستہ میں صلیبی فرنگیوں کا ایک فوجی دستہ ملا۔ اس نے ان کے ساتھ جنگ کر کے انہیں شکست دی اور انہیں تباہ کیا۔ پھر جنگی قیدی اور مقتولوں کے سر سلطان نور الدین کے پاس لائے گئے تو اس نے ان کٹے ہوئے سروں میں سے حصن الاکراد کے فرنگی حاکم ابستان (ابستبار کے سردار) کا سر پہچان لیا جو مسلمانوں کے لیے بہت خطرہ بنا ہوا تھا۔

زبردست زلزلے

سلطان نور الدین ابھی اسی مقام پر تھا کہ اسے ان قیامت خیز زلزلوں کی اطلاع ملی جو شام' موصل' الجزیرہ اور عراق کے مختلف علاقوں میں آئے تھے اور ان کی وجہ سے ان علاقوں کے بیشتر شہر تباہ اور ویران ہو گئے تھا چنانچہ نور الدین نے ان تمام تباہ شدہ علاقوں کا دورہ کیا اور یکے بعد دیگرے تمام علاقوں کی تعمیر و مرمت کا کام کروایا۔ یہاں تک کہ اس کی انتھک کوششوں کی بدولت تمام تباہ شدہ علاقے درست ہو گئے۔ (صلیب پرست) فرنگیوں نے بھی اپنے شہروں کی تعمیر و مرمت کی کیونکہ انہیں سلطان نور الدین کے حملوں کا خطرہ تھا۔

سیف الدین کی حکومت موصل میں

ماہ ذوالحجہ ۵۶۵ھ میں موصل کے حاکم قطب الدین مودود کا انتقال ہو گیا اس نے ساڑھے اکیس برس حکومت کی تھی اس نے اپنا ولی عہد اپنے بڑے بیٹے عماد الدین کو بنایا تھا اس وقت حکومت کا نگران فخر الدین عبدالمسیح تھا وہ نور الدین محمود کا بہت مطیع تھا اور عماد الدین سے اس کی بے رخی کا علم اسے تھا اس لیے اس نے اس کے بجائے اس کے بھائی سیف الدین غازی کو اس کی والدہ خاتون بنت حسام الدین بن ابوالغازی کے مشورہ اور حمایت کے مطابق موصل کی حکومت سے نوازا۔ عماد الدین مدد حاصل کرنے کے لیے اپنے چچا کے پاس چلا گیا۔ اس طرح فخر الدین عبدالمسیح موصل کا خود مختار حاکم بن گیا اور اس کے سفید و سیاہ کا مالک بن گیا۔

نور الدین کی پیش قدمی

سیف الدین غازی بن قطب الدین جب موصل کا برائے نام حکمران بنا اور فخر الدین عبدالمسیح نے اس پر غلبہ پالیا تو اس کی خود مختاری کی اطلاع سے نور الدین محمود بہت ناراض ہوا اس لیے وہ اس کے خلاف لشکر لے کر موصل کی جانب روانہ ہوا۔ اس نے ۵۶۶ھ کے آغاز میں قلعہ جعبر کے نزدیک دریائے فرات کو عبور کیا اور شہر رقہ پر چڑھائی کر کے اس پر قبضہ کر لیا اس کے بعد خابور کا پورا علاقہ فتح کر لیا اس کے بعد شہر نصیبین کو فتح کیا یہ تمام موصل کی عملداری میں تھے۔ کیفا کا حاکم نور الدین محمد بن قرا ارسلان بھی اس کی مدد کے لیے آ پہنچا پھر اس نے سنجار کی جانب لشکر کشی کر کے اس کا محاصرہ کر لیا اور اس کو فتح کر کے اپنے بھتیجے عماد الدین بن قطب الدین کے حوالے کیا اتنے میں موصل کے امراء کے خطوط ملے جس میں اس کی حمایت کی گئی تھی اس لیے وہ تیز رفتاری کے ساتھ شہر کلک پہنچا پھر اس نے دریائے دجلہ کو عبور کر کے موصل کے مشرقی سمت قلعہ نینوا میں قیام کیا اب اس کے اور موصل کے مابین صرف دریائے دجلہ حائل تھا۔ انہی ایام میں موصل کی فصیل میں بھی بہت بڑا شگاف پڑ گیا تھا۔

موصل پر نور الدین کا قبضہ

سیف الدین غازی نے موصل میں اپنے بھائی عز الدین مسعود کو ہمدان' بلاد الجبل' آذربائیجان' اصفہان اور رے کے حاکم اتابک شمس الدین کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس کے چچا نور الدین کے برخلاف اس کی فوجی امداد کرے۔ اس لیے اس نے اپنے مشیر ایلاکز کو نور الدین کے پاس بھیجا تاکہ وہ اسے موصل پر حملہ کرنے سے منع کرے' نور الدین نے اس کا دھمکی آمیز سخت جواب دیا اور موصل کا محاصرہ کر لیا۔ موصل کے تمام امراء سلطان نور الدین کی اطاعت پر متفق ہو گئے فخر الدین عبدالمسیح (نگران حکومت) نے بھی ہتھیار ڈالنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ بشرطیکہ اس کے بھتیجے سیف الدین کو اپنے عہدے پر قائم رکھا جائے۔

اس کی یہ شرط نور الدین نے منظور کر لی لیکن یہ حکم دیا کہ وہ خود موصل سے نکل جائے اور اس کے ساتھ شام چلے جب یہ معاہدہ فریقین میں ہو گیا تو نور الدین نے ۵۶۶ھ ماہ جمادی الاول میں موصل پر قبضہ کر لیا اور شہر میں داخل ہو گیا۔ اس نے قلعہ کا حاکم ایک خصی غلام کو بنایا جس کا نام کمشتکین تھا۔ اسے سعد الدین کا لقب مرحمت کیا۔

اس کے بھتیجے سیف الدین کو سلطان نے اپنے عہدے پر قائم رکھا۔ جب سلطان موصل کا محاصرہ کر رہا تھا تو عباسی خلیفہ المستضی کی جانب سے اس کے پاس شاہی خلعت پہنچا اس نے موصل میں ایک عالی شان جامع مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا جو اس کے نام سے مشہور ہوئی۔ سلطان نے سیف الدین (عبدالمسیح فخر الملک کے بھتیجے) کو حکم دیا کہ وہ کمشتکین کو تمام امور سلطنت میں مشورہ دیا کرے۔

اس نے اپنے بھائی قطب الدین کے بڑے بیٹے عماد الدین کو سنجار کا شہر جاگیر میں دیا' اس کے بعد اس نے شام کی جانب واپسی اختیار کی۔

جہاد کے لیے روانگی

ماہ صفر ۵۶۹ھ میں غازی صلاح الدین نے مصر سے فرنگی علاقوں میں جہاد کرنے کی غرض سے پیش قدمی کی اور قلعہ شوبک پر حملہ

لیا ۔ اب وہاں کے باشندوں نے ہتھیار ڈالنے کے لیے دس روز کی مہلت مانگی جو ان کو دے دی گئی۔
اس بات کی اطلاع سلطان نور الدین کو بھی مل گئی' اس نے بھی دمشق سے دوسرے راستے سے فرنگیوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے پیش قدمی کی۔
(جب یہ خبر غازی صلاح الدین کو ملی) اس کے ساتھیوں نے اسے یہ مشورہ دیا کہ "اگر آپ سلطان نور الدین کی فرنگیوں کے خلاف امداد کریں گے تو جب فرنگیوں کی طاقت کمزور ہو جائے گی تو اس کے بعد سلطان نور الدین آپ پر چڑھائی کرے گا۔ اس صورت میں آپ اس کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔"

صلاح الدین کی پریشانی

چنانچہ سلطان صلاح الدین نے قلعہ شوبک کا محاصرہ ملتوی کر دیا اور مصر واپس چلا گیا۔ اس نے سلطان نور الدین کو یہ معذرت نامہ بھیجا کہ اسے خبر ملی تھی کہ مصر کے بعض کمینے امراء اس کے خلاف بغاوت کرنا چاہتے ہیں (اس لیے وہ مصر واپس چلا گیا) لیکن سلطان نور الدین نے اس کا یہ معذرت نامہ قبول نہیں کیا اور اسے مصر کی حکومت سے برطرف کرنے کا ارادہ کیا' ایسی حالت میں غازی صلاح الدین نے اپنے والد' اپنے ماموں شہاب الدین الحارمی اور دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ بھی مشورہ کیا۔
اس کے بھتیجے تقی الدین عمر نے اسے مشورہ دیا کہ وہ بغاوت اور نافرمانی کا اعلان کر دے لیکن اس کے والد نجم الدین ایوب نے اس مشورہ کو پسند نہیں کیا اور اس سے کہا "ہم میں سے کوئی نہیں ہے جو سلطان نور الدین کا' اگر وہ خود آئے یا کوئی لشکر بھیجے' مقابلہ کر سکے۔" اس کے والد نے اسے یہی مشورہ دیا کہ وہ اطاعت کا خط لکھے اور اگر وہ تم سے یہ علاقہ لینا چاہے تو تم اسے یہ علاقہ دے دو۔"

صلاح الدین کا خط

اس مجلس کے اختتام پر اس کے والد نے تنہائی میں یہ بات کہی "تم اس گفتگو سے کیوں امراء کے لیے دست درازی کی راہ ہموار کرتے ہو' اگر تم یہی کام کرنا چاہتے ہو تو میں پہلا شخص ہوں جو اس کا مقابلہ کرے گا لیکن اس کے ساتھ نرمی اختیار کرنا بہتر ہے۔" چنانچہ غازی صلاح الدین نے اپنے والد کے مشورہ کے مطابق نرم لہجہ میں خط لکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان نور الدین کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور اس کا مقابلہ کرنے کا خیال چھوڑ دیا چنانچہ سلطان صلاح الدین مصر کی حکمرانی پر برقرار رہا۔

فرنگیوں کی گوشمالی

پھر سلطان نور الدین نے فوجوں کو جمع کیا اور فرنگیوں کے خلاف جہاد کے لیے روانہ ہوا کیونکہ انہوں نے اس کے ملک کے باشندوں کی تجارتی کشتیاں لوٹ لی تھیں اور یہ چکر دے کر عہد شکنی کی کہ وہ کشتیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ سلطان نے ان کے اس چکر کو تسلیم نہیں کیا اور ان کے خلاف لشکر کشی کی اور ان کے شہر انطاکیہ اور طرابلس وغیرہ کے لیے اپنے فوجی دستے بھیجے۔
عرقہ کے قلعے کا اس نے خود محاصرہ کیا اور اس کے بیرونی حصے کو برباد کر دیا' اس نے قلعہ صافیتا اور عریمہ کی جانب فوج بھیجی اور انہیں فتح کر کے ان دونوں قلعوں کو تباہ اور ویران کر دیا اس کے بعد سلطان عرقہ سے طرابلس کی جانب روانہ ہوا اور راستہ میں جو فرنگی علاقے دکھائی دیے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی خود اپنے آپ سے انصاف کرنے پر مجبور ہوئے اور انہوں نے لوٹ کا وہ مال واپس کر دیا جو انہوں نے معزز شہریوں سے چھینا تھا۔ اس کے بعد ان صلیبی فرنگیوں نے تجدید صلح کی درخواست کی' سلطان موصوف نے ان کے شہروں کو فتح کرنے' ان کے مردوں کو قتل کرنے اور ان کا مال غنیمت واپس کرنے کے بعد ان کے ساتھ مصالحت کر لی۔

خبر رسانی کا انتظام

اسی سال سلطان نور الدین نے جلد خبر رسانی کے لیے کبوتروں کے ذریعے شام میں خبریں بھیجنے کا انتظام کیا کیونکہ اس کا ملک وسیع ہو گیا

---

۱ یہاں بیاض (خالی جگہ) ہے۔ تاریخ الکامل میں عبارت یوں مذکور ہے: "اس نے قلعہ شوبک پر حملہ کیا اس کے اور قلعہ الکرک کے درمیان ایک دن کی مسافت تھی۔ اس نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا اور وہاں جو (صلیبی) فرنگی تھے انہیں بہت پریشان کیا" (الکامل لابن اثیر ج ۹ ص ۱۱۲)۔ مترجم

تھا اور خبر رسانی کا انتظام کرنا ضروری تھا۔ اس نے ایسے پرندوں کے ذریعے انتظام کرنے والوں کے لیے معقول تنخواہ مقرر کی تاکہ یہ پرندے اپنے بازوؤں میں تیز رفتاری کے ساتھ جلد خطوط لا سکیں اور لے جاسکیں۔

فرنگیوں کی ناکامی

جب فرنگیوں نے دمشق کی عملداری میں حوران کے علاقے پر حملہ کیا تو سلطان نورالدین ان کے مقابلے کے لیے گیا اس پر وہ دمشق کی جانب بھاگ گئے تو مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے ان کو نقصان پہنچایا۔ سلطان نے خود عشیر کے مقام پر قیام کیا اور وہاں سے فوجی دستے طبریہ کے علاقے کی جانب بھیجے انہوں نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ جب فرنگی فوجیں اس کے دفاع کے لیے پہنچیں تو اس وقت تک مسلمان فوجیں واپس جا چکی تھیں۔ فرنگیوں نے مسلمان فوجوں کا تعاقب کرنے کے لیے دریا کو عبور کیا اور اپنا چھینا ہوا مال واپس لینے کی کوشش کی تو مسلمانوں نے ان کے ساتھ زبردست جنگ کی۔ آخر کار فرنگی شکست کھا کر واپس چلے گئے۔

ملیح بن لیون کی کارروائیاں

حلب کے راستوں کا منتظم ارمنی سردار ملیح بن لیون سلطان نورالدین کا مطیع و فرمانبردار ہو گیا۔ سلطان نے اسے باربرداری اور نقل و حرکت کا منتظم مقرر کیا اور شام کے علاقے میں جاگیریں دیں، وہ سلطان کی فوجوں کے ساتھ جاتا تھا اور اپنے ہم مذہب فرنگیوں کے خلاف مسلمانوں کی جنگوں میں شریک ہوتا تھا اور جب کبھی اسے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد کی ضرورت ہوتی تھی تو مسلمانوں سے مدد لیتا تھا۔

ابن لیون کے علاقے (آرمینیہ) کے نزدیک اذنہ، مصیصہ اور طرسوس کے شہر تھے۔ یہ شہر قسطنطنیہ کے بادشاہ روم کے قبضے میں تھے ابن لیون نے ان پر حملہ کر کے ان شہروں پر قبضہ کر لیا تھا اس لیے قسطنطنیہ کے بادشاہ نے ۵۶۷ھ کے درمیانی عرصے میں اپنے مذہبی پیشواؤں کی قیادت میں ایک بہت بڑا لشکر روانہ کیا۔ ابن لیون نے سلطان نورالدین سے فوجی امداد مانگی چنانچہ سلطان نے اس کی مدد کے لیے فوجیں روانہ کیں۔ اس کے بعد ابن لیون نے رومی فوجوں کے ساتھ جنگ کر کے انہیں شکست دے دی اور جنگ میں جو مال غنیمت اور قیدی ملے وہ اس نے سلطان نورالدین کے پاس بھیج دیئے۔ اس طرح ابن لیون کی شان و شوکت اور ملکی طاقت بڑھ گئی اور شہنشاہ روم اپنا علاقہ لینے سے ناامید ہو گیا۔

سلطان نورالدین کی چڑھائی

رومی علاقوں (موجودہ ترکی) ملطیہ، سیواس، اخصری اور قیساریہ کا حاکم ذوالنون بن محمد بن دانشمند ان علاقوں کا اپنے چچا باغی ارسلان اور اس کے بھائی ابراہیم بن محمد کے بعد حکمران ہوا تھا اس لیے قلیج ارسلان بن محمد اس کے شہروں کو خوف زدہ کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے ان تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ ذوالنون وہاں سے فرار ہو کر نورالدین کے پاس پہنچا اور اس سے فریاد کی۔ سلطان نے قلیج ارسلان کو اس کے حق میں ایک سفارشی خط لکھا کہ وہ اس کے علاقے واپس کر دے لیکن اس نے سلطان نورالدین کی سفارش قبول نہیں کی۔ چنانچہ سلطان نے اس کے خلاف چڑھائی کی اور ۵۶۸ھ کے ماہ ذوالقعدہ میں قلیج ارسلان کے مندرجہ ذیل شہر اور اس کے درمیان کے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ بکسور، مہنسا، مرعش اور مرزبان۔

اس کے بعد اس نے سیواس کی جانب فوجیں روانہ کیں اور اس پر قبضہ کر لیا۔

مصالحت

اس کے بعد (ہار کر) قلیج ارسلان نے سلطان نورالدین سے رحم کی اپیل کی چنانچہ سلطان نورالدین نے ان شرائط پر اس کے ساتھ صلح کی کہ وہ فرنگی فوجوں کے خلاف اس کی مدد کرے۔ سیواس کا علاقہ ذوالنون کے قبضہ میں رہے گا اور وہاں سلطان نورالدین کی فوج ان کے ساتھ رہے گی۔

پھر سلطان نورالدین اپنے ملک واپس چلا گیا اور سیواس کا علاقہ ذوالنون کے قبضہ میں نورالدین کے انتقال تک رہا۔

خلیفہ کا فرمان

اس کے بعد سلطان نور الدین کا ایلچی بغداد سے آیا' جس کا نام کمال الدین ابوالفضل محمد بن عبداللہ شہرزوری تھا۔ وہ اپنے ساتھ خلیفہ مستضئی کا یہ فرمان لایا کہ "سلطان نور الدین موصل' جزیرہ' اربل' خلاط' شام' بلاد روم اور دیار مصر کا حکمران ہے۔"

سلطان نور الدین اور صلاح الدین کی روانگی

اس سے قبل تحریر کیا جا چکا ہے کہ سلطان نور الدین اور صلاح الدین کے مابین ناراضگی ہو گئی تھی اور سلطان نور الدین نے غازی صلاح الدین کو مصر کی حکومت سے برطرف کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن سلطان صلاح الدین نے نرم رویہ اختیار کیا تھا اس وجہ سے یہ فیصلہ ہوا کہ دونوں بادشاہ آئندہ الکرک کے مقام پر اکٹھے ہوں گے اور ان دونوں میں سے جو پہلے پہنچ جائے گا وہ دوسرے کا انتظار کرے گا۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین ماہ شوال ۵۶۸ھ میں مصر سے روانہ ہوا اور الکرک کے مقام پر پہلے پہنچ کر اسے محاصرہ میں لے لیا۔

سلطان نور الدین کو جب سلطان صلاح الدین کی مصر سے روانگی کی خبر ملی تو اس نے اپنی فوج کی خامیوں کو دور کیا اور فوج لے کر الکرک سے دو منزلوں کے فاصلے پر الرقیم کے مقام پر قیام کیا' اس اطلاع سے سلطان صلاح الدین کو خطرہ پیدا ہوا اور اسے اندیشہ ہوا کہ ملاقات کے وقت وہ فوراً" معزول کر دے گا۔ اس نے اپنے والد نجم الدین ایوب کو مصر میں اپنا جانشین مامور کیا تھا' اس وقت اس کے پاس یہ اطلاع آئی کہ اس کا والد سخت بیمار ہو گیا ہے چنانچہ اس موقع پر سلطان صلاح الدین کو نور الدین کی ملاقات سے گریز کرنے کا یہ اچھا بہانہ ہاتھ آیا اور وہ مصر واپس چلا گیا۔ اس نے فقیہ عیسیٰ کے ہاتھ نور الدین کو یہ معذرت نامہ بھجوایا اور یہ بھی پیغام دیا کہ سلطنت مصر کی حفاظت اس کے لیے ازحد ضروری تھی۔

نجم الدین ایوب کا انتقال

سلطان صلاح الدین جب مصر پہنچا تو پتہ چلا کہ اس کے والد کا انتقال ہو چکا ہے' وہ اپنی سواری سے گر گیا تھا اور زخمی حالت میں اسے گھر لے جایا گیا تھا۔ جہاں وہ چند روز کے بعد ماہ ذوالحجہ کے آخر میں اسی سال فوت ہو گیا۔

سلطان نور الدین کے مطالبات

پھر سلطان نور الدین بھی دمشق آ گیا اور اس نے اپنے ملک کے قاضی کمال الدین شہرزوری کو بغداد بھیجا تھا تاکہ وہ خلیفہ سے اپنے مقبوضات کا تقرر نامہ حاصل کر سکے' اس کے مفتوحہ علاقے مصر و شام' الجزیرہ اور موصل تھے اور دیار بکر' خلاط اور بلاد روم نے اس کی اطاعت کا اعلان کیا تھا۔

اس نے یہ درخواست بھی کی تھی کہ اس کے والد زنگی کی جو جاگیریں عراق میں تھیں وہ بھی اسے لوٹا دی جائیں۔ جاگیریں یہ تھیں: صریفین' درب صارون۔

یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ دریائے دجلہ کے کنارے موصل سے باہر اسے ایک قطعہ اراضی دیا جائے جہاں وہ جماعت شافعیہ کے لیے ایک دارالعلوم تعمیر کرائے۔ چنانچہ اس کے ان تمام مطالبات کو منظور کر لیا گیا۔

سلطان نور الدین کا انتقال

۱۱ شوال ۵۶۹ھ میں سلطان نور الدین محمود بن اتابک زنگی کا انتقال ہو گیا۔ اس نے سترہ سال حکومت کی' اس نے سلطان صلاح الدین بن ایوب سے مصر کی حکومت چھیننے کی تیاری شروع کر دی تھی اور اپنے بھتیجے سیف الدین کی قیادت میں فرنگیوں سے جہاد کے نام پر اس نے بڑا لشکر تیار کر لیا تھا۔ اس کی سلطنت بہت وسیع ہو گئی تھی یہاں تک کہ جب سیف الدین بن ایوب حاکم ہوا تو اس کے نام کا خطبہ حرمین (مکہ و مدینہ) اور یمن کی مساجد میں بھی پڑھا جاتا تھا۔

نور الدین کا کردار

سلطان نور الدین مسلمانوں کے مفادات کا خصوصی طور پر خیال رکھتا تھا۔ نماز اور جہاد کا پابند تھا؛ وہ امام ابوحنیفہ کے فقہی مسلک سے اچھی طرح واقف تھا اور انتہائی عادل اور انصاف پسند حکمران تھا اور اپنے مقبوضہ علاقوں میں جنگی ٹیکس وصول نہیں کرتا تھا۔

عوامی خدمات

(شام کے زلزلوں کے بعد) سلطان نور الدین نے شام کے قلعوں کو مضبوط کیا اور اس کے شہروں پر فصیلیں تعمیر کرائیں۔ ان میں یہ شہر بھی تھے۔ دمشق، حمص، حماۃ، شیزر، بعلبک، حلب۔

سلطان نور الدین نے جماعت حنفیہ و شافعیہ کے بہت سے مدارس بھی تعمیر کرائے۔ اس نے موصل میں (عظیم الشان) جامع نوری تعمیر کرائی۔ اس نے ہسپتال اور شفاخانے بھی تعمیر کرائے اور راستوں میں سرائے اور صوفیائے کرام کے لیے خانقاہیں پورے ملک میں تعمیر کرائیں اور ان کے لیے بکثرت اوقاف مقرر کیے لہٰذا یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس کے اوقاف کی نو ہزار شامی دینار ماہانہ آمدنی تھی۔

علماء کرام اور دینی شخصیات کی سلطان نور الدین بڑی عزت کرتا تھا۔ اور ان کے لیے تعظیماً کھڑا ہو جاتا تھا اور محفل میں بھی ان سے بڑی محبت کرتا تھا اور ان کی کوئی بات رد نہیں کرتا تھا۔

سلطان نور الدین انتہائی متواضع، بارعب اور باوقار حاکم تھا۔

ملک صالح کی بیعت

سلطان نور الدین کے انتقال کے بعد دمشق میں تمام امراء، سپہ سالار اور ارکان سلطنت اکٹھے ہوئے اور ان تمام نے اس کے بیٹے ملک صالح اسماعیل کے ہاتھ پر بیعت کی؛ وہ اس وقت گیارہ سال کا بچہ تھا انہوں نے اس کی اطاعت کا حلف اٹھایا شام کے عوام نے اور سلطان صلاح الدین نے مصر میں اس کی اطاعت قبول کی اور تمام ملک کی مساجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور ملک کے سکہ پر اس کا نام کندہ کرایا گیا۔

ملک صالح کا نگران اور اس کی سلطنت کا منتظم اور سربراہ امیر شمس الدین محمد بن عبدالملک المقدم مامور ہوا قاضی کمال الدین شہرزوری نے اسے یہ رائے دی کہ وہ تمام معاملات میں سلطان صلاح الدین سے رجوع کیا کریں تاکہ وہ ان کی اطاعت سے روگردانی نہ کرے لیکن ان لوگوں نے اس مشورہ پر عمل نہ کیا۔

قلعہ موصل کی حکمرانی

اس سے قبل تحریر کیا جا چکا ہے کہ سلطان نور الدین نے الجزیرہ کو فتح کر لیا تھا اور اپنے بھائی قطب الدین کے بیٹے سیف الدین غازی کو موصل کا حاکم مامور کیا تھا۔ سلطان اپنے ساتھ فخر الدین عبدالمسیح کو لے گیا تھا جسے سیف الدین نے مامور کیا تھا اور اس نے خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔

قلعہ موصل کی حکمرانی پر سلطان نے سعد الدین کمشتکین کو مامور کیا تھا؛ سلطان نے انتقال سے قبل ان دونوں کو بلوایا تھا۔ چنانچہ سیف الدین غازی اور کمشتکین دونوں لشکر لے کر روانہ ہوئے راستے میں انہیں سلطان نور الدین کے انتقال کی خبر ملی تو اس وقت فوج کے اگلے حصے پر کمشتکین مامور تھا؛ وہ یہ اطلاع سن کر حلب کی طرف فرار ہو گیا۔

سیف الدین کی کامیابی

چنانچہ سیف الدین غازی نے اس کے علاقے پر قبضہ کر لیا اور وہ بھی نصیبین کی جانب لوٹ گیا اور اسے فتح کر کے اپنی فوجیں خابور کی جانب روانہ کیں، جنہوں نے اس علاقہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ حران پہنچا۔ وہاں کا حاکم سلطان نور الدین کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس شہر کا چند روز تک محاصرہ کیا گیا اس کے بعد سیف الدین غازی نے اس شرط پر اس سے ہتھیار ڈلوائے کہ وہ (اطاعت کرنے کے بعد) اسے حران کا مالک بنا دے گا لیکن جب اس نے اطاعت قبول کی تو اسے گرفتار کر لیا گیا اور حران پر قبضہ کر لیا گیا۔

سیف الدین غازی جب رہا پہنچا وہاں کا حاکم سلطان نور الدین کا ایک خادم تھا اُس نے بھی شہر حوالے کر دیا اور اس کے عوض میں اسے جزیرہ ابن عمر کا قلعہ الزعفرانی دیا گیا۔ بعد میں وہ بھی اس سے چھین لیا گیا۔

سیف الدین وہاں سے رقہ اور سروج پہنچا انہیں بھی فتح کر لیا اس طرح الجزیرہ کے تمام شہر اس نے فتح کر لیے تھے البتہ قلعہ جعبر نہیں فتح ہو سکا کیونکہ وہ مضبوط قلعہ تھا اور اس عین بھی فتح نہیں ہو سکا کیونکہ اس پر اس کے ماموں زاد بھائی قطب الدین' حاکم ماردین کا قبضہ تھا۔

شمس الدین علی بن الدایہ حلب میں تھا وہ سلطان نور الدین کا سب سے بڑا حاکم تھا اور اس کے پاس فوجیں بھی تھیں لیکن وہ سیف الدین اور فخرالدین عبدالمسیح کا مقابلہ نہیں کر سکا۔

سلطان نور الدین نے فخرالدین عبدالمسیح کو اپنے انتقال سے قبل سیواس میں ذوالنون بن دانشمند کے پاس بھیج دیا تھا جب نور الدین کا انتقال ہو گیا تو وہ اپنے دوست سیف الدین غازی کے پاس چلا گیا کیونکہ اس نے اس کو بادشاہ بنایا تھا سیف الدین اس وقت الجزیرہ کو فتح کر چکا تھا اس لیے فخرالدین نے اسے مشورہ دیا کہ وہ شام کا رخ کرے۔ اس کے دوسرے بڑے حاکم نے اس کی مخالفت کی لیکن سیف الدین نے اسی کا مشورہ قبول کیا اور موصل واپسی اختیار کی۔

ملک صالح کو پیغام

ملک صالح اور اس کے ارکان سلطنت کو غازی صلاح الدین نے یہ پیغام بھجوایا کہ انہوں نے سیف الدین کا مقابلہ کرنے کے لیے اسے کیوں نہیں بلوایا۔ صلاح الدین نے انہیں ان خطروں سے آگاہ کیا جو اس کی مدد کے بغیر تنہا سیف الدین کا مقابلہ کرنے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

اس کے بعد شمس الدین بن الدایہ نے ملک صالح کو دمشق سے حلب آنے کا پیغام دیا تاکہ وہ دونوں مل کر الجزیرہ کو واپس لے سکیں لیکن ملک صالح کے امراء نے اسے وہاں جانے سے منع کر دیا کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ ابن الدایہ اس پر غلبہ نہ پالے۔

فرنگیوں سے صلح

فرنگیوں نے سلطان نور الدین کے انتقال کے بعد چڑھائی کر کے قلعہ بانیاس کا محاصرہ کر لیا جو دمشق کی عملداری میں تھا شمس الدین المقدم نے بھی فوجیں جمع کیں اور وہ دمشق سے روانہ ہوا۔ اس نے فرنگیوں سے خط و کتابت کر کے انہیں سیف الدین حاکم موصل اور صلاح الدین حاکم مصر کے حملوں کے خطرات سے مطلع کیا۔ اس لیے فرنگیوں نے اس سال سے ٹال لے کر مصالحت کر لی۔

اس بات کی خبر جب غازی صلاح الدین کو ہوئی تو اس نے اس صلح کو بہت ناپسند کیا اُس نے ملک صالح اور اس کے ارکان سلطنت کو لکھا کہ یہ بڑی بری حرکت کی گئی ہے اس طرح فرنگیوں کے حملوں کا خطرہ بڑھ گیا ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ ابن المقدم نے فرنگیوں سے اس لیے مصالحت کی تھی کہ اسے سلطان صلاح الدین اور سیف الدین غازی کے حملوں کا خطرہ تھا۔

حلب پر حملے کا خطرہ

سیف الدین غازی نے چونکہ الجزیرہ کے شہروں کو فتح کر لیا تھا اس لیے شمس الدین ابن الدایہ کو یہ خطرہ ہوا کہ وہ حلب پر بھی قبضہ کر لے گا اس لیے اس نے سعد الدین گمشتکین کو جو سیف الدین غازی کے پاس سے بھاگ کر وہاں آیا تھا دمشق بھیجا تاکہ وہ ملک صالح سے دفاع کے لیے درخواست کرے جب گمشتکین دمشق کے نزدیک پہنچا تو ابن المقدم نے اس کے خلاف فوج بھیجی جس نے اسے لوٹ لیا اور وہ (ناکام) واپس لوٹ گیا۔

حلب کی حکمرانی

اس کے بعد ابن المقدم اور دمشق کے ارکان سلطنت نے یہ فیصلہ کیا کہ ملک صالح کا حلب جانا زیادہ مناسب ہے چنانچہ انہوں نے گمشتکین کو بلوایا اور اس کے ساتھ ملک صالح کو بھیجا جب گمشتکین حلب پہنچا تو اس نے ابن الدایہ اور اس کے بھائیوں کو گرفتار کر لیا اور رئیس حلب ابن الخشاب اور ایک اور اہلی الشر کو بھی گرفتار کر لیا اور ملک صالح کے حکم سے وہ حلب کا خود مختار حکمران بن گیا۔

یہ خبر جب ابن المقدم اور دمشق کے امراء کو ملی تو انہیں اس کا خطرہ محسوس ہوا۔ اس لیے انہوں نے سیف الدین غازی حاکم موصل کو

لکھا کہ وہ اسے دمشق کا حاکم بنانا چاہتے ہیں سیف الدین نے وہاں جانے میں پس و پیش کیا اور وہ سمجھا کہ شاید یہ کوئی چال ہے اس لیے اس نے اس کی اطلاع گمشتکین کو دی اور اس نے اُسے وہ مال و دولت دے کر جو اس نے اس کے شہروں سے لوٹا تھا' مصالحت کر لی۔

اس سے اہل دمشق کے دلوں میں مزید شکوک و شبہات پیدا ہوئے اس لیے اب انہوں نے سلطان صلاح الدین ایوب سے خط و کتابت کر کے اسے آنے کے لیے کہا۔

دمشق کی فتح

انتہائی تیز رفتاری سے سلطان صلاح الدین مصر سے روانہ ہوا۔ راستے میں وہ فرنگیوں کو شکست دیتا ہوا بصر پہنچا۔ اس کے حاکم نے اس کی اطاعت قبول کی وہاں سے وہ دمشق پہنچا تو وہاں کے ارکان سلطنت شمس الدین محمد بن عبدالملک کی قیادت میں اس کے استقبال کے لیے نکلے۔ یہ وہی شمس الدین ابن المقدم تھا جس کے والد نے سنجار کا علاقہ سلطان نور الدین کو ۵۴۴ھ میں حوالے کیا تھا۔ چنانچہ اب سلطان صلاح الدین ۵۷۰ھ میں ماہ ربیع الاول کے آخر میں دمشق میں (فاتحانہ طور پر) داخل ہوا۔ دمشق میں اس نے اپنے والد کے گھر میں جو دارا لعقیقی کے نام سے مشہور تھا' قیام کیا۔

قلعہ دمشق کی فتح

سلطان نور الدین کا وفادار خادم ریحان قلعہ کا حاکم تھا (اس کا قلعہ پر قبضہ تھا) سلطان صلاح الدین نے قاضی کمال الدین شہرزوری کے ذریعے اسے یہ پیغام بھجوایا کہ وہ (صلاح الدین) ملک صالح کا مطیع و فرمانبردار ہے اس نے اپنے ملک میں اسی کی بادشاہت کا خطبہ (مساجد میں) پڑھوایا ہے۔ وہ یہاں صرف اس لیے آیا ہے کہ وہ ان علاقوں کو واپس لے جو چھینے جا چکے ہیں۔

ریحان نے (اس پیغام کے بعد) قلعہ سلطان صلاح الدین کے حوالے کر دیا اور اس نے اس کے تمام مال و دولت پر قبضہ کر لیا۔ یہ تمام کارروائی کرتے وقت سلطان صلاح الدین ملک صالح کی اطاعت کا اظہار کرتا رہا۔ اس نے خطبہ اور سکہ اسی کے نام پر قائم رکھا۔

دمشق کی حکمرانی

ملک صالح کے نام پر جب سلطان صلاح الدین نے دمشق فتح کیا تو اس نے وہاں اپنے بھائی سیف الاسلام طغرکین بن ایوب کو حاکم مامور کیا۔

فخر الدین مسعود زعفرانی

حمص' حماۃ' قلعہ مرعش' سلیمیہ' تل خالد اور رہا (اڈیسہ) کا الجزیرہ کے شہروں میں شمار ہوتا تھا اور یہ سلطان نور الدین کے ایک حاکم فخر الدین مسعود زعفرانی کے زیر انتظام تھے۔ البتہ ان کے قلعے دوسروں کے زیر انتظام تھے۔

سلطان نور الدین کا جب انتقال ہو تو زعفرانی اپنی بدکرداری کی بناء پر وہاں سے فرار ہو گیا۔

حمص پر قبضہ

چنانچہ جب سلطان صلاح الدین نے دمشق فتح کیا تو اس کے بعد اس نے حمص کی جانب لشکر کشی کی اور شہر پر قبضہ کر لیا لیکن قلعہ اس کے جداگانہ حاکم کی وجہ سے فتح نہ ہو سکا۔ اس لیے اس کے محاصرہ کے لیے ایک لشکر تیار کیا گیا اور خود صلاح الدین حماۃ روانہ ہوا اور ماہ شعبان کی پندرھویں تاریخ کو اس کا محاصرہ کیا۔ اس کے قلعہ کا حاکم خردیک تھا۔ سلطان صلاح الدین نے اسے یہ پیغام بھیجا کہ "وہ ملک صالح کا مطیع ہے اور وہ یہاں صرف اس لیے آیا ہے کہ اسے فرنگیوں سے محفوظ کرے اور الجزیرہ کے شہر اس کے چچا زاد بھائی سیف الدین غازی حاکم موصل سے واپس لے لے۔

حلب کا محاصرہ

اس علاقہ پر سلطان صلاح الدین نے عز الدین کو اپنا نائب بنا کر اسے حلب میں ملک صالح کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس کے ساتھ مصالحت

کرنے اور شمس الدین علی، حسن اور عثمان تقی الدین کو قید سے چھڑا لائے۔ چنانچہ عز الدین قلعہ پر اپنے بھائی کو جانشین مامور کر کے حلب روانہ ہوا جب وہ حلب پہنچا تو کمشتکین نے اسے گرفتار کر کے قید کر لیا ایسی حالت میں اس کے بھائی نے حماۃ کا قلعہ سلطان صلاح الدین کے حوالے کر دیا اور صلاح الدین نے اس پر قبضہ کر لیا اور فوراً" اس نے حلب کی جانب پیش قدمی کی اور حلب کا محاصرہ کر لیا۔ ملک صالح اس وقت کم عمر بچہ تھا تاہم وہ سوار ہو کر شہر میں گشت کرتا رہا اور اپنے والد کے حقوق جتا کر لوگوں سے امداد کا طلب گار ہوا۔ اہل حلب اس کی درخواست سے بہت متاثر ہوئے اور سلطان صلاح الدین کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے شہر سے باہر نکلے اور بڑی بے جگری کے ساتھ لڑائی کی۔

قتل کی سازش

اس دوران کمشتکین نے فرقہ اسماعیلیہ کے سردار کے پاس خفیہ پیغام بھیجا کہ سلطان صلاح الدین کو خفیہ طور پر اچانک قتل کر دیا جائے چنانچہ اس نے اپنے چند جاں نثاروں کو اس مقصد کے لیے بھیجا لیکن صلاح الدین کے ساتھیوں اور اس کے سپاہیوں کو اس خفیہ سازش کا علم ہو گیا چنانچہ انہوں نے ان سازشی عناصر کا خاتمہ کر دیا اور صلاح الدین نے بدستور حلب کا محاصرہ جاری رکھا۔

کمشتکین نے (دوسری چال یہ چلی کہ اس نے) فرنگیوں کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ سلطان صلاح الدین کے ملک پر حملہ کریں تاکہ وہ ان کے ملک سے چلا جائے۔

فرنگیوں کی روانگی

۵۵۹ھ میں سلطان نور الدین نے القمص کو جو اس وقت طرابلس کے حاکم سنجلی کے پاس تھا، قلعہ حارم کی جنگ میں گرفتار کیا تھا۔ اس وقت سے لے کر اب تک وہ حلب میں نظر بند تھا اس لیے کمشتکین نے (موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے) اس وقت اسے ڈیڑھ لاکھ دینار اور ایک ہزار قیدیوں کے عوض میں رہا کر دیا اس کا فرنگیوں کے بادشاہ مری کے بیٹے پر بہت بڑا اثر تھا اور وہ اس کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا چنانچہ رجب کی ساتویں تاریخ کو اس نے فرنگی فوجوں کو لے کر قلعہ رستین کی جانب پیش قدمی کی۔

قلعہ کی فتح

ان کے ساتھ صلاح الدین نے دوسرے دن صلح کر لی اور وہاں سے بھاگ گئے پھر صلاح الدین نے قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا ماہ شعبان کے آخر میں اسے فتح کر لیا اس طرح شام کے بیشتر علاقے اس کے قبضہ میں آ گئے۔

بعلبک پر قبضہ

اس کے بعد اس نے بعلبک کی جانب پیش قدمی کی جہاں کا حاکم سلطان نور الدین کے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک شخص یمن نامی تھا۔ اس شہر کا بھی محاصرہ کیا گیا۔ آخر کار اہل شہر نے ہتھیار ڈال دیئے اور صلاح الدین نے بعلبک کو اسی سال کی پندرہویں رمضان المبارک میں فتح کر لیا اور شمس الدین محمد بن عبدالملک کے حوالے کر دیا کیونکہ اس نے دمشق کی فتح کے موقع پر اطاعت اور وفاداری کا ثبوت دیا تھا اور اس کے حوالے شہر کر دیا تھا۔

امدادی فوج کی روانگی

حمص و حماۃ پر جب سلطان صلاح الدین کا قبضہ ہو گیا اور حلب کا محاصرہ کیا تو ملک صالح اسماعیل نے حلب سے اپنے چچا زاد بھائی سیف الدین غازی حاکم موصل سے خط و کتابت کر کے اس سے فوجی امداد طلب کی چنانچہ اس نے فوجیں اس مقصد کے لیے اکٹھی کیں۔ اس نے دوسرے بھائی عماد الدین زنگی حاکم سنجار سے بھی فوجی امداد طلب کی تھی لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ اس کے سلطان صلاح الدین سے اچھے تعلقات تھے کیونکہ اسی نے اسے سنجار کا حاکم بنایا تھا اس لیے اس نے اس سے مزید امید لگا رکھی تھی۔

چنانچہ سلطان صلاح الدین کے مقابلہ کے لیے سیف الدین غازی نے ماہ رمضان ۵۷۰ھ میں اپنے بھائی عز الدین مسعود کے ہمراہ اور سپہ

سالار عز الدین تنزار کی قیادت میں فوجیں بھیجیں اور خود سیف الدین غازی فوج لے کر سنجار کی جانب روانہ ہوا اور وہاں اس نے اپنے بھائی عماد الدین کا محاصرہ کر لیا لیکن ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

عز الدین کی شکست

جس وقت وہ سنجار کا محاصرہ کر رہا تھا' اسے یہ خبر ملی کہ سلطان صلاح الدین نے اس کے بھائی عز الدین اور اس کی فوج کو شکست دے دی اس لیے وہ عماد الدین سے صلح کر کے موصل لوٹ آیا۔

صلح کا پیغام

پھر سیف الدین غازی نے دوبارہ اپنے بھائی عز الدین کو فوجیں دے کر تنزار کے ساتھ بھیجا اور انہوں نے حلب کی جانب پیش قدمی کی وہاں اس کا لشکر بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا اور وہ تمام کے تمام سلطان صلاح الدین کے مقابلہ کے لیے چل پڑے۔

اس وقت موصل میں عماد الدین کے پاس سلطان صلاح الدین نے یہ پیغام بھجوایا کہ وہ اس کے اور ملک صالح کے درمیان اس شرط پر صلح کرا دے کہ ملک صالح اسے دمشق پر قبضہ برقرار رکھنے کی اجازت دے' اس کے عوض میں وہ اسے حمص اور حماۃ واپس کر دے گا لیکن ملک صالح نے یہ شرط رکھی کہ وہ شام کے تمام شہر واپس کرے اور صرف مصر کی حکومت پر برقرار رہے۔

سلطان صلاح الدین کی فتح

چنانچہ ان کی فوجیں حماۃ کے نزدیک سلطان صلاح الدین کے مقابلہ پر آئیں۔ اس جنگ میں انہیں شکست ہوئی البتہ عز الدین نے تھوڑی دیر ثابت قدمی دکھائی لیکن سلطان صلاح الدین نے بے جگری سے حملہ کر کے اسے بھی شکست دے دی اور مال غنیمت حاصل کیا۔ اس نے حلب کی فوجوں کا تعاقب کر کے انہیں وہاں سے بھگا دیا اور پھر ان کا محاصرہ کر لیا جب محاصرہ نے طول پکڑا تو انہوں نے الشام کے مقبوضہ علاقوں کا اسے جا کر حاکم تسلیم کر لیا اور مصالحت کر لی۔

سلطان صلاح الدین نے اپنی مقبوضہ سلطنت کی مساجد میں ملک صالح کے نام کا خطبہ پڑھوانا بند کرا دیا۔ اور سلطان کے نام کا خطبہ اپنی تمام سلطنت میں جاری کرا دیا۔

بغدرین کی فتح

اسی سال شوال کی دس تاریخ کو سلطان صلاح الدین حلب سے روانہ ہوا اور حماۃ واپس آ گیا' وہاں سے اس نے قلعہ بغدرین کی فتح کے لیے پیش قدمی کی' اس قلعہ کا حاکم فخر الدین مسعود بن زعفرانی تھا۔ جو سلطان نور الدین کے امراء میں سے تھا اور سلطان صلاح الدین کے دربار سے بھی وابستہ ہو گیا تھا اور وہاں اس نے اعلیٰ خدمات انجام دیں لیکن جب اس کو اپنے مقاصد کی تکمیل میں کامیابی نہ ہوئی تو وہ صلاح الدین کو چھوڑ کر بغدرین بھاگ آیا تھا جہاں اس کا نائب حکومت کی مسند پر بیٹھا ہوا تھا۔

بغدرین کا سلطان صلاح الدین نے محاصرہ کر لیا۔ جب یہاں کے باشندوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو سلطان صلاح الدین نے اسے اپنے ماموں شہاب الدین محمود بن تکش الحارمی کے حوالے کر دیا۔ حمص کا علاقہ اس نے اپنا چچا زاد بھائی ناصر الدین بن شیر کوہ کے حوالے کیا اور ۵۷۰ھ کے آخر میں دمشق واپس لوٹا۔

سیف الدین غازی کی فوجی تیاری

اپنے بھائی کی شکست کے بعد حاکم موصل سیف الدین غازی سنجار کا محاصرہ چھوڑ کر موصل واپس آ گیا تھا' اس نے فوجوں کو اکٹھا کیا اور ان میں خوب مال و دولت تقسیم کی اور اس کے علاوہ کیفا اور ماردین کے حکام سے بھی فوجی امداد طلب کی۔ اس طرح اس نے چھ ہزار سواروں کے ساتھ پیش قدمی کی اور وہ ۵۷۱ھ کے موسم بہار میں نصیبین پہنچا وہاں وہ موسم سرما کے اختتام تک مقیم رہا۔ اس کے بعد حلب پہنچا تو سعد الدین کمشتکین سربراہ مملکت نے اپنی حلب کی فوجوں کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا۔

(چنانچہ) سلطان صلاح الدین نے مصر سے اپنی فوجیں بلوائیں اور انہیں کوچ کرنے کا حکم دیا لہٰذا وہ اس کے پاس پہنچ گئیں اس کے بعد

دمشق سے کوچ کرتا ہوا سیف الدولہ اور کمشتکین کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے پہنچا اور تل الحول میں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ آخر کار دشمن کی فوجیں شکست کھا کر حلب واپس آ گئیں۔ سیف الدین غازی نے اپنے بھائی عز الدین کو حلب میں اپنی فوجوں کی قیادت کے لیے چھوڑا اور دریائے فرات عبور کر کے موصل فرار ہو گیا کیونکہ اس کا خیال یہ تھا کہ سلطان صلاح الدین اس کے تعاقب میں ہے۔

سپہ سالار کی برطرفی

اس بارے میں ملک صالح نے اپنے وزیر جلال الدین اور مجاہد الدین قایماز سے مشورہ کیا کہ وہ موصل سے قلعہ حمیدیہ چلا جائے لیکن دونوں نے اس کی مخالفت کی۔ آخر کار اس نے تنزار کو سپہ سالاری سے برطرف کر دیا کیونکہ اسی کے مشورہ پر عمل کرنے سے یہ شکست ہوئی اس نے اس کے بجائے مجاہد الدین قایماز کو مامور کیا۔

سلطان صلاح الدین کی فتوحات

اس لشکر کو شکست دے کر اور ان کا مال غنیمت لے کر سلطان صلاح الدین مراغہ کی جانب روانہ ہوا اور اسے فتح کر کے وہاں اپنا حاکم مقرر کیا وہاں سے وہ منبج گیا' وہاں کا حاکم قطب الدین نیال بن حسان تھا جو سلطان صلاح الدین سے دشمنی رکھتا تھا۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین نے اس شہر کو فتح کر لیا اور اس کے قلعہ کا زبردست محاصرہ کیا پھر اس کی فصیلوں میں نقب لگا کر قلعہ فتح کر لیا اور اسے قید کر لیا۔ پھر اس کا مال و دولت ضبط کر کے اسے چھوڑ دیا۔ وہ موصل چلا گیا جہاں سیف الدین نے رقہ کا علاقہ اس کے حوالے کر دیا۔

منبج سے فارغ ہو کر سلطان صلاح الدین نے قلعہ اعزاز کی جانب پیش قدمی کی جو بہت ہی مضبوط قلعہ تھا سلطان نے اس کا چالیس روز تک محاصرہ کیا اس کے بعد اہل قلعہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور عید الاضحیٰ کے روز قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا۔

اس کے بعد سلطان نے حلب کی جانب پیش قدمی کی اور وہاں کا محاصرہ کیا ملک صالح بھی وہاں تھا اہل حلب نے زبردست جنگ کی اس لیے سلطان نے جنگ کو طول دیا۔ پھر صلح کی کوشش کی بشرطیکہ سیف الدین حاکم موصل اور کیفا اور ماردین کے حکام بھی اس میں شامل ہوں۔ چنانچہ اس شرط پر معاہدہ طے ہو گیا اور ملک صالح کی بہن سلطان صلاح الدین کے پاس آئی۔ سلطان نے اس کی تعظیم و تکریم کی اور اسے عطیات مرحمت کیے۔ ملک صالح کی بہن نے سلطان صلاح الدین سے قلعہ اعزاز مانگا جو سلطان نے خوشی سے دے دیا اس کے بعد سلطان نے بلاد اسماعیلیہ کی جانب پیش قدمی کی۔

شہاب الدین کی اطاعت

شہر اربل کا منتظم مجاہد الدین قایماز تھا۔ اس کی شہرزور کے حاکم شہاب الدین محمد بن بدران سے دشمنی تھی۔ لہٰذا جب سیف الدین نے مجاہد الدین کو موصل کا نائب مامور کیا تو شہاب الدین کو اس سے خطرہ پیدا ہوا اس لیے اس نے سیف الدین کی اطاعت سے انکار کیا' یہ واقعہ ۵۷۰ھ میں پیش آیا۔ چنانچہ جلال الدین وزیر نے اسے اچھے طریقے سے سمجھایا اور اسے بغاوت کے انجام سے ڈرایا اور اطاعت پر آمادہ کیا نتیجہ اس کے سمجھانے بجھانے سے اس نے اطاعت قبول کی اور جلد موصل حاضر ہو کر اطاعت کا اظہار کر دیا۔

قلعہ حارم کی فتح

حلب میں ملک صالح کی حکومت کا نگرانی سعد الدین کمشتکین تھا اس کا مخالف ابو صالح العجمی تھا جس نے سلطان نور الدین اور ملک صالح کے ہاں کافی اثر و رسوخ حاصل کر لیا تھا اور وزیر کے مرتبہ سے آگے بڑھ گیا تھا۔ اسے فرقہ باطنیہ کے کسی شخص نے حملہ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا یوں کمشتکین کے لیے (حکومت کا) میدان خالی ہو گیا اور وہ ملک صالح پر بھی حاوی ہو کر خود مختار ہو گیا تھا۔ اس کے ظلم و جبر کی شکایتیں ہونے لگیں اور یہ بھی الزام لگایا گیا کہ اس نے وزیر کو بھی قتل کرایا تھا چنانچہ کمشتکین کو گرفتار کر کے اسے قید کر دیا گیا یہ سلطان نے اسے قلعہ حارم عطا کیا تھا لہٰذا اس کے ساتھی وہاں قلعہ بند ہو گئے۔ ملک صالح نے چاہا کہ وہ قلعہ اس کے حوالے کر دیں لیکن انہوں نے انکار سے کام لیا۔

کمشتکین جب قید خانے میں ہلاک ہو گیا تو اس قلعہ کا محاصرہ کیا گیا آخر کار ملک صالح نے مال و دولت دے کر ان سے قلعہ حاصل کیا کیونکہ اس کے محاصرہ کے لیے جو لشکر بھیجا گیا تھا وہ محاصرہ سے تنگ آ گیا تھا۔ چنانچہ جب اس کے ساتھیوں نے قلعہ اس کے حوالے کیا تو اس نے اپنی جانب سے ایک حاکم کی تقرری کی۔

ملک صالح کا انتقال

۵۷۷ھ کے درمیانی عرصہ میں حلب کے حاکم ملک صالح اسماعیل بن نور الدین محمود کی وفات ہو گئی۔ اس نے آٹھ برس تک حکومت کی اس نے اپنا ولی عہد عز الدین مسعود حاکم موصل کو بنایا تھا۔ اس وقت بعض ارکان سلطنت نے عز الدین کے بڑے بھائی عماد الدین حاکم سنجار کو ولی عہد بنانا چاہا کیونکہ اس کی ملک صالح کی بہن سے رشتہ داری تھی اور اس کا والد سلطان نور الدین بھی اسے زیادہ پسند کرتا تھا لیکن اس نے انکار کیا اور عز الدین نے بھی یہ کہا تھا:

"مجھ میں حلب کو سلطان صلاح الدین سے بچانے کی سب سے زیادہ صلاحیت ہے۔"

عز الدین کی آمد

ملک صالح کے انتقال کے بعد امرائے حلب نے عز الدین مسعود کو بلوایا لہٰذا وہ اور مجاہدین قایماز دریائے فرات پر پہنچے جہاں امرائے حلب نے ان کا استقبال کیا اور اسے اپنے ساتھ حلب لائے اور وہ اسی سال کے ماہ شعبان میں شہر حلب میں وارد ہوا۔

ان دنوں سلطان صلاح الدین مصر میں تھا اور ان سے کافی دور تھا۔ اس کا بھتیجا تقی الدین عمر منبج میں تھا۔ جب اس نے ان کا خطرہ محسوس کیا تو وہ وہاں سے حماۃ پہنچا۔ اہل حماۃ نے اس کی مخالفت کی اور عز الدین کی حمایت میں نعرے بلند کیے۔

عز الدین کو اہل حلب نے مشورہ دیا کہ وہ دمشق اور شام کے شہروں پر حملہ کرے۔ انہوں نے اسے (فتح کی) امید دلائی لیکن اس نے اس وجہ سے انکار کیا کہ اس کے اور صلاح الدین کے مابین (معاہدہ صلح) ہے عز الدین حلب میں کئی مہینے رہا۔ اس کے بعد وہاں سے رقہ کی جانب چلا گیا۔

عز الدین کی حلب سے روانگی

عز الدین جب حلب سے رقہ آیا تو وہاں اس کے پاس اس کے بھائی عماد الدین حاکم سنجار کے قاصد آئے وہ یہ پیغام لائے تھے کہ عماد الدین چاہتا ہے کہ وہ اپنے علاقے سنجار کے بدلے میں حلب کی حکومت حاصل کرے۔ عز الدین نے اس کی یہ بات نہیں مانی تو عماد الدین نے اسے یہ پیغام بھیجا کہ اس صورت حال میں وہ سنجار کا علاقہ سلطان صلاح الدین کے حوالے کر دے گا۔

اس کے امراء نے اس موقع پر عز الدین کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ سنجار کی حکومت قبول کر لے کیونکہ اس کا بھائی عز الدین کا مخالف نہیں ہے کیونکہ وہ بھی حاکم ہے اور اس کے پاس لشکر اور علاقے بھی بہت زیادہ ہیں چنانچہ عز الدین نے اپنے بھائی سے سنجار کا علاقہ لے لیا اور اسے حلب کی حکومت دے دی چنانچہ عماد الدین حلب پہنچا اور وہاں کی حکومت سنبھال لی۔

اس کی حکومت سلطان صلاح الدین کے لیے مناسب و موافق تھی کیونکہ اسے عز الدین کی جانب سے دمشق پر حملہ کا خدشہ تھا۔

سلطان صلاح الدین کی پیش قدمی

مظفر الدین کوکبری زین الدین کچک کو حاکم موصل عز الدین نے حران اور اس کا قلعہ دے دیا تھا جب سلطان صلاح الدین البیرہ کا محاصرہ کرنے کے لیے پہنچا تو مظفر الدین سلطان صلاح الدین کے ساتھ مل گیا اور اسے کامیابی کی امید دلائی اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ الجزیرہ پر چڑھائی کر دے چنانچہ سلطان صلاح الدین نے دریائے فرات کی جانب پیش قدمی کی اور بظاہر یہ مشہور کیا کہ وہ حلب کا محاصرہ کرنا چاہتا ہے (لیکن اصل میں وہ الجزیرہ پر حملہ کرنا چاہتا تھا) اس وقت مظفر الدین بھی دریا کو عبور کر کے سلطان صلاح الدین کے پاس پہنچ گیا تھا اور اس کے ساتھ قلعہ البیرہ تک آیا۔ البیرہ کا قلعہ کافی مضبوط تھا اور دریائے فرات کے کنارے الجزیرہ کی سرحد پر تھا اس کا حاکم آل ماردین کے (شاہی

خاندان) ہولرتق سے تعلق رکھتا تھا اس نے سلطان صلاح الدین کی اطاعت قبول کی اور اس کے پل پر سے سلطان صلاح الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ دریا کو پار کر لیا۔

(یہ اطلاع ملتے ہی) حاکم موصل عز الدین نے مجاہد الدین کے ہمراہ نصیبین کی جانب روانگی کی تھی تاکہ وہ سلطان صلاح الدین کے مقابلے میں حلب کا دفاع کرے لیکن جب ان دونوں کو یہ خبر ملی کہ سلطان صلاح الدین نے دریائے فرات کو عبور کر لیا ہے تو وہ دونوں موصل واپس آگئے اور رہا (اڈیسہ) کی جانب محافظ فوجی دستے روانہ کیے۔

رہا کی فتح

گرد و نواح کے بادشاہوں سے فوجی امداد کے لیے سلطان صلاح الدین نے خط و کتابت کی' اس سے پیشتر سلطان صلاح الدین اور حاکم کیفا نور الدین محمد بن قرا ارسلان کے درمیان یہ معاہدہ ہو چکا تھا کہ اگر سلطان صلاح الدین آمد کے شہر کو فتح کر لے تو وہ اس کے حوالے کر دے گا چنانچہ جب اس نے حکام کو پیغام بھیجے تو کیفا کا حاکم سب سے پہلا شخص تھا جو اس کی امداد کے لیے پہنچا۔ اس وجہ سے اب سب سے پہلے سلطان صلاح الدین رہا کی جانب روانہ ہوا اور ماہ جمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ میں اس کا محاصرہ کر لیا ان دنوں وہاں کا حاکم فخر الدین مسعود زعفرانی تھا جب محاصرہ شدید ہوا تو اس نے سلطان صلاح الدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور اس کے ساتھ مل کر اس نے بھی قلعہ کا محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ اس کے نائب نے مقررہ مال دے کر قلعہ کو سلطان صلاح الدین کے حوالے کر دیا۔ سلطان نے یہ علاقہ مظفر الدین کو کبری حاکم حران کے حوالے کر دیا۔

مزید کامیابیاں

پھر وہاں سے سلطان رقہ پہنچا جہاں کا حاکم قطب الدین نیال بن حسان تھا وہ وہاں سے موصل کی جانب بھاگ گیا اسی لیے سلطان صلاح الدین نے (آسانی کے ساتھ) فتح کر لیا وہاں سے اس نے خابور کے علاقہ کی جانب پیش قدمی کی' جو قرقیسا' ماکین اور عربان کے مقامات پر مشتمل تھا۔ سلطان نے ان تمام مقامات پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد اس نے نصیبین کی جانب پیش قدمی کی اور اسے فوراً فتح کر لیا۔ البتہ قلعہ کا چند روز تک محاصرہ کیا گیا پھر وہ بھی فتح ہو گیا۔ سلطان نے اس کا حاکم اپنے سب سے بڑے حاکم ابو الہیجاء السمین کو بنایا اور حاکم کیفا کے ہمراہ وہاں سے روانگی اختیار کی۔

سلطان کو یہ خبر ملی کہ فرنگیوں نے دمشق کی عملداری پر حملہ کر دیا ہے اور وہ دریا کے مقام پر پہنچ گئے ہیں لیکن سلطان اس خبر سے متاثر نہ ہوا اور اس نے اپنا کام جاری رکھا۔ مظفر الدین کو کبری اور ناصر الدین محمود بن شیر کوہ نے اسے موصل پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا اور سنجار اور جزیرہ ابن عمر کی جانب پیش قدمی کرنے پر بھی آمادہ کیا اور چنانچہ اس نے (ان کے مشورہ کے مطابق) موصل کی جانب پیش قدمی کی۔

موصل کا حاکم عز الدین اور نائب مجاہد الدین تھا۔ انہوں نے کافی فوجیں اکٹھی کر لی تھیں اور ان کو دریا دلی سے عطیات دیے تھے اور اپنے مقبوضہ شہروں کو فوج سے بھر دیا تھا۔ ان میں الجزیرہ' سنجار' موصل اور اربل کے علاقے شامل تھے۔

شب خون کا خطرہ

اس کے بعد سلطان صلاح الدین نے پیش قدمی کی جب وہ محاذ کے نزدیک پہنچا تو وہ اور مظفر الدین' ناصر الدین ابن شیر کوہ اور دیگر ارکان سلطنت فصیلوں کو دیکھنے کے لیے گئے تو کافی مضبوط پایا۔ اس وقت سلطان صلاح الدین نے مظفر الدین اور اپنے چچا زاد بھائی ناصر الدین بن شیر کوہ سے مخاطب ہو کر کہا:

"تم دونوں نے مجھ سے دھوکہ کیا"

اس کے بعد صبح کے وقت سلطان شہر پہنچ گیا اور اس کے ساتھی جنگ کے لیے صف آراء ہو گئے' ان نے منجنیق نصب کی لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اس نے اس قسم کے لو (قلعہ شکن آلات) نصب کیے لیکن شہر سے ایک جماعت نکلی اور وہ اسے لے گئی۔ وہ رات کے وقت شہر سے مشعل لے کر نکلتے تھے اور نقل و حرکت کا اظہار کرتے تھے۔ اس سے سلطان صلاح الدین کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں وہ شب خون نہ ماریں۔ چنانچہ انہوں نے جنگ کا ارادہ تبدیل کر لیا۔

صلح کی کوشش

اس دوران صدر الدین شیخ الشیوخ (سہروردی) خلیفہ ناصر کی جانب سے ان کے خواص بشیر خادم کے ساتھ فریقین میں صلح کرانے کے لیے پہنچ گئے تھے۔ ان کی شرائط صلح یہ تھیں کہ سلطان صلاح الدین الجزیرہ کے شہر واپس کر دے۔ سلطان نے اس کے مقابلے میں یہ شرط رکھی کہ دوسرا فریق حلب کا علاقہ واپس کر دے لیکن اس کے لیے وہ تیار نہیں ہوئے۔ اس کے بعد سلطان نے حلب کو واپس کرنے کی شرط بھی ترک کر دی اور کہا کہ وہ ایک دوسرے کی امداد کرنا چھوڑ دیں لیکن اس کے لیے بھی وہ رضامند نہیں ہوئے۔

سنجار پر قبضہ

اس بارے میں حاکم آذربائیجان قزار ارسلان کے قاصد بھی پہنچ گئے تھے اور حاکم خلاط شاہرین کا پیغام بھی پہنچا تھا۔ لیکن فریقین میں نہ کوئی تصفیہ ہو سکا۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین نے موصل سے سنجار کی جانب پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں عز الدین حاکم موصل کا بھائی امیر امیران ہندو اور خود عز الدین بھی لشکر لے کر موجود تھا۔ شرف الدین نے سلطان سے مقابلہ کیا اور موصل سے بھی اس کی فوجی امداد پہنچی لیکن سلطان تقی اس کے درمیان حائل ہو کر اسے روک دیا اور داویہ کے بعض کردی امراء نے اس میں مداخلت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان صلاح الدین نے اسے شکست دی اور وہ موصل کی طرف فرار ہو گیا۔

چنانچہ سلطان صلاح الدین نے سنجار پر قبضہ کر لیا جو اس کے الجزیرہ کے تمام مقبوضہ علاقوں کے لیے حفاظتی سرحد ثابت ہوا۔ سلطان نے اس کا حاکم سعد الدین ابن معین الدین انز کو امور کیا جو دمشق کا حکمران بن گیا تھا اور طغرکین کا آخری نائب تھا۔

حاکم نصیبین کی برطرفی

وہاں سے واپسی کے وقت سلطان نصیبین کے مقام سے بھی گذرا‘ وہاں کے باشندوں نے (اس کے نئے حاکم) ابوالہیجاء السمین کی شکایت کی چنانچہ اس نے اسے برطرف کر دیا وہاں سے وہ مظفر الدین کو کبری کے شہر حران پہنچا اور ۵۷۸ھ میں وہاں کے قلعہ میں آرام کیا اور اپنی فوجوں کو روانہ ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

اسی دوران حاکم موصل عز الدین نے خلاط کے حاکم شاہرین سے فوجی امداد مانگی تھی چنانچہ شاہرین نے صلاح الدین کے پاس سفارش کے لیے کئی قاصد بھیجے اور سب سے آخر میں اس نے اپنے آزاد کردہ غلام سکرجاہ کو بھیجا‘ اس وقت سلطان سنجار کا محاصرہ کیے ہوا تھا۔ سلطان نے اس کی سفارش قبول نہیں کی چنانچہ وہ غضب ناک ہو کر وہاں سے لوٹ گیا۔

جنگ کی تیاریاں

اس کے بعد شاہرین (شاہ ارمن) حاکم ماردین قطب الدین کے پاس گیا‘ وہ اس کا بھانجا اور عز الدین کا ماموں زاد بھائی تھا‘ اس نے اس سے فوجی امداد مانگی اور اس کے ساتھ کوچ کیا‘ ان کے پاس عز الدین بھی موصل سے فوجی لے کر آ گیا تھا۔ ان تمام نے سلطان صلاح الدین سے جنگ کا پکا ارادہ کیا‘ جب سلطان صلاح الدین کو یہ اطلاع ملی تو اس نے حمص اور حماۃ کے حاکم تقی الدین کو جو اس کا بھتیجا تھا‘ روانہ کیا اور خود ان کا مقابلہ کرنے کے لیے اس نے کوچ کیا‘ اس نے فوج لے کر راس عین کے مقام پر قیام کیا۔

دشمن کو جب یہ اطلاع ملی‘ وہ اس کا مقابلہ کرنے سے باز آئے اور ہر ایک اپنے شہر واپس چلا گیا۔ سلطان صلاح الدین بھی ماردین چلا گیا اور وہاں چند روز ٹھہرنے کے بعد واپسی اختیار کی۔

حلب و آمد پر قبضہ

اس کے بعد سلطان صلاح الدین نے جب ماردین سے روانگی کی تو وہ آمد کے مقام پر آیا اور ۵۷۹ھ میں اس کا محاصرہ کرنے کے بعد اس پر قبضہ کر لیا اور معاہدہ کے مطابق یہ شہر اس نے نور الدین محمد بن قرا ارسلان کے حوالے کر دیا اس کے بعد وہ شام کی جانب روانہ ہوا اور حلب کے علاقہ کے مقام تل خالد کا محاصرہ کیا یہاں تک کہ وہاں کے لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور سلطان نے اس پر ماہ محرم ۵۷۹ھ میں قبضہ کر لیا۔ وہاں سے اس نے عینتاب کی جانب پیش قدمی کی‘ وہاں کا حاکم سلطان نور الدین زنگی کے خازن اسماعیل کا بھائی ناصر الدین محمد تھا‘ اسے

سلطان نور الدین نے حاکم متعین کیا تھا اور اس وقت سے وہی اس کا حاکم تھا۔ اس نے سلطان صلاح الدین کے سامنے اس شرط پر ہتھیار ڈالے کہ وہ اسے قلعہ کی حکومت پر قائم رکھے چنانچہ سلطان نے اسی کو حاکم مامور کیا۔ اور اس نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔

سلطان صلاح الدین نے وہاں سے حلب کی جانب پیش قدمی کی وہاں کا حاکم عماد الدین زنگی بن مودود تھا۔ سلطان نے وہاں چند روز تک میدان الاخضر کے نزدیک پڑاؤ ڈالا اس کے بعد وہ جبل جوشن کی جانب چلا گیا۔

عماد الدین حاکم حلب فوج کی تنخواہیں نہیں دے سکتا تھا اس لیے سلطان صلاح الدین نے اسے بذریعہ خط و کتابت یہ پیغام بھیجا کہ وہ حلب کے بجائے اسے سنجار' نصیبین' خابور' رقہ اور سروج کے علاقے دے دے گا چنانچہ عماد الدین نے یہ تبادلہ منظور کر لیا سلطان صلاح الدین نے یہ شرط بھی رکھی کہ عماد الدین سے جب فوجی خدمت لی جائے گی تو وہ اس کے لیے فوراً" حاضر ہو جائے گا۔ آخر کار ان شرائط کے مطابق عماد الدین مذکورہ بالا علاقوں کی جانب چلا گیا اور قابض ہو گیا۔

۵۷۹ھ کے آخر میں سلطان صلاح الدین حلب میں داخل ہو گیا' حلب کی فتح کے بعد سلطان کے چھوٹے بھائی تاج الملوک بوری کا انتقال ہو گیا کیونکہ اس کے گھٹنے میں چوٹ لگی تھی اور اس کے صدمے اور تکلیف سے اس کا انتقال ہو گیا۔

قلعہ حارم کی فتح

سلطان صلاح الدین نے حلب کی فتح کے بعد قلعہ حارم کی جانب پیش قدمی کی . جہاں سلطان نور الدین کا آزاد کردہ غلام سرجک حاکم تھا اسے موجودہ حاکم عماد الدین نے مامور کیا تھا لیکن جب اس نے حلب سلطان صلاح الدین کے حوالے کیا تو سرجک قلعہ حارم میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا (اور اس نے سلطان کی اطاعت قبول نہیں کی) چنانچہ سلطان نے اس کے قلعہ کا محاصرہ کیا' دونوں کے درمیان قاصدوں کی آمدورفت رہی۔ اس دوران سرجک نے خفیہ طور پر فرنگیوں کو بلوانے کا پیغام بھیجا مگر اس کے ساتھیوں کو اس بات کا علم ہو گیا۔ اس کے ساتھیوں کو یہ خطرہ ہوا کہ وہ یہ قلعہ فرنگیوں کے حوالے کر دے گا اس لیے انہوں نے اسے قید کر دیا اور سلطان صلاح الدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ سلطان نے اس پر قبضہ کر کے اپنے ایک خاص آدمی کو اس کا حاکم مامور کیا۔ سلطان نے تل خالد پر امیر دارم الیاروقی کو حاکم مامور کیا جو تل باشر کا حکمران تھا۔

سلطان نے قلعہ عزانہ امیر سلیمان بن جندر کو دے دیا' سابق حاکم عماد الدین نے اس قلعہ کو برباد کر دیا تھا لیکن امیر سلیمان نے اس کو آباد کیا۔

حلب کے مختلف علاقے سلطان صلاح الدین نے اپنے امراء اور فوج میں تقسیم کر دیئے تھے۔

مجاہد الدین کی گرفتاری

مجاہد الدین قایماز کی حکومت موصل میں بہت مضبوط تھی' اس کے حریف حکام میں عز الدین محمود' تنزاز سپہ سالار اور حاکم عراق ابوالخیر کا بیٹا شرف الدین احمد' سرکردہ امراء میں سے تھے۔ وہ دونوں شاہ موصل کو اس کے خلاف بھڑکاتے تھے اور اس کی بکثرت شکایتیں کیا کرتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ موصل نے اسے الگ کرنے کا فیصلہ کر لیا لیکن وہ اس کی مجلس میں یہ کام نہیں کر سکتا تھا کیونکہ مجاہد الدین بہت خود مختار تھا اور اس کے اختیارات اور شان و شوکت بہت زیادہ تھا چنانچہ بادشاہ نے یہ تدبیر کی کہ وہ مرض کے باعث گھر میں بیٹھ گیا۔ چونکہ مجاہد الدین خصی تھا اس لیے محل کی خواتین اس سے پردہ نہیں کرتی تھیں. لہٰذا وہ بادشاہ کی عیادت کے لیے محل میں داخل ہو گیا۔ اسی وقت بادشاہ نے اسے گرفتار کر لیا اور پھر خود بادشاہ سوار ہو کر قلعہ پہنچا اور وہاں اس کی مال و دولت اور اس کے ذخیروں پر قبضہ کر لیا اور تنزاز کو وہاں اپنا نائب مقرر کیا۔ اور (احمد ابن ابی الخیر کو) جو حاکم عراق کا بیٹا تھا' امیر حاجب مامور کیا اور ان دونوں کو سلطنت کے کاموں کی خود مختاری دے دی۔

اربل کا شہر مجاہد الدین کے قبضے میں تھا جہاں کا حاکم زین الدین یوسف بن زین الدین علی کجک' نوعمر بچہ اس کے زیر نگرانی حکومت کرتا تھا اسی طرح اس کے قبضے میں جزیرہ ابن عمر بھی تھا یہاں کا حاکم بھی نوعمر بچہ تھا اور اس کے زیر نگرانی تھا اس کا نام معز الدین سنجر شاہ بن سیف الدین غازی تھا اس کے قبضہ اختیار میں شہرزور کا علاقہ' دقوقا اور قلعہ عقر الحمیدیہ بھی تھے ان تمام علاقوں میں اس کے اپنے نائب مامور

تھے اور حقیقت یہ ہے کہ جب سلطان صلاح الدین نے الجزیرہ پر قبضہ کیا تھا تو عز الدین مسعود شاہ موصل کے قبضے میں موصل کے علاوہ اور کچھ نہ تھا اس کا قلعہ مجاہد الدین کے قبضے میں تھا اور وہی اصل میں موصل کا بادشاہ تھا چنانچہ جب عز الدین نے اسے گرفتار کر لیا تو اربل کا حاکم خود مختار ہو گیا۔ جزیرہ ابن عمر کا حاکم سلطان صلاح الدین کا مطیع و فرمانبردار ہو گیا۔

صلح کی دوبارہ کوشش

خلیفہ ناصر نے اس مرتبہ بھی شیخ الشیوخ (حضرت شہاب الدین سہروردی) اور بشیر خادم کو عز الدین اور سلطان صلاح الدین کے مابین صلح کرانے کے لیے بھیجا (انہوں نے یہ تجویز رکھی کہ) الجزیرہ اور اربل سلطان صلاح الدین کے پاس رہے گا لیکن عز الدین نے یہ تجویز منظور نہیں کی اور کہا "یہ دونوں علاقے میری عمل داری میں ہیں۔"

سلطان صلاح الدین کی ناراضگی

پھر سلطان صلاح الدین نے موصل فتح کرنے کا ارادہ کیا اس موقع پر شاہ عز الدین زلقنداز اور حاکم عراق کے بیٹے پر بہت خفا ہوا کیونکہ ان دونوں نے مجاہد الدین کو الگ کرا کر یہ مصیبت پیدا کی۔ اس نے آذربائیجان والے شخص کو پہلے برطرف کیا اور کہا: "مجھے تمہاری ضرورت ہے۔" اس کے بعد اس نے تین ہزار سواروں کا لشکر تیار کیا اور اربل کی جانب پیش قدمی کی۔ انہوں نے شہر کو ویران کر دیا جب زین الدین یوسف ان کے مقابلے کے لیے پہنچا تو وہ الگ الگ لوٹ مار میں مصروف تھے۔ اس نے انہیں شکست دی اور کامیاب ہو کر بلاد عجم کی راہ لی۔

مجاہد الدین موصل واپس لوٹ گیا۔

مظفر الدین کوکبری کی گرفتاری

ماہ ذوالقعدہ ۵۷۱ھ میں سلطان صلاح الدین دمشق سے روانہ ہوا۔ جب وہ حران پہنچا تو اس نے مظفر الدین کوکبری کو گرفتار کر لیا کیونکہ اس نے پچاس ہزار دینار بھیجنے کا وعدہ کیا تھا لیکن جب وہ پہنچا تو اس نے وعدہ پورا نہیں کیا۔ اس لیے اس نے اسے بھی گرفتار کیا کہ اہل الجزیرہ اس کے خلاف تھے اس کے بعد اس نے اسے رہا کر دیا اور اسے حران اور رہا کی حکومت پر بحال کر دیا۔

سلطان کی روانگی

حران سے جب سلطان روانہ ہوا تو کیفا' داری اور جزیرہ ابن عمر کی فوجیں اس کی فوجوں کے ساتھ شامل ہو گئی تھیں ان میں شاہ موصل عز الدین کا بھتیجا معز الدین سنجر شاہ بھی شامل تھا (جو جزیرہ ابن عمر کا حاکم تھا) اس نے اپنے چچا کے خلاف بغاوت کر دی تھی اور مجاہد الدین کے زوال کے بعد خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔

ان تمام نے سلطان صلاح الدین کے ہمراہ موصل کی جانب پیش قدمی کی۔ جب وہ شہر کے نزدیک پہنچے تو شاہ عز الدین کی والدہ' اس کا چچا زاد بھائی نور الدین محمود اور موصل کے ارکان سلطنت کی ایک جماعت وفد کی صورت میں سلطان سے ملاقات کرنے کے لیے آئی۔ ان کا خیال تھا کہ سلطان انہیں ضرور حاضری کی اجازت دیں گے لیکن فقیہ عیسیٰ اور علی بن احمد المشطوب نے اسے مشورہ دیا کہ انہیں واپس کر دیا جائے (چنانچہ وہ واپس چلے گئے)

موصل کا محاصرہ

اس کے بعد سلطان صلاح الدین موصل پہنچا اور جنگ چھیڑ دی لیکن جنگ میں اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لیے اسے اب وفد واپس کرنے پر شرمندگی ہوئی۔

اسی دوران اس کے پاس ملامت آمیز القاضی الفاضل کا خط پہنچا اس کے بعد اربل کا حاکم زین الدین یوسف بھی آ گیا اس نے اسے اس کے بھائی مظفر الدین کوکبری اور دوسرے امراء و حکام کے ساتھ ٹھہرایا پھر اس نے امیر علی بن احمد المشطوب کو ہکاریہ کے علاقہ میں الجزیرہ کے قلعہ کی جانب بھیجا جہاں ہکاریہ کے کردی اس کے خلاف جمع ہو گئے اور وہ ان کو محاصرہ میں لینے لگے۔

مجاہد الدین قایماز کی مشاورت

قلعہ موصل کے نائب زلفنداز نے (سلطان صلاح الدین سے) خط و کتابت کرنی چاہی لیکن اس کی خبر عز الدین (شاہ موصل) کو مل گئی تو اس نے اس کام سے منع کر دیا بلکہ اس کا مشورہ ترک کر کے مجاہد الدین قایماز کو اپنا مشیر بنا لیا اور اس کے مشورہ پر عمل کرنے لگا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے انتظام سلطنت درست کر لیا اور بہت حد تک اصلاح کر لی۔

میافارقین کی فتح

موصل کے طویل محاصرہ سے سلطان صلاح الدین تنگ آ گیا تھا کہ اتنے میں ماہ ربیع الاول ۵۸۲ھ کے آخر میں اسے خبر ملی کہ خلاط کے حاکم شاہ ارمن کا ماہ ربیع الاول کی نو تاریخ کو انتقال ہو گیا اور اس کے علاقہ پر اس کا آزاد کردہ غلام بکتمر قابض ہو گیا ہے۔ یہ اطلاع سن کر سلطان صلاح الدین نے موصل سے پیش قدمی کر کے شہر میافارقین پر قبضہ کر لیا وہاں سے فارغ ہو کر نصیبین سے گزرتا ہوا وہ ۵۸۲ھ کے ماہ رمضان میں پھر موصل آ گیا۔

فریقین میں صلح

اس کے بعد فریقین کے قاصد صلح کی کوشش کرنے لگے اور یہ طے پایا کہ عز الدین شاہ موصل شہرزور کا علاقہ' قرائلی اور ماوراء النہر کا علاقہ سلطان صلاح الدین کے حوالے کرے گا اور مساجد کے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا جائے گا اور اس کے سکہ پر بھی اس کا نام کندہ کیا جائے گا اس دوران سلطان صلاح الدین بیمار ہو گیا اور وہ حران پہنچ گیا اس کے ایلچی صلح کی شرائط کی تکمیل کرا کے وہیں اس کے پاس پہنچے فریقین نے (اس معاہدہ کی تکمیل کے لیے) حلف اٹھایا۔ اس کے بعد سلطان نے ان علاقوں پر قبضہ کرنے کے لیے ایک آدمی بھیجا اور خود حران میں بیماری کی حالت میں رہا۔ اس کے ساتھ اس کا بھائی عادل اور اس کے چچا شیرکوہ کا بیٹا ناصر الدولہ تھے (اس صلح کے بعد) موصل میں امن و امان کا دور دورہ ہو گیا۔

فسادات کی آگ

اس کے بعد ترکمان اور کرد قوموں کے مابین جزیرہ' موصل' عمادیہ' دیار بکر' خلاط' شام' شہرزور اور آذربائیجان میں نسلی فسادات کی آگ بھڑک اٹھی ان فسادات میں لاتعداد افراد مارے گئے اور فسادات کا یہ سلسلہ کئی برسوں تک چلتا رہا۔ ان فسادات کا سبب یہ تھا کہ ترکمان قوم کی ایک دلہن کو رخصت کر کے اس کے خاوند کے پاس لے جایا جا رہا تھا کہ یہ لوگ زوزن اور اکراد کے قلعہ کے قریب سے گزرے تو وہاں کے لوگوں نے عام جوانوں کی عادت کے مطابق ان سے ولیمہ کی دعوت کی فرمائش کی جس کا انہوں نے سخت جواب دیا۔ (اس پر مشتعل ہو کر) حاکم قلعہ نے اس کے خاوند کو قتل کر دیا۔ اس کے جواب میں ترکمان قوم کردوں پر ٹوٹ پڑی اور ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

بالآخر مجاہد الدین نے دونوں قوموں میں مصالحت کرائی اور انہیں خوب عطیات دیئے' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دونوں قومیں متحد ہو گئیں اور فسادات کا خاتمہ ہو گیا۔

حاکم اربل کا انتقال

زین الدین یوسف بن علی کوچک' سلطان صلاح الدین کا تابعدار ہو گیا تھا' اربل اس کی عملداری میں تھا اور اس سلسلے میں اس کے اور شاہ موصل عز الدین کے مابین ۵۸۱ھ میں صلح ہو گئی تھی۔ وہ اپنا لشکر لے کر سلطان صلاح الدین کے پاس گیا تھا' وہیں وہ بیمار ہو گیا اور اسی سال ماہ رمضان کے آخر میں وفات پا گیا۔

مظفر الدین کی تقرری

اس کی زندگی میں ہی اس کے بھائی نے اس کے علاقے پر قبضہ کر لیا اور اس نے وہاں کے امراء کی ایک جماعت کو گرفتار کر لیا تھا جن میں حاکم قلعہ حفتر کان بھی شامل تھا اس نے سلطان صلاح الدین سے یہ درخواست کی کہ اسے اس کے بھائی کی جگہ پر اربل کا حاکم

مامور کرے۔ چنانچہ سلطان نے اسے اربل کا حاکم متعین کیا اور اس میں شہرزور کا علاقہ' دو قبر قرائلی اور بنی قفجان کا علاقہ بھی شامل کر دیا گیا
مجاہد الدین قایماز کے ساتھ اہل اربل نے خط و کتابت کر کے اس سے درخواست کی کہ وہ اسے حاکم بنانا چاہتے ہیں۔ مجاہد اس وقت موصل میں تھا۔ اس نے سلطان صلاح الدین کے ڈر سے ان کی درخواست منظور نہیں کی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جب عز الدین نے اسے قید سے رہا کیا تھا اور اسے اپنا نائب مقرر کیا تھا تو اس وقت سے اس نے پہلے جیسے اختیارات اسے نہیں دیئے تھے بلکہ اس کے ساتھ کسی غلام کو حکومت میں شریک کر دیا تھا جس کا اسے بڑا رنج تھا چنانچہ جب اہل اربل نے اس سے خط و کتابت کی تو اس نے کہا:
"واللہ! میں ایسا کام نہیں کروں گا کہ میرے ساتھ فلاں شخص بھی شریک حکومت ہو جائے۔" اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زین الدین کا بھائی مظفر الدین اربل پر قابض ہو گیا۔

سنجر شاہ کی حکومت

سنجر شاہ بن سیف الدین غازی بن مودود اپنے باپ کی وصیت کے مطابق جزیرہ ابن عمر کا حکمران بن گیا اور جب مجاہد الدین کو الگ کیا گیا تو وہ اپنے چچا عز الدین کا باغی ہو گیا تھا اور اپنے چچا کے برخلاف اس کی جاسوسی اور مخبری کرتا تھا وہ سلطان صلاح الدین کو اس کی خبریں بھیجتا رہا اور اس کے خلاف سلطان کو بھڑکاتا تھا تاکہ ان دونوں کے درمیان تعلقات ختم ہو جائیں۔

سلطان کی فوجی امداد

سلطان صلاح الدین نے ۵۸۶ھ میں جب عکا کا محاصرہ کیا تو اس نے فوجی امداد اپنے گرد و نواح کے ان حکام سے طلب کی جو اس کے اطاعت تھے۔ چنانچہ عز الدین حاکم موصل اور اس کا بھائی عماد الدین حاکم سنجار و نصیبین' سنجر شاہ (حاکم جزیرہ ابن عمر) اور قلعہ کیفا کے حکام سلطان کی امداد کے لیے عکا پہنچے۔ اتنے میں جزیرہ ابن عمر سے ایک جماعت سنجر شاہ سے داد رسی کے لیے پہنچی۔ سنجر کو ان سے ہوا چنانچہ اس نے سلطان صلاح الدین سے واپس جانے کی اجازت مانگی اس پر سلطان صلاح الدین نے یہ عذر پیش کیا کہ اس طرح فوجیں ہو جائیں گی۔ تاہم وہ جانے پر بضد رہا اور واپس چلا گیا' اسی دوران تقی الدین عمر بن شاہ حماۃ سے لشکر لے کر آ رہا تھا۔ لہٰذا سلطان صلاح الدین نے اسے یہ پیغام بھیجا کہ وہ سنجر شاہ کا راستہ روک لے اور واپس لائے۔ چنانچہ ایک قلعہ کے نزدیک اس سے ملاقات ہوئی اور اسے زبردستی واپس لے آیا۔

محاصرہ کا حکم

حاکم موصل عز الدین کو بھی سلطان صلاح الدین نے حکم دیا کہ وہ جزیرہ ابن عمر کا محاصرہ کر لے کیونکہ اس کے خیال میں کوئی چال ہو رہی تھی۔

عز الدین نے واپسی کی اجازت طلب کی اور جزیرہ ابن عمر کے قبضہ کی منظوری حاصل کی' اس کے بعد وہاں پہنچ کر اس نے چار ماہ محاصرہ کیا لیکن وہ ناقابل تسخیر ثابت ہوا اس لیے وہ نصف علاقہ لینے پر رضامند ہو گیا اور اس کے مطابق صلح کر کے موصل واپسی اختیار کی۔

عز الدین کے مشورے

سلطان صلاح الدین نے الجزیرہ کے شہر حران' رہا' سمیاط اور میافارقین کو فتح کر کے ان کا حاکم اپنے بھتیجے تقی الدین عمر بن شاہ کو بنایا تھا۔ جب تقی الدین کا انتقال ہوا تو اس نے اپنے بھائی العادل ابوبکر بن ایوب کو وہاں کا حاکم متعین کیا۔ جب سلطان صلاح الدین کا بھی انتقال ہو گیا تو عز الدین حاکم موصل نے ان شہروں کو واپس لینے کا ارادہ کیا اور اپنے ساتھیوں سے اس بارے میں مشورہ کیا' کچھ لوگوں نے حملہ کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ گرد و نواح کے حکام سے فوجی امداد حاصل کی جائے جیسے اربل' جزیرہ ابن عمر' سنجار و نصیبین کے حکام ان میں سے جو مخالفت کرے ان سے فوراً" جنگ شروع کی جائے اور اس سے قبل کہ وہاں کے باشندے دفاع کے لیے تیار ہوں۔ ان شہروں پر قبضہ کر لیا جائے۔ اس کو مجاہد الدین نے یہ مشورہ دیا کہ مذکورہ بالا علاقوں کے حکمرانوں سے مشورہ کیا جائے اور ان کے مشورے کے مطابق عمل کیا جائے چنانچہ اس نے مجاہد الدین کا مشورہ قبول کیا اور ان حکمرانوں سے خط و کتابت کی انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ سلطان

الدین کی اولاد کے رویہ کا انتظار کیا جائے کیونکہ شہر مطیع و فرمانبردار ہے اور سلطنت کا نظام بھی درست ہے۔
اس کے بعد اسے یہ خبر ملی کہ ماردین کے حاکم نے ان کے کسی شہر پر چڑھائی کر دی ہے چنانچہ وہ بہت بڑا لشکر لے کر ماردین پر حملہ کرنے کے لیے پہنچ جائے۔ اس کے نتیجہ میں انہوں نے نقل و حرکت چھوڑ دی پھر ان کو خبر ملی کہ وہ حران کے باہر لشکر لے کر پہنچ گیا ہے تو وہ اس کے خلاف نقل و حرکت کے لیے تیار ہو گیا اور جب حاکم سنجار کے ساتھ معاہدہ ہو گیا تو افضل کی جانب سے شام کی فوجیں ملک عادل کے پاس پہنچ گئیں اور اس کو قوت حاصل ہو گئی۔

عزالدین کی واپسی

اپنی فوجوں کے ہمراہ عزالدین بھی موصل سے نصیبین پہنچا اور اپنے بھائی عماد الدین کو لے کر وہ تمام رہا پہنچ گئے۔ ملک عادل نے بھی ان کے نزدیک مرج الریحان کے مقام پر اپنی فوجیں اکٹھی کر لی تھیں' وہ ان سے خوفزدہ تھا چند روز تک فریقین اسی حالت میں رہے اس کے بعد عزالدین حاکم بیمار ہو گیا تو وہ فوجوں کو اپنے بھائی عماد الدین کی قیادت میں دے کر موصل لوٹ گیا۔

عزالدین کا انتقال

موصل میں واپس آنے کے بعد عزالدین دو مہینے وہاں زندہ رہا۔ اس کی بیماری بڑھتی گئی یہاں تک کہ اس کا ماہ رمضان کے آخر میں ۵۸۹ھ میں انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا نورالدین ارسلان شاہ موصل کا حاکم مامور ہوا۔ اس کی سلطنت کا انتظام مجاہد الدین قایمان کے حوالے ہوا جو اس کے والد کے زمانے میں موصل کی سلطنت کا انتظام کیا کرتا تھا۔

عماد الدین کا انتقال

اس کے بعد اس کا بھائی عماد الدین بن مودود' حاکم سنجار' خابور و نصیبین رقہ اور سروج بھی ماہ محرم ۵۹۴ھ میں وفات پا گیا' یہ وہ حاکم تھا جس کو یہ علاقے دے کر سلطان صلاح الدین نے حلب کا علاقہ لے لیا تھا۔
پھر اس کا بیٹا قطب الدین حکمران ہوا' اس کا ناظم سلطنت اس کے والد کا آزاد کردہ غلام مجاہد الدین برتقش تھا' وہ دیندار' انصاف پسند' نیک اور شریف آدمی تھا' وہ علماء اور دیندار حضرات سے بڑی محبت کرتا تھا اور ان کا بے حد ادب و احترام کرتا تھا۔ البتہ وہ شافعیہ حضرات سے تعصب رکھتا تھا' یہاں تک کہ اس نے سنجار میں حنفیہ جماعت کے لیے ایک مدرسہ کی تعمیر کروائی۔ بہرصورت وہ ایک شریف آدمی تھا۔

نصیبین پر چڑھائی

نصیبین کے علاقے میں حاکم سنجار عماد الدین کا جو نائب تھا' اس نے موصل کے ان دیہات کی جانب ہاتھ بڑھانے شروع کر دیئے جو اس کے علاقے کے نزدیک تھے' اس بارے میں سلطنت موصل کے نگران سربراہ مجاہد الدین قایمان نے اپنے بادشاہ نورالدین سے خفیہ رکھ کر عماد الدین کو ایک خط لکھا جس میں اس کے نائب کے بارے میں یہ شکایت کی گئی تھی لیکن عماد الدین نے اپنے اس دعوے پر اصرار کیا کہ یہ علاقے اس کی عملداری میں شامل ہیں' اس کا جواب نہایت سخت تھا اس لیے نورالدین نے اس کا وہ خط اپنی سلطنت کے بزرگوں کے ہاتھ واپس کر دیا' اس وقت وہ بیمار تھا۔ اس موقع پر بھی اس نے اسی طرح جواب دیا۔ قاصد نے جو اتابک زنگی کے عہد کی یادگار تھا اسے نصیحت کی لیکن اس نے اس کے ساتھ سخت کلامی کی۔
اس صورت حال میں نورالدین حاکم موصل نے نصیبین پر چڑھائی کرنے کے ارادہ کیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد یہ اطلاع ملی کہ عماد الدین کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کے بجائے اس کا بیٹا قطب الدین حاکم مامور ہوا ہے۔ ایسے موقع پر نورالدین نے نصیبین پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا اور ماہ جمادی الاولیٰ ۵۹۴ھ میں اس مقصد کے لیے پیش قدمی کی۔
قطب الدین بن سنجر بھی فوج لے کر پہنچا لیکن نورالدین اس سے پہلے فوج لے کر پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ جب مقابلہ ہوا تو نورالدین نے اسے شکست دی اور وہ شکست کھا کر قلعہ بند ہو گیا' وہاں سے وہ اپنے نائب مجاہد الدین برتقش کے ساتھ حران پہنچا۔ پھر یہ لوگ سلطان عادل سے امداد کے لیے خواستگار ہوئے۔

اس دوران سلطان نور الدین نصیبین میں مقیم رہا۔ جب سلطان عادل الجزیرہ پہنچا تو وہ موصل چلا گیا اور اسی سال کے ماہ رمضان میں وہاں پہنچ گیا۔ اس کے جانے کے بعد قطب الدین وہاں واپس لوٹ آیا۔

قایماں کا انتقال

اس دوران سلطان نور الدین کی فوج کے کافی آدمی مارے گئے اور موصل کے بہت امراء بھی انتقال کر گئے اور سربراہ سلطنت مجاہد الدین قایماں کا بھی انتقال ہو گیا۔

سلطان عادل کی واپسی

نور الدین نے جب موصل واپسی کی اور قطب الدین نصیبین واپس آ گیا تو سلطان عادل نے بھی وہاں سے کوچ کر کے ماردین کا محاصرہ کیا اور چند روز سخت محاصرہ کرنے کے بعد واپس چلا گیا۔

خود تو سلطان عادل واپس چلا گیا تھا لیکن اپنے بیٹے کامل کی قیادت میں محاصرہ کے لیے فوج چھوڑ گیا تھا۔ یہ بات الجزیرہ اور دیار بکر کے حکمرانوں کو اچھی نہ لگی اور انہیں خطرہ ہوا کہ وہ اس طرح ان کے تمام علاقوں پر قابض ہو جائے گا۔

چنانچہ جب سلطان عادل خود نور الدین کے مقابلہ کے لیے پہنچا تو اس وقت ان علاقوں کے حکام میں سے کوئی اس کے مقابلہ کے لیے نہیں پہنچا کیونکہ اس وقت ان کا لشکر بہت زیادہ تھا لیکن جب وہ دمشق لوٹ گیا اور صرف اس کا بیٹا کامل ماردین میں رہ گیا تو انہوں نے اب اس کا مقابلہ کرنا آسان سمجھا اس کے علاوہ اس مقابلہ کے لیے سلطان صلاح الدین کے بیٹے ظاہر اور افضل نے پھر انہیں بھڑکایا کیونکہ وہ اپنے چچا عادل کی مخالفت کرتے تھے۔

اہل ماردین کی کامیابی

پھر موصل کا حاکم نور الدین ارسلان شاہ سب سے پہلے یکم شعبان ۵۹۵ھ میں مقابلہ کے لیے چلا اور دنیسر پہنچ گیا۔ وہاں اس کے ساتھ اس کا چچا زاد بھائی حاکم سنجار قطب الدین محمد بن زنگی اور دوسرا چچا زاد بھائی سنجار شاہ ابن غازی حاکم جزیرہ ابن عمر بھی فوج لے کر آ گئے۔ عید الفطر گذارنے کے بعد تمام فوجوں نے پیش قدمی کی اور ماردین کے نزدیک کامل کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھنا شروع کیا۔

اہل ماردین محاصرہ سے بہت تنگ آ گئے تھے چنانچہ ان کے سربراہ نے کامل کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور قلعہ اس کے حوالے کرنے کے لیے ایک مدت متعین کی بشرطیکہ وہ انہیں خوراک کی رسد مہیا کرنے کی اجازت دے، شہزادہ کامل نے ان کا مطالبہ تسلیم کر لیا تھا اور وہ اس عرصے میں مزید کارروائی کر رہے تھے کہ اتنے میں انہیں فوجوں کی آمد کی اطلاع ملی تو اہل ماردین نے صلح سے انکار کر دیا اور کامل شکست کھا کر بیرونی علاقے کی جانب پسپا ہو کر پہنچا لیکن اہل قلعہ نے باہر نکل کر اس کی فوجوں کا شام تک مقابلہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہزادہ کامل راتوں رات شوال کی پندرھویں تاریخ کو اپنے ملک روانہ ہو گیا اور اہل قلعہ نے اس کی فوج کا سارا سازوسامان لوٹ کر اپنے قبضے میں کر لیا۔

سلطان ظاہر کا پیغام

اس کے بعد ماردین کے حکمران لولو ارسلان ابن ابی الغازی نے قلعہ سے نکل کر نور الدین کا شکریہ ادا کیا اور پھر وہ اپنے قلعہ کی جانب واپس چلا گیا۔ نور الدین اور اس کے ساتھی تستر کے مقام پر چلے گئے، وہاں سے وہ راس عین پہنچے جہاں انہیں حلب سے ظاہر بن صلاح الدین کا قاصد آ کر ملا۔ اس نے یہ پیغام پہنچایا کہ سلطان ظاہر کے نام کا اس سلطنت میں خطبہ اور سکہ ہونا چاہیے۔ اس مطالبہ پر وہ حیران ہو گیا اور اس نے ان کی حمایت کرنے کا ارادہ تبدیل کر دیا اس کے بعد وہ بیمار ہو گیا اور اس کا عذر پیش کیا۔ آخر کار وہ ماہ ذوالحجہ میں اسی سال کے آخر میں موصل واپس لوٹ آیا۔

الجزیرہ کی جانب پیش قدمی

۵۹۶ھ میں ملک عادل نے اپنے بھتیجے افضل بن صلاح الدین سے مصر کی سلطنت چھین لی۔ اس سے سلطان حلب ظاہر اور حاکم ماردین کو بہت خطرہ پیدا ہوا۔ انہوں نے حاکم موصل نور الدین سے اتحاد قائم کرنے کے لیے خط و کتابت کی انہوں نے اس کو اس بات کے لیے تیار کیا

کہ وہ ملک عادل کے مقبوضہ علاقوں الجزیرہ، رہا، حران، رقہ اور سنجار کی جانب لشکر کشی کرے۔ چنانچہ سلطان نور الدین نے ان علاقوں پر قبضہ کرنے کے لیے ماہ شعبان ۵۹۷ھ میں پیش قدمی کی۔

اس کے ساتھ سنجار کا حاکم اور اس کا چچا زاد بھائی قطب الدین حاکم ماردین حسام الدین بھی شامل ہو گئے وہ تمام راس العین پہنچے اس وقت حران میں فائز بن العادل ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ اس نے نور الدین کو صلح کا پیغام بھیجا جو اس نے جلد منظور کر لیا۔ کیونکہ اس کے لشکر میں بہت سی اموات ہو چکی تھیں۔ فریقین نے باہم حلف اٹھایا اور سلطان عادل سے بھی حلف اٹھوایا گیا پھر نور الدین نے اسی سال کے ماہ ذوالقعدہ میں موصل واپسی اختیار کی۔

نصیبین پر چڑھائی

پھر سلطان عادل سنجار کے حاکم قطب الدین سے خط و کتابت کرتا رہا اور اسے اپنی اطاعت پر آمادہ کرتا رہا تا آنکہ اس نے اطاعت قبول کر لی۔ ۶۰۰ھ میں اس نے اپنی سلطنت کی مساجد میں اس کی حکومت کا خطبہ پڑھوانا شروع کر دیا۔ یہ اطلاع سن کر حاکم موصل، نور الدین لشکر لے کر قطب الدین کے علاقہ نصیبین پہنچا اور اس کا محاصرہ کر کے شہر پر قابض ہو گیا پھر اس نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ قلعہ پر بھی قبضہ ہونے والا تھا کہ اچانک اس کے نائب کی جانب سے موصل سے یہ اطلاع ملی کہ مظفر الدین کوکبری، حاکم اربل نے موصل کے علاقوں پر چڑھائی کر دی ہے اس لیے نور الدین نے نصیبین سے کوچ کیا تاکہ وہ اربل پر حملہ کرے۔ وہاں جا کر پتہ چلا کہ (حملہ کی) خبر درست نہیں تھی اس لیے وہ سنجار کے علاقہ تل اعفر پہنچا اور اس کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔

اس دوران موسیٰ بن عادل حران سے راس العین، حاکم سنجار کی مدد کے لیے فوج لے کر پہنچا اس کی حمایت حاکم اربل مظفر الدین، حاکم آمد اور حاکم جزیرہ ابن عمر نے بھی کی۔ انہوں نے بذریعہ خط و کتابت متحدہ فوج میں شمولیت کا اقرار کیا۔

نصیبین سے نور الدین نے جب روانگی کی تھی تو وہ تمام اکٹھے ہو گئے تھے ان کے ساتھ موسیٰ بن عادل کے بھائی نجم الدین حاکم میافارقین نے بھی شمولیت کر لی۔

ان حالات میں نور الدین تل اعفر سے کفر زمان پہنچا۔ اس کا مقصد جنگ کو طول دینا تھا (تاکہ دشمن کا لشکر منتشر ہو جائے) لیکن اس کو ایک مخبر کا خط آیا جس میں دشمن کی تعداد کو کم اور مقابلے کے ناقابل قرار دیا تھا۔ وہ اس کے (معتبر) آزاد کردہ غلام کا خط تھا اس لیے اس پر اعتماد کرتے ہوئے نوشری کی جانب کوچ کیا۔ یہ مقام دشمن کی فوجوں کے نزدیک تھا۔ اس لیے فریقین صف آراء ہو گئے اور جنگ ہونے لگی۔ اس میں نور الدین حاکم موصل کو شکست ہوئی اور وہ قلیل شکست خوردہ فوج کے ساتھ بھاگ نکلا۔ دشمن کے لشکر نے کفر زمان میں قیام کیا انہوں نے شہر فید اور اس کے متعلقہ دیہاتوں میں لوٹ مار کی اور وہاں وہ کچھ مدت تک قیام پذیر رہے۔

دونوں جانب سے قاصد صلح کی بات چیت کرتے رہے تاکہ نور الدین تل اعفر کا علاقہ حاکم سنجار، قطب الدین کو واپس کر دے۔ چنانچہ اس نے وہ علاقہ واپس کر دیا اور ۶۰۱ھ میں فریقین میں مصالحت ہو گئی اور ہر ایک حاکم نے اپنے شہر کی طرف واپسی کی۔

سنجر شاہ کے مظالم

جزیرہ ابن عمر کے علاقہ کا حاکم سنجر شاہ بن غازی بن مودود اپنے والد کی وصیت کے مطابق مامور ہوا تھا۔ وہ بدکردار اور ظالم و جابر حاکم تھا وہ صرف اپنی رعایا اور لشکر پر مظالم کیا کرتا تھا بلکہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ بھی بدسلوکی کرتا تھا وہ سب کے ساتھ بڑی سختی کرتا تھا اور سخت کام لیتا تھا وہ اپنی اولاد پر بھی رحم و شفقت نہیں کیا کرتا تھا یہاں تک کہ اس نے اپنے دونوں بیٹوں محمود اور مودود کو زوزان کے علاقے کے فرج کی جانب جلا وطن کر دیا تھا۔ اس کی وجہ صرف شک و شبہ اور غلط فہمی تھی۔

اپنے دوسرے بیٹے غازی کو سنجر شاہ نے نکال کر اسے شہر کے ایک گھر میں نظر بند کر دیا تھا جہاں غازی کی حالت کافی خراب ہو گئی۔ وہ بہت خطرناک تھا اس لیے وہ چپکے سے وہاں سے بھاگ گیا اور شہر میں روپوش ہو گیا۔ اس نے حاکم موصل نور الدین کو یہ پیغام بھیجا کہ اس کا بھاگ کر شاید وہ وہاں پہنچ گیا ہے۔ اس لیے اس نے اس کے والد کے ڈر سے اسے زادراہ بھیجا۔

سنجر شاہ کا انجام

اس کے باپ نے اس کی تلاش کرنا چھوڑ دی کیونکہ یہ خبر مشہور ہو گئی کہ وہ شام میں ہے لیکن غازی (وہیں شہر میں رہ کر) سازشیں کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے باپ کے گھر میں (خفیہ طور پر) داخل ہو گیا اور اس کی لونڈیوں کے پاس چھپ گیا چنانچہ ایک رات جبکہ سنجر شاہ نشے کی حالت میں تھا تو وہ تنہائی میں اس کے پاس پہنچا اور نیزہ سے اس پر چودہ مرتبہ وار کر کے اسے زخمی کر دیا اور پھر اسے ذبح کر دیا اور زنان خانے میں سکونت پذیر ہو گیا۔

محمود بن سنجر کی بیعت

اس قتل کی خبر جب باہر استاذ الدولہ کو ہوئی تو اس نے ارکان سلطنت کو اکٹھا کر کے شاہی محل کے دروازے باہر سے بند کرا دیے اور لوگوں سے محمود بن سنجر شاہ کی حکومت کے لیے بیعت حاصل کی پھر اس نے محمود اور اس کے بھائی مودود کو قلعہ فرج سے بلوایا (جب یہ کام مکمل ہو گیا) تو انہوں نے محل سرائے میں داخل ہو کر غازی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جب محمود وہاں پہنچا تو انہوں نے اسے حکمران مقرر کر کے اسے اس کے والد کا لقب معین الدین مرحمت کیا۔ اس نے ان لونڈیوں کو جنہوں نے اس کے باپ کے قتل کی سازش تیار کی تھی' دریائے دجلہ میں ڈبو کر غرق کر دیا۔

سلطان نور الدین کے بیٹے کا نکاح

قطب الدین محمود بن زنگی اور اس کے چچا زاد بھائی نور الدین ارسلان شاہ بن مسعود حاکم موصل کے مابین بڑی زبردست دشمنی تھی اس قسم کے کچھ واقعات پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔ اس لیے ۶۰۵ھ میں جب سلطان عادل حاکم مصر و شام نے جب اپنی لڑکی کا رشتہ سلطان نور الدین کے بیٹے کے ساتھ پیش کیا تو اس نے اپنے بیٹے کی سلطان عادل کی بیٹی سے نکاح کر دیا۔

خابور و نصیبین پر قبضہ

جزیرہ ابن عمر پر سلطان نور الدین قبضہ کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے سلطان عادل کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ حاکم سنجار قطب الدین سنجر کے برخلاف اس کی امداد کرے تاکہ قطب الدین کا علاقہ جو سنجار' نصیبین اور خابور پر مشتمل ہے' سلطان عادل کو مل جائے اور سنجر شاہ کا علاقہ (جزیرہ ابن عمر) سلطان نور الدین حاکم موصل حاصل کر سکے۔ سلطان عادل نے اس کا مشورہ قبول کر لیا۔ اس نے نور الدین کو یہ یقین دلائی کہ وہ قطب الدین کے علاقے پر قبضہ کرنے کے بعد اس کے بیٹے کو دے دے گا جو اس کا داماد بھی ہے چنانچہ ان دونوں نے اس مقصد کے لیے حلف اٹھایا اور سلطان عادل نے ۶۰۶ھ میں دمشق سے خابور پر قبضہ کرنے کے ارادے سے پیش قدمی کی۔

اس معاملے پر جب نور الدین نے دوبارہ غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک الجھن میں پھنس گیا ہے' وہ اس کے بغیر بھی ان علاقوں کو فتح کر سکتا ہے' اگر نور الدین الجزیرہ کی جانب روانہ ہوا تو بنو عادل اس کے اور موصل کے درمیان حائل ہو سکتے ہیں اور اگر نور الدین نے سرکشی کی تو وہ وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اس لیے وہ اسی الجھن میں مبتلا رہا کہ اتنے میں سلطان عادل نے خابور اور نصیبین پر قبضہ کر لیا اس وقت قطب الدین نے یہ ارادہ کیا کہ وہ سنجار کو اس بدلے میں دے کر وہ علاقے حاصل کر لے لیکن اس کے باپ کے آزاد کردہ غلام احمد بن برتقش نے اس کی بات کو پسند نہ کیا۔

معاہدہ کی خلاف ورزی

اس دوران نور الدین نے اپنے بیٹے قاہر کے ساتھ مل کر سلطان عادل کو امداد دینے کے لیے لشکر تیار کیا کیونکہ فریقین میں اس بات کا معاہدہ ہو چکا تھا۔

اسی اثناء میں قطب الدین سنجر نے اپنے بیٹے کو اربل کے حاکم مظفر الدین کے پاس فوجی امداد کے لیے روانہ کیا۔ مظفر الدین نے سلطان عادل کو پیغام بھیجا کہ وہ جنگ نہ کرے مگر عادل نے اس کی سفارش قبول نہیں کی کیونکہ نور الدین اس کی مدد کر رہا تھا اس پر مظفر الدین ناراض ہو گیا اور اس نے نور الدین کو کہلا بھیجا کہ وہ ان کے مشترکہ دشمن (عادل) کا مقابلہ کرنے کے لیے ان کی مدد کرے۔ نور الدین نے ان کی

الی اور سلطان عادل کی مدد کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا۔
اس کے بعد اس نے اور مظفر الدین دونوں نے حلب کے حاکم ظاہر بن صلاح الدین اور رومی سلطنت کے حاکم کیخسرو بن قلیج ارسلان سے فوجی امداد کی درخواست کی چنانچہ ان دونوں حکام نے ان کی درخواست منظور کر لی اور انہوں نے یہ اعلان کیا کہ اگر سلطان عادل سنجار کے محاصرے سے واپس نہ آیا تو وہ اس کے علاقے پر چڑھائی کر دیں گے۔

فریقین میں صلح

دوسری طرف (بغداد کے) خلیفہ ناصر نے بھی استاذ الدولہ ابو نصر ہبتہ اللہ بن المبارک بن الضحاک اور اپنے خاص آزاد کردہ غلام امیر آقبش کو اس مقصد کے لیے روانہ کیا کہ وہ سنجار کے علاقے کو خالی کرانے کے لیے کوشش کریں۔ ادھر سلطان عادل کے ساتھیوں نے بھی سنجار کے طویل محاصرہ کرنے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا۔ خاص طور پر حمص اور رحبہ کے حاکم اسد الدین شیرکوہ نے کھلم کھلا اس محاصرہ کی مخالفت کی۔ اس لیے سلطان عادل نے صلح قبول کر لی اور یہ فیصلہ ہوا کہ سلطان عادل نے نصیبین اور خابور کے جن علاقوں پر قبضہ کیا ہے وہ اس کے پاس رہیں گے اور سنجار کا علاقہ قطب الدین کے پاس رہے گا۔ فریقین نے ان شرائط پر حلف اٹھایا پھر سلطان عادل حران چلا گیا اور سلطان مظفر الدین اربل کی طرف لوٹ گیا۔

ارسلان شاہ کا انتقال

۶۰۷ھ کے درمیانی عرصے میں نور الدین ارسلان شاہ بن مسعود کا انتقال ہو گیا اس نے موصل میں اٹھارہ برس حکومت کی۔ وہ جری، بہادر اور بارعب حکمران تھا اور اس نے اپنی رعایا کے ساتھ نیک برتاؤ کیا۔ اس نے اس وقت اپنے آباؤ اجداد کی سلطنت کو ترقی دی جبکہ یہ سلطنت ختم ہو چکی تھی۔ انتقال کے وقت اس نے اپنے بیٹے عز الدین مسعود کو ولی عہد مامور کیا جو تیس ۳۰ برس کا تھا اس نے یہ بھی وصیت کی کہ اس کا آزاد کردہ غلام بدر الدین لولو سلطنت کا انتظام کرے گا کیونکہ وہ بڑا اچھا سیاست دان تھا۔ چنانچہ وہ مجاہد الدین قایماز کے انتقال کے بعد سے انتظام سلطنت سنبھالے ہوئے تھا اس نے اپنے چھوٹے بیٹے عماد الدین کو قلعہ عقر الحمیدیہ اور قلعہ شوش کا حاکم مقرر کیا تھا اور اسے عقر کی جانب روانہ کر دیا تھا۔
پھر جب نور الدین کی وفات ہوئی تو لوگوں نے اس کے بیٹے عز الدین مسعود کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کا لقب القاہر رکھا۔ اس طرح وہ موصل اور اس کے علاقہ کا حاکم ہو گیا اور بدر الدین لولو نے اس کی سلطنت کا انتظام سنبھال لیا۔

قاہر کا انتقال

۶۱۵ھ میں ماہ ربیع الاول کے آخر میں حاکم موصل سلطان قاہر عز الدین مسعود کا انتقال ہو گیا۔ اس نے آٹھ سال تک حکومت کی اس کا ولی عہد اس کا بڑا بیٹا نور الدین ارسلان شاہ تھا (اس کے انتقال کے وقت) اس کی عمر دس برس تھی۔
ارسلان شاہ ثانی (جب حاکم مامور ہوا تو) اس کا سرپرست اور سربراہ مملکت لولو مقرر ہوا جیسا کہ اس کے والد کے زمانے میں بھی وہی نگران سلطنت تھا۔ اسی کے مطابق رعایا نے بیعت کی اور نور الدین مسند حکومت پر جلوہ افروز ہو گیا۔
اس کے بعد بغداد کے خلیفہ کو تحریر کیا گیا کہ وہ حسب معمول حکم نامہ اور خلعت روانہ کرے چنانچہ یہ چیزیں بھی پہنچ گئیں۔ اس طرح اطراف ملک کے حکمرانوں سے دوستانہ تعلقات استوار کیے گئے جیسا کہ اس کے بزرگوں کے ساتھ ان کے دوستانہ تعلقات قائم تھے۔
اس کا چچا عماد الدین قلعہ عقر الحمیدیہ میں تھا۔ اس کو یقین تھا کہ سلطنت اسے ملے گی لیکن ایسا نہ ہو سکا۔

نور الدین کا کردار

نور الدین کا انتظام سلطنت خوب اچھا رہا کیونکہ وہ نیک سیرت تھا۔ وہ فریادیوں اور ضرورت مندوں کی شکایتیں سن کر ان کے ساتھ انصاف کرتا تھا۔ خلیفہ کی جانب سے بھی اس کی حکمرانی کا پروانہ موصول ہو گیا تھا اور بدر الدین لولو کی نگرانی بھی تسلیم کی گئی تھی اور دونوں کے لیے شاہی خلعت بھیج دیے گئے تھے۔

عماد الدین کی چالاکی

اس کے والد نے ہی اس کے چچا عماد الدین کو عقر اور شوش کے دو قلعوں کا حاکم بنایا تھا جو موصل سے نزدیک تھے اور اصل حکومت اس نے بڑے بیٹے القاہر کے لیے مقرر کی تھی۔ چنانچہ جب القاہر وفات پا گیا تو عماد الدین بادشاہت کا امیدوار بنا لیکن کوشش کے باوجود کامیاب نہ ہو سکا۔ البتہ عمادیہ کے نائب حاکم نے جو اس کے دادا کا آزاد کردہ غلام تھا' اس کی اطاعت قبول کر کے اس کے ساتھ سازباز کر لی تھی لیکن بدر الدین لولو کو اس کا علم ہو گیا تو اس نے اس نائب کو برطرف کر دیا اور وہاں دوسرا حاکم متعین کر کے بھیجا جو اس کا نائب مامور ہوا اور اس نے اس کے بعد اس نے دوسرے حکام کے اختیارات میں کمی کر دی۔

نور الدین بن القاہر (مسند حکومت پر بیٹھنے کے بعد) کمزوری کے باعث کافی عرصے تک بیمار رہا۔ اسے طرح طرح کے امراض لاحق ہوتے رہے۔ اس کی وجہ سے وہ چند مہینوں تک رعایا کی نظروں سے روپوش رہا۔ اس لیے عماد الدین زنگی نے عمادیہ میں نور الدین کی موت کی افواہ پھیلا دی اور یہ اعلان کیا کہ "میں اپنے بزرگوں کی سلطنت کا زیادہ حقدار ہوں۔" لوگوں نے اس بات کو سچ جانا۔ چنانچہ انہوں نے بدر الدین لولو کے نائب اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے عمادیہ کا شہر عماد الدین کے حوالے کر دیا۔ یہ واقعہ ماہ رمضان ۶۱۵ھ کی پندرھویں تاریخ کو پیش آیا۔

عہد شکنی

(اس بات کی خبر جب بدر الدین لولو کو ہوئی) تو اس نے لشکر تیار کر کے موسم سرما میں عمادیہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت سردی بہت پڑ رہی تھی اور برفباری ہو رہی تھی اس لیے وہ جنگ نہیں کر سکے۔ اربل کے حاکم سلطان مظفر الدین نے عماد الدین کی مدد کی اور اس کی فوج امداد کے لیے پہنچ گئی۔ اس پر بدر الدین لولو نے اسے وہ معاہدہ یاد دلایا جس میں یہ تحریر تھا کہ وہ موصل کے علاقے پر حملہ نہیں کرے گا اس میں ہکاریہ اور زوزان کے قلعے بھی شامل تھے اس لیے ان لوگوں کی فوجی امداد نہیں کرنی چاہیے' اس کے باوجود وہ ان کی امداد پر بضد رہا اور معاہدے کی خلاف ورزی کی۔

عماد الدین کی کامیابی

لولو کی فوج عمادیہ کا محاصرہ کرتی رہی۔ آخر کار وہ ایک رات دشوار گزار راستے عبور کرتے ہوئے سوار ہو کر اور پیش قدمی کرتے ہوئے عمادیہ کے نزدیک پہنچ گئے۔ چنانچہ اہل عمادیہ نے نکل کر اس کے لشکر کو دروں اور گھاٹیوں میں لڑ کر شکست دی اور یہ (شکست خوردہ) فوج موصل لوٹ گئی۔ پھر عماد الدین نے ہکاریہ اور زوزان کے اہل قلعہ کو اطاعت قبول کرنے کا پیغام بھیجا تو انہوں نے بھی اطاعت قبول کر لی اور اس نے ان پر حکومت کی۔

ہکاریہ اور زوزان کے قلعوں پر جب عماد الدین نے قبضہ کر لیا اور حاکم اربل مظفر الدین نے اس کی مدد کی تو بدر الدین لولو کو اس سے کافی خطرہ لاحق ہوا۔ اس لیے اس نے سلطان اشرف موسیٰ بن عادل کی اطاعت قبول کر لی۔ وہ الجزیرہ اور خلاط کے اکثر علاقوں کا حاکم بن گیا تھا اس لیے اس نے اس سے فوجی امداد طلب کی جو اس نے منظور کر لی۔ موسیٰ بن عادل اس وقت حلب میں تھا اور وہ بلاد روم کے حاکم کیکاؤس سے مقابلہ کر رہا تھا۔ اس نے مظفر الدین کو پیغام بھیجا کہ وہ اس کی عہد شکنی کو ناپسند کرتا ہے اس لیے وہ موصل کے ان علاقوں کو لوٹا دے جن پر وہ قابض ہو گیا ہے اور اگر وہ زنگی کی حمایت اور امداد پر بضد رہا تو وہ اس کے علاقے پر چڑھائی کر دے گا۔

اس کے اس پیغام کا مظفر الدین نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اس نے اپنے ساتھ ماردین کے حاکم اور کیفا کے حاکم ناصر الدین محمود کو بھی ملا لیا۔ چنانچہ انہوں نے اشرف موسیٰ بن عادل کی اطاعت قبول نہیں کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اشرف موسیٰ نے نصیبین کی جانب اپنی فوجیں روانہ کیں تاکہ جب لولو کی ضرورت ہو' وہ اس کا ساتھ دیں۔

لشکر موصل کی کامیابی

عمادیہ کا محاصرہ چھوڑ کر جب موصل کا لشکر واپس چلا گیا تو عماد الدین زنگی قلعہ عقر کی جانب روانہ ہوا تاکہ وہ موصل کے سرائی علاقوں

پر قبضہ کر لے کیونکہ وہ موصل کے کوہستانی علاقوں کو فتح کر چکا تھا اور اس سلسلے میں اربل کے حاکم مظفر الدین نے اس کی فوجی امداد کی تھی۔

(عماد الدین جب وہاں پہنچا تو) موصل کی فوجیں شہر سے بیس کلومیٹر کے فاصلے پر قلعہ عقر کی جانب صف آرا ہوئیں۔ اس کے بعد یہ متفقہ فیصلہ ہوا کہ موصل کی فوجیں عماد الدین زنگی کی فوجوں پر اچانک حملہ کریں چنانچہ انہوں نے ماہ محرم کی آخری تاریخ کو ۶۱۶ھ میں صبح کے وقت حملہ کر دیا اور عماد الدین کے لشکر کو شکست دی۔ وہ بھاگ کر اربل پہنچ گیا اور موصل کا لشکر اپنے مقام پر واپس آ گیا۔

فریقین میں صلح

بالآخر خلیفہ ناصر اور اشرف موسیٰ بن عادل کے قاصد وہاں پہنچے اور مصالحت کی کوشش شروع ہوئی اس طرح فریقین میں صلح ہو گئی اور انہوں نے آپس میں حلف اور معاہدہ کر لیا۔

حاکم موصل کا انتقال

حکومت سنبھالتے ہی حاکم موصل نور الدین طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہو گیا تھا اس لیے وہ ایک برس کی حکومت بھی پوری نہیں کرنے پایا تھا کہ وفات پا گیا (سلطنت کے نگران) لولو نے اس کی جگہ ناصر الدین محمد بن القاہر کو تین برس کی عمر میں مسند نشین کر دیا اور فوج سے اس کی حکمرانی کا حلف اٹھوایا اور ایک شاہانہ جلوس میں اس کو سوار کر کے بٹھایا جسے دیکھ کر لوگوں کو اطمینان ہو گیا۔

موصل پر چڑھائی

نور الدین کے انتقال اور اس کے بھائی ناصر الدین کی کم سنی کے باعث اس کے چچا عماد الدین اور حاکم مظفر الدین نے دوبارہ موصل پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ انہوں نے اس مقصد کے لیے تیاری کر لی اور اپنے فوجی دستے موصل کے گرد و نواح میں بھیجے تاکہ وہ وہاں تباہی پھیلائیں۔

لولو نے اس وقت اپنے بڑے بیٹے کو فوج دے کر موسیٰ اشرف کی امداد کے لیے بھیج رکھا تھا جو فرنگیوں کے ساحلی علاقوں پر حملہ کر رہا تھا تاکہ وہ دمیاط میں اپنے ساتھیوں کو مدد فراہم نہ کر سکیں۔

اس صورت حال میں (جبکہ موصل پر دشمن کے حملہ کا خطرہ تھا) لولو نے جلدی سے اشرف کی اس فوج کو بلوایا جو نصیبین پر تعینات تھی۔ چنانچہ وہ ۶۱۶ھ کے درمیانی عرصے میں موصل آ گئی۔ اس کا سپہ سالار اشرف کا آزاد کردہ غلام ایبک تھا۔ لولو نے اس فوج کو ناکافی خیال کیا کیونکہ وہ اس کے اس لشکر کے برابر تھی جو اس نے شام بھیجا ہوا تھا بلکہ وہ اسے اس سے بھی کم معلوم ہوئی۔

ایبک نے اصرار کیا کہ وہ دریائے دجلہ کو عبور کر کے اربل چلا جائے لیکن لولو نے اسے چند روز تک روکے رکھا۔ جب اس نے زیادہ ضد کی تو لولو بھی اس کے ساتھ دریا پار کر کے گیا اور وہ موصل سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر صف آراء ہو گئے۔

مصالحت

مظفر الدین نے بھی لشکر اکٹھا کیا اور انہوں نے دریا عبور کر کے زاب پر قیام کیا۔ ایبک اپنے لشکر اور لولو کی فوج کے ساتھ آگے بڑھتا گیا اور ماہ رجب میں آدھی رات تک چلتا رہا۔ لولو نے اسے مشورہ دیا کہ وہ صبح کا انتظار کرے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ رات کے وقت ہی ان پر حملہ کر دیا۔ ایبک نے عماد الدین زنگی کی میسرہ (بائیں جانب کی) فوج پر حملہ کر کے اسے شکست دی۔ اسی طرح لولو کا میسرہ بھی جو قلیل تعداد میں تھی، شکست کھا گئی۔ مظفر الدین نے آگے بڑھ کر اسے شکست دے دی اور دریائے دجلہ کو عبور کر کے موصل پہنچ گیا اور وہاں تین روز رہا۔ اس کے بعد اسے یہ خبر ملی کہ لولو اس پر شب خون مارنا چاہتا ہے اس لیے وہ واپس چلا گیا۔ پھر فریقین میں قاصدوں کا تبادلہ ہوا اور آخر کار اس بات پر صلح ہوئی کہ ہر ایک کے قبضے میں جو علاقہ ہے اس پر وہ قبضہ برقرار رہے گا۔

حاکم سنجار کا انتقال

۸ صفر ۶۱۶ھ میں حاکم سنجار قطب الدین محمد بن زنگی بن مودود کا انتقال ہو گیا۔ وہ نیک سیرت تھا اور اپنے حکام کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا عماد الدین شاہین شاہ حاکم سنجار ہوا اور وہ چند ماہ تک حکومت کرتا رہا۔ ایک مرتبہ وہ تل اعفر کے مقام پر گیا تو اس کا بھائی عمر ایک جماعت کو لے کر اس پر حملہ آور ہوا اور اس کو قتل کر کے خود حاکم بن بیٹھا۔ وہ کچھ مدت تک حکومت کرتا رہا آخر کار اشرف بن عادل نے ماہ جمادی الاولیٰ ۶۱۷ھ میں شہر سنجار کو فتح کر لیا۔

قلعہ کواشی پر قبضہ

کواشی موصل کا بہترین اور اعلیٰ قلعہ تھا اور بڑا ہی مضبوط تھا جب عمادیہ کے باشندے خود مختار ہو گئے تو اس قلعہ کی فوج نے بھی خود مختاری کا ارادہ کیا۔ انہوں نے لولو کے نائب حاکم کو وہاں سے نکال دیا اور صرف دور ہی سے اظہار اطاعت کرتے رہے کیونکہ انہیں ان پر غمالوں کی ہلاکت کا خطرہ تھا۔

اس کے بعد انہوں نے عماد الدین زنگی کو بلوا کر قلعہ اس کے حوالے کر دیا اور وہ وہیں مقیم ہو گیا۔ لولو نے ایسی حالت میں اسے ان معاہدات کا حوالہ دیا جنہیں توڑنا مناسب نہیں تھا لیکن اس نے اس کی طرف توجہ نہ دی اس کے بعد اس نے حلب میں اشرف کو پیغام بھیجا کہ وہ اس کی فوجی امداد کرے چنانچہ اس نے لشکر کشی کی اور دریائے فرات کو عبور کر کے حران پہنچ گیا۔

مظفر الدین کی حکمت عملی

دوسری طرف اربل کا حاکم مظفر الدین اپنے گرد و نواح کے حکمرانوں سے خط و کتابت کرتا رہا اور انہیں اشرف کے خلاف بھڑکاتا رہا اور اس کے حملوں سے انہیں ڈراتا رہا۔

اس دوران کیکاؤس بن کیخسرو اور حاکم روم میں خانہ جنگی ہو گئی اور کیکاؤس حلب کی جانب روانہ ہوا تو مظفر الدین نے اپنے گرد و نواح کے حکمرانوں کو جن میں کیفا' آمد اور ماردین کے حکام شامل تھے، کیکاؤس کی مدد کرنے کی دعوت دی چنانچہ انہوں نے اس کی اطاعت تسلیم کر لی اور اپنی عملداری میں اس کے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔

ناکام سازش

اسی دوران کیکاؤس کا انتقال ہو گیا لیکن اشرف کے دل میں اس کے اور مظفر الدین کے بارے میں نفرت باقی تھی اس لیے اشرف حران پہنچا تاکہ وہ لولو کی امداد کرے لیکن مظفر الدین نے اس کے امراء میں سے احمد بن علی المشطوب اور عز الدین محمد الحمیدی وغیرہ کو اس کے خلاف بھڑکایا چنانچہ وہ اشرف کو چھوڑ کر ماردین کے ماتحت علاقہ دنیسر میں پہنچے تاکہ وہ دیگر اطراف ملک کے حکمرانوں سے مل کر اشرف کا مقابلہ کریں۔

دوسری طرف اشرف نے حاکم آمد کو اپنا حمایتی بنا لیا اور شہر حانی اور جبل جودی کے علاقے اس کے حوالے کر دیئے اور اگر دارا کا علاقہ فتح ہو گیا تو اسے بھی دینے کا وعدہ کیا چنانچہ وہ اس کا حمایتی بن گیا اور مخالف جماعت سے الگ ہو گیا۔ اس کے علاوہ دوسرے امراء بھی اس کی اطاعت قبول کرنے پر مجبور ہوئے اس طرح مخالف گروہ کا شیرازہ بکھر گیا اور صرف ابن المشطوب اشرف کے مقابلے پر رہ گیا تھا۔ اس لیے اس نے اربل جانے کا ارادہ کیا۔ جب وہ نصیبین کے راستے سے گذرا تو وہاں کے ایک سردار نے اسے شکست دی اور وہ شکست کھا کر سنجار بھاگ گیا جہاں اس کے حاکم نے اسے قید کر لیا لیکن پھر اسے چھوڑ دیا چنانچہ اس نے فسادیوں کو اکٹھا کر کے موصل کی عملداری میں بقعا کا رخ کیا اور وہاں تباہی پھیلا کر واپس لوٹا۔

اس کے بعد وہ سنجار سے دوبارہ موصل کے علاقے کی جانب روانہ ہوا۔ لولو نے اس کے گھات میں رہنے کے لیے ایک لشکر روانہ کیا۔ انہوں نے اس کا راستہ روک کر اسے شکست سے دوچار کیا۔

تل اعفر کی فتح

پھر وہ سنجار کے علاقہ تل اعفر کے قریب سے گذرا تو لوگوں نے اسے وہاں روک لیا اور لولو کو پیغام بھیجا کہ وہ وہاں پہنچا اور اس کا محاصرہ کر کے ماہ ربیع الاول ۶۱۷ھ میں تل اعفر پر قبضہ کر لیا۔ ابن المشطوب کو قید کر کے موصل بھیجا گیا اس کے بعد اسے اشرف کے پاس بھیجا گیا چنانچہ اس نے اسے حران میں قید کر دیا جہاں وہ کئی برس تک قید رہا اور قید خانے ہی میں وفات پائی۔

حاکم سنجار کی روانگی

پھر جب آمد کے حاکم نے اشرف کی اطاعت تسلیم کر لی تو وہ حران سے ماردین کی جانب روانہ ہوا اور دنیسر میں قیام کر کے ماردین کا محاصرہ کر لیا اشرف کے ساتھ آمد کا حاکم بھی (محاصرہ میں) شریک تھا اشرف اور حاکم ماردین کے مابین قاصدوں کی آمدورفت رہی ماردین کے حاکم کی یہ شرط تھی کہ وہ اسے راس العین کا علاقہ لوٹا دے۔ اشرف نے یہ علاقہ اس شرط پر دیا کہ وہ اسے تیس ہزار دینار دے اور حاکم آمد کو موزر کا مقام دے بالآخر فریقین میں مصالحت ہو گئی۔

اس کے بعد اشرف دنیسر سے نصیبین کی جانب روانہ ہوا کہ وہ وہاں سے موصل جائے۔ راستے میں حاکم سنجار کے قاصد اس سے ملے اور اس کا یہ پیغام لائے کہ اشرف کو وہ سنجار کا علاقہ اس شرط پر دینے کے لیے تیار ہے کہ وہ اسے اس کے بدلے میں رقہ کا علاقہ دے دے کیونکہ لولو نے تل اعفر پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس لیے اسے اب اس کی جانب سے بہت خطرہ ہے اور چونکہ اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا اس لیے اس کے ارکان سلطنت اس کے مخالف تھے۔

اس کی بات اشرف نے قبول کر لی اور اسے رقہ کا علاقہ اس کے حوالے کر دیا اور خود ماہ جمادی الاولیٰ ۶۱۷ھ میں سنجار پر قبضہ کر لیا اور حاکم سنجار اپنے اہل و عیال اور خاندان کے ساتھ چلا گیا۔ اس طرح زنگی خاندان کی حکومت کا چورانوے برس کے بعد اس علاقے سے خاتمہ ہو گیا۔

مظفر سے صلح

پھر اشرف نے سنجار پر قبضہ کر لیا تو وہ موصل روانہ ہو گیا وہاں صلح کرانے کے لیے خلیفہ عباسی الناصر اور حاکم اربل مظفر الدین کے قاصد پہنچے ہوئے تھے۔ مظفر الدین موصل کی عملداری کے قلعے حاکم موصل لولو کو واپس کرنے کے لیے تیار تھا تاہم وہ بضد تھا کہ عمادیہ کا قلعہ زنگی کے قبضہ میں رہے گا اس سلسلے میں دو ماہ تک بات چیت جاری رہی لیکن کامیابی نہیں ہو سکی چنانچہ اشرف نے اربل پر حملہ کرنے کے ارادے سے پیش قدمی کی یہاں تک کہ وہ دریائے زاب کے نزدیک پہنچ گیا۔ چونکہ لشکر مظفر الدین کے ساتھ حاکم آمد کی بدسلوکی سے تنگ آ گیا تھا اس لیے اس کی درخواست منظور کرنے کا مشورہ دیا اور اشرف کے ساتھیوں نے بھی اس کی تائید کی' چنانچہ صلح منظور ہو گئی العقر اور شوش کے قلعے اشرف کے نائبین کے حوالے کر دیے گئے۔ یہ دونوں قلعے زنگی کے تھے اور بطور یرغمال تھے۔

رمضان المبارک ۶۱۷ھ میں اشرف سنجار واپس آیا لیکن جب قلعوں پر قبضہ کرنے کے لیے آدمی روانہ کیے گئے تو وہاں کی فوج نے انہیں ان کے حوالے نہیں کیا بلکہ مزاحمت کی۔ عماد الدین زنگی نے شہاب بن العادل کی پناہ حاصل کی۔ اس نے اپنے بھائی اشرف سے اس کی سفارش کی تو اس نے اسے چھوڑ دیا اور العقر اور شوش کے دونوں قلعے اسے واپس کر دیے اور اپنے حکام کو وہاں سے واپس بلا لیا۔

یہ بات جب لولو کو معلوم ہوئی کہ اشرف قلعہ تل اعفر بھی حاصل کرنا چاہتا ہے کیونکہ یہ پرانے زمانے سے سنجار کا ایک حصہ رہا ہے تو اس نے اشرف کو پیغام بھیجا کہ وہ اسے اس کے حوالے کر دینا چاہتا ہے۔

موصل کے قلعوں کی فتح

اس کے بعد زنگی نے ہکاریہ' زوزان اور سلوہ کے قلعوں پر قبضہ کر لیا تو وہاں کی رعایا نے اسے ویسا نیک سیرت نہیں پایا جیسا کہ لولو تھا اس لیے انہوں نے اسے ان قلعوں پر قبضہ کرنے کے لیے لکھا اس نے ان کی بات مان لی لیکن جب اشرف سے اس نے اجازت طلب کی تو اس نے اس کی اجازت نہیں دی۔ جب زنگی اشرف کے پاس سے آیا تو اس نے عمادیہ کا محاصرہ کیا لیکن کامیاب نہیں ہو سکا اس وقت انہوں

نے دوبارہ لؤلؤ سے خط و کتابت کی تو لؤلؤ نے اشرف سے پھر اجازت طلب کی اور اس نے اسے ایک نیا قلعہ نصیبین کا علاقہ اور دونوں دریاؤں کے درمیان کی حکومت مرحمت کی اور ان قلعوں پر قبضہ کرنے کی اجازت دے دی اور اپنے حکام وہاں روانہ کیے۔ اس نے معاہدہ کی مکمل پابندی کی۔ چنانچہ موصل کی عملداری کے باقی قلعوں نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا اور ان تمام نے لؤلؤ کی اطاعت تسلیم کی۔ اس طرح اس کی سلطنت کا انتظام درست ہو گیا۔

قلعہ سوس پر قبضہ

سوس کا قلعہ اور العقر کا قلعہ موصل سے تقریباً ساٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک دوسرے کے نزدیک تھے۔ یہ دونوں عماد الدین زنگی بن نور الدین کے باپ کی وصیت کے مطابق اس کے قبضے میں تھے۔ اس کا ان دونوں قلعوں کے ساتھ ہکاریہ اور زوزان کے قلعوں پر بھی قبضہ تھا جو موصل میں شامل ہو گئے تھے۔

۶۱۹ھ میں وہ خود سلجوقی خاندان کی یادگار ازبک بن بہلوان حاکم آذربائیجان کی جانب روانہ ہوا اور اس کے ساتھ کوچ کرنے لگا۔ اس نے بھی اسے جاگیریں عطا کیں اور وہ اس کے پاس قیام پذیر ہو گیا۔

ان حالات میں لؤلؤ موصل سے قلعہ سوس پہنچا اور اسے محاصرہ میں لے لیا اس نے محاصرہ سخت کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی کیونکہ دشمن کا لشکر بے جگری کے ساتھ محاصرہ کا مقابلہ کرتا رہا اور اسے موصل واپس جانا پڑا۔ آخر کار جب محاصرہ بہت شدید ہو گیا اور خوراک و امداد کے تمام ذرائع منقطع ہو گئے تو وہاں کے باشندوں نے لؤلؤ کے سامنے ہتھیار پھینک دیئے انہوں نے چند شرائط پیش کیں جو اس نے تسلیم کر لیں۔ پھر انہوں نے قلعہ اس کے سپرد کر دیا۔

بھائیوں کی خانہ جنگی

اشرف بن عادل نے اب موصل پر بھی قبضہ کر لیا تھا اور لؤلؤ نے اس کی اطاعت تسلیم کر لی تھی۔ اس نے خلاط اور ارمینیہ کے تمام علاقے کو فتح کر لیا تھا اور اسے اپنے بھائی شہاب الدین غازی کے کنٹرول میں دے دیا تھا۔ اس کے بعد اس نے اسے اپنی تمام سلطنت کا ولی عہد بنا دیا پھر دونوں بھائیوں کے مابین خانہ جنگی ہو گئی تو غازی نے اپنے بھائی معظم حاکم دمشق اور مظفر الدین کو کبری سے امداد مانگی اور ایک دوسرے کو موصل کا محاصرہ کرنے کی دعوت دی چنانچہ ان دونوں کے بھائی الکامل نے اپنی فوجوں کو اکٹھا کیا اور وہ خلاط کی جانب روانہ ہو گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس سے پیشتر اس نے حاکم دمشق المعظم کو جو پیغام بھیجا تھا اس میں اسے زبردست دھمکی دی تھی اس لیے اس نے اپنے بھائی کی مدد نہ کی۔

شہاب الدین غازی نے مظفر الدین کو کبری حاکم اربل سے مدد مانگی تو وہ موصل کی جانب روانہ ہو گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا تاکہ اشرف کو خلاط کی جانب جانے سے روک لے۔ دمشق کا حکام المعظم بھی اپنے بھائی غازی کی مدد کے لیے چل پڑا۔

حاکم موصل لؤلؤ محاصرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا چنانچہ مظفر الدین نے دس روز تک اس کا محاصرہ کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی اس لیے وہ ۶۲۱ھ کے درمیانی عرصے میں کوچ کر گیا۔ اس کے بعد اسے یہ خبر ملی کہ اشرف نے اپنے بھائی کے قبضے سے خلاط کو چھین لیا ہے تو وہ اپنی حرکت پر بہت شرمندہ ہوا۔

بغاوت کا خاتمہ

عمادیہ کا قلعہ موصل کی عملداری میں تھا وہاں کے باشندوں نے ۶۱۵ھ میں علم بغاوت بلند کیا اور عماد الدین زنگی کے حمایتی ہو گئے۔ پھر دوبارہ وہ لؤلؤ حاکم موصل کے مطیع و فرماں بردار ہو گئے اور کچھ مدت تک مطیع رہے اس کے بعد وہ اپنی عادت سے مجبور ہو کر باغی ہو گئے اور لؤلؤ کو مجبور کیا کہ وہ اپنے نائب حاکم کو برطرف کرے چنانچہ یکے بعد دیگرے وہ اپنے حاکموں کو برطرف کرتا رہا۔ پھر خواجہ ابراہیم اور اس کے بھائی نے اپنے حامیوں کے ساتھ خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے اپنے مخالفین کو قلعہ سے باہر نکال دیا اور لؤلؤ کے خلاف بغاوت کر دی۔

۶۲۲ھ میں ان کی گوشمالی کے لیے لولو روانہ ہوا اور اس نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور ان کی خوراک کی فراہمی کا راستہ بند کر دیا اُس نے قلعہ ہزوران کی جانب بھی لشکر بھیجا کیونکہ اہل عمادیہ کی طرح انہوں نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا تھا اُن کا محاصرہ کیا گیا تو وہ فرمانبردار ہو گئے اور اس قلعہ کو فتح کر لیا گیا۔

اس کے بعد لولو نے اپنے نائب امین الدین کی قیادت میں عمادیہ کی جانب فوجیں روانہ کیں اور خود موصل واپس آ گیا۔ یہ محاصرہ اس سال کے ماہ ذوالقعدہ تک جاری رہا آخر کار اہل عمادیہ نے امین الدین سے مال و جاگیر اور قلعہ کا معاوضہ دینے اور صلح کے لیے خط و کتابت کی اور لولو (حاکم موصل) نے اسے قبول کر لیا تھا امین الدین اس سے پیشتر یہاں کا حاکم رہ چکا تھا۔ اس لیے یہاں اس کے اندرونی حامیوں کی ایک جماعت تھی جو اس کی امداد کے لیے تیار تھی اور وہ اس سے خط و کتابت کرتے تھے اس دوران اکثر اہل شہر خواجہ ابراہیم کی اولاد کی حرکات سے خفا ہو گئے تھے کیونکہ ان کا یہ خیال تھا کہ انہوں نے صلح کرنے میں اپنا مفاد عزیز رکھا ہے اور انہیں نظر انداز کر دیا ہے چنانچہ امین الدین کے اندرونی حامیوں کو ان پر تسلط اختیار کرنے کا موقع مل گیا انہوں نے خفیہ طور پر امین الدین کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ شہر پر رات کے وقت حملہ کر کے اہل شہر سے صلح کر لے چنانچہ اس نے ان سے صلح کر لی تو اہل شہر نے خواجہ ابراہیم کی اولاد پر حملہ کر دیا اور لولو کی حمایت میں نعرے بلند کیے یہ سن کر لشکر قلعہ پر چڑھ گیا اور امین الدین نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور اس سے پہلے کہ لولو اولاد خواجہ کے وفد سے کوئی صلح کا معاہدہ کرتا اس نے فتح کی خبر اسے پہنچا دی۔

جلال الدین کی چڑھائی

۶۱۷ھ میں جلال الدین منکبری بن خوارزم شاہ کے ساتھ تاتاریوں کی خوارزم، خراسان اور غزنہ میں جنگ ہوئی تو ان جنگوں میں جلال الدین کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ ہندوستان کی جانب بھاگ گیا اس کے بعد وہ وہاں سے ۶۲۲ھ میں واپس آیا اور عراق و آذربائیجان کے علاقوں پر قبضہ کر لیا وہ اشرف بن عادل کے خلاط اور جزیرہ کے علاقوں کے نزدیک پہنچ گیا تھا اس لیے ان دونوں کے مابین جھگڑا شروع ہو گیا اشرف کے نزدیکی علاقوں کے حکام نے اسے بھڑکانا شروع کیا جن میں مظفر الدین حاکم اربل، مسعود حاکم آمد اور اس کا بھائی المعظم حاکم دمشق پیش پیش تھے۔ ان تمام نے اس کی مخالفت پر اتفاق رائے کر لیا تھا۔

اس پر جلال الدین نے خلاط کی جانب چڑھائی کی اور مظفر الدین نے موصل کی جانب لشکر کشی کی۔ وہ زاب کے نزدیک پہنچ کر جلال الدین (کے جنگی نتیجہ) کا انتظار کرتا رہا۔ حاکم دمشق المعظم نے حمص و حماۃ کی طرف روانگی اختیار کی۔

دوسری طرف موصل کے لیے لولو نے اشرف سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ وہ حران پہنچا پھر وہ دبیس آیا اور اس کے نائب حاکم نے علم بغاوت بلند کیا۔ تو وہ تیز رفتاری کے ساتھ ادھر روانہ ہو گیا اور خلاط کے علاقے میں تباہی مچا کر وہاں سے واپسی کی۔

مخالفین کی واپسی

(اس کی واپسی کے بعد) دوسرے مخالف حکام کا بازو کٹ گیا اور ان پر اشرف کا رعب طاری ہو گیا اُس سے پیشتر خود اس کا بھائی حمص و حماۃ کے نزدیک پہنچ گیا تھا اور اس نے ان دونوں شہروں کا محاصرہ کرنے کی دھمکی دی تھی۔ اسی طرح مظفر الدین بھی موصل کا محاصرہ کرنے کی دھمکی دے رہا تھا لیکن اب دونوں حمص و حماۃ اور موصل کو چھوڑ کر اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے دوسرے حکام بھی اسی طرح اپنے علاقوں کی جانب چلے گئے۔

تاتاری فتنہ

۶۲۸ھ میں جب تاتاری فوجوں نے جلال الدین خوارزم شاہ پر آمد کے مقام پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا تو ان کا مقابلہ کسی بادشاہ سے نہ ہو سکا اور نہ ہی کوئی ان کو روک سکا چنانچہ وہ ملک عراق کے طول و عرض میں تباہی پھیلاتے رہے اس کے بعد وہ الجزیرہ میں داخل ہو گئے تو سب سے پہلے انہوں نے نصیبین کے علاقے کو تباہ و برباد کیا اس کے بعد وہ سنجار گئے اور اس کو لوٹ لیا پھر خابور کے علاقے میں داخل ہو کر لوٹ مار کی۔

موصل کی طرف بھی تاتاریوں کا ایک گروہ گیا اور اس کے علاقے میں تباہی پھیلائی اس کے بعد وہ اربل پہنچے اور وہاں تباہی پھیلائی تو

مظفر الدین اپنے لشکر کو لے کر ان کے مقابلہ کے لیے نکلا اس نے موصل کے حاکم سے بھی امداد طلب کی تو لؤلؤ نے اس کی امداد کے لیے اپنی فوج بھیجی پھر تاتاری فوج وہاں سے واپس آذربائیجان چلی گئی اس لیے ہر فوج اپنے اپنے شہر واپس روانہ ہو گئی۔

مظفر الدین کا انتقال

۶۲۹ھ میں مظفر الدین کوکبری بن زین الدین کجک حاکم اربل کا انتقال ہو گیا۔ اس کا انتقال یوسف کے بعد جو اس کا بھائی تھا' صلاح الدین کے زمانے میں ہوا۔ اس نے وہاں چوالیس برس تک حکومت کی لیکن چونکہ اس کی کوئی اولاد نہ تھی' اس لیے اس نے وصیت کی کہ اربل کی حکومت خلیفہ المستنصر کے حوالے کر دی جائے چنانچہ خلیفہ موصوف نے وہاں اپنے نائب کو بھیج کر اربل پر قبضہ کر لیا اور اس علاقہ کو بھی خلیفہ کی عملداری میں شامل کر لیا گیا۔

فوج کا مستقبل

آمد کے مقام پر جب جلال الدین خوارزم شاہ ہلاک ہو گیا تو اس کی فوج رومی علاقے کے حاکم کیقباد کے پاس پہنچ گئی' اس نے ان سے مدد لی جب اس کا ۶۳۴ھ میں انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا کیخسرو حاکم ہوا تو اس نے ان کے سپہ سالار کو گرفتار کر لیا۔ باقی وہاں سے چلے گئے اور ملک کے اطراف میں فرار ہو گئے۔

صالح نجم الدین ایوب' حران' کیفا اور آمد میں اپنے باپ الملک العادل کی جانب سے نائب تھا' اس نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ وہ خوارزم شاہ کی فوج کو اپنے ساتھ ملا لے چنانچہ اس کے باپ نے اسے اس بات کی اجازت دے دی اور وہ اس فوج کو اپنے کام میں لے آیا اور انہیں ملازم رکھ لیا۔

۶۳۵ھ میں جب اس کے والد کا انتقال ہوا تو یہ فوج باغی ہو کر موصل چلی گئی۔ لؤلؤ نے انہیں ساتھ ملا لیا اور ان کے ساتھ لشکر کشی کی۔

(ان حالات میں) ملک صالح نے سنجار میں اس فوج کا محاصرہ کر لیا اور انہیں یہ لالچ دے کر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی کہ وہ انہیں حران اور رہا کا علاقہ دے گا تاکہ وہ وہاں آباد ہو سکیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کی اطاعت قبول کی اور اس نے حسب وعدہ ان کے حوالے دونوں علاقے کر دیئے اور انہوں نے ان دونوں علاقوں پر قبضہ کر لیا اس کے بعد وہ لؤلؤ کے زیر کنٹرول نصیبین کے علاقہ پر بھی قابض ہو گئے۔

اس دور میں بنو ایوب کے خاندان میں جو شام کے مختلف مقامات پر حکمران تھا' آپس میں نا اتفاقی تھی چنانچہ ان کے اختلاف و انتشار کا حال آگے چل کر ان کی سلطنت کے حال میں بیان کیا جائے گا۔

سنجار کی حکومت جواد یونس ابن مودود بن العادل کے زیر کنٹرول ہو گئی تھی' اس نے یہ حکومت صالح نجم الدین ایوب سے دمشق کی حکومت کے عوض حاصل کی تھی' لیکن لؤلؤ نے سنجار کی حکومت اس کے قبضہ سے ۶۳۷ھ میں چھین لی تھی۔

خوارزمی فوج سے لڑائی

اس کے بعد حاکم حلب اور خوارزمی فوجوں میں جنگ چھڑ گئی' انہوں نے صفیہ خاتون بنت العادل سے مدد مانگی تو اس نے معظم بوران شاہ بن صلاح الدین کی زیر قیادت فوجیں بھیجیں لیکن انہوں نے اس کے لشکر کو شکست دے کر اس کے بھتیجے الافضل کو قید کر لیا اور حلب میں داخل ہو کر تباہی پھیلائی پھر انہوں نے منبج پر قبضہ کر لیا اور وہاں پر تباہی پھیلائی اور انہوں نے رقہ سے دریائے فرات کو کاٹ دیا۔

ان کی واپسی کے وقت دمشق اور حمص کی فوجوں نے ان کا تعاقب کیا اور انہیں شکست دے کر ان کا قتل عام کیا' وہ بھاگ کر اپنے شہر حران چلے آئے تو حلب کی فوجیں بھی وہاں پہنچ گئیں اور انہوں نے حران پر قبضہ کر لیا' خوارزم کی فوجیں وہاں سے عانہ پہنچ گئیں۔ ان حالات میں حاکم موصل لؤلؤ جلد نصیبین پہنچا اور اس نے اس شہر کو ان کے قبضے سے چھین لیا۔

لؤلؤ کی شکست

۶۴۰ھ میں صفیہ بنت عادل کا حلب میں انتقال ہو گیا' اس نے وہاں اپنے باپ العزیز محمد بن الظاہر غازی بن صلاح الدین کے بعد

حکومت کی تھی۔ پھر اس کا بھائی الناصر یوسف ابن العزیز حاکم مامور ہوا۔ اس کا نگران اس کا آزاد کردہ غلام احیال خاتونی متعین ہوا۔ ۶۴۸ھ میں اس کے لشکر اور بدر الدین لؤلؤ حاکم موصل کے مابین جنگ ہوئی جس میں لؤلؤ کو شکست ہوئی اور الناصر نے نصیبین، دارا اور قرقیسیا کے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ لؤلؤ حلب چلا گیا۔

ہلاکو کا بغداد پر قبضہ

بغداد پر چڑھائی کرنے کے بعد جب سلطان ہلاکو خان نے اس پر قبضہ کر لیا اور خلیفہ مستعصم اور بغداد کے تمام شرفاء کو قتل کر دیا تو وہاں سے وہ آذربائیجان چلا گیا اس وقت لؤلؤ جلد آذربائیجان اس کے پاس پہنچا اور ہلاکو خان کی اطاعت تسلیم کر کے موصل واپسی کی۔

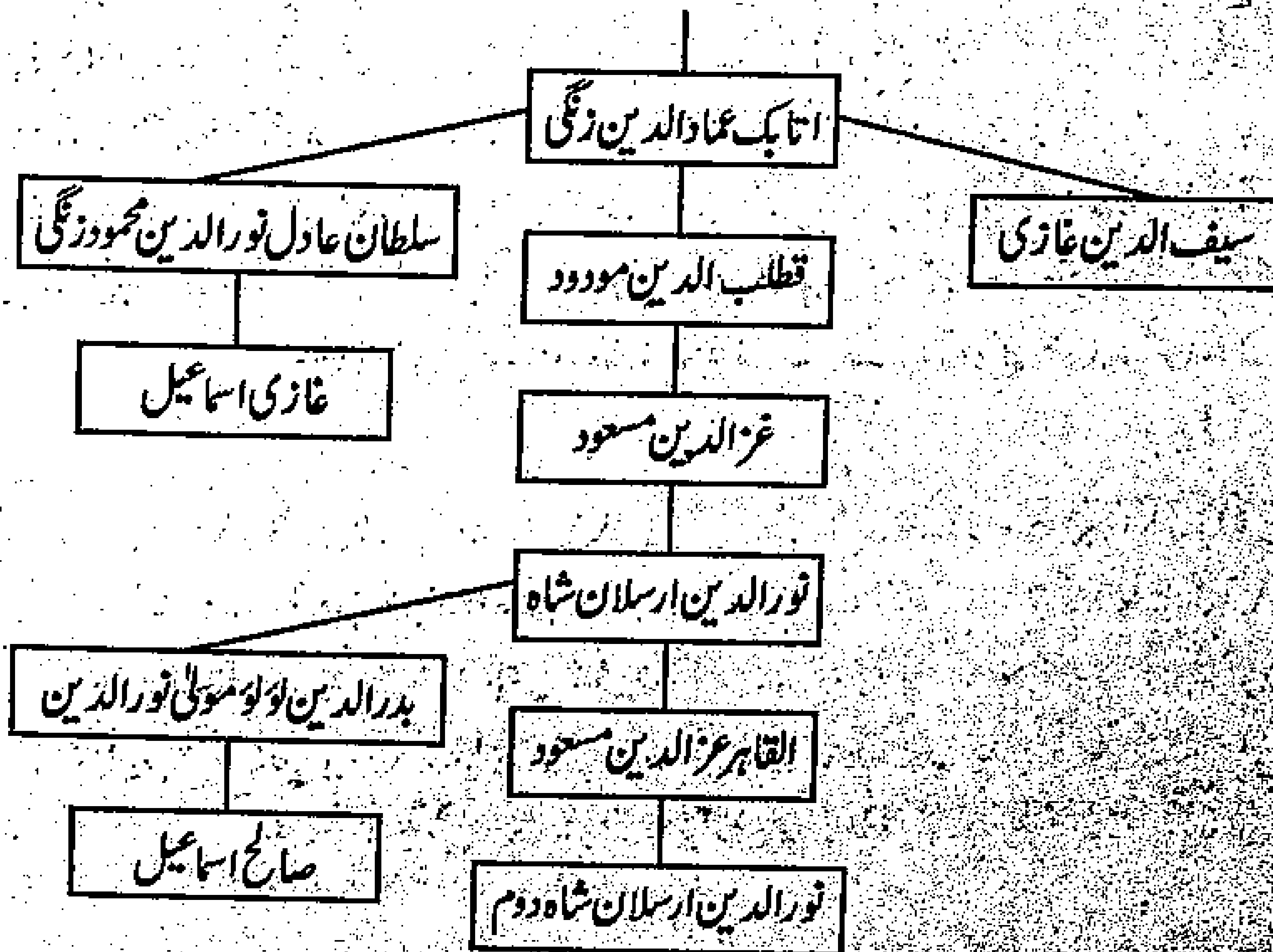
لؤلؤ کا انتقال

۶۵۷ھ میں حاکم موصل بدر الدین لؤلؤ کا انتقال ہو گیا اس کا لقب الملک الرحیم تھا اُس کے بعد اس کا ایک بیٹا صالح اسماعیل موصل کا حاکم مامور ہوا اُس کا دوسرا بیٹا مظفر علاء الدین سنجار کا حاکم بنا اور جزیرہ ابن عمر کا حاکم اس کا تیسرا بیٹا مجاہد اسحاق بنا۔ سلطان ہلاکو خان نے انہیں کچھ مدت تک حاکم رکھا پھر ان تمام سے ان کی حکومت چھین لی اور وہ تمام مصر چلے گئے اور وہاں بادشاہ ظاہر بیبرس کی مہمانی میں رہے۔

زنگی حکومت کا خاتمہ

اس کے بعد سلطان ہلاکو خان نے شام کی جانب چڑھائی کی اور اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس طرح خاندان اتابک زنگی کی حکومت کا شام اور الجزیرہ کے تمام علاقوں سے ختم ہو گئی۔

زنگی سلطنت کا شجرہ



باب ۷

سلطنت خاندان ایوبی

یہ سلطنت زنگی خاندان ہی کی ایک شاخ ہے، ان کے جد امجد ایوب بن شادی کا نسب نامہ اکثر مورخین نے یوں بیان کیا ہے:
ایوب بن شادی بن مروان بن علی بن عشرۃ بن الحسن بن علی بن احمد بن علی بن عبدالعزیز بن ہدبتہ بن الحصین بن الحارث بن سنان بن عمر بن مرہ بن عوف الحمیری الدوسی۔
مشہور مورخ ابن الاثیر کا کہنا ہے کہ ان لوگوں کا تعلق روادیہ کرد قوم سے تھا۔ ابن خلکان کا کہنا ہے کہ اس خاندان کا جد امجد شادی درین کے شرفاء میں سے تھے۔ وہاں اس کا دوست بہروز تھا جہاں اس پر ایک خصی امیر نے حملہ کیا تو بہروز بھاگ کر سلطان مسعود بن محمد بن ملک شاہ کے پاس پہنچا اور وہاں وہ اس کے بیٹوں کے معلم کی خدمت انجام دینے لگا جب اس کی صلاحیت اور قابلیت سامنے آئی تو اسے کسی سرکاری عہدے پر ترقی دی گئی اس وقت اس نے اپنے دوست شادی بن مروان کو بلا بھیجا کیونکہ ان دنوں میں کافی محبت اور دوستی تھی۔ چنانچہ شادی بہروز کے پاس آ گیا۔
اس کے بعد سلطان نے بہروز کو بغداد کا کوتوال متعین کیا تو وہ وہاں گیا اور اپنے ساتھ شادی کو بھی لے گیا پھر سلطان نے اسے قلعہ تکریت مرحمت کیا۔ تو اس نے شادی کو اس کا حاکم مامور کیا جہاں شادی اپنے انتقال تک حاکم متعین رہا۔ اس کے انتقال کے بعد بہروز نے ان کے بیٹے نجم الدین ایوب کو اس کی جگہ تکریت کا حاکم متعین کیا جو اسد الدین شیر کوہ سے بڑا تھا اس نے وہاں ایک مدت تک حکومت کی۔

عماد الدین زنگی کی حمایت

۵۲۰ھ میں جب سلطان مسعود کی حمایت میں موصل کے حاکم عماد الدین زنگی نے خلیفہ مسترشد کے خلاف لشکر کشی کی تھی تو اسے شکست ہوئی تھی جب وہ موصل جانے کے لیے واپس ہوا تو وہ تکریت کے نزدیک سے گذرا اس وقت نجم الدین ایوب نے اسے زاد راہ مہیا کیا اور دجلہ دریا کو عبور کرنے کے لیے پل تیار کیا اور دریا کو عبور کرنے کے لیے ہر ممکن سہولت مہیا کی۔
اس دوران اسد الدین شیر کوہ کے ہاتھ سے تکریت میں کسی کا قتل ہو گیا اور اس کے بھائی نجم الدین ایوب نے اس کا زر فدیہ نہیں ادا کیا تو بہروز نے اسے برطرف کر دیا اور دونوں بھائیوں کو تکریت سے نکال دیا۔ دونوں بھائی عماد الدین زنگی کے پاس پہنچ گئے جہاں زنگی نے ان دونوں کے ساتھ نیک برتاؤ کیا اور انہیں جاگیروں سے نوازا۔

حمایت کا صلہ

۵۳۲ھ میں جب زنگی نے بعلبک فتح کیا تو نجم الدین ایوب کو اپنا نائب مقرر کیا اور وہ اس کے دور میں وہاں کی حکومت پر متمکن رہا۔

دمشق کی فتح

عماد الدین زنگی کا جب ۵۴۱ھ میں انتقال ہو گیا تو حاکم دمشق فخر الدین طغرکین نے بعلبک پر چڑھائی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار نجم الدین ایوب نے اس شرط پر ہتھیار ڈالے کہ وہ اسے دمشق میں جاگیریں دے گا چنانچہ اس نے اس کے ساتھ دمشق میں قیام کیا۔
مگر اسد الدین شیر کوہ نور الدین محمود بن زنگی کے ساتھ رہا سلطان نے اس کی انتظامی صلاحیت سے متاثر ہو کر اسے حمص اور رحبہ کے علاقے دے دیئے تھے اور اسے سپہ سالار کا عہدہ مرحمت کیا تھا۔
دمشق پر سلطان موصوف کا قبضہ اور اہل دمشق کی مداخلت اور امداد اسد الدین شیر کوہ کی وجہ سے حاصل ہوئی کیونکہ جب اس کا بھائی دمشق میں تھا تو وہ اس سے خط و کتابت کرتا رہا چنانچہ ان دونوں بھائیوں کی کوششوں اور تعاون سے ۵۴۹ھ میں دمشق فتح ہو گیا۔

مصر کی فاطمی سلطنت

اسی دور میں مصر میں فاطمی سلطنت زوال پذیر تھی اور اس کی ترقی رک گئی تھی بلکہ اس کے وزراء اپنے خلفاء پر حاوی ہو گئے تھے اور خلفاء کے اختیارات باقی نہیں رہے تھے اور چونکہ اس سلطنت پر زوال آگیا تھا اس لیے صلیبی فرنگی فوجیں مصر کے ساحل اور دیگر شہروں پر حملے کرنے لگی تھیں یہاں تک کہ انہوں نے مصر کے کئی شہروں پر قبضہ کر لیا تھا اور انہوں نے قاہرہ کے دربار خلافت پر بھی غلبہ حاصل کر لیا تھا اور ان پر جزیہ بھی لگا دیا تھا۔ اس طرح اہل مصر سخت مصیبت میں گرفتار تھے اور یہ تمام تکالیف برداشت کر رہے تھے کہ آخر کار اتابکی زنگی اور ان کی سلجوقی قوم نے ان کی فاطمی خلافت کی تحریک و دعوت کا خاتمہ کر دیا۔ خلیفہ عاضد ان کا آخری خلیفہ تھا

(صالح بن زریک پہلے ایک وزیر کی حیثیت سے خلیفہ عاضد پر غالب تھا) اس کے بعد شاور سعدی اس پر غالب آگیا اور اس نے زریک بن صالح کو ۵۵۸ھ میں موت کے گھاٹ اتار دیا اور وہ خلیفہ پر مسلط ہو گیا۔ پھر ضرغام اس وزیر پر غالب آگیا اور اس نے اس کو قاہرہ سے نکال دیا اور نو مہینے تک مصر پر حکمرانی کی۔

پھر شاور شام فرار ہو گیا اور ۵۵۹ھ میں نور الدین زنگی کے پاس فریاد لے کر پہنچا۔ اس نے مصری سلطنت کا ایک تہائی محصول ادا کرنے کا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ اس کے ساتھ ایسا لشکر بھیجے جو وہاں مستقل طور پر قیام کرے۔ سلطان نور الدین نے اس کی درخواست منظور کر لی اور اسد الدین شیر کوہ کو فوج دے کر روانہ کیا۔

آغاز سلطنت ایوبی

ضرغام کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد شیر کوہ نے شاور کو اس کے رتبہ وزارت پر فائز کیا آخر کار اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فاطمی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ مصر اور اس کا سارا علاقہ ایوبی خاندان کے کنٹرول میں آگیا۔ شروع میں نور الدین محمود بن زنگی کی حکومت قائم رہی لیکن جب نور الدین محمود کی وفات ہوئی اور سلطان صلاح الدین خود مختار حاکم ہو گیا تو یہاں خلفائے عباسیہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ سلطان صلاح الدین اس کے بعد سلطان نور الدین محمود کے بیٹوں پر بھی غالب آگیا اور اس نے شام کا علاقہ بھی ان کے قبضے سے چھین لیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے چچا زاد بھائی مودود نے بڑی تباہی پھیلائی تھی اس طرح سلطان صلاح الدین کی سلطنت وسیع ہوتی گئی اور اس کے انتقال کے بعد بھی اس خاندان کی سلطنت میں توسیع ہوئی تا آنکہ اس سلطنت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

شاور کی فریاد

جب سلطان نور الدین محمود حاکم شام نے شاور کی فریاد پر اس کے ساتھ اپنا لشکر بھیجنے کا ارادہ کیا تو اس نے اس لشکر کا سپہ سالار اسد الدین شیر کوہ بن شادی کو مقرر کیا وہ اس وقت اس کے سرکردہ امراء میں شامل تھا۔ سلطان نے اسے حمص سے بلوایا جہاں کا وہ حاکم تھا اور وہاں اس کی جاگیر تھی پھر سلطان نے اس کے لیے اعلیٰ فوج تیار کی اور ان کی فوجی خامیوں کو رفع کیا۔

جمادی الاول ۵۵۹ھ میں شیر کوہ دمشق سے روانہ ہوا اس کے ساتھ ساتھ خود سلطان نور الدین بھی اپنی فوجیں لے کر فرنگی صلیبیوں کے علاقے کی جانب روانہ ہوا تاکہ وہ انہیں شیر کوہ کے لشکر کو روکنے یا لوٹانے کی مہلت نہ دے اور وہ حاکم مصر سے دوستانہ تعلقات اور معاہدہ کے باعث اس کے لشکر کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔

اپنی فوج کے ہمراہ اسد الدین شیر کوہ جب بلبیس کے مقام پر پہنچا تو وہاں ضرغام کے بھائی ناصر الدین نے اس کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور وہ قاہرہ بھاگ گیا اس کے بعد خود ضرغام ماہ جمادی الاخیر کی آخری تاریخ کو مقابلہ کے لیے نکلا لیکن وہ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے مزار کے نزدیک مارا گیا اور اس کا بھائی بھی جنگ میں کام آگیا۔

معاہدہ کی خلاف ورزی

شیر کوہ نے شاور کو وزارت کے عہدہ پر فائز کر دیا لیکن وزیر بننے کے بعد اس نے شیر کوہ کو واپس جانے کا حکم دیا اور اس معاہدہ کی خلاف

درزی کی جسے وہ پہلے تسلیم کر چکا تھا۔

اس سے وعدہ نبھانے کا جب اسد الدین شیر کوہ نے مطالبہ کیا تو اس نے اسے منظور نہیں کیا اس لیے شیر کوہ نے بلبیس اور مصر کے مشرقی شہروں پر قبضہ کر لیا۔

مصریوں اور فرنگیوں کا اتحاد

(ان حالات میں) شاور نے فرنگیوں سے فوجی امداد مانگی اور انہیں مراعات دینے کا وعدہ کیا لہٰذا انہوں نے اس کی درخواست جلد منظور کر لی اور فرنگیوں کا بادشاہ مری فرنگیوں کی فوج لے کر روانہ ہو گیا اس نے ان فرنگیوں کو بھی اپنی فوج میں شامل کر لیا جو بیت المقدس کی زیارت کے لیے آئے تھے کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ اسد الدین شیر کوہ مصر پر قابض ہو جائے گا۔

(اس صورت حال میں) سلطان نور الدین فوج لے کر گیا تاکہ انہیں جنگ میں مشغول رکھ کر فرنگیوں کو وہاں جانے سے روکے لیکن انہوں نے پیش قدمی کر لی تھی۔

بلبیس کے مقام پر جب اسد الدین شیر کوہ پہنچا تو مصری اور فرنگی فوجیں متحد ہو کر مقابلہ کے لیے آ گئیں انہوں نے اس کا تین مہینوں تک محاصرہ کیا تاہم شیر کوہ صبح و شام ان سے جنگ کرتا رہا اور ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا (فرنگی اسے شکست نہ دے سکے) البتہ انہوں نے اس کی رسائی کے ذرائع بند کر دیئے تھے۔ اس دوران سلطان نور الدین نے جزیرہ دیار بکر اور قصر حارم کے حکام کو جنگ کرنے پر آمادہ کیا اور جب فرنگی فوجیں مقابلہ کے لیے آئیں تو سلطان نے انہیں شکست دے کر ان کا صفایا کر دیا اور انطاکیہ و طرابلس کے حکام کو قیدی بنا لیا گیا۔ حارم جو حلب کے نزدیک تھا فتح کر لیا گیا۔ اس کے بعد سلطان بانیاس کے مقام پر پہنچا جو دمشق کے نزدیک تھا اس پر بھی اسے نے قبضہ کر لیا جیسا کہ سلطان نور الدین کے حالات میں تحریر کیا گیا ہے۔

بلبیس کے مقام پر جب فرنگی فوجیں اسد الدین شیر کوہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھیں تو انہیں (شکست کی) اطلاع ملی۔ اس خبر سے ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ تاہم انہوں نے یہ خبر چھپا کر اسد الدین شیر کوہ سے صلح کی بات چیت شروع کی۔ اور یہ شرط رکھی کہ وہ شام (اپنی فوجوں کو لے کر) واپس چلا جائے۔ چنانچہ اس نے ان سے مصالحت کر لی اور اسی سال کے ماہ ذوالحجہ میں شام واپسی اختیار کی۔

غداری کا بدلہ

اسد الدین شیر کوہ واپس آ گیا لیکن شاور کی غداری کا وہ بدلہ لینا چاہتا تھا اس لیے وہ دوبارہ حملہ کرنے کے لیے فوج جمع کرتا رہا۔ یہ فوجی تیاری اس نے ۵۶۲ھ تک مکمل کر لی۔ جب اس نے فوج جمع کر لی تو سلطان نور الدین نے اس کے ساتھ (تجربہ کار) سپہ سالاروں کی ایک جماعت روانہ کی اور مسلمان مجاہدوں کی حفاظت کے لیے بڑی تعداد میں لشکر بھیجا جو مصر کی جانب روانہ ہو گیا۔ جب شیر کوہ اطفیح کے مقام پر پہنچا تو اس نے وہاں سے مغربی علاقوں کی جانب دریا کو عبور کیا اور جنیرہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا اور وہاں پچاس روز تک ٹھہرا رہا۔

پہلے کی طرح شاور نے اب بھی فرنگیوں سے امداد مانگی چونکہ فرنگیوں کو سلطان نور الدین اور شیر کوہ کی سلطنت کی توسیع و استحکام کا خطرہ تھا اس لیے وہ بہت جلد مصر پہنچ گئے اور انہوں نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ (دریائے نیل کو) عبور کر کے جنیرہ میں پڑاؤ ڈالا شیر کوہ اس وقت وہاں سے بالائی مصر کی جانب کوچ کر چکا تھا اور وہاں سے وہ ایک ایسے مقام پر پہنچ چکا تھا جو بابین[1] کے نام سے شہرت رکھتا تھا۔ دشمن کی فوجوں نے شیر کوہ کا تعاقب کر کے اسے اس مقام پر جا پکڑا۔ یہ واقعہ ۵۶۲ھ کے درمیانی عرصہ میں ہوا۔

شیر کوہ نے جب دشمن کی تعداد کافی زیادہ دیکھی اور وہ جنگ کے لیے مکمل طور پر تیار تھے تو اس کے ساتھیوں کی ہمتیں جواب دے گئیں اس لیے ان سے مشورہ کیا۔ بعض افراد نے یہ مشورہ دیا کہ وہ دریائے نیل کو عبور کر کے مشرقی علاقے کی جانب چلے جائیں اور شام لوٹ جائیں لیکن ان کے سپہ سالاروں کا مشورہ یہ تھا کہ بے جگری کے ساتھ جنگ کی جائے دوسری صورت میں انہیں سلطان نور الدین کی ناراضگی کا خطرہ تھا۔

---

[1] یہاں جگہ خالی تھی ہم نے تاریخ الکامل لابن اثیر کے حوالے سے اس کا یہ نام معلوم کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو تاریخ الکامل لابن اثیر جلد ۹ ص ۹۵)۔ مترجم

دوبدو مقابلہ

چنانچہ غازی صلاح الدین نے جنگ کی جانب پیش قدمی کی پھر صف بندی کی گئی اور غازی صلاح الدین کو (درمیانی فوج میں) رکھا گیا اور شیرکوہ خود میمنہ فوج میں ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو گیا جن کی جاں نثاری پر اسے یقین تھا۔

صلاح الدین پر جب دشمن نے حملہ کیا تو اس نے اپنی صف بندی کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا۔ اسد الدین شیرکوہ نے اس کے بالکل مخالف سمت میں دشمن کی عقبی صفوں پر حملہ کیا اور اس کی فوجوں کا صفایا کیا یا انہیں گرفتار کر لیا۔

جنگ کا نتیجہ

اگلی صفوں کی وہ فوجیں جو صلاح الدین سے جنگ کر رہی تھیں پسپا ہونے لگیں۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ان کو شکست ہو گئی ہے چنانچہ وہ پیچھے ہٹیں تو انہوں نے دیکھا کہ اسد الدین شیرکوہ دشمن کی پچھلی صفوں کا صفایا کر رہا ہے اس پر وہ دشمن کی تمام فوجیں بھاگ کھڑی ہوئیں اور مصر کی راہ لی۔

اسکندریہ پر قبضہ

اس کے بعد اسد الدین شیرکوہ اسکندریہ پہنچا وہاں کے باشندوں نے اطاعت تسلیم کی چنانچہ شیرکوہ نے صلاح الدین کو جو اس کا بھتیجا تھا وہاں اپنا جانشین بنایا اور خود وہ مصر کے بالائی حصہ صعید کی جانب لوٹا اور اس علاقہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے آدمیوں کو وہاں کا محصول وصول کرنے کے لیے بھیجا۔

فرنگیوں سے صلح

دوسری طرف مصری فوجیں اور فرنگیوں کا لشکر قاہرہ پہنچ چکا تھا انہوں نے اپنی جنگی کمزوریوں کو دور کر کے سکندریہ کی جانب پیش قدمی کی اور وہاں انہوں نے صلاح الدین کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ اس کے لیے کافی تکلیف دہ تھا۔

اس کی فوجی امداد کے لیے مصر کے بالائی حصہ سے اسد الدین شیرکوہ روانہ ہوا۔ اتنے میں اس کے لشکر کے ترکمانی سپاہیوں نے بغاوت کر دی وہ ابھی اس جھگڑے میں مشغول ہی تھا کہ دشمن کے قاصد صلح کرنے کے لیے اس کے پاس پہنچ گئے۔ ان کی تجاویز یہ تھیں کہ وہ اسکندریہ کا علاقہ اہل مصر کو دے دے، وہ اس کے بدلہ میں اسے پچاس ہزار دینار دیں گے۔ مصر کے بالائی حصے سے شیرکوہ نے جو لگان وصول کیا تھا وہ اس کے علاوہ تھا شیرکوہ نے ان کی یہ تجاویز اس شرط کے ساتھ منظور کیں کہ فرنگی فوجیں اپنے شہروں کی جانب واپس چلی جائیں اور مصر کے کسی دیہات پر ان کا قبضہ باقی نہ رہے۔ یہ معاہدہ اس سال کے ماہ شوال کی درمیانی تاریخوں میں طے ہوا تھا۔

مصریوں پر ٹیکس

ماہ ذوالقعدہ کی پندرہ تاریخ کو اسد الدین شیرکوہ اور اس کی فوجیں شام واپس آ گئیں لیکن فرنگیوں نے مصر کے وزیر شاور پر یہ شرط لگائی کہ قاہرہ میں ان کے محافظ موجود رہیں گے اور شہر کے پھاٹک بھی ان کی حفاظت میں رہیں گے تاکہ نور الدین زنگی کا مقابلہ کر سکیں نیز انہوں نے اس پر ایک لاکھ دینار سالانہ جزیہ بھی عائد کیا جسے اس نے منظور کر لیا اور اس کے بعد فرنگیوں کی فوجیں اپنے شہر کے ساحلی شہروں کی جانب واپس چلی گئیں لیکن مصر میں وہ اپنے افسروں کی ایک جماعت چھوڑ گئیں۔

جنگ کی تیاریاں

قاہرہ اور مصر پر جب فرنگیوں نے ٹیکس لگایا اور وہاں انہوں نے محافظ دستے تعینات کیے اور شہر کے پھاٹکوں پر ان کا قبضہ ہو گیا تو وہ ملک پر اسی طرح قابض ہو گئے انہوں نے وہاں اپنے ماہر افسروں کی ایک جماعت بھی برقرار رکھی جنہوں نے اپنی حیثیت وہاں مضبوط کر لی اور وہ سلطنت کے خفیہ مقامات سے واقف ہو گئے اس کے بعد وہ ملک کو فتح کرنے کے منصوبے باندھنے لگے اور اس سلسلے میں انہوں نے اپنے بادشاہ سے جو شام میں تھا اور جس کا نام مری تھا خط و کتابت شروع کی۔ شام میں اس جیسا فرنگیوں کا کوئی بادشاہ نہیں ہوا تھا فرنگیوں نے اسے اس بات پر بہت آمادہ کیا اور اسے سبز باغ دکھائے مگر اس نے ان کی یہ تجویز منظور نہیں کی۔ تاہم فرنگی افسروں نے اپنی کوششیں جاری رکھیں اور

اسے سمجھایا کہ مصر پر قبضہ کرنے کے بعد وہ سلطان نور الدین پر بھی غالب آ جائیں گے ورنہ اہل مصر نور الدین کے مددگار ہو جائیں گے ان تمام کوششوں اور یقین دہانیوں کے باوجود وہ اپنی بات پر قائم رہا۔ آخر کار اس نے ان کی بات مان لی اور جنگی تیاریوں کا آغاز کر دیا۔

ان کی جنگی تیاریوں کا علم جب سلطان نور الدین کو ہوا تو اس نے بھی اپنی فوجیں اکٹھی کرنی شروع کیں اور سرحدوں پر جو فوجیں تعینات تھیں ان کو واپس بلا لیا۔

فرنگی فوج کی پیش قدمی

۵۶۴ھ کے آغاز میں فرنگی فوجیں مصر کی جانب روانہ ہوئیں' انہوں نے ماہ صفر میں بلبیس پر قبضہ کر لیا اور وہاں تباہی مچائی پھر شاور کے دشمنوں کے خطوط ان کے پاس آئے جن سے ان کی حوصلہ افزائی ہوئی اور انہوں نے مصر کی جانب پیش قدمی کی اور قاہرہ کو محاصرہ میں لے لیا۔

ان حالات میں شاور نے مصر کے شہر میں آگ لگا دینے کا حکم دیا تاکہ وہاں کے باشندے قاہرہ کی طرف منتقل ہو جائیں اور محاصرہ کا اچھی طرح مقابلہ کیا جا سکے لہٰذا لوگ منتقل ہو گئے اور ان کا شہر نذر آتش ہو گیا' اس کے ساتھ ساتھ ان پر دست درازی بھی ہوئی اور ان کے مال و دولت کو لوٹ لیا گیا' دو ماہ تک شہر میں آگ لگی رہی۔

آپس میں مصالحت

دوسری طرف فاطمی خلیفہ عاضد نے سلطان نور الدین کے پاس اپنی فریاد بھیجی تو اس نے فریاد رسی کرتے ہوئے لشکر تیار کرنا شروع کیا۔ ادھر قاہرہ کا محاصرہ سخت ہو گیا۔ چنانچہ محاصرہ سے تنگ آ کر شاور نے فرنگیوں کے بادشاہ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور اپنے پرانے تعلقات ظاہر کرتے ہوئے اس نے اعلان کیا کہ وہ فرنگیوں کا حامی ہے' عاضد اور سلطان نور الدین کا حامی نہیں ہے اس نے ان سے درخواست کی کہ وہ مال کے بدلے میں صلح کر لے کیونکہ مسلمان اس کے علاوہ ہر چیز سے نفرت کرتے ہیں۔

اس پر جب فرنگیوں کے بادشاہ نے یہ دیکھا کہ قاہرہ پر قبضہ ممکن نہیں ہے تو اس نے دس لاکھ دینار پر صلح کر لی۔ شاور نے فوری طور پر ایک لاکھ دینار فرنگیوں کو ادا کر دیئے اس کے بعد اس نے انہیں چلے جانے کو کہا چنانچہ وہ چلے گئے' شاور نے باقی ماندہ رقم جمع کرنی شروع کی لیکن رعایا نے اسے ادائیگی نہ کی۔

خلیفہ عاضد کا پیغام

سلطان نور الدین کے پاس خلیفہ عاضد کے قاصد مسلسل آتے رہے۔ وہ یہ پیغام لاتے رہے کہ اسد الدین شیرکوہ اور اس کی فوجیں محافظ لشکر کی حیثیت سے اس کے پاس رہیں۔ ان کے تمام اخراجات وہ خود ادا کرے گا نیز سلطان نور الدین کو وہ (مصری اراضی کے) لگان کا تہائی حصہ ادا کرے گا۔

سپہ سالاروں کی تقرری

اس پر اسد الدین شیرکوہ کو نور الدین نے حمص سے طلب کیا اور اسے دو لاکھ دینار دیئے اور اس کے ساتھ ساتھ اسے ضروری کپڑے مویشی اور اسلحہ مہیا کیا اور اسے تمام فوجوں' خزانوں اور فوجی نقل و حرکت کے انتظامات کے لیے خود مختار حاکم مامور کیا اور ہر سوار کے لیے بیس دینار متعین کیے۔ اس کے ساتھ اپنے امراء اور سپہ سالاروں میں سے مندرجہ ذیل حضرات کو بھی اس کے ساتھ روانہ کیا: ۱۔ عز الدین خروک' جو اس کا آزاد کردہ غلام تھا۔ ۲۔ عز الدین قلیج۔ ۳۔ شرف الدین مرعش۔ ۴۔ عز الدولہ الباروقی۔ ۵۔ قطب الدین نیال بن حسان۔

فرنگیوں کی واپسی

صلاح الدین یوسف بن ایوب کو بھی سلطان نے اپنے چچا شیرکوہ کی مدد کے لیے بھیجا' صلاح الدین نے پہلے معذرت کی لیکن سلطان کے اصرار پر جانے کے لیے تیار ہو گیا' اب اسد الدین شیرکوہ نے ماہ ربیع الاول کے نصف میں مصر کی جانب کوچ کیا' جب وہ مصر کے نزدیک پہنچا تو

اس وقت فرنگی فوجیں اپنے وطن واپس چلی گئی تھیں۔ یہ اطلاع سن کر سلطان نور الدین بڑا خوش ہوا اور اس نے شام میں اس خوش خبری کے لیے خوشی کی محفل سجائی۔

شاور کا انجام

ماہ جمادی الآخر کے نصف میں اسد الدین شیرکوہ قاہرہ پہنچ گیا تھا اور شہر کے باہر اس نے پڑاؤ ڈالا۔ تاہم خلیفہ عاضد نے اس سے ملاقات اور خلعت مرحمت کیے اور اسے اور اس کے لشکر کو انعامات اور وظائف دیئے اب اسد الدین شیرکوہ اس بات کا انتظار کرتا رہا کہ (معاہدہ کے مطابق) شرائط پوری کی جائیں لیکن (وزیر مصر) شاور ٹال مٹول کرتا رہا اور بہانوں سے کام لیتا رہا پھر شاور نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ اسد الدین شیرکوہ کو گرفتار کر کے لشکر کو خود ملازم رکھ لے لیکن اس کے بیٹے الکامل نے اسے اس کام سے باز رکھا اس لیے اس نے اس کام کو ترک کیا۔

شیرکوہ کے ساتھی شاور سے تقریباً" مایوس ہو چکے تھے اس لیے اس کے حکام نے باہم مشورہ کیا۔ اس کا بھتیجا صلاح الدین اور عز الدین جردک اس بات پر متفق تھے کہ شاور کو قتل کر دیا جائے لیکن شیرکوہ اس کی مخالفت میں تھا۔

ایک روز شاور صبح سویرے شیرکوہ کے خیموں میں (اس سے ملاقات کے لیے) آیا تو معلوم ہوا کہ وہ سوار ہو کر حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کے لیے گیا ہوا ہے' اس وقت صلاح الدین اور عز الدین خردک موجود تھے' وہ اس کے ساتھ شیرکوہ کی ملاقات کے لیے گئے راستے میں انہوں نے اسے گرفتار کر لیا اور فوراً" شیرکوہ کو اس سے آگاہ کیا خلیفہ عاضد نے بھی فوراً" یہ پیغام بھیجا کہ اسے قتل کر دیا جائے چنانچہ انہوں نے اس کا سر کاٹ کر اس کے پاس بھیج دیا۔ خلیفہ عاضد نے اس کے گھروں کو لوٹنے کا حکم دیا چنانچہ عوام نے اس کے گھروں میں لوٹ مار کی۔

وزارت پر تقرری

اس کے بعد شیرکوہ خلیفہ عاضد کے محل پر آیا تو خلیفہ نے اسے وزارت سے نوازا اور اس کا لقب الملک المنصور امیر الجیوش (سپہ سالار) مقرر کیا۔ قصر خلافت میں قاضی فاضل بیسانی کے قلم سے ایک فرمان جاری ہوا جس میں خلیفہ کے دستخط سے یہ عبارت تحریر تھی۔

"یہ وہ فرمان ہے جو اس جیسے کسی وزیر کے لیے نہیں لکھا گیا ہے اس لیے آپ اس منصب پر فائز رہیں جس کا اللہ تعالیٰ اور امیر المومنین آپ کو اہل سمجھتے ہیں' یہ اللہ کی جانب سے آپ پر حجت ہے کہ اس نے آپ کو درست راستے کی طرف راہنمائی کی ہے (اس لیے) امیر المومنین کے فرمان پر اپنی پوری قوت کے ساتھ قائم رہیں۔ آپ کو یہ فخر کرنا چاہیے کہ آپ خاندان نبوت کی خدمت کر رہے ہیں اور امیر المومنین نے اپنی کامیابی کے لیے ایک درست راہ اختیار کر لی ہے تم اپنی قسموں کو پکا کرنے کے بعد اسے نہ گنواؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔"

شیرکوہ کی وزارت

اس کے بعد اسد الدین شیرکوہ' وزارت کے دفتر گیا جہاں شاور بیٹھتا تھا وہاں بیٹھ کر وہ وزارت کے احکام نافذ کرنے لگا اور امور سلطنت تمام دینے لگا۔ اس نے فوج کو جاگیریں مرحمت کیں' اس نے امن و امان قائم کر کے اہل مصر کو اپنے شہر میں واپس آ کر اپنے گھروں میں آباد ہونے کی ہدایات بھیجیں اس کے بعد اس نے سلطان نور الدین کو بھی تمام واقعات کی تفصیل لکھ کر بھیجی اور وہ اپنے کام انجام دینے لگا۔

پھر شیرکوہ خلیفہ عاضد کے پاس گیا تو وہاں مصر کے سب سے بڑے استاذ جوہر الخصی نے اس کے بارے میں تقریر کرتے ہوئے یوں کہا "ہمارے آقا (خلیفہ عاضد) آپ کے بارے میں یہ فرماتے ہیں "جب سے آپ آئے ہیں اس وقت سے ہم آپ کے منصب اور مقام کو پسند کرتے ہیں' اس واقعہ کا آپ کو بھی علم ہے ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمارے دشمنوں پر غالب آنے کے لیے قائم رکھا ہے۔"

اسد الدین شیرکوہ نے اس پر خیر خواہی اور سلطنت سے وفاداری کا حلف اٹھایا پھر استاذ موصوف نے خلیفہ عاضد کی جانب سے یہ کہا "اب تمام اختیارات آپ کے ہاتھ میں ہیں۔"

پھر شیرکوہ کو نئے سرے سے خلعت عنایت کیا گیا۔ شیرکوہ نے عبدالقوی کو اپنا جانشین اور مشیر مامور کیا جو مصر کے قاضی القضاۃ اور (فاطمی تحریک کے) سب سے بڑے مبلغ تھے۔ شیرکوہ نے اس کو بہت پسند کیا اور اپنا مشیر خاص مقرر کیا۔

شاور کا بیٹا کامل اپنے تمام بھائیوں کے ساتھ محل میں پناہ گزین ہو گیا۔ شیرکوہ نے اس پر اظہار افسوس کیا کیونکہ اس نے اپنے والد (بری حرکات سے) باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔

شیرکوہ کا انتقال

ماہ جمادی الاخر ۵۶۴ھ میں اسد الدین شیرکوہ کا انتقال ہو گیا۔ وہ صرف دو ماہ وزیر رہا۔ انتقال کے وقت اس نے اپنے ساتھی بہاؤ الدین قراقوش کو یہ وصیت کی "اللہ کا شکر ہے کہ ہم اس ملک میں اپنے مقاصد اور ارادوں میں کامیاب ہوئے اور یہاں کے باشندے ہم سے خوش ہیں۔ اس لیے تم قاہرہ کی فصیل سے باہر نہ نکلو اور بحری بیڑے کے انتظام میں ہرگز کوتاہی سے کام نہ لینا۔"

وزارت کے امیدوار

شیرکوہ کے انتقال کے بعد اس کے امراء اور حکام جو اس کے ساتھ آئے تھے' اس کی جگہ وزیر بننے کی کوشش کرنے لگے۔ ان امیدواروں میں یہ امراء شامل تھے۔

۱۔ عز الدولہ الباروقی۔ ۲۔ شرف الدین المشطوب الہکاری۔ ۳۔ قطب الدین ینال بن حسان۔ ۴۔ شہاب الدین الحارمی (یہ صلاح الدین کے ماموں تھے) ان میں سے ہر ایک' ایک دوسرے پر غلبہ پانے کی کوشش میں مصروف ہو گیا۔

قصر شاہی کے افرد اور سلطنت کے خاص ارکان نے اس بارے میں مشورہ کیا تو استاذ جوہر نے یہ رائے دی کہ وزارت کا عہدہ خالی رکھا جائے اور غز قوم کی فوج میں سے تین ہزار سپاہیوں کا انتخاب کر کے ان کا سپہ سالار قراقوش کو مقرر کیا جائے اور انہیں مشرقی علاقے میں جاگیریں عطا کی جائیں۔ چنانچہ یہ فوج وہاں رہ کر فرنگیوں کے حملوں کا مقابلہ کرے گی اس طرح کوئی شخص خلیفہ پر حاوی اور غالب نہیں ہوگا بلکہ وہ خلیفہ اور عوام کے درمیان رابطہ اور وسیلے کا ذریعہ بنے گا۔

صلاح الدین کی تقرری

بعض نے یہ رائے دی کہ صلاح الدین کو اپنے چچا کا قائم مقام بنایا جائے۔ تمام لوگوں نے اس کی تائید کی اور قاضی القضاۃ نے بھی جھجک اور تامل کے ساتھ صلاح الدین کی حمایت کی۔ اس کی وجہ محض اس کی نوعمری تھی' ورنہ اس میں خودمختاری کا وہ رجحان نہیں پایا جاتا تھا جو اس کے دوسرے ساتھیوں میں موجود تھا۔ ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ اس کی حکومت میں لوگوں کو اظہار خیال کی آزادی میسر ہو گی۔

چنانچہ خلیفہ نے اس کو بلوا کر وزارت سے نوازا اور اس کا لقب الملک الناصر رکھا۔ اس تقرری پر صلاح الدین کے دوسرے ساتھی امراء کے مخالف ہو گئے اور انہوں نے اس کی اطاعت تسلیم نہ کی۔ تاہم عیسٰی الہکاری اس کا زبردست حامی رہا اور آخر کار اس نے اس کے ساتھیوں کو اس کا حمایتی بنا لیا۔ البتہ الباروقی مخالفت کرتا رہا اور وہ سلطان نور الدین کے پاس شام چلا گیا۔

پھر سلطان صلاح الدین کے قدم مصر میں جم گئے اور وہ مصر میں سلطان نور الدین کا نائب تھا اور سلطان نور الدین بھی خط و کتابت میں اسے امیر اسفہار لکھا کرتا تھا اور مصر کے تمام امراء کے ساتھ ساتھ اس سے یکساں خطاب کرتا تھا۔

اس طرح سلطان صلاح الدین اس قدر خوش اسلوبی کے ساتھ مصر کی سلطنت کا انتظام کرتا رہا کہ عوام اس سے مطمئن ہو گئے۔ وہ دل سے ان پر بخشش کرتا تھا تا آنکہ اس نے رعایا کے دلوں کو اپنا غلام بنا لیا۔ حتیٰ کہ خلیفہ عاضد کا اثر کم ہو گیا۔ اس نے سلطان نور الدین سے یہ درخواست کی کہ وہ اس کے بھائیوں اور اس کے اہل و عیال کو مصر روانہ کر دے۔ لہٰذا سلطان نے انہیں شام سے وہاں بھیج دیا۔ اس طرح اس کے تمام کام ٹھیک ہو گئے اور وہ دن بدن ترقی کی منازل طے کرنے لگا۔

ایک ناکام سازش

موتمن الخلافت کے لقب سے موسوم ایک خصی حاکم خلیفہ عاضد کے محل میں تھا جو داروغہ محل تھا۔ جب ارکان سلطنت نے صلاح

کی وزارت کو تسلیم کرلیا تو اس نے کچھ لوگوں کے ساتھ سازباز کی اور فرنگیوں سے خفیہ خط و کتابت کر کے انہیں حملہ کرنے کے لیے اکسایا اس کا ارادہ یہ تھا کہ جب صلاح الدین ان کے مقابلے کے لیے نکلے تو وہ پیچھے سے حملہ کر دے اور پھر اس کا تعاقب کریں' ایسی صورت میں فرنگی اس پر حملہ کر کے اس کو ختم کر دیں گے۔

ایک تیز رفتار قاصد کے ہاتھ ایک خط اس نے بھیجا' قاصد نے اس خط کو اپنے جوتوں میں چھپا لیا۔ راستے میں ایک ترکمانی شخص ملا۔ اس نے جوتے دیکھ کر اس سے چھین لیے۔ چند لوگوں کو نئے جوتوں پر شک و شبہ ہوا تو وہ اسے صلاح الدین کے پاس لائے۔ اس نے انہیں کھولا تو اندر سے وہ خفیہ خط نکلا جو اس نے پڑھ لیا۔ جب اس خط کے کاتب کو بلوایا گیا تو اس نے اصل حقیقت سے آگاہ کیا۔ صلاح الدین نے اس بات کو خفیہ رکھا اور موقع کا منتظر رہا چنانچہ موتمن الخلافت سیر و تفریح کے لیے اپنے کسی گاؤں کو روانہ ہوا تو صلاح الدین نے اس کے پیچھے ایک شخص کو بھیجا جس نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

قراقوش کی تقرری

اس کے بعد صلاح الدین نے محل کے سیاہ خصیوں سے محل کی حکومت و انتظام چھین لیا اور اس پر بہاء الدین قراقوش کو جو اس کے غلاموں میں سے سفید فام خصی تھا' حاکم مامور کیا اور محل کے انتظامات اس کے ذمے کر دیئے گئے۔

موتمن الخلافت کے قتل کے بعد مصر کے سیاہ فام باشندے بہت خفا ہوئے۔ چنانچہ پانچ ہزار سیاہ فام سلطان صلاح الدین سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور اس سال کے ماہ ذوالقعدہ میں اس کے محل کے لشکر سے مقابلہ کیا۔ سلطان نے ان کے مرکزی مقام منصورہ میں آگ لگوا دی جہاں ان کے اہل و عیال موجود تھے' انہوں نے جب یہ خبر سنی تو شکست کھا کر راہ فرار اختیار کی لیکن گلیوں میں بھی ان کو تلواروں کا سامنا کرنا پڑا۔

جس کے نتیجہ میں انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور وہ دریا کو عبور کر کے جنیرہ کے مقام پر پہنچ گئے۔ لیکن سلطان صلاح الدین کا بھائی شمس الدولہ لشکر لے کر وہاں بھی پہنچ گیا اور ان کا صفایا کر دیا۔

فرنگیوں کا حملہ

صلاح الدین کے حاکم بننے پر صلیبی فرنگیوں کو بڑا دکھ ہوا' وہ اس بات پر بہت پشیمان ہوئے کہ وہ اسے اور اس کے چچا کو مصر جانے سے نہ روک سکے اب انہیں مصر پر سلطان نور الدین کے غلبے کی وجہ سے اپنی ہلاکت کا خطرہ تھا اس لیے انہوں نے راہبوں اور پادریوں کو عیسائی ممالک میں بھیجا تاکہ وہ انہیں دعوت دیں کہ وہ بیت المقدس کی حفاظت کریں۔ انہوں نے صقلیہ (سسلی) اور اندلس (ہسپانیہ) کے فرنگیوں سے بھی خط و کتابت کی تاکہ وہ بھی امدادی فوج بھیجیں۔ لہٰذا یہ تمام ان کی امداد کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور ان تمام ممالک کے رضا کار فوجیں شام کے ساحلی علاقے میں جمع ہو گئے' وہ ایک ہزار بحری بیڑوں میں سوار تھے پھر یہ تمام فرنگی دمیاط کی جانب بھیجے گئے تھے تاکہ وہ اس پر قبضہ کر کے مصر جا پہنچیں۔

شمس الخواص منکبرس کو سلطان صلاح الدین نے دمیاط کا حاکم مامور کیا تھا' اس نے ان کی آمد سے اسے آگاہ کیا تو سلطان نے بہاء الدین قراقوش کو فوج دے کر بھیجا اور غز قوم کے امراء کو حکم دیا کہ وہ خشکی کے راستے سے پیش قدمی کریں' اس نے کشتیوں میں ہتھیار اور سامان رسد اچھی طرح فراہم کر دیا تھا۔

اس سلسلہ میں سلطان صلاح الدین نے نور الدین سے بھی امدادی فوج طلب کی' اس نے یہ بھی لکھا کہ مصر کے ارکان سلطنت کی بغاوت کے خطرے کے باعث وہ خود وہاں جانے سے قاصر ہے۔

نور الدین کی چڑھائی

چنانچہ سلطان نور الدین زنگی نے امدادی فوج روانہ کی اور بذات خود بھی ایک لشکر لے کر روانہ ہوا۔ لیکن فرنگی فوجوں کے راستے کے خلاف وہ لشکر لے کر سواحل شام پر ان کے شہروں پر چڑھ دوڑا اور انہیں تاراج کر کے رکھ دیا۔

فرنگی فوجیں جب دمیاط کا محاصرہ کر رہی تھیں تو انہیں اس تباہی کی اطلاع ملی۔ اس وقت وہ دمیاط کے شہروں پر قبضہ نہیں کر سکے تھے

اور اس دوران ان کے بہت سے آدمی مارے گئے تھے۔ اس لیے پچاس روز کے بعد انہوں نے محاصرہ اٹھالیا۔ جب سواحل شام کے فرنگی اپنے شہروں کو واپس گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے شہر برباد پڑے ہیں۔

سلطان نور الدین نے دمیاط کے معرکہ میں جو امدادی فوج سلطان صلاح الدین کے لیے بھیجی تھی، اس کے ساتھ کپڑوں اور اسلحہ کے علاوہ دس لاکھ دینار بھی روانہ کیے۔

الکرک کا محاصرہ

اس سال کے درمیانی عرصہ میں سلطان صلاح الدین نے سلطان نور الدین سے درخواست کی کہ وہ اس کے والد محترم نجم الدین ایوب کو اس کے پاس بھجوا دے چنانچہ سلطان نور الدین نے ایک لشکر کے ساتھ انہیں روانہ کیا اُن کے ساتھ تاجروں کی ایک جماعت بھی روانہ ہوئی سلطان نور الدین کو راستے میں الکرک کے فرنگیوں کے حملہ کا خطرہ تھا اس لیے وہ خود الکرک تک گیا اور ان کو محاصرہ میں لے لیا۔

نجم الدین ایوب کا خیر مقدم

اس سلسلے میں دوسری فرنگی فوجیں اکٹھی ہوگئی تھیں چنانچہ سلطان نے ان کے مقابلہ کا ارادہ کیا لیکن وہ بھاگ گئیں اور سلطان ان کے شہروں کے درمیان سے گذر کر عشیرا کے مقام تک گیا۔ اس کے بعد نجم الدین ایوب بخیر و عافیت مصر پہنچ گئے اور خود خلیفہ عاضد سوار ہو کر ان کے خیر مقدم اور ملاقات کے لیے آیا۔

ایلہ پر قبضہ

۵۶۶ھ میں سلطان صلاح الدین نے فرنگیوں کے شہروں پر حملہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی اور عسقلان اور رملہ کے علاقوں پر حملے کیے اور غزہ کو بھی تباہ کیا پھر اس کا مقابلہ فرنگیوں کے بادشاہ سے ہوا تو اسے بھی شکست دی۔ اس کے بعد سلطان مصر واپس آگیا۔ یہاں آکر سلطان نے کشتیاں بنوائیں اور انہیں الگ الگ کر کے اونٹوں پر لادا اور جب وہ ایلہ کے مقام پر پہنچا تو ان کشتیوں کو جڑوا کر سمندر میں چلوایا اس طرح سلطان نے ایلہ کا بحری اور بری دونوں راستوں سے محاصرہ کیا اور اس سال کے ماہ ربیع الاول میں اس پر قبضہ کر لیا اس کے بعد سلطان نے مصر واپسی اختیار کی۔

قاضیوں کی برطرفی

سلطان صلاح الدین نے مصر پہنچ کر شیعہ قاضیوں کو برطرف کیا اور ان کے بجائے شافعی مسلک کے قاضی متعین کیے اس طریقہ پر اس نے تمام ملک میں عمل کروایا۔

فسادیوں کی گوشمالی

اس کے بعد اس نے اپنے بھائی توران شاہ شمس الدولہ کو فوج دے کر مصر کے بالائی حصے کی جانب روانہ کیا تاکہ وہاں وہ ان عرب فسادیوں کی گوشمالی کرے جنہوں نے اس علاقے میں تباہی پھیلا رکھی تھی۔ چنانچہ اس کے حملوں کے ذریعے ان عربوں کے فساد کا خاتمہ کیا گیا۔

خلیفہ کے نام کا خطبہ

اس دوران سلطان نور الدین نے سلطان صلاح الدین کو یہ ہدایت بھیجی کہ مصر میں خلیفہ عاضد کے نام کا خطبہ بند کر کے عباسی خلیفہ المستضئی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے سلطان صلاح الدین نے بظاہر یہ معذرت پیش کی کہ اہل مصر فاطمی خلفاء کی جانب مائل ہیں لیکن اندرونی طور پر صلاح الدین کو اس بات کا خطرہ تھا کہ اس کے بعد نور الدین اسے برطرف نہ کر دے بہرحال سلطان نور الدین نے اس کی معذرت قبول نہیں کی۔ اس وقت سلطان صلاح الدین نے اس کی مخالفت نہیں کی لیکن اس کی ہدایت کو عملی جامہ بھی نہ پہنایا۔

اس دوران صلاح الدین کے پاس ایک عجمی عالم آیا جو خبشانی کے نام سے موسوم تھا اور اس کا لقب الامیر العالم تھا جب اس نے دیکھا کہ لوگ اس معاملے میں پس و پیش کر رہے ہیں تو اس نے جمعہ کے روز خطیب سے پہلے کھڑے ہو کر منبر پر خلیفہ عباسی المستضئی کے لیے دعا مانگی۔ اس واقعہ کے بعد اگلے جمعہ کو سلطان صلاح الدین نے مصر کے خطیبوں کو حکم دیا کہ وہ خلیفہ العاضد کے نام کا خطبوں میں ذکر کرنا

کریں بلکہ وہ خلیفہ عباسی المستضئی کا نام خطبوں میں خلیفہ کی حیثیت سے لیا کریں۔ چنانچہ ماہ محرم ۵۶۷ھ کے دوسرے جمعہ سے اس پر عمل درآمد ہوا۔

خلیفہ عاضد کا انتقال

گذشتہ سال ربیع الاول کے مہینہ میں خلیفہ المستضئی اپنے باپ کے انتقال کے بعد خلیفہ ہوا تھا۔ اس کے نام کا خطبہ جب مصر میں پڑھا جانے لگا تو اس وقت خلیفہ عاضد بیمار تھا اس لیے لوگوں نے اس کو اس خبر سے آگاہ نہ کیا۔ اس کے بعد اسی سال عاشورہ (محرم) کے روز عاضد وفات پا گیا تو صلاح الدین نے اس کی تعزیت اور ماتم کی رسوم ادا کیں۔ اس کے بعد اس نے اس کے محل پر قبضہ کر لیا اور اس کا منتظم بہاء الدین قراقوش کو مقرر کیا۔

شاہی ذخیرے

شاہی محل میں ایسے بیش قیمت ذخیرے تھے جو دنیا میں نایاب تھے مثلاً یاقوت کا ایک بڑا ہار تھا جس کے ہر دانے کا وزن سترہ مثقال تھا۔ اسی طرح زمرد کا ایک ہار تھا جس کا طول، عرض میں چار انگشت تھا اسی طرح ایک عجیب و غریب طبلہ قولنج تھا جس کی خاصیت یہ تھی کہ اگر اس طبلہ کو بجایا جائے تو اس کے بجانے سے قولنج کا مرض رفع ہو جاتا تھا۔ یہ طبلہ جب محل میں ملا تو لوگوں نے اس کو توڑ دیا لیکن جب اس کا فائدہ معلوم کیا گیا تو توڑنے والوں کو اپنی اس حرکت پر پشیمانی ہوئی۔ محل میں عمدہ اور نادر کتب بھی کافی تعداد میں موجود تھیں۔

عاضد کے اہل و عیال سے سلوک

عاضد کے اہل و عیال کو سلطان صلاح الدین نے محل کے چند کمروں میں منتقل کر کے ان پر نگران متعین کر دیئے تھے البتہ جو لونڈی غلام تھے انہیں محل سے نکال دیا اُن میں سے کچھ لونڈی غلاموں کو فروخت کر دیا گیا کچھ کو (ساتھیوں میں) بخشش کے طور پر بانٹ دیا اور کچھ کو آزادی عطا کر دی۔

خلیفہ عاضد کی سیرت

جب خلیفہ عاضد بیمار ہوا تھا تو اس نے سلطان صلاح الدین کو بلوایا تھا لیکن وہ نہیں گیا۔ اس نے اسے کوئی چال خیال کی لیکن جب اس کا انتقال ہو گیا تو اسے شرمندگی ہوئی کیونکہ سلطان اسے شریف الطبع، نرم دل اور نیک سیرت خیال کرتا تھا۔

بغداد میں خوشی کا اظہار

بغداد میں جب خلیفہ المستضئی کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی اطلاع پہنچی تو بغداد میں خوشی کی محافل کا انعقاد ہوا۔ سابقہ خلیفہ المستضئی کے خاص خادم صندل کے ہاتھوں سلطان نور الدین اور سلطان صلاح الدین کو خلعت روانہ کیے گے۔ صندل سلطان نور الدین کے پاس پہنچا، وہاں سے مصر صلاح الدین اور مصر کے خطباء کے لیے خلعت بھیجے گئے اور سیاہ علم بھی روانہ کیے گئے۔

نور الدین اور صلاح الدین کے تعلقات

سلطان نور الدین کے حالات میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ سلطان نور الدین سے سلطان صلاح الدین کی ناراضگی ہو گئی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ سلطان صلاح الدین نے ۵۶۷ھ میں (صلیبی) فرنگیوں کے شہروں پر حملہ کیا تھا اور الکرک کے نزدیک قلعہ شویک کا محاصرہ کر لیا اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے جب اس کی اطلاع سلطان نور الدین کو ملی تو اس نے دوسری جانب سے فرنگیوں کے شہروں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور اسے ملاقات کے لیے بلایا۔ سلطان صلاح الدین کو اس بارے میں شک و شبہ ہوا کہ اگر اس نے سلطان نور الدین سے ملاقات کر کے اظہار اطاعت کیا تو اس کے بعد وہ اسے کہیں برطرف نہ کر دے۔ اس لیے وہ جلد مصر واپس چلا گیا۔ اس نے یہ معذرت کی کہ فاطمی امراء کی بغاوت کے بارے میں اسے خبر ملی تھی۔ اس لیے اس نے جلد واپسی اختیار کی۔

اس کی یہ حرکت سلطان کو اچھی نہ لگی اور اس نے صلاح الدین کو برطرف کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ سلطان صلاح الدین کو بھی اس کی خبر مل گئی تھی اس لیے وہ اپنی جنگی مدافعت کے لیے تیار ہو گیا۔ اس کے والد نجم الدین ایوب نے اسے اس بات سے منع کیا اور اسے

مشورہ دیا کہ وہ سلطان نور الدین سے نرم رویہ اختیار کر کے اس سے خط و کتابت کرے کیونکہ اگر اسے مخالفانہ باتوں کی خبر ملے گی تو وہ برطرفی کے ارادہ کو مضبوط کر لے گا چنانچہ سلطان صلاح الدین نے ایسا ہی کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان نور الدین نے اس کے ساتھ صلح کر لی اور ان دونوں کے سابقہ تعلقات بحال ہو گئے اور دونوں بادشاہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ دونوں مل کر الکرک کا محاصرہ کریں گے چنانچہ سلطان صلاح الدین نے ۵۶۸ھ میں اس مقصد کے لیے پیش قدمی کی۔ سلطان نور الدین نے بھی جنگی تیاری کے بعد دمشق سے کوچ کیا۔ جب وہ الکرک سے دو منزلوں کے فاصلے پر الرقیم کے مقام پر پہنچا اور سلطان صلاح الدین کو اس کی آمد کی اطلاع ملی تو دوبارہ اسے اپنی برطرفی کے بارے میں شک و شبہ ہوا۔ اسی دوران اس کے والد نجم الدین ایوب کی بیماری کی اطلاع ملی تو وہ واپس چلا گیا۔ واپسی پر اس نے نور الدین الفقیہہ الهکاری کو سلطان نور الدین کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس کے باپ کی بیماری کی اطلاع دے کر معذرت پیش کرے اور یہ بتائے کہ وہ (سلطان) اس وجہ سے واپس چلا گیا ہے۔ سلطان نور الدین نے اس کی یہ معذرت تسلیم کر لی اور اس نے بھی دمشق کی راہ لی۔

نجم الدین ایوب کا انتقال

سلطان صلاح الدین جب مصر چلا گیا تھا تو اس وقت اس کا والد نجم الدین ایوب سلطان نور الدین کے پاس عرصہ تک دمشق میں ہی رہا لیکن جب سلطان صلاح الدین کی حکومت مصر میں مضبوط ہو گئی تو سلطان نور الدین نے ۵۶۵ھ میں اپنے لشکر کے ساتھ اسے مصر روانہ کیا اور خود لشکر لے کر الکرک کا محاصرہ کرنے کے لیے روانہ ہوا تاکہ فرنگی فوجیں اس کے راہ کی رکاوٹ نہ بن سکیں۔

نجم الدین جب مصر پہنچا تو سلطان عاضد نے شہر سے باہر نکل کر اس کا خیر مقدم کیا۔ اس کے بعد وہ مصر میں عزت و احترام کے ساتھ رہا۔ جب سلطان صلاح الدین ۵۶۸ھ میں دوسری مرتبہ سلطان نور الدین کا وعدہ پورا کرنے کے لیے الکرک کی جانب روانہ ہوا تو نجم الدین مصر ہی میں مقیم رہا۔ اس دوران وہ ایک دفعہ گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کے باہر نکلا' اس وقت گھوڑے نے سرکشی اور اٹھکیلیاں کرتے ہوئے اسے گھوڑے سے گرا دیا اور وہ زخمی حالت میں گھر واپس آیا چنانچہ وہ چند روز بیمار رہنے کے بعد اسی سال کے ماہ ذوالحجہ میں وفات پا گیا۔

نجم الدین انتہائی نیک خصلت' سخی تھا وہ علماء اور فقراء سے بہت اچھا برتاؤ کیا کرتا تھا۔

طرابلس الغرب پر قبضہ

تقی الدین عمر بن شاہ بن نجم الدین ایوب جو سلطان صلاح الدین کا بھتیجا تھا' کا ایک آزاد کردہ غلام قراقوش تھا۔ ایک مرتبہ اس کا آقا کسی بات پر اس پر غصے ہوا تو وہ ناراض ہو کر مغرب (شمالی افریقہ) کی جانب چلا گیا اور طرابلس الغرب کے گرد و نواح میں جبل نفوسہ میں مقیم ہو گیا اور وہاں کے لوگوں کو اپنے آقاؤں (خاندان ایوبی) کی اطاعت کرنے کے لیے کہتا رہا۔

ان پہاڑوں کی ایک وادی میں مسعود ابن زمام' جو بلمط کے نام سے مشہور تھا' اپنے قبیلہ رباح کے ساتھ' جو ہلال بن عامر کے عربوں سے متعلق تھے' رہتا تھا۔ اس نے سلطان عبدالمومن کی' جو موحدین کا بادشاہ اور مہدی کا جانشین تھا' اطاعت قبول نہیں کی تھی۔ اس لیے وہ مغرب اور افریقیہ سے اپنے قبیلے کو لے کر اس دور افتادہ مقام میں قیام پذیر ہو گیا تھا۔

اس کو بھی قراقوش نے ایوبی خاندان کی اطاعت قبول کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ اس نے اس کی دعوت قبول کر لی اور اپنے قبائل سمیت قراقوش کے ساتھ طرابلس کی جانب روانہ ہوا۔ قراقوش نے طرابلس الغرب کا محاصرہ کر لیا اور پھر اس نے اس شہر پر قبضہ کر لیا اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ یہاں کے محل میں رہائش رکھ لی۔

قراقوش کی فتوحات

اس کے بعد قراقوش نے اس کے پیچھے کے شہروں قابس' توزر' نفطہ اور بلاد نفزاوہ پر جو افریقیہ کے شہر تھے' قبضہ کر لیا۔ اس طرح اس نے بہت مال و دولت اکٹھی کر لی اور اس کا ذخیرہ شہر قابس میں رکھا۔ یہ شہر ان عرب قبائل کے حملوں کی وجہ سے برباد ہو گئے تھے کیونکہ یہاں کے باشندے اپنے شہروں کا دفاع نہیں کر سکتے تھے۔

قراقوش کا قتل

قراقوش کے حوصلے اب بڑھ گئے تھے اور اب وہ افریقیہ کے تمام علاقے پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھنے لگا۔ اس نے یحییٰ بن غانم میورقی سے تعلقات استوار کر لیے جو اس علاقے کی سابق سلطنت کا ایک باغی امیر تھا چنانچہ ان دونوں کے مشترکہ کارنامے موحدین کی سلطنت میں قبل ذکر ہیں لیکن آخر کار ابن غانیہ قراقوش کے مفتوحہ علاقوں پر قابض ہو گیا اور اس نے اس کو قتل کر دیا جیسا کہ موحدین کی سلطنت کے حالات میں بیان کیا گیا ہے۔

نوبہ پر قبضہ

نور الدین سے سلطان صلاح الدین اور ان کا خاندان کافی بدگمان تھا۔ انہیں اس پر مکمل بھروسہ نہ تھا' اس لیے ان کی یہ کوشش تھی کہ وہ مصر کے دوسرے علاقوں پر قبضہ کریں تاکہ اگر ان پر کوئی مصیبت آئے یا وہ مصر پر حملہ کرے تو وہ دوسرے مفتوحہ علاقوں میں جا سکیں۔

چنانچہ اس مقصد کے تحت انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ نوبہ کے علاقہ کو یا یمن کو فتح کریں۔ اس پر سلطان صلاح الدین کے بڑے بھائی شمس الدولہ توران شاہ ابن ایوب نے نوبہ کی جانب پیش قدمی کی اور ۵۶۸ھ میں وہ لشکر لے کر وہاں پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے ایک سرحدی قلعہ کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا لیکن جب اس نے اس علاقہ کا دورہ کیا تو اسے وہاں آمدنی کے ذرائع نہیں ملے اور نہ وہاں لگان اور مالیہ کے وصول ہونے کا امکان تھا کیونکہ وہاں کے باشندوں کی غذا صرف باجرہ تھی اور وہاں بڑی تنگ دستی میں گذارا کر رہے تھے اور ہر وقت وہاں فتنہ و فساد ہوتا رہتا تھا۔ اس لیے اس نے انہی سرحدی فتوحات پر اکتفا کیا اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو لے کر واپسی اختیار کی۔

یمن پر قبضہ

مصر واپس آنے کے تھوڑے عرصے بعد سلطان صلاح الدین نے اسے یمن بھیج دیا۔ یمن پر ۵۵۴ھ میں علی بن مہدی خارجی غالب آ گیا تھا اور اب یہاں کا حاکم اس کا بیٹا عبدالنبی تھا اور اس کا پائے تخت زبید تھا۔ وہاں کے کچھ حصے پر یاسر بن بلال حکمران تھا جو سلاطین بنو الزریع کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

عمارۃ الیمنی العبیدی جو مشہور شاعر اور بنو زریک (سابق وزیر مصر) کا مصاحب تھا ان کے امراء میں سے تھا' اس کا خاندان یمن سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ شمس الدولہ کا ملازم تھا اور اسے یمن فتح کرنے پر آمادہ کرتا رہتا تھا چنانچہ شمس الدولہ نے جنگی تیاریاں مکمل کرنے اور فوجی خامیاں دور کرنے اور مال و عیال کا سامان فراہم کرنے کے بعد یمن کی جانب چڑھائی کی اور ۵۶۹ھ کے درمیانی عرصے میں مصر سے کوچ کیا۔ وہ مکہ مکرمہ سے گذرتا ہوا زبید پہنچا وہاں یمن کا حکمران عبدالنبی بن علی بن مہدی تھا۔ وہ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلا اور جنگ کرتا رہا' لیکن آخر میں اسے شکست ہوئی تو وہ شہر میں محصور ہو کر بیٹھ گیا۔ اب شمس الدولہ کے سپاہی اس کی فصیلوں پر چڑھ کر شہر میں گھس گئے اور شہر پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے حاکم شہر عبدالنبی اور اس کی بیوی کو قید کر لیا۔ شمس الدولہ نے شیرز کے امراء میں سے مبارک بن کامل ابن منقذ کو زبید کا حاکم مامور کیا جو اس کی فوج میں شامل تھا۔

عبدالنبی کو اس نے مبارک کے سپرد کیا تاکہ وہ اس کے قبضے سے مال و دولت نکال سکے چنانچہ اس کے پاس سے بہت سے خفیہ خزانے نکلے جہاں بہت مال و دولت جمع تھی۔ اس کی بیوی نے بھی کچھ خزانوں کا پتہ بتایا جہاں سے مال و دولت برآمد ہوا۔ اس کے بعد زبید کی مساجد میں عباسی خلیفہ کی اطاعت کا خطبہ پڑھنا شروع ہو گیا۔

شمس الدولہ توران شاہ وہاں سے عدن گیا جہاں کا حاکم یاسر بن بلال تھا اس کے باپ بلال بن جریر نے اپنے موالی بنو الزریع سے یہ سلطنت چھین لی تھی اور اس کے بعد اس کا بیٹا یاسر حاکم بنا۔ وہ مقابلہ کے لیے آیا لیکن شمس الدولہ نے اسے شکست دی اس کے لشکر نے شہر پر قبضہ کر لیا اور یاسر کو گرفتار کر کے شمس الدولہ کے پاس لائے جب وہ عدن میں داخل ہوا تو حاکم یمن عبدالنبی بھی اس کے ساتھ قیدی کی حیثیت میں تھا۔ شمس الدولہ نے اس کے گردونواح کے علاقہ پر بھی قبضہ کر لیا اور پھر زبید کی راہ لی۔

اس کے بعد وہ کوہستانی قلعوں کی فتح کے لیے روانہ ہوا چنانچہ اس نے سب سے مضبوط قلعہ تعز' قلعہ تعکر' جند اور دیگر قلعوں پر قبضہ کر لیا۔

دارالحکومت کی تبدیلی

عز الدولہ عثمان بن زنجیلی کو اس نے عدن کا حاکم مامور کیا اور زبید کو اپنا دارالحکومت بنایا لیکن یہ مرکز مضر صحت ثابت ہوا تو وہ طبیبوں کو لے کر کوہستانی علاقوں میں گھومتا رہا تاکہ وہ رہائش کے لیے عمدہ آب و ہوا کا مقام انتخاب کریں' اطباء نے تعز کا مقام پسند کیا تو اس نے وہاں ایک شہر تعمیر کرایا اور اسے اپنا صدر مقام بنایا۔ اس کے بعد اس کی سلطنت اس کی اولاد اور اس کے موالی بنو رسول میں قائم رہی جن کا حال آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔

سازش کا خاتمہ

فاطمی گروہ کی ایک جماعت مصر میں موجود تھی جن میں عمارہ بن ابوالحسن یمنی (جو مشہور شاعر تھا) عبدالصمد الکاتب' قاضی عویدس' ابن کامل' داعی الدعاۃ' فوج کے چند افراد اور شاہی محل کے ملازمین شامل تھے' انہوں نے یہ سازش کی کہ صقلیہ اور سواحل شام سے فرنگی فوجوں کو بلوایا جائے۔ انہوں نے انہیں مصر بلوانے میں مال و دولت بھی خرچ کیا' ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر سلطان صلاح الدین خود فوج لے کر ان کے مقابلے کے لیے نکلے گا تو یہ لوگ قاہرہ میں علم بغاوت بلند کر دیں گے اور اگر وہ خود قاہرہ میں مقیم رہے اور فرنگیوں کے مقابلے کے لیے اپنی فوج روانہ کرے تو وہ اسے تنہا پا کر اسے گرفتار کر لیں گے۔ اس سازش میں اس کے ساتھ صلاح الدین کے امراء کی ایک جماعت بھی شریک ہو گئی تھی۔ انہوں نے یمن میں اس کے بھائی توران شاہ کی موجودگی کو غنیمت جانا انہیں اپنے منصوبے کی کامیابی پر اس قدر یقین تھا کہ انہوں نے آپس میں سلطنت کے عہدے بھی تقسیم کر لیے تھے اور وزارت کے عہدے کے لیے بنو زریک اور بنو شاور کے مابین مقابلہ بازی ہو رہی تھی۔

اس سازش میں علی بن نجی الواعظ بھی شریک تھا۔ اس نے صلاح الدین کو اس سازش سے آگاہ کیا۔ صلاح الدین نے فرنگیوں کے علاقے میں بھی اپنے جاسوس بھیج دیئے تھے جو ان کے قاصد کی نگرانی کر رہے تھے جب انہوں نے واقعات ٹھیک بتائے تو صلاح الدین نے انہیں گرفتار کر لیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ علی بن نجی نے ان کی سازش کی خبر قاضی کو دی اور اس نے یہ اطلاع سلطان صلاح الدین کو پہنچائی۔ گرفتاری کے بعد سلطان نے انہیں سولی پر چڑھا دینے کا حکم دیا۔

عمارہ شاعر' قاضی کے گھر کے قریب سے گزرا تو اس نے قاضی سے ملاقات کرنی چاہی تو ملاقات نہیں ہو سکی۔ اس موقع پر اس نے یہ مشہور شعر پڑھا' جس کا ترجمہ یہ ہے:

"عبدالرحیم روپوش ہو گیا ہے اس کا صحیح سالم رہنا عجیب بات ہے۔"

پھر تمام سازشیوں کو سولی پر چڑھا دیا گیا اور اعلان کیا گیا کہ فاطمی فرقہ کے تمام افراد کو مصر سے نکال کر بالائی حصے صعید میں بھیج دیا جائے۔ سلطان عاضد کی اولاد کا بھی محل میں محاصرہ کر لیا گیا۔ اس کارروائی کے بعد فرنگی فوجوں نے صقلیہ سے اسکندریہ کی طرف پیش قدمی کی۔

فرنگیوں کی مصر پر چڑھائی

صقلیہ کے فرنگیوں کے پاس جب فاطمی گروہ کے قاصد پہنچے تو وہ جنگ کے لیے تیار ہو گئے اور انہوں نے جنگجو سپاہیوں کے دو سو بحری بیڑے بھیجے جن میں پچاس ہزار پیادے اور پانچ سو سوار تھے' ان میں تیس گاڑیاں گھوڑوں کی تھیں اور چھ گاڑیاں سامان جنگ کی تھیں اور چالیس گاڑیاں کھانے پینے کے سامان کی تھیں۔ ان کی قیادت حاکم صقلیہ کا چچا زاد بھائی کر رہا تھا وہ اسکندریہ کے ساحل پر ۵۷۰ھ میں پہنچے۔ شہر والے فصیلوں پر چڑھ کر ان کا مقابلہ کرنے لگے تو انہوں نے فصیلوں پر آلات جنگ نصب کر دیئے۔

سلطان صلاح الدین کو جب اس جنگ کی اطلاع ملی تو ہر جانب سے سپہ سالار اسکندریہ پہنچے۔ یہ سب تیسرے روز نکلے اور فرنگیوں سے جنگ کرتے رہے اور ان پر غالب رہے۔ دن کے آخری حصہ میں ان فوجوں کو یہ خوشخبری ملی کہ سلطان صلاح الدین وہاں آ رہے ہیں چنانچہ وہ جنگ کا فیصلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور رات کا اندھیرا چھا جانے پر انہوں نے فرنگیوں کے خیموں پر جو ساحل بحر پر نصب تھے' حملہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی فوجیں بھاگ کر کشتیوں پر سوار ہو گئیں جس کا انجام یہ ہوا کہ کافی افراد مارے گئے اور کچھ ڈوب گئے۔ فرنگی فوجوں

کی بہت تھوڑی تعداد بچ سکی ان میں سے تقریباً" تین سو افراد نے رات کے وقت ایک ٹیلے کی چوٹی پر پناہ لی لیکن جب وہ صبح کے وقت وہاں سے اترے تو ایک جماعت ماری گئی اور باقی گرفتار کر لیے گئے۔ آخر کار وہ اپنے بحری بیڑے واپس لے گئے۔

بغاوت کا قلع قمع

عربوں کا ایک سردار اسوان کے علاقے میں موجود تھا اس کا لقب کنز الدولہ تھا۔ وہ مصر میں فاطمی فرقہ کا حامی تھا اس بارے میں اس کے کارنامے مشہور تھے جب سلطان صلاح الدین مصر کا حاکم ہوا تو اس نے اپنے امراء کے درمیان مصر کے بالائی حصہ کو تقسیم کر دیا تھا چنانچہ انہی امراء میں سے ابوالہیجاء السمین کے بھائی کو وہ علاقہ ملا جہاں کنز الدولہ رہتا تھا ۵۷۰ھ میں کنز الدولہ نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ عرب اور حبشی اس کے ساتھ ہو گئے اور انہوں نے ابوالہیجاء السمین کے بھائی کے علاقے میں گھس کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ابوالہیجاء السمین سلطان صلاح الدین کا بڑا حاکم تھا اس لیے سلطان نے کنز الدولہ سے جنگ کرنے کے لیے اسے بھیجا اس کے ساتھ دیگر سپہ سالاروں اور ایک بڑے لشکر کو بھی روانہ کیا چنانچہ انہوں نے اسوان کی طرف پیش قدمی کی۔

صدر مقام کے نزدیک جب یہ فوج آئی تو اس نے باغیوں کی ایک جماعت کا محاصرہ کر لیا اور انہیں شکست دے کر ان کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد یہ فوج کنز الدولہ کی جانب بڑھی اور اس سے جنگ کر کے اسے شکست دی۔ کنز الدولہ مارا گیا اور اس کے ساتھیوں کا قلع قمع کر دیا گیا۔ اس کے بعد اسوان اور مصر کے بالائی حصہ صعید میں امن و امان قائم کر دیا گیا۔

نور الدین زنگی کا انتقال

سلطان نور الدین زنگی کی ماتحتی میں سلطان صلاح الدین مصر میں حکومت کرتا تھا۔ سلطان نور الدین ۵۶۹ھ میں وفات پا گیا تو اس کا بیٹا صالح اسماعیل' شمس الدین محمد بن عبدالملک المقدم کی زیر نگرانی سلطان مامور ہوا' سلطان صلاح الدین نے اس کی اطاعت قبول کی لیکن اس بات پر اظہار ملامت کیا کہ اس سے اس بارے میں رائے نہیں لی گئی۔

صلاح الدین کی ناراضگی

پھر حاکم موصل غازی بن قطب الدین نے نور الدین کے مقبوضہ الجزیرہ کے علاقوں میں سے نصیبین' خابور' حران' رہا اور رقہ پر حملہ کر کے ان پر قبضہ کر لیا۔ جب صلاح الدین کو اس بات کی اطلاع ملی تو اس نے نور الدین کی حکومت سے سخت ناراضگی کا اظہار کیا کہ انہوں نے اسے اس کی خبر نہیں دی ورنہ وہ ان علاقوں کا دفاع کرتا۔

حلب کے حالات

سعد الدین کمشتکین کو سلطان نور الدین نے قلعہ موصل کا حاکم مقرر کیا تھا اور سیف الدین غازی کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے امور سلطنت میں اس سے مشورہ لیا کرے' جب نور الدین کا انتقال ہوا تو وہ حلب چلا گیا اور وہاں وہ شمس الدین علی بن الدایتہ کے پاس رہنے لگا جو نور الدین کے انتقال کے بعد وہاں کا خود مختار حاکم بن بیٹھا تھا ابن الدایتہ نے اسے ایک لشکر کے ساتھ دمشق بھیجا تاکہ وہ سیف الدین غازی کا مقابلہ کرانے کے لیے ملک صالح کو حلب لے کر آئے۔ وہاں کے ارکان سلطنت نے پہلے اس کی اس تجویز کو ناپسند کیا اور اسے نکال دیا لیکن غور و فکر کے بعد وہ اس تجویز کے حامی ہو گئے اور کمشتکین کو بلا بھیجا لہٰذا وہ ملک صالح کو لے کر حلب آ گیا۔ حلب میں داخل ہوتے ہی اس نے ابن الدایتہ اور حلب کے ارکان سلطنت کو گرفتار کر لیا اور ملک صالح کی زیر نگرانی وہ وہاں کا خود مختار حاکم بن گیا اس کے اس اقدام سے دمشق کے امراء خائف ہو گئے اور انہوں نے سیف الدین غازی کو پیغام بھیجا کہ وہ اس شہر پر قبضہ کر لے۔ غازی نے اس پیغام کو اپنے چچا زاد بھائی کی جانب سے سیاسی چال سمجھا اور اس تجویز پر عمل نہیں کیا بلکہ مقبوضہ شہروں کے بارے میں اس نے اپنے چچا زاد بھائی سے صلح کر لی۔

دمشق پر قبضہ

دمشق کے امراء نے یہی تجویز سلطان صلاح الدین کو بھیجی۔ اس تجویز کا سب سے بڑا ذمہ دار شخص ابن المقدم تھا۔ سلطان صلاح الدین نے اس پیغام پر جلد کارروائی کی اور فوری طور پر شام کی جانب پیش قدمی کر کے بصرہ پر قبضہ کر لیا اس کے بعد وہ دمشق کی جانب روانہ

ہوا اور ماہ ربیع الاول کے آخر ۵۷۰ھ میں سلطان صلاح الدین دمشق میں فاتحانہ داخل ہوا' وہاں وہ اپنے والد کے گھر میں مقیم ہوا جو عقیقی کے نام سے مشہور تھا' سلطان نے قاضی کمال الدین ابن شہر زوری کے ذریعے قلعہ دمشق کے حاکم ریحان الخادم کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ ملک صالح کا مطیع و فرمانبردار رہے اور وہ صرف اس کی مدد کرنے کے لیے آیا ہے۔" اس پر ریحان نے قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ اس نے دمشق پر اپنا جانشین حاکم اپنے بھائی سیف الاسلام طغرکین کو مامور کیا اور خود حمص کی جانب روانگی اختیار کی۔

حمص پر قبضہ

امیر مسعود زعفرانی کی طرف سے وہاں پر ایک حاکم مامور تھا کیونکہ یہ شہر اس کی عملداری میں شامل تھا' سلطان نے جنگ کر کے شہر قبضہ کر لیا اور قلعہ پر قبضہ کرنے کے لیے لشکر چھوڑ گیا اور وہاں سے حماۃ کی جانب روانہ ہوا۔ وہاں بھی سلطان نے اس امر کا اظہار کیا کہ وہ ملک صالح کا وفادار ہے اور وہ اس لیے جنگ کر رہا ہے کہ وہ ملک صالح کے الجزیرہ میں چھینے ہوئے علاقوں کو واپس حاصل کرے اس نے یہ پیغام قلعہ کے حاکم خردیک کو بھیجا اور اسے اپنا جانشین مقرر کیا۔

حلب پر چڑھائی

پھر سلطان صلاح الدین' ملک صالح کی جانب روانہ ہوا تاکہ وہ اتحاد قائم کرے اور دایہ کی اولاد کو رہا کرائے' اس نے حماۃ کے قلعہ پر اس کے بھائی کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ جب وہ حلب پہنچا تو کمشتکین خادم نے اسے قید کر لیا جب یہ اطلاع قلعہ حماۃ میں اس کے بھائی کو ملی تو اس نے قلعہ سلطان صلاح الدین کے حوالے کر دیا' وہ حلب کی جانب روانہ ہوا اور جمادی الاخرہ کی تین تاریخ کو حلب کا محاصرہ کر لیا' وہاں کے باشندوں نے ملک صالح کی حمایت میں بے جگری سے مقابلہ کیا۔

اس سے پہلے حلب میں طرابلس کا حاکم سمند قید تھا۔ اسے سلطان نور الدین نے حارم کی جنگ میں ۵۵۹ھ میں گرفتار کیا گیا تھا۔ کمشتکین نے اس سے تاوان لے کر اپنے شہر کے قیدیوں کے تبادلہ پر اسے رہا کر دیا تھا۔ اسی سال کے آغاز میں نور الدین کا انتقال ہو گیا تھا اور ایک مجذومی بیٹا چھوڑا تھا جس کی پرورش سمند نے کی تھی اور ان کے علاقوں پر یہ قابض ہو گیا تھا۔

قلعہ حمص پر قبضہ

حلب کا سلطان صلاح الدین نے جب محاصرہ کیا تو کمشتکین نے سمند (فرنگی حاکم) سے مدد مانگی تو اس نے حمص کی جانب پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس پر سلطان صلاح الدین نے حلب کا محاصرہ چھوڑ دیا اور اس کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ جب فرنگی فوجوں نے سلطان کی روانگی کی خبر سنی تو وہ حمص سے فرار ہو گئے لیکن سلطان خود وہاں ۱۰ رجب کو پہنچ گیا اور اس کے قلعہ کا محاصرہ کرنے کے بعد اس سال کے ماہ شعبان کے آخر میں اس پر قبضہ کر لیا۔

بعلبک پر قبضہ

اس کے بعد وہ بعلبک گیا وہاں کا حاکم نور الدین کے زمانے سے یمن خادم تھا' اس شہر کا بھی محاصرہ کیا گیا تا آنکہ اس نے ہتھیار ڈال دیئے اور اسی سال کے ماہ رمضان کی چار تاریخ کو اس شہر پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس طرح سلطان صلاح الدین کے قبضے میں شام کے شہر دمشق' حماۃ اور بعلبک آ گئے۔ ان شہروں کے فتح ہونے کے بعد ملک صالح نے اپنے چچا زاد بھائی سیف الدین غازی حاکم موصل سے فوجی امداد مانگی لہذا اس نے اپنے بھائی عز الدین مسعود کے ہمراہ ایک لشکر بھیجا' اس کا سپہ سالار عز الدین زلفندار تھا اس لشکر کے ساتھ مل کر حلب کی فوجوں نے سلطان صلاح الدین سے جنگ کرنے کے لیے پیش قدمی کی۔

سلطان صلاح الدین کی کامیابی

سلطان صلاح الدین نے اس وقت سیف الدین غازی کو یہ پیغام دیا کہ "وہ حمص اور حماۃ کے علاقے ان کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہے دمشق کو وہ ملک صالح کے نائب کی حیثیت سے اپنے پاس رکھے گا۔" لیکن اس نے اصرار کیا کہ تمام علاقے واپس کیے جائیں۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین نے ان کے لشکروں کا مقابلہ کرنے کے لیے لشکر کشی کی اور ماہ رمضان المبارک کے آخر میں فریقین میں حماۃ کے قریب

نواح میں لڑائی ہوئی۔ سلطان صلاح الدین نے انہیں شکست دی اور ان کا تمام سامان لوٹ لیا بلکہ ان کا تعاقب کرتے ہوئے انہیں حلب کی جانب بھگا دیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا اور ملک صالح کے نام کا خطبہ بند کر دیا۔ آخر کار یہ لوگ مجبور ہوئے کہ وہ شام کے شہروں پر سلطان کا قبضہ تسلیم کر کے اس کے ساتھ مصالحت کر لیں۔ چنانچہ سلطان کی ان کے ساتھ مصالحت ہو گئی۔

۲۰ شوال کو وہ حلب سے روانہ ہوا اور حماۃ واپس آیا وہاں فخر الدین مسعود بن الزعفرانی جو نور الدین کے امراء میں سے تھا۔ وہ حمص و حماۃ' سلمیہ' تل خالد اور رہا کے علاوہ ماردین کا بھی حاکم تھا جب سلطان نے اس کی عملداری پر قبضہ کر لیا تو وہ سلطان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ لیکن جب اس کے ساتھ رہنے سے اس کی توقعات پوری نہ ہوئیں تو اس نے اسے چھوڑ کر اپنی راہ لی۔

مقبوضہ علاقوں پر حکام کی تقرری

حلب کے محاصرہ کے بعد سلطان صلاح الدین جب حماۃ آیا تو وہاں سے اس نے بعوص کی جانب پیش قدمی کی اس کے حاکم نے ہتھیار ڈال دیئے تو اس مقام پر بھی قبضہ کر لیا پھر سلطان حماۃ واپس آ گیا اور اس پر اپنے ماموں شہاب الدین محمود کو مامور کیا اور حمص کا حاکم ناصر الدولہ شیرکوہ کو مامور کیا اور بعلبک کا حاکم شمس الدین ابن المقدم کو مامور کیا اور دمشق کی حکومت پر عماد کو مقرر کیا۔

صلاح الدین کی مزید کامیابیاں

سیف الدین غازی کے بھائی کے لشکر کو جب شکست ہوئی تو سیف الدین غازی حاکم موصل نے ۵۷۱ھ میں دوبارہ چڑھائی کی اور کیفا اور ماردین کے حکام کو بھی اپنے ساتھ ملا کر چھ ہزار سواروں کے ساتھ پیش قدمی کی وہ اسی سال کے ماہ ربیع الاول میں نصیبین پہنچا وہاں اس نے موسم سرما گذارا۔ جب غازی کا لشکر زیادہ دیر تک وہاں رہنے سے تنگ آ گیا تو اس نے حلب کی جانب پیش قدمی کی وہاں اس کے ساتھ ملک صالح کا لشکر گمشتگین خادم کی قیادت میں شامل ہو گیا۔ سلطان صلاح الدین دمشق سے ان کے مقابلہ کے لیے پہنچا اور سلطان کے لشکر سے اس نے پہلے جنگ کا آغاز کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غازی کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ لوگ بھاگ گئے' تاہم حلب تک ان کا تعاقب جاری رکھا گیا۔

بالآخر سیف الدین غازی شکست کھا کر موصل کی طرف چل دیا اس نے اپنے بھائی عز الدین کو حلب میں چھوڑا۔ سلطان صلاح الدین نے ان کے علاقہ پر قبضہ کرنے کے بعد مراغہ کی جانب پیش قدمی کی اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اس پر اپنا حاکم متعین کرنے کے بعد اس نے بنج کی طرف پیش قدمی کی وہاں کا حاکم قطب الدین نیال بن حسان تھا۔ سلطان اس کی دشمنی کے برے نتائج کی وجہ سے اس سے سخت خفا تھا۔ اس لیے وہ موصل بھاگ گیا تو سیف الدین غازی نے اسے شہر رقہ کا حاکم مامور کر دیا۔

اس کے بعد سلطان صلاح الدین نے قلعہ عزاز کی طرف پیش قدمی کی اور اسی سال ماہ ذوالقعدہ کے شروع میں اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ شدید محاصرہ چالیس روز تک جاری رہا۔ بالآخر وہاں کے باشندوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو سلطان نے اسی سال بقرعید کے دوسرے دن اس پر قبضہ کر لیا۔

قتل کی سازش

اس قلعہ کا سلطان جب محاصرہ کر رہا تھا تو ایک روز فرقہ باطنیہ کے ایک شخص نے جو مسلح تھا، سلطان پر حملہ کر دیا۔ سلطان نے اس کا بازو پکڑ کر اسے جان سے مار دیا اور اس سازش میں ملوث اس کے ساتھیوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

مصالحت

قلعہ عزاز کی فتح کے بعد سلطان حلب پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ ملک صالح حلب ہی میں تھا اس لیے اہل شہر نے بے جگری کے ساتھ مقابلہ کیا پھر فریقین میں صلح کے لیے سفیروں کا تبادلہ ہوا۔ اس صلح کی بات چیت میں موصل' کیفا اور ماردین کے حاکم بھی شریک ہوئے اور آخر کار ماہ محرم ۵۷۲ھ میں صلح ہو گئی ملک صالح کی چھوٹی بہن سلطان صلاح الدین کے پاس آئی اور اس نے اپنے لیے قلعہ عزاز کا مطالبہ کیا تو سلطان صلاح الدین نے اسے یہ قلعہ بخش دیا اور دمشق واپسی اختیار کی۔

سردار سنان کی جان بخشی

حلب سے سلطان صلاح الدین نے جب کوچ کیا تو اس نے فرقہ اسماعیلیہ کے افراد کے حملے کے باعث یہ ارادہ کیا کہ ان کی گوشمالی کی جائے چنانچہ ماہ محرم ۵۹۲ھ میں اس نے اسماعیلیہ کے شہروں کا رخ کیا اور ان کا صفایا کر کے انہیں برباد کر دیا۔ اس نے قلعہ بامیان کا محاصرہ بھی کر لیا اور اس کی فصیلوں پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کروا دیئے۔ اس پر شام کے فرقہ اسماعیلیہ کے سردار سنان نے سلطان صلاح الدین کے ماموں شہاب الدین حارمی کو حماۃ میں ایک پیغام بھیجا کہ وہ سلطان سے ان کی جان بخشی کی سفارش کرے۔ چنانچہ سلطان نے اپنے ماموں کی سفارش قبول کر لی اور وہاں سے اپنی فوجوں کو ہٹالیا۔

توران شاہ کی تقرری

یمن کے علاقہ کو سلطان کے بھائی توران شاہ نے فتح کیا تھا۔ اور وہاں کے شہروں پر مکمل غلبہ اور حکومت قائم کرنے کے بعد وہ جب سلطان کے پاس آئے تو سلطان نے اسے دمشق کا حاکم مامور کیا اور خود مصر روانہ ہوا کیونکہ اسے مصر چھوڑے ہوئے کافی مدت ہو گئی تھی۔ وہاں اس نے ابوالحسن ابن سنان بن سثمان بن محمد کو قائم مقام بنایا تھا۔

قاہرہ کی فصیل

مصر پہنچ کر سلطان نے حکم دیا کہ قاہرہ کے چاروں جانب مضبوط فصیل قائم کی جائے اور اس قلعے کے چاروں جانب بھی فصیل قائم کی جائے جو پہاڑ پر تھا۔ اس فصیل کا احاطہ انتیس ہزار تین سو گز تھا۔ چنانچہ یہ کام سلطان صلاح الدین کے انتقال تک مسلسل جاری رہا۔ اس فصیل کی تعمیر کی نگرانی کا کام اس کے آزاد کردہ غلام قراقوش کے سپرد تھا۔

توران شاہ کی پیش قدمی

حلب کے علاقے پر فرنگیوں کے ایک گروہ نے حملہ کیا تو بعلبک کا حاکم شمس الدین محمد بن المقدم ان کے مقابلے کے لیے گیا۔ وہ ان پر حملہ کرنے کے لیے دلدلی علاقوں میں روپوش ہو گیا تھا اور اچانک ان پر حملہ کر کے انہیں کافی نقصان پہنچایا اور اس نے دو سو فرنگی قیدی سلطان صلاح الدین کے پاس بھیج دیئے۔

اسی دوران (سلطان کا بھائی) توران شاہ بن ایوب یمن سے واپس آیا تھا اور دمشق کا حاکم مامور ہوا تھا۔ اسے یہ خبر ملی کہ فرنگیوں کے ایک فوجی دستے نے دمشق کے علاقے پر حملہ کیا ہے تو فوراً اس نے پیش قدمی کی اور مروج کے مقام پر ان سے نبرد آزما ہوا۔ لیکن وہ ثابت قدم نہ رہ سکا چنانچہ فرنگیوں نے اسے شکست دی۔ اس جنگ میں دمشق کا ایک سپہ سالار سیف الدین ابوبکر بن السلار (فرنگیوں کے ہاتھوں) گرفتار ہوا۔ پھر فرنگیوں کی جرات بڑھ گئی کہ وہ اس علاقے پر حملے کریں لیکن جب سلطان صلاح الدین نے فرنگیوں کے علاقے پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے مصالحت کی تجاویز پیش کر دیں چنانچہ سلطان نے صلح کر لی۔

مسلمانوں کی شکست

ماہ جمادی الاول ۵۷۳ھ میں سلطان صلاح الدین فرنگیوں کے شہروں پر جو شام کے ساحل پر تھے، حملہ کرنے کے لیے مصر سے روانہ ہوا۔ جب وہ عسقلان پہنچا تو اس نے اس کے تمام علاقے کا صفایا کر دیا لیکن اسے فرنگیوں کا نام و نشان نہیں ملا۔ چنانچہ سلطان کی فوجیں ان کے شہروں میں داخل ہو گئیں اور رملہ کی جانب پلٹیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ فرنگی لشکر اپنی فوجوں اور سورماؤں کے ساتھ ان کی جانب چلا آرہا ہے۔ اس وقت سلطان صلاح الدین کی فوجیں چھوٹے چھوٹے فوجی دستوں کی صورت میں ادھر ادھر منتشر ہو گئی تھیں (اور اس کے ہمراہ تھوڑی سی فوج تھی) پھر بھی سلطان صلاح الدین اپنے محاذ پر ڈٹا رہا اور گھمسان کا رن پڑا۔ اس وقت سلطان کے بھتیجے محمد نے سلطان کی حفاظت بڑی بہادری اور جاں نثاری سے کی۔ تقی الدین بن شاہ کا ایک بیٹا جس کا نام احمد تھا ابھی اس کی مونچھیں نہیں نکلی تھیں تاہم وہ بڑا جری اور بہادر تھا اس نے بھی اس جنگ میں انتہائی دلیرانہ کارنامے انجام دے کر شہادت کا درجہ حاصل کیا۔ مسلمانوں کو مکمل شکست ہوئی۔ کچھ فرنگی سپاہیوں نے سلطان صلاح الدین کی جانب بڑھنے کی کوشش کی لیکن وہ مارے گئے۔ اس جنگ میں فقیہ عیسیٰ ہکاری نے بھی بے جگری کے ساتھ مقابلہ کیا لیکن اور

میں ان کو گرفتار کر لیا گیا۔
سلطان صلاح الدین جب واپس آیا تو اس وقت رات ہو گئی تھی۔ وہ اپنی مختصر بچی کھچی فوج کے ساتھ مصر جانے کے لیے جنگل میں گھس گیا۔ راستے میں پیاس اور دیگر تکالیف میں مبتلا رہا۔ بالآخر وہ ماہ جمادی الآخر کی پندرہویں تاریخ کو واپس قاہرہ پہنچ گیا۔

بھائی کے نام خط

مورخ ابن الاثیر تحریر کرتا ہے "میں نے خود سلطان صلاح الدین کا ایک خط دیکھا ہے۔ اس نے اپنے بھائی توران شاہ کو دمشق بھیجا تھا وہ اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے (پہلے وہ دیوان حماسہ کا ایک شاعر کا شعر لکھتا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے):
"میں نے تمہیں اس وقت یاد کیا جب ہمارے درمیان نیزوں کی بوچھاڑ تھی اور گندم گوں سیدھے نیزے ہم پر حملہ آور ہو رہے تھے۔"

آگے چل کر سلطان مزید لکھتا ہے:
"ہم کئی مرتبہ ہلاکت اور تباہی کے کنارے تک پہنچ گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان خطرات سے بچایا۔ وہ ہم سے کوئی کام لینا چاہتا ہے اور اسی کے حکم کے مطابق میں ثابت قدم اور سلامت رہا۔"
فرنگیوں کے شہروں میں سلطان صلاح الدین کے جو فوجی دستے گھس گئے تھے ان میں سے بھی کچھ شہید ہو گئے اور باقی گرفتار ہو گئے۔
عیسیٰ ہکاری کا واقعہ یہ تھا کہ جب وہ شکست کھا کر بھاگا تو اس کے ساتھ اس کا بھائی ظہیر اور اس کے دوسرے ساتھی تھے' یہ لوگ راستہ بھول گئے تو ان کو گرفتار کر لیا گیا اس کے بعد سلطان صلاح الدین نے فقیہہ ہکاری کی رہائی کے لیے ساٹھ ہزار دینار بطور فدیہ ادا کیے۔

فرنگیوں کی چڑھائی

سلطان صلاح الدین کو جب شکست ہوئی تھی تو اسی زمانے میں صلیبی فرنگیوں کا ایک سردار ساحل شام پہنچا' اس زمانے میں سلطان کا بھائی توران شاہ بن ایوب بھی اپنے مختصر لشکر کے ساتھ دمشق واپس آیا' لیکن ان حالات کے باوجود وہ لہو و لعب میں پڑا رہا' چنانچہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر نئے فرنگی سپہ سالار نے شام کی فرنگی فوجوں کو اکٹھا کر کے انہیں خوب بخشش سے مالا مال کیا اور پھر ان کو لے کر شہر حماۃ کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کا حاکم شہاب الدین محمود الحارمی تھا جو سلطان صلاح الدین کا ماموں تھا اور اس وقت بیمار تھا۔ فرنگیوں نے زبردست جنگ کی اور محاصرہ کو شدید کر دیا تھا۔ انہوں نے شہر کے ایک حصے پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا تھا لیکن مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کر کے انہیں اس علاقے سے نکال دیا اور شہر حماۃ میں انہیں گھسنے نہیں دیا۔ بالآخر چار روز کے بعد انہوں نے محاصرہ ختم کر دیا اور اب وہ شہر حارم کی جانب چلے گئے اور اس کو محاصرہ میں لے لیا۔
جب شہر حماۃ سے فرنگی رخصت ہوئے تھے تو اس وقت شہاب الدین حارمی کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس لیے فرنگیوں نے حارم کا محاصرہ جاری رکھا۔ انہیں اس بات سے بھی تقویت حاصل ہوئی کہ ملک صالح' حاکم حلب اور اس کے نگران سلطنت کمشتکین الخادم کے مابین ناراضگی ہو گئی تھی۔ آخر کار فرنگیوں کو مال و دولت دے کر چلتا کیا گیا۔

فرنگیوں کی شکست

۵۷۴ھ میں فرنگی فوجوں نے دوبارہ شہر حماۃ پر حملہ کیا اور اس کے گرد و نواح میں تباہی پھیلائی اور وہاں کے علاقوں کا صفایا کر دیا۔ آخر کار شہر کی محافظ فوجیں مقابلہ کے لیے نکلیں اور انہوں نے فرنگی فوجوں کو شکست دے کر ان سے مقبوضہ علاقہ واپس لے لیا۔ انہوں نے (مقتولوں کے) سردار اور قیدیوں کو سلطان صلاح الدین کے پاس بھیجا جو شام سے واپس آتے ہوئے حمص کے باہر اس وقت موجود تھا۔ اس نے قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا حکم دیا۔

بعلبک کی حکمرانی

بعلبک کا شہر سلطان صلاح الدین نے جب فتح کیا تھا تو اس نے وہاں شمس الدین محمد بن عبدالملک المقدم کو اپنا جانشین مامور کیا تھا۔

اسے دمشق کا شہر، سلطان کے حوالے کرنے کے معاوضہ میں اس شہر کا حاکم بنایا گیا تھا لیکن سلطان کا بھائی شمس الدین محمد جو اپنے بھائی کے زیر سایہ پرورش پا رہا تھا، اس شہر کی حکومت چاہتا تھا۔ اس نے بعلبک کا حاکم بننے کا مطالبہ پیش کر دیا چنانچہ سلطان صلاح الدین نے ابن المقدم کو حکم دیا کہ وہ اس شہر کی حکومت اس کے بھائی کے سپرد کر دے لیکن اس نے اس بات کو قبول نہ کیا اور سلطان کو دمشق کے بارے میں اس کا معاہدہ یاد دلایا۔ پھر ابن المقدم بعلبک جا کر وہاں قلعہ بند ہو گیا۔ بالآخر سلطان کا لشکر آیا تو اس نے مقابلہ کیا جب انہوں نے طویل محاصرہ جاری رکھا تو اس نے سلطان صلاح الدین سے معاوضہ مانگا تو سلطان نے اس کے عوض میں دوسرے شہر کی حکومت دے دی اس کے بعد سلطان کا بھائی شمس الدولہ اس شہر پر قابض ہو گیا۔

فرنگیوں کا تعاقب

فرنگیوں کا بادشاہ ۵۷۴ھ میں ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوا اُس نے دمشق کے علاقے پر حملہ کیا اور اس میں تباہی پھیلائی۔ فرنگیوں نے وہاں قتل و غارت گری کی اور مسلمانوں کو قید کر لیا۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے سلطان صلاح الدین نے اپنے بھتیجے فرخ شاہ کو لشکر دے کر روانہ کیا۔ اس نے ان کا تعاقب کیا اور ایک مقام پر نہیں اچانک گھیر لیا جبکہ وہ جنگ کے لیے تیار نہ تھے۔ زبردست جنگ ہوئی۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا کی اور فرنگیوں کے بہت سے سردار مارے گئے جن میں ہیفری بھی شامل تھا اس کی بہادری کے کارنامے مشہور تھے۔

اس کے بعد انطاکیہ اور لاذقیہ کے شہزادے نے شیزر کے مقام پر مسلمانوں پر حملہ کیا۔ اس وقت سلطان صلاح الدین بانیاس کے نزدیک مخاضۃ الاضرار کے ایک فرنگی قلعے کو تباہ کرنے کے لیے آیا ہوا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی کے بیٹے تقی الدین عمر اور ناصر الدین محمد کو فوج دے کر حمص روانہ کیا تاکہ وہ دشمن کے مقابلے میں شہر کا دفاع کریں۔

فرنگی قلعہ کا محاصرہ

بانیاس کے نزدیک حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر کے پاس فرنگیوں نے ایک مضبوط قلعہ قائم کر لیا تھا اُس مقام کا نام مخاضۃ الاضرار تھا۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین نے دمشق سے ۵۷۵ھ میں بانیاس کی جانب لشکر کشی کی، وہاں اس نے پڑاؤ ڈالا اور وہیں سے اس نے فوجی دستے فرنگیوں کے شہروں پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیے پھر اس نے مذکورہ بالا قلعہ کی جانب پیش قدمی کی اور اس کی آزمائش کرنے کے لیے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا پھر وہاں سے وہ اپنے مرکزی فوجی کیمپ کی جانب واپس آیا اور فرنگی بستیوں پر خونریزی کرنے کے لیے اس نے فوجی دستے روانہ کیے۔ فرنگیوں کا بادشاہ اپنی فوجیں لے کر اس کے ایک دستے پر حملہ آور ہوا۔ انہوں نے سلطان صلاح الدین کو اس حملہ کی اطلاع بھیج دی۔

حاکم رملہ کی گرفتاری

فریقین کے مابین جب جنگ ہو رہی تھی تو سلطان بھی فوج لے کر پہنچا اُس نے فرنگیوں کو شکست دی اور انہیں تباہ کر دیا۔ فرنگیوں کا بادشاہ بمشکل شکست خوردہ فوج کے ساتھ بچ نکلا۔ البتہ رملہ اور نابلس کا حاکم جو فرنگیوں کے بادشاہ کا ساتھی تھا، گرفتار ہو گیا اُس کا بھائی بھی جو جبیل و طبریہ کا حاکم تھا، گرفتار ہو گیا۔ فرنگیوں کے مددگار فرقہ فداویہ واسا تاریہ کے سردار بھی گرفتار کر لیے گئے۔

ارتیرزان جو رملہ کا حاکم تھا اس نے ڈیڑھ لاکھ دینار کا زر فدیہ دے کر اور مسلمانوں کے ایک ہزار قیدی رہا کر کے اپنے آپ کو آزادی دلائی۔

اس جنگ کے دوران سلطان صلاح الدین کے بھتیجے عز الدین فرخ شاہ نے بہادری کے جوہر دکھائے۔

فرنگی قلعہ پر قبضہ

اس کے بعد سلطان صلاح الدین بانیاس واپس آ گیا اور فرنگیوں کے شہروں پر حملہ کرنے کے لیے بدستور فوجی دستے روانہ کیے اور خود اس قلعے کا محاصرہ کرنے کے لیے فوج لے کر روانہ ہوا۔ یہاں بڑی زبردست لڑائی ہوئی بالآخر مسلمان اس کی فصیل پر چڑھ گئے اور اس کے

ایک برج پر قبضہ کر لیا۔ فرنگیوں کی فوجی کمک طبریہ سے آنے والی تھی اور مسلمانوں کو ان کی آمد کا انتظار تھا۔ اس لیے دوسرے روز انہوں نے فصیل میں نقب لگا کر وہاں آگ لگا دی جس سے فصیل گر گئی اور مسلمان قلعہ پر بزور شمشیر قابض ہو گئے۔

فتح کا یہ واقعہ ماہ ربیع الاول کے آخر ۵۷۵ھ میں پیش آیا۔ مسلمانوں نے قلعہ کے تمام افراد کو قید کر لیا سلطان صلاح الدین نے حکم دیا کہ تمام قلعہ مسمار کر کے اسے زمین بوس کر دیا جائے۔ فرنگی امدادی فوجیں طبریہ کے مقام پر جمع ہو گئی تھیں۔ جب انہیں شکست کی خبر ملی تو منتشر ہو گئیں۔ اس طرح فرنگیوں کو زبردست شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

قلعہ رعیان کا تنازعہ

حاکم بلاد روم نور الدین عادل بن قلیج ارسلان نے حلب کے شمال میں واقع قلعہ رعیان کو فتح کر لیا تھا وہ شمس الدین ابن المقدم کے قبضہ میں تھا چنانچہ جب یہ قلعہ سلطان صلاح الدین کی سلطنت سے الگ ہو گیا تو قلیج ارسلان نے اسے واپس لینے کا اردہ کیا اس نے اس کا محاصرہ کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجا سلطان صلاح الدین نے بھی اپنے بھتیجے تقی الدین کی قیادت میں ایک لشکر ان کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ چنانچہ سلطان کے لشکر نے جنگ کر کے انہیں شکست دے دی۔ تقی الدین چونکہ اس مہم میں گیا ہوا تھا اس لیے وہ حصن الاضرار کی تباہی کی جنگ میں سلطان کے ساتھ شریک نہ ہو سکا۔ وہ اس جنگ کے بعد اپنے چچا صلاح الدین کے پاس آ گیا۔

قلیج ارسلان کی ناراضگی

قلعہ کیفا و آمد کے حاکم نور الدین محمود بن قلیج ارسلان اور بلاد روم کے حاکم قلیج ارسلان کے مابین تعلقات کشیدہ ہو گئے تھے کیونکہ اس نے (داماد ہونے کے بعد) اس کی بیٹی کو تکلیف پہنچائی تھی اور اس پر سوکن لے آیا تھا اس لیے قلیج ارسلان نے اس کے ساتھ جنگ کر کے اس کے شہروں پر قبضہ کرنے کا پکا ارادہ کر چکا تھا۔

اس صورت حال میں نور الدین نے سلطان صلاح الدین سے فوجی امداد مانگی تو سلطان نے قلیج ارسلان کو اس بارے میں سفارش کا خط لکھا، قلیج ارسلان نے مطالبہ کیا کہ اس نے اپنی بیٹی کی اس کے ساتھ شادی کے موقع پر جو قلعے اس کو دیئے تھے وہ ان قلعوں کو واپس کر دے۔ سلطان صلاح الدین نے پھر نور الدین کی حمایت پر اصرار کیا بلکہ قلعہ رعیان کی جانب لشکر کشی کی اور حلب کے راستے سے گذر کر اسے بائیں جانب چھوڑا اور تل باشر سے ہوتا ہوا قلعہ رعیان پہنچ گیا۔ وہاں نور الدین محمود سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے ساتھ رہنا شروع کر دیا۔

دوسری طرف قلیج ارسلان نے اپنے پیغام میں نور الدین کی حرکات کے حالات بیان کیے کہ کس طرح اس نے اس کی بیٹی کو تکلیف پہنچائی۔ جب قاصد نے یہ پیغام پہنچایا تو سلطان بہت خفا ہوا اور اس شہر پر حملہ کرنے کی دھمکی دی۔ قاصد نے اس وقت کوئی جواب نہ دیا لیکن جب سلطان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو وہ دوسرے روز اس کے پاس گیا اور تنہائی میں گفتگو کر کے اسے سمجھایا کہ "وہ حملہ کرنے کے ارادہ سے باز آ جائے کیونکہ اس کی ایک معمولی بات پر بہت مال خرچ ہو جائے گا بلکہ آپ کو قلیج ارسلان کی بیٹی کی حمایت کرنی چاہیے تاکہ اس کو دکھ نہ ہو۔"

صلح کی کوشش

چونکہ سلطان صلاح الدین کو یہ علم ہو چکا تھا کہ قاصد ٹھیک کہہ رہا ہے اس لیے اس نے قاصد سے کہا "نور الدین نے اپنا معاملہ میرے سپرد کیا ہے لہٰذا تم ان دونوں کے مابین صلح کراؤ۔ میں تمہاری مدد کروں گا۔ جس سے تم سب کی تسلی ہو جائے گی۔"

لہٰذا سلطان صلاح الدین کی ہدایت کے مطابق قاصد نے ان دونوں کے درمیان صلح کرا دی۔ پھر سلطان واپس شام چلا گیا اور نور الدین دیار بکر چلا گیا اور اس نے مقررہ مدت کے اندر جس کا اس نے قاصد سے وعدہ کیا تھا قلیج ارسلان کی بیٹی کی سوکن کو طلاق دے دی۔

ملیح بن الیون کے علاقے

حلب کے راستے ملیح بن الیون کے علاقے سے گزرتے تھے۔ سلطان نور الدین محمود زنگی نے اس کی خدمات حاصل کی تھیں اور شام کا

کچھ علاقہ اسے دے دیا تھا اور وہ فوجی مہموں میں اس کے ہمراہ لشکر لے کر جایا کرتا تھا اس نے حاکم قسطنطنیہ کے علاقے پر چڑھائی کر کے داور، مصیصہ اور طرسوس کے علاقے رومی سلطنت سے چھین لیے تھے اور اسی وجہ سے دونوں حکام کے مابین جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔

قلیچ ابن الیون کی سرکوبی

سلطان نور الدین کا جب انتقال ہو گیا اور اس کی سلطنت تقسیم ہو گئی تو قلیچ ابن الیون اپنے علاقے کا مستقل اور آزاد حاکم بن گیا۔ اس کے علاقے میں ترکمان قوم کے افراد اپنے مویشی چرایا کرتے تھے کیونکہ وہ علاقہ بہت محفوظ اور مضبوط تھا اور اس کے درے دشوار گزار تھے۔ ابن الیون نے ترکمان قوم کو وہاں مویشی چرانے کی اجازت دے رکھی تھی۔ لیکن ایک برس کے بعد اس نے ان لوگوں کے ساتھ غداری کی اور انہیں قتل کر کے ان کے مویشی چھین لیے۔

سلطان صلاح الدین جب قلعہ رعیان سے واپس آ رہا تھا تو اسے اس واقعہ کی خبر ملی کہ سلطان نے اس کے شہر کی جانب لشکر کشی کی اور خود سلطان نے "دریائے سیاہ" کے نزدیک قیام کیا اور اپنے فوجی دستے اس کے علاقے میں بھیج دیئے انہوں نے وہاں جا کر ان علاقوں میں تباہی پھیلا دی۔ ابن الیون نے اپنے ایک قلعے میں تمام مال و دولت کا ذخیرہ اکٹھا کر رکھا تھا۔ اسے اس ذخیرہ کے لٹ جانے کا خطرہ ہوا تو اس نے اس قلعہ کو برباد کرنا چاہا لیکن سلطان صلاح الدین اس سے پیشتر وہاں پہنچ گیا اور اس نے اس کا تمام ذخیرہ مال غنیمت میں حاصل کر لیا۔ بالآخر ابن الیون مجبور ہوا کہ وہ ترکمان قوم کے تمام مال و مویشی واپس کر دے اور اگر سلطان مصالحت کے ساتھ وہاں سے چلا جائے تو وہ ترکمان کے قیدیوں کو بھی چھوڑنے پر تیار ہو گیا تھا۔ چنانچہ سلطان نے اس کی باتیں منظور کر لیں اور اس نے ۵۷۵ھ کے درمیانی عرصے میں وہاں سے واپسی اختیار کی۔

الکرک پر چڑھائی

فرنگیوں کے شہر الکرک کا حاکم پرنس ارناط انتہائی سرکش اور بد خصلت متعصب حاکم تھا۔ اس نے شہر الکرک اور اس کا قلعہ تعمیر کرایا تھا ورنہ اس سے قبل اس کا نام و نشان نہ تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ (نعوذ باللہ منہا) مدینہ طیبہ پر حملہ کرے۔ عز الدین فرخ شاہ کو اس کے ان ارادوں کا علم اس وقت ہو گیا تھا جبکہ وہ دمشق میں تھا اس لیے اس نے فوج اکٹھی کی اور ۵۷۷ھ میں الکرک کی جانب لشکر کشی کی اور وہاں پہنچ کر اس نے تمام گرد و نواح کو تباہ و برباد کر دیا۔ وہاں کچھ مدت تک قیام رکھا تاکہ اگر وہ دوبارہ حملہ کرنے کے لیے آئے تو اس کا قلع قمع کرے لیکن جب اس کی امید ختم ہو گئی تو فرخ شاہ نے واپسی اختیار کی۔

دمشق کی حکومت

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ شمس الدولہ توران شاہ نے ۵۶۸ھ میں یمن فتح کر لیا تھا اور شیزر کے ایک امیر مبارک بن کامل کو زبید کا حاکم مامور کیا تھا اور عدن کا حاکم عز الدولہ عثمان الزنجیلی کو مامور کیا تھا اس نے شہر تعز کو تعمیر کرا کر سے اپنی سلطنت کا دارالحکومت قرار دیا تھا اس کے بعد ۵۷۲ھ میں اپنے بھائی صلاح الدین کے پاس آ گیا تھا۔ سلطان حلب کے محاصرہ سے واپس آ رہا تھا کہ اس کی ملاقات توران شاہ سے ہوئی۔ اس لیے اس نے اسے دمشق کا حاکم مقرر کر دیا اور خود مصر جا پہنچا۔

توران شاہ کا انتقال

اس کے بعد اس کے بھائی سلطان صلاح الدین نے اسے شہر اسکندریہ کا حاکم متعین کر دیا تھا۔ یمن کی حکومت اس کے علاوہ اس کو پہلے سے ملی ہوئی تھی۔ چنانچہ زبید و عدن اور یمن کے دیگر صوبوں کی آمدنی صرف اسے موصول ہوتی تھی اس کے باوجود وہ دو لاکھ مصری دینار کا مقروض تھا اس کا ۵۷۶ھ میں انتقال ہو گیا تھا اور اس کے انتقال کے بعد اس کا سارا قرضہ اس کے بھائی صلاح الدین نے ادا کیا جب اسے اس کے انتقال کی اطلاع ملی تو وہ مصر روانہ ہو گیا اور اس نے دمشق پر عز الدین فرخ شاہ ابن شہنشاہ کو اپنا جانشین مامور کیا۔

یمن کے دیگر واقعات

مبارک بن کامل پر عتاب

مبارک بن کامل جو کہ یمن کا نائب حاکم تھا اپنے صوبہ میں خود مختار ہو گیا تھا اور وہاں کے مال و دولت پر بھی اسے مکمل اختیار حاصل تھا آخر کار اسے وطن کی یاد نے ستایا تو اس نے شمس الدولہ سے اس کے انتقال سے قبل وطن جانے کی اجازت مانگی تو اس نے اجازت دے دی اس کے بعد اس نے اس کے بھائی عطاف بن زبید سے اجازت مانگی اور شمس الدولہ کے ساتھ رہنے لگا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو وہ سلطان صلاح الدین کی خدمت میں رہنے لگا اس نے بہت مال اکٹھا کیا ہوا تھا چنانچہ سلطان کے پاس اس کے خلاف یہ شکایت پہنچائی گئی کہ اس نے یمن کا (سرکاری) مال غبن کر رکھا ہے اور اسے سلطان کے سامنے پیش نہیں کیا ہے۔ اس مقصد کے لیے اس کے دشمن اس کے خلاف سازشیں بناتے رہے وہ مصر کے نزدیک عدویہ کے مقام پر رہتا تھا ایک روز اس نے ایک تقریب میں ارکان سلطنت کو بلوایا اور اس کے نوکر اور غلام چیزیں خریدنے کے لیے مصر گئے ہوئے تھے تو دشمنوں نے صلاح الدین کو یہ خبر دی کہ وہ یمن فرار ہونے والا ہے اس طرح ان کی سازش کامیاب ہوئی اور سلطان نے اسے گرفتار کر لیا اس لیے اس کی حالت اس قدر تنگ ہوئی کہ اس کو اسی ہزار مصری دینار ادا کرنے پڑے اس کے علاوہ اس نے ایک معقول رقم ارکان سلطنت کو دی۔ اس کے بعد اس کو رہا کر دیا گیا اور اس کی اسی منصب پر بحالی ہو گئی۔

یمن کی اندرونی صورت حال

شمس الدین جب یمن پہنچا تو اس دور میں یمن کے نائب حکام حطان بن منقذ اور عثمان بن الزنجیلی میں زبردست اختلافات تھے اس صورت حال میں سلطان صلاح الدین کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ یمن کا علاقہ اس کی اطاعت میں نہیں رہے گا اس لیے اس نے اپنے امراء کی ایک جماعت کو حاکم مصر صارم الدین قتلغ ابیہ کے ہمراہ تیار کر کے بھیجا چنانچہ یہ لوگ ۵۷۷ھ میں یمن روانہ ہو گئے۔ قتلغ ابیہ نے وہاں پہنچ کر حطان بن منقذ سے زبید کا علاقہ حاصل کر لیا لیکن اس کا جلد ہی انتقال ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حطان دوبارہ زبید پہنچ گیا اور وہاں کے لوگوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور اس نے عثمان الزنجیلی پر غلبہ پا لیا۔

حطان پر عتاب

عثمان نے اس موقع پر سلطان صلاح الدین کو یہ لکھا کہ وہ اپنے کسی رشتہ دار کو حاکم بنا کر بھیجے چنانچہ سلطان صلاح الدین اپنے بھائی سیف الاسلام طغتکین کو حاکم بنا کر روانہ کیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو حطان بن منقذ زبید سے نکل کر ایک قلعہ میں محصور ہو گیا۔ سیف الاسلام زبید میں قیام پذیر ہوا اور اس نے حطان کو پیغام بھیجا کہ وہ اسے پناہ دینے کے لیے تیار ہے۔ چنانچہ وہ پناہ لے کر اس کے پاس آیا۔ سیف الاسلام نے اس کے ساتھ نیک برتاؤ کیا۔

کچھ مدت کے بعد حطان نے شام چلے جانے کی اجازت مانگی لیکن سیف الاسلام نے اجازت نہیں دی جب اس نے بہت اصرار کیا تو اس نے اجازت دے دی لیکن جب اس نے سارا سامان باندھ لیا اور جاتے وقت رخصت ہونے کے لیے اس کے پاس آیا تو سیف الاسلام نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کے تمام سامان اور مال و متاع پر قبضہ کر لیا اس کے بعد اسے کسی قلعہ میں قید کر دیا یہی اس کا آخری انجام ہوا۔

کہتے ہیں کہ اس کے جس مال و متاع پر قبضہ کیا گیا تھا ان میں سونے کے ستر صندوق بھی شامل تھے۔

عثمان زنجیلی کا فرار

حطان کے واقعات کا جب عثمان زنجیلی کو علم ہوا تو اسے اپنی جان کو خطرہ لاحق ہوا چنانچہ اس نے اپنا تمام مال کشتیوں کے ذریعے بحری راستے سے روانہ کیا اور خود شام بھاگ گیا لیکن اس کے سامان کی کشتیاں سیف الاسلام نے پکڑ لیں اور اس نے ان پر قبضہ کر لیا، صرف وہ سامان بچ نکلا جو وہ اپنے ساتھ لے گیا تھا اس کے بعد یمن کی حکومت پر سیف الاسلام کی گرفت پوری طرح مضبوط ہو گئی۔

قلعہ البیرہ کی فتح

قلعہ البیرہ عراق کے قلعوں میں سے تھا اُس کا حاکم شہاب الدین بن ارتق تھا جو حاکم ماردین قطب الدین ابوالغازی بن ارتق کا چچا زاد بھائی تھا اس نے سلطان نور الدین محمود زنگی حاکم شام کی اطاعت تسلیم کر رکھی تھی اس کے بعد اس کا بیٹا قلعہ البیرہ کا حاکم مامور ہوا۔ جب سلطان نور الدین کی وفات ہوئی تو اس نے عز الدین مسعود حاکم موصل کی اطاعت تسلیم کر لی۔ پھر ماردین اور موصل کے حکام میں گہرے دوستانہ تعلقات استوار ہو گئے تو قطب الدین حاکم ماردین نے عز الدین حاکم موصل سے قلعہ البیرہ فتح کرنے کی اجازت مانگی تو اس نے اجازت مرحمت کی۔

چنانچہ قطب الدین اپنا لشکر قلعہ شیمشاط لے گیا وہاں وہ خود مقیم رہا اور لشکر کو قلعہ البیرہ کی جانب روانہ کیا جس نے قلعہ کو محاصرہ میں لے لیا۔

قلعہ البیرہ کے حاکم نے سلطان صلاح الدین ایوبی سے فوجی امداد مانگی اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ اس کا اسی طرح مطیع و فرمانبردار رہے گا جس طرح اس کا باپ سلطان نور الدین کا مطیع تھا اس پر سلطان صلاح الدین نے حاکم ماردین قطب الدین کو اس کی حمایت میں سفارشی خط لکھا لیکن اس نے سفارش کو قبول نہیں کیا تاہم وہ فرنگیوں سے جنگ کرنے کے باعث اس جانب متوجہ نہ ہو سکا اور قطب الدین کی فوجوں نے ان قلعہ سے کوچ کر لیا۔

پھر قلعہ البیرہ کا حاکم سلطان صلاح الدین کے پاس آیا اور اس نے اپنی وفاداری اور اطاعت کا اظہار کیا۔ اس طرح یہ قلعہ بھی سلطان صلاح الدین کی عملداری میں شامل کر لیا گیا۔

فرنگیوں کی سرکوبی

ماہ محرم ۵۷۸ھ میں سلطان صلاح الدین مصر سے روانہ ہوا وہ شام جا رہا تھا جب وہ ایلہ کے مقام سے گذرا تو فرنگی فوجوں نے اس کا راستہ روک لیا چنانچہ سلطان نے اپنا سامان اپنے بھائی تاج الملوک کے ذریعے دمشق بھجوایا اور خود لشکر لے کر فرنگیوں کے شہروں کی طرف پیش قدمی کی اور الکرک اور الشوبک کو تاراج کر دیا اور وہاں سے ماہ صفر کی پندرھویں تاریخ کو دمشق پہنچ گیا۔

الکرک کے مقام پر جب فرنگی فوجیں اکٹھی ہوئی تھیں تو وہ شام کے راستے سے اپنے شہروں میں داخل ہوئی تھیں چنانچہ دمشق کے نائب حاکم عز الدین فرخ شاہ نے ان کا مقابلہ کیا۔ اس نے ان کے علاقوں کو تباہ کر کے ان کے دیہاتوں کو برباد کر دیا۔ اس نے کافی فرنگیوں کو قتل کیا اور بہت سے افراد کو قیدی بنا لیا اس کے علاوہ اس نے ان کے ایک قلعہ شقیف پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا جو مسلمانوں کے لیے بہت خطرناک تھا اُس نے قلعہ شقیف کے فتح ہونے کی خبر سلطان صلاح الدین کو بھیجی تو اس نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔

چند روز دمشق میں آرام کرنے کے بعد سلطان صلاح الدین اسی سال ماہ ربیع الاول میں فوج لے کر روانہ ہوا وہ طبریہ کی جانب پیش قدمی کرنا چاہتا تھا اس لیے وہ اردن میں خیمہ زن ہوا۔ فرنگیوں کی فوجیں طبریہ میں جمع ہو گئی تھیں لہٰذا سلطان صلاح الدین نے اپنے فرخ شاہ کو باسیان کی طرف بھیجا اُس نے اس مقام پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا اور اس کو تباہ کر دیا۔ اس نے غزر پر بھی حملہ کیا اور وہاں کے فرنگیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جو بچ گئے' انہیں گرفتار کر لیا گیا۔

فرنگی فوجیں جب طبریہ سے جبل کوکب چلی گئیں تو سلطان صلاح الدین نے اپنی فوجوں کے ساتھ ان کی جانب پیش قدمی کی۔ فرنگی فوجیں پہاڑ میں محصور ہو گئیں اس صورت حال میں سلطان نے اپنے دونوں بھتیجوں تقی الدین عمر اور عز الدین فرخ شاہ کو فوج دے کر روانہ کیا۔ انہوں نے فرنگیوں سے زبردست جنگ کی۔ اس کے بعد انہوں نے جنگ بند کر دی اور سلطان صلاح الدین نے دمشق کی راہ لی۔

سلطان نے اب بیروت کی جانب پیش قدمی کی اور اس کے گرد و نواح کو تاراج کر دیا۔ سلطان نے مصر سے بیروت کے محاصرہ کے لیے بحری بیڑہ طلب کیا تھا۔ چنانچہ بحری بیڑہ وہاں پہنچ گیا اور اس کی مدد سے اس نے چند روز تک اس کا محاصرہ کیا۔

اس دوران اسے خبر موصول ہوئی کہ دمیاط کے مقام پر فرنگی مسافروں کی ایک بڑی کشتی بحری طوفان سے ڈوب گئی۔ اس میں فرنگی زائرین کی ایک جماعت سوار تھی جو بیت المقدس کی زیارت کے لیے آ رہی تھی۔ دمیاط کے نزدیک ہواؤں کا طوفان آیا اور وہ کشتی تباہ ہو گئی

فرنگیوں کے ایک ہزار چھ سو افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔
بالآخر سلطان نے بیروت سے الجزیرہ کی جانب روانگی کی جس کا سبب آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔

مظفر الدین کی ہمدردی

مظفر الدین کوکبری بن زین الدین کجک کا والد موصل کے قلعہ کا نائب حاکم تھا۔ خود مظفر الدین کوکبری' سلطان مودود اور اس کے بیٹوں کے دور حکومت میں کافی اثر و رسوخ رکھتا تھا آخر میں اربل کا حاکم بن گیا اور وہیں وفات پائی۔
حاکم موصل عز الدین نے مظفر الدین کو یہ علاقہ دے دیا۔ اس کی ہمدردیاں سلطان صلاح الدین کے ساتھ تھیں اور وہ اسے الجزیرہ کے شہروں کی حکومت دینا چاہتا تھا لہٰذا جب سلطان صلاح الدین بیروت کا محاصرہ کر رہا تھا تو اس نے اس سے خط و کتابت کی اور اسے ان شہروں کے فتح ہونے کی امید دلائی اور اس سے استدعا کی کہ وہ فوری طور پر وہاں پہنچے۔

سلطان کی جنگی چال

اس پر سلطان بیروت سے روانہ ہو گیا۔ اس نے یہ مشہور کیا کہ وہ حلب پر لشکر کشی کر رہا ہے لیکن اس نے دریائے فرات کا رخ کیا اور مظفر الدین اس کے ساتھ شامل ہو گیا اور وہ تمام قلعہ البیرہ کی جانب روانہ ہوئے جس کے حاکم نے عز الدین کی اطاعت تسلیم کر لی تھی۔
جب حاکم موصل عز الدین اور مجاہد الدین کو یہ خبر ملی کہ سلطان صلاح الدین نے شام کی جانب پیش قدمی کی ہے تو انہیں یہ مغالطہ ہوا کہ وہ حلب پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ اس لیے وہ اس کے دفاع کے لیے روانہ ہوئے لیکن جب سلطان نے دریائے فرات کو عبور کیا تو وہ موصل واپس آ گئے انہوں نے رہا کی جانب فوجی دستہ روانہ کیا۔

سلطان کی فتوحات

سلطان صلاح الدین نے دیار بکر وغیرہ کے حکام سے خط و کتابت کی اور انہیں مختلف علاقے دینے کا وعدہ کیا۔ کیفا کے حاکم نور الدین محمود سے اس نے یہ وعدہ کیا کہ وہ اسے آمد کی حکومت دے گا۔ چنانچہ وہ اس کے پاس فوج لے کر پہنچ گیا اور اس نے سلطان کے ساتھ شامل ہو کر رہا کی جانب پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس زمانے میں رہا کا حاکم امیر فخر الدین بن مسعود زعفرانی تھا۔ جب اس نے جنگ کی شدت محسوس کی تو اس نے ہتھیار ڈال دیئے اور شہر صلاح الدین کے حوالے کر دیا بلکہ اس کے ساتھ قلعہ کے محاصرہ میں بھی شریک ہوا۔ یہاں تک کہ قلعہ کے نائب حاکم نے مال و دولت حاصل کر کے قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا۔ سلطان نے رہا اور حران کے دونوں شہروں کا حکمران مظفر الدین کو بنا دیا۔
اس کے بعد وہ تمام لوگ فوج لے کر رقہ کی جانب روانہ ہوئے۔ وہاں کا حاکم قطب الدین نیال بن حسان تھا۔ وہ شہر چھوڑ کر موصل چلا گیا اس طرح صلاح الدین نے رقہ پر آسانی سے قبضہ کر لیا۔
اس کے بعد سلطان نے قرقیسیا' ماکسین اور عربان کی جانب پیش قدمی کی جو خابور کے شہر تھے یہ تمام شہر اس کے قبضہ میں آ گئے۔
پھر اس نے نصیبین کی پر چڑھائی کی۔ اس نے شہر تو فوراً" فتح کر لیا۔ البتہ قلعہ کا محاصرہ چند روز تک جاری رہا۔ اس کے بعد وہ بھی فتح ہو گیا اور سلطان نے اس پر ابوالہیجاء السمین کو اس کا حاکم مامور کیا۔

فرنگیوں کی چڑھائی

سلطان صلاح الدین نے ان شہروں کی فتوحات سے فراغت پا کر حاکم کیفا نور الدین کے ساتھ مل کر موصل پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن اسی دوران یہ اطلاع ملی کہ فرنگی فوجوں نے دمشق کے مضافات پر حملہ کر دیا ہے اور وہاں کے دیہات کو تباہ کر دیا ہے ان کا ارادہ تھا کہ وہ داریا کی جامع مسجد کو تباہ کریں لیکن دمشق کے نائب حاکم نے انہیں دھمکی دی کہ "اگر انہوں نے جامع مسجد کو تباہ کیا تو وہ اس کے بدلے میں ان کے گرجوں اور خانقاہوں کو تباہ و برباد کر دے گا۔" چنانچہ انہوں نے اپنا ارادہ بدل لیا۔

جنگ موصل

سلطان صلاح الدین نے ان تمام اطلاعات کے باوجود موصل پر حملے کا ارادہ ملتوی نہیں کیا اور موصل کی جانب پیش قدمی کی۔ موصل کے حاکم نے بہت بڑا لشکر اکٹھا کیا اور محاصرہ کے لیے مکمل تیاری کر لی تھی اور اپنے نائب کو جنگی تیاریوں کے لیے مخصوص کر دیا تھا۔ چنانچہ سنجار' اربل اور جزیرہ ابن عمر میں فوجی کمک' اسلحہ اور ضروری سامان جمع کر لیا گیا۔

سلطان صلاح الدین جب مظفر الدین اور شیرکوہ کے بیٹے کے ساتھ موصل کے نزدیک پہنچا تو حاکم شہر کی جنگی تیاریوں کو دیکھ کر وہ تمام حیران ہو گئے اور انہیں اس کے ناقابل تسخیر ہونے کا یقین ہو گیا۔ چنانچہ سلطان نے اپنے ان دونوں مشیروں کو برا بھلا کہا کیونکہ ان دونوں نے اسے موصل پر حملہ کرنے کے لیے ابھارا تھا۔

اگلے روز یکم رجب کو سلطان نے جنگ کے انتظامات شروع کیے' خود وہ باب کندہ کی طرف لشکر لے کر گیا اور اپنے قلعہ دار کو باب الجسر پر مامور کیا اور اپنے بھائی تاج الملوک کو باب العمادی پر مامور کیا اور اہل موصل سے جنگ کا آغاز کیا لیکن اسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی تاہم چند لوگ نکلے اور انہیں نے مقابلہ کیا۔ سلطان نے فصیل پر ایک منجنیق نصب کرائی تو فریق مخالف نے شہر کی سمت سے ایسی نو منجنیقیں نصب کرا دیں۔ پھر شہر سے کچھ فوج نکلی اور اس نے زبردست جنگ کے بعد اس پر قبضہ کر لیا۔ سلطان کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ رات کے وقت نہ شب خون ماریں اس لیے وہ پیچھے ہٹ گیا کیونکہ اس نے اہل شہر کو رات کے وقت مشعلیں لے کر باب الجسر سے نکلتے دیکھا تھا۔ پھر وہ واپس چلے گئے۔

صلح کی ناکام کوشش

اس دوران خلیفہ الناصر کی جانب سے حضرت صدر الدین شیخ الشیوخ اور مشیر الخادم' مصالحت کے لیے پہنچ گئے تھے اور سفیروں کا فریقین میں تبادلہ ہوا۔ لیکن عز الدین نے سلطان صلاح الدین سے مصالحت کی شرائط کے سلسلے میں یہ مطالبہ کیا کہ وہ ان کے مفتوحہ علاقے واپس کر دے۔ سلطان نے اس کے جواب میں کہا کہ (وہ اس شرط پر واپس کرنے کے لیے تیار ہے کہ) وہ اسے حلب کا علاقہ دے دیں لیکن وہ اس کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ اس کے بعد سلطان نے یہ شرط پیش کی کہ وہ اس کے حاکم کی مدد کرنا چھوڑ دے لیکن اس بات پر بھی وہ تیار نہ ہوا۔ پھر حاکم آذربائیجان کے حاکم اور شاہرمن حاکم خلاط کے قاصد بھی مصالحت کرنے کے لیے پہنچے لیکن انہیں بھی ناکامی ہوئی۔

سنجار پر قبضہ

اسی دوران اہل سنجار نے سلطان کی فوجوں اور ساتھیوں کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی چنانچہ سلطان نے موصل کا محاصرہ چھوڑ کر سنجار کا رخ کیا۔ وہاں کا حاکم شرف الدین امیر امیران ہندو تھا۔ وہ حاکم موصل عز الدین کا بھائی تھا۔ وہ اپنا لشکر لے کر مقابلہ کے لیے موجود تھا اور اس کی امداد کے لیے مجاہد الدین نائب حاکم نے بھی فوج بھیج دی تھی۔ تاہم سلطان صلاح الدین نے لشکر کشی کر کے سنجار کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ بہت شدید تھا۔ سلطان نے وہاں زوزاویہ کے بعض امراء کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور ان سے سمجھوتہ کر لیا تھا۔ چنانچہ ان کی مدد سے سلطان ان کی طرف کے برج پر قابض ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے حاکم امیر امیران نے ہتھیار ڈال دیئے اور وہ اپنے لشکر کو لے کر موصل چلا گیا تو سلطان نے سنجار پر قبضہ کر لیا اور اس کا حاکم سعد الدین ابن معین الدین کو مامور کیا جن کا والد کامل بن طغرکین دمشق میں تھا۔ اس طرح سنجار بھی سلطان کے مفتوحہ الجزیرہ کے علاقوں میں شامل ہو گیا۔

اس کے بعد سلطان صلاح الدین نصیبین گیا وہاں کے باشندوں نے اس کے حاکم ابوالہیجاء السمین کی شکایت کی تو اس نے ان کو برطرف کر کے اسے اپنے ساتھ رکھا۔ وہاں سے وہ ۵۷۸ھ میں حران پہنچا۔ یہاں آ کر اس نے اپنی فوج کو منتشر کر دیا تاکہ وہ آرام کرے اور خود اپنے خاص افراد اور مخصوص دوستوں کے ساتھ وہاں پر سکونت اختیار کی۔

شاہرمن کی پیش قدمی

(حاکم موصل) عز الدین نے (حاکم خلاط) شاہرمن سے سلطان صلاح الدین کے مقابلے کے لیے فوجی امداد مانگی تھی' چنانچہ اس نے

سلطان کے پاس کئی قاصد بھیجے تاکہ وہ عزالدین کے حق میں اس کی سفارش قبول کرلے لیکن اس کی بات نہ مانی۔ اسے مغالطہ ہوتا رہا اس لیے اس نے اپنے ایک دوسرے آزاد کردہ غلام سیف الدین بکتمر کو اس وقت بھیجا جب سلطان سنجار کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اس قاصد کے ذریعے سے اس نے یہ ہدایت کی تھی کہ سلطان محاصرہ ختم کردے۔ سلطان نے اس کے پیغام کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ وہ ٹال مٹول کرتا رہا کیونکہ اسے امید تھی کہ وہ سنجار پر قبضہ کرلے گا۔

بالآخر بکتمر (قاصد) نے اپنے آقا کی جانب سے اس کو دھمکی دی اور ناراض ہو کر چلا گیا۔ اس نے سلطان کا انعام و اکرام بھی قبول کرنے سے انکار کردیا۔

(واپس آکر) قاصد نے شاہرمن کو سلطان کے خلاف بھڑکایا لہٰذا شاہرمن جو خلاط کے بیرونی حصے میں خیمہ زن تھا، فوراً" ماردین کی جانب روانہ ہوا۔ اس زمانے میں ماردین کا حاکم اس کا بھانجا اور عزالدین (حاکم موصل) کا ماموں زاد بھائی اور اس کا داماد' قطب الدین بن نجم الدین تھا۔ حاکم موصل اتابک عزالدین بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس وقت سلطان صلاح الدین سنجار سے واپسی کرتے ہوئے حران میں مقیم تھا۔ اور اس نے تمام فوجوں کو تتر بتر کر رکھا تھا۔

اس نے جب یہ سنا کہ یہ تمام لوگ (اس کے خلاف) جمع ہو رہے ہیں تو اس نے اپنے بھتیجے تقی الدین ابن شاہنشاہ کو حماۃ سے بلوایا اور راس العین کی جانب پیش قدمی کی (یہ خبر سن کر) یہ متحدہ فوجیں منتشر ہو گئیں اور ہر ایک فوج اپنے اپنے علاقے کی جانب لوٹ گئی۔ تاہم سلطان صلاح الدین نے ماردین کا رخ کیا اور وہاں چند روز قیام کرنے کے بعد واپسی اختیار کی۔

اسلامی بحری بیڑے کی کامیابی

حاکم الکرک پرنس ارناط (فرنگی) نے ایک بحری بیڑہ متفرق اجزاء کے ساتھ تعمیر کرایا اور اس کے متفرق اجزاء لے کر حاکم ایلہ کے پاس گیا اور حسب منشاء اس کے اجزاء جوڑ کر اسے بحر سویز (قلزم) میں لنگر انداز کیا۔ اس کے بعد اس بحری بیڑہ کو جنگجو فرنگی فوجوں سے بھر کر اسے بحری حملوں کے لیے روانہ کردیا' ان میں سے ایک جماعت کو قلعہ ایلہ کے چاروں جانب متعین کیا تاکہ وہ چاروں جانب سے اس کی حفاظت کرے۔ ان میں سے ایک حصہ عیذاب کی جانب روانہ ہوا۔ انہوں نے حجاز کے بحری سواحل پر حملے شروع کردیئے اور وہاں جو تجارتی جہاز اور کشتیاں نظر آئیں انہیں وہ اپنے قبضے میں لانے لگے۔ ان کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کو ایسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا جس سے ان کا واسطہ اس سے قبل نہیں پڑا تھا۔ کیونکہ بحر قلزم میں اس سے پیشتر کوئی فرنگی تاجر یا فرنگی سپاہی کا داخلہ نہ ہوا تھا۔

اس دور میں سلطان صلاح الدین کے نائب کی حیثیت سے اس کا بھائی الملک العادل ابوبکر بن ایوب مصر کا حاکم تھا۔ اس نے ایک بحری بیڑہ تعمیر کرایا اور اس میں جنگجو فوج کو سوار کرایا جو مصر کے امیر البحر حسام الدین لولو الحاجب کی قیادت میں بحری جنگ پر روانہ ہوا۔ سب سے پہلے وہ قائد اس فرنگی بیڑہ کے مقابلہ کرنے کے لیے پہنچا جو چاروں جانب سے ایلہ کی حفاظت پر مامور تھا۔ چنانچہ (مسلمانوں کے اس بحری بیڑہ نے) ان کے بحری بیڑہ کو مکمل طور پر تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

یہ اسلامی بیڑہ کامیابی کے بعد دوسرے فرنگی بیڑوں کی تلاش میں روانہ ہوا۔ آخرکار وہ عیذاب پہنچا' وہاں انہیں ان کا بیڑہ دکھائی نہ دیا اس لیے وہ رابغ (بندرگاہ) کی جانب واپس چلا گیا۔ بالآخر فرنگی بیڑہ ساحل حوراء پر دکھائی دیا۔ وہ حرمین (مکہ مدینہ) اور یمن کی جانب جانے والا تھا اور حاجیوں پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن جب انہوں نے لولو کو مسلمانوں کے بیڑہ کی قیادت کرتے دیکھا تو انہیں اپنی شکست کا یقین ہو گیا۔ اس لیے وہ فرنگی (سمندر سے کود کر) حوراء کی گھاٹیوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔

اس کے بعد (امیر البحر) لولو بھی اپنی کشتیوں سے اترا اور اس نے بدوؤں کو جو سوار تھے' جمع کیا اور ان کی مدد سے ان سے جنگ کر کے انہیں شکست دی۔ ان میں سے اکثر مارے گئے اور جو بچے وہ قیدی بنا لیے گئے۔ ان میں سے کچھ (حج کے موقع پر) منیٰ (حج میں قربانی کے مقام پر) بھیجے گئے۔ جہاں وہ قربانی کے دن قتل کیے گئے باقی قیدیوں کو لے کر اس نے مصر واپسی کی۔

فرخ شاہ کا انتقال

اس دور میں سلطان صلاح الدین کا بھتیجا عزالدین فرخ شاہ بن شاہنشاہ' جو دمشق کا حاکم تھا' فرنگیوں سے جہاد کرنے کے لیے فوج لے کر

روانہ ہوا۔ راستے میں وہ بیمار ہوا' اس لیے وہ واپس آ گیا پھر ماہ جمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ میں وفات پا گیا' وہ سلطان کے اہل و عیال کا نگران تھا اور سلطان اپنے تمام ساتھیوں سے زیادہ اس پر اعتماد کرتا تھا۔ اسے اس کے انتقال کی خبر اس وقت ملی جبکہ وہ دریائے فرات کو عبور کر کے الجزیرہ اور موصل کی جانب جا رہا تھا چنانچہ سلطان نے (سابق حاکم دمشق) شمس الدین محمد ابن المقدم کو دمشق کا حاکم مامور کیا اور وہاں اسے اپنا نائب بنایا۔ اس کے بعد اس نے اپنی مہم پر روانگی اختیار کی۔

آمد پر قبضہ

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ صلاح الدین ماردین کی جانب گیا تھا اور وہاں اس کے گرد و نواح میں چند روز مقیم رہا تھا اس کے بعد وہاں سے کوچ کر کے آمد کی طرف پہنچا اس نے نور الدین حاکم کیفا سے اس کو فتح کر کے اسے دینے کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ چنانچہ سلطان نے ۱۷ ذوالحجہ کی پندرہ تاریخ کو شہر آمد کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کا حاکم بہاء الدین بن بیسان تھا۔ یہ شہر کافی محفوظ و مضبوط تھا' لیکن ابن بیسان کا انتظام سلطنت درست نہ تھا اس نے عوام پر بخشش کرنے سے اپنے ہاتھ کھینچ رکھے تھے۔ اس لیے یہاں کے باشندے اس کی بدباطنی اور مظالم سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ اس نے ان کے لیے روزگار کے ذریعے بھی بند کر رکھے تھے۔ ان کو سلطان صلاح الدین نے پیغام بھیجا جس میں ترغیب اور زجر و توبیخ کے دونوں پہلو تھے چنانچہ انہوں نے ابن بیسان سے غداری کی اور اس کی حمایت میں جنگ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لیے ابن بیسان نے اپنے گھر کے باہر نقب لگا کر اپنی خواتین کو قاضی الفاضل کے ہمراہ سلطان کے پاس بھیجا تاکہ وہ رحم کھا کر اسے کوچ کے لیے تین روز کی مہلت دے۔ سلطان نے اس کی درخواست کو منظوری کی سند بخشی۔

ابن بیسان نے شہر کے باہر ایک خیمہ لگایا جہاں وہ اپنے مال و دولت کا ذخیرہ منتقل کرنے لگا۔ لوگوں نے اس کے کام میں رکاوٹ ڈالی۔ چنانچہ اس کی منتقلی کا کام مشکل ہو گیا۔ اس لیے اس نے سلطان صلاح الدین سے اس سلسلے میں امداد مانگی۔ سلطان نے اسے چوپائے اور آدمی بھجوائے۔ اس طرح اس نے تین روز میں اپنا سامان منتقل کر لیا۔ جب یہ مدت گزر گئی تو اسے باقی سامان لے جانے کی اجازت نہ دی۔

بالآخر عاشورہ محرم ۵۷۹ھ میں سلطان صلاح الدین نے اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ قبضہ کرنے کے بعد سلطان نے (معاہدہ کے مطابق) یہ شہر آمد حاکم کیفا نور الدین کے حوالے کر دیا۔ اس نے سلطان کو یہ اطلاع دی کہ اس شہر میں (مال و متاع کے) بہت سے ذخیرے موجود ہیں جنہیں وہ اپنے لیے لے جا سکتے ہیں لیکن سلطان نے لے جانے سے انکار کر دیا اور کہا "میری یہ عادت نہیں ہے کہ میں اصل چیز دے دوں اور اس کی شاخ (فرع) سے دریغ کروں۔"

جب نور الدین (حاکم کیفا) شہر میں داخل ہوا تو اس نے سلطان صلاح الدین اور اس کے امراء کو جشن فتح میں بلوایا جو اس نے ان کے اعزاز میں منعقد کیا تھا۔ اس جشن میں اس نے ان تمام کو شایان شان تحائف پیش کیے۔ پھر سلطان نے وہاں سے واپسی اختیار کی۔

تل خالد و عنتاب پر قبضہ

آمد کی فتح سے سلطان صلاح الدین جب فارغ ہوا تو وہ حلب کی عملداری میں داخل ہو گیا۔ اس نے تل خالد کا محاصرہ کر کے اس کی فصیلوں پر مجانیق نصب کر دیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کے لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور اس نے انہیں پناہ دے کر اس پر ماہ محرم ۵۷۹ھ میں قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد اس نے عنتاب کی جانب پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا وہاں کا حاکم ناصر الدین محمد تھا جو شیخ اسماعیل کا بھائی تھا' جو سلطان نور الدین عادل کا خزانچی اور اس کا دوست تھا اور اس نے اس کو وہاں کا حاکم مامور کیا تھا۔ سلطان سے اس نے درخواست کی کہ وہ اس کی اطاعت تسلیم کرتا ہے لہٰذا سلطان اسے اس کی اپنی حکومت پر بحال کر دے۔ سلطان نے حلف لے کر اس کی درخواست منظور کر لی اور وہ سلطان کی خدمت میں رہنے لگا۔ اس موقع پر مسلمانوں کو کافی مال غنیمت حاصل ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی مدد

بحری جنگ میں کامیابی

ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ مصر کا بحری بیڑہ روانہ ہوا اس کا سمندر میں فرنگیوں کے ایک بحری بیڑے سے مقابلہ ہوا جس میں چھ سو مسلح فرنگی سپاہی سوار تھے اور ان کے ساتھ بہت مال و متاع تھا۔ یہ لوگ شام کے فرنگیوں کے پاس جا رہے تھے، مسلمانوں نے ان کو شکست دی اور جو کچھ ان کے پاس تھا وہ تمام لوٹ لیا۔ اس کے بعد انہوں نے صحیح و سالم مصر واپسی کی۔

رحمت کی بارش

زمینی جنگ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ فرنگیوں کے ایک فوجی دستے نے داروں کے مقام پر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ایلہ کے مقام پر انہیں پکڑ لیا اور عیلہ تک ان کا تعاقب کیا اس دوران مسلمانوں کو شدید پیاس لگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بارش برسائی اس کی وجہ سے وہ سب سیراب ہو گئے اس کے بعد انہوں نے فرنگیوں سے جنگ کر کے انہیں شکست دی اور ان کو تباہ کر دیا۔ اس کے بعد فرنگی مطیع ہو گئے مسلمانوں نے بخیر و عافیت مصر واپسی کی۔

ملک صالح کا انتقال

ملک صالح اسماعیل بن نور الدین صرف حلب کا حاکم رہ گیا تھا۔ اس کے علاوہ شام کا کوئی علاقہ اس کے قبضہ میں نہ تھا اس نے حلب کی سلطان صلاح الدین کے حملے سے حفاظت کر رکھی تھی۔ ۵۷۷ھ کے درمیانی عرصہ میں اس کی وفات ہو گئی۔ اس نے اپنے چچا زاد عز الدین حاکم موصل کو اپنا ولی عہد مامور کیا تھا چنانچہ اس کے انتقال کے بعد عز الدین اپنے نائب مجاہد الدین قایماز کو لے کر حلب پہنچا اور اسے اپنی عملداری میں شامل کر لیا۔

پھر اس کے بھائی عماد الدین نے جو سنجار کا حاکم تھا حلب سے سنجار کا تبادلہ کرنا چاہا۔ عز الدین نے تبادلہ کی تجویز منظور کر لی۔ اس نے اپنے بھائی سے سنجار کا علاقہ حاصل کر لیا۔ پھر وہ موصل واپس آ گیا۔ اس کے بعد عماد الدین حلب گیا اور اس پر قابض ہو گیا۔

سلطنتوں کا یہ تبادلہ سلطان صلاح الدین کو ناگوار گذرا۔ اسے یہ خطرہ ہوا کہ عماد الدین (حلب پر قبضہ کرنے کے بعد) شام پر چڑھائی کرے گا۔

حلب پر قبضہ

سلطان اس وقت مصر میں تھا چنانچہ فوراً شام پہنچا اور وہاں سے الجزیرہ پہنچا وہاں کے کئی علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے موصل کا محاصرہ کر لیا۔ اس کے بعد آمد کا محاصرہ کیا اور اسے فتح کر لیا پھر جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ حلب کی عملداری میں گھس گیا اور اس نے تل خالد اور عنتاب کے علاقے فتح کر لیے پھر اس نے حلب پر چڑھائی کی اور ماہ محرم ۵۷۹ھ میں اس کا محاصرہ کر لیا۔ وہ چند روز تک میدان اخضر میں مقیم رہا۔ اس کے بعد وہ جبل جوشن کی طرف منتقل ہو گیا اور وہاں صبح و شام جنگ میں مصروف رہا۔

اس سے عماد الدین کے لشکر نے تنخواہ کا مطالبہ کیا اور وہ اسے یہ کہہ کر تنگ کرتے رہے کہ وہ حلب کا شہر صلاح الدین کے حوالے کر دیں گے۔ چنانچہ اس نے اس مقصد کے لیے طومان الیاروقی کو بھیجا جو صلاح الدین کا حمایتی تھا۔ اس نے یہ شرائط پیش کیں کہ اسے سنجار، نصیبین، رقہ اور خابور کے علاقے دے دیے جائیں ان کے بدلے میں وہ حلب کی حکومت سے دست بردار ہو جائے گا۔ چنانچہ ان شرائط پر حلف نامہ تیار کیا گیا۔ پھر اسی سال کے ماہ صفر کی اٹھارہ تاریخ کو عماد الدین نے ان شہروں کی طرف پیش قدمی کی اور سلطان صلاح الدین حلب میں داخل ہو گیا۔ سلطان نے عماد الدین کے سامنے یہ شرط رکھی تھی کہ جب وہ واپس آئے تو وہ اس کے ساتھ اس کے لشکر میں شامل رہے عماد الدین جب حکومت سے دست بردار ہوا تو اس موقع پر جشن منایا گیا۔ اس کے بعد عماد الدین (اپنے نئے علاقوں کی طرف) لوٹ گیا۔

تاج الملوک کا انتقال

حلب کے محاصرہ کے دوران جو لوگ مارے گئے تھے ان میں سلطان صلاح الدین کا چھوٹا بھائی بھی شامل تھا جس کا نام تاج الملوک نور الدین تھا' وہ اس محاصرہ میں زخمی ہوا تھا اور وہ ان زخموں کی تاب نہ لا کر صلح کے بعد اس سے پہلے کہ سلطان شہر میں داخل ہو' وفات پا گیا۔

قلعہ حارم پر قبضہ

سلطان صلاح الدین نے حلب پر قبضہ کرنے کے بعد قلعہ حارم پر چڑھائی کی۔ وہاں کا حاکم امیر طر خک تھا جو سلطان نور الدین زنگی کا آزاد کردہ غلام تھا۔ یہ قلعہ اب ملک صالح کے ماتحت تھا۔ سلطان نے اس کا محاصرہ کیا اس کے بعد فریقین میں قاصدوں کا تبادلہ ہوا لیکن قلعہ کے حاکم نے صلح نہیں کی۔ اس کے برخلاف اس نے فرنگیوں سے فوجی امداد مانگ لی۔ جب اس کی فوج کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے حاکم پر حملہ کر کے اسے قید کر لیا پھر انہوں نے سلطان صلاح الدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اس طرح یہ قلعہ سلطان کے قبضہ میں آ گیا اس نے وہاں اپنے ایک خاص آدمی کو اس کا حاکم مامور کیا۔

نئے حکام کی تقرری

تل خالد کا علاقہ سلطان نے تل باشر کے حاکم باروقی کو مرحمت کیا قلعہ عزاز کو عماد الدین اسماعیل نے اجاڑ دیا تھا اس کا حاکم سلطان نے سلیمان بن جبار ا ۔ کو مامور کیا۔ سلطان نے حلب میں اس وقت تک قیام کیا جب تک کہ تمام کام مکمل نہیں ہوئے اس نے تمام علاقوں کے حکام کی تقرری کر کے دمشق کی راہ لی۔

حلب کے کاموں سے فراغت کے بعد سلطان صلاح الدین نے وہاں کا حاکم اپنے بیٹے الظاہر غازی کو مامور کیا۔ اس کی کم سنی کے باعث سلطان نے امیر سیف الدین تاوکج کو اس کا نگران متعین کیا جو امرائے اسدیہ میں سب سے بزرگ تھا۔

سلطان کی پیش قدمی

دمشق پہنچنے کے بعد سلطان نے جہاد کی تیاری شروع کی اور شام' الجزائر اور دیار بکر کی فوجوں کو اکٹھا کیا۔ اس کے بعد فرنگیوں کے شہروں کی جانب روانہ ہوا۔ سلطان نے ۵۷۷ھ کے درمیانی عرصے میں دریائے اردن کو عبور کیا۔ اسے دیکھ کر ان علاقوں کے لوگ بھاگ گئے۔ اس لیے سلطان نے بیسان کی جانب پیش قدمی کی' چنانچہ اسے برباد کر کے آگ لگا دی پھر سلطان نے تمام گرد و نواح پر حملہ کیا وہاں فرنگی فوجیں جمع ہو گئی تھیں لیکن سلطان کو دیکھ کر انہوں نے جنگ سے گریز کیا بلکہ پہاڑی پر چڑھ کر ان کی پناہ لی اور چاروں جانب خندق کی کھدائی کی۔

پانچ روز تک سلطان نے ان کا محاصرہ کیے رہا اور ان کو مسلسل نیچے اترنے پر آمادہ کرتا رہا لیکن وہ مقابلے کے لیے نہیں آئے بالآخر سلطان وہاں سے واپس چلے گئے اور اس کے گرد و نواح پر حملہ کر کے بہت مال غنیمت حاصل کیا۔ پھر وہ اپنے شہروں کو واپس روانہ ہوئے۔

بیسان کی جنگ سے جب سلطان واپس آیا تو اس نے الکرک پر حملہ کرنے کی تیاری کی اور لشکر لے کر روانہ ہوا۔ سلطان نے اپنے بھائی ابو بکر الملک العادل ایوب کو جو مصر میں اس کا نائب تھا' بلوایا تاکہ وہ الکرک کے نزدیک آ کر ان کے ساتھ شامل ہو جائے۔ سلطان نے اسے حلب اور اس کے قلعہ کی حکومت بھی پیش کی تھی جو اس نے منظور کر لی تھی۔ سلطان نے اسے یہ بھی حکم دیا تھا کہ وہ وہاں سے اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کو لے کر آئے۔ چنانچہ وہ سلطان کے ساتھ الکرک کے مقام پر آ کر شامل ہوا۔ اسلامی لشکر نے چند روز تک ان کا محاصرہ کیا اور اس کے بیرونی علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ انہوں نے شہر پناہ پر مجانیق بھی نصب کر دیے تھے۔

سلطان نے اس محاصرہ کی پوری تیاری نہیں کی تھی کیونکہ اس کا خیال تھا کہ فرنگی فوجیں اس کا زبردست دفاع کریں گی۔ چنانچہ اس نے شعبان کی پندرہویں تاریخ کو محاصرہ اٹھا لیا۔

حکام کی تبدیلیاں

اپنے بھائی الملک العادل کی بجائے سلطان صلاح الدین نے اپنے بھتیجے تقی الدین ابن شاہ کو مصر کا حاکم مامور کیا اور الملک العادل کو اپنے

ا ۔ تاریخ الکامل ۱۱/ ابن اثیر میں اس کا نام سلیمان بن جندر مذکور ہے۔ (مترجم)

دمشق لے گیا اور اسے حلب' منبج اور ان سے متعلقہ علاقوں کا حاکم مامور کیا۔ اس نے اسی برس ماہ رمضان المبارک میں اسے حلب بھیج دیا اور اپنے بیٹے الظاہر غازی کو حلب سے واپس بلا لیا تھا۔

الکرک پر چڑھائی

ماہ ربیع الاخر ۵۸۰ھ میں سلطان نے الکرک کے محاصرہ کے لیے دوبارہ پیش قدمی کی۔ اس سے قبل اس نے فوجوں کو جمع کر لیا تھا اور کیفا کے حاکم نور الدین اور مصری فوجوں کو بلوا لیا تھا اور الکرک کے محاصرہ کے لیے مکمل تیاریاں کر لی تھیں۔ اس نے اس کے بیرونی علاقے منجنیق نصب کر کے اس پر قبضہ کر لیا تھا اب قلعہ کا خندق کا عقبی حصہ باقی رہ گیا تھا' یہ خندق بیرونی علاقے اور قلعہ کے مابین حائل تھی۔ اس کی گہرائی ساٹھ گز تھی۔ اس مقصد کے لیے تیر اندازی اور سنگ باری کا مقابلہ ہوا۔ اہل قلعہ نے اپنے بادشاہ سے مزید فوجی امداد طلب کی اور اپنی حالت بتائی چنانچہ فرنگیوں نے فوج اکٹھی کی اور پھر اس قلعہ کی طرف پیش قدمی کی۔

ان سے مقابلہ کے لیے سلطان بھی روانہ ہوا اور ایک سخت زمین پر پہنچ کر ان سے مقابلہ کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن ان فرنگی فوجوں نے ان جنگ میں نکلنے سے گریز کیا تو سلطان اپنی فوج لے کر چند کلو میٹر پیچھے ہٹ گیا اور فرنگیوں کی فوجیں الکرک کی جانب روانہ ہو گئیں۔

سلطان کی واپسی

سلطان نے جب دیکھا کہ الکرک کا قلعہ مزید فوجی امداد کی وجہ سے زیادہ محفوظ ہو گیا ہے تو اس نے یہ محاصرہ بھی ختم کر دیا اور نابلس کی طرف پیش قدمی کر کے اسے برباد کر دیا اور وہاں آگ لگا دی اس کے بعد وہ سبطیہ کی جانب روانہ ہو گیا جہاں حضرت زکریا علیہ السلام کا مزار مبارک تھا۔ سلطان نے وہاں سے مسلمان قیدیوں کو چھڑایا۔ پھر ان سے موضع جنین کی طرف روانگی کی اور اسے لوٹ کر تاراج کیا۔

وہاں سے سلطان نے ہر طرف فوجی دستے روانہ کیے۔ اور راستہ میں جہاں سے گذرا اسے لوٹ کر برباد کر دیا۔ یوں اسلامی لشکر نے بہت مال غنیمت حاصل کیا۔ اس کے بعد سلطان نے کامیابی کے ساتھ دمشق کی راہ لی۔

سلطان کی چڑھائی

اس کے بعد ماہ ذوالقعدہ ۵۸۰ھ میں سلطان صلاح الدین نے دمشق سے الجزیرہ کی طرف پیش قدمی کی اور دریائے فرات کو عبور کیا۔ اس سے قبل مظفر الدین کو کبری علی کوجک اسے اس بات پر آمادہ کیا کرتا تھا کہ وہ موصل پر حملہ آور ہو۔ اس نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ جب سلطان وہاں آئے گا تو وہ پچاس ہزار دینار اسے پیش کرے گا۔

سلطان جب حران پہنچا تو اس نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا چنانچہ سلطان نے اسے گرفتار کر لیا لیکن اہل جزیرہ کی تکلیف کے پیش نظر اسے رہا کر دیا اور انہیں حران اور رہا کا علاقہ واپس کر دیا۔

ماہ ربیع الاول میں سلطان نے پیش قدمی کی تو اس کے لشکر میں حاکم کیفا نور الدین اور جزیرہ ابن عمر کے حاکم معز الدین سنجار شاہ بھی شامل ہو گئے۔ معز الدین سنجار شاہ نے مجاہد الدین نائب حاکم کے زوال کے بعد اپنے چچا عز الدین حاکم موصل کی اطاعت چھوڑ دی تھی۔

سلطان صلاح الدین کے ہمراہ یہ تمام حکام موصل پر چڑھائی کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔ جب یہ شہر بلد پہنچے تو وہاں سلطان سے عز الدین کی والدہ اور اس کے چچا نور الدین کی بیٹی اور شاہی خاندان کے دیگر افراد نے ملاقات کی' انہوں نے سلطان سے صلح کی درخواست کی کیونکہ ان کا یہ خیال تھا کہ سلطان ان خواتین کی درخواست رد نہیں کرے گا بالخصوص سلطان نور الدین کی بیٹی کی بات ضرور مانے گا۔

اس سلسلے میں سلطان صلاح الدین نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا تو فقیہ عیسیٰ اور علی بن احمد المشطوب نے یہ مشورہ دیا کہ ان خواتین کی درخواست کو منظور نہ کیا جائے۔ پھر یہ لشکر موصل کی جانب روانہ ہوا اور اہل موصل سے انہوں نے جنگ شروع کر دی۔ اہل موصل نے بڑی دلیری سے مقابلہ وہ خواتین کی درخواست کو رد کر دینے پر کافی ناراض تھے اس لیے شہر فتح نہ ہو سکا۔ سلطان نے غلط مشورہ دینے پر اپنے ساتھیوں کو بہت سخت سست کہا۔

اسی اثناء میں اربل کا حاکم زین الدین یوسف اور اس کا بھائی مظفر الدین کوکبری آ گئے۔ سلطان نے ان دونوں کو مشرقی سمت پر مامور کیا اور علی بن احمد المشطوب الہکاری کو الجزیرہ کے قلعہ کی جانب بھیجا تاکہ وہ اس کا محاصرہ کرے۔ ہکاریہ کرد قوم اس کے خلاف اس وقت تک

صف آراء رہیں جب تک سلطان صلاح الدین موصل سے واپس نہیں آیا۔

موصل کے حاکم عز الدین کو یہ خبر ملی کہ اس کا نائب زلقندار جو قلعہ کا حاکم ہے سلطان صلاح الدین سے خط و کتابت کر رہا ہے چنانچہ اس نے اسے اس کام سے منع کر دیا۔

خلاط کے واقعات

شاہرمن کا انتقال

اس دوران سلطان کو یہ خبر ملی کہ خلاط کا حاکم شاہرمن وفات پا گیا ہے چنانچہ سلطان نے یہ موقع غنیمت جانا کہ وہ اس کی مملکت کو فتح کر لے جو آگے چل کر اس کی سلطنت کے لیے کافی مفید ثابت ہو سکتی ہے پھر اسے وہاں کے باشندوں کے خطوط بھی موصول ہوئے جن میں اسے وہاں بلایا گیا تھا اس لیے اس نے موصل چھوڑ کر اودھر روانگی اختیار کر لی۔

سیاسی حکمت عملی

اصل بات یہ تھی کہ اہل خلاط نے اسے دھوکہ دہی کے ساتھ بلوایا تھا کیونکہ اس زمانے میں آذربائیجان کے حاکم شمس الدین بہلوان بن ایلاکز نے بھی اس علاقے کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تھا اس نے بوڑھا ہونے کے باوجود اپنی بیٹی کی شادی شاہرمن سے کر دی تھی تاکہ اس کے رشتے کے ذریعے وہ خلاط پر قبضہ کر لے چنانچہ جب وہ اس مقصد کے لیے روانہ ہوا تو انہوں نے سلطان صلاح الدین سے خط و کتابت کی' ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کو لڑوا کر اپنے علاقے کا دفاع کر سکیں۔

پھر سلطان صلاح الدین خلاط کے لیے روانہ ہوا۔ اس کے ہراول فوجی دستوں کی قیادت ناصر الدین محمد بن شیر کوہ اور مظفر الدین حاکم اربل وغیرہ کر رہے تھے۔ جس زمانے میں ان لوگوں نے پیش قدمی کی تھی اسی زمانے میں حاکم آذربائیجان بھی وہاں پہنچا اور اس نے خلاط کے نزدیک پڑاؤ ڈالا۔ اہل خلاط کے قاصدوں نے بیک وقت سلطان صلاح الدین اور بہلوان (حاکم آذربائیجان) دونوں سے بات چیت کی' بالآخر اہل خلاط نے بہلوان (حاکم آذربائیجان کی اطاعت قبول کر کے) اس کے نام کا خطبہ مساجد میں جاری کروا دیا۔

قطب الدین کا انتقال

بہلوان کے نام کا خطبہ جب اہل خلاط نے پڑھوایا تو اس وقت سلطان صلاح الدین شہر میافارقین کے نزدیک تھا۔ یہ شہر حاکم ماردین قطب الدین کے زیر کنٹرول تھا اس کا انتقال ہو گیا تھا اور اس کے بعد اس کا ایک کم سن بیٹا رہ گیا تھا۔ اس لیے اس نے اس کی حکومت حاکم خلاط شاہرمن کے حوالے کر دینے کی وصیت کی تھی اور اس نے وہاں پر اپنے لشکر کو تعینات کر دیا تھا۔

میافارقین پر قبضہ

شاہرمن کے انتقال کے بعد سلطان نے میافارقین کے شہر پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس نے ۵۸۱ھ میں یکم ماہ جمادی الاول کو اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں (میافارقین) کا سپہ سالار اسد الدین برنقش تھا۔ اس نے شہر کا اچھی طرح دفاع کیا۔ اس شہر میں قطب الدین (مرحوم حاکم) کی بیوی اپنی بیٹیوں کے ساتھ رہتی تھی' وہ حاکم کیفا نور الدین کی بہن تھی۔ سلطان صلاح الدین نے اس بیوہ کو یہ پیغام پہنچایا کہ "برنقش شہر اس کے سپرد کر دینا چاہتا ہے اور ہم تمہارے بھائی نور الدین کے حق کی یوں حمایت کرتے ہیں کہ میں تمہاری بیٹیوں کا نکاح اپنے بیٹوں سے کر دوں گا۔ اس طرح شہر پر ہمارا قبضہ رہے گا۔"

کسی طرح سے یہ اطلاع برنقش کو مل گئی کہ خاتون (حاکم کی بیوی) سلطان صلاح الدین کی حمایت کر رہی ہے اور اہل خلاط نے بھی اس کے ساتھ خط و کتابت کی' چونکہ اہل خلاط کی خط و کتابت کی اطلاع درست تھی' اس لیے وہ گھبرا گیا اور اس نے جاگیر اور مال کی شروط کے ساتھ شہر حوالے کر دینے کا پیغام بھیج دیا۔ اس کے بعد اس نے شہر سلطان کے سپرد کر دیا۔ سلطان نے شہر پر قبضہ کر کے اپنے ایک بیٹے کا نکاح خاتون کی ایک بیٹی سے کر دیا اور اسے اور اس کی بیٹیوں کو قلعہ و حتناج میں ٹھہرا دیا۔

سلطان کی روانگی

اس کے بعد سلطان موصل کی جانب روانہ ہوا۔ وہ نصیبین سے گزرتا ہوا کفر ارمان پہنچا اس نے ارادہ کیا کہ وہ یہاں موسم سرما گزارے اور موصل کے تمام اضلاع کا محصول وصول کر کے اسے اپنے کام میں لائے اور موصل کی تمام اراضی کو مختلف لوگوں میں بانٹ دے۔

مصالحت

مجاہد الدین صلح کے لیے تیار ہو گیا اور ایلچیوں کا آنا جانا شروع ہو گیا اور یہ شرط رکھی گئی کہ اسے شہرزور اور اس کا ملحقہ علاقہ' غرابلی کا علاقہ اور زاب کے پیچھے کے اضلاع عز الدین دے دے۔ اس اثناء میں سلطان صلاح الدین بیمار ہو گیا تو وہ حران لوٹ آیا' اس کے ایلچی یہ اطلاع لے کر آئے کہ اس کے مطالبات منظور ہو گئے ہیں چنانچہ صلح ہو گئی اور باہمی حلف نامہ کے بعد شہر سپرد کر دیئے گئے۔ حران میں سلطان صلاح الدین کافی عرصے تک بیمار رہا اس کے پاس اس کا بھائی ملک عادل' حاکم حلب اور اس کا بیٹا الملک العزیز عثمان بن صلاح الدین موجود تھے۔

مملکت کی تقسیم

سلطان جب شدید بیمار ہو گیا تو اس نے اپنی مملکت اپنی اولاد کے مابین تقسیم کر دی اور سارے ملک کا نگران اپنے بھائی ملک عادل کو بنا دیا۔ پھر سلطان نے ماہ محرم ۵۸۲ھ میں دمشق واپسی اختیار کی۔

ناصر الدین کا انتقال

سلطان جب حران تھا تو اس کا چچا زاد بھائی ناصر الدین محمد بن شیر کوہ بھی وہاں موجود تھا' اس کی جاگیر میں حمص اور رحبہ کا علاقہ شامل تھا۔ وہ سلطان سے پیشتر حمص واپس چلا گیا تھا جب وہ حلب پہنچا تو اس نے وہاں کے امراء کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اگر سلطان صلاح الدین کا انتقال ہو جائے تو وہ اس کے بادشاہ بننے کی حمایت کریں۔ اس کے بعد وہ حمص پہنچ گیا اس نے اہل دمشق کو بھی اسی قسم کا پیغام بھجوایا' لیکن قدرت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ سلطان صلاح الدین تو اپنی خطرناک بیماری سے تندرست ہو گیا اور ناصر الدین بقر عید کی رات کو انتقال کر گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے زہر دے کر خفیہ طور پر ہلاک کر دیا گیا۔ پھر اس کا بارہ سالہ بیٹا شیر کوہ اس کی عملداری کا حاکم اور جانشین مامور ہوا۔

سلطنت کی تقسیم

سلطان صلاح الدین کا ایک بیٹا الملک العزیز عثمان حلب میں اس کے بھائی ملک عادل کی نگرانی میں تھا اور اس کا بڑا بیٹا افضل علی مصر میں اس کے بھتیجے تقی الدین عمر بن شاہنشاہ کی نگرانی میں تھا۔ اسے سلطان نے اس وقت مصر بھیجا تھا جبکہ اس نے ملک عادل کو وہاں سے بلوا لیا تھا جب سلطان حران میں بیمار ہوا تو اسے اس بات پر افسوس ہوا کہ اس نے اپنے کسی بیٹے کو کسی علاقے کا مستقل اور آزاد حاکم مامور نہ کیا اور اس کے بعض اچھے دوستوں نے بھی اسے اس جانب توجہ دلائی۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک بیٹے کو اپنے بھائی ملک عادل کی سرپرستی میں حلب کی بجائے مصر کا حاکم مامور کر کے بھیجا۔ اس کے بعد اس نے الجزیرہ کے علاقے میں سے حران' رہا اور میافارقین کا علاقہ ملک عادل کو دے دیا اور اپنے بیٹے عثمان کو مصر کا (خود مختار) حاکم متعین کر دیا۔

اس کے بعد اس نے اپنے بیٹے افضل اور اپنے بھتیجے تقی الدین کو بلوا بھیجا لیکن تقی الدین سلطان کے پاس نہیں گیا اور اس نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنے آزاد کردہ غلام قراقوش کے پاس مغرب (شمالی افریقیہ) میں ان علاقوں کی جانب چلا جائے کیونکہ اس نے طرابلس اور افریقیہ کے علاقے مزید کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا تھا۔

اس بات کا علم جب سلطان صلاح الدین کو ہوا تو اس نے نرمی اور خوش اخلاقی کے ذریعے خط لکھ کر اسے بلوا لیا' جب وہ وہاں پہنچا تو سلطان نے حماۃ' منبج' معرہ' کفر طاب' جبل جوز اور اس کے تمام علاقے کی حکومت اسے دے دی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب تقی الدین کو سلطان صلاح الدین کے مرض اور اس کی موت کی غلط اطلاع ملی تو اس نے خود بادشاہ بننا چاہا' یہ اطلاع سلطان صلاح الدین کو مل گئی تھی چنانچہ اس نے فقیہ عیسیٰ الہکاری کو بھیجا کیونکہ اس کا حکم سب مانتے تھے سلطان نے اسے یہ ہدایت

دی تھی کہ وہ تقی الدین کو مصر سے نکال کر خود قیام کرے چنانچہ وہ وہاں اطلاع دیئے بغیر پہنچ گیا اور اس نے تقی الدین کو نکل جانے کا حکم دیا چنانچہ وہ شہر کے باہر ٹھہرا رہا۔ پھر وہ مغرب (شمالی افریقیہ) جانے کی تیاریاں کرنے لگا لیکن سلطان نے خط لکھ کر اسے بلا بھیجا۔

فرنگیوں کے واقعات

طرابلس کے فرنگی حاکم ایمنڈ بن ریمنڈ بن سنجیل نے طبریہ کی فرنگی ملکہ سے نکاح کر لیا تھا اور اس کے پاس جا کر رہنے لگا تھا۔ اس دوران شام کا فرنگی بادشاہ جو جذامی تھا وفات پا گیا۔ اس نے اپنے کم سن بھتیجے کو ولی عہد مقرر کیا چنانچہ وہ اس کا جانشین ہوا۔ طرابلس کا یہ فرنگی حاکم اس کا نگران بنا اور چونکہ وہ فرنگی حکام میں سب سے زیادہ بزرگ تھا' اس لیے وہ اس کی مملکت کا انتظام کرتا رہا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ نگرانی کے پردے میں وہ اس علاقے پر قبضہ کر لے لیکن اتفاق سے اس (جانشین) کم سن حاکم کا انتقال ہو گیا تو اس کی سلطنت' اس کے والد کی طرف منتقل ہوئی۔ اس طرح حاکم طرابلس کو اپنی توقعات میں کامیابی نہ ہوئی۔

پھر فرنگی ملکہ نے مغرب سے آنے والے ایک فرنگی سے نکاح کر لیا اور ایک جشن میں اس کو تاج پہنا کر اپنی حکومت سے اپنے آپ کو دست بردار کرنے کا اعلان کیا۔ اس جشن (تاج پوشی) میں تمام بشپ مذہبی پیشوا' راہبوں اور استباریہ' داویہ اور یارویہ (فرقوں) نے شرکت اختیار کی۔

پھر حاکم طرابلس سے مطالبہ کیا گیا کیونکہ جب وہ کم سن بچے کی کفالت کر رہا تھا کہ وہ اس زمانے کے محصولات کی وصولی کا حساب پیش کرے ، اس پر اس نے ناراضگی کا اظہار کیا ور اعلانیہ بغاوت اور نافرمانی کا اعلان کرنے لگا اس نے سلطان صلاح الدین سے خط و کتابت کی اور اس کے پاس چلا گیا۔ سلطان نے اسے اپنے شہر میں اس کے ہم مذہب (عیسائی) افراد کا حاکم مامور کر دیا اور (اس کی حمایت کے لیے) سلطان نے ان عیسائی سرداروں کو بھی رہا کر دیا جو اس کی قید میں تھے' اس بات سے وہ بڑا خوش ہوا اور یہ فعل فرنگی افراد کے شہروں کو فتح کرنے اور بیت المقدس کو ان سے واپس لینے کا ذریعہ ثابت ہوا۔

مسلمانوں کی کامیابی

طبریہ کی سمت سے تمام فرنگی بستیوں میں سلطان صلاح الدین نے اپنے فوجی دستے روانہ کیے چنانچہ وہ ان کے علاقوں کو تباہ کر کے مال غنیمت حاصل کر کے لوٹتے تھے۔ یہ تمام واقعات ۵۸۲ھ میں پیش آئے۔

چالاک فرنگی حاکم

ان فرنگی حکام میں پرنس ارناط جو الکرک کا حاکم تھا' سب سے زیادہ چال باز اور خطرناک تھا۔ سلطان نے اس پر بھرپور حملہ کر کے اس کے شہر کا محاصرہ کر لیا تھا بالآخر وہ صلح کرنے پر تیار ہو گیا اور اس سے صلح کرنے کے بعد دونوں قوموں کے درمیان کے راستوں پر امن ہو گیا تھا۔ لیکن اسی برس مسلمان تاجروں اور فوجیوں کا ایک قافلہ اس کے علاقے سے گزرا تو اس فرنگی حاکم نے غداری کر کے انہیں قید کر لیا اور ان کے ساتھ جو سامان تھا اسے لوٹ لیا۔ سلطان صلاح الدین نے پیغام بھیج کر اس سے بازپرس کی لیکن یہ فرنگی حاکم (ارناط) اپنی غداری پر مصر رہا۔ اس پر سلطان نے یہ عہد کیا کہ اگر وہ کامیاب ہوا تو وہ اسے قتل کر کے چھوڑے گا۔ لہٰذا سلطان نے اس مقصد کے لیے موصل' الجزیرہ' اربل' مصر و شام کے مسلمانوں کو دعوت جہاد دی اور پھر ماہ محرم ۵۸۳ھ میں سلطان نے تمام لشکر کو لے کر دمشق سے روانگی کی اور وہ راس الماء تک جا پہنچا۔

حاجیوں کا قافلہ

اس دوران سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ پرنس ارناط حاکم الکرک شام کے حاجیوں کے قافلے پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس وقت سلطان کے ساتھ اس کا بھتیجا محمد بن لاجیل وغیرہ بھی شامل تھے۔ چنانچہ سلطان نے کچھ لشکر اپنے بیٹے الافضل علی کی قیادت میں چھوڑا اور خود اس نے بصرہ کی جانب چڑھائی کی۔ جب پرنس ارناط نے سلطان کے لشکر کی آمد کی اطلاع سنی تو وہ حملہ کرنے سے باز رہا اور حاجیوں کا قافلہ آرام سے گزر گیا۔

مسلمانوں کی کامیابی

پھر سلطان صلاح الدین نے الکرک کی جانب پیش قدمی کی اس نے اپنے فوجی دستے الکرک کے علاقے اور شوبک کے علاقے میں بھیجے۔ چنانچہ انہوں نے ان دونوں علاقوں کو تباہ کر دیا۔ پرنس ارناط الکرک میں محصور ہو گیا کیونکہ دوسری فرنگی فوجیں اس کی امداد کے لیے نہیں پہنچ سکیں یہ فوجیں سلطان کے بیٹے الافضل کی فوجوں کے ساتھ جنگ کر رہی تھیں۔ اس دوران سلطان نے اپنے بیٹے الافضل کو حکم دیا کہ وہ ایک فوجی مہم عکا بھیجے تاکہ وہ اس کے گرد و نواح کو تاراج کرے۔

چنانچہ الافضل نے مظفر الدین کو کبری حاکم حران و رہا اور قایماز النجمی اور داروم الیاروقی کو بھیجا۔ یہ لوگ ماہ صفر کے آخر میں فوج لے کر روانہ ہوئے۔ انہوں نے علی الصبح صفوریہ پر حملہ کیا جہاں (صلیبی) جیالے رضاکاروں اور استباریہ (جماعت) کے فوجی دستے جمع تھے۔ یہ تمام اسلامی لشکر کے مقابلے کے لیے نکلے اور فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت سے نوازا اور فرنگیوں کو شکست دی اور ان کا سردار مارا گیا۔ مسلمانوں نے بہت مال غنیمت حاصل کیا اور وہ کامیاب ہو کر لوٹے۔ مسلمانوں کی فوجیں طبریہ کے قریب سے گذریں' وہاں فرنگی حاکم (ایمنڈ) موجود تھا' لیکن اس نے کوئی مزاحمت نہ کی کیونکہ اس کے اور سلطان صلاح الدین کے مابین معاہدہ تھا چونکہ یہ عظیم فتح تھی اس لیے تمام ملک کو یہ خوشخبری پہنچا دی گئی۔

فرنگی قوم کی غداری

صفوریہ کے مقام پر جب (صلیبی) جیالے رضاکاروں (فداویہ) اور استباریہ (جماعت) کو شکست فاش ہوئی تو مسلمان مال غنیمت لے کر فرنگی حاکم ایمنڈ کے قریب سے طبریہ کے مقام سے گذرے۔ ہرکارے فتح کی خوشخبری لے کر سلطان صلاح الدین کے پاس پہنچے جو اپنے اس فوجی کیمپ کی طرف واپس پہنچا تھا جو اس کے بیٹے کی زیر قیادت تھا۔ سلطان الکرک کے قریب سے بھی گذرا۔ اس نے فرنگی علاقوں کے خلاف جہاد کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ چنانچہ ان کے لشکر نے مقابلہ کے لیے تیاری کی۔

سلطان کو یہ خبر ملی کہ فرنگی حاکم ایمنڈ نے اپنے ہم مذہب (فرنگیوں) کے ساتھ مل کر سازباز کی ہے اور اس نے سلطان کے ساتھ کیے ہوئے معاہدہ کو توڑ دیا ہے' اس کی وجہ یہ تھی کہ تمام عیسائی پادریوں' مذہبی پیشواؤں اور راہبوں نے اس کی مسلمان دوستی کی اس پالیسی کو ناپسند کیا تھا کہ مسلمانوں کی فوجیں عیسائیوں کے قیدی اور ان کا مال غنیمت لے کر اس کے شہر میں سے گذریں اور وہ اس کا راستہ نہ روکے حالانکہ انہوں نے ان کے جیالے رضاکاروں (فداویہ استباریہ (جماعت) اور دیگر مذہبی سرداروں کو ہلاک کر دیا تھا' انہوں نے اسے یہ دھمکی بھی دی کہ وہ اس کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کریں گے چنانچہ (ان حالات کے پیش نظر) ایمنڈ بہت شرمندہ ہوا اور اس نے اپنا فیصلہ تبدیل کر لیا اور ان سے معافی طلب کی' انہوں نے اس کی معافی قبول کر لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ان کافروں اور فرنگیوں کا حمایتی بن گیا اور انہوں نے اس سے از سر نو حلف اٹھوا کر اسے اپنے ساتھ شامل کر لیا اور ان سب نے مل کر عکا سے صفوریہ کی جانب پیش قدمی کی۔

سلطان کی حکمت عملی

سلطان صلاح الدین کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ کچھ لوگوں نے اسے اس وقت تک جنگ نہ کرنے کا مشورہ دیا جب تک کہ وہ کمزور نہ ہو جائیں کچھ لوگوں نے جنگ کرنے کا مشورہ دیا تاکہ وہ اس کے بعد عکا پہنچ کر الجزیرہ میں مسلمانوں کے مظالم کا بدلہ لیں۔ جنگ کرنے کا مشورہ سلطان صلاح الدین نے اچھا سمجھا اور ان سے مقابلہ کرنے میں تیزی دکھائی۔

طبریہ پر قبضہ

چنانچہ ماہ رمضان المبارک کے آخر میں سلطان الاقحوانہ کے مقام سے روانہ ہوا۔ وہ طبریہ کے عقب تک گیا اور وہاں سے اس نے فرنگی محاذ کی جانب پیش قدمی کی لیکن اس وقت وہ اپنے خیموں سے باہر نہیں نکلے تھے تاہم جب رات ہوئی تو سلطان نے اپنے لشکر کی ایک جماعت طبریہ بھیجی جس نے بزور شمشیر اسی رات طبریہ کو فتح کر کے اس میں آگ لگا دی اور اسے لوٹ لیا وہاں کے باشندے قلعہ میں محصور ہو گئے ان کے ساتھ ملکہ اور اس کی اولاد بھی محصور ہو گئی۔

فرنگیوں سے مقابلہ

یہ خبر جب فرنگیوں کو ملی تو ان کا حاکم بڑا پریشان ہوا' ایمنڈ نے صلح کرنے کا ارادہ کیا لیکن الکرک کے حاکم پرنس ارنلط نے اس کی مخالفت کی اور اس پر سلطان صلاح الدین کی حمایت اور دوستی کا الزام لگایا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فرنگی فوجوں نے مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا اور صف آراء ہونے کے لیے اپنے فوجی مرکز میں جمع ہو گئے ادھر سلطان صلاح الدین بھی اپنے محاذ پر جا پہنچا۔

دونوں فریق جب اپنے فوجی مورچوں پر پہنچ گئے تو فرنگیوں کے محاذ سے آب رسانی کا سلسلہ دور ہو گیا اور وہ پیاسے مرنے لگے لیکن اب پیچھے ہٹنے کا کوئی موقع نہ تھا کیونکہ سلطان صلاح الدین ان کے ارادے کے بغیر سوار ہو کر میدان جنگ میں پہنچ چکا تھا اور گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی تھی۔ سلطان صلاح الدین مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر ان کا جائزہ لیتا رہتا تھا۔ بالآخر فرنگی حاکم نے تقی الدین عمر بن شاہ کے مورچے پر بھرپور حملہ کیا جس میں اس نے اور اس کی فوجوں نے بڑی بے جگری اور بہادری کا مظاہرہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس مورچے سے اس کے فرار کی راہ صاف ہو گئی۔

اسلامی لشکر کی کامیابی

فرنگیوں کی صفوں میں کافی انتشار پیدا ہوا اور انہوں نے مسلسل حملے کیے (ان پر ایک مصیبت یہ نازل ہوئی کہ) زمین کی خشک گھاس پر کوئی چنگاری گر کر آگ لگ گئی چنانچہ اس آگ کے شعلے انہیں بہت تنگ کرتے رہے' پیاس کے باعث ان فرنگیوں کی کافی تعداد مر گئی اور ان کے حوصلے پست ہوتے گئے۔ مسلمانوں نے انہیں چاروں جانب سے گھیر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حطین (مقام) کے نزدیک ایک ٹیلے پر چڑھ گئے تاکہ وہاں اپنے خیمے لگائیں' لیکن وہ صرف بادشاہ کا خیمہ ہی لگانے میں کامیاب ہو سکے۔

مسلمانوں کی تلواریں اس موقع پر ان کا قتل عام کر رہی تھیں۔ یہاں تک کہ فرنگیوں کی بیشتر فوج فنا ہو گئی اور بادشاہ کے علاوہ ان کے منتخب اور چیدہ چیدہ سرداروں کی صرف ایک سو پچاس افراد کی جماعت باقی بچی۔ ان پر مسلمان مسلسل حملے کرتے رہے یہاں تک کہ ان سرداروں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ مسلمانوں نے ان کے بادشاہ اور اس کے بھائی پرنس ارنلط حاکم الکرک' حاکم جبیل' ہنفری کے بیٹے' جیالے رضا کاروں (صلیبی) (فداویہ) کے سردار اور ان کے رضاکاروں اور استبارنہ کی ایک بڑی جماعت کو قیدی بنا لیا۔ ۴۹۰ھ سے جب کہ وہ ان علاقوں پر قابض ہوئے تھے انہیں ایسا زبردست نقصان نہ ہوا تھا۔

فرنگی قیدیوں کی طلبی

جب سلطان صلاح الدین اپنے فوجی خیمے میں جا بیٹھا تو اس نے ان فرنگی قیدیوں کو بلوایا۔ سلطان نے فرنگی بادشاہ کے شاہی منصب کا خیال رکھتے ہوئے اسے اپنے قریب بٹھایا اور اسے بہت شرمندہ کیا پھر وہ پرنس ارنلط کی جانب متوجہ ہوا اور اپنی منت اور نذر پوری کرنے کے لیے اس نے خود اپنے ہاتھ سے قتل کیا' اس سے پہلے سلطان نے اسے اس کی غداری کے واقعات یاد دلائے اور اس کی اس حرکت کا ذکر بھی کیا جو اس نے حرمین (اور اس کے حاجیوں پر حملہ کرنے کے) سلسلے میں روا رکھی تھی۔

ایمنڈ کا انجام

باقی فرنگی سرداروں کو سلطان نے قید میں رکھا لیکن حاکم طرابلس (ایمنڈ) فرار ہو گیا تھا' جیسا کہ ابھی بیان کیا جا چکا ہے وہ اس رنج و افسوس میں چند روز کے بعد وفات پا گیا تھا۔

قلعہ طبریہ کی فتح

ان کاموں سے جب سلطان صلاح الدین فارغ ہو اتو اس نے طبریہ کی جانب پیش قدمی کی اور دوبارہ جنگ کا آغاز کیا۔ فرنگی ملکہ نے سلطان سے پناہ مانگی تو سلطان نے اسے' اس کی اولاد اور اس کے ساتھیوں کو پناہ دی اور اس کی مال و دولت کی حفاظت کا وعدہ بھی کیا۔ چنانچہ جب وہ نکلی تو سلطان نے اس کے ساتھ اپنا وعدہ نبھایا۔

فرنگی قیدیوں سے سلوک

قیدیوں میں شامل فرنگی بادشاہ اور ان کے سرداروں کو سلطان نے دمشق بھیج دیا جہاں وہ تمام قید رہے۔ اس نے فداویہ اور استباریہ کے رضاکاروں کو جمع کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

مشہور مورخ ابن الاثیر تحریر کرتا ہے "اس واقعہ کے ایک برس بعد میں جب اس جگہ سے گذرا تو مجھے دور سے ان کی بکریوں کی ہڈیاں دکھائی دیں جن کو سیلاب بہا کر لے آیا تھا اور درندوں نے انہیں چبا لیا تھا"۔

عکا پر قبضہ

طبریہ کی فتح سے جب سلطان صلاح الدین فارغ ہوا تو اس نے عکا پر چڑھائی کی اور وہاں جنگ کی۔ اس شہر میں جو فرنگی تھے انہوں نے قلعوں کے اندر جا کر پناہ لی۔ اس کے بعد انہوں نے پناہ مانگی تو سلطان نے انہیں پناہ دے دی اور انہیں کوچ کرنے کا اختیار بھی دیا چنانچہ جو سازو سامان ان کی سواریاں اٹھا سکیں' لے گئے۔ سلطان صلاح الدین اس شہر میں یکم جمادی الاولیٰ ۵۸۳ھ میں داخل ہوا۔ مسلمانوں نے شہر میں داخل ہو کر شہر کی قدیم جامع مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی۔ یہ پہلی جمعہ کی نماز تھی جو فرنگیوں کے ساحل شام پر قبضہ کرنے کے بعد پڑھی گئی۔

سلطان نے عکا شہر اور وہاں فداویہ (جیالے صلیبیوں) کی جو جاگیریں اور اراضی تھیں' وہ تمام اپنے بیٹے الافضل کو عنایت کیں۔ سلطان نے اکثر مال و متاع جو فرنگی نہیں لے جا سکتے تھے' فقیہ عیسیٰ الھکاری کو عنایت کیا چند روز وہاں قیام پذیر رہا تاکہ وہاں کی حالت درست کر سکے اس کے بعد وہاں سے کوچ کیا۔

یافا پر قبضہ

فرنگیوں کو سلطان صلاح الدین نے جب شکست دی تو اس نے اپنے بھائی ملک عادل کو مصر سے بلوایا اور اسے حکم دیا کہ وہ مصر کی جانب سے براہ راست فرنگی علاقوں کی طرف پیش قدمی کرے۔ پھر سلطان نے قلعہ مجدل پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور مال غنیمت حاصل کیا۔ اس کے بعد اس نے شہر یافا کی جانب پیش قدمی کی اور اس پر بھی بزور شمشیر قبضہ کر لیا اور اسے تاراج کیا

مزید فتوحات

سلطان جب عکا میں مقیم تھا تو اس نے فوجی دستے قیساریہ' حیفا' اسطوریہ' بعلبک اور شقیف وغیرہ کی جانب بھیجے تھے۔ یہ تمام مقامات عکا کے گرد و نواح میں تھے انہوں نے انہیں فتح کر کے تاراج کر دیا کافی مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا تھا۔ حسام الدین عمر بن الاصغن کو سلطان نے لشکر دے کر نابلس بھیجا۔ اس نے سبطیہ کے شہر کو فتح کر لیا جو اسباط (اولاد یعقوب علیہ السلام) کا شہر تھا اور وہاں حضرت زکریا علیہ السلام کا مزار مبارک ہے۔ اس کے بعد وہ شہر نابلس کی جانب روانہ ہوا اور اس پر بھی قبضہ کر لیا وہاں جو فرنگی موجود تھے انہوں نے قلعہ میں جا کر پناہ لی۔ انہیں وہاں مال و دولت کے ساتھ رہنے کی اجازت مل گئی۔ تقی الدین عمر ابن شاہنشاہ کو سلطان نے لشکر دے کر تبنین کی جانب بھیجا تاکہ وہاں سے (فرنگیوں کے لیے) غلہ کی رسد بند کرے اور صور سے بھی یہ رسد منقطع کر دے لہٰذا اس نے وہاں پہنچ کر اس مقام کا محاصرہ کر لیا وہاں کے لوگوں کو اس قدر تنگ کیا کہ انہوں نے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال کر پناہ کی درخواست کی بالآخر انہیں پناہ دے کر اس مقام پر قبضہ کر لیا گیا۔

پھر اس نے صیدا کی طرف پیش قدمی کی۔ راستے میں وہ صرفند کے قریب سے گذرا تو جنگ کرنے کے بعد اسے بھی فتح کر لیا۔ اتنے میں اطلاع ملی کہ صیدا کا حاکم بھاگ گیا ہے چنانچہ وہاں پہنچ کر اسی برس ماہ جمادی الاولیٰ کے آخر میں صیدا کو بھی فتح کر لیا۔

اس کے بعد اس نے اسی روز بیروت کی طرف پیش قدمی کی اور اس شہر کی ایک سمت سے اس پر حملہ کیا۔ اہل شہر یہ سمجھے کہ مسلمان دوسری جانب سے شہر میں داخل ہو گئے ہیں اس لیے وہ کافی پریشان ہوئے اور چونکہ وہاں دیہات سے مختلف اصناف کے افراد پہنچ گئے تھے اس لیے وہ ان تمام کی گھبراہٹ اور پریشانی کو دور نہیں کر سکے اور آخر میں انہیں ہتھیار ڈالنے پڑے اور مسلمانوں نے آٹھ روز محاصرہ کرنے کے بعد ماہ جمادی الاثانیہ کے آخری دن بیروت پر بھی قبضہ کر لیا۔

جبیل کا حاکم دمشق میں قید تھا۔ اس نے اپنے نائب کو یہ ہدایت کی کہ وہ جبیل سلطان صلاح الدین کے سپرد کر دے اس کے بدلے میں وہ اسے رہا کر دے گا چنانچہ جب بیروت کا محاصرہ جاری تھا تو اسے بلوایا گیا جب اس نے قلعہ سلطان کے سپرد کر دیا تو اسے رہا کر دیا گیا' وہ فرنگیوں کا کافی دانش مند سردار تھا۔

فرنگی تاجر مارکوئیس

حطین کی جنگ سے جب طرابلس کا حاکم بچ نکلا تو وہ شہر صور فرار ہو گیا۔ وہ اس شہر کا دفاع کرنا چاہتا تھا اور اسے مسلمانوں کے حملے سے روکنے کے لیے وہ وہاں پر قیام پذیر ہو گیا لیکن جب سلطان صلاح الدین نے تنین' صیدا اور بیروت کو فتح کر لیا تو اس کا حوصلہ پست ہو گیا اور اپنے شہر طرابلس چلا گیا۔ اس طرح صیدا اور صور (کے فرنگی شہر) محافظ فوجوں کے بغیر رہ گئے۔

اس اثناء میں ایک بڑا فرنگی تاجر اور نواب' جسے مارکوئیس کا خطاب ملا ہوا تھا مغرب سے کافی (فوجی) سازوسامان کے ساتھ عکا کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا۔ اسے اس شہر کے فتح ہونے کی خبر نہیں تھی' اس کے ہراول دستے کے افسر نے (معلومات حاصل کرنے کے بعد) اسے بتایا کہ اس شہر میں سلطان صلاح الدین کا بیٹا الافضل موجود ہے (اور اس کا قبضہ ہے) اس نے اسے یہ بھی بتایا کہ صور اور عسقلان ابھی تک فرنگیوں کے قبضہ میں ہیں لیکن ہوا بند ہونے کے باعث وہاں اس کے جہاز نہیں جا سکتے تھے چنانچہ اس نے پناہ حاصل کرنے کی کوشش کی تاکہ بندرگاہ میں داخل ہو سکے۔ (ابھی معاملہ طے نہیں ہونے پایا تھا کہ) اتنے میں ہوا موافق ہو گئی اور وہ صور چلا گیا۔

اس کے تعاقب میں امیر الافضل نے جنگی کشتیاں بھیجیں لیکن وہ اسے پکڑ نہیں سکیں یہاں تک کہ وہ صور کی بندرگاہ میں داخل ہو گیا وہاں اس نے دیکھا کہ فرنگیوں کے مفتوحہ قلعوں کی شکست خوردہ مختلف قومیں پناہ گزین ہو گئی ہیں۔ انہوں نے اس سے (شہر پر حکومت کرنے کی) درخواست کی اور اس نے شہر کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری قبول کی۔ اس نے شہر والوں سے اس بات کا حلف نامہ لیا کہ یہ شہر اس کے زیر کنٹرول رہے گا اور کوئی دوسرا اس میں دخل نہیں دے گا۔ ایسی صورت میں اس کی حفاظت کے لیے بہت مال خرچ کرنے کے لیے تیار رہے گا۔ پھر وہ شہر کا انتظام ٹھیک کرنے لگا اور اس کی قلعہ بندی کے لیے مناسب انتظامات شروع کر دیئے۔ اس نے خندقیں کھودیں اور فصیلوں کو درست کرایا اور شہر کے سیاہ و سفید کا مالک بن گیا۔

عسقلان پر قبضہ

سلطان صلاح الدین نے جب بیروت' جبیل اور اس سے متصل قلعوں پر قبضہ کر لیا تو اس نے اپنی توجہ عسقلان اور بیت المقدس کو فتح کرنے کی جانب مبذول کی۔ عسقلان کا شہر شام اور مصر کو جدا کرنے والا تھا اس لیے اس نے بیروت سے براہ راست عسقلان کی جانب پیش قدمی کی' وہاں اسے اس کا بھائی ملک عادل بھی مل گیا جو مصر کا ایک زبردست لشکر لے کر آیا ہوا تھا۔ سلطان نے ماہ جمادی الآخر کے شروع میں اس کا محاصرہ کر کے جنگ کا آغاز کر دیا۔

سلطان نے فرنگیوں کے بادشاہ اور اس کے علم بردار کو جو دمشق میں قید تھے' دمشق سے بلوایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ دونوں عسقلان کے فرنگیوں کو اجازت دے دیں کہ وہ شہر (سلطان کے) حوالے کر دیں (انہوں نے تعمیل حکم میں اہل شہر کو پیغام دیا) لیکن انہوں نے ان دونوں کی بات نہ مانی بلکہ انہیں برے طریقے سے جواب دیا' سلطان نے اس کے بعد بھرپور جنگ کی اور ان کی فصیلوں پر مجانیق نصب کرا دیئے۔ فرنگیوں کا بادشاہ اہل شہر کو لگاتار اس مضمون کے خط لکھتا رہا کہ وہ شہر حوالے کر دیں۔ اس طرح وہ رہا ہو کر مسلمانوں سے انتقام لے سکے لیکن انہوں نے اس کی بات نہ مانی۔

ان کا محاصرہ جب شدید ہو گیا اور اہل شہر تنگ آ گئے تو انہوں نے اپنی شرائط کے مطابق سلطان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے سلطان نے ان کی تمام شرائط تسلیم کر لیں اور چودہ روز شہر کا محاصرہ کرنے کے بعد اسی سال کے وسط میں شہر پر قبضہ کر لیا' اہل شہر اپنے اہل و عیال اور مال و دولت لے کر بیت المقدس چلے گئے۔ اس کے بعد سلطان نے اپنے فوجی دستے گرد و نواح کے علاقوں کی جانب بھیجے چنانچہ ان فوجوں نے رملہ' داروم' غزہ' مدن الخلیل' بیت للحم اور نظرون کے مقامات پر قبضہ کر لیا اس کے علاوہ ہر اس علاقے پر قبضہ کر لیا جو فداویہ (جاں نثار رضاکاروں) کے زیر کنٹرول تھا۔

عسقلان کے محاصرہ کے دوران سلطان نے مصر کا بحری بیڑہ طلب کیا تھا جسے حسام الدین لؤلؤ الحاجب لے کر پہنچ گیا اور وہ اس کے لیے عسقلان کی بندرگاہ اور القدس پر حملے کرنے لگا۔ وہاں کے مضافات میں جو کچھ ملتا تھا وہ مال غنیمت کے طور پر کام آتا تھا۔

بیت المقدس کی فتح

عسقلان اور اس کے متصل مقامات کی فتح کے بعد سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ وہاں عیسائیوں کا بڑا مذہبی بطرک اعظم اور حاکم رملہ بالیان بن نیزران اور بادشاہ کی رشتہ دار (شہزادی) ربیسہ (؟) موجود تھی۔ فرنگیوں کے وہ سردار اور فوجی افسر جو حطین اور مفتوحہ علاقوں سے بچ کر نکل گئے تھے، وہ تمام بیت المقدس میں موجود تھے۔ وہ اپنے دین و مذہب کی خاطر مرمٹنے کے لیے تیار تھے۔ ان لوگوں میں کافی جوش و خروش تھا۔ انہوں نے بھرپور جنگی تیاریاں کر رکھی تھیں اور شہر کے اندر سے مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کر رکھے تھے۔ سب سے پہلے مسلمانوں کا ایک سپہ سالار فوج لے کر آگے بڑھا لیکن فرنگیوں نے اس کا مقابلہ کر کے اسے اور اس کے ساتھیوں کو شہید کر دیا۔ مسلمانوں کو اس کی شہادت پر بہت افسوس ہوا' انہوں نے آگے بڑھ کر ماہ رجب کی پندرھویں تاریخ کو بیت المقدس کو فتح کرنے کے لیے پیش قدمی کی لیکن وہ شہر کی محافظ فوجوں کی کثرت دیکھ کر خائف ہو گئے۔

سلطان صلاح الدین نے اس صورت حال میں پانچ روز تک شہر کے چاروں جانب فوجی معائنہ کیا اور آخر کار (فیصلہ کن) جنگ کے لیے ایک محاذ جنگ پسند کیا۔ یہ محاذ شمالی سمت کا مقام تھا جو باب العمود اور کینسہ صیہون کے قریب تھا۔ سلطان لشکر لے کر اسی مقام کی طرف منتقل ہو گیا اس نے وہاں کی فصیلوں پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کر دیئے اور جنگ کا آغاز کر دیا (یہ اس قدر شدید جنگ تھی کہ) روزانہ فریقین میں سے ایک بڑی تعداد میدان جنگ میں ماری جاتی تھی۔

اس جنگ میں بنو بدران کے بڑے سردار عز الدین عیسیٰ بن مالک بھی شہید ہوئے' ان کے والد قلعہ جعبر کے حاکم تھے۔ مسلمانوں کو ان کی شہادت پر کافی افسوس ہوا۔ چنانچہ انہوں نے دشمن پر بھرپور حملہ کیا یہاں تک کہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ شہر میں محصور ہو گئے مسلمانوں نے ان کی خندق پر قبضہ کر کے ان کی فصیل میں نقب زنی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگیوں کی ہمتیں جواب دے گئیں اور انہوں نے سلطان صلاح الدین سے پناہ مانگی لیکن اس نے جواب دیا کہ وہ بیت المقدس اسی طرح بزور شمشیر فتح کرے گا جس طرح فرنگیوں نے شروع ۴۹۲ھ میں اس پر قبضہ کیا تھا۔

پھر فرنگی حاکم رملہ شہر کے دروازے سے نکل کر سلطان کے پاس پہنچا اور اس سے پناہ حاصل کرنے کے بارے میں بالمشافہ ملاقات کی اور اس سے رحم و ہمدردی کی درخواست کی لیکن سلطان بزور شمشیر فتح کرنے پر بضد رہا۔ بالآخر مایوس ہو کر فرنگی حاکم نے بے جگری کے ساتھ لڑنے خواتین اور بچے قتل کرنے کی دھمکی دی اور یہ کہا کہ وہ شہر کا تمام سازوسامان اور بیت المقدس کے آثار اور شعائر مقدسہ کو تباہ کر دیں گے اور ان کے ساتھ وہ ان تمام مسلمان قیدیوں کو بھی قتل کر دیں گے جن کی تعداد پانچ ہزار ہے (اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے یہ دھمکی بھی دی کہ) وہ بیت المقدس کے تمام مویشی اور پالتو جانور بھی ہلاک کر دیں گے۔

(فرنگی حاکم کی اس گفتگو کے بعد) سلطان صلاح الدین نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ ان تمام نے انہیں پناہ دینے کا مشورہ دیا' چنانچہ سلطان نے ان سے مندرجہ ذیل شرائط پر صلح کر لی:

۱۔ ہر مرد کو دس دینار اور ہر عورت کو پانچ دینار ادا کرنا ہو گا' ہر بچے پر خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی' دو دینار مقرر ہیں۔

۲۔ یہ ادائیگی (زیادہ سے زیادہ) چالیس روز تک ہو گی۔ جو کوئی یہ رقم ادا کرنے میں تاخیر کرے گا اسے قیدی بنا لیا جائے گا۔

ان شرائط کے مطابق حاکم رملہ بلیان ابن نیزران نے اپنے ہم مذہب غریبوں کی جانب سے تیس ہزار دینار کی ادائیگی کی۔

بروز جمعہ ۲۹ رجب ۵۸۳ھ کو (ان شرائط کے تحت) سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کو فتح کر لیا اس کے بعد شہر کی فصیلوں پر اسلامی جھنڈے لگا دیئے گئے وہ دن (مسلمانوں کے لیے) یادگار دن تھا اس روز بیت المقدس کے تمام دروازوں پر فدیہ کی رقم وصول کرنے کے لیے اخراجی تعینات کیے گئے لیکن ان (عیسائیوں) پر زیادہ سختی نہیں کی گئی۔ چنانچہ ان میں سے اکثر کچھ رقم ادا کیے بغیر ہی نکل گئے۔ آخر میں سولہ ہزار نفوس ایسے باقی رہ گئے جو یہ رقم ادا نہیں کر سکتے تھے چنانچہ انہیں قیدی بنا لیا گیا۔ بیت المقدس میں تحقیق کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ عورتوں اور بچوں کے علاوہ وہاں (عیسائیوں کے) ساٹھ ہزار جنگجو سپاہی تھے جنہوں نے اپنے قلعوں اور شہروں پر قبضہ ہونے کے بعد وہاں پناہ

لے رکھی تھی۔

اس تعداد کے تقریباً صحیح ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ حاکم رملہ بلبان ابن نیزران نے اٹھارہ ہزار افراد کی جانب سے تیس ہزار دینار کی ادائیگی کی اور سولہ ہزار افراد یہ رقم ادا نہ کر سکے (جو قیدی بنائے گئے) اس کے علاوہ ان کے تمام امراء نے ایک بڑی تعداد کو مسلمانوں کے بھیس میں نکلوایا۔

سلطان کا حسن سلوک

شاہی خاندان کی بعض خواتین کو جو راہبہ بنی ہوئی تھیں، سلطان نے رہا کر دیا اور انہیں اپنے غلاموں، نوکروں اور مال و دولت اور سازوسامان کے ساتھ چلے جانے کی اجازت دی۔ اس طرح اس نے بیت المقدس کی فرنگی ملکہ کو بھی جس کی وجہ سے ان کے شوہر یعنی فرنگی بادشاہ کو گرفتار کیا گیا تھا اور وہ نابلس کے قلعہ میں قید تھا، اس کے سازوسامان کے ساتھ رہا کر دیا اور اس کی جاگیر پر کوئی خراج وصول نہ کیا۔

پھر بطرک اعظم (سب سے بڑا عیسائی رہنما) بھی اپنے سازوسامان اور خانقاہوں کی مال و دولت کے ساتھ نکل گیا۔ الکرک کا حاکم جو پرنس (شہزادہ) کہلاتا تھا، جنگ حطین میں مارا گیا تھا، اس کی بیوی اپنے بیٹے کی جان بخشی کے لیے سفارش کرنے آئی جو قیدی تھا۔ سلطان نے اسے الکرک بھیجا تاکہ وہ فرنگیوں کو اجازت دے کہ وہ قلعہ کو مسلمانوں کے قبضہ میں دے دیں۔

وہاں ایک سبز گنبد (قبہ) تھا اس پر سونے کی ایک بہت بڑی صلیب لگی ہوئی تھی، مسلمانوں کی ایک جماعت نے اس پر چڑھ کر اسے اتار لیا اور اس وقت زمین پر نعرہ تکبیر کی صدائیں بلند ہوئیں۔

شعائر بیت المقدس کی طرف توجہ

بیت المقدس کا شہر جب دشمن سے خالی ہو گیا تو سلطان صلاح الدین نے حکم دیا کہ اس کے مقدس شعائر اور اشیاء اپنی اصل حالت کی جانب لوٹا دی جائیں کیونکہ فرنگیوں نے ان میں کافی تبدیلی کر دی تھی، چنانچہ انہیں اپنی اصلی حالت میں لایا گیا۔

پھر سلطان نے یہ بھی حکم دیا کہ بیت المقدس کی مسجد اور اس کے صخرہ مبارکہ کو نجاست اور گندگی سے پاک کیا جائے چنانچہ ان دونوں (شہر کے مقامات) کو پاک و صاف کیا گیا۔

اس کے بعد مسلمانوں نے دوسرا جمعہ قبتہ الصخرہ میں پڑھا اور سلطان صلاح الدین کے حکم سے دمشق کے قاضی محی الدین بن زکی نے خطبہ جمعہ پڑھا، انہوں نے اپنے خطبے میں موجودہ حالات اور اسلام کی عظمت کو اس طرح شعلہ بیانی سے بیان کیا کہ اس کو سن کر مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے (یہ خطبہ اس قدر پر اثر تھا کہ) راویوں اور مورخوں نے اسے نقل کیا ہے۔

اس کے بعد سلطان صلاح الدین مسجد اقصیٰ کی پنج وقتہ نمازیں امام اور خطیب کی حیثیت سے پڑھاتا رہا۔ اس نے حکم دیا کہ اس کے لیے منبر تیار کیا جائے، اس پر مسلمانوں نے اسے آگاہ کیا کہ بیس برس ہوئے سلطان نور الدین محمود کے لیے ایک منبر تیار کیا گیا تھا اور حلب کے کاریگروں نے اکٹھے ہو کر کئی برسوں میں اس منبر کو اعلیٰ کاریگری سے تیار کیا تھا، چنانچہ سلطان نے حکم دیا کہ وہ منبر لا کر مسجد اقصیٰ میں رکھا جائے۔

سلطان نے یہ بھی حکم دیا کہ مسجد اقصیٰ کو آباد کیا جائے اور اس کی مناسب تعمیر کی جائے اور قبتہ الصخرہ کے اوپر سے سنگ مرمر کو الگ کر دیا جائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عیسائیوں کے پادری صخرہ کے پتھر کو فروخت کرنے لگے تھے۔ وہ اس کے پتھر کو تراش کر اسے سونے کی قیمت پر فروخت کرتے تھے، فرنگی عیسائی اسے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کی خریداری میں مقابلہ کرنے لگے اور پتھر کے ان ٹکڑوں کو اپنے گرجاؤں میں رکھنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی بادشاہوں کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں یہ صخرہ (چٹان) ختم نہ ہو جائے۔ چنانچہ اس کی حفاظت کے لیے انہوں نے اس صخرہ کے اوپر سنگ مرمر کا فرش بچھا دیا لیکن بیت المقدس کی فتح کے بعد سلطان صلاح الدین نے اس کو اکھیڑنے کا حکم صادر کیا۔

اب مسجد اقصیٰ میں قرآن مجید کے بہت کافی نسخے جمع ہو گئے اور وہاں تلاوت قرآن کے لیے قاری تعینات کیے گئے جن کی تنخواہ مقرر تھی، سلطان نے وہاں خانقاہیں اور مدارس بھی تعمیر کرائے۔ یہ رفاہ عام کے کام اس کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔

فرنگی جب بیت المقدس سے نکلے تو انہوں نے اپنی غیر منقولہ جائیدادیں انتہائی سستے داموں پر فروخت کر دیں جسے مسلمان فوجیوں اور قدیم مقامی عیسائیوں نے خرید لیں اور قدیم مقامی عیسائیوں پر پہلے کی طرح جزیہ مقرر کر دیا گیا۔

شہر صور پر چڑھائی

سلطان صلاح الدین نے جب بیت المقدس کو فتح کر لیا تو وہ اس سال ماہ شعبان کے آخر اس شہر کے باہر مقیم رہا اس کے بعد اس نے شہر صور کی جانب پیش قدمی کی جہاں فرنگیوں کی بہت بڑی تعداد پہنچ گئی تھی مارکوئیس (فرنگی نواب) نے اس شہر کے دفاع کا بہت اچھا بندوبست کر لیا تھا۔

سلطان جب عکا پہنچ گیا تو اس نے وہاں چند روز قیام کیا۔ اس دوران مارکوئیس نے کافی زیادہ تیاری کر لی' اس نے گہری خندقیں کھودیں اور فصیلوں کو پوری طرح ٹھیک کر لیا اس شہر کے تین جانب سمندر تھا چنانچہ حاکم شہر نے اس کے دائیں حصے کو بائیں حصے سے ملا کر اسے جزیرے کی شکل دے دی تھی۔

سپہ سالاروں کی تقرری

۲۱ رمضان المبارک کو سلطان صلاح الدین وہاں پر پہنچ گیا' سلطان نے اپنا محاذ ایک بلند ٹیلے پر بنایا جہاں سے وہ میدان جنگ کی نگرانی کر سکے۔ اس نے جنگ کرنے کے لیے ان سپہ سالاروں کی باریاں مقرر کر دی تھیں۔ (تاکہ یکے بعد دیگرے وہ مسلمان فوجوں کی قیادت کر سکیں) ان سپہ سالاروں کے نام یہ ہیں:

۱۔ سلطان کا بیٹا افضل۔ ۲۔ دوسرا بیٹا الظاہر۔ ۳۔ اس کا بھائی ملک عادل۔ ۴۔ اس کا بھتیجا تقی الدین۔

سمندری لڑائی

اس کی فصیلوں پر حملہ کرنے کے لیے سلطان نے مجانیق اور قلعہ شکن آلات نصب کرا دیئے تھے' فرنگی فوجیں جنگی اور آگ لگانے والی کشتیوں میں بیٹھ کر مسلمانوں کے عقب میں پہنچ کر ان پر سمندر سے حملہ کرتے تھے۔ اس طرح جنگ کر کے وہ مسلمانوں کو شہر کی فصیل کے نزدیک آنے سے روک رہے تھے۔ چنانچہ سلطان نے مصر کے بحری بیڑہ کو عکا سے بلوا لیا اور اس نے وہاں پہنچ کر فرنگیوں کے بحری حملوں کا مقابلہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان فصیل کے نزدیک جا کر جنگ کرنے لگے اور انہوں نے سمندر اور خشکی دونوں راستوں سے فرنگیوں کا محاصرہ کر لیا لیکن فرنگی مسلمانوں کے پانچ بیڑوں پر حملہ کرنے میں کامیاب ہو گئے' باقی بحری بیڑے کو سلطان صلاح الدین نے کمی کے باعث بیروت واپس کر دیا' فرنگیوں کے بحری بیڑے نے جب ان کا تعاقب کیا تو انہوں نے اپنے آپ کو ساحل پر چھلانگ مار کر بچا لیا اور بحری بیڑے کو چھوڑ دیا' جسے سلطان صلاح الدین نے اپنے قبضے میں لا کر تڑوا دیا۔ سلطان نے صور کا شدید محاصرہ کیا لیکن وہ فتح نہیں ہو سکا کیونکہ وہاں عکا' عسقلان اور بیت المقدس سے فرنگی پناہ گزین ہو گئے تھے اور وہاں کے حاکم کی' اپنی مال و دولت اور دیگر سازوسامان سے مدد کر رہے تھے انہوں نے سمندر پار کے فرنگیوں سے بھی مدد مانگ لی تھی اور انہوں نے فوجی مدد دینے کا وعدہ کیا تھا اور وہ ان کی آمد کے انتظار میں تھے۔

فوجوں کی واپسی

سلطان نے جب یہ محسوس کیا کہ یہ شہر ناقابل فتح ہے تو اس نے کوچ کرنے کے بارے میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا' وہ لیت ولعل کرتے رہے اور جنگ سے گریز کر رہے تھے چنانچہ سلطان نے ماہ شوال کے آخر میں عکا کی جانب کوچ کیا اس نے اپنی فوجوں کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے وطن چلی جائیں اور موسم بہار تک آرام کریں لہٰذا مشرق اور شام و مصر کی فوجیں واپس چلی گئیں اور سلطان اپنے خاص آدمیوں کے ساتھ عکا میں مقیم رہا۔ سلطان نے شہر کا حاکم سلطان نور الدین کے ایک حاکم خرد یک کو مامور کیا۔

صور پر قبضہ

عسقلان کے محاصرہ کے دوران سلطان نے صور کے محاصرہ کے لیے لشکر بھیجا تھا اس لشکر نے ان کا زبردست محاصرہ کیا تھا اور ان سے رسد اور خوراک کی رسد منقطع کر دی تھی۔ اس لیے انہوں نے سلطان صلاح الدین کو جب کہ وہ صور کا محاصرہ کر رہا تھا' امن و امان دینے کا

پیغام بھیجا اور دست بردار ہونے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ سلطان اس پر قابض ہو گیا۔

کوکب و صفد پر چڑھائی

عسقلان پر جب سلطان صلاح الدین نے چڑھائی کی تھی تو اس نے قلعہ کوکب کا محاصرہ کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجا تاکہ وہ راہ گیروں (اور قافلہ) کی' فرنگیوں کے حملوں سے حفاظت کر سکے' یہ قلعہ فرقہ استباریہ (فرنگی فرقہ) کے زیر کنٹرول تھا۔ سلطان نے ایک دوسرا لشکر قلعہ صفد کا محاصرہ کرنے کے لیے تیار کیا۔ یہ قلعہ فرنگیوں کے فرقہ فداویہ کے زیر کنٹرول تھا اور طبریہ کے نزدیک تھا۔قلعہ کوکب اردن کے نزدیک تھا۔ وہ فرنگی باشندے جو جنگ حطین سے بچ نکلے تھے' وہ ان دونوں قلعوں میں پناہ گزین ہو کر ان میں مقیم ہو گئے تھے۔ سلطان کے لشکر نے جب تیار ہو کر ان دونوں قلعوں کی جانب پیش قدمی کی تو اس جانب کا راستہ پر امن ہو گیا اور ان علاقوں کے جھگڑے ختم ہو گئے۔

شوال کے مہینہ کی آخری رات کو یہ اتفاق ہوا کہ وہ فوج جو قلعہ کوکب کا محاصرہ کرنے کے لیے مامور تھی وہ اس موسم سرما کی سرد رات میں غافل ہو گئی (سو گئی) تو فرنگیوں نے (قلعہ سے نکل کر) ان پر حملہ کر دیا اور ان کے ہتھیار اور خوراک وغیرہ کا جو سامان ان کے پاس تھا، وہ لوٹ کر قلعہ میں لے گئے۔ سلطان صلاح الدین کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ صور سے کوچ کرنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ یہ خبر سن کر اس نے قلعہ پر حملہ کرنے کا پکا ارادہ کر لیا' اس نے امیر قایماز النجمی کی قیادت میں صور پر اپنا لشکر چھوڑا اور خود عکا کی جانب روانگی کی۔

دمشق میں آمد

سردیوں کا موسم جب ختم ہو گیا تو اس نے عکا سے ماہ محرم ۵۸۴ھ میں قلعہ کوکب کی جانب پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا لیکن اس پر قبضہ نہ ہو سکا اب فرنگیوں کے ساحلی مقامات میں سے عکا سے جنوب تک قلعہ کوکب' صفد اور الکرک کے علاوہ اور کوئی مشہور قلعہ باقی نہیں رہا تھا۔ جب یہ قلعہ فتح نہیں ہو سکا تو اس نے محاصرہ کرنے والا لشکر قایماز نجمی کی قیادت میں دے دیا اور خود ماہ ربیع الاول میں دمشق کی جانب روانگی کی۔ دمشق میں قلیج ارسلان اور قزل ارسلان کے سفیروں نے اس سے ملاقات کی اور اسے فتوحات کی مبارک باد دی۔ اس کی آمد پر اہل دمشق بہت خوش ہوئے۔

بیت المقدس کی فتح سے فارغ ہونے کے بعد سلطان صلاح الدین نے صور' صفد اور قلعہ کوکب کا محاصرہ کیا تو اس کے بعد وہ دمشق واپس آ گیا۔ اب اس نے شام کے (باقی ماندہ) ساحلی مقامات اور انطاکیہ کے (فرنگی) علاقہ پر جہاد کرنے کی تیاریوں کا آغاز کر دیا۔

سلطان کی روانگی

موسم بہار ۵۸۴ھ میں سلطان دمشق سے روانہ ہوا' اس نے حمص میں قیام کر کے الجزیرہ کے لشکر اور اطراف و نواح کے بادشاہوں کو جہاد کی دعوت دی چنانچہ وہ تمام وہاں پہنچ گئے۔ اب سلطان نے حصن الاکراد کی جانب پیش قدمی کی اور وہاں اپنے لشکر کے خیمے لگوئے۔

جبلہ کا حاکم

سلطان خود انطاکیہ کے قریبی قلعوں کی جانب روانہ ہو گیا اور طرابلس تک ان علاقوں پر حملہ کرتا رہا۔ وہ اپنی اس پیش قدمی سے کافی مطمئن ہوا اور جب وہ اپنے مرکزی محاذ واپس آیا تو (وہاں کی) زمین مال غنیمت سے بھری ہوئی تھی۔ وہ کچھ مدت تک حصن الاکراد میں مقیم رہا جہاں اس کے پاس حاکم جبلہ منصور بن نبیل وفد لے کر حاضر ہوا۔

حاکم انطاکیہ کی جانب سے منصور بن نبیل اس وقت جبلہ کا حاکم مامور ہوا تھا جبکہ فرنگیوں نے اسے فتح کر لیا تھا وہ وہاں کے تمام مسلمانوں کا حاکم تھا اور (فرنگی حاکم) سمند کی جانب سے اس کے انتظامی امور کی انجام دہی کرتا تھا۔

سلطان صلاح الدین کو جب عروج حاصل ہوا اور اس کی وجہ سے اسلام کا بول بالا ہوا تو وہ اس کے پاس آیا تاکہ وہ اسے وہاں کے خفیہ رازوں سے آگاہ کرے اور جبلہ و لاذقیہ کی رخنہ اندازی کے فوجی راز بتائے۔ اس نے سلطان کو پر زور طریقے سے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ان دونوں مقامات کو اپنے قبضے میں لے لے۔

قلعہ طرسوس کی فتح

یکم جمادی الاول کو سلطان نے وہاں سے پیش قدمی کی اور طرسوس پہنچا وہاں کے فرنگی شہر خالی کر کے وہاں کے مضبوط دو قلعوں میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ سلطان نے شہر کو برباد اور تباہ کر دیا۔ ان دونوں قلعوں میں سے ایک قلعہ فرقہ فداویہ کا تھا۔ وہاں ان کا وہ افسر موجود تھا جسے سلطان صلاح الدین نے جنگ میں گرفتار کر لیا تھا اور بعد میں بیت المقدس کی فتح کے موقع پر رہا کر دیا تھا۔ دوسرے قلعہ والوں نے پناہ لی تھی اور قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا تھا۔ سلطان نے اسے تباہ کر کے اس کے پتھر سمندر کے حوالے کر دیئے تھے۔

جبلہ پر قبضہ

فداویہ کے قلعہ والوں نے مقابلہ کیا' چنانچہ سلطان استباریہ والوں کے ایک مینارہ پر چڑھا جو کافی بلند اور اونچا تھا' دیکھا کہ کوہستانی راستہ جبلہ کی جانب وہاں سے جاتا تھا۔ وہ راستے سے دائیں جانب تھا اور سمندر بائیں جانب تھا' یہ کافی تنگ درہ تھا جس میں سے صرف ایک آدمی دوسرے آدمی کے پیچھے گزر سکتا تھا۔

سسلی (صقلیہ) کے فرنگی حاکم کا بحری بیڑا سواحل شام کے فرنگیوں کو مدد پہنچانے کے لیے ساٹھ حصوں میں روانہ ہوا اور طرابلس میں لنگر انداز ہوا جب انہوں نے سلطان صلاح الدین کے حملوں کے بارے میں سنا تو وہ مغرب کی جانب روانہ ہو گئے۔ بحری بیڑے کے فوجی جنگی کشتیوں کے اگلے حصے پر کھڑے ہو کر اس راستے کی جانب تیر چلانے لگے اس پر سلطان صلاح الدین نے اس رستے کے بحری جانب ڈھالوں کی ایک فصیل تیار کر لی اور اس کے پیچھے تیر اندازوں کو کھڑا کر دیا یہاں تک کہ اس کا لشکر اس تنگ درہ میں سے گزر کر جبلہ کی جانب پہنچ گیا اور جمادی الاولیٰ کے آخر میں وہاں گھس گیا اس سے پہلے قاضی پہنچ گیا تھا پھر سلطان صلاح الدین نے جبلہ فتح کر لیا اور اس کی فصیلوں پر اسلامی پرچم لہرا دیئے گئے' اس کی محافظ فوجوں کو قلعہ کی جانب جلا وطن کر دیا گیا اور قاضی نے اہل جبلہ کو پناہ دے دی تاہم ان میں سے ایک جماعت قاضی نے یرغمال کے طور پر رکھ لی تاکہ حاکم انطاکیہ کے مسلمان قیدیوں کے بدلے میں انہیں رہا کرائے۔

سلطان صلاح الدین کے پاس اظہار اطاعت کے لیے اس شہر کے روساء اور امراء پہنچے' وہ اس وقت جبلہ و حماۃ کے درمیان ایک پہاڑ پر مقیم تھا' ان کے لیے یہ راستہ دشوار گزار ثابت ہوا' چنانچہ اسی وقت سلطان نے اس راستہ کو کشادہ کرا دیا۔ اس نے جبلہ کا حاکم شیزر کے حاکم سابق الدین عثمان بن الدایہ کو مامور کیا اس کے بعد وہاں سے لاذقیہ کی جانب پیش قدمی کی۔

لاذقیہ پر قبضہ

جبلہ پر قبضہ سے فراغت کے بعد سلطان نے لاذقیہ پر چڑھائی کی۔ وہ وہاں ماہ جمادی الاولیٰ کے آخر میں پہنچ گیا تھا' اس شہر کی محافظ فرنگی فوجیں وہاں ایک اونچے پہاڑ کے دو قلعوں میں محصور ہو گئی تھیں۔ مسلمانوں نے شہر پر قبضہ کر کے فرنگیوں کا دونوں قلعوں میں محاصرہ کر لیا انہوں نے فصیلوں کے نچلے حصے کو کھودنا شروع کیا اس کی وجہ سے فرنگیوں کو اپنی تباہی کا یقین ہو گیا۔ جبلہ کے قاضی نے انہیں ہتھیار ڈالنے کی ترغیب دی اور انہوں نے پناہ مانگی۔ سلطان نے انہیں پناہ دے کر دونوں قلعوں پر اسلامی پرچم لہرا دیئے مسلمانوں نے شہر کو برباد کر دیا اس کی عمارتیں بڑی شاندار اور مضبوط تھیں سلطان نے یہ شہر اپنے بھتیجے تقی الدین کے حوالے کر دیا اس نے اس شہر کو پہلے سے بہتر حالت میں بنا دیا' اس کی بہت عمدہ تعمیر کی اور قلعہ بندی کی' وہ اس معاملے میں کافی باہمت ثابت ہوا۔

فرنگی حاکم صقلیہ کا بحری بیڑا لاذقیہ کی بندرگاہ میں لنگر انداز تھا' یہ لوگ اہل شہر کے ہتھیار ڈالنے پر بہت ناراض ہوئے اور انہیں وہاں سے نکلنے سے روکنے لگے' ان کا بحری افسر سلطان صلاح الدین کے پاس آیا' اس نے ان پر جزیہ مقرر کرنے پر اعتراض کیا اور اپنی گفتگو کے دوران اس نے اس بات کی دھمکی دی کہ سمندر پار سے فرنگیوں کے لیے فوجی امداد آنے والی ہے سلطان نے جواب میں فرنگیوں کا تذکرہ نفرت سے کیا اور اسے دھمکایا۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں کی جانب چلا گیا۔ پھر سلطان نے صہیون کی جانب چڑھائی کی۔

فرنگی قلعوں پر قبضہ

لاذقیہ کی فتح سے فارغ ہونے کے بعد سلطان نے قلعہ صہیون کی جانب لشکر کشی کی۔ یہ قلعہ ایسے اونچے پہاڑ پر واقع تھا جہاں چڑھنا

بہت مشکل تھا۔ اس کے پہاڑ کو ایک گہری اور تنگ وادی نے گھیرا ہوا تھا اور وہ صرف شمال کی جانب سے پہاڑ سے ملی ہوئی تھی۔ اس کی فصیلیں تھیں اور اس کی خندق کافی گہری تھی۔ سلطان نے اس کی تنگی کی وجہ سے پہاڑ پر پڑاؤ ڈالا اور اپنے بیٹے الظاہر حاکم حلب کی سرکردگی میں ہراول فوج بھیجی اس نے وادی کے درہ پر قیام کیا اور وہاں مجانیق نصب کرا دیں اور ان کے ذریعے قلعہ پر پتھر برسائے اس کے بعد تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ دشمن نے تھوڑی دیر جم کر ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کیا۔

اس کے بعد جمادی الاخر کی دوسری تاریخ کو مسلمانوں نے لشکر کشی کی اور چٹانوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ان کی ایک فصیل پر قبضہ کر لیا پھر ان سے جنگ کر کے مزید دو فصیلوں پر بھی قبضہ کر لیا اور شہر میں جو مویشی گائے بیل اور خوراک کے ذخیرے تھے وہ تمام لوٹ لیے آخر کار محافظ فوجیں قلعہ میں محصور ہو گئیں، مسلمانوں نے اس کے بعد بھی جنگ جاری رکھی یہاں تک کہ انہوں نے پناہ مانگی لہٰذا انہیں بیت المقدس کی شرائط کے مطابق پناہ دی گئی اور مسلمانوں نے یہ قلعہ فتح کر لیا۔

قلعہ بوفلس کے حاکم ناصر الدین بن کورس کو اس قلعہ کا حاکم مامور کیا گیا۔ اس نے اسے مضبوط قلعہ بنا دیا۔ پھر مسلمان فوجیں جب اس کے گرد و نواح میں منتشر ہوئیں تو انہیں معلوم ہوا کہ فرنگی دوسرے قلعوں کو خالی کر کے فرار ہو گئے ہیں چنانچہ مسلمانوں نے ان تمام قلعوں پر قبضہ کر لیا اور ان کے لیے ایک اچھا راستہ تیار کیا جو آسانی کے ساتھ فرنگی علاقوں اور اسماعیلیہ کی جانب جاتا تھا۔

اس کے بعد ماہ جمادی الاخر کی تین تاریخ کو سلطان صلاح الدین نے قلعہ صہیون سے قلعہ بکاس کی جانب پیش قدمی کی۔ فرنگی اس قلعہ کو چھوڑ چکے تھے اور وہ قلعہ شغر میں محصور ہو گئے تھے چنانچہ سلطان نے اسے (آسانی کے ساتھ) فتح کر لیا پھر قلعہ شغر کا محاصرہ کیا اس قلعہ سے راستہ لاذقیہ، جبلہ اور صہیون کی جانب جاتا تھا جہاں سلطان نے ان سے جنگ کی اور مجانیق نصب کیے لیکن ان کے پتھر وہاں تک نہیں پہنچ رہے تھے اس لیے وہ قلعہ کی حفاظت کرتے رہے۔ اس دوران انہوں نے حاکم انطاکیہ سے جس کی عملداری میں یہ قلعہ تھا، فوجی امداد طلب کی اور یہ پیغام بھی پہنچایا کہ "اگر کمک نہیں پہنچی تو وہ قلعہ (دشمن کے) حوالے کر دیں گے۔" اللہ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا تھا چنانچہ جب وہ (حاکم انطاکیہ) ان کی مدد نہیں کر سکا تو انہوں نے سلطان کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور تین روز کی مہلت مانگی لہٰذا سلطان نے انہیں یہ مہلت دے دی تین روز کے بعد فرنگیوں نے اسی سال کے ماہ جمادی الاخری کی پندرہویں تاریخ کو قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا۔

سرمین کی فتح

مذکورہ بالا قلعوں کو فتح کرنے میں جب سلطان مشغول تھا تو اس وقت اس نے اپنے بیٹے الظاہر غازی حاکم حلب کو سرمین کی جانب بھیجا اس نے وہاں جا کر اس کا محاصرہ کیا اور وہاں کے فرنگیوں کو مقررہ خراج وصول کر کے نکال دیا اور اس قلعہ کو تاراج کر دیا۔ ماہ جمادی الاخری کے آخر میں اس قلعہ پر قبضہ ہوا تھا اس کی فتح سے وہ مسلمان قیدی جو اس قلعہ میں قید تھے، رہا ہو گئے۔ یہ تمام فرنگی قلعے ایک مہینے کے اندر فتح ہوئے اور یہ تمام قلعے انطاکیہ کی عملداری میں شامل تھے۔

قلعہ برزیہ پر قبضہ

سلطان صلاح الدین جب قلعہ شغر کی فتح سے فارغ ہوا تو اس نے قلعہ برزیہ پر لشکر کشی کی جو افامیہ کے سامنے تھا ان دونوں مقامات کے درمیان دریائے عاص کے پانی کی جھیل اور کئی بہنے والے چشمے تھے اس قلعہ کے فرنگی مسلمانوں کو سب سے زیادہ تکلیف پہنچاتے تھے چنانچہ سلطان نے ۲۴ جمادی الاخر کو وہاں کا محاصرہ کیا یہ قلعہ شمال جنوب اور مشرق کی سمتوں سے بالکل محفوظ تھا کیونکہ ان سمتوں سے کوئی راستہ ہی نہیں تھا البتہ مغربی جانب سے اس کی طرف ایک راستہ جاتا تھا وہیں سلطان نے اپنا محاذ قائم کیا اور مجانیق نصب کیں لیکن قلعہ کی زیادہ اونچائی اور دوری کی وجہ سے ان کے پتھر وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے اس پر سلطان نے فوجوں کی صف بندی کی اور اپنی فوجوں کو مختلف سپہ سالاروں میں تقسیم کر دیا تاکہ وہ باری باری جنگ کریں چنانچہ سب سے پہلے حاکم سنجار عماد الدین زنگی بن مودود اور اس کے لشکر نے ان سے جنگ کی۔ یہاں تک کہ دشمن اونچے قلعے کی جانب چڑھ گئے جہاں مسلمانوں کے لیے چڑھنا کافی دشوار تھا، تاہم وہ ایسے مقام پر پہنچ گئے تھے کہ وہ ان پر تیر چلا سکیں اور قلعہ سے پتھر پھینک سکیں۔ وہ جنگ جو سپاہیوں پر پتھر لڑھکا کر پھینکتے تھے لیکن اس میں بھی انہیں کامیابی نہ ہوئی

جب یہ فوجی دستے جب تھک گئے، واپس آ گئے پھر سلطان کا خاص لشکر اوپر چڑھا اور انہوں نے زبردست جنگ کی۔ سلطان صلاح الدین اور اس کا بھتیجا تقی الدین ان کی ہمت بڑھا رہے تھے جب یہ فوجیں تھک گئیں اور انہوں نے واپس آنے کا ارادہ کیا تو سلطان صلاح الدین نے انہیں اور دوسری جماعت کو پکارا' چنانچہ وہ بھی آ کر پہلی جماعت کے ساتھ جنگ میں شامل ہو گئے۔ پھر عماد الدین کی فوجیں بھی ان کے پیچھے آئیں اور زبردست جنگ ہونے لگی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی پسپا ہو کر اپنے قلعہ میں داخل ہو گئے۔ ان کے ساتھ مسلمان بھی اس قلعہ میں جا گھسے۔ اس قلعہ کے مشرق میں مسلمانوں کی باقی ماندہ فوجیں اپنے خیموں میں تھیں؛ فرنگیوں نے اُن پر حملہ نہیں کیا تھا۔ اس لیے اس سمت سے خیموں والی فوجیں بھی پیش قدمی کر کے مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو گئیں اور فرنگیوں کا تعاقب کرتے ہوئے قلعہ میں گھس گئیں اور قلعہ پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا۔

مسلمان قیدی

جب فرنگی قلعہ کے گنبد کی جانب گئے تو ان کے ساتھ مسلمان قیدی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے؛ ان مسلمان قیدیوں نے جب گنبد سے باہر اپنے مسلمان بھائیوں کے نعرہ تکبیر کی آوازیں سنیں تو انہوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا جسے سن کر فرنگی دہشت زدہ ہو گئے تو انہوں نے خیال کیا کہ مسلمان ان کے پاس پہنچ گئے ہیں چنانچہ ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر کے ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور شہر میں آگ لگا دی۔ انہوں نے ان کے حاکم اور اس کے اہل و عیال کو بھی گرفتار کر لیا۔ سلطان نے ان فرنگیوں کو جو قید تھے' ایک جگہ جمع کر لیا اور جب وہ انطاکیہ کے نزدیک پہنچا تو اس نے انہیں وہاں بھیج دیا' کیونکہ حاکم انطاکیہ کی بیوی سلطان کو اطلاعات پہنچاتی تھی اور اس کے پاس تحائف بھیجتی تھی چنانچہ سلطان نے اس کے ساتھ یہ رعایت برتی۔

دربساک پر قبضہ

قلعہ برزیہ کی فتح سے فراغت کے بعد سلطان صلاح الدین دوسرے روز دریائے عاصی کے نئے پل کے قریب جو انطاکیہ کے نزدیک تھا پہنچ گیا اس نے کچھ دیر قیام کرنے کے بعد لشکر کے ایک حصے کو وہاں چھوڑا اور وہ خود فوج لے کر قلعہ دربساک کی جانب پیش قدمی کی۔ وہاں وہ اسی سال کے ماہ رجب کو پہنچا۔ یہ فداویہ (جیالے صلیبی رضاکاروں) کا مرکزی قلعہ تھا۔ خطرہ کے موقع پر وہ یہاں پناہ گزین ہوا کرتے تھے۔ اس قلعہ کی فصیلوں پر سلطان نے مجانیق سے حملہ کر دیا جن کے باعث ان کی فصیل مسمار ہو گئی پھر ان پر حملہ کر دیا اور مسلمان فوجیوں نے نقب لگا کر فصیل کے نچلے حصے میں ایک برج میں سوراخ کر دیا جس کے باعث وہ گر گیا۔ پھر دوسرے روز علی الصبح جنگ ہوئی۔ فرنگیوں نے ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کیا کیونکہ وہ حاکم انطاکیہ سمند کی جانب سے فوجی امداد کے انتظار میں تھے جب انہیں اس سے مایوسی ہوئی تو انہوں نے سلطان کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ سلطان نے صرف ان کی جاں بخشی کی اور وہ نکل کر انطاکیہ چلے گئے اس طرح سلطان نے ۱۹ ماہ رجب کو اس پر بھی قبضہ کر لیا۔

قلعہ بغراس پر قبضہ

اس کے بعد عماد الدین (حاکم سنجار سلطان کے حکم کے مطابق) دربساک سے قلعہ بغراس کی جانب روانہ ہوا۔ یہ قلعہ شہر انطاکیہ سے بہت نزدیک تھا۔ اس وجہ سے اسے انطاکیہ کی جانب سے بہت جلد امداد مل سکتی تھی۔ بہر حال اس قلعہ کا محاصرہ کیا گیا اور اس پر مجانیق نصب کی گئیں لیکن چونکہ یہ قلعہ کافی اونچا تھا؛ اس لیے یہ (سنگ باری) کارگر ثابت نہ ہوئی۔ نیز مسلمانوں کے لیے اونچے پہاڑ پر آب رسانی کا انتظام مشکل ہو رہا تھا وہ ابھی ان مشکلات پر غور کر رہے تھے کہ اہل قلعہ کا قاصد ان کے لیے پناہ حاصل کرنے کے لیے پہنچا۔ مسلمانوں نے اہل دربساک کی طرح صرف ان کی جاں بخشی کی' پھر قلعہ پر مع سازوسامان کے قبضہ کر لیا اور اسے تاراج کر دیا' آگے چل کر حاکم ارمن ابن لیون نے اسے نئے سرے سے آباد کیا اور قلعہ کی شکل دے کر اسے اپنی عملداری میں شامل کر لیا تھا۔

مصالحت

قلعہ بغراس پر سلطان کا جب قبضہ ہو گیا تو حاکم انطاکیہ سمند کو شدید خطرہ لاحق ہوا۔ لہٰذا اس نے سلطان صلاح الدین کے پاس صلح کا

پیغام بھیجا اُس نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ ان مسلمان قیدیوں کو رہا کر دے گا جو اس کے پاس قید ہیں اس کے ساتھیوں نے بھی اسے صلح پر آمادہ کیا تاکہ لوگ آرام کر کے (آئندہ جنگ کی) تیاریاں کر سکیں چنانچہ سلطان نے بھی جنگ بندی کی تجویز منظور کر لی اور معاہدہ جنگ بندی سے ... ماہ تک کے لیے اس نے صلح کر لی۔ سلطان نے اپنے نمائندہ بھیج کر اس سے حلف اٹھوایا اس کے بعد اس نے مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیا۔

(حاکم انطاکیہ) سمند اس زمانے میں (فرنگیوں کی) بہت بڑی شخصیت تھا اس کی سلطنت وسیع تھی۔ طرابلس کا پورا علاقہ بھی سا... حکمران کے انتقال کے بعد اس کے کنٹرول میں آ گیا تھا جہاں اس نے اپنے بڑے بیٹے کو حاکم مقرر کیا تھا۔

سلطان کی واپسی

پھر سلطان اس سال کی ۳ شعبان کو حلب پہنچ گیا' اس کے ساتھ ہی گرد و نواح کے حکمرانوں نے بھی الجزیرہ اور اپنے علاقوں کی راہ اختیار کی۔ وہاں سے سلطان دمشق آیا۔ ان فتوحات میں اس کے ساتھ امیر مدینہ ابوفلیتہ قاسم بن مہنا بھی شریک رہا۔ وہ ہر جگہ اس کے ... کے ہمراہ ہوتا تھا اور اس کی فتوحات میں شامل ہوتا تھا۔ سلطان بھی اس کی صحبت کو نیک شگون سمجھتا تھا اور اس کے دیدار سے برکت حاصل کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان نے اس کی عزت و احترام میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور وہ ضروری کاموں میں اس سے مشورہ کیا کرتا تھا۔

سلطان کی فتوحات

پھر اس سال یکم رمضان المبارک کو سلطان دمشق پہنچا تو اسے مشورہ دیا گیا کہ وہ فوج کو منتشر کر دے لیکن اس نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا اور کہا:

"جب تک (فرنگیوں کے) قلعے کوکب' صفد اور الکرک اسلامی شہروں کے درمیان موجود ہیں' اس وقت تک انہیں جلد فتح کرنا بہت ضروری ہے۔"

اس کے بعد الکرک کی جانب سلطان صلاح الدین نے اپنے بھائی العادل کی زیر قیادت فوجیں روانہ کیں اس نے ورساک اور بغراس کی طرف پیش قدمی کی اور اس علاقے میں دور تک پہنچ گیا تھا۔ ملک العادل نے الکرک کا اس قدر شدید محاصرہ کیا کہ اہل الکرک تنگ آ گئے اور ان کا غذائی ذخیرہ ختم ہو گیا۔ اس لیے انہوں نے پناہ مانگی لہٰذا انہیں پناہ دے دی گئی اور انہوں نے قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا۔ اس قلعہ کی فتح کے بعد اس کے بعد اس علاقہ میں امن و امان ہو گیا اور مصر سے بیت القدس تک کے تمام علاقے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔

سلطان صلاح الدین جب دمشق واپس آیا تو وہ ماہ رمضان المبارک کے نصف مہینے تک وہاں رہا پھر اس نے صفد کے علاقے کا محاصرہ کرنے کے لیے لشکر تیار کیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے ان کی فصیلوں پر مجانیق نصب کر دیں۔ اہل صفد کی خوراک کا ذخیرہ پہلے محاصرہ میں کم ہو گیا تھا چنانچہ اب دوسرے محاصرہ کے موقع پر انہیں فکر ہوا کہ ان کی خوراک کا ذخیرہ بالکل ختم ہو جائے گا لہٰذا انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور سلطان نے صفد پر قبضہ کر لیا اور یہاں کے فرنگی شہر صور کی جانب بھاگ نکلے۔

سلطان نے جس وقت صفد کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو اس موقع پر فرنگیوں کو قلعہ کوکب کے ہاتھ سے نکل جانے کا خطرہ لاحق ہوا چنانچہ انہوں نے اس قلعہ کے دفاع کے لیے فوجی کمک بھیجی۔ اس قلعہ کا محاصرہ قایماز نجمی کر رہا تھا۔ اسے اس فوجی امداد کا علم ہو گیا تھا اس لیے ان کی طرف سوار ہو کر پہنچا۔ یہ فوج کسی گھاٹی میں چھپی ہوئی تھی چنانچہ مسلمان سپہ سالار نے وہاں پہنچ کر ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان میں کوئی بھی بچ کر نہ بھاگ سکا اس شکست خوردہ فوج میں ان کے فرقہ استباریہ کے دو افسر بھی تھے انہیں سلطان کے پاس صفد کے مقام پر پہنچایا گیا۔ (چونکہ سلطان استباریہ اور فداویہ کو ناپسند کرتا تھا) چنانچہ اس نے اپنی عادت کے مطابق ان دونوں کو قتل کرنے کا حکم دیا لیکن ان میں سے ایک نے رحم کی درخواست کی تو سلطان نے دونوں کو معاف کر کے انہیں قید کر لیا۔

پھر سلطان صفد پر قبضہ کے بعد قلعہ کوکب کی جانب بذات خود فوج لے کر گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا اور انہیں پناہ دینے کا وعدہ کیا لیکن وہ قلعہ کا دفاع کرنے پر مصر رہے۔ چنانچہ سلطان نے قلعہ پر مجانیق (قلعہ شکن اور سنگ بار آلات) نصب کروا دیئے اور فوج کشی جاری رکھی۔ اس کے بعد بارش کی وجہ سے جنگ نہیں ہو سکی اور سلطان کو وہاں طویل عرصہ تک قیام کرنا پڑا۔ جب بارش ختم ہو گئی تو سلطان نے دوبارہ جنگ کا آغاز کیا اور ان کی فصیلوں پر زبردست حملے کر کے اور نقب لگا کر ایک برج گرا لیا۔ اس کے بعد فرنگی بہت خائف ہو گئے اور

انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اس طرح سلطان نے اسی سال کے ماہ ذالقعدہ کی پندرہویں تاریخ کو اس قلعہ کو بھی فتح کر لیا۔ یہاں جو فرنگی تھے وہ صور کی طرف فرار ہو گئے۔

فرنگی کمک

فرنگیوں کے افسر نے صور پہنچ کر مشورہ کیا اور سمندر پار اپنے فرنگی بھائیوں کے پاس اپنے قاصد بھیجے جنہوں نے امداد کے لیے زبردست تیاری کی چنانچہ فرنگیوں نے انہیں لگاتار صلیبی رضاکاروں کی بڑی جماعت امداد کے لیے روانہ کی۔

سلطان کی بیت المقدس میں آمد

ادھر فرنگیوں کے تمام ساحلی علاقے ایلہ سے لے کر بیروت تک مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے تھے۔ ان کے درمیان صرف صور کا شہر حائل تھا (جس پر فرنگیوں کا قبضہ تھا) چنانچہ سلطان جب صفد اور کوکب کی فتح سے فارغ ہوا تو وہ بیت المقدس روانہ ہوا۔ وہاں اس نے عید الاضحیٰ کی قربانی کے مراسم ادا کیے اس کے بعد وہ عکا پہنچا جہاں وہ موسم سرما کے اختتام تک ٹھہرا رہا۔

قلعہ شقیف پر چڑھائی

اس کے بعد ۵۸۵ھ میں سلطان نے موسم بہار میں قلعہ شقیف کے محاصرہ کے لیے پیش قدمی کی۔ یہ قلعہ حاکم صیدا، ارناط (فرنگی حاکم) کے زیر کنٹرول تھا وہ تمام فرنگی حکام سے زیادہ چالاک اور مکار تھا۔ جب سلطان مرج العیون پہنچا تو وہ سلطان کے پاس آیا اور خلوص و محبت کا اظہار کرتا رہا اس نے ماہ جمادی الاخرہ تک کے لیے مہلت مانگی تاکہ وہ اپنے اہل و عیال کو صور کے حاکم مارکوئیس کے پاس سے نکال سکے پھر وہ ضرور شقیف کا قلعہ سلطان کے حوالے کر دے گا۔ سلطان اس کے وعدہ کے مطابق وہیں مقیم رہا۔ اس اثناء میں مصالحت اور جنگ بندی کی۔ وہ مدت ختم ہو گئی جو سلطان اور حاکم انطاکیہ سمند کے درمیان متعین ہوئی تھی لہٰذا سلطان نے اپنے بھتیجے تقی الدین کی قیادت میں مشرقی فوج ان شہروں کے لیے بھیجی جو انطاکیہ کے نزدیک تھے۔

فرنگیوں کا اتحاد

اس دوران اسے یہ خبر موصول ہوئی کہ فرنگی (صلیبی) رضاکار (بیرونی ممالک سے آکر) صور میں وہاں کے حاکم مارکوئیس کے پاس جمع ہو رہے ہیں اور سمندر پار ممالک سے انہیں اپنے ہم مذہب حکومتوں کی جانب سے مکمل فوجی امداد پہنچ رہی ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ شام کا فرنگی بادشاہ جسے سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کی فتح کے بعد رہا کر دیا تھا وہ مارکوئیس (حاکم صور) سے مل گیا ہے اور ان دونوں میں اتحاد ہو گیا ہے۔ اس طرح بے شمار فرنگی قومیں وہاں اکٹھی ہو گئی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر اس نے ان کی جانب پیش قدمی کی اور قلعہ شقیف کا محاصرہ چھوڑ دیا تو اس کی فوج کے لیے خوراک اور رسد رسانی کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا چنانچہ وہ اپنی جگہ پر وہیں قیام پذیر رہا۔

سلطان کی پیش قدمی

مہلت کا عرصہ جب ختم ہو گیا تو سلطان نے قلعہ شقیف کی جانب پیش قدمی کی اور وہاں کے حاکم ارناط کو بلوایا۔ اس نے آکر یہ عذر پیش کیا کہ مارکوئیس نے اس کے اہل و عیال کو نہیں چھوڑا ہے چنانچہ اس نے دوبارہ مہلت مانگی اب سلطان پر اس کا مکر و فریب ظاہر ہو گیا تھا لہٰذا سلطان نے اسے قید کر لیا اور حکم دیا کہ وہ اہل شقیف کو پیغام بھیجے کہ وہ قلعہ شقیف اس کے حوالے کر دے لیکن اس نے یہ بات منظور نہ کی اس پر سلطان نے ارناط کو دمشق بھیج دیا جہاں اسے قید کر دیا گیا۔ اب سلطان نے خود فوج لے کر قلعہ شقیف کی جانب پیش قدمی کی اور اس کے محاصرہ میں سختی کر دی۔

فرنگیوں کی پسپائی

سلطان نے اس سے قبل ان فرنگیوں کے مقابلے کے لیے جو صور سے باہر تھے ایک مدافعتی فوج بھیجی تھی۔ پھر اسے یہ خبر ملی کہ فرنگیوں نے صیدا کا محاصرہ کرنے کے لیے صور سے کوچ کیا ہے۔ چنانچہ ان کا مسلمانوں کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں نے ان سے جنگ کر

کے فتح حاصل کی اور ان کے سات شہسواروں کو گرفتار کرنے کے علاوہ فرنگیوں کے بہت سے افراد کو قتل کیا' تاہم سلطان صلاح الدین کا ایک خاص آزاد کردہ غلام بھی اس جنگ میں شہید ہوا' جو سب لوگوں سے زیادہ بہادر انسان تھا۔ بالآخر مسلمانوں نے ان فرنگیوں کو شکست دے کر صور کے باہر ان کے مرکزی خیموں کی طرف پسپا کر دیا۔ جب سلطان صلاح الدین جنگ کے بعد وہاں پہنچا اس نے اپنے محاذ پر اس نیت سے قیام کیا کہ کوئی فرنگی ملے تو وہ اس سے بدلہ لے۔

اسلامی لشکر کی شہادت

ایک روز وہ گھوڑے پر سوار ہو کر دور تک گیا تاکہ وہ فرنگیوں کے محاذ کا پتہ چلائے۔ سلطان کی فوجوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ سلطان فرنگیوں سے جنگ کرنا چاہتا ہے چنانچہ وہ آگے بڑھ کر دشمن کے علاقے میں دور تک گھس گئے۔ سلطان نے (خطرہ محسوس کرتے ہوئے) فوجی افسروں کو ان کے پیچھے بھیجا تاکہ وہ ان فوجوں کو واپس لے کر آئیں لیکن ان کی فوجوں نے واپسی نہ کی۔

مسلمانوں کی اس فوج کو جب فرنگیوں نے دیکھا تو انہیں بھی یہ غلط فہمی ہوئی کہ ان کے پیچھے (بڑی فوج) کمین گاہ میں ہے لیکن جب انہوں نے جاسوسوں کو بھیجا تو وہ اطلاع لائے کہ (مسلمانوں کی یہ فوج) اصل فوج سے بالکل الگ ہے تو انہوں نے ان پر حملہ کر کے ان تمام کو اس سال کی نو جمادی الاول کو شہید کر دیا۔

مسلمانوں کی شکست

اس کے بعد سلطان پہاڑ کی جانب سے لشکر لے کر ان کے مقابلہ کے لیے گیا اور انہیں شکست دے کر پل کی جانب بھگا دیا' ان میں سے کافی فرنگی مارے گئے اور ان کے زرہ پوش ایک سو مسلح نوجوان سمندر میں ڈوب گئے۔ سلطان کا ارادہ یہ تھا کہ ان کا محاصرہ کیا جائے اور مسلمان فوج بھی اس کے پاس اکٹھی ہو گئی تھی لیکن فرنگی صور کی جانب چلے گئے اور سلطان بھی بلیس کی جانب واپس چلا گیا تاکہ وہ عکا کا بندوبست کرے اور اپنے مرکزی محاذ کی طرف واپسی کرے۔

سلطان جب اپنے مرکزی خیموں میں واپس آ گیا تو اسے خبر ملی کہ فرنگی اپنے راستے سے اپنی ضروریات کے لیے باہر نکلنے والے ہیں چنانچہ سلطان نے عکا کے فوجی محاذ کو یہ خبر دی اور انہیں ہدایت کی کہ وہ ماہ جمادی الآخرہ کی آٹھویں تاریخ کو اپنے علاقوں سے ان پر حملہ کریں سلطان نے مختلف وادیوں اور گھاٹیوں میں ان کی کمین گاہیں قائم کر دی تھیں اور اپنے لشکر کے مختلف شہسواروں کی ایک جماعت کو پیش قدمی کا حکم دیا تاکہ وہ فرنگیوں کو گھیر کر ان مقررہ کمین گاہوں کی جانب لے آئیں چنانچہ حسب ہدایت انہوں نے فرنگیوں کے ساتھ چھیڑ خانی کی لیکن وہ فرنگی ان کمین گاہوں کی جانب نہ آئے۔ ان مقامات پر جو فوج چھپی ہوئی تھی وہ کافی دیر انتظار کے بعد اپنے ساتھیوں کی حفاظت کے لیے باہر نکل آئی تو اس وقت ان فرنگیوں نے ان مسلمان فوجوں کو گھیر لیا اور زبردست جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کو بری طرح شکست ہوئی۔ ان کمین گاہوں میں قبیلہ طے کے چار فوجی افسر بھی تھے جو اپنے ساتھیوں کے راستے سے ہٹ کر ایک وادی میں گھس گئے تھے سلطان کے بعض موالی (آزاد کردہ غلام) بھی ان کے پیچھے چلے لیکن فرنگیوں نے انہیں اس وادی میں گھستے ہوئے دیکھ لیا تھا اور وہ یہ سمجھے کہ یہ راستے سے بھٹک گئے ہیں چنانچہ انہوں نے تعاقب کر کے انہیں شہید کر دیا۔

شہر صور

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ صور کے شہر کو ایک فرنگی نواب مارکوئیس نے آ کر ان فرنگیوں سے آباد کیا تھا جو سمندر پار سے آئے تھے چنانچہ سلطان جب کوئی شہر یا قلعہ فتح کرتا تھا تو وہاں کے فرنگی صور میں آ کر پناہ لیتے تھے' اس طرح اس شہر میں فرنگیوں کی کافی زیادہ تعداد آباد ہو گئی تھی اور وہ اپنے ساتھ کافی مال و دولت بھی لے کر آئے تھے۔

رضاکاروں کی بھرتی

سلطان نے جب بیت المقدس فتح کر لیا تو ان کے بہت سے عیسائی راہبوں' پادریوں اور ان کے مذہبی پیشواؤں نے بیت المقدس کے چھن جانے کے ماتم میں سیاہ لباس پہن لیا تھا اور بیت المقدس کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا (بطرک) بھی وہاں سے چلا گیا تھا اور وہ بھی اپنے ساتھ

مسلمانوں کو لے کر سمندر پار فرنگی ممالک میں فریاد کرتا رہا کہ عیسائی مذہب کے تمام ماننے والے بیت المقدس کی شکست کا بدلہ لیں۔ چنانچہ ہر طرف سے خاصی تعداد میں اس صلیبی جنگ کے لیے فرنگی مرد تیار ہو گئے یہاں تک کہ خواتین بھی جنگ کے لیے تیار ہو گئیں۔ ان میں سے جو جنگ نہیں کر سکتا تھا وہ اپنی جگہ اجرت دے کر کوئی شخص اپنی جانب سے بھیجتا تھا اس طرح انہوں نے مذہبی جنگ کے لیے بے تحاشہ مال و دولت خرچ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر مقام سے فرنگی رضا کار تیار ہو کر صور کے شہر کی جانب پہنچنے لگے اور ہر وقت سپاہیوں خوراک اور ہتھیاروں کی امداد کا سلسلہ مسلسل وہاں قائم رہا۔

عکا پر فرنگیوں کی چڑھائی

اس کے بعد یہ فرنگی لشکر متفقہ طور پر عکا کی جانب کوچ کرنے اور اس کا محاصرہ کرنے کے لیے تیار ہوا۔ چنانچہ وہ ۵۸۵ھ میں ماہ رجب کی آٹھویں تاریخ کو ساحلی راستے پر روانہ ہوئے (ان کی حفاظت کے لیے) ان کے بحری بیڑے ان کے بالمقابل چلتے رہے۔ مسلمانوں کی فوجیں راستے میں اپنے مقامات پر ان پر چھاپے مارتی رہیں تاہم فرنگیوں کا یہ لشکر عکا کے نزدیک پہنچ گیا' وہ وہاں پندرھویں رجب کو پہنچ گئے۔

سلطان صلاح الدین کا ارادہ یہ تھا کہ وہ ان کے بالمقابل لشکر کشی کر کے انہیں نقصان پہنچائے لیکن اس کے ساتھیوں نے مخالفت کی' ان کی رائے یہ تھی کہ راستہ کافی تنگ ہے اور دشوار گذار ہے چنانچہ سلطان نے لشکر کشی کے لیے دوسرا راستہ اختیار کیا اور جب فرنگی فوجیں عکا کے نزدیک پہنچ چکی تھیں' اس وقت سلطان کا لشکر وہاں پہنچا فرنگیوں نے بحری راستہ گھیر لیا تھا اس لیے مسلمانوں کو بحری راستہ میں رکاوٹ کا سامنا کرنا پڑا۔

اسلامی افواج کی آمد

پھر ان کے سامنے سلطان صلاح الدین نے محاذ قائم کر لیا اور اطراف و جوانب کے مسلمانوں کو دعوت جہاد بھجوائی چنانچہ موصل' دیار بکر' سنجار اور الجزیرہ کے تمام علاقوں سے فوجیں آئیں۔ سلطان کا بھتیجا تقی الدین حماۃ سے فوج لے کر آیا اور مظفر الدین کو کبری حران اور رہا سے فوجیں لے کر آیا۔ مسلمانوں کو خشکی کے راستے سے کمک پہنچ رہی تھی اور فرنگیوں کو بھی بحری راستے سے کمک مہیا ہو رہی تھی لیکن وہ صور کے شہر میں محصور تھے۔ ان کے درمیان مشہور واقعات ہوتے رہے تاہم سلطان صلاح الدین نے ماہ رجب کے باقی ماندہ ایام میں جنگ سے گریز کیا۔

دفاعی جنگ

ماہ شعبان شروع ہوتے ہی سلطان نے سارا دن فرنگیوں سے جنگ کی اور رات کے وقت بھی مسلمان صف بندی میں رہے اور صبح ہوتے ہی انہوں نے پھر جنگ شروع کی اور ثابت قدمی کے ساتھ میدان جنگ میں آئے۔ سلطان کے بھتیجے تقی الدین نے دوپہر کے وقت میمنہ (دائیں طرف کی) فوج کے ساتھ ایسا بھرپور حملہ فرنگیوں پر کیا کہ وہ اپنے مورچوں سے پیچھے ہٹ گئے اور مسلمانوں نے ان کے مورچوں پر قبضہ کر لیا۔ اب مسلمان شہر کے نزدیک پہنچ کر اس میں داخل ہو گئے' سلطان نے شہر میں ہر قسم کے دفاعی انتظامات مکمل کر لیے اور وہاں ہر قسم کی فوجی کمک پہنچائی اور فرنگیوں کے مقابلے کے لیے امیر حسام الدین ابوالہیجاء السمین کی قیادت میں لشکر بھیجا جو اربل کے کردوں میں سے ان سب سے بڑا افسر تھا۔

فرنگیوں کی حکمت عملی

دوسرے روز جب مسلمان جنگ کے لیے آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ فرنگیوں نے اپنے چاروں جانب خندقیں کھود لی ہیں اور اس طرح اپنے آپ کو محصور کر لیا ہے چنانچہ اس روز جنگ نہ ہو سکی اور وہ مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ رہے (اس پر دوسری تدبیر یہ کی گئی کہ) سلطان کی فوج کے کچھ عرب قبائل کے افراد فرنگیوں کے علاقے کی سمت میں ساحل بحر کے کچھ مقامات پر' جو دریا کے موڑ پر واقع تھے' چھپ گئے اور اپنی کمین گاہوں سے فرنگیوں پر چھاپے مارتے رہے۔ ماہ شعبان کی پندرھویں تاریخ کو انہوں نے فرنگیوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور انہیں قتل کر کے ان کے سر سلطان صلاح الدین کے پاس بھیجے۔ سلطان نے ان کی کافی قدر دانی کی اور حسن سلوک سے پیش آیا۔

مسلمانوں کی فوجی چھاؤنیاں

پھر مصر سے سلطان صلاح الدین نے اپنا لشکر بلوایا۔ یہ اطلاع فرنگیوں کو ہو گئی چنانچہ انہوں نے اس مصری لشکر کو وہاں پہنچنے سے روکنے کی کوشش کی۔ ادھر سلطان کی فوجیں مختلف چھاؤنیوں میں منتشر تھیں۔ اس کی ایک فوجی چھاؤنی انطاکیہ کے اور اس کے حاکم سمند کے مقابلے کے لیے حلب کی عملداری میں موجود تھی۔ دوسری دفاعی فوج حمص میں تھی تاکہ وہ طرابلس کے فرنگیوں کا مقابلہ کر سکے مسلطان کی فوج کا ایک بڑا حصہ اہل صور کے مقابلے پر تھا اور ایک زبردست فوجی چھاؤنی دمیاط اور دوسری اسکندریہ میں تھی۔

فرنگیوں کا اچانک حملہ

اس دوران (جب کہ جنگ بند تھی) فرنگیوں نے مسلمانوں پر اچانک حملہ کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ فرنگیوں نے ماہ شعبان کی بیسویں تاریخ کو علی الصبح حملہ کر دیا۔ (یہ سن کر) سلطان صلاح الدین سوار ہو کر اپنے لشکر میں آیا اور ان کی صف بندی کی۔ فرنگیوں نے سلطان کی میمنہ فوج پر اچانک حملہ کیا جو اس کے بھتیجے تقی الدین کی زیر قیادت تھی۔ یہ فوج کسی قدر پسپا ہوئی تو سلطان نے اپنے خاص آدمیوں کو اس کی مدد کے لیے بھیجا جس سے سلطان صلاح الدین کا قلب (درمیانی حصہ) کا لشکر کمزور ہو گیا اور سلطان کے خاص افسر شہید ہو گئے جن میں قابل ذکر حضرات کے نام یہ ہیں:

۱۔ امیر علی بن مروان۔ ۲۔ ظہیر' جو فقیہ عیسٰی' حاکم بیت المقدس کے بھائی تھے۔ ۳۔ حاجب خلیل ہکاری

سلطان صلاح الدین کے مخصوص خیمے پر بھی فرنگیوں نے حملہ کیا اور اس کے بعض وزراء کو شہید کر کے خیمہ کو لوٹ لیا۔ علماء میں سے جمال الدین بن رواحہ بھی اس موقعہ پر شہید ہوئے۔ اس کے ساتھ انہوں نے کافی مسلمانوں کو شہید کیا۔ خیمہ کے اردگرد جو افراد تھے انہیں شکست ہوئی اور وہاں جو فرنگی فوجیں چڑھ آئی تھیں وہ اپنے ساتھیوں سے کٹ کر رہ گئی تھیں۔

فرنگیوں کا قتل عام

اس پر مسلمانوں کی میسرہ (بائیں جانب کی) فوج نے ان فرنگیوں پر حملہ کر کے انہیں خندق کے پیچھے پسپا کر دیا پھر یہ مسلمان فوج سلطان صلاح الدین کے خیمہ کے پاس پہنچی تو اس نے جو فرنگی سپاہی دیکھا اس کو قتل کر دیا اس دوران سلطان صلاح الدین بھی واپس آ گئے جو اپنی فوجوں کو (جو بھاگ گئی تھیں) جنگ کرنے کے لیے واپس لا رہے تھے' ایسے موقع پر مسلمانوں نے فرنگیوں کو گھیر لیا اور ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچا۔

فرنگیوں کی فداویہ (جماعت) کے سردار کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا' سلطان نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ سلطان نے اسے دو مرتبہ رہا کیا تھا اب فرنگی مقتولین کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی تھی ان تمام کو دریا میں پھینک دیا گیا۔

قولنج کا عارضہ

اسلامی لشکر میں سے جو سپاہی شکست کھا کر بھاگ گئے تھے' ان میں سے بعض طبریہ سے واپس آئے' بعض سپاہی دریائے اردن پار کر گئے تھے' وہ وہاں سے لوٹے بعض دمشق پہنچ گئے تھے۔ اب مسلمانوں کی فرنگیوں کے ساتھ دوبارہ جنگ شروع ہو گئی تھی اور مسلمان فرنگیوں کے اصل محاذ کے اندر گھسنے والے تھے کہ اتنے میں اطلاع ملی کہ ان کا مال لوٹا جا رہا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شکست خوردہ فوج اپنا سامان اٹھا کر لے جا رہی ہے کہ اوباش اور بدمعاشوں نے دست درازی کر کے ان کا سامان لوٹ لیا ہے چنانچہ مسلمان فوج نے پورے ایک دن اور ایک رات تک کوشش کر کے مسلمانوں کے قبضے سے لوٹ کا مال واپس کرایا۔ اس واقعہ کے باعث مسلمان فرنگی فوجوں کی سرکوبی نہ کر سکے۔

جنگ کے اختتام پر یہ زمین فرنگیوں کی لاشوں سے بھر گئی تو اس کے نتیجے میں یہاں کی آب و ہوا نقصان دہ اور بدبودار ہو گئی اس سے سلطان صلاح الدین کو قولنج کا مرض لاحق ہوا جس میں سلطان بار بار مبتلا ہوتا رہا۔ ایسے موقع پر اس کے دوستوں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ (تبدیلی آب و ہوا کے لیے) یہاں سے چلا جائے پھر فرنگی فوجیں بھی چلی جائیں گی اور اگر وہ یہاں رہیں تو وہ دوبارہ آ کر ان کا مقابلہ کریں گے۔ اطباء نے بھی اسے چلے جانے پر مجبور کیا چنانچہ اس نے اس سال کے ماہ رمضان المبارک کی چوتھی تاریخ کو روانگی اختیار کی۔ اس نے حکم

کر اپنی روانگی کے بارے میں اصل بات بتائی۔

فرنگیوں کی حفاظتی تدابیر

سلطان جب عکا سے روانہ ہو گیا تو فرنگیوں نے عکا کا محاصرہ شدید کر دیا اور چاروں جانب سے اپنے بحری بیڑے کی مدد سے اس کا احاطہ کیا انہوں نے اپنے محاذ جنگ پر خندق بھی کھود لی اور اپنی فوجوں کے چاروں جانب قلعہ نما مٹی کی فصیل بھی بنالی تاکہ سلطان دوبارہ وہاں آ کر حملہ نہ کر سکے۔ مسلمانوں کی دفاعی فوج ہر وقت جنگ کے لیے تیار رہتی تھی لیکن انہوں نے جنگ نہ کی۔

جب یہ اطلاع سلطان کو ملی تو اس نے اپنے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ وہ لشکر بھیج کر ان کی قلعہ بندی کو روکیں لیکن سلطان کی بیماری کے سبب اس پر عمل نہ ہو سکا۔ اس کے برخلاف فرنگیوں نے اپنا منصوبہ مکمل کر لیا۔ اہل عکا ہر روز فرنگیوں کے مقابلے کے لیے نکلتے تھے اور ان سے جھڑپیں ہوتی رہتیں۔

مصری فوج کی آمد

شوال کی پندرہ تاریخ کو ملک عادل ابوبکر بن ایوب مصر کی فوج لے کر وہاں پہنچا اس کے ساتھ جنگجو سپاہیوں کا جم غفیر تھا اور وہ محاصرہ کے سامان کی بہت سی قسمیں لے کر آیا تھا اس کے پیچھے امیر لولو کی قیادت میں مصر کا بحری بیڑہ بھی پہنچا۔ اس نے فرنگیوں کی ایک کشتی کو بھی اور جو کچھ اس میں تھا اسے مال غنیمت کے طور پر حاصل کر لیا اور اسے لے کر عکا کی بندرگاہ میں گھس گیا۔

سلطان کا قیام

اس دوران سلطان صلاح الدین اپنی بیماری سے تندرست ہو گیا تاہم وہ موسم سرما کے اختتام تک الجزیرہ کے ایک مقام ہی میں قیام پذیر رہا۔

عکا میں دوبارہ جنگ

یہ خبر جب فرنگیوں کو ملی کہ سلطان صلاح الدین ان کی طرف جنگ کے لیے روانہ ہو گیا ہے تو وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے ماہ صفر ۵۵۶ھ میں دوبارہ آئے۔ مسلمانوں نے بھی بے جگری سے ان کا مقابلہ کیا اور فریقین میں سے بہت سے افراد جنگ میں کام آئے۔

سلطان کو جب اس جنگ کی اطلاع ملی تو اس نے دمشق، حمص اور حماۃ سے فوجوں کو اکٹھا کیا۔ پھر وہ الجزیرہ سے تل کیسان کی جانب گیا وہاں اس نے مسلسل فرنگیوں پر حملے کر کے انہیں عکا کے مسلمانوں پر حملہ کرنے سے روکے رکھا یوں فرنگیوں کو دو طرفہ محاذ پر جنگ کرنا پڑا۔

عکا کے محاصرہ کے دوران فرنگیوں نے لکڑی کے تین برج بنا لیے تھے۔ ہر برج کی اونچائی ساٹھ گز کی تھی اس کی پانچ منزلیں تھیں، انہوں نے ان کو چمڑے سے ڈھانک دیا تھا اور ایسی دوائیں مل دی تھیں جن پر آگ اثر نہیں کر سکتی تھی انہوں نے ان برجوں کو جنگ جو سپاہیوں سے آباد کر رکھا تھا اور ۲۰ ربیع الاول ۵۵۶ھ کو تین سمتوں سے شہر کے نزدیک کر دیا تھا وہاں سے وہ فصیل کا معائنہ کر کے جنگجو (مسلمان) سپاہیوں کا راز معلوم کر لیتے تھے۔ فرنگیوں نے خندق کی بھرائی بھی شروع کر دی تھی۔

اس صورت حال میں اہل عکا نے ایک تیراک کو سمندر میں بھیجا تاکہ وہ فرنگیوں کے حالات معلوم کر کے بتائے چنانچہ وہ اپنے لشکر کو لے کر روانہ ہوا اور اس نے فرنگیوں سے سخت جنگ شروع کر دی جس سے اہل شہر پر جنگ کا دباؤ کم ہوا اور وہ اسی طرح تین روز تک دو طرفہ جنگ میں مصروف رہے۔

مگر پھر بھی ان برجوں کو مسلمان تباہ نہ کر سکے انہوں نے مٹی کا تیل ملا کر کچھ گولے پھینکے لیکن وہ بھی بیکار ثابت ہوئے۔ اتفاق سے ان دنوں دمشق کا ایک باشندہ موجود تھا جو مٹی کے تیل کے خواص جانتا تھا اس نے چند جڑی بوٹیاں لے کر ایک دوا تیار کی اور وہ شہر کے حاکم کے پاس گیا اور کہا "تم اس دوا کو کسی ایک برج کے سامنے کی منجنیق (قلعہ شکن سنگ بار آلہ) میں ڈال دو تو اس کے ذریعے آگ لگ جائے گی"۔ چنانچہ اس دوا کو ایک ہنڈیا میں ڈالا گیا۔ پھر اس کے بعد دوسری ہنڈیا میں ڈالا گیا جو آگ سے بھری ہوئی تھی (پھر انہیں پھینکا گیا تو

آگ بھڑک اٹھی اور وہ برج مع ساز و سامان کے نذر آتش ہو گیا اس کے بعد دوسرے اور تیسرے برج کے ساتھ یہی طریقہ استعمال کیا گیا اور وہ بھی جل گئے۔ شہر والے ان برجوں کی تباہی سے بڑے خوش ہوئے کیونکہ ان کو ایک بڑی مصیبت سے نجات مل گئی تھی سلطان نے اس کیمیا دان مسلمان کو کافی انعام و اکرام دینا چاہا لیکن اس نے قبول نہیں کیا اور کہا "میں نے یہ کام اللہ کی خوشنودی کی خاطر کیا ہے اس لیے میں اس کا صلہ صرف اسی سے لوں گا۔"

دعوت جہاد

پھر گرد و نواح کے حکمرانوں کو سلطان نے جہاد کی دعوت دی چنانچہ سب سے پہلے حاکم سنجار عماد الدین زنگی بن مودود فوج لے کر آیا اس کے بعد حاکم موصل علاء الدین بن طالب وہاں پہنچا پھر عز الدین مسعود بن مودود بھی آیا۔ اسے اس کے باپ نے فوج دے کر بھیجا تھا۔ پھر حاکم اربل زین الدین آیا ان میں سے ہر ایک جب وہاں پہنچتا تھا تو وہ اپنی فوج لے کر آگے بڑھتا تھا اور سب سے پہلے فرنگیوں سے جنگ کرتا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے قیام کا انتظام کرتا تھا۔

مصر کا بحری بیڑہ

اس اثناء میں مصر سے بحری بیڑہ کی آمد کی اطلاع آئی تو فرنگیوں نے اس سے جنگ کرنے کے لیے اپنا بحری بیڑہ تیار کیا۔ سلطان نے فرنگیوں کو جنگ میں مشغول رکھا تاکہ آسانی کے ساتھ عکا کی بندرگاہ میں داخل ہو جائے لیکن وہ دونوں فریقوں سے بری اور بحری جنگ کرتے رہے۔ تاہم مسلمانوں کا بحری بیڑہ عکا کی بندرگاہ میں بخیریت داخل ہو گیا۔

جرمن فوج کی آمد

صلیبیوں کی المانی (جرمن) قوم کی تعداد کافی زیادہ تھی یہ لوگ جنگ جوئی اور بہادری میں بہت مشہور تھے۔ یہ لوگ جزیرہ انگلستان کے رہنے والے تھے، جو بحر اوقیانوس کے شمال مغرب میں ہے۔ یہ نوخیز عیسائی تھے چنانچہ جب عیسائی پادری اور راہب بیت المقدس کے سقوط کی اطلاع لے کر آئے اور عیسائی قوم کو مذہبی جنگ کے لیے ابھارا تو ان کا بادشاہ جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ اس نے اپنی فوجوں کو اکٹھا کیا اور صلیبی جنگ کے لیے پیش قدمی کی۔

ان کے لیے عیسائی حکومتوں نے راستہ کھول دیا تھا جب وہ قسطنطنیہ پہنچا تو شاہ روم نے اسے روکنا چاہا لیکن وہ ان کا راستہ نہ روک سکا تاہم اس نے سلطان صلاح الدین کو اس کی خبر کر دی اور انہیں خوراک و غلہ فراہم کرنا بند کر دیا جس سے ان کی غذائی ضروریات میں تنگی ہوئی جب انہوں نے خلیج قسطنطنیہ کو پار کیا تو وہ قلیج ارسلان کی سلطنت (ایشیائے کوچک) میں سے گزرے یہاں ترکمان قوم نے ان کا تعاقب کیا، وہ انہیں محاصرہ میں لے کر ان کو موت کے گھاٹ اتارتے تھے اس پر مزید طرہ یہ ہوا کہ اس زمانے میں سردیوں کا موسم تھا اور یہ علاقہ ٹھنڈا تھا۔ اس لیے ان میں سے بیشتر فرنگی سردی اور بھوک سے مر گئے۔

قونیہ میں سے ان کا گزر ہوا یہاں کا بادشاہ قطب الدین ملک شاہ بن قلیج ارسلان تھا۔ اس پر اس کی اولاد مسلط تھی جو مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے، تاہم یہ بادشاہ انہیں روکنے کے لیے نکلا لیکن کامیاب نہ ہو سکا اس لیے وہ واپس چلا گیا۔ یہ فرنگی بھی اس کے پیچھے پیچھے قونیہ تک گئے اور انہوں نے بادشاہ کو تحفہ بھیجا تاکہ وہ انہیں غلہ خریدنے کی اجازت دے دے چنانچہ اس نے اس بات کی اجازت دے دی۔ انہوں نے اپنے بیس امراء یرغمال کے طور پر رکھوا دیئے لیکن ان پر بہت سے چوروں نے حملہ کر کے ان امراء کو قیدی بنا لیا۔

اس کے بعد وہ ارمینیہ کے علاقے میں پہنچے جہاں کا حاکم کاموی بن خطفای ابن الیون تھا۔ اس نے (ان المانی فرنگیوں کو) خوراک اور چارہ دونوں مہیا کیے بلکہ ان سے اظہار اطاعت کیا وہ انطاکیہ تک ان کے ساتھ گیا اس دوران ان المانی فرنگیوں کا بادشاہ دریا میں غسل کرنے کے لیے گھسا تو وہ ڈوب گیا اس کے بعد اس کا بیٹا بادشاہ بنا لیکن جب وہ انطاکیہ پہنچے تو ان میں اختلاف پیدا ہو گیا کچھ لوگ اس کے بھائی کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے اور کچھ لوگ واپس جانا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہ دونوں گروہ واپس چلے گئے۔

جرمن فوج کی واپسی

بادشاہ کے بیٹے کا حمایتی گروہ اس کے ساتھ روانہ ہوا اُن کی تعداد بھی چالیس ہزار تھی لیکن راستے میں ان میں سے بھی بہت سے مر گئے اہم حاکم انطاکیہ نے ان کے لیے عکا کے فرنگیوں کے پاس پہنچنے کا اچھا انتظام کر دیا تھا وہ جبلہ اور لاذقیہ کے راستے سے گئے وہ حلب کے راستے سے بھی گذرے لیکن اہل حلب نے ان کے کئی افراد کو پکڑ لیا۔

طرابلس پہنچنے تک ان کے مزید افراد مر گئے تھے لہٰذا وہ بحری راستے سے عکا پہنچے وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ فرنگیوں میں باہمی اختلاف ہے اور ان پر خوف و دہشت طاری ہے چنانچہ وہ بحری راستے سے اپنے ملک روانہ ہوئے لیکن ان کی کشتیاں ڈوب گئیں اور ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچا۔

قلیج ارسلان کی بے بسی

ان کی خبریں بادشاہ قلیج ارسلان لکھ کر سلطان کو بھیجتا اس نے سلطان سے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ انہیں آگے بڑھنے سے روکے گا لیکن جب وہ وہاں سے گذر گئے تو اس نے اپنی معذرت کا اظہار کیا کہ اس کی اولاد میں نا اتفاقی ہے۔ بعد میں انہوں نے ان پر غلبہ پالیا ہے۔

سلطان صلاح الدین کے مشورے

سلطان کو جب ان المانی صلیبیوں کے بارے میں خبر ملی تو اس نے اپنے ساتھیوں سے اس سلسلے میں مشورہ کیا کچھ لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ وہ راستے میں انہیں روک کر ان کے ساتھ جنگ کرے۔ کچھ لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ وہ اسی مقام پر موجود رہے ایسا نہ ہو کہ فرنگی عکا کو فتح کر لیں سلطان نے اس دوسری رائے کو پسند کیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ جبلہ لاذقیہ شیزر اور حلب کی جانب کچھ فوجیں روانہ کیں تاکہ وہ ان مقامات کے باشندوں کو ان کے حملوں سے بچا کر رکھیں۔

عکا کا معرکہ

اس کے بعد ۱۰ جمادی الاخر ۵۸۶ھ کو فرنگیوں نے عکا پر بھرپور حملہ کیا اور وہ اپنی خندقوں سے نکل کر سلطان صلاح الدین کی فوج پر حملہ آور ہوئے چنانچہ ملک عادل ابوبکر بن ایوب مصری فوجوں کو لے کر ان کے مقابلے کے لیے بڑھے۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی یہاں تک کہ فرنگی مصری فوجوں کے خیموں تک پہنچ گئے اور ان پر قبضہ کر لیا مصری فوجوں نے پلٹ کر حملہ کیا تو انہیں اپنے خیموں سے ہٹا دیا۔ مصری کی بعض فوجیں مختلف راستے سے ان کی خندقوں کی جانب پہنچ گئیں اور انہوں نے ان کے فرنگی ساتھیوں کی کمک کو منقطع کر دیا وہ تمام فرنگی مارے گئے چنانچہ بیس ہزار سے زائد فرنگی موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔

موصل کی افواج مصری فوجوں کے نزدیک تھیں ان کا سپہ سالار علاء الدین خوارزم شاہ بن عز الدین مسعود حاکم موصل تھا۔ ان کی خوراک کی رسد ختم ہو گئی تھی چنانچہ سلطان صلاح الدین نے اسے اسی حالت میں جنگ کرنے کا حکم دیا۔ اس دوران سلطان کو شاہ جرمن کے انتقال کی اطلاع ملی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے بعد اس کی قوم میں اختلاف و انتشار پیدا ہوا ہے۔ مسلمان اس اطلاع سے کافی خوش ہوئے کیونکہ اس خبر سے انہیں امید ہوئی کہ اس طرح فرنگیوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔

فرنگیوں کی تیاریاں

فرنگیوں کو دو روز کے بعد بحری راستے سے فوجی امداد کندھری کے ذریعے سے حاصل ہوئی وہ شاہ افرنیس کا اپنے والد کی طرف سے بھتیجا اور شاہ انگلستان کا بھانجا تھا اس نے فرنگیوں کے درمیان کافی مال و دولت تقسیم کی اور انہیں کئی ڈویژنوں میں تقسیم کیا۔ اس نے مزید امداد کے لیے جلد پہنچنے کا وعدہ بھی کیا چنانچہ فرنگیوں نے دوبارہ مسلمانوں کے خلاف بھرپور حملہ کرنے کی تیاری کی۔

ان حالات میں سلطان صلاح الدین ۲۷ جمادی الاخر کو جگہ کی تنگی کے باعث موجودہ مقام سے خروبہ کی جانب منتقل ہو گیا وہ مقام لاشوں کی بدبو کے باعث کافی بدبودار ہو گیا تھا۔

وہاں پہنچ کر کندھری نے عکا پر مجانیق اور دیگر قلعہ شکن آلات نصب کرائے جسے اہل عکا اٹھا کر لے گئے اور وہاں فرنگیوں کے فوجی

دستوں کو قتل کر دیا اس لیے وہ مزید قلعہ شکن آلات نصب نہ کرا سکا اور نہ ان پر پردے ڈلوا سکا کیونکہ اہل شہر انہیں تباہ کر دیتے تھے چنانچہ اس نے مٹی کا ایک بہت اونچا ٹیلہ تیار کرایا اور اس کے پیچھے اس نے مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کرائے تاہم حالات کافی خراب ہو گئے تھے اور خوراک کی رسد میں بھی کمی واقع ہو گئی تھی۔

خوراک کی فراہمی

پھر سلطان صلاح الدین نے اسکندریہ (اپنے حاکم) کو پیغام بھیجا کہ وہ جہازوں میں خوراک بھر کر بھیجے اس نے اسی قسم کا پیغام بیروت بھی بھیجا۔ چنانچہ اہل بیروت نے ایک جہاز خوراک سے بھر کر بھیجا اور اس پر صلیبیں نصب کیں تاکہ یہ غلط فہمی رہے کہ یہ فرنگیوں کا جہاز ہے اس طرح یہ لوگ خوراک کے جہاز لے کر بندرگاہ میں صحیح و سالم داخل ہو گئے اس کے بعد اسکندریہ سے بھی خوراک کی رسد پہنچ گئی۔

فرنگی ملکہ کی آمد

تقریباً ایک ہزار سپاہیوں کے ہمراہ ایک فرنگی ملکہ سمندر پار سے صلیبی جنگ میں مدد دینے کے لیے پہنچ گئی (اس کے پاس اس قدر جہاز اور سامان تھا کہ) اسکندریہ کا سمندر اس سے بھر گیا تھا۔

جنگ کی بھرپور تیاری

اس کے علاوہ رومہ کے کنیسہ کے پاپائے اعظم نے (فرنگی صلیبیوں کو جو جنگ کر رہے تھے) پیغام بھیجا کہ وہ ثابت قدمی کے ساتھ جنگ کرتے رہیں کیونکہ انہیں مزید فوجی امداد بھیجی جا رہی ہے اور وہ یورپ کے بادشاہوں کو ان کی آمد پر آمادہ کر رہا ہے۔ اس کے اس پیغام سے فرنگیوں کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور عکا کے محاصرہ کے لیے نیا لشکر روانہ کیا اور اسی سال کی گیارہ شوال کو انہوں نے پیش قدمی کی تو سلطان نے اپنے لشکر کا ساز و سامان موضع لیمون کی جانب منتقل کر دیا جو عکا سے تقریباً پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر تھا اس کے بعد اس نے دوبارہ صف بندی کر کے فرنگیوں کے مقابلہ کے لیے تیاری کی۔

(اس کی صف بندی کی ترتیب اس طرح تھی کہ) سلطان کے (تینوں بیٹے) الافضل علی الظاہر غازی اور الظافر خضر (قلب و درمیانی حصے) میں تھے۔ اس کا بھائی ملک عادل ابوبکر مصر کی فوج کو اور اپنی فوج کو لے کر جو ان میں شامل ہو گئی تھیں میمنہ (دائیں حصہ) کی قیادت کر رہا تھا۔ سنجار کا حاکم عماد الدین حاکم حماۃ تقی الدین حاکم جزیرہ ابن عمر معز الدین سنجر شاہ میسرہ (بائیں حصے) کی قیادت کر رہے تھے۔ سلطان صلاح الدین ایک اونچے ٹیلے پر ایک چھوٹے خیمے میں تھا جو اس کے لیے (فوج کی عام نگرانی کی غرض سے) لگایا گیا تھا۔

فرنگی جب وہاں پہنچے اور انہوں نے اسلامی لشکر کو اتنی بڑی تعداد میں دیکھا تو انہیں اپنی خندقیں چھوڑنے پر شرمندگی ہوئی چنانچہ انہوں نے رات اپنے محاذ پر گذاری اور دوسرے روز وہ اپنے خیموں کی طرف لوٹ گئے۔ اس وقت مسلمانوں کے ہراول دستہ نے ان کا تعاقب کیا اور ہر طرف سے گھیر کر انہیں خندقوں کے پیچھے محصور کر کے رکھ دیا۔

فرنگیوں کا قتل عام

اس کے بعد ۲۳ شوال کو مسلمانوں نے ان کے ساتھ جنگ کی۔ اس سے پہلے انہوں نے کمین گاہ میں اپنے لشکر کو چھپا دیا تھا۔ فرنگی ان کے مقابلہ کے لیے تقریباً چار سو سواروں کے ساتھ نکلے۔ مسلمان فوج انہیں اپنی طرف لے گئی۔ چنانچہ جب وہ کمین گاہ کے قریب پہنچے تو مسلمانوں کے لشکر نے نکل کر ان پر حملہ کر دیا اور ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچ سکا۔

غلہ کی مہنگائی

فرنگیوں کے لیے غلہ کی مہنگائی بڑھ گئی چنانچہ غلہ کی ایک بوری صور کے سکہ کے مطابق ایک سو دینار کی بکنے لگی۔ حالانکہ ان کو وہ مختلف شہروں سے فراہم کیا جاتا تھا۔ بیروت سے اس کے حاکم اسامہ کے ذریعے اور صیدا سے اس کے نائب سیف الدین علی بن احمد المشطوب کے ذریعے نیز عسقلان وغیرہ سے یہ بھی فراہم کیا جاتا تھا۔ پھر سمندر کے طوفان کے موقع پر جبکہ موسم سرما میں جہازوں کی آمدورفت بند ہو گئی تھی ان کی حالت مزید بگڑ گئی۔ پھر جب موسم سرما آ گیا تو فرنگیوں نے اپنے جہاز صور میں لنگر انداز کر دیے جیسا کہ وہ موسم سرما میں کیا کرتے

سے اس کے بعد عکا کا بحری راستہ کھل گیا۔

فوجوں کی آمدورفت

سلطان صلاح الدین سے وہاں کے باشندوں نے اس کی شکایت کی' وہاں امیر حسام الدین ابوا لہیجاء السمین بھی موجود تھا جو وہاں زیادہ دنے اور طویل جنگ کرنے سے اکتا گیا تھا۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین نے وہاں دوسرا حاکم بھیجنے کا حکم دیا اور فوج کے تبادلہ کا بھی حکم دیا۔ اس نے اپنے بھائی ملک عادل کو ہدایت کی کہ وہ اس کا انتظام سنبھالے۔ اس لیے وہ سمندر کی جانب کوہ حیفا کی طرف منتقل ہو گیا۔ اس نے بحری جہاز اور کشتیاں اکٹھی کیں اور ان کے ذریعے آہستہ آہستہ لشکر بھیجتا رہا۔ چنانچہ جب کوئی دستہ وہاں پہنچتا تھا تو اس کے بدلے میں دوسرا فوجی دستہ نکل جاتا تھا۔ اس طرح ساٹھ فوجی افسروں کے بجائے صرف بیس سپہ سالار وہاں پہنچے۔ وہ اپنے اہل و عیال پیچھے چھوڑ گئے تھے لہٰذا سلطان نے دفاتر کے عیسائی اہل کاروں کو ہدایت دی گئی کہ وہ ان کی دیکھ بھال کریں اور ان کو اخراجات دیا کریں۔ اس طرح کافی فوج حفاظت کے لیے عکا پہنچی۔

سردیوں کا موسم ختم ہوا تو فرنگیوں کے جہاز' بندرگاہوں کی طرف لوٹ گئے لیکن ان کی طاقت کمزور ہو گئی تھی اس لیے عکا کے حالات معلوم ہونے بند ہو گئے تھے مسلم حکام میں سے جو عکا پہنچے وہ یہ تھے :

۱۔ سیف الدین علی بن احمد المشطوب۔ ۲۔ قبیلہ اسدیہ کا سردار عز الدین ارسلان۔ ۳۔ ابن جاولی وغیرہ۔ یہ لوگ ۵۸۷ھ کے شروع میں عکا پہنچے تھے۔

زین الدین کا انتقال

زین الدین یوسف بن زین الدین نے سلطان صلاح الدین کی اطاعت قبول کر لی تھی وہ اربل کا حاکم تھا۔ حران اور رہا اس کے بھائی مظفر الدین کوکبری کے زیر کنٹرول تھے۔ زین الدین سلطان کے ساتھ اس کی جنگوں میں شریک رہتا تھا اور وہ اس کے ساتھ عکا کی جنگ میں بھی شریک ہوا تھا لیکن بیمار ہو گیا تھا اور اسی بیماری میں اس کا ۱۸ رمضان المبارک ۵۸۴ھ میں انتقال ہو گیا۔

مظفر الدین کوکبری

پھر اس کا بھائی مظفر الدین کوکبری اس کے شہر پر قابض ہو گیا اور سلطان سے مطالبہ کیا کہ وہ اسے اربل کا علاقہ عطا کرے اس کے بدلے میں وہ حران اور رہا سے دستبردار ہو جائے گا۔ چنانچہ سلطان نے وہ شہر اور اربل کا علاقہ اسے دے دیا۔ اس کے ساتھ شہرزور کا علاقہ اور بنو اسرائیلی جو تفجاق کہلاتا ہے' بھی مرحمت کیے۔

سلطان صلاح الدین کے خوف سے اہل اربل نے حاکم موصل مجاہد الدین سے خط و کتابت کی۔ اسے عز الدین نے قید کر کے رہا کیا تھا پھر اسے اپنا نائب بنایا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنے ایک غلام کو اس پر جاسوس متعین کر رکھا تھا جو مختلف معاملات میں اس کی مخالفت کرتا تھا چنانچہ مجاہد کو خطرہ ہوا کہ اربل کے معاملے میں بھی وہ اس کے ساتھ ایسا کرے گا اس لیے اس نے کوئی مداخلت نہیں کی چنانچہ مظفر الدین اربل کا حاکم متعین ہو گیا اور وہاں اس کی حکومت مضبوط ہو گئی۔

تقی الدین کی کامیابی

مظفر الدین جب حران اور رہا سے دستبردار ہوا تو سلطان نے اپنے بھتیجے تقی الدین عمر بن شاہنشاہ کو ان دونوں علاقوں کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے پاس دیار بکر میں میافارقین' حماۃ اور اس کے شامی علاقے بھی تھے' سلطان نے اسے ہدایت کی کہ وہ اس کے کچھ علاقے فوج کو جاگیر کے طور پر عطا کرے تاکہ ان فوجیوں کے ذریعے فرنگیوں کے خلاف جنگ کرنے میں تقویت حاصل ہو۔

ان نئے علاقوں میں تقی الدین پہنچا اور ان کا انتظام درست کیا اس کے بعد وہ میافارقین چلا گیا اب اس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ وہ دوسرے شہروں کو بھی فتح کر لے چنانچہ اس نے دیار بکر کے شہر حال پر حملہ کیا اس کا مقابلہ کرنے کے لیے خلاط کا حاکم سیف الدین بکتمر اپنی فوج لے کر آیا لیکن تقی الدین نے اسے شکست دی اور اس نے اس کے شہروں کو تاراج کر دیا۔

بکتمر کی حکومت

سلطان شاکرین کے وزیر مجد الدین بن رستق کو سیف الدین بکتمر کو گرفتار کر لیا تھا اور اسے وہاں ایک قلعہ میں قید کر رکھا تھا۔ چنانچہ جب اسے شکست ہوئی تو اس نے قلعہ کے حاکم کو لکھا کہ وہ اسے قتل کر دے۔ قلعہ دار کو اس کا خط اس وقت ملا جب تقی الدین اس کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ لہٰذا جب تقی الدین نے قلعہ کو فتح کر لیا تو اس نے ابن رستق کو رہا کر دیا' ابن رستق نے (رہا ہونے کے بعد) مملکت خلاط کی جانب روانگی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا' لیکن جب یہاں اسے کامیابی نہیں ہوئی تو وہ ملاز کرد کے مقام کی طرف لوٹ گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے اس قدر شدید محاصرہ کیا کہ وہاں کے لوگ ہتھیار ڈالنے پر تیار ہو گئے چنانچہ اس نے شہر حوالہ کر کے ایک مدت متعین کی۔ اس اثناء میں وہ بیمار ہو گیا اور اس مقررہ مدت سے دو روز پہلے اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا بیٹا اسے میافارقین لے گیا اور وہاں اس نے اس کو دفن کیا۔

اس کے بعد بکتمر کی حکومت خلاط میں مضبوط ہو گئی۔

فرنگی قیادت

پھر سمندر پار سے اس فرنگی حکومت کو جو عکا کا محاصرہ کر رہی تھی پے در پے امداد موصول ہونے لگی' ان کے پاس سب سے پہلے فرانس کا شہنشاہ پہنچا' وہ اس زمانے میں بہت مشہور اور طاقتور تھا اور حقیقت میں فرنگیوں کا بادشاہ وہی تھا اور وہ اس زمانے کے تمام بادشاہوں سے زیادہ طاقتور تھا' وہ ۱۲ ربیع الاول ۵۸۴ھ کو چھ بڑے جہازوں کے ساتھ پہنچا جن میں سپاہی اور ہتھیار بھرے ہوئے تھے' اس کی آمد سے عکا کے فرنگیوں کو کافی تقویت حاصل ہوئی (یہاں آ کر) اس نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔

بحری جنگ کی تیاری

فرنگی خیموں کے نزدیک معمر عمر کے مقام پر سلطان صلاح الدین بھی موجود تھا۔ وہ ان سے صبح سویرے جنگ کر کے شہر پر حملہ کرنے سے روکتا تھا۔ سلطان نے بیروت میں اسامہ کو بھی پیغام بھیجا کہ وہ اپنی تمام جنگی کشتیوں اور جہازوں کو عکا کی بندرگاہ کی جانب بھیجے تاکہ اس طرح وہ فرنگیوں کو (بحری جنگ میں) مشغول رکھے چنانچہ اس نے جنگی جہاز بھیجے۔ (مسلمانوں کے) ان جنگی جہازوں نے سمندر میں پانچ جہاز دیکھے جو شاہ انگلستان کے تھے۔ انگلستان کا بادشاہ جزیرہ قبرص میں مقیم تھا کیونکہ وہ اس جزیرہ پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ بہرحال مسلمانوں کے بحری بیڑہ نے ان پانچوں جہازوں کو ان کے سامان سمیت لوٹ لیا۔

سلطان نے دیگر علاقوں کے حکام کو بھی اسی طرح کی ہدایات بھیجیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان (مسلم حکام نے) عکا کی بندرگاہ کو بحری بیڑوں اور کشتیوں سے بھر دیا۔

شہر کا دفاع

شہر پر فرنگیوں کے حملے جاری رہے اور بتاریخ ۴ جمادی الاولیٰ کو (فصیلوں پر) مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کر دیئے' سلطان ان فرنگیوں کے محاذ کے بالکل نزدیک آ گیا تاکہ ان سے جنگ کر کے شہر پر حملہ کرنے سے انہیں باز رکھے۔ اس طرح شہر والوں پر ان کے جنگی دباؤ میں کمی واقع ہو گئی۔

مسلمانوں کا بحری جہاز

اس دوران شاہ انگلستان جزیرہ قبرص کی فتح سے فارغ ہو گیا اور وہاں کے حاکم کو برطرف کر کے پچیس جہازوں میں عکا پہنچا۔ یہ تمام جہاز فوجیوں اور مال و دولت سے بھرے ہوئے تھے وہ وہاں بتاریخ ۱۵ رجب الرجب پہنچا۔ راستے میں اسے (مسلمانوں کا) ایک جہاز ملا جو بیروت سے بھیجا گیا تھا اور اس میں سات سو جنگجو تھے۔ اس نے ان سے جنگ کی۔ جب اس جہاز کے مسلمان کامیابی سے مایوس ہو گئے تو ان کے امیرالبحر نے جو یعقوب الحلبی غلام ابن شفنین اسد کے نام سے معروف تھا، جہاز میں آگ لگا دی تاکہ فرنگی مسلمانوں اور ان کے ذخیرے پر قبضہ

۱ بحر الکامل میں اس کا نام یعقوب الحلبی مقدم الجندار یہ ہے جس کا عرف غلام ابن شفنین ہے۔ (تاریخ الکامل ج ۹ ص ۲۱۳) مترجم

نہ کرلیں اس طرح وہ جہاز پانی میں غرق ہو گیا۔

اہل عکا کی پریشانی

(ادھر عکا کے نزدیک) فرنگیوں نے قلعہ شکن ہتھیار تیار کیے اور ان کے ذریعے شہر پر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کے بعض ہتھیار جلا دیئے اور بعض پر قبضہ کر لیا۔ چنانچہ فرنگی مجبور ہوئے کہ وہ پیچھے ہٹ کر مٹی کے ٹیلے قائم کریں اور ان کے پیچھے سے (ان ہتھیاروں کے ذریعے) حملے کریں۔ چنانچہ ان کی یہ تدبیر کارگر ہوئی اور اہل عکا نازک صورت میں مبتلا ہو گئے۔

فرنگیوں کا پیغام

سلطان صلاح الدین کو فرنگیوں نے یہ پیغام بھیجا کہ وہ شہر ان کے حوالے کر دے اس پر سلطان نے یہ جواب دیا کہ وہ شہر ان کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہے بشرطیکہ وہ شہر والوں کو پناہ دیں اور شہر والوں کی تعداد کے برابر ان کے قیدی رہا کر دے اور انہیں ان کی صلیب واپس کر دے گا جو اس نے بیت المقدس سے حاصل کی تھی۔ فرنگیوں نے ان شرائط کو منظور نہ کیا۔

عکا پر قبضہ

چنانچہ سلطان نے عکا کے مسلمانوں کو یہ ہدایت کی کہ ''وہ شہر کو خالی کر کے اکٹھے ہو کر شہر سے نکل جائیں اور سمندر کے کنارے کنارے روانہ ہوں اور دشمن پر بے جگری سے حملہ کریں مسلمان دشمن کے پیچھے سے نکلیں' شاید اس طرح ان کی جان بچ جائے۔

لیکن فرنگیوں نے اگلے روز صبح کے وقت شہر پر بھرپور حملہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے اپنے سفید جھنڈے بلند کر دیئے اور شہر کے حاکم اعلیٰ المشطوب نے فرنگیوں کو پیغام بھجوایا اور اس شرط پر پناہ حاصل کی کہ وہ ان فرنگیوں کو دو لاکھ دینار (تاوان) دے گا اور ان کے پانچ سو قیدی رہا کیے جائیں گے' ان کی صلیب واپس کی جائے گی نیز وہ حاکم صور کو چودہ ہزار دینار بھی دے گا۔ فرنگیوں نے یہ شرائط منظور کرلیں اور مال کی ادائیگی اور قیدیوں کی واپسی کرنے کے لیے دو مہینے کی مدت مقرر کی اس کے بعد شہر ان کے حوالے کر دیا گیا۔ لیکن شہر پر قبضہ کرنے کے بعد انہوں نے شہریوں کے ساتھ غداری کی اور انہیں مال' قیدیوں اور صلیب کے بدلے میں یرغمال کے طور پر قیدی بنا لیا۔

فرنگیوں کی عہد شکنی

سلطان کے پاس ان دنوں مال و دولت کا وافر ذخیرہ نہ تھا کیونکہ اس نے رفاہ عام کے کاموں میں انہیں خرچ کر دیا تھا۔ چنانچہ اس نے یہ رقم اکٹھی کرنی شروع کی' جب ایک لاکھ دینار اکٹھا ہو گیا تو اس نے اپنے نائب کو بھیجا تاکہ وہ ان سے حلف اٹھوائے کہ ان کی فداویہ جماعت ضمانت دے کہ عہد شکنی اور وعدہ خلافی نہیں ہو گی کیونکہ اسے ان کی غداری کا خطرہ تھا لیکن ان فرنگیوں کے بادشاہوں نے کہا ''جب تم مال' قیدی اور صلیب ہمارے حوالے کر دو گے تو تم ہمیں باقی ماندہ مال کے بدلے میں یرغمال دو گے تو ہم تمہارے ساتھیوں کو رہا کریں گے۔''

سلطان کا مطالبہ یہ تھا کہ فداویہ جماعت ان یرغمالیوں کے بارے میں ضمانت دیں اور حلف اٹھائیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا ''جب تم ایک لاکھ دینار' قیدی اور صلیب بھیجو گے تو ہم جسے مناسب سمجھیں گے رہا کر دیں گے باقی لوگوں کو اس وقت تک قید رکھیں گے جب بقایا رقم کی ادائیگی ہو گی۔

یوں ان فرنگیوں کی غداری ظاہر ہو گئی کہ وہ ایسی صورت میں معمولی افراد کو رہا کر دیں گے اور حکام اور افسروں کو اپنے پاس رکھیں گے تاکہ انہیں فدیہ (بھاری رقم دے کر) چھڑایا جائے۔ چنانچہ سلطان نے ان کی ان باتوں کے جواب میں خاموشی اختیار کی۔

قیدیوں سے سلوک

فرنگی ماہ رجب کے آخر میں شہر سے باہر جشن منانے کے لیے نکلے تو مسلمانوں نے سوار ہو کر ان پر حملہ کیا۔ جب مسلمان ان کے محاذ تک پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ مسلمان جو ان کے پاس قید تھے وہ دونوں صفوں کے درمیان قتل کر دیئے گئے فرنگیوں نے کمزور مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اور ان کے افسروں اور امراء کو فدیہ حاصل کرنے کے لیے اپنے پاس قید کر رکھا تھا۔ یہ دیکھ کر سلطان کے ہوش اڑ گئے۔ اور اس نے وہ مال جو اس نے رفاہ عام کے کاموں کے لیے رکھا ہوا ہے، استعمال کیا۔

فرنگیوں کی پیش قدمی

عکا کے شہر پر جب فرنگیوں کا قبضہ ہو گیا تو حاکم صور مارکوئیس شاہ انگلستان سے بہت خائف ہوا اور اسے اس کی جانب سے غداری کا خطرہ پیدا ہوا چنانچہ وہ اپنے شہر صور چلا گیا اس کے بعد فرنگی ماہ شعبان کے آغاز میں عسقلان پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ وہ سمندر کے ساحل کے ساتھ ساتھ روانہ ہوئے۔ وہ کسی حالت میں ساحلی راستے سے ہٹ کر نہ چلتے تھے۔

سلطان نے اپنے بیٹے افضل' سیف الدین ابوذکوش اور عز الدین خردیک کو فوج دے کر ان کے تعاقب کی غرض سے روانہ کیا چنانچہ وہ اچانک حملہ کر کے انہیں یا تو قتل کر دیتے یا گرفتار کر لیتے تھے۔ افضل نے اپنے باپ (سلطان) سے مزید فوجی امداد مانگی لیکن اس کی فوج اس کے لیے تیار نہ ہوئی۔

اس فرنگی فوج کے ہمراہ شاہ انگلستان بھی تھا وہ حملہ کرتی ہوئی یافا پہنچ گئی۔ یہاں فرنگی فوج نے پڑاؤ ڈالا یہاں عکا سے بھی اس کی فوج پہنچ گئی جس قدر انہیں ضرورت تھی۔ مسلمان فوجیں بھی ان کے سامنے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھیں۔ پھر ان فرنگی فوجوں نے قیساریہ کی جانب پیش قدمی کی۔ مسلمان فوجوں نے بھی ان کا تعاقب کیا (راستے میں) جو فرنگی انہیں ملتے تھے وہ ان کو مار ڈالتے تھے جب فرنگی قیساریہ پہنچے تو مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کیا اور انہیں نقصان پہنچایا۔ رات کے وقت بھی مسلمانوں نے ان پر شب خون مارا اور انہیں گرفتار کیا یا موت کے گھاٹ اتارا۔

فرنگیوں کی کامیابی

فرنگی دوسرے روز ارسوف پہنچے۔ راستہ تنگ ہونے کے باعث مسلمان ان سے پہلے وہاں پہنچ چکے تھے۔ اس لیے مسلمانوں نے اس مقام پر فرنگیوں پر حملہ کیا اور انہیں سمندر کی طرف بھگا دیا یہاں پہنچ کر فرنگیوں نے جانثاری سے مسلمانوں پر حملہ کیا اور انہیں شکست دے دی اس کے بعد ان کی پچھلی فوج پر حملہ کر کے انہیں قلب (درمیانی حصہ) کی طرف پسپا کر دیا' جہاں خود سلطان صلاح الدین موجود تھا۔

یافا پر قبضہ

وہاں سے پلٹ کر فرنگی یافا پہنچے تو دیکھا کہ وہ خالی ہے چنانچہ انہوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ سلطان شکست کے مقام سے رملہ پہنچا' وہاں اس نے اپنا سازوسامان جمع کر کے ارادہ کیا کہ عسقلان کے مقام پر فرنگیوں کا مقابلہ کرے لیکن اس کے ساتھیوں نے اس کی مخالفت کی اور کہا "ہمیں خطرہ ہے کہ فرنگی وہاں بھی ہمارا بھرپور مقابلہ کریں گے اور اس کا محاصرہ کر کے اسی طرح غالب آئیں گے جس طرح وہ عکا کے محاصرہ کے وقت ہم پر غالب آئے تھے اور آخرکار وہ اسے فتح کر لیں گے اور وہاں کے ذخیروں اور اسلحہ کی بدولت ان کی قوت میں اضافہ ہو جائے گا۔

عسقلان پر چڑھائی

پھر سلطان نے فوج کو ہدایت کی کہ وہ وہاں جا کر اس شہر کو فرنگیوں سے بچائیں' لیکن وہ وہاں جانے کے لیے تیار نہ ہوئے اس پر سلطان نے لشکر کو اپنے بھائی ملک عادل کی زیر نگرانی فرنگیوں کے مقابلہ کے لیے چھوڑا اور خود عسقلان چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر سلطان نے عسقلان کو تباہ و برباد کر دیا اور اس کی فصیل کے پتھر سمندر میں پھنکوا دیئے۔ یہ کام اس نے بتاریخ ۱۹ شعبان کیا' یہاں بے شمار دولت اور سازوسامان کے ذخیرے تباہ ہوئے جب فرنگیوں کو اس کی تباہی کا علم ہوا تو وہ آگے نہیں بڑھے بلکہ وہ یافا میں ہی پڑاؤ ڈالے رہے۔

اس واقعہ کے بعد مارکوئیس حاکم صور نے شاہ انگلستان کو ملامت کا خط لکھا کہ اس نے سلطان صلاح الدین سے اس سے پیشتر جنگ نہیں کی یہاں تک کہ اسے عسقلان تباہ کرنے کا موقع مل گیا۔

مصالحت پر تجویز

اس کے بعد سلطان صلاح الدین نے سخت سردی اور بارش میں بیت المقدس کی طرف پیش قدمی کی تاکہ وہ بیت المقدس کے لیے انتظامات کرے کہ وہ محاصرہ کے لیے تیار ہو سکے۔ سلطان نے اجازت دے دی کہ اس کی فوجیں آرام کرنے کے لیے اپنے وطن جا سکتی ہیں اس کے بعد اس نے بتاریخ ۸ رمضان المبارک اپنے محاذ کی طرف واپسی اختیار کی۔

فرنگیوں کا یافا میں قیام رہا اور انہوں نے اس کی تعمیر کا آغاز کر دیا یہ دیکھ کر سلطان نے نظرون کی طرف کوچ کیا اور بتاریخ ۱۵ رمضان المبارک وہاں پر قیام کیا۔

اس دوران شاہ انگلستان اور ملک عادل کے درمیان سفیروں کا اس بات پر تبادلہ ہوا کہ شاہ انگلستان اپنی بہن کا نکاح ملک عادل سے کرنا چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں بیت المقدس اور مسلمانوں کے ساحلی شہروں پر ملک عادل کی حکومت ہوگی اور عکا اور فرنگیوں کے ساحلی شہروں پر اس کی بہن کی سمندر پار تک حکومت رہے گی بشرطیکہ فداویہ (صلیبی رضاکار) اس بات کے لیے رضامندی کا اظہار کریں۔

یہ تجویز سلطان صلاح الدین نے منظور کر لی لیکن عیسائی پادریوں اور راہبوں نے شاہ انگلستان کی بہن کو اس بات سے روک دیا تھا اور اسے ناپسند کیا اس لیے اس تجویز پر عمل نہ ہو سکا اور حقیقت یہ ہے کہ شاہ انگلستان کی یہ تجویز سوائے دھوکہ دہی کے اور کچھ نہ تھی۔

فرنگیوں سے جھڑپیں

اس کے بعد فرنگیوں نے بیت المقدس پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور وہ بتاریخ ۳ ذوالقعدہ یافا سے رملہ پہنچے۔ سلطان وہاں سے بیت المقدس چلا گیا لیکن وہاں اس نے مصری فوجوں کو ابوالہیجا کی قیادت میں چھوڑ دیا تھا جس سے مسلمانوں کو تقویت پہنچی۔ فرنگی رملہ سے نظرون بتاریخ ۳ ذوالحجہ پہنچے، مسلمان ان کے مقابلے پر تیار تھے اور فرنگیوں سے مسلمانوں کی کئی جھڑپیں ہوئیں۔ ایک جھڑپ میں مسلمانوں نے فرنگیوں کے پچاس سے زیادہ فوجیوں کو گرفتار کر لیا۔

سلطان نے بیت المقدس میں یہاں کی فصیل تعمیر کرائی اور جو حصہ ٹوٹ گیا تھا اس کی مرمت کرائی اور مقام کو مضبوط کرایا جہاں سے اس نے بیت المقدس کو فتح کیا تھا اس نے وہاں کے رخنوں کو بند کرایا اور حکم دیا کہ فصیل کے باہر خندق کی کھدائی کی جائے۔

اس کام کے دوران حفاظت کی ڈیوٹی سلطان نے اپنی اولاد اور اپنے دوستوں کے سپرد کی۔ فصیلوں کے پتھروں کی کمی ہو گئی تو سلطان گھوڑے پر سوار ہو کر خود دور دراز کے مقامات پر جا کر پتھروں کو اپنی سواری پر لاد کے لے جاتا تھا۔ اس کو دیکھتے ہوئے سارا لشکر اس کام میں مصروف ہو جاتا تھا۔

فرنگیوں کی پریشانی

نظرون کے مقام پر فرنگی افواج نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا لیکن وہاں وہ پریشان ہو گئیں کیونکہ مسلمانوں نے ان کے ساحل سے خوراک کی رسد کو منقطع کر دیا تھا اس لیے وہ رسد اس طرح نہیں پہنچتی تھی جیسا کہ رملہ میں پہنچتی تھی۔ اس دوران شاہ انگلستان نے بیت المقدس کا نقشہ طلب کیا تاکہ اس کے محاصرہ کی صحیح صورت اس کے ذہن نشین ہو سکے، جب اسے وہ نقشہ دکھایا گیا تو اسے معلوم ہوا کہ وادی گھری ہوئی ہے اور صرف شمال کی جانب سے راستہ ہے اور وہ بھی کافی گہرا اور دشوار گذار ہے چنانچہ اچھی طرح غور و فکر کرنے کے بعد اس نے کہا:

"اس شہر کا محاصرہ کرنا ممکن نہیں، کیونکہ ہم نے ایک جانب سے محاصرہ کیا تو دوسری سمتیں قابو سے باہر رہیں گی اور اگر ہم نے اس کی وادی کے دو جانب فوجیں بھیجیں تو مسلمان ایک سمت سے ایک گروہ کو تباہ کر دیں گے اور دوسرا گروہ ان کی مدد کے لیے نہیں پہنچ سکے گا کیونکہ انہیں مسلمانوں کی طرف سے اپنے محاذ کے تباہ ہونے کا خطرہ رہے گا۔ اور اگر وہ اپنے محاذ میں سے کچھ حفاظتی فوج چھوڑ جائیں گے تو فاصلہ اس قدر زیادہ ہے کہ وہ ان کی مدد کے لیے ان کے تباہ ہونے کے بعد پہنچ سکیں گے اس کے علاوہ ہمیں خوراک کی رسد کے منقطع ہو جانے کے باعث خوراک کی کافی دقت رہے گی۔"

اس فیصلے کی فوج نے تصدیق کی اور کوچ کر کے رملہ پہنچ گئی پھر وہ ماہ محرم ۵۸۸ھ میں عسقلان گئیں اور اس کی تعمیر کا آغاز کر دیا۔ شاہ انگلستان مسلمانوں کی فوجی چوکیوں کی جانب گیا اور ان سے بھرپور جنگ کی۔ سلطان بھی بیت المقدس سے فوجی دستے بھیجتا تھا تاکہ وہ ان کی فوجوں پر چھاپے ماریں اور ان کی خوراک کی رسد کو منقطع کر دیں چنانچہ وہ ان کے ذخیرے لوٹ لیتے تھے۔

فرقہ باطنیہ کی کارروائی

اس کے بعد سلطان صلاح الدین شام کے اسماعیلی فرقے کے سردار سنان کے پاس گیا تاکہ وہ شاہ انگلستان اور مارکوئیس (مرکیش کو) (مالک) قتل کرا دے۔ سلطان نے اس کے صلے میں دس ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا لیکن اسماعیلی فرقہ کے افراد نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ

وہ شاہ انگلستان کو قتل نہ کریں تاکہ پھر سلطان ان کا قلع قمع کرنے کے درپے نہ ہو جائے اس لیے انہوں نے شاہ انگلستان کو قتل کرنے کی کوشش نہیں کی البتہ مارکوئیس (مرکیش) کو قتل کرنے کے لیے دو افرد بھیجے جو راہبوں کے بھیس میں تھے۔ وہ حاکم صیدا اور حاکم رملہ' ابن بارزان سے ملے اور ان کے پاس صور میں چھ ماہ تک رہے اور راہبانہ زندگی گزارتے رہے یہاں تک کہ مارکوئیس (مرکیش' حاکم صور) ان سے کافی مانوس ہو گیا' ایک روز جب صور کے بشپ نے اسے بلوایا تو ان دونوں نے مرکیش پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا۔ ان میں سے ایک کنیسہ میں پناہ گزین ہو کر روپوش ہو گیا۔ لوگ مرکیش کو زخمی حالت میں اسے اسی کنیسہ میں لے گئے جہاں دوبارہ فرقہ باطنیہ کے اس شخص نے اس پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس قتل کا الزام شاہ انگلستان کے سر تھوپ دیا گیا اور یہ مشہور ہو گیا کہ وہ تن تنہا شام پر حکومت کے خواب دیکھ رہا ہے۔

مرکیش کے مار جانے کے بعد شہر کا حاکم' سمندر سے آئے ہوئے افراد میں سے ایک فرنگی سردار بن گیا۔ وہ کندھری کے نام سے مشہور تھا اور وہ شہنشاہ فرانس کا بھانجا اور شاہ انگلستان کا بھتیجا تھا۔ اس نے اسی رات فرنگی ملکہ سے نکاح اور رخصتی کی رسوم انجام دیں اور شاہ انگلستان کے جانے کے بعد عکا اور دیگر مقبوضہ فرنگی شہروں کا حاکم بن گیا۔ وہ ۵۹۴ھ تک زندہ رہا اور چھت سے گر کر وفات پا گیا۔

شاہ انگلستان جب اپنے ملک واپس چلا گیا تو کندھری نے سلطان کے پاس پیغام بھیج کر اسے صلح پر آمادہ کیا اور اس سے خلعت حکومت طلب کیا۔ چنانچہ سلطان نے اسے خلعت بھیج دیا جسے اس نے عکا میں پہنا۔

تقی الدین کا انتقال

سلطان جب بیت المقدس آیا تو اسے یہ خبر ملی کہ اس کا بھتیجا تقی الدین عمر بن شہنشاہ وفات پا گیا ہے اور اس کا بیٹا ناصر الدین ان کے علاقوں کا جو الجزیرہ میں ہیں حاکم بن گیا ہے' اس کے علاقے یہ تھے: حران' رہا' سمیاط' میافارقین اور ارجان۔

افضل کی درخواست

سلطان کو ناصر الدین نے یہ پیغام بھیجا کہ مذکورہ بالا علاقوں کو اس کے قبضے میں رہنے دیا جائے اور اس کے علاوہ اسے وہ علاقے بھی دے دیئے جائیں جو اس کے والد کے زیر کنٹرول تھے۔ سلطان نے اس کی نوعمری کے باعث اس کا مطالبہ منظور نہیں کیا اور اس کے بیٹے افضل نے سلطان سے درخواست کی کہ اگر یہ علاقے وہ اسے عطا کر دے تو وہ دمشق سے دستبردار ہو جائے گا۔ سلطان نے اس کی بات مان لی اور اسے وہاں جانے کا حکم دے دیا۔

سلطان کی خط و کتابت

اس سلسلے میں سلطان نے مشرقی ممالک کے حکام سے جو موصل' سنجار' الجزیرہ اور اربل میں تھے' خط و کتابت کی اور وہ خود بھی لشکر لے کر اس کی مدد کے لیے روانہ ہوا۔ جب ناصر الدین کو معلوم ہوا کہ وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو اس نے ملک عادل کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ سلطان صلاح الدین سے سفارش کرے کہ وہ اس کو صرف شام کے وہ علاقے دے دے جو اس کے والد کے زیر کنٹرول تھے' وہ الجزیرہ کے شہروں سے دست بردار ہوتا ہے۔

چنانچہ سلطان نے الجزیرہ کے یہ شہر اپنے بھائی ملک عادل کو دے دیئے اور اسے وہاں بھیجا تاکہ وہ اس پر قبضہ کر کے اس کے بیٹے افضل کو واپس بھیج دے چنانچہ ملک عادل افضل سے حلب میں ملا اور اسے لوٹا دیا اور خود دریائے فرات عبور کر کے یہ شہر ناصر الدین بن تقی الدین کے قبضہ سے نکال لیے۔ وہاں اس نے اپنے حکام مامور کیے اور ناصر الدین اور الجزیرہ کی تمام فوجوں کو سلطان صلاح الدین کے پاس بیت المقدس روانہ کر دیا۔

فرنگیوں کی چڑھائی

اس بات کی خبر جب فرنگیوں کو ہوئی کہ سلطان نے اپنے بیٹے افضل اور اپنے بھائی عادل کو بھیج رکھا ہے اور اپنی فوجوں کو ان کے درمیان تقسیم کر دیا ہے اور بیت المقدس میں اس کے پاس صرف اس کی خاص فوج ہی باقی رہ گئی ہے تو انہوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر

کا ارادہ کیا انہوں نے معرکی اس فوج پر حملہ کر دیا جو سلطان کے پاس جا رہی تھی۔ اس فوج کا سردار سلیمان تھا جو ملک عادل کا اخیافی بھائی تھا فرنگیوں نے اسے الخلیل کے گرد و نواح میں پکڑ لیا اور مار دھاڑ کی۔ بالآخر یہ شکست خوردہ فوج جبل الخلیل میں جا کر پناہ گزین ہوئی۔

پھر یہ فرنگی لشکر داروم پہنچا اور اسے تاراج کر دیا اس کے بعد وہ بیت المقدس کے نزدیک دس کلومیٹر کے فاصلے پر بیت فوجہ کے مقام پر بتاریخ ۹ جمادی الاولیٰ ۵۸۸ھ میں پہنچے سلطان صلاح الدین محاصرہ کے لیے تیار تھا اس نے شہر پناہ کے مختلف برجوں کو مختلف امراء میں تقسیم کیا اور ہر برج پر فوجی دستے تعینات کر دیئے۔

فرنگی افواج نے جب دیکھا کہ وہ مقابلہ نہیں کر سکتے تو وہ پسپا ہو کر یافا آ گئے۔ اس دوران ان کا تمام ساز و سامان خوراک مسلمانوں کے ہاتھ لگا پھر فرنگیوں کو یہ خبر ملی کہ مشرقی علاقوں کی وہ فوجیں جو ملک عادل اور افضل کے ساتھ تھیں، دمشق واپس آ گئی ہیں چنانچہ وہ اب عکا واپس آ گئے اور یہاں پہنچ کر انہوں نے بیروت کا محاصرہ کرنا چاہا لیکن سلطان نے فوراً اپنے بیٹے افضل کو حکم دیا کہ وہ مشرقی فوجوں کو لے کر وہاں پہنچ جائے چنانچہ وہ فوج لے کر مرج العین پہنچ گیا لیکن فرنگی فوجیں عکا سے باہر نہ نکلیں۔

یافا پر قبضہ

اس اثناء میں سلطان کے پاس حلب وغیرہ کی فوجیں بھی پہنچ گئیں چنانچہ اس نے یافا پر چڑھائی کی اور اس کا محاصرہ کر کے اسی سال کی تاریخ ۱۰ رجب کو شہر پر قبضہ کر لیا اس کے بعد قلعہ کا محاصرہ کیا اہل قلعہ عکا سے فرنگی امداد کا انتظار کر رہے تھے اس لیے انہوں نے ایک روز مہلت مانگی۔ چنانچہ انہیں وہ مہلت دے دی گئی۔ اتنے میں رات کے وقت شاہ انگلستان عکا سے فوجی امداد لے کر آ گیا۔ دوسرے روز وہ جنگ کے لیے نکلا لیکن مسلمانوں میں سے کوئی بھی میدان میں نہ آیا۔

شاہ انگلستان کی درخواست

سلطان نے اس وقت حملہ کرنے کا حکم دیا لیکن المشطوب کے بھائی نے جس کا لقب الجناح تھا' آگے بڑھ کر کہا "ہم جنگ کے لیے پیش قدمی کرتے ہیں اور آپ کے غلام مال غنیمت حاصل کرتے ہیں۔" یہ سن کر سلطان نے ناراضگی کا اظہار کیا اور فرنگیوں کے محاذ سے لوٹ کر اپنے خیموں میں چلا گیا جب اس کا بیٹا افضل اور اس کا بھائی عادل آ گئے تو اس نے رملہ کی طرف کوچ کیا۔ وہاں وہ فرنگیوں کے ساتھ جنگ کے انجام کا انتظار کرتا رہا وہ یافا کے نزدیک پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔

شاہ انگلستان کو اپنے ملک سے نکلے ہوئے کافی عرصہ گذر گیا تھا اور وہ ساحلی شہروں سے مایوس ہو گیا تھا کیونکہ مسلمان ان پر قابض تھے۔ چنانچہ اس نے سلطان صلاح الدین سے صلح کی درخواست کی۔ سلطان نے اسے چالبازی سے تعبیر کرتے ہوئے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور جنگ جاری رکھی۔ شاہ انگلستان نے دوبارہ بہت اصرار اور عاجزی کے ساتھ درخوست کی۔ اس وقت اس کی سچائی اس بات سے ظاہر ہوئی کہ اس نے عسقلان' غزہ اور داروم و رملہ کی تعمیر کا منصوبہ ترک کر دیا تھا۔ اس کے بعد اس نے ملک عادل کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ اس کی صلح کرانے میں مدد کرے۔

اس پر سلطان کو اس نے مشورہ دیا کہ وہ صلح کی تجویز کو منظور کر لے اور تمام امراء و حکام بھی اس پر راضی ہو جائیں کیونکہ فوج جنگ سے اکتا چکی ہے اور اخراجات کے لیے بھی کچھ باقی نہیں رہا ہے نیز مویشی اور اسلحہ بھی ختم ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ معلوم ہوا ہے کہ شاہ انگلستان اپنے ملک واپس جا رہا ہے اور اگر مصالحت موسم سرما کے آخر تک نہ ہوئی تو وہ سمندر کا سفر نہیں کر سکے گا اور پھر اسے ایک سال یہیں پر گزارنا پڑے گا۔

معاہدہ جنگ بندی

سلطان کو جب اس بات کا علم ہوا اور اس کے خلوص کا پتہ چلا تو اس نے مصالحت کی تجویز کو منظور کر لیا اور فرنگیوں کے سفیروں کے ساتھ بتاریخ بیس شعبان ۵۸۸ھ جنگ بندی کے معاہدہ کو چوالیس مہینوں کے لیے منظور کر لیا۔ فریقین نے اس پر حلف اٹھایا۔ اس کے بعد سلطان صلاح الدین نے فرنگیوں کو بیت المقدس کی زیارت کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔

شاہ انگلستان اس کے بعد بحری جہاز سے اپنے ملک واپس چلا گیا اور کندھری جو مرکیش کے بعد صور کا حاکم ہوا تھا وہ سواحل شام کے

فرنگیوں کا بادشاہ بن گیا۔ اس نے ان کی اس ملکہ سے نکاح کر لیا جو اس سے پہلے ان پر حکومت کرتی تھی اور سلطان صلاح الدین نے بھی اس کی حکومت کو تسلیم کر لیا تھا جیسا کہ اس سے قبل بتایا گیا ہے۔

بیت المقدس کی تعمیر و مرمت

پھر سلطان بیت المقدس گیا یہاں اس نے شہر کی فصیلوں کو ٹھیک کیا اور کنیسہ صیہون کو شہر کے اندر شامل کرایا۔ اس سے پیشتر وہ فصیل کے باہر تھا اس نے مدارس، مسافر خانے اور ہسپتال بھی تعمیر کرائے اور ان کی آمدنی کے لیے اوقاف کی تقرری کی۔

سلطان کی واپسی

اس کے بعد سلطان نے بیت المقدس سے حج کے لیے احرام باندھنے کا ارادہ کیا تھا لیکن دوسرے کاموں کے باعث ایسا نہ کر سکا چنانچہ اس نے بتاریخ ۵ شوال دمشق کی جانب روانگی کی۔ اس نے وہاں نور الدین کے ایک آزاد کردہ غلام خردیک کو اپنا جانشین بنایا، اس کے بعد وہ مسلمانوں کے سرحدی شہروں نابلس، طبریہ، صفد سے گزرتا ہوا بیروت پہنچا۔ بیروت میں اس کے پاس حاکم انطاکیہ و طرابلس، سمند (فرنگی حاکم آیا اور اپنی اطاعت کا اظہار کیا۔ پھر سلطان بتاریخ ۲۵ شوال دمشق میں داخل ہوا تو مسلمان اس کی آمد سے بہت خوش ہوئے اور دشمنوں کو پریشانی ہوئی۔

سلطان کے کاموں کا بوجھ دمشق پہنچ کر ہلکا ہوا کیونکہ فرنگیوں کے حوصلے پست ہو گئے تھے اور جنگ بندی کا معاہدہ ہو گیا تھا اس لیے اس نے تھوڑی مدت کے لیے آرام کیا، پھر مزید فتوحات اور جنگ جاری رکھنے کے لیے اس نے اپنے بیٹے افضل اور اپنے بھائی عادل سے مشورہ کیا ملک عادل نے خلاط کی مملکت پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا کیونکہ سلطان نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ جب وہ خلاط کو فتح کر لے گا تو وہ اسے دے دے گا۔ افضل نے یہ مشورہ دیا کہ وہ بنو قلیج ارسلان کی سلطنت یعنی رومی شہروں پر حملہ کرے کیونکہ یہ کام آسان ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب فرنگی فوج شام کا رخ کرتی ہے تو وہ اسی راستے سے پیش قدمی کرتی ہے۔

سلطان نے اپنے بھائی سے کہا "تم میرے بیٹوں اور لشکر کے ساتھ خلاط جاؤ" میں بلاد روم کی طرف روانہ ہوتا ہوں، وہاں سے فارغ ہونے کے بعد میں تمہارے ساتھ شامل ہو کر آذربائیجان جاؤں گا اور پھر ہم بلاد عجم کی طرف چلیں گے۔

اس کو سلطان نے حکم دیا کہ وہ الکرک جائے جو اس کا علاقہ ہے اور وہاں سے تیار ہو کر آگے روانہ ہو جائے چنانچہ اس نے الکرک کی طرف پیش قدمی کی۔

سلطان کا انتقال

اس کے روانہ ہونے کے بعد سلطان صلاح الدین بیمار ہو گیا اور ماہ صفر ۵۸۹ھ میں وفات پا گیا۔ مصر کی ابتدائی حکومت کو شامل کر کے اس نے پچیس برس تک حکمرانی کی، رحمتہ اللہ تعالیٰ۔

باب ۸

سلطان صلاح الدین کے جانشین

مملکت کی تقسیم

(بوقت انتقال) سلطان کے پاس دمشق میں اس کا بیٹا افضل نور الدین تھا اور فوج بھی وہاں موجود تھی اس لیے افضل دمشق' ساحل شام' بعلبک' صرخد' بصریٰ' بانیاس' شوش اور ان کے تمام علاقوں پر داروم تک قابض ہو گیا۔

سلطان صلاح الدین کا دوسرا بیٹا العزیز عثمان مصر کا حاکم تھا چنانچہ اس نے مصر پر قبضہ کر لیا۔ حلب میں اس کا تیسرا بیٹا الظاہر غازی حاکم تھا وہ حلب اور ان کے متعلقہ علاقوں مثلاً حارم' تل ناشر' اعزاز' برزیہ' دربساک وغیرہ پر قابض ہو گیا۔ حماۃ کے حاکم ناصر الدین محمد بن تقی الدین عمر بن شیر کوہ نے اس کی اطاعت کی۔ اس کے ماتحت حماۃ کے علاوہ سلمیہ' المعرہ اور منج کے علاقے بھی تھے۔

اس کی اطاعت ابن محمد بن شیر کوہ نے بھی کی۔ اس کے ماتحت رحبہ کے علاوہ حمص و تدمر کے علاقے بھی تھے۔

بعلبک میں بہرام شاہ بن فرخ شاہ بن شاہنشاہ حاکم تھا۔ اس کا لقب الامجد تھا۔ بصریٰ میں الظاہر بن صلاح الدین حاکم تھا۔ اس کا لقب بھی الامجد تھا۔ وہ اپنے بھائی الافضل کے ساتھ تھا۔ سابق الدین بن عثمان بل الدایہ شیزر کا حاکم تھا۔

حملہ کا ڈر

ملک عادل الکرک اور شوبک میں تھا۔ اسے جب (سلطان صلاح الدین کے انتقال کی) اطلاع ملی تو اس نے الکرک میں قیام اختیار کیا۔ الافضل نے دمشق سے اسے بلوایا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اتنے میں اس کے بھتیجے العزیز حاکم مصر نے اسے حاکم موصل عز الدین کے حملے کے خطرہ سے آگاہ کیا کہ وہ موصل سے عادل کے علاقہ الجزیرہ کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے' اس نے اسے مدد دینے کا وعدہ کیا لیکن قاصد نے اسے اس غلط فہمی میں مبتلا کیا کہ وہ افضل کے پاس دمشق جائے جو (اپنے بھائی) العزیز کے پاس مصر جانے والا ہے تاکہ وہ اس کے ساتھ معاہدہ کر لے۔

ملک عادل کو اس موقع پر شک ہوا اور وہ افضل کے پاس دمشق پہنچا۔ افضل نے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور اس کے لیے فوج تیار کی تاکہ وہ حاکم موصل عز الدین کو اپنے الجزیرہ کے علاقہ پر حملہ کرنے سے روکے۔ حمص اور حماۃ کے حکام کو بھی اس نے اس بات پر آمادہ کیا کہ اپنی فوجیں اس کے لشکر کے ساتھ روانہ کرے چنانچہ وہ ان تمام کو لے کر دریائے فرات کو عبور کر گیا اور رہا کے گرد و نواح میں پڑاؤ ڈالا۔

دوسری طرف جب عز الدین ابن مودود و حاکم موصل کو سلطان صلاح الدین کے انتقال کی اطلاع ملی تو اس نے ارادہ کیا کہ وہ ملک عادل کے شہروں یعنی حران اور رہا پر جو الجزیرہ میں ہیں' حملہ کر کے انہیں اس کے قبضے سے چھین لے۔ اس کا نائب مجاہد الدین قایماز اسے اس ارادہ سے باز کر رہا تھا اور اسے ملامت کر رہا تھا کہ اتنے میں اسے ملک عادل کے اپنے بھتیجے کے ساتھ اچھے تعلقات کی اطلاع ملی' ابھی وہ اس تجویز پر غور کر رہا تھا کہ یہ اطلاع ملی کہ ملک عادل حران میں ہے پھر انہیں اس کا یہ خط ملا کہ الافضل سلطان صلاح الدین کے بعد حکمران بن گیا ہے اور لوگوں نے اس کی اطاعت تسلیم کر لی ہے۔

حاکم موصل کا انتقال

اس پر عزالدین نے اپنے ہمسایہ حکام مثلاً حاکم سنجار اور حاکم ماردین سے فوجی امداد مانگی۔ اس کا بھائی جو نصیبین کا حاکم تھا فوج لے کر اس کے پاس آیا اور اس کے ساتھ رہا تک گیا لیکن وہ راستے میں بیمار ہو گیا اور موصل لوٹ گیا۔ جہاں وہ اس سال کی یکم رجب کو وفات پا گیا۔

اس کے بعد ملک عادل کی حکومت الجزیرہ میں مضبوط ہو گئی اور کسی نے اس کی مخالفت نہ کی۔

ملک العزیز کی لشکر کشی

سلطان صلاح الدین کا دوسرا بیٹا العزیز عثمان مصر کا حاکم ہو گیا تھا۔ اس کے باپ کے موالی (آزاد کردہ غلام) افضل کے مخالف تھے۔ اس جماعت کے سربراہ جہارکس اور قراجا تھے۔ یہ لوگ افضل کے دشمن تھے، کردی سردار اور شیرکوہ کے موالی اس کے حمایتی تھے۔ چنانچہ اس کے دشمن العزیز کو اس کے حمائیتیوں کے برخلاف اکساتے تھے اور اسے اس کے بھائی افضل کے خطرے سے ڈراتے تھے انہوں نے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ الافضل کے قبضے سے دمشق کا علاقہ چھین لے چنانچہ وہ اس مقصد کے لیے ۵۹۰ھ میں دمشق پہنچا اور الافضل کو مقابلہ کے لیے بلوایا، اس وقت وہ الجزیرہ میں تھا وہ بذات خود اپنے چچا عادل کی مدد کے لیے گیا ہوا تھا۔

اس کے ساتھ الظاہر غازی بن صلاح الدین حاکم حلب، ناصر الدین محمد بن تقی الدین حاکم حماۃ اور شیرکوہ بن محمد بن شیرکوہ حاکم حمص تھے۔ حاکم موصل عزالدین مسعود بن مودود کی جانب سے موصل کا لشکر تھا (اب جب کہ انہیں العزیز کے حملہ کا علم ہوا تو) یہ سب الافضل کی مدد کے لیے دمشق پہنچے اس طرح العزیز کو اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی۔

صلح نامہ

اس صلح نامہ پر ان تمام نے اتفاق رائے کیا کہ بیت المقدس اور فلسطین کے علاقے العزیز کے ماتحت رہیں گے اور جبلہ اور لاذقیہ حاکم حلب الظاہر کے ماتحت ہوں گے۔ دمشق، طبریہ اور غور کا علاقہ بدستور الافضل کے پاس رہے گا اور ملک عادل مصر میں رہے گا اور وہ پہلے کی طرح العزیز کی سلطنت کا منتظم ہو گا۔ اس طرح یہ صلح نامہ منظور ہو گیا، پھر العزیز مصر چلا گیا اور ہر ایک حاکم نے اپنے شہر کی طرف واپسی کی۔

العزیز کی پیش قدمی

مصر میں سلطان صلاح الدین کے موالی نے پھر العزیز کو الافضل کے خلاف بھڑکانا شروع کیا چنانچہ اس نے ۵۹۱ھ میں دوبارہ دمشق کا محاصرہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے الافضل دمشق سے اپنے چچا العادل کے پاس قلعہ جعبر پہنچا اس کے بعد وہ اپنے بھائی الظاہر غازی کے پاس حلب گیا تاکہ ان دونوں سے فوجی امداد طلب کرے جب وہ دمشق واپس آیا تو العادل اس سے پہلے وہاں موجود تھا ان دونوں نے یہ فیصلہ کیا کہ مصر کا علاقہ الافضل کو دے دیا جائے اور دمشق العادل کے زیر کنٹرول رہے گا۔

العزیز اب دمشق کے نزدیک پہنچ گیا تھا اس کی کردی فوج اور شیرکوہ کے موالی اس کے برخلاف تھے اور الافضل کے حمایتی تھے، موالی کا سردار سیف الدین ابورکوش اور کردی فوج کا سردار ابوالہیجاء السمین تھا۔ یہ دونوں سردار خفیہ طور پر افضل کے پاس آئے اور اسے آمادہ کیا کہ وہ العزیز کا مقابلہ کرے۔ کیونکہ اس جنگ میں العزیز کو شکست ہو گی۔ چنانچہ جب افضل اور عادل لشکر لے کر نکلے تو موالی اور کرد فوج ان کے ساتھ شامل ہو گئی اور العزیز شکست کھا کر فرار ہو گیا۔

عادل کی حکمت عملی

پھر افضل نے عادل کو بیت المقدس کی طرف بھیجا تاکہ وہ العزیز کے نائب سے اس کا قبضہ حاصل کر لے، وہ العزیز کا تعاقب کرنے کے لیے مصر کی جانب روانہ ہوئے اس وقت فوجیں افضل کے ساتھ تھیں۔ چنانچہ عادل کو معاملہ مشکوک نظر آیا۔ اسے یہ خطرہ لاحق ہوا کہ افضل باہمی معاہدہ پر عمل نہیں کرے گا اور اسے دمشق کی حکومت نہیں دے گا اس لیے اس نے العزیز کو پیغام بھیجا کہ "وہ ثابت قدم رہے اور وہ کسی چھاؤنی میں مقیم ہو جائے۔ عادل نے اسے یقین دلایا کہ وہ اس کے بھائی کے سامنے اس کی حمایت کرے گا اور اسے اس کے ساتھ جنگ

کرنے سے روکے گا' وہ بلبیس کے مقام پر اسے جنگ نہیں کرنے دے گا۔"
چنانچہ العزیز نے یہاں اپنے باپ کے موالی کی فوج کو فخر الدین چہار کس کی زیر قیادت مامور کیا جب افضل نے ان سے مقابلہ کرنا چاہا تو عادل نے اسے روک دیا اس کے بعد اس نے مصر کی جانب پیش قدمی کرنی چاہی تو عادل نے اس سے بھی اسے روک دیا اور کہا "اگر آپ نے مصر پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا تو (مسلمانوں کا رعب) جاتا رہے گا اور دشمن کو موقع مل جائے گا چنانچہ اس (خانہ جنگی) کو ملتوی کرنا زیادہ بہتر ہے۔"

العزیز کو خفیہ طور پر عادل نے یہ پیغام بھیجا کہ وہ قاضی فاضل کو ان کے پاس بھیج دے کیونکہ سلطان صلاح الدین ان کی بہت عزت کرتا تھا اس لیے ان کا فیصلہ سب تسلیم کریں گے۔ چنانچہ قاضی فاضل ان دونوں کے پاس آئے تو انہوں نے یہ معاہدہ طے کیا کہ افضل کے پاس دمشق کے علاوہ بیت المقدس' فلسطین' طبریہ اور اردن کے علاقے بھی رہیں گے اور عادل کی پرانی حیثیت قائم رہے گی۔ یعنی وہ مصر میں مقیم ہو کر العزیز کی سلطنت کا انتظام کرے گا۔ متعلقہ فریقین نے اس معاہدہ پر حلف اٹھایا اس پھر افضل دمشق آ گیا اور عادل العزیز کے پاس مصر میں رہ گیا۔

ملک عادل کی کامیابیاں

دمشق پر چڑھائی

عادل کو ملک العزیز نے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ دمشق پر حملہ کر کے اسے اس کے بھائی سے چھین لے اور اسے دے دے۔ ادھر حاکم حلب الظاہر' افضل کو عادل کی دوستی سے روکتا تھا اور بہت اصرار کے ساتھ اسے اس بات پر اکساتا تھا کہ وہ اسے اپنے قریب نہ آنے دے۔
بالآخر عادل اور العزیز نے مصر سے اس مقصد کے لیے پیش قدمی کی اور ان دونوں نے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ انہوں نے افضل کے امراء میں سے ابو غالب حمصی کو اپنے ساتھ ملا لیا حالانکہ افضل اس پر بہت اعتماد کرتا تھا اور اس کے اس پر کافی احسانات تھے۔ اس نے ۵۹۲ھ بتاریخ ۲۷ رجب کی شام کو ان دونوں کے لیے مشرقی دروازہ کھول دیا۔ وہاں سے داخل ہو کر عادل دمشق آ گیا اور العزیز میدان اخضر ہی میں مقیم رہا۔ اس کا بھائی افضل نکل کر اس کے پاس گیا پھر افضل شیرکوہ کے گھر میں داخل ہوا تو انہوں نے اس کی بڑی فوج کے ڈر سے افضل کے ساتھ مصالحت کا اظہار کیا اور اسے قلعہ کی جانب لوٹا دیا اور خود شہر سے باہر پڑاؤ ڈالا۔
صبح و شام افضل ان کے پاس جاتا تھا۔ جب ان کا معاملہ مضبوط ہو گیا تو انہوں نے اسے دمشق سے نکلنے کا حکم دیا اور یہ بھی ہدایت کی کہ وہ اپنا تمام علاقہ ان کے حوالے کر دے۔ انہوں نے (اس کے عوض میں) اسے قلعہ صرخد دیا اور دمشق کے قلعہ پر العزیز قابض ہو گیا۔

عادل کی دمشق پر حکومت

یہ اطلاع جب عادل کو ملی کہ العزیز دمشق میں آنا چاہتا ہے تو وہ اس کے پاس گیا اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ قلعہ بھی اس کے حوالے کر دے چنانچہ اس نے قلعہ بھی اس کے سپرد کر دیا۔ افضل پہلے اپنی جاگیر کی جانب گیا جو شہر سے باہر تھی اور وہاں کچھ عرصہ تک مقیم رہا اس کے بعد وہاں سے قلعہ صرخد چلا گیا۔ العزیز مصر واپس چلا گیا اور عادل دمشق میں مقیم ہو گیا۔

یافا پر قبضہ

سلطان صلاح الدین کے انتقال کے بعد اس کی اولاد اس کی مملکت کی حاکم بنی تو ملک العزیز نے شاہ افرنگ کندھری کے ساتھ جنگ بندی کے معاہدہ کی تجدید کی اور اسی طرح کا معاہدہ کیا جیسا کہ اس کے باپ نے اس کے ساتھ کیا تھا۔ تاہم امیر اسامہ بیروت آ کر وہاں سے بحری کشتیاں فرنگیوں پر حملہ کرنے کے لیے بھیجتا تھا۔ فرنگیوں نے اس کی شکایت دمشق میں عادل سے کی اور مصر میں العزیز سے بھی کی لیکن ان دونوں حکام نے اس کی شکایت دور نہ کی۔
چنانچہ انہوں نے سمندر پار کے فرنگی بادشاہوں سے فوجی امداد مانگی تو انہوں نے اپنی فوجیں بھیجیں' ان میں اکثر جرمن کی فوجیں تھیں۔

یہ فوجیں عکا میں ٹھہریں ملک عادل نے العزیز سے فوجی امداد مانگی تو اس نے اپنے لشکر بھیجے اس کے پاس الجزیرہ اور موصل کی فوجیں بھی پہنچ گئیں وہ سب عین جالوت میں جمع ہوگئیں انہوں نے ۵۹۴ھ میں رمضان المبارک کا پورا مہینہ اور شوال کے چند دن وہاں گذارے پھر وہ یافا پہنچے تو انہوں نے شہر کو تاراج کر دیا۔ وہاں کی حفاظتی فوج قلعہ میں محصور ہوگئی تو ان کا محاصرہ کیا گیا اور بزور شمشیر اس پر قبضہ کر کے اسے بھی تباہ کر کے رکھ دیا۔

فرنگی فوج کا بیروت پر قبضہ

فرنگی فوج عکا سے اپنے بھائیوں کی امداد کے لیے روانہ ہوئیں۔ جب وہ قیساریہ پہنچیں تو انہیں ان کی اور عکا کے بادشاہ کندھری کی موت کی اطلاع ملی تو وہ واپس چلے گئے اس کے بعد انہوں نے بیروت پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو عادل بیروت کو تباہ کرنے کے لیے روانہ ہوا تاکہ فرنگی اس پر نہ قبضہ کر لیں لیکن بیروت کے حاکم اسامہ نے اس کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری لے لی' اس لیے وہ واپس چلا گیا لیکن فرنگی فوجیں اسی سال کے عرفہ کے روز بیروت پہنچ گئیں' اسامہ (حاکم بیروت) وہاں سے بھاگ گیا اور فرنگی بیروت پر قابض ہوگئے۔

صیدا اور صور پر چڑھائی

اس کے بعد عادل نے اپنی فوجوں کو مختلف مقامات پر بھیجا چنانچہ انہوں نے سلطان صلاح الدین کی تباہ کاری کے بعد صیدا کا رہا سہا حصہ بھی تباہ کر دیا اور پھر وہ صور کے گرد و نواح میں گھس گئے اور اسے تباہ کر دیا۔ چنانچہ فرنگی صور واپس آ گئے اور مسلمان فوج قلعہ ہونین کی طرف روانہ ہوگئی۔

فرنگیوں کی ناکامی

ماہ صفر ۵۹۴ھ میں فرنگیوں نے قلعہ تنبین پر حملہ کیا۔ ملک عادل نے اس کی حفاظت کے لیے فوج بھیجی لیکن ان کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ فرنگیوں نے اس کی فصیلوں میں نقب زنی کی' چنانچہ عادل نے حاکم مصر العزیز سے فوجی امداد طلب کی تو وہ تیز رفتاری کے ساتھ اپنی فوجیں لے کر روانہ ہوا اور اسی سال کے ماہ ربیع الاول میں عسقلان جا پہنچا۔

اس دوران تنبین کے مسلمانوں نے فرنگیوں سے پناہ کی درخواست کی تاکہ اس کے بعد وہ قلعہ ان کے حوالے کر دیں لیکن کچھ فرنگیوں نے انہیں بتایا کہ ایسی صورت میں ان کے ساتھ غداری کی جائے گی۔ اس اطلاع کے بعد وہ پھر قلعہ میں محصور ہوگئے اور قلعہ سپرد کرنے سے انکار کر دیا' یہاں تک کہ العزیز عسقلان پہنچ گیا چنانچہ اس کی آمد سے فرنگیوں کو اپنی ناکامی واضح طور پر دکھائی دینے لگی۔

ان فرنگیوں کا کوئی بادشاہ ان کے ساتھ نہ تھا۔ ان کے ساتھ صرف ایک بڑا پادری جنصیکر[۱] تھا جو شاہ جرمنی کا خاص دوست تھا۔ نیز کندھری کی بیوی بھی ان کے ساتھ تھی۔ چنانچہ انہوں نے قبرص کے بادشاہ ہنری کو بلوایا۔ وہ اس فرنگی بادشاہ کا بھائی تھا جو جنگ حطین میں گرفتار ہوا تھا۔ جب وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے اپنی ملکہ کا اس کے ساتھ نکاح کر دیا۔

العزیز (حاکم مصر) عسقلان سے جبل خلیل پہنچا اور فرنگیوں سے جنگ کرنی شروع کر دی لیکن فرنگی وہاں سے پیچھے ہٹ کر صور پہنچے اور وہاں سے وہ عکا جا پہنچے۔

مخالفانہ سازباز

اسلامی لشکر کو سمندروں پر رہنا پڑا تو اس کی وجہ سے العزیز کے حکام بے چین ہوگئے اور ان حکام نے العزیز اور اس کے منتظم سلطنت فخر الدین چہارکس کے ساتھ غداری کی سازش کرنی چاہی۔ وہ اشخاص یہ تھے ۱۔ میمون القصری۔ ۲۔ قراسنقر۔ ۳۔ الحجاب۔ ۴۔ ابن المشطوب۔

اس خبر کے سنتے ہی العزیز تیز رفتاری کے ساتھ مصر روانہ ہوگیا۔ اس کے بعد ملک عادل اور فرنگیوں نے صلح کی کوشش کی اور اسی سال ماہ شعبان میں فریقین کے مابین مصالحت ہوگئی۔ مصالحت کے بعد عادل دمشق لوٹ آیا اور وہاں سے اس نے ماردین کی طرف پیش قدمی کی جس کا بیان اگلے صفحات میں ہوگا۔

۱۔ تاریخ الکامل لابن اثیر میں اس کا نام جنسلیر لکھا ہوا ہے۔ (مترجم)

یمن کے حکمران

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ سیف الاسلام طغتکین بن ایوب ۵۵۸ھ میں یمن چلا گیا تھا جب کہ اس کا بھائی شمس الدولہ توران شاہ وفات پا گیا تھا اور یمن میں اس کے نائب حکام میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ یہاں آ کر اس نے یمن پر قبضہ کر لیا اور زبید میں رہائش اختیار کی اور وہیں مقیم رہا یہاں تک کہ وہ ماہ شوال ۵۹۳ھ میں وفات پا گیا۔

اس کا چال چلن ٹھیک نہ تھا' رعایا پر بہت ظلم کرتا تھا اور مال و دولت جمع کیا کرتا تھا جب وہاں اس کی سلطنت مضبوط ہو گئی تو اس نے مکہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ عباسی خلیفہ الناصر نے اس کے بھائی سلطان صلاح الدین کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ اسے اس ارادے سے روک دے چنانچہ سلطان نے اسے روک دیا۔

اسماعیل کی تقرری

سیف الاسلام کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا اسماعیل یمن کا حاکم مامور ہوا' وہ عجیب و غریب عادات کا انسان تھا' وہ اپنے آپ کو بنو امیہ کے خاندان سے منسوب کرتا تھا اس نے خلافت کا دعویٰ بھی کر رکھا تھا اور اپنا لقب الہادی رکھا تھا وہ سبز لباس پہنتا تھا اس کے چچا ملک عادل نے اسے بہت ملامت کی اور غصے کے ساتھ خط لکھا لیکن اس نے اس کی بات بھی نہ مانی' وہ اپنی رعایا اور ارکان سلطنت کے ساتھ بڑی بدسلوکی کے ساتھ پیش آتا تھا۔ چنانچہ ان تمام نے مل کر اس پر حملہ کر دیا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے قتل کرنے کی قیادت اس کے باپ کے آزاد کردہ غلام (مولیٰ) سیف الدین سنقر کے حوالے تھی۔

الناصر کی تقرری

۵۹۸ھ میں اس کے بھائی الناصر کو سنقر نے حاکم مامور کیا' ابھی وہ چار برس حکومت کرنے پایا تھا کہ سنقر وفات پا گیا تو مملکت کی نگرانی کے فرائض یمن کے ایک امیر غازی بن جبریل نے سنبھالے' اس نے الناصر کی ماں سے نکاح کر لیا تھا۔ پھر جب الناصر کو زہر دے کر ہلاک کر دیا گیا تو عربوں نے اس کا انتقام غازی جبریل سے لیا۔

سلیمان بن تقی الدین کی تقرری

یمن میں اب کوئی حکمران نہ تھا اس لیے ظفان اور حضر موت کے علاقے پر محمد بن محمد الحمیری قابض ہو گیا تاہم الناصر کی ماں اس دوران خود مختار ہو گئی اور وہ زبید پر قابض ہو گئی' اس نے خاندان بنو ایوب کے کسی ایسے شخص کی تلاش میں آدمی بھیجے جسے وہ یمن کا بادشاہ بنا سکے۔ معلوم ہوا کہ مظفر تقی الدین عمر بن شہنشاہ کا کوئی بیٹا ہے' جسے بعض اشخاص اس کے بیٹے سعد الدین شاہنشاہ کا بیٹا بھی بتاتے ہیں' اس کا نام سلیمان ہے۔ وہ تارک الدنیا ہو گیا تھا اور اس نے راہبانہ لباس پہن رکھا تھا چنانچہ ام الناصر کا ایک غلام حج کے موسم میں ان سے ملا۔ اس کے بعد اس نے خود آ کر نکاح کر لیا اور اسے یمن کا بادشاہ مقرر کیا۔

قطب الدین محمد

موصل کے حاکم نور الدین ارسلان شاہ اور اس کے چچا زاد بھائی قطب الدین محمد بن عماد الدین زنگی کے مابین جو نصیبین' خابور اور رقہ کا حاکم تھا' سرحدی تنازعوں کے باعث اختلافات پیدا ہو گئے تھے حاکم موصل کے ان کے باپ عماد الدین زنگی کے ساتھ بھی اسی قسم کے اختلافات تھے چنانچہ نور الدین نے اپنی فوج کے ساتھ اس کے علاقے پر حملہ کر دیا اور اس سے نصیبین کا علاقہ چھین لیا اور قطب الدین ملک عادل کی عملداری یعنی حران اور رہا کی جانب بھاگ کر پناہ گزین ہوا۔ اس نے ملک عادل سے جو دمشق میں تھا' فوجی امداد طلب کی' اس نے اس مقصد کے لیے مال و دولت بھی خرچ کیا چنانچہ ملک عادل فوج لے کر حران کی جانب روانہ ہوا۔ نور الدین نصیبین سے موصل چلا گیا اس کے جاتے ہی قطب الدین اس پر قابض ہو گیا۔

ماردین پر چڑھائی

اس کے بعد اسی برس ماہ رمضان المبارک میں ملک عادل نے فوج کے ہمراہ ماردین کی طرف پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا اس کا حاکم حسام الدین لولو ارسلان بن ابی الغازی کم سن لڑکا تھا۔ اس کا نگران مولیٰ نظام بزتقش تھا جو اس کے باپ کا آزاد کردہ غلام تھا اور اصلی حکومت اسی کی تھی۔ یہ محاصرہ کافی عرصے تک رہا۔ ملک عادل نے اس کے بیرونی حصے پر قبضہ کر لیا تھا لیکن دوسرے سال محاصرہ چھوڑ کر وہ وہاں سے چلا گیا جیسا کہ زنگی مملکت کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے۔

ملک العزیز کا انتقال

۵۹۵ھ کے ماہ محرم کے آخیر میں ملک العزیز عثمان بن صلاح الدین کا انتقال ہو گیا اس کے والد کا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) فخر الدین ایاس چہارکس حکومت کا خود مختار نگران تھا۔ اس نے ملک عادل کو جبکہ وہ ماردین کا محاصرہ کر رہا تھا، حکومت کرنے کے لیے بلا لیا۔

افضل کی تقرری

سلطان صلاح الدین کے موالی کا سردار چہارکس تھا جو افضل کا مخالف تھا۔ البتہ شیرکوہ کے موالی اور کردی سردار اس کے حمایتی تھے، چہارکس نے دونوں جماعتوں کو اکٹھا کر کے حاکم کے بارے میں رائے لی۔ اس نے ملک العزیز کے بیٹے کو حاکم بنانے کا مشورہ دیا لیکن شیرکوہ کے موالی کے سردار سیف الدین ایاز کوش نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ وہ اپنی کمسنی کے باعث حکومت کے قابل نہیں ہے سوائے اس کے کہ سلطان صلاح الدین کا کوئی بیٹا اس کی نگرانی کرے کیونکہ فوج کی قیادت بڑا اہم کام ہے۔ بالآخر سب افضل کو حاکم مصر بنانے پر متفق ہو گئے اس کے بعد وہ قاضی فاضل کے پاس گئے، اس نے بھی یہی رائے دی۔

اس کو ایاز کوش نے قلعہ صرخد سے بلوایا چنانچہ وہ اس سال کے ماہ صفر میں وہاں سے روانہ ہوا اسے راستے میں بیت المقدس کے لوگوں کی اطاعت کی اطلاع ملی۔ جب وہ بلبیس پہنچا تو امرائے مصر نے وہاں پہنچ کر اس کا خیر مقدم کیا۔ اس کے بھائی المؤید مسعود نے اس کی مہمان داری کی۔ فخر الدین چہارکس بھی جو ملک العزیز کی مملکت کا منتظم تھا وہاں موجود تھا۔ اس نے اپنے بھائی کو آگے کیا تو چہارکس کو کچھ شک پیدا ہوا، چنانچہ اس نے جانے کی اجازت مانگی تاکہ وہ عربوں کے دو گروہ کے درمیان صلح کرائے جو جنگ کر رہے ہیں۔ افضل نے اجازت دے دی تو فخر الدین چہارکس سیدھا بیت المقدس پہنچا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ صلاح الدین کی موالی کی ایک جماعت بھی وہاں پہنچ گئی جن میں قراجا و کرمس اور قراسنقر (جیسے سردار بھی) شامل تھے پھر میمون القصری بھی وہاں پہنچ گیا اور اس کے شامل ہونے سے ان کی پوزیشن مضبوط ہو گئی اور ان تمام نے مل کر افضل کے خلاف بغاوت کر دی۔

ملک عادل کو اس گروہ نے بلوایا (تاکہ وہ مصر پر حکمرانی کرے) لیکن اس نے ان کی بات ماننے میں تیزی نہ دکھائی کیونکہ اسے امید تھی کہ وہ ماردین پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

افضل کی کارروائی

افضل نے (مصر پہنچتے ہی) سلطان صلاح الدین کے موالی کو مشکوک قرار دیا۔ ان کی بڑی جماعت بیت المقدس پہنچ گئی تھی۔ البتہ شقیرہ، ایبک مٹیش اور ا لبکی وہاں موجود تھے۔ افضل نے ان موالی کو (جو بیت المقدس چلے گئے تھے) پیغام بھجوایا کہ وہ واپس آجائیں ان کی منشا کے مطابق کام ہو گا لیکن وہ نہیں آئے چنانچہ وہ قاہرہ میں مقیم رہا اور اس نے اپنی مملکت کا انتظام سنبھالا۔ اس نے ملک العزیز کے بیٹے کو بادشاہ بنایا اور سیف الدین ایاز کوش کو مملکت کا افسر اعلیٰ قرار دیا اور وہ اس کے بیٹے کی کمسنی کے باعث اس کا نگران تھا اس طرح اس کے امور مملکت کا انتظام ٹھیک ہو گیا۔

دمشق کا محاصرہ

افضل کی مملکت کے انتظامات جب ٹھیک ہو گئے تو اسے حاکم حلب الظاہر غازی اور اس کے چچا زاد بھائی حاکم حمص شیرکوہ بن محمد بن شیرکوہ کے یہ پیغام ملے کہ وہ دمشق فتح کر لے کیونکہ ملک عادل وہاں موجود نہیں ہے اور وہ ماردین کا محاصرہ کرنے کے لیے گیا ہوا ہے ان دونوں

...نے اس کی فوجی امداد کا وعدہ بھی کیا چنانچہ وہ اس سال کے درمیان میں فوج لے کر مصر سے روانہ ہوا اور وہ دمشق کے نزدیک پندرھویں ...ان کو پہنچا۔ ملک عادل اس سے پیشتر وہاں پہنچ چکا تھا اس نے ماردین کا محاصرہ کرنے والے لشکر کو اپنے بیٹے الکامل کی زیر نگرانی چھوڑ دیا تھا۔ افضل جب دمشق کے نزدیک پہنچا تو اس کے ساتھ عیسیٰ ہکاری کا بھائی امیر مجدد الدین بھی تھا۔ اس نے دمشق کے فوجیوں کے ساتھ ...ش کی کہ وہ اس کے لیے باب السلامت کھول دیں چنانچہ وہ (مجدد الدین) اور افضل خفیہ طور پر اس دروازے سے داخل ہوئے اور وہ باب ...ر تک پہنچ گئے' ملک عادل کے لشکر کو ان کی تعداد کی کمی اور مدد نہ پہنچنے کا علم ہو گیا تھا چنانچہ انہوں نے عقب سے آ کر انہیں اندر سے باہر ...ل دیا۔

اس کے بعد افضل نے محاصرہ کے میدان میں پڑاؤ ڈالا۔ اس کی طاقت کمزور ہونے لگی۔ اس کی کرد فوجوں نے کافی سختی کی جس سے ...ری فوجوں کو شک و شبہ پیدا ہوا اور وہ ان سے الگ ہو کر مرکزی محاذ میں چلی گئیں۔ حاکم حمص' شیرکوہ اور حاکم حلب الظاہر غازی کی ...ں افضل کی مدد کے لیے ماہ شعبان کے آخر اور ماہ رمضان المبارک کے شروع میں پہنچ گئیں۔

...ن کی واپسی

...موالی صلاح الدین کی افواج کو بھی ملک عادل نے بیت المقدس سے بلا لیا۔ چنانچہ وہ سب وہاں پہنچ گئیں اور ان کی وجہ سے ان کی ...ت بڑھ گئی اور افضل اور اس کے ساتھیوں کو مایوسی ہوئی۔ دمشق کی فوجیں ان پر شب خون مارنے کے لیے نکلیں تو انہیں چوکنا پایا۔ اس ...وہ واپس چلی گئیں۔ اتنے میں ملک عادل کو یہ خبر ملی کہ اس کا بیٹا محمد الکامل حران آ گیا ہے چنانچہ اس نے اسے بھی اپنے پاس بلوا لیا' وہ وہاں ...کی پندرھویں ماہ صفر کو پہنچا۔ اس کے آنے پر افضل کی فوجیں دمشق سے چلی گئیں اور ہر فوج اپنے اپنے شہروں کو واپس چلی گئی۔

...دین کا دفاع

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ ملک عادل ماردین پر حملہ کرنے کے لیے گیا تھا اور اس کے ساتھ حاکم موصل اور الجزیرہ و دیار بکر ...دیگر حکام بھی شریک ہوئے تھے لیکن ان کے دلوں میں ملک عادل کی فتوحات اور ماردین پر حملہ کرنے کی وجہ سے اس کے خلاف سخت ...ت تھی چنانچہ جب ملک عادل افضل کا مقابلہ کرنے کے لیے دمشق واپس چلا گیا اور اس نے اپنے بیٹے کو ماردین کا محاصرہ کرنے کے لیے ...تو الجزیرہ اور دیار بکر کے حکام ماردین کے دفاع کرنے پر متفق ہو گئے' اسی طرح حاکم موصل نور الدین ارسلان شاہ اس کا چچا زاد بھائی قطب ...ن محمد بن زنگی' حاکم سنجار اور دوسرا چچا زاد بھائی قطب الدین سنجار شاہ بن غازی حاکم جزیرہ ابن عمر فوج لے کر روانہ ہوئے اور وہ تمام بدلیس ...مقام پر جمع ہوئے وہیں' ان سب کی فوجوں نے عید الفطر منائی۔ اس کے بعد وہ بتاریخ ۶ شوال روانہ ہوئے اور کوہستان ماردین کے نزدیک ...

...ماردین کی کامیابی

...اہل ماردین پر جب محاصرہ کی سختیاں شروع ہوئیں تو اس کے حاکم نظام برتقش نے الکامل کو چند شرائط کے مطابق قلعہ سپرد کرنے کی ...ش کی اور اس کے لیے ایک مدت متعین کی چنانچہ الکامل نے اس مقررہ مدت کے اندر انہیں خوراک حاصل کرنے کی اجازت دے دی ...کے بعد اسے اطلاع ملی کہ حاکم موصل اور اس کے ساتھی وہاں پہنچ گئے ہیں چنانچہ وہ ان سے ملاقات کے لیے گیا اور اپنا لشکر قلعہ کے باہر ...کیا۔ قطب الدین حاکم سنجار نے اسے پیغام دیا کہ وہ واپس چلا جائے لیکن اس نے یہ بات نہ مانی' اس پر فریقین میں جنگ چھڑ گئی۔ اس ...پر حاکم موصل کی فوجوں نے بے جگری سے جنگ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ الکامل کو شکست ہوئی' جب وہ قلعہ کے بیرونی حصہ کے ایک ...برج تک جا پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ اہل ماردین نے اس کے محاصرہ کرنے والے لشکر کو شکست دے دی ہے اور ان کے تمام سازوسامان کو لوٹ ...لیا چنانچہ الکامل شوال کی پندرھویں تاریخ کو فرار ہو کر میافارقین پہنچ گیا' ماردین کا حاکم اس کے بعد حاکم موصل سے ملنے کے لیے گیا اور پھر ...لشکر نے واپسی اختیار کی۔

حاکم موصل کا پیغام

موصل کے حاکم نے راس عین کی طرف پیش قدمی کی تاکہ وہ ملک عادل کے مقبوضہ علاقوں یعنی حلوان' رہا اور الجزیرہ کے دیگر شہروں پر قبضہ کرے لیکن وہاں اس کی ملاقات حاکم حلب الظاہر کے قاصد سے ہوئی جو اس سے مطالبہ کررہا تھا کہ وہ سکہ اور خطبہ میں اس کا نام شامل کرے۔اس مطالبہ پر اسے شبہ پیدا ہوا' وہ ان لوگوں کو مدد دینے کا ارادہ کر رہا تھا لیکن اس کے بعد اس نے اپنا ارادہ بدل دیا اور موصل لوٹ آیا اور یہاں آکر اس نے الفضل اور الظاہر دونوں کو یہ پیغام پہنچایا کہ وہ بیماری کی وجہ سے ان کی امداد کے لیے نہیں پہنچ سکا۔ وہ دونوں اس وقت دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ جب الکامل میافارقین سے حران پہنچا تو اس کے باپ نے اسے دمشق سے اپنے پاس بلایا اور جب وہ اپنا لشکر لے کر اس کے پاس پہنچا تو افضل اور الظاہر وہاں سے چل دیئے۔

مصر پر ملک عادل کا قبضہ

افضل اور الظاہر جب اپنے علاقوں کی جانب لوٹ گئے تو ملک عادل نے مصر پر حملہ کی تیاری کی۔ سلطان صلاح الدین کے موالی نے اسے اس بات پر آمادہ کیا تھا۔ انہوں نے اس سے اس بات کا حلف اٹھوایا کہ ملک العزیز کا بیٹا مصر کا حکمران ہو گا اور وہ اس کی نگرانی کرے گا۔ افضل کو بھی اس بات کی خبر ہو گئی وہ اس وقت بلبیس میں تھا چنانچہ وہ وہاں سے روانہ ہوا اور ان سے جنگ کی۔ اسے ۵۹۶ھ کے ماہ ربیع الآخر میں شکست ہوئی وہاں سے وہ رات کو قاہرہ پہنچا' اسی رات قاضی فاضل عبدالرحیم بیسانی کا انتقال ہوا تھا۔ وہ اس کی نماز جنازہ میں شریک ہوا۔ وہاں سے قاہرہ کا محاصرہ کرنے کے لیے ملک عادل نے فوج کے ہمراہ پیش قدمی کی' اس وقت افضل کے ساتھیوں نے اس کی حمایت کرنا چھوڑ دی تھی۔ اس لیے اس نے اپنے چچا کو صلح کا پیغام بھیجا اور وہ اس شرط پر مصر اس کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہوا کہ اس کے بدلے اسے دمشق یا الجزیرہ کے شہر دے دیئے جائیں وہ شہر یہ تھے: حران' رہا اور سروج۔ ملک عادل نے ان کی بجائے میافارقین اور جبال نور دیئے۔ فریقین نے اس پر حلف اٹھایا پھر افضل قاہرہ سے ۱۸ ماہ ربیع الآخر کو نکلا اور ملک عادل سے ملاقات کرنے کے بعد شہر صرخد کی جانب روانہ ہو گیا اور ملک عادل اسی دن قاہرہ میں داخل ہوا۔

افضل جب صرخد پہنچا تو اس نے ان شہروں پر قبضہ کرنے کے لیے اپنے آدمی بھیجے جو ملک عادل نے اسے معاوضہ میں دیئے تھے' وہاں کا حاکم ملک عادل کا بیٹا نجم الدین ایوب تھا' اس نے میافارقین کے علاوہ باقی تمام شہر اس کے سپرد کر دیئے چنانچہ افضل نے اس بارے میں اپنے ایلچی ملک عادل کو بھیجے۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے بیٹے نے اس کی مخالفت کی ہے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ یہ عادل کا حکم تھا۔

ملک عادل کی حکومت اب مصر میں مضبوط ہو گئی تھی اس لیے اس نے منصور بن العزیز کے نام کا خطبہ مساجد سے ختم کرا دیا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس نے فوج کے معاملات میں بھی مداخلت کی اور کچھ لوگوں کو الگ کیا اور کچھ کو برقرار رکھا' ان باتوں سے وہ لوگ خفا ہو گئے۔ ملک عادل نے سلطان صلاح الدین کے موالی کے سردار فخر الدین چہار کس کو فوج دے کر بانیاس کی جانب بھیجا تاکہ وہ اس کا محاصرہ کرکے اس کے لیے اسے فتح کر لے چنانچہ وہ ان موالی کی ایک جماعت کو لے کر مصر سے شام کی جانب روانہ ہوا۔ وہاں کا حاکم امیر بشارت تھا جو ایک ترکی سپہ سالار تھا' ملک عادل کو اس کی اطاعت اور وفاداری پر شبہ ہوا تھا اس لیے اس نے چہار کس کی سرکردگی میں اس کے خلاف فوج روانہ کی۔

عادل کے خلاف سازش

ملک عادل نے جب منصور بن العزیز کے نام کا خطبہ مصر میں بند کرا دیا تو امراء اس سے خفا ہو گئے' اس نے فوج کے کاموں میں بھی مداخلت کی تھی اس لیے انہوں نے ملک العزیز کو حلب میں اور ملک الافضل کو صرخد میں یہ پیغام بھیجا کہ وہ دونوں دمشق کا محاصرہ کر لیں' اس حالت میں ملک عادل ان کے مقابلے کے لیے روانہ ہو گا تو وہ مصر میں رہ کر ان دونوں کی حمایت کے لیے راہ ہموار کریں گے۔

ملک عادل تک بھی یہ خبر پہنچ گئی۔ اس کی اطلاع خط کے ذریعے اسے امیر عز الدین اسامہ نے دی تھی جو حج سے فارغ ہو کر قلعہ سرخد کے راستے سے گذرا تھا اور اس کی ملاقات افضل سے ہوئی تھی' اس وقت اس نے امیر اسامہ کو اپنی حمایت پر آمادہ کیا اور جو خطوط اس کے پاس آئے تھے ان سے اسے آگاہ کیا تھا چنانچہ اس نے یہ خبر ملک عادل کو پہنچائی۔

ملک عادل کا حکم

دمشق میں موجود اپنے بیٹے المعظم عیسیٰ کو ملک عادل نے یہ لکھا کہ وہ صرخد میں افضل کا محاصرہ کر لے‘ اس نے چہارکس کو لکھا کہ وہ بانیاس سے وہاں جائے نیز نابلس کے حاکم میمون القصری کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس کے ساتھ فوج لے کر صرخد جائے (یہ احکام سن کر) افضل اپنے بھائی الظاہر کے پاس بھاگ کر حلب پہنچا اُس نے دیکھا کہ وہ حملہ کی تیاری کر رہا ہے۔ اس نے اپنے ایک افسر کو ملک عادل کی جانب بھیجا تھا چنانچہ اس نے اس کو راستے سے لوٹا لیا اس کے بعد وہ منبج پہنچا اور اسے فتح کر لیا اسی طرح اس نے قلعہ نجم پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ۳۰ رجب ۵۹۷ھ میں پیش آیا۔

ادھر المعظم صرخد کا محاصرہ کرنے کے لیے فوج لے کر روانہ ہوا اور بصریٰ پہنچ گیا اُس نے چہارکس کو اور جو اس کے ساتھ تھے‘ ان کو لوا بھیجا یہ لوگ بانیاس کا محاصرہ کر رہے تھے لیکن انہوں نے اسے مغالطہ میں مبتلا کیا اور اس کا حکم نہ مانا اس لیے وہ دمشق واپس آگیا‘ اس نے ان کی طرف امیر اسامہ کو بھیجا تاکہ وہ انہیں (وہاں جانے پر) آمادہ کریں لیکن انہوں نے اس قدر سخت کلامی کی کہ وہ رونے لگا‘ وہ اس پر حملہ کرنے لگے تھے لیکن میمون القصری نے اسے پناہ دی اور وہ دمشق واپس آگیا۔

باہمی اختلاف

الظاہر اور افضل کو وہاں پہنچنے پر‘ انہوں نے آمادہ کر لیا لیکن الظاہر نے تاخیر کی وہ منبج سے حماۃ گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا آخر کار اس کے حاکم ناصر الدین محمد نے تیس ہزار صوری دینار دے کر اس سے مصالحت کی۔ وہاں سے وہ بتاریخ ۹ رمضان حمص چلا گیا اس کے ساتھ اس کا بھائی افضل تھا وہاں سے وہ بعلبک ہوتا ہوا دمشق پہنچا‘ وہاں اسے موالی صلاح الدین ملے وہ الظاہر خضر کے ساتھ تھے‘ ان کے درمیان یہ متفقہ فیصلہ ہو گیا تھا کہ جب وہ دمشق فتح کریں گے تو اس پر افضل کا قبضہ ہو گا اور جب وہ مصر فتح کر لیں گے تو وہ وہاں چلا جائے گا اور دمشق الظاہر کے زیر کنٹرول رہے گا۔ افضل نے قلعہ صرخد اپنے باپ کے موالی (آزاد کردہ غلام) زین الدین قراجا کو دے دیا تھا اور ان دونوں نے وہاں کے باشندوں کو نکال کر شیرکوہ بن محمد بن شیرکوہ کے پاس پہنچا دیا تھا۔

مصر سے ملک عادل نے جب شام کی طرف پیش قدمی کی تو وہ نابلس پہنچا۔ وہاں سے اس نے ایک لشکر دمشق کی جانب روانہ کیا وہ ان دونوں کے پہنچنے سے پیشتر وہاں پہنچ گئے تھے جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے ذوالقعدہ کی پندرھویں تاریخ سے دو روز تک جنگ کی اور وہ دمشق پر قبضہ کرنے ہی والے تھے کہ دونوں بھائیوں میں تنازعہ شروع ہو گیا)۔ الظاہر نے افضل کو پیغام بھیجا کہ دمشق اس کے زیر کنٹرول رہے گا۔ افضل نے یہ عذر پیش کیا کہ اس کے اہل و عیال کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اس لیے وہ دمشق میں اس وقت تک پناہ لیں گے جب تک کہ وہ مصر فتح کر لے‘ الظاہر نے اپنے مطالبہ پر اصرار کیا۔ اس وقت موالی صلاح الدین‘ افضل کے حمائیتیوں پر مشتمل تھے اس لیے اس نے انہیں اختیار دیا کہ اگر وہ رہنا چاہیں تو رہیں ورنہ ان کو واپسی کی اجازت ہے۔

مصالحت کی شرائط

اس دوران فخر الدین چہارکس اور قراجا بھی (فوج لے کر) دمشق پہنچ گئے اور (فریق مخالف کی) قوت میں اضافہ ہو گیا اور وہ دمشق فتح نہ کر سکے۔ چنانچہ وہ مجبور ہوئے کہ ملک عادل سے ان شرائط پر صلح کی تجدید کریں کہ الظاہر کے پاس منبج‘ افامیہ‘ کفرطاب اور المعرہ کے بعض دیہات رہیں گے اور افضل کے ماتحت سمیساط‘ سروج‘ راس عین اور حملین کے علاقے ہوں گے جب تمام فریقوں کے درمیان یہ معاہدہ طے پا گیا تو وہ ماہ محرم ۵۹۸ھ میں دمشق سے کوچ کر گئے۔

الظاہر نے حلب واپسی کی اور افضل حمص آگیا جہاں وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہنے لگا۔ جب ملک عادل دمشق پہنچا تو افضل نے اس کو دمشق سے باہر اس سے بات چیت کی۔ اس کے بعد وہ اپنے علاقے کی جانب گیا اور اس پر قابض ہو گیا۔

نور الدین کی پیش قدمی

الظاہر اور افضل جب منبج سے دمشق کی جانب روانہ ہوئے تھے تو ان دونوں نے حاکم موصل نور الدین کو یہ پیغام بھیجا تھا کہ وہ ملک

عادل کے الجزیرہ میں اس کے مقبوضہ علاقوں پر حملہ کر دے جب ملک عادل نے معرع فتح کر لیا تھا تو اس وقت سے مذکورہ بالا تینوں حکام نے حاکم ماردین کے ساتھ مل کر عادل کے برخلاف معاہدہ کر لیا تھا کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ عادل کہیں ان کی عملداری پر نہ چڑھ دوڑے۔

چنانچہ ماہ شعبان میں نور الدین نے اپنی فوج کے ساتھ موصل سے پیش قدمی کی اس کے ساتھ اس کا چچا زاد قطب الدین حاکم سنجار بھی شریک تھا اور ماردین کا لشکر بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ راس عین پہنچ گئے اس وقت حران میں فائز ابن عادل اس لشکر کی قیادت کر رہا تھا اور الجزیرہ میں اپنی عملداری کی حفاظت کر رہا تھا اس نے نور الدین (حاکم موصل) کو صلح کا پیغام بھیجا اس وقت یہ خبر ملی کہ ملک عادل نے الظاہر اور افضل کے ساتھ مصالحت کر لی ہے اس لیے نور الدین نے بھی مصالحت کی تجویز تسلیم کر لی اور اس کے لیے فریقین نے حلف اٹھایا۔ اس نے اپنی جانب سے ارسلان کو عادل کے پاس بھیجا اور اس سے بھی حلف اٹھوایا۔ اس کے بعد یہاں کے حالات ٹھیک ہو گئے۔

فریقین میں مصالحت

ملک عادل نے اس کے بعد اپنے بیٹے اشرف موسیٰ کو فوج دے کر ماردین کے محاصرہ کے لیے روانہ کیا چنانچہ وہ وہاں روانہ ہوا اور اس کے ساتھ موصل اور سنجار کی فوجیں بھی تھیں وہ تمام ماردین کے نیچے حریم میں اتریں ماردین کے قلعہ بازعیہ کی ایک فوج اشرف کی فوجوں سے خوراک کی رسد بند کرنے کے لیے وہاں پہنچی تو اشرف کے ایک فوجی دستہ نے اس کا مقابلہ کر کے اسے شکست دی لیکن ترکمان قوم نے ہنگامہ آرائی کر کے اس علاقہ کا راستہ بند کر دیا تھا چنانچہ اشرف کو کافی مشکلات پیش آئیں پھر الظاہر غازی نے فریقین میں مصالحت کرانے کی کوشش کی اور یہ طے ہوا:

"حاکم ماردین عادل کو ڈیڑھ لاکھ دینار ادا کرے گا، ہر دینار گیارہ قیراط کے وزن کا ہو گا اور امیری سکہ کے مطابق ہو گا۔ اس کے علاوہ وہ اپنے ملک میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوائے گا اور اس کے سکہ پر اس کا نام ہو گا اور جب وہ فوجی امداد طلب کرے گا تو وہ اپنی فوج کا ایک حصہ اس کی مدد کے لیے دے گا۔"

اس معاہدہ کو ملک عادل نے منظور کر لیا اور فریقین میں مصالحت ہو گئی پھر اشرف نے ماردین کے علاقہ سے کوچ کیا۔

قلعہ نجم کا تنازعہ

اس سے قبل بتایا جا چکا ہے کہ الظاہر اور افضل نے ملک عادل سے ۵۹۷ھ میں مصالحت کر لی تھی اور افضل کو سمیساط، سروج، راس عین اور حملین کے علاقے مل گئے تھے اس کے قبضہ میں قلعہ نجم بھی تھا جسے ملک الظاہر نے محاصرہ کے موقع پر صلح سے پہلے اپنے قبضہ میں لے لیا تھا۔

۵۹۹ھ میں ملک عادل نے افضل کے قبضہ سے یہ علاقے واپس لے لیے تھے اور صرف سمیساط اور قلعہ نجم کے علاقے باقی رکھے تھے جس کے بعد ملک الظاہر نے افضل سے قلعہ نجم کا مطالبہ کیا اور اس کے بدلے میں اس نے وعدہ کیا کہ وہ ملک عادل سے سفارش کرے گا کہ وہ اسے وہ علاقے واپس کر دے جو اس نے لے لیے تھے افضل نے اس کا مطالبہ نہ مانا تو الظاہر نے اسے دھمکی دی۔ تاہم ان دونوں کے مابین سفیروں کی آمد و رفت ہوتی رہی اور بالآخر افضل نے اسی سال ماہ شعبان میں قلعہ نجم الظاہر کے سپرد کر دیا۔

ملک عادل کے خلاف بغاوت

افضل نے اس کے بعد اپنی والدہ کو ملک عادل کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس سے سفارش کرے کہ وہ سروج اور راس عین کے علاقے اسے واپس کر دے لیکن اس نے اس کی ماں کی سفارش بھی منظور نہ کی۔ اس پر افضل نے بلاد روم کے حاکم رکن الدین سلیمان بن قلیج ارسلان کو لکھا کہ وہ اس کی اطاعت تسلیم کرتا ہے اور وہ اس کا خطبہ بھی (اپنی مساجد میں) پڑھوائے گا۔ اس پر اس نے افضل کو خلعت حکومت بھیجا اور افضل نے سمیساط میں ۶۰۰ھ میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوانا شروع کر دیا اور اپنی عملداری میں اس کا نائب حاکم ہو گیا۔

محمود کا خطرہ

۵۹۹ھ میں ملک عادل کو محمود بن العزیز (سابق حاکم مصر) سے خطرہ لاحق ہوا کیونکہ جب اس نے ۵۹۶ھ میں مصریین اس کے نام کا خطبہ

گرفتار کرایا تو اسے اس کے والد کے حمائیتیوں سے خطرہ پیدا ہوا۔ اس لیے اس نے اسے مصر سے نکال کر دمشق بجھوا دیا۔ پھر ۵۹۹ھ میں لشکر کے ساتھ اسے رہا بجھوا دیا۔ اس کے ساتھ اس کی ماں' بہنیں اور دیگر اہل و عیال بھی وہاں چلے گئے۔

نصیبین کا محاصرہ

حاکم موصل' نور الدین ارسلان شاہ اور اس کے چچا زاد بھائی قطب الدین حاکم سنجار کے درمیان تنازعہ پیدا ہوا تو ملک عادل نے قطب الدین کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اس نے اپنی عملداری میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوانا شروع کیا۔اس پر نور الدین (حاکم موصل) بہت آگ بگولا ہوا اور اس نے ۶۰۰ھ کے ماہ شعبان میں نصیبین کا محاصرہ کر لیا۔ قطب الدین نے ملک عادل کے بیٹے اشرف موسیٰ سے فوجی امداد مانگی جو حران میں تھا۔ اس نے مظفر الدین حاکم اربل اور جزیرہ ابن عمر کیفا اور آمد کے حکام کو اپنا حمایتی بنا لیا تھا۔ اس کے بعد وہ اس کی (قطب الدین) مدد کے لیے راس عین پہنچا تو (اس خبر کو سنتے ہی) نور الدین نصیبین سے کوچ کر گیا اور اشرف وہاں پر جا پہنچا۔

نور الدین کی شکست

میافارقین کا حاکم نجم الدین' جو اس کا بھائی تھا اور کیفا اور الجزیرہ کے حکام بھی فوج لے کر اس کے پاس آ گئے اور ان سب نے شہر بقعا کی طرف پیش قدمی کی۔ نور الدین اس وقت تل اعفر کو کفرلمان تک فتح کرنے کے بعد لوٹ آیا تھا وہ جنگ کو ملتوی کرانا چاہتا تھا تاکہ وہ چلے جائیں لیکن اس کے ایک آزاد کردہ غلام نے جسے ان کی مخبری کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا' اسے آمادہ جنگ کیا اور ان کی اہمیت کم کرنے کی کوشش کی اور اسے یہ مشورہ دیا کہ وہ جلد ان کا مقابلہ کرے۔ چنانچہ اس نے نوشرا کے مقام کی طرف پیش قدمی کی۔ ان کے نزدیک ہی اس نے پڑاؤ ڈالا۔ پھر وہ سوار ہو کر ان سے جنگ کرنے کے لیے گیا اور زبردست جنگ ہوئی بالآخر نور الدین کو شکست ہوئی اور وہ موصل کی طرف فرار ہو گیا۔

صلح کا معاہدہ

اشرف اور اس کے ساتھیوں نے کفرلمان میں پڑاؤ ڈالا اور انہوں نے اس علاقے کو تاراج کر دیا پھر فریقین میں صلح کے لیے سفیروں کی آمدورفت ہوئی اور یہ طے پایا کہ نور الدین قلعہ تل اعفر کو جس پر اس نے قبضہ کیا تھا قطب الدین کو واپس کر دے۔ پھر یہ معاہدہ صلح ۶۰۱ھ میں مکمل ہوا اور اس نے اپنے شہر واپسی اختیار کی۔

فرنگیوں کی چڑھائی

۶۰۱ھ میں فرنگیوں نے جب قسطنطنیہ کو شاہ روم کے قبضے سے چھین لیا تو وہ باقی شہروں پر بھی غالب آ گئے۔ ان کی ایک جماعت شام پہنچ گئی اور وہ عکا کے مقام پر لنگر انداز ہوئے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ بیت المقدس کو مسلمانوں کے قبضے سے واپس لے لیں اس مقصد کے لیے وہ اردن کے علاقے میں پہنچے اور وہاں پر تباہی پھیلا دی۔

عادل اس وقت دمشق میں تھا اس نے شام و مصر سے فوجوں کو جہاد کے لیے بلوایا اور انہیں لے کر روانہ ہوا اس نے الطور کے مقام پر پڑاؤ ڈالا جو عکا کے نزدیک تھا۔ فرنگی اس کے سامنے مرج عکا میں تھے وہ کفرکنا کی جانب روانہ ہوا اور اسے تباہ کیا پھر ۶۰۱ھ کا سال ختم ہو گیا تو انہوں نے جنگ بندی کا پیغام بجھوایا اور یہ شرط پیش کی کہ ملک عادل رملہ وغیرہ کے علاقوں سے دستبردار ہو جائے اور انہیں ان کے کچھ علاقے دے دے۔ آخر کار فریقین میں یہ معاہدہ ہو گیا اور عادل نے مصر کی جانب کوچ کیا۔

پھر فرنگیوں نے حماۃ کا رخ کیا۔ حماۃ کے حاکم ناصر الدین محمد نے ان سے جنگ کی لیکن انہوں نے اسے شکست دے دی۔ فرنگی فوجیں چند روز وہاں رہیں پھر انہوں نے واپسی اختیار کی۔

شاہ ارمن سے مقابلے

شاہ ارمن ابن لیون کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ اس نے ۶۰۲ھ میں حلب کے علاقے پر حملہ کیا اور اسے تباہ کر دیا جب اس کے حملے مسلسل ہونے لگے تو حلب کے حاکم الظاہر غازی نے فوج جمع کی اور حلب سے پچیس کلومیٹر کے فاصلے پر اس نے اپنا فوجی محاذ قائم کیا اس کے ہراول دستے پر میمون القصری تھا جو اس کے باپ کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا وہ مصر کے قصرالخلفاء کی جانب منسوب ہے کیونکہ اس کے والد اس سے گہرا تعلق رکھتا تھا۔

مسلمانوں کی شکست

ارمینیہ کی جانب جانے کا راستہ حلب سے کافی دشوار گذار تھا کیونکہ راستے میں پہاڑ تھے اور اس کے درے بہت تنگ تھے ابن لیون کا جنگی محاذ اس کے اپنے علاقے میں تھا جو حلب کے نزدیک تھا قلعہ دربساک اس کی سرحد پر تھا۔ الظاہر کو اس کے بارے میں بھی خطرہ پیدا ہوا۔ اس لیے اس نے وہاں فوجی امداد بھیجی اور میمون القصری کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی اس کے ساتھ کچھ فوجی دستے بھیجے یوں وہ تھوڑی فوج کے ساتھ تنہا رہ گیا۔ جب یہ اطلاع ابن لیون کو ملی تو اس نے القصری پر اچانک حملہ کر کے اسے اور دوسرے مسلمانوں کو کافی نقصان پہنچایا۔ وہ اس کے سامنے شکست کھا کر بھاگے اور اس نے ان کا چھوڑا ہوا سازوسامان اپنے قبضے میں لے لیا۔

وہ جب واپس آیا تو اس نے اس فوجی امداد کو بھی دیکھا جو قلعہ دربساک کی جانب بھیجی گئی تھی اس نے ان کو بھی شکست دے کر ان کے سامان پر قبضہ کر لیا۔ پھر وہ ارمنی فوج اپنے شہروں کی جانب واپس آ گئی اور اپنے قلعوں میں پناہ لے لی۔

خلاط کی فتح

میافارقین پر ملک عادل نے قبضہ کر لیا تھا اور اس نے وہاں کا حاکم اپنے بیٹے اوحد نجم الدین کو مامور کیا تھا۔ اس کے بعد نجم الدین نے مملکت خلاط کے کئی قلعوں کو فتح کر لیا تھا اور پھر ۶۰۳ھ میں خلاط پر عام فوج کشی کی۔ وہاں کا حاکم شاہرمن کا آزاد کردہ غلام بلبان تھا۔ اس نے اس سے جنگ کر کے اسے شکست دی اور پھر میافارقین کی جانب لوٹ آیا اور وہاں بھی انہیں شکست دی۔ جب ۶۰۴ھ شروع ہوا تو اس نے شہر سوس وغیرہ بھی فتح کر لیا۔ اب اس کے باپ ملک عادل نے اس کی مدد کے لیے فوجیں بھیجیں۔ چنانچہ انہیں لے کر اس نے خلاط کا رخ کیا۔ بلبان اس کے مقابلے کے لیے آیا مگر نجم الدین نے اسے شکست دے کر خلاط میں اسے محاصرہ میں لے لیا۔

پھر بلبان نے ارزن الروم کے حاکم طغرل شاہ بن قلیج ارسلان سے فوجی امداد مانگی تو وہ اپنی فوجیں لے کر آیا اور بلبان کے ساتھ مل کر نجم الدین کو شکست دے دی۔ اس کے بعد وہ دونوں شہر تلبوس کے قریب پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا پھر طغرل شاہ نے غداری کر کے بلبان کو قتل کر دیا اور خلاط کو فتح کرنے کا ارادے سے روانہ ہوا لیکن وہاں کے باشندوں نے اسے نکال دیا اس کے بعد اس نے ملازکرد کی طرف پیش قدمی کی اس پر بھی قبضہ نہ ہو سکا۔ اس لیے اس نے اپنی سلطنت کی طرف واپسی اختیار کی۔

اس کے بعد اہل خلاط نے نجم الدین کو حکومت کی پیش کش کی۔ چنانچہ وہ خلاط اور اس کے تمام علاقے کا حکمران بن گیا اور اردگرد کے حکام اور الکرک کے حکام بھی اس سے ڈرنے لگے انہوں نے مسلسل اس کے اپنے علاقے پر چھاپے مارنے شروع کیے لیکن خلاط (کے ہاتھ سے نکل جانے کا خطرے سے) وہ ان کے مقابلے کے لیے وہاں نہیں نکلا خلاط کی فوجوں کا کچھ حصہ اس سے الگ ہو کر وہاں سے نکل گیا اور انہوں نے قلعہ وان پر قبضہ کر لیا جو وہاں کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ مضبوط قلعہ تھا وہاں پہنچ کر انہوں نے نجم الدین کے خلاف بغاوت کر دی اور ایک بہت بڑی جماعت ان کے ساتھ شامل ہو گئی انہوں نے شہر ارجیش پر بھی قبضہ کر لیا۔

باغیوں کی گوشمالی

خلاط اور اس کے علاقے کی حفاظت کے لیے نجم الدین نے فوجی امداد مانگی اور اس کا بھائی اشرف اپنے حران اور رہا کے علاقوں کی جانب واپس چلا گیا پھر یہ واقعہ پیش آیا کہ جب اوحد نجم الدین ملازکرد کی جانب روانہ ہوا کہ وہ وہاں کے حالات ٹھیک کرے تو اہل خلاط نے (اس کی

موجودگی میں) اس کی فوجوں پر حملہ کر کے انہیں نکال دیا اور اس کے ساتھیوں کو قلعہ میں محصور کر دیا۔ اور انہوں نے بنو شاہرین کے حق میں نعرے لگانے شروع کر دیئے۔

نجم الدین جب واپس آیا تو اس کے پاس الجزیرہ کی فوجیں بھی پہنچ چکی تھیں، جن سے اسے کافی تقویت حاصل ہوئی اور اس نے خلاط کا محاصرہ کر لیا پھر اہل خلاط میں باہمی اختلاف پیدا ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے ان پر قابو پا کر ان کا صفایا کیا اور ان کے بہت سے سرداروں اور افسروں کو گرفتار کر لیا جو وہاں سے بھاگ رہے تھے اس کے بعد اہل خلاط ایوبی سلطنت کے آخری زمانے تک اس کے مطیع اور فرمانبردار رہے۔

فرنگیوں کے حملے

شام کے فرنگیوں نے ۶۰۴ھ میں بہت زیادہ چھاپے مارنے شروع کر دیئے تھے۔ فرنگیوں کی نئی فوج نے آ کر قسطنطنیہ کو فتح کر لیا تھا اور ان کی حکومت وہاں کافی مضبوط ہو گئی تھی اس لیے طرابلس اور حصن الاکراد کے فرنگیوں نے حمص اور اس کے علاقوں میں لوٹ مار شروع کر دی تھی اور حمص کا حاکم شیرکوہ بن محمد بن شیرکوہ ان علاقوں کی حفاظت کرنے سے عاجز آ گیا تھا اس نے ان کے مقابلے کے لیے فوجی امداد مانگی تو حاکم حلب الظاہر نے اس کے پاس فوجیں بھیجیں جو وہاں اس کے علاقوں کی حفاظت کرنے کے لیے اس کے پاس رہنا شروع ہو گئیں۔

حاکم عکا کی معذرت

اسی دور میں اہل قبرص نے سمندر میں مصر کے بحری بیڑہ پر حملہ کر کے اس کے چند حصوں پر قبضہ کر لیا اور جو لوگ وہاں تھے انہیں گرفتار کر لیا چنانچہ ملک عادل نے حاکم عکا کو ایک احتجاجی مراسلہ بھیجا کہ یہ صلح اور جنگ بندی کے معاہدہ کی خلاف ورزی ہے‘ اس نے یہ معذرت کی کہ اہل قبرص ان فرنگیوں کے ماتحت ہیں جن کا قسطنطنیہ پر قبضہ ہے اور وہ اس کے دائرہ حکومت میں نہیں ہیں۔

ملک عادل کی چڑھائی

(یہ جواب سن کر) ملک عادل نے اپنی فوج کے ساتھ عکا کی طرف پیش قدمی کی یہاں کے حاکم نے مسلمان قیدیوں کو چھوڑ کر اس سے صلح کر لی اس کے بعد وہ حمص کی جانب روانہ ہوا اس نے بحیرہ قدس کے نزدیک قلعہ القلیعتین پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اس نے اس کے حاکم کو چھوڑ دیا اور مال غنیمت حاصل کر کے اسے تاراج کر دیا۔

اس کے بعد وہ طرابلس کے علاقہ کی جانب روانہ ہوا اور بارہ روز تک ان علاقوں میں تباہی پھیلاتا رہا پھر وہ بحیرہ قدس واپس آ گیا فرنگیوں نے اس کے ساتھ صلح کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے یہ تجویز نامنظور کر دی۔ پھر موسم سرما آ گیا تو ملک عادل نے الجزیرہ کی فوجوں کو اپنے وطن کی جانب واپس جانے کی اجازت دے دی اور حاکم حمص کی مدد کے لیے ایک بڑا لشکر چھوڑ کر وہ خود دمشق چلا گیا اور وہاں اس نے سردیوں کے دن گزارے۔

اہل خلاط کی کوشمالی

خلاط کو جب اوحد نجم الدین بن عادل نے فتح کر لیا تو کرج قوم نے وہاں کے علاقوں پر غارت گری شروع کر دی اور تباہی پھیلانے لگے۔ ۶۰۵ھ میں وہ ارجیش کی طرف روانہ ہوئے اور اس کا محاصرہ کرنے کے بعد زبردستی اس شہر پر قبضہ کر لیا اور اسے تباہ و برباد کر دیا۔ نجم الدین ان کا مقابلہ نہ کیا کیونکہ اہل خلاط کی بغاوت کا خطرہ تھا‘ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب وہ خلاط سے روانہ ہوا تو اہل خلاط نے علم بغاوت بلند کر دیا اس کے بعد وہ واقعات پیش آئے جن کا بیان ہو چکا ہے۔

کرج قوم ۶۰۹ھ میں پھر خلاط آئی اور انہوں نے اس کا محاصرہ کر لیا لیکن اس مرتبہ اوحد نجم الدین نے ان سے جنگ کر کے انہیں شکست دے دی اور ان کے بادشاہ کو گرفتار کر لیا۔ پھر اس بادشاہ کو اس شرط پر چھوڑا گیا کہ وہ ایک لاکھ دینار زر فدیہ ادا کرے اور پانچ ہزار قیدی چھوڑ دیے جائیں نیز مسلمانوں کے ساتھ جنگ بندی کا معاہدہ کیا جائے اور وہ اپنی بیٹی کا نکاح اوحد کے ساتھ کر دے۔ چنانچہ ان شرائط کے مطابق اس معاہدہ کی تکمیل ہوئی۔

سنجار کے واقعات

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ قطب الدین زنگی حاکم سنجار و خابور اور اس کے چچا زاد بھائی نور الدین حاکم موصل کے درمیان دشمنی اور نفرت تھی۔ اسی دوران ۶۰۵ھ میں حاکم موصل نور الدین نے اپنی بیٹی کا نکاح ملک عادل کے بیٹے سے کر دیا تھا اور اس رشتہ کی بدولت ان دونوں حکام کے تعلقات مضبوط ہو گئے تھے چنانچہ اس کے وزراء اور ارکان سلطنت نے اسے ورغلایا کہ وہ جزیرہ ابن عمر اور اس کی عملداری کو حاصل کرنے کے لیے ملک عادل کی امداد حاصل کرے۔ یہ علاقہ اس کے چچا زاد بھائی سنجار شاہ ابن غازی کے زیر کنٹرول تھا۔ اس کو فتح کرنے کے بعد الجزیرہ کا تمام علاقہ موصل میں شامل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ ملک عادل' قطب الدین زنگی کے علاقہ سنجار کو فتح کر لے وہ بھی آخر کار اس کے قبضہ میں رہے گا۔

خابور پر قبضہ

اس کی تجویز ملک عادل نے منظور کر لی کیونکہ وہ اسے موصل پر قبضہ کرنے کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ لیکن اس نے نور الدین کو یہ امید دلائی کہ جب قطب الدین کے علاقے پر قبضہ کر لے گا تو یہ علاقہ اس کے بیٹے کے زیر کنٹرول رہے گا جو اس کا داماد ہے۔

ملک عادل نے ۶۰۶ھ میں اپنی فوجوں کے ساتھ پیش قدمی کی اور خابور پہنچ کر اسے فتح کر لیا۔ اس موقع پر نور الدین کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ ملک عادل کو کوئی نہیں روک سکتا ہے۔ اسے اپنی اس تجویز پر پشیمانی ہوئی اور وہ واپس جا کر اپنے شہر کے محاصرہ کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا لیکن اس کے وزراء اور افسروں نے اس خطرے کا اظہار کیا کہ اگر اس نے عادل کے خلاف بغاوت کی تو وہ سب سے پہلے اس پر چڑھ دوڑے گا۔

سنجار کا دفاع

خابور سے روانہ ہو کر ملک عادل نے نصیبین پر حملہ کیا اور اسے بھی فتح کر لیا اب قطب الدین کے باپ کے آزاد کردہ غلام امیر احمد بن برتقش نے اس کے شہر سنجار کی حفاظت اور دفاع کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ادھر نور الدین نے اپنے بیٹے القاہر کی زیر قیادت ایک لشکر ملک عادل کے لیے بھیجنے کی تیاری کا آغاز کیا۔

حاکم سنجار قطب الدین نے اپنے بیٹے مظفر الدین کو اپنی سفارش کرانے کے لیے ملک عادل کے پاس بھیجا کیونکہ اس کے ملک عادل کے ساتھ دوستانہ تعلقات تھے اور اس کا وہاں کافی اثر و رسوخ تھا چنانچہ وہ اپنے والد کی سفارش کے لیے اس کے پاس گیا لیکن ملک عادل نے اس کی سفارش بھی رد کر دی۔

صلح کی تجویز

چنانچہ قطب الدین نے حاکم موصل نور الدین سے خط و کتابت کی کہ وہ ملک عادل کا مقابلہ کرنے کے لیے اس کا ساتھ دے۔ نور الدین نے اس کی اس تجویز کو مان لیا۔

وہ اپنا لشکر لے کر موصل گیا اور شہر سے باہر اس نے نور الدین سے ملاقات کی۔ اس نے حلب کے حاکم الظاہر سے بھی فوجی امداد اور نیز بلاد روم کے حاکم کیخسرو سے بھی مدد طلب کی' ان تمام نے مل کر ملک عادل کے سامنے مصالحت کی تجویز پیش کی اور حاکم سنجار کو برقرار رکھنے کی سفارش کی ورنہ وہ متحدہ طور پر اس کے علاقہ پر چڑھ دوڑیں گے۔

جنگ بندی اور واپسی

خلیفہ الناصر عباسی کے پاس بھی انہوں نے پیغام بھیجا کہ وہ ملک عادل کو (جنگ بندی کا) حکم دیں چنانچہ اس نے اپنے گھر کے استاد ابو ہبت اللہ بن المبارک اور اپنے خاص مولیٰ (آزاد کردہ غلام) امیر قپاش کو اس مقصد کے لیے بھیجا تو ملک عادل نے بظاہر مصالحت کی تجویز

منظور کر لیا لیکن وہ مغالطہ دیتا رہا۔ اور (صلح کی شرائط کے بارے میں) ٹال مٹول کرتا رہا۔ اس کے بعد اس نے صرف سنجار کے علاقے سے جنگ بندی کرنے پر) صلح کی اور فیصلہ کیا کہ جن علاقوں پر اس نے قبضہ کیا ہے وہ اس کے پاس رہیں گے چنانچہ اس پر حلف اٹھانے کے بعد ہر ملک نے اپنے اپنے شہر کو واپسی کی۔

قلعوں کی مسماری

معظم عیسیٰ نے اپنے باپ ملک عادل کے حکم سے امیر اسامہ کو ۶۱۰ھ میں گرفتار کر لیا اور اس سے کوکب اور عجلون کے قلعے جو اس کی سرداری میں تھے' چھین لیے۔ اس نے ان دونوں قلعوں کو اور کوکب کے نزدیک قلعہ اردن کو مسمار کر دیا اور ان کے بجائے جبل الطور پر عکا کے نزدیک ایک قلعہ تعمیر کرایا اس میں فوج اور خوراک کے ذخیرے رکھے۔

ملک ظاہر کا انتقال

ماہ جمادی الآخر ۶۱۳ھ میں حاکم حلب ملک ظاہر غازی کا جو منبج اور دیگر شامی شہروں کا حاکم بھی تھا' انتقال ہو گیا۔ وہ بڑا منتظم تھا اور وہ رعیتوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا تھا لیکن دشمن سے سخت انتقام لیتا تھا اور مال و دولت بہت جمع کیا کرتا تھا۔ اس نے اپنے چھوٹے بیٹے محمد بن ظاہر کو جو صرف تین برس کا تھا' اپنا ولی عہد بنا لیا۔ اس نے بڑے بیٹے کو اس لیے نظرانداز کیا کہ اس کی ماں اس کے چچا ملک عادل کی بیٹی تھی۔

(اپنے اس کمسن ولی عہد) کا لقب ملک ظاہر نے العزیز غیاث الدین رکھا تھا اور اس کا نائب اور نگران خادم طغرلک کو مامور کیا تھا اور اس کا لقب شہاب الدین رکھا۔ شہاب الدین طغرلک بہت نیک طینت اور شریف انسان تھا۔ اس نے اس لڑکے کی اچھی طرح دیکھ بھال کی اور رعایا کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لیا اور علاقہ کا نظم و نسق بڑی دوربینی اور عقل مندی سے چلایا!

یمن کے واقعات

سلیمان کا کردار

سلیمان بن المظفر جب ۵۹۹ھ میں یمن کا حاکم مامور ہوا تو اس نے اپنی بیوی ام الناصر کے ساتھ' جس نے اسے وہاں کا حاکم بنوایا' اچھا سلوک نہ کیا۔ اس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور اسے بہت نقصان پہنچایا اور بالکل خود مختار اور مطلق العنان حاکم بن گیا اور رعایا پر خوب ظلم و ستم کیا۔ تیرہ برس تک وہ اسی طرح حکومت کرتا رہا اس کے بعد وہ ملک عادل کا مخالف ہو گیا اور اس کے ساتھ بھی اس کے تعلقات کشیدہ ہو گئے وہ بعض مرتبہ اس طرح خطوط لکھا کرتا تھا (یہ قرآن مجید کی آیت ہے)

انه من سلیمان وانه بسم الله الرحمن الرحیم (یعنی یہ سلیمان کی طرف سے (خط) ہے اور یہ اللہ کے نام سے شروع ہوتا ہے جو مہربان اور رحیم ہے)

یمن پر قبضہ

(اس کا گستاخانہ رویہ اور بد سلوکی دیکھ کر) ملک عادل نے اپنے بیٹے کامل کو لکھا کہ وہ اپنی جانب سے ایک سپہ سالار مامور کر کے یمن کی طرف فوجیں بھیجے۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹے مسعود یوسف کی قیادت میں جس کا ترکی نام اقسنس تھا' ۶۱۲ھ میں یمن کی طرف فوجیں روانہ کیں۔

مسعود نے جاتے ہی یمن پر قبضہ کر لیا اور (حاکم یمن) سلیمان شاہ کو گرفتار کر کے سے نظربند کی حیثیت سے مصر بھیج دیا اور وہ وہاں مقیم رہا۔ یہاں تک کہ فرنگیوں کے ساتھ دمیاط کے جہاد میں اس نے ۶۴۹ھ میں شہادت حاصل کر لی۔

مسعود کی حرکت

کافی عرصہ تک مسعود بن کامل یمن میں حکومت کرتا رہا۔ اس نے ۶۱۹ھ میں حج کیا۔ اس نے اپنے باپ کے جھنڈوں کو عباسی خلیفہ

الناصر کے جھنڈوں سے اونچا رکھا۔ خلیفہ الناصر نے اس کی شکایت اس کے باپ کو لکھی تو اس کے باپ الکامل نے اسے نہایت ملامت آمیز خط لکھا اور اسے آگاہ کیا کہ اس نے دین و دنیا دونوں کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ مسعود نے اس بارے میں معذرت پیش کی۔ اس کے بعد اس کا والد اس سے راضی ہوا۔

مسعود کا انتقال

۶۲۶ھ میں مسعود بن کامل نے حسن بن قتادہ سے مکہ مکرمہ کی حکومت چھین لی۔ یہ شخص بنو ادریس بن مطاعن کا سردار تھا جو بنو حسن کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اس نے وہاں اپنا حاکم مامور کیا اور پھر یمن واپس آ گیا اور اسی سال وفات پا گیا۔

اس کے بعد اس کے گھر کا استاذ علی بن رسول یمن کی سلطنت پر غالب ہو گیا اس نے اس کے بیٹے اشرف موسیٰ کو حاکم مامور کیا اور اس کی نگرانی کرنے لگا۔ پھر موسیٰ کے فوت ہو جانے کے بعد علی بن رسول مطلق العنان حاکم بن گیا اور پھر اس کی اولاد موروثی طور پر یمن کے حاکم ہوتی رہی۔ اس طرح اسی عہد میں اس کی اپنی مملکت بھی قائم ہو گئی۔ آگے چل کر ان کے حالات بیان کیے جائیں گے۔

دمیاط کا معرکہ

بحیرہ روم کے شمالی علاقے میں سب سے بڑا فرنگی حاکم رومہ کا حاکم تھا اور تمام فرنگی ممالک اس کی اطاعت کرتے تھے جب اسے یہ خبر ملی کہ ساحل شام کے فرنگیوں کے حالات تبدیل ہو گئے ہیں اور مسلمانوں نے ان پر غلبہ پا لیا ہے تو اس نے فرنگیوں کو ان کی امداد کی جانب متوجہ کیا اور خود بھی وہاں فوجیں بھیجنے کی تیاری کی اس نے فرنگی بادشاہوں کو حکم دیا کہ یا تو وہ بذات خود لشکر لے کر روانہ ہوں یا اپنی فوجیں بھیجیں ان فرنگی بادشاہوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور چاروں جانب سے عکا کے لیے ساحل شام کی جانب فوجی امداد ۶۱۴ھ میں پہنچنا شروع ہوئی۔ (ان حالات میں) ملک عادل نے مصر سے رملہ کی طرف (فوجیں لے کر) پیش قدمی کی۔ اس وقت عکا سے فرنگی فوجوں نے کوچ کیا تاکہ وہ اس کی مزاحمت کریں۔ چنانچہ وہ نابلس کی جانب روانہ ہوا تاکہ وہ اپنے علاقوں میں ان سے پہلے پہنچ کر ان کی مدافعت کرے۔ لیکن فرنگی اس سے قبل پہنچ گئے تھے اس لیے اس کو اردن کے مقام جیسان پر اپنا محاذ قائم کرنا پڑا۔ فرنگیوں نے ماہ شعبان میں اسی سال اس سے جنگ کرنے کے لیے پیش قدمی کی چونکہ ملک عادل کے پاس اس وقت بہت قلیل فوج تھی اس لیے اس نے ان کا مقابلہ نہ کیا اور دمشق واپس آ گیا۔ اب اس نے اپنا محاذ مرج الصفر میں قائم کیا اور مختلف فوجوں کو اس نے بلوایا تاکہ وہ وہاں اکٹھی ہو جائیں۔

فرنگیوں کی چڑھائی

اس کے چھوڑے ہوئے مقام بسیان پر فرنگیوں نے چڑھائی کی اور بسیان اور بانیاس کے درمیان سارے علاقے کا صفایا کر دیا وہ تین روز بانیاس میں رہے اور ان علاقوں کو تباہ کرنے کے بعد وہ عکا کی جانب واپس چلے گئے انہوں نے ان علاقوں میں خوب تباہی پھیلائی تھی اور مسلمانوں کو قیدی بنا لیا تھا پھر انہوں نے صور کی جانب پیش قدمی کی۔ انہوں نے صیدا کے شہر کو لوٹا اور شقیف میں بھی لوٹ مار کی جو بانیاس سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر تھا یہ صلیبی فوجیں عید الفطر کے بعد عکا لوٹ آئیں۔ پھر انہوں نے عکا کے نزدیک ایک پہاڑ پر نو تعمیر شدہ قلعہ الطور کا محاصرہ کر لیا۔ اسے ملک عادل نے حال ہی میں تعمیر کرایا تھا۔ انہوں نے اس قلعہ کا سترہ روز تک محاصرہ کیا۔ چونکہ وہاں کچھ فرنگی امراء مارے گئے اس لیے صلیبی فوجیں وہاں سے واپس آ گئیں۔ (ان کی واپسی کے بعد) ملک عادل نے اپنے بیٹے معظم عیسیٰ کو قلعہ الطور کی جانب بھیجا ؟ اس نے اسے تباہ و برباد کر دیا تاکہ اس پر فرنگی قابض نہ ہو سکیں۔

اب صلیبی فوجیں عکا سے بحری راستے سے دمیاط (مصر) کی جانب روانہ ہوئیں۔ انہوں نے اس سال کے ماہ صفر میں دمیاط کے ساحل بحر پر لنگر ڈال دیا۔ ان کے اور دمیاط کے درمیان دریائے نیل تھا۔ دریائے نیل پر ایک مضبوط برج بنا ہوا تھا جہاں سے دمیاط کی فصیل کی جانب لوہے کی مضبوط زنجیریں گذرتی تھیں جو کھاری پانی کے سمندر کی کشتیوں اور جہازوں کو دریائے نیل کے راستے مصر داخل ہونے سے روکتی تھی۔ چنانچہ جب فرنگی فوجیں اس کے ساحل پر لنگر انداز ہوئیں تو انہوں نے اپنے چاروں جانب خندق کھود لی اور اپنے اور خندق کے درمیان ایک فصیل قائم کر لی۔ اس کے بعد انہوں نے دمیاط کا محاصرہ کرنا شروع کیا اور بہت بڑی تعداد میں محاصرہ کے آلات استعمال کیے۔

زبردست جنگ

مصر میں موجود اپنے بیٹے کامل کو ملک عادل نے یہ پیغام بھیجا کہ وہ فوجیں لے کر روانہ ہو جائے اور ان کے سامنے مقابلے کے لیے کھڑا ہو جائے لہٰذا اس نے ایسا ہی کیا اور مصر سے مسلمانوں کی فوجیں لے کر دمیاط کے نزدیک عادلیہ کے مقام پر اپنا محاذ قائم کیا فرنگی فوجیں دریائے نیل کے اس مضبوط برج پر قبضہ کرنے کے لیے چار ماہ تک زبردست جنگ کرتی رہیں بالآخر انہوں نے اس برج پر قبضہ کرلیا اس طرح انہیں دریائے نیل میں داخل ہونے کا راستہ مل گیا۔

ان حالات میں کامل نے لوہے کی زنجیروں کے بجائے ایک بہت بڑا پل تعمیر کرایا تاکہ انہیں دریائے نیل کے اندر داخل ہونے سے روکا جائے فرنگیوں نے اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے شدید جنگ کی' یہاں تک کہ انہوں نے اس رکاوٹ کو بھی دور کر دیا۔ چنانچہ کامل نے حکم دیا کہ کشتیوں کو پتھروں سے بھر دیا جائے اس کے بعد انہوں نے پل کے پیچھے ان میں شگاف کر دیا تاکہ جہاز دریائے نیل کے اندر نہ جا سکیں۔ یہ صورت حال دیکھ کر فرنگی فوجوں نے خلیج ارزق کا راستہ اختیار کیا۔ جہاں قدیم زمانے میں نیل بہتا تھا انہوں نے پل پر سے اسے کھود دیا اور اس میں سمندر تک پانی جاری کر دیا پھر وہ اپنے جہاز بورہ کے مقام تک لے آئے جو جیزہ کے علاقے پر تھا یہ مقام بالکل مسلمانوں کے محاذ جنگ کے سامنے تھا۔ اس طرح وہ مسلمانوں سے جنگ کر سکتے تھے۔ تاہم دمیاط کا شہران کے درمیان حائل تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے جہازوں میں رہ کر ان سے جنگ کی لیکن انہیں کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی کیونکہ خوراک کی رسد اور فوجی امداد مسلمانوں کو مسلسل پہنچ رہی تھی۔ اس کے علاوہ دریائے نیل فرنگیوں کے درمیان حائل تھا اس لیے مسلمانوں کو محاصرہ سے کسی تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑ رہا تھا۔

مسلمانوں کی شکست کے اسباب

اس دوران مسلمانوں کو ملک عادل کے انتقال کی خبر ملی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فوجوں میں اختلاف پیدا ہو گیا چنانچہ مسلمان فوجوں کے سالار اعلیٰ عماد الدین احمد بن سیف الدین علی بن المشطوب الهکاری نے یہ کوشش کی کہ کامل کو برطرف کر کے اس کے چھوٹے بھائی فائز کو بادشاہ بنایا جائے۔ یہ خبر کامل کو بھی ملی چنانچہ وہ اسی رات کو اشمون طناح کے مقام پر پہنچ گیا۔ مسلمانوں کو دوسرے روز اس کی اطلاع ملی تو وہ محاذ جنگ سے بھاگ کر کامل کے پاس پہنچ گئے اور اپنے محاذ کے علاقے کو خالی چھوڑ آئے جس پر فرنگیوں نے قبضہ کر لیا اور وہ دریائے نیل کو عبور کر کے دمیاط کے نزدیک ایک خشکی کے علاقے پر پہنچ گئے اور وہاں سے مصری علاقے کی جانب نقل و حرکت کرنے لگے۔ اس کے بعد بدوؤں کی لوٹ مار کے باعث راستے خطرناک ہو گئے اور دمیاط سے خوراک کی رسد بند ہو گئی۔ فرنگیوں نے بھی جنگ میں تیزی دکھائی۔

دمیاط پر قبضہ

دمیاط میں دفاعی فوج بہت کم تھی اس لیے مسلمان وہاں سے اچانک بھاگنے لگے۔ آخر کار جب مسلمان محاصرہ سے تنگ آ گئے اور خوراک کی رسد بند ہو گئی تو انہوں نے فرنگیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور انہوں نے ماہ شعبان کے آخر میں ۶۱۶ھ میں قبضہ کر لیا اس کے بعد انہوں نے آس پاس اپنے فوجی دستے بھیج کر اسے برباد کر دیا۔ پھر انہوں نے دمیاط کی تعمیر اور قلعہ بندی شروع کر دی۔

ملک کی حفاظت کے لیے ان کے نزدیک کامل نے اپنا مرکز قائم کیا۔ اس نے دمیاط کی سمت سمندر ختم ہونے پر منصورہ کی تعمیر کروائی۔

ملک عادل کا انتقال

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ ۶۱۴ھ میں سمندر پار سے فرنگی صلیبی رضاکار شام کے ساحل پر اترے تھے اور ملک عادل سے عکا اور بیسان کے مقام پر ان کی جنگیں ہوئیں چنانچہ وہاں سے آ کر وہ دمشق کے نزدیک مرج الصفر میں مقیم ہوا۔ جب فرنگی فوجیں دمیاط چلی گئیں تو وہ عالقین کے مقام کی جانب چلا گیا اور وہاں رہنے لگا پھر وہ بیمار ہوا اور ۷ جمادی الآخر ۶۱۵ھ میں وفات پا گیا۔ اس وقت اس کی عمر پچھتر ۷۵ سال تھی اور اس نے تیس سال تک حکمرانی کی۔

اس کا بیٹا معظم عیسیٰ اس وقت نابلس میں تھا اس نے آ کر اسے دمشق میں سپرد خاک کیا اور اس کی سلطنت اور تمام مال و متاع اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا کہتے ہیں کہ اس کے پاس سات لاکھ دینار نقد تھے۔

مملکت کی تقسیم

ملک عادل بہت نرم مزاج' صابر' مدبر' دوربین اور سیاست دان بادشاہ تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں اپنی تمام سلطنت اپنے بیٹوں میں تقسیم کردی تھی چنانچہ مصر کا حاکم کامل تھا۔ دمشق' بیت المقدس' طبریہ اور الکرک کے علاقہ کا حاکم معظم عیسیٰ تھا۔ خلاط کا علاقہ اور رہا' نصیبین اور میافارقین کو چھوڑ کر باقی الجزیرہ کے تمام علاقہ کا حاکم اشرف موسیٰ تھا۔ رہا اور میافارقین کا حاکم شہاب الدین غازی تھا۔ قلعہ جعبر کا حکمران خضر ارسلان شاہ تھا۔

بیٹوں کی خود مختاری

چنانچہ ملک عادل کا جب انتقال ہوا تو ہر بیٹا اپنے علاقے کا خود مختار بادشاہ بن گیا جب ملک کامل کو اس کے انتقال کی خبر ملی تو وہ اس وقت دمیاط میں فرنگی لشکر کا صفایا کر رہا تھا اس خبر سے اس کی فوجوں میں بے چینی پیدا ہوئی اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں المشطوب (اس کے سپہ سالار) نے اس کے بھائی فائز کو بادشاہ بنانے کی کوشش کی جب معظم عیسیٰ کو اس بغاوت کی اطلاع ملی تو وہ فوج لے کر تیزی کے ساتھ دمشق سے مصر پہنچ گیا اور اس نے مشطوب کو وہاں سے نکال کر شام بھیج دیا' جہاں سے وہ بھاگ کر ان دونوں کے بھائی اشرف کے پاس پہنچ گیا اور اس کے ملازموں میں شمولیت اختیار کرلی۔

باب ۹

ملک کامل کا دور حکومت

کامل خوش اسلوبی سے مصر پر حکومت کرتا رہا جبکہ معظم مصر سے لوٹ کر اسی سال کے ماہ ذوالحجہ میں بیت المقدس گیا۔ اس نے (صلیبی) فرنگیوں کے ڈر سے اس کی فصیلوں کو تباہ کر دیا۔ دمیاط میں فرنگیوں نے قبضہ کر رکھا تھا اور کامل ان کے بالمقابل اپنا محاذ جنگ بنا کر بیٹھا ہوا تھا۔

تقی الدین کی فتوحات

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ سلطان صلاح الدین نے اپنے بھتیجے تقی الدین عمر بن شاہنشاہ کو حماۃ کا شہر اور اس کا علاقہ دے رکھا تھا۔ پھر اس نے اسے ۵۵۷ھ میں الجزیرہ بھیجا' جہاں اس نے حران' رہا' سروج' میافارقین اور ان سے متعلقہ الجزیرہ کے علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ سلطان صلاح الدین نے ان تمام (مفتوحہ) علاقوں کو اس کے کنٹرول میں دے دیا تھا۔ پھر وہ ارمینیہ کی طرف روانہ ہوا اور اس نے خلاط کے حاکم بکتمر سے جنگ کی اور اس کا محاصرہ کر لیا اس کے بعد اس نے ملاذ کرد کا محاصرہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی اور اسی سال وہاں اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کے بعد اس کا بیٹا ناصر الدین محمد اس کا جانشین ہوا جس کا لقب منصور تھا۔ سلطان صلاح الدین نے اس سے الجزیرہ کے شہر چھین لیے اور ان کی حکومت اپنے بھائی عادل کو دے دی۔ البتہ حماۃ اور اس کے علاقے کی حکومت ناصر الدین محمد کے پاس رہی۔ چنانچہ وہ ان علاقوں پر حکومت کرتا رہا یہاں تک کہ وہ اپنے چچا صلاح الدین اور ملک عادل کے انتقال کے بعد ۶۱۷ھ میں وفات پا گیا اس کی حکومت کی مدت اٹھائیس برس تھی۔ اس کا بیٹا مظفر جو ولی عہد تھا مصر میں عادل کے پاس تھا اور اس کا دوسرا بیٹا قلیج ارسلان اپنے ماموں معظم عیسیٰ کے پاس نظر بندی کی حالت میں تھا۔

حماۃ کی حکمرانی

قلیج ارسلان کو حماۃ کے ارکان سلطنت نے بلوایا تو معظم عیسیٰ نے ان سے اس کا زر فدیہ مانگا' جب وہ ادا کر دیا گیا تو اس نے اسے رہا کر کے ان کے پاس بھیج دیا۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر وہ حماۃ کا بادشاہ بن گیا اور اس کا لقب ناصر رکھا گیا جب اس کا بھائی جو اصلی ولی عہد تھا' مصر سے آیا تو اہل حماۃ نے اس کا مقابلہ کیا اور اس کی حکومت نہ مانی اس پر وہ معظم کے پاس دمشق چلا گیا۔ پھر وہ ان سے خط و کتابت کرتا رہا اور اہل حماۃ کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن انہوں نے اس کی کوئی بات نہ مانی۔ اس لیے وہ دوبارہ مصر چلا گیا۔

شرپسندوں کی سرکوبی

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ حاکم حلب وشیخ الظاہر غازی بن صلاح الدین ۶۱۳ھ میں وفات پا گیا تھا اور اس کا چھوٹا بیٹا محمد العزیز غیاث الدین اپنے باپ ظاہر کے مولیٰ اور خادم شہاب الدین طغرل کی زیر نگرانی حاکم مامور ہوا۔ شہاب الدین بہت نیک سیرت اور انصاف پسند تھا وہ رعایا کے مال کی حفاظت کرتا تھا اور ایک دوسرے کی چغل خوری سننا پسند نہیں کرتا تھا حلب میں اس وقت دو برے افراد ایسے تھے جو ملک ظاہر کے پاس جا کر لوگوں کو نقصان پہنچاتے تھے چنانچہ جب شہاب الدین نے برے اور شریر لوگوں کو اپنے دربار سے دور کیا تو ان میں یہ دونوں

افراد بھی شامل تھے۔ اس نے انہیں ان کی چغل خوری کی وجہ سے نکال دیا تھا۔ پھر ان دونوں کی کوئی قدر و قیمت باقی نہ رہی اور عوام بھی انہیں ناپسند کرنے لگے تھے۔ چنانچہ یہ دونوں بلاد روم کی طرف فرار ہو گئے۔

کیکاؤس اور افضل کے مشترکہ حملے

اس کے بعد بلادروم کے حاکم کیکاؤس کو ان دونوں نے بھڑکایا کہ وہ حلب اور اس سے متعلقہ علاقوں پر قبضہ کر لیں۔ کیکاؤس کا کہنا یہ تھا کہ حلب پر اس وقت تک قبضہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ خاندان بنو ایوب کا کوئی فرد ان کے ساتھ شامل نہ ہو تاکہ اس کے اثر سے وہاں کا علاقہ مطیع و فرمانبردار ہو جائے۔

سلطان صلاح الدین کا ایک بیٹا افضل اس وقت سیمساط میں تھا' وہ اپنے بھائی ملک ظاہر اور اپنے چچا ملک عادل سے ناراض ہو کر کیکاؤس کا حمایتی ہو گیا تھا کیونکہ ان دونوں نے اس کے علاقے کے کچھ حصے کو چھین لیا تھا چنانچہ کیکاؤس نے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے اس کو بلوایا اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ حلب پر حملہ کرنے کے لیے فوج لے کر اس کے ساتھ پیش قدمی کرے۔ اس صورت میں حلب کا جو علاقہ فتح ہو گا اس کی حکومت افضل کو دے دی جائے گی اور وہاں خطبہ اور سکہ کیکاؤس کے نام کا ہو گا۔ اس کے بعد وہ اشرف کے علاقے الجزیرہ' حران اور رہا پر حملہ کریں گے اور ان کی حکومت کا معاملہ بھی اسی طرح ہو گا۔ چنانچہ ان شرائط کے مطابق انہوں نے حلف اٹھایا اور فوجیں جمع کر کے انہوں نے ۶۱۵ھ میں پیش قدمی کی اور انہوں نے قلعہ رعبان پر قبضہ کر لیا جو افضل کے ماتحت آ گیا تھا' اس کے بعد ان متحدہ فوجوں نے قلعہ باشر کو ابن بدر الدین ارزم البارودتی حاکم قلعہ سے چھین لیا۔ اس سے قبل انہوں نے اس قلعے کا شدید محاصرہ کیا تھا۔ یہ قلعہ کیکاؤس نے اپنے قبضہ میں رکھا۔ اس حرکت سے افضل اور اس کی فوج میں بے دلی پھیل گئی اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ وہ حلب کی فتح کے موقع پر بھی اسی طرح ہی کرے گا۔

اشرف کی چڑھائی

اس دوران حاکم حلب عزیز بن ظاہر کا نگران شہاب الدین حلب کے قلعہ میں مقیم رہا۔ وہ وہاں سے ایک تھوڑی دیر کے لیے بھی نہ نکلا کیونکہ اسے قلعہ کے ہاتھ سے نکل جانے کا خطرہ تھا۔ تاہم ملک اشرف حاکم الجزیرہ و خلاط کے پاس بھی یہ خبر پہنچ گئی کہ اہل حلب کسی دوسرے کی اطاعت کریں گے اور وہاں اسی کے نام کا خطبہ اور سکہ بھی ہو گا اور وہ حلب کا جو علاقہ بھی پسند کرے گا اس پر قابض ہو جائے گا۔

یہ سنتے ہی ملک اشرف نے فوجیں اکٹھی کیں اور ۶۱۵ھ میں ان کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ اس کے ہمراہ عرب کے قبیلہ طے وغیرہ کی فوجیں بھی تھیں' ان کا امیر نافع تھا جو اس کے خادموں میں سے تھا ملک اشرف نے حلب کے باہر اپنا جنگی محاذ بنایا۔

اشرف کی کامیابی

کیکاؤس اور افضل کی فوجیں تل باشر سے بنج کی طرف روانہ ہوئیں۔ ملک اشرف بھی ان کے مقابلہ کے لیے فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ہراول دستوں پر عرب قبائل کی فوجیں تھیں۔ انہوں نے کیکاؤس کے ہراول دستوں سے مقابلہ کر کے انہیں شکست دی۔ جب یہ شکست خوردہ فوجیں کیکاؤس کی جانب لوٹیں تو وہ اپنے ملک کی طرف فرار ہو گیا۔

ملک اشرف نے اس کے بعد پیش قدمی کرتے ہوئے قلعہ رعبان و تل باشر پر قبضہ کر لیا اور وہاں کیکاؤس کی جو فوجیں تھیں انہیں گرفتار کر لیا پھر اس نے انہیں رہا کر دیا تو وہ کیکاؤس کے پاس پہنچیں تو اس نے انہیں ایک گھر میں جمع کر کے نذر آتش کر دیا جس سے وہ سب ہلاک ہو گئے۔ ملک اشرف نے حلب کے جن قلعوں پر قبضہ کیا تھا وہ شہاب الدین کے سپرد کر دیئے جو حاکم حلب عزیز کا نگران تھا۔ اس نے کیکاؤس کا اس کے ملک تک جا کر تعاقب کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن اس دوران اسے اپنے باپ ملک عادل کے انتقال کی خبر ملی' اس لیے وہ واپس آ گیا۔

موصل کے حالات

اس سے قبل خاندان زنگی کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ حاکم موصل عز الدین مسعود ۶۱۵ھ میں وفات پا گیا تھا اور اس کا جانشین اس کا بیٹا نور الدین ارسلان شاہ بنا جس کی نگرانی اس کے باپ کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) نور الدین لولو کے سپرد ہوئی اور وہی اس کی سلطنت کا ناظم اعلیٰ بنا۔

عماد الدین زنگی

اس کے بھائی عماد الدین زنگی کے ماتحت قلعہ صعفد اور سوس تھے جو موصل کی عمل داری میں شامل تھے لیکن اس کے باپ کی وصیت کے مطابق اسے یہ علاقے دیئے گئے تھے۔ جب اس کے بھائی عز الدین کا انتقال ہو گیا تو وہ خود حکومت کا دعویٰ دار ہوا اور اس نے اربل پر قبضہ کر لیا۔ اربل کے حاکم مظفر الدین کوکبری نے اس کی مدد کی۔ ان حالات میں نور الدین لولو نے ملک اشرف حاکم الجزیرہ و خلاط کو اس وقت اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا پیغام بھیجا۔ جب وہ بلاد الروم کے حاکم کیکاوس کی فوجوں سے حلب کے نزدیک مقابلہ کر رہا تھا ملک اشرف نے اس کی اطاعت تسلیم کر لی اور عہد کیا کہ وہ اس کے دشمنوں کے خلاف اس کا ساتھ دے گا۔

زنگی کی کامیاب کوشش

مظفر الدین کو اس نے خط لکھا اور ان کے متفقہ معاہدہ کی خلاف ورزی پر ملامت کی۔ اس نے اسے حکم دیا کہ وہ موصل کے ان علاقوں کو واپس کر دے جن پر اس نے قبضہ کیا ہے' ورنہ وہ بذات خود لشکر کشی کر کے اس سے وہ علاقے چھین لے گا اور ان کے اصل حاکموں کے حوالے کر دے گا ملک اشرف نے اسے یہ بھی حکم دیا کہ آپس کے جھگڑے چھوڑ کر فرنگیوں کے خلاف جہاد کرنے میں حصہ لے۔ مظفر الدین نے اس کی کوئی بات نہ مانی اور ماردین کے حاکم اور کیفا و آمد کے حاکم نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

چنانچہ عماد الدین کے مقابلے کے لیے نور الدین لولو نے اپنی فوجیں روانہ کیں۔ انہوں نے اسے شکست دے دی اور وہ بھاگ کر مظفر کے پاس اربل پہنچ گیا۔ اس کے بعد خلیفہ ناصر اور ملک اشرف کے سفیر آئے' انہوں نے فریقین میں مصالحت کرا دی اور دونوں نے صلح کے لیے حلف اٹھایا۔

اشرف کی حکمت عملی

کچھ مدت کے بعد عماد الدین زنگی نے حملہ کر کے قلعہ کواشی پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت لولو نے ملک اشرف کو' جبکہ وہ حلب میں تھا' پیغام بھیجا اور اس نے فوجی امداد مانگی' چنانچہ وہ دریائے فرات کو عبور کر کے حران پہنچ گیا۔

اس دوران مظفر الدین نے آس پاس کے حکام کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ کیکاوس کی اطاعت تسلیم کر لیں اور مساجد میں ان کے نام کا خطبہ پڑھوائیں' وہ ملک اشرف کا بدترین دشمن تھا اور رنج حاصل کرنے کے سلسلے میں اس کا مخالف تھا' جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔ اس نے ان امراء و حکام کو بھی ورغلایا جو اشرف کے لشکر میں شریک تھے۔ اس نے انہیں اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی چنانچہ ان میں سے احمد بن علی المشطوب حاکم قلعہ اور عز الدین محمد بن نور الدین الحمیری اس کے ورغلانے میں آ گئے اور وہ اپنی فوج کے ہمراہ اشرف سے الگ ہو کر دنیسر پہنچ گئے جو ماردین کے ماتحت تھا۔ یہاں پہنچ کر وہ اس فوج کے ساتھ شریک ہو گئے جو اشرف کو دریا عبور کر کے موصل جانے سے روکنے کے لیے تیار تھی۔

دوسری طرف اشرف نے بھی سیاسی حکمت عملی کے طور پر کیفا و آمد کے حاکم کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی اور اس مقصد کے لیے اس نے اسے حسنیس کا شہر اور جبل جودی کا علاقہ دے دیا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ جب وہ دارا فتح کر لے گا تو یہ علاقہ بھی اسے دے دے گا چنانچہ کیفا کا حاکم اس کے ساتھ شامل ہو گیا اور وہ دوسرے حکام سے جو اس کے ساتھی تھے' الگ ہو گئے بلکہ اس کی پیروی میں بعض دوسرے بھی اشرف کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے اس طرح ان چھوٹی سلطنتوں کا اتحاد ختم ہو گیا اور ہر بادشاہ اپنی عملداری کی طرف چلا گیا۔

ابن المشطوب کی ناکامی

مجبوراً" ابن المشطوب بھی اپنی فوج کے ساتھ اربل کی طرف روانہ ہوا جب وہ نصیبین کے قریب سے گذرا تو وہاں کی فوجوں نے اس سے جنگ کی اور اسے شکست ہوئی اس کے بعد اس کی فوج منتشر ہو گئی اور وہ شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ جب وہ سنجار کے قریب سے گذرا جہاں کا حاکم فروخ شاہ عمر بن زنگی تھا تو اس نے اس کے خلاف فوج بھیجی جو اسے گرفتار کر کے لے آئی۔ چونکہ وہ اشرف کا مطیع اور فرمانبردار تھا' اس لیے اس نے اسے قید کر دیا۔ پھر اس نے معافی مانگی تو رہا کر دیا۔ اس کے بعد وہ فسادیوں کی ایک جماعت لے کر بقعاء کے مقام کی جانب گیا جو موصل کے علاقے میں تھا۔ وہاں اس نے لوٹ مار کی اور پھر سنجار کی راہ لی۔

ابن المشطوب کا انتقال

اس کے بعد ابن المشطوب نے موصل کے علاقے پر چڑھائی کے لیے دوبارہ پیش قدمی کی تو لؤلؤ (موصل کا نگران حاکم) نے سنجار کے علاقے میں تل اعفر کے مقام کے نزدیک اپنی فوج کو گھات میں بٹھا دیا۔ جب وہ وہاں سے گذرا تو اس کی فوج نے اس پر حملہ کر دیا وہ شکست کھا کر قلعہ تل اعفر میں داخل ہو گیا۔

پھر لؤلؤ نے موصل سے آ کر اس کا تقریباً" ایک ماہ تک محاصرہ کیا اور بتاریخ ۱۵ ربیع الاخر ۶۱۷ھ میں اس قلعہ پر قبضہ کر لیا اور ابن المشطوب کو موصل میں قید رکھا۔ پھر اسے اشرف کے پاس بھیج دیا اس نے اسے حران میں قید کر دیا یہاں تک کہ وہاں وہ اسی مہینے یعنی ماہ ربیع الاخر ۶۱۷ھ میں وفات پا گیا۔

اشرف کی مصالحت

مخالفانہ اتحاد کے خاتمے کے بعد اشرف حران سے روانہ ہوا تاکہ وہ ماردین کا محاصرہ کرے۔ پھر اس نے حاکم ماردین سے ان شرائط پر مصالحت کر لی کہ وہ راس العین کا علاقہ اسے واپس کرے جو اس نے اسے دے دیا تھا اور تاوان جنگ کے طور پر وہ تیس ہزار دینار ادا کرے اور حاکم کیفا و آمد کے حوالے قلعہ مورو کرے۔

سنجار پر قبضہ

اس کے بعد اشرف وہیں سے موصل جانے کی غرض سے نصیبین کی طرف واپس آ رہا تھا کہ حاکم سنجار نے تنگ آ کر اپنا قاصد اشرف کے پاس اس مقصد کے لیے بھیجا کہ وہ سنجار کا علاقہ اسے اس شرط پر حوالے کرنا چاہتا ہے کہ وہ اس کے بدلے اسے رقہ کا علاقہ دے دے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب لؤلؤ (نگران حاکم موصل) نے اس سے قلعہ تل اعفر چھین لیا تھا تو اس کے ساتھی اس کو چھوڑ کر چلے گئے کیونکہ اپنے بھائی اور دوسرے لوگوں کے ساتھ اس کے برے سلوک کی وجہ سے وہ اس سے ناراض ہو گئے تھے (اس لیے وہ سنجار میں رہنا نہیں چاہتا تھا) اس کا قاصد اشرف سے راستے میں ملا جبکہ وہ وہیں سے نصیبین جا رہا تھا۔ ملک اشرف نے اس کی درخواست منظور کر لی اور اسے رقہ کا علاقہ دے دیا اور یکم جمادی الاولیٰ ۶۱۷ھ میں اس نے سنجار پر قبضہ کر لیا اور عمر فروخ شاہ اپنے بھائی اور تمام اہل و عیال اور مال و دولت کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔

صلح کی کوشش

اس کے بعد اشرف نے سنجار سے موصل کی طرف روانگی کی اور وہاں بتاریخ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۶۱۷ھ میں پہنچ گیا۔ وہاں اس کے پاس خلیفہ اور مظفر الدین کے سفیر صلح کرانے کے لیے آئے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ عماد الدین عمادیہ کے علاوہ باقی تمام موصل کے قلعے جو اس نے چھین لیے تھے' لؤلؤ کو واپس کر دے اس معاملے میں گفتگو طویل ہو گئی۔ یہاں تک کہ ملک اشرف نے ارادہ کیا کہ وہ اربل پر چڑھائی کرے پھر کیفا کے حاکم اور اس کے دوسرے اچھے دوستوں نے اس کی سفارش کی اور صلح پر زور دیا۔ چنانچہ اس نے اس قسم کی مصالحت قبول کر لی اور قلعوں کو سپرد کرنے کے بارے میں ایک مدت متعین کی گئی۔

عماد الدین اشرف کے ساتھ گیا تاکہ باقی قلعوں کی سپردگی کا کام مکمل ہو جائے چنانچہ اشرف موصل سے بتاریخ ۲ رمضان کو روانہ ہوا۔

لولو نے اپنے نائب حکام کو ان قلعوں پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا لیکن وہاں کی فوج نے ان قلعوں کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کیا۔ اتنے میں مقررہ مدت ختم ہو گئی۔

عماد الدین زنگی نے اشرف کے بھائی شہاب الدین غازی کو اپنی سفارش کے لیے آمادہ کیا۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی سے اس کی سفارش کی اور اس نے اسے رہا کر دیا اور اس کے قلعہ عقر اور سوس اسے واپس کر دیئے۔ لولو (نگرانی حاکم موصل) نے بھی قلعہ تل اعفر واپس کر دیا کیونکہ وہ سنجار کی عملداری میں شامل تھا۔

دمیاط کا دوسرا معرکہ

دمیاط (مصر) پر جب فرنگیوں کا قبضہ ہو گیا تو انہوں نے اس کی قلعہ بندی شروع کر دی۔ ملک کامل مصر واپس آ گیا اور اس نے مصر میں جا بجا فوجی چھاؤنیاں قائم کر دیں۔ اس نے ان کے بالمقابل منصورہ تعمیر کرایا اور کئی برسوں تک یہی حالت قائم رہی۔

اس فتح کی خبر جب سمندر پار کے فرنگیوں کو ملی اور یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے دمیاط پر قبضہ کر لیا ہے تو ان کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں اور ان (صلیبی فرنگیوں) کو ہر وقت ان کی جانب سے مسلسل امداد پہنچتی رہی لیکن کامل اپنے مقام پر ڈٹا رہا۔

امداد طلبی

وہاں پر تاتاریوں کے حملوں کی خبریں بھی مسلسل آنا شروع ہوئیں اور یہ معلوم ہوا کہ وہ آذربائیجان اور ازان تک پہنچ گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر مصر و شام کے مسلمان ہر طرف سے خوفزدہ ہو گئے چنانچہ کامل نے اپنے حاکم معظم سے فوجی امداد مانگی جو حاکم دمشق تھا اس نے دوسرے بھائی اشرف حاکم الجزیرہ و ارمینیہ سے بھی امداد مانگی۔ چنانچہ معظم اشرف کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ اسے بھی جلد (مصر) پہنچنے کے لیے آمادہ کرے لیکن اس نے اسے مذکورہ بالا جھگڑوں میں مشغول پایا' چنانچہ وہ وہاں سے واپس چلا گیا تاکہ وہ اس لڑائی کے ختم ہونے کے بعد پھر اسی کے پاس واپس لوٹے۔

فرنگیوں کی چڑھائی

پھر فرنگیوں کی فوجوں نے دمیاط سے مصر کی طرف پیش قدمی کی' چنانچہ کامل (حاکم مصر) نے دوبارہ ان دونوں بھائیوں کو ۶۱۸ھ میں فوجی امداد بھیجنے کے لیے لکھا تو معظم اشرف کی جانب گیا اور اسے آمادہ کیا چنانچہ وہ فوجیں لے کر اس کے ساتھ دمشق آیا اور وہاں سے مصر کی جانب روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ حلب کی فوجیں بھی تھیں اور حماۃ کا حاکم الناصر اور حمص کا حاکم شیر کوہ اور بعلبک کا حاکم امجد تھا۔

یہ تمام فوجیں جب وہاں پہنچیں تو انہوں نے کامل کو اپنی فوجوں کے ساتھ بحر اشمون پر پایا۔ اس وقت فرنگی فوجیں دمیاط سے روانہ ہو چکی تھیں اور اس کے سامنے دریائے نیل کے کنارے اپنا جنگی محاذ بنائے ہوئے تھیں۔ وہ اس کے محاذ پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) پھینک رہی تھیں جب مسلمانوں کو مصری علاقوں کے بارے میں فرنگیوں سے خطرہ پیدا ہوا تو کامل وہاں سے روانہ ہو گیا اور اشرف وہاں محاذ جنگ پر موجود رہا۔

اشرف کے بعد معظم (حاکم دمشق) آیا اس نے دمیاط کا رخ کیا اور فرنگیوں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگا' مسلمانوں کی بحری کشتیوں نے فرنگیوں کی کشتیوں کے تین حصوں کو پکڑ لیا۔ انہوں نے جو کچھ ان میں تھا سب اپنے قبضے میں کر لیا۔

صلح کی ناکام کوشش

اس کے بعد فریقین کے مابین سفیروں کی آمد و رفت ہوئی اور فرنگیوں کو یہ پیشکش کی گئی کہ وہ دمیاط مسلمانوں کے حوالے کر دیں۔ اس کے بدلے میں انہیں بیت المقدس' عسقلان' طبریہ' صیدا' جبلہ اور لاذقیہ اور وہ تمام علاقے دے دیئے جائیں گے جنہیں سلطان صلاح الدین نے فتح کیا تھا۔ البتہ قلعہ الکرک مسلمانوں کے پاس رہے گا مگر فرنگی نہ مانے' فرنگی حد سے آگے بڑھ گئے' وہ الکرک اور شوبک بھی واپس لینا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے تین لاکھ دینار کا مطالبہ بھی کیا' تاکہ بیت المقدس کی ان فصیلوں کی تعمیر بھی کی جائے جو المعظم اور کامل کی

وجہ سے تباہ ہو گئی تھیں۔

فرنگیوں کی ناکامی

اس پر مسلمانوں کو مجبوراً دوبارہ جنگ کرنا پڑی۔ اب فرنگیوں کی خوراک کی رسد ختم ہو گئی تھی کیونکہ وہ دمیاط سے خوراک کی رسد لے کر نہیں چلے تھے ان کا خیال یہ تھا کہ وہ بہت جلد دیہاتی علاقوں پر قبضہ کر لیں گے اس طرح ان کا سارا غلہ ان کے قبضے میں آ جائے گا لیکن ان کا خیال غلط نکلا۔

چنانچہ اس کے بعد مسلمانوں نے دریائے نیل کے پانی کا رخ اس کنارے کی جانب بند توڑ کر موڑ دیا جس جانب فرنگیوں کا محاذ تھا چنانچہ وہ سیلاب میں گھر گئے اور ان کے گذرنے کے لیے صرف ایک انتہائی تنگ راستہ باقی رہ گیا تھا کامل نے بحر اشموں پر پل باندھ دیئے اس کی فوجوں نے وہاں سے گذر کر اس تنگ گذرگاہ پر قبضہ کر لیا اب فرنگیوں کے لیے دمیاط پہنچنے کی کوئی راہ باقی نہ رہی تھی۔

اس دوران فرنگیوں کا ایک جہاز وہاں پہنچا جس میں خوراک کا سامان ہتھیار اور آتش گیر آلات بھرے ہوئے تھے مسلمانوں کی کشتیوں نے وہاں پہنچ کر اس جہاز کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد فرنگیوں کی اپنے جنگی محاذ میں حالت خراب ہوتی گئی کیونکہ ایسے حالات میں مسلمانوں کی فوجوں نے ان کا محاصرہ کر لیا تھا۔ وہ ان سے جنگ کر رہے تھے اور ہر جانب سے ان پر حملے کر رہے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے خیمے اور مجانیق نذر آتش کر دیں اس کے بعد انہوں نے اپنی جان پر کھیل کر واپسی کا ارادہ کیا تو انہیں پتہ چلا کہ ان کا تو راستہ بھی بند ہے۔

دمیاط پر قبضہ

چنانچہ انہوں نے کامل اور اشرف کو بلامعاوضہ دمیاط حوالے کرنے کا ارادہ کیا۔ ابھی وہ اس بارے میں سوچ بچار کر رہے تھے کہ حاکم دمشق دمیاط کی جانب سے وہاں پہنچ گیا یہ دیکھ کر ان کے حوصلے پست ہو گئے اور انہوں نے ۶۱۸ھ کے درمیان عرصے میں دمیاط کے شہر کو مسلمانوں کے سپرد کر دیا اور اپنے بیس حکام اور بادشاہ یرغمال کے طور پر بھیجے انہوں نے اپنے پادریوں اور راہبوں کو دمیاط بھیجا تاکہ وہ اس شہر کو مسلمانوں کے سپرد کر دیں۔ مسلمانوں کے لیے یہ بہت بڑی خوشی کی بات تھی۔

پھر جب فرنگی دمیاط مسلمانوں کے حوالے کر چکے تو اس کے بعد سمندر پار سے انہیں فوجی امداد پہنچی لیکن اب یہ امداد ان کے لیے بیکار تھی کیونکہ شہر دمیاط میں مسلمان داخل ہو چکے تھا اور چونکہ فرنگیوں نے اس کی مضبوط قلعہ بندی کی تھی اس لیے یہ مسلمانوں کے لیے سب سے مضبوط قلعہ بن گیا۔

عادل کے بیٹوں کے اختلافات

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ اوحد نجم الدین بن عادل میافارقین کا حاکم تھا اور ۶۰۳ھ میں وہ خلاط اور ارمینیہ کا حاکم بھی بن گیا تھا۔ جب اس کا ۶۰۷ھ میں انتقال ہو گیا تو ملک عادل نے اس کے علاقے اس کے بھائی اشرف کے حوالے کر دیے تھے۔

۶۱۴ھ میں ملک عادل نے پھر اپنے بیٹے ظاہر غازی کو سروج ورہا اور ان سے متعلقہ علاقے دیئے۔ جب عادل کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا اشرف مشرقی علاقوں کا خود مختار حاکم بنا تو اس نے اپنے بھائی ظاہر غازی کو ان علاقوں کے علاوہ جو اس کے باپ نے اسے دیے تھے' خلاط اور میافارقین کا علاقہ بھی دیا یعنی سروج اور رہا کا علاقہ بھی اس کے ماتحت آ گیا۔ اس نے اسے اپنا ولی عہد بھی بنایا کیونکہ اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔

اپنے اس معاہدہ پر اشرف تو قائم رہا لیکن عادل کے بیٹوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوا تو ظاہر غازی نے اشرف کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اشرف نے اس کے بیشتر علاقے اس سے چھین لیے' اس کا بیان اگلے صفحات میں کیا جائے گا

ملک عادل کا جب انتقال ہو گیا تو اس کے بیٹے کامل' اشرف اور معظم ان علاقوں کے حاکم تھے' جن پر ان کے باپ نے انہیں مامور کیا تھا۔ تاہم اشرف اور معظم (اہم معاملات میں) کامل سے مشورہ کرتے تھے اور اس کے مطیع اور فرمانبردار تھے۔ اس کے بعد معظم عیسیٰ نے حاکم حماۃ ناصر بن منصور پر غلبہ پا لیا تھا۔ وہ ۶۱۹ھ میں حماۃ کی طرف فوج لے کر گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا لیکن جب اسے اس میں ناکامی ہوئی تو اس نے اس کے دوسرے علاقوں یعنی سلمیہ اور معرہ کی طرف پیش قدمی کی اور ان پر قابض ہو گیا۔

کی دشمنی

کامل کو اس کی یہ حرکت بری لگی۔ اس نے معظم کو سرزنش کی اور شہر خالی کرنے کا حکم دیا۔ معظم نے اس وقت حکم کی تعمیل کی اور شہر کر دیا لیکن اس کے دل میں اس بات کا کینہ رہا۔ کامل نے سلمیہ کا شہر حاکم حماۃ کے بھائی مظفر بن منصور کے حوالے کر دیا۔

پھر معظم نے اپنا اصلی روپ اس وقت دکھایا' جب اس نے اپنے دونوں بھائیوں کے خلاف سازش کی اور مشرق کے بادشاہوں کو خطوط کہ وہ ان دونوں کے خلاف اس کی مدد کریں۔ اس زمانے میں جلال الدین منکبری بن علاء الدین خوارزم شاہ ہندوستان سے واپس آ گیا تاری خوارزم' خراسان' غزنہ اور عراق عجم پر قابض ہو چکے تھے۔ اس لیے وہ ہندوستان چلا گیا تھا۔

۶۲۱ھ میں جب جلال الدین ہندوستان سے واپس آیا تو اس نے فارس' غزنی' عراق عجم اور آذربائیجان پر قبضہ کر لیا اور توریز میں مقیم ہو اس طرح وہ ایوبی خاندان کی سلطنت کا ہمسایہ بن گیا تھا۔ معظم نے خط و کتابت کر کے اس سے صلح کر لی تھی اور اپنے دونوں بھائیوں ف اس سے فوجی امداد مانگی جلال الدین نے اس کو مثبت جواب دیا تھا۔

ف کے خلاف بغاوت

معظم نے دوسری چال یہ کھیلی کہ اس نے ظاہر غازی کو جو اشرف کا بھائی تھا اور خلاط میں اس کی طرف سے حاکم تھا' مخالفت پر تیار کیا۔ نے اربل کے حاکم مظفر کوکبری کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ چنانچہ ظاہر غازی نے خلاط اور ارمینیہ میں اشرف کے خلاف علم بغاوت بلند کر چنانچہ اشرف ۶۲۱ھ میں اس کے خلاف فوج لے کر روانہ ہوا اور خلاط میں اسے شکست دے کر اس پر قبضہ کر لیا اور وہاں کا حاکم حسام ابو علی کو مقرر کیا جو موصل کا رہائشی تھا اور اشرف کی ملازمت میں رہ کر ترقی کرتا رہا یہاں تک کہ اشرف نے اسے خلاط کا حاکم مامور (بعد میں) اشرف نے اپنے بھائی ظاہر غازی کو معافی دے دی اور اسے میافارقین کی حکومت پر قائم رکھا۔

ں کا محاصرہ

اس کے بعد ملک معظم نے دمشق سے فوج لے کر حمص پر حملہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی' اس کا حاکم شیرکوہ بن محمد کامل کا مطیع تھا۔ نے حمص کا محاصرہ کیا لیکن اس پر قبضہ کرنے میں اسے ناکامی ہوئی اس لیے اس نے دمشق واپسی اختیار کی۔

لحت کی کوشش

اس کے بعد اشرف خود معظم کے پاس گیا تاکہ اس سے مصالحت کر لے۔ اس نے اسے اپنے پاس روکے رکھا تاکہ وہ کامل کی اطاعت ترک ہو جائے پھر وہ اپنے شہر چلا گیا اور حالات جوں کے توں رہے۔

ط کا محاصرہ

۶۲۳ھ میں خلاط پر جلال الدین ابن خوارزم شاہ حاکم آذربائیجان نے لشکر کشی کی اور بار بار اس کا محاصرہ کیا۔ جب وہ وہاں سے چلا گیا تو ف کے نائب حاکم حسام الدین نے جلال الدین کے شہروں پر حملہ کر کے اس کے کئی قلعوں پر قبضہ کر لیا۔

لحت پر آمادگی

اس طرح حالات نازک ہوتے گئے۔ کامل' معظم کی مخالفانہ کارروائیوں سے بہت خوفزدہ تھا کیونکہ اس نے جلال الدین اور خوارزمی وں سے سازباز کر رکھی تھی چنانچہ اس نے فرنگیوں سے فوجی امداد مانگی۔ اس نے فرنگیوں کے شہنشاہ کو بھی سمندر پار خط لکھا کہ وہ اس کی کے لیے عکا آئے اس کے عوض میں وہ بیت المقدس کا علاقہ اس کے حوالے کر دے گا۔

اس بات کی خبر جب معظم کو ہوئی تو وہ بھی اس کے انجام سے ڈرا۔ چنانچہ اس نے نرم رویہ اختیار کیا اور اسے صلح کے لیے لکھا۔

بن معظم کا دور حکومت

۶۲۴ھ میں دمشق کے حاکم معظم بن عادل کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کے بجائے اس کا بیٹا داؤد حاکم دمشق ہوا اس نے اپنا لقب ناصر رکھا۔

اس کی سلطنت کا انتظام اس کے باپ کے خادم عز الدین اتابک کے سپرد ہوا۔ ناصر شروع میں معظم کے طریقہ پر چلتا رہا اور اس نے کامل کی اطاعت قبول کی اور خطبہ بھی اسی کے نام کا قائم رکھا۔ لیکن ۶۲۵ھ میں جب کامل نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ قلعہ شوبک اس کے حوالے کر دے تو اس نے انکار کر دیا اور بغاوت کر دی چنانچہ کامل فوجیں لے کر اس کی گوشمالی کے لیے روانہ ہوا۔ جب وہ غزہ پہنچا تو اس نے بیت المقدس اور نابلس اس کے قبضہ سے چھین لیا اور اپنی طرف سے اس کا حاکم مامور کیا۔

اس پر ناصر نے اپنے چچا اشرف سے امداد مانگی تو وہ اس کے پاس دمشق آیا اور وہاں سے نابلس گیا اس کے بعد وہاں سے کامل کے پاس پہنچا تاکہ ناصر کی اس کے ساتھ صلح کرائے۔ کامل نے اسے ہدایت کی کہ وہ دمشق ناصر سے چھین کر خود قبضہ کر لے۔ کامل نے اسے دمشق کی حکومت دے دی تھی لیکن ناصر نے یہ تجویز نہ مانی اور دمشق واپس آ گیا چنانچہ اشرف نے اسے محاصرہ میں لے لیا۔

بیت المقدس پر قبضہ

فرنگیوں کے بادشاہ سے کامل نے صلح کر لی تاکہ وہ دمشق کی مہم کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اس نے بیت المقدس کی فصیل کو تباہ کر کے اسے اس حالت میں فرنگیوں کے حوالے کر دیا اور وہ اسی حالت میں اس پر قابض ہو گئے اور پھر کامل نے ۶۲۶ھ میں دمشق کی طرف لشکر کشی کی اور اشرف کے ساتھ مل کر دمشق کا محاصرہ کیا۔ ناصر جب محاصرہ سے خوفزدہ ہوا تو وہ ان دونوں کے حق میں دمشق سے دستبردار ہو گیا بشرطیکہ اسے الکرک، قلعہ شوبک، بلقاء، غور اور نابلس کے علاقوں کا خود مختار حاکم مان لیا جائے۔

دمشق پر اشرف کی حکومت

ان علاقوں کو کامل اور اشرف نے اس کے حوالے کر دیا اور ناصر وہاں سے چلا گیا اور دمشق پر اشرف کی حکومت قائم ہو گئی اور کامل نے اس کے علاقہ حران اور رہا سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔

مسعود بن کامل کا انتقال

اسی دوران کامل کو اپنے بیٹے مسعود حاکم یمن کے انتقال کی خبر ملی۔ اس کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

حماۃ پر قبضہ

دمشق پر قبضہ کرنے کے بعد کامل نے مظفر محمود بن منصور کے لیے امداد اس کے بھائی ناصر کے خلاف فراہم کی کیونکہ حماۃ کے کچھ باشندوں نے مظفر محمود کو شہر حماۃ پر قبضہ کرنے کی دعوت دی تھی۔ چنانچہ کامل نے اس کے لیے فوجیں تیار کیں اور مظفر محمود ان فوجوں کو لے کر وہاں گیا اور شہر حماۃ کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے شہر کے مخبروں کو خفیہ پیغام بھجوایا۔ چنانچہ انہوں نے وعدہ کیا کہ اگر وہ رات کے وقت فصیل کے نزدیک پہنچ جائے تو وہ اس کی مدد کریں گے چنانچہ وہ رات کے وقت وہاں پہنچا اور ان کی مدد سے وہ فصیل پر چڑھ گیا اور فوج کی مدد سے شہر فتح کر لیا۔

ماردین کا قلعہ

پھر اس کو کامل نے لکھا کہ ناصر (سابق حاکم) کو ماردین کا قلعہ دے دے چنانچہ اس نے ماردین کا قلعہ اسے دے دیا۔ کامل نے اس سے سلمیہ کا علاقہ لے کر اسے حاکم حمص شیرکوہ بن محمد بن شیرکوہ کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد مظفر محمود حماۃ کا مستقل حاکم بن گیا۔ اس نے اپنی مملکت کا انتظام حسام الدین علی بن ابو علی الہدبانی کے حوالے کر دیا اور یہ فرائض انجام دیتا رہا۔ پھر اس سے تعلقات خراب ہوئے تو وہ نجم الدین ایوب کے پاس چلا آیا۔

ناصر کا انتقال

۶۳۰ھ تک مظفر کے بھائی ناصر کے ماتحت قلعہ ماردین رہا۔ اس زمانے میں ناصر نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اسے فرنگیوں کے سپرد کر دے چنانچہ مظفر نے اس کی شکایت کامل سے کی تو اس نے حکم دیا کہ یہ علاقہ اس سے چھین لیا جائے اس کے بعد کامل نے اسے نظر بند کر دیا یہاں تک کہ اس کا ۶۳۵ھ میں انتقال ہو گیا۔

بعلبک پر قبضہ

عز تقی الدین کے بھائی امجد بہرام شاہ کو سلطان صلاح الدین نے قلعہ بعلبک کا حاکم مامور کیا تھا۔ بصری کا علاقہ خضر کے ماتحت تھا۔ اس کے انتقال کے بعد یہ اشرف کے زیر کنٹرول ہو گیا اور اس کا حاکم اس کا بھائی اسماعیل بن عادل مقرر ہوا۔ چنانچہ اشرف نے ۶۲۶ھ میں لشکر دے کر بعلبک بھیجا اور اس نے وہاں پہنچ کر امجد کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار بعلبک پر قبضہ کر لیا اور امجد کو دوسرا علاقہ دے دیا گیا۔ اس کے بعد اسماعیل بن عادل دمشق منتقل ہوا اور وہاں رہنے لگا۔ آخر کار اس کے موالی (آزاد کردہ غلاموں) نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

جلال الدین خوارزم شاہ کی مہمات

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ جلال الدین خوارزم شاہ نے آذربائیجان کو فتح کر لیا تھا اور ایوبی سلطنت کا ہمسایہ بن گیا تھا۔ جب ملک اشرف نے خلاط کا علاقہ اپنے بھائی غازی سے ۶۲۲ھ میں چھینا تھا تو اس کا حاکم حسام الدین ابو علی الموصلی کو مامور کیا تھا۔ اس دوران ملک معظم (دمشق) نے سلطان جلال الدین خوارزم شاہ سے صلح کر لی تھی اور اسے دعوت دی تھی کہ وہ ان دونوں پر حملہ کرے۔
اس پر جلال الدین نے خلاط پر چڑھائی کی اور اس کا دو مرتبہ محاصرہ کیا اور پھر وہ لوٹ آیا۔ اس کے جواب میں حسام الدین (حاکم خلاط) نے اس کے علاقے پر چڑھائی کی اور اس کے بعض قلعوں پر قبضہ کر لیا تھا۔

سبب

اس فتح کا اصل سبب یہ ہے کہ حسام الدین نے جلال الدین کی بیوی سے ساز باز کر لی تھی وہ پہلے ازبک بن پہلوان کی بیوی تھی۔ جلال الدین نے بھی اسے چھوڑ رکھا تھا اور اس سے قطع تعلق کر لیا تھا کیونکہ اس کے اپنے سابق شوہر کے ساتھ یہ طریقہ رہا تھا کہ وہ امور سلطنت میں اس کی دخیل رہتی تھی اور اس پر غلبہ پانے کی کوشش کرتی تھی۔ اس وقت وہ خوی میں مقیم تھی، اس نے نائب حاکم حسام الدین کو اہل خوی کی جانب سے یہ خفیہ پیغام بجھوایا تھا کہ وہ وہاں آ کر ان علاقوں پر قبضہ کر لے۔ چنانچہ حسام الدین نے وہاں پہنچ کر خوی اور دیگر قلعوں اور شہر قرند پر قبضہ کر لیا۔ اہل بقجوان نے بھی اس سے خط و کتابت کر کے اپنا شہر اس کے حوالے کر دیا چنانچہ جب حسام الدین خلاط واپس آیا تو اپنے ہمراہ جلال الدین کی بیوی کو بھی لے آیا جو سلطان طغرل کی بیٹی تھی اس بات سے جلال الدین کو بہت ملال ہوا۔

حسام الدین کا انجام

حسام الدین نائب حاکم کی وفاداری کے بارے میں ملک اشرف کو بھی شبہ ہوا تو اس نے اپنے سب سے بڑے حاکم عز الدین ایبک کو بھیجا جو حسام الدین کا سخت دشمن تھا۔ اس لیے اس نے اسے گرفتار کر لیا اور خفیہ طور پر اچانک موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کا مولیٰ (آزاد غلام) بھاگ کر جلال الدین کے پاس پناہ گزین ہو گیا۔

خلاط پر قبضہ

ماہ شوال ۶۲۶ھ میں جلال الدین نے خلاط پر لشکر کشی کی اور خلاط کا محاصرہ کر کے اس پر مجانیق نصب کر دیں اور آٹھ ماہ تک وہاں کے باشندوں کی رسد بند رکھی اس کے بعد زبردست جنگ کر کے آخر ماہ جمادی الاول ۶۲۷ھ میں خلاط پر قبضہ کر لیا۔ عز الدین ایبک اور محافظ فوج قلعہ میں محصور ہو گئیں اور بے جگری سے جنگ کرتی رہیں۔ جلال الدین نے خلاط کے شہر کو اس قدر تباہ و برباد کیا کہ اس قدر تباہی کے واقعات اس سے پیشتر نہیں سنے گئے تھے۔ اس کے بعد اس نے قلعہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ خلاط کا نائب حاکم عز الدین ایبک گرفتار ہو گیا۔ جلال الدین نے اسے سابق نائب حاکم حسام الدین کے مولی (آزاد کردہ غلام) کے حوالے کیا۔ اس نے اسے اپنے ہاتھ سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

آمد پر قبضہ

جلال الدین خوارزم شاہ نے جب خلاط پر قبضہ کر لیا تو اشرف دمشق سے اپنے بھائی کامل کے پاس مصر پہنچا اور اس سے امداد مانگی۔ کامل فوج لے کر اس کے ساتھ روانہ ہوا اور مصر پر اپنے بیٹے عادل کو حاکم مامور کیا۔ راستے میں حاکم الکرک ناصر بن معظم' حاکم حماۃ منصور اور باقی ماندہ تمام خاندان ایوب کے حاکم اس کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ جب وہ سلمیہ پہنچا تو تمام حکام ان کے مطیع و فرمانبردار... اس کے بعد کامل آمد پہنچا تو اس نے آمد کا علاقہ خاندان ارتق کے مسعود بن محمد کے قبضے سے چھین لیا۔ یہ علاقہ اسے سلطان صلاح الدین ... دیا تھا جبکہ اس نے ابن نعشان کو شکست دی تھی۔ نعشان نے جب آمد پر قبضہ کیا تو اس نے مسعود بن محمد کو نظر بند کر دیا اور پھر کامل ... انتقال کے بعد ہی اسے قید سے خلاصی ملی اور وہاں سے بھاگ کر وہ تاتاریوں کے پاس جا پہنچا۔

صالح نجم الدین ایوب کی تقرری

اب کامل نے ان مشرقی شہروں پر قبضہ کر لیا تھا جن کی حکومت سے اشرف دمشق کے بدلے میں دستبردار ہو گیا تھا یہ حران' رہا اور ... سے متعلقہ علاقے تھے چنانچہ قبضہ کرنے کے بعد اس نے اپنے ایک بیٹے صالح نجم الدین ایوب کو ان کا حاکم مامور کر دیا۔

اشرف کی پیش قدمی

جلال الدین نے جس وقت خلاط پر قبضہ کیا تھا تو اس کے ساتھ ارزکان الروم کا حاکم بھی شریک تھا۔ اس کی شرکت سے بلاد الروم ... حاکم علاء الدین کیقباد کو بہت دکھ ہوا کیونکہ اس کے اور ارزن الروم کے حاکم کے مابین رشتہ داری کے باوجود سخت دشمنی تھی' اسے ان ... کے اتحاد سے اپنے ملک پر حملہ کا خطرہ ہوا۔ اس لیے اس نے کامل اور اشرف کے پاس جبکہ وہ حران میں تھے فوجی امداد کا پیغام بھیجا اور ... اشرف کو آمادہ کیا کہ وہ فوراً وہاں پہنچ جائے۔ چنانچہ اس نے الجزیرہ اور شام کی فوجوں کو جمع کیا اور علاؤ الدین کے پاس پہنچا۔ ان کی ... سیواس کے مقام پر ہوئی۔ پھر وہاں سے اس نے خلاط کی طرف پیش قدمی کی۔

متحدہ فوج کی کامیابی

ان دونوں کی افواج سے مقابلہ کرنے کے لیے جلال الدین نے بھی پیش قدمی کی ارزکان کے علاقے میں فریقین کی جنگ ہوئی سب سے پہلے حلب کا لشکر جنگ کے لیے آگے بڑھا ان کا سپہ سالار عز الدین عمر بن علی ہکاری تھا جو اس زمانے کا سب سے بڑا بہادر جرنیل تھا جلال الدین ... کی فوج کے سامنے جلال الدین کی فوج نہ ٹھہر سکی اور وہ شکست کھا کر خلاط چلا گیا اور وہاں سے وہ اپنی محافظ فوج کو نکال کر آذربائیجان کی ... فرار ہو گیا چنانچہ جب اشرف خلاط پہنچا تو وہ تباہ شدہ شہر تھا۔ ارزکان الروم کا حاکم بھی جلال الدین کے ساتھ شریک تھا' اس نے اسے ... کے اسے چچا زاد بھائی علاؤ الدین حاکم بلاد الروم (ایشیائے کوچک) کے پاس لایا گیا وہ اس کے ساتھ ارزکان الروم گیا اور اس نے یہ شہر اور اس سے متعلقہ قلعے اس کے سپرد کر دیئے۔

فریقین میں صلح

اس کے بعد ان متحدہ فوجوں اور جلال الدین کے مابین سفیروں کی آمد و رفت ہوئی اور فریقین میں اس بات پر صلح ہوئی کہ جن کے ... میں جو علاقہ ہے وہ برقرار رہے گا انہوں نے اس معاہدہ پر حلف اٹھایا پھر اشرف سنجار کی طرف چلا گیا اور اس کا بھائی غازی جو میافارقین کا ... فوج لے کر روانہ ہوا اور اس نے دیار بکر کے شہر ارزن کا محاصرہ کر لیا۔ وہ ان جنگوں میں اشرف کے ساتھ شریک تھا۔ اسے جلال نے گرفتار کر لیا اور پھر اسے اس شرط پر رہا کیا کہ وہ اس کا مطیع و فرمانبردار رہے گا چنانچہ شہاب الدین غازی وہاں گیا اور صلح کے بعد ارزکان پر قبضہ ... اور اس کے بدلے میں دیار بکر کا ایک اور شہر جس کا نام جانی تھا اس کے حوالے کر دیا۔

اس کا نام حسام الدین تھا۔ اس کا تعلق ایک بہت ہی شریف اور اچھے خاندان سے تھا جو بنو الاحدب کے نام سے مشہور تھے ... علاقہ سلطان ملک شاہ نے عطا کیا تھا۔

شیزر پر قبضہ

سلطان نور الدین محمد زنگی کے امراء میں سے ایک امیر سابق الدین عثمان بن الدایہ تھا' اس کے بیٹے صالح اسماعیل نے اسے نظر بند کر دیا تھا۔ سلطان صلاح الدین کو یہ بات اچھی نہ لگی اس لیے اس نے اپنے بیٹوں کے ساتھ دمشق کی طرف چڑھائی کی اور دمشق پر قبضہ کر کے سابق الدین کو شیزر کی حکومت دے دی چنانچہ یہ حکومت اس کے اور اس کے بیٹوں میں برقرار رہی۔ جب شہاب الدین یوسف بن مسعود بن سابق الدین کا دور حکومت آیا تو کامل کے حکم کے مطابق حاکم حلب محمد بن العزیز نے ۶۳۰ھ میں شیزر پر چڑھائی کی اور اس پر قبضہ کر لیا۔

محمد بن العزیز کا انتقال

۶۳۰ھ میں محمد بن العزیز کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا ناصر یوسف حلب کا حاکم مامور ہوا۔ اس کی نگران اس کی دادی صفیہ خاتون بنت عادل مامور ہوئی۔ اس کی مملکت میں شمس الدین لولو ارمنی اور عز الدین مجلی و اقبال خاتونی برسر اقتدار تھے لیکن سب کے سب اس عورت کے ماتحت تھے۔

کیقباد کی پیش قدمی

علاؤ الدین کیقباد بن کیکاؤس شاہ بلاد الروم کی مملکت اس زمانے میں کافی وسیع ہو گئی تھی اس لیے اس نے اپنے نزدیکی علاقوں پر دست درازی شروع کر دی تھی۔ چنانچہ اس نے خلاط پر بھی قبضہ کر لیا حالانکہ اسے پہلے اسی مقام کے دفاع کے لیے اس نے اشرف کے ساتھ مل کر جلال الدین خوارزم شاہ کا مقابلہ کیا تھا' جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ اشرف نے مقابلہ کا ارادہ کیا اور اپنے بھائی کامل سے فوجی امداد مانگی۔ کامل ۶۳۱ھ میں مصر سے فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ اس کے خاندان کے تمام حکام بھی شریک تھے۔ جب وہ روم کی سرحد پر شہر ارزق کے نزدیک گیا تو اس نے اپنے خاندان کے ایک فرد اور حاکم حماۃ' مظفر کی قیادت میں ہراول دستوں کو بھیجا اور ان کا کیقباد کی فوجوں سے مقابلہ ہوا۔ کیقباد نے انہیں شکست دی اور انہیں خرت برت پر محصور کر دیا اس کے بعد مظفر حاکم حماۃ نے کیقباد کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور پناہ کی درخواست کی کیقباد نے انہیں پناہ دے کر خرت برت کے قلعہ پر قبضہ کر لیا جس پر پہلے خاندان بنو ارتق کا قبضہ تھا۔

۶۳۲ھ میں جب کامل اپنا لشکر لے کر مصر کی جانب لوٹا تو کیقباد نے اس کا تعاقب کیا۔ پھر اس نے حران اور رہا کی طرف پیش قدمی کی اور اس نے یہ علاقے کامل کے نائب حکام سے چھین لیے اور وہاں اپنی طرف سے حاکم مامور کیے۔ ۶۳۳ھ میں کامل مصر پہنچا۔

بھائیوں میں اختلاف

اپنے بھائی کامل سے ۶۳۴ھ میں اشرف ناراض ہو گیا اور اس کی اطاعت چھوڑ دی۔ اسے اس نافرمانی پر اہل حلب اور حاکم بلاد الروم کیخسرو نے آمادہ کیا تھا۔ نیز ان دونوں کے تمام رشتہ دار حکام شام اس کے حمایتی بن گئے البتہ ناصر بن معظم حاکم الکرک کامل کا مطیع و فرمانبردار رہا بلکہ وہ مصر بھی اس کے پاس گیا اور کامل نے اس کا بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ پرجوش خیر مقدم کیا۔

اشرف کا انتقال

۶۳۵ھ میں ان اختلافات کے دوران ہی اشرف کا انتقال ہو گیا۔ اس نے اپنے بھائی صالح اسماعیل حاکم بصریٰ کو حکومت دمشق کا ولی عہد مقرر کیا تھا چنانچہ وہ وہاں پہنچا اور دمشق کا بادشاہ بن گیا۔ شام کے دیگر حکام نے اس کے ساتھ بھی کامل کے خلاف محاذ قائم رکھا جیسا کہ اشرف کے زمانے میں انہوں نے یہ محاذ قائم کیا تھا۔ البتہ حاکم حماۃ اس حلقہ سے نکل گیا تھا اور اب وہ کامل کی حمایت کرتا تھا۔

دمشق پر چڑھائی

چنانچہ کامل نے فوج لے کر دمشق کی طرف پیش قدمی کی اور اس نے دمشق کا سخت محاصرہ کیا یہاں تک کہ صلح کے بعد صالح اسماعیل نے دمشق کامل کے سپرد کر دیا۔ کامل نے اس کی بجائے اسے بعلبک کا علاقہ عطا کیا اور خود اشرف کی باقی ساری مملکت پر قابض ہو گیا اس کے بعد ایوبی خاندان کے تمام حکام اس کے مطیع و فرمانبرداروں میں شامل ہو گئے۔

کامل بن عادل کا انتقال

اشرف کے انتقال کے چھ ماہ کے بعد کامل بن عادل حاکم دمشق و مصر و الجزیرہ کا ۶۳۵ھ میں بمقام دمشق انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ہر حاکم اپنے اپنے علاقے میں چلا گیا۔ مظفر حماۃ چلا گیا اور ناصر نے الکرک کی راہ لی۔

مصر و شام کی آزاد مملکت

اس کے بیٹے عادل ابوبکر کے ہاتھ پر مصر میں حکومت کی بیعت کی گئی اور اس کی فوج نے دمشق میں اس کے چچا مودود بن عادل کے بیٹے جواد یونس کو دمشق میں اس کا نائب حاکم مامور کیا۔ اس دوران ناصر داؤد نے فوج لے کر دمشق کی حکومت پر قبضہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی لیکن جواد یونس نے اس کا مقابلہ کر کے اس کو شکست دے دی پھر وہ دمشق کا خود مختار بادشاہ بن گیا اور اس نے مصر کے بادشاہ عادل بن کامل کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا۔

دمشق کی حکومت

پھر صالح ایوب نے اس کے ساتھ یہ خط و کتابت کی کہ وہ دمشق کی حکومت اس کے حوالے کر دے اس کے بدلے میں صالح اسے ان مشرقی علاقوں (الجزیرہ وغیرہ) کی حکومت دے دے گا جو اس کے باپ نے اسے دی تھی (چنانچہ اس تبادلہ پر دونوں تیار ہو گئے) اور صالح ۶۳۶ھ میں دمشق کا حاکم بن گیا۔ اس کے بعد یونس نے جا کر اس کے مشرقی شہروں کی حکومت سنبھال لی اور ان مشرقی علاقوں پر وہ حکومت کرتا رہا یہاں تک کہ حاکم موصل لولو نے اس کے علاقوں پر حملہ کر کے ان پر قبضہ کر لیا۔ البتہ صالح بدستور دمشق پر حکومت کرتا رہا۔

یونس جواد کا انجام

لولو نے جواد یونس سے جب اس کے علاقے چھین لیے تو وہ جنگل بیابانوں میں سے ہوتا ہوا غزہ پہنچا تو صالح نے اسے وہاں داخل ہونے سے روکا تو وہ فرنگیوں کے شہر عکا میں داخل ہو گیا (فرنگیوں نے اسے پکڑ لیا اور) حاکم دمشق صالح اسماعیل کے ہاتھ اسے قید کر کے موت کے گھاٹ اتروا دیا۔

جلال الدین خوارزم شاہ کا انجام

(اس سے قبل) تاتاری آذربائیجان پر قابض ہو چکے تھے انہوں نے جلال الدین خوارزم شاہ کو شکست دے کر اسے ۶۲۸ھ میں قتل کر دیا تھا[1] اس کے قتل کے بعد اس کی فوج اور ان کے افسر ادھر ادھر منتشر ہو گئے اور مختلف مقامات کی جانب چلے گئے۔ ان کی اکثریت بلاد روم منتقل ہو گئی تھی اور اس کے بادشاہ علاؤ الدین کیقباد نے اپنے علاقے میں ان کو سکونت کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

کیقباد کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا کیخسرو بادشاہ ہوا تو وہ ان خوارزمی فوج سے بدگمان ہو گیا۔ اس نے ان کے سپہ سالاروں کو گرفتار کر لیا اور باقی وہاں سے فرار ہو گئے اور مختلف علاقوں میں فساد پھیلانے لگے۔ (اس پر) صالح ایوب حاکم سنجار نے اپنے باپ کامل حاکم مصر سے اس بات کی اجازت مانگی کہ وہ ان (خوارزمی فوج) کو اپنے ہاں ملازم رکھ لے تاکہ ملک ان کے نقصانات (فتنہ و فساد) سے محفوظ رہے (اس نے اجازت دے دی) اور یہ تمام خوارزمی فوج اس کے پاس چلی گئی۔ اس نے ان کو تنخواہ پر رکھ لیا۔

۶۳۵ھ میں جب کامل کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے صلح و امن کو پس پشت ڈالا اور باہر نکل کر فتنہ و فساد برپا کرنے لگے۔ اس پر لولو (حاکم موصل) نے سنجار پر چڑھائی کی اور صالح کا محاصرہ کر لیا۔ چنانچہ صالح نے خوارزمی فوج کو بڑے پیار سے قابو میں لیا اور انہیں حران اور رہا...... اسے کا علاقہ دے دیا۔ پھر انہیں اپنی فوج میں شامل کر کے لولو (حاکم موصل) کا مقابلہ کیا اور اسے شکست دے کر اس کے میمون

۱۔ یہ واقعات اس دور کے ہیں جب صالح ایوب سنجار اور مشرقی شہروں کا حاکم تھا لیکن مورخ ابن خلدون نے ان کا تذکرہ اس کے دمشق کا حاکم بننے کے بعد کیا ہے ۶۲۸ھ کے بعد کے واقعات ہیں اس کے بعد صالح ایوب ۶۳۶ھ میں دمشق کا حاکم ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے یہ ترتیب غلط ہو گئی ہے۔ (مترجم)

میں لوٹ مار کی۔

دمشق پر قبضہ

اپنے باپ (کامل) کے بعد عادل ثانی جب مصر کا حاکم ہوا تو وہاں کے ارکان سلطنت نے اسے پسند نہ کیا جب انہیں یہ اطلاع ملی کہ صالح ایوب دمشق کا حاکم ہو گیا ہے تو ارکان سلطنت نے اسے مصر کا بادشاہ بنانے کے لیے بلوایا' (تو اس نے یہ بات منظور کر لی) اس نے اپنے چچا صالح اسماعیل کو بعلبک سے بلوایا تاکہ وہ بھی اس کے ساتھ روانہ ہو لیکن اس نے آنے سے معذرت کر دی۔ اس لیے صالح ایوب خود ہی فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس نے دمشق پر اپنا جانشین اپنے بیٹے مغیث فتح الدین عمر کو مقرر کیا۔

دمشق سے صالح ایوب جب روانہ ہو گیا تو اس کے بعد اس کا چچا صالح اسماعیل اس کی مخالفت میں فوج لے کر دمشق پہنچا' اس کے ساتھ حاکم حمص شیرکوہ بھی تھا' وہاں پہنچ کر اس نے دمشق پر قبضہ کر لیا اور اس کے بیٹے مغیث فتح الدین کو گرفتار کر لیا۔ جب صالح ایوب نابلس پہنچا تو اسے یہ خبر ملی تو فوری طور پر اس کی فوجیں اسے چھوڑ کر بھاگ گئیں۔ جب وہ نابلس میں داخل ہوا تو ناصر داؤد نے الکرک سے آ کر اسے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا۔

بیت المقدس پر قبضہ

اس کے بھائی عادل (حاکم مصر) نے پیغام بھیجا (کہ اسے اس کے پاس بھیج دیا جائے) لیکن داؤد نے اسے اس کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا پھر ناصر داؤد فوج لے کر بیت المقدس پہنچا اور اس نے اسے فرنگیوں کے قبضے سے چھڑا لیا۔ اس کے بعد اس نے قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

حاکم حمص کا انتقال

۶۳۶ھ میں (شیرکوہ اعظم کے پوتے) مجاہد کبیر شیرکوہ بن محمد بن شیرکوہ حاکم حمص کا انتقال ہو گیا۔ وہ ۶۰۱ھ میں حمص کا حاکم بنا تھا' اس کے بعد اس کا بیٹا ابراہیم حاکم بنا اور منصور کے لقب سے شہرت پائی۔

مصر کی حکومت

بیت المقدس کی فتح کے بعد ناصر داؤد جب واپس آیا تو اس نے صالح نجم الدین ایوب کو قید سے رہا کر دیا۔ رہائی کے بعد اس کے موالی اس کے پاس پہنچ گئے۔ اس دوران مصر میں عادل کے خلاف جب ارکان سلطنت کی بے چینی بڑھتی گئی تو انہوں نے صالح سے پھر خط و کتابت کی اور اسے بادشاہ بنانے کے لیے بلوایا' چنانچہ وہ ناصر داؤد کے ساتھ فوج لے کر روانہ ہوا۔ جب وہ غزہ کے مقام پر پہنچا تو عادل (حاکم مصر) نے فوج لے کر بلبیس کی طرف پیش قدمی کی۔ اس نے اپنے چچا صالح اسماعیل کو دمشق پیغام بھجوایا کہ وہ اس کے بھائی عادل کے خلاف اس کی مدد کرے۔ چنانچہ وہ دمشق سے فوج لے کر غور کے مقام پر پہنچ گیا۔

اسی دوران عادل کے موالی نے اس کے خیمے میں اس پر حملہ کر دیا' اس گروہ کی قیادت ایبک الاسمر کر رہا تھا۔ انہوں نے عادل کو گرفتار کر لیا اور ملک صالح ایوب کو جلد آنے کا پیغام بھیجا۔ چنانچہ وہ ناصر داؤد حاکم الکرک کے ساتھ وہاں پہنچا اور ۶۳۷ھ میں قلعہ مصر میں داخل ہو کر حکومت کا انتظام سنبھال لیا۔ پھر ناصر داؤد کو اس کے بارے میں شک و شبہ ہوا تو اس نے اپنے علاقہ الکرک کی طرف واپسی اختیار کی۔

ملک صالح ایوب کا دور حکومت

اس کے بعد ان امراء سے صالح ایوب بھی ناراض ہو گیا جنہوں نے اس کے بھائی پر حملہ کیا تھا۔ چنانچہ اس نے انہیں قید کر لیا' ان میں ایبک اسمر بھی شامل تھا۔ یہ واقعہ ۶۳۸ھ میں پیش آیا۔ پھر اپنے بھائی عادل (سابق حاکم مصر) کو بھی جیل میں رکھا یہاں تک کہ اس کا جیل ہی میں ۶۴۵ھ میں انتقال ہو گیا۔

دریائے نیل کے نزدیک مقیاس کے بالمقابل صالح ایوب نے ایک قلعہ تعمیر کروایا اور اسی کو اس نے اپنا ٹھکانہ بنایا۔ وہاں اس نے اپنے موالی کی ایک محافظ فوج بھی رکھی جس نے اپنے آخری دور میں بحریہ کے نام سے شہرت پائی۔

خوارزمی فوجوں کی سرکوبی

خوارزمی فوجوں نے اسی دور میں مشرقی شہروں میں خوب اودھم مچایا۔ انہوں نے دریائے فرات کو عبور کر کے حلب کا رخ کیا تو حلب کی فوجیں معظم توران شاہ بن صلاح الدین کی قیادت میں مقابلے کے لیے نکلیں۔خوارزمی فوجوں نے حلب کی فوجوں کو شکست دی اور معظم توران شاہ کو انہوں نے گرفتار کر لیا اور حاکم سمیساط صالح بن افضل کو قتل کروایا کیونکہ وہ بھی حلب کی فوجوں میں شامل تھا انہوں نے بزور شمشیر منبج پر قبضہ کر لیا اس کے بعد انہوں نے واپسی اختیار کی۔

دوبارہ پھر انہوں نے حران سے پیش قدمی کی اور رقہ کی سمت سے انہوں نے دریائے فرات کو عبور کیا اور ان شہروں میں تباہی مچا دی چنانچہ اہل حلب نے پھر فوجیں جمع کیں اور دمشق سے صالح اسماعیل نے بھی حاکم حمص منصور ابراہیم کی قیادت میں لشکر بھیجا اور ان سب نے مل کر خوارزمی فوجوں کا مقابلہ کیا تو وہ حران کی طرف چلی گئیں پھر ان کی دوبارہ ان فوجوں سے لڑائی ہوئی تو شکست کھائی اور حلب کی فوجوں نے حران، رہا، سروج، رقہ، راس عین اور ان کے متعلقہ علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ جب معظم توران شاہ رہا ہو گیا تو حاکم موصل لؤلؤ نے اسے حلب کے لشکر کی جانب بھیجا پھر حلب کا لشکر آمد کی طرف روانہ ہوا انہوں نے معظم توران شاہ کا محاصرہ کیا اور اس پر قابو پا کر آمد پر قابض ہو گئے۔

وہ قلعہ کیفا میں مقیم رہا۔ جب اس کے باپ کا مصر میں انتقال ہو گیا تو اسے اس کی بادشاہت دینے کے لیے بلایا گیا۔ چنانچہ جب وہ مصر روانہ ہوا تو اس نے اپنے بیٹے موحد عبداللہ کو کیفا کا حاکم مقرر کیا جو وہاں اس وقت تک حکومت کرتا رہا جب کہ تاتاری شام کے شہروں پر قبضہ کر چکے تھے۔

۶۴۰ھ میں خوارزمی فوجیں مظفر غازی حاکم میافارقین کے ساتھ حاکم حلب سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوئیں، ان کے ساتھ حاکم حمص منصور ابراہیم بھی تھا۔ اس جنگ میں ان کو شکست ہوئی ان فوجوں نے ان کے دیہاتی علاقوں میں لوٹ مار کی۔

حلب کے حکمران

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ ظاہر غازی اپنے باپ کے انتقال کے بعد حلب کا حاکم ہو گیا تھا پھر اس کا بھی ۶۳۴ھ میں انتقال ہو گیا اس وقت وہاں کے ارکان سلطنت نے اس کے بیٹے ناصر یوسف کو اس کی دادی صفیہ خاتون بنت عادل کی زیر نگرانی حاکم نامور کیا۔ اسی خاتون کی نگرانی میں لؤلؤ ارمنی، اقبال خاتونی اور عز الدین بن مجلی، سلطنت کے منتظمین مقرر ہوئے وہ خوارزم کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے فوجیں تیار کرتی رہیں اور شہروں کو فتح کرتی رہی یہاں تک ۶۴۰ھ میں اس کا انتقال ہو گیا اس کے بعد ناصر یوسف خود مختار حاکم ہو گیا تاہم وہ انتظام سلطنت میں اقبال خاتونی کے مشوروں پر عمل کیا کرتا تھا۔

علماء کرام کا احتجاج

صالح ایوب کی مصر روانگی کے دوران ۶۳۶ھ میں صالح اسماعیل بن عادل نے دمشق پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد صالح ایوب کو الکرک میں قید کر دیا گیا تھا تاہم وہ ۶۳۷ھ میں مصر کا بادشاہ ہو گیا تھا لیکن صالح اسماعیل اور صالح ایوب کے درمیان جھگڑا قائم رہا۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ حاکم دمشق صالح اسماعیل نے حاکم مصر صالح ایوب کے خلاف فرنگیوں سے امداد مانگی اور اس کے صلے میں وہ انہیں قلعہ شقیف اور صفد دینے کے لیے راضی ہو گیا اور اس تجویز کو عملی جامہ بھی پہنا دیا گیا لیکن اس کے زمانے کے علماء نے اس کی تجویز کو سخت ناپسند کیا۔ چنانچہ (اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے مشہور عالم) عز الدین بن عبدالسلام شافعی دمشق سے چلے گئے اور مصر پہنچ گئے جہاں صالح ایوب نے انہیں مصر کا قاضی نامور کیا۔ ان کے بعد (شام کے بہت بڑے عالم اور مصنف) جمال الدین بن الحاجب المالکی بھی (دمشق سے) نکل کر الکرک چلے گئے اور وہاں سے اسکندریہ پہنچے جہاں ان کا انتقال ہو گیا۔

مصری اور شامی افواج میں جنگ

اس کے بعد شام کے حکام صالح ایوب کے خلاف اکٹھے ہوئے اس اتحاد میں اسماعیل صالح حاکم دمشق' ناصر یوسف حاکم حلب اور اس کی دادی صفیہ خاتون' ابراہیم المنصور بن شیرکوہ حاکم حمص شریک تھے۔ حاکم حماۃ مظفر ان کے خلاف تھا کیونکہ وہ نجم الدین ایوب کا حمایتی تھا۔ یہ اتحاد کچھ مدت تک برقرار رہا پھر ان حکام نے صلح کرنی چاہی' اس کے لیے یہ شرط رکھی گئی کہ حاکم دمشق نجم الدین ایوب کے بیٹے فتح الدین عمر کو رہا کر دے جسے دمشق میں نظر بند رکھا گیا تھا۔

اس شرط کو حاکم دمشق نے منظور نہ کیا چنانچہ دوبارہ اختلافات پیدا ہو گئے۔ بالآخر ناصر داؤد حاکم الکرک نے اسماعیل صالح حاکم دمشق کے ساتھ مل کر لشکر کشی کی۔ انہوں نے فرنگیوں سے بھی فوجی امداد مانگی اور اس کے بدلے میں اسماعیل صالح نے انہیں بیت المقدس دے دیا۔ اس نے خوارزمی فوجوں سے بھی امداد مانگی چنانچہ وہ تیار ہو کر غزہ میں جمع ہوئے۔

شامیوں کی شکست

اس کے بعد نجم الدین نے اپنے آزاد کردہ غلام بیبرس کے ساتھ فوجوں کو بھیجا چونکہ وہ بھی اس کے ساتھ قید تھا اس لیے وہ اس کا احسان مند تھا۔ وہ خوارزمی فوجوں کے ساتھ مقابلہ کرتی رہیں۔ مصری فوجیں منصور ابراہیم بن شیرکوہ کے ساتھ پہنچیں انہوں نے عکا کے فرنگیوں کا مقابلہ بھی کیا۔ آخر میں فتح مصری فوجوں اور خوارزمیوں کو حاصل ہوئی انہوں نے دشمن کی فوجوں کا دمشق تک تعاقب کیا اور وہاں پہنچ کر صالح اسماعیل کا محاصرہ کر لیا۔ جب وہ محاصرہ سے تنگ آ گیا تو اس نے صلح کی درخواست پیش کی اور وہ اس بات پر تیار ہو گیا کہ وہ بعلبک' بصرہ اور ان کے دیہاتی علاقوں کے بدلہ میں دمشق سے دستبردار ہو جائے گا۔

مصالحت

اس تجویز کو صالح ایوب نے منظور کر لیا۔ چنانچہ اسماعیل ۶۴۸ھ میں دمشق سے نکل کر بعلبک چلا گیا۔ صالح ایوب نے پہلی صلح ہی میں یہ شرط رکھی تھی کہ اسماعیل حسام الدین علی بن ابوعلی الهدبانی کو جو دمشق میں اس کے پاس قید ہے' رہا کر دے گا۔ چنانچہ اسے رہا کر دیا گیا اور صالح ایوب نے اسے دمشق کا نائب حاکم مامور کیا اور وہ دمشق پر حکمرانی کرنے لگا۔ ابراہیم المنصور حمص چلا گیا۔ حاکم حماۃ اس سے سلمیہ کا علاقہ چھین کر خود اس پر قابض ہو گیا تھا۔

خوارزمیہ کا خاتمہ

(حاکم دمشق) علی الهدبانی سے خوارزمی فوج کے امراء جاگیروں اور ملازمتوں کی تقرری کے بارے میں بہت جھگڑتے اور اختلاف کرتے رہے وہ اس سے ناراض ہو گئے چنانچہ صالح اسماعیل نے انہیں دمشق پر حملہ کرنے کے لیے اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس حملہ میں اس کے ساتھ حاکم الکرک ناصر داؤد بھی شریک تھا۔ علی ہدبانی نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اس کے علاوہ نجم الدین ایوب نے حاکم حلب یوسف ناصر سے خوارزمیہ کی سرکوبی کے لیے امداد مانگی چنانچہ وہ اپنی فوجوں کو لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ حاکم حمص ابراہیم بن شیرکوہ بھی اپنی فوجوں کے ساتھ شریک ہوا۔ انہوں نے دمشق کے نزدیک ۶۴۴ھ میں خوارزمیہ کو شکست دی اور ان کے سردار حسام الدین برکت خاں کو قتل کر دیا۔ جو باقی رہ گئے تھے وہ اپنے دوسرے سردار کشلو خاں کے ساتھ بھاگ گئے اور تاتاریوں کے پاس پہنچ کر ان کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ شام کے علاقوں سے ان کا خاتمہ ہو گیا۔

اسماعیل صالح (سابق حاکم دمشق) بھی ان خوارزمیہ کے ساتھ تھا۔ اس نے حاکم حلب ناصر یوسف سے پناہ مانگی چنانچہ اس نے اسے نجم الدین ایوب کی سزا سے بچا لیا لیکن حسام الدین الهدبانی نے فوج کشی کر کے پناہ دے کر اس کے علاقے بعلبک پر قبضہ کر لیا اور اسماعیل صالح کی اولاد و عیال اور اس کے وزیر ناصر الدین یغمور کو نجم الدین ایوب کے پاس بھیج دیا جس نے ان تمام کو مصر میں قید رکھا۔ پھر حاکم حلب ناصر یوسف کی فوجوں نے الجزیرہ کی طرف پیش قدمی کی۔ انہوں نے حاکم موصل لولو سے جنگ کی اور اسے شکست دی۔ ناصر نے نصیبین' دارا اور قرقیسیا پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اس کی فوجوں نے حلب کی طرف واپسی کی۔

عسقلان اور طبریہ پر قبضہ

صالح ایوب (حاکم مصر) نے حسام الدین الہدبانی (حاکم دمشق) کو بلا بھیجا اور اس کی جگہ جمال الدین بن مطروح کو (دمشق کا) حاکم بنایا اس کے بعد ۶۴۵ھ میں خود دمشق روانہ ہوا اور مصر کی حکومت حسام الدین ہدبانی کے حوالے کی۔ جب وہ دمشق پہنچا تو اس نے فخر الدین بن الشیخ کی قیادت میں فوجیں عسقلان اور طبریہ بھیجیں اور کافی مدت تک ان دونوں شہروں کا محاصرہ کر کے اس نے انہیں فرنگیوں کے قبضے سے چھین لیا

صالح ایوب جب دمشق میں تھا تو اس کے پاس وفد لے کر منصور حاکم حماۃ آیا۔ اس کا باپ مظفر ۶۲۳ھ میں انتقال کر گیا اور اس کے بجائے اس کا بیٹا منصور حاکم بنا جس کا نام محمد تھا۔ اس کے پاس اشرف موسیٰ حاکم حمص بھی ملاقات کے لیے آیا۔ اس کا باپ بھی ۶۴۴ھ میں دمشق میں انتقال کر گیا تھا جبکہ وہ مصر' صالح ایوب سے ملاقات کرنے کے لیے جا رہا تھا۔ اس وقت حمص میں اس کا بیٹا مظفر الدین موسیٰ مقیم تھا' جس کا لقب اشرف تھا۔

حمص پر چڑھائی

حلب کی افواج نے ۶۴۶ھ میں لولو ارمنی کی قیادت میں حمص کا محاصرہ دو ماہ تک کیا اور اسے موسیٰ اشرف کے قبضہ سے چھڑا لیا اور اس کے عوض میں اسے حلب کا ایک قلعہ تل باشر دے دیا جو رحبہ اور تدمر کے علاوہ تھا کیونکہ یہ دونوں مقامات حمص کے ساتھ موسیٰ اشرف کی عملداری میں شامل تھے۔

اس بات پر صالح بہت آگ بگولا ہوا۔ اور اس نے مصر سے دمشق کی طرف لشکر کشی کی اور حسام الدین ہدبانی اور فخر الدین بن الشیخ کی قیادت میں حمص کا محاصرہ کرنے کے لیے فوجیں روانہ کیں۔ انہوں نے کافی عرصہ تک اس شہر کا محاصرہ کیا پھر خلیفہ مستعصم کا قاصد صالح ایوب کے پاس ان کی سفارش لے کر آیا چنانچہ اس نے وہاں سے اپنی فوجیں واپس بلا لیں اور دمشق کا حاکم جمال الدین یغمور کو مامور کیا اور جمال الدین بن مطروح کو برطرف کر دیا۔

فرانسیسیوں کی آمد

فرانسیسی فرنگیوں کی بڑی قوم ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ افرنج کا لفظ اصل میں افرنس تھا جب عربوں نے اس لفظ کو معرب بنایا تو سین کے حرف کو جیم میں تبدیل کر دیا۔ اس ملک کا شہنشاہ اپنے زمانے کا ایک عظیم بادشاہ تھا' اسے ای افرنس (ریوادر فرنس) کہا جاتا تھا۔ ان کی زبان میں ای بادشاہ کو کہا جاتا ہے۔

شہنشاہ فرانس کی چڑھائی

سواحل شام پر چڑھائی کرنے کا شہنشاہ فرانس نے پروگرام بنایا اور جیسا کہ اس سے پیشتر دیگر فرنگی بادشاہوں نے لشکر کشی کی تھی اس نے بھی فوج کے ساتھ پیش قدمی کی۔ اس کی سلطنت کافی وسیع اور مضبوط ہو گئی تھی اس لیے وہ پچاس ہزار سے زیادہ جنگجو سپاہیوں کو لے کر بحری جہازوں پر سوار ہو کر روانہ ہوا پھر وہ ۶۴۷ھ میں دریا عبور کر کے دمیاط پہنچا۔ وہاں بنو کنانہ تھے جنہیں صالح ایوب نے دمیاط کی حفاظت کے لیے بسایا ہوا تھا۔ جب انہوں نے فرنگیوں کا عظیم لشکر دیکھا جس کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتے تھے تو انہوں نے وہاں سے راہ فرار اختیار کی اور شہنشاہ فرانس آسانی سے دمیاط پر قابض ہو گیا۔ یہ خبر صالح ایوب کو اس وقت ملی جبکہ وہ خود تو دمشق میں تھا لیکن اس کی فوجیں دمشق کا محاصرہ کر رہی تھیں چنانچہ اس نے مصر کی طرف واپسی کا حکم دیا اور اپنے سپہ سالاروں کو فوج دے کر پہلے بھیجا اور وہ خود بعد میں پہنچا۔ وہ منصورہ کے مقام پر مقیم ہوا۔ راستہ میں اسے شدید بخار ہو گیا۔

الکرک پر قبضہ

صالح ایوب اور اس کے چچا زاد بھائی ناصر داؤد بن المعظم کے مابین زبردست دشمنی تھی۔ ناصر داؤد نے اسے قلعہ الکرک میں ایک مرتبہ نظر بند کر دیا تھا' چنانچہ جب صالح ایوب کو دمشق کی حکومت حاصل ہوئی تو اس نے اپنے سپہ سالار فخر الدین یوسف ابن الشیخ کی قیادت میں فوجیں الکرک کے محاصرے کے لیے روانہ کیں۔ اسے اس سے قبل اس کے بھائی عادل نے قید کر رکھا تھا۔ صالح ایوب نے اسے رہا کر کے خانہ نشین بنا دیا تھا۔ اس کے بعد اس نے اسے فوجیں دے کر الکرک کے محاصرہ کے لیے روانہ کیں چنانچہ وہ ۶۴۴ھ میں وہاں پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا اور وہاں کے تمام علاقے پر قابض ہو کر اسے تباہ و برباد کر دیا تھا۔

اپنا ذخیرہ اور سازوسامان ناصر داؤد نے خلیفہ مستعصم کے پاس (بغداد) بھیج دیا تھا اور خود حاکم حلب ناصر یوسف کے پاس پناہ لے لی تھی حلب جانے سے پیشتر اس نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے عیسیٰ کو المعظم کا لقب دے کر الکرک کا حاکم مامور کیا تھا۔ اس تقرری پر اس کے دونوں بڑے بھائی امجد حسن اور ظاہر شادی بہت ناراض ہوئے چنانچہ انہوں نے اپنے بھائی عیسیٰ کو گرفتار کر لیا اور ۶۴۶ھ میں جبکہ صالح ایوب منصورہ کے مقام پر فرنگیوں کا مقابلہ کر رہا تھا' وہ دونوں بھائی اس کے پاس آئے (اور اسے الکرک دینے کی پیشکش کی) چنانچہ صالح نے ان سے الکرک اور شوبک کا قبضہ لے لیا اور ان دونوں قلعوں کا حاکم بدر الصوری کو مامور کیا اور ان دونوں بھائیوں کو مصر میں جاگیریں عطا کیں۔

مملکت ایوبی کا زوال

ملک صالح کا انتقال

فرنگیوں کے سامنے منصورہ میں جب صالح نجم الدین بن کامل نے جنگی محاذ قائم کیا ہوا تھا تو اس کا ۶۴۷ھ میں انتقال ہو گیا۔ ارکان سلطنت نے فرنگیوں کے خوف سے اس کی موت کی خبر کو چھپائے رکھا۔ اس موقع پر اس کی ام ولد شجرۃ الدر نے مملکت کا انتظام سنبھالا اور امرائے سلطنت کو اکٹھا کر کے ان سے مشورہ کیا اور مصر کے نائب حاکم حسام الدین ہدبانی کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ اس نے امراء اور حکام کو اکٹھا کر کے ان کا حوصلہ بڑھایا اور ان سے اطاعت کا حلف اٹھوایا۔ اس کے بعد اس نے اتابک فخر الدین بن الشیخ کے ذریعے معظم توران شاہ بن صالح کو خبر پہنچائی اور اسے اس کے دارالحکومت قلعہ کیفا سے بلوایا' اس کے بعد صالح کے انتقال کی خبر ہر طرف پھیل گئی اور فرنگیوں کو بھی اس کی خبر ہو گئی۔

خونریز جنگ

اس کے بعد فرنگی مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے پر جوش و خروش کے ساتھ تیار ہو گئے اور وہ مسلسل مسلمانوں کے جنگی محاذ میں داخل ہو گئے اور مسلمانوں کو شکست دی۔ اس جنگ میں اتابک فخر الدین شہید ہوا۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پلٹ کر حملہ کرنے کا موقع دیا جس کے نتیجہ میں فرنگیوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

اس دوران معظم توران شاہ بھی قلعہ کیفا میں تین ماہ سے زیادہ حکومت کرنے کے بعد مصر پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کو حاکم ماننے پر متفق ہو گئے پھر انہوں نے فرنگیوں کے ساتھ زبردست جنگ کی اور ان کے بحری بیڑے دشمن کے بحری بیڑوں پر غالب آ گئے۔ فرنگیوں نے دمیاط سے اس شرط پر چلے جانے کا ارادہ کیا کہ انہیں اس کے عوض میں بیت المقدس کا علاقہ دے دیا جائے۔ مسلمانوں نے اس شرط کو قبول نہ کیا بلکہ ان کے فوجی دستے ان کے محاذ پر مختلف مقامات پر حملے کرتے رہے اور جب وہ واپس جانے لگے تو مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا جس سے گھبرا کر انہوں نے اپنی ہار مان لی۔

جنگ کا نتیجہ

فرانس کے شہنشاہ فرنس کو گرفتار کر لیا گیا اور اس کی فوج کے تیس ہزار سے زائد افراد مارے گئے۔ شہنشاہ فرانس کو ایک ایسے گھر میں

قید کیا گیا جو "فخر الدین بن سقمان کے گھر" کے نام سے مشہور تھا اور اس کی نگرانی کے لیے ایک خادم صبیح المعظمی تعینات تھا۔ اس کے بعد معظم توران شاہ نے مسلمانوں کے لشکر کو لے کر مصر کی طرف واپسی کی۔

غلاموں کی ایک سازشی جماعت بھی معظم توران شاہ قلعہ کیفا سے اپنے ساتھ لایا تھا جنہوں نے اس کے باپ کے موالی پر غلبہ پالیا تھا انہوں نے ان موالی کو بالکل نظر انداز کر کے ان کا رتبہ کم کر دیا تھا۔

بحریہ موالی

(اس کے باپ) صالح ایوب کے موالی کی ایک جماعت تھی جو بحریہ کہلاتی تھی اس نے انہیں اس مقام پر آباد کیا تھا جو دریا کے نزدیک مقیاس کے بالکل سامنے اس نے تعمیر کرایا تھا۔ یہ جماعت اس کی مطیع اور فرمانبردار تھا۔ ان کا سردار بیبرس تھا۔ یہ وہ شخص تھا جسے صالح ایوب نے فوج دے کر ان خوارزمیہ کے مقابلے کے لیے بھیجا تھا جنہوں نے اس کے چچا صالح اسماعیل حاکم دمشق کے ساتھ مل کر حملہ کیا تھا۔ اس کا بیان پہلے کیا جا چکا ہے۔

پہلے یہ لوگ دشمن کے ساتھ شامل تھے لیکن صالح نے انہیں اپنی طرف مائل کر کے اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا اور انہوں نے اس کی فوجوں کے ساتھ مل کر دمشق کی فوجوں اور فرنگیوں پر حملہ کیا تھا اور ان تمام کو شکست دی تھی اس کے بعد انہوں نے دمشق کا محاصرہ کر کے صالح کی طرف سے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔

بیبرس صالح سے ناراض ہو گیا بالآخر اس نے ۶۴۴ھ میں اسے پناہ دی اور وہ مصر آ گیا۔ صالح نے اسے اس کی چند حرکتوں پر قید میں ڈال دیا تھا اور پھر اسے رہائی دے دی گئی۔

قلاون صالحی بھی صالح کے خاص افراد میں شامل تھا جو عادل کے غلام علاؤ الدین قراسنقر کے موالی میں سے تھا اس کا آقا ۶۴۵ھ میں وفات پا گیا تھا چنانچہ ملک صالح نے قلاون کو ولاء (غلامی سے آزاد ہونے کے بارے میں) کے حکم کے مطابق اس کا وارث بنا دیا تھا۔

قتل کی سازش

ایبک ترکمانی اور اقطای جامدار وغیرہ بھی ملک صالح کے خاص افراد تھے' وہ اس بات سے سخت خفا ہو گئے کہ معظم توران شاہ نے اپنے مخصوص افراد کو ان پر مسلط کر دیا تھا اور وہ ان پر حکومت کرتے تھے چنانچہ انہوں نے بغاوت کر دی اور معظم توران شاہ کو اچانک قتل کر دینے کی سازش تیار کی۔

معظم توران شاہ کا انجام

فرنگیوں کی شکست کے بعد معظم توران شاہ منصورہ سے مصر واپس آ رہا تھا جب وہ برج کے پاس ہو کر بحری جہاز پر سوار ہونے والا تھا کہ مذکورہ بالا موالی نے اس پر حملہ کر دیا۔ بیبرس تلوار لے کر اس پر حملہ کرنے کے لیے دوڑا تو وہ برج کی جانب بھاگا انہوں نے برج کو آگ لگا دی تو وہ سمندر کی طرف دوڑا لیکن باغیوں نے اس پر تیر چلائے تو وہ سمندر کے پانی میں کود گیا اور تلوار اور پانی کی کشمکش میں وہ ہلاک ہو گیا۔ اس نے صرف دو ماہ مصر پر حکمرانی کی۔

مصر کی ملکہ

توران شاہ کو جن لوگوں نے قتل کیا تھا انہوں نے متفق ہو کر ام خلیل شجرۃ الدر کو مصر کی ملکہ بنا دیا۔ وہ صالح ایوب کی بیوی اور اس کے بیٹے خلیل کی ماں تھی جو اس کی زندگی ہی میں وفات پا گیا تھا۔ چنانچہ اس نے ام خلیل کے نام سے شہرت پائی (جب وہ مصر کی ملکہ بن گئی تو) اس کے نام کا خطبہ منبروں پر پڑھا جانے لگا اور اس کا نام سکہ پر بھی کندہ تھا اور سرکاری فرمانوں پر بھی اس کے نام کی علامت شامل ہو گئی۔ چنانچہ ام خلیل کا نشان ان پر درج ہونے لگا۔ فوج کا سپہ سالار عز الدین جاشنگیر ایبک ترکمانی کو مقرر کیا گیا۔

دمیاط پر قبضہ

مملکت کے انتظامات جب ٹھیک ہو گئے تو شہنشاہ فرانس فرنیس نے مطالبہ کیا کہ دمیاط کا شہر اس سے حاصل کر کے اسے قید سے رہا کر

جائے۔ چنانچہ مسلمان اس پر ۶۴۸ھ میں قابض ہو گئے اور فرنیس رہا ہو کر بحری راستے سے عکا روانہ ہو گیا۔ یہ عظیم فتح تھی جو مسلمانوں نے فرنگیوں پر حاصل کی۔ چنانچہ شعراء میں اس سلسلے میں منظوم مقابلے ہوئے ان میں سے جمال الدین بن مطروح (سابق نائب حاکم دمشق کے یہ اشعار اب تک زبان زد خواص و عام ہیں۔

۱۔ تم جب فرنیس (شاہ فرانس) کے پاس جاؤ تو تم اس فصیح البیان خوش گو شاعر کا پیغام پہنچا دو۔ ۲۔ اللہ تمہارا بھلا کرے کہ تمہاری وجہ سے یسوع مسیح کی پرستش کرنے والے اس قدر افراد مارے گئے۔ ۳۔ تم مصر کا ملک حاصل کرنے کے ارادے سے آئے تھے اور تم سمجھ رہے تھے کہ طبلہ میں محض ہوا بھری ہوئی ہے۔ ۴۔ تمہاری موت تمہیں ایسے اندھیرے قید خانے میں لے آئی جہاں تمہیں وسیع دنیا بھی تنگ نظر آئی۔ ۵۔ تم نے اپنی کم عقلی کے باعث اپنے تمام ساتھیوں کو قبروں میں دفن کروا دیا۔ ۶۔ وہ (تعداد میں) پچاس ہزار تھے لیکن وہ سب یا تو مارے گئے یا زخمی ہو گئے اور قیدی بنا لیے گئے۔ ۷۔ اللہ تمہیں ایسی باتوں کی توفیق دیا کرے تاکہ ہم تمہارے شر سے (تمام فرنگیوں کو قتل کر کے) نجات حاصل کریں۔ ۸۔ ان فرنگیوں سے کہہ دو کہ اگر وہ دوبارہ یہاں (مصر میں) آنے کا خفیہ ارادہ رکھتے ہوں۔ وہ انتقام لینے کے لیے آنا چاہیں یا کسی اور برے ارادے سے آ جائیں۔ ۹۔ تو سمجھ لو کہ ابن لقمان کا گھر (جہاں فرنیس قید تھا) ابھی تک باقی ہے اور بیڑیاں بھی باقی ہیں اور (فرنیس شاہ فرانس کی نگرانی کرنے والا) خصی خادم صبیح بھی موجود ہے۔

آخری شعر میں طواشی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اہل مشرق کی زبان میں یہ خصی (خواجہ سرا) کو کہا جاتا ہے اور اسے خادم کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔

فتح الدین عمر

معظم توران شاہ کے قتل کے بعد جب امراء نے صالح ایوب کی بیوی شجرۃ الدر کو مصر کی ملکہ بنایا تو شام میں خاندان ایوبی حکام کو یہ بات بری معلوم ہوئی۔ اس زمانے میں الکرک اور شوبک کا حاکم بدر الدین الصوابی تھا اسے صالح ایوب نے حاکم مامور کیا تھا اور اس کے پاس اپنے بھتیجے فتح الدین عمر بن عادل کو قید کر رکھا تھا۔ چنانچہ (ان حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے) اس نے اسے قید سے رہا کر دیا اور اس کی اطاعت تسلیم کر لی۔

دمشق کی حکومت

جمال الدین بن یغمور اس زمانے میں دمشق کا حاکم تھا اس نے وہاں کے شاہی محل کے امراء کے ساتھ متحد ہو کر حاکم حلب ناصر کو بلوانے اور اسے دمشق کا بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا چنانچہ ناصر الدین دمشق آیا اور وہاں کا بادشاہ بن گیا۔ اس نے آتے ہی صالح ایوب کے موالی کی ایک جماعت کو قید میں ڈال دیا۔

موسیٰ اشرف کی تقرری

مصر میں جب یہ اطلاع پہنچی تو وہاں کے لوگوں نے ملکہ شجرۃ الدر کو برطرف کر دیا اور موسیٰ اشرف بن مسعود بن الکامل کو بادشاہ مصر بنا دیا۔ یہ وہ شخص ہے جس کا بھائی یوسف اطسز اپنے باپ مسعود کے بعد یمن کا حاکم مامور ہوا تھا۔ اہل مصر نے موسیٰ اشرف کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسے مصر کے تخت شاہی پر بٹھایا اور ایبک ترکمانی کو اس کا اتابک مامور کیا۔

ترکوں کی بغاوت

اس کے بعد ترکوں نے غزہ میں بغاوت کر دی اور انہوں نے حاکم الکرک مغیث کی اطاعت کا اعلان کیا اس پر مصر کے ترکوں نے خلیفہ مستعصم کی اطاعت کا اعلان کیا اور انہوں نے از سر نو اشرف اور اس کے اتابک کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

ناصر یوسف کی روانگی

دمشق کا حاکم ناصر یوسف دمشق سے اپنی فوجیں لے کر مصر کی طرف روانہ ہوا۔ چنانچہ امرائے مصر نے شام کی طرف اپنی فوجیں بحریہ جماعت کے سردار اقطائی جامدار کی قیادت میں جس کا لقب فارس الدین تھا روانہ کیں۔ شام کی فوجیں اس کا لشکر دیکھ کر بھاگ اٹھیں۔

ایوبی حکام کی آمد

دمشق کے حاکم ناصر یوسف کے پاس ناصر داؤد کی کوئی شکایت پہنچی تو اس نے اسے حمص میں قید کر دیا۔ پھر اس نے خاندان بنو ایوب کے حکام کو دمشق بلایا چنانچہ مندرجہ ذیل حکام اس کے پاس دمشق پہنچے۔ ۱۔ موسیٰ اشرف حاکم حمص، رحبہ و تدمر۔ ۲۔ صالح اسماعیل بن العادل حاکم بعلبک۔ ۳۔ معظم توران شاہ بن صلاح الدین۔ ۴۔ نصر الدین بن صلاح الدین۔ ۵۔ امجد حسام الدین الناصر۔ ۶۔ طاہر شادی بن الناصر۔ ۷۔ داؤد حاکم الکرک۔ ۸۔ تقی الدین عباس بن العادل۔

شامی و مصری افواج کی جنگ

جب یہ تمام حکام دمشق میں جمع ہو گئے تو پھر ناصر یوسف حاکم دمشق نے اپنی اگلی فوج کو اپنے مولیٰ لؤلؤ ارمنی کی قیادت میں روانہ کیا۔ اس کے مقابلے کے لیے ایبک ترکمانی مصری فوجوں کو لے کر نکلا۔ اس دوران صالح اسماعیل کے بیٹوں کو جو قید تھے رہا کر دیا گیا۔ انہیں ہدبانی نے بعلبک سے گرفتار کیا تھا (انہیں اس لیے رہا کیا گیا تھا کہ) لوگ اس کے باپ کو ملزم ٹھہرائیں اور اس کے بارے میں بدگمانی پیدا ہو۔

عباسیہ کے مقام پر فریقین کے مابین مقابلہ ہوا اس میں مصری فوجوں کو شکست ہوئی شام کی فوجیں ان کے تعاقب میں روانہ ہوئیں تو ایبک نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ اس وقت ناصر کی فوجوں کے کچھ دستے بھاگ کر اس کے ساتھ شامل ہو گئے اس کے بعد ایبک نے ناصر کی فوجوں پر زبردست حملہ کیا اور ناصر کی فوجیں بھاگ اٹھیں اور ان کو شکست ہو گئی۔

(شام کے سپہ سالار) لؤلؤ کو گرفتار کر کے ایبک کے پاس لایا گیا تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ اسماعیل صالح، موسیٰ اشرف، توران شاہ معظم اور اس کے بھائی گرفتار کر لیے گئے۔ مصر کی وہ فوج جو شکست کھا کر بھاگ گئی تھی، شہر واپس آ گئی۔ ان کا تعاقب کرنے والی شام کی فوج کو جب ناصر کی شکست کی اطلاع ملی تو وہ بھی واپس چلی گئی۔ پھر ایبک مصر واپس آ گیا اور اس نے بنو ایوب کے افراد کو قلعہ میں قید کر دیا۔

صالح اسماعیل کا انجام

اس کے بعد صالح اسماعیل کے وزیر یغمور کو قتل کر دیا گیا جو اس کے بیٹوں کے ساتھ بعلبک میں قید تھا۔ صالح اسماعیل کو بھی اس کے قید خانہ میں قتل کر دیا گیا (شکست کھانے کے بعد ناصر (حاکم دمشق) نے دوبارہ دمشق سے فوجیں جمع کر کے غزہ کی طرف پیش قدمی کی۔ وہاں اس کا مقابلہ مصری سپہ سالار فارس الدین اقطای سے ہوا۔ اس نے اسے شکست دے کر غزہ پر قبضہ کر لیا اس کے بعد ناصر اور امرائے مصر کے مابین قاصدوں کا تبادلہ ہوا اور فریقین نے ۶۵۰ھ میں صلح کر لی۔ دریائے اردن، ان دونوں ملکوں کے درمیان سرحد طے ہو گئی۔

پھر ایبک نے حسام الدین ہدبانی کو رہا کر دیا تو وہ دمشق پہنچا اور ناصر کی ملازمت کر لی۔ خلیفہ مستعصم کی حاکم الکرک ناصر داؤد کے بارے میں سفارش ناصر کے پاس پہنچی کیونکہ اس نے اسے قید کیا ہوا تھا لہٰذا ناصر نے اسے رہا کر دیا۔ رہائی کے بعد ناصر داؤد نے اپنے دونوں بیٹوں امجد اور ظاہر کے ساتھ بغداد پہنچا تو خلیفہ نے اسے داخل ہونے سے روک دیا اس نے اپنی امانت مانگی تو وہ بھی نہیں دی گئی چنانچہ وہ بیرونی علاقہ میں مقیم رہا۔ پھر خلیفہ مستعصم کی سفارش پر وہ دمشق واپس آیا اور وہاں وہ ناصر کے پاس مقیم ہو گیا۔

اقطای کا انجام

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ مصر کے ترکمانی حکام نے اشرف موسیٰ بن یوسف اقسز بن الکامل کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ انہوں نے اس کے نام کا خطبہ بھی (مساجد میں) پڑھوایا اور اسے تخت شاہی پر بٹھایا جبکہ سلطنت کا انتظام ایبک کے سپرد تھا، ایبک خود مختار اور مطلق العنان بننا چاہتا تھا لیکن بحریہ جماعت کا سردار اقطای جامدار اس بارے میں اس کی مخالفت کرتا تھا اور رشک و حسد میں اس کے اختیارات کم کرانے کی کوشش کرتا تھا۔ اس لیے اس نے تین غلاموں کو (اس کو ختم کرنے پر) مامور کیا۔ چنانچہ انہوں نے شاہی محل کی کسی گلی میں اس پر اچانک اور خفیہ حملہ کر کے اسے ۶۵۲ھ میں قتل کر دیا چونکہ بحریہ کی جماعت اس کے دم سے قائم تھی اس لیے وہ منتشر ہو کر ناصر کے پاس دمشق فرار ہو گئی۔

ایبک کی حکمرانی

ایبک اب خود مختار ہو گیا تھا اس نے اشرف کو برطرف کر دیا اور اس کے نام کا خطبہ بھی ختم کرا دیا۔ چنانچہ وہ مصر میں ایوبی خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔ پھر ایبک نے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اس نے مصر کی سابقہ ملکہ شجرۃ الدر ام خلیل سے شادی کر لی۔

بحریہ کی جماعت جب ناصر کے پاس دمشق پہنچی تو انہوں نے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ مصر پر قبضہ کر لے۔ جب انہوں نے اس پر زور ڈالا تو اس نے لشکر تیار کر کے غزہ کی جانب پیش قدمی کی۔ ایبک بھی اپنی فوجیں لے کر حیاسیہ پہنچ گیا۔ کچھ سپاہی جو ایبک کے ساتھ بغاوت پر آمادہ ہو گئے کیونکہ انہیں بغاوت کی غلط خبر ملی تھی۔ ایبک کو بھی ان کے بارے میں شک و شبہ ہوا اور وہ انہیں گرفتار کرنے ہی والا تھا کہ وہ بھاگ کر ناصر کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد ناصر اور ایبک کے درمیان قاصدوں کا تبادلہ ہوا بالآخر فریقین میں صلح ہو گئی اور ان کی مشترکہ سرحد عریش طے پائی۔ ناصر (حاکم دمشق) نے اپنے وزیر کمال الدین بن للعدیم کے ہاتھ خلیفہ مستعصم کو یہ پیغام بھجوایا کہ خلیفہ اس کے پاس خلعت بھیجے۔ اس سے پیشتر ایبک (حاکم مصر) خلیفہ مستعصم کے پاس تحائف اور اپنی اطاعت کا اقرار نامہ بھجوا چکا تھا اس لیے خلیفہ نے خلعت بھیجنے میں حیل و حجت کی اور ۶۵۵ھ میں اسے خلعت بھیج دیا۔

ایبک کا انجام

المعز ایبک کو ملکہ شجرۃ الدر نے ۶۵۵ھ میں اچانک حمام میں قتل کر دیا کیونکہ وہ حاکم موصل لو لو کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ملکہ نے رشک و حسد اور غیرت کے جذبہ میں آ کر یہ کام کیا۔ ارکان سلطنت نے اس کے بجائے اس کے بیٹے علی کو منصور کا لقب دے کر بادشاہ بنا دیا اور اس کے ذریعے شجرۃ الدر پر حملہ کیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کے حالات میں تفصیلاً" بیان کیا جائے گا۔

مصر کی بحریہ جماعت

مصر کی بحریہ جماعت اقطای جامدار کے قتل کے بعد ناصر کے پاس دمشق فرار ہو گئی تھی اور وہیں مقیم ہو گئی تھی ناصر کو ان کی وفاداری پر شک و شبہ ہوا اس لیے اس نے ۶۵۵ھ کے آخر میں انہیں نکلوا دیا تھا۔ وہ غزہ پہنچے اور انہوں نے المغیث فتح الدین عمر بن العادل حاکم الکرک سے خط و کتابت کی۔ اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے کہ بدر الصوابی نے اسے مصر میں توران شاہ کی ہلاکت کے بعد الکرک کے قید خانے سے آزاد کر دیا تھا اور اسے اپنے علاقے کا حاکم بنا کر خود اس کی سلطنت کا منتظم بن گیا تھا۔

چنانچہ اس کو غزہ سے بحریہ کے سردار بیبرس بند قداری نے حکومت سنبھالنے کی دعوت دی۔ یہ اطلاع ناصر کو بھی دمشق میں مل گئی۔ چنانچہ اس نے لشکر تیار کر کے غزہ بھیجا۔ وہاں فریقین میں جنگ ہوئی اور بحریہ کی جماعت شکست کھا کر الکرک پہنچ گئی۔ مغیث نے ان کا استقبال کیا اور ان میں مال و دولت خوب تقسیم کیا۔ انہوں نے اسے مصر کی حکومت حاصل کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ اس نے بحریہ کے ساتھ مصر کی جانب لشکر کشی کی۔ مصری فوجیں بھی ان کا مقابلہ کرنے کے لیے ایبک المعز کے مولیٰ قطز اور اس کے دیگر موالی کی قیادت میں روانہ ہوئی۔ عباسیہ کے مقام پر فریقین کا جنگی مقابلہ ہوا جس میں مغیث اور بحریہ کی جماعت کو شکست ہوئی اور وہ الکرک کی طرف فرار ہو گئے اور دشمن کی فوجوں نے بھی مصر کی راہ لی۔

ناصر داؤد کے حالات

اسی زمانے میں ناصر نے ناصر داؤد بن المعظم کو نکال کر اسے دمشق سے حج کے لیے بھیجا۔ اس نے حج کے زمانے میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ مستعصم کے پاس اپنی امانت حاصل کرنے کے لیے جا رہا ہے حج سے فراغت کے بعد وہ حاجیوں کے ہمراہ عراق پہنچا، وہاں خلیفہ مستعصم نے اسے مجبور کیا کہ وہ اپنی امانت سے دست برداری کا اعلان کرے۔ چنانچہ اس قسم کا ایک مضمون لکھا گیا اس پر گواہی بھی لی گئی۔ وہ جنگل کی طرف فرار ہو گیا۔ اور اس نے ناصر یوسف کے پاس رحم کی درخواست بھیجی۔ اس نے اسے (وہاں رہنے کی) اجازت دے دی اور وہ دمشق میں قیام پذیر ہو گیا۔ اس دوران خلیفہ مستعصم کا قاصد ناصر کے لیے خلعت اور نامزدگی کا فرمان لے کر آیا۔ ناصر داؤد اس قاصد کے ساتھ چل دیا اور قاصد کی اجازت تک قرقیسیا میں رہنے لگا لیکن قاصد نے (ساتھ لے جانے کی) اجازت نہ دی۔ چنانچہ وہ جنگل میں

(خانہ بدوش) عرب قبیلوں کے ساتھ رہنے لگا۔ وہ اسے الکرک کے نزدیک لے آئے جہاں مغیث نے اسے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا۔

ناصر داؤد کا انتقال

بغداد پر جب تاتاریوں نے چڑھائی کی تو خلیفہ مستعصم نے اسے بلا بھیجا تاکہ تاتاریوں کے مقابلہ کرنے کے لیے اسے اپنے لشکر کے ساتھ بھیجے۔ اس وقت تاتاری بغداد پر قبضہ کر چکے تھے چنانچہ وہ اس مقام سے واپس آیا اور دمشق کے کسی دیہات میں جا کر طاعون کی بیماری سے ۶۵۶ھ میں وفات پا گیا۔

بحریہ جماعت کے دیگر حالات

بحریہ جماعت اور مغیث جب شکست کھا کر الکرک آ گئیں تو ناصر نے دمشق سے اپنی فوجیں بحریہ کی طرف روانہ کیں۔ غزہ کے مقام پر فریقین میں لڑائی ہوئی اس لڑائی میں ناصر کی فوجوں کو شکست ہوئی اور بحریہ کی جماعت نے کامیابی حاصل کی۔ اس طرح الکرک میں ان کی طاقت مضبوط ہو گئی۔

چنانچہ ۶۵۷ھ میں ناصر بذات خود دوبارہ دمشق سے فوجیں لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ حماۃ کا حاکم منصور بن مظفر محمود بھی اپنی فوجوں کے ساتھ تھا۔ وہ الکرک کے نزدیک پہنچے تو انہوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ مغیث نے ناصر کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔

ناصر نے یہ شرط رکھی کہ وہ بحریہ کی جماعت کو گرفتار کر لے۔ اس نے یہ شرط قبول کر لی' لیکن اس کی خبر بحریہ کے سردار بیبرس بندقداری کو مل گئی تھی' چنانچہ وہ اپنی جماعت کے ساتھ بھاگ گیا اور وہ ناصر کے پاس پہنچ گیا اس جماعت کے جو افراد باقی رہ گئے تھے انہیں مغیث نے گرفتار کر لیا اور انہیں بیڑیوں میں جکڑ کر ناصر کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد اس نے الکرک کی راہ لی۔

علی بن ایبک کی برطرفی

بعد ازاں ناصر نے اپنے وزیر کمال الدین بن العدیم کو امراء مصر کے پاس بھیجا جس میں تاتاریوں کے مقابلے کے لیے اکٹھے ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ جس زمانے میں ابن العدیم مصر آیا ہوا تھا انہی دنوں میں امرائے مصر نے علی ابن المعز ایبک کو برطرف کر دیا اور وہاں کے نائب حاکم (اتابک قطز) نے اس کی فوج اور اس کے باپ کے موالی کو گرفتار کر لیا اور خود وہ تخت پر بیٹھا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس نے ان امراء کو بھی گرفتار کر لیا جن کے مقابلے کا اسے خطرہ تھا۔

پھر حاکم دمشق کو امرائے مصر کی رضامندی اور امداد کے لیے وعدہ کا یقین کمال الدین بن العدیم نے دلایا۔

تاتاریوں کی یلغار

تاتاریوں اور ان کے بادشاہ ہلاکو خان نے اسی دور میں بغداد پر حملہ کیا اور اس نے دارالخلافہ بغداد پر قبضہ کر لیا۔ ان تاتاریوں نے خلیفہ مستعصم کو قتل کر دیا اور وہاں سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹا ڈالا۔ یہ (ہولناک) حادثہ قیامت کی نشانی تھا جس کا حال خلفائے عباسیہ کے حالات میں بیان کر دیا گیا ہے اور آگے چل کر تاتاریوں کے حالات میں بھی بیان کیا جائے گا۔

(ان واقعات کا) جب ناصر حاکم دمشق کو علم ہوا تو اس نے ہلاکو خان سے اچھے تعلقات استوار کرنے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے بیٹے العزیز محمد کو سلطان ہلاکو خان کے پاس تحائف دے کر بھیجا لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔

میافارقین پر قبضہ

اس کے بعد میافارقین کی طرف ہلاکو خان نے اپنی فوجیں بھیجیں۔ وہاں کا حاکم الکامل محمد بن مظفر تھا۔ انہوں نے اس شہر کا دو برس تک محاصرہ کیا۔ پھر انہوں نے ۶۵۸ھ میں بزور شمشیر اس شہر پر قبضہ کر کے اس کے حاکم کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اربل پر قبضہ

اربل کی طرف بھی ہلاکو خان نے اپنی فوجیں بھیجیں۔ انہوں نے چھ ماہ اس شہر کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔

رومی حکام کی اطاعت

ہلاکو خان نے جب بغداد پر قبضہ کر لیا تھا تو اس کے فوراً بعد کیخسرو کے بیٹے جو بلاد الروم کے بادشاہ تھے' ہلاکو خان کے پاس پہنچے' انہوں نے اپنی اطاعت کا اظہار کر لیا اور اپنے ملک واپسی اختیار کی۔

لولو کا انتقال

ہلاکو خان آذربائیجان پہنچا تو حاکم موصل لولو وفد لے کر اس کے پاس پہنچا اور ۶۵۷ھ میں اس نے ہلاکو خان کا فرمانبردار ہونے کا اعلان کیا۔ واپس آنے پر وہ فوت ہو گیا اور اس کے بجائے موصل کا بادشاہ اس کا بیٹا صالح بنا اور سنجار کا حاکم اس کا دوسرا بیٹا علاؤ الدین بن گیا۔

ناصر کی معذرت

اس کے بعد ناصر نے اپنے بیٹے کو تحائف دے کر دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی غرض سے ہلاکو خان کے پاس بھیجا اور اپنے نہ آنے کی معذرت کی کہ سواحل شام پر اسے فرنگیوں سے خطرہ ہے۔ ہلاکو خان نے اس کے بیٹے کا استقبال کیا اور اس کی معذرت قبول کر لی اور اسے صلح اور دوستانہ ماحول میں اس کے وطن واپس بھیجا۔

ہلاکو خان کی پیش قدمی

اس کے بعد ہلاکو خان نے حران کی طرف پیش قدمی کی۔ اس نے اپنے بیٹے کو فوج دے کر حلب بھیجا جہاں معظم توران شاہ بن صلاح الدین' ناصر یوسف کی جانب سے وہاں کا نائب حاکم تھا' وہ فوج لے کر ان سے جنگ کرنے کے لیے نکلا۔ تاتاری فوجیں ایک کمین گاہ میں چھپ گئیں اور جب مسلمانوں کی فوجیں آگے بڑھیں تو انہوں نے پلٹ کر ان پر بھرپور حملہ کیا اور ان کو بہت نقصان پہنچایا۔

پھر وہ وہاں سے قلعہ اعزاز کی طرف روانہ ہو گئیں اور اس پر صلح کے ساتھ قبضہ کر لیا۔

یہ خبر ناصر یوسف (حاکم دمشق) کو اس وقت ملی جب وہ دمشق کے نزدیک ۶۵۸ھ کی ایک بغاوت کے خلاف صف آراء تھا۔ حاکم حماۃ ناصر بن مظفر بھی اس وقت آیا ہوا تھا اور وہ بھی ناصر کے ساتھ نتیجہ کے انتظار میں تھا۔

ناصر کے خلاف بغاوت

اس کے بعد اس کو یہ خبر ملی کہ اس کے موالی کی ایک جماعت بغاوت کا ارادہ رکھتی ہے چنانچہ وہ دمشق واپس آیا تو وہ موالی غزہ بھاگ گئے پھر اسے ان کی بدنیتی کا پتہ چلا اور یہ علم ہوا کہ وہ اس کے بھائی ظاہر کو تخت پر بٹھانا چاہتے ہیں چنانچہ وہ ان سے سخت ناراض ہوا' اتنے میں ظاہر بھی ان کے پاس غزہ پہنچ گیا اور انہوں نے اسے بادشاہ بنا کر کھلم کھلا ناصر کے خلاف بغاوت کر دی۔

بیبرس بندقداری بھی ان کے ساتھ تھا' اسے ان کے ناکام ہونے کا احساس ہو گیا تھا چنانچہ اس نے مصر کے حاکم المظفر قطز سے خط و کتابت کر کے پناہ طلب کی اور اس نے اسے پناہ دے دی تو وہ مصر پہنچ گیا۔ وہاں اس کا بڑا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا اور سلطان قطز نے قلیوب کا تمام علاقہ اسے جاگیر میں عطا کیا۔

حلب پر قبضہ

دریائے فرات کو عبور کر کے ہلاکو خان نے وہاں ایک علاقے پر قبضہ کر لیا۔ وہاں ناصر کا بھائی اسماعیل قید تھا اس نے اسے رہا کر کے اسے کے علاقے صبیبہ اور بانیاس کی جانب بھیج دیا اور اسے ان دونوں مقامات کا حاکم مامور کیا۔

بعد ازاں حاکم ارزن نائب حاکم حلب' توران شاہ کے پاس آیا اور اسے ہلاکو خان کی اطاعت کی دعوت دی لیکن اس نے انکار کیا تو اس نے اس پر لشکر کشی کر کے بزور شمشیر حلب پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے لوگوں کو پناہ دی' توران شاہ اور اس کی محافظ فوجیں قلعہ میں محصور ہونے

پر مجبور ہوئیں۔

پھر ہلاکو خان کو اہل حماۃ نے پیغام بھیجا کہ وہ اس کے مطیع اور فرمانبردار ہیں چنانچہ وہ اپنی طرف سے کسی حاکم کی تقرری کر کے بھیجے چنانچہ ہلاکو خان نے ایک سپہ سالار کو ان کا حاکم مامور کر کے بھیجا' جس کا نام خسرو شاہ تھا اور عربوں میں اس کا سلسلہ نسب حضرت خالد بن ولید تک جاتا تھا۔

حلب پر قبضہ کی اطلاع جب ناصر کو ملی تو وہ دمشق سے بھی بھاگ گیا اور وہاں اپنا نائب چھوڑ گیا۔ وہ غزہ پہنچا جہاں اس کے موالی اور اس کا بھائی موجود تھا۔

نابلس پر قبضہ

پھر تاتاری نابلس پہنچے اور وہاں جو فوجیں تھیں ان تمام کا صفایا کر دیا اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ ناصر غزہ سے عریش پہنچا۔ وہاں سے اس نے اپنے ایلچی (حاکم مصر) سلطان قطز کی جانب بھیجے تاکہ وہ اس سے اپنے دشمن کے خلاف مدد حاصل کرے اور سب متحد ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں۔

پھر ناصر اور اس کی فوجوں نے پیش قدمی کی لیکن ناصر بعض حالات کے باعث اہل مصر سے بدگمان ہو گیا' اس لیے وہ' اس کا بھائی اور صالح بن اشرف موسیٰ بن شیرکوہ جنگل اور بیابانوں میں گھس گئے۔ لیکن حاکم حماۃ منصور اور اس کی فوجیں ان سے الگ ہو کر مصر پہنچ گئیں۔ سلطان قطز ان سے صالحیہ کے مقام پر ملا۔ اس نے ان کا استقبال کیا اور ان کو مصر لے گیا۔

مملکت شام

ہلاکو کا شام پر قبضہ

اس کے بعد دمشق اور شام کے تمام علاقوں پر غزہ تک تاتاریوں کا قبضہ ہو گیا اور ہر مقام پر انہوں نے اپنے حکام تعینات کر دیئے۔ پھر حلب کا قلعہ بھی قبضہ میں آ گیا۔ وہاں بحریہ کی ایک جماعت نظربند تھی جن میں سنقر اشقر بھی شامل تھا۔ ہلاکو نے انہیں سلطان جق کے حوالے کر دیا' جو اس کے عظیم امراء میں شامل تھا۔

حمص کی حکومت

اس کے بعد حلب پر ہلاکو نے عماد الدین قزوینی کو حاکم مامور کیا۔ جب وہ حلب میں تھا تو اس کے پاس اشرف موسیٰ بن منصور سابق حاکم حمص آیا۔ ناصر نے اس سے حمص کی حکومت چھین لی تھی چنانچہ ہلاکو نے اسے حمص کا حاکم مامور کر دیا۔ وہ شام کے تمام علاقے کے انتظام میں اس سے مشورہ لیتا تھا۔

فصیلوں کی مسماری

قلعہ حارم پر قبضہ کرنے کے بعد ہلاکو نے اسے مسمار کر دیا تھا اور اس نے حکم دیا کہ حلب کی تمام فصیلوں اور قلعوں کو مسمار کر دیا جائے اور اسی طرح حماۃ اور حمص کی فصیلوں کو گرا دینے کے بارے میں بھی حکم دیا۔ تاتاریوں نے کافی عرصے تک دمشق کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ پھر پناہ دے کر اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے بعلبک پر قبضہ کر کے اس کا قلعہ مسمار کر دیا پھر انہوں نے صبیبہ پر لشکر کشی کی وہاں کا حاکم سعید بن عبدالعزیز بن العادل تھا۔ انہوں نے یہ مقام بھی پناہ دے کر قبضہ کر لیا اور وہ ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ اسی زمانے میں ہلاکو خان کے پاس دمشق کے عالم فخر الدین بن الزکی آئے۔ ہلاکو نے انہیں وہاں کا قاضی تعینات کر دیا۔

ہلاکو کی واپسی

ہلاکو نے اس کے بعد عراق کی طرف واپس جانے کا ارادہ کیا تو تاتاریوں نے دریائے فرات کو عبور کیا۔ اس وقت ہلاکو نے شام کے تمام

...تے کا حاکم سبغا کو بنا دیا جو اس کے خاص حکام میں سے تھا۔ اس نے حلب کے حاکم عماد الدین قزوینی کو تبدیل کر دیا اور اس جگہ دوسرے ...ص کو حاکم نامور کیا۔

...صر کی پریشانی

(ہلاکو سے بچ کر) جب ناصر جنگل بیابانوں میں گھسا تو وہاں کی حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔ چنانچہ اس کے ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ ...خان کے پاس چلا جائے۔ لہٰذا وہ شام کے نائب حاکم کتبغا کے پاس اجازت حاصل کرنے کے لیے پہنچا۔ کتبغا اسے گرفتار کر کے عجلون ...گیا جو ابھی تک ہلاکو کے قبضہ میں تھا وہاں اس کی ہدایت کے مطابق اہل عجلون نے یہ مقام بھی تاتاریوں کے قبضے میں دے دیا۔

...صر کا خیر مقدم

ناصر کو ہلاکو کے پاس بھیج دیا گیا۔ وہ پہلے دمشق گیا۔ پھر حماۃ پہنچا وہاں اشرف حاکم حمص اور خسرو شاہ نائب حاکم دونوں موجود تھے۔ یہ ...وں اس کے استقبال کے لیے نکلے۔ پھر وہ (ناصر) حلب پہنچا اور ہلاکو خان سے ملاقات کرنے کے لیے گیا۔ اس نے اس کا خیر مقدم کیا اور وعدہ ...کہ وہ اسے اس کے ملک واپس کر دے گا۔

کنیسہ مریم کا واقعہ

اس دوران یہ واقعہ پیش آیا کہ دمشق کے مسلمانوں نے وہاں کے ذمی عیسائیوں پر حملہ کر دیا اور انہوں نے ان کے بڑے گرجا مریم کو ...ا دیا۔

دمشق کا یہ بڑا گرجا اس حصے میں واقع تھا جسے دور فاروقی میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا۔ ان عیسائیوں کا دوسرا گرجا اس حصے ...واقع تھا جسے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے پناہ دے کر فتح کیا تھا۔ لہٰذا جب حضرت خالدؓ حاکم ہوئے تو انہوں نے اس گرجا کا مطالبہ کیا ...اسے شہر کی جامع مسجد کی تعمیر میں شامل کیا جائے۔ حضرت خالدؓ نے اسے نہایت ہی گراں قیمت پر خریدنے کا ارادہ کیا تھا لیکن عیسائیوں نے ...کر دیا۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسے گرا کر جامع دمشق میں شامل کر دیا کیونکہ وہ اس کے بالکل قریب تھی۔

پھر جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو عیسائیوں نے اس کا معاوضہ مانگا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انہیں معاوضہ میں وہ گرجا ...دیا جسے مسلمانوں نے بزور شمشیر حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں فتح کیا تھا اس واقعہ کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے اب مسلمانوں نے عیسائیوں ...ساتھ جھگڑے میں جو ذمی تھے گرجا مریم کو بالکل مسمار کر دیا اور اس کا نام و نشان تک مٹا دیا۔

...لمانوں کا اتحاد

بالآخر تاتاریوں کے مظالم کے خلاف مسلمان فوجیں مصر میں جمع ہوئیں اور تاتاریوں سے جنگ کرنے کے لیے سلطان قطز حاکم مصر کی ...ت میں شام کی طرف پیش قدمی کی۔ ان کے ساتھ حاکم حماۃ منصور اور اس کا بھائی افضل بھی شریک تھے۔ اس اسلامی فوج کا مقابلہ کرنے ...لیے ہلاکو خان کا نائب حاکم شام' کتبغا آگے بڑھا۔ اس کے ساتھ اشرف حاکم حمص اور نبینہ کا حاکم سعید بن العزیز بن العادل بھی شریک ...فریقین کا مقابلہ غور کے علاقے جالوت کے مقام پر ہوا' اس جنگ میں تاتاریوں کو شکست ہوئی اور ان کا حاکم کتبغا مارا گیا اور ان کا حلیف ...حاکم نبینہ گرفتار ہوا' اسے سلطان قطز نے قتل کر دیا' ان کے بعد شام کے تمام ملک پر اس کا قبضہ ہو گیا' اس نے حاکم حماۃ منصور کی ...ت کو قائم رکھا۔

پھر سلطان قطز راستے میں ہلاک ہو گیا جبکہ وہ مصر واپس جا رہا تھا کیونکہ اسے بیبرس بند قداری نے قتل کر دیا تھا اور خود اس کی جگہ ...مصر پر بیٹھ گیا تھا اور اس نے اپنا لقب الظاہر رکھا جیسا کہ آگے چل کر ترکوں کی حکومت کے حالات میں بیان کیا جائے گا۔

...صر کا انجام

شکست کھانے کے بعد تاتاری فوجوں نے شام کی طرف پیش قدمی کی لیکن ہلاکو اندرونی خانہ جنگیوں کی وجہ سے اس مہم کی جانب زیادہ ...جہ دے سکا تاہم اسے اپنے نائب کتبغا کے قتل اور اس کی فوجوں کی شکست سے کافی صدمہ ہوا۔ پھر اس نے ناصر کو بلوایا اور اس کو اس

بات کا ذمہ دار ٹھہرایا کہ اس نے شام کے معاملہ کو آسان بتا کر اس کی اہمیت سے اسے غافل رکھا۔ ہلاکو نے اس پر یہ الزام بھی لگایا کہ اس نے اسے دھوکا دیا۔ ناصر نے اس بارے میں معذرت پیش کی لیکن اس نے اس کی معذرت قبول نہ کی بلکہ اس پر تیر چلا کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

سلطنت بنو ایوب کا آخری دور

اس کے بعد اس کے بھائی ظاہر اور صالح بن اشرف موسیٰ حاکم حماۃ کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ البتہ عزیز بن الناصر کے بارے میں ہلاکو کی بیوی نے سفارش کی اور وہ خود بھی اسے پسند کرتا تھا' اس لیے اس کو زندہ رکھا۔ اس طرح شام کے علاقے سے خاندان بنو ایوب کی حکومت ختم ہو گئی۔ اس سے پیشتر مصر سے اس خاندان کی حکومت ختم ہو گئی تھی۔ اور اب مصر و شام دونوں ممالک میں ترک خاندان (ممالیک) کی حکومت بن گئی۔

خاندان بنو ایوب کی اب شام میں صرف ایک ریاست باقی رہ گئی تھی یعنی منصور بن المظفر حماۃ کا حاکم برقرار رہا تھا کیونکہ سلطان قطز نے اسے اس شہر پر بحال رکھا اور اس کے بعد سلطان ظاہر بیبرس نے بھی اسے اپنا حاکم مامور رکھا اور اس کے بعد اس کی اولاد بھی کچھ عرصے تک ترک خاندان (حکام مصر) کی مطیع و فرمانبردار رہی تا آنکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کا بھی خاتمہ ہو گیا اور اس علاقے پر بھی دوسرے حکام کا قبضہ ہو گیا جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔

حصہ نہم

سلاطین ممالیک بحریہ مصر کی مفصل تاریخ

سلا باب

شام اور مصر میں ترک غلاموں کی سلطنت

تاریخ کے تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ ترک قوم یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہے۔ ہم نے بھی تاریخ کی اس کتاب کے شروع میں ترک قوم کا شجرۂ نسب درج کیا ہے اور اس کے بعد سلجوقی قوموں کا حال بھی تحریر کیا ہے جس میں علماء کے اسی اتفاق کا حوالہ دیتے ہوئے ترکوں کو یافث بن نوح کی اولاد ہی ثابت کیا گیا ہے۔

لیکن اس کے بعد تاریخ کے عالموں میں تھوڑا سا اختلاف ہے مثلاً عرب ماہرین انساب (نسلوں کے عالم) یہ کہتے ہیں کہ ترک عامور بن سویل بن یافث کی نسل سے ہیں۔ ابن سعدی نے بھی ان لوگوں کو ترک بن عامور بن سویل کی طرف منسوب کیا ہے لیکن بظاہر یہ غلط معلوم ہوتا ہے اور عامور کی کتابت کی غلطی ہے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ عامور، کومر کا معرب ہے کیونکہ اس کا (کاف) کا حرف معرب ہونے کے وقت (غین) میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اسرائیلی علمائے نسب کے نزدیک بھی ترکوں کی کل شاخیں کومر کی اولاد سے نکلی ہیں، اسی طرح ہم بھی گذشتہ صفحات میں ترکوں کا نسب لکھ آئے ہیں کہ یہ کومر بن یافث بن نوح کی اولاد سے ہیں۔ باقی رہا سویل کا معاملہ تو اس کو بھی کسی نے نہیں لکھا کہ یہ یافث کی اولاد سے ہے۔

رومی علمائے نسب کا یہ خیال ہے کہ یہ لوگ طیراش بن یافث کی اولاد سے ہیں۔ یہ بات اسرائیلی روایت کے تو مطابق ہے لیکن عرب علماء کی روایت کے مخالف ہونے کی وجہ سے یہ رائے ضعیف ہے۔

ترک قوم کی شاخیں

ترک قوم کی بہت سے نسلی شاخیں ہیں۔ ترکوں کی قوم دنیا کی بڑی اقوام میں سے ہے۔ ہم نے اپنی کتاب کے آغاز میں بھی ان کی نسلی شاخوں یا قبیلوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں مشہور اور قابل ذکر طغرغریا طغر ہے جو تاتار اور خطا کی قومیں ہیں، جو ترکستان اور کاشغر کے ملحقہ علاقے کی سرزمین پر آباد تھے۔ شروع میں انہی ترک قبائل کے بادشاہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔

سلجوقیہ بھی ترک النسل قوم تھی جو ترکوں کی ایک نسلی شاخ خزلجیہ اور غز سے تعلق رکھتی تھی۔ ان کی ایک شاخ ہیاطلہ بھی تھی۔ ہیاطلہ قوم اسی کی ایک شاخ ہے اور سغد (سمرقند) کے علاقے میں آباد ہونے کی وجہ سے یہ لوگ سغدی بھی کہلاتے ہیں۔ غوری خزر اور قفجاق بھی ترک قوم کی شاخیں ہی ہیں۔ کتاب زجار کے مولف کے مطابق عیسٰی تفرغزیہ، خرخیریہ، کیماکیہ، خزلجیہ، خزر، حلسان، ترکش، اذکش، خفشاخ، طلخ (خلجی)، غزیہ، بلغار، تخاکت، یمناک، برطاس، سنجرت، خرجان، انکر بھی ترک قوم کے مختلف قبائل کا ہی نام ہے۔

ترک قوم کا وطن

ترک قوم وسطی اور مغربی ایشیاء کے وسیع علاقے پر آباد تھی۔ شروع میں ان کا مسکن لب دریا، ملک چین اور اس کے بالائی ممالک اور جنوب میں شمالی ہند تک تھا۔ پھر بعد میں اپنے قیام کے لئے مغرب کی طرف بلاد صقالیہ اور خلیج قسطنطنیہ کو پسند کیا۔ یہ علاقہ روم تک پھیلا ہوا ہے۔ جنوب میں ان کا مسکن بلاد قور قریب نہر اور اس کے بعد خراسان اور آذربائیجان تھا۔ شمالی ممالک میں بلاد فرغانہ، شاش اور شمال کی طرف ان ممالک کو جن کے نام مسافت کی دوری کی وجہ سے معلوم نہیں ہو سکے اپنے قیام و مسکن کے لئے منتخب کیا اور ان ممالک کے اندر بلاد غزنی، نہر جیحون، بلاد خوارزم، سرحد چین، بلاد قبچاق، روس خلیج قسطنطنیہ اور بلاد عرب کے شمالی علاقوں میں یہی ترک قوم

آباد تھی۔ انہی ترکوں کا ایک کثیر گروہ ممالک مذکورہ کے اطراف و جوانب میں بوجہ شدت موسم سرما خانہ بدوشوں کی طرح اونی خیموں میں رہتا تھا۔ ترک قوم عربوں کی طرح خانہ بدوش جنگ جُو اور لُوٹ مار کرنے والی قوم تھی اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔

اسلامی فتوحات

بنو امیہ کا عہدِ حکومت خالص عربوں کا دور تھا۔ بڑے بڑے والی گورنر، وزیر اور فوجوں کے سپہ سالار سب عربی تھے۔ اس عہد میں مسلمانوں کو عظیم الشان فتوحات حاصل ہوئیں اور تھوڑے ہی عرصے میں مشرق یعنی وسط ایشیا کے علاقے ترکستان، افغانستان، شمالی ہند، مکران، مغرب میں سپین، جنوبی فرانس اور تمام شمالی افریقہ مملکتِ اسلامیہ میں شامل ہو گئے۔ یہ دور اسلام اور عربوں کے عروج کا دور تھا اور یہ قوم دنیا کی سب سے طاقت ور اور ترقی یافتہ قوم تھی۔

بنو امیہ کی سلطنت کے عہد میں ان فتوحات کے نتیجے میں بہت سے غیر مسلم قبائل اسلامی تعلیم سے متاثر ہو کر خود بخود دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ عباسی دور کے ابتدائی زمانے میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔

ترک جنگی قیدی

اس زمانے میں مسلمانوں کی جنگیں دور دراز کے علاقوں میں ہو رہی تھیں اور ترک سلطنتوں سے بھی وہ مسلسل برسرِپیکار تھے اور ہر معرکے میں فتح مسلمانوں ہی کو نصیب ہو رہی تھی۔ لہٰذا ہر طرف سے جنگی قیدیوں کی بے شمار تعداد موصول ہونے لگی۔ ترکوں کے ساتھ ان جنگوں میں عربوں کو ترک جنگی قیدی بہت زیادہ تعداد میں ہاتھ آتے۔ مسلمانوں نے مذہبی جنگوں میں ایران، روم اور دیگر اقوام کی عورتوں کو لونڈی بنا کر نسل کشی کا کام لیا اور یہی طریقہ انہوں نے ترک قیدی خواتین کو لونڈیاں بنا کر جاری رکھا۔

آغاز اسلام میں عربوں کی یہ فطرت اور عادت تھی کہ وہ ان جنگی غلاموں کو اپنی فوجوں میں استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ ان کو مختلف صنعت و حرفت کے پیشوں میں مشغول رکھتے تھے۔ ان میں سے جو مسلمان ہو جاتے انہیں یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنی مرضی اور طبعی رجحان کے مطابق اپنی پسند کا پیشہ اختیار کر لیں. کیونکہ اس زمانے میں عربوں میں اپنی قومیت کا جذبہ مستحکم تھا اور اپنی سلطنت کے حکومتی امور وہ خود ہی سرانجام دیتے تھے۔

ترک غلام وجہِ تفاخر و افتخار

بنو امیہ کے بعد خاندان عباسیہ کے دورِ حکومت میں مسلمان خلفاء ظاہری شان و شوکت اور تزک و احتشام کے دلدادہ ہو گئے اور ساتھ ہی شخصی اور شاہی اقتدار، ظلم و استبداد اور مطلق العنانی کے رُجحانات بھی بڑھتے گئے۔ لہٰذا بادشاہوں کو اپنا شاہی رعب اور دبدبہ قائم رکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ دشمنوں کو ان کے مدِمقابل آنے کی اور ان سے مقابلہ کرنے کی جُرأت اور حوصلہ نہ ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے خلیفہ مہدی اور ہارون الرشید کے عہدِ حکومت میں ترک، روم اور بربر اقوام کے غلاموں پر مشتمل ایک فوج تیار کی گئی جو عیدین، شاہی تقریبات اور اہم جنگوں میں شان و شوکت بڑھانے کے لئے استعمال کیا جاتا اور ان سے بادشاہ کی حفاظت کے لئے باڈی گارڈ کے دستے کا کام بھی لیا جاتا تھا۔ زمانۂ امن میں اس فوج سے شاہی زیب و زینت بڑھانے اور بادشاہ کے مخصوص وفاداروں کی تعداد بڑھانے کا کام بھی لیا جاتا تھا۔

غلاموں کے لئے علیحدہ شہر

غلاموں کے ان دستوں میں ترک غالب تھے اور دیگر اقوام کے غلام بھی ان کے ماتحت ہی ہوتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان غلاموں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو گئی کہ عباسی دورِ حکومت کے خلیفہ معتصم نے ان غلاموں کی رہائش کے لئے سامراء کے نام سے

الگ علیحدہ شہر تعمیر کرایا کیونکہ ان غلاموں کی سواریوں کے تصادم سے بغداد کے شہر کی رعایا کو بہت تکلیف پہنچتی تھی۔ اس لئے انہیں اس تکلیف سے بچانے کے لئے ایک الگ شہر بسایا گیا۔ بغداد میں ان غلاموں کی آمد و رفت سے لڑائی جھگڑا کھڑا ہو جاتا اور ان کے رش سے راہ گیروں کے لئے گلیاں اور سڑکیں تنگ ہو جاتیں۔

غلاموں کی تعلیم و تربیت

بردہ فروش سوداگر ان غلاموں کو مصر لا کر مصری حکام کی خدمت میں پیش کرتے۔ وہ انہیں گراں قیمت پر اس لئے نہیں خریدتے تھے کہ وہ انہیں صرف غلام بنا کر نہیں رکھنا چاہتے تھے بلکہ وہ انہیں اپنی قوت اور شان و شوکت بڑھانے کے لئے خریدتے تھے۔ وہ ایسے غلاموں کا انتخاب کرتے جن میں انہیں ان کی قومی جرات اور بہادری کے آثار نظر آتے تھے۔ پھر وہ ان غلاموں کی شاہی محلات میں اس طرح پرورش کرتے تھے کہ وہ مخلص اور وفادار افراد بن کر نکلیں۔ ان کی اچھی تعلیم و تربیت کے لئے بہت زیادہ شعار سکھائے جاتے۔ جب جوان ہو جاتے تو انہیں تیر اندازی' شہ سواری' نیزہ بازی' شمشیر زنی اور دیگر عسکری فنون سکھائے جاتے اور اس تعلیم و تربیت کی وجہ سے وہ وفادار' دلیر اور طاقت ور سپاہی بن کر ابھرتے اور اپنے آقاؤں کی حفاظت کرنے اور اپنی جان نثاری کے جوہر دکھانے کے قابل ہو جاتے۔

ترک غلاموں کی تجارت

ترک غلاموں کی طلب میں اضافے کا آغاز مصر و شام کے سلطان صلاح الدین یوسف اور اس کے بھائی ملک عادل ابو بکر کے دور میں ہوا اور پھر ان کی طلب میں اضافہ ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ ان کے آخری بادشاہ ملک صالح نجم الدین ایوب کے عہد میں غلاموں کی پرورش اور ان کی ترقی کا سلسلہ اپنے انتہائی عروج کو پہنچ گیا۔ جب صالح نجم الدین ایوب کا خاندان منتشر ہو گیا اور اس کے ساتھیوں اور اس کی فوج نے اس کے ساتھ غداری کی تو اس نے انہی غلاموں کو حاصل کرنے کی کوشش کی اور اس نے بردہ فروش تاجران سے دوگنی قیمت پر انہیں خریدا اور ان سے اپنی ایک فوج ترتیب دی۔

ترک غلاموں کی بہتات اور پھر ان کی تجارت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بنو امیہ کے دور کی وسیع و عریض اسلامی سلطنت خاندان بنو عباس کے دور میں متحد نہ رہ سکی اور وسط ایشیا میں کئی ایک خود مختار مسلم ریاستیں قائم ہو چکی تھیں۔اسی زمانے میں صحرائے گوبی میں ایک خونخوار چنگیز خان نے دیگر وحشی منگولوں کا ایک لشکر جرار تیار کر کے وسط ایشیاء (جو ترک قوم کا اصل وطن تھا) کی مسلم ریاستوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ کچھ مسلمان ترک قبائل چنگیز خان کے مظالم سے بچنے کے لئے ایشیائے کوچک (موجود ترکی) کی طرف ہجرت کر گئے۔ اس کے بعد چنگیز خان کے بیٹے دوشی خان نے ان علاقوں میں آباد ترک قبائل پر بہت ظلم و ستم کیا۔ اس نے انہیں یا تو قتل کر دیا یا جنگی قیدی (غلام) بنا لیا اور پیسے کمانے کے لئے انہیں بردہ فروشوں کے ہاتھوں فروخت کرنا شروع کر دیا۔

اس زمانے میں انہی بردہ فروشوں کے ہاتھوں ترک غلاموں کی تجارت خوب پھلی پھولی اور مصر کے علاقے میں ان ترک غلاموں کی مانگ بہت زیادہ تھی۔ اس لئے کثیر تعداد میں ان ترک غلاموں کو مصر کی منڈی میں فروخت کیا جاتا۔ اس طرح یہ غلام بردہ فروش تاجران کے لئے سب سے زیادہ قیمتی اور اعلیٰ سامانِ تجارت بن گئے۔

غلاموں کی اعلیٰ عہدوں پر تقرریاں

مسلمان خلفاء اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے ان غلاموں کی فوج میں سے مخصوص اور بااصلاحیت جان نثاروں کی فوج کا انتخاب کرتے اور پھر ان میں سے قابل اور ذی شعور افراد کو سپہ سالار اور دیگر اعلیٰ فوجی عہدوں پر ترقی دیتے تھے۔ مگر وہ ان کے انتخاب میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے اور جنگی قیدیوں میں سے خوبصورت غلاموں اور لونڈیوں کا انتخاب کرتے۔ خاص غلاموں کو شاہی محلوں کا داروغہ یا

اپنے خاص دفاتر کا افسر مقرر کرتے تھے اور انہیں شریعت اسلامی کے احکام و قوانین اور ملک و سیاست کے آداب سکھائے جاتے۔ ان کو مہذب اور شائستہ بناتے پھر انہیں خواص افراد میں شامل کر کے شاہی دربار میں مناسب مناصب و مراتب پر سرفراز کیا جاتا۔ انہیں نہ صرف شاہی تقریبات اور جلوسوں میں شامل کیا جاتا بلکہ اہم حادثات اور مختلف علاقوں میں بغاوتوں کو کچلنے کے لئے بھی لاؤ لشکر دے کر بھیجا جاتا اور سابقہ عنایات و نوازشات کے ساتھ ساتھ انہیں سلطنت کی سرحدوں کی حفاظت کے لئے تعینات کیا جاتا اور جنگوں کے موقع پر فوجوں کی قیادت بھی سونپی جاتی۔

ترک غلاموں کا حکومتی اثر و رسوخ

ان حالات میں عباسی خلفاء اپنے شاہی تخت کے استحکام کے لئے ترک غلاموں پر اپنی نوازشات اور عنایات نچھاور کرتے رہے اور اس دور میں ان کی خلافت ان ترک غلاموں کی وفاداریوں اور ان کے تعاون سے ہی قائم تھی اور یہ سلطنت عباسیہ کا ایک لازمی حصہ بن گئے۔ پھر جنگوں میں اپنی بہتر کارکردگی دکھانے سے ان کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے اور ان تمام باتوں کا بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ وہ سلطنت کے حکومتی امور پر چھا گئے اور پھر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ انہوں نے عملاً" خلفاء کو سلطنت کے امور سے بے دخل کر دیا اور خود سلطنت پر قابض ہو کر سیاہ و سفید کے مالک بن گئے۔ اب حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے اپنے ناموں کے ساتھ سلطان کے لقب کا اضافہ کر لیا۔

ترک سلطنتوں کا قیام

ترک غلاموں کی سلطنتوں کے قیام اور ان کی خود مختاری کی ابتدا متوکل کے واقعۂ قتل سے ہوئی اور اس واقعہ کے بعد ترک غلام (موالی) حکومت اور سلاطین و خلفاء پر بتدریج غلبہ حاصل کرتے گئے لہٰذا یوں کہ لیجئے کہ ان کے آباء و اجداد نے اپنے بعد میں آنے والی نسلوں کو خود مختاری کا راستہ دکھایا اور انہوں نے اپنے پیشرووں کی پیروی کی۔ یوں ترک مسلمانوں کی متعدد چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قائم ہونے لگیں جن کی بنیاد قومیت اور اعلیٰ نسب پر تھی جیسے ماوراء النہر (ترکستان) کی سامانی حکومت کا قیام عمل میں آیا اور اس کے بعد سبکتگین کے خاندان کی حکومت قائم ہوئی' اسی طرح مصر میں خاندان طولون اور خاندان طغج کی سلطنتیں معرض وجود میں آئیں۔ سلجوقی سلطنت قائم ہونے کے بعد ماوراء النہر میں خوارزم شاہی سلطنت بنی' دمشق میں طغر تکین کی سلطنت اور ماردین میں بنو ارتق کی سلطنت' موصل و شام میں زنگی سلطنت قیام پذیر ہوئی۔ ان کے علاوہ دیگر سلطنتیں بھی قائم ہوئیں جن کا حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اسلامی سلطنتوں کی تباہی

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان ترک اسلامی سلطنتوں کے حکمران عیش و عشرت کی زندگی کے دلدادہ ہو گئے اور ان سلطنتوں کا نظام حکومت آہستہ آہستہ کمزور ہوتا گیا اور بالآخر ملحد تاتاریوں نے ان پر حملہ کر کے ان کا خاتمہ کر دیا۔ چونکہ ان ممالک کے باشندے عیش و عشرت میں غرق ہو گئے تھے۔ ان میں جنگ و جدل کی صعوبتیں برداشت کرنے کا حوصلہ نہ رہا تھا' ان کی ہمتیں پست ہو گئی تھیں اور وہ اپنے ملک کی حفاظت کرنے کے قابل نہ رہے تھے اور مردانگی اور بہادری کے جوہر سے ناآشنا ہو چکے تھے لہٰذا مسلمانوں کی ان کمزوریوں کی وجہ سے کفار (تاتاری) ان کی سلطنتوں پر قابض ہو گئے۔

مسلمانوں کی شیرازہ بندی

ان تکلیف دہ حالات و حادثات کے بعد اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور کرم سے اپنے نام لیواؤں کی جماعت میں ایمان کی رمق کو برقرار رکھا اور تاتاریوں کے حملوں کی وجہ سے مسلمان قوم کی بکھر جانے والی طاقت کو یکجا کیا اور ان کی شیرازہ بندی کی اور ان کے ...

حکومت اور ان کی سرحدوں کی حفاظت کی یہ صورت پیدا کی کہ ان نے ترک قوم کے قبائل میں سے کئی ایک بہادر حکمران مصر میں پیدا کیے جو دار الحرب سے دار السلام میں غلاموں کی صورت میں لائے گئے تھے جن میں اللہ تعالیٰ نے حکمرانی کی خاص خاص اور پوشیدہ صلاحیتیں پیدا کر دی تھیں اور ان کی ایمانی قوت برقرار رکھی تھی۔ ان غلاموں کے دل بدویانہ اخلاقی کمینگی سے خالی تھے اور وہ تہذیب و تمدن کی آلائشوں اور باہمی کدورتوں سے پاک صاف لوگ تھے۔

تاتاریوں کے حملے کی وجوہات

ترک قبائل قفچاق پر تاتاریوں کے حملوں کی وجوہات ترک ممالیک سلاطین مصر کا بانی بیبرس بند قداری یوں بیان کرتا ہے۔

"قفچاق کے مندرجہ ذیل گیارہ قبائل ہیں۔ ۱۔ طغصبا ۲۔ ستا ۳۔ برج اغلا ۴۔ البولی ۵۔ قنصر اعلی ۶۔ ادعلی ۷۔ دورت ۸۔ قلابا اعلی ۹۔ جرشان ۱۰۔ قدکا برکلی ۱۱۔ کنن"۔

(مورخ ابن خلدون لکھتا ہے)

"ان گیارہ قبائل میں ان دس قدیم قبائل ذکر نہیں ہے جن کا ماہرین انساب شمار کرتے ہیں اور جن کا پہلے ہم تذکرہ کر چکے ہیں غالباً" یہ صرف قفچاق کی شاخیں ہیں جو شمالی علاقے کی مغربی سمت میں رہائش پذیر تھیں کیونکہ بیبرس کے اندازِ کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی علاقے کے ترکوں کا ذکر کر رہا ہے۔ خوارزم اور ماوراء النہر کے علاقے کا ذکر نہیں کر رہا ہے"۔

قبائل کی چپقلش

اس کے بعد بیبرس کہتا ہے:

"جب سنہ ۶۲۶ھ میں تاتاری ان کے ملک پر غالب آ گئے تو اس وقت چنگیز خان کا بیٹا دوشی خان بادشاہ تھا۔ اتفاقاً" اسی زمانے میں ایک واقعہ یہ ہوا کہ قبیلہ دورت کا ایک شخص منقوش بن کتمر شکار کی غرض سے نکلا۔ اس دوران قبیلہ طغصبا کے آقا کیک نامی ایک شخص سے اس کا ٹکراؤ ہو گیا۔ ان دونوں قبیلوں میں سخت دشمنی چل رہی تھی چنانچہ اسی قبائلی دشمنی کی بنا پر آقا کیک نے منقوش بن کتمر کو قتل کر دیا۔ جب مقتول کے قبیلے کے لوگوں کو کافی دیر تک اس کا کوئی اتہ پتہ نہ ملا تو انہوں نے ایک شخص جلنقر کو اسے ڈھونڈنے کے لیے روانہ کیا۔ اس شخص نے واپس آ کر قبیلہ کے لوگوں کو بتایا کہ اسے تو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس نے اس کے قاتل کا نام بھی بتایا چنانچہ جب یہ المناک خبر سے قبیلہ کے لوگوں کو بہت دکھ پہنچا وہ دورت کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور اس طرح دونوں قبیلوں میں جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ میں طغصبا کے قبیلہ کو شکست ہوئی اور قاتل آقا کیک فرار ہو گیا اور اس کی جماعت منتشر ہو گئی۔

تاتاریوں کا قفچاق پر حملہ

آقا کیک نے اپنے بھائی اقمر کو تاتاریوں کے بادشاہ دوشی خان کے پاس بھیجا۔ اس نے جا کر قفچاق کے قبیلہ دورت کی شکایت کی اور بتایا کہ اور اس کی قوم نے اس کے بھائی کے ساتھ جو مظالم کیے تھے اس کا سارا حال بیان کیا۔ ان پر حملہ کرنے کا آسان طریقہ بھی بتایا۔ دوشی خان نے اقمر کی یہ شکایت سن کر اس سارے واقعے کی اصل حقیقت جاننے کے لئے اپنا ایک آدمی روانہ کیا تاکہ وہ ان کی طاقت کا صحیح اندازہ لگا سکے۔ لہذا جب وہ آدمی واپس آیا تو اس نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ ان پر حملہ کرنا نہایت آسان ہے کیونکہ وہ کتوں کی طرح شکار کو پکڑے ہوئے ہیں چنانچہ جب انہیں بھگا دیا جائے گا تو ان پر غلبہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس اطلاع سے شاہ تاتار کو قفچاق کے علاقے پر حملہ کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا اقمر نے تاتاری بادشاہ کو مزید ہمت دلانے کے لئے کہا کہ۔

"ہمارے ایک ہزار سر ہیں جو صرف ایک دم کو کھینچ رہے ہیں اور آپ کا ایک سر ایک ہزار دموں کو گھسیٹ رہا ہے"۔

اس بات سے بادشاہ کو مزید تقویت پہنچی اور وہ اپنا لاؤ لشکر لے کر قفجاق کے علاقے پر حملہ آور ہوا اور ان کا صفایا کر دیا۔ تاتاریوں کے اس حملے میں بہت سے افراد قتل کر دیئے گئے اور اتنی ہی تعداد میں لوگوں کو جنگی قیدی بنا لیا گیا۔ اور ان غلاموں (جنگی قیدیوں) کی خرید و فروخت سے بردہ فروش مالا مال ہو گئے اور انسانوں کی اس تجارت سے خوب مال کمایا۔ وہ ان ترک غلاموں کو مصر لے گئے۔ انہی غلاموں میں بیبرس بند قداری بھی شامل تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس غلامی کے بدلے میں اسے ایمان کی قوت سے مالا مال کر دیا اور بعد میں اس ملک کی بادشاہت نصیب ہوئی اور حکومت پر براجمان ہوا۔

یہاں پر بیبرس کا بیان ختم ہو جاتا ہے۔ بہرحال اس واقعہ کے سیاق و سباق سے ایک حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے اور وہ یہ کہ دورت کے قبیلے کا تعلق ترک قوم سے تھا اور طغصبا کا قبیلہ تاتاری تھا۔ وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہم قوم ہونے کی بنا پر اس کی شکایت پر تاتاری بادشاہ قفجاق کے علاقے پر حملہ آور ہوا اس سے ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ مذکورہ بالا قبائل کی جن شاخوں کا ذکر کیا گیا تھا وہ ایک قوم سے نہیں ہیں۔ نیز اس واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ترک ممالیک (غلام) جو مصر میں آ کر حکمران بنے ان میں سے اکثر کا تعلق قفجاق کے علاقے سے تھا۔

ترک غلاموں کے مختلف گروہ

اس سے پہلے بھی ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ ملک نجم الدین ایوب کامل نے ترکمان، ارمن اور چرکسی غلاموں کو اپنی فوج میں کثیر تعداد میں شامل کیا ہوا تھا۔ چونکہ ان غلاموں میں ترک غلاموں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے نمایاں اور منفرد حیثیت رکھتے تھے لہٰذا ان سب گروہوں پر ترک کا لفظ بالعموم غالب تھا۔ ان غلاموں کے کئی گروہ تھے اور یہ گروہ عموماً" کسی خاص بادشاہ سے منسوب ہونے کی بناء پر بنے تھے۔ چنانچہ ایک گروہ کا نام "عزیزیہ" تھا اور یہ گروہ ملک عزیز عثمان بن صلاح الدین سے منسلک تھا۔ دوسرا گروہ "صالحیہ" کے نام سے منسوب تھا ان کا تعلق ملک صالح ایوب سے تھا۔ تیسرا گروہ "بحریہ" تھا ان کا تعلق اس قلعہ بحر سے تھا جو ملک صالح نے مقیاس کے بالمقابل دریائے نیل کی دونوں شاخوں کے درمیان تعمیر کیا تھا۔ یہ لوگ اس قلعہ کی محافظ فوج میں شامل تھے اور سلطان کے محل کی خاص فوج میں شمار کیے جاتے تھے اور اس کی شان و شوکت کے اظہار کا ذریعہ بھی تھے۔ اس گروہ کے سربراہوں میں عزالدین ایبک، شنکر ترکمانی، فارس الدین اقطائی، جامدار اور رکن الدین بیبرس بند قداری شامل تھے۔

سلطنت کے امور میں عمل دخل

سنہ ۶۴۷ھ میں دمیاط پر صلیبی فرنگیوں کے محاصرے کے دوران ملک صالح منصور نے وفات پائی تو سلطنت میں دخیل ان ترک سرداروں نے سلطان کی وفات کی خبر کو پوشیدہ رکھا اور سلطنت کے امور ملک صالح کی بیوی اور اس کے فرزند خلیل کی والدہ شجرۃ الدر کے سپرد کر دیئے اور اسی دوران انہوں نے اس کے فرزند معظم توران شاہ کو بھی بلوا بھیجا اور اس کا انتظار کرنے لگے۔

فرنگیوں کی شکست فاش

بہرحال مختلف ذرائع سے فرنگیوں کو ملک صالح کی موت کا علم ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ خفیہ طور پر بتدریج مسلمانوں کے خیموں میں گھسے اور ہراول دستے کا مقابلہ کر کے انہوں نے فخر الدین اتابک کو قتل کر دیا۔ لیکن مسلمان فوج ثابت قدم رہی۔ اس دن ترک جرنیلوں نے زبردست بہادرانہ کارنامے سرانجام دیئے اور وہ سب سلطان کی بیگم شجرۃ الدر کے ساتھ مصری پرچم کے نیچے ثابت قدمی سے کھڑے رہے اور یہ بتاتے رہے کہ ملکہ بنفس نفیس وہاں موجود ہیں۔ جس کا مثبت نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں نے پلٹ کر دشمن کی فوجوں پر حملہ کیا اور دشمن کو شکست سے دوچار کر دیا۔

مسلمانوں کی اس فتح سے بعد معظم توران شاہ بھی کیفا سے وہاں پہنچ گیا اور ترک سرداروں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلطنت کی قیادت اس کے سپرد کی۔ اس کے نتیجہ میں حالات بہتر ہو گئے اور مسلمان بحری اور بری دونوں اطراف سے حملہ آور ہوئے۔ بالآخر فرنگیوں کو شکست فاش ہوئی اور ان کا بادشاہ فرنسیس گرفتار ہوا۔

توران شاہ کا قتل

وہاں دو ماہ کے قیام کے بعد معظم توران شاہ مصر کو روانہ ہوا۔ اس عرصے میں اس کے خاص ساتھیوں نے اس کے باپ کے ترک غلاموں (موالی) پر بہت ظلم و ستم کئے اور ان کی گروہ بندی کر کے ان کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ چنانچہ ان تمام واقعات کے بعد جب معظم توران شاہ مصر جانے کے لئے فارس کور میں مقیم تھا تو "بحریہ" جماعت کے ترک سرداروں نے متفقہ طور پر اسے قتل کر دیا۔

ام خلیل کی حکومت

اس کے بعد سرکردہ ترک سرداروں نے جن میں ایبک' اقطائی' بیبرس شامل تھے، ام خلیل ملکہ شجرۃ اللہ کو شاہی تخت پر بٹھایا اور مساجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا بلکہ سکوں پر بھی اس کا نام کندہ کیا گیا اور شاہی احکام پر اس کا طغرا "ام خلیل" نصب ہوتا تھا۔ ایک ترکمانی اس کا سپہ سالار مقرر ہوا۔

اس کے بعد فرنگیوں کے بادشاہ فرنسیس نے دمیاط کا علاقہ زر فدیہ کے طور پر حوالے کر کے رہائی حاصل کی اور سنہ ۶۴۸ھ میں مسلمان افواج نے اس پر قبضہ کر لیا۔ جب فرنسیس فرنگی بادشاہ نے حلف اٹھا کر یہ وعدہ کیا کہ وہ زندگی بھر مسلمانوں کے علاقے پر دوبارہ حملہ نہیں کرے گا تو مسلمانوں نے اس کی جان بخشی کر دی اور اسے اس کے ملک روانہ کر دیا۔

ایوبی خاندان کی حکومت کا خاتمہ

ان واقعات و حالات کے تحت مصر میں ترک ممالیک (غلاموں) کی مستقل حکومت قائم ہوئی اور بتدریج ایوبی خاندان کی حکومت کا مکمل طور پر خاتمہ ہو گیا جب ایوبی خاندان کے افراد کو معظم کے قتل اور ایک عورت کی تخت نشینی کی خبر ملی تو انہیں بہت دکھ پہنچا۔ فتح الدین عمر العادل کو اس کے چچا صالح نجم الدین ایوب نے قلعہ الکرک میں قید کیا ہوا تھا اور اس کا غلام بدر الدین صوابی جسے اس نے قلعہ الکرک اور شوبک کی فتح کے بعد ان دونوں علاقوں کا حاکم بنا دیا تھا اس کا نگران تھا۔ جب اسے خبر ملی تو بدر الدین نے فتح الدین عمر بن العادل کو قید خانے سے رہا کر دیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے حکومت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ اس نے اپنا لقب مغیث رکھا۔

مصر میں ترک امراء کی خود مختاری

جب مصر میں یہ خبر پہنچی کہ ایوبی خاندان کے لوگ عورت کو حاکم بنانے پر ناراض ہیں تو مصری ترک امراء نے ام خلیل کو معزول کر دیا اور چونکہ ان کا سپہ سالار ایک ترکمانی' ملک صالح اور ملک عادل کا پسندیدہ شخص تھا' اس لئے انہوں نے متفقہ طور پر اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اسے "المعز" کا لقب عطا کیا۔ اب وہ تن تنہا مصر کا ایک خود مختار بادشاہ بن گیا۔ اس نے اپنے غلام (موالی) سیف الدین قطز کو اپنا نائب مقرر کیا اور ترک افسروں کو مختلف مناصب و مراتب پر مقرر کیا۔

ایوبی امراء کی تدبیریں

اپنی وفات سے پہلے ملک صالح ایوب نے ابن مطروح کی بجائے جمال الدین ابن یغمور کو دمشق کا نائب مقرر کیا تھا وہاں ایوبی خاندان کے شہزادے (امراء) کثیر تعداد میں موجود تھے۔ جب ان کو یہ اطلاعات موصول ہوئیں کہ مصر میں ترک امراء خود مختار ہو گئے ہیں اور

ایک مصر کا حاکم بن گیا ہے اور دوسری طرف الکرک میں مغیث کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر لی ہے تو ان حالات کے پیش نظر امراء گذشتہ واقعات کی تلافی کرنے کی تدابیر پر غور و خوض شروع کر کے حالات کو اپنے مفاد میں لانے کے لئے مصروف ہو گئے۔ اس زمانے میں شام میں ایوبی خاندان کے اکابرین مندرجہ ذیل تھے :۔

ا۔ ناصر بن یوسف بن عزیز۔ ۲۔ محمد بن ظاہر غازی بن صلاح الدین حاکم حلب و حمص۔ لہٰذا انہوں نے ناصر کو بلوا کر دمشق اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اسے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ مصر کی حکومت بھی حاصل کرے۔

مصر کے امراء کا جوابی اقدام

ان تمام حالات کی اطلاع جب مصر کے امراء کو پہنچی تو انہوں نے یہ تدبیر سوچی کہ ایوبی خاندان کے کسی ایسے شخص کو بادشاہ مقرر کر جائے جس کی عوام مذمت نہ کر سکیں چنانچہ انہوں نے موسیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی جس کا والد یوسف اطسز بن کامل یمن کا حاکم تھا۔ وہ اس زمانے میں ابھی چھ سال کا بچہ تھا۔ تاہم اس کا لقب "اشرف" رکھا گیا اور اسے بادشاہ بنا دیا گیا اور ایبک رضاکارانہ طور پر اس کے حق میں دستبردار ہو گیا اور اس نے نائب سلطان کے نئے منصب کو قبول کر لیا۔

مصر پر حملہ

لیکن سلطان ناصر نے اس کے باوجود مصر پر حملہ کے ارادے کو برقرار رکھا۔ اس نے ایوبی خاندان کے بادشاہوں کو بلوایا چنانچہ اس کے پاس مندرجہ ذیل ایوب حکام آئے۔

ا۔ موسیٰ اشرف، حاکم حمص۔ ۲۔ اسماعیل صالح بن عادل، حاکم بعلبک۔ ۳۔ معظم توران شاہ بن صلاح الدین۔ ۴۔ اس کا بھائی ناصر الدین۔ ۵۔ داود ناصر، حاکم الکرک کا فرزند امجد حسن۔ ۶۔ اس کا دوسرا فرزند ظاہر شادی

سنہ ۶۴۸ھ میں سلطان ناصر دمشق سے مصر کی طرف روانہ ہوا۔ اس کی اگلی فوج کا سردار اس کا نائب لولو ارمنی تھا۔

مصر و شام کی فوجوں میں جنگ

جب سلطان ناصر کی روانگی کی خبر مصر میں پہنچی تو وہاں کھلبلی مچ گئی۔ اس موقع پر عباسی خلافت کے خلیفہ مستعصم کے ساتھ وفاداری کا اظہار کیا اور اشرف موسیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی تجدید کی اور اپنی فوجیں تیار کر کے مقابلے کے لئے روانہ ہو گئے۔ ان کی فوجوں کا سپہ سالار اقطائی جاندار تھا۔ اس فوج میں تمام بحریہ جماعت شامل تھی۔ ان کے پیچھے ایبک باقی ماندہ فوجوں کی قیادت کر رہا تھا۔ عباسیہ کے مقام پر فریقین کا مقابلہ ہوا۔ شروع میں مصری فوجوں کو شکست ہوئی اور اہل شام نے ان کا تعاقب کیا۔ مگر المعز ثابت قدم رہا اور جنگ کی چکی اس کے گرد گھومنے لگی۔

ناصر کو شکست

اسی عرصے میں سلطان ناصر کے بہت سے افسر محاذ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان میں عزیزیہ فوج کے امراء بھی شامل تھے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ا۔ جمال الدین لاید عون۔ ۲۔ شمس الدین اتسز البری۔ ۳۔ شمس الدین اتسز حسامی۔

یہ لوگ لولو ارمنی کی قیادت میں ناراض ہو کر بھاگے تھے۔ اس معرکہ میں لولو تن تنہا رہ گیا۔ لہٰذا معز نے ناصر اور اس کے ساتھیوں کے خلاف زبردست حملہ کیا اور انہیں شکست دی۔ ان کا لشکر منتشر ہو گیا۔ لولو کو گرفتار کر کے سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے اس کے قتل کے احکامات جاری کر دیئے لہٰذا اسے قتل کر دیا گیا اور ایوب خاندان کے امراء کو قید میں ڈال دیا گیا۔

جب ایبک جنگ سے فارغ ہو کر جا رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ ناصر کی فوجیں عباسیہ میں موجود ہیں اور سمجھ رہی تھیں کہ وہ غالب

ہے ہیں وہ ان کی طرف متوجہ نہ ہوا بلکہ بلبیس کی طرف مڑ گیا اور پھر قلعہ کی طرف چلا گیا۔ جب شام کے لشکر کو پتہ چلا کہ انہیں شکست فاش ہو گئی ہے تو لوٹ گئے اور ناصر کے پاس دمشق پہنچ گئے۔

ادھر ایبک نے قاہرہ پہنچ کر ایوبی خاندان کے افراد کو قلعہ میں بند کر دیا اور وہاں پہلے سے مقید اسماعیل صالح اور اس کے وزیر ابن یغمور کو قتل کرا دیا۔

فریقین میں صلح

سلطان ناصر نے دمشق پہنچ کر اپنی فوجوں کو از سر نو مرتب کیا' ان کی خامیوں کو دور کیا اور جلد ہی مصر پر دوبارہ حملے کا ارادہ کیا۔ اس بار بھی وہ اپنی فوجیں لے کر سنہ ۶۵۰ھ میں غزہ کے مقام پر پہنچا اور مصر کی فوجیں اس کا مقابلہ کرنے کے لئے میدان جنگ میں پہنچ گئیں۔ دونوں محاذ آراء فریقین نے کچھ عرصہ تک توقف کیا اسی دوران خلیفہ معتصم باللہ کا قاصد نجم الدین بادرانی وہاں پہنچ گیا اور اس نے دونوں فریقین میں صلح کرا دی۔ صلح کے اس معاہدے کے تحت بیت المقدس اور ساحل شام نابلس تک کا علاقہ المعز کے قبیلے کے تصرف میں دے دیا گیا اور دریائے اردن دونوں سلطنتوں کے درمیان سرحد قرار پائی۔

جب ان شرائط پر صلح ہو گئی تو فریقین اپنے اپنے وطنوں کو سدھارے۔ المعز نے ان امرائے بنو ایوب کو آزاد کر دیا جو اس نے جنگ کے دوران قید کر لئے تھے۔

شمالی مصر کے علاقے میں بغاوت

جب ملک صالح فرنگیوں کے ساتھ جنگ کر رہا تھا تو مصر کے شمالی علاقے (صعید) میں عربوں نے کافی فساد برپا کر دیا تھا۔ وہ سب شرف الدین جعفری کی قیادت میں اکٹھے ہو گئے تھے جو جعفر بن ابو طالب کی اولاد میں سے تھے اور مدینہ میں ان کے چچا زاد بھائیوں کے غلبہ کے بعد حجاز سے گزر کر وہاں پہنچ گئے تھے۔ شمالی مصر کے تمام عرب بدوؤں نے ان کی اطاعت قبول کر لی اور کوئی ان کا مقابلہ نہ کر سکا اس لئے یہ بغاوت برقرار رہی۔

جب ملک صالح فوت ہو گیا اور مصر میں ترک امراء نے خود مختاری حاصل کر لی تو وہ بھی بنو ایوب کے ساتھ جنگ میں مصروف ہونے کی وجہ سے ان پر کوئی توجہ نہ دے سکے۔

بغاوت کی سرکوبی

جب المعز ایبک اور سلطان ناصر کے درمیان صلح ہو گئی اور جنگی مصروفیات سے فراغت ملی تو اس نے ان باغی عربوں کے مقابلے کے لئے فارس الدین اقطائی اور عز الدین ایبک اقرم کو جو بحریہ جماعت کا سردار تھا' روانہ کیا لہٰذا وہ فوج لے کر وہاں پہنچے اور اخمیم کے علاقے میں ان سے جنگ کر کے انہیں شکست فاش دی۔ ان کا سپہ سالار شریف بچ نکلا لیکن بعد میں گرفتار ہو کر مارا گیا اس طرح اس بغاوت کو کچلنے کے بعد یہ فوجیں واپس قاہرہ آ گئیں۔

فارس الدین اقطائی کا قتل

اقطائی جاندار بحریہ جماعت کا امیر اور ایک عظیم شخصیت کا مالک تھا۔ اس کا لقب فارس الدین تھا اور وہ سلطنت مصر میں معز ایبک کا نائب اور اس کا نائب تھا۔ وہ بحریہ جماعت کے ساتھ بہت لطف و عنایت کے ساتھ پیش آتا تا کہ وہ اس سے مانوس ہو جائیں۔ لہٰذا اس کے اس شفقت آمیز سلوک کے پیش نظر بحریہ جماعت کے امراء ایبک سے زیادہ اس سے محبت کرتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ بہت طاقتور اور طاقت ور بن گیا۔ اس نے معز ایبک سے اسکندریہ کا علاقہ حاصل کر لیا اور اس کے بیت المال میں سے حسب منشا تصرف کرنے

لگا۔ اس نے فخر الدین محمد بن ناصر کو حماۃ کے حاکم مظفر کے پاس بھیجا تا کہ وہ اپنی بیٹی کا رشتہ اس سے کر دے چنانچہ اس نے اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دیا۔

اس کے بعد اقطائی جامدار نے اپنے ماتحتوں کے لئے تعریف اور سخاوت کا دوازہ کھول دیا۔ اس طرح اس کے طرف داروں کی تعداد میں بہت اضافہ ہو گیا اور یہ بات معز ایبک کی نظر میں کھٹکنے لگی اور اسے خطرہ نظر آنے لگا ان حالات میں آخر کار ایبک نے اقطائی جامدار کو قتل کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔

چنانچہ اس نے سنہ ۶۵۲ھ میں اسے اپنے محل میں مشورہ کے لئے بلوایا۔ اس سے پیشتر اس نے اس کی گزرگاہ پر ستونوں والے دالان میں اپنے تین موالی کو چھپا دیا تھا ان کے نام یہ تھے۔ ۱۔ قطز ۲۔ بہادل ۳۔ سنجر۔ جب اقطائی جامدار ان پاس سے گزرا تو انہوں نے لپک کر اس پر حملہ کر دیا اور تلواروں کے وار سے اسے اسی وقت قتل کر دیا۔ بحریہ جماعت کو جب اس کے قتل ہو جانے کی اطلاع ملی تو وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر آئے اور قلعہ کا چکر لگایا۔ جب اس کا سر قلعہ کے باہر ان کی طرف پھینکا گیا تو وہ منتشر ہو گئے۔

بحریہ جماعت کی شام کی طرف ہجرت

ان حالات میں بحریہ جماعت کے امراء کو اپنی جانوں کا خطرہ لاحق ہو گیا تو وہ صلاح مشورے کے لئے ایک جگہ اکٹھے ہوئے' ان امراء میں مندرجہ ذیل نام ہیں۔ ۱۔ رکن الدین بیبرس بند قداری' ۲۔ سیف الدین قلاون صالحی' ۳۔ سیف الدین سنقر الاشقر' ۴۔ بدر الدین بنسر شمسی' ۵۔ سیف الدین بلبان رشیدی' ۶۔ سیف الدین تنکز' ۷۔ اس کا بھائی سیف الدین موافق۔ یہ سب لوگ بحریہ جماعت کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کر گئے اور جو لوگ نہ جا سکے وہ چھپ گئے تاہم ان کے مال و دولت اور ذخیرے سب ضبط کر لئے گئے اور اقطائی جامدار نے اسکندریہ کے بیت المال سے جو کچھ لیا تھا وہ سب واپس کر دیا گیا اور اسکندریہ کی سرحد کا علاقہ جو اقطائی کو دیا گیا تھا سلطان ایبک کی عملداری میں شامل کر لیا گیا۔

سلطان ایبک کی خود مختاری

اب سلطان المعز ایبک مصر کی سلطنت کے امر میں تن تنہا خود مختار حکمران بن گیا۔ اس نے موسیٰ اشرف کو بھی معزول کر دیا اور اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اس نے ملک صلاح کی بیوی شجرۃ الدر سے شادی کر لی جو اس سے پہلے ملکہ مصر مقرر کی گئی تھی اس نے علاؤ الدین اید غدی عزیزی اور جماعت عزیزیہ کو اپنا مددگار بنایا اور علاؤ لدین کو دمیاط کا علاقہ جاگیر کے طور پر دے دیا۔

جنگی تیاریاں

جب بحریہ اور اس کے امراء غزہ پہنچے تو انہوں نے ناصر سے خط و کتابت کر کے اس سے وہاں آنے کی اجازت طلب کی اور سلطان ناصر کی طرف سے اجازت ملتے ہی اس کے پاس دمشق پہنچ گئے۔ سلطان ناصر نے ان کا بڑا خیر مقدم کیا اور اچھا سلوک کیا۔ بحریہ جماعت کے امراء نے سلطان ناصر کو مصر پر حملہ کرنے کی تجویز دی اور اس نے یہ تجویز منظور کر لی اور جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ مصر کے سلطان معز ایبک نے بھی سلطان ناصر کی طرف اپنا ایک پیغام بھیجا مگر ناصر نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

فریقین میں صلح

اسی دوران سلطان ایبک نے بیت المقدس اور ساحلی شہروں کا مطالبہ کیا۔ سلطان ناصر نے یہ علاقے اس کے حوالے کر دیئے مگر ناصر غور کی طرف روانہ ہوا اور عباسیہ کے مقام پر قیام کیا وہاں پہنچ کر فریقین کی فوجوں نے کچھ عرصے تک توقف کیا پھر انہوں نے مصالحت کر لی اور سنہ ۶۵۴ھ میں فریقین اپنے اپنے وطنوں کو واپس لوٹ گئے۔

مستعصم سے اظہارِ اطاعت

اب سلطان ایبک نے خلیفہ عباسی مستعصم کی طرف اپنا ایک قاصد روانہ کر کے اپنی اطاعت کا اظہار کیا اور خلیفہ سے علم اور تقررنامے کا طلب گار ہوا۔ جب وہ قاصد مصر واپس پہنچا تو اس نے علاؤ الدین اید غدی کو گرفتار کر لیا کیونکہ اس کا طرزِ عمل مشکوک تھا پھر اس سے بطور جاگیر دیا گیا دمیاط کا علاقہ بھی واپس لے کر سرکاری عمل داری میں شامل کر لیا گیا۔ بالآخر اسی حالت میں علاؤ الدین ہلاک ہو گیا۔

عزالدین کی بڑھتی ہوئی طاقت

عزالدین ایبک افرم صالحی نے جو قوص و اخمیم اور اس سے متعلقہ علاقوں کا حاکم تھا' اپنی طاقت میں کافی اضافہ کر لیا تھا اور اپنی خود مختاری کے لئے پر تول رہا تھا۔ سلطان معز اس کی بڑھتی ہوئی طاقت اور اثر و رسوخ سے خائف تھا اور اسے معزول کرنا چاہتا تھا لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ پھر اس نے ایک شخص خوارزمی کو اس کی امداد کے لئے بھیجا۔

بعد ازاں عزالدین صیمری نے اسے اس کے عہدے سے معزول کر دیا اور اسے مصر واپس بلوا لیا۔ کچھ عرصہ تک تو وہ اسی کے پاس رہا پھر اس کو اقطائی کے ساتھ مصر کے شمالی علاقوں میں عرب بدوؤں کی بغاوت کچلنے کے لئے روانہ کیا گیا۔ چنانچہ وہ شریف ابو ثعلب اور عرب باغیوں کو لے آیا۔ اقطائی نے واپس آ کر اپنا عہدہ سنبھال لیا مگر سلطان معز ایبک نے افرم کو کہا کہ وہ مصر کے شمالی علاقوں کا انتظام کرنے کے لئے ابھی وہاں مقیم رہے۔ صیمری اس کی خدمت میں رہے گا۔

افرم کی بغاوت

جب افرم مصر کے شمالی علاقوں میں تھا تو وہاں یہ خبر ملی کہ سلطان معز نے اقطائی کو قتل کروا دیا ہے اور اس کی بحریہ جماعت کے تمام ساتھی شام کی طرف بھاگ گئے ہیں۔ وہ یہ خبر سن کر بہت پریشان ہوا اور کھلم کھلا بغاوت کر دی۔ اس نے شریف ابو ثعلب کو بلوا کر اپنے ساتھ ملا لیا اور ہر طرف سے عرب بدوؤں کو اکٹھا کر کے فتنہ و فساد برپا کرنے لگا۔

افرم کا فرار اور گرفتاری

سنہ ۶۵۳ھ میں سلطان معز ایبک نے شمس الدین برلی کو بغاوت کچلنے کے لئے فوج دے کر روانہ کیا۔ جنگ میں باغیوں کو شکست ہوئی۔ شریف کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا جہاں سلطان ظاہر نے اسے قتل کروا دیا۔ مگر افرم اپنی موالی کی جماعت کے ساتھ بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور نخلستانوں کی طرف فرار ہو گیا۔ یہاں سے اس نے شام جانے کا ارادہ کیا لیکن وہ قبیلہ جزام کے بدوؤں کے ساتھ سویس اور کوہ طور کے علاقے سے گزر رہے تھے، مصر کے شمالی علاقوں کی طرف لوٹ گیا اور اس کے موالی مصر کی طرف لوٹ گئے۔

جب افرم غزہ پہنچا تو اس کی ملاقات سلطان ناصر سے ہوئی۔ اس نے اسے دمشق آنے کی اجازت دے دی چنانچہ وہ دمشق پہنچ گیا۔

سلطان ناصر نے اسے خلعت عطا کی اور پانچ ہزار دینار دیئے۔ وہ دمشق میں ہی مقیم رہا مگر جب بحریہ کی جماعت الکرک سے مصر کی طرف کوچ کر گئی تو اسے یہ خدشہ ہوا کہ کہیں سلطان ناصر اسے گرفتار نہ کر لے اس لئے اس نے مصر میں اتابک قطز کو خط لکھ کر وہاں جانے کی اجازت طلب کی اور اجازت ملنے پر وہاں پہنچ گیا۔ شروع میں تو اس نے اس کا بڑا استقبال کیا مگر بعد میں اسے گرفتار کر کے اسکندریہ میں قید کر دیا۔

افرم کے بعد صیمری بھی مصر کے بالائی حصے میں قیام پذیر رہا جہاں اس کی طاقت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آخر کار اس نے بھی خود مختار ہونا چاہا مگر اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اس لئے وہ بھی سنہ ۶۵۴ھ میں بھاگ کر سلطان ناصر کے پاس چلا گیا۔

معزایبک کا قتل

جب سلطان معزایبک کی سلطنت میں توسیع و ترقی ہوئی اور اس کا نظم و نسق درست ہوا اور اس نے دشمنوں کو اپنے علاقے سے باہر نکال دیا تو اس نے ارادہ کیا کہ حاکم حماۃ منصور اور حاکم موصل لولو سے تعلقات استوار کرے تاکہ وہ ان دونوں علاقوں پر اپنا غلبہ قائم کر سکے۔ چنانچہ اس نے اس مقصد کے لئے ان دونوں حکمرانوں کی بیٹیوں کا رشتہ طلب کیا جب یہ خبر اس کی بیوی شجرۃ اللہ تک پہنچی تو انتہائی غصے میں آ گئی اور اس نے خواجہ سراؤں (ہیجڑوں) کی ایک جماعت کو اس کے خلاف بھڑکا دیا اس میں محسن الخرزی اور خصی العزیزی جسے سنجر خادمان بھی کہتے ہیں' شامل ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے محل کے ایک حمام میں رات کے وقت سلطان معزایبک پر حملہ آور ہو کر اسے قتل کر دیا۔ یہ واقعہ سنہ ۶۵۵ھ میں رونما ہوا۔ اس نے تین سال تک حکومت کی۔

معزایبک کے موالی کو آدھی رات کے وقت اس کے قتل کی خبر پہنچی تو وہ سیف الدین قطز' سنجر غنمی اور بہادر کے ساتھ شاہی محل پہنچے۔ محل میں داخل ہوتے ہی انہوں نے علی الجوجری کو گرفتار کر لیا مگر سنجر عزیزی شام کی طرف بھاگ گیا۔ انہوں نے ملکہ شجرۃ اللہ کو بھی قتل کرنے کی کوشش کی مگر موالی صالحیہ نے اسے بچا لیا اور اسے قید کر دیا۔

معزایبک کے فرزند کی تخت نشینی

ان اندوہناک واقعات کے بعد سلطان معزایبک کے فرزند علی کو تخت نشین کیا گیا اور اس کا لقب ''منصور'' رکھا گیا۔ معزایبک کا نائب اتابک علم الدین سنجر علی تھا مگر سلطان معز کے موالی نے باہمی صلاح مشورے سے علم الدین کو معزول کر کے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اور اس کی بجائے اقطائی المعزی الصالحی کو جو عزیز کا مولی (غلام) تھا' سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔ یہ واقعہ سنہ ۶۵۶ھ میں ہوا۔ شرف الدین چونکہ معزالدین کا بڑا رازدان تھا لہٰذا منصور کی والدہ نے جب اپنے بیٹے کو اس کے خلاف بھڑکایا تو منصور نے اس کو قتل کروا دیا۔

اسی سال زہیر بن علی المہلی فوت ہو گیا' جو ملک صالح کا مراسلہ نگار تھا اور الکرک کے قید خانے میں بھی اس کے ساتھ رہا تھا اور پھر اس کے ساتھ مصر چلا گیا تھا۔

ناصر کی بحریہ سے جنگ

پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ بحریہ جماعت کے لوگوں نے بھاگ کر سلطان ناصر کے پاس پناہ لی تھی اور پھر اسے مصر پر چڑھائی کے لئے اکسایا اور فوجیں روانہ ہوئیں اس کے بعد سلطان ایبک نے عباسیہ کے مقام پر پہنچ کر دونوں فریقین میں صلح کرا دی۔ سلطان ناصر صلح ہونے کے بعد واپس دمشق چلا گیا اور بحریہ جماعت اپنے قلعہ کی طرف چلی گئی۔ مگر وہ اس صلح سے خوش نہ تھی۔ چنانچہ سلطان ناصر کا اس جماعت سے اعتماد اٹھ گیا اور اس نے انہیں الگ کر دیا۔ اس لئے وہ غزہ اور نابلس واپس چلے گئے اور وہاں سے الکرک کے حاکم کے پاس اپنی اطاعت اور وفاداری کا پیغام بھیجا۔ یہ خبر سن کر ناصر نے اپنی افواج بھیجیں تاکہ وہ ان پر حملہ کریں جب وہ وہاں پہنچیں تو انہوں نے ان افواج کو شکست دے دی .... بعد ازاں سلطان ناصر خود فوج لے کر روانہ ہوا انہوں نے سلطان کی فوج کو بھی شکست دے کر بلقا تک اس کا تعاقب کیا پھر وہ الکرک پہنچ گئے۔ یہاں آ کر انہوں نے مغیث کو مصر پر حملہ کرنے پر رضا مند کیا اور اس سے امداد بھی طلب کی۔ اس نے اپنا لشکر ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔

بحریہ کی پسپائی

جماعت بحریہ کے جو سردار فوج لے کر مصر پہنچے ان میں مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔ ۱۔ بیبرس بند قداری' ۲۔ قلاون صالحی

بلبان رشیدی۔ بحریہ کی اس فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے امیر سیف الدین قطز مصر کی فوج کو لے کر صالحیہ کے مقام پر پہنچا اور انہیں شکست دے دی۔ اس میں بلغار اشرف مارا گیا اور قلاون صالحی گرفتار ہوا اور اس کے ساتھ بلبان رشیدی بھی پکڑا گیا۔ چند دنوں بعد قلاون رہا ہو گیا اور اسے استاد الدار کی نگرانی میں چھوڑا گیا مگر وہ چھپ کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے مغیث کو دوبارہ جنگ کے لئے رضامند کیا اور وہ اپنی فوجیں لے کر سنہ ۶۵۶ھ میں مصر پہنچا اور صالحیہ میں مقیم ہوا۔ اس کے پاس عز الدین رومی، کافوری اور ہواشر بیعت کرنے کے لئے آئے۔ یہ وہ امرائے مصر تھے جن سے خط و کتابت کیا کرتا تھا۔ اب امیر سیف الدین قطز مصر کی فوجوں کو لے کر لڑنے کے لئے آیا۔ مغیث کو شکست ہوئی اور وہ اپنی فوج سمیت الکرک بھاگ گیا۔

کرد۔ بحریہ اتحاد

مصر کی فوج کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد بحریہ جماعت غور بھاگ گئی۔ وہاں انہوں نے کرد قبائل سے راہ و رسم پیدا کر لی جو تاتاریوں کے خوف سے شہر زور کے پہاڑوں سے بھاگ کر وہاں پہنچے تھے۔ بحریہ جماعت نے کردوں کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کر لئے اس طرح ان میں گھل مل گئے۔ ان دونوں گروہوں کے اتحاد سے سلطان ناصر نے خطرہ محسوس کیا۔ اس لئے دمشق سے ان پر حملہ آور ہونے کی تدبیر سوچی۔

سلطان ناصر اپنی فوج جمع کر کے غور کے مقام پر پہنچا اور دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ سلطان کی فوجیں شکست سے دوچار ہوئیں، اسی شکست کا بدلہ لینے کے لئے وہ از سر نو اپنی فوجوں کی جنگی تیاری کر کے وہاں پہنچا لیکن بحریہ جماعت نے اس کی فوجوں کا مقابلہ کرنے سے گریز کیا اور منتشر ہو گئے۔ یہ صورتحال دیکھ کر کرد قبائل مصر کو روانہ ہو گئے۔ راستے میں عریش کے مقام پر ترکمان قوم نے ان کی مزاحمت کی لیکن وہ اس مزاحمت کا مقابلہ کرتے ہوئے مصر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

بحریہ کے سرداروں کا فرار

بحریہ جماعت مغیث کی فوجوں کے ساتھ الکرک پہنچ گئی۔ اس نے ان کی مدد کرنے کا بھی وعدہ کیا تھا۔ مگر ناصر نے دمشق سے اس کو پیغام دے کر بھیجا کہ وہ بحریہ کی جماعت کو اس کے سپرد کر دے۔ اس نے یہ بھی دھمکی دی کہ وہ انہیں قتل کر دے گا۔ اس صورت سے بحریہ کے سردار گھبرا گئے چنانچہ بیبرس اور قلاون جنگل اور صحرا میں روپوش ہو گئے اور وہاں رہنے لگے پھر وہاں سے وہ مصر پہنچ گئے جہاں اتابک قطز نے ان کا استقبال کیا اور انہیں جاگیریں عطا کیں اور وہ اس کے پاس رہنے لگے۔

بحریہ جماعت کی گرفتاری

جب بیبرس اور قلاون مغیث کی عملداری سے فرار ہو کر مصر پہنچے تو بحریہ جماعت کے باقی ماندہ امراء کو مغیث نے گرفتار کر لیا۔ ان میں سنقر اشقر، شکر اور براق شامل تھے۔ اس نے انہیں ناصر کے پاس دمشق روانہ کر دیا۔ ناصر نے انہیں قلعہ حلب میں قید کر دیا اور جب تاتاریوں نے اس قلعے پر قبضہ کیا تو ہلاکو خان انہیں اپنے ساتھ اپنے ملک میں لے گیا۔

تاتاریوں کا بغداد پر حملہ

ان واقعات کے بعد تاتاری بادشاہ ہلاکو خان نے بغداد پر فوج کشی کر کے اسے تاخت و تاراج کیا اور خوب لوٹ مچائی۔ بغداد کو فتح کرنے کے بعد وہ فرات تک پہنچا اور اس نے میافارقین اور اربل کو بھی فتح کر لیا۔ حاکم موصل لولو اس کے پاس پہنچا اور اس نے ہلاکو خان کی اطاعت قبول کر لی۔ ناصر کے فرزند نے اپنے والد کی جانب سے تحائف دے کر ہلاکو خان کی طرف اپنا قاصد روانہ کیا تاکہ اس کے دوستی کا اظہار کیا جا سکے۔ قاصد نے سلطان ناصر کی طرف سے یہ معذرت بھی پیش کی وہ ہلاکو خان کی خدمت میں خود اس لئے حاضر

ہونے سے قاصر ہے کہ شام کے ساحلوں کی طرف سے صلیبی فرنگیوں کے حملے کا خدشہ ہے۔

امرائے مصر کی پریشانی

ہلاکو خان کی پیش قدمی کی خبریں سن کر امرائے مصر کو بھی اپنے بارے میں پریشانی لاحق ہوئی کیونکہ ان کا بادشاہ منصور علی بن المعز ایک ابھی کم عمر بچہ تھا اسے فوجی قیادت کا کوئی تجربہ نہیں تھا اور نہ ہی ابھی اس نے کسی جنگی معرکے میں حصہ لیا تھا۔ لہٰذا ان امراء نے اپنے ایک اجلاس میں اتفاق رائے سے سیف الدین قطز المعزی کے ہاتھ پر بیعت کر لی کیونکہ وہ اپنی دلیری اور جنگی تجربے کے لئے بہت مشہور تھا۔ لہٰذا امرائے مصر کے متفقہ فیصلے کے مطابق وہ سنہ ۶۵۶ھ میں تخت نشین ہوا۔

سلطان سیف الدین قطز کا دورِ حکومت

سلطان سیف الدین قطز شاہان خوارزمیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ خوارزم شاہ کا بھتیجا تھا اور اس کا نام محمود بن مودود تھا۔ ان پر جب تاتاریوں نے حملہ کیا تو انہوں نے اسے گرفتار کر کے فروخت کر دیا اور ابن الزعیم نے اسے خرید لیا تھا۔ یہ واقعہ نووی نے مورخین کی ایک جماعت کے حوالے سے تحریر کیا ہے۔

سلطان قطز کو بادشاہ بنانے کے لئے سب انتظامات صالحیہ' عزیزیہ اور سلطان قطز سے متعلقہ معزیہ گروہ نے انجام دیئے جو ترک غلاموں کے مختلف گروہ تھے۔ لیکن ان تمام انتظامات سے بہادر اور سنجر غتمی نامی دو امراء غائب رہے۔ بعد میں جب وہ حاضر ہوئے تو سلطان قطز ان دونوں پر اپنا اعتماد بحال نہ رکھ سکا اور اسے ان دونوں کی طرف سے مخالفت اور مزاحمت کا شبہ پیدا ہوا۔ چنانچہ سلطان نے ان دونوں امراء کو قید کر دیا اور پھر اپنی سلطنت کے امور کے استحکام کی طرف متوجہ ہوا۔

ہلاکو خان کی یلغار

ہلاکو خان نے سنہ ۶۵۸ھ میں دریائے فرات عبور کیا۔ اس کی آمد کی خبر سن کر ناصر اور اس کا بھائی الظاہر خوفزدہ ہو کر جنگلوں اور بیابانوں میں چھپ گئے۔ حاکم حماۃ منصور اور بحریہ کی وہ جماعت جو عرب قبائل کے ساتھ بیابانوں میں قیام پذیر تھی' مصر کی طرف بھاگ گئی۔

ہلاکو خان نے سرزمین شام میں پہنچ کر شام کے تمام شہروں کو فتح کر لیا اور ان شہروں کی فصیلیں گروا کر وہاں اپنے حکام متعین کئے۔ اس نے حلب میں بحریہ جماعت کے قیدیوں کو رہا کر دیا جن میں سنقر الاشقر اور بدالق شامل تھے۔ اس نے ان سے کام لیا اور پھر اپنے بھائیوں میں اختلاف پیدا ہو جانے کی وجہ سے واپس عراق پلٹ گیا اور شام کے علاقے میں اپنے ایک بڑے حاکم کتبغا کو نائب مقرر کیا اور اس کے ماتحت بارہ (۱۲) ہزار فوج چھوڑی۔ اسی دوران حمص کے حاکم اشرف ابراہیم نے بھی ہلاکو خان سے ملاقات کی۔

ابھی ہلاکو خان سرزمین شام میں ہی مقیم تھا کہ ناصر اس سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا۔ ہلاکو خان نے اہل مصر کے مقابلے کے لئے شام کی فوجی تیاریوں کے بارے میں مشورہ کیا' تو ناصر نے اہل مصر کی طاقت کو گھٹا کر پیش کیا یعنی اسے ایک کمزور سلطنت کے طور پر ظاہر کیا۔ لہٰذا اس غلط مشورہ کی بنا پر ہلاکو خان نے کتبغا اور اس کے ساتھیوں کو مصر کے خلاف جنگی تیاریوں کو حکم دے دیا۔

حاکم کتبغا کی پیش قدمی

جب ہلاکو خان وہاں سے رخصت ہوا تو کتبغا نے قلعہ دمشق پر حملہ کر کے اسے فتح کیا جو ابھی تک فتح نہیں ہو سکا تھا۔ لہٰذا اس نے اس کا محاصرہ کر کے اسے تلوار کے زور پر فتح کر لیا اور اس کے نائب حاکم بدر الدین بربدک کو قتل کرا دیا۔

اس کے بعد دمشق کی چراگاہ میں خیمہ زن ہو گیا اس کے پاس حاکم صرفد ناصر الظاہر آیا اور اطاعت قبول کی تو اس نے اسے اپنی عمل داری کی طرف واپس لوٹا دیا۔ حاکم الکرک مغیث نے اپنی فرزند عزیز کی قیادت میں ایک وفد اطاعت گزاری کے لئے بھیجا۔ کتبغا نے اس

کی اطاعت قبول کر لی اور اسے اپنے والد کے پاس لوٹا دیا۔

مصر کی شام پر چڑھائی

تاتاریوں کے مصر پر حملہ کرنے کے منصوبے کی اطلاع پا کر سلطنتِ مصر کی فوجیں اکٹھی ہونا شروع ہو گئیں۔ عربوں اور ترکمانوں کو بھی بلا لیا گیا انہیں خصوصی مراعات دی گئیں ان کو فوجی تربیت دی گئی اور ان کے نقائص دور کئے گئے۔ جب شام کے تاتاری حاکم کتبغا نے سلطان مصر مظفر قطز کو یہ پیغام بھجوایا کہ وہ اہلِ مصر کو سلطان ہلاکو خان کا مطیع اور فرمان بردار بنائے تو سلطان مصر کو اس پیغام پر بڑا غصہ آیا۔ اس نے یہ پیغام لے کر آنے والے قاصدوں کے سر قلم کر دیئے اور تاتاریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی فوج لے کر شام کی طرف یلغار کر دی۔ سلطان کے ساتھ حاکم حماۃ منصور اور اس کا بھائی افضل بھی تھے۔

ادھر شام میں جب تاتاری حکمرانوں کو مصری افواج کی آمد کی اطلاع ملی تو حاکمِ شام کتبغا تاتاری فوجوں کو لے کر مصری فوجوں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ اس معرکے میں مسلمانوں سے غداری کرتے ہوئے حمص اور ضبینہ کے مسلمان حاکم اشرف اور سعید ابن عزیز تاتاری فوجوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہوئے۔ مصر کے سلطان قطز نے ان دونوں مسلمان حاکموں کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ اس کی حمایت کریں۔ حمص کے حاکم اشرف نے وعدہ کیا کہ وہ جنگ کے روز بھاگ کر اس کی فوج میں آ ملے گا مگر حاکم ضبینہ ابن العزیز نے سلطان مصر کے پیغام کو قبول نہ کیا بلکہ اس کے قاصد پر حملہ بھی کیا۔

عین جالوت کے معرکے میں تاتاریوں کی شکست

عین جالوت کے مقام پر غور کے قریب دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور گھمسان کی جنگ ہوئی۔ عین جنگ کے دوران حمص کا حاکم اشرف اپنی فوجوں سمیت مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو گیا جس سے تاتاریوں کی طاقت میں کمی آ گئی اور تاتاریوں کو اس جنگ میں شکست سے دوچار ہونا پڑا اور تاتاری فوج کا سپہ سالار کتبغا میدان جنگ میں ہی مارا گیا۔

تاتاری فوج کا تعاقب

شکست کھانے کے بعد میدانِ جنگ سے تاتاری فوج بھاگ نکلی۔ مسلمان فوجوں نے ان کا تعاقب کیا اور انہیں چن چن کر قتل کیا۔ بیبرس مصری ترک افواج کے ساتھ تعاقب کرتے ہوئے حمص تک پہنچ گیا وہاں کتبغا کے لئے تاتاریوں کی امدادی فوج پہنچی ہوئی تھی اس نے ان کو تہ تیغ کر دیا۔

جنگ کے بعد سعید بن عزیز حاکم ضبینہ کو جب گرفتار کر کے سلطانِ مصر کے پاس لایا گیا تو سلطان نے اس کی ملامت کرنے کے بعد اسے قتل کروا دیا۔ حاکم الکرک عزیز بن مغیث کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ اس جنگ میں ظاہر بیبرس کو بھی گرفتار کر لیا گیا جو بعد میں مصر کا بادشاہ بنا۔

قدیم حکام کی بحالی اور نئے حکام کی تقرری

حمص کے حاکم اشرف کو جنگ میں مسلمان فوجوں کا ساتھ دینے کے صلے میں حمص کا حاکم برقرار رکھا گیا۔ منصور کو بھی اس کے شہر حماۃ کا حاکم بحال کر کے بھیجا گیا۔ معرۃ کا علاقہ بھی اسے واپس لوٹا دیا گیا البتہ اس سے سلمیہ کا علاقہ لے کر عربوں کے ایک حاکم محضا بن مانع بن حدیلہ کو دے دیا گیا۔

اس کے بعد جب سلطان مصر دمشق پہنچا تو سب تاتاری بھاگ گئے۔ جو ان میں سے وہاں رہ گئے تھے سب مارے گئے تھے۔ اب سلطان نے مختلف شہروں میں فوجیں متعین کیں۔ پھر دمشق پر علم الدین سنجر علی صالحی کو مقرر کیا یہ وہ شخص تھا جو علی بن ایبک اور نجم الدین ایوب کا ... ابن حسنے بن کردی کا اتابک تھا۔

سعید کو سلطان نے حلب کا حکم مقرر کیا۔ اسے مظفر علاؤ الدین بن لولو (حاکم موصل) بھی کہا جاتا ہے۔ وہ ناصر کے پاس اس وقت آیا تھا جب کہ وہ تاتاریوں کے خوف سے بھاگ گیا تھا۔ جب ناصر دوبارہ شام آیا تو وہ مصر چلا گیا تھا۔ جہاں سلطان قطز اس سے اچھے سلوک سے پیش آیا۔ پھر ناصر نے اسے حلب کا حاکم بنا دیا تاکہ وہ اس کے بھائی صالح سے جو موصل میں تھا تاتاریوں کے حالات معلوم کرتا رہے اور باخبر رہے۔ شمس الدین داشیر برلی عزیز محمد کے امراء میں سے تھا جو ناصر کا باپ تھا۔ اسے سلطان نے نابلس، غزہ اور سواحل شام کا حاکم مقرر کیا۔ یہ شخص ناصر کے پاس سے بھاگ گیا تھا۔

جب اس نے عزیزیہ کی جماعت کے ساتھ مصر پر حملہ کیا تھا اور یہ اتابک کے پاس پہنچ گیا تھا پھر اسے ان پر شبہ پیدا ہوا اور اس نے بعض لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ برلی باقی لوگوں کے ساتھ ناصر کے پاس پہنچ گیا۔ جس نے اسے قلعہ حلب میں قید کر دیا۔ جب تاتاریوں نے اس قلعہ کو فتح کیا تو برلی یہاں سے فرار ہو کر مصر چلا گیا جہاں سلطان مظفر نے اس کا خیر مقدم کیا اور اس موقع پر اس نے اسے سواحل شام اور غزہ کا حاکم مقرر کر دیا۔

سلطان مظفر قطز دمشق میں بیس دن قیام پذیر رہا اس کے بعد وہ مصر چلا گیا۔

ناصر کا قتل

تاتاری فوجوں کی شکست کا علم جب ہلاکو خان کو ہوا اور اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ اب شام پر ترک سلاطین کا قبضہ ہے تو اسے طیش آیا۔ اس نے اپنا سارا غصہ سابق حاکم دمشق ناصر پر نکالا کہ اس نے مجھے مصر پر حملہ کرنے کا مشورہ دے کر دھوکہ دیا ہے۔ بعد میں ہلاکو خان نے ناصر کو قتل کروا دیا۔ اس کے بعد شام کے تمام علاقوں پر ایوبی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور اس علاقہ پر مصر کے ترک سلاطین کا قبضہ ہو گیا۔

بحریہ جماعت کا تعاون

چونکہ سلطان قطز نے بحریہ جماعت کے سردار قطائی جاندار کو قتل کرایا تھا اور بحریہ جماعت کو اس بات کا بڑا صدمہ تھا اور وہ اپنے سردار کے قتل کا انتقام لینے کے درپے تھی اور اس وجہ سے سلطان مظفر قطز بھی اس جماعت کو شک کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور اس پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔ مگر جب تاتاریوں کے حملے کا خطرہ پیدا ہوا اور سلطان اپنی فوج جمع کر کے تاتاریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے شام کی طرف روانہ ہوا تو ہر ایک نے اپنے ذاتی اختلافات بھلا دیئے اور جماعت بحریہ کے ممتاز سردار جو حاکم الکرک سے خوفزدہ ہو کر بیابانوں میں روپوش ہو گئے تھے وہ بھی ان حالات میں سلطان کے پاس آ گئے تھے تاکہ جنگ میں تاتاریوں سے مقابلہ کیا جا سکے۔ اس نے بحریہ کے ان سرداروں کی جان بخشی کر دی کیونکہ مصیبت اور آزمائش کی گھڑی میں سلطان کو ان جیسے افراد کی سخت ضرورت تھی۔ اس لئے اس نے انہیں لشکر اسلام میں شمولیت کی اجازت دے دی اور یوں بحریہ جماعت تاتاریوں کے خلاف عین جالوت کے مقام پر جنگ میں شریک ہوئی اور اس فیصلہ کن جنگ میں اس جماعت کے سرداروں نے زبردست کارنامے سر انجام دیئے اور بڑی بہادری سے لڑے۔ بحریہ کے مندرجہ ذیل سرداروں نے اس جنگ میں حصہ لیا اور صف اول میں رہے۔

۱۔ بیبرس بند قداری، ۲۔ انزا اصفہانی، ۳۔ بلبان رشیدی، ۴۔ بکتان جو کنذرلی، ۵۔ بندہ غماز ترکی۔

سلطان مظفر قطز کا قتل

عین جالوت کے معرکے میں تاتاریوں کی شکست فاش اور شام پر دوبارہ مسلمانوں کے قبضہ کے بعد جب تاتاریوں کا خوف دور ہوا تو بحریہ جماعت کے امراء کے دلوں میں اپنے سرداروں کے قتل کا انتقامی جذبہ پھر بیدار ہو گیا اور وہ سلطان قطز کے قتل کے درپے ہو گئے۔ جب سنہ ۶۵۸ھ میں سلطان قطز دمشق سے مصر کی طرف روانہ ہوا تو بحریہ کے سرداروں نے متفقہ طور پر رائے میں اس پر حملہ

نے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ جب سلطان مصر کے نزدیک پہنچا تو ایک روز شکار کے لئے جنگل کی طرف نکلا۔ سواروں کا باقی قافلہ اپنے مقررہ ستے پر رواں دواں رہا۔ اس موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے اور پہلے سے تیار شدہ منصوبے کے مطابق بحریہ کے سرداروں نے سلطان کا ب کیا اور انزا اصفہانی نے آگے بڑھ کر سلطان کے حضور اپنے کسی ساتھی کی سفارش کی۔ سلطان نے اس کی سفارش کو قبول کر لیا۔ ب وہ دست بوسی کے لئے جھکا تو اس نے سلطان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اسی دوران فوراً" بیبرس نے تلوار سے سلطان پر حملہ کر دیا۔ اس اچانک ملے کی تاب نہ لاتے ہوئے سلطان ہاتھوں اور منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ اسی وقت دوسرے لوگوں نے تیروں سے حملہ کر کے اسے قتل ر ڈالا پھر اس کارروائی کے بعد وہ جلدی سے خیموں کی طرف روانہ ہو گئے۔ خیموں کے پاس علی ابن المعز ایبک کھڑا تھا۔ اس نے ان ے پوچھا کہ "تم میں سے سلطان کو کس نے قتل کیا ہے"؟ انہوں نے جواب دیا "بیبرس نے"۔ لہٰذا اس نے فوراً" بیبرس کے ہاتھوں پر ت کر لی۔ اس کے باقی فوجیوں نے بھی اس کی پیروی کی۔ انہوں نے اس کا لقب "الظاہر" رکھا۔ اس کے بعد انہوں نے اید مرحلی کو س خبر کی اطلاع کرنے کے لئے مصر کے قلعہ کی طرف روانہ کیا۔ چنانچہ اس نے وہاں جا کر لوگوں سے بیبرس کی بادشاہت کی بیعت حاصل ر لی۔

باب دوم

ظاہر بیبرس کا دور حکومت

تخت نشینی

سلطان ظاہر بیبرس ۱۵ ذو القعدہ سنہ ۶۵۸ھ کو مصر کے دارالحکومت قاہرہ پہنچا اور اسی دن اس کی تخت نشینی عمل میں آئی۔ اپنی تخت نشینی کے بعد سلطان بیبرس نے یہ حکمت عملی اپنائی کہ مختلف طبقات کے لحاظ سے ان پر نائب مقرر کئے اور تمام مملکت میں اسی حکمت عملی پر عمل کرنے کی ہدایات جاری کیں۔

اس نے مختلف حکام کا تقرر کیا اور ان کی تنخواہیں مقرر کیں۔ سلطان تاج الدین عبدالوہاب ابن بنت الاعز کو قاضی کے عہدہ کے ساتھ ساتھ وزیر بھی مقرر کیا اور اپنے استاد صالح نجم الدین کی ہدایت پر عمل پیرا رہا۔

سلطان بیبرس کے حالات

شروع میں سلطان بیبرس ملک صالح کے مولی علاؤ الدین ایدکن کا مولی (غلام) تھا۔ جب ملک صالح کی علاؤ الدین سے کسی معاملے میں رنجش پیدا ہوئی تو اس نے اسے قید کر لیا اور اس کی تمام مال و دولت اور موالی و غلام چھین لئے انہی غلاموں میں بیبرس بھی شامل تھا۔ اس نے اسے جاداریہ مقرر کر دیا جہاں سے اس کا مرتبہ بڑھتا گیا یہاں تک کہ اسے جنگی محکمہ میں مقرر کیا گیا اور سرداروں کا افسر بنا دیا گیا۔ ملک صالح کے بعد بیبرس نے ترقی کی اس کے حالات ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں۔

حاکم دمشق کی طرف سے بغاوت

دمشق کے حاکم علم الدین سنجر کو جسے سلطان قطز نے حاکم دمشق مقرر کیا تھا جب سلطان مظفر قطز کے قتل ہو جانے کی المناک خبر موصول ہوئی اور اس کی جگہ ظاہر بیبرس کی تخت نشینی کا علم ہوا تو اسے سخت دکھ ہوا اور اس نے ظاہر بیبرس کی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور خود اپنی بادشاہی کا اعلان کر کے دمشق میں شاہی تخت پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنا لقب مجاہد رکھا اور اپنے نام کا خطبہ مساجد میں پڑھوایا اور ساتھ ہی اپنے نام کا سکہ جاری کر دیا۔

حماۃ کے حاکم منصور نے سلطان ظاہر بیبرس کی حکومت سے وفاداری کا اظہار کیا اس کے بعد جب تاتاری افواج شام کی طرف روانہ ہوئیں اور البیرہ کے قریب پہنچیں تو سعید بن لولو نے حلب کا لشکر ان کے مقابلے کے لئے روانہ کر دیا۔ امرائے عزیزیہ اور ناصریہ نے ان کا الزام ابن لولو پر لگا کر اسے قید کر دیا۔ انہوں نے اپنا حاکم حسام الدین جو کنداری کو مقرر کیا جس کی حمایت سلطان بیبرس نے بھی کی۔

تاتاریوں کی فوج کشی

تاتاریوں کو اپنی شکست بھولی نہیں تھی اور وہ اندر ہی اندر دوبارہ جنگ کی تیاریوں میں مصروف رہے۔ چنانچہ سب سے پہلے انہوں نے حلب پر فوج کشی کی اور اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے خوب لڑے اور حلب کو فتح کر لیا۔ حاکم حلب حسام الدین حماۃ کی جانب بھاگ گیا۔ حلب فتح کرنے کے بعد تاتاریوں نے حماۃ پر بھی حملہ کر دیا اور حاکم حماۃ منصور اور اس کا بھائی افضل حمص کی طرف بھاگ گئے۔ وہاں

اشرف بن شیرکوہ حاکم تھا اس کے پاس عزیزیہ اور ناصریہ کے گروہ اکٹھے ہو گئے تھے۔ انہوں نے سنہ ۶۵۹ھ میں تاتاریوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ کچھ پسپائی کا سامنا کیا لیکن دوبارہ پھر حملہ کر کے تاتاریوں کو شکست سے دوچار کر دیا اور اس طرح حماۃ کا خوب دفاع کیا۔

تاتاریوں کے ان حملوں کے بعد حاکم حماۃ حمص اشرف دونوں دمشق پہنچ گئے لیکن انہوں نے حاکم دمشق سنجر علی کی اطاعت قبول نہ کی کیونکہ وہ ایک کمزور شخص تھا۔ تاتاری فوجیں حماۃ سے افامیہ پہنچیں۔ انہوں نے ایک دن اس کا محاصرہ کیا اور پھر دریائے فرات کو عبور کر کے اپنے دیس واپس لوٹ گئے۔

بغاوت کی سرکوبی

سلطان بیبرس حاکم دمشق کی بغاوت سے سخت پریشان تھا چنانچہ اس نے اپنے استاد علاؤ الدین بند قداری کو فوج دے کر حاکم دمشق سنجر علی کی بغاوت کو کچلنے کے لئے بھیجا۔ اس جنگ میں سنجر علی حاکم دمشق کو شکست اٹھانا پڑی اور وہ میدان جنگ سے بھاگ کر دمشق کے قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا اور پھر اپنے پکڑے جانے کے خوف کے تحت وہ وہاں سے رات کے اندھیرے میں نکل کر بعلبک کی طرف بھاگا۔ علاؤ الدین بند قداری کی فوجوں نے اس کا تعاقب کیا اور اسے راستے میں ہی گرفتار کر لیا اور پھر اسے سلطان ظاہر بیبرس کے پاس مصر بھیج دیا گیا جس نے اسے قید خانے میں بند کر دیا اور ایدکن کو دمشق میں برقرار رکھا۔ اس کے بعد حمص اور حماۃ کے دونوں حاکم اپنے اپنے وطن کو واپس لوٹ گئے۔

اقوس البرلی کا باغیانہ رویہ

اپنے ایک پیغام کے ذریعے سلطان ظاہر نے ایدکن کو حکم دیا کہ وہ فوراً بقری اور شمس الدین اقوس برلی کو گرفتار کر لے۔ چنانچہ اس نے سلطان کے حکم کی تعمیل میں بقری کو تو گرفتار کر لیا مگر بروقت مخبری کی وجہ سے عزیزیہ اور ناصریہ کے افراد اقوس البرلی کے ہمراہ بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے حمص اور حماۃ کے شہروں میں جا کر پناہ لی اور ان دونوں شہروں کے حکام کو بھی سلطان کے خلاف بغاوت کی ترغیب دی مگر ان دونوں حکام نے ان کی حمایت سے معذوری ظاہر کی۔ اس کے بعد برلی حلب پہنچا جہاں فخر الدین حمصی بھی موجود تھا۔ برلی نے فخر الدین سے کہا کہ "ہم سلطان ظاہر کے فرمان بردار اور مطیع ہونا چاہتے ہیں"۔ اور اس نے اسے دوبارہ سلطان کے پاس لے جانے کا منصوبہ بنایا لیکن برلی اس کی ہمراہی اختیار کرنے کی بجائے اچانک حلب روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ کر اس نے سلطان کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ اس دوران اس نے حلب کے عربوں اور ترکمانوں کو متحد کر کے انہیں جنگ کے لئے تیار کیا۔ جب یہ اطلاعات مصر پہنچیں تو مصری افواج برلی کی اس بغاوت کو کچلنے کے لئے میدان جنگ میں پہنچیں۔ اس جنگ میں وہ شکست کھا کر البیرہ کی طرف بھاگ گیا اور اس علاقہ پر اپنا قبضہ کر کے وہاں رہنے لگا۔

سنقر رومی کی قیادت میں جب سلطان ظاہر نے سنہ ۶۶۰ھ میں اپنی افواج حلب کی طرف بھیجیں تو حمص اور حماۃ کے دونوں حکام انطاکیہ پر حملہ کرنے کے لئے اس کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ اس عرصے میں برلی نے ان سے ملاقات کی اور سلطان ظاہر کی اطاعت کا اقرار کیا چنانچہ سلطان نے البیرہ پر اس کی حکومت کو بحال رکھا لیکن بعد میں جب سلطان کو اس سے کوئی بدگمانی پیدا ہو گئی تو اسے قید کر دیا۔ سلطان نے علاؤ الدین ایدکن کو بھی قید کر دیا اور بیبرس وزیری کو دمشق کا حاکم مقرر کر کے واپس مصر آ گیا۔

مصر میں خلافت کا احیاء

تاتاریوں کے حملے کے دوران بغداد میں خلیفہ عبداللہ مستعصم کی شہادت کے بعد تمام اسلامی سلطنتوں میں خلافت کا ادارہ ختم ہو گیا اور کہیں بھی خلافت قائم نہ رہی اور خلیفہ کا عہدہ خالی ہو گیا۔ اس بات کا سلطان ظاہر کو بہت دکھ تھا اور وہ اسلامی خلافت کے ادارے کو دوبارہ بحال کرنا چاہتا تھا۔ خلیفہ مستعصم شہید کا ایک چچا تھا جس کا پورا نام ابو العباس احمد بن الظاہر تھا' وہ بغداد کے شاہی محلات میں

رہتا تھا اور بیعت کے دن وہ بغداد سے بھاگ گیا تھا چنانچہ مختلف قبائل میں قیام کرتا ہوا وہ سنہ ۶۵۹ھ میں مصر جا پہنچا۔ سلطان ظاہر اس کی اچانک آمد سے بہت خوش ہوا اور خود سوار ہو کر اس کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آیا اور اس سے ملاقات کی۔ مسلمانوں کے مختلف طبقات کو قلعہ کے شاہی دروازوں پر اس کے استقبال کے لئے بلایا گیا۔ پھر بڑے ادب و احترام کے ساتھ اپنے دربار میں اس کے ساتھ ملاقات کی۔ قاضی تاج الدین ابن بنت الاغر بھی اس محفل میں موجود تھے اور انہوں نے عباسی خاندان سے ان کے صحیح النسب ہونے کے سلسلے میں ان عربوں سے شہادتیں طلب کیں جو وہاں موجود تھے اور محل خلافت کے سابق خادموں سے بھی اس امر کی تصدیق حاصل کی۔ اس کے بعد قاضی نے ان کے صحیح النسب ہونے اور خلافت کا جائز وارث بننے کا فیصلہ دے دیا۔

خلافت کا قیام

قاضی کے اس فیصلے کے بعد سلطان الظاہر بیبرس اور عام مسلمانوں نے ابو العباس احمد بن الظاہر کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی اور پھر سلطنت کے دوسرے حصوں سے بھی نئے خلیفہ کے لئے بیعت حاصل کی گئی۔ سلطان نے احکامات جاری کئے کہ تمام مساجد کے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور سکوں پر اس کا نام کندہ کیا جائے۔ نئے خلیفہ کا لقب "مستنصر" رکھا گیا۔ خلیفہ نے اپنے پہلے حکم میں حکومت کا انتظام و انصرام سلطان ظاہر کے سپرد کر دینے کا اعلان کیا اور اس مقصد کے لئے ایک تحریری فرمان بھی جاری کیا گیا جسے فخر الدین لقمان نے تحریر کیا جو خط و کتابت کے میر منشی تھے۔

خلافت کا بغداد میں قیام کا منصوبہ

اس کے بعد شہر سے باہر نصب کئے گئے ایک خاص خیمے میں سلطان اور تمام مسلمان امراء پہنچے اور ایک تقریب میں سلطان نے اپنے خواص اور منصب داروں کو خلعت عطا کئے اور اعلان کیا کہ خلیفہ وقت کو اپنے پرانے دار الخلافت بغداد میں واپس پہنچانے میں ان کی پوری مدد کرے گا۔

پھر اس کے بعد خلیفہ نے خطبہ جمعہ پڑھا اور منبر پر نہایت ہی رقت آمیز تقریر کی جس سے مسلمانوں کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے پھر اس نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔

لولو کی وفات

سنہ ۶۵۷ھ میں لولو فوت ہو گیا اور اس کا فرزند اسماعیل موصل کا حاکم مقرر ہوا۔ اسماعیل مجاہد جزیرہ ابن عمر کا حاکم ہوا اور دوسرا فرزند سعید سنجار کا حاکم تھا۔ ان واقعات سے پہلے ان کے والد لولو ہلاکو کے ماتحت ہو گئے تھے چنانچہ ہلاکو خان نے انہیں موصل اور اس کے متصل علاقوں کی حکومت پر برقرار رکھا۔ لیکن لولو کے فرزند صالح اسماعیل اور اس کا بھائی اسحٰق حاکم الجزیرہ مصر آ گئے تھے۔ لولو کی وفات کے کچھ عرصہ بعد اس کا فرزند سعید سنجار حاکم دمشق ناصر کے ساتھ مل گیا اور اس کے ساتھ مصر چلا گیا اور سلطان قطز کے ساتھ شامل ہو گیا۔ سلطان نے اسے حلب کا حاکم مقرر کیا لیکن بعد میں اسے قید میں ڈال دیا۔

لولو کے دو فرزندوں (اسماعیل حاکم موصل اور اسماعیل مجاہد حاکم جزیرہ ابن عمر) کی وفاداری پر بعد میں جب ہلاکو خان کو شک گزرا تو دونوں بھائی ہلاکو خان کی نیت کو بھانپ گئے اور وہاں سے بھاگ کر مصر پہنچ گئے۔ سلطان الظاہر نے ان کی عزت افزائی کی پھر انہوں نے اپنے قیدی بھائی (سعید سنجار) کو قید سے رہا کرنے کی استدعا کی تو سلطان الظاہر بیبرس نے اسے قید سے رہا کر دیا اور ان علاقوں پر ان کی حکومت کے بارے میں تحریری حکم جاری کیا اور انہیں علم سلطنت عطا کئے۔

خلیفہ کو بغداد پہنچانے کے انتظامات

اب سلطان الظاہر بیبرس نے خلیفہ مستنصر کو بغداد کے دار الخلافت پہنچانے کے انتظامات کرانے شروع کر دئے۔ اس نے اس مقصد

کے لئے اپنی فوجوں کو تیار کیا اور خیمے اور شامیانے نصب کرائے اور سب فوجیوں کے وظائف مقرر کئے ان کی کمزوریوں اور خامیوں کو دور کیا جاتا ہے کہ سلطان نے اس مقصد کے حصول کے لئے دس لاکھ دینار صرف کئے۔

سلطان کی دمشق روانگی

پھر اسی سال ماہ شوال میں سلطان اپنی فوجوں سمیت دمشق روانہ ہوا تا کہ وہاں سے خلیفہ کو اپنے دارالخلافت بھجوائے اور لولو کے فرزندوں کو ان کے علاقوں کی طرف روانہ کرے۔ جب سلطان دمشق پہنچا تو اس نے قلعہ میں قیام کیا اور بلیان رشیدی اور شمس الدین منستقر کو دریائے فرات کی طرف روانہ کیا۔ چنانچہ خلیفہ نے بغداد پہنچنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور وہاں سے رخصت ہو گیا اور ساتھ ہی صالح اسماعیل اور اس کے دونوں بھائی بھی موصل کی طرف روانہ ہو گئے۔

خلیفہ کی شہادت

جب ان سب واقعات و حالات کی اطلاع ہلاکو خان کو ملی تو اس نے خلیفہ کی فوجوں سے مقابلہ کرنے ارادہ کیا اور اس مقصد کے لئے فوجیں روانہ کیں۔ ان تاتاری افواج نے نماز و خذ نیتہ کے مقام پر خلیفہ کی فوجوں کو شکست دی' اس جنگ میں خلیفہ مستنصر شہید ہو گیا۔

موصل کی فتح

اسی دوران ہلاکو خان نے اپنی افواج کو موصل کی طرف بھی روانہ کیا' ان فوجوں نے موصل شہر کا نو ماہ تک محاصرہ جاری رکھا۔ بالآخر اہل موصل اس طویل محاصرے سے تنگ آ گئے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دئے۔

تاتاریوں نے موصل فتح کر کے صالح اسماعیل حاکم موصل کو قتل کر دیا۔ اس معرکہ کے دوران سلطان ظاہر دمشق میں قیام پذیر رہا۔

بنو ایوب کے حکام کی فرمانبرداری

سلطان الظاہر بیبرس کے دمشق میں قیام کے دوران شام کے مختلف علاقوں سے ایوبی خاندان کے افراد آئے اور انہوں نے سلطان سے شرف ملاقات حاصل کیا اور اپنی فرماں برداری اور اطاعت کا اظہار کیا۔ ان لوگوں میں منصور حاکم حماۃ اور اشرف حاکم حمص بھی شامل تھے۔ سلطان نے بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا اور انہیں ان کے علاقوں پر دوبارہ حاکم مقرر کیا اور ان دونوں کو یہ اجازت بھی دے دی کہ اپنی حکومت کا دائرہ بلاد اسماعیلیہ تک وسیع کر سکتے ہیں اور منصور تل باشر کا قلعہ بھی حاصل کر سکتا ہے جو اسے حمص کے بدلے میں ملا تھا۔ جب کہ یہ علاقہ حاکم حلب ناصر نے اس سے چھین لیا تھا۔

سلطان ظاہر بیبرس کے پاس ایوبی خاندان کے جو امراء تشریف لائے ان میں مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔ ا۔ الزاہد اسد الدین شیرکوہ' سابق حاکم حمص) ۲۔ حاکم بعلبک' ۳۔ صالح اسماعیل بن عادل کے فرزند منصور' ۴۔ ان کے بھائی سعید' ۵۔ امجد بن ناصر داود' ۶۔ ظاہر بن معظم۔

سلطان ظاہر نے دمشق میں ان ایوبی امراء کے وفود کی بڑی پذیرائی کی' ان کے ساتھ عزت و تکریم سے پیش آئے اور ان کی اطاعت و فرمان برداری کو تسلیم کرتے ہوئے ان سے بہت اچھا سلوک کیا۔ ان کی تنخواہیں اور وظائف مقرر کئے۔ سلطان جب مصر واپس جانے لگا تو اس نے مغیث کے فرزند عزیز کو رہا کر دیا' جسے سلطان قطز نے الکرک کے قلعہ میں قید کر دیا تھا۔

اسی طرح سلطان نے عرب قبائل پر بھی عنایات کیں اور شام کے عرب قبائل پر عیسیٰ بن مہنا کو سردار مقرر کیا جو ان کا خاص آدمی تھا۔ اس نے ان عربوں کو کثرت سے جاگیریں عطا کیں تا کہ وہ عراق کی سرحد تک راستوں کی حفاظت کر سکیں۔

نئے خلیفہ کی بیعت

جب سلطان الظاہر مصر واپس پہنچا تو چند روز بعد ایک شخص اس کی خدمت میں حاضر ہوا جو اپنے آپ کو خلیفہ مسترشد کی اولاد میں ہونا بتاتا تھا۔ چنانچہ سلطان نے پہلے طریق کار کی طرح قاضی تاج الدین ابن بنت الاغر سے اس کے صحیح النسب ہونے کی تصدیق کروائی اس کے بعد سلطان نے لوگوں کو حسب مراتب بلوایا اور سب نے نئے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس نئے خلیفہ احمد نے بھی سلطان کے تمام اختیارات سلطان کے حوالے کر دیئے اور اپنے تمام اختیارات سے دستبردار ہو گیا۔ یہ بیعت خلافت سنہ ۶۶۰ھ میں ہوئی۔ اس خلیفہ کا نسب نامہ عباسیوں کے شجرہ نسب میں اس طرح ہے۔

"احمد بن ابی بکر علی بن ابی بکر بن احمد بن امام المسترشد"۔

مصر کے ماہرین انساب کے نزدیک یہ شجرہ یوں ہے۔

"احمد بن حسین بن ابی بکر بن الامیر ابی علی القبیتبی بن الامیر حسن بن الامام الراشدین الامام المسترشد"۔

چنانچہ حاکم حماۃ (ابو الفداء) نے اپنی تاریخ میں شجرہ اسی طرح بیان کیا ہے۔

فرنگیوں کی صلح

جب تاتاریوں نے شام پر یلغار کی تو ان کے خوف سے تقریباً تمام ترکمانی قبائل شام کے ساحلی علاقوں کی طرف کوچ کر گئے اور یہ قبائل صفد کے قریب جوکان کے مقام پر اکٹھے ہو گئے۔

اور جب سلطان الظاہر بیبرس نے شام پر فوج کشی کی تو یافا' بیروت اور صفد کے فرنگیوں نے اپنے ایلچی سلطان کی خدمت میں روانہ کئے،وہ سلطان صلاح الدین کے زمانے کی طرح صلح کرنے کے خواہش مند تھے۔ سلطان نے ان کی صلح کرنے کی درخواست منظور کر لی اور مملکت فرانس کے بادشاہ کے نام یہ صلح نامہ لکھا گیا جو سمندر پار تھا۔ اس طرح شام کے ساحلی علاقوں میں بسنے والے یہ فرنگی سلطان ظاہر کی حفاظت میں آ گئے۔

فرنگیوں اور ترکمانوں میں جھڑپ

اسی دوران صفد کے فرنگیوں اور ترکمانی قبائل کے درمیان جھڑپ ہو گئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پہلے اہل صفد نے ترکمانی قبائل پر حملہ کیا اور پھر ان ترکمانوں نے ان صفد کے فرنگیوں پر حملہ کیا اور ان کے کئی افسروں کو گرفتار کر لیا اور پھر فدیہ لے کر رہا کیا۔ لیکن بعد میں پھر سلطان ظاہر کے ممکنہ حملے کے خوف سے بلاد روم کی طرف کوچ کر گئے اور شام کا علاقہ ان سے خالی ہو گیا۔

ترک غلاموں کی طاقت ور جماعت

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ترک غلاموں کے کئی گروہ تھے ان میں سے عزیزیہ اور اشرفیہ کے گروہ بڑی اہمیت کے حامل تھے اور یہ دونوں ترک غلاموں کی ایک بڑی طاقت ور جماعت تھی' اشرفیہ گروہ کا سردار بہاء الدین بغدی تھا اور عزیزیہ گروہ کا سردار شمس الدین اقوش تھا۔ سلطان مظفر قطز نے اسے نابلس' غزہ سواحل شام کی حکومت عطا کی تھی۔ جب سلطان ظاہر بادشاہ بنا تو دمشق کے حاکم سنجر نے اس کے خلاف بغاوت کر دی۔ لہٰذا سلطان ظاہر نے اپنے استاد علاء الدین بند قداری کو فوج دے کر اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔

عزیزیہ اور اشرفیہ کی بغاوت

یہ دونوں گروہ حلب میں آباد تھے۔ انہوں نے بھی وہاں کے نائب سعید لولو کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ لہٰذا بند قداری نے ان

درخواست پر ان کے ساتھ دمشق کی طرف روانہ ہو گیا۔ پھر سلطان ظاہر نے برلی کے مقبوضات میں بیسان کا اضافہ کیا۔ برلی نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔

البیرہ پر برلی کا قبضہ

دونوں گروہوں کی بغاوت کے بعد علاء الدین بند قداری کو سلطان ظاہر نے یہ ہدایت دے کر بھیجا کہ وہ عزیزیہ اور اشرفیہ دونوں گروہوں کو گرفتار کر لے۔ مگر وہ صرف اشرفیہ کے سردار بقری کو گرفتار کر سکا اور بقیہ لوگ بھاگ گئے اور انہوں نے بغاوت کر دی بلکہ شرف الدین برلی نے البیرہ پر قبضہ کر لیا وہاں اس نے محاذ بنا کر ان تاتاریوں پر حملے کرنے شروع کر دیئے جو دریائے فرات کے مشرقی کنارے پر تھے۔ اس نے تاتاریوں کا کافی نقصان پہنچایا۔

برلی کی اطاعت

برلی کی بغاوت کو کچلنے کے لئے سلطان ظاہر نے جمال الدین یاموحموی کی سرکردگی میں فوجیں روانہ کیں۔ جنگ ہوئی لیکن برلی نے ان سلطانی افواج کو شکست سے دوچار کر دیا جس پر سلطان ظاہر کافی پریشان ہوا۔ جب سختی سے کام نہ چلا تو سلطان ظاہر نے محبت اور نرمی سے برلی کو اپنا حامی بنانے کی کوشش کی۔ آخر محبت اور شفقت کے آگے اس نے ہتھیار ڈال دیئے اور وہ سلطان ظاہر کی اطاعت پر رضا مند ہو گیا۔ اس نے آنے کی اجازت مانگی لہٰذا بکباس فخری اس سے ملاقات کرنے کے لئے روانہ ہوا اور اس نے سنہ ۶۶۱ھ میں دمشق میں اس سے ملاقات کی۔ پھر اس نے سلطان سے اس کی ملاقات کرائی۔ سلطان نے برلی کی وفاداری قبول کرتے ہوئے اسے بخشش اور عنایات سے مالا مال کر دیا اور اس کے دیگر ساتھیوں کو حسب مراتب عطیات دیئے۔ اسے اپنا مشیر سلطنت اور مصاحب بنایا۔ اس کے بعد سلطان نے اسے ہدایت کی کہ وہ البیرہ کے علاقہ سے دست بردار ہو جائے چنانچہ اس نے سلطان کے حکم کی تعمیل میں یہ علاقہ سلطان کے حوالے کر دیا اور سلطان نے اس علاقے کے عوض اس کو دوسرا علاقہ عنایت کر دیا۔

مغیث پر حملہ اور اس کا قتل

سنہ ۶۶۰ھ میں شام سے واپسی پر سلطان ظاہر نے بدر الدین ایدمری کی قیادت میں ایک لشکر شوبک کی جانب روانہ کیا جس نے شوبک فتح کر لیا۔ سلطان نے شوبک کا حاکم بدر الدین بلبان خصی کو مقرر کیا اور پھر مصر کی طرف واپس چلا آیا۔

تاتاریوں کے حملوں سے خوفزدہ ہو کر انہی دنوں کردوں کا ایک گروہ شہرزور سے بھاگ کر الکرک کے حاکم مغیث کے پاس آ گیا اور اس نے انہیں اپنی فوج میں شامل کر لیا تھا۔ اس نے ان کو شوبک اور اس کے گرد و نواح کے مقامات پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا ہوا تھا۔ لہٰذا سلطان ظاہر نے مغیث کی سرکوبی کے لئے الکرک فوجیں روانہ کیں۔ مغیث نے سلطان سے وفاداری کا اظہار کیا اور کردوں کے لئے پناہ طلب کی چنانچہ سلطان نے اس کی درخواست کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے کردوں کو پناہ دے دی اور وہ یعنی کرد اس کے پاس پہنچ گئے۔

مغیث کا قتل

سنہ ۶۶۱ھ میں سلطان ظاہر نے الکرک پر حملہ کیا اس نے مصر میں اپنا نائب سنجر علی کو مقرر کیا اور غزہ پر بھی اپنے نائب حاکم کا تقرر کیا۔ اسی دوران مغیث کی والدہ نے بھی سلطان سے ملاقات کی اور اس سے اپنے بیٹے کی جان بخشی کی درخواست کی اور بیٹے سے ملاقات کی اجازت بھی طلب کی۔ سلطان نے مغیث کی والدہ کی یہ باتیں مان لیں اور پھر وہ بیسان کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد مغیث ملاقات کے لئے روانہ ہوا لیکن جب وہ وہاں پہنچا تو سلطان نے اسے گرفتار کر لیا اور اسے اسی وقت اقسنقر فارقانی کے ساتھ قاہرہ روانہ کر دیا۔ مصر میں کچھ عرصے کے بعد مغیث کو قتل کروا دیا گیا۔

الکرک کا نیا حاکم

سلطان نے نور الدین بیسری کو الکرک بھیجا تا کہ وہ الکرک کے باشندوں کے لئے امن و امان بحال کرنے کا اعلان کرے اور وہاں نظم ونسق درست کرے' سلطان خودطور کے علاقے میں اس کا انتظار کرتا رہا۔ جب بیسری نے الکرک کا نظم و نسق درست کر لیا تو سلطان نے عز الدین ایدمر کو الکرک کا نیا حاکم مقرر کیا۔ بیسری سلطان کے پاس واپس لوٹ آیا۔ سلطان وہاں سے بیت المقدس پہنچا اور وہاں پر مسجد کی تعمیر کا حکم دے کر مصر روانہ ہو گیا۔

حمص کی سلطنت کا زوال

جب سلطان مصر پہنچا تو اسے یہ اطلاع دی گئی کہ حمص کا حاکم موسیٰ الاشرف بن ابراہیم فوت ہو گیا ہے جو اسد الدین شیر کوہ کی اولاد میں سے تھا۔ یہ سلطنت اسے اپنے آباء و اجداد سے وراثت میں ملی تھی۔ دراصل حمص کا علاقہ نور الدین عادل زنگی نے موسیٰ الاشرف کے جد امجد اسد الدین شیر کوہ کو عنایت کیا تھا اور اس وقت سے یہ علاقہ اس کی اولاد کی حکمرانی میں تھا مگر سنہ ۶۴۶ھ میں ناصر یوسف حاکم حلب نے یہ علاقہ اس سے چھین کر اس کے بدلے میں تل باشر کا علاقہ اسے دے دیا تھا۔ مگر ہلاکو خان نے حمص کا علاقہ فتح کر کے اسے واپس لوٹا دیا تھا اور سلطان ظاہر بیبرس نے بھی اس علاقہ میں اسی کی حکومت کو بحال رہنے دیا تھا۔ لیکن جب موسیٰ الاشرف بن ابراہیم کا سنہ ۶۶۱ھ میں انتقال ہو گیا تو یہ علاقہ سلطان ظاہر بیبرس کی عملداری میں آ گیا اور اس طرح اس علاقے سے بھی ایوبی خاندان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

البیرہ پر تاتاریوں کا حملہ

ایک مغل سپہ سالار کی قیادت میں سنہ ۶۶۳ھ میں تاتاریوں کی فوجوں نے البیرہ پر لشکر کشی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا اور شہر کے گرد منجنیقیں نصب کر دیں۔ جب سلطان کو ان حالات کا علم ہوا تو اس نے اسی سال موسم بہار میں اپنے ایک ترک جرنیل لوغان کی سرکردگی میں اپنی افواج کو تاتاریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ جرنیل لوغان کی افواج کے پیچھے سلطان خود بھی فوجیں لے کر روانہ ہوا اور غزہ پہنچ گیا۔ جب وہ فوجیں البیرہ پہنچیں اس وقت دشمن اس کا محاصرہ کر رہا تھا۔ جب سلطانی افواج سے مقابلہ شروع ہوا تو تاتاریوں کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور شکست سے دوچار ہو گیا اور اپنا سب ساز و سامان پیچھے چھوڑ گیا جس پر سلطانی لشکر نے قبضہ کر لیا۔

قیساریہ اور جیفا پر قبضہ

قیساریہ فرنگیوں کے قبضہ میں تھا چنانچہ جب سلطان ظاہر بیبرس غزہ سے روانہ ہوا تو اس نے قیساریہ جانے کا قصد کیا اور وہاں جا کر شہر کے باشندوں کو جنگ کی دعوت دے کر شہر پر منجنیقیں نصب کروا دیں اور پھر وہ شہر کے اندر گھس گیا' وہاں کے لوگ بھاگ کر قلعہ کے اندر پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ قلعہ کا محاصرہ پانچ دن تک جاری رہا۔ پھر قلعہ کو بھی بزور شمشیر فتح کر لیا اور قلعہ میں بچے ہوئے فرنگی وہاں سے بھاگ نکلے۔ پھر سلطان ظاہر ایک معمولی لشکر لے کر اس علاقہ کے گرد و نواح میں غارت گری کرنے لگا اور اپنا ایک لشکر جیفا شہر کی جانب روانہ کیا۔ اس لشکر نے اسے بھی فتح کر لیا اور شہر جیفا اور اس کے قلعہ کو ایک ہی دن کے اندر تباہ و برباد کر دیا۔

ارسوف پر فوج کشی

سلطان نے پھر ارسوف پر فوج کشی کر دی وہ یکم جمادی الآخر کو اس شہر پر حملہ آور ہوا اور اس کا محاصرہ کرنے کے بعد اسے بھی فتح کر لیا اور وہاں جو فرنگی فوجیں متعین تھیں انہیں گرفتار کر کے الکرک کی طرف بھیج دیا' اس کی فصیلوں کی مرمت کا کام اس نے اپنے امراء کو سونپ دیا اور انہوں نے اس کی مرمت اور درستگی کی۔

سلطان کو ان جنگوں میں جو دیہات' جاگیریں اور اراضی حاصل ہوئی تھی وہ سب اس نے اپنے امراء میں تقسیم کر دی جنہوں نے ان میں اس کا ساتھ دیا تھا ایسے امراء کی تعداد باون تھی۔ اس بارے میں سلطان نے ایک تحریری حکم بھی جاری کیا تھا اور اس کے بعد وہ مصر واپس آ گیا۔

ہلاکو خان کی موت

اس سال کے موسم بہار میں سلطان ظاہر کو تاتاریوں کے بادشاہ ہلاکو خان کی موت کی خبر بھی ملی۔ یہ علم بھی ہوا کہ ہلاکو خان کی موت کے بعد اس کا فرزند ابغا تخت نشین ہوا ہے اور اس کی شمالی علاقہ کے حاکم سلطان برکہ کے درمیان خانہ جنگی ہو رہی ہے۔

سنقر رومی کی گرفتاری

سلطان نے مصر پہنچتے ہی شمس الدین سنقر رومی کو گرفتار کر کے اسے قید کر لیا۔ اس کی فوج کشی سے پہلے عیسیٰ بن مہنا کے درمیان فتنہ و فساد ہو رہا تھا اور اس کے بعد وہ ہلاکو کے پاس پہنچ گیا۔ بعد ازاں اس نے سلطان ظاہر سے پناہ کی درخواست کی۔ چنانچہ سلطان نے اسے پناہ دے دی اور وہ اپنے قبائل کی طرف واپس لوٹ آیا۔

طرابلس کی جنگ

طرابلس کا حاکم فرنگی تھا اس کا نام سمندر بن البرنس اشتر تھا۔ انطاکیہ کے علاقے پر بھی اسی کی حکومت تھی۔ سلطان ظاہر بیبرس کو خبر پہنچائی گئی کہ وہ جنگ کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہے اور فوجی لشکر جمع کر رہا ہے۔ چنانچہ اس صورتحال سے نپٹنے کے لئے سلطان نے اپنے نائب علم الدین سنجر باشقر کو روانہ کیا۔ اس نے حاکم طرابلس کی فوجوں سے جنگ کی لیکن اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔ اس جنگ میں ناکامی کے بعد سلطان نے خود اس جہاد میں حصہ لینے کی تیاری کی اور وہ مصر سے سنہ ۶۶۶ھ کے ماہ شعبان میں شاہی فوج لے کر طرابلس کی فوجوں سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس نے اپنے فرزند سعید علی کو قلعہ میں عزالدین ایدمر علی کی نگرانی میں چھوڑا۔ سلطان نے اپنے اسی فرزند سعید کو سنہ ۶۶۲ھ میں اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔

سلطان نے غزہ پہنچ کر وہاں سے سیف الدین قلاوون کی قیادت میں فوجیں روانہ کیں' قلاوون نے طرابلس کے قلعوں اور قلعہ حلب اکراد پر حملہ کیا اور ان قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کے لوگوں نے بالآخر ہتھیار ڈال دیئے اور افواج نے کوچ کیا۔

یافا کی فتح

سلطان خود افواج لے کر یافا پر حملہ آور ہوا اور دس دن تک اس شہر کا محاصرہ جاری رکھا اور پھر اسی سال رمضان المبارک کی ۲۰ تاریخ کو وہ شہر کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ شہر میں جو فرنگی موجود تھے ان سب کو ایک جگہ جمع کیا اور پھر ان سب کو قتل کر اور وہاں اپنی محافظ فوجیں متعین کیں اور ان کی سرکاری رجسٹر سے باقاعدہ تنخواہیں مقرر کیں پھر وہ دمشق لوٹ آیا۔

ارمینیہ کے حالات

ارمنی قوم کا نسب نامہ

ارمنی قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کی اولاد میں سے ہے۔ یہ تو میل بن ناحور کی اولاد ہیں اور ناحور تارح کا بیٹا تھا جسے قرآن میں آذر کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ناحور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھائی تھا۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ ارمینیوں کا تعلق کرج قوم سے ہے۔ ارمینیہ کا علاقہ اسی ارمن قوم سے منسوب کیا جاتا ہے۔ ان کا علاقہ ان دروں اور راستوں تک ہے جو حلب کے قریب واقع ہیں۔ اس کا مرکزی مقام سیس ہے۔ ان کے بادشاہ کو نکفور کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

ارمن کے بادشاہ سے تعلقات

ملک کامل اور صلاح الدین کے دور میں یہ درے اور راستے شاہ ارمن کے تحت تھے۔ اس بادشاہ کا نام قلیبج بن الیون تھا۔ سلطان عادل نے اس سے مدد طلب کی اور اس کے عوض ایک جاگیر اس کو عطا کی۔ وہ سلطان کے ساتھ لشکر کشی میں شریک ہوتا تھا۔ سلطان صلاح الدین نے بھی اس کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کر رکھے تھے۔

شاہ ارمن کی شکست

ہلاکو خان اور تاتاریوں کے زمانہ میں ان کا بادشاہ ہیسوم بن قسطنطین تھا جو کہ غالباً قلیبج کی اولاد میں سے تھا یا پھر اس کا رشتہ دار تھا۔ ہلاکو خان نے جب عراق اور شام پر حملہ کیا تو ہیسوم نے فوری طور پر اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اس لئے اس نے اس کی سلطنت کو قائم رکھا اور اسے حکم دیا کہ وہ شام کے شہروں پر بھی حملہ کرے۔ اس سلسلہ میں ملک روم کے حاکم نے بھی اس کی مدد کی۔ وہ ۶۶۲ھ میں عرب کے قبیلہ بنو کلاب کو ساتھ لے کر حملہ آور ہوا۔ جب یہ تمام لوگ سیس کے مقام پر پہنچے تو سلطان ظاہر نے حماۃ اور حمص کی فوجوں کو اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ یہ فوج اسے شکست دے کر اپنے وطن واپس آ گئی۔

جوابی حملہ

سنہ ۶۶۴ھ میں جب سلطان طرابلس کی جنگ سے فارغ ہو کر واپس آیا تو اس نے سیس اور ارمن کے شہروں پر حملہ کرنے کے لئے لشکر تیار کیا جس کے سپہ سالار سیف الدین قلاوون اور حماۃ کے حاکم منصور تھے۔ وہ یہ لشکر لے کر حملہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

ارمنوں کو شکست

ارمنوں کا بادشاہ ہیسوم بہت زیادہ خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے اپنے بیٹے کیقومن کو تخت نشین کیا اور خود راہب بن گیا۔ چنانچہ کیقومن نے ارمنوں کو اکٹھا کیا اور ان سب کو لے کر مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا اس کے ساتھ اس کا بھائی اور چچا بھی تھا۔ مسلمانوں نے ان پر بڑا شدید حملہ کیا۔ بہت سے افراد مارے گئے اور باقی لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ بادشاہ کا بھائی اور چچا بھی مارے گئے۔ مسلمانوں کی فوج نے شہروں کو ملیامیٹ کر دیا اور سیس میں داخل ہو کر اسے تباہ و برباد کر دیا۔ انہیں بہت سا مال غنیمت اور جنگی قیدی ہاتھ لگے جب وہ واپس آئے تو سلطان ظاہر نے قارا کے مقام پر لشکر کا استقبال کیا اور بے شمار مال غنیمت دیکھ کر بہت خوش ہوا۔

خانہ بدوشوں کا خاتمہ

علاقہ کی عوام نے سلطان سے شکایت کی کہ وہاں سے گزرنے والے خانہ بدوش قبائل ان پر بہت ظلم و ستم ڈھاتے ہیں اور

فرنگیوں سے وہ جو اشیاء حاصل کرتے ہیں چھین لیتے ہیں۔ اس پر سلطان نے ان قبائل کے خاتمہ کا حکم دیا۔اس پر مسلمان فوجوں نے انہیں قتل کر دیا اور کچھ کو گرفتار کر کے جنگی قیدی بنا لیا گیا۔

شاہ ارمن کی رہائی

جب سلطان ظاہر مصر آیا تو اس نے شاہ ارمن کو رہا کر دیا اور ایک معاہدہ کے تحت اسے اس کا شہر واپس دے دیا مگر اسے اپنے پاس ہی رکھا۔ آخر کار اس کے زر فدیہ کے طور پر بہت مال و دولت اور قلعے دینے کی پیش کش کی گئی مگر سلطان ظاہر نے یہ قبول نہ کیا اور یہ شرط پیش کی کہ ان مسلمان امراء کو رہا کر دیا جائے جن کو ہلاکو خان حلب کے قید خانے سے نکال کر ساتھ لے گیا تھا۔ان قیدیوں میں سنقر اشقر اور اس کے ساتھی بھی شامل تھے۔ لہٰذا تکفور نے ہلاکو کو ان کی رہائی کے لئے درخواست بھیجی اور ہلاکو نے ان کو رہا کر دیا اور واپس بھیج دیا۔

ارمینیہ کے قلعوں کی فتح

اس کے بعد سلطان ظاہر نے اپنے بیٹے کو لشکر دے کر پندرہ شوال کو ان قلعوں پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا جو زر فدیہ کے طور پر پیش کئے گئے تھے۔ ان قلعوں میں سب سے مضبوط مرزبان اور رعبان کے قلعے تھے۔

اشقر کی واپسی

اس دوران سنقر اشقر سلطان ظاہر کے پاس دمشق پہنچ گیا اور اس کے درباریوں میں شامل ہو گیا۔ اس کی آمد کا پیشگی کسی کو بھی علم نہ ہو سکا۔ سلطان نے اس کو بہت عزت و تکریم دی اور اس کا منصب بڑھا دیا۔ اس کی گزشتہ خدمات کو مد نظر رکھا گیا۔

ہیثوم کی وفات

ہیثوم شاہ ارمن کی وفات سنہ ۶۶۰ھ میں ہو گئی تھی۔

جامع ازہر کی از سر نو تعمیر

جب سلطان طرابلس کی جنگ سے واپس مصر پہنچا تو اس نے جامع ازہر کو دوبارہ تعمیر کرنے کا حکم دیا اور وہاں خطبہ جمعہ پڑھنے کی بھی ہدایت دی۔ جامع ازہر ایک سو سال سے بند پڑی ہوئی تھی۔ جب شیعوں نے قاہرہ کا شہر آباد کیا تھا تو یہ پہلی مسجد تھی جو انہوں نے وہاں تعمیر کی تھی۔

فرنگیوں کے خلاف جنگ

اس دوران سلطان کو تاتاریوں کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ دمشق کے لئے روانہ ہو گیا۔ لیکن وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی تھی لہٰذا وہ وہاں سے مصر کے لئے روانہ ہو گیا۔ وہاں سے روانگی کے وقت اس نے جامع ازہر کو دوبارہ تعمیر کرنے کا حکم دے دیا ہوا تھا۔ اس دوران اسے ایک اور خبر ملی کہ اہل شقیف نے سرحدوں پر حملہ کر دیا ہے۔ وہ سیدھا وہاں پہنچا اور عکا پر حملے کئے اور اس کے میدانوں کو قدموں تلے روند ڈالا۔ آخر کار فرنگیوں نے اس سے درخواست کی کہ وہ اپنی شرائط پر صلح کر لے۔ سلطان نے یہ شرائط پیش کیں کہ صیدا کو تقسیم کر دیا جائے یا شقیف کا قلعہ توڑ دیا جائے اور جو مسلمان تاجر گرفتار ہوئے ہیں ان کو رہا کر دیا جائے اور جو مسلمان قتل کر دیے گئے ہیں ان کا خون بہا ادا کیا جائے۔ یہ صلح فرنگیوں کے کہنے پر کی گئی تھی مگر انہوں نے اس معاہدہ پر عمل نہ کیا اس لئے سلطان نے ان کے خلاف جہاد کی تیاری کی اور ماہ جمادی الاول میں فلسطین جا پہنچا اور شقیف کا محاصرہ کرنے کے لئے وہاں سے افواج روانہ کیں۔ اس

کے بعد یہ خبر ملی کہ یافا کا فرنگی حاکم فوت ہو گیا ہے اور اس کی جگہ اس کا بیٹا حاکم بنا ہے۔ اس نے سلطان کو پیغام بھیجا کہ وہ اس کے ساتھ صلح کر لے لیکن سلطان نے پیغام لے کر آنے والے قاصدوں کو قید کر لیا اور صبح کے وقت یافا پر حملہ کر دیا اور شہر کے اندر داخل ہو گیا۔ شہر والے قلعہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے آخر کار سلطان نے ان کو پناہ دی اور قلعے کو تباہ و برباد کر دیا۔

یافا کی تعمیر

سنہ ۴۹۳ھ میں جب فرنگیوں نے شام کے ساحلوں اور اس کے آباد شہروں کو فتح کیا تو اس وقت کے ایک بادشاہ منکل نے یافا شہر تعمیر کیا تھا۔ اس شہر کی عمارتیں ریدافرنس نے تعمیر کی تھیں جو کہ دمیاط کی جنگ میں گرفتار ہو گیا تھا اور پھر اس نے مصر سے دارا بن لقمان کے قید خانے سے رہائی پائی تھی۔

یافا کی فتح کے بعد سلطان پھر قلعہ شقیف کی طرف واپس لوٹ آیا' اس کا محاصرہ کیا اور پھر پناہ دے کر اسے فتح کر لیا۔ اس کے بعد سلطان نے طرابلس کے علاقہ میں فوجیں بھیجیں' ان فوجوں نے ان علاقوں کو تباہ و برباد کر دیا اور ان آبادیوں اور گرجا گھروں کا صفایا کر دیا۔ طرطوس کے حکمران نے فوری طور پر سلطان کی اطاعت کا اعلان کر دیا۔ اس کی فوج کے لئے خوراک روانہ کی اور اپنے پاس سے تین سو یا اس سے زیادہ مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیا۔

اس کے بعد سلطان نے انطاکیہ پر حملہ کا ارادہ کیا اور اس کے لئے حمص اور حماۃ آیا۔ اس نے سیف الدین قلاوون کو فوجیں دے کر روانہ کیا چنانچہ اس نے انطاکیہ پر حملہ کیا۔ حماۃ کا حاکم منصور اور بحریہ کا وہ گروہ بھی حملہ میں شریک ہوا جو جنگلوں میں اور بیابانوں میں عرب قبائل کے ساتھ رہتا تھا۔

تاریخ انطاکیہ

اس دور میں انطاکیہ کا حاکم سمند بن تیمند تھا۔ اسلام سے قبل یہ شاہ روم کا پایہ تخت تھا۔ اس کی بنیاد یونان کے ایک بادشاہ انطینحس نے رکھی تھی۔ اس کی نسبت سے یہ انطاکیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بعد اس شہر پر رومیوں کا قبضہ ہو گیا۔ بعد میں مسلمانوں نے اسے فتح کر لیا' پھر جب فرنگی فوجیں ۴۹۰ھ میں ساحل شام پر پہنچیں تو اس پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ پھر دوبارہ سلطان صلاح الدین نے پرنس ارناط سے یہ شہر چھین لیا جب کہ وہ سلطان کے ہاتھوں جنگ حطین میں قتل ہو گیا تھا۔ اس کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد فرنگیوں نے پرنس اشتری کی قیادت میں جو میرے خیال میں منکل ہے' اس شہر کو دوبارہ فتح کر لیا۔

جب سلطان ظاہر نے طرابلس کے مقام کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو شاہ ارمن ۔غمور کا چچا کند اصطبل وہاں موجود تھا' وہ اس واقعہ کے بعد دار بند بھاگ گیا اور اب انطاکیہ میں اس کے حاکم سمند کے پاس مقیم تھا۔ وہ اپنی فوجیں لے کر سلطان ظاہر کے مقابلہ پر آیا' اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی' کند اصطبل کو اس لئے گرفتار کر لیا گیا کہ وہ اہل انطاکیہ کو اطاعت قبول کرنے پر رضامند کرے مگر انہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر وہ محاصرے سے تنگ آ گئے تو مسلمان زبردستی شہر میں داخل ہو گئے اور وہاں خوب قتل و غارت کی۔ وہاں سے بچ جانے والے لوگوں نے قلعہ میں پناہ لے لی اور بعد میں پناہ حاصل کر کے قلعہ سے نکل گئے۔ سلطان نے انطاکیہ کے حاکم کو جو طرابلس میں تھا' اس کی اطلاع دی۔ کند اصطبل اور اس کے رشتہ داروں کو رہا کر دیا گیا اور شاہ ارمن ہیتوم کے پاس سیس میں بھیج دیا گیا۔

اب سلطان ظاہر نے مال غنیمت سمیٹا اور تقسیم کرایا۔ پھر قلعہ انطاکیہ میں آگ لگوا دی اور اسے تباہ و برباد کر دیا گیا۔ بغراس کا حاکم پناہ کا طلب گار ہوا تو اس کے پاس سلطان نے اپنے (استاذ الدار) سنقر فارقی کو بھیجا جو بغراس پر قابض ہو گیا۔ عکا کے حکمران نے جو حاکم قبرص کا بھانجا تھا' سلطان ظاہر کو صلح کا پیغام بھیجا۔ سلطان نے اس سے دس سال کے عرصہ کے لئے صلح کر لی۔ بعد میں سلطان مصر چلا گیا وہ وہاں عید الاضحیٰ کے دوسرے دن پہنچا۔

تاتاریوں سے صلح

سنہ ۶۶۷ھ میں سلطان شام کے ساحلوں پر صلیبی فرنگیوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے مصر سے روانہ ہوا۔ اس نے مصر میں عزیز الدین ایدمرحلی کو اپنے بیٹے اور ولی عہد سعید کا نگران مقرر کیا۔ وہ ارسوف کے مقام تک پہنچا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ ابغا بن ہلاکو کی طرف سے قاصد بھیجے گئے ہیں۔ وہ شاہ روم نکفور کے پاس پہنچے تھے اس نے انہیں سلطان کی طرف بھیج دیا۔ سلطان نے حلب کے ایک امیر کو لکھا تاکہ وہ ان قاصدوں کو اس کے سامنے پیش کرے۔ جب وہ قاصد پہنچے تو سلطان نے ابغا بن ہلاکو کا خط پڑھا جس میں نکفور کی صلح کروانے کی کوشش کا ذکر تھا۔ سلطان نے خط کا جواب دے کر قاصدوں کو واپس بھیج دیا اور اپنے امراء کو مصر جانے کی اجازت دے دی اور خود واپس دمشق پہنچ گیا۔ پھر وہ اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ قلعوں پر حملہ کرنے کے لئے گیا۔

خفیہ سفر

اس دوران سلطان کو یہ خبر ملی کہ ایدمرحلی مصر میں فوت ہو گیا ہے لہٰذا وہ خربتہ الصوص میں خیمہ زن ہوا اور خفیہ طور پر بھیس بدل کر ترکمانوں کی تھوڑی سی فوج کے ساتھ شعبان کی پندرھویں تاریخ کو تیزی کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے یہ خبر اپنے محاذ پر موجود فوج سے بھی پوشیدہ رکھی اور وہاں یہ مشہور کروا دیا کہ سلطان کی طبیعت ناساز ہے لہٰذا وہ اپنے خیمے میں آرام کرے گا۔ سلطان بدھ کی رات کو مصر کے قلعہ کے دروازے پر پہنچا تو قلعہ کے محافظ اسے پہچان نہ سکے۔ آخر کار وہ کسی حیلے سے اندر داخل ہوا تو انہوں نے پہچان لیا۔ جمعرات کے دن سلطان میدان میں آیا تو لوگ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ سلطان نے وہاں جو ضروری کام کرنے تھے وہ کئے اور دو شنبہ کی رات کو واپس شام روانہ ہوا۔ وہ جمعہ کی رات ۱۹ شعبان کو خفیہ طور پر اپنے خیمے میں پہنچ گیا۔ اس کی آمد پر امراء بہت خوش ہوئے۔

بعد میں سلطان نے مختلف اطراف میں فوجیں روانہ کیں انہوں نے صوبہ پر حملہ کر کے ایک مقام پر قبضہ کر لیا۔ وہ کرکو کے میدانوں میں پہنچیں اور اس کا خاتمہ کر دیا۔ یہ فوجیں بہت زیادہ مال غنیمت لے کر واپس آئیں۔

صیہون کے حکمران

سنہ ۵۸۴ھ میں جب سلطان صلاح الدین نے صیہون کو فتح کیا تھا تو اس وقت ناصر الدین منکبرس کو یہ علاقہ دے دیا تھا۔ اس کی وفات تک یہ اس کے قبضے میں رہا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا مظفر الدین عثمان اس کا حاکم مقرر ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا سیف الدین عثمان صیہون کا حاکم مقرر ہوا۔ اس دوران مصر میں ترک خود مختار حاکم بن گئے تو سیف الدین نے اپنے بھائی عماد الدین کو ۶۶۰ھ میں تحفے دے کر سلطان ظاہر بیبرس کی خدمت میں بھیجا۔ سلطان نے اس کے تحفے قبول کئے اور اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔

صیہون پر قبضہ

سیف الدین نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ وہ صیہون سلطان ظاہر کے حوالے کر دیں چنانچہ ۶۶۹ھ میں جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے بیٹے سابق الدین اور فخر الدین سلطان کے پاس آئے۔ سلطان نے ان دونوں کو بہت عزت و احترام سے نوازا پھر سلطان نے اپنی طرف سے ایک بیٹے سابق الدین کو صیہون کا حاکم مقرر کیا۔ وہ وہاں حکومت کرتا رہا۔ پھر جب سنقر اشقر نے سلطان منصور کے دور میں دمشق کی حکومت کی تو اس نے اس وقت صیہون پر بھی قبضہ کر لیا۔

مکہ معظمہ کے حکمران کی تقرری

سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ ابونمی ابو سعید بن قتادہ اپنے چچا ادریس بن قتادہ پر غالب آ کر مکہ معظمہ کا خود مختار حاکم بن گیا ہے۔ مگر اس

نے سلطان ظاہر کے نام کا خطبہ مساجد میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا سلطان نے اپنی طرف سے اسے مکہ معظمہ کا حاکم مقرر کر دیا۔

سلطان کا حج

سلطان نے سنہ ۶۶۷ھ میں حج کے لئے تیاریاں شروع کیں۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی کمزوریوں کو دور کیا' ان کی ضرورتیں پوری کیں اور اپنے استاذ الدارا قسنقر فارقانی کی قیادت میں فوجیں دمشق روانہ کیں پھر سلطان نے سیر و شکار کا بہانہ بنا کر الکرک کا ارادہ کیا اور شوبک جا پہنچا۔ وہاں سے اس نے ۱۱ ذو القعدہ کو حج کا سفر شروع کیا اور مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ وہاں درود و سلام پیش کرنے کے بعد احرام باندھا۔ ۵ ذو الحجہ کو سلطان مکہ معظمہ پہنچا۔ اس نے خانہ کعبہ کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیا اور خود اپنے کندھوں پر پانی لے کر گیا۔ پھر اس نے تمام مسلمانوں کو اندر آنے کی اجازت دی۔ سلطان نے خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر سب سے مصافحہ کیا بعد میں حج کی باقی رسوم ادا کیں۔

حجاز والوں سے حُسنِ سلوک

سلطان نے شمس الدین مروان کو مکہ مکرمہ کا نائب حاکم مقرر کیا اور امیر ابو نمی اور حاکم ینبع و خلیص و دیگر شرفا سے بہت اچھی طرح پیش آیا۔ سلطان نے حاکم یمن کو جو خط بھیجا اس میں لکھا کہ میں مکہ معظمہ میں ہوں اور وہاں سترہ منزلوں میں پہنچ گیا ہوں۔

واپسی کا سفر

سلطان ۱۳ ذو الحجہ کو مکہ معظمہ سے واپس روانہ ہوا اور مدینہ منورہ آ گیا۔ یہاں سے سال کے آخری دنوں میں الکرک پہنچ گیا۔ ۶۶۸ھ میں نئے سال کی پہلی تاریخ کو وہ دمشق پہنچا۔ یہاں سے وہ خود تو بیت المقدس کی زیارت کے لئے چلا گیا اور امیر اقسنقر کو فوجیں دے کر مصر کی طرف روانہ کیا۔ زیارتوں سے فارغ ہو کر وہ تل العجول کے مقام پر واپس اپنی فوجوں میں آ کر شامل ہو گیا اور اسی سال ۳ صفر کو قاہرہ کے قلعہ میں پہنچ گیا۔

تاتاریوں کا نیا حملہ

تاتاریوں کا ایک حکمران بلاد الروم کا حاکم تھا جس کا نام صمغان تھا۔ اس نے فرنگیوں کے ساتھ ساز باز کر کے شام کے شہروں پر حملے کا منصوبہ بنایا۔ اس باہمی سازش کے مطابق وہ حلب کے علاقہ میں پہنچ گیا اور اردگرد کے عرب قبائل کی بستیوں پر حملے شروع کر دیئے۔

جوابی حملہ

سنہ ۶۶۸ھ میں ظاہر کو اسکندریہ کے قریب شکار کھیلتے ہوئے یہ اطلاع ملی۔ وہ فوری طور پر غزہ پہنچا پھر وہاں سے دمشق آیا۔ تاتاری فوجیں اس کی آمد کا سنتے ہی بھاگ کھڑی ہوئیں۔ سلطان نے یہاں سے عکا کا رخ کیا اور اس کے گرد و نواح کا صفایا کیا اور قتل عام کیا۔ حصن الاکراد میں بھی اس نے یہی طریقہ اپنایا۔ پھر دو ماہ بعد رجب کے آخر میں واپس دمشق آ گیا۔ یہاں سے مصر جاتے ہوئے جب وہ عسقلان شہر کے پاس سے گزرا تو اس پر حملہ کر کے صفحۂ ہستی سے ان کا نام و نشان مٹا دیا۔

فرنگیوں کی اجتماعی تیاریاں

سلطان جب مصر پہنچا تو اس کو اطلاع ملی کہ انگلستان کا بادشاہ فرنسیس لوئس' سکاٹ لینڈ کا بادشاہ نودل' شاہ برشلونہ ہور یدراکون اور دیگر فرنگی بادشاہوں کی ایک بڑی جماعت بحری راستہ سے صقلیہ (سسلی) پہنچ گئی ہے۔ انہوں نے جنگی کشتیاں اور دیگر سامان حرب تیزی اور کثرت سے تیار کرنا شروع کر رکھا ہے لیکن ٹھیک طور پر معلوم نہ ہو سکا کہ کس کے خلاف حملہ کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔

بہرحال سلطان ظاہر نے سرحدوں اور ساحلوں کی حفاظت کا خاص اہتمام کیا اور بحری بیڑے اور جنگی کشتیاں بکثرت تیار کرنی شروع کر دیں۔ بعد میں صحیح اطلاع یہ ملی کہ وہ تونس کی طرف جا رہے ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں مزید بیان تونس کی حفصیہ سلطنت کے حالات میں آئے گا۔

حصن الاکراد اور دیگر فتوحات

سنہ ۶۶۹ھ میں سلطان نے فرنگیوں کے شہروں پر حملوں کا منصوبہ تیار کیا۔ اس نے اپنے بیٹے سعید کو فوجیں دے کر امیر قلاوون کی نگرانی میں مرقد کی طرف بھیجا اور بعلبک میں خزندار کو فوجیں دے کر روانہ کیا اور خود فوج لے کر طرابلس کی طرف چلا گیا۔ ان سب لوگوں نے ان علاقوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ وہ اسی سال ۱۰ شعبان کو حصن الاکراد پہنچے۔ سلطان نے اس کا دس دن تک محاصرہ جاری رکھا۔ اس کے ارد گرد کے علاقوں کو تباہ کر دیا۔ فرنگی قلعہ کے اندر پناہ گزین ہو گئے۔ آخر کار مجبور ہو کر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور اپنے شہروں کی طرف چلے گئے۔ سلطان نے تمام قلعوں کو فتح کر لیا۔ جب صاحب الاستبار کو فتح کی اطلاع ملی تو اس نے صلح کی پیش کش کی جو سلطان نے منظور کر لی اور طرطوس اور مرقب کے لئے صلح نامہ لکھا گیا۔ سلطان نے حصن الاکراد میں محافظ فوجوں کے لئے خوراک کا کثیر ذخیرہ جمع کر لیا۔

حصن الاکراد سے فارغ ہو کر سلطان عکا کے قلعہ پر حملہ آور ہوا اور اس کا مکمل محاصرہ کر لیا۔ آخر کار وہاں کے لوگوں نے پناہ کی درخواست کی اور قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا۔

عید الفطر کے بعد سلطان طرابلس پہنچا بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی آخر کار وہاں کے فرنگی حاکم پرنس نے صلح کی درخواست کی جو سلطان نے منظور کر لی اور اس کے ساتھ دس سال کے لئے صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ وہاں سے سلطان دمشق واپس آیا اور شوال کے آخر میں عقیلہ پر حملہ آور ہوا وہاں کے لوگوں کو اس شرط پر پناہ دی کہ وہ تمام مال و دولت اور ہتھیار چھوڑ کر چلے جائیں۔ قلعہ پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے اسے گرا دیا اور لجون کی طرف چلا گیا۔

صور کے حاکم نے بھی صلح کے بدلے پانچ قلعے سلطان کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا۔ سلطان نے دس سال کے لئے اس سے بھی صلح کر لی اور ان قلعوں پر قابض ہو گیا۔ پھر اس نے مصر میں اپنے نائب کو لکھا کہ وہ دس جنگی کشتیاں تیار کر کے قبرص (کے جزیرے) کی طرف روانہ کرے چنانچہ اس نے ایسی کشتیاں تیار کر لیں اور وہ ایک رات میں قبرص پہنچ گئیں۔

اسماعیلی تحریک کا خاتمہ

اسماعیلی شام کے چند قلعوں میں رہتے تھے جو کہ انہوں نے فتح کئے ہوئے تھے۔ ان قلعوں میں مصیاف، علیقہ، الکہف، سیقہ اور قدموس شامل تھے۔

سلطان ظاہر کے دور میں نجم الدین شعرانی ان کا سردار تھا۔ سلطان ظاہر نے اسے خود حاکم مقرر کیا تھا۔ ایک مرتبہ سلطان کو ملنے میں اس نے تاخیر سے کام لیا جس کی وجہ سے سلطان نے اسے معزول کر کے خادم الدین بن الرضا کو قلعہ مصیاف کے بدلے حاکم مقرر کر دیا۔ اس نے قلعہ حاصل کرنے کے لئے فوجیں بھیجیں جن کے حوالے قلعہ کر دیا گیا۔

سنہ ۶۶۹ھ میں جب سلطان حصن الاکراد پر حملہ آور ہو رہا تھا تو نجم الدین شعرانی اس کے پاس آیا اس وقت تک وہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس نے گذشتہ غلطیوں پر ندامت کا اظہار کیا اور معافی چاہی جو سلطان نے قبول کر لی اور اسماعیلی قلعوں کو اس کے اور بن الرضا کے درمیان تقسیم کر دیا اور ہر دو پر ایک لاکھ بیس ہزار درہم سالانہ لگان عاید کر دیا۔

سنہ ۶۶۹ھ میں جب سلطان حصن الاکراد کی فتح سے واپسی پر وہاں سے گزرا تو اس نے ابن الرضا کے قبضہ سے قلعہ چھین لیا اور اپنی

محافظ فوجیں وہاں مقرر کر دیں۔ یہاں سے وہ تاتاریوں سے جنگ کرنے کے لئے البیرہ کے مقام کی طرف چلا گیا۔ جب واپس آیا تو اسے معلوم ہوا کہ اسماعیلیوں نے اپنے باقی مقبوضہ قلعے بھی اس کے نائب کے حوالے کر دیئے ہیں اس طرح اسماعیلیوں کے تمام قلعے سلطان کے قبضہ میں آ گئے اور اس علاقہ سے اسماعیلی تحریک کا خاتمہ ہو گیا۔

تاتاریوں کی دوسری شکست

ہلاکو خان کے بیٹے ابغا نے سنہ ۶۷۱ھ میں اپنے ایک درباری جرنیل کو فوجیں دے کر البیرہ کی طرف بھیجا۔ اس نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا اور منجنیق نصب کرا دیں۔ اس وقت سلطان دمشق میں تھا اس نے مصر اور شام سے فوجیں اکٹھی کیں اور دریائے فرات کی طرف روانہ ہوا۔ اب امیر قلاوون فوج لے کر آگے بڑھا اور تاتاریوں کے خیموں تک پہنچ کر ان پر حملہ آور ہوا۔ جس کے نتیجہ میں تاتاریوں کی شکست ہوئی اور ان کا سپہ سالار مارا گیا۔ سلطان بھی دریائے فرات کو فوجوں سمیت پار کر کے ان کے پاس پہنچ گیا۔ تاتاری اپنے خیمے مع ساز و سامان کے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ البیرہ کے لوگ باہر نکل آئے اور ان کا سارا مال اور سامان لوٹ لیا اور آلاتِ محاصرہ کو جلا ڈالا۔ سلطان نے اس علاقے میں تھوڑی دیر قیام کیا اور وہاں کے نائب حاکم کو خلعت عطا کیا۔[1]

ابغا کا یہ درباری جرنیل جب شکست کھا کر واپس اپنے بادشاہ کے پاس پہنچا تو ابغا اس پر بہت برہم ہوا اور اس کا کوئی عذر قبول نہ کیا۔

ارمینیہ پر حملہ

سنہ ۶۷۳ھ میں سلطان ظاہر نے ارمینیہ کے پایۂ تخت سیس پر حملہ کے لئے مصر سے لشکر کشی کی۔ وہ رمضان میں دمشق پہنچا اور وہاں سے سیس پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ ہراول فوجوں کی قیادت امیر قلاوون اور بدر الدین بیلیک خازندار کے سپرد تھی۔ جب وہ مصیصہ پہنچے تو انہوں نے اسے طاقت کے زور پر فتح کیا پیچھے پیچھے سلطان بھی اپنی فوجوں کے ساتھ پہنچ گیا۔ سلطان کو خدشہ تھا کہ تاتاری البیرہ پر دوبارہ حملہ نہ کریں اس لئے اس نے وہاں محافظ فوج کا ایک زبردست دستہ مقرر کیا اور خود تمام فوجوں کو لے کر سیس کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے حسام الدین عنتابی اور شام میں عربوں کے حاکم مھنا بن عیسٰی کو اپنے اپنے علاقے کی طرف سے تاتاریوں کے شہروں پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا اور خود سیس پر حملہ آور ہوا اور اس کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔ وہاں سے سلطان نے مختلف سمتوں میں فوجی دستے بھیجے جنہوں نے بایاس اور ادنہ تک چاروں اطراف میں علاقہ کو روند ڈالا۔ سلطان خود بھی دربند الروم تک پہنچا اور پھر واپس مصیصہ آیا اور اسے آگ لگا کر تباہ و برباد کر دیا۔

القصر کی فتح

یہاں سے سلطان انطاکیہ پہنچا اور وہاں قیام کے دوران مال غنیمت تقسیم کیا اور پھر فرنگیوں کے مخصوص متبرک مقام القصر کی طرف روانہ ہوا۔ یہ ان کے سب سے بڑے مذہبی راہنما کے حکم پر تعمیر کیا گیا تھا جو کہ روم میں رہتا تھا اور پوپ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ سلطان نے اس متبرک مقام کو بھی فتح کیا۔ وہاں اس کی ملاقات حسام الدین عنتابی اور مھنا بن عیسٰی سے ہوئی جو دریائے فرات کے کنارے حملہ کر کے واپس آ رہے تھے۔

طرابلس کے حاکم سے معاہدہ

اسی زمانے میں سلطان کو خبر ملی کہ پرنس سمند بن تیمند طرابلس کا حکمران وفات پا گیا ہے سلطان نے اس کے بیٹوں کے ساتھ مذاکرات کرنے کے لئے دوادار کو بھیجا اس نے یہ معاہدہ کروایا کہ اس کے بیٹے بیس ہزار دینار اور بیس قیدی ہر سال سلطان کی خدمت میں بھیجا کریں گے۔

۱۔ یہاں کتاب میں بیاض ہے۔ تاریخ ابوالفداء اخبار البشر جلد ۴ صفحہ ۷ میں اس طرح تحریر ہے۔ ”پھر سلطان ظاہر وہاں سے لوٹ گیا اور اسی سال بتاریخ ۲۵ جمادی الآخر مصر پہنچا۔“ (مترجم)

قریں کے عجب یہ معاہدہ ہوا تو قبرص کا حاکم بھی موجود تھا جو کہ پرنس کے بیٹوں کے پاس تعزیت کے لئے آیا ہوا تھا۔ دوادار کے واپس آنے کے بعد سلطان ۱۵ ذوالحجہ کو واپس دمشق لوٹ گیا۔

بلاد الرّوم کی حکومت

اس وقت قلیج ارسلان کے بیٹوں میں سے غیاث الدین کیخسرو بلاد الروم کا حاکم تھا۔ لیکن یہ برائے نام حکمران تھا اصل اقتدار تاتاریوں کے نمائندہ علاء الدین بروانات کے پاس تھا۔ اس وقت تاتاری بلاد روم ایشیائے کوچک کے تمام علاقوں میں چھائے ہوئے تھے اور ان کا ایک حاکم وہاں رہتا تھا جس کے پاس تاتاری فوج ہوتی تھی جو ملک کی حفاظت کرتی تھی' یہ فوج شحنہ کے نام سے موسوم تھی' تاتاریوں کا پہلا حاکم بیلو تھا جس نے یہ علاقہ فتح کیا تھا۔ اس کے بعد صمغان حاکم ہوا تھا اور پھر لولو اور تدوان حاکم مقرر ہوئے۔ یہ دونوں سلطان کے دور میں وہاں کی حکومت میں شامل تھے۔ بروانات[1] در اصل تاتاریوں سے تنگ تھا کیونکہ وہ انتظامی امور میں غیر معقول دست اندازی کرتے تھے۔

خفیہ رابطہ

جب مصر اور شام میں سلطان ظاہر کی مضبوط حکومت قائم ہو گئی تو بروانات کو تاتاریوں پر غالب آنے کی امید نظر آنے لگی' اسے سلطان کی مدد سے قلیج ارسلان کے خاندان کی حکومت دوبارہ قائم ہوتی نظر آئی۔ اس نے سلطان سے خفیہ طور پر رابطہ کیا تاتاریوں کے بادشاہ ابغا نے سنہ ۶۷۴ھ میں البیرہ کی طرف فوجیں روانہ کیں اور سلطان ظاہر ان سے مقابلہ کے لئے دمشق سے نکلا۔ اس وقت بروانات نے خط کے ذریعے اسے بلوایا تھا۔ جب سلطان حمص میں قیام پذیر تھا تو اس وقت بروانات نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ تاتاریوں کے ساتھ جنگ کرے۔ اس دوران تاتاریوں کے بادشاہ ابغا نے اسے اپنے پاس طلب کیا۔ پہلے تو اس نے معذرت کی مگر پھر بادلِ نخواستہ روانہ ہوا۔

امراء نے بادشاہ کو پیغام بھیجا کہ سلطان ظاہر نے بلاد الروم کی طرف اس کی دعوت پر فوج کشی کی ہے۔ اس نے پیغام بھیج کر امداد طلب کی چنانچہ اس نے امداد کے لئے مغل فوجیں روانہ کیں اور اسے حکم دیا کہ سلطان ظاہر کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ لوٹ جائے۔ چنانچہ وہ واپس آ گیا۔ جب واپس پہنچا تو اسے پتہ چلا کہ امراء کی ایک جماعت نے سلطان سے ملاقات کی تھی اور اسے حملہ کے لئے تیار کیا تھا۔

اس پر وہ سب حیران اور پریشان ہوئے اور ان کا مقصد پورا نہ ہو سکا۔

تاتاریوں سے جنگ

اسی سال رجب کے مہینے میں سلطان مصر چلا گیا اور وہاں ایک سال تک قیام رکھا اس دوران تاتاریوں کے حکام بلاد الروم میں شام کی سرحدوں تک پہنچ گئے۔ جب سلطان کو یہ اطلاع ملی تو وہ سنہ ۶۷۵ھ میں ماہ رمضان میں مصر سے روانہ ہوا اور سیدھا بلاد روم کا عزم کیا اور دریائے ازرق تک پہنچ گیا۔ یہاں سے اس نے شمس الدین سنقر اشقر کو فوج دے کر بھیجا اس کا تاتاریوں سے مقابلہ ہوا اور تاتاریوں نے شکست کھائی وہ پھر سلطان کے پاس واپس لوٹ آیا۔

اب سلطان کی فوجیں روانہ ہوئیں اور بلنیشن کے مقام پر ان کا تاتاریوں سے مقابلہ ہوا۔ علاء الدین بروانات بھی اپنا لشکر لے کر تاتاریوں کے ساتھ شامل تھا۔ مغل فوجوں کو شکست ہوئی اور امیر لولو اور تدوان دونوں مارے گئے۔ بروانات اور اس کا بادشاہ کیخسرو دونوں بھاگ گئے کیونکہ وہ ایک دوسرے لشکر میں تھے۔ مغلوں کے بہت سے سردار گرفتار ہوئے جن میں سلار بن طغرل قبجاق اور جاورصیٔ بھی شامل تھے۔ بعد میں علاء الدین بن معین بروانات بھی گرفتار ہو گیا اور بے شمار لوگ مارے گئے۔

---

[1] بروانات کا اصلی نام سلیمان ہے اور بروانات لقب۔ ان کی زبان میں بروانات حاجب (دربان) کو کہا جاتا ہے۔ (تاریخ ابوالفداء اخبار البشر ج ۴ ص

ایک اور فتح

یہاں سے سلطان نے قیساریہ کی طرف پیش قدمی کی اور اسے بھی فتح کر لیا۔وہاں قیام کے دوران وہ بروانات کا انتظار کرتا رہا کیونکہ وہاں ان دونوں کے درمیان ملاقات کا وقت مقرر تھا۔ لیکن وہ نہ پہنچا پھر وہاں سے سلطان اپنے ملک لوٹ گیا۔

سازش کا علم

تاتاریوں کی شکست کی خبران کے بادشاہ ابغا تک پہنچی تو اسے اپنے جاسوس کے ذریعہ علم ہوا کہ بروانات اور سلمان ظاہر کے درمیان ساز باز تھی۔ اسے بروانات کی یہ بات ناگوار گزری وہ اسی وقت محاذِ جنگ کا جائزہ لینے کے لئے خود وہاں پہنچا۔
اس نے دیکھا کہ مغل سپاہی کثرت سے قتل ہوئے ہیں جب کہ روم کی فوجوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اس بات پر وہ بہت غضبناک ہوا اور روم کے شہروں میں اس نے قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا لیکن بہت سے قلعوں کو ناقابلِ تسخیر پا کر ان کو پناہ دی اور واپس آ گیا۔ اس کے ساتھ بروانات بھی تھا۔
پہلے تو اس نے بروانات کو قتل کروا دینے کا ارادہ کیا مگر پھر اس ارادہ سے باز رہا تاکہ وہ ملک کی حفاظت کرے لیکن مقتول تاتاریوں کی بیویوں نے بہت واویلا مچایا انہوں نے اس کے دروازے پر چیخنا چلانا شروع کیا اور اس کے قتل کا مطالبہ کیا دراصل وہ اس کو اپنے شوہروں کا قاتل سمجھتی تھیں۔ بادشاہ کو ان خواتین پر ترس آیا اور ایک مغل امیر کو بھیجا اس نے بروانات کو راستے ہی میں قتل کر دیا۔

سلطان ظاہر کی وفات

جب سلطان بلنستین اور قیساریہ میں تاتاریوں کی جنگ سے فارغ ہوا تو سنہ ۶۷۶ھ میں محرم کے مہینہ میں وہ بیمار ہوا اور اس ماہ کے آخر میں فوت ہو گیا۔ اس وقت بیلیک خزندار سلطنت کا نگران تھا اس نے اس کی موت کی خبر کو پوشیدہ رکھا اور دفن کر دیا اور فوج کو ساتھ لے کر مصر واپس آ گیا۔

برکتہ کی حکومت

واپس قلعہ میں پہنچ کر اس نے عوام کو اکٹھا کیا اور برکۃ بن الظاہر کی بادشاہت کے لئے ان سے بیعت کرائی اور اس کا لقب "سعید" رکھا۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد بیلبک خود بھی فوت ہو گیا تو شمس الدین فارقانی کو نگران مقرر کیا گیا کیونکہ سلطان ظاہر جب شام میں تھا تو وہ مصر کا نائب حاکم رہ چکا تھا اس لئے اس نے انتظامِ سلطنت کو بہت خوبی سے چلایا۔

امراء کی گرفتاری اور رہائی

اس نے سلطان ظاہر کے معتمد امراء شمس الدین سنقر الاشقر اور بدرالدین بیسری کو گرفتار کر لیا۔ ان کے بارے میں اس کے ایسے کچے دوستوں نے شکایت کی تھی جو ابتدائے حکومت میں اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ اگرچہ یہ رذیل قسم کے غلام تھے مگر وہ اپنے تمام امور میں ان سے مشورہ لیتا تھا۔ ان کے کہنے پر جب اس نے ان دونوں امراء کو گرفتار کر لیا تو اس کے ماموں محمد بن برکہ نے مخالفت کی' اس نے ماموں کو بھی قید کر لیا جس پر اس کی والدہ اس سے ناراض ہو گئی چنانچہ اس نے سب کو رہا کر دیا۔اس بات پر تمام امراء بدگمان ہو گئے اور انہوں نے اس کی ملامت کی'اس نے معذرت کی اور حلف اٹھایا۔

صحبت بازوں کا اثر

اس کے انہی کچے دوستوں نے اسے سلطنت کے نگران شمس الدین فارقانی کے خلاف اکسایا۔ چنانچہ اس نے اسے پھر گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا۔وہ قید خانے ہی میں چند دنوں بعد فوت ہو گیا۔ اس کی جگہ اس نے شمس الدین سنقر ربعی کو سلطنت کا نگران مقرر کیا۔ اس کے دوستوں نے اس کے بارے میں بھی شکایتیں کیں تو اسے بھی معزول کر دیا اور سیف الدولہ کوتک الساقی کو نگران مقرر کیا جو کہ امیر سیف الدین قلاون کا ہم زلف تھا' اس کی سالی کا شوہر تھا جو کرمون کی بیٹی تھی۔

اس کا باپ تاتاری امیر تھا جو باغی ہو کر سلطان ظاہر کے پاس آ گیا تھا اور یہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح امیر قلاون سے کر دیا تھا اور دوسری بیٹی کا نکاح کوتک سے کیا تھا۔

سلطان سعید کے پاس ایک آدمی لاشین ربعی آیا جو جلد ہی اس کا منظور نظر بن گیا۔ اس نے امراء کو انعام و اکرام دے کر اپنا حمایتی بنا لیا اور یوں ان کو اپنے زیرِ احسان کر کے اپنا اقتدار قائم کر لیا۔

جب سلطان سعید کی حکومت مصر میں مستحکم ہو گئی تو اس نے شام جانے کا قصد کیا تا کہ وہاں بھی نظم و نسق قائم کر سکے اور وہ سنہ ۶۷۷ھ میں دمشق روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر اس نے مختلف اطراف میں فوجیں روانہ کیں۔ قلاون صالحی اور بدر الدین بیسری سیس جو کہ ارمینیہ خورد کا پائے تخت تھا'کی طرف فوجیں لے کر روانہ ہوئے۔ یہ مشورہ بھی بادشاہ کے خاص دوستوں اور لاشین ربعی نے دیا تھا اور اسے یہ بھی مشورہ دیا کہ جب یہ واپس آئیں تو انہیں گرفتار کر لیا جائے۔

اس دوران بادشاہ کے خاص دوستوں اور سلطنت کے نگران سیف الدین کوتک کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے اور بادشاہ کی حمایت کرنے کی وجہ سے وہ ان پر بہت ناراض ہوا۔

بغاوت

سیس کی طرف جو فوجیں روانہ ہوئی تھیں انہوں نے اس پر حملہ کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا جب وہ واپس آئے تو کوتک نگران

سلطنت ان سے خفیہ طور پر ملا اور انہیں بادشاہ کے ارادوں سے باخبر کر دیا لہٰذا فوجیں شہر سے باہر ہی خیمہ زن ہو گئیں اور بادشاہ سے ملاقات نہ کی اور مطالبہ کیا کہ بادشاہ اپنے نائب کے ساتھ انصاف اور عدل سے کام لے اور اپنے مخصوص گہرے دوستوں کی بیجا حمایت ترک کر دے۔ سلطان نے یہ مطالبہ منظور نہ کیا اور اپنے باپ کے غلام کو خفیہ طور پر اس بات پر رضا مند کر لیا کہ وہ کسی نہ کسی طریقہ سے انہیں اس کے پاس لے آئے۔ اس نے جا کر سلطان کی سازش اور اس کے خط سے ان کو آگاہ کر دیا جس پر وہ مزید ناراض ہو گئے اور بغاوت کا اعلان کر دیا۔ بعد میں سلطان نے سنقر اشقر اور سنقر قریکتی کو بھیجا مگر انہوں نے ان دونوں کی بات بھی نہ مانی پھر سلطان نے اپنی والدہ دختر برکت خان کو بھیجا، مگر امراء نے اس کی بھی کوئی بات نہ مانی اور وہ سب قاہرہ کی طرف چلے گئے۔ قاہرہ کے قلعہ میں اس وقت عزیز الدین ایبک افرام صالحی، امیر جندار، علاء الدین اقطوان ساقی اور استاد الدار سیف الدین بلبان موجود تھا انہوں نے قاہرہ کے دروازے بند کر دیئے اور امراء کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔

قلعہ کا محاصرہ

باغی امراء قلعہ کے امراء سے خط و کتابت کرتے رہے۔ بعد میں ایبک افرام اقطوان لاشین ترکمانی بات چیت کے لئے آئے مگر وہ اس پر بھی ناراض ہوئے اور وہ واپس چلے گئے۔ دوسرے دن علی الصبح انہوں نے قلعہ کا محاصرہ کر کے ان کا پانی بند کر دیا۔

دوسری طرف سعید اپنی باقی ماندہ فوج لے کر دمشق سے واپس روانہ ہوا۔ اس نے بہت سارے عرب بدوؤں کو انعامات دے کر اپنی فوج میں شامل کر لیا تھا۔ مگر غزہ کے مقام پر بدو فوج واپس بھاگ نکلی اور کئی دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ بھاگ گئے۔ بلبیس پہنچ کر سلطان کو فوج کی کمی کا احساس ہوا اس لئے عز الدین ایدمری ظاہری کے ساتھ اس نے فوج کو واپس دمشق بھیج دیا۔ اس وقت اقوش وہاں کا نائب حاکم تھا۔ اس نے اسے گرفتار کر کے مصر کے امراء کے حوالے کر دیا۔ سلطان سعید نے جب بلبیس سے قلعہ کا رخ کیا تو سنقر اشقر بھی اس سے جدا ہو گیا امراء اسے قلعہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے فوج لے کر روانہ ہوئے مگر قدرت نے بادلوں کو ڈھال کے طور پر بھیج دیا اور وہ راستہ سے بھٹک گئے۔ اس طرح سلطان قلعہ میں داخل ہونے میں کامیاب رہا اور اس نے علم الدین سنجر حلبی کو قید خانے میں سے رہا کیا تاکہ وہ اس کی مدد حاصل کر سکے۔

سلطان سعید کی معزولی

سلطان کے مخصوص گہرے دوست آنا جانا شروع ہو گئے۔ کچھ دوست اسے چھوڑ کر جا چکے تھے۔ لہٰذا اس نے مجبوراً" امراء مصر کے بارے میں نرم رویہ اختیار کیا اور شام کے تمام علاقوں سے امراء کے حق میں دست بردار ہو گیا۔ لیکن وہ اسے قید کرنے پر مصر رہے۔ سلطان نے ان سے صرف قلعہ الکرک کی حکومت طلب کی اور وہ رضا مند ہو گئے۔

حاکم الکرک

اس نے امراء سے حلف لیا کہ وہ اسے پناہ دیں گے اور خود بھی حلف اٹھایا کہ وہ ان کے خلاف فوج سے مل کے بغاوت نہیں کرے گا اور نہ ہی اپنی حمایت کے لئے مہم چلائے گا۔ امراء نے حلف کے فوراً" بعد اسے الکرک بھیج دیا اور وہاں کے نائب حاکم علاء الدین ایدکر الفخری کو لکھا کہ قلعہ سعید کے حوالے کر دیا جائے۔ سعید الکرک میں مقیم ہو گیا اور حکومت کی نگرانی ایدکر الفخری کے سپرد کی۔

شلامش کی بادشاہت

سعید کو برطرف کرنے کے بعد امراء نے مشورہ کیا اور امیر قلاون کو بادشاہت کی پیش کش کی۔ لیکن قلاون نے یہ پیش کش قبول نہ کی اور سلطان ظاہر کے دوسرے بیٹے آٹھ سالہ شلامش کو بادشاہ بنانے کی سفارش کی۔ لہٰذا سنہ ۶۷۸ھ میں شلامش کو بادشاہ چن لیا گیا اور

سے بدر الدین کا لقب دیا۔
امیر قلاون کو سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ دمشق کے حاکم اقوش کو حلب کا حاکم بنا دیا گیا اور امیر قلاون نے برہان الحسری السخاوی کو وزیر مقرر کیا۔ اس نے ممالیک صالحیہ کو اکٹھا کر کے ان کو مزید جاگیریں عطا کیں اور سلطنت کے اعلیٰ مناصب ان کے سپرد کیے۔ اس نے سلطان ظاہر سے تعلق رکھنے والی ظاہریہ جماعت کو دور دراز کے علاقوں میں بھیج دیا اور کچھ کو قید خانوں میں بند کر دیا تاکہ وہ فتنہ و فساد برپا نہ کر سکیں اور سزا کی مدت پوری ہونے پر ان کو رہا کر دیا۔اس کے بعد سلطنت کے تمام امور درست ہو گئے اور ملک میں امن و امان قائم ہو گیا۔

قلاون کی حقیقت

امیر منصور قلاون کا قپچاق کے قبیلہ سے تعلق تھا جسے برج اعلیٰ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ وہ علاء الدین اقسنقر کا غلام تھا جسے آزاد کر دیا گیا تھا۔ علاء الدین خود نجم الدین ایوب کا غلام تھا۔ جب علاء الدین فوت ہو گیا تو قلاون براہ راست ملک صالح کے غلاموں میں شامل ہو گیا۔ جن کی جرات اور وفاداری مشہور تھی۔
امیر قلاون سلطان مظفر قطز کے دور حکومت میں ظاہر بیبرس کے ہمراہ مصر آیا۔جب ظاہر بادشاہ بنا تو اس نے اسے اپنے قریبی ساتھیوں میں شامل کر لیا۔ اس نے مرنے کے بعد اس نے اس کے بیٹے سعید کی بیعت کی۔

منصور قلاون کی تاج پوشی

جب امراء کے سعید کے ساتھ اختلافات پیدا ہو گئے اور امراء نے سعید کو معزول کر دیا تو وہ سب امیر قلاون کو بادشاہ بنانے کے حق میں تھے۔ لیکن جب اس نے سعید کے چھوٹے بھائی شلامش کو بادشاہ مقرر کیا تو امراء نے بھی اس کی اتباع کی لیکن دو ماہ بعد امیر قلاون نے امراء کا مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے بادشاہت قبول کر لی۔ چنانچہ جمادی الاول سنہ ۶۷۸ھ کو امراء نے منصور قلاون کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ سلطنت کا انتظام سنبھالتے ہی اس نے عوام کی شکایات کو دور کرنا شروع کیا اور کئی ایک محصولات اور ٹیکس ختم کر دیئے' امرائے مصر میں اس نے عہدوں کی مناسب تقسیم کی اور اپنے غلاموں کی ایک جماعت کو ہزاری منصب پر فائز کیا اور ان کو جاگیریں عطا کیں۔

حکام کی تقرری

سلطان قلاون نے عز الدین ایبک اقرم صالحی کو قید خانے سے رہا کر کے مصر کا نائب حاکم مقرر کیا۔ لیکن اس نے استعفیٰ دے دیا اس لیے اس نے اس کی جگہ غلام حسام الدین طرنطائی کو نائب مقرر کیا اور علم الدین سنجر شجاعی کو سرکاری دفاتر کا اعلیٰ افسر مقرر کیا۔ سلطان نے برہان الدین سنجاری کی وزارت کو بحال رہنے دیا۔ بعد میں اسے معزول کر دیا اور فخر الدین ابراہیم بن لقمان کو وزیر مقرر کیا۔ اس نے بدر الدین ایدمر ظاہری کو بلایا جس کو جمال الدین اقوش نے اس وقت گرفتار کر لیا تھا جب وہ سعید کے کہنے پر شام کی فوجیں لے کر بلبیس سے دمشق پہنچا تھا۔ اسے جب پیش کیا گیا تو وہ بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا۔اس نے اسے قید میں ہی رکھا۔

سعید کی وفات

جب سلطان قلاون کو بادشاہت سونپی گئی تو اس وقت سابق بادشاہ سلطان سعید بن ظاہر الکرک کے قلعہ میں تھا۔ اس نے مصر و شام کے امراء سے ساز باز کر کے انہیں بغاوت پر اکسایا' سلطان قلاون نے اس کی بدعہدی پر اسے سرزنش بھی کی لیکن وہ باز نہ آیا بلکہ اس نے حسین الدین لاشین جاندار کی قیادت میں قلعہ شوبک کی طرف اپنی فوجیں روانہ کر دیں۔ لاشین نے وہاں جا کر اس پر قبضہ کر لیا۔
پھر سلطان قلاون نے بدر الدین بیلبک ایدمری کو فوج دے کر اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔اس نے سنہ ۶۷۸ھ ماہ ذو القعدہ میں یہ

علاقہ اس سے واپس لے لیا اس کے بعد سعید الکرک میں وفات پا گیا۔

الکرک میں مسعود خسرو کی حکومت

سعید کی وفات کے بعد اس کے نائب ایدکین فخری نے امراء کا اجلاس بلایا اور ایدغری حرانی کو اپنا نائب مقرر کیا اور سعید کے بھائی خسرو کو وہاں کا حاکم مقرر کیا اور اس کو مسعود نجم الدین کا لقب دیا۔ اس نے موالی کو کھلی چھوٹ دے رکھی تھی چنانچہ وہ بے شمار مال و دولت خرچ کرتے رہے اور الکرک کا تمام خزانہ خالی کر دیا جو کہ ملک ظاہر اور بعض امرائے شام نے وہاں جمع کر رکھا تھا۔

الکرک کا محاصرہ

انہوں نے حملہ کر کے صلیب پر قبضہ کر لیا اور صرخد کا محاصرہ بھی کر لیا مگر وہ فتح نہ کر سکے۔ انہوں نے سنقر اشقر سے بھی رابطہ قائم کیا جو کہ پہلے ہی باغی تھا۔ اس پر سلطان قلاون نے ایبک افرم کی قیادت میں فوجیں بھیج کر الکرک کا محاصرہ کر لیا آخر کار مسعود نے درخواست کی کہ اس کے ساتھ بھی اسی طرح کا صلح نامہ کر لیا جائے جس طرح کا صلح نامہ ناصر داود بن اعظم کے ساتھ ہوا تھا۔ یہ شرط بھی مان لی گئی اور صلح ہو گئی۔

خسرو کی حکومت کا خاتمہ

مسعود نجم الدین خسرو اپنے عہد پر قائم نہ رہا اور اس نے دوبارہ بغاوت کر دی لیکن اس کا نائب حاکم علاء الدین ایدغری حرانی اس کے ساتھ شامل نہ ہوا اور وہ بھاگ کر سلطان کے پاس پہنچ گیا اور اس کی بغاوت کا واقعہ بیان کیا۔ چنانچہ سلطان قلاون نے حسام الدین طرنطائی کو فوج دے کر الکرک روانہ کیا۔ فوجوں نے الکرک کا محاصرہ کر لیا اور پھر مسعود اور اس کے بھائی شلامش کو پناہ دے کر الکرک پر قبضہ کر لیا اور دونوں بھائیوں کو سلطان قلاون کے پاس مصر روانہ کیا۔ سلطان دونوں کے ساتھ بڑی عزت اور تکریم سے پیش آیا اور انہیں اپنے بیٹے کے ساتھ شامل رکھا۔ یہ اس کی وفات تک وہیں رہے بعد میں دونوں اشرف کے ساتھ قسطنطنیہ بھاگ گئے۔

سنقر الاشقر کی بغاوت

شمس الدین سنقر الاشقر جب دمشق کا نائب حاکم مقرر ہوا تو اس نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ وہ خود مختار حاکم بن جائے گا اس نے ظاہریہ جماعت سے قلعے چھین کر ان پر اپنے حاکم مقرر کر دیئے تھے اور سلطان منصور قلاون سے بھی مطالبہ کیا کہ عریش سے لے کر دریائے فرات تک کا سارا علاقہ شام میں شامل کر دیا جائے اور اس کی حکومت اسے دے دی جائے۔ اس نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ سلطان نے اس کے ساتھ یہ معاہدہ کیا ہوا تھا۔

جب ماہ ذوالحجہ سنہ ۶۷۸ھ کو سلطان نے اپنے ایک مولی حسام الدین لاشین صغیر سلحدار کو دمشق کا حاکم مقرر کیا تو سنقر نے اسے منظور نہ کیا اور بغاوت کا اعلان کر دیا اور خود کو بادشاہ کہلوانا شروع کر دیا۔ جب اسے قلاون کی تخت نشینی کی اطلاع ملی تو اس نے اپنی حمایت کے لئے ان سے حلف اٹھوایا جس نے حلف اٹھانے سے انکار کیا اسے قید کر دیا اور خود الکامل کا لقب اختیار کیا۔ یہ تمام کارروائی اس سال ماہ ذوالحجہ میں مکمل ہو گئی۔

اس نے قلعہ کے شاہی حاکم لاشین کو گرفتار کیا اور سیف الدین کو شام کے قلعوں اور اضلاع میں روانہ کیا تاکہ وہ ان کی حمایت کے لئے حلف لے۔ شام میں مجد الدین اسماعیل بن کسیرات کو وزیر مقرر کیا اور خود سنقر قلعہ میں رہنے لگ گیا۔

اسی دوران سلطان نے جب الکرک کا حاکم سعید فوت ہو گیا تھا ایبک افرم کی قیادت میں وہاں فوج بھیجی جب وہ غزہ پہنچا تو وہاں ان کی ملاقات بیلبک ایدمری سے ہوئی جو کہ قلعہ شوبک کو فتح کر کے آیا تھا۔ سنقر الاشقر نے انہیں خبردار کیا اور افرم سے کہا کہ سلطان

نے بدعہدی کی ہے اور اسے شام کا واحد حکمران نہیں بنایا بلکہ قلعۂ حلب اور دمشق کی حکومت دوسرے لوگوں کو دے دی ہے۔ افرم نے یہ ساری بات چیت سلطان کو لکھ بھیجی۔ سلطان نے افرم کو جواب میں لکھا کہ وہ اسے ایسی حرکات سے باز کرے۔
لیکن سنقر ایسی حرکات سے باز نہ آیا اس نے شام کے مختلف علاقوں سے فوج اکٹھی کی اور عرب کے بدوؤں کو بھی ساتھ ملا لیا اور سنقر القری کی قیادت میں یہ فوج غزہ کو روانہ کر دی۔ افرم اور اس کے ساتھیوں نے مقابلہ کر کے اس کی فوج کو شکست دی اور اسیروں کے ایک گروہ کو قید کر کے سلطان قلاون کے پاس بھیج دیا۔ سلطان نے ان سے حسن سلوک روا رکھا اور ان کو خلعت عطا کئے۔

دمشق کی فتح

جب شکست سے دوچار ہونے کے بعد فوجیں واپس دمشق پہنچیں تو سنقر الاشقر اپنی افواج کے ہمراہ باہر نکل کر چراہ گاہ میں خیمہ زن ہوا اور غزہ میں مقیم امراء کو ساتھ ملانے کی کوششیں کیں۔ اس دوران سلطان قلاون نے علم الدین سنجر لاشین منصوری اور بدر الدین بکتاش فخری سلحداری کی قیادت میں مصری افواج روانہ کیں جب یہ افواج دمشق کے قریب پہنچیں تو ان کا مقابلہ سنقر الاشقر کی افواج سے ہوا۔ سلطان کی فوجوں نے سنقر کو شکست دی اور ماہ صفر سنہ ۶۷۹ھ کو دمشق پر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے حسام الدین لاشین صغیر سلحدار کو قید خانہ سے رہائی دلا کر دمشق کا نائب مقرر کیا۔ قلعہ دمشق کا حاکم سیف الدین سنجار منصوری کو بنا دیا گیا اور اس کے بعد فتح دمشق کی اطلاع سلطان کو بھیجی۔
سنقر شکست کھانے کے بعد رحبہ گیا وہاں کے حاکم نے اس کا مقابلہ کیا تو وہ عیسی بن مہنا کے پاس جا پہنچا۔ وہاں سے وہ اپنی شکست خوردہ افواج کے پاس گیا اور تاتاری بادشاہ ابغا سے رابطہ کیا اور اسے شام پر حملہ کرنے کے لئے اکسایا لیکن اس نے ان کی بات نہ مانی۔

شیزر کا محاصرہ

سنقر نے صہیون اور شیزر پر قبضہ کر لیا تو سلطان مصر نے افرم کی قیادت میں افواج بھیجیں جنہوں نے شیزر کا محاصرہ کر لیا۔

تاتاریوں کے خلاف اتحاد

اس دوران اطلاع آئی کہ تاتاریوں کے بادشاہ ابغا نے سنقر اور ابن مہنا کے اکسانے پر شام پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دی ہیں۔ اس نے بلاد الروم کے حاکم صغار کو بھی مع مغل افواج طلب کر لیا ہے اور اپنے بھتیجے بیرو ابن طرخان حاکم ماردین اور حاکم سیس کو آذر بائیجان کی جانب روانہ کر دیا ہے اور خود وہ شام کے راستے آ رہا ہے۔ اس کی ہراول فوجیں اس کے بھائی منوکتمر کی قیادت میں روانہ ہو رہی ہیں۔
جب یہ خبریں پہنچیں تو افرم نے شیزر کے قلعہ کا محاصرہ اٹھا لیا اور سنقر الاشقر کو دعوت دی کہ مل کر مسلمانوں کے دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ اس نے یہ دعوت قبول کر لی اور ابغا سے ترک تعلق کر کے مسلمانوں کے ساتھ شامل ہونے کے لئے صہیون سے روانہ ہوا۔

سلطان کا حملہ

مصر میں سلطان نے بھی اپنی افواج اکٹھی کیں اور شام کی جانب روانہ ہوا۔ مصر میں اس نے اپنے بیٹے ابو الفتح کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اس کی ولی عہدی کا اعلان کیا۔ اس بارے میں ایک تحریری بیان عوام کو پڑھ کر سنایا گیا پھر ماہ جمادی الاول سنہ ۶۷۹ھ میں وہ روانہ ہو کر غزہ پہنچ گیا۔

تاتاریوں کا حملہ

دوسری طرف جب تاتاری فوجیں حلب پہنچیں تو لوگ گھروں کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور شہر ویران ہو گیا۔ تاتاری فوجوں نے وہاں بہت تباہی مچائی۔ گھروں اور مساجد کو جلا ڈالا۔ اس تباہی کے ذمہ دار سیس اور ارمینیہ کے حاکم تھے' جب ان کو سلطان مصر کے غزہ پہنچنے کی اطلاع ملی تو وہ بھاگ کر واپس اپنے وطن پہنچ گئے۔

سلطان نے حمص اور شام کے ساحلی شہروں میں مزید فوج متعین کر دی تاکہ فرنگیوں کے حملہ سے محفوظ رہ سکیں۔ بعد میں سلطان واپس مصر روانہ ہو گیا۔

سنقر الاشقر بھی واپس صہیون پہنچ گیا۔ لیکن اس کی فوج کے بہت سے افراد اسے تنہا چھوڑ کر شام چلے گئے۔ اس کے ہمراہ سرف سنجر دوادار' عز الدین اور وہ امراء باقی رہ گئے جنہوں نے بغاوت کے موقع پر اسے شام کے قلعوں کا قبضہ دلایا تھا۔

بلبان طباخی کی شکست

مرقب کے قلعہ میں مقیم فرنگیوں نے جب تاتاریوں کے حملے کی خبر سنی تو انہوں نے بھی اپنے قریبی علاقوں میں قتل و غارت شروع کر دی۔ جب تاتاری شام سے واپس چلے گئے تو حصن الاکراد کے حاکم بلبان طباخی نے سلطان سے ان پر حملہ کرنے کی اجازت چاہی اور اجازت ملنے پر وہ اپنے قلعوں کی محافظ فوج کو لے کر مرقب کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے ترکمان فوجوں کو بھی جمع کر لیا جب وہ مرقب کے قلعہ کے پاس پہنچا تو اس کے سایہ میں خیمہ زن ہو گیا اور قلعہ والوں کو مقابلہ کی دعوت دی لیکن وہ خود دشوار گزار پہاڑی راستوں میں بھٹک گیا اور فرنگیوں نے اچانک حملہ کر کے اسے شکست دی اور مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔

صلح نامہ

جب یہ خبر سلطان نے سنی تو اس نے اپنے فرزند کو جانشین مقرر کیا اور خود سنہ ۶۷۹ھ کے آخر میں جنگ کے لئے روانہ ہوا۔ جب وہ روحاء کے مقام پر پہنچا تو فرنگیوں کے قاصدوں نے اس سے ملاقات کی اور اہل مرقب کی طرف سے صلح کی پیش کش کی اور ان کے بدلے میں ان مسلمان قیدیوں کو رہا کرنے کا وعدہ کیا جو بلبان کے ہمراہ جنگ میں گرفتار ہوئے تھے۔ سلطان نے یہ پیش کش قبول کر لی اور ماہ محرم سنہ ۶۸۰ھ کو صلح نامہ پر مہر لگا دی۔ پھر اس نے بیت الاستبار کے حاکم اور اس کے بیٹے سے بھی صلح کر لی۔ نیز طرابلس کے حاکم سمند بن تیمند اور حاکم عکا کے ساتھ بھی اسماعیلی قلعوں اور نئے مفتوحہ شہروں اور علاقوں کے بارے میں صلح کے معاہدے کئے۔ سلطان نے یہ شرائط رکھیں کہ مسلمان حکام اللاذقیہ میں مقیم رہیں گے اور وہ کسی قلعہ کے قیدی اور دوسرے لوگوں کی مدد نہیں کریں گے اور نہ ہی وہ کسی فتنہ و فساد سے تاتاریوں کے ساتھ ساز باز کریں گے بلکہ جہاں تک ممکن ہو سکے وہ انہیں مسلمانوں کے علاقے سے گزرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ سلطان نے یہ معاہدہ گیارہ سال کے لئے کیا اور اپنے امراء سے کچھ افراد کو فرنگیوں کے پاس اس معاہدہ کی تصدیق کے لئے روانہ کیا۔

سازشیوں کو سزا

اس دوران سلطان کو یہ خبر بھی ملی کہ اس کے امراء کے ایک گروہ نے اسے اچانک قتل کر دینے کی سازش کی ہے۔ انہوں نے اس سازش میں فرنگیوں کو بھی شریک کر رکھا تھا۔ ان سازشیوں کا سرغنہ کوندک تھا چنانچہ جب وہ بیسان پہنچا تو سلطان نے اسے اس کے ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیا اور سب کو قتل کرا دیا۔ اس سازش میں جو افراد مشتبہ قرار دیئے گئے وہ بھاگ کر سنقر کے پاس صہیون چلے گئے۔

سنقر کے ساتھ معاہدہ

دمشق پہنچ کر سلطان نے قلعہ شیزر کا دوبارہ محاصرہ کرنے کے لئے افواج روانہ کیں۔ سنقر نے سلطان کے ساتھ رابطہ قائم کیا اور ان شرائط پر صلح ہو گئی کہ سنقر الاشقر قلعہ شیزر سے دستبردار ہو جائے گا اور اس کے معاوضہ میں اسے شغر اور بکاس کا علاقہ دے دیا جائے گا۔ معاہدہ میں یہ بھی طے ہوا کہ اشقر اپنے قلعوں کی حفاظت کے لئے صرف چھ سو سواروں کا دستہ رکھ سکے گا اور ان امراء کو نکال دے گا جو اس کے پاس بھاگ کر آئے ہیں۔ جب یہ معاہدہ طے پا گیا تو اس کے نفوذ کا فرمان جاری کیا گیا۔ اشقر کے پاس سے سنجر دوادار مصر واپس پہنچا تو سلطان نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ سلطان نے شیزر کا حاکم بلبان طباخی کو مقرر کیا۔

ملک ظاہر کے بیٹوں سے معاملہ

اس سے قبل الکرک میں ملک ظاہر کے بیٹوں نے سلطان سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ سلطان داود کے زمانے کی طرح الکرک کا علاقہ ان کے حوالے کرنے کا معاہدہ کر لے۔ سلطان نے ان کا مطالبہ منظور کر لیا اور ان کے رشتہ داروں کو قاہرہ سے بھیج دیا۔ امیر سلحدار اور قاضی تاج الدین الاثیر کو ان سے معاہدہ کا حلف اٹھانے کے لئے بھیجا۔

تاتاریوں کا حملہ

سنہ ۶۸۰ھ میں تاتاریوں نے شام کی طرف چاروں سمتوں سے حملہ کر دیا۔ تاتاریوں کا بادشاہ ابغا مغلوں اور تاتاریوں کا لشکر لے کر روانہ ہوا۔ اس نے رحبہ کے مقام پر پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ میں اس کے ساتھ ماردین کا حکام بھی شامل تھا۔ ادھر اس کے بھائی منکوتمر نے بھی شام کی سمت حملہ کر دیا۔ دوسری طرف منکوتمر جو کہ شمالی علاقے کا بادشاہ تھا اور دوشی خان کی اولاد میں سے تھا اس نے بھی ابغا بن ہلاکو کی مدد کے لئے شام پر حملہ کر دیا۔ وہ قسطنطنیہ سے ہوتا ہوا قیساریہ اور تفلیس کے درمیان قیام پذیر ہوا اور یہاں سے منکوتمر بن ہلاکو کے پاس آ گیا اور دونوں نے مل کر شام کی طرف چڑھائی کر دی۔

اسلامی لشکر سے مقابلہ

سلطان مسلمانوں کی افواج لے کر دمشق سے روانہ ہوا اور تاتاریوں سے پہلے حمص پہنچ گیا۔ وہاں سنقر الاشقر بھی امرائے ظاہریہ سمیت اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔

تاتاریوں کا لشکر بھی زبردست تھا جس میں روم، فرنگی، ارمن اور کرج اقوام پر مشتمل اسی ہزار سے زائد فوج تھی۔ دونوں فریقین میں حمص کے مقام پر مقابلہ ہوا۔

سلطان مصر کے میمنہ (دائیں طرف کی فوج) کی کمان حماۃ محمد بن المظفر اور نائب حاکم دمشق لاشین سلحدار کے ہاتھ میں تھی۔ عیسیٰ بن مہنا عرب بدوؤں کی کمان کر رہا تھا۔

میسرہ یعنی بائیں طرف کی فوج میں سنقر الاشقر ترکمان فوج اور ظاہریہ جماعت اور امراء کے ساتھ موجود تھا۔ قلب یعنی درمیانی حصہ میں سلطان کا نائب حسام الدین طرنطائی، حاجب رکن الدین ایابی اور فوج کا بڑا حصہ اور ممالیک شریک تھے۔ اس حصہ میں سلطان خود بھی اپنے موالی اور خاص ملازمین کے ساتھ موجود تھا۔

تاتاری فوجیں بھی مختلف دستوں میں بٹی ہوئی تھیں۔ پندرھویں رجب سنہ ۶۸۰ھ میں یہ جنگ شروع ہوئی جو استقلال اور زور و شور کے ساتھ جاری رہی۔ مسلمانوں کے میسرہ کو شکست ہوئی اور تاتاری اس کا تعاقب کرتے رہے۔ اس کے ساتھ ہی تاتاریوں کا میسرہ بھی ٹوٹ گیا اور فوجیں واپس اپنے بادشاہ منکوتمر کی طرف پلٹیں جو کہ قلب میں تھا۔ لہٰذا اسے شکست ہوئی اور تاتاری فوج نے بھی میسرہ کا تعاقب ترک کر دیا۔ جب وہ سلطان کے قریب سے گزرے تو انہوں نے دیکھا کہ سلطان اپنے مقام پر کھڑا ثابت قدمی سے جنگ لڑ رہا ہے تو ان کے حوصلے مزید پست ہو گئے۔

تاتاری فوج کی تباہی

تاتاری فوج کی شکست کے بعد سلطان قلاون خیمہ زن ہو گیا اور دوسرے دن دشمن کے تعاقب میں نکلا اور ان قلعوں کا رخ کیا جو دریائے فرات کے اردگرد تھے تاکہ دشمن کی فوجوں کو وہاں پہنچنے سے روکا جا سکے۔ تاتاریوں نے راستہ تبدیل کر لیا اور دریائے فرات کے ایسے مقام پر گھس گئے جس کا انہیں علم نہیں تھا اس طرح اکثر دریا میں ڈوب گئے۔ فوج کا کچھ حصہ سلمیہ کے جنگلوں بیابانوں سے گزرا اور راستہ بھٹک جانے کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گیا۔

ابغا کا فرار

تاتاریوں کے بادشاہ ابغا کو جب فوج کی شکست کی خبر ملی تو وہ رحبہ کے مقام پر تھا جہاں سے وہ بغداد کی طرف بھاگ گیا۔ بعد میں سلطان نے فوجوں کو واپس اپنے ٹھکانوں پر پہنچنے کا حکم دیا۔ سنقر الاشقر صہیون چلا گیا' ظاہریہ جماعت کے افراد اس کے ساتھ نہ گئے اور وہ سلطان کے طرفدار بن گئے۔ اب سلطان دمشق پہنچ گیا اور یہاں سے اسی سال شعبان کے مہینے میں وہ مصر آ گیا۔ جب وہ مصر پہنچا تو اسے اطلاع ملی کہ منکو تمر بن ہلاکو ہمدان میں فوت ہو گیا ہے اور شمالی علاقہ کا بادشاہ منکو تمر بھی صرالے میں مر گیا ہے۔ اس واقعہ کے بعد اسے مکمل فتح حاصل ہو گئی۔

تاتاری بادشاہ کی موت

سنہ ۶۸۱ھ میں ابغا بن ہلاکو بھی مر گیا۔ اس کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے اپنے بھائی منکوتمر کے قتل کا الزام اپنے وزیر شمس الدین الجریض پر لگایا اور اسے گرفتار کر کے تحقیق شروع کی تو جولینی نے کسی کو خفیہ طور پر بھیج کر اس کے کھانے میں زہر ملوا دیا جس سے وہ مر گیا۔

مغل حاکم کی گرفتاری

ابغا نے اپنے بھائی کی موت کا الزام ایک اور مغل حاکم پر بھی لگایا جو کہ الجزیرہ کا کوتوال تھا' جب اسے اس الزام کی خبر ملی تو وہ فرار ہو گیا۔ جب سلطان قلاون نے ایک فوجی دستہ موصل کے علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا تو انہوں نے سنجر کے مقام پر اس مغل امیر کو پکڑ لیا اور اسے سلطان کے سامنے پیش کیا۔ سلطان نے اسے قید کر لیا بعد میں رہا کر کے اس کا نام اپنی فہرست میں درج کر لیا۔ اس نے تاتاریوں کے بہت سے واقعات بیان کئے۔ کئی ایک واقعات اس کے بیان کردہ' تحریر کئے گئے ہیں۔

حلب کی تباہی کا بدلہ

سلطان نے اس سال بلاد الروم میں سیس (ارمینیہ) کے علاقے میں فوجی مہمیں روانہ کیں تاکہ ارمنوں سے شہر حلب اور اس کی مساجد کی تباہی کا انتقام لیا جا سکے۔ ان فوجوں نے علاقوں سے دشمنوں کا صفایا کر دیا۔ وہاں ان کا سامنا بعض تاتاری حکام سے بھی ہوا جن کو انہوں نے شکست دے کر بھگا دیا۔ یہ فوجیں بلغار کے سلسلۂ کوہ تک گئیں اور وہاں سے بہت سا مال غنیمت اکٹھا کر کے واپس آ گئیں۔ بعد میں سلطان نے شمس الدین قراسنقر منصوری کو حلب روانہ کیا تاکہ وہ جامع مسجد اور حلب کے قلعہ کی مرمت کرائے جو تاتاریوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو چکے تھے۔ اس نے ان کی مرمت اس طور پر کرائی کہ یہ پہلے سے بھی بہتر ہو گئے۔

نکودار کا قبول اسلام

اب تاتاری بادشاہ مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ سب سے پہلے بکدار بن ہلاکو (نکودار) جو کہ عراق کا حاکم تھا نے اسلام قبول کیا۔ اس

نے اپنا اسلامی نام احمد رکھا۔ اس کے قبول اسلام کی خبر سلطان تک اس کے ایلچیوں کے ذریعہ پہنچی جن کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ شمس الدین اتابک ۲۔ مسعود بن کیکاؤس، حاکم بلاد الروم ۳۔ قطب الدین محمود شیرازی، قاضی سیواس ۴۔ شمس الدین محمد بن الصاحب، حاکم ماردین کا خاص ملازم تھا۔ اس کے خط پر تاریخ جمادی الاولیٰ سنہ ۶۸۱ھ درج تھی۔ لوگوں نے اس کے قبولِ اسلام کو کرامت خیال کیا۔ اس خط کا سلطان نے مناسب جواب دے دیا۔

قودان کا مسلمان ہونا

اس کے فوراً بعد قودان بن طقان جو کہ اپنے بھائی منکوتمر کی موت کے بعد سنہ ۶۸۲ھ میں سلطنت کا بادشاہ بنا تھا، نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اس نے اپنے ایلچی کے ذریعہ اپنی بادشاہت اور قبول اسلام کی اطلاع سلطان کو بھجوائی اور سلطان سے اپنی بادشاہت کی منظوری، لقب اور کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے اسلامی جھنڈا عطا کرنے کی درخواست کی جو کہ سلطان نے منظور کر لی اور سب چیزیں اسے عطا کر دی گئیں۔

قلعہ مرقب کی فتح

سنہ ۶۸۲ھ ماہ شوال میں حماۃ کا حاکم منصور محمد بن المظفر وفات پا گیا۔ سلطان قلاون نے اس کے بیٹے مظفر کو وہاں کا حکمران مقرر کیا اور اسے اور اس کے رشتہ داروں کو خلعت عطا کیے۔ سنہ ۶۸۳ھ ماہ ربیع الاول میں سلطان شام کی طرف روانہ ہوا تاکہ قلعہ مرقب پر حملہ کیا جا سکے کیونکہ وہاں کے لوگوں نے دشمن کی امداد کی تھی۔ وہاں پہنچتے ہی سلطان نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا آخر کار انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا گیا۔ اس کے بعد سلطان صہیون سے سنقر الاشقر کی آمد کا منتظر رہا مگر وہ نہ پہنچا اور سلطان واپس مصر آ گیا۔

الکرک کے قلعہ کی فتح

مصر پہنچ کر سلطان نے اپنے نائب حاکم حسام الدین طرنطائی کو الکرک پر حملہ کے لئے فوج دے کر روانہ کیا کیونکہ وہاں شلامش اور خسرو نے بغاوت کر دی تھی۔ وہ سنہ ۶۸۵ھ میں الکرک پہنچا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار انہوں نے پناہ طلب کر لی اور حسام الدین انہیں سلطان کے پاس مصر لے آیا اور الکرک پر قبضہ کر لیا۔

سلطان گھوڑے پر سوار ہو کر ان سے ملاقات کے لئے گیا اور ان کو بہت عزت و تکریم دی لیکن جب ان کا چال چلن درست نہ ہوا تو سلطان ان سے بدگمان ہو گیا اور انہیں قید کر کے قسطنطنیہ میں جلاوطن کر دیا اور عزیز الدین منصوری کو حاکم الکرک مقرر کر دیا۔ اس کے بعد بیبرس دویدار کو حاکم مقرر کیا جو کہ اخبار "الترک" کا مولف تھا۔

صہیون کی فتح

صہیون میں سنقر الاشقر نے بھی بغاوت کر دی اور سلطان کے شہروں پر حملے کیے۔ سلطان نے دوبارہ حسام الدین طرنطائی کو لشکر دے کر اس کے محاصرے کے لئے روانہ کیا۔ وہ سنہ ۶۸۶ھ میں صہیون پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار سنقر اور اس کے ساتھیوں نے ہتھیار ڈال دیے اور صہیون پر قبضہ ہو گیا تو وہ اسے سلطان کے پاس مصر لے آیا۔ اسے قلعہ میں ٹھہرایا گیا اور وہ سلطان کے پاس مقیم رہا یہاں تک کہ سلطان وفات پا گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا اشرف بادشاہ بنا۔

قسطنطنیہ کے بادشاہ کی وفات

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ سنہ ۶۰۰ھ میں فرنگی قسطنطنیہ پر قابض ہو چکے تھے اور انہوں نے رومیوں کو شکست دی تھی۔ ان کے مذہبی

پیشوا کا نام میخائل تھا جو کہ قریب ہی کسی قلعہ میں رہائش پذیر تھا۔ وہ موقع کی تلاش میں رہتا تھا پھر ایک مرتبہ جب اسے موقعہ ملا تو اس نے رات کے وقت قسطنطنیہ پر حملہ کیا اور وہاں پر موجود فرنگیوں کو مار ڈالا۔ جو بچ گئے وہ جہازوں پر سوار ہو کر بھاگ گئے۔ رومیوں نے اکٹھے ہو کر میخائل کو اپنا بادشاہ بنا لیا اور اس سے پہلے جو بادشاہ تھا وہ مارا گیا۔ اس کے سابق شاہ قسطنطنیہ اور شاہ مصر کے ساتھ اور بعد میں سلطان قلاون کے ساتھ بہت گہرے مراسم تھے اور آپس میں تحائف کا تبادلہ وغیرہ ہوتا رہتا تھا۔ جب بنو طاہر کو جلا وطن کیا گیا تو انہوں نے اس بادشاہ کے پاس ہی قیام کیا تھا۔

جب سنہ ۶۸۱ھ میں میخائل شاہ قسطنطنیہ فوت ہو گیا تو اس کا بیٹا ماندر بادشاہ بنا اس کا لقب روانس تھا۔ میخائل اشکری کے نام سے بھی مشہور تھا۔ اس نسبت سے اس کے بیٹے ابن الاشکری کہلاتے تھے اور یہی لوگ آج کل (ابن خلدون کے زمانہ تک) قسطنطنیہ کے بادشاہ ہیں۔

نوبہ کے حالات

سنہ ۶۷۵ھ میں ملک ظاہر کے دور حکومت میں نوبہ کا بادشاہ مصر آیا تھا اور اس نے اپنے بھتیجے داؤد کے خلاف مدد کی درخواست کی تھی کیونکہ اس نے حملہ کر کے اس سے اس کا علاقہ چھین لیا تھا۔ سلطان ظاہر نے اس کی مدد کا وعدہ کیا تھا اور وہ اس کے انتظار میں تھا۔ اس دوران داؤد کی طاقت میں مزید اضافہ ہو گیا اور اس کی سلطنت کی حدود مزید وسیع ہوتی گئیں یہاں تک کہ وہ مصر کے بالائی حصہ (صعید) کی آخری حد یعنی اسوان کے قریب تک کے علاقہ پر قابض ہو گیا۔

داؤد کے خلاف جنگ

اس صورت حال کے پیش نظر سلطان ظاہر نے اقسنقر فارقانی اور ایبک افرم کو فوج دے کر بھیجا اور اس کے ہمراہ نوبہ کے سابق بادشاہ مرتشکین کو بھی بھیجا۔ جب یہ لوگ روانہ ہوئے تو عرب کی فوج کو بھی انہوں نے اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ جب وہ راس الجنادل پہنچے تو یہاں انہوں نے قبضہ کر لیا وہاں کے باشندوں کو پناہ دی۔ جب وہ مزید آگے بڑھے تو ان کا مقابلہ داؤد کی فوج سے ہوا۔ انہوں نے اسے شکست دی اور اس کی فوجوں کا مکمل صفایا کر دیا۔ داؤد سوڈان کی طرف بھاگ گیا۔ مصری فوجوں نے اس کی بہن بھائی اور والدہ کو گرفتار کر لیا۔ سوڈان کے حاکم نے اسے دیکھا تو اس نے جنگ کر کے اسے شکست دی اور اسے گرفتار کر کے بیڑیوں میں جکڑ کر سلطان کے پاس بھیج دیا۔ جہاں وہ قلعہ میں قید کے دوران ہی مر گیا۔

حقیقی بادشاہ کی تقرری

اب مرتشکین کو نوبہ کا بادشاہ مقرر کیا گیا اور اس کے ساتھ یہ شرائط طے کی گئیں کہ وہ سالانہ خراج کی ایک مقرر رقم ادا کرے گا اور طے شدہ تحائف بھیجا کرے گا۔ اس کے ساتھ یہ شرط بھی رکھی گئی تھی کہ اسوان کے قریبی قلعے مکمل طور پر سلطان کی ملکیت میں رہیں گے اور وہ اپنے بھتیجے داؤد اور اس کے تمام ساتھیوں کو اس علاقہ سے نکال دے گا۔ اس نے تمام شرائط پوری کر دیں۔

نوبہ پر حملہ

اس کے بعد سلطان ظاہر فوت ہو گیا اور اس کے بیٹوں کی حکومت ختم ہو گئی۔ جب منصور قلاون کو بادشاہت ملی تو اس نے نوبہ کی طرف فوجیں روانہ کیں جن کی قیادت علم الدین سنجر خیاط اور عزیز الدین کرمانی کر رہے تھے۔ قوص کا حاکم عز الدین ایدمر سیفی بھی ان کے ہمراہ تھا۔ اس نے فوج میں عرب کے مشہور خاندان کے افراد، مغرب کے لوگ اور بنو ہلال کے قبائل کو بھرتی کر لیا تھا۔ مشہور خاندانوں میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد اور شریف شیبان اور کنز الدولہ کی اولاد بھی شامل تھی۔ یہ فوج دنقلہ میں مشرق اور

سرحدوں پر نقل و حرکت کرتی رہی۔ اس زمانے میں بقول نووی نوبہ کا بادشاہ بیتمامون تھا جو کہ میرے علم کے مطابق مرتشکین کا بھائی تھا۔ جب اس کی فوج کے ساتھ آمنا سامنا ہوا تو اسے شکست سے دوچار ہونا پڑا اور مصری افواج دنقلہ میں پندرہ دن تک ان کا پیچھا کرتی رہیں۔

اس کے بعد بیتمامون کے بھانجے کو علاقہ کا حاکم بنا کر فوج واپس آ گئی۔ بعد میں بیتمامون دوبارہ دنقلہ آیا اور اس کے علاقہ کا اقتدار سنبھال لیا۔ اس کا بھانجا جان بچا کر مصر بھاگ گیا اور وہاں سلطان قلاون سے فریاد کی۔ سلطان نے اس کی امداد کے لئے عز الدین افرم کا لشکر دے کر روانہ کیا۔ اس کے ہمراہ تین فوجی افسر تھے۔ قوص کا حاکم عز الدین بھی ان کے ساتھ شامل تھا۔ یہ لشکر کشی سنہ ۶۸۸ھ میں ہوئی۔

نوبہ کا بادشاہ اسوان میں ہی فوت ہو گیا اور وہیں دفن کیا گیا۔ اس کا نائب حاکم فریاد رسی کے لئے سلطان کے پاس آیا تو سلطان نے مرتشکین کے بھتیجے داؤد کو اس کے ہمراہ روانہ کیا جو کہ اس وقت مصر کے قلعہ میں قید تھا۔ جب جرنیس نے پیش قدمی کی تو بیتمامون بھاگ کر دریائے نیل کے درمیان ایک ایسے جزیرے میں پناہ گزین ہو گیا جو کہ دنقلہ سے پندرہ منزل کے فاصلہ پر تھا۔ جزیرے کے چاروں طرف بہت زیادہ پتھر تھے اور کشتیوں کا وہاں تک پہنچنا بہت مشکل تھا۔ بیتمامون وہاں سے نکل کر ابواب میں پناہ گزین ہو گیا۔ اس کے بہت سے ساتھی ساتھ چھوڑ گئے۔ فوجیں بھی واپس دنقلہ آ گئیں اور داؤد کو اپنا حاکم مقرر کیا اور سنہ ۶۸۹ھ میں مصر واپس پہنچ گئیں۔ اس فوجی مہم پر پورے نو ماہ صرف ہوئے۔ فوج نے داؤد کی مدد کے لئے وہاں اپنا ایک افسر بھی مقرر کر دیا۔

جب فوج واپس مصر چلی گئی تو بیتمامون بھی واپس آ گیا۔ اس نے داؤد کے متعین کردہ حاکم کو قتل کر دیا اور اس افسر کو جو وہاں موجود تھا' سلطان کے پاس بھجوا دیا تاکہ وہ سلطان کے ساتھ اس کی صلح کرا دے اور اس کے بدلے اس کے مقرر کردہ محصول ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ سلطان نے اس کی یہ درخواست قبول کر لی اور اس کی حکومت کو بحال کر دیا۔

طرابلس کے حالات

طرابلس میں رہنے والے فرنگی بار بار وعدہ خلافی کرتے اور اپنے ارد گرد حملے کرتے رہتے تھے۔ اس صورت حال کے پیش نظر مصر کے سلطان نے مصر اور شام کی فوجوں کو یکجا کیا اور ان کی کمزوریوں کو دور کیا۔ محاصرہ کے لئے جدید ہتھیار بھی تیار کروائے۔ پھر وہ محرم سنہ ۶۸۸ کو فوج لے کر طرابلس پہنچا اور شہر کا محاصرہ کر لیا اور منجانیق نصب کروا دیئے۔ چونتیس دن تک محاصرہ قائم رہا پھر سلطان نے حملہ کر کے شہر کو فتح کر لیا اور وہاں قتل عام کرایا۔

طرابلس کی بربادی

فرنگیوں نے جنگی کشتیوں پر سوار ہو کر فرار ہونے کی کوشش کی مگر مخالف ہوا نے انہیں پھر ساحل پر واپس لا پھینکا جہاں ان کو گرفتار کر لیا گیا یا قتل کر دیا گیا۔ شاہ مصر نے طرابلس شہر کو مکمل تباہ و برباد کرنے کا حکم دیا اور حکم کی تعمیل میں اسے آگ لگا کر خاکستر کر دیا گیا۔ سلطان نے اس شہر سے متعلق تمام قلعوں کو فتح کر لیا۔ پھر سلطان نے یہاں حصن الاکراد میں محافظ فوجیں اور اپنا حاکم متعین کیا اور ایک اور قلعہ تعمیر کروایا تاکہ وہاں حاکم اور محافظ فوجیں قیام کر سکیں۔ اس کا نام پھر طرابلس رکھا گیا جو آج تک (ابن خلدون کے زمانہ تک) موجود ہے۔

طرابلس کی تاریخ

جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شام کے گورنر تھے تو انہوں نے سفیان بن مخنف الازدی کو لشکر دے کر اس شہر کا محاصرہ کرنے کے لئے بھیجا اور اس کے مقابل ایک نیا قلعہ تعمیر کیا' آخر کار وہاں کے باشندے محاصرہ سے تنگ آ کر کشتیوں میں سوار ہو کر بھاگ گئے اور اس طرح یہ شہر فتح ہو گیا۔ سفیان بن مخنف نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کے فتح ہونے کی اطلاع دی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وہاں ہر سال سرحدوں کی حفاظت کے لئے فوج بھیجا کرتے تھے۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان رحمۃ اللہ علیہ کے دور خلافت میں روم سے ایک بڑا پادری آیا اور اس نے خلیفہ سے اجازت طلب کی کہ اسے وہاں رہنے کی اجازت دی جائے اور اس کے عوض وہ سالانہ خراج ادا کرے گا۔ خلیفہ نے اسے اجازت دے دی۔ وہ کچھ مدت طرابلس میں رہا پھر وہاں سے مسلمانوں سے غداری کر کے بلاد الروم کی طرف چلا گیا لیکن مسلمانوں کے جنگی جہازوں نے اسے سمندر ہی میں گرفتار کر لیا اور خلیفہ کے پاس بھیج دیا۔ خلیفہ عبدالملک یا ولید بن عبدالملک نے اسے قتل کروا دیا۔ اس کے بعد یہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔ یہاں کے حکام دمشق سے ہی مقرر ہو کر آتے تھے۔ لیکن جب فاطمیوں کی حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے یہاں مستقل حکام مقرر کئے چنانچہ یہاں سب سے پہلا حاکم امان الخادم کو مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد بالترتیب سر العادلہ' ابو السعادۃ' علی بن عبدالرحمن' نزال' عمار الدولہ بن نزال حکام مقرر ہوئے۔ ان سب کا تعلق فاطمی سلطنت کے ارکین کے ساتھ تھا۔

بنو عمار کی حکومت

بعد میں طرابلس کا قاضی امین الدولہ ابو طالب حسن بن عمار خود مختار حاکم بن گیا۔ وہ سنہ ۴۶۴ھ میں وفات پا گیا۔ وہ اہل تشیع کا بہت بڑا عالم اور فقیہ تھا اور مشہور کتاب "خراب الدولہ ابن سنقر بن کمود" کا مصنف تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی ابو الحسن بن محمد بن عمار حاکم بنا اور جلال الدین کا لقب اختیار کیا۔

فرنگی حاکم کا محاصرۂ طرابلس

فرنگیوں کا ایک حاکم ضجیل جس کا نام سیمنت تھا جو سنہ ۴۹۲ھ میں فوت ہو گیا تھا۔ اس کے نام پر ایک شہر "ضجیل" بھی آباد ہے۔ اس نے کافی عرصہ طرابلس کا محاصرہ کیے رکھا۔ طرابلس کا حاکم ابن عمار شہر کی حفاظت کرتے کرتے عاجز آ گیا وہ عراق کے سلجوقی حکمران محمد بن ملک شاہ کے پاس امداد حاصل کرنے کے لئے گیا اور اپنے چچا زاد بھائی المناقب کو طرابلس میں اپنا قائم مقام مقرر کر گیا۔ اس کے ساتھ شمس الدولہ غیبان بن الاغر بھی تھا' جسے ابو المناقب نے قتل کر دیا اور اس نے افضل بن امیر الجیوش کی اطاعت قبول کر لی جو کہ اس زمانے میں فاطمی خلفاء کا خود مختار حاکم تھا۔

فرنگی حاکم ضجیل محاصرہ کے دوران ہی مر گیا اور اس کے بجائے فرنگیوں کا ایک افسر سردانی ان کا حاکم مقرر ہوا۔

فاطمی حکام کا تسلط

فاطمی سپہ سالار افضل نے اپنا حاکم مقرر کر کے طرابلس روانہ کیا مگر وہ دشمن کا مقابلہ کرنے کی بجائے مال و دولت سمیٹنے میں لگ گیا۔ افضل کو اس کے بارے میں یہ خبر بھی ملی کہ وہ خود مختار حاکم بننا چاہتا ہے۔ لیکن اس نے اپنی بری حرکات کی وجہ سے اہل شہر کو اپنا مخالف بنا لیا تھا۔ افضل نے اس کی بجائے دوسرا حاکم روانہ کیا اور اس کی مدد کے لئے مصر سے جنگی جہاز بھی پہنچ گئے۔ اس کے بعد شہر کے ارباب اقتدار کو گرفتار کر لیا گیا اور فخر الملک کے باقی ماندہ اہل و عیال کو بھی گرفتار کر کے مصر روانہ کر دیا گیا۔

فخر الملک بن عمار جو سلجوقی بادشاہ کے پاس مدد حاصل کرنے کے لئے گیا تھا' مایوس ہو کر واپس لوٹ آیا۔ کیونکہ وہ بھی آپس میں خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ وہ سنہ ۵۰۲ھ میں دمشق واپس آیا اور وہاں کے حاکم طغتگین اتابک کے پاس قیام کیا۔

طرابلس کے فرنگی حکمران

فرنگی حکمران سردانی نے سات سال کے محاصرہ کے بعد طرابلس کو فتح کر لیا اور ضجیل کے بیٹے نے یورپ سے آ کر طرابلس پر دوبارہ قبضہ کر لیا اور یہ شہر تیس سال تک اس کی سلطنت میں شامل رہا۔ بعد میں بعض فرنگی عہدیداروں نے اس کے خلاف بغاوت کی اور وہ ان اعور کے ہاتھوں قتل ہو گیا اور طرابلس کا حکمران القوش بطرار بن گیا۔ جب موصل کے حکمران اتابک زنگی اور بیت المقدس کے فرنگی حکمران کے درمیان جنگ ہوئی تو فرنگیوں کو اس جنگ میں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور القوش بطرار گرفتار ہو گیا۔

فرنگی بادشاہ اپنی جان بچا کر تغریب کے قلعہ کی طرف فرار ہو گیا اور وہاں قلعہ بند ہو گیا۔ زنگی نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر میں اس بات پر صلح ہوئی کہ بادشاہ تغریب کا قلعہ زنگی کے حوالے کر دے گا اور زنگی جنگ میں گرفتار ہونے والے قیدیوں کو رہا کر دے گا۔ اس صلح کی بنا پر القوش بھی رہا ہو گیا اور وہ واپس طرابلس چلا گیا جہاں وہ کافی عرصہ حکومت کرتا رہا حتیٰ کہ اسماعیلیہ فرقہ کے کچھ افراد نے اسے قتل کر دیا۔

اس کے قتل کے بعد طرابلس کا حاکم رہند مقرر ہوا۔ رہند بچپن ہی میں فرنگی فوجوں کے ہمراہ سنہ ۵۵۷ھ کی جنگ حارم میں شامل تھا۔ نور الدین عادل نے فرنگیوں کو شکست دی اور اس جنگ میں رہند گرفتار ہوا اور بہت دیر تک قید رہا۔ بعد میں جب سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب تخت نشین ہوا تو اس نے ۵۷۰ھ میں اسے رہا کر دیا اور وہ طرابلس پہنچ گیا۔ اس وقت سے طرابلس کی حکومت پر اس کا اور اس کی اولاد کا قبضہ رہا یہاں تک کہ سنہ ۶۸۸ھ میں منصور قلاون نے طرابلس کو فتح کر لیا۔

ہسپتال اور دار العلوم کی تعمیر

سلطان منصور قلاون کی دلی تمنا تھی کہ وہ قاہرہ میں ایک ہسپتال قائم کرے۔ اس مقصد کے لئے اس نے بہت سے مقامات کا معائنہ کیا۔ اسے الدار القطبیہ کا مقام پسند آیا جو کہ فاطمی خلفاء کے محلوں میں سے دو محلوں کے قریب واقع تھا۔ یہ جگہ اس نے ہسپتال کے لئے خرید لی اور اصل حویلی کو ہسپتال کے لئے مقرر کر دیا اور اس کے سامنے اس نے مختلف علوم و فنون کی تعلیم کے لئے اعلیٰ درس گاہ اور

اپنے لئے ایک مقبرہ تعمیر کرنے کا حکم دیا اور ان کی تعمیر و تکمیل کی نگرانی کے لئے علم الدین شجاعی کو مقرر کیا۔ اس نے یہ تمام عمارتیں تیزی سے تعمیر کروائیں اور سنہ ۶۸۲ھ میں مکمل کر دیں۔ سلطان نے ان کے اخراجات کے لئے مصر و شام کی بہت سے جائدادیں اور اراضیاں وقف کر دیں۔

جب ہسپتال تعمیر ہو گیا تو وہ خود ہسپتال آیا اور ایک طبی شربت کا پیالہ پی کر اعلان کیا کہ "میں نے یہ ہسپتال اپنے اور اپنے سے نچلے درجے کی عوام کے لئے وقف کر دیا ہے"۔ اس کی سب سے اعلیٰ یادگار یہی ہسپتال ہے۔

عکا پر حملہ اور قلاوون کی وفات

سلطان منصور قلاوون نے سب سے پہلے اپنے بیٹے علاء الدین کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا لیکن وہ سنہ ۶۸۷ھ میں وفات پا گیا تو سلطان نے اپنے دوسرے بیٹے خلیل کو ولی عہد نامزد کر دیا۔ اس دوران عکا کے فرنگیوں نے بغاوت کر دی اور ارد گرد حملے کرنے شروع کر دیے۔ اس زمانے میں وہاں سے تاجروں کا ایک قافلہ ترک غلاموں کو لے کر گزرا تو فرنگیوں نے انہیں لوٹ کر قید کر لیا۔ دراصل یہ غلام سلطان کے لئے جا رہے تھے۔

یہ خبر جب سلطان تک پہنچی تو اس نے حملہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ وہ عید الفطر کے بعد سنہ ۶۸۹ھ میں لشکر لے کر روانہ ہوا اور قاہرہ میں اپنے بیٹے خلیل کو جانشین مقرر کر گیا۔ زین الدین سیف اور علم الدین شجاعی دونوں وزیر تھے۔ شاہی لشکر شہر کے باہر خیمہ زن ہوا تھا کہ وہ اچانک بیمار پڑ گیا۔ لہٰذا اسے محل میں پہنچا دیا گیا۔ وہاں اس کے مرض نے شدّت اختیار کر لی اور اس طرح وہ ماہ ذو القعدہ سنہ ۶۸۹ھ میں وفات پا گیا۔

باب سوم

منصور قلاوون کے جانشین

خلیل اشرف کا اقتدار

قلاوون کی وفات کے بعد اس کے بیٹے خلیل کی بیعت لی گئی اور اشرف لقب دیا گیا۔ اس وقت منصور قلاوون کا نائب حسام الدین طرنطائی تھا خلیل نے اس کا یہ عہدہ برقرار رکھا اور زین الدین سیف کو بھی آستانۂ عالیہ کی نیابت میں شامل کیا۔ اس نے علم الدین شجاعی کو بھی وزیر برقرار رکھا۔ بدر الدین بیدو وزیر مالیات ہی رہا اور عز الدین ایبک خزانہ دار تھا۔

اس وقت دمشق کا حاکم لاشین سلحدار اور حلب کا نائب حاکم شمس الدین قرا سنقر جوکندار تھا۔ خلیل نے دونوں کو عہدوں پر برقرار رکھا۔ اس کے والد کے مقرر کردہ جتنے حکام تھے اس نے وقتی طور پر سب کو برقرار رہنے دیا۔ لیکن چند دنوں کے بعد اس نے اپنے نائب حسام الدین طرنطائی کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور اس کی تمام جمع شدہ دولت ضبط کر لی۔ وہ اپنی دولت کو پوشیدہ رکھے ہوئے تھے۔ کم و بیش اس سے چھ لاکھ دینار برآمد ہوئے اور یہ سب کے سب شاہی خزانے میں جمع کر دیئے گئے۔

نئے عہدیداروں کی تقرری

اب خلیل نے بدر الدین کو مستقل طور پر اپنا نائب مقرر کر دیا تھا اور محمد بن عثمان بن سلعوس کو بھی حجاز سے بلا کر وزیر مقرر کیا۔ اس سے پہلے وہ شام میں تجارت کرتا تھا اور اس کے والد کے عہد حکومت میں اس سے گہرے روابط قائم ہو گئے تھے۔ اس نے بہت خدمات انجام دی تھیں لہٰذا اس نے اسے اپنی شام کی جاگیروں کا منتظم مقرر کیا جہاں سے اس نے بہت رقم وصول کر کے دی تھی۔ اب اسے مصر کے دفتر کا نگران مقرر کیا گیا یہاں آ کر اس نے بہت ظلم ڈھائے جب ان مظالم کی اطلاع سلطان کے نائب طرنطائی تک پہنچی تو سلطان نے اس کی دولت ضبط کر لی اور اسے سزا کے طور پر شام کی طرف جلا وطن کر دیا۔

اسی سال محمد بن عثمان حج کرنے کے بعد حجاز میں مقیم تھا۔ جب خلیل اشرف تخت نشین ہوا تو سب سے پہلے اس نے اس کو بلا کر وزیر کا عہدہ دیا۔ یہاں پہنچتے ہی اس نے بہت زیادہ اثر و رسوخ حاصل کر لیا۔ وہ عوام الناس سے الگ تھلگ رہنے کا عادی تھا۔ صرف خواص کے کام کرتا تھا۔

خلیل اشرف نے شمس الدین سنقر کو بھی گرفتار کر کے قید کر لیا تھا۔ اس نے اپنے نائب طرنطائی کے ساتھ عز الدین سیف کو بھی گرفتار کیا تھا کیونکہ یہ بھی طرنطائی کے ساتھ اس کے خلاف سازش میں شامل تھا لیکن بعد میں بے گناہ ثابت ہوا اور رہا کر دیا گیا۔

عکا پر حملہ

امور سلطنت سے فارغ ہونے کے بعد خلیل اشرف نے سنہ ۶۹۰ھ میں عکا پر حملہ کا ارادہ کیا تاکہ اپنے باپ کی مہم کو پورا کر سکے۔ اس نے افواج تیار کیں اور اہلِ شام کو بھی جہاد کی دعوت دی۔ وہ قاہرہ سے لشکر لے کر بڑی تیزی کے ساتھ عکا پہنچا۔ شام کے حکام اور حاکم حماۃ مظفر بن منصور (فوج لے کر) ان کے پاس عکا آیا۔ محاصرہ کے بعد قلعہ پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) سے حملہ کیا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قلعہ کی کئی برجیاں ٹوٹ گئیں۔ جہاں سے فوجیوں نے گھسنے کی کوشش کی تو دشمن نے ان پر تیر اندازی کی۔ تاہم انہوں نے مٹی

سے خندق کو بھرنے کی کوشش کی یہاں تک کہ اسے بھر دیا۔ شکستہ برجیوں کو زمین کے برابر ہموار کر دیا گیا اور اس سمت سے شہر میں گھس کر دشمن کا صفایا کر دیا۔ بے حد قتل و غارت کی گئی۔ شکست خوردہ اور بچے کھچے دشمن سپاہی ان بڑے بڑے برجوں میں پناہ گزین ہوئے جو ابھی تک قائم تھے۔ اس لئے دس دن تک اس کا محاصرہ کر کے مسلمان سپاہی ان میں بھی گھس گئے اور انہیں تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

عظیم فتح

عکا سنہ ۶۹۰ھ میں فتح ہوا۔ یہ شہر فرنگی کفار کے قبضے میں ایک سو تین برس تک رہا کیونکہ فرنگیوں نے سلطان صلاح الدین کے قبضے سے اسے سنہ ۵۸۷ھ میں حاصل کیا تھا۔

فرنگی شہروں کی تباہی و بربادی

سلطان خلیل اشرف کے حکم سے عکا کا شہر تباہ و برباد کر دیا گیا جب اس کی اطلاع صور' صیدا' عقلیہ اور حیفا کے فرنگیوں کو ملی تو وہ ان شہروں کو ویران چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ سلطان جب ان شہروں میں سے گزرا تو اس کے حکم کے مطابق یہ تمام (فرنگی) شہر برباد کر دیے گئے۔ پھر سلطان دمشق روانہ ہو گیا۔

سلطان نے راستے میں حسام الدین لاشین حاکم دمشق کو قابو کر لیا کیونکہ اس کے شیطان (مخبروں) نے اسے یہ اطلاع دی تھی کہ سلطان اسے اچانک قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے بھاگنے کے لئے سوار ہو گیا۔ اس کے تعاقب میں علم الدین سنجر شجاعی گیا۔

پھر سلطان بیروت چلا گیا اور اسے فتح کر لیا۔ سلطان الکرک کے پاس سے بھی گزرا تو وہاں کے نائب حاکم رکن الدین بیبرس دوادار نے جو مورخ بھی تھا اپنا استعفیٰ پیش کیا لہٰذا سلطان نے اس کے بجائے جمال الدین اقسنر اشرفی کو حاکم مقرر کر دیا۔

جب سلطان قاہرہ واپس آیا تو اس نے سلطان ظاہر کے دونوں بیٹوں شلامش اور خسرو کو اسکندریہ کے قید خانے سے رہا کر کے قسطنطنیہ بھیج دیا۔ وہاں پہنچنے کے بعد شلامش فوت ہو گیا۔ سلطان نے حسام الدین لاشین منصوری اور شمس الدین سنقر الاشقر کو بھی جیل خانے سے رہا کر دیا۔

علم الدین سنجار نائب حاکم دمشق کو گرفتار کر کے پہلے سے مصر بھیج کر قید کر دیا گیا تھا۔ سلطان نے حکم دیا کہ قلعہ کے اوپر کے نشیمنوں کو جس قدر ممکن ہو زیادہ سے زیادہ وسعت دی جائے اور بلند کیا جائے اور اس کے سامنے جشن اور عید کے دنوں میں سلطان کے جلوس کے لئے ایک گنبد تعمیر کیا جائے۔ چنانچہ میدان اور گھوڑوں کے بازار کے قریب ایسی عمارت تعمیر کی گئی۔

قلعہ الروم کی تسخیر

سلطان خلیل اشرف نے حسام الدین لاشین کو آزاد کر کے اسے شام کے حاکم کے عہدے پر بحال کر دیا۔ اس کے بعد وہ سنہ ۶۹۱ھ میں اپنی فوج لے کر شام کی طرف روانہ ہوا۔ دمشق پہنچنے کے بعد وہ حلب پہنچا اور وہاں سے اس نے قلعہ الروم کی طرف فوج کشی کی پھر اسی سال کے جمادی الاولیٰ میں اس نے اس کا محاصرہ کر لیا اور تیس دن تک محاصرہ کرنے کے بعد اس قلعہ کو بزورِ طاقت فتح کر لیا وہاں کی منتشر فوجوں کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد قلعہ کو تباہ و برباد کر دیا اور وہاں بطرک الارض کو قیدی بنا لیا۔

حلب کا حاکم

وہاں سے واپس آ کر سلطان نے ماہ شعبان میں حلب میں قیام کیا اور قراسنقر ظاہری کی بجائے حلب کا نائب حاکم سیف الدین طباقی کو متعین کیا کیونکہ سلطان نے قراسنقر کو ممالیک کا سردار بنا دیا تھا۔

لاشین کا دوبارہ گرفتار ہونا

وہاں سے سلطان دمشق آیا اور عید الفطر منائی (حاکم شام) لاشین کو بدگمانی ہوئی تو وہ عید الفطر کی رات کو وہاں سے بھاگ نکلا۔ سلطان نے اس کے تعاقب میں سوار روانہ کئے تو کسی عرب بدو نے اپنے قبیلے میں (سے گزرتے ہوئے) اسے پکڑ لیا اور اسے لے کر سلطان کے پاس آیا۔ سلطان نے اسے بیڑیوں میں مقید کر کے قاہرہ بھجوا دیا اور دمشق کا حاکم عز الدین ایبک حمیدی کو علم الدین سنجر شجاعی کے بجائے مقرر کیا۔

سلطان کے نئے مشیر کا قیام

جب سلطان مصر واپس آیا تو اس نے علم الدین شجاعی کو رہا کر دیا مگر وہ رہائی کے ایک سال بعد ہی فوت ہو گیا۔ اس کے بعد سلطان نے سنقر اشقر کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا۔ سلطان کے نائب بیدو کو جب لاشین کی بے گناہی معلوم ہوئی تو اسے رہا کر دیا۔ ایک مہینے کے بعد ابن الاثیر فوت ہو گیا۔ اس کے منصب پر اس کے فرزند عماد الدین ایوب کو مقرر کیا گیا۔ ایوب کو سلطان منصور نے اپنی حکومت کے آغاز میں قید کر دیا تھا مگر سلطان خلیل اشرف نے اسی سال رہا کر دیا۔ یوں وہ تیرہ سال تک قید میں رہا .... مگر اب سلطان اشرف نے رہا کر کے اسے اپنی ہم نشینی اور مشورہ کے لئے مخصوص کر لیا۔

میر منشی کی فوتیدگی

اسی سال سلطان کا میر منشی اور پرائیویٹ سیکریٹری قاضی فتح الدین محمد بن عبداللہ بن عبدالظاہر فوت ہو گیا۔ اس کا سلطان اور اس کے والد کے دربار میں اعلیٰ مقام تھا۔ سلطان نے اس کے بجائے فتح الدین احمد بن الاثیر حلی کو (اس منصب کے لئے) متعین کیا۔ ابن عبد الظاہر کا فرزند علاء الدین علی تھا۔ سلطان نے اس کے ساتھ بھی عنایت کی اور اپنے بھی منشیوں میں ملازم رکھ لیا۔

نائب السلطنت سے بدگمان ہونا

بعد میں جب سلطان مصر کے بالائی حصہ (صعید) میں سیر و شکار کے لئے گیا تو اس نے بیدو نائب السلطنت کو دار الخلافت کے انتظام کے لئے اپنا جانشین مقرر کیا۔ مگر جب قوص پہنچا تو ابن اسلوس نے اسے پوشیدہ طور پر یہ اطلاع دی کہ بیدو (نائب حاکم) نے مصر کے بالائی حصہ (صعید) میں بے شمار زرعی اراضی پر اپنا قبضہ کر رکھا ہے۔ چنانچہ وہاں جا کر سلطان نے ان کا معائنہ کیا اور جب ان زمینوں کی کثرت کو محسوس کیا تو وہ بیدو سے بدگمان ہو گیا۔ جب سلطان اشرف مصر واپس آیا تو اس نے اس سے اس کی کچھ جاگیریں واپس لے لیں۔ اس وقت سے بیدو کے بارے میں اسے شک و شبہ پیدا ہونے لگا تھا اس لئے بیدو نے خیموں اور عمدہ مویشیوں کے تحفے سلطان کو پیش کئے۔

شاہ ارمن سے صلح

سنہ ۶۹۲ھ میں سلطان نے شام کے سفر کی تیاری کی اور بیدو کو لشکر دے کر پہلے روانہ کر دیا اور خود الکرک پہنچا اور وہاں کے حالات درست کر کے شام آیا۔ وہاں ارمینیہ اور سیس کے حاکم کے ایلچی نے اس سے ملاقات کی اور اس کی طرف سے مصالحت کا اظہار کیا۔ اس مقصد کے لئے وہ تمسنا، مرعش اور تل حمدون کے قلعے سلطان کے حوالے کرنے پر تیار ہو گیا۔ چنانچہ سلطان نے مصالحت کر لی اور ان (مذکورہ بالا) قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ یہ قلعے حلب کی اراضی کے راستوں پر موڑ پر واقع تھے۔ تمسنا کا قلعہ تو مسلمانوں کا تھا مگر جب ہلاکو نے حلب کو فتح کیا تو یہ قلعہ شاہ ارمن و سیس کو فروخت کر دیا تھا۔

پھر سلطان اسی سال ماہ رجب میں حمص پہنچا۔ حاکم حماۃ مظفر بھی اس کے ساتھ تھا۔ سلطان نے سلمیہ میں قیام کیا۔ وہاں اس سے عرب قبائل کے سردار مہنا بن عیسٰی نے ملاقات کی۔ سلطان نے اسے اور اس کے دونوں بھائیوں محمد و فضل اور اس کے فرزند موسیٰ کو گرفتار کر لیا اور لاشین کے ساتھ دمشق بھیج دیا۔ وہاں سے وہ مصر بھیجے گئے۔ وہاں وہ تمام قید میں رہے۔ سلطان نے ان کے بجائے عرب قبائل پر محمد بن ابی بکر بن علی بن جدیلہ کو حاکم مقرر کیا۔

جب سلطان حمص میں تھا تو اس نے الکرک کے نائب حاکم کو یہ ہدایت دی کہ وہ قلعہ شوبک کو تباہ و برباد کرا دے۔ چنانچہ یہ قلعہ تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اس کے بعد سلطان مصر کی جانب روانہ ہو گیا۔ اس نے اگلی فوج بیدو کے ساتھ روانہ کی اور خود اپنے خواص کے ساتھ پچھلی فوج میں واپس آیا۔ جب وہ مصر پہنچا تو اس نے لاشین منصوری کو قید سے رہا کیا۔

سلطان اور بیدو کی مخالفت

نائب السلطنت بیدو سلطان پر چھایا ہوا تھا اور اشرف اس کے خود مختار ہونے کی وجہ سے اس سے بدگمان تھا۔ خود بیدو بھی اشرف سے ناراض اور کبیدہ خاطر رہتا تھا۔

سلطان کا ناراض ہونا

سنہ ۶۹۳ھ میں سلطان اشرف بحیرہ میں شکار کے لئے نکلا اور اس نے اپنے وزیر ابن سلعوس کو مال اور کپڑے وغیرہ کی فراہمی کے لئے روانہ کیا تو اس نے دیکھا کہ بیدو (نائب سلطنت) اور دیگر امراء سلطنت وہاں پہلے سے موجود تھے اور وہاں جو عمدہ چیزیں تھیں، وہ سب حاصل کر لی تھیں۔ اس نے سلطان کو خط لکھا تو سلطان بہت ناراض ہوا اور اس نے بیدو کو بلوا کر اس سے ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس سلسلہ میں بیدو نے (بظاہر) اس کے ساتھ بہت نرم رویہ اختیار کیا یہاں تک کہ سلطان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

امراء کی سازباز

اس کے بعد بیدو اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور اس نے بادشاہ پر حملہ کرنے کی سازش تیار کی۔ اس سازش کے سرغنے لاشین منصوری حاکم دمشق اور قراسنقر منصوری حاکم حلب تھے۔ ان کے علاوہ تمام امرائے مصر سلطان اشرف سے ناراض تھے کیونکہ اس نے اپنے امراء ملازمین کو ان پر ترجیح دے رکھی تھی۔ چنانچہ جب ایک دفعہ ابن السلعوس نے اسے لکھا کہ مال کی قلت ہے تو اس نے اپنے موالی کو قلعہ کی طرف منتقل کر دیا تاکہ اخراجات میں کمی ہو مگر اس کی قلت (بدستور) قائم رہی۔

سلطان اشرف کا قتل

ایک دن سلطان سیر و شکار کے لئے باہر نکلا ہوا تھا کہ امرائے مصر نے اس کا پیچھا کیا اور اسے شکار کرتے ہوئے پکڑ لیا۔ جب سلطان نے ان سے خطرہ محسوس کیا تو انہوں نے بہ عجلت تمام تلوار کے پے در پے وار اس پر کئے۔ سب سے پہلا وار بیدو کا تھا اور دوسرا وار لاشین نے کیا۔ انہوں نے اسے وہیں قتل کر کے ڈھیر کر دیا۔ یہ واقعہ اس سال کے ماہ محرم کی پندرھویں تاریخ کو ہوا۔

بیدو۔ خاتمۂ حکومت

اس کے بعد وہ اپنے خیموں میں لوٹ آئے۔ انہوں نے پختہ ارادہ کیا ہوا تھا کہ وہ بیدو کو بادشاہ بنائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اسے بادشاہ بنا کر اس کا لقب القاہر رکھا۔ بیدو نے بیسری شمسی اور سیف الدین بکتمر سلحدار کو گرفتار کر کے انہیں شاہی قلعہ لے جانے کے ارادے سے اپنے ساتھ رکھا۔ اس وقت زین الدین سیف بھی (کسی اور جگہ) شکار کے لئے نکلا ہوا تھا۔ اسے (بادشاہ کے قتل کی) خبر شکار کرتے ہوئے پہنچی تو وہ (فوراً) ان کے تعاقب کے لئے روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ سوس جاشنگیر حسام الدین استاذ الدار، رکن الدین بیبرس

لجی، جاشنگیریہ جماعت کے ساتھ تھے۔ انہوں نے بیدو اور اس کے ساتھیوں کو طرانہ کے مقام پر جا لیا۔ جب بیسری، بکتمر نے جو قید میں گرفتار تھے انہیں دیکھا تو وہ کتبغا اور ان کے ساتھیوں کی طرف بھاگ نکلے۔ بیدو کے ساتھ جو عرب قبائل کے سپاہی تھے وہ بھی ساتھ کھڑے ہوئے۔ بیدو نے ان کے ساتھ جنگ کی مگر مارا گیا اور اس کے ساتھی قراسنقر اور لاشین وغیرہ بھی قاہرہ بھاگ گئے۔ بیدو کا سر نیزہ پر لٹکا کر لے جایا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ لاشین ابن طولون کی جامع مسجد کی اذان کے مینارہ پر چھپ گیا تھا۔

محمد الناصر کی پہلی بادشاہت

کتبغا اور اس کے ساتھی قلعہ مصر پہنچے، وہاں علم الدین شجاعی تھا۔ انہوں نے سلطان اشرف کے بھائی محمد بن قلاون کو بلوا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس کا لقب "ناصر" رکھا۔ نائب السلطنت کتبغا مقرر ہوا اور حسام الدین اتابک اور علم الدین سنجر وزیر بنا۔

استاذ الدار رکن الدین سوس جاشنگیر کو وزیر مالیات مقرر کیا گیا۔

سازشیوں کا خاتمہ

یہ سب (امراء) خود مختار اور مطلق العنان تھے۔ ناصر کو ان پر کوئی اختیار نہیں تھا۔ ان امراء نے ان لوگوں کو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی جنہوں نے بیدو کے ساتھ مل کر سلطان اشرف کو قتل کرنے کی سازش تیار کی تھی۔ چنانچہ انہیں قتل، سولی اور قطع و برید سے ختم کیا گیا۔ نوبہ کے حاکم بہادر اور اقوش موصلی کو بھی قتل کیا گیا اور ان کی لاشیں جلا دی گئیں۔

سرغنوں کی رہائی

کتبغا نے لاشین اور قراسنقر کے بارے میں جو قتل کے اصل سرغنہ تھے، سفارش قبول کی اور وہ دونوں خفیہ مقامات سے نمودار ہو کر سلطنت کے اعلیٰ مناصب پر بحال ہو گئے۔ پھر جب محمد بن سلموس اسکندریہ سے واپس آیا تو اسے بھی گرفتار کر لیا گیا۔ وزیر شجاعی نے اس کی جائداد ضبط کر کے اسے سزا دی۔ چنانچہ وہ اسی عرصہ میں فوت ہو گیا۔

عز الدین ایبک افرم صالحی کو قید سے رہا کر دیا گیا۔ اسے سلطان اشرف نے سنہ ۶۹۲ھ میں قید کیا تھا۔

کتبغا کی بغاوت

سلطان ناصر کے ساتھ اس کے وزیر شجاعی کے تعلقات بہت گہرے تھے اور وہ ناصر کا خاص مقرب اور ہمراز بن گیا تھا۔ اس نے مشورہ دیا کہ وہ امراء کی ایک جماعت کو گرفتار کر لے۔ چنانچہ ناصر نے ان امراء کو نظربند کر دیا۔ ان میں سیف الدین کرجی اور سیف الدین طونجی بھی شامل تھے۔ کتبغا سے یہ واقعہ پوشیدہ رکھا گیا تھا۔ اس کی اطلاع کتبغا کو اس وقت ملی جب وہ قلعہ کے میدان میں ایک جلوس کی رہنمائی کر رہا تھا اور امراء اس کے سامنے سوار ہو کر جا رہے تھے۔ وہ اس خبر سے بہت پریشان ہوا اور وہ شجاعی اور ناصر دونوں سے بدگمان ہو گیا۔ اتنے میں شجاعی کا ایک غلام اس جلوس میں کتبغا کی طرف بڑھا اور اسے قتل کرنے کے ارادہ سے تلوار نکالی تو اس کے ایک غلام نے اس غلام کو قتل کر دیا۔ کتبغا اور اس کے ساتھ کے امراء قلعہ میں داخل نہیں ہوئے بلکہ اس نے استاذ الدار (وزیر مالیات) سوس جاشنگیر کو گرفتار کر کے اسکندریہ بھجوا دیا۔ اس کے بعد فوج کو بلا کر اکٹھا کیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان ناصر نے ان کے پاس ایک افسر کو گفت و شنید کے لئے بھیجا تو انہوں نے یہ شرط پیش کی کہ شجاعی کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔

وزیر شجاعی کا قتل

جب سلطان نے یہ بات نہ مانی تو ان (امراء) نے قلعہ کا سات دن تک محاصرہ کئے رکھا اور پھر سخت جنگ شروع ہو گئی۔ قلعہ کے اندر جو فوج باقی رہ گئی تھی وہ بھی بھاگ کر کتبغا کے محاذ پر پہنچ گئی۔ شجاعی ان کے مقابلے کے لئے نکلا مگر کچھ نہ کر سکا اور سلطان کے پاس

چلا گیا۔ وہ بہت خوفزدہ ہو گیا تھا۔ اس لئے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کیا۔ چنانچہ غلام اسے قید خانے کی طرف لے گئے مگر راستے ہی میں اس کو قتل کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔

ممالیک کا شہر میں دخول

جب کتبغا اور اس کے ساتھیوں کو اس (کے قتل) کی اطلاع پہنچی تو ان کے تمام شکوک و شبہات دور ہو گئے اور انہوں نے سلطان سے امان کی درخواست کی۔ سلطان نے ان تمام کی جاں بخشی کر دی۔ پھر انہوں نے سلطان سے (اس بارے میں) حلف اٹھوایا۔ جب اس نے حلف اٹھایا تو وہ قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد کتبغا نے عوام کو داد و دہش اور انعامات سے نوازا اور ان تمام ممالیک کو رہا کر دیا جو شجاعی کی مداخلت کی بنا پر (باہر) نظر بند تھے۔ کتبغا نے ان کو شہر کی مختلف سرکاری عمارتوں میں لا کر بسایا کیونکہ وہ قریباً" نو ہزار افراد تھے۔ اسی طرح وہ شہر میں رہنے لگے۔

ممالیک کا فتنہ و فساد

جب سنہ ۶۹۴ھ میں ماہ محرم میں نئے سال کا آغاز ہوا تو ان ممالیک نے فتنہ و فساد کے لئے ایک رات مقرر کی۔ اسی رات وہ سب سوار ہو کر باہر نکل آئے اور انہوں نے قید خانوں میں سے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اور امراء کے گھروں کو لوٹ لیا۔ ابھی ان کا منصوبہ مکمل نہ ہونے پایا تھا کہ صبح ہو گئی۔ صبح سویرے حاجب بہادر فوج لے کر ان کے مقابلہ کے لئے پہنچ گیا۔

فساد کا انسداد

اس نے انہیں شکست دے کر بھگا دیا اور وہ منتشر ہو گئے۔ ان میں سے اکثریت کو گرفتار کر لیا گیا اور انہیں مختلف قسم کی سزائیں دی گئیں۔ کچھ لوگ قتل کر دیئے گئے۔ باقی لوگوں کو مار پیٹ کے بعد معزول کر دیا گیا۔ عز الدین ایبک افرم کو بھی رہا کر کے اسے امیر جندار کے عہدہ پر بحال کیا گیا۔ مگر وہ جلد ہی فوت ہو گیا۔ اس کے بعد سلطان کا نظم و نسق برقرار ہو گیا۔ تاہم اس کا نائب کتبغا اس پر چھایا رہا اور کچھ عرصہ تک یہی صورت حال برقرار رہی۔

کتبغا کی بادشاہت

جب کتبغا اور شجاعی میں نا اتفاقی اور ناچاقی ہوئی اور اس کے بعد مذکورہ بالا فتنہ و فساد برپا ہوا تو کتبغا بظاہر کشیدہ خاطر رہا اور اپنے فرائض نیابت سے منقطع ہو کر بیمار بن بیٹھا۔ سلطان اس کی عیادت کے لئے آتا جاتا رہا۔ اسی اثناء میں اس کے گہرے دوستوں نے اسے اس بات پر رضامند کر لیا کہ وہ بالکل خود مختار ہو کر تخت نشین ہو جائے۔ چونکہ وہ ابتدا ہی سے اس قسم کے اقتدار کا خواہش مند تھا اس لئے اس نے امرائے مصر کو اکٹھا کر کے انہیں اپنی (بادشاہت کے لئے) بیعت کی دعوت دی۔ انہوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی ناصر کو (بادشاہت سے) معزول کر دیا گیا۔ کتبغا خود شاہی محل گیا اور وہاں تخت شاہی پر بیٹھا اور "العادل" اپنا لقب رکھا۔ اس کے بعد اس نے سلطان (ناصر) کو شاہی محل سے بالکل نکال دیا۔ وہ اس وقت اپنی والدہ کے ساتھ کسی کمرہ میں رہتا تھا۔

حکام کی تقرری

کتبغا نے حسام الدین لاشین کو نائب السلطنت اور الصاحب فخر الدین عمر بن عبدالعزیز خلیلی کو جو پہلے استاذ الدار (وزیر مالیات) تھا

وزیر مقرر کیا۔ اسے علاء الدین ابن قلاون ولی عہد کے دفاتر کی نگرانی سے تبدیل کر کے یہاں مقرر کیا گیا۔ کتبغا نے عز الدین ایبک افرم صالحی کو امیر جندار؛ بہادر حلبی کو امیر حاجب اور سیف الدین منماص کو استاذ الدار (افسر بال) مقرر کیا۔ اس نے سلطنت کے دیگر عہدے اپنے علاقوں (ممالیک) کے درمیان تقسیم کر دیئے۔

شام میں بیعت

کتبغا نے شام کے حکام کو تحریر کیا کہ وہ اس کے حق میں بیعت کریں۔ انہوں نے تعمیل حکم کی۔ اس نے طرابلس کے حاکم عز الدین ایبک خازندار کو گرفتار کر کے اس کے بجائے فخر الدین ایبک موصلی کو حاکم مقرر کیا۔ چنانچہ خازندار حصین الاکراد میں رہنے لگا اور موصلی طرابلس میں رہتا تھا اس لیے وہ حاکم کا مرکزی مقام ہو گیا۔

تاتاریوں کی آمد

سنہ ۶۹۵ھ میں سلطان عادل کتبغا کے پاس تاتاریوں کی ایک جماعت آئی جو اریدانیہ کے نام سے جانی جاتی تھی۔ ان کا سردار طرغطائی تھا' وہ اپنے چچا زاد بھائی بذولی کنجاب جو تاتاریوں کا بادشاہ تھا کا گہرا دوست تھا۔ جب غازان تخت نشین ہوا تو طرنطائی کو اس سے خوف لاحق ہوا کیونکہ اس کے قبائل غازان اور موصل کے درمیان تھے۔

باغیان شاہ تاتار

غازان نے ان تاتاریوں کا محاصرہ کر لیا جو مارتکن سے متعلق تھے اور ان کا راستہ روک لیا۔ اس نے اپنے ایک حاکم قط قزا کو روانہ کیا تاکہ وہ طرنطائی اور اس کے قبیلہ کے اکابر کو گرفتار کر لے۔ چنانچہ وہ اسی سواروں کو ساتھ لے کر اس کی طرف روانہ ہوا۔ طرنطائی اور اس کے ساتھیوں نے اسے قتل کر دیا اور اس بعد دریائے فرات کو عبور کر کے شام کی طرف بھاگ گئے۔

شام و مصر میں استقبال

جب دیار بکر کے تاتاریوں نے ان کا تعاقب کیا تو انہوں نے پلٹ کر ان پر حملہ کر کے انہیں شکست دی اس کے بعد سلطان عادل (کتبغا) نے سنجر دوادار کو حکم دیا کہ وہ ان کا استقبال کرے۔ ان کی آمد پر نائب حاکم دمشق نے جشن منایا۔ پھر وہ مصر کی طرف روانہ ہوئے تو شمس الدین قراسنقر نے ان کا شاندار استقبال کیا اور وہ قلعہ کے دروازہ کے پاس امرائے مصر کے ساتھ مل کر بیٹھنے لگے جس سے امراء ناک بھوں چڑھانے لگے اور یہی (فتح) سلطان عادل کی معزول کا سبب بن گئی جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔

تاتاریوں سے میل جول

بہرحال ان تاتاری (امراء) کے آنے کے بعد ان کی قوم کے باقی ماندہ افراد بھی (مصر) پہنچ گئے۔ ان میں سے اکثر (راستے ہی میں) مر گئے تھے۔ ان (تاتاریوں نے) سلطنت میں بھی اثر و رسوخ قائم کر لیا اور ترک خاندانوں کے ساتھ میل جول ہونے لگا۔ وہ مسلمان بھی ہو گئے تھے اور وہ ان کی اولاد سے خدمت لینے لگے تھے اور شادی بیاہ کے بعد ان سے رشتہ داری بھی قائم ہو چکی تھی۔

کتبغا کے خلاف سازش

مصر کے ارکان سلطنت سلطان کتبغا عادل سے اس وجہ سے ناراض تھے کہ اس نے اپنے ممالیک کو ان پر مقدم کر رکھا تھا۔ بعد ازاں اس نے اریدانیہ تاتاریوں کو ان کے برابر کا درجہ دیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے اسے معزول کرنے کے لئے باہم صلاح مشورہ کیا۔

سفر شام

ماہ شوال سنہ ۶۹۵ھ میں سلطان شام کی طرف روانہ ہوا اور اس نے حاکم دمشق عز الدین ایبک حموی کو معزول کر دیا اور اس کے بجائے اپنے موالی میں سے سیف الدین غزلو کو حاکم دمشق مقرر کیا۔ اس کے بعد وہ سیر و شکار کے لئے حمص پہنچا۔ وہاں اس کی ملاقات حاکم حماۃ مظفر سے ہوئی۔ سلطان نے اس کی بہت عزت کی اور اسے اس کے شہر واپس کر دیے۔

امرائے مصر کا فیصلہ

جب سلطان مصر واپس جانے کی تیاریاں کر رہا تھا تو اس وقت امرائے مصر نے اسے بادشاہت سے معزول کرنے اور اس کے ممالیک کا صفایا کرنے کا متفقہ فیصلہ کر لیا تھا جب (کتبغا) فلسطین کے مقام عوجاء پر پہنچا تو اسے اطلاع ملی کہ بیسری شمسی نے تاتاریوں سے خط و کتابت کی ہے۔ کتبغا نے اس بات کو سخت ناپسند کیا اور اسے سخت دھمکی دی۔ مگر امرائے مصر اس بات ہی سے مشتعل ہو گئے اور وہ اپنے فیصلے کو (عملی جامہ پہنانے کے لئے) متفق ہو گئے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل امراء اور ان کے ساتھیوں نے لاشین کے ہاتھ پر (بادشاہت کے لئے) بیعت کر لی۔ ۱۔ بدر الدین بیسری' ۲۔ شمس الدین قراسنقر' ۳۔ سیف الدین قبجاق' ۴۔ بہادر حلبی حاجب' ۵۔ بکتاش فخری' ۶۔ بیلیک خازندار' ۷۔ اقوش موصلی' ۸۔ بکتمر سلحدار' ۹۔ سلار' ۱۰۔ طغجی' ۱۱۔ کرجی' ۱۲۔ مغلائی۔

وفادار ساتھیوں کا قتل

یہ لوگ بکتوت ازرق کے خیمے میں پہنچے اور اسے قتل کر دیا جب ان کے پاس مینحاص پہنچا تو انہوں نے اسے بھی قتل کر دیا۔ جب سلطان کتبغا اپنی مختصر جماعت کو لے کر وہاں پہنچا تو انہوں نے اس پر بھی حملہ کیا اور اسے شکست دے کر دمشق کی طرف بھگا دیا۔

لاشین کی بادشاہت

آخر کار لوگوں نے لاشین کے ہاتھ پر (بادشاہت کے لئے) بیعت کر لی اور اس کا لقب ''منصور'' رکھا اور اس کے سامنے یہ شرط رکھی کہ وہ صرف اپنی تنہا رائے کے مطابق حکومت نہیں کرے گا۔ اس نے یہ شرط تسلیم کر لی اور مصر پہنچ کر شاہی قلعہ میں داخل ہو گیا۔

دمشق میں پناہ

جب کتبغا دمشق پہنچا تو اس کا نائب حاکم سیف الدین غزلو اس سے آملا اور اس نے اسے قلعہ میں پناہ دے دی۔ اس نے لاشین کے خاص افراد اور ان امراء سے جو اس کے ساتھ تھے' احتیاطی تدابیر اختیار کیں اور اس کے موالی کی ایک جماعت کو بھی پناہ دے دی۔ پھر اس میں وہ افواج بھی پہنچ گئیں جو رجبہ میں تھیں' جن کا سپہ سالار جاغان تھا۔ یہ لوگ لاشین کے حامی تھے۔ اس لئے دمشق کے بیرونی علاقے میں آکر جمع ہو گئے تھے۔ یہ متفقہ طور پر لاشین کی بیعت کا اعلان کر رہے تھے۔

کتبغا کی حکومت کا مکمل خاتمہ

جب سلطان کتبغا عادل کی حکومت کا کوئی امکان باقی نہ رہا تو اس نے ہتھیار ڈال دیئے اور اسے وہاں کے قلعے میں مقید کر دیا گیا۔ اس نے صرف دو سال بادشاہت کی۔ آخر میں اس نے (اپنے لئے) صرف صرخد کی حکومت کے لئے درخواست کی۔ اس (درخواست) کے بعد دمشق کے امراء نے بھی لاشین کے پاس اپنی بیعت اور وفاداری کا پیغام بھیج دیا اور سیف الدین جاغان قلعہ میں داخل ہو گیا۔

حکام مصر کا تبادلہ

لاشین نے اہل دمشق کو لکھا کہ کتبغا کو مصر بھیج دیا جائے' اس نے کتبغا کا یہ مطالبہ بھی تسلیم کر لیا کہ اسے صرخد کی حکومت دی جائے۔ دمشق کا (نیا) حاکم قبجق منصوری بھی وہاں پہنچ گیا۔ لاشین نے مصر میں رکن الدین بیبرس جاشنگیر اور دیگر ممالیک کو بھی قید سے رہا کر دیا۔ اس نے قراسنقر کو نائب السلطنت اور سیف الدین سلار کو استاذ الدار (افسرمال) اور سیف الدین بکتمر سلحدار کو امیر جندر مقرر کیا۔ اس نے بہادر حلبی کو بھی اعلیٰ عہدہ دیا اور فخر الدین خلیلی کو بدستور وزیر مقرر کئے رکھا۔ تاہم (کچھ عرصے کے بعد) اسے معزول کر کے اس کے بجائے شمس الدین سنقر اشقر کو وزیر مقرر کیا۔

سنہ ۶۹۶ھ کے آخر میں لاشین نے اپنے نائب قراسنقر اور سیف الدین سلار (افسرمال) استاذ الدار کو گرفتار کر لیا اور سلار کے بجائے اپنے مولی (آزاد کردہ غلام) سیف الدین منکوتمر حسامی کو (استاذ الدار) مقرر کیا اور سیف الدین قبجق منصوری کو نائب السلطنت مقرر کیا۔

جامع ابن طولون کی تعمیر

لاشین نے ابن طولون کی جامع مسجد کی از سر نو تعمیر کا حکم دیا اور اس کام کے لئے علم الدین سنجر دوادار کو مقرر کیا۔ اس نے اس کے (تعمیری) اخراجات کے لئے اپنے ذاتی مال سے ایک لاکھ بیس ہزار دینار کا عطیہ دیا اور اس کے لئے جائدادیں اور اراضی وقف کی۔

ناصر الکرک میں

سنہ ۶۹۷ھ میں لاشین نے (سابق سلطان) ناصر محمد بن قلاوون کو سیف الدین سلار استاذ الدار کے ساتھ الکرک بھجوا دیا۔ اس وقت اس نے اپنے شاہی محل کے عالم زین الدین ابن مخلوف سے یہ بات کہی ''یہ میرے استاذ کا فرزند ہے اور حکومت میں اس کا نائب میں ہوں

اور اگر مجھے یقین ہوتا کہ وہ حکومت کر سکتا ہے تو میں ضرور اسے تخت شاہی پر بٹھاتا۔ مجھے اس وقت (اس کی جان کا) خطرہ ہے اس لئے میں نے اسے الکرک بھجوا دیا ہے"۔ چنانچہ وہ ماہ ربیع الاول میں الکرک پہنچ گیا۔

علامہ نووی تحریر فرماتے ہیں۔ "اس نے اس کے ساتھ جمال الدین ابن اقوش کو بھی بھیجا تھا"۔

بیسری کی وفات

سلطان لاشین نے اسی سال اپنے نائب السلطنت منکوتمر کی شکایت پر بدر الدین بیسری شمسی کو گرفتار کر لیا۔ (سلطان) لاشین نے (حکومت کا) کام اس کے سپرد کرنا چاہا تھا۔ مگر بیسری نے اسے اس کام سے روکا اور اس کی برائی کی۔ منکوتمر نے بیسری کے ایک غلام کو پوشیدہ طور پر سلطان کے پاس بھجوا کر یہ کہلوایا کہ وہ (بیسری) بغاوت کا ارادہ کر رہا ہے۔ اس وجہ سے سلطان نے اسی سال کے آخر ربیع الثانی میں گرفتار کر کے اسے قید خانے میں بھجوا دیا اور وہ قید خانے ہی میں مر گیا۔

اراضی کا نیا نظام

سلطان نے اسی سال بہادر حلبی اور عز الدین ایبک حموی کو بھی گرفتار کر لیا۔ سلطان لاشین نے اس سال یہ بھی حکم دیا کہ جاگیریں جو گرد و نواح کی ہیں، واپس کر دی جائیں اور اس مقصد کے لئے اس نے حکام اور منشیوں کو روانہ کیا۔ اس کام کا پورا انتظام سلطنت کے محاسب اعظم (مستوفی الدولہ) عبدالرحمن الطویل نے انجام دیا۔

نئی تقسیم

مورخ حماہ المؤید نے تحریر کیا ہے "پہلے مصر چوبیس قیراط (حصوں) میں منقسم تھا۔ ان میں چار حصے سلطان کے ہوتے تھے۔ ان میں مناصب اور تنخواہیں وغیرہ سب شامل تھیں۔ دس امراء اور اطلاق و زیادات کے لئے تھے اور دس اجناد کے لئے ہوتے تھے۔ لہٰذا (اب) دس حصے امراء اطلاقات و زیادات اور اجناد دونوں کے ہو گئے اور چودہ حصے سلطان کے ہو گئے۔ اس طرح لشکر دوگنا ہو گیا"۔

علامہ نووی کا بیان

علامہ نووی تحریر فرماتے ہیں۔

"مخصوص افراد کے لئے روک میں الجزیرہ، اطفیح، دمیاط، منفلوط اور کوم احمر کے علاقے (اضلاع) مقرر کر دیئے گئے تھے۔ نیز سنہ ۶۹۶ھ سے خراج کا سال تبدیل کر دیا گیا۔ یہ شمار کے لحاظ سے تھا۔ (اس کی صورت یہ ہوئی کہ) تینتیس (۳۳) سال گزرنے کے بعد ایک سال کا (اضافہ) ہو گیا۔ شمسی اور قمری سالوں میں یہی فرق ہے۔ یہ فوج کے دفتر میں فرق دور کرنے کے لئے کیا گیا جو صرف قلم کی تبدیلی ہے ورنہ حقیقت میں کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اس قاعدہ کے بعد ملکی اراضی کی تقسیم کی گئی اور صرف چند ٹکڑے (اس قاعدے سے) مستثنیٰ قرار پائے۔

منکوتمر کی امراء سے مخاصمت

جب سیف الدین منکوتمر نائب السلطنت مقرر ہوا تو سلطان سے خصوصی تعلقات رکھنے کی بنا پر سلطنت کے کاموں پر چھا گیا۔ اس نے سلطان (لاشین) سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اسے اپنا ولی عہد بنائے۔ دیگر امرائے (مصر) نے اس مطالبہ کو پسند نہ کیا اور سلطان کو اس سے باز رکھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ منکوتمر ان کا مخالف بن گیا اور (سلطان سے) ان کی شکایات کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے بعض امراء کو گرفتار کرا دیا اور باقی گرد و نواح میں بھاگ گئے۔

ارمینیہ پر حملہ

سلطان نے سنہ ۶۹۷ھ میں سیس اور ارمینیہ کے شہروں پر فوج کشی کے لئے مندرجہ ذیل امراء و حکام کو روانہ کیا۔ ۱۔ بکتاش امیر سلاح' ۲۔ قراسنقر' ۳۔ بکتمر سلاح دار' ۴۔ ترلار' ۵۔ تمراز' ۶۔ الغی حاکم صفد' ۷۔ حاکم طرابلس' ۸۔ حاکم حماۃ۔ ان کے بعد علم الدین سنجر دوادار کو بھی روانہ کیا۔

ارمینیہ کی تسخیر

سیس کے ایلچی ان کے پاس آئے (مگر وہ نہیں مانے) وہ وہاں تین دن تک قتل عام کرتے رہے اور وہاں کا صفایا کر دیا۔ پھر وہ بغداد پہنچے وہاں سے وہ مرج انطاکیہ گئے اور وہاں وہ تین دن تک قیام پذیر رہے۔ پھر وہ بلاد الروم میں جسر الحدید پہنچے۔ وہاں سے انہوں نے تل حمدون کا ارادہ کیا تو اسے ویران پایا کیونکہ وہاں کے ارمنی باشندے قلعہ نجیمہ کی طرف چلے گئے تھے۔ انہوں نے قلعہ مرعش کو فتح کر لیا اور قلعہ نجیمہ کا چالیس دن تک محاصرہ کئے رکھا۔ آخر کار مصالحت کے ساتھ اسے فتح کر لیا۔ (اس یلغار میں) انہوں نے گیارہ قلعے (ارمینیہ کے) فتح کئے' ان میں مصیصہ اور حموم کے قلعے بھی شامل تھے۔ ان کے باشندوں نے خوف زدہ ہو کر اطاعت قبول کر لی اور فوجیں حلب واپس آ گئیں۔

تاتاری حملہ کی افواہ

سلطان لاشین کو یہ اطلاع ملی کہ تاتاری شام پر حملہ کرنے والے ہیں لہٰذا اس نے فوجیں جمال الدین اقوش افرم کی قیادت میں دمشق روانہ کیں اور اسے حکم دیا کہ وہ دمشق سے فوجیں نکال کر قبجق (نائب حاکم) کے ساتھ حلب پہنچے۔ چنانچہ وہ روانہ ہو کر حمص پہنچا اور وہاں مقیم ہو گیا۔ پھر انہیں یہ اطلاع ملی کہ تاتاری فوجیں واپس چلی گئی ہیں۔

اس کے بعد بکتمر کی شکایت سے متاثر ہو کر سلطان نے سیف الدین طباخی حاکم حلب کو حکم دیا کہ وہ بکتمر سلحدار اور حاکم صفد الغی' نیز حلب کے امراء کی ایک جماعت کو گرفتار کر لے۔ طباخی نے انہیں گرفتار کرنے کی کوشش کی مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی۔

امراء کی حمص میں پناہ اور فرار

ترلار بسار کے مقام کی طرف چلا گیا جہاں وہ فوت ہو گیا۔ مگر باقی امراء اپنے مقام پر ڈٹے رہے۔ جب انہوں نے (خطرہ) محسوس کیا تو حمص کے نائب حاکم قبجق کے پاس بھاگ آئے جہاں اس نے انہیں پناہ دے دی اور پھر ان کے بارے میں سلطان کو سفارش کا خط لکھا مگر سلطان نے اس کا جواب دینے میں دیر کی۔

سیف الدین کرجی اور علاء الدین ایدغدی نے پناہ دینے پر اسے معزول کر دیا' اس پر اسے شک و شبہ گزرا۔ سلطان نے اس کی بجائے دمشق کا حاکم جاغان کو مقرر کیا۔ اس نے قبجق سے انہیں (بھیج دینے کا) مطالبہ کیا تو وہ چل پڑے اور اس کا لشکر بھی منتشر ہو گیا۔ اس نے دریائے فرات کو عبور کیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ عراق پہنچ گیا۔ اس سے پیشتر انہوں نے حمص کے نائب حاکم کو گرفتار کر لیا تھا اور اسے ساتھ لے گئے تھے۔

دشمن کے ملک میں

جب وہ دشمن کے ملک میں پہنچ گئے تو انہیں سلطان لاشین کے قتل کی خبر ملی لہٰذا اب ان کے لئے واپس جانا ممکن نہ تھا۔ اس لئے وہ ماردین کے قریب غازان (شاہ تاتار) کے دربار میں حاضر ہوئے۔ قبجق کا تاتاری فوج سے تعلق تھا۔ اس کا باپ غازان کی خاص فوج میں شامل تھا۔

فیروز کا قتل

جب سلطان (مصر) لاشین اور غازان (شاہ تاتار) کے درمیان جنگ شروع ہوئی اس موقع پر غازان کے اتابک فیروز کی اپنے بادشاہ سے ناچاقی ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس نے سلطان لاشین کو وہاں پناہ گزین ہونے کے لئے خطوط لکھے تھے جس کا علم غازان کو ہو گیا تھا۔ اس لئے اس نے قتلو شاہ نائب حاکم کو (اس کے بارے میں) حکم دیا اور اس نے گرفتار کر کے اسے قتل کر دیا۔ غازان نے بغداد میں اپنے دونوں بھائیوں کو بھی قتل کر دیا تھا۔

منکوتمر کی مطلق العنانی

سلطان لاشین نے اپنی سلطنت کے تمام کام اپنے مولی (آزاد کردہ غلام) منکوتمر کے حوالے کر دیئے تھے۔ مگر اس نے دست درازی شروع کر دی اور مطلق العنان بننے کی کوشش کی۔ امرائے مصر نے اس کی حرکتوں کو پسند نہ کیا تو اس نے سلطان کو ان کے خلاف اکسایا اور انہیں سزائیں دلوائیں یا انہیں دور دراز علاقوں کی طرف بھگا دیا۔

امراء کی مخالفت

ان میں سے سیف الدین کرجی جاشنگیر کا سردار تھا۔ اسی طرح قراسنقر بھی اشرف کے ساتھ تھا اور ممالیک کی جماعت اس کی حامی تھی۔ منکوتمر نے اسے ان قلعوں کا حاکم بنانا چاہا تھا جو ارمینیہ اور سیس (ارمنی خورد) کے علاقوں میں فتح ہو چکے تھے مگر اس نے معذرت کی (عہدہ قبول نہ کیا) اور منکوتمر کے خلاف شکایات کرنے لگا۔ اس نے طغجی کے معاملے میں جو جاشنگیریہ جماعت کا سردار تھا اس کی حمایت کی۔ طغجی بھی جاشنگیریہ جماعت کے ایک بڑے سردار طنطنائی کا رشتہ دار تھا۔ ایک دن منکوتمر اس کے ساتھ سخت کلامی سے پیش آیا جس سے وہ (طنطنائی) بہت رنجیدہ ہوا وہ دوڑا ہوا کرجی اور طغجی کے پاس پہنچا اندر ان سب کا سلطان کو اچانک قتل کرنے پر اتفاق ہو گیا۔

سلطان لاشین کا قتل

ان امراء نے رات کے وقت سلطان کے محل کا قصد کیا جب کہ وہ شطرنج کھیل رہا تھا۔ اس کے پاس حنفیہ کا قاضی حسام الدین بیٹھا ہوا تھا۔ اسے کرجی نے بتایا کہ غلاموں کے نہ آنے کے لئے تمام دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ اسے یہ بات پسند نہ آئی تاہم کرجی ان کے سامنے اپنی تمام کارروائی کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے اپنی تلوار کو ایک رومال میں چھپا لیا۔

جب سلطان عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا تو اس نے تلوار نکال کر سلطان پر حملہ کر دیا۔ اس وقت سلطان کو کوئی تلوار نہ ملی اس لئے ان سب نے مل کر اپنی تلواروں سے اس پر پے در پے حملے کئے یہاں تک کہ سلطان قتل ہو گیا۔ پہلے انہوں نے قاضی کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر پھر انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔

منکوتمر کا قتل

وہاں سے نکل کر کرجی طغجی کے پاس گیا جہاں وہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ دونوں مل کر منکوتمر کے پاس چلے گئے۔ منکوتمر انہیں دیکھ کر بے حد پریشان ہوا اس نے طغجی سے پناہ مانگی تو اس نے اس کی جان بخشی کر کے اسے ایک کنوئیں کے اندر بند کر دیا۔ پھر آپس میں مشورہ کرنے لگے اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ اسے بھی قتل کر دیا جائے چنانچہ وہ بھی مارا گیا۔

لاشین کا مختصر حال

لاشین کا قتل ماہ ربیع الاول سنہ ۶۹۸ھ میں ہوا۔ وہ علی بن المعز ایبک کا غلام تھا۔ جب وہ قسطنطنیہ جلا وطن ہوا تو اسے قاہرہ چھوڑ گیا

... منصور قلاؤن نے مالک کے غائبانہ قاضی کے ذریعہ اسے ایک ہزار درہم میں خرید لیا تھا۔ لاشین صغیر کے نام سے موسوم تھا کیونکہ لاشین کے نام کا اس سے بڑی عمر کا ایک حاکم اور بھی تھا جو اس سے عمر میں بڑا تھا اور وہ حمص کا نائب حاکم تھا۔

حلب سے امراء کی آمد

لاشین کے قتل کے بعد امرائے مصر اکٹھے ہوئے ان میں رکن الدین بیبرس جاشنگیر' سیف الدین سلار افرمال اور حسام الدین لاشین رومی بھی شامل تھے۔ ڈاک کے گھوڑے پر سوار ہو کر سیس (ارمینیہ) کے علاقے سے جمال الدین اقوس افرم بھی وہاں پہنچ گیا۔ وہ دمشق کے نائب حاکم اور فوجوں کو حمص روانہ کر کے دمشق سے واپس آیا تھا۔ اس کے علاوہ عز الدین ایبک خزندار اور بدر الدین سلحدار بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے قلعہ کی حفاظت کی اور الکرک میں ناصر محمد بن قلاؤن کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ مصر آ کر بادشاہت کا کام سنبھال لے۔

طغجی اور کرجی قتل

اس وقت طغجی نے خود تخت نشین ہونے کا ارادہ کیا تھا مگر اتفاق ایسا ہوا کہ وہ امراء جو حلب میں تھے وہ سیس (ارمینیہ) کی فتوحات کے بعد وہاں پہنچ گئے۔ ان میں سیف الدین کرجی' شمس الدین سرقنشاہ بھی تھے اور ان کا سپہ سالار بدر الدین بکتاش امیر سلاح تھا۔ جب وہ قاہرہ کے قریب پہنچے تو امراء نے اسے مشورہ دیا کہ وہ سوار ہو کر ان کے استقبال کے لئے جائے۔ اس نے پہلے پہل تو ناک بھوں چڑھائی پھر مجبوراً سوار ہو کر گیا اور ان سے ملاقات کی۔ انہوں نے اس سے سلطان کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ "وہ تو قتل کر دیا گیا ہے"۔ لہٰذا ان لوگوں نے اسے بھی قتل کر دیا۔

اس وقت کرجی (اصل قاتل) قلعہ کے نزدیک تھا۔ وہ فوراً سوار ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اسے قبرستان کے قریب پکڑ کر قتل کر دیا گیا اور بکتاش اور دیگر امراء قلعہ میں داخل ہو گئے۔

امرائے مصر کی حکومت

پھر یہ امراء مصر میں (مشورہ کے لئے) اکٹھے ہوئے' مشورہ میں یہ امراء شریک تھے۔ ۱۔ سلار' ۲۔ بیبرس' ۳۔ ایبک جاندار' ۴۔ اقوش افرم' ۵۔ بکتمر امیر جندار' ۶۔ کرت الحاجب' یہ لوگ الکرک سے ناصر کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ انہوں نے دمشق کے امراء کو اپنی کارروائی سے آگاہ کیا تو انہوں نے ان کی حمایت کی۔

انہوں نے بہاء الدین قرا ارسلان سیفی کو جاغان حسامی کو گرفتار کرنے کے لئے دمشق بھیجا۔ چنانچہ اس نے اسے گرفتار کر کے مقید کر دیا اور وہ چند دنوں بعد فوت ہو گیا۔ مصر کے امراء نے اس کے بجائے سیف الدین قفلوبک منصوری کو (دمشق کا حاکم بنا کر) روانہ کیا۔

سلطان ناصر کی از سر نو حکومت

ناصر محمد بن قلاؤن ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۶۹۸ھ میں مصر پہنچ گیا اور اہل مصر نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس نے سلار کو نائب السلطنت' بیبرس کو افرمال' بکتمر جوکندار کو امیر جندار اور شمس الدین اعسر کو وزیر مقرر کیا۔

حکام کی تقرری

اس نے فخر الدین خلیلی کو مقرر کرنے کے بعد اسے معزول کر دیا۔ اس نے سیف الدین قفلوبک کے بجائے جمال الدین اقوش افرم کو دمشق کا حاکم متعین کیا۔ اس نے سیف الدین قفلوبک کو مصر بلا کر اسے حاجب مقرر کیا۔ سیف الدین کرت کو طرابلس کا حاکم بنا کر روانہ کیا اور قلعوں کا حاکم سیف الدین کرای مقرر ہوا۔ سلطان ناصر نے بلبان طباخی کو حلب کا حاکم برقرار رکھا۔ اس نے قراسنقر منصوری

کو قید سے رہا کر کے اسے ضبینہ کا حاکم بنا کر بھیجا اور جب سال کے آخر میں اسے حاکم حماۃ مظفر کی وفات کی خبر ملی تو اس نے قراسنقر کو حماۃ کا حاکم مقرر کر دیا۔

سلطان نے امراء میں خلعت تقسیم کئے اور لوگوں کو سخاوت اور بخشش سے مالا مال کر دیا اس طرح اس کی سلطنت مضبوط اور مستحکم ہو گئی البتہ بیبرس اور سلار اس پر چھائے رہے۔

تاتاریوں کا حملہ

یہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ تاتاریوں اور اہل مصر کی حکومتوں کے درمیان ناچاقی ہو گئی تھی اور غازان نے شام پر حملہ کرنے کے لئے فوجیں اکٹھی کر لی تھیں۔ اس نے شلامش بن امال بن بکو کو پچیس ہزار مغل فوج دے کر بھیجا اور اس کے ساتھ اپنے بھائی قطقطو کو بھی روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ سیس (ارمینیہ) کی سمت سے حملہ کر دے۔

سپہ سالار کی بغاوت

شلامش بن امال کوچ کر گیا مگر (آگے چل کر) وہ خود بادشاہ بن بیٹھا اور فوج کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنایا اور پھر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اس نے ترکمانوں کے سردار ابن قرمان کو بھی لکھ کر بلوایا تو وہ دس ہزار سواروں کو ساتھ لے کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس طرح وہ ساٹھ ہزار سواروں کو لے کر روانہ ہوا۔ جب اس نے سیواس پر حملہ کیا تو وہ ناکام رہا۔ پھر اس نے مخلص رومی کو مصر کے بادشاہ کے پاس بھیجا اور امداد طلب کی تو سلطان مصر نے دمشق کے نائب حاکم کو پیغام روانہ کیا کہ وہ اس کی امداد کرے۔

شاہِ مصر کی مدد

جب غازان (شاہ تاتار) کو (بغاوت کی) یہ خبر ملی تو اس نے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک تاتاری سپہ سالار مولائی کی قیادت میں پینتیس (۳۵) ہزار سوار روانہ کئے۔ جب وہ سیواس پہنچا تو شلامش کا لشکر اس سے الگ ہو گیا اور تاتاری فوجیں مولائی کی فوج میں مل گئیں اور ترکمانی فوج پہاڑوں کی طرف چلی گئی۔ شلامش خود اپنی شکست خوردہ فوج کو لے کر سیس بھاگ گیا اور وہاں سے دمشق کے راستے مصر پہنچا۔ اس نے سلطان لاشین سے درخواست کی کہ وہ اسے فوجی امداد مہیا کرے تاکہ وہ اس کے ذریعے اپنے اہل و عیال کو شام منتقل کر سکے۔ لہٰذا سلطان نے حلب کے نائب حاکم کو حکم دیا کہ وہ اس قسم کی امداد مہیا کرے اس نے اس کے ساتھ بکتمر جلی کی قیادت میں ایک فوج روانہ کی اور وہ سب سیواس پہنچے وہاں تاتاری فوج نے ان کا مقابلہ کیا۔

باغیوں کو شکست

غازان نے انہیں شکست دی جس میں بکتمر جلی مارا گیا۔ شلامش جان بچا کر کسی قلعہ میں پناہ گزین ہوا مگر غازان نے اسے وہاں سے نکلوا کر قتل کرا دیا۔ مگر اس کا بھائی قطقطو اور مخلص رومی مصر پہنچ گئے۔ جہاں ان دونوں کو جاگیریں دی گئیں اور انہیں مصری فوج میں شامل کر لیا گیا۔

ناصر کا حملہ

جب ناصر بادشاہ بنا تو اسے یہ اطلاع دی گئی کہ غازان شام پر حملہ کرنے والا ہے لہٰذا اس نے فوجیں تیار کیں۔ پہلے اس نے قطلبک کبیر اور سیف الدین کی قیادت میں فوجیں روانہ کیں پھر ان کے پیچھے پیچھے سنہ ۶۹۸ھ کے آخر میں وہ خود بھی فوج لے کر روانہ ہو پڑا۔

سازش کا خاتمہ

جب سلطان ناصر غزہ پہنچا تو اسے یہ اطلاع دی گئی کہ بعض ممالیک (غلام) اس پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں اور اربدانیہ تاتاریوں کی جماعت) جو کیتبغا کے پاس آئی ہوئی تھی وہ اس سازش میں شریک ہے۔ ابھی وہ اس خبر کی تصدیق کر رہا تھا کہ انہی لوگوں کا ایک غلام تلوار کو نیام سے نکالے ہوئے اور فوجوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے جب کہ وہ غزہ کے باہر صف آرا تھیں، وہاں پہنچا وہ تو اسی وقت مارا گیا اور جب اس اچانک واقعہ کے بعد تحقیقات کی گئی تو اصل حقیقت سامنے آتی گئی۔ چنانچہ سب سے پہلے اربدانیہ جماعت اور ان کے سردار طرنطائی کو ختم کیا گیا۔ نیز ممالیک کے کچھ افراد کو قتل کیا گیا اور باقی افراد کو الکرک میں قید کر دیا گیا۔

تاتاریوں سے مقابلہ

سلطان وہاں سے عسقلان پہنچا پھر دمشق گیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر اس نے (شاہ تاتار) غازان سے سلمیہ اور حمص کے درمیان مجمع المروج کے درمیان مقابلہ کیا۔ اس کے ساتھ کرج اور ارمن کی اقوام تھیں اور اس کی اگلی فوج میں وہ ترک امراء تھے جو شام سے بھاگے ہوئے تھے ان میں مندرجہ ذیل لوگ شامل تھے: قبجق منصوری، بکتمر سلحدار، فارس الدین البکی اور سیف الدین غزار۔

ناصر کی شکست

فریقین میں ربیع الاول کی پندرھویں تاریخ کو مقابلہ ہوا۔ اس جنگ میں تاتاریوں کے میمنہ (دائیں طرف کی فوج) کو شکست ہوئی مگر غازان ثابت قدم رہا۔ پھر اس نے (اسلامی لشکر کے) قلب (درمیانی حصہ) پر حملہ کیا۔ اس وقت (سلطان) ناصر کو شکست ہوئی اور بہت سے (مسلم امراء) شہید ہو گئے جن میں حسام الدین قاضی حنفیہ اور عماد الدین اسماعیل ابن الامیر بھی شامل تھے۔ غازان وہاں سے حمص گیا اور شاہی ذخیروں پر قبضہ کر لیا۔

اہل دمشق میں اضطراب

(شکست کی) یہ خبر دمشق پہنچی تو عوام میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی اور ان میں شور و غل برپا ہو گیا۔ لہٰذا مشائخ و علماء کی ایک جماعت غازان (شاہ تاتار) سے ملاقات کے لئے نکلی جن کی پیشوائی شیخ بدر الدین بن جماعۃ، شیخ تقی الدین بن تیمیہ اور شیخ جلال الدین قزوینی نے کی۔ اس وقت شہر میں بے اطمینانی اور بد نظمی پھیلی ہوئی تھی۔

غازان سے مشائخ کی ملاقات

مشائخ و علماء نے غازان سے پناہ حاصل کرنے کے لئے درخواست کی۔ اس نے کہا، "امن و امان کا حکم نامہ تمہارے خلاف ہے"۔ اسی دوران میں اس کے امراء بھی وہاں آ گئے جن میں اسماعیل بن الامیر اور شریف رضی بھی شامل تھے۔ اس نے نامۂ امان جسے ان کی زبان میں فرمان کہتے ہیں، پڑھ کر سنوایا۔ اس کے بعد امراء شہر کے باہر کے باغوں میں پیدل گھومنے لگے۔ علم الدین سلحدار قلعہ بند ہو گیا تو اسماعیل نے اسے پیغام پہنچایا کہ اگر وہ ہتھیار ڈال دے تو اسے پناہ دے دی جائے گی مگر اس نے انکار کر دیا۔

قلعہ دمشق کی حفاظت

اس نے دمشق کے مشائخ اور علماء کو اس کے پاس بھیجا مگر وہ اپنے فیصلے پر قائم رہا۔ (اس نے قلعہ دمشق تاتاریوں کے حوالے نہ کیا) کیونکہ سلطان نے خفیہ پیغام اسے قلعہ کی حفاظت کے لئے بھیجا تھا (اور تحریر کیا تھا کہ) امدادی فوج غزہ کے مقام پر موجود ہے۔
اتنے میں قبجق، بکتمر وہاں پہنچ گیا تو وہ میدان میں مقیم ہو گئے انہوں نے محافظ قلعہ سنجر کو اطاعت کا پیغام روانہ کیا تو اس نے انہیں

بری طرح جواب دیا اور کہا "سلطان (ناصر) پہنچ رہا ہے اور اس نے تاتاری فوج کو جو اس کا تعاقب کر رہی تھی شکست دے دی ہے"۔

غازان کے نام کا خطبہ

آخر کار قبجق دمشق کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے (شاہ تاتار) غازان کا وہ فرمان پڑھ کر سنایا جس میں اسے دمشق اور شام کے تمام علاقوں کی حکومت سپرد کر دی گئی تھی اور اسے قاضی کا اختیار بھی دے دیا گیا تھا۔ اس نے جامع دمشق میں غازان کے نام کا خطبہ پڑھا۔

دمشق اور مضافات کی تباہی

اب تاتاری فوجیں شہر دمشق میں (داخل ہو کر) گشت کرتی تھیں اور فتنہ و فساد برپا کرتی تھیں۔ ان کا یہی طریقہ صالحیہ اور ان کے گرد و نواح کے دیہاتوں اور مزہ اور داریا میں بھی رہا۔ (یہ تشویش ناک صورتِ حال دیکھ کر) شیخ ابن تیمیہ (گھوڑے پر) سوار ہو کر الشیوخ نظام الدین محمود شیبانی کے پاس پہنچے جو عادلیہ میں مقیم تھے۔ ابن تیمیہ شیخ الشیوخ کو اپنے ساتھ سوار کر کے لے گئے اور وہاں شرارتی اور مفسدوں کو نکلوایا۔

(شہر کے) مشائخ شکایت کرنے کے لئے غازان (شاہ تاتار) کے پاس بھی پہنچے مگر انہیں ملاقات کرنے سے روک دیا گیا۔ مبادا کہ تاتاریوں کے خلاف کوئی کارروائی کر لے اور اس سے اختلاف پیدا ہو اور اس نتیجے میں شہر والوں پر تباہی نازل ہو۔ لہٰذا وہ وہاں سے لوٹ کر وزیر سعد الدین اور ارشد الدین کے پاس پہنچے۔ انہوں نے ان کے جنگی قیدی رہا کر دیئے۔

اہلِ دمشق پر زبردستی تاوان

اہلِ دمشق میں یہ افواہ پھیل گئی کہ شاہ غازان نے شہر کو لوٹنے کی اجازت دے دی ہے (یہ خبر سن کر) لوگ پریشانی کی حالت میں الشیوخ کے پاس پہنچے اور انہوں نے اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے اپنے اوپر چار لاکھ درہم (تاوان) مقرر کرا لیا۔ چنانچہ عوام کو مار اور قید کی سزا دے کر زبردستی یہ تاوان ادا کرایا گیا یہاں تک کہ یہ مکمل ہو گیا۔

جامع اموی کی بے حرمتی

تاتاری فوجیں مدرسہ عادلیہ میں مقیم ہوئیں تو قلعہ کے حاکم ارجوش نے اس کو آگ لگا دی اور قلعہ پر جامع اموی کی چھت کے قریب منجنیق نصب کر دی گئی۔ انہوں نے اس میں آگ لگا دی۔ چنانچہ اس کی دوبارہ تعمیر ہوئی۔ مغل افواج اس کی حفاظت کرتی تھیں انہوں نے جامع مسجد کی ہر طرح سے بے حرمتی کی۔

اہل قلعہ نے بھی حملہ کیا اور انہوں نے اس نجار (بڑھئی) کو قتل کر دیا جو منجنیق بناتا تھا۔ حاکم قلعہ نے اس کے ارد گرد کے وہ مکانات، مدارس، عمارتیں اور دارالسعادہ کو تباہ و برباد کرا دیا اور جو نہیں کر سکتے تھے اس کا مطالبہ کیا۔

مساجد و مدارس کی بربادی

(اس زمانے میں) قاضیوں اور خطیبوں کو ذلیل و رسوا کیا گیا۔ مساجد میں نماز با جماعت اور جمعہ پڑھنا بھی مشکل ہو گیا اور بری طرح قتل و غارت کا بازار گرم ہوا یہاں تک کہ علم حدیث کی درسگاہیں اور مدارس بھی تباہ و برباد ہو گئے۔

قبجق کی تقرری

غازان (شاہ تاتاری) نے دمشق اور شام کے پورے علاقے پر قبجق کو حاکم مقرر کر دیا اور حماۃ و حمص کا حاکم بکتمر سلحدار کو بنایا۔ صفد و طرابلس اور ساحلی علاقوں کا حاکم فارس البکی کو مقرر کیا گیا۔ اس نے اپنا نائب قطلوشاہ کو مقرر کیا اور شام کی حفاظت کے لئے اس

ساٹھ ہزار فوج دی۔ اس کے بعد وہ اپنے وطن کو واپس لوٹ گیا اور اپنے ساتھ اپنے وزیر بدر الدین فضل اللہ، شرف الدین ابن الامیر اور علاء الدین قلانسی کو بھی لے گیا۔

قطلو شاہ (نائب) نے قلعہ دمشق کا محاصرہ کر لیا مگر وہ اس سے فتح نہ ہو سکا لہٰذا اس نے کوچ کرنے کا ارادہ کیا۔ قبجق (حاکم شام) نے اس سال جمادی الاولیٰ میں رذیل افراد کو بھی اس کے ساتھ شامل کرایا۔ اب قبجق (بلا شرکتِ غیرے) تن تنہا حاکم بن گیا اور اس نے کسی حد تک امن و امان قائم کیا۔ اس نے اپنے ممالیک (غلاموں) کو افسر مقرر کیا۔

تاتاری لشکر میں جو ترک فوجوں کے دستے تھے وہ بھی دمشق سے واپس چلے گئے وہ بیت المقدس، غزہ اور رملہ پہنچے۔ وہاں انہوں نے قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ ان کا سپہ سالار اس وقت تاتاری امیر مولائی تھا۔ شیخ ابن تیمیہ اس کے پاس گئے اور اس سے قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ اس نے ان قیدیوں کو چھوڑ دیا۔

سلطان کا دوبارہ حملہ

سلطان ناصر قلعہ دمشق پہنچ گیا تھا اور اس کے ساتھ کتبغا العادل بھی آ گیا تھا۔ وہ اپنے مرکز حکومت صرخد سے جنگ میں شریک ہوا اور جب اسے شکست ہوئی تو وہ بھی سلطان کے پاس مصر آ گیا اور نائب السلطنت سلار کی ملازمت میں رہنے لگا۔ یہاں آ کر سلطان نے فوجی انتظامات درست کیے اور ان پر دل کھول کر مال و دولت خرچ کیا پھر وہ صالحیہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ غازان شام سے کوچ کر گیا ہے۔ اب اس کے پاس حاکم حلب بلبان الطباخی، طرابلس کے راستے پہنچ گیا تھا۔ حاکم دمشق جمال الدین اقرم اور سیف الدین کرائی حاکم طرابلس .... بھی پہنچ گئے۔ سلطان نے ان کی افواج کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ اسے یہ بھی اطلاع ملی کہ غازان کا نائب قطلو شاہ بھی غازان کے بعد شام سے چلا گیا ہے۔

شام پر دوبارہ قبضہ

لہٰذا (سلطان کا سپہ سالار) بیبرس فوج لے کر آگے بڑھا تو اس کے اور قبجق (موجودہ حاکم شام) اور بکتمر و البکی کے درمیان خط و کتابت شروع ہوئی اور ان سب نے اطاعت کا اظہار کیا اور وہ بیبرس و سلار کے پاس پہنچے۔ انہوں نے اسی سال کے ماہ شعبان میں انہیں سلطان کے پاس بھیج دیا۔ وہ صالحیہ میں مقیم تھا۔ (جب اسے ان کی آمد کی اطلاع دی گئی تو) وہ گھوڑے پر سوار ہو کر ان کی ملاقات کے لیے گیا اور ان کا سرگرمی کے ساتھ استقبال کیا اور انہیں جاگیریں عطا کیں۔ اس نے قبجق کو قلعہ شوبک کا حاکم بنا دیا۔

شاہی حکام کی تقرری

اس کے بعد سلطان مصر واپس جانے کے لیے روانہ ہوا۔ بیبرس اور سلار بھی مصر چلے گئے۔ انہوں نے جمال الدین اقوش افرم کو دمشق کا حاکم بنایا اور حلب کا نائب قراسنقر منصوری جوکندار کو مقرر کیا کیونکہ بلبان طباخی نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ طرابلس کا حاکم، سیف الدین قطلبک کو مقرر کیا گیا حماۃ کا حاکم کتبغا کو بنایا گیا۔ دمشق کا قاضی بدر الدین بن جماعہ کو مقرر کیا گیا کیونکہ امام الدین سعد الدین قزوینی وفات پا چکے تھے۔ بیبرس اور سلار مصر شوال کی پندرہ تاریخ کو واپس آ گئے تھے۔

(جب افرم حاکم کی حیثیت سے دمشق پہنچا تو) اس نے اہل دمشق میں سے ہر اس شخص کو سزا دی جس نے تاتاریوں کی مذمت کی تھی۔ اس نے جبل کسروان اور درزیہ (دروزیوں) پر بھی حملہ کیا کیونکہ انہوں نے شکست کے موقع پر (مسلمان) فوجوں کو نقصان پہنچایا تھا۔ اس نے اہل دمشق کے لیے تیر اندازی اور ہتھیاروں کا استعمال کرنا ضروری قرار دیا۔ اسی زمانے میں اہل دمشق و مصر کے لیے چار ماہ کے لیے (مزید) محصول ادا کرنا اور دیہاتوں کی حفاظت ضروری قرار دی گئی۔

سنہ ۷۰۲ھ میں یہ افواہیں بار بار پھیل رہی تھیں کہ تاتاری فوج نقل و حرکت میں ہے لہٰذا سلطان (مصر) نے رعایا پر ٹیکس بڑھا دیئے تاکہ اس کی فوج مزید طاقت ور بن جائے۔ جب یہ زیادہ محصول وصول ہو گئے تو وہ (طاقتور) فوج لے کر شام کی طرف روانہ ہوا۔ وہ غزہ

میں چند دنوں تک قیام پذیر رہا اور وہاں رہ کر فوجی انتظامات کرتا رہا پھر اس نے دو ہزار سوار دمشق کی طرف روانہ کئے اور خود مصر میں ماہ ربیع الآخر کے آخر میں واپس پہنچ گیا۔

غازان کا دوبارہ حملہ

جب غازان فوج لے کر روانہ ہوا تو علاقوں کی رعایا پہلے سے بھاگ گئی تاہم (اس کی فوج اس قدر زیادہ تھی کہ) راستے اور (بڑے بڑے) میدان ان کے لئے تنگ ثابت ہوئے وہ خود حلب اور حمص کے درمیان مقیم ہو گیا اور جنگ شروع کی۔ اس نے انطاکیہ اور جبل السمر تک تمام شہروں کا صفایا کر دیا۔ (آخر میں) سخت سردی، کثرت بارش اور کیچڑ اور دلدل ان کے راستے میں رکاوٹ بنے۔ نیز خوراک اور غلہ کی قلت بھی ہو گئی اور سخت برف باری سے چراگاہیں بھی تباہ و برباد ہو گئیں۔ ان حالات میں وہ اپنے وطن کو لوٹ گئے۔
سلطان مصر نے بکتمر سلحدار حاکم صفد کو شام کی طرف فوجیں دے کر روانہ کیا تھا اور اس کے بجائے سیف الدین فنجاص منصوری کو حاکم (صفد) بنایا تھا۔ پھر غازان اور سلطان ناصر کے درمیان خطوط اور ایلچیوں کا تبادلہ ہوا۔ سلطان نے حمص پر فارس الدین البکی کو حاکم مقرر کیا۔

مستکفی کی خلافت

سلطان ظاہر نے عباسی خلیفہ حاکم بامر اللہ احمد کو سنہ ۶۶۰ھ میں خلیفہ بنایا تھا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ وہ سنہ ۷۰۱ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کی مدت خلافت اکتالیس سال تھی۔ اس نے اپنے فرزند ابو الربیع سلیمان کو ولی عہد بنایا تھا۔ چنانچہ سلطان ناصر نے اس کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی اور اس کا لقب المستکفی رکھا۔

بدوؤں کی سرکوبی

مصر کے بالائی حصہ (صعید) سے وہاں کی رعایا نے عرب بدوؤں (کے مظالم) کی شکایات کثرت سے ارسال کیں۔ جب ان کا فتنہ و فساد حد سے زیادہ بڑھ گیا تو سلطان نے شمس الدین قراسنقر کو فوج دے کر ان کے خلاف روانہ کیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر ان کا سدباب کیا اور وہ اطاعت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ سلطان نے ان پر یہ محصولات مقرر کئے "وہ پندرہ لاکھ درہم (نقد) ادا کریں گے۔ انہیں ایک ہزار گھوڑے دو ہزار اونٹ اور دس ہزار بھیڑ بکریاں ادا کرنی پڑیں گی"۔ انہوں نے یہ تمام شرائط تسلیم کر لیں مگر بعد میں غداری کی تو نگران سلطنت سلار اور بیبرس نے ان پر حملہ کیا اور انہیں تباہ برباد کر دیا (فوجی) ان کا مال و دولت اور مویشی سب لوٹ کر لے گئے۔

مکہ معظمہ کے حکام کی گرفتاری

اس کے بعد بیبرس اجازت لے کر فریضۂ حج ادا کرنے کی غرض سے نکلا۔ اس وقت مکہ معظمہ کا حاکم ابو نمی فوت ہو چکا تھا اور اس کے دو فرزند رمیثہ و خمیصہ مکہ معظمہ میں حکومت کر رہے تھے۔ ان دونوں نے اپنے دو بھائیوں عطیفہ اور ابو الغیث کو قید کر رکھا تھا لہذا وہ قید خانے میں نقب لگا کر باہر نکل آئے اور بیبرس کے پاس پہنچ کر اپنے دونوں بھائیوں کے خلاف فریاد کی۔ بیبرس نے ان دونوں کو گرفتار کیا اور انہیں قاہرہ ساتھ لے آیا۔

جزیرہ ارواد کی فتح

سنہ ۷۰۰ھ میں جنگی کشتیاں اور بیڑے جنگجو فوجیوں سے بھر کر جزیرہ ارواد کی طرف گئے جو بحر طرطوس میں واقع ہے۔ وہاں فرنگی

کی ایک بڑی جماعت تھی جنہوں نے وہاں قلعے بنا کر رہائش اختیار کر رکھی تھی۔ (وہاں پہنچ کر) انہوں نے اس جزیرہ کو فتح کر لیا اور اس کے باشندوں کو قیدی بنا کر اس جزیرہ کو تباہ و برباد کر دیا اور اس کا نام و نشان مٹا دیا۔

غیر مسلموں کے ساتھ معاہدہ

سنہ ۷۰۰ھ میں مغرب کا ایک وزیر پیغام رسانی کے سلسلے میں (مصر) پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ ذمی (غیر مسلم) یہاں نہایت خوش حال ہیں اور وہ ارکان سلطنت کے کاموں میں دخل دیتے ہیں اس نے اس کو ناپسند کیا اور اس ناپسندیدگی کی خبر سلطان تک پہنچی تو اس نے (مصر) کے تمام علماء اور فقہا کو اکٹھا کیا تا کہ وہ اس طرز عمل کی حد بندی کر سکیں اور وہ طریقہ اختیار کر سکیں جو (ابتدائی) اسلامی فتوحات کے زمانے میں ذمیوں کے ساتھ معاہدات کے ذریعے اختیار کیا گیا تھا۔ چنانچہ ان تمام علماء کا متفقہ فیصلہ مندرجہ ذیل ہوا۔

معاہدہ کا متن

"ذمیوں (غیر مسلموں) کا جداگانہ اور مخصوص شعار ہونا چاہیے جس سے وہ پہچانے جا سکیں۔ مثلاً عیسائیوں کے لئے سیاہ عمامہ مخصوص کیا گیا اور یہودیوں کے لئے زرد عمامہ اور ان کی خواتین کے لئے بھی خاص علامات ہونی چاہییں۔ غیر مسلم (ذمی) کسی گھوڑے پر سوار نہ ہوں اور نہ وہ ہتھیار استعمال کریں۔ جب وہ گدھوں پر سوار ہوں تو انہیں عرض میں سوار ہونا چاہیے اور وہ راستے کے درمیانی حصے سے الگ رہیں وہ مسلمانوں کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کریں اور نہ مسلمانوں کی عمارتوں سے زیادہ اونچی عمارت تعمیر کریں۔ وہ اپنے (مذہبی) شعائر کا (کھلم کھلا) اظہار نہ کریں اور نہ ناقوس (زور سے اونچا) بجائیں۔ انہیں کسی مسلمان کو یہودی یا عیسائی بنانے کا اختیار نہیں ہے۔

(غیر مسلم) ذمی کسی مسلمان غلام کو نہ خریدیں اور نہ کسی مسلم جنگی قیدی پر قبضہ کریں اور نہ وہ چیز خریدیں جو مسلمانوں کے حصے میں آ چکی ہوں۔

ان میں سے جو کوئی (عام) حمام میں داخل ہو تو وہ اپنے گلے میں گھنٹی باندھ لے تا کہ اس کی شناخت ہو سکے۔ وہ انگوٹھی کے نگینے کا عربی میں نقش کندہ نہ کرائیں اور نہ اپنی اولاد کو قرآن کریم کی تعلیم دیں۔ وہ کسی مسلمان سے سخت محنت نہ لیں اور نہ آگ کو بلند کر کے روشن کریں۔ ان میں سے جو کوئی کسی مسلمان عورت سے زنا کرے تو وہ قتل کر دیا جائے گا"۔

معاہدہ کی تصدیق

(جب یہ معاہدہ پڑھ کر ان غیر مسلموں کو سنایا گیا تو) عیسائیوں کے بڑے مذہبی پادری نے معتبر گواہوں کے سامنے یہ کہا "میں نے اس معاہدہ پر دستخط کر کے اسے اپنے ہم مذہبوں اور گروہ کے لئے لازمی قرار دے دیا ہے"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معاہدہ

مناسب ہے کہ اس موقع پر ہم اس معاہدہ کی نقل پیش کریں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصر و شام کے عیسائیوں نے کیا تھا۔ اس کی عبارت یہ ہے۔

"شام و مصر کے عیسائیوں کی طرف سے امیر المومنین (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے نام یہ تحریر (معاہدہ) ہے"۔

"جب آپ (مسلمان) ہمارے پاس آئے تو ہم نے اپنی اور اپنی اولاد کی جان' مال اور ہم مذہبوں کی حفاظت کے لئے آپ سے درخواست کی تھی اور ہم نے اپنے اوپر یہ شرائط عائد کر لی ہیں"۔

معاہدہ کی شرائط

"ہم اپنے شہروں میں اور ان کے چاروں طرف نہ کوئی نئی خانقاہ تعمیر کریں گے اور نہ کوئی گرجا بنائیں گے اور نہ کوئی نئی عمارت

راہبوں کے لئے تعمیر کریں گے۔ جس کسی عمارت کی بنیاد پڑ چکی ہو یا وہ تباہ ہو چکی ہو اسے از سرِ نو تعمیر نہیں کریں گے"۔

"ہم راہ گیروں اور مسافروں کے لئے اپنے دروازے کھلے رکھیں گے اور جو ہر مسلمان ہمارے پاس سے گزرے گا اسے ہم تین دن تک اپنے پاس ٹھہرائیں گے اور اسے کھانا کھلائیں گے"۔

"ہم اپنے گرجوں اور اپنے گھروں میں کسی جاسوس کو پناہ نہیں دیں گے اور مسلمانوں سے کوئی عیب نہیں چھپائیں گے اور نہ ہم اپنے بچوں کو قرآن کی تعلیم دیں گے اور نہ ہم اپنے مذہب کی تبلیغ کریں گے اور نہ کسی کو اس کی دعوت دیں گے اور اگر کوئی ہمارا رشتہ دار اسلام قبول کرنا چاہے تو ہم اسے نہیں روکیں گے"۔

"ہم مسلمانوں کی عزت و احترام کریں گے اور جب وہ ہمارے پاس بیٹھنے کا ارادہ کریں گے تو ہم اپنی مجالس میں ان کے لئے کھڑے ہو جائیں گے"۔

"ہم ان (مسلمانوں) کے لباس ٹوپی' عمامہ اور جوتی میں مشابہت اختیار نہیں کریں گے اور نہ ان جیسے بال بنائیں گے اور نہ ان جیسے نام اور کنیت اختیار کریں گے"۔

"ہم (گھوڑے کی) زینوں پر سوار نہیں ہوں گے اور نہ تلوار گلے میں لٹکائیں گے۔ ہم نہ کوئی ہتھیار بنائیں گے اور نہ اپنے ساتھ ہتھیار رکھیں گے۔ ہم اپنی انگوٹھیوں میں عربی زبان میں نقش و نگار نہیں کرائیں گے۔ ہم جہاں کہیں ہوں گے اپنے مہمان کا استقبال کریں گے۔ ہم اپنی کمر پر زنار باندھیں گے اور اپنی صلیبوں کو نمایاں نہیں کریں گے۔ ہم نہ مسلمانوں کے راستوں میں اور نہ ان کے بازاروں میں اپنا پہلو کھولیں گے اور مسلمانوں کے سامنے اپنے ناقوس نہیں بجائیں گے اور نہ اپنی مذہبی رسوم کی برسرعام نمائش کریں گے"۔

"ہم اپنے مردوں کے ساتھ (جنازوں میں) اپنی آوازیں نہیں بلند کریں گے اور نہ مسلمانوں کے راستوں اور ان کے بازاروں میں آگ روشن کریں گے اور نہ اپنے مردے ان کے پڑوس میں رکھیں گے"۔

"ہم اس غلام کو جو مسلمانوں کے حصوں میں آ چکا ہو' نہیں خریدیں گے اور ان کے گھروں میں نہیں جھانکیں گے اور نہ ہم اپنے گھروں کو بہت بلند تعمیر کریں گے"۔

شرائط میں مزید اضافہ

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ تحریر لائی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس میں ان الفاظ کا اضافہ فرمایا' "ہم کسی مسلمان کو نہیں ماریں گے۔ ہم نے اپنے لئے اور اپنے ہم مذہب افراد اور قوم کے لئے یہ شرائط قبول کر لئے ہیں اور ان کے مطابق (مسلمانوں کی) حفاظت میں آنا قبول کیا ہے۔ اگر ہم ان شرائط کی جن کی ذمہ داری ہم نے اپنے اور اپنی قوم کے لئے قبول کی ہے، کسی چیز کی خلاف ورزی کریں تو آپ پر ہماری کوئی ذمہ داری (اور حفاظت) عائد نہیں ہو گی اور پھر ہمارے ساتھ وہی سلوک ہو سکتا ہے جو مخالفوں اور دشمنوں کے ساتھ کیا جاتا ہے"۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاہدہ کو نافذ کرنے کی اجازت دے دی اور اس میں مزید اس شرائط کا اضافہ کیا' "جو کسی مسلمان کو عمداً" مارے گا (تو یہ سمجھو کہ) اس نے معاہدہ توڑ دیا ہے"۔

معاہدہ کی شرعی حیثیت

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے) اس معاہدہ کے مطابق ذمیوں کے بارے میں فقہائے کرام نے فتوے دیئے ہیں، یہی نص شرعی بھی ہے اور اسی کے مطابق (مزید مسائل کے لئے) قیاس و اجتہاد کیا گیا ہے۔

ذمیوں کے عبادت خانے کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے "ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو نیا گرجا تعمیر کیا گیا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے گرا دینے کا حکم دیا تھا اور صرف وہی گرجے اور عبادت گاہ (غیر مسلموں کے) باقی رہ گئے تھے جو ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تعمیر ہوئے تھے۔ ایسے عبادت خانوں کی مرمت اور درستی کے بارے میں فقہائے کرام کے درمیان اختلاف مشہور و معروف ہے۔

تاتاریوں کو شکست فاش

سنہ ۷۰۲ھ میں تاتاریوں کی فوجی نقل و حرکت کے بارے میں لگاتار خبریں موصول ہونے لگیں اور یہ پتہ چلا کہ قطلو شاہ (تاتاریوں کا نائب) دریائے فرات کے قریب پہنچ گیا ہے اور اس نے حلب کے نائب حاکم کو یہ خط بھیجا ہے کہ ان کے شہر قحط زدہ ہیں اس لئے وہ دریائے فرات کے گرد و نواح میں چراگاہوں کی تلاش میں پہنچ رہے ہیں۔
اس تحریر سے اس نے یہ فریب دیا کہ اس کا مقصد جنگ نہیں ہے۔ اس سے رعایا کو بھی یہ مغالطہ ہوا کہ وہ میدانوں سے بھاگ جائیں۔

رحبہ کا محاصرہ

پھر یہ خبریں موصول ہوئیں کہ تاتاریوں نے دریائے فرات کو عبور کر لیا ہے (یہ خبر سن کر) لوگ ہر طرف بھاگ گئے۔ تاتاری مرعش کے مقام پر مقیم ہوئے۔
اہلِ شام کی امداد کے لئے مصر سے افواج روانہ کی گئیں اور وہ دمشق پہنچ گئیں۔ وہاں انہیں یہ اطلاع ملی کہ سلطان قازان تاتاری فوجوں کو لے کر رحبہ کے شہر کے قریب پہنچ گیا ہے اور اس کا محاصرہ کر لیا ہے۔ وہاں کے نائب حاکم نے انہیں خوراک اور چارہ پیش کیا اور یہ معذرت کی کہ اگر وہ شام کو دوبارہ فتح کر لے تو وہ اس کا مطیع اور فرماں بردار ہے کیونکہ اس کے بعد رحبہ کا شہر اس کے مقابلہ میں معمولی چیز ہے۔ اس نے اپنے فرزند کو بھی یرغمال کے طور پر پیش کیا (اس بات چیت کے بعد) بادشاہ نے اس سے کچھ تعرض نہیں کیا بلکہ تھوڑی دیر کے بعد وطن واپس جانے کے لئے دریائے فرات کو عبور کر لیا۔

تاتاری بادشاہ کا خط

تاتاری بادشاہ نے اہل شام کے نام ایک طویل خط ارسال کیا جس میں انہیں تنبیہہ کی گئی تھی کہ وہ سلطان (مصر) سے فوجی امداد حاصل نہ کریں اور نہ ہی اسے جنگ پر آمادہ کریں۔ اس نے نرم اور ہمدردانہ لہجہ اختیار کر کے انہیں فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تھی۔

تاتاری فوجوں کی پیش قدمی

بہرحال قطلو شاہ اور جوبان تاتاری فوجوں کو لے کر آگے بڑھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی فوج نوے ہزار یا اس سے بھی زیادہ تھی۔ جب (ان کی پیش قدمی کی) خبر سلطان (مصر) کو ملی تو اس نے مصری سلطنت کے نگران بیبرس کو فوجیں دے کر شام کی طرف روانہ کیا۔ سلطان اور سالار فوجوں کو لے کر اس کے بعد روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ خلیفہ ابو الربیع بھی تھا اور وہ مکمل صف بندی کے ساتھ کوچ کر رہے تھے۔ بیبرس دمشق پہنچا تو اس وقت حلب کا نائب حاکم قراسنقر منصوری تھا۔ اس کے پاس حماۃ کا حاکم کتبغا عادل اور اسد الدین کرجی نائب حاکم طرابلس بھی اپنی فوجیں لے کر پہنچے ہوئے تھے۔

حملہ کی ابتداء

تاتاری فوجوں نے قرتیسین پر حملہ کیا' وہاں ترکمان کے قبائل رہتے تھے۔ انہوں نے جب انہیں دریائے فرات عبور کرتے دیکھا تو وہ بھاگ گئے۔ مگر تاتاریوں نے انہیں ان کے سامان سمیت پکڑ لیا ادھر حلب کے لشکر نے ان (تاتاریوں) کا پیچھا کیا اور ان پر حملہ کر کے

ترکمان کے قبیلوں کو ان کے قبضہ سے چھڑا لیا۔

مرج الصفر کا معرکہ

اب قطلو شاہ اور جوبان اپنی اپنی (تاتاری) فوجیں لے کر دمشق کی طرف بڑھے۔ یہ دونوں (تاتاری جرنیل) خیال کر رہے تھے کہ سلطان (فوج لے کر) مصر سے ابھی تک نہیں نکلا ہو گا۔ اس وقت مسلمانوں کی فوجیں رکن الدین بیبرس کی قیادت میں مرج الصفر پر مقیم تھیں جو شقجب کے نام سے بھی موسوم ہے۔ وہاں کا نائب حاکم دمشق اقوش افرم بھی موجود تھا۔ یہ لوگ سلطان کی آمد کا انتظار کر رہے تھے جب انہیں تاتاریوں کی فوج کشی کا شک و شبہ ہوا تو وہ اپنے فوجی مراکز سے پیچھے ہٹ گئے۔ ان کے پیچھے ہٹنے سے (مسلمان) رعایا خوف زدہ ہوئی اور وہ مصر کے گرد و نواح کی طرف بھاگنے لگے۔ مگر سلطان اسی سال کے یکم رمضان میں اپنی فوج کے ساتھ وہاں پہنچ گیا اور اسی وقت صف بندی کر کے ان کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ مرج الصفر کے مقام پر فریقین میں جنگ ہوئی۔ تاتاریوں نے سلطان کے میمنہ (دائیں طرف کی فوج) پر زور دار حملے کئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ثابت قدم رکھا اور مسلمان فوج نے صبر و استقامت سے کام لیا اور وہ رات تک جنگ کرتی رہی۔ اس معرکہ میں (مسلمانوں کی) ایک جماعت شہید ہوئی۔

تاتاریوں کی شکست

اس کے بعد تاتاری فوج کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر ایک پہاڑ پر پناہ گزین ہوئی۔ سلطان نے اس کا تعاقب کیا اور صبح تک پہاڑ کا محاصرہ جاری رکھا۔ جب مسلمانوں نے محسوس کیا کہ وہ جان کی بازی لگا رہے ہیں تو انہوں نے کچھ سمتوں سے ان کا راستہ کھول دیا۔ چنانچہ ان (تاتاری افواج) کی بڑی تعداد چپکے سے قطلو شاہ اور جوبان کے پاس پہنچ گئی' جو باقی بچے ان پر شامی فوجوں نے حملہ کر کے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

دلدل میں گرفتار

مسلمان سوار فوجوں نے شکست خوردہ فوج کا سراغ لگا کر ان کا تعاقب کیا۔ در حقیقت وہ کیچڑ اور دلدل میں پھنس گئی تھی کیونکہ سلطان نے دریا اور نہر والوں کو ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ ان میں شگاف کر دیں (چنانچہ دریا اور نہروں کا پانی میدانوں اور راستوں پر بہہ نکلا) اور ان (دشمنوں) کے گھوڑے کیچڑ اور دلدل میں پھنس گئے۔ اب مسلمان فوجوں نے (وہاں پہنچ کر) ان کے قتل کا بازار گرم کر دیا۔ سلطان (مصر) نے قازان (غازان) کو (اس کی فوج کی بربادی کا) حال لکھا جسے (پڑھ کر) اسے بار بار افسوس ہوتا تھا۔ اس کا قلب خوف و حسرت سے شکستہ ہو گیا تھا۔ سلطان نے مصر کی طرف فتح کی بشارت پہنچائی۔

جشن فتح

اب سلطان دمشق پہنچا اور وہاں عید الفطر تک مقیم رہا۔ عید کے تیسرے دن وہ مصر کے لئے روانہ ہوا اور شوال کے آخر میں مصر پہنچا۔ وہاں اس کا شاندار جلوس نکالا گیا اور زبردست جشن ہوا کیونکہ اس کے ذریعے اسلام کا بول بالا ہوا اور اسے فتح و نصرت حاصل ہوئی۔ شعراء نے بھی اس موقع پر قصیدے پڑھ کر سنائے۔

اسی سال حماۃ کا نائب حاکم کتبغا عادل فوت ہو گیا۔ وہ پہلے مصر کا بادشاہ رہ چکا تھا۔ اس کو دمشق میں دفن کیا گیا۔ اسی سال بلبان جوکندار نائب حاکم حمص ہو فوت ہو گیا۔ نیز مصر کے قاضی شیخ تقی الدین رفیق العید بھی (اسی سال) فوت ہو گئے۔ وہ مصر کے چھ سال تک قاضی رہے تھے۔ ان کی بجائے شیخ بدر الدین ابن جماعہ کو (قاضی) بنایا گیا۔

شاہ تاتار کی ہلاکت

تاتاریوں کا بادشاہ قازان (غازان) بھی (اسی سال) فوت ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس شکست کی خبر سن کر اسے بہت تیز بخار ہوا جس سے ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی خربندا بادشاہ بنا۔

اسی سال سلطان (ناصر) نے شریف (مکہ) ابو نمی کے دونوں فرزندوں امیثہ اور حمیصہ کو قید سے رہا کر دیا اور ان کے دونوں بھائیوں عطیفہ اور ابو الغیث کے بجائے (مکہ معظمہ) کا حاکم مقرر کیا۔

ارمنوں کے حالات

ارمینیہ کے علاقے میں رہنے والی ارمن اور کرج قوم قوبل بن ناحور بن آزر کی اولاد سے ہے۔ ناحور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی تھے۔ انہوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور ان کے نام کی مناسبت سے ان کے وطن کا نام ارمینیہ ہو گیا تھا۔ اس کا پایہ تخت خلاط تھا اور یہی ان کا دار السلطنت تھا۔ ان کا بادشاہ تکفور کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔

جب مسلمانوں نے ان کے ملک کو فتح کیا تو انہوں نے غیر مسلم باشندوں پر جزیہ مقرر کر دیا تھا۔ ان پر مختلف حکام مقرر ہوتے رہے اور ان کے ملک میں فتنہ و فساد ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کا (دارالسلطنت) خلاط تباہ اور ویران ہو گیا۔ اس کے بعد ان کا پایہ تخت حلب کے راستوں کے قریب سیس کی طرف منتقل ہوا تو اس کے ساتھ ساتھ ان کی آبادی بھی وہاں منتقل ہو گئی اور وہ مسلمانوں کو محصول ادا کرتے رہے۔

شاہ قلیج بن لیون

سلطان نور الدین عادل کے عہد میں ان (ارمنوں) کا بادشاہ قلیج بن لیون تھا۔ اس نے سلطان نور الدین عادل کے لئے (اعلیٰ) خدمات انجام دیں اور سلطان نے اسے جاگیر عطا کی (ارمنوں کے اس بادشاہ نے) مصیصہ اردن اور طرطوس کے علاقے رومیوں کے قبضے سے چھین لئے تھے۔ سلطان نور الدین کے بعد سلطان صلاح الدین نے بھی اسے سابقہ خدمات پر بحال رکھا۔ کچھ سالوں کے بعد اس نے ترکمانوں کے ساتھ غداری کی تو سلطان صلاح الدین نے ارمینیہ پر حملہ کر کے انہیں بھاری نقصان پہنچایا۔ آخر کار یہ لوگ مطیع ہو گئے ان کا بادشاہ پھر سے جزیہ ادا کرنے لگا اور مطیع و فرمانبردار بن کر ایک اچھے پڑوسی کی طرح حلب کی سرحدوں پر رہنے لگا۔

شاہ ہیثوم

شاہ ظاہر کے زمانے میں ہیثوم بن قسطنطین ابن یالس ارمینیہ کا بادشاہ مقرر ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ قلیج کی نسل سے تھا یا اس کے خاندان سے تھا۔ جب ہلاکو عراق اور شام کا بادشاہ بنا تو ہیثوم نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ ہلاکو خان نے اسے بادشاہ برقرار رکھا۔ اس نے بھی شام کے جنگی حملوں میں تاتاریوں کا ساتھ دیا۔ وہ سنہ ۶۶۲ھ میں بلاد الروم کے تاتاری حاکم کے خلاف حملہ آور ہوا اور حلب کے قبیلہ کلاب کے بدوؤں کو بھی اپنے ساتھ لے گیا اور انہوں نے عنتاب کے علاقے میں بہت فتنہ و فساد برپا کیا۔ پھر ہیثوم بن قسطنطین راہب بن گیا اور اس نے اپنے فرزند کو بادشاہ بنایا۔

شاہ ارمن کو شکست

سنہ ۶۶۴ھ میں سلطان ظاہر نے قلاون منصور حاکم حماۃ کی قیادت میں ارمینیہ کی طرف فوجیں روانہ کیں شاہ ارمن لیون اپنی فوجیں لے کر دربند کے قریب مقابلہ کے لئے آیا مگر شکست کھا کر گرفتار ہو گیا۔ (اسلامی) لشکر نے سیس کے شہر کو تباہ و برباد کر دیا۔ (سابق بادشاہ) ہیثوم نے اپنے فرزند لیون کو چھڑانے کے لئے مال و دولت اور قلعے پیش کئے۔ اس پر سلطان ظاہر نے یہ شرط رکھی کہ وہ سنقر اشقر اور

اس کے ساتھیوں کو ابغا بن ہلاکو کی قید سے چھڑا لائے۔ سلطان ہلاکو انہیں حلب کے قید خانے سے نکال کر لے گیا تھا۔ لہٰذا ہیثوم نے (ہلاکو سے) ان کی رہائی کے لئے درخواست کی تو ہلاکو نے (رہا کر کے) انہیں بھیج دیا۔ ہیثوم نے (اپنے فرزند کے فدیہ کے طور پر) پانچ قلعے بھی دیئے جن میں اغبان اور مرزبان کے قلعے بھی شامل تھے۔

لیون کی حکومت

ہیثوم سنہ ۶۶۹ھ میں فوت ہو گیا اور اس کے بعد اس کا فرزند لیون بادشاہ بنا اور اس کی نسل میں بادشاہت برقرار رہی۔ ارمنوں اور ترکوں کے درمیان جنگ ہوتی رہتی تھی کیونکہ ترک ان کے پڑوسی تھے اور حلب میں رہتے تھے۔ لہٰذا ترک بار بار ان کے ملک پر فوج کشی کرتے رہے۔ آخر کار انہوں نے مصالحت کر لی اور اطاعت قبول کر کے جزیہ ادا کرنے لگے۔ یہاں بلاد الروم کے فوجی نگران کی طرف سے تاتاریوں کی نگران فوج رہتی تھی۔

سنباط

لیون کی وفات کے بعد اس کا فرزند ہیثوم (ثانی) بادشاہ بنا تو اس کے بھائی سنباط نے حملہ کر کے اسے تخت سے اتار دیا اور اسکی ایک آنکھ پھوڑنے کے بعد اسے قید کر دیا۔ اس نے اپنے دوسرے چھوٹے بھائی یروس کو بھی قتل کر دیا۔

اس کے عہد میں سلطان کتبغا عادل کی طرف سے ترک فوجوں نے قلعہ حموص پر حملہ کیا۔ اس موقع پر ارمنوں نے سنباط کو کمزور سمجھ کر اسے (قتل کرنے کا) ارادہ کیا تو وہ قسطنطنیہ بھاگ گیا۔

اندین

پھر ان (ارمنوں نے) اس کے (دوسرے) بھائی اندین کو بادشاہ بنایا۔ اس نے مسلمانوں سے صلح کر لی اور انہیں مرعش کا قلعہ دے دیا۔ نیز اس نے مسلمانوں کو وہ تمام قلعے دے دیے جو دریائے جیحون کے کنارے پر واقع تھے۔ مسلمانوں نے ان قلعوں کو سرحد بنا لیا اور ان کے لشکر وہاں سے واپس آ گئے۔

ہیثوم ثانی کی دوبارہ حکومت

اندین نے اس کے بعد اپنے بھائی ہیثوم (ثانی) کو جو کانا ہو گیا تھا سنہ ۶۶۹ھ میں قید خانے سے رہا کیا۔ وہ تھوڑے عرصے تک تو اندین کے ساتھ (امن و امان کے ساتھ) رہا پھر اس نے اندین پر حملہ کر کے اسے قسطنطنیہ کی طرف بھگا دیا اور خود سیس میں ارمنوں کا بادشاہ بن کر رہنے لگا۔ اس نے اپنے بھتیجے تروس معسول کو اپنا اتابک مقرر کیا۔ اس طرح اس کا نظم و نسق درست ہو گیا۔

ارمنوں کا فتنہ و فساد

وہ سلطان (تاتار) قازان کے ساتھ جنگ میں بھی شریک ہوا جو اس نے سلطان ناصر (مصر) کے ساتھ لڑی تھی۔ اس جنگ میں ارمنوں نے بہت فتنہ و فساد برپا کیا اور اپنے کچھ قلعے بھی واپس لے لئے اور تل حمدون کو تباہ و برباد کر دیا۔

ارمنوں کی سرکوبی

جب سلطان ناصر نے سنہ ۷۰۳ھ میں تاتاریوں کو شکست فاش دی تو اس نے ارمینیہ کی طرف اپنی فوجیں بھیجیں۔ انہوں نے ارمنوں سے وہ قلعے واپس لے لئے جو اندین نے مسلمانوں کو دیئے تھے اور حمص پر بھی قبضہ کر لیا۔ انہوں نے سیس کے میدانوں اور اس سے متعلقہ تمام علاقوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ اس (شاہ ارمن) نے اپنا مقررہ ٹیکس ادا نہ کیا تو حلب کے نائب حاکم قراسنقر المنصوری نے سنہ

۶۷ھ میں چار امراء کے ساتھ ادھر فوج بھیجی۔ اس نے ان کے علاقے کو تباہ کر دیا۔ سیس میں تاتاریوں کی نگران فوج نے ان کا مقابلہ کیا تو انہیں شکست دی۔ اس میں ان کا سپہ سالار مارا گیا اور باقی گرفتار کر لئے گئے۔

جزیہ کی ادائیگی

پھر مصر سے بکتاش فخری امیر البحر کی قیادت میں باقی ماندہ بحریہ کے ساتھ فوجیں بھیجی گئیں اور وہ غزہ پہنچیں (جب ہیثوم ثانی کو اس کی اطلاع ملی تو) وہ اس کے انجام بد سے خوف زدہ ہو گیا۔ لہٰذا اس نے حلب کے نائب حاکم کو پانچ سال اور اس کے پہلے سال کی جزیہ کی رقم ارسال کی۔ اس کے ساتھ اسی کے ذریعے اس نے سلطان کے پاس سفارش پہنچائی۔ سلطان نے یہ سفارش قبول کر کے اس کی جاں بخشی کی۔

ارقلی کا قبول اسلام

اس زمانے میں بلاد روم میں تاتاریوں کا نگران فوجی افسر ارقلی تھا۔ جب ابغا مسلمان ہو گیا تو وہ بھی مسلمان ہو گیا تھا اور اس کی اجازت سے اس نے ایک مدرسہ تعمیر کیا اور وہاں ایک اذان گاہ بھی تعمیر کرائی۔

ہیثوم ثانی کی چغل خوری اور قتل

اس کے بعد اس کی حاکم سیس ہیثوم کے ساتھ ناچاقی ہو گئی لہٰذا ہیثوم ثانی نے شاہ تاتار خربندا کے پاس یہ شکایت بھجوائی کہ وہ (ارقلی) اہل شام کے ساتھ سازش میں شریک ہے اور انہیں سیس اور اس سے متعلقہ علاقوں پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کر رہا ہے۔ اس نے ثبوت کے طور پر مدرسہ اور اذان گاہ (کی تعمیر) کا واقعہ پیش کیا۔
ارقلی کے کسی رشتہ دار نے اسے (شکایت کا) یہ واقعہ بتا دیا۔ لہٰذا اس نے (اپنے جذبۂ انتقام کو) پوشیدہ رکھا۔ ہیثوم ثانی کو ایک ضیافت میں بلوایا اور وہاں اس نے اس کو اچانک قتل کر دیا۔ اس نے ترکوں کے ایک نمائندہ کو بھی گرفتار کر لیا جو حلب کے نائب حاکم کی طرف سے مقررہ جزیہ کا مطالبہ کرنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ اس کا نام ایدغری شہرزوری تھا۔

نیا شاہ ارمن

ایدغری (ایک عرصہ تک) تاتاریوں کے قید خانے میں رہا۔ آخر کار سنہ ۷۱۰ھ میں وہ توریز کے مقام پر قید خانے سے بھاگ نکلا۔ اس نے سیس کا بادشاہ اوشین لیون کو بنایا۔

اظہار اطاعت

جب ارقلی خربندا کے پاس پہنچا تو اس سے پہلے ہیثوم (ثانی) کا بھائی الناق اس کی عورتوں اور اولاد کو لے کر فریاد کے لئے پہنچا ہوا تھا۔ شاہ خربندا نے ان سے ہمدردی کا اظہار کیا اور ارقلی کو قتل کر دیا۔ اس نے اس کے بھائی اوشین کو سیس کا بادشاہ قائم رکھا۔ چنانچہ اس نے فوری طور پر ناصر کو مصر خط لکھا اور جزیہ ادا کرنے کا حسب سابق اقرار کیا اور کبھی کبھی جزیہ کی رقم ارسال بھی کیا کرتا تھا۔

سلطان مغرب کے تحائف

اس زمانے میں مغرب اقصیٰ (مراکش) میں موحدین کے بعد بنو مرین کی سلطنت قائم تھی۔ اس خاندان کے بادشاہ یوسف ابن یعقوب بن عبدالحق نے سنہ ۷۰۳ھ میں (مصر کے) سلطان ناصر کے پاس اپنے ایلچی علاء الدین ایدغری شہرزوری کو بھیجا۔ وہ اس شہرزوری خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو سلطان ظاہر بیبرس کے زمانے میں مقربین بارگاہ میں سے ہوتے تھے۔ اس ایلچی کے ساتھ مغرب اقصیٰ کے لوگوں کا ایک

عظیم الشان قافلہ جا رہا تھا جو فریضۂ حج ادا کرنا چاہتا تھا (سلطان مغرب اقصیٰ نے) ایلچی کے ہمراہ بہت عمدہ تحائف بھیجے تھے جن میں وہاں کے گھوڑے، خچر، اونٹ اور اس ملک کی خاص اور نادر اشیاء نیز خالص سونا بھی شامل تھا۔ سلطان ناصر نے اس قافلہ کا نہایت شان دار طریقے سے استقبال کیا اور ان کے ساتھ اپنا افسر بھیجا جو (حج کے) راستے میں ان کی خوراک اور کھانے کا اچھی طرح سے انتظام کا ذمہ دار تھا۔ وہ حج سے فراغت تک ان کے ساتھ مقرر تھا۔

تحائف کا تبادلہ

یہ ایلچی (علاء الدین) ایدغری سنہ ۷۰۵ھ میں حج سے فارغ ہوا تو سلطان ناصر نے اس کے ساتھ کچھ تحائف کا بدلہ اسی شان دار پیمانے پر بھیجا اور اس کے ہمراہ اپنے دو افسروں کو بھیجا۔ ان میں سے ایک ایدغدی بابلی اور دوسرا ایدغدی خوارزمی تھا اور دونوں کے لقب بھی علاء الدین تھے۔ یہ لوگ سلطان یوسف بن یعقوب کے پاس ماہ ربیع الثانی سنہ ۷۰۶ھ میں پہنچے جب کہ وہ تلمسان کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ اس نے اس جماعت کو انعام و اکرام سے نوازا اور انہیں ان کے شایانِ شان اور بھیجنے والے سلطان کے لائق صلہ دیا۔ سلطان نے انہیں فاس اور مراکش کی سیاحت کے لئے بھیجا تاکہ وہ بچشم خود وہاں کے مسرت انگیز (حالات) کا جائزہ لے سکیں۔

سلطان یوسف بن یعقوب تلمسان کا محاصرہ کرتے ہوئے فوت ہو گیا تھا۔ مذکورہ بالا دونوں ایلچی فاس کے دورہ سے ماہ رجب سنہ ۷۰۷ھ میں واپس آئے تو اہل مغرب کے ایک عظیم قافلہ نے جو فریضۂ حج ادا کرنے جا رہا تھا، ان کا استقبال کیا۔ یہ ایلچی سلطان ابو ثابت جزولی سے بھی ملے جو سلطان یوسف بن یعقوب کے بعد وہاں کا بادشاہ بنا تھا۔ اس نے بھی ان کی بہت تعظیم و تکریم کی اور ان کے سلطان ناصر کو دوبارہ گھوڑوں، خچروں اور اونٹوں کے تحائف بھیجے۔

قافلہ پر حملہ

یہ لوگ تلمسان کے پاس سے بھی گزرے، یہاں سلطان عثمان بن یغمراس کے دونوں فرزند حکمران تھے۔ ان دونوں نے اس قافلہ کا اچھی طرح استقبال کیا۔ تاہم ان دونوں ایلچیوں نے ان سے محافظ اور رہنما دستہ طلب کیا، جو ان کے ملک کی سرحد تک ان کی حفاظت کر سکے کیونکہ سلطان یوسف بن یعقوب کی موت کے بعد تلمسان میں امن و امان قائم نہیں تھا۔ انہوں نے کچھ عربوں کو ان کے ساتھ بھیجا مگر وہ مفید نہیں ثابت ہو سکے کیونکہ المریہ کے قریب قلعہ زغبہ کے بدمعاشوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے مقابلہ کیا مگر وہ کامیاب نہیں ہو سکے کیونکہ یہ لٹیرے تمام قافلے پر غالب آ گئے تھے۔ انہوں نے تمام حاجیوں اور سلطان ناصر کے ایلچیوں کا سامان لوٹ لیا۔ وہ (فرار ہو کر) شیخ بکر ابن زغلی کے پاس پہنچے جو حمزہ کے وطن میں بجایہ کے قریب بنو یزید بن زغبہ کا شیخ تھا۔

سلطان بجایہ سے ملاقات

اس نے انہیں بجایہ کے سلطان ابوالبقاء خالد کے پاس پہنچایا جو افریقہ کے بادشاہ ابو زکریا یحییٰ بن عبدالواحد بن ابی حفص کی اولاد میں سے تھا۔ اس نے انہیں پوشاکیں دیں اور انہیں تونس کے پایہ تخت تک پہنچایا جہاں اس کا چچازاد بھائی سلطان ابو عصیدہ محمد بن یحییٰ الواثق تھا۔ اس نے ان کا شاندار استقبال کیا اور ان کے ساتھ منومرین کی شاخ بنو وسنار کے ایک افسر ابراہیم بن عیسیٰ نے سفر کیا۔

ابراہیم بن عیسیٰ

وہ اندلس کے مجاہدوں کا امیر تھا اور فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے روانہ ہوا تھا۔ جب وہ تونس سے گزرا تو اس کے سلطان نے اسے جزیرہ جربہ کے فرنگیوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ اس نے اپنی قوم کے ساتھ وہاں فوج کشی کی۔ اس کے ساتھ بنومرین کا سردار عبدالحق بن عمر بھی تھا۔

ابو یحییٰ کیانی

شیخ ابو یحییٰ زکریا ابن احمد کیانی تونس کی فوج کے ساتھ اس کا محاصرہ کر رہا تھا۔ اس نے کچھ عرصے تک ان کا ساتھ دیا مگر پھر ابو یحییٰ کیانی تونس کے سلطان سے ناراض ہو گیا تو وہ طرابلس چلا گیا۔ وہ سب لوگ مصر پہنچے تو سلطان نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ اس کے بعد وہ فریضہ حج ادا کر کے مغرب واپس چلے گئے۔

ابو یحییٰ کیانی نے سلطان ناصر سے امداد طلب کی تو سلطان نے مال و دولت اور بہت سے غلام دے کر اس کی امداد کی اور یہی اس امداد اس کے لئے تونس کی سلطنت حاصل کرنے کا ذریعہ بنی۔

بیبرس کا عہد حکومت

سلطان ناصر اور نگران سلطنت میں کشیدگی

سنہ ۷۰۷ھ میں سلطان ناصر اور اس کے دونوں نگران سلطنت بیبرس اور سلار کے تعلقات میں کشیدگی اس حد تک بڑھی کہ اس نے سرکاری احکام اور فرامین پر دستخط کرنا بند دیے۔ سلطان کو چغل خوروں نے ملامت اور ناراضگی کے پیغام پہنچائے بلکہ کچھ امراء اور حکام کسی رات کے وقت گھوڑوں پر سوار ہو کر قلعہ کے میدان میں پہنچے جنہیں محافظ فوجی دستوں نے روکا (اس قسم کے واقعات سے) سلطان بہت زیادہ پریشان ہو گیا۔ بکتمر جوکندار نے حالات درست کرنے کی کوشش کی اور سلطان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے خاص غلاموں کو بیت المقدس جلا وطن کر دے کیونکہ بیبرس کے خیال میں وہ اس فتنہ اور اختلافات کی نشو و نما کا ذریعہ ہیں۔ لہٰذا سلطان نے انہیں بیت المقدس بھیج دیا اور ان دونوں نگران حکام کو خوش کر دیا مگر کچھ عرصے کے بعد غلاموں کو بیت المقدس سے بلوا کر انہیں ان کی ملازمتوں پر بحال کر دیا۔ پھر سلطان نے جوکندار پر چغل خوری کا الزام لگا کر اس کا تبادلہ کر دیا اور اسے صفد کے علاقے کا نائب حاکم بنا کر وہاں بھیج دیا۔

سلطان کا الکرک میں قیام

سلطان (اس قسم کے) خودسری اور استبداد کے کام کرتا رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیبرس اور سلار نے اسے چھوڑ دیا اور سنہ ۷۰۸ھ میں اس نے فریضہ حج ادا کرنے کا ارادہ کیا اور قلعہ الکرک کی طرف روانہ ہوا۔ امرائے مصر نے اسے الوداع کیا اور کچھ حکام اس کے ساتھ گئے۔ جب وہ قلعہ الکرک کے پاس سے گزرا تو اس نے قلعہ کا معائنہ بھی کیا اور وہاں کے نائب حاکم جمال الدین اقوش اشرف کو مصر بھجوا دیا۔ سلطان نے اپنے اہل و عیال کو بھی واپس بلوا لیا جو محمل حجازی کے ساتھ (حج کرنے کے ارادے سے) جا رہے تھے۔ چنانچہ وہ عقبہ کے مقام سے اس کے پاس لوٹ آئے۔

ناصر کی دست برداری

اس نے ان حکام کو بھی واپس کر دیا جو اس کے ساتھ آئے تھے۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ قلعہ الکرک میں گوشہ نشین ہو کر عبادت میں مصروف ہو جائے۔

بیبرس کی تخت نشینی

سلطان ناصر نے اہل مصر کو اجازت دی کہ وہ جسے حکومت کے لائق سمجھیں اسے اپنا بادشاہ مقرر کر لیں لہٰذا تمام حکام مصر دار النیابت

میں اکٹھے ہو کر مشورہ کرنے لگے۔ آخر اتفاق رائے سے انہوں نے بیبرس کو اپنا بادشاہ مقرر کیا اور ماہ شوال سنہ ۷۰۸ھ میں انہوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس کا لقب مظفر رکھا۔ خلیفہ ابو الربیع نے اسے تخت پر بٹھایا۔ اس نے ناصر کو الکرک کا نائب حاکم مقرر کیا اور اس کے لئے اس نے جاگیریں مخصوص کیں۔

سیف الدین سلار بدستور سابق نائب السلطنت برقرار رہا۔ اس نے تمام عہدیداروں اور افسروں کو ان کے عہدوں پر بحال رکھا۔ اہل شام نے اطاعت کا اظہار کیا اور بیبرس کی سلطنت قائم ہو گئی۔

ملک میں بے چینی

سنہ ۷۰۹ھ میں ناصر کے بعض موالی بھاگ کر (اس کے پاس) الکرک میں پہنچ گئے۔ سلطان بیبرس المظفر کو اس واقعہ سے پریشانی لاحق ہوئی اور اس نے ان کے تعاقب میں لوگوں کو بھیجا مگر وہ نہیں مل سکے۔ البتہ دوسرے لوگوں پر الزامات لگائے گئے اور اس نے انہیں گرفتار کر لیا اس سے (دوبارہ) بے چینی شروع ہوئی۔

شامی حکام کی خط و کتابت

اس کے بعد شام کے حکام نے ناصر سے الکرک میں خط و کتابت شروع کر دی اور اس نے پہلے یہ ارادہ کیا کہ وہ ان کے پاس جائے مگر پھر یہ ارادہ ترک کر دیا کیونکہ دمشق کے حاکم اقوش افرم کا خط آنے سے حالت تبدیل ہو گئی تھی۔

پھر جاشنگیر بیبرس نے (سابق) سلطان ناصر کو علاء الدین مغلطائی ایدغلی اور قطلو بغا کے ہاتھ پیغام پہنچایا جو غلط خبروں پر مشتمل تھا اس سے وہ غیظ و غضب میں آ گیا اور اس نے دونوں ایلچیوں کو سزا دی۔

فریاد نامہ

ناصر نے شام کے حکام کے پاس بیبرس اور اس کے ساتھی امرائے مصر کے خلاف فریاد نامہ ارسال کیا۔ اس میں اس نے تحریر کیا تھا "میں نے بادشاہت ان کے حوالے کر دی اور خود تنگی کی زندگی گزار رہا ہوں۔ اس توقع پر کہ میں آرام اور سکون حاصل کر سکوں مگر وہ اب بھی باز نہیں آئے اور مجھے دھمکیاں دے رہے ہیں۔ وہ معز ایبک اور بیبرس (الظاہر) کی اولاد کے ساتھ بھی اسی قسم کی باتیں کرتے رہے ہیں"۔

ناصر نے شامیوں پر کیے گئے اپنے احسانات جتلا کر ان سے امداد طلب کی کہ وہ ان لوگوں کو اس کے ساتھ دردناک سلوک کرنے سے روکیں' ورنہ وہ (دشمن) تاتاریوں کے علاقے میں چلا جائے گا۔

شامی حکام کی اطاعت

ناصر نے اپنا یہ فریاد نامہ ایک سپاہی کے ہاتھ بھیجا جو اقوش اشرفی کے زمانے میں قلعہ الکرک میں ملازم تھا اور وہاں رہنے لگا تھا۔ وہ سیر و شکار کا بہت شوقین تھا اور سلطان سے اس کی واقفیت کسی شکار گاہ میں ہوئی تھی۔ سلطان نے ایک دن اس کے سامنے یہی شکایت کی اور خط بھیجنے کا تذکرہ کیا تو اس نے کہا "میں آپ کا پیغام شام کے حکام کو پہنچاؤں گا"۔ چنانچہ وہی یہ خط لے کر شامی حکام کے پاس آیا۔ وہ سلطان کا یہ خط پڑھ کر بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ "وہ سلطان کی خواہش کے مطابق اس کی اطاعت کریں گے"۔

مصری فوج کی روانگی

اس کے بعد (سابق) سلطان (ناصر) بلقاء پہنچا (اس کے پہنچتے ہی) حاکم دمشق جمال الدین اقوش افرم نے مصر میں جاشنگیر بیبرس کو صورت حال سے آگاہ کیا اور اس سے فوجی امداد طلب کی تاکہ وہ مقابلہ کر سکے۔ چنانچہ اس نے بڑے بڑے افسروں کے ساتھ چار ہزار

فوج روانہ کی۔ اس نے ان فوجیوں کی خامیوں کو دور کر دیا تھا اور مصر کی باقی ماندہ فوج پر بھی بے تحاشہ روپیہ صرف کیا۔

مصر میں ہنگامہ

اس کے بعد بہت سی افواہیں پھیل گئیں اور عوام میں شور و غل برپا ہو گیا سلطان کے ممالیک (غلاموں) نے گرد و نواح کی طرف بھاگ جانے کا فیصلہ کیا کیونکہ اس کا وجود خطرہ میں تھا۔ پھر یہ خبر ملی کہ (سابق) سلطان فیصلہ تبدیل کر کے بلقاء سے واپس الکرک پہنچ گیا ہے۔ اس کے واپس آنے پر اس کے دوستوں اور ملازموں کے حوصلے پست ہو گئے اور اسے بھی یہ اندیشہ ہوا کہ چونکہ خبریں موصول ہو رہی ہیں کہ بیبرس فوج کشی کرنے والا ہے اس لئے کہیں مصری فوجیں ان پر حملہ نہ کر دیں۔

ناصر کی فوج کشی

ناصر نے اپنا ممالیک کو چوری چھپے پیغام بھیج کر انہیں اپنا طرف دار بنانا چاہا' وہ اس کے حامی ہو گئے۔ پھر اس نے شام کے جن حکام کو دوبارہ خط بھیجا ان میں شمس الدین اقسنقر نائب حاکم حلب اور سیف الدین نائب حاکم حمص شامل تھا۔ انہوں نے اطاعت کا اظہار کیا بلکہ حلب کے نائب حاکم نے اپنا فرزند بھی اس کے پاس بھیجا اور ان سب نے اسے فوج کشی کے لئے آمادہ کیا۔ چنانچہ ناصر ماہ شعبان سنہ ۷۰۹ھ میں قلعہ الکرک سے روانہ ہوا تو دمشق کے کئی حکام بھی اس کی فوج میں شامل ہو گئے۔

(حاکم دمشق) اقوش نے دو افسروں کو راستوں کی حفاظت کے لئے روانہ کیا تو وہ بھی (سابق) سلطان کی فوج میں شامل ہو گئے۔

حاکم شام کی بے بسی

(یہ خبر سن کر) بیبرس جاشنگیر نے تمام حکام کو یہ پیغام بھجوایا کہ وہ دمشق کے حاکم جمال الدین اقوش کی حمایت کریں اور (سابق) سلطان ناصر کو دمشق پہنچنے سے روکیں مگر انہوں نے اس کی بات نہ مانی اور وہ (سابق) سلطان سے مل گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ (اقوش بے یار و مددگار رہ گیا اور) وہ بقاع اور شقیف کی طرف روانہ ہوا اور سلطان سے پناہ مانگی۔ چنانچہ ناصر نے اپنے دو بڑے افسروں کے ہاتھ اسے پروانۂ امن بھیج دیا۔

ناصر کا دمشق پر قبضہ

پھر سلطان دمشق میں (فاتحانہ انداز میں) داخل ہوا اور شہر کو امیر جاندار سیف الدین کے حوالے کر دیا جو اس کے پاس صفد سے آیا تھا اور اس نے ہجرت کر کے سلطان کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ لہٰذا سلطان نے اس کو بہترین صلہ دیا۔ اس کے بعد اقوش افرم بھی اس کے پاس پہنچ گیا تو سلطان نے اس کی بے حد تعظیم و تکریم کی اور اسے دمشق کا حاکم برقرار رکھا۔

مصری عوام کی بغاوت

ادھر مصر میں جاشنگیر بیبرس کے معاملات سلطنت بد سے بدتر ہوتے گئے۔ سلطان کے ممالیک وہاں سے نکل کر شام کی طرف بھاگنے لگے تو اس نے ان کے تعاقب میں فوجیں روانہ کیں اور ان فوجوں نے بھاگنے والوں کو پکڑ کر مار ڈالا یا زخمی کر دیا اور اس کے بعد وہ واپس آ گئے۔ مگر مصر کے عوام کا ہنگامہ بڑھتا گیا۔ انہوں نے قلعہ کا محاصرہ کر کے کھلم کھلا بیبرس کی تخت سے دست برداری کا مطالبہ کیا۔ ان میں سے کچھ لوگوں کو پکڑ کر سزا دی گئی مگر اس کے باوجود ان کی سرکشی بڑھتی گئی۔

تجدید بیعت کی ناکام کوشش

جب جاشنگیر بیبرس کو زیادہ خطرہ محسوس ہوا تو اس نے لوگوں کو حلف (وفاداری) کے لئے اکٹھا کیا۔ جس میں خلیفہ (عباسی) بھی شریک ہوا اور اس نے از سر نو (سلطان سے) اور عوام سے حلف (وفاداری) لیا اور بیعت نامہ کا ایک فرمان بھی ارسال کیا تاکہ جمعہ کے

دن (مصر کی) جامع مسجد میں پڑھ کر سنایا جائے مگر عوام نے شور و غل برپا کر دیا اور منبر پر ہنگامہ کرنے لگے۔

حامیوں کا اضافہ

اب بیبرس نے مال و دولت صرف کر کے لوگوں کو قابو کرنے کی ناکام کوشش کی۔ پھر اس نے شام کی طرف فوج بھیجنے کا ارادہ کیا مگر جب اس نے بڑے بڑے حکام کو روانہ کیا تو وہ سلطان (ناصر) کے ساتھ جا کر مل گئے۔ آخر کار سلطان بھی پندرھویں رمضان المبارک کو دمشق سے نکلا۔ اس نے غزہ کے حکام میں سے دو افسروں کو مصر روانہ کیا اور وہ دونوں وہاں پہنچ گئے۔ پھر عرب اور ترکمان بھی سلطان کی فوج میں شامل ہو گئے۔

بیبرس کی معزولی

جب یہ خبر جاشنگیر کے پاس پہنچی تو اس نے شمس الدین سلار' بدر الدین بکتوت جوکندار اور سیف الدین سلحدار کو اکٹھا کیا اور ان سے اس معاملہ میں مشورہ لیا تو انہوں نے یہ رائے دی کہ معاملہ حد سے بڑھ گیا ہے اور اب صرف یہی صورت باقی رہ گئی ہے کہ ناصر کو بادشاہ بنا دیا جائے اور پھر اس سے درخواست کی جائے کہ وہ بیبرس کو الکرک یا حماۃ یا صہیون کا علاقہ دے دے۔ اس فیصلہ پر ان کا اتفاق رائے ہو گیا۔ انہوں نے بیبرس دواوار اور سیف الدین بہادر کو بھیجا۔ انہوں نے جاشنگیر کی معزولی کی شہادت دی اس لئے وہ قلعہ سے نکل کر اور اپنے غلاموں کو لے کر اطفیح کے مقام کی طرف چلا گیا مگر وہاں نہیں رہا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اسوان کا قصد کیا۔ بیبرس (معزول سلطان) اپنے ساتھ جس قدر اس سے ممکن ہوا مال و دولت کا ذخیرہ اور اصطبل کے گھوڑے لے گیا۔

تیسری بار ناصر کی حکومت

تخت نشینی کے انتظامات

سیف الدین سلار بدستور قلعہ کی حفاظت کرتا رہا۔ اس نے مساجد کے منبروں پر سلطان کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اذان گاہوں پر بھی سلطان (ناصر) کا نام پکارا جانے لگا اور سڑکوں اور گلیوں میں عوام (ناصر) کے نام کے نعرے لگاتے رہے۔ یوں سلار نے سلطان ناصر کی تخت نشینی کے رسوم و شعار کے سارے انتظامات مکمل کر لئے تھے۔

جشنِ تخت نشینی

جاشنگیر کے قاصد اس کا مطالبہ لے کر سلطان کے پاس پہنچے تو سلطان نے اسے صہیون کا حاکم مقرر کر کے پناہ دے دی۔ سلطان فرود (مصر) گیا۔ اس کے بعد سلطان (ناصر) قلعہ میں داخل ہو گیا اور وہاں ایوان شاہی میں عید کا عظیم جشن منایا اور عوام سے حلف (وفاداری کا) لیا۔

سلار کو سبکدوشی کی اجازت

سلطان نے سلار کو بھی خلعت عطا کیا اس کے بعد سلار نے سلطان سے اپنی جاگیروں کی طرف جانے کی اجازت مانگی تو سلطان نے اجازت دے دی۔ (اس کے بجائے) اس کا فرزند سلطان کا دربان مقرر ہوا اور وہ ماہ شوال کی تیسری تاریخ کو روانہ ہو گیا۔

مال و ذخیرہ ضبط

سلطان نے حکام کو اخمیم بھیجا۔ انہوں نے جاشنگیر سے وہ تمام مال و دولت اور ذخیرہ چھین کر ضبط کر لیا جو وہ مصر سے لے گیا تھا۔

ان سب اشیا کو سرکاری خزانوں میں پہنچایا۔ ان کے ساتھ بیبرس جاشنگیر کے ممالیک کی وہ جماعت بھی لوٹ آئی جو خود بھی حکام تھے انہوں نے سلطان کے پاس واپس آنے کو ترجیح دی۔

حکام کا تقرر و تبادلہ

سلطان نے سیف الدین بکتمر جوکندار امیر جاندار کو مصر کا نائب السلطنت مقرر کیا اور قراسنقر منصور کو دمشق کا حاکم بنایا۔ وہاں کے باقی حاکم اقرم کو صرخد کا حاکم مقرر کیا۔ سیف الدین قبجق کو حلب کا نائب حاکم متعین کیا اور سیف الدین بہادر طرابلس کا حاکم مقرر ہوا اور وہ سب شام کی طرف اپنے عہدے حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔
سلطان نے ان امراء اور حکام کو گرفتار کر لیا جن پر اسے سازشوں کا شبہ تھا۔ اس نے ضیاء الدین ابوبکر کے بجائے فخر الدین عمر الخلیل کو اپنا وزیر مقرر کیا۔

بیبرس کی گرفتاری

بعد ازاں بیبرس جاشنگیر صہیون کی طرف روانہ ہوا (راستے) میں وہ حکام جو اس کے ساتھ تھے پلٹ کر سلطان کے پاس چلے گئے۔ سلطان نے ان میں سے کچھ کو اپنے ممالیک (غلاموں) میں شامل کر لیا اور کچھ کو قید کر دیا۔ اس کے بعد سلطان کی رائے تبدیل ہوئی اور اس نے قراسنقر اور بہادر کو جو ابھی غزہ میں مقیم تھے اور شام کی طرف روانہ نہیں ہوئے تھے یہ پیغام بھیجا کہ وہ دونوں بیبرس کو گرفتار کر لیں۔ چنانچہ ان دونوں نے اسے گرفتار کر کے ماہ ذوالقعدہ کے آخر میں (مصر کے شاہی) قلعہ بھیج دیا جہاں اس کو نظر بند کیا گیا اور وہ نظر بندی کی حالت میں ہی فوت ہوا۔

سلار کی نظر بندی

سلار نے سلطان ناصر کی حکومت قائم کرنے میں بہت کوشش کی تھی اور اسی نے اس کو بادشاہ بنایا تھا۔ اس لئے سلطان کو اس کے حقوق ادا کرنے کا بڑا خیال تھا۔ لہٰذا جب اس کی سلطنت مستحکم ہو گئی تو سلار نے سلطان سے یہ درخواست کی کہ وہ شوبک میں اپنی جاگیر کی طرف جانا چاہتا ہے تاکہ وہاں الگ تھلگ زندگی گزارے سلطان نے نہ صرف اس کو اجازت دی بلکہ اس کی جاگیر میں بھی اضافہ کیا اور اسے خلعت عطا کیا اور اس کے ممالیک (غلاموں) کی جاگیر میں بھی اضافہ کیا اور ایک سو ملازمین کو ان کی جاگیروں کے عطیہ کے ساتھ بھیجا۔ چنانچہ سلار ماہ شوال سنہ ۷۰۸ھ میں مصر سے شوبک کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد شوبک کے علاقہ کے ساتھ علاقہ الکرک کا اضافہ کر کے اسے جھنڈا' سنہری خلعت' بھاری اور قیمتی سواری اور جواہر دار پٹکا بھیجا گیا۔ سلار وہاں (امن و سکون کے ساتھ) رہنے لگا۔
سنہ ۷۱۰ھ میں سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ امراء کی ایک جماعت بغاوت کی سازش کر رہی ہے ان میں سلار کا بھائی بھی شریک ہے۔ لہٰذا سلطان نے ان سب کو گرفتار کر لیا اور سلار کے ان حامیوں اور ملازموں کو بھی گرفتار کر لیا جو مصر میں موجود تھے پھر سلطان نے علم الدین والی کو بھیجا تاکہ وہ سلار کو الکرک سے لے آئے تاکہ وہ (مصر میں) سکون اور اطمینان کے ساتھ رہے۔ چنانچہ وہ اسی سال کے ماہ ربیع الاول میں سلار کو لے آیا اور وہ (مصر میں) نظر بند کر دیا گیا اور اسی نظر بندی کی حالت میں وہ فوت ہو گیا۔

سلار کی بے اندازہ دولت

(سلار کی موت کے بعد) مصر اور الکرک میں اس کے مال و متاع اور ذخیرہ کو ضبط کر لیا گیا۔ اس کا مال و دولت' موتی جواہرات' کپڑے' زرہیں' مویشی اور اونٹ بے اندازہ تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ اپنی اراضی اور جاگیروں سے روزانہ ایک ہزار دینار کی آمدنی حاصل کرتا تھا۔

سلار کے حالات

سلار کا ابتدائی حال یہ ہے کہ جب اس نے تاتاریوں کی قید سے رہائی حاصل کی تو وہ علاء الدین علی بن منصور قلاون کا مولی ہو گیا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے والد قلاون سے متعلق ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا تعلق اشرف اور پھر اس کے بھائی محمد بن ناصر سے قائم رہا اور ہر ایک بادشاہ کے دور میں وہ اعلیٰ مرتبہ پر رہا۔ اس کی لاشین کے ساتھ بھی گہری دوستی تھی اس لئے وہ اس کے دور میں بھی خدمات لاتا رہا اور اس کا مقرب بارگاہ ہو گیا۔ وہ سلطان کی محبت حاصل کرنے کی انتہائی کوشش کرتا رہا تا آنکہ اسے زوال آ گیا۔

کہا جاتا ہے کہ جب وہ قید خانے میں ابھی جان کنی (عالم نزع) کی حالت میں تھا تو اسے لوگوں نے بتایا کہ "سلطان تم سے خوش ہو گیا ہے"۔ (اس بات سے وہ اس قدر خوش ہوا کہ) وہ فوراً لپک کر کھڑا ہو گیا اور پھر چند قدم چلنے کے بعد اس کا دم نکل گیا (وہ فوت ہو گیا)۔

حکام کے تقرر اور تبادلے

جب سلطان ناصر نے سیف الدین قفجق کو حلب کا نائب حاکم مقرر کیا تھا تو اس کے تھوڑے عرصے کے بعد وہ فوت ہو گیا۔ تب سلطان نے استدمرکرجی کو حلب کا نائب حاکم مقرر کیا۔ اس کا حماۃ سے سنہ ۷۱۰ھ میں یہاں تبادلہ کیا گیا تھا۔ (وہاں کے) لوگوں نے ان کے مظالم کی بہت شکایت کی تھی۔ اس لئے سلطان نے اسے گرفتار کر لیا اور دمشق کے حاکم قراسنقر منصوری کو حلب کا حاکم مقرر کیا اور ان کے بجائے سنہ ۷۱۱ھ میں دمشق کا حاکم سیف الدین کرائی منصوری کو مقرر کیا۔ پھر سلطان اس پر بھی ناراض ہو گیا اور اسے نظر بند کر دیا اور اس کے بجائے جمال الدین اقوش اشرفی کو الکرک سے منتقل کر کے دمشق کا حاکم مقرر کیا۔ جب طرابلس کا نائب حاکم محمد فوت ہو گیا تو اقوش افرم کو صرخد سے تبدیل کر کے وہاں کا نائب حاکم مقرر کیا گیا پھر سلطان نے مصر کے نائب السلطنت بکتمر جوکندار کو بھی گرفتار کر کے اسے قلعہ الکرک میں مقید رکھا اور اس کے بجائے بیبرس دواوار کو نائب السلطنت مقرر کیا۔

قراسنقر کی بیابان نوردی

جب سلطان حلب کے نائب حاکم قراسنقر سے بھی بدگمان ہو گیا تو وہ جنگل بیابانوں کی طرف بھاگ گیا اور وہاں (عرب قبائل کے سردار) مہنابن عیسیٰ کے ساتھ مل گیا۔ کہتے ہیں کہ قراسنقر نے سلطان سے حج ادا کرنے کی اجازت طلب کی' سلطان نے اجازت دے دی مگر جب وہ جنگل بیابانوں کے درمیان سے گزرا تو اسے یہ سفر مشکل معلوم ہوا اس لئے وہ لوٹ آیا۔ حلب میں جو حکام موجود تھے انہوں نے سلطان کی اجازت کے بغیر اسے داخل ہونے سے روکا۔ اس لئے وہ پھر دریائے فرات کی طرف لوٹ گیا اور وہاں پہنچ کر مہنابن عیسیٰ کو سلطان کے پاس اپنی سفارش کرانے کے لئے بھیجا۔ سلطان نے اس کی سفارش قبول کر کے اسے حلب کی حکومت پر بحال کر دیا۔

قراسنقر کی بغاوت

پھر سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ تاتاریوں کا بادشاہ خربندہ شام پر فوج کشی کرنے والا ہے۔ لہٰذا سلطان نے مصر سے شام کی طرف فوجیں بھیجیں اور شام کی فوجوں کو یہ ہدایت بھیجی کہ وہ ان (مصری) فوجیوں کے ساتھ حمص کے مقام پر شامل ہو جائیں۔ اس بات سے قراسنقر بدگمان ہو گیا اور وہ حلب سے نکل کر دریائے فرات کو عبور کر کے بھاگ گیا۔ پھر اس کے دل میں کچھ خیال آیا تو اس نے سلطان سے پناہ مانگی اور کہا کہ وہ دریائے فرات کے قریب قیام کرے گا۔ سلطان نے اس کے قیام کے لئے شوبک کا علاقہ جاگیر میں دینے کا وعدہ کیا مگر اس نے اس پر عمل نہیں کیا بلکہ وہ دریائے فرات کے قریب ایک مقام میں مہنا بن عیسیٰ (عرب قبائل کے سردار) کے ساتھ رہنے لگا۔ پھر (شام کے) دیگر امراء نے بھی سرکشی اختیار کی اور وہ بھی بھاگ کر (قراسنقر) کے پاس پہنچ گئے۔

تاتار کی حمایت

ان میں طرابلس کا نائب حاکم اقوش افرم بھی شامل تھا۔ ان سب نے (تاتاریوں کے بادشاہ) خربندہ کے ساتھ شامل ہونے کا مصمم ارادہ کیا اور وہ ماردین پہنچے۔ وہاں کے حاکم نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی اس نے انہیں نوے ہزار درہم دیئے اور ان کی خوراک اور رسد روانہ کی۔ وہاں سے وہ خلاط پہنچے جہاں انہیں خربندہ سے ملاقات کرنے کا اجازت نامہ موصول ہوا۔ چنانچہ وہ اس کے پاس پہنچے اور شام پر (حملہ کرنے کے لئے) آمادہ کیا۔

سازش کا الزام

جب سلطان (مصر) کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے شام کے حکام پر قراسنقر کے ساتھ ساز باز کرنے کا الزام لگایا۔ اس لئے انہیں ان کی فوج سمیت بلوا لیا۔ پھر اس نے قراسنقر کو ہٹا کر سیف الدین (سودی جمدار اشرفی) کو حلب کا نائب مقرر کیا اور اقوش کی بجائے بکتمر کو طرابلس کا حاکم مقرر کیا اور عرب (قبائل) کا سردار مہنا بن عیسیٰ کی جگہ اس کے بھائی فضل بن عیسیٰ کو مقرر کیا۔

شامی حکام کی گرفتاری

جب امراء و حکام (شام) مصر پہنچے تو سلطان کے حکم پر ان سب کو گرفتار کر لیا گیا اور دمشق کے حاکم اقوش اشرفی کو بھی گرفتار کر لیا اور اس کی جگہ تنکز ناصری کو سنہ ۷۱۲ھ میں حاکم مقرر کیا گیا اور باقی ماندہ اسلامی ممالک کی حکومت بھی اس کے سپرد کی گئی۔ سلطان نے اپنے نائب السلطنت بیبرس دوادار کو بھی گرفتار کر کے قلعہ الکرک میں قید کر دیا اور اس کی جگہ ارغون دوادار کو اپنا نائب السلطنت مقرر کیا۔

سلطان کی فوج کشی

سلطان نے قلعہ کے باہر فوجوں کو اکٹھا کیا اور اسی سال عیدالفطر کے بعد عراق کی طرف کوچ کیا۔ راستے میں اسے یہ اطلاع ملی کہ خربندا (شاہ تاتار) رحبہ پہنچا تھا اور اس کا محاصرہ کرنے کے بعد وہاں سے لوٹ گیا۔ (یہ سن کر) سلطان بھی دمشق کی طرف لوٹ گیا اور وہاں سے شام کے مختلف علاقوں میں فوجیں بھیجیں۔

فریضہ حج کی ادائیگی

پھر وہ الکرک کی طرف روانہ ہوا اور اسی سال فریضہ حج ادا کرنے کا ارادہ کیا اور الکرک سے حج کے سفر پر روانہ ہوا۔ وہ (حج سے فارغ ہو کر) سنہ ۷۱۳ھ میں شام واپس آ گیا۔ (یہاں آ کر) اس نے مہنا بن عیسیٰ کو اپنا طرف دار بنانے کے لئے پیغام بھیجا۔ مگر قاصد یہ پیغام لے کر آیا کہ اس نے اس کی یہ بات نہیں مانی اس کے بعد سنہ ۷۱۶ھ میں مہنا بن عیسیٰ خربندا کے پاس پہنچا۔ جہاں خربندا نے اسے عراق میں جاگیر بخشی اور وہ وہیں رہنے لگا۔ پھر وہ خربندا کی موت کے بعد ہی واپس آیا۔

حماۃ پر ایوبی خاندان کی حکومت

گزشتہ واقعات

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ شہر حماۃ تقی الدین عمر بن شہنشاہ بن ایوب کے ماتحت تھا۔ اس کو اس کے چچا سلطان صلاح الدین بن ایوب نے سنہ ۵۷۴ھ میں وہاں کا حاکم مقرر کیا تھا۔ چنانچہ یہ شہر اس کے قبضہ میں رہا یہاں تک کہ اس نے سنہ ۵۸۷ھ میں وفات پائی۔

پھر اس کا فرزند ناصر الدین محمد یہاں کا حاکم مقرر ہوا۔ اس کا لقب منصور تھا۔ وہ اپنے چچا سلطان صلاح الدین اور سلطان عادل کی وفات کے بعد سنہ ۶۱۷ھ میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا فرزند قلیج ارسلان حاکم ہوا۔ اس کا لقب ناصر تھا۔

اس کا بھائی مظفر جو ولی عہد تھا' کامل بن عادل کے پاس مقیم تھا چنانچہ اس نے اسے دمشق سے لشکر دے کر بھیجا اور اس نے اپنے بھائی سے یہ شہر چھین لیا اور خود حکومت کرنے لگا۔ جب وہ سنہ ۶۴۳ھ میں فوت ہوا تو اس کا فرزند محمدؒ منصور کا لقب اختیار کر کے وہاں حکومت کرنے لگا۔

فتنۂ تاتار کا اثر

جب تاتاریوں نے شام پر حملہ کیا تو یوسف ابن عبدالعزیز کے ساتھ جو شام کا بادشاہ تھا حاکم حماۃ منصور اور اس کا بھائی افضل بھاگ کر مصر پہنچ گئے۔

پھر انہیں مصر کے ترکوں سے بھی خوف لاحق ہوا تو یہ جماعت ہلاکو کے پاس پہنچ گئی۔ مگر منصور (حاکم حماۃ) مصر ہی میں مقیم رہا۔ اس عرصے میں ہلاکو نے شام پر قبضہ کر کے ناصر اور تمام ایوبی امراء کا خاتمہ کر دیا۔

جب ہلاکو خان اپنی قوم کے فتنہ و فساد کی وجہ سے شام سے لوٹ آیا تو سلطان قطز نے شام پر حملہ کر کے اسے تاتاریوں کے قبضہ سے آزاد کرا لیا اور اس کی تمام سرحدوں اور شہروں پر حکومت کرنے لگا۔ اس وقت اس نے منصور کو حماۃ کی حکومت پر بحال کر دیا اور وہ وہاں کا حاکم ہو گیا۔

منصور کی بحالی

منصور نے (حاکم بننے کے بعد بھی) مصر کی طرف اپنی آمدورفت جاری رکھی۔ وہ تاتاریوں کے خلاف قلاون کے ساتھ اس جنگ میں شریک ہوا جو سنہ ۶۸۰ھ میں حمص کے مقام پر ہوئی تھی۔

اس نے ارمینیہ وغیرہ کی طرف بھی جنگی مہمیں بھیجی تھیں اور سلاطین مصر جب مطالبہ کرتے تھے تو وہ اپنی فوجیں لے کر ان کے پاس پہنچتا تھا۔ اس کی وفات سنہ ۶۸۳ھ میں ہوئی۔

مظفر بن منصور کی حکومت

اس کے بعد سلطان قلاون نے منصور کے فرزند مظفر کو اپنے باپ کی عملداری کا حاکم بنایا اور اس نے بھی (سلاطین مصر کے ساتھ) سابقہ رویہ برقرار رکھا اور جب لاشین کے بعد ناصر محمد بن قلاون مصر کا حاکم تسلیم کیا گیا تو سنہ ۶۹۸ھ میں اس کی وفات ہو گئی۔

قراسنقر کی حکومت

اب منصور کی نسل منقطع ہو گئی تھی اس لئے سلطان مصر نے ایک ترکی حاکم قراسنقر کو حماۃ کا حاکم مقرر کیا۔ اس کا تبادلہ ضیبہ کے مقام سے کیا گیا تھا اور اسے ہدایات دی گئی تھیں کہ وہ ایوبی خاندان اور دیگر افراد کی جاگیریں بحال رکھے۔

کتبغا کا تقرر

اس کے بعد قازان شام پر غالب آ گیا اور سنہ ۶۹۹ھ میں وہ واپس چلا گیا تو بیبرس اور سلار نے وہاں پہنچ کر تاتاریوں کے تسلط سے شام کو آزاد کرایا۔ اس جنگ میں مصر کے سابق سلطان کتبغا نے جسے لاشین نے تخت سے اتار دیا تھا اور وہ صرخد کا نائب حاکم مقرر تھا بہادرانہ کارنامے انجام دیئے اور بیبرس اور سلار کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیا تھا اور ان کے ساتھ دمشق بھی گیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے اسے حماۃ کا حاکم مقرر کیا۔

کیتغا نے اس کے بعد ارمینیہ کی طرف فوج کشی کی اور سلطان ناصر کے ساتھ مل کر سنہ ۷۰۲ھ میں تاتاریوں کو شکست دی۔ اس کے بعد وہ حماۃ واپس لوٹ آیا اور وہیں اس کا انتقال ہوا۔

مختلف حکام

سلطان مصر نے اس کے بعد سیف الدین قبجق کو (حماۃ) کا حاکم مقرر کیا مگر جب سلطان مصر واپس مصر روانہ ہونے لگا تو اس نے سیف الدین قبجق کو حلب کا نائب حاکم مقرر کیا اور اس کی جگہ ایدمرکجی کو حماۃ کا حاکم مقرر کیا مگر جب قبجق فوت ہو گیا تو ایدمر کا حماۃ سے حلب کی طرف تبادلہ کر دیا گیا۔

اسماعیل عماد الدین

منصور حاکم حماۃ کا بھائی افضل علاء الدین منصور کی زندگی ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ اس کا ایک فرزند تھا جس کا نام اسماعیل تھا اور لقب عماد الدین تھا۔ اسے علم و ادب کا بہت شوق تھا اور اسے علم و ادب کا بہت بڑا حصہ ملا تھا۔ چنانچہ اس کی تاریخی کتاب (تاریخ ابو الفداء) بہت مشہور ہوئی۔

ابو الفداء کا تقرر

سلطان ناصر جب قلعہ الکرک سے واپس اپنے پایۂ تخت کی طرف روانہ ہوا تو اس نے ایوبی خاندان کے ساتھ احسان کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس نے علاء الدین اسماعیل[1] (ابو الفداء) کو سنہ ۷۱۹ھ میں حماۃ کا حاکم مقرر کیا۔ اس کا لقب المؤید تھا۔ وہ حماۃ کا حاکم رہا۔ یہاں تک کہ سنہ ۷۲۲ھ میں اس کی وفات ہو گئی۔ اس کی وصیت کے مطابق سلطان ناصر نے اس کے فرزند افضل محمد کو اس کا جانشین مقرر کیا۔

ایوبی حکومت کا خاتمہ

جب سلطان ناصر قلاون نے سنہ ۷۴۱ھ میں وفات پائی تو اس کے آزاد کردہ غلام قوص نے خود سلطنت کا انتظام سنبھال لیا اور سلطان ناصر قلاون کے فرزند ابو بکر محمد کو حاکم مقرر کیا۔ اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ افضل کو حماۃ کی حکومت سے معزول کیا اور اس کی جگہ طقزدمول کو نائب حاکم بنا کر بھیجا۔ افضل اس کے بعد دمشق چلا گیا اور وہیں سنہ ۷۴۳ھ میں فوت ہو گیا۔ یوں حماۃ کے علاقے سے بھی ایوبی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

بغاوت کی سرکوبی

سلطان ناصر نے سنہ ۷۱۳ھ میں لشکر لے کر الاہرام کا قصد کیا بظاہر اس کا مقصد سیر و تفریح تھا مگر واقعہ یہ تھا کہ اسے مصر کے بالائی حصے (صعید) میں عربوں کے فتنہ و فساد کی یہ اطلاع ملی تھی کہ وہ مسافروں کے قافلوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں لہٰذا اس نے وہاں کے ہر علاقے میں فوجیں بھیجیں اور انہیں تباہ و برباد کرنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ (باغی) مغلوب ہو گئے اور ہر علاقے سے ان کا صفایا کر دیا گیا اور جو ان کے پیچھے تھے وہ سب بھاگ کر منتشر ہو گئے۔

---

[1] دیگر مورخین کا بیان ہے کہ ابو الفداء اسماعیل عالم و ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بہادر بھی تھا۔ اور اس نے سلطان ناصر بن قلاوون کے لشکر میں رہ کر تاتاریوں کے خلاف جنگ میں شجاعت کے کارنامے انجام دیئے جس سے متاثر ہو کر اس نے اسے حماۃ کا مطلق العنان حاکم مقرر کر دیا۔ تاریخ کے علاوہ اس نے جغرافیہ میں بھی ایک کتاب تقویم البلدان کے نام سے لکھی تھی جو مصر و شام اور عرب و ایران کے حالات پر ایک اہم اور مستند کتاب ہے۔ یہ یورپ میں بہت مقبول ہوئی (مترجم)

فتح ملطیہ

سلطان نے سنہ ۷۱۴ھ میں ارمینیہ کے علاقہ ملطیہ پر فوج کشی کی اور اسے بزورِ شمشیر فتح کر لیا۔ اس مقصد کے لئے تنکز حاکم دمشق شام کی فوجوں اور مصر کے چھ جرنیلوں کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ اس نے ماہ محرم سنہ ۷۱۵ھ میں ملطیہ کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں ارمن عیسائی اور عرب تھے اور تھوڑے سے وہ مسلمان بھی تھے جنہوں نے جزیہ قبول کر رکھا تھا۔ جنگ کے بعد انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو شاہی لشکر بزور شمشیر شہر میں داخل ہو گیا اور ان کا صفایا کر کے ان کے بادشاہ کو قیدیوں کے ساتھ گرفتار کر کے سلطان کے پاس لے آئے۔

سلطان نے ان کے بادشاہ کی جاں بخشی کی اور اسے انعام و اکرام سے نوازا۔ اس کے بعد جب سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ یہ بادشاہ سلاطین عراق سے خط و کتابت کر رہا ہے تو اسے قید خانے میں ڈال دیا۔

سنہ ۷۱۵ھ میں سلطان نے حلب سے آمد کے علاقہ عرقیہ کی طرف فوجیں بھیجیں۔ انہوں نے اس علاقہ کو فتح کر لیا۔ دو سال بعد ۷۱۷ھ میں دوبارہ فوجیں اڈ آئیں تو اسے بھی فتح کر لیا اور اسے تباہ کر کے وہاں سے بہت سا مالِ غنیمت حاصل کیا۔

حکام کا تقرر اور معزولی

سنہ ۷۱۸ھ میں سلطان طرابلس کے حاکم سیف الدین بکتمر سے ناراض ہو گیا جو اقوش افرم کے بعد حاکم مقرر ہوا تھا۔ چنانچہ اسے گرفتار کر کے مصر لایا گیا اور اس کی جگہ سیف الدین کستائی کو حاکم مقرر کیا جب وہ فوت ہو گیا تو شہاب الدین قرطائی کو حاکم مقرر کیا۔ اس کا حمص سے تبادلہ کیا گیا تھا اور حمص کا حاکم سیف الدین اقطائی کو مقرر کیا گیا۔

سنہ ۷۱۸ھ میں جاشنگیریہ (کی جماعت کے سردار) طغائی حسامی کو گرفتار کیا گیا اور اسے صفد کے نائب حاکم بکتمر حاجب کی جگہ مقرر کیا گیا۔ پھر سلطان اس سے ناراض ہو گیا تو اسے گرفتار کر کے سلطان کے پاس لایا گیا۔ سلطان نے اسے اسکندریہ میں قید کر دیا اور حمص سے اس کا تبادلہ کر کے سیف الدین اقطائی کو صفد بھیجا اور حمص کا حاکم بدر الدین بکتوت کرمانی کو مقرر کیا۔

عمارات کی تعمیر

سلطان محمد بن قلاون نے سنہ ۷۱۱ھ میں مصر میں نئی جامع مسجد کی تعمیر کا آغاز کیا اور اس کے لئے نفع بخش اوقاف مقرر کئے۔

پھر سلطان موصوف نے سنہ ۷۱۴ھ میں شاہی محل قصر ابلق کی تعمیر کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ سب سے شاندار شاہی محل ثابت ہوا۔

سلطان نے سنہ ۷۱۸ھ میں حکم نافذ کیا کہ قلعہ کی جامع مسجد کی توسیع کی جائے چنانچہ اس کے چاروں طرف سے گھروں کو گرا کر اس جامع مسجد کی اس حد تک توسیع کی گئی جو آج کل موجود ہے۔

سلطان نے سنہ ۷۲۳ھ میں حکم دیا کہ سریاقوس میں اس کے رہنے کے لئے محلات تعمیر کئے جائیں چنانچہ (ان محلات کی تعمیر کے بعد) اس کے سامنے ایک بڑی خانقاہ تعمیر کی گئی جو اس کے نام سے منسوب ہے۔

سنہ ۷۳۳ھ میں سلطان نے حکم دیا کہ شاہی قلعہ کے اندر ایک عظیم الشان دربار ہال تعمیر کیا جائے جہاں وہ دربار منعقد کرے اور وہیں اس کا تخت شاہی ہو۔ سلطان نے اس کا نام دار العدل رکھا۔

شاہی حج و زیارت

سلطان ناصر محمد بن قلاون نے اپنے عہد حکومت میں تین مرتبہ حج کیا۔ سب سے پہلے سنہ ۷۱۳ھ میں حج کیا۔ جب قراسنقر نائب حاکم حلب، اقوش افرم حاکم طرابلس اور مہنا بن عیسیٰ امیر عرب کا خاتمہ ہو گیا تھا اور (تاتاری امیر) خربندہ شام پہنچ کر رحبہ آ کر واپس چلا گیا تھا۔ اس وقت سلطان ناصر مصر سے شام پہنچا اور جب اسے معلوم ہوا کہ خربندہ واپس چلا گیا ہے تو وہ وہاں سے حج کے ارادہ سے نکلا اور سنہ ۷۱۳ھ میں فریضہ حج ادا کر کے شام واپس آ گیا۔

دوسرا حج

سلطان نے دوسرا حج سنہ ۷۱۹ھ میں کیا' چنانچہ شاہی سواری ماہ ذوالقعدہ کے آخر میں مصر سے روانہ ہوئی۔ اس کے ساتھ حاکم حماۃ المؤید (ابو الفداء) اور شہزادہ محمد بھی روانہ ہوا جو شہنشاہ ہندوستان (دہلی) سلطان علاء الدین کا بھانجا تھا جب سلطان نے فریضہ حج ادا کیا تو سلطان علاء الدین کا بھانجا شہزادہ محمد وہاں سے یمن کی طرف روانہ ہوا اور سلطان مصر آ گیا۔

مصر آ کر (حج کی خوشی میں) سلطان نے (خاندان) بنو حسن کے امیر مکہ رمیثہ کو (قید خانہ سے) رہا کر دیا اور ان کو بھی چھوڑ دیا جو اس کے قید خانہ میں مقید تھے۔ اس کے بعد اس نے امیرِ مکہ اور دوسرے رہا شدہ قیدیوں کو انعام و اکرام سے نوازا۔

تیسرا حج

سلطان نے تیسرا حج سنہ ۷۳۲ھ میں کیا۔ اس وقت اس کے ہمراہ حاکم حماۃ' افضل بن المؤید (ابو الفداء) تھا۔ وہ بھی اپنے والد کے معمول کے مطابق سلطان کا ہمرکاب رہتا تھا۔ سلطان اس حج سے سنہ ۷۳۳ھ میں واپس آیا (مصر آ کر) اس نے حکم دیا کہ خانہ کعبہ کے دروازہ کو چاندی کا بنایا جائے۔ چنانچہ اس میں پینتیس ہزار درہم صرف ہوئے۔

بکتمر کی وفات

جب وہ اس حج سے واپس آیا تو سلطان کا عظیم ترین امیر اور خواص بکتمر ساقی فوت ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اسے زہر دیا گیا تھا۔ بکتمر' بیبرس جاشنگیر کے غلاموں میں سے تھا۔ پھر جب وہ سلطان ناصر کے پاس پہنچا تو اس نے اسے ساقیوں کا امیر مقرر کیا۔ اس کے بعد سلطان کے ساتھ اس کے تعلقات اس قدر گہرے ہو گئے اور ان کی دوستی اس قدر مستحکم ہو گئی کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تھے۔ یا تو وہ دونوں سلطان کے محل میں ہوتے تھے یا خود بادشاہ ان کے گھر پہنچ جاتا تھا۔ بکتمر بہت ماہر سیاست دان تھا۔ اس نے اپنی وفات کے بعد بے شمار مال و دولت' جواہرات اور (دیگر قیمتی اشیاء کے) ذخیرے چھوڑے۔

اہلِ نوبہ کے حالات

جزیہ کی ادائیگی

بیبرس اور منصور قلاون کے عہد میں ترکوں نے نوبہ کے علاقے پر لشکر کشی کی تھی کیونکہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فتح مصر کے وقت ان پر جزیہ مقرر کیا تھا۔ ان کے بعد مصر کے جو بادشاہ (اور حکام) ہوئے انہوں نے بھی یہ جزیہ ان پر برقرار رکھا۔ اہل نوبہ اکثر اس کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرتے تھے یا اس کو ادا کرنے سے انکار کرتے تھے۔ لہٰذا ایسے موقع پر مصر سے مسلمانوں کی فوجیں آ کر ان پر حملہ کرتی تھیں تو وہ پھر درست ہو جاتے تھے۔

نوبہ کے حکام

جب سنہ ۶۸۰ھ میں سلطان قلاون کی فوجوں نے نوبہ کے علاقے پر حملہ کیا تھا تو ان کا بادشاہ دنقلہ کے مقام پر تھا اور اس کا نام سمامون تھا۔ موجودہ زمانہ (عہد ناصر بن قلاون) میں اہل نوبہ کے بادشاہ کا نام آئی تھا۔ ہمیں یہ نہیں معلوم کہ آیا وہ سمامون کا خود ہی جانشین ہے یا ان دونوں کے درمیان کوئی بادشاہ مقرر ہوا۔ اسی زمانے میں ان کے شاہی خاندان کا ایک فرد مصر چلا آیا۔ اس کا نام نشلی تھا' وہ مسلمان ہو گیا تھا اور اسلام کے فرائض کا بہت پابند بن گیا تھا۔ اس لئے سلطان نے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا اور وہ مصر ہی میں مقیم رہا۔

مسلمان حاکم کی حکومت

سنہ ۷۱۶ھ میں کربیس (شاہ نوبہ) نے جزیہ ادا کرنا بند کر دیا تو سلطان نے (اس کی سرکوبی کے لئے) لشکر بھیجا اور اس کے ساتھ نشلی کو بھی روانہ کیا جو ان کے شاہی خاندان میں سے تھا اور مسلمان ہو گیا تھا۔ کربیس ان کا مقابلہ کرنے سے گھبرایا اور وہ الابواب کے شہر کی طرف بھاگ گیا۔ لہٰذا لشکر مصر واپس آ گیا اور نشلی مسلمان ہونے کے باوجود نوبہ کا بادشاہ بن گیا۔

اہلِ نوبہ کا اسلام قبول کرنا

سلطان مصر نے الابواب کے بادشاہ سے کربیس کو طلب کیا تو اس نے کربیس کو سلطان کے پاس بھیج دیا اور وہ وہاں رہنے لگا۔ کچھ عرصہ کے بعد اہلِ نوبہ نے سازش کر کے کچھ عربوں کی امداد سے نشلی کو قتل کر دیا۔ پھر انہوں نے کربیس کو لانے کے لئے ایک رقعہ الابواب بھیجا مگر وہ مصر میں تھا۔ سلطان کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے کربیس کو نوبہ کے علاقے میں بھیجا چنانچہ وہ وہاں پہنچ کر نوبہ کا بادشاہ بن گیا۔ (پھر اہلِ نوبہ جب مسلمان ہو گئے تو) ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے ان پر سے جزیہ کا حکم دور کر دیا گیا۔

نوبہ کی سلطنت کا خاتمہ

اس کے بعد قبیلہ جہینہ کے عرب نوبہ کے علاقے میں آباد ہو گئے اور انہوں نے اسے اپنا وطن بنا کر اس پر قبضہ کر لیا اور فتنہ و فساد برپا کرنے لگے۔ نوبہ کے حکام نے ان کا مقابلہ کرنا چاہا مگر ناکام ہو گئے۔ پھر ان سے مصالحت کے طور پر شادی بیاہ کرنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور عجمی رسم و رواج کے مطابق قبلہ جہینہ کے عرب فرزند بہن اور بھانجے کے مالک بننے لگے اور ان کا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور قبیلہ جہینہ کے عرب بدو ان کے ملک پر قابض ہو گئے۔ بدوانہ نظام کے مطابق کوئی ایک دوسرے کی اطاعت قبول نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا وہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے اور اس علاقے کی کوئی ملکی حیثیت برقرار نہیں رہی۔ بلکہ اہلِ نوبہ بھی عرب بدوؤں کی طرح خانہ بدوش قوم بن گئی اور وہ سرسبز اور بارش کے مقامات کی تلاش میں گھومنے پھرنے لگے اور عرب بدوؤں کے ساتھ رشتہ داری قائم کرنے کی وجہ سے وہ بھی انہی کے رسم و رواج اپنانے لگے اس لئے ان کی سلطنت کا نام و نشان مٹ گیا۔

ارمینیہ کے باقی حالات

ارمینیہ کے گذشتہ حالات

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بلادِ روم میں تاتاریوں کے نمائندے ایدغری نے ارمینیہ کے بادشاہ ہیثوم کو قتل کر دیا تھا اور اس کے بعد اس کا بھائی اوسیر بن لیون سیس کے مقام میں تخت نشین ہو گیا تھا۔ اس نے ترکمانوں کے بادشاہ قرمان کے ساتھ سنہ ۷۱۹ھ میں جنگ کی تھی جس میں قرمان نے اسے شکست دے دی تھی تاہم اوسیر بن لیون ارمینیہ کا بادشاہ رہا۔ جب وہ فوت ہوا تو اہلِ ارمینیہ نے اس کے بارہ سال کے نوعمر فرزند لیون ثانی کو تخت نشین کیا۔

اس سے پہلے سلطان ناصر نے اوسیر سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ ان قلعوں سے دست بردار ہو جائے جو شام کے قریب تھے مگر اس نے انکار کیا۔ لہٰذا اس کے خلاف شام کی فوجیں بھیجی گئی تھیں انہوں نے اس کے ملک کو تباہ و برباد کر دیا۔ اس کے بعد اوسیر فوت ہو گیا تھا۔

ارمینیہ کی فتوحات

اس کے بعد سلطان ناصر نے حلب کے نائب حاکم کبتغا کو حکم دیا کہ وہ (ان کے پایہ تخت) سیس پر حملہ کرے۔ چنانچہ وہ فوجیں لے کر ان کے شہر میں سنہ ۷۳۶ھ میں داخل ہو گیا اور ہر سمت سے اس کا صفایا کیا۔ اس نے قلعہ نقیر کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا تھا اور

(ارم)نوں کی بڑی تعداد کو قیدی بنا لیا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی تعداد تین سو تھی۔
جب شہر ایاس کے عیسائیوں کو اطلاع ملی تو وہ ان مسلمانوں پر جو وہاں موجود تھے ٹوٹ پڑے اور ان ارمنوں کی حمایت میں جو ان کے ہم مذہب عیسائی تھے' انہیں زندہ جلا دیا۔

فتح ایاس

تھوڑے عرصے کے بعد بلاد روم میں مغلوں کے نمائندہ اور منتظم دمرواش بن جوبان نے سلطان مصر کو اطلاع دی کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے پھر اس نے فوجی امداد بھی طلب کی تاکہ ارمنی عیسائیوں کے خلاف جہاد کرے۔
سلطان نے اس کی درخواست منظور کی اور سنہ ۷۳۷ھ میں دمشق' حلب اور حماۃ سے فوج جمع کر کے شامی فوجوں کو اس کے پاس بھیج دیا۔ چنانچہ ان سب نے مل کر ایاس کے شہر کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا اور سے تباہ و برباد کر دیا۔ وہاں کی شکست خوردہ فوجوں نے پہاڑوں میں پناہ لی۔ مگر حلب کی فوجوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اس کے بعد یہ فوجیں اپنے شہروں کی طرف لوٹ گئیں۔

دیگر فتوحات

سنہ ۷۶۱ھ میں حلب کا نائب حاکم بندمرخوارزمی سیس پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس نے اذنہ' طرطوس اور مصیصہ کے علاقے فتح کئے۔ اس کے بعد اس نے کلال و الجزیرہ اور سباط کلا اور تمرور کے قلعے بھی فتح کر لئے۔ اس نے اذنہ اور طرطوس میں الگ الگ حاکم مقرر کئے اور پھر وہ حلب لوٹ آیا۔
اس کے بعد حلب کا حاکم عشقیم انصاری مقرر ہوا تو وہ سنہ ۷۷۶ھ میں فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس نے سیس اور اس کے قلعہ کا دو مہینے تک محاصرہ کئے رکھا۔ جب ارمنوں کے پاس خوراک کا ذخیرہ ختم ہو گیا اور وہ اس طویل محاصرہ سے تنگ آ گئے تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور پناہ طلب کی۔ ان کے بادشاہ نکفور' اس کے امراء اور فوجیں شہر سے نکل کر عشقیم کے پاس پہنچیں اور اس نے ان سب کو مصر بھیج دیا اس کے بعد سلطان نے سیس اور اس کے تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا اس کے بعد ان علاقوں کے ارمنوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

تاتاریوں کی دو سلطنتیں

اس زمانے میں تاتاریوں کی دو وسیع سلطنتیں قائم تھیں۔ ان میں سے ایک ہلاکو کے خاندان کی سلطنت تھی جس نے بغداد فتح کر لیا تھا اور عراق کے اسلامی مرکز پر مسلّط تھی۔ اس خاندان نے اس کو اپنا پایۂ تخت مقرر کیا' حالانکہ عراق عجم' فارس' خراسان اور ترکستان (ماوراء النہر) کے ممالک بھی اس کے ماتحت تھے۔
تاتاریوں کی دوسری سلطنت پر دوشی خان بن چنگیز خان کی اولاد قابض تھی۔ یہ سلطنت شمالی علاقے خوارزم کے قریب تھی اور مشرق میں قرم تک اور جنوب میں قسطنطنیہ کی حدود تک پھیلی ہوئی تھی اور مغرب میں مملکت بلغا کا احاطہ کئے ہوئے تھی۔

تاتاری سلطنتوں کی خانہ جنگیاں

ان دونوں سلطنتوں کے درمیان جھگڑے ہوتے تھے اور جنگیں برپا رہتی تھیں جو پڑوسی سلطنتوں کا معمول ہے۔ مصر و شام کی ترک سلطنت خاندان ہلاکو کی سلطنت کے قریب تھی۔ ہلاکو کی یہ تاتاری سلطنت شام کا علاقہ فتح کرنا چاہتی تھی اس لئے وہاں بار بار حملہ کرتی تھی اور اپنے حامی عرب اور ترکمان قبائل کو ورغلا کر ان سے امداد حاصل کرتی تھی جیسا کہ ان کے حالات میں مذکور ہے۔ ان کے سلاطین کے درمیان جو جنگیں ہوتی تھیں ان میں کسی ایک کا پلہ بھاری نہیں ہوتا تھا بلکہ اکثر اتفاق ہوتا تھا کہ دوشی اور ہلاکو کے تاتاری خاندانوں کی باہمی جنگوں سے فائدہ اٹھا کر (مسلمان حکومتیں) غالب آ جاتی تھیں۔ وہ دوشی خان کے خاندان کی سلطنت سے بہت دور تھیں کیونکہ مصر و شام کی سلطنت کے درمیان دیگر ممالک حائل تھے اس لئے ترک اسلامی سلطنت کے شمالی سلطنت سے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے۔

شمالی سلطنت سے مصالحت

چنانچہ ہر وقت ان میں باہمی خط و کتابت اور مصالحت کے لئے نامہ و پیام جاری رہتے تھے۔ ترک سلاطین دوشی خاں کی سلطنت ہلاکو خاندان کے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے' تا کہ وہ خراسان اور ان کے آس پاس کے علاقوں کی طرف پیش قدمی کرتے رہیں اور شام کی طرف نہ بڑھ سکیں اور یوں ان کا علاقہ ان کی یلغار سے محفوظ رہے۔ (سیاسی طور پر) ترک سلطنت کے آغاز ہی سے ان کا یہ معمول تھا۔ چنانچہ دوشی خاں خاندان کے سلاطین ان کے اس رویہ کو بہت پسند کرتے تھے اور ہلاکو کے خاندان کے مقابلے میں یہ چیز ان کے باعث فخر تھی۔

شمالی سلطنت سے رشتۂ ازدواج

جب دوشی خاں کا سلطان ازبک سنہ ۷۱۳ھ میں صرائے میں تخت نشین ہوا تو بلاد روم میں اس کا نائب قطلغمیر مقرر ہوا۔ حسب معمول مصر سے اس کے پاس سفیروں کا وفد آیا۔ اس موقع پر قطلغمیر نے ان کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ تاتار کے شاہی خاندان کی خاتون سے سلطان ناصر کا رشتہ کرا دیا جائے بشرطیکہ سلطان موصوف اس کے بارے میں منظوری دیں۔

شادی کے قافلہ کی روانگی

تاتاری لوگوں کا خیال تھا کہ ان کے سلاطین کی یہ عادت رہی ہے (کہ وہ دوسرے سلاطین کو اپنی بیٹیاں دیتے تھے) لہٰذا سلطان نے اس قسم کے رشتہ کی منظوری دے دی اور اس مقصد کے لئے چھ سال تک سفیروں اور تحائف کا تبادلہ ہوتا رہا یہاں تک کہ یہ رشتہ طے ہو گیا اور ان تاتاریوں نے سلطان کی منگیتر طلنباش بنت طغاجی بن ہندو ابن بکر بن دوشی کو سنہ ۷۲۰ھ میں ایک بڑے محمل کی زیر قیادت بھیج دیا۔ ان کے ہمراہ ان کے امراء اور برہان الدین امام ازبک بھی تھے۔ وہ قسطنطنیہ کے راستے سے گزرے تو (شاہ) لشکری نے ان کی بے حد تعظیم و تکریم کی۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے ان پر ساٹھ ہزار دینار صرف کئے۔ وہاں سے وہ بحری راستے سے اسکندریہ پہنچے۔

شاہی قافلہ کا استقبال

وہاں سے وہ قافلہ مصر کی طرف ایک گاڑی میں روانہ ہوا جس پر سونے اور ریشم کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ اس جلوس کی قیادت ان کے دو غلام کر رہے تھے اور یہ قافلہ نہایت شان و شوکت کے ساتھ اسکندریہ سے روانہ ہوا۔

جب شاہی قافلہ مصر کے قریب پہنچا تو سلطان کے دونوں نائب سلطنت ارغون اور بکتمر ساقی' فوج اور سلطان کے وکیل کریم الدین لے کر پیشوائی کے لئے پہنچے اور نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ خاتون کو شاہی محل میں پہنچایا گیا۔

رسم نکاح

اس قافلہ کی آمد کے تیسرے دن قلعہ کی جامع مسجد میں قاضیوں' علماء اور مختلف درجوں کے دیگر افراد کو بلایا گیا۔ وہ مہمان جو آئے تھے انہیں خلعت عطا کیا گیا۔ اس کے بعد سلطان کے وکیل اور ازبک کے وکیل کی موجودگی میں رسم نکاح ادا کی گئی۔ اس کے بعد مجمع منتشر ہو گیا۔ یہ تقریب قابل دید تھی۔

معاہدۂ صلح کی تکمیل

سنہ ۷۲۲ھ میں بغداد اور عراق کے حاکم ابو سعید کے قاصد (مصر) پہنچے۔ ان میں قاضی توریز بھی شامل تھے۔ انہوں نے مصالحت' اتحاد' اسلامی شعائر اور حج کو برقرار رکھنے' راستوں کی درستی اور دشمنان اسلام سے جہاد کرنے کی تجاویز پیش کیں۔ سلطان نے ان کی تجاویز منظور کر لیں اور سیف الدین محمدی کو بھیجا تا کہ وہ ان کے ساتھ معاہدہ کر کے ان تجاویز کو عملی جامہ پہنائے۔ سلطان نے بہت

بیش قیمت تحائف بھی ساتھ بھیجے۔ چنانچہ جب سلطان کا قاصد سنہ ۷۲۳ھ میں واپس آیا تو سلطان ابو سعید کے قاصد اور جوبان اس کے ہمراہ تھے۔ یوں باہمی معاہدہ تکمیل پذیر ہوا۔

اس سے پیشتر ازبک صاحب سرائے (تاتاریوں کی شمالی سلطنت) اور سلطان ابو سعید کے درمیان ازسرنو اختلافات پیدا ہو گئے تھے کیونکہ جوبان سلطان ابو سعید پر مسلط ہو گیا تھا اور وہ مغل تاتاریوں کے درمیان فتنہ و فساد برپا کر رہا تھا۔

ازبک کی امداد

اس سے پہلے جوبان اور حاکم خوارزم (ماوراء النہر، ترکستان) کے درمیان جنگ ہو رہی تھی جس میں ازبک نے اسے فوجی امداد دی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ ازبک نے خراسان کے اکثر شہروں کو فتح کر لیا۔ چونکہ اس اثناء میں اس کے سلطان ناصر کے ساتھ سمدھیانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے اس لئے اس نے سلطان ابو سعید اور جوبان کے برخلاف فوجی امداد طلب کی تو سلطان ناصر نے اس کے ساتھ تعاون کیا۔

ابو سعید سے صلح

جب سلطان ابو سعید نے مصالحت کی درخواست کی تو سلطان ناصر نے اس کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ جب ازبک کو مصالحت کی خبر ملی تو اُن وقت سلطان ناصر کے قاصد اس کے دربار میں موجود تھے۔ اس نے اس موقع پر سخت کلامی کی اور سلطان کو ناراضگی کا خط لکھا۔

سلطان ناصر نے معذرت کرتے ہوئے یہ تحریر کیا کہ "انہوں نے اسے شعائر اسلامی قائم کرنے کی دعوت دی تھی لہٰذا اس معاملے میں وہ پیچھے نہیں رہ سکتا تھا"۔ ازبک نے اس کا یہ عذر قبول کر لیا۔

سلاطین کے درمیان مصالحت

اس کے بعد جب جوبان نے ازبک سے خراسان کے چھینے ہوئے علاقے واپس لے لئے تو ازبک اور سلطان ابو سعید کے درمیان مصالحت کا سلسلہ شروع ہوا اور ان تمام سلاطین نے آپس میں صلح کر لی اور کچھ عرصے کے لئے جنگ بندی ہو گئی۔ بعد میں حالات اور واقعات میں زبردست انقلاب آیا۔

حکامِ حجاز کے حالات

یہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ قتادہ نے ہاشمی خاندان سے مکہ معظمہ اور حجاز کی حکومت چھین لی تھی۔ اس کے بعد یہ حکومت اس کی اولاد میں قائم رہی اور ان میں ابو نمی ان پر غالب رہا۔ اس کا اصل نام و نسب محمد بن ابو سعید علی بن قتادہ تھا۔ وہ سنہ ۷۰۲ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اس کے دو فرزند رمیثہ اور خمیصہ حجاز کے حاکم ہوئے۔ انہوں نے اپنے دو بھائیوں عطیفہ اور ابو الغیث کو نظربند کر دیا۔ جب مصری سلطنت کے دو سربراہوں یعنی بیبرس اور سلار نے حج کیا تو وہ دونوں بھائی اپنی نظربندی کے مقام سے بھاگ کر ان کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے شکایت کی کہ ان کے دونوں بھائیوں رمیثہ اور خمیصہ نے انہیں بہت تکالیف دی ہیں۔

حکامِ حجاز کی گرفتاری

ان دونوں حکام یعنی بیبرس اور سلار نے ان دونوں کی فریاد رسی کی اور رمیثہ اور خمیصہ کو گرفتار کر کے مصر پہنچا دیا اور ان کی جگہ عطیفہ اور ابو الغیث کو (حجاز کا) حاکم بنایا۔ انہوں نے اس مقصد کے لئے ان دونوں کو ایدمر کوبکی کے ہمراہ سلطان کے پاس بھجوایا جو انہیں اپنے لشکر کے ساتھ لے گیا۔

سلطان نے ان سے خوش ہو کر ان دونوں بھائیوں کو رمیثہ اور خمیصہ کی جگہ حاکم مقرر کیا اور سنہ ۷۱۳ھ میں دوبارہ اپنی فوجیں ان دونوں کے ساتھ بھیجیں۔ رمیثہ اور خمیصہ ملک سے بھاگ نکلے، اس کے بعد شاہی لشکر واپس آ گیا۔

بھائیوں کی خانہ جنگی

ابو الغیث اور عطیفہ حکومت کرنے لگے مگر (تھوڑے عرصہ کے بعد) رمیثہ اور خمیصہ واپس آ کر جنگ کرنے لگے۔ جس میں ابو الغیث اور عطیفہ کو شکست ہوئی اور دونوں مدینہ پہنچ کر منصور بن حماد سے مدد کے طالب ہوئے۔ چنانچہ اس نے ان دونوں کو بنو عقبہ اور بنو مہدی کے افراد کے ذریعے مدد پہنچائی۔ پھر بطن مرو کے مقام پر ان (چاروں بھائیوں) کی جنگ ہوئی۔ جس میں ابو الغیث کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ رمیثہ اور خمیصہ نے دوبارہ حکومت حاصل کر لی۔ ان کا (مخالف) بھائی عطیفہ بھی ان کے ساتھ مل گیا تھا۔

سلطان کی مداخلت

سنہ ۷۱۵ھ میں ان بھائیوں میں پھر جنگ ہوئی۔ اس وقت رمیثہ اپنے دونوں بھائیوں کے خلاف فریاد لے کر سلطان (مصر) کے پاس پہنچا۔ سلطان نے اس کے ساتھ لشکر بھیجا' جسے (دیکھ کر) خمیصہ قبیلہ مدن کی طرف بھاگ گیا۔ شاہی لشکر نے اس کا پیچھا کیا۔ شہر والوں نے اس کے ساتھ مل کر جنگ کی' مگر شکست کھائی تاہم خمیصہ بذاتِ خود بچ نکلا۔ جب مصری فوجیں لوٹ گئیں تو خمیصہ واپس آ گیا۔ لہٰذا رمیثہ نے پھر سلطان سے مدد طلب کی تو سلطان نے فوجیں بھیجیں (انہیں دیکھ کر) خمیصہ بھاگ گیا۔ بعد ازاں واپس آ کر اس نے اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ صلح کر لی۔

سنہ ۷۱۸ھ میں عطیفہ سلطان مصر کے پاس پہنچا تو سلطان نے اس کے ہمراہ فوجیں بھیجیں انہوں نے رمیثہ کو پکڑ کر سلطان کے پاس پہنچا دیا جہاں اسے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔

اس کے بعد عطیفہ مکہ معظمہ میں حکومت کرنے لگا اور خمیصہ دربدر مارا پھرتا رہا۔ آخر میں وہ تاتاری بادشاہ عراق خربندا کے پاس پہنچ گیا اور حجاز کے حاکم کے برخلاف اس سے امداد طلب کی تو اس نے اسے اپنی فوجیں دے کر بھیجا۔

مکروہ سازش کی افواہ

اس وقت عوام الناس میں یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ خمیصہ نے ان رافضیوں سے مل کر جو خربندہ کے پاس تھے' یہ مکروہ سازش کی تھی کہ وہ شیخین (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ) کی لاشوں کو ان کے مزاروں سے نکال پھینکیں گے۔ مسلمانوں پر یہ اطلاع بہت ناگوار گزری۔ چنانچہ مہنا (عرب سردار) کے بھائی محمد بن عیسٰی نے جو خربندہ کے پاس رہتا تھا۔ مذہبی غیرت اور ثواب حاصل کرنے کے لئے اس کا تعاقب کیا اور راستے میں اس سے جنگ کر کے اسے شکست دی۔

کہا جاتا ہے کہ اس نے اس کے قبضے سے وہ کلہاڑیاں اور پھاوڑے بھی برآمد کیے جو اس مقصد کے لئے لے جائے جا رہے تھے۔ محمد بن عیسٰی کے اس کارنامے سے سلطان (مصر) بہت خوش ہوا۔

دوبارہ خانہ جنگی

خمیصہ سنہ ۷۱۸ھ میں مکہ معظمہ آیا تو سلطان ناصر نے اس کے مقابلے کے لئے فوجیں بھیجیں تو وہ فرار ہو گیا۔

رمیثہ کو سنہ ۷۱۹ھ میں رہائی ملی تو وہ حجاز کی طرف بھاگ نکلا۔ اس کے ساتھ اس کا وزیر علی بن ہنجس بھی تھا مگر اسے راستے ہی میں پکڑ کر قید کر دیا گیا۔ جب سلطان سنہ ۷۲۰ھ میں حج سے واپس آیا تو اس وقت اسے رہا کیا گیا۔

خمیصہ کا قتل

سنہ ۷۲۰ھ میں خمیصہ نے پناہ حاصل کرنے کے لئے سلطان کو درخواست دی اس وقت ممالیک مصر کی ایک بڑی جماعت بھاگ کر وہاں پہنچی ہوئی تھی۔ انہیں اندیشہ ہوا کہ وہ اس کے ہمراہ سلطان کے دربار میں پیش ہوں گے۔ اس لئے انہوں نے خمیصہ کو اچانک قتل کر

پھر وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے (سلطان کو قتل کی اطلاع مل گئی تھی) اس نے رمیثہ کو قید سے رہا کر دیا تھا اس لئے سلطان نے اسے اختیار دیا (کہ وہ جسے چاہے سزا دے) مگر اس نے اپنے بھائی کے اصل قاتل سے انتقام لیا اور باقی افراد کو معاف کر دیا۔
بعد ازاں سلطان نے رمیثہ کو مکہ معظمہ کی طرف بھیج دیا اور اس کے بھائی عطیفہ کے ساتھ مل کر اسے بھی حاکم بنا دیا اور وہ دونوں حکومت کرنے لگے۔

سلطان کی فریاد رسی

سنہ ۷۲۱ھ میں عطیفہ ' ینبوع کے حاکم قتادہ کو لے کر بارگاہ سلطانی میں پہنچا۔ قتادہ اپنے چچا زاد بھائی عقیل کے خلاف فریاد لے کر آیا جس نے اس کے فرزند کو قتل کر دیا تھا۔
سلطان نے اس کی فریاد رسی کی اور اس کی مدد کے لئے فوجیں ارسال کیں۔ اس نے ان دونوں کو انعام و اکرام کے ساتھ رخصت

شرفاء اور غلاموں کا بلوہ

سنہ ۷۳۱ھ میں مکہ معظمہ میں بہت بڑا بلوہ ہوا۔ وہاں کے غلاموں نے امراء اور ترکوں کی ایک بڑی جماعت کو قتل کر دیا تھا۔ لہٰذا سلطان نے ایدغمش کو بہت بڑے لشکر کے ساتھ بھیجا (جسے دیکھ کر) وہاں کے شرفاء اور غلام دونوں بھاگ گئے۔ البتہ رمیثہ (حاکم مکہ) نے حاضر ہو کر اطاعت کا اقرار کیا۔ پھر اس نے حلف اٹھا کر ان واقعات سے اپنی بریت (بے تعلقی) کا اظہار کیا۔ سلطان نے اس کی معذرت قبول کر لی اور اسے معاف کر دیا۔ اس کے بعد وہ اپنی موت تک حکومت کرتا رہا۔ بعد ازیں حکومت اس کے دونوں فرزندوں عجلان اور ثقبہ کے درمیان گردش کرتی رہی تا آنکہ عجلان خود مختار ہو گیا اور اس کے بعد اب موجودہ زمانے میں اس کی اولاد حکمران ہے۔

سوڈان اور مالی کے حالات

سوڈان کا ملک مغرب کے صحرا کے قریب پہلی اور دوسری اقلیم میں واقع ہے۔ وہاں کئی قسم کی سیاہ فام قومیں رہتی ہیں۔ بحر اوقیانوس کے قریب صوصو کی قوم آباد ہے جو غانا کے علاقہ کی حاکم ہے وہ فتوحات کے زمانے میں مسلمان ہو گئے تھے۔
جغرافیہ میں روجیر کی کتاب کے مولف (ادریسی) نے بیان کیا ہے کہ "بنو عبد اللہ بن حسن بن الحسن کی ایک شاخ بنو صالح کی اس پر حکومت تھی اور یہ بہت عظیم ملک ہے"۔
اس کے بارے میں ہمیں دوسرے ذرائع سے تحقیق نہیں ہو سکی۔ دوسری بات یہ ہے کہ بنو حسن میں صالح نام کے شخص کا ہمیں علم نہیں ہے اس کے علاوہ اہل غانا یہ تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ صوصو قوم کے علاوہ اور کوئی خاندان ان کا حاکم رہا تھا۔
صوصو قوم کے مشرق میں مالی ہے۔ ان کا پایہ تخت شہربنی میں ہے۔ ان کے بعد مشرق کی سمت کوکو قوم ہے ان کے بعد کے علاقے میں تکرور کی قوم ہے۔ تکرور اور نوبہ کے درمیان کانم وغیرہ کا قبائل ہیں۔

مالی کی وسیع سلطنت

زمانے کے انقلاب کے ساتھ ساتھ حالات بھی بدلتے رہے۔ چنانچہ مالی قوم اپنے پیچھے اور سامنے کے صوصو اور کوکو کے علاقوں پر غالب ہو گئی اور آخر میں وہ تکرور کے علاقوں پر بھی غالب آ گئی اور ان کی سلطنت بہت وسیع ہو گئی۔ چنانچہ ان کے پایہ تخت شہربنی مغرب میں تمام سوڈان کا پایۂ تخت بن گیا۔ اس قوم نے اسلام بھی قبول کر لیا تھا۔

مالی کے سلاطین کے حج

مالی قوم کے متعدد سلاطین نے حج کیا تھا۔ ان کا سب سے پہلا بادشاہ جس نے حج کیا تھا برمندار ہے۔ ان کے بعض علماء اس کا نام برمندانہ بتاتے ہیں۔ اس نے حج کرنے کے لئے جو راستہ اختیار کیا تھا اسی کو بعد کے سلاطین نے بھی اختیار کیا۔

(سلطان مصر) ظاہر بیبرس کے زمانے میں جس بادشاہ نے حج کیا تھا اس کا نام منساولی بن ماری جاطہ تھا۔ اس کے بعد ان کے آزاد کردہ غلام صاکورہ نے حج کیا۔ یہ غلام بادشاہ ان کے ملک پر مسلط ہو گیا تھا اور اس نے کوکو کے شہر کو فتح کیا تھا۔

سلطان ناصر کے زمانے میں اور اس کے بعد کے زمانے میں منسا موسیٰ نے حج کیا جیسا کہ بربر سلطنتوں کے حالات میں اس کا تذکرہ کیا جائے گا۔ جب بربر قوم صنہاجہ اور لمتونہ سلطنتوں کا حال بیان کیا جائے گا۔

شاہِ تکرور کی تعظیم

جب مُوسیٰ (منسا) مغرب کے علاقے سے حج کے لئے روانہ ہوا تو اس نے اس صحرا کا راستہ اختیار کیا جو مصر کے اہرام کے پاس نکلتا تھا۔ اس نے سلطان ناصر کو بہت بڑا تحفہ پیش کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں پچاس ہزار دینار تھے۔ سلطان نے اسے بڑے قبرستان کے قریب کے محل میں ٹھہرایا جو اس کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ سلطان نے اس سے اپنی مجلس (خاص) میں ملاقات کی اور اس سے گفتگو کر کے اسے انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ اسے زادِ راہ بھی دیا اور گھوڑے اور خچر بھی پیش کئے۔

سلطان نے (تکرور کے بادشاہ) کے ہمراہ اس کی خدمت کے لئے اپنے افسر بھیجے جو اس کی اس وقت تک خدمت کرتے رہے یہاں تک کہ اس نے سنہ ۷۲۴ھ میں فریضہ حج ادا کیا اور پھر واپس آیا۔

راہ سے بھٹکنا

اس بادشاہ کو حجاز کے راستے میں ایک مصیبت کا سامنا کرنا پڑا جس سے اس نے بڑی مشکل سے جان بچائی۔ وہ پریشانی یہ تھی کہ سفر میں راستہ سے بھٹک گیا۔ وہ اپنی قوم کے ساتھ عرب رہنماؤں سے جدا ہو گیا تھا ان کے لئے یہ راستے نامعلوم تھے لہٰذا وہ نہ کسی بستی تک پہنچ سکے اور نہ کوئی پانی کا گھاٹ ملا چنانچہ وہ ایک سمت کی طرف چلتے رہے یہاں تک کہ وہ سویس کے علاقے میں گھس گئے وہاں انہیں مچھلی مل گئی اور وہ اسی کا گوشت کھاتے رہے۔ آخر کار عرب بدوؤں نے انہیں تلاش کر کے اس مصیبت سے نجات دلائی۔ (جب تکرور کا بادشاہ حج سے فارغ ہو کر مصر پہنچا تو) سلطان نے دوبارہ اس کی تعظیم و تکریم کی اور اسے بخشش سے مالا مال کیا۔

قرض لینا

کہا جاتا ہے کہ اس (بادشاہ) نے (اپنے حج کے) اخراجات کے لئے اپنے ملک سے چاندی کی بھری ہوئی سو بوریاں تیار کی تھیں ہر بوری میں تین قنطار چاندی تھی، مگر (راستے میں) وہ تمام خرچ ہو گئیں۔ لہٰذا اس نے بڑے بڑے تاجروں سے رقم قرض لی۔ اس کے ہمراہ بنو الکویک کے تاجروں کی جماعت تھی۔ انہوں نے اسے پچاس ہزار دینار قرض دیے۔ اس نے ان سے وہ محل خرید لیا جو سلطان نے اسے جاگیر کے طور پر دیا تھا۔

سراج الدین کویک نے اس کے ساتھ اس کے وزیر کو بھیجا تاکہ وہ اس کا قرض دیا ہوا مال لوٹا کر لائے مگر وہ وہاں فوت ہو گیا۔ سراج الدین نے پھر اپنا لڑکا بھیجا، وہ بھی وہاں مر گیا۔ تاہم اس کا فرزند فخر الدین ابو جعفر کچھ حصہ لے کر آیا۔ مگر منسا موسیٰ اس کی وفات سے پہلے فوت ہو گیا اس لئے وہ اس سے کچھ حاصل نہیں کر سکے۔

یمن کے حالات

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ علی بن رسول یمن کا خود مختار حاکم ہو گیا تھا۔ وہ اپنے آقا یوسف اتسز بن الکامل بن العادل ایوب کی وفات کے بعد' جو مسعود کے لقب سے مشہور تھا' بادشاہ بن بیٹھا۔ اس سے پہلے وہ مسعود کا افسر مال اور اس کی سلطنت کا مختار تھا۔ جب وہ سنہ ھ میں فوت ہوا تو علی بن رسول نے مسعود کے فرزند موسیٰ اشرف کو (برائے نام) بادشاہ مقرر کیا اور خود اس کی نگرانی اور کفالت کرتا

اس کے بعد وہ خود یمن کا بادشاہ بن گیا' بعد میں اس کی اولاد یمن کی سلطنت کی وارث ہوئی اور یہ سلطنت اس کے خاندان میں ابھی تک (تا عہد ابن خلدون) برقرار ہے۔

نہ جنگیاں

سنہ ۷۲۱ھ میں یمن کی سلطنت مجاہد علی بن داود المؤید بن یوسف المظفر بن عمر بن منصور بن علی بن رسول کی طرف منتقل ہوئی۔ اس زمانے میں ان کے چچا زاد بھائی جلال الدین بن اشرف نے بغاوت کی تو مجاہد اس پر غالب آیا اور اس نے اس کو نظر بند کر دیا۔

پھر سنہ ۷۲۳ھ میں اس کے چچا منصور نے بغاوت کی اور مجاہد کو قید کر دیا۔ جب مجاہد قید سے رہا ہوا تو اس نے اپنے چچا منصور کو ست دی اور اسے نظر بند کر دیا۔

ی امداد کی درخواست

سنہ ۷۲۴ھ میں منصور کے فرزند عبداللہ الظاہر نے اپنے والد کی طرف سے بادشاہت کا دعویٰ کر دیا اور مجاہد کے ساتھ برسرپیکار ہو اس وقت مجاہد نے سلطان مصر ناصر سے فوجی امداد طلب کی کیونکہ وہ اور اس کی قوم اس کی مطیع و فرماں بردار تھے۔ وہ اس کے پاس ج کے طور پر مال و دولت' تحائف اور یمن کی نادر اور عمدہ چیزیں بھیجتے تھے۔

ت کا قلع قمع

لہٰذا سلطان نے بیبرس حاجب اور طینال کی زیر قیادت جو اس کے عظیم ترین افسروں میں سے تھے' فوج بھیجی۔ چنانچہ جب وہ یمن عدن کے مقام پر مجاہد نے ان سے ملاقات کی۔ مصری افسروں نے فریقین میں صلح کرانے کی کوشش کی' اس شرط پر کہ ظاہر کے پاس ں کا علاقہ رہے مگر یمن کا بادشاہ مجاہد ہی رہے گا۔ پھر انہوں نے جو فتنہ پرداز تھے' انہیں قتل کر دیا اور تمام یمن کے علاقوں میں گشت لگا ں کے باشندوں کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ مجاہد کے مطیع و فرماں بردار ہو جائیں۔ اس کے بعد وہ بارگاہ سلطانی کی خدمت کے لئے واپس لیے ہوئے۔

زادہ احمد کی حکمرانی

جب سلطان ناصر کی سلطنت وسیع اور مستحکم ہو گئی اور اس کی اولاد زیادہ ہو گئی تو اس نے اپنے لڑکے کو حاکم بنانے کا ارادہ کیا تاکہ وہ ں سے لطف اندوز ہو۔ لہٰذا اس نے اپنے بڑے فرزند احمد کو سنہ ۷۲۶ھ میں قلعہ الکرک کا حاکم بنا کر بھیجا اور ان امراء و حکام کی جو ن کے عہدوں پر مقرر تھے صحیح ترتیب قائم کی۔

ہزادہ احمد نے قلعہ الکرک پہنچ کر وہاں چار سال تک حکومت کی۔ اس کے والد (سلطان ناصر) اپنی زندگی میں اس کو حاکم دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

شہزادے کے ختنوں کی رسم

پھر سلطان نے سنہ ۷۳۰ھ میں شہزادہ کو واپس بلا لیا اور اس کے ختنہ کی مسنون رسم ادا کی اور اس تقریب میں ایک جشن منعقد کیا
سلطان نے شہزادہ کے ختنے کے موقع پر اپنے امراء اور خواص کے فرزندوں کا انتخاب کیا اور ان کے ختنے بھی کرائے۔
پھر سلطان نے شہزادہ کو اس کے دارالحکومت الکرک میں واپس بھیج دیا جہاں وہ سلطان ناصر کی وفات تک حکومت کرتا رہا۔

جوبان اور اس کی اولاد

چونکہ سلطان ابو سعید بن خربندا نوعمر تھا اس لئے تاتاری سلطنت کا نائب حاکم جوبان خود مختار بنا ہوا تھا۔ وہ اس کے والد خربندا کے عہد میں بھی اسی طرح خود مختار تھا۔ جوبان نے اپنے فرزند مرواش کو بلاد روم کا حاکم مقرر کر دیا۔

نائب کا قتل

اس کے بعد ان کی شمالی سلطنت کے حاکم ازبک سے خراسان کے معاملے میں خانہ جنگی شروع ہو گئی لہٰذا جوبان سنہ ۷۲۹ھ میں خراسان کی مدافعت کے لئے روانہ ہوا اور اس نے بغداد میں سلطان ابو سعید کے پاس اپنے فرزند خواجہ دمشق کو نائب مقرر کیا۔ اس کے دشمنوں نے سلطان سے اس کے خلاف شکایتیں بیان کیں اور اس کے ایسے افعال شنیعہ سے مطلع کیا جسے وہ برداشت نہ کر سکا لہٰذا اس نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

جوبان کی بغاوت اور قتل

اس کے والد جوبان کو یہ اطلاع ملی تو اس نے بغاوت کا اعلان کر دیا۔ مگر سلطان ابو سعید جلد خراسان پہنچ گیا اس لئے اس کے ساتھیوں نے اسے چھوڑ دیا اور جوبان بھاگ گیا مگر ہرات کے مقام پر پکڑا گیا اور اس کا کام تمام کر دیا گیا۔ تاہم سلطان ابو سعید نے اس کے اہل و عیال کو یہ اجازت دے دی کہ وہ اسے وہاں لے جا سکتے ہیں جہاں اس نے مدفون ہونے کی وصیت کی تھی۔ چنانچہ وہ اس کی لاش مدینہ منورہ لے گئے مگر انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کے لئے حاکم مصر سے اجازت لینی ضروری ہے لہٰذا اسے بقیع کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

دمرداش کا فرار

جب جوبان کے فرزند دمرداش کو جو بلاد روم کا حاکم تھا' اپنے باپ کے قتل کی اطلاع ملی تو اسے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہوا لہٰذا وہ بھاگ گیا۔ اس نے اپنے آزاد کردہ غلام ارق کو شہر کے انتظام کے لئے چھوڑا اور اسے سیواس کے مقام پر ٹھہرایا۔

مصر میں قیام

جب دمرداش دمشق پہنچا تو نائب حاکم اس سے ملاقات کے لئے آیا اور اسے اپنے ہمراہ مصر لے گیا۔ سلطان ناصر نے اس کا استقبال اور اس کی تعظیم و تکریم کی۔ اس کے ہمراہ ساٹھ افسران تھے اور تقریباً ایک ہزار فوجی سوار تھے۔ سلطان نے ان سب کے ٹھہرنے کا بندوبست کیا اور ان کے لئے وظائف مقرر کر دیئے اور وہ سب اس کے پاس رہنے لگے۔

سلطان ابو سعید کا پیغام

یہاں پہنچنے کے بعد سلطان ابو سعید کے قاصد سلطان ناصر کے پاس پہنچے اور اس سے صلح نامہ کی شرائط پورا کرنے کا مطالبہ کیا۔ انہوں

نے سلطان کو آگاہ کیا کہ دمرداش اور اس کا باپ دونوں بدکردار تھے اور وہ زمین میں فتنہ و فساد کی کوشش کرتے رہتے تھے لہٰذا وہ شرعی قصاص کے مستحق ہیں۔

سلطان مصر نے یہ پیغام بھجوایا کہ وہ بھی اسی طرح حکمِ خداوندی کی تعمیل نائب حلب قراسنقر کے بارے میں کرے جو سنہ ۷۱۲ھ میں اقوش افرم کے ساتھ خربندا کے پاس بھاگ کر چلا گیا تھا اور اس نے (خربندا نے) ورغلایا تھا کہ وہ شام کے علاقہ پر قبضہ کر لے مگر یہ منصوبہ مکمل نہ ہو سکا اور وہ خربندا کے پاس رہنے لگے تھے۔

خربندا نے اقوش افرم کو ہمدان کا حاکم مقرر کیا تھا اور جب وہ سنہ ۷۱۶ھ میں فوت ہو گیا تو اس کے دوست قراسنقر کو ہمدان کا حاکم مقرر کیا تھا۔

خط وکتابت کا تبادلہ

جب یہ واقعہ یاد دلایا گیا تو سلطان ابو سعید کا فرزند اپنی قوم کی ایک جماعت کو لے کر سلطان ناصر کے پاس آیا۔ اس نے صلح نامہ کی پابندی کرنے اور سلطان سے سمدھیانہ کا رشتہ قائم کرنے پر زور دیا۔ چنانچہ ان لوگوں کے شایانِ شان ان کی تعظیم و تکریم کی گئی۔

بہرحال ان دونوں بادشاہوں میں خط و کتابت اور تحائف کا تبادلہ ہوتا رہا یہاں تک کہ ان دونوں نے وفات پائی۔

شام کے عرب قبائل

شام میں مہنا بن عیسیٰ عرب قبائل کا سردار تھا جو آلِ فضل کہلاتا تھا۔ یہ قبائل شام الجزیرہ نجد و حجاز کے درمیان سفر کیا کرتے تھے۔ ان کے قافلے سال کے دونوں موسموں میں سفر کرتے تھے۔ ان کا نسب نامہ قبیلہ طے تک پہنچتا تھا۔ زبید' کلب' ہذیل اور مذحج کے قبائل ان کے حلیف تھے تاہم طاقت اور تعداد کے لحاظ سے آل مراد ان کا مقابلہ کرتا تھا۔

ماہرین انساب کا خیال ہے کہ فضل اور مراد ربیعہ کے فرزند تھے۔ وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ فضل کی نسل آل مہنا اور آل علی میں منقسم ہے اور آل فضل کے تمام افراد حوران کی سرزمین میں آباد تھے مگر آلِ مراد نے ان پر غالب آ کر انہیں وہاں سے نکال دیا لہٰذا وہ حمص اور اس کے گرد و نواح میں مقیم ہو گئے مگر ان کا حلیف قبیلہ زبید حوران ہی میں مقیم رہا۔ چنانچہ وہ ابھی تک وہیں آباد ہیں اور وہاں سے نہیں گئے ہیں۔

آلِ فضل کا غلبہ

مورخین کا بیان ہے کہ آل فضل اپنے ملک کے سلاطین سے وابستہ ہو گئے تھے اس لئے انہوں نے آلِ فضل کو عرب قبائل کا سردار بنایا اور انہیں شام و عراق کے درمیان گزر گاہوں اور راستوں کو درست رکھنے (اور وہاں امن و امان قائم کرنے) پر مقرر کیا۔ یوں آل مراد پر ان کا پلہ بھاری ہو گیا اور شام کے سرد مقامات میں وہ ان پر غالب آ گئے چنانچہ ان کے بدوانہ سفر شام کی سرحدوں کے اندر ہی ہوتے تھے اور وہ قریب کے نخلستانوں اور دیہاتوں میں ٹھہرتے تھے اور بہت کم جنگلوں میں اقامت اختیار کرتے تھے۔ ان کے ساتھ ان کے حلیف قبائل مذحج' عامر اور زبید بھی خانہ بدوشوں کی طرح پھرا کرتے تھے۔

بنو حارثہ

ان عرب قبائل میں سے آل مراد کے علاوہ جو قبیلہ تعداد اور ساز و سامان کے لحاظ سے زیادہ طاقت ور تھا وہ قبیلہ طے کی شاخ میں سے بنو حارثہ بن سنبس کا قبیلہ تھا۔ مجھے ان عربوں کے مستند ماہر (نسب) نے یہی بتایا ہے۔

بنو حارثہ کا یہ قبیلہ ابھی تک شام کے اونچے ٹیلوں پر مسلط ہے اور وہ آبادی سے باہر رہتا ہے۔
آل فضل کی سیادت اس زمانے میں بنو مہنا کو حاصل ہے۔ وہ اپنا نسب نامہ آخر میں سبیع پر ختم کرتے ہیں۔

غلط روایت

ان کے عوام کا یہ بیان ہے کہ سبیع وہ شخص تھا جو جعفر بن یحییٰ برمکی کے تعلق سے مامون الرشید کی ہمشیرہ عباسہ کے ہاں پیدا ہوا تھا مگر ہارون الرشید اور اس کی ہمشیرہ کے بارے میں یہ قول سراسر بہتان ہے۔ اس طرح عرب کے (شریف) قبیلہ طے کے بزرگوں کو عجم کے برمکی غلاموں کے خاندان سے منسوب کرنا بھی صحیح نہیں ہے پھر یہ بات بھی عقل اور وجدان کے خلاف ہے کہ وہ لوگ جو صحیح النسب نہ ہوں وہ عرب قبیلہ کے سردار بن جائیں۔

سیادت کا آغاز

ہم اپنے مقدمہ میں اس واقعہ کی تردید کر چکے ہیں کہ بنو مہنا کی سرداری کا آغاز بنو ایوب کی سلطنت سے ہوا۔ چنانچہ عماد اصفہانی اپنی کتاب 'البرق السامی' میں یوں تحریر فرماتے ہیں:
"جب ملک عادل مرج دمشق میں مقیم ہوا تو اس کے ساتھ عیسیٰ بن محمد بن ربیعہ بھی تھا جو عرب کے بدوؤں کا سردار تھا"۔

بنو جراح کی سیادت

اس سے پہلے فاطمی عہد حکومت میں عرب بدوؤں کے سردار قبیلہ طے کا ایک خاندان بنو جراح تھا۔ ان کا بزرگ مفرج بن دغفل بن جراح تھا۔ اس کے دائرہ اختیار میں رملہ تھا۔ جب سلاطین بویہ کا آزاد کردہ غلام افتگین عراق میں بختیار سے شکست کھا کر بھاگا تو مفرج اسے گرفتار کر کے (سلطان) المعز کے پاس لے گیا۔ اس (فاطمی سلطان) نے (اس کارنامے پر) اس کا بہت اعزاز و اکرام کیا اور اسے ترقی کے عہدہ پر پہنچایا۔

حسان کے کارنامے

مفرج سنہ ۴۰۴ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کے یہ چار فرزند تھے۔ حسان، محمود، علی، جران۔ ان میں سے حسان اس کا جانشین تھا۔ اسے بہت شہرت حاصل ہوئی۔ اس کے فاطمی حکام کے ساتھ مقابلے رہتے تھے۔ یہی وہ شخص تھا جس نے رملہ کو تباہ و برباد کیا اور ان کے سپہ سالار ہاروق ترکی کو شکست دے کر اسے مار ڈالا تھا اور ان کی عورتوں کو قیدی بنا لیا تھا اور اسی شخص کی تباہی نے مدح کی تھی۔
عبیدی (فاطمی) سلطنت کے مورخ مسبحی وغیرہ نے حسان بن مفرج کے رشتہ داروں میں فضل بن ربیعہ بن حازم اور اس کے بھائی بدر بن ربیعہ کا تذکرہ بھی کیا ہے اور غالباً" یہ فضل وہی ہے جو آلِ فضل کا جدِ اعلیٰ ہے۔

فضل کے حالات

(مورخ) ابن الاثیر کا بیان ہے۔
"فضل بن ربیعہ بن حازم کے آباء و اجداد بلقاء اور بیت المقدس کے حاکم تھے اور یہ فضل کبھی فرنگیوں کی حمایت کرتا تھا اور کبھی مصر کے خلفاء (فاطمی حکام) کا ساتھ دیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سلطنت تتش کا نگران اور دمشق کا حاکم طغتکین اسے ناپسند کرتا تھا اور ان نے اسے شام سے نکال باہر کیا تھا۔ چنانچہ وہ صدقہ بن مزید کے پاس چلا گیا تھا اور اس کا حلیف بن گیا تھا۔ اس نے جب وہ دمشق آیا تھا تو ہزار دینار سے اس کی مدد کی تھی۔
جب سنہ ۵۰۰ھ اور اس کے بعد صدقہ بن مزید نے سلطان محمد بن ملک شاہ کے خلاف بغاوت کی اور دونوں برسرپیکار ہو گئے تو یہ

بن حاکم موصل، قرواش بن شرف الدولہ، مسلم بن قریش اور بعض وہ ترکمانی حکام جو صدقہ بن مزید کے دوست تھے، اکٹھے ہو گئے اور ان کے اگلے دستوں میں شریک ہو کر سلطان کی طرف بھاگ گئے۔ سلطان نے ان کا استقبال کیا اور انہیں خلعت عطا کئے۔
سلطان نے فضل بن ربیعہ کو بغداد میں صدقہ بن مزید کے گھر میں ٹھہرایا۔ اس کے بعد جب سلطان صدقہ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا تو فضل نے سلطان سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ وہ جنگل بیابان میں گھس کر صدقہ کا مقابلہ کرے گا۔ سلطان نے اسے اجازت دے دی۔ چنانچہ اس نے انبار کے مقام پر دریا عبور کیا اس کے بعد وہ سلطان کے پاس واپس نہیں آیا۔

آل جراح سے تعلق

مسبحی اور ابن الاثیر کے بیانات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فضل اور بدر در حقیقت آل جراح میں سے ہیں اور یہ بھی سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ فضل ان کا جدِ اعلیٰ ہے کیونکہ نسب نامہ میں وہ فضل بن علی بن مفرج تحریر کرتے ہیں۔ دوسرے (مورخین) فضل بن علی بن جراح تحریر کرتے ہیں۔ "غالباً" انہوں نے ربیعہ کو مفرج کی طرف منسوب کر دیا ہے کیونکہ وہ بنو الجراح کا بزرگ تھا اور یہ ہمارے سارے خانہ بدوش عرب اپنے نسب کو محفوظ نہ رکھ سکے۔

قبیلہ طے کی سیادت

قبیلہ طے کی سرداری کے بارے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ (قدیم زمانے میں) قبیلہ طے کا سردار ایاس بن قبیصہ تھا جو بنو نبس بن عمرو بن الغوث بن طے کی نسل سے تھا۔ جب نعمان بن المنذر مارا گیا تو آل منذر کے بعد ایران کے کسریٰ نے اسے حیرہ کا بادشاہ بنایا تھا اور اس نے فتح حیرہ کے موقع پر حضرت خالد بن الولیدؓ سے مصالحت کی تھی۔
اس کے بعد قبیلہ طے کی قیادت قبیصہ کے خاندان میں مسلمانوں کے ابتدائی زمانے میں رہی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آل فضل اور آل جراح انہی کی نسل میں سے تھے۔ اگر ان کی نسل منقطع ہو گئی تھی تو یہ دونوں خاندان ان کے قریبی قبیلوں سے تعلق رکھتے ہوں گے کیونکہ قبیلوں کا سردار انہیں بنایا جاتا تھا جو نہایت خالص شریف اور اعلیٰ خاندان کے ہوتے تھے۔

قبیلہ طے کی تاریخ

ابن حزم نے قبیلہ طے کے نسب کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ جب وہ (قبیلہ طے) یمن سے نکلے تو وہ کوہ اجاو سلمیٰ کے قریب مقیم ہوئے اور ان دونوں پہاڑوں کے درمیانی علاقہ کو اپنا وطن بنا لیا۔ قبیلہ اسد نے ان کے اور عراق درمیانی علاقے میں قیام کیا مگر پھر بھی ان (قبیلہ طے) کی بہت سی شاخیں آباد نہیں ہو سکیں جن میں بنو خارجہ ابن سعد ابن عبادہ شامل تھے۔ اس قبیلہ کو جدیلہ کہا جاتا ہے۔ یہ نام ان کی والدہ کی نسبت سے مشہور ہو گیا تھا جو تیم اللہ کی دختر تھیں۔ جیش اور اسعد بھی ان کے بھائی تھے۔ یہ لوگ فتنہ و فساد کی جنگ میں ان دونوں پہاڑوں کے علاقوں سے کوچ کر گئے تھے اور حلب اور حاضر طئی کے علاقوں میں پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے ان شہروں کو اپنا وطن بنایا مگر ان کی ایک شاخ بنو زبان ابن جندب بن خارجہ بن سعد کے افراد ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ہی مقیم رہے لہٰذا کوہستان کے باشندوں کو کوہستانی (جبلیون) اور اہل حلب اور حاضر طئی کے ان قبائل کو میدانی باشندے (سہلیون) کہا جانے لگا۔

بنو خارجہ سے تعلق

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شام میں بنو الجراح اور آل فضل کے جو قبائل تھے ان کا تعلق بنو خارجہ کے قبیلے سے تھا اور یہی وہ افراد تھے جن کے بارے میں ابن حزم نے بیان کیا ہے کہ وہ حاضر طئی تھے اور حلب کی طرف منتقل ہو گئے تھے کیونکہ بنو الجراح فلسطین میں مقیم تھے لہٰذا یہ مقامات قبیلہ کے اصل وطن کو اجاو سلمیٰ کی بہ نسبت ان کے لئے زیادہ قریب تھے۔ بہرحال خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کے

نسب کا کون سی شاخ سے تعلق قائم کرنا زیادہ صحیح ہو سکتا ہے۔

آلِ فضل کی امارت

اب ہمیں آلِ فضل کی سرداری کا حال بیان کرنا چاہیے۔ ان کی سرداری کا آغاز ایوبی سلطنت سے ہوا ہے۔ چنانچہ جیسا کہ ہم نے عماد کاتب اصفہانی کے حوالے سے بیان کیا ہے ملک عادل ایوبی کے زمانے میں ان عربوں کا امیر عیسیٰ بن محمد بن ربیع تھا۔ اس کے بعد حسام الدین مانع بن حذیفہ ہوا۔ وہ سنہ ۶۳۰ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا فرزند مہنا (امیر عرب) مقرر ہوا۔

جب مصر کا تیسرا سلطان قطز بادشاہ ہوا اور اس نے تاتاریوں کے قبضہ سے شام کا ملک حاصل کر لیا اور تاتاری لشکر کو عین جالوت کے مقام پر شکست دی تو اس نے سلمیہ کا علاقہ مہنا بن مانع کو حاکم حماۃ منصور بن مظفر کی عملداری سے نکال کر دے دیا۔ مہنا کی تاریخ وفات کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

عیسیٰ بن مہنا

جب مصر کے ترکوں کی سلطنت وسیع اور مستحکم ہو گئی اور سلطان ظاہر مستعصم کے چچا خلیفہ حاکم کو بغداد رخصت کرنے کے لئے دمشق کی طرف روانہ ہوا تو اس وقت اس نے عیسیٰ بن مہنا کو عرب قبائل کا امیر مقرر کیا اور راستوں کی حفاظت کے لئے اس نے اسے بہت سے جاگیریں عطا کیں اور اس کے چچا زاد بھائی زامل بن علی بن ربیعہ کو اس کی سرکشی اور بغاوت کی وجہ سے قید کر دیا۔

عیسیٰ بن مہنا نے عربوں کو اچھی طرح قابو کر لیا کیونکہ وہ اپنے والد کے برخلاف ان پر نرمی کرتا رہا۔ اس وجہ سے عرب قبائل اس کے زمانے میں درست رہے البتہ جب سنقر اشقر بھاگ کر ان کے پاس آیا تو انہوں نے ابغا (تاتاری سلطان) سے خط و کتابت شروع کر دی اور اسے ملک شام فتح کرنے پر آمادہ کرنے لگے۔

مہنا ثانی

جب عیسیٰ بن مہنا سنہ ۶۸۴ھ میں فوت ہو گیا تو منصور قلاون نے اس کے فرزند مہنا ثانی کو (امیر عرب) مقرر کیا۔ پھر جب اشرف بن قلاون شام کی طرف روانہ ہوا اور حمص کے مقام پر اس نے قیام کیا تو مہنا ثانی بن عیسیٰ اپنی قوم اور جماعت کے ساتھ اس سے ملاقات کے لئے آیا' اس وقت اس نے مہنا ثانی اور اس کے فرزند موسیٰ اور اس کے دونوں بھائیوں محمد و فضل بن عیسیٰ بن مہنا کو گرفتار کر کے مصر بھیج دیا جہاں وہ قید خانے میں رہے۔

جب کتبغا عادل تخت سلطنت پر سنہ ۶۹۴ھ میں بیٹھا تو اس نے مہنا اور اس کے ساتھیوں کو رہا کر دیا اور اس کو (امیر عرب کے عہدہ پر) بحال کر دیا۔

مہنا ثانی کی مخالفت

سلطان ناصر کے زمانے میں مہنا ثانی کو (مصری سلاطین سے) نفرت اور مخالفت رہی' وہ عراق کے تاتاری بادشاہوں کا حامی تھا' اسی لئے وہ غازان کی جنگوں میں بالکل شریک نہیں ہوا۔

جب سنقر اقوش افرم اور ان کے ساتھیوں نے سنہ ۷۱۲ھ میں بغاوت کا اعلان کیا تو (یہ عرب قبائل) ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور وہ اس کے پاس سے خربندا (تاتاری بادشاہ) کے پاس چلے گئے۔ وہ خود بھی سلطان سے ناراض رہا اور اپنے قبیلے ہی میں مقیم رہا کبھی سلطان سے ملاقات کرنے کے لئے نہیں گیا۔

فضل کا تقرر

مہنا ثانی کا بھائی فضل سنہ ۷۱۲ھ میں سلطان کے پاس وفد لے کر گیا تو سلطان نے اس کی ملاقات کا حق ادا کیا اور اس کے بھائی مہنا ثانی کی جگہ اسے عربوں کا امیر مقرر کیا اور مہنا ادھر ادھر مارا مارا پھرتا رہا۔ پھر وہ سنہ ۷۱۶ھ میں شاہ تاتار خربندا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اس کا استقبال کیا اور عراق میں اسے جاگیر بھی عنایت کی۔

مہنا ثانی کی بحالی

جب اسی سال خربند فوت ہو گیا تو مہنا ثانی اپنے قبائل کے پاس لوٹ آیا اور اس نے اپنے دونوں فرزندوں احمد و موسیٰ اور اپنے بھائی محمد بن عیسیٰ کو سلطان ناصر کے پاس معافی مانگنے کے لئے بھیجا۔ سلطان نے ان کا استقبال کیا اور انہیں قصر ابلق میں ٹھہرایا اور ان پر بہت احسانات کئے اس نے مہنا ثانی کو معافی دے دی اور اس کو اس کے عہدے اور جاگیر پر بحال کیا۔ یہ واقعہ سنہ ۷۱۷ھ میں ہوا۔

اسی سال اس کے فرزند عیسیٰ بن مہنا اور اس کے بھائی محمد اور آلِ فضل کی ایک بڑی تعداد نے جو بارہ ہزار افراد پر مشتمل تھی، حج کیا۔

آلِ فضل کی جلاوطنی

مہنا اس کے بعد پھر اپنی فطری سازشوں میں مشغول ہو گیا۔ اس نے تاتاریوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر لیا اور انہیں شام پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کرتا رہا۔ جب لگاتار اس کا یہی رویہ رہا تو نہ صرف سلطان مصر اس سے ناراض ہو گیا بلکہ اس کی تمام قوم اور قبائل اس کے خلاف ہو گئے۔ چنانچہ جب سنہ ۷۲۰ھ میں سلطان حج سے واپس آیا تو اس نے اس کے خلاف شام کے حکام کو احکام صادر کر دیئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام شہروں سے آلِ فضل کو نکال دیا گیا اور ان کے ہم پلّہ خاندان آلِ علی کو ان کا قائم مقام مقرر کیا گیا۔

نیا سردار

چنانچہ محمد بن ابی بکر کو ان عرب قبائل کا نیا سردار مقرر کیا گیا اور جو جاگیریں مہنا اور اس کے فرزندوں کو دی گئی تھیں وہ محمد بن ابی بکر اور اس کے فرزندوں کی طرف منتقل کر دی گئیں۔

مہنا کی دوبارہ بحالی

مہنا کچھ مدت تک ادھر ادھر بھٹکتا رہا۔ پھر سنہ ۷۳۱ھ میں حاکم حماۃ افضل بن موید کو سفارشی بنا کر سلطان مصر کے پاس پہنچا اور معافی کا خواستگار ہوا۔ سلطان نے اسے معاف کر دیا اور اس کی جاگیر اور عہدوں پر اسے دوبارہ بحال کر دیا۔

مہنا کی خودداری

مجھے مصر کے بعض بزرگوں نے جو اس کی ملاقات کے وقت موجود تھے یا اس وقت کے حالات انہوں نے سنے تھے، یہ بیان کیا ہے کہ مہنا ثانی نے اس ملاقات کے موقع پر بھی سلطان کی کوئی چیز قبول کرنے سے پرہیز کیا۔ یہاں تک کہ اس نے خود اپنی اونٹنیوں کو دوھ کر صرف ان کا دودھ پیا۔ اس نے وہاں کے کسی حاکم یا امیر کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا اور نہ ان سے کوئی چیز طلب کی۔

دیگر امرائے عرب

پھر مہنا ثانی اپنے قبائل کے پاس واپس آ گیا اور سنہ ۷۳۴ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اس کے بعد اس کا فرزند مظفر الدین موسیٰ جانشین مقرر ہوا جو سلطان ناصر کی وفات کے سنہ ۷۴۳ھ میں فوت ہوا۔ پھر اس کا جانشین اس کا بھائی سلیمان مقرر ہوا۔ سلیمان بھی فوت ہو گیا تو

اس کی جگہ اس کے چچا فضل بن عیسیٰ کا فرزند شرف الدین عیسیٰ امیر مقرر ہوا۔ وہ بھی سنہ ۷۴۴ھ میں بیت المقدس کے مقام پر فوت ہو گیا۔ اسے حضرت خالد بن ولیدؓ کے مزار کے پاس دفن کیا گیا۔

مُہنّا سوم

شرف الدین عیسیٰ کا جانشین اس کا بھائی سیف الدین بن فضل مقرر ہوا۔ مگر سلطان کامل بن ناصر نے سنہ ۷۴۶ھ میں اسے معزول کر کے اس کی جگہ مہنّا سوم بن عیسیٰ کو اس کا جانشین مقرر کیا۔ اس کے زمانے میں سیف بن مہنّا نے لشکر کشی کی۔ فیاض بن مہنا نے اس کا مقابلہ کیا تو سیف بن مہنا کو شکست ہو گئی۔

خیار بن مُہنّا

جب سلطان حسین بن ناصر بیقاردس کی زیرِ کفالت تھا تو اس نے اپنی سلطنت کے پہلے دور میں احمد بن مہنّا کو امیر مقرر کیا۔ یوں (بھائیوں کی) خانہ جنگی رفع ہو گئی۔ جب وہ بھی سنہ ۷۴۹ھ میں فوت ہو گیا تو اس کا جانشین فیوض بن مہنّا مقرر ہوا۔ جب وہ بھی سنہ ۷۶۲ھ میں فوت ہو گیا تو اس کا جانشین خیار بن مہنّا مقرر ہوا۔ اسے سلطان حسین بن ناصر نے اپنی سلطنت کے دوسرے دور میں مقرر کیا تھا۔

وہ سنہ ۷۶۵ھ میں باغی ہو گیا اور مفرور ہو کر جنگل بیابانوں کے کھلے میدانوں مقیم رہا آخر کار حماۃ کے نائب حاکم نے اس کے بارے میں سفارش کی تو اسے اس کے عہدہ پر بحال کیا گیا۔

خیار بن مہنّا نے ۷۷۰ھ میں دوبارہ بغاوت کی' لہٰذا سلطان اشرف نے اس کی بجائے اس کے چچا زاد بھائی زامل بن مُوسلے بن عیسیٰ کو (امیر عرب) مقرر کیا۔

زامل کی بغاوت

زامل نے بھی بغاوت کر دی اور وہ حلب کے علاقوں میں گھس آیا۔ وہاں اس کے ساتھ قبیلہ بنو کلاب وغیرہ شامل ہو گئے اور انہوں نے شہروں میں فتنہ و فساد برپا کرنا شروع کر دیا۔

اس زمانے میں حلب کا حکام قشتمر منصور تھا' وہ ان کے مقابلہ کے لئے نکلا اور ان کے خیموں کے پاس پہنچ کر ان کے مویشی ہنکا لایا۔ جب وہ ان کے خیموں کے سامنے پہنچا تو عرب قبائل نے جان کی بازی لگا کر اس کا مقابلہ کیا اور اس کی فوجوں کو شکست دے دی۔ اس جنگ میں قشتمر اور اس کا فرزند مارے گئے اور خود زامل (امیر عرب) نے انہیں قتل کیا اور پھر علم بغاوت بلند کرتا ہوا وہ چٹیل بیابانوں کی طرف بھاگ گیا۔

اب اس کی جگہ معیقیل بن فضل بن عیسیٰ کو امیر مقرر کیا گیا۔ اس نے سنہ ۷۷۱ھ میں سلطان کو پیغام بھیجا اور خیار بن مہنا کے لئے پناہ طلب کی تو سلطان نے اسے پناہ دے دی۔ پھر خیار بن مہنا بھی سلطان کے پاس سنہ ۷۷۵ھ میں آیا تو سلطان نے خوش ہو کر اسے اس کے عہدہ پر بحال کر دیا۔

آخری امید

جب سنہ ۷۷۷ھ میں وہ فوت ہو گیا تو اس کا بھائی قارہ اس کا جانشین مقرر ہوا۔ جب وہ بھی سنہ ۷۸۱ھ میں فوت ہو گیا تو اس کا جانشین معیقیل بن فضل بن عیسی اور زامل ابن موسلی بن مہنا دونوں کو مقرر کیا گیا۔ ایک سال کے بعد ان دونوں کو ان کے عہدے سے معزول کر دیا گیا اور ان کا جانشین بصیر بن جبار بن مہنّا کو مقرر کیا گیا۔ اس کا اصلی نام محمد تھا۔ موجودہ زمانے (ابن خلدون کے عہد) میں وہی آل

نسل اور تمام قبائل طے کا امیر ہے۔

ہلاکو خاندان کا خاتمہ

عراق کا تاتاری بادشاہ سلطان ابو سعید بن خربندا سنہ ۷۳۶ھ میں فوت ہو گیا۔ اس نے بیس سال حکومت کی تھی۔ اس کے مرنے کے بعد ہلاکو خاندان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور عراق کی سلطنت پر دوسرے لوگوں کا قبضہ ہو گیا۔ دوسرے ممالک میں بھی تاتاری سلطنت انتشار کا شکار ہو گئی۔ جیسا کہ ہم ان کے حالات میں بیان کریں گے۔

جب بغداد میں سلطان حسن انہی کی نسل میں سے خود مختار بادشاہ ہو گیا تو اس کے خلاف بہت سے دعوے دار پیدا ہو گئے۔ اس لئے اس نے سلطان ناصر کی وفات سے پہلے اپنے قاصد اس کے پاس بھیجے اور اس سے فوجی امداد طلب کی۔ اس نے بغداد سلطان کے حوالے کرنے اور فوجوں کو عمال کے طور پر رکھوانے کا وعدہ بھی کیا بشرطیکہ وہ اس کے دشمنوں کا خاتمہ کرے۔ سلطان نے اس کی شرائط منظور کر لی تھیں مگر وہ جلد ہی فوت ہو گیا اس لئے یہ کام مکمل نہ ہو سکا۔

شاہ مغرب اقصیٰ سے تعلقات

اس زمانے میں خاندان بنو مرین کا بادشاہ مغرب اقصیٰ (مراکش) میں طاقت ور ہو گیا تھا۔ اس وقت سلطان ابو یوسف یعقوب بن عبدالحق کی اولاد میں سے سلطان ابو الحسن علی بن عثمان مغرب اقصیٰ کا بادشاہ تھا۔ اس کے اپنے ہمسایہ سلطنت سے تعلقات خراب تھے۔ اس لئے اس نے مغرب اوسط کے علاقے پر حملہ کر دیا جو اس کی دشمن قوم زناتہ کے ماتحت تھا اور اس وقت بنو عبدالواد کا بادشاہ ابو تاشفین عبدالرحمٰن بن موسیٰ وہاں کا بادشاہ تھا اس کا پایۂ تخت تلمسان تھا۔

مغرب اقصیٰ کے بادشاہ نے وہاں پہنچ کر شہر پر منجنیقیں نصب کرا دیں اور فصیل کے چاروں طرف باڑ لگوا دی تاکہ غلہ اور خوراک نہ پہنچ سکے۔ پھر اس نے ایک ایک شہر کر کے تمام علاقے فتح کر لئے اور آخر میں رمضان المبارک سنہ ۷۳۷ھ میں پایۂ تخت کو بھی زبردستی فتح کر لیا۔ مخالف فوج منتشر ہو گئی اور شاہی محل کے دروازے کے قریب ہی اس کا بادشاہ بھی مارا گیا جیسا کہ آگے چل کر ہم ان کے حالات میں بیان کریں گے۔

بعد ازاں شاہ موصوف نے اس فتح کا حال سلطان ناصر کو لکھ بھیجا اور تحریر کیا کہ ان فتوحات کے بعد حاجیوں کی آمد و رفت کی رکاوٹ دور ہو گئی اور اب وہ حاجیوں کے راستوں کی سہولت کا پورا پورا انتظام کرے گا۔

ہمشیرہ شاہ کا حج

مغرب اقصیٰ کے بادشاہ نے اپنی ہمشیرہ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ جب وہ تلمسان کا شہر فتح کرے گا تو وہ اسے حج کرنے کے لئے روانہ کرے گا۔ لہٰذا جب یہ شہر فتح ہو گیا اور وہاں سے اس کے دشمن کا خاتمہ ہو گیا تو اس کی ہمشیرہ نے اپنے شایانِ شان حج کے سفر کی تیاری شروع کر دی۔

مغرب کی سوغاتیں

بادشاہ نے اس کے ہمراہ سلطان ناصر حاکم مصر کے لئے نہایت شان دار تحائف بھیجنے کا ارادہ کیا۔ ان میں پانچ سو نہایت عمدہ اصیل مغربی گھوڑے مع ساز و سامان اور عمدہ زین اور لگام سمیت شامل تھے۔ ان کے علاوہ تلواریں اور مغرب کی مختلف نادر سوغاتیں بھی تھیں۔ نیز ریشمی، اونی اور سوتی کپڑے اور چمڑے کی مصنوعات بھی شامل تھیں۔ تحائف میں انواع و اقسام کے موتی، یاقوت اور جواہرات بھی تھے۔

یہ سب دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔

مغربی قافلہ کی آمد

شاہِ مغرب نے سلطان مشرق کو مغرب کے حالات بھی تحریر کئے تھے اور عظیم شاہی مہمان خاتون کے ہمراہ قوم کے اکابر وزراء اور بادشاہ کی درباری شخصیتیں بھی تھیں۔

یہ تمام مہمان سلطان ناصر کی خدمت میں سنہ ۷۳۸ھ میں پہنچے۔ سلطان نے انہیں نہایت عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا اور اپنے شاہی اصطبل سے اونٹ اور اونٹنیوں کے علاوہ تیس شاہی خچر بھیجے تاکہ وہ دریائے نیل سے ان کے تحائف لے کر آئیں۔

مغربی مہمانوں کا استقبال

پھر سلطان نے ان کے اعزاز میں ایک دن دربار منعقد کیا جو قابل دید تھا۔ اس دن وہ مہمان سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنے تحائف پیش کئے۔ سلطان نے وہ تحفے اہل دربار میں تقسیم کر دیے اور صرف موتی اور یاقوت اپنے لئے مخصوص رکھے۔

اس کے بعد سلطان نے ان مہمانوں کو اپنے مختلف محلوں میں نہایت عزت اور احترام کے ساتھ ٹھہرایا۔ یہ محل نہایت عمدہ فرش اور ساز و سامان سے آراستہ تھا۔ سلطان نے ان پر بے حد بخشش کی اور بکثرت زادِ راہ ان کے لئے مہیا کیا۔

سلطان نے اپنے خاص امراء و حکام کو ان کے ہمراہ روانہ کیا تاکہ وہ نہایت سہولت کے ساتھ فریضۂ حج ادا کر سکیں۔

قیمتی تحائف کے ساتھ واپسی

جب وہ بارگاہ سلطانی میں واپس آئے تو سلطان نے بھی شاہ مغرب کے لئے عمدہ تحائف روانہ کئے جو مندرجہ ذیل اشیاء پر مشتمل تھے۔

۱۔ اسکندریہ کا تیار کیا ہوا ریشمی لباس بھیجا اور ہر سال بھیجنے کا حکم دیا۔ یہ لباس اس زمانے کی قیمت کے لحاظ سے پچاس ہزار دینار کا تھا۔

۲۔ شام کے کارخانوں میں بنے ہوئے شاہی خیمے جن میں جداگانہ گھر اور گنبد بنے ہوئے تھے اور وہ میخوں اور لکڑیوں سے جڑے ہوئے کشتی خیمے اور چلتے پھرتے گنبد نما محل تھے۔ ان خیموں کا اندرونی حصہ عراقی ریشم کے کپڑوں کا بنا ہوا اور بیرونی حصہ عمدہ سوتی کپڑے کا نہایت کاریگری سے بنا ہوا تھا اور دیکھنے میں یہ نہایت شاندار معلوم ہوتے تھے۔ دھوپ سے بچانے کے لئے نہایت عمدہ قسم کے چتر بھی بنے ہوئے تھے۔

۳۔ نہایت شاندار اور عمدہ شاہی گھوڑے تھے جن کی زینیں اور لگامیں سونے چاندی کی بنی ہوئی تھیں اور وہ موتیوں اور نگینوں سے مرصع تھے۔ ان گھوڑوں کے ساتھ ان کی خدمت کے لیے سائیس بھی تھے' جو ان کی اچھی طرح سے دیکھ بھال کرتے تھے۔

جب یہ تحفے سلطان مغرب کی خدمت میں پہنچے تو وہ ان سے بہت متاثر ہوا اور اس نے اپنے قاصدوں کے ذریعہ شکریہ کے خطوط بھیجے۔ یوں ان دونوں بادشاہوں کے درمیان خلوص و محبت کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم ہوئے اور ان میں آخر وقت تک تحفوں کا تبادلہ ہوتا رہا۔

خلفاء کے حالات

ہم بیان کر چکے ہیں کہ سلطان ظاہر نے خلیفہ راشد کی اولاد میں سے مصر میں خلافت قائم کی تھی کیونکہ وہاں بغداد سے ایک شخص

تھا جس کا نام احمد بن محمد تھا۔ اس کا نسب نامہ خلیفہ راشد تک پہنچتا تھا۔ چنانچہ سنہ ۶۶۰ھ میں بیعت لے کر اسے خلیفہ تسلیم کیا گیا اور اس کا لقب الحاکم رکھا گیا۔ وہ بدستور خلیفہ رہا یہاں تک کہ سنہ ۷۰۱ھ میں فوت ہو گیا۔

اس نے اپنے فرزند سلیمان کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ لہٰذا سلطان ناصر کے ارکان سلطنت نے جو خلافت کے منتظم تھے اس کے ہاتھ بیعت کی اور اس کا لقب "المستکفی" رکھا۔ وہ سلطان ناصر کے پورے عہد میں خلیفہ رہا۔

نظر بندی اور جلا وطنی

سنہ ۷۳۶ھ میں سلطان کے پاس خلیفہ کے فرزندوں کے بارے میں شکایت پہنچی تو سلطان نے ناراض ہو کر خلیفہ کو قلعہ میں نظر بند کر دیا اور اسے لوگوں سے ملاقات کرنے سے روک دیا۔ وہ پورے ایک سال تک نظر بندی کی حالت میں رہا۔ پھر اسے رہا کر دیا اور وہ اپنے گھر میں رہنے لگا۔ اس کے بعد دوبارہ اسے' اس کے فرزندوں اور اس کے تمام رشتہ داروں کو جلا وطن کر کے قوص بھیج دیا۔ چنانچہ وہ وہیں مقیم رہا اور ناصر کی وفات سے پہلے سنہ ۷۴۰ھ میں وہیں فوت ہو گیا۔

واثق کا تقرر

خلیفہ نے اپنے فرزند کو خلافت کے لئے ولی عہد بنایا اور اس کا لقب "حاکم" رکھا تھا مگر سلطان ناصر نے اسے جانشین مقرر نہیں کیا کیونکہ اسے زیادہ تر اسی ولی عہد کے بارے میں شکایت موصول ہوتی تھیں۔ لہٰذا اس نے مستکفی کے بعد اس کے چچا زاد بھائی ابراہیم بن محمد کو خلافت کے لئے نامزد کیا اور اس کا لقب "واثق" رکھا مگر وہ چند مہینوں کے بعد فوت ہو گیا۔

احمد کا تقرر

اس کے بعد ارکان سلطنت نے خلیفہ مستکفی کی وصیت پر عمل کرنے کا متفقہ فیصلہ کیا اور انہوں نے اس کے فرزند احمد کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسے سنہ ۷۴۱ھ میں خلیفہ مقرر کیا۔ وہ سنہ ۷۵۳ھ تک خلیفہ رہا۔

اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی ابو بکر خلیفہ مقرر ہوا۔ اس کا لقب "معتضد" تھا۔ وہ دس سال تک خلیفہ رہا اور سنہ ۷۶۳ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا فرزند محمد خلیفہ مقرر ہوا۔ اس کا لقب "متوکل" تھا۔

تنکز کا عروج و زوال

تنکز (سابق سلطان) لاشین کا آزاد کردہ غلام تھا جسے سلطان ناصر بہت پسند کرتا تھا۔ اس نے اسے اپنا مقرب بارگاہ بنا لیا۔ وہ اس کے ساتھ تاتاریوں کے برخلاف جنگوں میں بھی شریک ہوا تھا اور جب سلطان کو معزول کیا گیا تو وہ معزولی کے زمانے میں اس کے ساتھ قلعہ کرک گیا تھا اور وہیں اس کی خدمت میں مشغول رہا۔

دمشق کا حاکم

جب سلطان (بحال ہو کر) اپنے پایۂ تخت واپس آیا اور اپنی سلطنت کا انتظام سنبھال لیا تو سلطان نے اپنے پسندیدہ حکام کو صوبائی گورنری کے عہدے دیئے۔ تنکز کو دمشق کا نائب حاکم اور بلادِ روم کا نگران مقرر کیا گیا۔ تنکز نے ملطیہ کا علاقہ فتح کیا اور ارمینیہ پر متعدد حملے کیے۔

وہ اکثر سلطان کے پاس مشورہ کے لئے مصر پہنچتا تھا جہاں سلطان اس سے مشورہ کیا کرتا اور اکثر اہم کاموں میں گفت و شنید کرنے کے

لئے خصوصیت سے اسے بلواتا تھا کیونکہ وہ تاتاریوں کے ساتھ مقابلہ کرنے میں بہت ماہر تھا۔

جب سلطان ابو سعید فوت ہو گیا اور ہلاکو خاندان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا تو بغداد اور توریز کا انتظام خراب ہو گیا یہ دونوں بڑی سلطنتیں تھیں اور دونوں نے سلطان سے فوجی امداد کی درخواست کی تھی۔

ان میں سے کوئی تنکز سے ناراض ہو گیا اور اس نے سلطان کو یہ اطلاع دی کہ تنکز اسے فریب دے رہا ہے اور اس کے ساتھ بے وفائی کر کے دشمنوں کے ساتھ سازش کر رہا ہے۔ لہٰذا سلطان نے اس کے بارے میں تحقیقات شروع کر دیں۔ اس سے پہلے سلطان اپنی بیٹی کا رشتہ اس سے کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے دوادار باجار کو بھیجا کہ وہ اسے نکاح کی تقریب کے لئے بلا لائے۔ وہ ہمسری اور غیرت کی وجہ سے اس کا دشمن تھا۔ اس لئے اس نے اس کی بے وفائی اور مکر و فریب کا تذکرہ کر کے اسے سلطان کے خطروں سے آگاہ کیا اور (دمشق ہی میں) رہنے کا مشورہ دیا۔

تنکز کی گرفتاری

اب سلطان ناصر نے صفد کے نائب حاکم طشتمر کو پیغام بھیجا کہ وہ دمشق پہنچ کر تنکز کو گرفتار کر لے۔ چنانچہ اس نے وہاں جا کر اسے سنہ ۷۴۰ھ میں گرفتار کر لیا۔ تنکز نے دمشق میں اٹھائیس سال تک حکومت کی تھی۔

سلطان ناصر نے اپنے آزاد کردہ غلام بشتک کو فوج دے کر بھیجا۔ چنانچہ اس نے وہاں پہنچ کر اس کے تمام مال و دولت کو ضبط کر لیا اس کے پاس اس قدر مال و دولت تھی کہ اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ پھر اسے بیڑیوں میں جکڑ کر مصر لایا گیا جہاں اسے اسکندریہ میں قید کر دیا گیا اور بعد میں قید خانے ہی میں اسے قتل کر دیا گیا۔

سلطان ناصر کی وفات

سلطان ناصر محمد بن قلاون ماہ ذو الحجہ سنہ ۷۴۱ھ کے آخر میں طبعی موت فوت ہوا۔ اس کی موت سے کچھ عرصہ پہلے اس کا فرزند انوک فوت ہو گیا تھا جسے اس نے صبر و شکر کے ساتھ برداشت کیا۔

وہ مصر کا سب سے زیادہ خود مختار اور بہترین بادشاہ تھا۔ اگر اس کی حکومت کا اس وقت سے شمار کیا جائے جب کہ وہ طبنقا کے زیر نگرانی بادشاہ بنا تھا تو اس کی مدت حکومت اڑتالیس سال ہوتی ہے اور اگر بیبرس کے بعد اس وقت سے اس کا شمار کیا جائے جب کہ وہ خود مختار بادشاہ ہو گیا تھا اور کوئی اس کا حریف نہ رہا تھا تو اس کی مدت حکومت بتیس سال ہے۔

ناصر کے حکام

نائب السلطنت

اس کے دور حکومت میں صرف تین افراد اس کے نائب مقرر ہوئے۔ سب سے پہلے بیبرس دوادار مورخ نائب ہوا۔ اس کے بعد بکتمر جوکندار نائب مقرر ہوا پھر ارغون دوادار نائب ہوا۔ اس کے بعد سلطان نے کسی کو نائب مقرر نہیں کیا اور اس کے آخری زمانے تک یہ عہدہ خالی رہا۔

چیف سیکریٹری

سلطان ناصر کے دوادار (چیف سیکریٹری) بالترتیب مندرجہ ذیل حضرات تھے۔

۱۔ ایدمز' ۲۔ سلار' ۳۔ علی' ۴۔ یوسف بن الاسعد' ۵۔ بغا' ۶۔ طاجار۔

ناصر کے کاتب

اس کے کاتب (سیکریٹری) اس ترتیب سے تھے۔
۱۔ شرف الدین بن فضل اللہ' ۲۔ علاء الدین بن الامیر' ۳۔ محی الدین فضل اللہ' ۴۔ شہاب الدین بن محی الدین' ۵۔ علاء الدین بن محی الدین۔

ناصر کے قاضی

اس کے دور میں پہلے (مشہور عالم) تقی الدین بن دقیق العید تھے۔ پھر بدر الدین بن جماعہ قاضی مقرر ہوئے۔
اس (تاریخی) کتاب میں عہدیداروں کے نام بیان نہیں کیے گئے مگر ان عہدوں کا تذکرہ اس لئے کیا گیا کہ ناصر کی سلطنت بہت بڑی تھی اور اس کا عہد حکومت بھی طویل تھا۔ اس کے زمانے میں ترکوں کی سلطنت بہت مستحکم ہو گئی تھی۔
کاتبوں کا ذکر قاضیوں سے پہلے اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ وہ سلطان کے مددگار ہوتے ہیں۔ تاہم قاضیوں کا مرتبہ ان سے اعلیٰ ہے۔

دو حاکموں کی کش مکش

جب سلطان کا مرض شدید ہو گیا تو اس کا عظیم ترین حاکم قوصون جلدی سے اپنے مسلح غلاموں کو لے کر شاہی محل میں داخل ہوا۔ اس کا ہم پلہ حاکم بشتک تھا اسے اس کے بارے میں شک و شبہ ہوا۔ لہٰذا اس نے بھی اپنے ساتھیوں کو مسلح کر لیا اور ان کے دونوں کے درمیان مقابلہ شروع ہو گیا۔
بشتک نے پوشیدہ طور پر سلطان سے اس کی شکایت کی تو سلطان نے ان دنوں کو بلوا کر ان میں مصالحت کرا دی۔ سلطان نے پہلے یہ ارادہ کیا کہ قوصون کو اپنا جانشین بنائے مگر بعد میں اس نے اپنے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ پھر وہ اپنے فرزند ابو بکر کو اپنا جانشین بنا کر فوت ہو گیا۔
(اس کے مرنے کے بعد امراء میں اختلاف رائے ہوا) بشتک اس کے دوسرے فرزند احمد حاکم الکرک کو جانشین بنانا چاہتا تھا مگر قوصون سلطان کی وصیت کو پورا کرنے پر مصر تھا۔

باب چہارم

سلطان ناصر کے جانشین

ابو بکر کی بادشاہت

آخر کار بشتک بھی قوصون کی رائے سے متفق ہو گیا اور ابو بکر کے ہاتھ پر (بادشاہت کی) بیعت کی گئی اور اس کا لقب منصور رکھا گیا مگر سلطنت کا انتظام قوصون اور اس کے ساتھی قطلو بغا فخری کے ہاتھوں میں تھا۔ ان دونوں (سربراہوں) نے سلطان کا نائب طقزمرد کو مقرر کیا اور حلب کا حاکم طشتمرد کو بنا کر بھیجا اور حمص کا حاکم طغرائی کی جگہ اخضر کو مقرر کیا گیا البتہ کبغا صالحی کو دمشق کا حاکم برقرار رکھا۔

قوصون اور قطلو بغا نے حکومت کے کاموں میں بشتک کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ اس لئے وہ ناراض ہو گیا اور اس نے مطالبہ کیا کہ اسے دمشق کا حاکم مقرر کیا جائے کیونکہ جب وہ تنکز کا مال و دولت ضبط کرنے کے لئے دمشق گیا تھا تو اسے یہ علاقہ بہت پسند آیا تھا لہٰذا انہوں نے اس کا استعفیٰ منظور کر لیا۔ مگر جب وہ رخصت ہونے کے لئے آیا تو قطلو بغا فخری نے اسے گرفتار کر لیا اس کے بعد اسے اسکندریہ بھیج دیا گیا جہاں وہ نظر بند رہا۔

سلطان ابو بکر کی معزولی

ادھر سلطان ابو بکر عیش و عشرت میں مبتلا ہو گیا اور سلطنت کے انتظام سے الگ ہو گیا۔ وہ رات کے وقت بھیس بدل کر شہر کی گلیوں میں پھرنے لگا اور عام رعایا سے گھل مل گیا۔

ارکان سلطنت نے اس کے اس رویہ کو بہت ناپسند کیا لہٰذا قوصون اور قطلو بغا نے ستاون دنوں (تقریباً" دو مہینے) کے بعد اسے معزول کر دیا اور اسے قوص کے مقام پر بھیج دیا۔

کجک اشرف کی بادشاہت

اب ارکان سلطنت نے اس کے بھائی کجک کو سلطان مقرر کیا اور اس کا لقب اشرف رکھا گیا۔ انہوں نے طقزمرد کو بھی نائب سلطان کے عہدہ سے معزول کر دیا اور قوصون خود اس عہدہ پر فائز ہو گیا۔ انہوں نے طقزمرد کو حماۃ کا حاکم بنا کر بھیجا اور وہاں کے حاکم افضل بن المؤید کو الگ کر دیا۔ یوں ایوبی خاندان کا وہاں سے خاتمہ ہو گیا۔

ارکانِ سلطنت نے طاجادوادار کو بھی گرفتار کر کے اسکندریہ بھیجا جہاں وہ سمندر میں ڈوب گیا۔ انہوں نے اسکندریہ کے قید خانے میں بشتک کو قتل کرنے کے لئے بھی ایک آدمی بھیجا۔

امرائے شام کی بغاوت

جب شام کے امراء کو یہ اطلاع ملی کہ قوصون مصر کی سلطنت کا مطلق العنان حاکم بن گیا ہے تو وہ اس سے ناراض ہو گئے اور انہوں نے احمد بن الناصر کو بادشاہ بنانے کا عزم مصمم کر لیا۔ وہ ان دنوں قلعہ الکرک میں مقیم تھا۔ لہٰذا حاکم حمص طشتمر اور حاکم طلب اخضر نے اس سے خط و کتابت کی اور اس سے بادشاہ بننے کی درخواست کی۔

یہ اطلاع مصر بھی پہنچ گئی تھی۔ اس لئے قطلوبغا فوجیں لے کر قلعہ الکرک کے محاصرہ کے لئے روانہ ہوا۔ دمشق کے حاکم طنبغا صالحی کو بھی اطلاع دے دی گئی تھی اس لئے وہ بھی لشکر لے کر حلب کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ طشتمر (حاکم حمص) اور اخضر (حاکم حلب) کو گرفتار کر سکے۔

احمد بن الناصر کی حمایت

قطلوبغا فخری بذات خود بھی اپنے ساتھی قوصون سے تنگ آ گیا تھا۔ وہ اس پر بھی حاوی ہو چکا تھا۔ اس لئے جب قطلو بغا فوجیں لے کر مصر سے روانہ ہوا تو اس نے احمد بن الناصر کی بادشاہت کو تسلیم کر کے اسے الکرک پیغام بھجوا دیا تھا۔ جب وہ شام پہنچا تو اس نے دمشق میں احمد کی بادشاہت کا اعلان کیا اور طقز مرد نائب حماۃ کو بھی پیغام بھجوایا۔ چنانچہ اس نے اس کا پیغام منظور کر لیا اور اس کے پاس پہنچا۔ یہ اطلاع دمشق کے حاکم طنبغا کو اس وقت ملی جب کہ وہ حلب کا محاصرہ کر رہا تھا لہٰذا اس نے محاصرہ ہٹا لیا۔ قطلو بغا نے اسے بھی احمد کی بادشاہت کے حق میں دعوت دی مگر اس نے انکار کیا۔ لہٰذا اس کے ساتھیوں نے اس کے خلاف بغاوت کر دی اور وہ مصر چلا گیا۔

بادشاہت کا اعلان

اب قطلوبغا فخری شام کے پورے ملک پر قابض ہو گیا تھا وہ احمد کی بادشاہت کا اعلان کر رہا تھا۔ اس نے امرائے مصر کو بھی یہ دعوت دی۔ چنانچہ وہ بھی احمد کے حامی ہو گئے۔

چنانچہ امرائے مصریین سے ایدغمش، اقسنقر سلاری، غازی اور دیگر حضرات احمد بن ناصر کی حمایت کے لئے اکٹھے ہوئے۔ سلطنت کے سربراہ کو ان کے بارے میں شک و شبہ ہوا اور اس نے انہیں گرفتار کرنے کا قصد کیا۔ طنبغا یحیاوی نے اپنے ساتھیوں سے جو اس کے پاس تھے، مشورہ کیا مگر انہوں نے دھوکا دیا۔

ایدغمش اصطبل کے قریب اس کے پاس تھا۔ وہ امیر ماصور یہ تھا لہٰذا جب یہ لوگ سوار ہو کر نکلے تو قوصون نے بھی سوار ہونے کا ارادہ کیا۔ مگر اس نے اس کے ساتھ بے وفائی کر کے اسے جانے سے روکا۔ پھر ان کے ساتھ خود سوار ہو کر نکلا اور شور و غل مچایا۔

بلوہ اور فساد

اس نے عوام کو جمع کر ورغلایا کہ وہ قوصون کے گھروں کو لوٹ لیں۔ چنانچہ انہوں نے ان کے گھروں کو لوٹ کر تباہ و برباد کر دیا۔ انہوں نے ان حماموں کو بھی برباد کر دیا جو اس نے قبرستان کے پاس قلعہ کے نیچے بنوائے تھے۔ پھر انہوں نے وہاں کے شیخ شمس الدین اصفہانی کو بھی لوٹ لیا اور ان کے کپڑے اتار لئے۔ پھر یہ بلوائی شہر پہنچے اور وہاں بھی عام لوگوں کے گھروں کو نقصان پہنچایا۔ وہ حنفی قاضی حسام الدین غوری کے گھر میں بھی گھس گئے اور انہیں لوٹ کر ان کے اہل و عیال کو قید کر لیا۔

قاضی کے گھر بلوائیوں کو وہ شخص لے گیا جو کسی مقدمہ کی وجہ سے ان سے عداوت رکھتا تھا۔ یوں اس حرکت سے ان لوگوں کی رسوائی ہوئی۔

قوصون کی گرفتاری اور موت

پھر ایدغمش اور اس کے ساتھی قلعہ میں گھس گئے اور انہوں نے قوصون کو گرفتار کر کے اسکندریہ بھیجا اور وہاں قید کر دیا جہاں وہ قید خانے ہی میں فوت ہو گیا۔

قوصون نے امراء کی ایک جماعت کو طنبغا صالحی کے استقبال کے لئے روانہ کیا تھا لہٰذا قراسنقر سلاری ان کے تعاقب میں روانہ ہوا اور انہیں اور صالحی کو گرفتار کر لیا اور ان سب کو سنہ ۷۴۵ھ کے بعد اسکندریہ بھیجا۔

اس کے بعد نہایت سرعت کے ساتھ احمد بن الناصر کو تمام حالات سے مطلع کیا گیا پھر امراء کی ایک جماعت کو گرفتار کر کے قید کر دیا گیا۔

سلطان احمد کی حکومت

ابتدائی اقدامات

سلطان احمد قلعہ الکرک سے ماہ رمضان میں سنہ ۷۴۲ھ میں مصر پہنچا تو اس کے ہمراہ نائب حاکم حمص طشتمر اور نائب حاکم حلب اخضر اور قطلوبغا فخری آئے۔ اس نے (آتے ہی) طشتمر کو مصر کا نائب مقرر کیا اور قطلوبغا فخری کو دمشق کا نائب حاکم بنا کر بھیجا۔ ایک مہینے کے بعد سلطان احمد نے اخضر کو گرفتار کر لیا اور اید غمش اور اقسنقر سلاری کو بھی گرفتار کیا۔ پھر اید غمش کو حلب کا حاکم بنایا۔

جب قطلوبغا فخری کو دمشق پہنچنے سے پہلے یہ خبریں ملیں تو اس نے حلب کی طرف راستہ بدل دیا۔ فوجوں نے اس کا تعاقب کیا مگر اسے گرفتار نہیں کر سکیں۔

امراء کی بے اعتمادی

اید غمش کو حلب سے گرفتار کر کے مصر بھیج دیا گیا جہاں وہ طشتمر کے ساتھ قید کر دیا گیا۔ یوں امراء اور حکام ایک دوسرے کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھنے لگے اور سلطان بھی ان سے بیزار ہو گیا۔

احمد کا الکرک میں قیام

جب امراء اور حکام سلطان سے بیزار ہو گئے اور وہ بھی انہیں شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھنے لگا تو وہ اپنی بادشاہت کے تین مہینے کے بعد قلعہ الکرک کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ اپنے ساتھ طشتمر اور اید غمش کو بھی نظربندی کی حالت میں لے گیا۔ خلیفہ حاکم بھی اس کے ہمراہ گیا۔

ادھر صفد کا نائب حاکم بیبرس بھی احمد کا باغی ہو کر دمشق چلا گیا جہاں کوئی منظم حکومت قائم نہ تھی تاہم فوجوں نے اس کا استقبال کیا اور اسے اپنے ہمراہ ٹھہرایا۔ سلطان نے اس کی گرفتاری کا حکم صادر کیا تو اس کے ماتحت افراد نے تعمیل حکم سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ مصر کے بادشاہ کی اطاعت کی جاتی ہے۔ الکرک کے حاکم کا حکم قابل تعمیل نہیں ہے۔

شام میں بے چینی

سلطان احمد نے الکرک میں بہت عرصہ تک قیام کیا جس سے ملک شام کے علاقے میں بے چینی پھیل گئی لہٰذا مصر کے امراء و حکام نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ اپنے پایۂ تخت واپس آ جائے مگر سلطان نے انکار کر دیا اور یہ جواب بھیجا۔

"یہ بھی میری مملکت کا حصہ ہے۔ مجھے اختیار ہے کہ میں اس کے کسی شہر میں جہاں چاہوں قیام کروں"۔

اس کے بعد اس نے طشتمر اور اید غمش فخری کو (جو قید کی حالت میں اس کے ہمراہ گئے تھے) قتل کرا دیا۔

صالح اسماعیل کی تخت نشینی

(اس واقعہ کے بعد) مصر کے امراء و حکام کا اپنے بزرگ بیبرس علائی اور ارغون کاملی کی قیادت میں ایک اجتماع ہوا جس میں سلطان احمد کو معزول کر کے اس کے بھائی اسماعیل کو ماہ محرم سنہ ۷۴۳ھ میں تخت نشین کیا گیا اور اس کا لقب صالح رکھا گیا۔

اس نے اقسنقر سلاری کو حاکم مقرر کیا اور اید غمش ناصری کو حلب کی حکومت سے دمشق کی حکومت پر بھیج دیا اور اس کی جگہ حلب کا حاکم طقرمرد کو مقرر کیا۔ پھر اس نے اید غمش کو دمشق کی حکومت سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ طقرمرد کا تقرر کیا اور حلب کا حاکم طشبغا ماردانی کو مقرر کیا۔ جب ماردانی فوت ہو گیا تو طشبغا یحیاوی کو حاکم حلب مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد تمام انتظامی معاملات درست ہو گئے۔

رمضان کی بغاوت اور قتل

بعد ازاں چند غلاموں نے رمضان بن ناصر کو اکسایا کہ وہ اپنے بھائی کے خلاف بغاوت کرے۔ انہوں نے اسے مدد دینے کا وعدہ بھی کیا مگر جب وہ ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے وعدہ خلافی کی۔ اب کچھ دیر تو وہ اپنے غلاموں کے درمیان کھڑا رہا جو اس کی حمایت میں نعرے لگاتے رہے۔ پھر وہ قلعہ الکرک کی طرف فرار ہو گیا۔ فوج نے اس کا تعاقب کیا اور تیز رفتاری کے ساتھ اس کا پیچھا کر کے اسے گرفتار کر لیا جب وہ اسے لے کر آئے تو مصر میں وہ مارا گیا۔

اس کے بعد سلطان صالح بہت سے امراء سے بدگمان ہو گیا۔ چنانچہ اس نے اپنے نائب اقسنقر سلاری کو گرفتار کر کے اسکندریہ بھجوا دیا۔ جہاں اس کا کام تمام کر دیا گیا۔ اس کی بجائے انجاح الملک کو نائب السلطنت مقرر کیا گیا۔

قلعہ الکرک کا محاصرہ

سنہ ۷۴۴ھ میں سلطان نے قلعہ الکرک کا محاصرہ کرنے کے لئے فوجیں روانہ کیں تو اس وقت سلطان احمد کے کچھ فوجی دستے الکرک سے بھاگ کر مصر پہنچ گئے۔

سنہ ۷۴۵ھ میں الکرک کے محاصرہ کے لئے جو امرائے مصر آخر میں روانہ ہوئے تھے وہ قماری اور مساری تھے۔ یہ لوگ سلطان احمد کا محاصرہ کر کے اس کے گھر میں گھس گئے تھے اور پکڑ کر اسے قتل کر دیا۔

سابق سلطان احمد کا قتل۔

سلطان احمد مصر کے پایہ تخت میں تین مہینے اور چند دن مقیم رہا پھر وہاں سے وہ سنہ ۷۴۳ھ میں بماہ محرم قلعہ الکرک منتقل ہو گیا تھا۔ آخر کار اس کا محاصرہ کر کے اسے قتل کر دیا گیا۔

اس کے زمانے میں طشبغا ماردانی نائب حاکم حلب فوت ہو گیا تھا لہٰذا طشبغا یحیاوی کو حاکم مقرر کیا گیا۔ سیف الدین طرائی جاشنگیر طرابلس کا نائب حاکم تھا۔ اس کی جگہ اقسنقر ناصری کو مقرر کیا گیا۔

سلطان کی وفات

سلطان صالح اسماعیل سنہ ۷۴۶ھ میں اپنی طبعی موت فوت ہوا۔ اس نے تین سال اور تین مہینے حکومت کی۔

زین الدین الکامل کی حکومت

پھر سلطان صالح اسماعیل کا بھائی زین الدین شعبان تخت نشین ہوا۔ اس کا لقب الکامل تھا۔ اس کی سلطنت کا انتظام ارغون علادی کے ہاتھ میں تھا اور وہی مصر کا نائب السلطنت تھا۔ انجاح الملک کو پہلے صفد بھیجا گیا پھر اسے راستے ہی میں گرفتار کر کے دمشق لایا گیا۔ وہاں سے اسے ... الکبیر کے پاس بھیجا گیا جس نے اسے اسکندریہ کے قید خانے کی طرف روانہ کر دیا۔ ارغون علاوی نے نائب حاکم دمشق طقرمرد اور ... اشرف بن الناصر کو جسے قوصون نے بادشاہ بنایا تھا اور پھر وہ معزول کر دیا گیا تھا، واپس بلوا لیا۔ انجاح الملک جو کندار دمشق کے قید خانے میں فوت ہو گیا۔

سلطان الکامل کا قتل

سلطان الکامل نے اپنے ارکان سلطنت پر بہت مظالم برپا کرنے شروع کر دیئے تھے کیونکہ اس کا یہ خیال تھا کہ وہ اسے معزول کرا دیں گے لہٰذا مصر و شام کے امراء و حکام نے آپس میں خط و کتابت کر کے فیصلہ کیا کہ اس سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔
چنانچہ سنہ ۷۴۷ھ میں طنبغا یحیاوی اور اس کے ساتھیوں نے دمشق میں علمِ بغاوت بلند کیا اور لشکر لے کر مصر پر حملہ کے لئے روانہ ہوئے۔
سلطان الکامل نے منجو یوسفی کو ان کی جاسوسی کے لئے بھیجا تو یحیاوی نے اسے قید کر لیا۔ جب یہ خبر سلطان کامل کو ملی تو اس نے شام کی طرف فوجیں بھیجیں اور حاجی بن الناصر اور امیر حسین کو قلعہ میں بند کر دیا۔
ادھر مصر کے امراء و حکام بغاوت کے لئے اکٹھے ہو گئے اور وہ سب ایدمر حجازی؛ا قستمر ناصری اور ارغون شاہ کی قیادت میں قبۃ النصر کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے مقابلے کے لئے سلطان الکامل نے اپنے موالی کو اپنے نائب ارغون علادی کی سرکردگی میں بھیجا۔ اس خانہ جنگی میں ارغون علادی مارا گیا۔
سلطان الکامل شکست کھا کر شاہی قلعہ واپس آ گیا۔ وہ چوری چھپے خفیہ دروازہ سے قلعہ میں داخل ہوا۔ اس نے اپنے دونوں بھائیوں کے قید خانے کا قصد کیا تاکہ ان دونوں کو قتل کر دے مگر خدام اس کی راہ میں حائل ہوئے اور انہوں نے ان کے قید خانے کے دروازے بند کر دیئے۔
سلطان الکامل نے (مال و دولت کے) ذخیرے نکال کر لے جانے کا ارادہ کیا مگر (باغی فوجیں) جلد قلعہ میں داخل ہو گئیں اور ان فوجوں نے حاجی بن الناصر کو قلعہ کے قید خانے سے نکالا اور اسے تخت نشین کرایا۔
پھر ان باغی فوجوں نے الکامل کو تلاش کیا اور اس کی لونڈیوں کو قتل کرنے کی دھمکی دی تو انہوں نے اس کا پتہ بتایا۔ چنانچہ اسے (خفیہ مقام سے نکال لیا گیا اور) حاجی کے قید خانے میں بند کر دیا گیا اور دوسرے دن اس کا کام تمام کر دیا گیا۔

مظفّر حاجی کا عہدِ حکومت

اسی دوران (دوسرے بھائی) امیر حسین کو بھی رہا کر دیا گیا اور مظفر حاجی کی سلطنت کا انتظام ارغون شاہ حجازی کے سپرد کیا گیا اور احمدی کو حلب کا نائب حاکم اور صلاحی کو حمص کا نائب حاکم مقرر کیا گیا۔
الکامل کے تمام موالی کو قید کر دیا گیا۔ پھر الکامل کے گھر سے ایک صندوق نکالا گیا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس میں سحر و طلسمات کے اثرات ہیں لہٰذا تمام امراء کے سامنے اسے جلا دیا گیا۔

ظلم و استبداد کا طریقہ

اس کے بعد مظفر حاجی نے بھی ظلم و استبداد کا وہی طریقہ اختیار کیا جو اس کے بھائی کا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی تخت نشینی کے چالیس دن بعد حجازی اور ناصری کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا۔ اس نے ارغون شاہ کو بھی گرفتار کر لیا اور اسے صفد کا نائب حاکم بنا کر بھیج دیا۔
اس نے طقتمر احمدی کے بجائے حلب کا نائب حاکم تدمر بدری کو مقرر کیا اور اپنا نائب سلطنت الحاج ارطائی کو مقرر کیا۔

یحیاوی کی بغاوت

جب مظفر حاجی ظلم و استبداد میں حد سے بڑھ گیا تو مصر و شام کے امراء و حکام بدگمان ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ۷۴۸ھ میں یحیاوی نے بغاوت کی اور اس بغاوت میں شام کے حکام بھی شامل ہو گئے۔

ناکام سازش

جب یہ خبر مصر پہنچی تو وہاں کے حکام نے بھی حملہ کرنے کی سازش کی۔ جب سلطان مظفر حاجی کو یہ اطلاع ملی تو اس نے آدھی رات کو اپنے موالی کو سوار کرا کر گشت کرایا اور امراء کو دوسرے دن شاہی محل میں بلوایا۔ چنانچہ جس کسی پر مخالفت کا الزام تھا ان سب کو گرفتار کر لیا۔ ان میں کچھ امراء جب بھاگ گئے تو شہر کے اندر سے انہیں سب کو گرفتار کر کے اسی رات قتل کر دیا گیا۔ ان میں سے کچھ لوگوں کو شام کی طرف روانہ کیا گیا مگر وہ راستے میں قتل کر دیئے گئے۔

دوسرے دن سلطان حاجی نے ان (مقتول) حکام کے بجائے پندرہ اور حکام کا تقرر کیا۔

جب یہ اطلاع شام پہنچی تو یحیاوی غلط فہمی کا شکار ہو گیا۔ اس نے کئی حکام کو گرفتار کیا۔

یحیاوی کا قتل

سلطان مظفر کو جب قنبغا یحیاوی کی بغاوت کی خبر ملی تو اس نے اپنے خاص حاکم الیبغا کو شام بھیجا تاکہ وہ رائے عامہ کا اندازہ لگائے۔ چنانچہ اس نے وہاں پہنچ کر عوام الناس کو سلطان مظفر کی اطاعت پر آمادہ کیا اور انہیں یحیاوی کے برخلاف اس قدر بھڑکایا کہ (انہوں نے مشتعل ہو کر) یحیاوی کو قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر مصر بھیجا۔

یوں (سلطان کے خلاف) بغاوت کا فتنہ رفع ہو گیا اور سلطان مظفر کی حکومت مستحکم ہو گئی۔

کبوتر بازی پر ملامت

سنہ ۷۴۸ھ میں جب جبغا (شام سے مصر کی طرف) لوٹا تو اس نے دیکھا کہ مصر کے حکام سلطان مظفر (کی بری عادتوں) سے پریشان تھے۔ وہ اس کی کبوتر بازی سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے جبغا کو یہ مشورہ دیا کہ وہ اس کی یہ (بری عادت) چھڑا دے۔

لہٰذا جبغا سلطان پر بہت ناراض ہوا پھر اس کے حکم سے تمام کبوتر ذبح کر دیئے گئے۔ اس وقت سلطان نے جبغا کو دھمکی دی اور کہا "میں تمہارے اچھے افراد اسی طرح ذبح کروں گا، جس طرح تم نے (میرے یہ) کبوتر ذبح کئے ہیں"۔

امراء کی بغاوت

جبغا سلطان کی اس دھمکی سے بہت پریشان ہوا اور صبح سویرے امرائے مصر اور نائب السلطنت یبغاروس کے پاس پہنچا۔ ان سب نے سلطان کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا اور وہ سب قبۃ النصر کی طرف روانہ ہوئے۔ سلطان مظفر بھی اپنے موالی اور حامی امراء کو لے کر گیا مگر وہ بھی اس کے برخلاف ہو گئے تھے اور اس کی معزولی پر سب متفق تھے۔ سلطان نے امیر شیخو کو بھیجا تاکہ وہ انہیں ٹھنڈا کرے مگر وہ سب اس کو معزول کرنے پر مصر تھے لہٰذا وہ یہی اطلاع لے کر آیا۔

سلطان مظفر کا قتل

(یہ حالت دیکھ کر) سلطان نے جنگ شروع کر دی۔ آغازِ جنگ ہی میں سلطان کے ساتھی حکام باغیوں کے ساتھ مل گئے۔ اس کے بعد یبغاروس نے سلطان پر حملہ کیا تو اس کے ساتھیوں نے اسے اس کے حوالے کر دیا۔ اس وقت یبغاروس نے قلعہ کے باہر اس کی والدہ کے مزار کے قریب سلطان کو ذبح کر ڈالا اور وہیں اسے دفن کر دیا گیا۔

حسن ناصر کی حکومت

باغی امراء اسی سال ماہِ رمضان میں قلعہ میں داخل ہو گئے اور انہوں نے پورا دن بادشاہ کے انتخاب کے بارے میں مشورہ کرنے میں

گزارا۔ (جب بہت دیر ہو گئی تو) اکثر موالی بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور سوار ہو کر قبتہ النصر کی طرف جانے لگے۔ (یہ صورت حال دیکھ کر) تمام امراء نے حسن بن ناصر کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے والد کے لقب کے مطابق اس کا لقب بھی الناصر رکھا۔ اس نے اپنے بھائی اور اپنے موالی کو اپنے ساتھ رکھا اور وہ مال و دولت جو باہر نکالی گئی تھی ' خزانہ میں واپس داخل کی گئی۔

حسن ناصر کے حکام

سلطنت کا انتظام کرنے کے لئے چھ حکام کی ایک کمیٹی قائم کی گئی وہ حکام یہ تھے۔ ا۔ شیخو' ۲۔ طاز' ۳۔ جبقا' ۴۔ احمد شادی' ۵۔ شرنخاناہ' ۶۔ ارغون اسماعیلی۔

ان سب کا سردار بیقاروس تھا جو قاسی کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے مظفری حکومت کے دونوں سربراہوں یعنی حجاز اور اقستقر کو قلعہ کے قید خانے ہی میں قتل کر دیا تھا اور خود بیقاروس مصر کا نائب السلطنت مقرر ہوا۔

ارقطائی اور ارغون شاہ' تدمربدری کی جگہ حلب کے نائب حاکم مقرر ہوئے۔ بعد میں یحیاوی کے قتل ہونے کی وجہ سے اسے دمشق کا حاکم مقرر کیا اور اس کے بجائے ایاس ناصر کو حلب کا حاکم مقرر کیا گیا۔

اب بیقاروس نے اپنے ساتھی احمد شادی شرنخاناہ کو گرفتار کر لیا اور اسے صفد کی طرف جلا وطن کر دیا۔ اس نے جبقا کو بھی اپنی مجلس سے الگ کر کے اسے طرابلس کا نائب حاکم بنا کر بھیجا اور ارغون اسماعیلی کو حلب کا نائب حاکم مقرر کیا۔

اسی سال مہنّا بن عیسیٰ (امیر عرب) نے بغاوت کی اور جنگ میں اسے شکست ہوئی اس کے بعد اس کا بھائی احمد سلطان کے پاس آیا تو اسے امیر عرب مقرر کیا گیا یوں عربوں کا فتنہ و فساد ختم ہو گیا۔ اس کے بعد جب وہ فوت ہو گیا تو اس کا بھائی فیاض (امیر عرب) مقرر ہوا جیسا کہ ہم ان کے حالات میں بیان کر چکے ہیں۔

ارغون شاہ کا قتل

اس کے بعد ایک عجیب و غریب واقعہ رونما ہوا کہ جب جبقا کو طرابلس کا نائب حاکم بنا کر بھیجا گیا تو سنہ ۷۵۰ھ میں وہ ایاس الحاجب کے ہمراہ روانہ ہوا ایاس الحاجب حلب کا نائب حاکم مقرر ہوا تھا۔

جب وہ دمشق پہنچے تو جبقا کو یہ اطلاع ملی کہ ارغون شاہ نے دمشق کے ارکان سلطنت کی خواتین کی تحریک پر اس کے حرم (خواتین) کی بے عزتی کی۔ (جبقا یہ خبر سن کر بہت مشتعل ہوا لہٰذا) وہ رات کے وقت اس کے گھر پہنچا۔ جب ارغون شاہ باہر نکلا تو اس نے اس کو پکڑ کر اسی وقت ذبح کر ڈالا۔ اس کے بعد اس نے (جعلی) شاہی حکم جاری کیا جس میں ان لوگوں اور امراء کی حمایت کی گئی تھی۔ پھر وہ اس کا عمدہ مال و سامان نکال کر طرابلس روانہ ہو گیا۔

قاتلوں کی گرفتاری اور قتل

اس کے بعد مصر سے (شاہی حکم) آیا کہ جبقا کا تعاقب کیا جائے۔ اس حکم میں اس (جعلی) حکم نامہ کی تردید کی گئی تھی جو جبقا نے جاری کیا تھا۔ لہٰذا دمشق سے فوجیں روانہ ہوئیں اور انہوں نے جبقا اور ایاس حاجب کو طرابلس میں گرفتار کر لیا اور انہیں مصر لے آئے جہاں وہ دونوں قتل کر دیئے گئے۔

ارغون شاہ کی جگہ شمس ناصری دمشق کا حاکم مقرر ہوا اور ارغون کاملی کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ یہ تمام کارروائی ماہ جمادی الاول سنہ ۷۵۰ھ میں مکمل ہوئی۔

ارغون شاہ کے حالات

ارغون شاہ دراصل چین کا باشندہ تھا جو بغداد کے تاتاری بادشاہ سلطان ابو سعید کو پیش کیا گیا تھا۔ ابو سعید نے اسے امیر خواجہ کو عطیہ

کے طور پر دے دیا جو امیر جوبان کا نائب تھا۔ امیر خواجہ نے اسے سلطان ناصر کی خدمت میں تحفہ کے طور پر پیش کیا۔ سلطان کے دربار میں اس نے بہت ترقی کی یہاں تک کہ سلطان نے اس کا نکاح امیر عبدالواحد کی دختر سے کر دیا۔

سلطان الکامل نے اسے استاذار (افسر مال) مقرر کیا۔ سلطان مظفر کے عہد میں اس کا درجہ بہت بلند ہو گیا۔ چنانچہ پہلے اسے صفد کا نائب حاکم اور پھر اسے حلب کا حاکم مقرر کیا گیا۔

جب طنبغا یحیاوی جو دمشق کا حاکم تھا، جبقا کی شکایت پر قید کیا گیا تو ارغون شاہ کو دمشق کا حاکم مقرر کیا گیا۔

بیقاروس کی اسیری

سلطان حسن نے بھی ظلم و استبداد کا رویہ اختیار کیا۔ اس نے اپنے افسر مال منجک یوسفی اور سلحدار کو بیقاروس اور اس کے ساتھیوں کے مشورہ کے بغیر گرفتار کر کے مقید کر دیا۔

منجک' بیقاروس کا خاص آدمی تھا اور اس کا بھائی بھی اس کے ساتھ تھا۔ اب بیقاروس کو اپنے بارے میں بھی خطرہ نظر آیا۔ لہٰذا اس نے اور طاز نے سلطان سے حج کرنے کی اجازت طلب کی تو دونوں کو اجازت مل گئی۔ مگر سلطان نے پوشیدہ طور پر طاز کو یہ ہدایت کی کہ وہ بیقاروس کو (آگے چل کر) گرفتار کر لے۔

آخر کار وہ دونوں (حج کے لئے) روانہ ہو گئے۔ جب وہ ینبوع کے مقام پر پہنچے تو طاز نے بیقاروس کو گرفتار کر لیا۔ بیقاروس نے اس سے درخواست کی کہ وہ اسے حج ادا کرنے کے لئے بیڑیوں میں جکڑ کر آزاد چھوڑ دے' (اس نے ایسا ہی کیا) جب اس نے مراسم حج ادا کئے اور وہ واپس آنے لگے تو طاز نے سلطان کے حکم کے مطابق اسے قلعہ الکرک کے مقام پر مقید کر دیا۔

بیقاروس کو بعد میں رہا کر کے اسے حلب کا نائب حاکم مقرر کیا گیا مگر وہاں اس نے بغاوت اختیار کی جیسا کہ آگے چل کر ہم بیان کریں گے۔

جب بیقاروس کی اسیری کی خبر احمد شادی شرنخاناہ کو صفد کے مقام پر موصول ہوئی تو اس نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا۔ سلطان نے اس سے مقابلہ کے لئے فوجیں بھیجیں اور اسے گرفتار کر کے مصر لایا گیا۔ جہاں اسے اسکندریہ کے مقام پر قید کر دیا گیا اور اس کی بجائے امرائے مصر میں سے مغلطائی حاکم مقرر ہوا۔

شاہ یمن کی گرفتاری اور رہائی

سنہ ۷۵۱ھ میں جب کہ طاز حج کرنے کے لئے آیا ہوا تھا شاہ یمن مجاہد علی بن داؤد المؤید بھی حج کرنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ اس کے بارے میں عوام میں یہ خبر گشت کر رہی تھی کہ وہ غلاف کعبہ لینا چاہتا ہے۔ مصر کے حاجیوں کے وفد نے اہلِ یمن کی اس حرکت کو ناپسند کیا۔ لہٰذا حاجیوں کے قافلوں میں اس معاملہ پر جنگ ہوئی۔ اس زمانے میں بیقاروس مقید تھا لہٰذا اسے رہا کر کے گھوڑے پر سوار کر لیا گیا۔ اس نے اس ہنگامہ میں بہت بہادری کا ثبوت دیا۔ مجاہد کو شکست ہوئی' یمن کے حاجیوں کو لوٹ لیا گیا اور مجاہد کو گرفتار کر کے مصر بھیج دیا گیا جہاں وہ مقید رہا تا آنکہ سلطان صالح کے دور میں سنہ ۷۵۲ھ میں اسے رہائی ملی۔

بیقاروس کو بھی (اس خانہ جنگی کے بعد) قید کر دیا گیا۔

جب (یمن کے بادشاہ) مجاہد کو رہا کیا گیا تو اس کے ہمراہ قشتمر منصوری کو بھیجا گیا تاکہ وہ اسے (صحیح سالم) اس کے ملک میں واپس پہنچا دے۔ جب وہ ینبوع کے مقام پر پہنچا تو یہ خبر اڑ گئی کہ مجاہد نے بھاگنے کا ارادہ کیا تھا لہٰذا قشتمر منصوری نے اسے دوبارہ گرفتار کر کے قلعہ الکرک میں مقید کر دیا۔ اس کے بعد اسے رہا کر کے اسے اس کے ملک واپس بھیج دیا گیا۔

سلطان حسن ناصر کی معزولی

جب سلطان حسن نے بیقاروس کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور اپنے ارکان سلطنت سے بدسلوکی کرنے لگا اور مغلطائی کو ترقی دے کر اس سے خصوصی تعلقات قائم کر لئے تو امرائے مصر اس سے سخت ناراض ہوئے اور سازشیں کرنے لگے۔ ان کے سرغنہ طاز نے امراء کو

ملا کر بغاوت کا ارادہ کیا۔ آخر بیقو شمی نے بھی اس کی حمایت کی اور وہ سب اسے معزول کرنے پر متفق ہو گئے۔
جب وہ ماہ جمادی الاول سنہ ۷۵۲ھ میں سوار ہو کر (بغاوت کے ارادے سے) نکلے تو کسی نے ان کی مزاحمت نہیں کی۔ وہ قلعہ میں داخل ہو گئے جہاں طاز نے حسن الناصر کو گرفتار کر کے قید کر لیا۔

سلطان حسین صالح کی حکومت

حسن ناصر کے بھائی حسین کو قید خانے سے نکال کر امرائے مصر نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس کا لقب صالح رکھا اور خود طاز نائب السلطنت بنا۔
اس نے بیقو شمی کو امیر بنا کر دمشق بھیجا اور بیقر کو امیر بنا کر حلب بھیجا اور خود تن تنہا حکومت کرنے لگا۔
(یہ حال دیکھ کر) دیگر ارکان سلطنت اس سے حسد کرنے لگے اور اس سے مقابلہ کرنے کے لئے اکٹھے ہو گئے۔ ان کی قیادت مغلطائی منکلی اور بیقا قمری کے ہاتھوں میں تھی لہٰذا یہ سب اکٹھے ہو کر اور جنگ کے لئے تیار ہو کر قبۃ النصر کی طرف روانہ ہو گئے۔
امیر طاز اور سلطان صالح بھی اپنی فوجیں لے کر حملہ آور ہوئے اور باغیوں کا شیرازہ منتشر کر دیا اور قتل عام کیا۔ پھر مغلطائی اور منکلی کو گرفتار کر کے اسکندریہ میں قید کر دیا۔
اس نے منجک اور شیخو کو رہا کر کے فوجوں پر اپنا نائب مقرر کیا اور حکومت میں بھی اپنا شریک کار بنایا۔
اب سیف الدین ملائی کو نائب السلطنت مقرر کیا گیا اور سر غتمش کو خصوصی طور پر ترقی دی گئی۔ دمشق کے نائب حاکم شمی محمدی کو گرفتار کر کے اس کا تبادلہ کیا گیا کیونکہ اس کا ارغون کاملی سے تعلق تھا۔
بیقاروس کو قلعہ الکرک سے رہا کیا گیا اور اسے حلب بھیج دیا گیا۔ منجک (ترقی دینے کے باوجود) مخالف ہو گیا اور قاہرہ میں کہیں چھپ گیا۔

بیقاروس کی بغاوت

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بیقاروس کو حج کے راستے میں قلعہ الکرک کے مقام پر قید کر دیا تھا۔ اس کے بعد طاز نے اسے رہا کر کے حلب کا حاکم مقرر کیا۔ جب وہ حاکم مقرر ہو گیا تو اس کے دل میں امیر طاز کے خلاف رشک و حسد پیدا ہوا اور وہ خود مختار حاکم ہو کر حکومت مصر کے خلاف ہو گیا۔

عرب و ترکمان کی حمایت

اس نے شام کے حکام سے سازش کی چنانچہ بالکش نائب حاکم طرابلس اور احمد شادی شرخاناہ نائب حاکم صفد اس کے حامی ہو گئے مگر ارغون کاملی نائب حاکم دمشق اس کا مخالف اور حکومت کا مطیع اور وفادار رہا۔
باغیوں نے ماہ رجب سنہ ۷۵۳ھ میں شیخو اور سر غتمش کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد بیقاروس نے عرب اور ترکمان قبائل کو بھی دعوت دی کہ وہ اس کی حمایت کریں چنانچہ خیار بن مہنا جو عرب قبائل کا سردار تھا اپنی فوجوں کے ساتھ اس کی حمایت کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اسی طرح قراجا ابن العادل بھی اپنی فوجوں سمیت اس کا حامی ہو گیا۔

دمشق پر قبضہ

(ان تمام تیاریوں کے بعد) بیقاروس (تمام متحدہ افواج کو لے کر) حلب سے دمشق (فتح کرنے) کے لئے روانہ ہوا۔ دمشق کا نائب

ارغون (یہ خبر سن کر) غزہ کی طرف بھاگ گیا اور جبقا عادلی کو اپنا جانشین بنایا۔

جب بیقاروس دمشق پہنچا تو اس نے دمشق پر قبضہ کر لیا البتہ قلعہ مسخر نہیں ہو سکا۔ لہٰذا اس نے اس کا محاصرہ کیا اور اس کی فوجیں آس پاس کے دیہاتوں میں لوٹ مار کرتی رہیں۔

شاہی لشکر کشی

اس اثناء میں سلطان صالح اور مصری حکام فوجیں لے کر اسی سال کے ماہ شعبان میں روانہ ہوئے۔ سلطان اپنے ہمراہ خلیفہ معتضد ابو الفتح ابو بکر بن المستکفی کو بھی لے گیا تھا۔ جب یہ فوجیں روانہ ہو رہی تھیں تو منجک بھی کسی گھر سے برآمد ہوا جو ایک سال سے پوشیدہ تھا۔ سرغتمش نے اسے اسکندریہ بھیج دیا۔

بیقاروس کا فرار

جب بیقاروس کو مصر سے سلطان اور اس کے لشکر کے روانہ ہونے کی خبر ملی تو وہ دمشق سے بھاگ گیا۔ لہٰذا عوام نے ترکمان فوجوں کا قتل عام کیا۔

باغیوں کا تعاقب

سلطان دمشق پہنچ کر قلعہ میں مقیم ہوا اور بیقاروس کے تعاقب میں فوجیں بھیجیں۔ وہ ان امراء کی جماعت کو پکڑ کر لائے جو اس کے ساتھی تھے۔ سلطان نے ان میں سے کچھ امراء کو قتل کر دیا اور باقی ماندہ افراد کو قید کر دیا۔ اس نے دمشق کا حاکم امیر علی ماردانی کو مقرر کیا اور ارغون کاملی کا حلب تبادلہ کر دیا۔

سلطان صالح کی واپسی

اس کے بعد سلطان نے بیقاروس کے تعاقب میں مغلطائی دوادار کی سرکردگی میں فوجیں بھیجیں اور خود مصر واپس چلا گیا جہاں وہ اسی سال کے ذوالقعدہ کے مہینے میں پہنچا۔

بیقاروس کا قتل

مغلطائی دوادار (فوجیں لے کر) بیقاروس اور اس کے ساتھیوں کے تعاقب میں روانہ ہوا اور انہیں گھیر لیا۔ پھر بیقاروس احمد اور الملش کو گرفتار کر کے انہیں قتل کر دیا اور سنہ ۷۵۴ھ میں ان کی لاشوں کے سر مصر بھیجے۔

ترکمان سردار کا تعاقب

سلطان نے ارغون کاملی جو اب حلب کا نائب حاکم تھا، کو ہدایت کی کہ وہ فوج لے کر ترکمان قبائل کے سردار قراجا بن العادل کے تعاقب میں نکلے۔ چنانچہ جب اس نے اس کے شہر بلبسین کی طرف فوج کشی کی تو اسے ویران پایا۔ وہ وہاں سے بھاگ گیا تھا۔ لہٰذا ارغون نے اس شہر کو تباہ کر دیا اور بلاد روم تک اس کا تعاقب کیا۔

جب قرجا نے محسوس کیا کہ اس کا تعاقب ہو رہا ہے تو وہ بھاگ کر مغلوں کے حاکم ابن ارشا کے پاس سیواس پہنچ گیا۔ شاہی لشکر نے ان کے قبیلوں کو لوٹ لیا اور اس کے مویشی اٹھا کر لے آئے۔

بغاوت کا انسداد

(جب قراجا ابن ارشا کے پاس پہنچا تو) مغل حاکم نے اسے گرفتار کر کے مصر بھیج دیا جہاں اسے قتل کر دیا گیا۔ یوں بغاوت رفع ہو گئی۔

وہ افراد جو اسکندریہ میں نظر بند تھے انہیں رہا کر دیا گیا۔ البتہ مغلطائی اور منجک کو مزید چند دنوں تک قید میں رکھا گیا پھر ان دونوں کو بھی رہا کر کے شام کی طرف جلا وطن کر دیا گیا۔

عرب قبائل کی سرکوبی

اس فتنہ و فساد کے دوران عرب قبائل نے مصر کے بالائی حصہ (صعید) میں فتنہ و فساد برپا کیا انہوں نے کھیتوں اور مال و دولت کو لوٹ لیا۔ ان فسادیوں کا سرغنہ احدب تھا۔ اس کے حامیوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی لہٰذا سلطان بذات خود فوج لے کر سنہ ۷۵۴ھ میں روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ امیر طاز بھی تھا۔ امیر شیخو نے پیش قدمی کر کے عرب قبائل کو شکست دی اور ان کی فوجوں کا صفایا کر دیا۔ شاہی فوجوں کو بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا اور سلطان کو بے شمار مویشی اور ہتھیار حاصل ہوئے۔ عربوں کی بڑی تعداد اسیر ہوئی اور وہ مارے گئے البتہ احدب (ان کا سرغنہ) بھاگ نکلا۔

اس نے سلطان کے واپس جانے کے بعد پناہ طلب کی۔ سلطان نے اسے اس شرط پر پناہ دی کہ عرب قبائل نہ تو گھوڑوں پر سوار ہوں اور نہ ہتھیار اپنے پاس رکھیں اور وہ صرف کھیتی باڑی کرنے میں مصروف رہیں۔

حسن ناصر کی دوبارہ تخت نشینی

شیخو سپہ سالار تھا وہ اپنے رفیق کار امیر طاز سے بدظن ہو گیا۔ اس نے مصر کے ارکان سلطنت سے مل کر سلطان کے خلاف سازش تیار کی اور موقع کا منتظر رہا۔

جب امیر طاز سنہ ۷۵۵ھ میں بحیرہ کی طرف سیر و شکار کے لئے روانہ ہوا تو شیخو قلعہ پہنچا اور سلطان صالح کو جو تنکز کا نواسہ تھا معزول کر دیا اور اسے گرفتار کر کے مکمل تین سال تک اپنے گھر میں نظر بند رکھا۔ اس کے بعد اس کے بھائی حسن ناصر کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسے دوبارہ تخت نشین کرایا۔

امیر شیخو نے امیر طاز کو بھی بحیرہ سے بلوا کر گرفتار کر لیا اور پھر حلب کا نائب حاکم بنا کر بھیج دیا۔

تقرر و معزولی

اس نے ارغون کاملی کو بھی معزول کیا۔ چنانچہ وہ بھاگ کر دمشق پہنچا جہاں سے وہ سنہ ۷۵۶ھ میں گرفتار ہو کر اسکندریہ پہنچایا گیا اور وہاں سے وہ قید خانہ میں بند کر دیا گیا۔

اس عرصے میں بیشی احمدی کے فوت ہونے کی خبر آئی جو طرابلس کا نائب حاکم تھا۔ اس کی جگہ منجک کو حاکم مقرر کیا گیا۔

شیخو کے وسیع اختیارات

اب شیخو مصر کی سلطنت کا خود مختار حاکم تھا اور سیاہ و سفید کا مالک تھا' جسے چاہے حاکم مقرر کرے اور جسے چاہے معزول کرے۔ وہ سلطان حسن ناصر کے دوسرے دور حکومت میں سلطان کے تمام اختیارات کا خود مالک رہا اور مشرق و مغرب کے تمام سلاطین خط و کتابت میں اس کو مخاطب کرتے تھے۔ امور سلطنت میں اس کا شریک کار سلطان کا آزاد کردہ غلام سرغتمش تھا۔

شیخو نے عجلان بن امیشہ کو مکہ معظمہ کے واحد حکمران کی حیثیت سے مقرر کیا۔

شیخو پر قاتلانہ حملہ

امیر شیخو سلطان کے نگران اور خود مختار حاکم کی حیثیت سے (تین سال تک) کام کرتا رہا آخر کار ایک دن شاہی دربار میں ملو شیغا

سنہ ۷۵۸ھ میں ایک غلام نے اس پر حملہ کر کے تلوار کے تین وار کیے جس سے اس کا چہرہ سر اور دونوں بازو زخمی ہو گئے اور وہ ہاتھوں کے بل گر پڑا۔

دربار میں (اس ہنگامے کے بعد) سلطان اپنے گھر چلے گئے اور محفل منتشر ہو گئی۔ قلعہ کے باہر فوجوں میں بھی ہنگامہ برپا ہو گیا اور سب لوگ بے چین اور مضطرب ہو گئے۔ امیر شیخو کے موالی (آزاد کردہ غلام) قلعہ میں گھس کر شاہی ایوان میں پہنچ گئے' شیخو کا پروردہ متبنی خلیل بن قوصون ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔ خلیل کی والدہ سے شیخو نے نکاح کر لیا تھا۔ وہی شیخو کو (زخمی حالت میں) اٹھا کر اس کے گھر لے گیا تھا۔

حملہ آور کا قتل اور شیخو کی موت

سلطان حسن ناصر نے حملہ آور غلام کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ اسی دن مارا گیا۔ سلطان نے دوسرے دن اسے بحال کر دیا مگر اسے اندیشہ رہا کہ یہ حملہ سلطان کے حکم سے کیا گیا تھا۔ بہرحال امیر شیخو لگاتار بیمار رہا یہاں تک کہ وہ اسی سال ماہ ذو القعدہ میں فوت ہو گیا۔ شیخو پہلا شخص تھا جس نے خود اپنا لقب "امیر کبیر" رکھوایا۔

سر غتمش کا اقتدار

اب شیخو کے شریک کار سر غتمش نے سلطنت کا انتظام سنبھالا۔ اس نے امیر طاز کو حلب میں گرفتار کرا کر اسکندریہ میں مقید کر دیا اور اس کا جانشین امیر علی ماردانی کو مقرر کیا۔ اس کا دمشق سے تبادلہ کیا گیا تھا اور اس کی بجائے دمشق کا حاکم منجک یوسفی کو مقرر کیا گیا۔

امراء کی گرفتاری

سلطان نے ماہ رمضان سنہ ۷۵۹ھ میں سر غتمش اور اس کے ساتھی امراء کو گرفتار کر لیا۔ جو امراء گرفتار کیے گئے ان میں:

۱۔ ملکتمر دوادار' ۲۔ طشتمر قاسمی حاجب' ۳۔ طبنغا ماجاری' ۴۔ خلیل بن قوصون' ۵۔ محا سلحدار وغیرہ شامل تھے۔

ان امراء کے موالی نے قلعہ کے میدان میں دن کے وقت سلطان کے غلاموں سے جنگ کی۔ آخر کار انہیں شکست ہوئی اور وہ مارے گئے۔

سر غتمش کا قتل

سر غتمش اور اس کی جماعت کے گرفتار شدہ امراء اسکندریہ کے قید خانے میں مقید رہے اور ستر (۷۰) دن کے بعد سر غتمش کو قتل کر دیا گیا۔ پھر اس کے تمام حامی امراء' قاضی' سرکاری ملازمون کو سزا دی گئی اور سلطان کے حکم سے منکلی بیبغا نے سزا دینے کا یہ ناخوش گوار فریضہ انجام دیا۔

سلطان کی خود مختاری

اب سلطان خود مختار ہو گیا اور اس نے انتظام سلطنت خود سنبھالا۔ اس نے اپنے غلام بیبغا قمری کو سب حکام پر مقدم رکھا اور اسے ہزاری امیر مقرر کیا۔ اس نے الجائی یوسفی کو حاجب مقرر کیا۔ پھر اسے دمشق کا نائب حاکم بنا کر بھیج دیا اور سابق حاکم منجک کو واپس بلوا لیا۔

حکام کے تبادلے

منجک جب غزہ پہنچا تو روپوش ہو گیا۔ لہٰذا سلطان حسن ناصر نے اس کی جگہ امیر علی ماردانی کو مقرر کیا اور حلب سے اس کا تبادلہ

کر کے اسے دمشق کا حاکم بنایا۔

سلطان نے حلب کا حاکم سیف الدین بکتمر مومنی کو مقرر کیا۔ اس کے بعد علی ماردانی کے بجائے استدمر کو دمشق کا حاکم بنایا اور مومنی کے بجائے حلب کا حاکم مندمر حورانی کو مقرر کیا۔

پھر سلطان نے حلب کا حاکم سیف الدین بکتمر مومنی کو مقرر کیا۔ اس کے بعد علی ماردانی کے بجائے استدمر کو دمشق کا حاکم بنایا اور مومنی کے بجائے حلب کا حاکم مندمر حورانی کو مقرر کیا۔

پھر سلطان نے سنہ ۷۶۱ھ میں مندمر حورانی کو حکم دیا کہ وہ سیس پر حملہ کرے اور دیگر قلعوں کے ساتھ اذنہ' طرسوس اور مصیصہ کو بھی فتح کرے۔ اسے وہاں کا حاکم بھی مقرر کیا گیا تھا۔

جب وہ وہاں سے واپس آیا تو استدمر کے بجائے سلطان نے اسے دمشق کا نائب حاکم مقرر کیا اور حلب کا حاکم احمد بن القتمری کو مقرر کیا۔

منجک کی معافی

سنہ ۷۶۱ھ میں منجک کا دمشق میں سراغ لگ گیا۔ اس سے پیشتر اس کی روپوشی کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو سزائیں ہوئی تھیں۔ مگر جب وہ حاضر ہوا تو سلطان نے اسے معاف کر دیا اور اس کی مدد کی اور اسے اختیار دیا کہ وہ شام کے علاقے میں جہاں چاہے قیام کرے۔

سلطان حسن ناصر نے اپنے عہد کے باقی ایام خود مختاری کی حالت میں گزارے۔ وہ علماء اور قاضیوں سے بہت محبت کرتا تھا اور اپنے گھر میں ان کی محفل منعقد کرتا تھا اور علمی مسائل میں ان سے بحث کیا کرتا تھا۔ وہ انہیں انعام و اکرام سے نوازتا تھا اور دیگر افراد کی بہ نسبت علماء کی صحبت میں زیادہ خوش رہتا تھا۔ اس کا یہ طریقہ آخری زمانے تک رہا۔

بیبقا کی بغاوت

امیر بیبقا سلطان حسن کے موالی میں سے تھا۔ اسے اعلیٰ مرتبہ حاصل تھا۔ چونکہ وہ سلطان کے خواص میں سے تھا اس لیے وہ خاصکی کے لقب سے مشہور تھا۔ سلطان ناصر نے اسے سرکاری عہدوں پر ترقی دینے کے بعد امیر مقرر کیا تھا پھر اسے اتابک کے عہدہ پر بھی ترقی دی۔ وہ اس کے ظلم و استبداد کی اکثر شکایت کرتا تھا لہٰذا سلطان نے اسے ایک رات اپنے حرم میں طلب کر کے اپنے موالی میں سے کسی کی خدمت پر مامور کیا۔ یہ بات امیر بیبقا کو بہت ناگوار محسوس ہوئی اور وہ بہت رنجیدہ ہوا مگر اس نے یہ رنجش اپنے دل ہی میں پوشیدہ رکھی۔

ایک دفعہ سلطان نے ۷۶۳ ہجری میں شہر سے باہر نکلا' نکل کر اپنے خیمے گاڑ دیئے۔ بیبقا خاصکی کا خیمہ بھی اس کے قریب لگایا گیا۔ مگر جلد ہی اس کی بغاوت کی اطلاع سلطان کو موصول ہوئی' سلطان نے اسے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور اسے بلوایا مگر وہ نہیں گیا کیونکہ اسے سلطان کی بدگمانی سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا سلطان اپنے غلاموں اور اپنے مخصوص امراء کے ساتھ اس سال کی ۹ جمادی الاولیٰ کو اس کا مقابلہ کرنے کے لیے گیا۔ اس سے پہلے اس کو خبردار کیا گیا تھا۔ اس لیے اس نے بہادری کے ساتھ اپنے خیمے کے سامنے شاہی لشکر کا مقابلہ کیا۔

شاہی لشکر کو شکست

سلطان کے ساتھیوں کو شکست ہوئی تو سلطان قلعہ کی طرف بھاگ گیا۔ بیبقا اس کے تعاقب میں تھا۔ قلعہ کے مخالفوں نے اسے روک دیا اور وہ شہر میں امیر بن ازکشی کے گھر میں جینیہ کے مقام میں روپوش ہو گیا۔

قاہرہ سے ناصر الدین حسینی اور قشتمر منصور وغیرہ حکام کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلے تو ان کا مقابلہ اس سے بولاق کے مقام پر ہوا۔ ان کی

بیبغا سے دو تین مرتبہ جنگ ہوئی مگر ہر جنگ میں اس نے ان امراء کو شکست دی۔

سلطان کا قتل

سلطان حسن ناصر نے اید مرودار کے ساتھ بھیس بدل کر شام کی طرف بھاگ جانے کی کوشش کی مگر چند غلاموں کو اس کی خبر ہوگئی' انھوں نے بیبغا کو اس کی اطلاع کردی۔ اس پر بیبغا نے ان کو گرفتار کرنے کے لیے آدمی بھیجے جو انھیں پکڑ کر لے آئے۔
بیبغا نے انھیں قتل کرنے سے پہلے تشدد کے ذریعے شاہی مال و دولت اور اس کے ذخیرہ کا پتہ چلا لیا پھر سلطان کا کام تمام کیا۔
سلطان حسن ناصر نے ساڑھے چھ سال حکومت کی۔

منصور محمد بن مظفر حاجی کی تخت نشینی

اس کے بعد بیبغا نے محمد بن مظفر حاجی کو تخت نشین کیا۔ اس کا "لقب منصور" رکھا اور خود اس کا سرپرست بن کر امور سلطنت انجام دیتا رہا۔ اس نے طنبغا طویل کو اپنا شریک کار مقرر کیا اور تستمر منصوری کو نائب اور غشمر کو امیر مجلس مقرر کیا۔ موسیٰ از کشی استاذ دار مقرر ہوا۔ اس نے قاہی کو رہا کر کے اسے قلعہ الکرک کا نائب حاکم مقرر کیا۔ اس نے امیر طاز کو بھی قید سے رہا کیا جو اندھا ہوگیا تھا اسے اس کی خواہش کے مطابق پہلے بیت المقدس اور پھر دمشق بھیجا گیا جہاں وہ اگلے سال فوت ہوگیا۔ بیبغا نے عجلان کو مکہ معظمہ کی حکومت پر بحال رکھا اور شام کے عربوں کا سردار جبار بن مہنا کو مقرر کیا۔ پھر اس نے امراء کی ایک جماعت کو گرفتار کر کے انھیں قید کردیا۔

حاکم دمشق کی بغاوت

جب شام میں بیبغا کی کار گزاریوں کی اطلاعات پہنچیں اور یہ معلوم ہوا کہ وہ خود حاکم بن گیا ہے تو دمشق کے نائب حاکم استدمر کو یہ باتیں ناگوار معلوم ہوئیں' اس نے علم بغاوت بلند کردیا۔ اس کے ساتھ دوسرے حکام' مندمر' البری اور منجک یوسفی بھی شریک ہوگئے۔
استدمر نے قلعہ دمشق پر قبضہ کرلیا۔
(یہ حال سن کر) امیر بیبغا نے سلطان منصور کے ساتھ لشکر کشی کی۔ جب وہ دمشق پہنچا تو باغیوں نے قلعہ دمشق میں پناہ لی اور فریقین کے درمیان شام کے قاضیوں کی پیغام رسانی رہی۔ آخر کار باغیوں نے پناہ حاصل کی۔ اس بارے میں امیر بیبغا نے ان سے حلف اٹھوایا۔
جب یہ باغی بیبغا کے پاس پہنچے تو اس نے انھیں اسکندریہ بھیج دیا جہاں وہ مقید ہوئے پھر امیر ماردانی کو دمشق کا نائب حاکم اور قطلوبغا احمدی جو صفد میں تھا کو احمد بن قمری کی جگہ حلب کا نائب حاکم مقرر کیا گیا۔
اس کے بعد سلطان منصور اور امیر بیبغا مصر واپس آگئے۔

خلافت

جب سلطان ناصر کے زمانے میں خلیفہ مستکفی فوت ہوا تو اس سے پہلے اس نے اپنے فرزند احمد کو ولی عہد بنایا تھا اور اس کا لقب الحاکم رکھا تھا مگر سلطان ناصر نے اسے خلیفہ مقرر نہیں کیا بلکہ اس کی بجائے مستکفی کے چچا ابراہیم بن محمد کو خلیفہ مقرر کیا اور اس کا لقب الواثق رکھا۔ جب ۷۴۱ ہجری کے آخر میں سلطان ناصر فوت ہوگیا تو مصر کے ان امراء نے جو سلطنت کے نگران تھے' احمد الحاکم بن المستکفی کو جو ولی عہد تھا خلیفہ مقرر کیا وہ اپنی خلافت کی مدت پوری کر کے ۷۵۳ ہجری میں فوت ہوگیا۔ جب کہ سلطان صالح سیط تنکز کے عہد حکومت کا آغاز تھا۔

اس کے بعد اس کا بھائی ابوبکر بن المستکفی المعتضد کے لقب سے خلیفہ مقرر ہوا۔ اس کا عہد خلافت دس سال تک رہا اور ۷۶۳ ہجری میں فوت ہوگیا۔ اس نے اپنے فرزند احمد کو ولی عہد مقرر کیا تھا لہٰذا وہ "مستکفی ثانی" کے لقب سے خلیفہ مقرر ہوا۔

سلطان اشرف کا عہد حکومت

جب امیر بیبقا خاصگی سلطان منصور محمد بن حاجی کے خلاف ہوگیا تو اس نے شعبان ۷۶۴ ہجری میں اسے معزول کردیا۔ سلطان منصور نے صرف ستائیس مہینے حکومت کی۔

اس کے بعد امیر بیبقا نے شعبان بن الناصر حسن بن سلطان ناصر کو مقرر کیا۔ اس کے فوت ہونے کے بعد اس کے بیٹے شعبان کو جو صرف دس سال کا بچہ تھا' سلطان مقرر کیا گیا اور اس کا لقب اشرف رکھا گیا اس کا سرپرست اور نگران خود امیر بیبقا تھا۔

حکام کے تبادلے

اس نے ۷۶۵ ہجری میں ماروانی کو دمشق کی حکومت سے معزول کر کے اس کی بجائے قطلوبغا کو مقرر کیا۔ اس کا تبادلہ حلب سے کیا گیا تھا' جب قطلوبغا فوت ہوا تو اس کے بجائے عشقتمر ماروانی کو مقرر کیا گیا۔ پھر ۷۶۶ ہجری میں عشقتمر بھی معزول ہوگیا اور اس کے بجائے سیف الدین خوجہ حاکم مقرر ہوا۔ اور ۷۶۷ ہجری میں اسے حکم ملا کہ وہ خلیل بن قراجابن العادل امیر ترکمان کے تعاقب میں لشکر کشی کرے اور اسے گرفتار کر کے پیش کرے۔

چنانچہ وہ لشکر لے کر روانہ ہوا۔ جب خلیل بن قراجا قلعہ خرت برت میں محصور ہوگیا تو اس نے چار مہینے تک اس کا محاصرہ کیا۔ اس کے بعد خلیل نے پناہ طلب کی اور اس امید سے جب وہ مصر پہنچا تو سلطان نے اسے پناہ دے کر خلعت سے نوازا اور ترکمان کا حاکم بنا کر واپس بھیجا۔

اہلِ قبرص کے جزیہ کی عدم ادائیگی

جزیرہ قبرص کے لوگ عیسائی تھے اور رومی نسل کے تھے۔ انھیں بھی فرنگی کہا جاتا ہے کیونکہ فرنگی تمام عیسائی اقوام پر غالب آگئے ہیں ورنہ ہروشیوش نے انھیں کیتم قوم کی طرف منسوب کیا ہے۔

جزیرہ رودس کے باشندے دوداتم کی نسل سے ہیں یوں وہ کیتم کے بھائی ہیں اور دونوں کا تعلق رومی قوم سے ہے۔

اہل قبرص پر جزیہ کی مقررہ رقم عائد تھی جسے وہ حاکم مصر کو ادا نہ کرتے تھے؟حضرت عمرؓ فاروق اعظم کے دور میں امیر معاویہ حاکم شام کے ہاتھوں جب یہ جزیرہ فتح ہوا تھا تو اسی زمانے سے یہ جزیہ ان پر لگایا گیا تھا۔

اہلِ قبرص پر بحری حملے

جب اہل قبرص جزیہ نہیں ادا کرتے تھے تو حاکم شام ان کے خلاف اسلامی بحری بیڑہ بھیجا کرتا تھا جو ان کی بندرگاہوں کو تباہ کر کے ان کے ساحلی مقامات پر غارت گری کرتا تھا تاآنکہ وہ جزیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہوجاتے تھے۔

ترک ممالیک کے دور میں بھی سلطان ظاہر بیبرس نے ۶۶۹ ہجری میں قبرص کی طرف ایک عظیم بحری بیڑہ بھیجا تھا جسے رات کے وقت دہاں لنگر انداز ہونے سے کافی نقصان پہنچا کیونکہ اس ساحل پر چاروں طرف بہت چٹانیں تھیں موجودہ زمانے میں جنوا کے فرنگی باشندے جزیرہ اردس پر قابض تھے انہوں نے ۷۰۸ ہجری میں حاکم قسطنطنیہ یشکری کے قبضہ سے اسے چھینا لہٰذا اہل قبرص ان کے ساتھ بھی جنگ کرتے تھے اور کبھی صلح کرتے رہتے اور یہ سلسلہ ان کے آخری دور تک جاری رہا۔

اہل قبرص کی اسکندریہ پر لشکر کشی

جزیرہ قبرص طرابلس کے سامنے شام و مصر کے ساحل سے ایک دن اور ایک رات کی بحری مسافت پر ہے۔ایک دن یونہی اہل قبرص کے جہاز اچانک اسکندریہ میں جا گھسے۔انہوں نے اپنے حاکم کو اس کے حالات بتائے لہٰذا اس نے اہل قبرص پر لشکر کشی کے لیے یہ موقع غنیمت جاناہوہ اپنے بحری بیڑہ کو لے کر روانہ ہوا اور دوسری فرنگی قوموں سے بھی مدد کا طالب ہوا۔ آخر کار یہ لوگ بہت زبردست بحری بیڑہ لے کر ۱۷ محرم ۷۶۷ ہجری میں اسکندریہ کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہوئے۔ ان کے اس بحری بیڑے میں ۷۰ جہاز تھے جو سامان اسلحہ اور فوج سے بھرے ہوئے تھے اور ان کے اندر جنگجو سوار گھوڑوں سمیت موجود تھے۔

جنگ کے تماشائی

جب فرنگی فوج لنگر انداز ہوئی تو جہازوں سے اترنے کے بعد ساحل پر فوج کی صف بندی کی گئی پھر انہوں نے حملے کا آغاز کیا۔ اسکندریہ کے باشندے اس لشکر کشی کا تماشہ دیکھنے کے لیے ساحل پر سیرو تفریح کے لیے پہنچ گئے تھے۔ وہ اس مصیبت کے برے انجام سے بے خبر تھے کیونکہ انہوں نے بہت عرصہ سے جنگ نہیں لڑی تھی۔ ان کے محافظ دستوں کی تعداد بھی بہت تھوڑی تھی اور قلعوں کی حفاظت کرنے والے جنگ جو تیر اندازوں سے شہر کی فصیلیں خالی تھیں ۔ اس وقت شہر کا حاکم خلیل بن عوام تھا جو صلح یا جنگ کا ذمہ دار تھا مگر وہ بھی وہاں موجود نہ تھا اور فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے گیا ہوا تھا۔

تماشائیوں پر تیر اندازی

جب دشمن کی فوجوں کے صف آرا ہو کر حملہ شروع کیا تو انہوں نے عوام تماشائیوں پر تیروں کی بوچھاڑ کردی لہٰذا وہ جانیں بچا کر شہر کی طرف بھاگے اور شہر کے دروازوں کو بند کر کے فصیلوں پر چڑھ کر وہاں سے تماشا دیکھنے لگے۔ اب دشمن شہر کے دروازہ پر پہنچ گیا اور وہ دروازوں کو جلا کر شہر میں گھس گئے چنانچہ اہل شہر میں ہل چل مچ گئی اور وہ بھاگنے لگے۔

اہل اسکندریہ کا فرار

اب اہل اسکندریہ اپنے اہل و عیال اور مال و سامان کے ساتھ اندرونی علاقے میں خشکی کی طرف بھاگنے لگے۔ چنانچہ راستے اور میدان ان بھاگنے والے شہریوں سے بھر گئے جو حیران اور پریشان ہو کر نامعلوم مقام کی طرف بھاگ رہے تھے۔ گردونواح کے عرب بدوؤں کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے ان بھاگتے ہوئے شہریوں میں سے اکثر کو لوٹ لیا۔

شہر کی بربادی

فرنگی فوج کے سپاہی شہر کے جس علاقے سے بھی گزرے وہاں کے بازاروں اور مکانوں کو لوٹتے گئے انہوں نے خوب لوٹ مار مچائی صرافوں کی دوکانوں کو لوٹ لیا اور بڑے بڑے تاجروں کا سامان تجارت بھی لوٹ لیا۔ تمام سامان تجارت سرمایہ اور ذخیرہ سے اپنی جنگی کشتیوں کو بھرلیا۔ اور بہت سے بچوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے انھیں لونڈی غلام بنالیا اور انھیں اپنے ساتھ رکھا۔

اہل قبرص کی واپسی

لیکن جب عرب اور دوسرے لوگ اہل اسکندریہ کی مدد کو پہنچے تو وہ اپنے جنگی بیڑوں میں گھس گئے اور وہاں دن کا باقی حصہ گزارا۔ پھر دوسرے دن وہ اپنے بیڑوں میں وہاں سے روانہ ہوگئے۔

مصری لشکر کی آمد

جب سلطنت مصر کے نگران امیر بیبقا کو اہل اسکندریہ پر حملے کا علم ہوا تو وہ فوراً اپنی فوجوں کو لے کر مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ اس وقت تک خلیل بن عوام بھی حج سے واپس آگیا تھا۔ لہٰذا وہ بھی اس کے ہمراہ تھا۔ اس لشکر کے ہراول دستے پر خلیل بن قوصون اور طلوبغا فخری امیر مقرر ہوئے تھے۔ وہ جہاد کے مخلصانہ ارادوں کے ساتھ پیش قدمی کرتے رہے۔ راستے ہی میں انھیں یہ اطلاع مل گئی کہ دشمن واپس چلا گیا ہے۔ مگر یہ خبر سن کر امیر نہیں لوٹا بلکہ اسکندریہ پہنچ گیا۔

قبرص پر حملے کی تیاری

وہاں پہنچ کر اس نے شہر کی تباہی و بربادی کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھا تو اس نے فصیل منہدم کر کے اسے از سر نو تعمیر کرنے کا حکم دیا پھر وہ اپنے پایۂ تخت مصر واپس آگیا۔ وہ اہل قبرص کے خلاف بہت غیض و غضب میں بھرا ہوا تھا۔ اس نے حکم دیا کہ ایک سو بحری بیڑے تیار کیے جائیں جس کا نام قربان رکھا گیا۔ اس نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ وہ سلطنت مصر کی تمام مسلمان فوجوں کو لے کر قبرص پر حملہ کرے گا اور اس مقصد کے لیے اس نے تیاریاں شروع کر دی تھیں اور اس کا ایک جشن بھی منایا۔ اس نے بہت سے ہتھیار اور محاصرہ کے آلات کثیر تعداد میں مہیا کر لیے تھے۔ چنانچہ آٹھ مہینے یہ تیاریاں جاری ہیں اور اسی سال کے ماہ رمضان المبارک میں مکمل ہو گئیں مگر اس وقت ایسے حالات رونما ہوئے کہ وہ اپنے اس مقصد کی تکمیل نہیں کر سکا۔

امیر بیبقا کے خلاف بغاوت کی تحریک

طنبغا طویل سلطان حسن کا آزاد کردہ غلام تھا۔ وہ امیر سلح کے عہدہ پر فائز تھا اور ساتھ ہی حکومتی معاملات کی انجام دہی کے لیے امیر بیبقا کا معاون بھی تھا۔ وہ خود مختار ہونا چاہتا تھا اور اسی غرض کے تحت دیگر ارکان سلطنت کے ساتھ وہ بھی امیر بیبقا کے خلاف ہو گیا۔ لہٰذا ان امرائے سلطنت نے طنبغا طویل کے ساتھ مل کر امیر بیبقا کے خلاف بغاوت کی سازش کی تحریک کا آغاز کیا۔ اس وقت سلطان کا دوادار ارغون اشرفی اور افسر مال محمدی تھا۔ ابھی قبرص کے سفر کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ طنبغا طویل ماہ جمادی الاولیٰ ۷۶۷ ہجری میں سیر و تفریح کے لیے عباسیہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت تمام ارکان سلطنت میں اس سازش کی خبر پھیل گئی اور امیر بیبقا کو بھی اس خفیہ سازش کی اطلاع مل گئی۔ اس لیے اس نے طویل کو شام کی طرف بھیجنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ شاہی فرمان بھی صادر ہوا کہ اسے دمشق کا نائب حاکم بنایا جائے۔ طویل نے اس حکم کو مسترد کر دیا اور جنگ کرنے کی دھمکی دی۔ مگر امیر بیبقا نے اس کی فوج کو شکست دے کر طویل اشرفی اور محمدی کو گرفتار کر لیا اور انھیں اسکندریہ میں قید کر دیا۔ اسی سال ماہ شعبان میں کچھ لوگوں نے سلطان سے طویل کے حق میں سفارش کی سلطان نے وہ سفارش قبول کر لی اور اسے بیت المقدس بھیج دیا گیا۔ پھر اشرفی اور محمدی کو بھی چھوڑ دیا گیا اور ان دونوں کو شام بھیج دیا گیا۔

اب طویل کے عہدے پر طیدمر باسلی کا تقرر کیا گیا اور اشرفی کے بجائے طنبغا ابو بکری کو دوادار[1] کے عہدہ پر سرفراز کیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد امیر بیبقا علائی نے اسے بھی معزول کر دیا اور اس کی جگہ اوس عادل محمدی کو مقرر کیا۔
سرکاری عہدوں پر مامور مصر کے امراء کی ایک بڑی جماعت نے اس سازش میں شرکت کی تھی اور اس کے بعد گرفتار ہو کر قید میں تھے۔ اس لیے ایسے امراء کو جو سرکاری عہدوں پر نہیں تھے۔ ان کے عہدوں پر مقرر کر دیا گیا۔
امیر بیبقا نے منکلی بیبقا شمسی نائب حاکم دمشق کو مصر بلوا کر اسے سیف الدین برجی کی جگہ حلب کا نائب حاکم مقرر کیا اور اسے اجازت دی

1۔ دوادار چیف سیکرٹری کے عہدہ کے برابر ہوتا ہے۔

کہ وہ فوج کی تعداد بڑھائے۔ امیر نے اس کا مرتبہ دمشق کے نائب حاکم سے بھی بڑھا دیا تھا اور اس کے اختیارات میں اضافہ کر دیا۔ اس کے بجائے دمشق کا نائب حاکم اقطمر عبدالعزیز کو مقرر کیا گیا۔

غلاموں (ممالیک) کی بغاوت

اسی اثناء میں یبقا کا ظلم و استبداد بہت بڑھ گیا تھا۔ امرائے مصر اور ارکان سلطنت بھی اس سے بہت تنگ آئے ہوئے تھے۔ بالخصوص اس کے ممالیک غلام اس سے بہت تنگ تھے۔ اس نے غلاموں کی تعداد میں اضافہ کر لیا تھا۔ وہ ان کی تعلیم و تربیت کے بہانے ان پر بہت تشدد کرتا تھا۔ وہ نہ صرف لاٹھیوں سے پیٹے جاتے تھے بلکہ ان کی ناک اور کان بھی کاٹ لیے جاتے تھے لہٰذا اس تشدد کی وجہ سے یہ غلام اس کے سخت مخالف ہو گئے۔

بغاوت کی تیاریاں

استدمر اور اقتلان احمدی ان ممالیک کے سردار تھے اور اسی دوران اس قسم کی وحشیانہ سزا استدمر کے بھائی کو بھی دی گئی۔ اس واقعہ سے استدمر کو بہت دکھ ہوا۔ اور سب امراء سے مل کر اس نے یبقا کے خلاف بغاوت کا منصوبہ تیار کیا تمام امراء اسی کو نجات کا واحد ذریعہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے سلطان کو بھی اس سے آگاہ کیا اور اس سے اجازت طلب کی۔

سلطان نے ۷۷۸ ہجری میں امیر یبقا کو بحیرہ کی طرف روانہ کر دیا۔ اس دوران ان غلاموں نے طرانہ کے گھر پر ایک جلسہ منعقد کیا اس میں راتوں رات یبقا کے خلاف سازش تیار کی گئی۔ اس سازش کی اطلاع یبقا کو بھی مل گئی تھی اور اس نے وہ نشانیاں بھی دیکھ لیں جو اسے بتائی گئی تھیں۔ لہٰذا مکروفریب کے طور پر وہ اپنے بعض خواص کے ساتھ سوار ہو کر نکلا اور دریائے نیل کو عبور کر کے قاہرہ پہنچا۔ اس نے ملاحوں کو حکم دیا کہ وہ مشرقی کنارے پر اپنی کشتیوں کو لنگر انداز کریں اور جو مغربی کنارے کا قصد کرے اسے عبور کرنے سے روکیں۔

بغاوت کا اعلان

ادھر استدمر اور اقتمان نے یبقا کے خلاف عام بغاوت کا اعلان کر کے سلطان کے محل کا قصد کیا اور اس کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کی کہ وہ یبقا کو معزول کر کے اسے سزا دے گا۔

دوسری طرف جب یبقا قاہرہ پہنچا تو اس نے اپنے حمایتی امراء حاجیوں اور اپنے غلاموں وغیرہ کو جمع کیا، وہاں امیر ماخوریہ ایبک بدری بھی موجود تھا نیز یقمر نظای اور ارغون ططق عباسیہ میں تھے۔ یہ سب اس کے پاس پہنچ گئے۔

انوک کی تخت نشینی

اب یبقا نے سلطان اشرف کو معزول کر کے اس کی جگہ اس کے بھائی انوک کو بادشاہ بنایا اور اس کا لقب منصور رکھا۔ اس نے خلیفہ کو بلوا کر اس کا تقرر منظور کرایا۔ پھر اس نے باغیوں کی سرکوبی کے لیے جنگ کی تیاری کی اور ساحل سمندر پر جزیرہ وسطی کے مقام پر اپنے جنگی خیمے نصب کیے اس کے ساتھ وہ امراء بھی شامل ہو گئے جو سلطان کے ہمراہ تھے یا کسی عہدہ پر مقرر تھے۔ ان میں یہ امراء شامل تھے۔

۱۔ یبقا علائی دوادار ۲۔ یونس امام ۳۔ کشتیقا حموی ۴۔ خلیل بن قوصون ۵۔ یعقوب شاہ ۶۔ قرابقابدری ۷۔ ابتغا جوہری۔

سلطانی لشکر کا مقابلہ

سلطان اشرف طرانہ سے علی الصباح فوج کشی کرتے ہوئے اپنے پایہ تخت کی طرف روانہ ہوا جب وہ ساحل سمندر پر پہنچا تو وہاں کوئی

کشتی موجود نہ تھی لہٰذا اس نے وہاں اپنے خیمے نصب کر دیے اور تیس دن وہیں گزارے۔ بیبقا اور اس کی فوجیں ان کے سامنے جزیرہ وسطی میں تھے جب بیبقا کو سلطانی لشکر کی موجودگی کا علم ہوا تو اس نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کرنی شروع کر دی۔ اور منجنیقوں اور دیگر آلات سے سنگ باری بھی کی۔

آخر کار تماشائیوں کی کشتیاں سلطان کی طرف آ گئیں۔ ان میں سے اکثر کشتیاں اس بحری بیڑے قربان کا حصہ تھیں جنہیں بیبقا نے تیار کرایا تھا۔ لہٰذا سلطان اور اس کی فوجیں ان کشتیوں میں سوار ہو کر جزیرہ فیل پہنچ گئیں۔ اس وقت سلطانی لشکر سے جزیرہ بھر گیا تھا اور فضا ان کی کثرت سے غبار آلود ہو گئی اور سلطانی لشکر جنگ کے لیے صف آرا ہو گیا۔

بیبقا کی شکست

بیبقا اور سلطان کی فوجوں میں جنگ شروع ہو گئی۔ سلطان کی افواج نے جان کی بازی لگا کر جنگ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن بیبقا کی فوجیں بیبقا کو چھوڑ کر بھاگ گئیں اور اسے بے سہارا چھوڑ دیا۔ بیبقا شکست کھا کر بھاگا جب عوام نے اس پر سنگ باری شروع کر دی تو وہ اپنی جان بچا کر اپنے گھر کی طرف بھاگ گیا۔

عبرت ناک انجام

سلطان اپنی فوجوں کے ساتھ قلعہ کی طرف روانہ ہوا اپنے شاہی محل پہنچ کر اس نے بیبقا کو طلب کیا۔ جب بیبقا کو اس کے دربار میں لایا گیا تو سلطان نے اسے قلعہ کے قید خانے میں قید کر دیا۔ جب رات ہوئی تو ممالیک کو اس کی زندگی کے بارے میں شک و شبہ ہوا اس لیے وہ سلطان کے پاس پہنچے۔ ان غلاموں کا مقصد پوشیدہ طور پر یہ تھا کہ اس پر اچانک حملہ کر کے اسے قتل کر دیا جائے۔ سلطان نے بیبقا کو قید خانے سے بلوایا جب وہ سلطان کے سامنے اپنی معافی کے لیے گڑگڑا رہا تھا تو ان غلاموں میں سے کسی نے اس پر تلوار کا وار کر کے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

محل کے باہر لوگوں کو جب بیبقا کے قتل کی اطلاع ملی تو اس پر یقین نہ آیا۔ لہٰذا انہوں نے اس کے معائنہ کا مطالبہ کیا جب انہوں نے اس کی لاش دیکھی تو یکے بعد دیگرے ہر ایک نے اس کے سر پر تلوار سے وار کیے یہاں تک کہ آخری فرد نے اسے جلتی ہوئی مشعل کی طرف پھینک دیا جو اس کے سامنے تھی۔ اس سے بیبقا کی لاش کا بیشتر حصہ جل گیا اس کے بعد اسے دفن کر دیا گیا اور اس طرح وہ اپنے انجام کو پہنچا۔

عہدوں میں ردوبدل

اب سلطنت مصر کا انتظام اسندمر ناصری جو اس انقلاب کا روحِ رواں تھا اور اس کے رفیق بیبقا احمدی کے سپرد ہوا۔ ان دونوں کے شریک کار سماس طازی قرابقاصر خمشی اور تغری بردی بھی تھے ان لوگوں نے اس انقلاب میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ انہوں نے ان امراء کو فوراً گرفتار کر لیا جو بیبقا کی حمایت میں چلے گئے تھے اور انہیں اسکندریہ کے قید خانے میں قید کر دیا گیا۔ البتہ خلیل بن قوصون کو معزول کیا اور وہ خانہ نشین ہو گیا۔ نظر بند امراء حکام کے بجائے دوسرے امراء کو عہدے دار مقرر کیا گیا۔ یوں سلطنت کا انتظام درست ہو گیا۔

امرائے سلطنت میں اختلافات

اس کے بعد ان امرائے سلطنت میں اختلافات پیدا ہو گئے اور انہی اختلافات کی بنا پر انہوں نے اپنے شریک کار قرابقاصر خمشی کو قید میں ڈال دیا۔ تغری بردی اس واقعے پر بہت ناراض ہوا۔ چنانچہ بغاوت کے لیے اس نے بعض امراء کو اپنے ساتھ ملانے کی سازش کی چنانچہ ایبک بدری اپنی جماعت کے ساتھ اس سازش میں شریک ہو گیا اور وہ ۷۶۲ ہجری میں جنگ کرنے کے لیے نکلا۔ لہٰذا اسندمر اور اس کے ساتھی اس کے مقابلہ کے لیے نکلے اور ان سب کو گرفتار کر کے انہیں اسکندریہ کے قید خانے میں بند کر دیا۔

اجلاب کا فتنہ و فساد

اس کے بعد اجلاب (بیرونی دخیل افراد) کا فتنہ و فساد بڑھتا گیا۔وہ شہر میں بدامنی پھیلاتے رہے اور ملکی قوانین اور شریعت اسلامیہ کے حدود سے تجاوز کرنے لگے۔ آخر کار سلطان کے امراء نے اسے یہ مشورہ دیا کہ ان کافوری تدارک کیا جائے اور ان کا قلع قمع کیا جائے چنانچہ سلطان نے ان لوگوں سے کیا ہوا معاہدہ ختم کردیا اور بحری بیڑہ کے ذریعے اپنی سلطنت کا انتظام کیا۔ پھراس نے اپنے امراء کو ان سے جنگ کے لیے آمادہ کیا چنانچہ الجائی یوسفی طغتمر نظامی اور سلطان کے دیگر امراء اور بیبقا کے وہ غلام جو ملازم تھے'جنگ کے لیے تیار ہوگئے۔ ا۔لبقا جلب او خماس طازی بھی اپنے ساتھی استدمر کو چھوڑ کر بادشاہ کی حمایت میں شریک ہوگئے تھے۔

قلعہ کا محاصرہ

لہٰذا استدمراور اس کی جماعت نیز وہ بیرونی افراد (اجلاب) جو سلطنت کے کاموں میں دخل انداز (دخیل) تھے'جنگ کے لیے سوار ہوکر نکل گئے۔ انھوں نے قلعہ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ اس سے شاہی امراء کے مرکز میں رخنہ اندازی ہوگئی اور بیبقا کے غلام ملازمین محاذ جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے جس سے سلطانی لشکر کا شیرازہ بکھر گیا اور انھیں شکست ہوگئی۔

البتہ الجائی یوسفی اور ارغون تاتاری اپنے ستر غلاموں کے ساتھ محاذ جنگ میں ثابت قدم رہے'وہ تھوڑی دیر ڈٹے رہے پھر وہ بھی اپنی قلعہ کی طرف بھاگ گئے۔ سلطان حاجی کا بھتیجا دروط مارا گیا اور ا۔بقا الجلب زخمی ہوکر گرفتار کرلیا گیا۔نیز طغتمر نظامی علی خماس طازی' الجائی یوسفی ارغون تاتاری اور بہت سے ہزاری منصب کے اور ان سے کم درجے کے امراء گرفتار ہوگئے۔

دخیل افراد کا تسلط

اب استدمراور اس کے بیرونی دخیل افراد (اجلاب) سلطان مصر پر دوبارہ حسب معمول مسلط ہوگئے'انھوں نے مقید امراء اور عہدے داروں کے عہدوں پر دوسرے افراد کی تقرریاں کردیں۔ خلیل بن قوصون کو جو مخالف دھڑے کی طرف سے معزول کیے جانے کے بعد خانہ نشین ہوچکا تھا'اسے اپنے سابقہ عہدہ پر بحال کردیا گیا۔ قشتمر کو طرابلس کی حکومت سے معزولی کے احکامات صادر کرکے اسے اسکندریہ میں قید کردیا گیا۔ اس کے علاوہ شام کے بہت سے امراء کو بھی ان کے عہدوں سے فارغ کردیا۔ پورے ایک سال تک سلطنت پر ان کا تسلط قائم رہا۔ اور اس دوران سلطنت میں دخیل ان حضرات نے سلطان اور اس کی رعایا کے لیے بہت سے مسائل پیدا کردیئے اور انہیں خوب تنگ کیے رکھا۔

استدمر سے شکایت

۷۶۹ ہجری کے محرم کے مہینے تک جب ان کا فتنہ و فساد اور بد امنی بہت بڑھ گئی تو شاہی امراء استدمر کے پاس ان کی شکایت لے کر گئے اور ان تمام حالات کا اسے ذمہ دار ٹھہرایا تو اس نے ان کے چند افراد کو گرفتار کرکے ان کی سرکوبی کی۔یہ واقعہ بروز چہار شنبہ ۶ صفر ۷۶۹ ہجری کو وقوع پذیر ہوا مگر ہفتہ کے دن ان مفسدوں اور فتنہ پردازوں کی جماعت نے سلطان مصر کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ لہٰذا سلطان اپنے غلاموں اور شاہی فوج جس کی تعداد ۲۰۰ تھی' کے ساتھ ان مفسدوں سے مقابلہ کے لیے نکلا۔ روز روز کے فتنہ وفساد سے تنگ آئے ہوئے شہر کے عوام کی ہمدردیاں بھی شاہی فوج کے ساتھ تھیں۔

دخیل افراد کے خلاف جنگ

ان حالات کو دیکھ کر استدمر نے بھی بیرونی دخیل افراد کو اپنے ساتھ ملایا اور شاہی فوجوں کے خلاف صف آرا ہوا۔ اس کی فوج کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی'یہ حسب معمول قلعہ کے پیچھے سے پہنچے لیکن جب وہ مخالف فوجوں کے سامنے آئے تو پیچھے ہٹ گئے اور جنگ کرنے

میں توقف کرتے رہے ادھر عوام کی طرف سے اِن پر سنگ باری شروع ہوئی' دوسری طرف سے شاہی لشکر نے ان پر حملہ کردیا تو وہ شکست سے دوچار ہوگئے۔ شاہی فوجوں نے ابقا سر غتمشی اور اس کی جماعت کو گرفتار کرلیا اور انھیں خزانہ کی عمارت میں قید کردیا گیا۔

استدمر کو قید

اس کے بعد استدمر کو بھی گرفتار کرکے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا لیکن بعد میں کچھ امرائے مصر کی سفارش پر سلطان نے اس کی جاں بخشی کردی اور اسے اپنے اتابک کے عہدہ پر بحال کردیا لیکن استدمر نے یہ عہدہ قبول کرنے سے معذوری ظاہر کی اور وہ خانہ نشین ہوگیا۔ بعد میں خلیل بن قوصون کو اتابک کے عہدہ پر سرفراز کیا گیا اور سلطان نے اسے حکم دیا کہ وہ صبح سویرے جاکر اسے آئندہ کے لیے قید میں ڈال دے لہٰذا خلیل بن قوصون اس کے گھر پہنچا اور اسے اس شرط کے ساتھ بغاوت پر آمادہ کیا کہ تخت و تاج خلیل کو ملے گا کیونکہ وہ سلطان ناصر کی والدہ کی طرف سے اس کا رشتہ دار ہے۔

بیرونی عناصر کی سرکوبی

ان حالات میں بیرونی عناصر (اجلاب) کی ایک عظیم جماعت شاہی فوجوں کا مقابلہ کرنے کیلیے تیار کی گئی۔ سلطان اور امراء بھی شاہی لشکر لے کر پہنچے لیکن اس جنگ میں باغی شکست کھا گئے اور ان کے بہت سے افراد مارے گئے اور زندہ بچ رہنے والوں کو اسکندریہ بھیج دیا گیا جہاں انہیں قید کر دیا گیا۔ اس واقعہ میں جو گرفتار ہوئے تھے ان میں سے بھی اکثر کو قتل کیا گیا اور دوسروں کے لیے نشان عبرت بنانے کے لیے انہیں اونٹوں پر سوار کراکے شہر میں پھرایا گیا۔

بیرونی عناصر کو قید کی سزا

بھاگتے ہوئے بیرونی عناصر کو سرحدوں تک تلاش کرکے قتل کیا گیا یا انھیں قید میں ڈال دیا گیا۔ ان افراد میں جو قلعہ کرک میں قید کیا گیا مندرجہ ذیل امراء بھی شامل تھے۔

۱۔ برقوق عثمانی جو بعد میں مصر کا بادشاہ ہوا۔

۲۔ برکتہ جولانی ۳۔ طنبغا جوبانی ۴۔ جرکس خلیلی ۵۔ نعنع۔

یہ سب امراء قید خانوں میں مقید رہے یا پھر جلا وطنی کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے لیکن بعد میں یہ سب پھر اکٹھے ہوگئے جس کا بیان آگے آئے گا۔

سلطان کی خود مختاری

اب سلطان کافی حد تک خود مختار ہوگیا تھا۔ اس نے الجائی یوسفی طغتمر نظامی اور مقید امراء کی ایک جماعت کو قید سے آزاد کردیا اور الجائی یوسفی امیر سلاح مقرر ہوا نیز بیبقا منصوری اور بکتمر محمدی جو بیرونی عناصر (اجلاب) کے امراء میں سے تھے دونوں کو ہی اکٹھے اتابک کے عہدے پر متمکن کردیا۔ پھر ان دونوں کے بارے میں یہ اطلاع ملی کہ یہ دونوں ہی سلطان کے خلاف بغاوت کی سازش کررہے ہیں اور اجلاب کے قیدیوں کو رہا کرکے سلطان پر پھر تسلط حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ سلطان نے ان دونوں کو ان کے عہدوں سے علیحدہ کرکے گرفتار کرلیا۔ اور حلب سے منکلی بغا شمسی کو بلوا کر اسے اتابک کے عہدہ پر سرفراز کردیا گیا۔ سلطان نے امیر علی مردانی کو بھی دمشق سے بلوا کر اسے نائب مقرر کیا۔ یوں سلطان نے اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق تمام سرکاری عہدوں میں ردو بدل کیا۔

انہی لوگوں میں اس کا آزاد کردہ غلام ارغون اشرفی بھی شامل تھا جسے سلطان ترقی کے عہدوں پر مقرر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے

اس کو اپنی سلطنت کا اتابک مقرر کر کے اسے اپنا خاص آدمی نامزد کیا جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔
اسی طرح سلطان نے منکلی بغا کی جگہ اشتغا طویل کو حلب کا حاکم مقرر کیا اور مارادانی کے بجائے دمشق کا حاکم تدمر خوارزمی کو متعین کیا لیکن پھر اسے بعض وجوہات کی بنا پر گرفتار کر لیا اور اس پر ایک لاکھ دینار کا جرمانہ کیا اور اسے طرطوس کی طرف جلا وطن کر دیا اور منجک یوسفی کو دمشق کا حاکم مقرر کیا۔ اس کا طرابلس سے تبادلہ کیا گیا تھا اور طرابلس میں عشقتمر ماردان کو حاکم بنا کر بھیج دیا گیا جہاں وہ پہلے بھی اسی کام پر مقرر تھا۔

اشتغا طویل کا انتقال

اشتغا طویل جو بغاوت کے منصوبے تیار کر رہا تھا ۷۶۹ ہجری کے آخر میں برضائے الٰہی وفات پا گیا۔ لہٰذا سلطان نے اس کے بجائے استغا ابوبکری کو حلب کا حاکم مقرر کیا پھر ۷۷۰ ہجری میں اسے معزول کر دیا اور اس کے بجائے قشتمر منصوری کو حاکم مقرر کیا۔

عرب قبائل کی بغاوت

اس دور میں آلِ فضل قبیلے کا سرکردہ جماز بن مہنا عرب قبائل کا سردار تھا۔ جب اس نے بغاوت کی تو سلطان نے اس کے بجائے اس کے چچا زاد بھائی نزال بن موسیٰ بن عیسیٰ کو امیر مقرر کر دیا تھا مگر جماز سلطان کی مخالفت میں سرگرم رہا اور اس نے موسم گرما میں حلب کے اطراف پر کئی حملے کیے۔ عرب کا قبیلہ بنو کلاب بھی اس فتنہ فساد میں اس کے ساتھ شامل ہو گیا تھا اور وہ راہگیروں اور مسافروں پر دست درازی کرنے لگے تھے۔ انہوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا، ان لوگوں کی سرکوبی کے لیے حلب کا نائب حاکم قشتمر منصوری اپنی فوجوں کو لے کر ان کے مقابلے کے لیے نکلا اور ان کے ٹھکانوں پر حملے کیے۔ وہ ان کے جانور اور مویشی بھی لوٹ کر لے گئے۔ آخر کار یہ عرب قبائل قشتمر منصوری کی فوجوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ان سے جنگ کی۔ اس جنگ میں قشتمر منصوری اور اس کا فرزند محمد دونوں قتل ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ جماز بن مہنا کے بیٹے یعبر بن جماز نے ان دونوں کو قتل کیا تھا بہر حال ترکوں کی فوجیں شکست کھا کر حلب واپس آ گئیں اور عرب کے باغی سردار جماز نے جنگل بیابانوں میں پناہ لی۔ اب سلطان نے معیقیل بن فضل کو عرب قبائل کا سردار مقرر کیا۔ اس کے بعد جب خود جماز بن مہنا نے سلطان سے معافی مانگ لی اور اطاعت کا اقرار کیا تو سلطان نے اسی کو دوبارہ امیر مقرر کیا۔

نئے عہدے داروں کا تقرر

اجلاب (بیرونی عناصر) کا اپنی سلطنت سے صفایا کرنے کے بعد سلطان نے کسی حد تک اپنے اختیارات کا استعمال شروع کیا۔ اس نے حلب سے منکلی بغا کو بلوایا اور اسے اتابک مقرر کیا۔ اسی طرح اس نے امیر علی مارادانی کو بھی دمشق سے بلوا کر نائب مقرر کیا اور الجائی یوسفی کو امیر سلاح مقرر کیا۔ اس نے اسبغا عبداللہ کو دوا دار مقرر کیا۔ اس سے پہلے اجلاب کا گروہ اپنے افراد میں سے کیے بعد دیگرے دوادار مقرر کرتا تھا۔ بعد ازاں سلطان اس پر ناراض ہو گیا اور اس کے بجائے اقطر صباحی کو دوادار مقرر کیا۔ سلطان نے باقی سرکاری عہدوں پر ان لوگوں کو مقرر کیا جنہیں وہ پسند کرتا تھا۔
سلطان اپنے آزاد کردہ غلام ارغون شاہ کو مختلف مناصب پر ترقی دیتا رہا یہاں تک کہ آگے چل کر اس نے اسے اتابک بھی مقرر کیا جیسا کہ بعد میں بیان کیا جائے گا۔ سلطان نے بہادر جمالی کو استاذ دار (افسر مال) مقرر کیا پھر اسے امیر الماخوریہ مقرر کیا گیا۔ وہ ان دونوں عہدوں پر بار بار مقرر ہوتا تھا تا آنکہ آخر میں امیر الماخوریہ کے عہدہ پر مستقل ہو گیا۔ محمد بن اسقلاس کو استاذ دار (افسر مال) مقرر کیا۔ بیبقا بھی مختلف عہدوں پر کام کرنے کے بعد آخر میں حاجب مقرر ہوا۔
اسی اثناء میں سلطان کی والدہ نے الجائی یوسفی سے نکاح کر لیا۔ اس رشتہ کی بدولت سلطنت میں اس کا مرتبہ بلند ہو گیا اور اس کا

اقتدار مستحکم ہوگیا۔ چنانچہ ایک دن جب دوادار میر منشی نے اس سے سخت کلامی کی تو اسے جلاوطن کردیا گیا۔ اور اس کے بجائے منکوتمر عبدالغنی کو دوادار مقرر کیا گیا جو ایک سال اس عہدے پر برقرار رہنے کے بعد ۷۷۶ ہجری میں معزول کردیا گیا۔

اب سلطان نے طشتمر علائی کو اس عہدے پر مقرر کیا جو یبقا کے عہد حکومت کا دوادار تھا۔

بہرحال سلطنت کا انتظام اس حالت میں برقرار رہا کہ اس میں الجائی یوسفی خود مختاری کے ساتھ حکومت کررہا تھا۔

عمدہ تحائف

انہی دنوں منجک نے شام سے ایسے تحائف دے کر ایک وفد بھیجا جو بیان نہیں کیے جاسکتے۔ ان تحائف میں نہایت عمدہ قسم کے آراستہ گھوڑے، اونٹ اور خچر شامل تھے۔ ان کے علاوہ کئی قسم کا کپڑا، زیورات، مٹھائیاں، نادر اشیاء اور ضرورت کا سامان بھی تھا۔ یہاں کے شکاری کتے، اونٹ اور درندے بھی ان تحائف میں شامل تھے جو نہایت ہی نادر اقسام و انواع کے تھے۔

پھر تشتمر ماردانی کے وفود حلب سے اسی طرح کے نادر اور عمدہ تحائف لے کر پہنچے۔

الجائی یوسفی کی بغاوت اور ہلاکت

الجائی یوسفی کا اقتدار اس زمانے میں مستحکم تھا کہ اتنے میں ۷۷۴ ہجری کے درمیانی عرصے میں منکلی بغا اتابک مصر فوت ہوگیا۔ لہٰذا الجائی یوسفی نے اس عہدہ کو بھی اپنے عہدہ کے ساتھ شامل کرلیا۔ اس کی وجہ سے وہ بالکل ہی خود مختار حاکم بن گیا۔

اس کے بعد اس کی بیوی جو سلطان کی والدہ تھی، فوت ہوگئی تو وہی اس کی میراث کا وارث اور حق دار ہوا۔ بعد ازاں اس کی سلطان سے ناچاقی ہوگئی کیونکہ وہ نہایت ہی بد اخلاق تھا اور بڑی تلخ گفتگو کرتا تھا۔ یوں اس کے تعلقات سلطان کے ساتھ نہایت کشیدہ ہوتے گئے اور لوگ ایک دوسرے کے پاس جاکر چغل خوریاں کرواتے رہے۔

آغازِ بغاوت

اس کی سرکشی اور بغاوت کا آغاز یوں ہوا کہ ایک دفعہ وہ شہر کے عوام پر کسی بات پر ناراض ہوگیا۔ اس نے ان کے قتل کا حکم دیا اور ان میں سے بہت سے افراد مارے گئے۔

جب یہ خبر سلطان کو ملی تو اس وقت اس کے اہلِ بصیرت ارکان سلطنت اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس کے سامنے اس کو ملامت کی تو سلطان اس پر ناراض ہوگیا اور اس نے اسے ڈانٹا اور سخت کلامی کی اس پر وہ غضب ناک ہوگیا اور بغاوت کا اعلان کردیا۔

اب سلطان اس کے پاس گیا اور نرمی اور تحمل سے اس کا غصہ ٹھنڈا کیا۔ اس زمانے میں اتابک منکلی بغا زندہ تھا۔ لہٰذا سلطان نے اسے بھیج کر الجائی کو بلوایا جب وہ آیا تو سلطان نے اسے منانے اور خوش کرنے کے لیے نہایت عمدہ خلعت پہنایا۔

مگر جب دوبارہ اس کی طرف سے اس قسم کا واقعہ سرزد ہوا تو سلطان کے مخلص دوستوں نے اسے اس خطرہ سے آگاہ کیا۔ اس وقت وہ اپنے غلاموں کے ساتھ سوار ہوکر باغیانہ انداز میں قلعہ کے میدان میں پہنچ گیا۔ سلطان بیٹھا رہا اور فریقین کے درمیان قاصدوں کا تانتا بندھا رہا مگر وہ سرکشی کرتا رہا اور اس نے غرور و تکبر کا مظاہرہ کیا۔

الجائی کی شکست اور ہلاکت

سلطان نے اپنے غلاموں کو ماہ محرم ۷۷۵ ہجری میں اس کے خلاف جنگ کا حکم دیا۔ ان میں سے اکثر یبقا کے غلاموں میں سے تھے

اور (اجلاب) بیرونی عناصر تھے سلطان نے انھیں اپنے فرزند اور ولی عہد شہزادہ علی کی خدمت کے لیے مقرر کیا تھا۔ اس وقت اس کا محاذ جنگ اس میدان کی دیوار کے ساتھ تھا جو بحری بیڑوں کے متصل تھا۔ لہٰذا مقابلہ کرنے والوں نے بحری بیڑوں کے اندر گھس کر اس پر تیروں کی بوچھاڑ کردی۔ لہٰذا وہ دیوار سے الگ ہوکر میدان میں آگیا۔ اس وقت شاہی فوجیں بیڑوں میں سے نکل کر گھوڑوں پر سوار ہوگئیں اور اس پر شدید حملہ کیا۔ وہ شکست کھاکر پہاڑ کے پیچھے سے اپنے محل میں پہنچ گیا اور محصور رہا۔

سلطان نے اس عرصے میں اسے سمجھانے اور منانے کی کوشش کی مگر وہ اپنی سرکشی اور بغاوت پر قائم رہا۔اس عرصے میں اس کے ساتھی اس سے الگ ہوتے گئے۔

آخر کار سلطان نے (اس کے خلاف) ایک فوجی دستہ بھیجا تو وہ وہاں سے قلیوب کے مقام کی طرف بھاگ گیا۔ فوج نے اس کا تعاقب کیا تو وہ سمندر میں کود گیا اور ڈوب کر مرگیا۔ بعد میں اس کی لاش نکال کر دفن کردی گئی۔

مخالفوں کو سزائیں

سلطان کو اس کی ہلاکت پر بہت افسوس ہوا لہٰذا اس نے اسی کی اولاد کو اس کے محل میں منتقل کردیا اور ان کے لیے اور ان کے نوکروں چاکروں کے لیے سرکاری وظیفہ مقرر کیا۔ پھر ان لوگوں کو جنھوں نے اس پر سازش کا الزام لگایا تھا اور ان سے متعلقہ جو سرکاری عہدے دار تھے سب کو گرفتار کرلیا اور ان کا مال ضبط کرکے انھیں معزول کرکے شام کی طرف جلا وطن کردیا گیا۔

اب سلطان بالکل خود مختار ہوگیا تھا۔ لہٰذا اس نے ایدمر القری دوادار کو بلوایا جو طرابلس کا نائب حاکم تھا۔اسے الجائی یوسفی کے بجائے اتابک مقرر کیا اور اس کا منصب بلند کیا۔ اس نے ارغون شاہ کو امیر مجلس مقرر کیا اور اپنے آزاد غلاموں (موالی) میں سے امیر سرغتمش کو امیر سلاح مقرر کیا۔

اس طرح غشتمر دوادار اور ناصرالدین محمد ابن اسقلاص استاذدار (افسر مال) کے خاص تعلقات سلطان سے قائم ہوگئے۔ تمام امور سلطنت انہی دونوں امراء میں تقسیم کردیے گئے تھے اور انہی کی سیاست اور پالیسی کے مطابق تمام امور سلطنت انجام دیے جانے لگے۔

منجک کا شاہانہ استقبال

امیر علی ماردانی ۷۷۲ ہجری میں فوت ہوگیا تھا مگر الجائی یوسفی کے جھگڑوں کی وجہ سے اس کا عہدہ خالی رہا۔ لہٰذا جب الجائی یوسفی ۷۷۵ ہجری میں ہلاک ہوگیا تو سلطان نے اقطمر عبدالغنی کو نائب مقرر کیا۔ پھر اس نے ارادہ کیا کہ وہ منجک یوسفی کو نائب مقرر کرے کیونکہ اس کی رائے میں اس کے اندر اس عہدے کو سرانجام دینے کی صلاحیت موجود تھی اور وہ سلطان ناصر حسن کے زمانے سے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتا رہا تھا۔چونکہ وہ اور اس کے موالی جن سے بیبقا روس طاز اور سرغتمش کا بھائی تھا اس لیے وہ ان کی یادگار تھا۔

جب اس نے اس کے تقرر کا فیصلہ کرلیا تو اس کو لانے کے لیے اس نے اپنے امرائے سلطنت میں سے بیبقا ناصری کو بھیجا اور اس کے بجائے بند مرخوارزمی کو اس کا جانشین بنایا اور غشتمر کو حلب میں اس کے عہدے پر بحال کردیا۔

منجک یوسفی ۷۷۵ ہجری کے آخر میں اپنے غلاموں اور حاشیہ نشینوں کے ساتھ مصر پہنچا۔سلطان نے اس کی تعظیم و تکریم کے لیے ایک تقریب منعقد کی اور ارکان سلطنت کو حکم دیا کہ وہ سوار ہوکر اس کے استقبال کے لیے پہنچیں' چنانچہ تمام امراء لشکر عدالتوں کے جج اور سرکاری دفتروں کے ملازمین اس کے استقبال کے لیے آئے۔ سلطان نے حکم دیا کہ وہ پوشیدہ دروازے سے سوار ہوکر داخل ہو جب کہ سلطان کے خاص افراد اس کے سامنے پیدل چل رہے تھے۔ وہ محل کے دروازے پر وہاں اترا جہاں ممالیک کا سردار بیٹھا تھا۔

بعد ازاں اسے سلطان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ سلطان نے اس کا خیر مقدم کیا اور اسے اپنا نائب عام مقرر کیا اور اسے اختیار دیا کہ وہ وزراء خواص' قاضیوں اور اوقاف کے افسروں کو مقرر اور معزول کرسکتا ہے پھر سلطان نے اسے خلعت عطا کرکے رخصت کیا۔ دوسرے

دن دربار عام میں اس کا تقرر نامہ پڑھ کر سنایا۔ وہ ایک یادگار دن تھا اسی دن سلطان اشرف شعبان نے بیقا ناصری کو جو اسے ساتھ لے کر آیا تھا حاجب کے عہدہ پر مقرر کیا۔

فتح ارمینیہ

۷۷۶ ہجری کے آخر میں حلب کے نائب حاکم عشقتمر نے ارمینیہ کی طرف فوج کشی کی اور اس کی تمام عملداری کو فتح کرلیا۔ قبل ازیں اس ملک پر پناہ حاصل کرکے نکفور قابض ہوگیا تھا۔ چنانچہ اب وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ شاہی بارگاہ میں مصر پہنچا۔ سلطان نے ان سب کے وظائف مقرر کیے۔ یوں سلطان نے سیس کو فتح کرلیا اور ارمنی بادشاہ کا خاتمہ ہوگیا۔

منجک کا جانشین

جب منجک یوسفی اس سال کے آخر میں فوت ہوگیا تو سلطان نے اس کا جانشین اقتمر صاحبی کو مقرر کیا جو علی کے نام سے مشہور تھا۔ پھر اسے معزول کرکے اس کے بجائے اقتمر القینی کو مقرر کیا۔ جب شام میں عرب قبائل کا امیر جبار بن مھنا بھی فوت ہوگیا تو سلطان نے اس کے فرزند کو اس کا جانشین مقرر کیا۔ پھر بنو حسن میں سے مکہ معظمہ کا امیر بھی فوت ہوگیا تو اس کا جانشین اشرف کو مقرر کیا گیا۔

غلامانِ بیقا کی رہائی

سلطان اشرف شعبان نے بیقا کے غلاموں کا صفایا کردیا تھا۔ ان کی کافی تعداد ماری گئی۔ باقی جلاوطن کیے گئے اور انھیں قید خانوں میں ٹھونسا گیا تاآنکہ امور سلطنت سے ان کا نام و نشان بالکل مٹ گیا۔

اس کے بعد منکلی ابغا نے ان کے بارے میں سلطان کو نصیحت کی کہ ان کی تباہی سے سلطنت کا بازو کٹ جائے گا کیونکہ وہ فوج کے ایسے نوخیز جوان ہیں جن کی بادشاہ کو ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔

بادشاہ ان کے قتل و غارت کے فعل پر پشیمان ہوا لہٰذا پانچ سال تک مقید رکھنے کے بعد اس نے ان کے باقی ماندہ قیدیوں کو رہا کردیا اور انھیں شام روانہ کیا تاکہ وہ امرائے شام کی خدمت میں رہیں۔

ممتاز افراد کی رہائی

جو غلامانِ بیقا رہا ہوئے تھے ان میں قلعہ الکرک کے قید خانے کے یہ قیدی بھی شامل تھے۔

۱۔ برقوق عثمانی ۲۔ برکتہ جوبانی ۳۔ طنبقا جوبانی ۴۔ جرکس خلیلی ۵۔ نعنع۔

یہ سب افراد رہائی حاصل کرنے کے بعد شام پہنچے جہاں حاکم شام منجک نے ان کے بزرگ افراد کو دعوت دی کہ وہ غلاموں کو تیر اندازی کی تربیت دیں کیونکہ وہ اس فن میں بڑے ماہر تھے۔ یوں کچھ عرصے وہ اس کے پاس مقیم رہے۔

طنبقا جوبانی

جب میں نے ابن خلدون طنبقا جوبانی سے ملاقات کی تو اس نے مجھ سے یوں کہا:

"ہم منجک کے پاس اس زمانے میں مقیم تھے جب سلطان اشرف نے اسے بلوایا تھا دوسری طرف الجائی یوسفی نے بھی اسے اسی قسم کا مضمون لکھا تھا۔ لہٰذا وہ بے چین تھا کہ ان دونوں میں سے کس کی بات تسلیم کرے۔ پھر اس نے ارادہ کیا کہ وہ اس عہدہ کو چھوڑ دے۔ آخر کار اس نے ہم سے اس بارے میں مشورہ کیا تو ہم نے اصرار کیا کہ وہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کرے۔ یہ سن کر وہ حیران ہوگیا پھر اس

نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ الجائی یوسفی کو بھی پیغام بھیجے۔ نیز اس نے اپنے دوست قرطائی کو بھی پوشیدہ طور پر یہ خط لکھا کہ وہ الجائی سے مطالبہ کرے کہ وہ ولی عہد کی خدمت کے لیے ہمیں یعنی ممالیک بیبقا کو بلوا لے۔ یوں وہ دونوں طرف کام کرتا رہا۔ طبقا جوبانی نے مزید کہا: یوں ہم ولی عہد کے پاس چلے گئے اس نے ہمیں اپنے والد کی خدمت میں پیش کیا تو سلطان نے ہمیں اپنے ممالیک کو فنون سپہ گری سکھانے کے لیے مخصوص کر دیا۔

آخر کار جب الجائی سے جنگ شروع ہوئی تو سلطان نے ہمیں بلوایا۔ اس وقت وہ اصطبل کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ہمیں جنگ کے لیے آمادہ کیا اور ہمیں اپنے حقوق جتائے اور اس کے بعد اس نے عمدہ گھوڑے اور ہتھیار فراہم کر کے ہماری کمزوریوں کو دور کیا۔ یوں ہمیں اس کے قتل میں شامل کر لیا۔ یہاں تک کہ الجائی کو شکست ہوگئی۔ آگے چل کر بھی سلطان ہمارا خاص خیال رکھتا تھا اور ہمیں دوسروں پر مقدم رکھتا تھا۔

ممالیک بیبقا کی بھرتی

اس زمانے میں خشتمر دوادار کا مرتبہ سلطان اشرف کے ہاں بلند ہوگیا تھا اور وہ اس کا منظور نظر بن گیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ بیبقا کے ممالیک امور سلطنت پر بکثرت فائز ہوں تاکہ وہ اپنی توقع کے مطابق سلطان پر حاوی ہوسکے لہٰذا وہ سلطان کو ہر وقت اس بات کا مشورہ دیتا تھا کہ وہ ہر طرف سے ان کو بلوا کر اکٹھا کرے تاکہ وہ سلطنت کا محافظ دستہ بن سکیں۔ یوں فریب دے کر وہ اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کا حریف محمد بن استقلاص استاذ دار (افسر مال) تھا جو امور سلطنت میں اس کا شریک اور مد مقابل تھا۔ وہ سلطان اشرف پر حاوی ہونے میں اس کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا تھا۔ اس لیے وہ سلطان کو اس کی پالیسی سے منع کرتا تھا۔ یہ بات خشتمر کو بہت ناگوار گزرتی تھی۔

خاصگی ممالیک

سلطان کے ان کے علاوہ خاصگی ممالیک کے چیدہ نوجوان تھے' سلطان نے مخصوص طریقے سے انھیں تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا تھا اور ان کے ساتھ نہایت مخلصانہ برتاؤ کیا تھا۔ ان میں سے بعض کو اعلیٰ عہدوں پر مقرر کیا تھا اور باقی اس کے امیدوار تھے۔

اکابر ارکانِ سلطنت بھی اپنے ضروری کام کروانے کے لیے انہی کا وسیلہ اور ذریعہ تلاش کرتے تھے۔ لہٰذا خشتمر نے بھی چغلخوری کے لیے ان کا ذریعہ تلاش کیا اور ان کی محفلوں میں آمد و رفت رکھ کر انھیں ابن استقلاص کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ اس نے انھیں ورغلایا کہ وہی بالعلوم سلطان کو ان کے اغراض کی تکمیل سے روکتا ہے اور انھیں انعام واکرام سے محروم کرواتا ہے۔

ابن استقلاص کی جلاوطنی

اس بات کی تصدیق ان واقعات سے بھی ہوئی کہ وہ ان کی ضروریات پوری نہیں کرتا تھا۔ لہٰذا ان کے دلوں میں اس کے خلاف نفرت پیدا ہوگئی اور انھوں نے خشتمر کے بھڑکانے سے سلطان کے سامنے ابن استقلاص کی شکایتیں کیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان نے پندرھویں جمادی الاولیٰ ۷۷۷ ہجری میں اسے گرفتار کر کے بیت المقدس کی طرف جلا وطن کر دیا۔

اب خشتمر کے لیے میدان خالی ہوگیا تھا۔ وہ مختار کل ہوگیا اور اس نے ہر طرف سے بیبقا کے ممالیک کو کثرت کے ساتھ اکٹھا کر لیا۔ اس طرح وہ سلطنت کے تمام شعبوں پر چھا گئے۔ اور ہر طرف وہی نظر آنے لگے۔

سفرِ حج کی تیاری

سلطان اشرف کو اپنی سلطنت میں ہر طرح کی خود مختاری حاصل ہوگئی تھی اور ملک کے ہر حصہ کی رعایا اس کی مطیع و فرماں بردار

تھی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا کی ہر دولت اور نعمت سے لطف اندوز ہونے کا موقع عطا فرمایا تھا۔ اس لیے اس نے خدا کا شکر بجا لانے کے لیے ۷۷۸ ہجری میں حج کا عزم مصمم کیا۔

اس مقصد کے لیے اس نے تیاری شروع کی اور عمدہ قسم کی سواریاں مہیا کیں اور زاد راہ کے لیے ہر قسم کا سامان خورد و نوش فراہم کیا اور ایسی شان و شوکت کے ساتھ سفر کی تیاری کی جو پہلے کبھی مشاہدہ میں نہیں آئی تھی۔ اس نے اپنے ولی عہد فرزند کو اپنا جانشین مقرر کیا اور نائب السلطنت اکتمر عبدالغنی کو ہدایت کی کہ وہ صبح سویرے اس کے دروازے کی قدم بوسی کرے اور تمام رسومات کو بجالائے۔

حج پر جانے سے پہلے اس نے سلطان ناصر کی تمام اولاد کو جو قلعہ میں نظر بند تھی نکلوا کر سردار الشیخانی کے ہمراہ کرک کی طرف بھجوایا تاکہ وہ اس کی واپسی تک وہاں نظر بند رہیں۔ عباسی خلیفہ محمد المتوکل بن المعتضد اور تمام قاضی بھی سلطان کے ہمراہ حج کے لیے روانہ ہوئے۔ اس نے اپنے ارکان سلطنت اور امراء کی ایک جماعت کو بھی اپنے ہمراہ لیا اور داد و دہش سے ان کو مالا مال کیا۔

روانگی حج

سلطان ۱۲ شوال المکرم ۷۷۸ ہجری میں ایسے شاہانہ جلوس اور قافلوں کے ساتھ روانہ ہوا جو اپنی کثرتِ زیب و زینت اور رعب و خوف کی بناء پر دیکھنے والوں کے لیے ایک عمدہ نظارہ تھا۔ اس وقت خلیفہ قضاۃ اور امراء اس کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔

تماشائی اپنے گھروں سے نکل آئے یہاں تک کہ پردہ نشین خواتین بھی نظارہ کرنے کے لیے باہر آگئیں' روئے زمین ان کی سواریوں اور جلوس سے لرزہ براندام ہوگئی۔ برکتہ کے مقام پر حاجیوں کا قافلہ خیمہ زن ہوا اور وہاں چند دن مقیم رہا تاکہ لوگ اپنی ضرورتوں سے فارغ ہوجائیں اس کے بعد اس نے وہاں سے کوچ کیا اور عقبہ تک مختلف منازل طے کرتا رہا۔ پھر معمول کے مطابق حاجیوں کا قافلہ وہاں مقیم ہوگیا۔

ممالیک کی سرکشی اور جنگ

اس قافلہ میں ممالیک بیبقا کی کثرت تھی جن کے دل میں یہ ارمان تھا کہ وہ سلطنت میں اقتدار حاصل کرلیں۔ لہٰذا اس موقع پر انہوں نے سرکشی اختیار کی اور اپنے وظائف اور روزینہ کا سختی کے ساتھ مطالبہ کیا۔ منتظمین ان کو بہلاتے رہے مگر وہ فتنہ و فساد پر آمادہ ہوگئے۔ پھر انہوں نے گھوڑوں کے لیے چارہ کا مطالبہ کیا۔ اس پر ارباب نظم و نسق نے یہ معذرت کی کہ خوراک اور چارہ کا ذخیرہ آگے کے قافلہ میں چلا گیا ہے۔ انہوں نے یہ عذر قبول نہیں کیا اور بغاوت کا اعلان کردیا اور رات بھر صف بندی کرتے رہے۔

ایسی حالت میں سلطان اشرف نے طشتمر دوادار کو بلوایا جو ان کا سردار تھا۔ اس نے گفت و شنید کرکے انہیں مطمئن کیا اور وہ اس کے سمجھانے سے روانہ ہوگئے مگر دوسرے دن پھر وہ جنگ کے لیے صف آرا ہوگئے۔ اور طشتمر کو بھی اپنی جماعت میں شامل کرلیا۔ اور اسے سلطان کے پاس واپس جانے سے روک لیا۔ اس بغاوت کے سرغنہ حضرات یہ تھے۔ ۱۔ مبارک طازی ۲۔ سرائی تمر محمدی ۳۔ قلتمر علائی۔ سلطان اپنے خاص افراد کے ساتھ سوار ہوکر ان کے پاس گیا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ وہ درخواست پیش کررہے ہیں مگر انہوں نے جنگ کرنے پر اصرار کیا۔

سلطان کو شکست

ان باغیوں نے شاہی جماعت کو دیکھتے ہی انہیں تیر اندازی کا نشانہ بنایا۔ لہٰذا سلطان شکست کھا کر اپنے خیموں کی طرف بھاگ گیا۔ پھر وہ اپنے خاص افراد کو لے کر بحری سفر پر روانہ ہوگیا۔ اس کے ہمراہ ارغون شاہ اتابک بیبقا ناصری محمد بن عیسیٰ جو گرد و نواح کے بدوؤں کی ایک جماعت کا سردار تھا' موجود تھے۔ ان جوانوں کی جماعت بھی اس کے ہمراہ تھی جن کی پرورش اس نے محبت و خلوص کے ساتھ کی تھی اور انہیں سلطنت کے مختلف عہدوں کا امیدوار بنائے رکھا تھا۔ پھر یہ شکست خوردہ جماعت قاہرہ کی طرف روانہ ہوئی۔

جب سلطان قاہرہ سے روانہ ہوا تھا تو اس نے وہاں امراء اور ممالیک کو چھوڑا تھا جو اپنے اپنے عہدوں پر فائز تھے، انہی میں قرطائی طازی بھی تھا جو ولی عہد شہزادہ علی کا نگران اور سرپرست تھا اس کے علاوہ امراء میں سے اقتمر خلیلی، قشتمر، استدمر عنتمشی اور ایبک بدری بھی وہاں موجود تھے۔ قرطائی کے شیطانی خیالات نے اس کے دل میں یہ وسوسے پیدا کر دیئے تھے کہ وہ مصر کا حاکم بنے چنانچہ وہ اس مقصد کے لیے منصوبے تیار کر رہا تھا۔ اس سلسلے میں اس کے زیر نگران ولی عہد کے روزینہ اور ان کے جانوروں کے چارے کے بارے میں وزیر مملکت کے ساتھ جھگڑا رہتا تھا اور وزیر اس کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرتا تھا۔ جس پر وہ خاموش رہتا تھا اور بغاوت اور سرکشی کے ذرائع تلاش کرتا رہتا تھا۔ اس نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ سازش کر رکھی تھی۔ چنانچہ ۲ ذوالقعدہ کو انھیں تیار رہنے کا حکم دیا اور اس سے پہلے کی رات کو اس نے ولی عہد کی دایہ (خاص خادمہ) کو حکم دیا کہ وہ شہزادہ کو اچھی طرح تیار کرے اور اسے شاہی لباس پہنائے تاکہ وہ تخت نشینی کے قابل بن سکے۔

وہ خود اس دن صبح سویرے رمیلہ عید گاہ کے قریب پہنچا۔ وہاں اس نے ایک کپڑا لے کر جھنڈا تیار کیا اور اسے نصب کر دیا۔ اس زمانے میں شہر کے لڑکوں نے عید کے لیے ڈھول اور نقارے بجانے شروع کر دیے تھے اس نے بھی ایک نقارہ لے کر بجوایا۔ اس کی وجہ سے عوام الناس ہر طرف سے جمع ہونے لگے۔ پھر شاہی محل اور قاہرہ کے ممالیک وغیرہ جمع ہونے لگے۔ یہاں تک کہ میدان آدمیوں سے بھر گیا۔

ولی عہد کی تخت نشینی

اب وہ اپنی جماعت کے ساتھ اصطبل کے دروازے سے اپنے زیر نگران ولی عہد کے گھر میں داخل ہوا اور شہزادہ علی کو لے جانے کا مطالبہ کیا۔ وہ لوگ معدودے چند پہرہ داروں کو ہٹا کر ولی عہد کو کندھوں پر سوار کر کے ایوان دربار میں لے گئے اور اسے تخت پر بٹھا دیا۔ انھوں نے سب سے پہلے نائب حاکم قلعہ ایدمر کو حاضر کیا اور اس نے بیعت کی۔ پھر وہ ولیعہد کو اتار کر اصطبل کے دروازہ کے پاس لے گئے اور وہاں شہزادہ کو ایک کرسی پر بٹھا دیا اور قاہرہ کے بااقتدار امراء کو بلوا کر ان سے بیعت لی گئی۔ بعض امراء کو قلعہ میں قید کر دیا گیا۔

اس نے اکتمر علی کو مصر کے بالائی حصہ (صعید) کی طرف بھیجا تاکہ وہاں کے حالات معلوم کرے۔ پھر اس نے ایبک کو اپنی حکومت کا شریک اور معاون بنا لیا اسی حالت میں رات گزارنے کے بعد صبح وہ سواروں اور قافلے والوں کی طرف پہنچے تاکہ ان سے سلطان کا حال معلوم ہو سکے۔

سلطان کی واپسی

سلطان جب عقبہ کے مقام سے شکست کھا کر بھاگا تھا تو رات تک سفر کرتا رہا جب وہ برکہ کے مقام پر پہنچا تو اسے قاہرہ کے واقعہ اور قرطائی کے کرتوتوں کی خبر ملی۔ اس وقت اس نے اپنے امراء سے مشورہ کیا تو محمد بن عیسٰی نے شام جانے کا مشورہ دیا۔ دوسرے افراد نے یہ مشورہ دیا کہ وہ قاہرہ پہنچے۔ چنانچہ سلطان قاہرہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور یہ جماعت سیدھی قبۃ النصر شاہی محل پہنچی۔ جب یہ لوگ سواروں سے اترے تو سفر کی وجہ سے بہت تھکے ہوئے تھے۔ لہٰذا وہ لیٹ گئے اور سو گئے۔

سلطان کا چھپ جانا

اس وقت ناصری سلطان اشرف کے پاس آیا اور اسے مشورہ دیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے درمیان سے چپکے سے کھسک جائے اور قاہرہ کے کسی گھر میں جا کر اس وقت تک پوشیدہ رہے جب تک کہ اس کے موافق کوئی صورت نہ پیدا ہو۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ روانہ ہوا اور ایک خاتون کے گھر میں چھپ گیا اور اس نے یہ سمجھ لیا کہ اب اسے نجات حاصل ہو گئی ہے لہٰذا ناصری اس سے رخصت ہو کر چلا گیا۔ وہ سرنگ زمین دوز راستہ کی تلاش میں تھا۔

اس سے پیشتر قبۃ النصر محل سے بعض غلاموں کو خبر رسانی کے لیے بھیجا گیا تھا۔ صبح کے وقت وہ قلعہ کے سامنے اسیلہ کے مقام پر تھے

وہاں انھیں ایک حاجی ملا تو وہ اسے حاکم کے پاس لے گئے۔ جب اس پر سختی کی گئی تو اس نے سلطان کے بارے میں یہ اطلاع دی کہ وہ اور اس کے ساتھی قبتہ النصر میں گہری نیند سوئے ہوئے ہیں لہٰذا فوراً استدمر سر غتمشی کی قیادت میں ایک فوجی دستہ وہاں پہنچا۔ عوام ان کے آگے آگے جارہے تھے چنانچہ انھوں نے انھیں اپنے بچھونوں میں سوئے ہوئے گرفتار کرلیا۔

اس جماعت میں سلطان نہیں تھا تاہم ان سب کو تہ تیغ کیا گیا اور وہ ان کے سر کاٹ کر لے آئے مگر سلطان کی گمشدگی پر وہ حیران و پریشان تھے۔ لہٰذا انھوں نے اس کی گرفتاری کے لیے منادی کرادی اور محمد بن عیسٰی پر سختی کی تاکہ وہ اس کا سراغ بتاسکے مگر اس نے لاعلمی کا اظہار کیا تاہم اسے یرغمال کے طور پر مقید رکھا گیا۔

سلطان اشرف کا قتل

آخر میں ایبک کے پاس ایک عورت آئی جس نے یہ اطلاع بہم پہنچائی کہ سلطان اس کی پڑوسن کے گھر موجود ہے۔ لہٰذا انھوں نے سلطان کو اس کے گھر سے گرفتار کرکے ایبک کے حوالے کردیا۔ اس نے اسے سخت اذیتیں دیں یہاں تک کہ سلطان نے ذخیرہ اور مال و دولت کا پتہ بتادیا۔ بعد میں انھوں نے اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔

علی بن الاشرف المنصور کی بادشاہت

اب ان لوگوں نے سلطان اشرف کے فرزند علی کے ہاتھ پر از سر نو بیعت کی اور اس کا لقب المنصور رکھا تاہم سلطنت کا اقتدار اس کے نگران قرطائی اور اس کے شریک کار ایبک بدری کے ہاتھوں میں تھا۔

قشتمر کی روانگی

ادھر جب سابق سلطان عقبہ میں شکست کھا کر قاہرہ چلا گیا تو باغیوں نے متفقہ طور پر قشتمر کو اپنا قائد تسلیم کرلیا اور خلیفہ کو آمادہ کیا کہ وہ اس کے لیے بیعت حاصل کرے مگر اس نے گریز کیا۔ مصر کے حاجی مکہ معظمہ سے امیر محمل بہادر جمالی کی قیادت میں حسب معمول روانہ ہوئے اور طشتمر (قشتمر) اور دیگر امراء نے مصر کا قصد کیا تاکہ سلطان کی امداد کی جائے یا اس کا خاتمہ کیا جائے۔ مگر جب وہ عجرود کے مقام پر پہنچے تو انھیں سلطان کی ہلاکت کی اطلاع ملی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے فرزند علی المنصور کے ہاتھ پر بیعت کرلی گئی ہے اور قرطائی ملک کا بااقتدار حاکم بن گیا ہے۔

قشتمر کی قرطائی سے جنگ

انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ ارکان سلطنت سے جنگ کریں گے۔ لہٰذا وہ صف آراء ہو کر مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ انھوں نے ہراول دستے پر قشتمر کو افسر بنا کر بھیجا۔ اس کا مقابلہ مصر کے ہراول دستوں سے ہوا تو اس نے مصری ہراول دستوں کو شکست دی اور ان کا تعاقب کرتا ہوا قلعہ کے میدان تک پہنچ گیا وہاں اسے احساس ہوا کہ وہ بہت بڑے لشکر کے اندر گھر گیا ہے۔ اس سے پہلے قرطائی نے اقتمر الصاحبی حنبلی کو مصر کے بالائی حصہ کی طرف بھیجا تھا۔ لہٰذا اس نے حکم دیا کہ وہ اپنی فوج کو لے کر واپس آئے تاکہ وہ قشتمر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کرسکے۔

قشتمر کو شکست

لہٰذا وہ واپس آکر ان کے مقابلے کے لیے فوج لے کر نکلا اور جب قلعہ کے میدان میں فریقین کا مقابلہ ہوا تو قشتمر شکست کھا کر مصر کے قریب کیمان کی طرف بھاگ گیا۔ پھر اس نے پناہ مانگی تو اسے پناہ دے کر نظر بند کردیا گیا۔

عہدوں کی تقسیم

اب ایک یادگار دن منایا گیا جس میں عوام اکٹھے ہوئے اور خلیفہ امراء' قضاۃ اور علماء سب شریک ہوئے۔ خلیفہ نے منصور بن اشرف کی بادشاہت کا اعلان کیا اور اسے اقتدار سپرد کیا۔ اس کے بعد قرطائی کھڑا ہوا اور اس نے عہدوں کی تقسیم کا اعلان کیا۔ چنانچہ اس نے قشتمر لفاف کو اتابک مقرر کیا اور استدمر صر غتمشی کو امیر سلاح اور قطلو بغابدری کو امیر مجلس مقرر کیا۔

قرطائی طازی کو مخصوص فوج کا حاکم بنایا گیا اور ایاس صر غتمشی چیف سیکرٹری (دوا دار) ہوا۔ اور ایبک بدری امیر الماخوریہ کے عہدے پر سرفراز ہوا اور سردون جرکس کو استاذ دار (افسر مال) کا عہدہ دیا گیا۔ اتمر حنبلی نائب السلطنت مقرر ہوا اور اس کے فوجیوں امراء اور نائبوں کے لیے جاگیریں دی گئیں۔ قشتمر علائی دوادار کو رہا کیا گیا اور اسے اسکندریہ میں جاگیریں دی گئیں۔

سلطان ناصر کی اولاد کو ان کے محافظ سردون شیخونی کے ہمراہ قلعہ کرک سے واپس بلایا گیا اور شیخونی اور قلوط صر غتمشی کو حاجب مقرر کیا گیا۔

طاعون کی وبا

سال کے آخر میں اہل مصر طاعون کی وبا میں مبتلا ہوئے جو ۷۷۹ ہجری کے آغاز تک جاری رہی' اس میں قشتمر لفاف جو اتابک تھا ہلاک ہو گیا۔ لہٰذا قرطائی طازی کو اس کا جانشین مقرر کیا گیا۔

بیتقا ناصری شام سے بلایا گیا اور امیر کبیر قرطائی نے اسے اپنا مشیر خاص مقرر کیا۔

ایبک کا عروج و زوال

قرطائی کے اقتدار میں ایبک ابتداء ہی سے شریک رہا۔ ان دونوں نے مل کر سلطان اشرف کا تختہ الٹا تھا اور نئی سلطنت قائم کی تھی لہٰذا دونوں میں نہایت مخلصانہ اور مستحکم تعلقات قائم تھے تاہم ایبک اپنے دوستوں کے لیے خود مختاری چاہتا تھا' اسے یہ بھی معلوم تھا کہ قرطائی عیش و عشرت کا دلدادہ ہے اور وہ اپنے ہم نشینوں کے ساتھ داد عیش دیتا رہتا ہے چنانچہ جب قرطائی نے ماہ صفر ۷۷۹ ہجری میں اپنے گھر ایک تقریب منعقد کی۔ اس نے اپنے ہم نشینوں میں سے سودون جرکس اور مبارک طازی جیسے دوستوں کو اس تقریب میں مدعو کیا۔ اس موقع پر ایبک نے اسے ایک ایسی شراب پیش کی جس میں خواب آور ادویہ شامل تھیں۔ رات بھر اس کا دور رہا یہاں تک کہ قرطائی اور اس کے ساتھیوں پر نشہ غالب آگیا اور وہ ہوش میں نہ آسکے۔

یہ حالت دیکھ کر ایبک راتوں رات سوار ہو کر نکلا اور سلطان منصور کو اپنے ساتھ سوار کرا کر لایا اور اپنے لیے اقتدار حکومت کا پروانہ منظور کرایا۔ اور عوام نے اس کی حکومت تسلیم کر لی۔

ایبک کی خود مختاری اور شام پر فوج کشی

قرطائی کو تین دن کے بعد ہوش آیا مگر اس دوران اس کے اختیارات ختم ہو گئے تھے اور جمہور نے ایبک کو حاکم تسلیم کر لیا تھا۔ اس حالت میں قرطائی نے پناہ طلب کی تو ایبک نے اسے پناہ دی مگر بعد میں اسے گرفتار کر کے صفد کی طرف بھیج دیا گیا اور ایبک کی خود مختاری کے لیے میدان خالی ہو گیا۔

اسی سال کے ماہ صفر کی پندرھویں تاریخ کو ایبک کو یہ اطلاع ملی کہ قشتمر نے شام میں بغاوت کا اعلان کر دیا ہے اور وہاں کے سب علاقوں کے حکام اس کے مخالف ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اس نے عام اعلان کرایا کہ فوجیں شام کی طرف روانہ ہو جائیں۔ چنانچہ وہ اس مقصد کے

لیے تیار ہوگئیں اور ایبک نے ماہ صفر کے آخر میں اپنے فرزند احمد اور اپنے بھائی قطلو قجا کی قیادت میں ہراول دستہ بھیجا۔ اس میں اس کے اور سلطان کے ممالیک شامل تھے۔ نیز امراء کی ایک جماعت بھی شریک تھی جن میں امیر برقوق اور امیر برکہ بھی شامل تھے جو بعد میں خود مختار حکام بن گئے۔

فوج کی بغاوت

امیر ایبک فوج کے آخری دستے میں جسے ساقہ کہا جاتا ہے' سلطان' امراء اور باقی ماندہ فوجوں کے ساتھ بتاریخ ۲ ربیع الاول ۷۷۹ ہجری کو شام کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ بلبیس پہنچا تو معلوم ہوا کہ آگے کی فوج میں جو امراء شریک تھے انھوں نے اس کے بھائی کے خلاف بغاوت کردی ہے اور وہ شکست کھا کر اس کے پاس واپس آگیا ہے۔ لہٰذا ایبک سلطان اور اپنی فوجوں کو لے کر قلعہ واپس آگیا۔
جب وہ وہاں پہنچا تو امراء کی ایک جماعت نے بغاوت کا اعلان کردیا۔ ان میں قطلمتمر علائی الطویل طشتمر سلطانی اور القنلاع شامل تھے جب انھوں نے جنگ کا اعلان کیا تو اس نے اپنے بھائی قطلو قجا کی سرکردگی میں ان کے مقابلے کے لیے فوجیں بھیجیں۔ انھوں نے اسے شکست دی اور اس کے بھائی کو گرفتار کرلیا۔

ایبک کا فرار

امیر ایبک کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے ان امراء کو جو اس کے پاس موجود تھے' ان سے ملاقات کرنے کے لیے بھیجا۔ جب انھوں نے بھی پیٹھ دکھائی تو وہ خود سوار ہوکر کیمان مصری کی طرف بھاگ گیا۔ ایدمر کنائی نے اس کا تعاقب کیا مگر اس کا سراغ نہ مل سکا۔
ادھر امراء تبتہ النصر سے اصطبل کی طرف گئے۔ انھوں نے چند امراء کو قطلمتمر علاقائی کی طرف بھیجا اور اسے یہ مشورہ دیا گیا کہ وہ سلطان منصور کو معزول کرکے سابق سلطان کے فرزندوں میں سے کسی ایک کے لیے جو حکومت کا کام انجام دے سکے' بیعت حاصل کرے مگر اس نے اس تجویز کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔
بعد میں وہ امراء بھی پہنچ گئے جنھوں نے بغاوت کی تھی۔ ہراول دستے میں ایبک کا بھائی آیا انہی میں بیبقا ناظری، مرداش یوسفی اور ہزاری منصب کے حکام کی ایک جماعت شامل تھی۔ ان کے علاوہ امیر برقوق اور امیر برکہ بھی موجود تھے۔ حکومت اور اقتدار کے بارے میں ان امراء میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ آخر کار اکثر امراء کو نظر بند کرکے اسکندریہ بھیج دیا گیا اور اقتدار بیبقا ناظری کے حوالے کردیا گیا۔ اس نے اقتدار سنبھال لیا مگر وہ متذبذب تھا کیونکہ اس کے امراء ابھی تک مختلف خیالات رکھتے تھے۔

ایبک کی گرفتاری

ماہ ربیع الاول کی نو تاریخ کو سابق امیر ایبک پوشیدہ مقام سے نمودار ہوکر احکام کے ایک گروہ کے پاس پہنچا۔ انھوں نے اسے بیبقا ناظری کے پاس بھیجا۔ اس نے اسے اسکندریہ بھیج دیا جہاں وہ قید خانے میں بند کردیا گیا۔
بیبقا ناظری دوسرے امراء سے بدگمان تھا اس لیے وہ امیر برقوق اور امیر برکہ سے خاص طور پر مشورے کیا کرتا تھا۔ آخر کار ان سب نے یہ فیصلہ کیا کہ شام سے طشتمر کو بلوا کر اسے امیر مقرر کیا جائے۔ لہٰذا اسے بلانے کے لیے آدمی بھیجے گئے اور وہ اس کی آمد کا انتظار کرتے رہے۔
مصر کے امراء سلطنت حکومت مصر میں شریک ہوگئے اور انھوں نے بیبقا ناظری کو امیرو حاکم مقرر کیا تھا۔ مگر مکمل طور پر وہ اس کے مطیع و فرماں بردار نہ تھے لہٰذا سلطنت میں بد انتظامی رہی اور اختلاف و انتشار برپا رہا۔ اس جماعت میں سب سے عقل مند سیاست داں اور مدبر امیر برقوق اور برکہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بیبقا ناظری مخلصانہ طور پر ان سے مشورہ لے لیا کرتا تھا۔

باغی امراء کی گرفتاری

آخر کار ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ اختلاف و انتشار برپا کرنے والے امراء کو گرفتار کرلیا جائے تاکہ یہ اختلافات دور ہوں۔ایسے امراء مندرجہ ذیل تھے۔

دمرداش یوسفی تربائی حسینی اقتقاص سلجوقی استدمر بن عثمانی وغیرہ۔

ماہ صفر کے وسط میں ان سب لوگوں کو گرفتار کرکے اسکندریہ بھیج دیا گیا جہاں انھیں مقید رکھا گیا۔

پھر باقی ماندہ امراء نے اپنا ایک گروہ بنالیا۔ انھوں نے بیبقا ناظری کو اتابک برقرار رکھا اور وہ قلعہ سے منتقل ہوکر اس کے سامنے شیخو کے محل میں مقیم ہوا۔ برقوق امیر ماخوریہ مقرر ہوا اور وہ باب الاصطبل کے قریب مقیم ہوا۔ برکتہ جوبانی امیر مجلس مقرر ہوا۔ یوں سلطنت کا انتظام چلتا رہا۔

طشتمر کی بغاوت

ادھر شام میں طشتمر نائب حاکم نے بغاوت کا جھنڈا بلند کر رکھا تھا اور وہ خود مختار بن بیٹھا تھا۔ اس نے شام کے امراء اور فوجوں کو اکٹھا کرلیا اور عرب اور ترکمان کو بھی اپنے ساتھ ملا کر دمشق سے آکر باہر خیمے لگادیئے تاکہ مصر پر حملہ کرے۔

ادھر ایبک (سابق حاکم مصر) سلطان اور فوجوں کو لے کر شام کی طرف جنگ کے لیے روانہ ہوا تاکہ طشتمر کی سرکوبی کرے۔ مگر اتنے میں امراء نے اس کے خلاف بغاوت کردی اور وہ بیبقاویہ جماعت سے مل گئے جن کا سردار بیبقا ناظری تھا۔ آخر کار یہ جماعت ایبک پر غالب آکر برسر اقتدار آگئی اور ایبک کا اقتدار ختم ہوگیا۔

حکومت کی پیشکش

اب بیبقا ناظری نے برقوق اور برکتہ کے مشورہ سے یہ فیصلہ کیا کہ طشتمر کو مصر بلوایا جائے اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مصالحت کرکے اس فتنہ بغاوت کا سدباب کیا جائے۔ لہٰذا انھوں نے اسے لکھا کہ وہ اتابک کا عہدہ سنبھالنے اور سلطنت کا انتظام کرنے کے لیے مصر پہنچ جائے کیونکہ وہ بیبقاویہ جماعت کا بزرگ اور سردار ہے۔

طشتمر اس تحریر سے مطمئن ہوگیا اور فتنہ و فساد بند کرکے مصر کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب وہ قریب پہنچا تو اس کی تعظیم و اقتدار کے بارے میں امراء میں اختلاف پیدا ہوا۔

طشتمر کی حکومت و گرفتاری

بہرحال سلطان کو سوار کراکر وہ زیدانیہ لے گئے تاکہ وہ اس کا استقبال کرے۔ پھر انھوں نے امراء کو اس کے حوالے کردیا۔ اور اسے اتابک کا عہدہ دے کر مصر کی زمام حکومت اس کے ہاتھ میں دے دی۔ چنانچہ کسی کو مقرر کرنا اور معزول کرنا حل و عقد کا اختیار اسے حاصل ہوگیا۔ بیبقا ناظری کو سالحا کے بجائے امیر سلاح مقرر کیا گیا۔ انھوں نے (بااقتدار) جماعت کرک کی طرف بھیجی کیونکہ طشمران کے عہدے پر برقرار ہوگیا تھا۔ طشتمر نے بند مرخوارزمی کو دمشق کا حاکم مطلق بناکر بھیجا کہ جسے چاہے وہ وہاں کے عہدوں پر حاکم مقرر کرے۔ استادار برقوق اور برکتہ نے بھی اس تجویز کی حمایت کی۔ اس نے ایبک یوسفی کو بھی حاکم مقرر کیا اور برقوق کو مخصوص فوج کا سردار مقرر کیا گیا۔ پہلے اس عہدہ پر ناظری مقرر تھا۔ یوں انتظام سلطنت چلتا رہا۔

امیر طشتمر کو ان باتوں سے ان پر شک و شبہ لاحق ہوا اور اس کے دوستوں نے بھی اسے بھڑکایا کہ وہ ان دونوں حکام کو گرفتار کرلے چنانچہ جب ۷۹ے ہجری کا ماہ ذوالحجہ آیا تو اس کے ساتھیوں نے بغیر سمجھے سوچے جلد حملہ کرنے پر اصرار کیا۔ مگر طشتمر نے پس و پیش کیا۔ مگر جب امیر برقوق اور برکتہ اصطبل میں اکٹھے ہوگئے تو اس نے حملہ کرنے کا فیصلہ کیا اور طشتمر کے ممالیک امیلہ کے مقام پر دن کے کچھ

حصے میں جنگ کرتے رہے۔ آخر کار وہ شکست کھا کر منتشر ہوگئے۔ اس موقع پر طشتمر نے پناہ طلب کی چنانچہ پناہ دے کر اسے قلعہ میں طلب کیا گیا جب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں پہنچا تو اسے اور اس کی جماعت کو گرفتار کرلیا گیا۔ ان میں یہ امراء بھی شامل تھے۔

۱۔ اطلمش ارغونی ۲۔ مدلان ناظری ۳۔ امیر حاج بن مغلطائی ۴۔ دوادار ارغونی۔

ان سب کو اسکندریہ بھیج دیا گیا جہاں وہ قید خانے میں رہے۔ ان لوگوں کے ساتھ بیبقا ناصری کو بھی بھیجا گیا مگر چند دنوں کے بعد اسے رہا کر کے طرابلس کا نائب حاکم بنا کر وہاں بھیج دیا گیا بعد ازاں طشتمر کو بھی رہا کر کے دمیاط کی طرف بھیجا گیا۔ پھر اسے بیت المقدس میں منتقل کیا گیا اور وہیں وہ ۷۸۷ ہجری میں فوت ہوگیا۔

مذکورہ بالا دونوں حکام کی نظر بندی کے بعد برقوق و برکتہ دونوں نے مصر کی حکومت سنبھال لی اور ان کا کوئی حریف باقی نہ رہا۔

امیر برقوق اتابک مقرر ہوا اور جالی بشمی ماخوریہ کا امیر مقرر ہوا' برقوق کا رشتہ دار انیال بیبقا ناظری کے بجائے امیر سلاح مقرر ہوا اور اقتمر عثمانی اطلمش ارغونی کے بجائے دوادار کے عہدہ پر فائز ہوا۔ طبتغا جوبانی دوبارہ نوبہ خاص فوج کا سردار مقرر ہوا۔ اور دمرداش امیر مجلس بنایا گیا۔

حلب کا نائب حاکم اس اثنا میں فوت ہوگیا تھا'اس کے بجائے عشقتمر ماردانی کو حاکم مقرر کیا گیا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد عشقتمر نے رخصت طلب کی اسے رخصت کر کے اسکندریہ میں قید کردیا گیا اور اس کے بجائے حلب کا نائب حاکم تمرتاس حسینی دمرداش کو مقرر کیا گیا۔ پھر سابق حاکم کو رہا کردیا گیا'اس نے بیت المقدس میں تھوڑی دیر قیام کیا تھا کہ برکتہ نے اسے بلوایا اور اس کی خاطر داری کرنے کے بعد اسے نائب حاکم بنا کر حلب بھیج دیا۔

انیال کا زوال

انیال امیر سلاح کے عہدہ پر فائز تھا۔ وہ امیر برقوق کا رشتہ دار تھا اس لیے سرکاری حلقوں میں کافی اثر و رسوخ رکھتا تھا۔ وہ امیر برکتہ کا سخت مخالف تھا اور اپنے عزیز برقوق کو بھڑکاتا تھا کہ اس سے نجات حاصل کرے مگر وہ یہ بات تسلیم نہیں کرتا تھا۔ لہٰذا اس نے بغاوت کا ارادہ کیا۔ ایک روز جب امیر برکتہ بحیرہ کی طرف سیر و شکار کے سفر پر روانہ ہوا تو اسے موقع مل گیا۔ انہی دنوں امیر برقوق بھی سیر و شکار کے لیے نکلا ہوا تھا۔ اس لیے اب میدان انیال کے لیے خالی تھا۔

لہٰذا سب سے پہلے باب الاصطبل پر قبضہ کیا۔ اس کے ساتھ نہ صرف اس کے غلاموں کی جماعت تھی بلکہ امیر برقوق کے ممالیک بھی اس کے ساتھ شریک ہوگئے تھے' انھوں نے امیر ماخوریہ جرکس خلیلی کو بھی گرفتار کرلیا تھا اور سلطان منصور کو بھی بلوانا چاہا تھا تاکہ اسے عوام کے سامنے ظاہر کریں مگر محافظوں نے اسے روک دیا۔

اتنے میں امیر برقوق سیر و شکار سے واپس آیا۔ اس کے ساتھ اتابک بشمی بھی تھا۔ وہ قلعہ کے باہر اس کے مکان پر پہنچے اور اپنے باقی ماندہ ساتھیوں کو مسلح کر کے سوار ہو کر اصطبل کے میدان کی طرف بڑھے۔

پھر انھوں نے دروازے کا قصد کیا اور اس کو آگ لگا دی۔ اس وقت امیر قرطائی منصوری پوشیدہ دروازے سے نکلا اور ان کے لیے دروازہ کھول دیا۔ انھوں نے داخل ہو کر انیال کا مقابلہ کیا۔ اس موقع پر امیر برقوق کے ان غلاموں نے جو انیال کے ساتھ تھے نہ صرف اس کا ساتھ چھوڑ دیا بلکہ اس پر تیر اندازی کرنے لگے۔ لہٰذا وہ شکست کھا کر اور زخمی ہو کر اپنے گھر بھاگ گیا۔

انیال کی گرفتاری

انیال کو گرفتار کر کے امیر برقوق کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے یہ معذرت کی کہ اس کی اس کارروائی کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ امیر برکتہ پر غالب آجائے۔ لہٰذا اسے اسکندریہ کی طرف بھیج دیا گیا جہاں اسے نظر بند کردیا گیا۔ پھر بیبقا ناظری کو طرابلس سے بلوا کر امیر سلاح

مقرر کر دیا گیا۔

جب امیر برکہ کو یہ خبر ملی تو وہ بحیرہ سے جلد واپس آ گیا اور اس طرح حالات درست ہو گئے۔

اس بغاوت کو فرو کرنے کے سلسلے میں جو سرکاری عہدے خالی ہوئے ان پر غور کرنے کے بعد باصلاحیت افراد کا ان عہدوں پر تقرر کیا گیا۔ اس سلسلے میں ان لوگوں کو ترجیح دی گئی جنھوں نے اس بغاوت کو فرو کرنے میں عمدہ خدمات انجام دی تھیں۔ ایسے لوگوں میں پیش پیش قروم اور قرط تھے۔ یہ واقعات ۷۸۱ ہجری میں رونما ہوئے۔

انیال کچھ عرصہ اسکندریہ میں قید رہا۔ پھر ماہ صفر ۷۸۲ ہجری میں اسے رہا کر کے طرابلس کا حاکم مقرر کیا گیا۔ جب منکلی بقا احمدی فوت ہو گیا تو انیال اس کے بجائے حلب کا نائب حاکم مقرر کیا گیا۔ سال کے آخر میں اسے پھر گرفتار کر کے قلعہ کرک میں نظر بند کر دیا گیا اور اس کے بجائے بیتقا احمدی کو مقرر کیا گیا اور اس کے اپنے عہدے پر بندمر خوارزمی کو مقرر کیا گیا۔

۷۸۱ ہجری میں شام میں عرب قبائل کا سردار جبار بن المھنا فوت ہو گیا تو اس کے بجائے معیقل بن فضل بن عیسی اور زامل بن موسیٰ بن عیسی کو مشترکہ طور پر امیر مقرر کیا گیا۔ پھر ان دونوں کو معزول کر کے یعبر بن جبار کو امیر مقرر کیا گیا۔

سازشیں ہی سازشیں

امیر برکہ سلطنت کے انتظام میں امیر برقوق کے ساتھ مساوی طور پر شریک تھا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے سلطنت کے مالیات کا مختار کل بنا دیا تھا۔ ادھر امیر برقوق امور سلطنت میں مستقل مزاجی کے ساتھ عام مفادات اور رفاہ عام کے کام سر انجام دیتا تھا۔ اس لیے اس کی اس کے ساتھی ماتحت افسروں کے ساتھ اکثر مخالفت رہتی تھی اور اکثر معاملات میں ان کے اختیارات چھین لیتا تھا۔ اس لیے وہ اس سے تنگ آ گئے تھے اور امیر برکہ کو اس پر حملہ کر کے خود مختاری حاصل کرنے کے لیے بھڑکانے لگے۔

وہ امیر برقوق کے ایک بڑے ساتھی الشمس کے خلاف جا کر چغل خوری کرنے لگے کہ وہ امیر برقوق کو برکہ کے خلاف بھی بھڑکاتا تھا۔ یوں وہ دونوں کے باہمی تعلقات کو بگاڑ کر اپنے لیے راہ ہموار کر رہا ہے۔ انھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ الشمس دونوں کے خلاف بغاوت کی تیاریاں کر رہا ہے۔

ناچاقی کا آغاز

یہ باتیں سن کر برکہ امیر برقوق کے پاس آیا۔ اس نے الشمس کو گرفتار کرنا چاہا مگر برقوق نے اسے اس ارادہ سے باز رکھا اور اس کی حمایت کی۔ اس کی وجہ سے برکہ الشمس کا سخت مخالف ہو گیا اور امیر برقوق سے بھی ناراض ہو گیا۔

یہ حالت دیکھ کر مصر کے اکابر حضرات نے ان دونوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کی چنانچہ شیخ کمال الدین شیخ التکیہ اور اہلِ خراسان کے شیخ الصوفیہ شیخ غلدی وغیرہ الشمس کو برکہ کے پاس معافی منگوانے کے لیے لائے۔ چنانچہ اس نے اسے معاف کر کے خلعت عطا کیا۔

بغاوت کا قصد

امیر برکہ نے اس کے بعد دوبارہ اور تیسری مرتبہ بھی جھگڑا کیا اس وقت اس کا عزم مصمم ہو گیا تھا کہ وہ اعلان بغاوت کر کے حملہ کر دے۔ اس عرصے میں ماہ ربیع الاول ۷۸۳ ہجری میں جمعہ کے دن امیر برقوق کے گھر میں دعوت ولیمہ ہوئی جس میں امیر برکہ کے تمام ساتھی اور حامی افراد شریک ہوئے۔

اس سے پہلے امیر برقوق کو کسی خیر خواہ نے یہ اطلاع دی تھی کہ امیر برکہ دوسرے دن بغاوت کا اعلان کرنے والا ہے لہٰذا امیر برقوق نے برکہ کے تمام ساتھیوں کو فوراً گرفتار کر لیا تاکہ ان کی گرفتاری کی بدولت اس کے بازو کٹ جائیں پھر اس نے اپنے ملازموں کو خود اس کی گرفتاری کے لیے بھیجا اس مقصد کے لیے یدلان ناصری کو مدرسہ حسن کے مینارے پر چڑھا دیا گیا تھا۔ اس نے وہاں سے اس کے

اصطبل کی طرف تیر اندازی کی۔ مگر امیر برکتہ سوار ہو کر قتہ النصر پہنچا اور وہاں خیمہ زن ہوا۔
اس وقت عوام میں یہ اعلان کرادیا گیا کہ وہ اس کے گھروں کو لوٹ لیں۔ چنانچہ عوام نے اس کے گھروں کو لوٹ کر انھیں تباہ و برباد کردیا۔

خانہ جنگی

اس موقعہ پر بیبقا ناصری نے برکتہ کا ساتھ دیا اور اس کے ساتھ مقابلہ کے لیے نکلا۔ اب امیر برقوق نے اصطبل کی سمت سے قلعہ کے دروازہ پر اپنا محاذ قائم کیا اور اپنے شہسواروں کو جنگ کے لیے روانہ کیا۔ دن بھر جنگ ہوتی رہی۔ امیر برکتہ نے صف بندی کرکے دو طرف سے حملہ کیا۔ ایک حصہ کی قیادت بیبقا ناصری کررہا تھا۔
الاق شعبانی نے برکتہ کے مقابلہ کے لیے فوج کشی کی اور الشمس فوج لے کر بیبقا ناصری کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ آخر کار امیر برکتہ کی فوجوں کو شکست ہوئی اور وہ قبہ النصر واپس چلا گیا۔ اس کے ساتھی زخموں سے چور تھے اور ان میں سے اکثر اس کے گھر چھپ گئے تھے۔

برکتہ کی گرفتاری

وہ رات کا کچھ حصہ گزارنے کے بعد شہر کی جامع مسجد پہنچا اور وہاں اس نے رات گزاری۔ امیر برقوق کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے طنبقا جوبانی کو اسے گرفتار کرنے لیے بھیجا۔ وہ اسے گرفتار کرکے قلعہ لے آیا۔ پھر امیر برقوق نے برکتہ کو اسکندریہ روانہ کیا۔ جہاں اسے نظر بند کردیا گیا۔ بعد میں وہاں کے نائب حاکم صلاح الدین بن عزام نے اسے قتل کردیا۔

نئے حکام کا تقرر

اس کے بعد بیبقا ناصری اور اس کے تمام حامی امراء کو گرفتار کرلیا گیا اور حالات کی تبدیلی تک انھیں جیل خانوں میں بند کردیا گیا امیر برقوق نے ان کے عہدوں پر سلطنت کے ان افسروں کو مقرر کیا جنہیں وہ پسند کرتا تھا۔ اس نے اینال کو بھی رہا کیا جس نے اس سے پہلے بغاوت کی تھی اور اسے طرابلس کا نائب حاکم بنا کر بھیجا گیا۔
اب برقوق نے سلطنت کا انتظام تنہا خود مختار حاکم کی حیثیت سے سنبھالا اور تمام نظم و نسق درست کیا۔ وہ سندمر نائب حاکم دمشق سے بدگمان تھا کیونکہ وہ برکتہ کا دوست تھا۔ اس لیے اس نے اسے اور اس کے دوستوں کو جو دمشق میں موجود تھے گرفتار کرلیا۔ دمشق کی حکومت عشقتمر کے سپرد کی۔ اس نے اینال کو حلب کا حاکم بنایا اور امیر برکتہ کے بجائے الشمس کو اتابک[1] مقرر کیا اور الاق شعبانی کو امیر سلاح[2] اور طنبقا جوبانی کو امیر مجلس[3] اور البقا عثمانی کو دوادار اور چرکس خلیل کو امیر اخور[4] مقرر کیا۔

---

[1] اتابک ترکی لفظ ہے جو اتابیگ کا مخفف ہے۔ اتا کے معنی باپ کے ہیں۔ جیسے مصطفےٰ کمال پاشا کو اتاترک کا خطاب دیا گیا تھا کیونکہ وہ بابائے ترک تھے۔ مجازاً" امیر و سردار پر بھی طلاق کیا جاتا ہے یعنی ابوالامراء یا امیر اعظم مراد ہے۔ یہ عہدہ تقریباً وزیراعظم کے برابر ہوتا ہے۔(مترجم)

[2] امیر سلاح سلطان کے ہتھیاروں کا محافظ ہوتا ہے۔ بالعموم وزیر دفاع یا وزیر جنگ کے برابر یہ عہدہ ہوتا ہے (ملاحظہ ہو صبح الاعشیٰ از قلقشندی مطبوعہ حکومت مصر ج ۵ ص ۴۵۶ والنجوم الزاہرہ ج ۷ ص ۱۸۴۔۱۵۶ از ابن تغردی مطبوعہ حکومت مصر وزارت ثقافت (مترجم)

[3] امیر مجلس سلطان کے دربار کا انتظام کرتا ہے اس کا عہدہ امیر سلاح سے بڑا ہوتا ہے۔آج کل کی اصطلاح میں وزیر دربار کے برابر ہے (مترجم) (ملاحظہ ہو صبح الاعشیٰ ج ۵ ص ۴۵۵ مطبوعہ وزارت ثقافت مصر)

[4] دوادار دراصل دوات دار کا مخفف ہے۔ قدیم زمانے میں اس عہدہ پر عمامہ پوش الکاز کا تقرر ہوتا تھا جو سلطان کی دوات قلم کی حفاظت کرے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اہلِ بحیرہ کی بغاوت

اہل بحیرہ وہ خانہ بدوش قبائل تھے جنہوں نے اس علاقے کو آباد کیا تھا۔ ان میں ہوارہ' مزانہ اور زناتہ کے قبائل شامل تھے۔ یہی لوگ اپنے ماتحت قبائل پر حکومت کرتے تھے اور ہر سال وقت مقررہ پر سلطان کو خراج ادا کرتے تھے۔ خراج وصول کرنے اور اسے بھجوانے کا کام بدر بن سلام اور اس کے آباؤ اجداد کے ذمے تھا۔ یہ لوگ قبیلہ زناتہ سے تعلق رکھتے تھے جو لواتہ کی ایک شاخ ہے۔ان لوگوں کے علاوہ بادیہ نشین قبائل اور ان کے سردار بھی تھے جیسا کہ ابوذئب ہے جو محرانہ اور عسرہ کا سردار تھا۔ اسی طرح خلیج اسکندریہ کے قریب بنو ترکیہ تھے جو عربوں کے سردار تھے مگر ان کے تعلقات بھی اہل بحیرہ کے قبائل سے قائم تھے کیونکہ وہ بحیرہ سے غلہ فراہم کرتے تھے۔ اس کے علاوہ انھوں نے اپنے مقاصد پورا کرنے اور مال ودولت حاصل کرنے کے لیے ترک بادشاہوں کی ملازمت بھی اختیار کر رکھی تھی۔ یوں ان کا اثرو رسوخ اور رتبہ بڑھ گیا اور وہ اپنے ہم پلہ قبائل ہوارہ وغیرہ سے آگے نکل گئے۔

خراج میں اضافہ

وقت کے ساتھ ساتھ سلطنت کی ضروریات کے مطابق ان کے خراج میں اضافہ کیا گیا تو یہ اضافہ انھیں ناگوار معلوم ہوا اور چونکہ وہ عزت اور اعلیٰ مرتبہ حاصل کر چکے تھے اس لیے انھوں نے خراج دینا بند کردیا۔ لہٰذا خراج کی وصولی میں ان پر سختی کی گئی۔ جب ان کے سردار سلام کو قاہرہ میں قید کردیا گیا تو اس کا فرزند بدر بن سلام قبیلہ کے علاقے کی طرف جو صعید (مصر کے بالائی حصہ) میں تھا بھاگ گیا۔

بغاوت کا انسداد

جب شاہی فوجیں وہاں پہنچیں تو بدر نے ان کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں کاشف مارا گیا۔ یہ فوجیں ۷۸۰ ہجری میں الاتابک شعبانی احمد بن بیقا اور انیال کی مشترکہ قیادت میں روانہ کی گئی تھیں۔ اس وقت تک انیال نے بغاوت نہیں کی تھی لہٰذا بدر کی فوجیں بھاگ گئیں اور شاہی لشکر نے ان کے علاقہ کا صفایا کردیا۔

اس کے بعد بدر بحیرہ کے علاقہ میں واپس آگیا اور حکومت مصراس اس سے غافل ہوگئی کیونکہ پہلے انیال اور اس کے بعد برکہ کی بغاوتیں ہوری تھیں۔ اس اثناء میں بدر بن سلام کا فتنہ وفساد بڑھتا رہا اور اس نے خراج ادا کرنا بند کردیا۔

شاہی فوج کشی

آخر کار شاہی لشکر اتابک الشمس اور امیر سلاح جوبانی امیر مجلس اور دیگر مغربی امراء کی سرکردگی میں روانہ ہوا۔ جب یہ فوجیں بحیرہ پہنچیں تو بدر نے ان سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا مگر کسی نے شاہی لشکر کو برے انجام سے خبردار کردیا۔انھوں نے اپنے خیمے اکھاڑ لیے اور اس محاذ کو خالی چھوڑ کر اپنے مرکزی محاذ کی طرف چلے گئے۔یہ حالت دیکھ کر دشمن کی فوجیں خیمہ گاہ پہنچیں اور اسے لوٹنے میں مصروف ہوگئیں۔ اس وقت شاہی فوجوں نے ان پر حملہ کیا اور ان کی فوجوں کا صفایا کردیا۔ان میں سے بہت ہی کم بچ سکے۔ لہٰذا بدر بن سلام نے اطاعت کا پیغام بھیجا اور خوف وخطرہ کا عذر پیش کیا اور جب خراج ادا کردیا تو شاہی فوجیں واپس چلی گئیں۔بحیرہ کا حاکم بکتمر شریف کو مقرر

تھا اور ایک پیش کار اور منشی کے برابر اس کا عہدہ ہوتا تھا مگر بعد میں اعلیٰ عہدوں میں شمار کیا جانے لگا اور پرائیویٹ سیکرٹری کے برابر ہوگیا۔ (صبح الاعشیٰ والنجوم الزاہرہ تعزی بردی ۷ ص ۱۸۵-۱۷۴ مطبوعہ وزارت ثقافت مصر) مترجم

امیر اخوریہ کا لفظ مذکورہ بالا کتب میں امیر آخور کے نام سے مذکور ہے جسے بگاڑ کر اور سلاد خور بھی بولا جاتا ہے۔ یہ بھی ممالیک مصر کے زمانے میں بڑا عہدہ سمجھا جاتا ہے۔ ان کے ذمے گھوڑوں اور مویشیوں کی حفاظت اور خوراک کا بندوبست کرنا ہے۔ (صبح الاعشیٰ والنجوم الزاہرہ لابن تعزی عبدی ج ۷ ص ۱۸۵) مترجم۔

کیا گیا۔ پھر اسے تبدیل کر کے قرط بن عمر کو حاکم مقرر کیا گیا۔
کچھ دیر بعد بدر نے دوبارہ بغاوت کی تو شاہی فوجیں پھر اس کے مقابلہ کے لیے آئیں۔ انھیں دیکھ کر وہ بھاگ گیا تو قرط بن عمر نے اس کی فوجوں کا صفایا کردیا،ان کے اکثر مردوں کو تہ تیغ کیا گیا اور باقی ماندہ افراد کو قیدی بنالیا گیا۔اس اثنا میں بدر کا چچا زاد بھائی اور ان کے ساتھی اس کی حمایت سے دستبردار ہوگئے۔ ابن شادی فوت ہوگیا اور جو باقی رہ گئے تھے انھوں نے پناہ کی درخواست کی لہٰذا انھیں پناہ دے دی گئی،کچھ مروان میں سے قید کیے گئے اور جو باقی رہ گئے انھوں نے خراج ادا کرنے کی ضمانت دی۔

بدر کا فرار اور قتل

بدر نے بھی پناہ طلب کی مگر اسے پناہ نہیں دی گئی اس لیے وہ صعید (مصر کے بالائی حصہ) کی طرف چلا گیا۔ شاہی لشکر نے اس کا تعاقب کیا تو وہ وہاں سے بھی بھاگ گیا۔ اب اس کے قبائل اور علاقہ کا صفایا کیا گیا۔
وہاں سے بدر برقہ (لیبیا کا علاقہ) چلا گیا اور شیخ ابوذئب کا مہمان بنا۔ اس نے اسے پناہ دے دی۔
بدر کے چلے جانے کے بعد بحیرہ کے حالات درست ہوگئے اور قرط حاکم نے وہاں سے خراج وصول کرلیا۔ اس نے رحاب اور شادی کی اولاد کو قتل کردیا اور ان کے تمام مردوں کو زندہ نہیں چھوڑا۔
ادھر بدر شیخ ابوذئب کے ساتھ رہنے لگا مگر کبھی کبھی اپنے علاقے کی طرف بھی جاتا تھا۔ آخر کار ایک انتقام لینے والے نے جس کے کسی فرد کو اس نے قتل کیا تھا،اسے پکڑ لیا اور اپنا انتقام لے کر اسے دوسروں کے لیے عبرت کا نمونہ (۷۸۹ ہجری میں) بنادیا۔

امیر برکتہ کا قتل

امیر برکتہ جب امیر تھا تو اس نے خلیل بن عزام کو اپنا استاذ دار[1] مقرر کیا تھا۔ پھر اس نے اس پر غبن کا الزام لگایا اور ناراض ہوکر اسے معزول کردیا،اس کا مال ضبط کر کے اسے قید کردیا،کچھ عرصہ کے بعد اس نے اسے رہا کردیا۔ مگر خلیل کے دل میں انتقام کا جذبہ موجزن رہا۔
جب برکتہ کا زوال ہوا اور وہ اسکندریہ میں نظر بند ہوا جہاں کا نائب خلیل ابن عزام تھا تو اس نے برکتہ کو قتل کر کے انتقام لینے کا قصد کیا مگر اس کے انجام سے خوف زدہ ہوکر قاہرہ چلا گیا،جب وہ واپس آیا تو اس نے یہ ارادہ ترک کردیا مگر آخر کار وہ اپنے پوشیدہ کینہ اور دشمنی سے مغلوب ہوگیا اور اس نے رات کی تاریکی میں اسے اچانک قتل کردینے کا ارادہ کیا۔ اس نے رات کے وقت چند مسلح لوگوں کو اس کے پاس بھیجا اور انھوں نے اسے قتل کردیا۔ اس نے اقرار کیا کہ اس نے انھیں قتل کرنے کی اجازت دی تھی۔

قاتل کو سزا

یہ خبر سلطنت مصر کے نگران امیر برقوق کے کانوں تک بھی پہنچی کیونکہ امیر برکتہ کے غلاموں نے خلیل کے خلاف اس سے فریاد کی تھی،اسے یہ فعل بہت ناگوار گزرا۔ اس نے خلیل بن عزام کے خلاف سخت کارروائی کی اور اپنے دوادار امیر یونس کو بھیجا کہ وہ اس کی تحقیقات کر کے ابن عزام کو اس کی خدمت میں پیش کرے چنانچہ وہ اسے بیڑیوں میں جکڑ کر لایا اور اسے امیر برکتہ کے قتل کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔
امیر برقوق نے اس پر قسم کھائی کہ وہ ضرور اس کا انتقام لے گا۔ چنانچہ ۷۸۲ ہجری میں (رجب کی پندرہ تاریخ کو) ابن عزام کو قلعہ پہنچایا گیا اور قلعہ کے دروازہ کے پاس اسے کوڑے مارے گئے پھر تشہیر کے لیے اسے اونٹ پر گشت کرایا گیا اور سوق الخیل میں اسے اتار

۱۔ استاذ دار دراصل استد دار تھا۔ یہ سلطان کے مالیات کے لین دین کا عہدہ دار ہے اسے وزیر مالیات بھی کہہ سکتے ہیں (صبح الاعشیٰ ج ۵ ص ۴۵۹) مترجم۔

جا گیا۔ جہاں برکہ کے غلاموں نے اسے پکڑ کر تلواروں کے وار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور اس کی لاش کے ٹکڑے ہر طرف بکھر گئے۔ یوں لوگوں کو عبرت اور نصیحت حاصل ہوئی۔

سلطان منصور بن اشرف کی وفات

جب سلطان منصور بن علی اشرف کو امیر قرطائی نے اس کے باپ کے خلاف بغاوت کر کے تخت پر بٹھایا تھا تو وہ بارہ سال کا بچہ تھا۔ تاہم اس کی سلطنت برقرار رہی مگر اس کی حکومتیں تبدیل ہوتی رہیں۔ وہ پانچ سال بادشاہ رہا اور ماہ صفر ۷۸۳ ہجری میں فوت ہو گیا۔

امیر حاج صالح کی تخت نشینی

سلطان منصور کی وفات کے بعد امیر برقوق نے امرائے مصر کو بلوایا۔ انھوں نے متفقہ طور پر اس کے بھائی امیر حاج کو بادشاہ مقرر کیا اور اسے شاہی دربار لے جا کر تخت پر بٹھایا' صالح اس کا لقب رکھا۔ خلیفہ نے حسب معمول ایک فرمان جاری کیا جس میں اسے سلطان تسلیم کیا گیا تھا اور امیر برقوق کو اس کی صغرسنی کی وجہ سے سلطنت کا نگران مقرر کیا گیا تھا۔ علمائے کرام نے بھی اسی قسم کا فتوے دیا اور اس امر کو بیعت میں شامل کر دیا گیا خلیفہ کا یہ تحریری فرمان امراء قاضیوں اور خاص و عام افراد کے سامنے پڑھ کر سنایا گیا یہ ایک قابل دیدار اور یادگار دن تھا۔ اس کے بعد مجمع منتشر ہو گیا۔ پھر سلطان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اور اس کی سلطنت کا آغاز ہو گیا۔ جس میں امیر برقوق کا بہت بڑا حصہ تھا۔

برقوق کا خاندان

امیر برقوق کا اصل خاندان قبیلہ چرکس سے متعلق ہے جو شمالی علاقے کے ان کوہساروں میں رہتے ہیں جو تفجاق اور اوس وغیرہ کو مشرقی سمت سے احاطہ کیے ہوئے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اس چرکسی قبیلہ کا تعلق اس غسان قبیلہ سے ہے جو اپنے امیر جبلہ بن الایہم کے ساتھ رومی علاقے میں داخل ہوا تھا جب کہ ان کے امیر کا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہو گیا تھا یہ واقعہ بہت مشہور ہے اور مورخین نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر یہ رائے درست نہیں ہے کیونکہ چرکس کا قبیلہ ترکوں میں بہت پہلے سے مشہور ہے اور ماہرین علم الانساب اس سے واقف ہیں اور اس قبیلہ کے افراد ان مقامات میں غسانیوں کے داخلۂ روم سے پہلے رہتے تھے۔ البتہ یہ واقعہ درست ہو سکتا ہے کہ غسانی قبیلہ کے لوگ جب امیر جبلہ کے ساتھ ہرقل کے پاس پہنچے تو وہاں رہنے لگے کیونکہ وہ واپس جانے سے مایوس ہو گئے تھے اور ہرقل فوت ہو گیا تھا۔ اس کے بعد رومی سلطنت کا انتظام بگڑ گیا اور ان کے علاقوں میں فتنہ و فساد برپا ہونے لگا تو ان خانہ جنگیوں میں قبیلہ غسان کو حلیف بنانے کے لیے کسی قوم کی ضرورت محسوس ہوئی ہوگی تو ممکن ہے انھوں نے چرکسی قبائل کو اپنا حلیف بنالیا ہو اور قسطنطنیہ کے مشرقی سمت میں ان کے کوہستانی علاقے میں آباد ہو گئے ہوں بعد میں شادی بیاہ کر کے ان میں مدغم ہو گئے ہوں۔ یہاں تک کہ قبیلہ کی حیثیت سے ان کی ہستی فنا ہو گئی اور وہ میدانوں سے نکل کر ان کے پہاڑوں میں آباد ہو گئے ہوں اور یوں ان کی ایک شاخ غسان کے نام سے ان چرکسی قبائل کے ساتھ شامل ہو گئی ہو۔ بہر حال یہ تحقیق کسی حد تک قرین قیاس اور صحیح ہو سکتی ہے۔

برقوق کا ابتدائی زمانہ

امیر برقوق کو امیر یبقا کے زمانے میں اس زمانے کا مشہور تاجر عثمان قراجا حاصل کر کے لایا تھا۔ امیر یبقا نے اسے خرید لیا اور وہ اس کے گھر میں پرورش پانے لگا اور وہیں اس نے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اس نے تیر اندازی اور ملک و سلطنت کے آداب و قواعد

سیکھے۔ اس طریقے سے اس کا خاندانی اکھڑپن دور ہوگیا اور وہ امارت اور اعلیٰ عہدہ حاصل کرنے کے قابل بن گیا۔اس کی پیشانی سے ترقی اور خوش بختی کے آثار نمایاں تھے اور خداوند کریم کا فضل و کرم اس کے شامل حال رہا۔

اس کے بعد یبقا اور اس کے ممالیک پر زوال آیا اور ان کا سردار استدمر ہلاک ہوگیا۔ اس کے بعد کچھ غلاموں کو جلا وطن کردیا اور ان میں سے ایک حصے کو قید خانوں میں ٹھونس دیا گیا۔ انھیں میں امیر برقوق بھی تھا وہ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ قلعہ کرک کے قید خانے میں پانچ سال تک نظربند رہا۔ یہ بھی خداوند تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش تھی جس میں وہ مبتلا رہا۔ اس مدت کے بعد اسے اس کے ساتھیوں کے ساتھ چھوڑ دیا گیا اور یہ جماعت شام چلی گئی۔

سلطان کی طلبی

شام کے نائب حاکم امیر منجک نے ان لوگوں کو اپنے پاس رکھا وہ نہایت عقل مند اور جہاں دیدہ حاکم تھا۔ اسے امیر برقوق سے بہت محبت ہوگئی کیونکہ اس نے تاڑ لیا تھا کہ وہ بہت ہونہار اور سعادت مند ہوگا لہٰذا وہ ایک عرصہ اس کا منظورِ نظر رہا۔ آخر کار سلطان اشرف نے ان تمام غلاموں کو بلوایا جن کا سرخیل برقوق تھا۔

الجائی سے مقابلہ

سلطان نے پوری جماعت کو انعام و کرام سے نوازا اور اپنے شہزادہ علی کی خدمت کے لیے انھیں مخصوص کرلیا۔ چند دنوں کے بعد سلطنت کے نگران الجائی نے بغاوت کا اعلان کیا اور وہ سلطان پر غالب آگیا۔ لہٰذا سلطان نے برقوق کی جماعت کو بلواکر اپنے عمدہ ہتھیار اور بہترین گھوڑے ان کے حوالے کیے۔ وہ ان میں سے بہترین اشیاء کا انتخاب کرکے الجائی کے مقابلہ کے لیے پہنچ گئے اور ایسی گھمسان کی جنگ کی کہ اسے رمیلہ کی طرف دھکیل دیا۔ پھر اس کا تعاقب کیا تاآنکہ الجائی نے سمندر میں کود کر اپنے آپ کو ہلاک کرلیا۔

اس جنگ میں اس جماعت کی فتوحات کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سلطان کی نظر میں چڑھ گئے۔ اور اس نے انھیں اپنے مخصوص گروہ میں شامل کرلیا اور ان کے لیے جاگیریں اور وظائف مقرر کیے۔ بالخصوص امیر برقوق کا مرتبہ بہت اعلیٰ ہوگیا۔

سلطان کا نگران

جب سلطان اشرف حج کے لیے روانہ ہوا تو قرطائی نے باغی ہوکر سلطنت پر قبضہ کرلیا تھا۔ اس کے بعد ایبک سلطنت پر قابض ہوگیا اس اثنا میں امیر برقوق کا اثر و رسوخ سرکاری حلقوں میں بہت بڑھ گیا تھا اور امراء کے حلقے میں اس کا احترام تھا۔ لہٰذا جب ایبک کا اقتدار ختم ہوگیا تو مختلف خیالات و رجحانات کے امراء کی ایک جماعت نے مشترکہ طور پر اقتدار سنبھالا۔ اس وقت کے دانشوروں کو ملک و سلطنت کی تباہی کا اندیشہ تھا لہٰذا ایسے موقع پر امیر برقوق آگے بڑھا اور اس نے امیر برکتہ کے ساتھ مل کر سلطنت کی باگ ڈور سنبھالی۔ یوں کچھ عرصے کے لیے سلطنت کا انتظام درست ہوگیا۔

جب امیر برکتہ نے بھی بغاوت کا اعلان کیا اور وہ تباہ و برباد ہوا تو امیر برقوق خود مختار نگران سلطنت مصر مقرر ہوا۔ یہ سب کچھ خدا کے فضل و کرم کا نتیجہ تھا۔ خدا نے مزید فضل و کرم یہ کیا کہ اس کے والد محترم کو بلواکر اس کی مکمل شیرازہ بندی کی صورت پیدا کردی۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ تاجروں (بردہ فروشوں) کی ایک جماعت ان کے والد محترم کو (بردہ فروشوں کے پنجے سے) چھڑا کر دور دراز کے علاقہ سے لے آئی۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے مختلف تدبیروں سے کام لیا تھا۔ ان کے والد کا نام انس تھا۔

شاہانہ استقبال

جب برقوق کو اپنے والد کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے ان کے استقبال کا زبردست انتظام کیا۔ اس نے حکم دیا کہ شاہی لشکر اور امراء سوار ہوکر استقبال کے لیے سریا قوس کے مقام پر پہنچیں جہاں ان کے نزول اجلال کے لیے خیمے گاڑ دیے گئے تھے۔ لہٰذا سب لوگ ...

ذوالحجہ ۷۸۶ ہجری کو وہاں پہنچے جہاں معزز مہمان امیر انس صدرِ مجلس بنے ہوئے تھے اور ان کے چاروں طرف قاضیوں' امراء اور اعلیٰ افسروں کا گروہ تھا استقبال کے بعد دستر خوان بچھوائے گئے اور حاضرین نے کھانا تناول کیا۔ پھر وہ سوار ہو کر شہر چلے گئے۔

اس موقع پر بازاروں کو نہایت زیب و زینت کے ساتھ سجایا گیا اور رات کے وقت شمعوں سے چراغاں کیا گیا۔ گلیاں اور سڑکیں تماشائیوں سے بھری ہوئی تھیں اور یہ دن یادگار اور قابل دید تھا۔

امیر برقوق نے اپنے والد محترم کو مدینہ ناصریہ کے نیچے اصطبل کے قریب ٹھہرایا۔ سلطان نے اسے اپنے رشتہ داروں' چچا زاد بھائیوں اور بھتیجوں میں شامل کر لیا اور اس کی وجہ سے ان کی شیرازہ بندی ہوئی اور ان کے لیے وظائف اور روزینے مقرر ہوئے۔

امیر برقوق کے والد محترم انس غسانی کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گئے۔ انھوں نے اپنے فرزند کو اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کی وصیت کی تھی۔ سلطان نے انھیں دوادار یونس کے قبرستان میں دفن کیا۔ پھر انہیں اس مدرسہ (دارالعلوم) کے قریب کے قبرستان میں منتقل کیا جو اس نے دونوں محلوں (بین القصرین) کے درمیان ۷۸۸ ہجری میں تعمیر کرایا تھا۔

حصہ دہم

مصر و شام میں سلطنت مما لیک کے خاتمے سے ترکی میں سلطنت عثمان کے آغاز تک کے حالات

باب ۵

امیر برقوق کی تخت نشینی

بیقا دیہ امراء، برقوق کے زمانے میں اعلیٰ عہدوں پر سرفراز تھے، اور وہ حکومت کے اعلیٰ اختیارات سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہے تھے، وہ خود مختاری کے خواہاں تھے اور یہ چاہتے تھے کہ شاہی خاندان کے نوعمر لڑکوں کی بجائے ان کا امیر برقوق مستقل بادشاہ ہو جائے۔ جب امیر حاج کو سلطان بنایا گیا تھا تو اس موقع پر مفتیانِ کرام نے بھی اس طرف اشارہ کیا تھا کہ اس موقع پر نگران سلطنت (برقوق) کو بھی سلطنت میں شریک کیا جائے تاکہ مستحکم حکومت قائم ہو سکے اس موقع پر امیر برقوق نگران سلطنت ہو گیا۔ تمام رعایا اس کی عمدہ سیاست اور پاکیزہ سیرت سے بہت متاثر ہوئی۔

ابقا عثمانی کی سازش

اسی زمانے میں امراء کی وہ جماعت جو اس نوعمر سلطان کی نگرانی کر رہی تھی، امیر برقوق کی مخالف ہو گئی اور اس کے خلاف سازش کرنے لگی۔ اس سازش کا سرغنہ سلطان کا دوادار ابقا عثمانی تھا۔

امیر برقوق کو اس سازش کی اطلاع ہو گئی تو اس نے پوری جماعت کو گرفتار کر لیا اور ابقا عثمانی کو دمشق امیر بنا کر بھیج دیا اور باقی ماندہ افراد کو قوص کی طرف جلاوطن کر کے نظر بند کر دیا جہاں وہ خدائی فیصلہ تک مقید رہے۔

دیگر امراء کو یہ اندیشہ ہوا کہ اس قسم کا واقعہ دوبارہ رونما ہو جائے۔ لہٰذا انہوں نے مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ نوعمر لڑکوں کی تخت نشینی کا سلسلہ بالکل ختم کر دیا جائے اور امیر برقوق کو مستقل طور پر بادشاہ بنایا جائے۔

تخت نشینی کا جشن

لہٰذا ۱۹، رمضان المبارک ۷۸۴ھ کو ایک دربار منعقد ہوا جس میں ہر خاص و عام شریک ہوا۔ اس میں فوج، قاضی، علماء، مفتیان کرام، اہلِ شوریٰ اور ہر طبقہ سے افراد شریک تھے۔ ان سب نے متفقہ فیصلہ یہ کیا کہ سلطان امیر حاج کو معزول کر کے برقوق کو مصر کا سلطان بنا دیا جائے۔ لہٰذا معزول سلطان کی طرف دو افسروں کو بھیجا گیا۔ انہوں نے اس کے ہاتھ سے تلوار نکال لی۔ (یہ معزولی کی علامت تھی) اس کے بعد سلطان برقوق نے شاہی لباس اور شاہی شعار زیب تن کیا، خلعت خلافت سے آراستہ ہوا۔ اپنی مجلس سے اٹھ کر گھوڑے پر سوار ہو کر اصطبل کے دروازے پر پہنچا اور پھر شاہی محلات میں داخل ہو کر قصر ابلق کے شاہی تخت پر بیٹھ گیا۔ پھر لوگ جوق در جوق آتے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے رہے۔ یوں اس کی تخت نشینی کے انتظامات مکمل ہوئے اور اس کا لقب ملک ظاہر رکھا گیا۔ اس کے بعد نقارہ اور طبل بجایا گیا اور تمام سلطنت میں اس خوش خبری کا اعلان کیا گیا۔ سلطنت کے مخصوص امراء کو خلعت عطا کئے گئے ان میں مندرجہ ذیل امراء شامل تھے۔

(۱) اتابک الشمس (۲) طبقا جوبانی امیر مجلس (۳) چرکس خلیلی امیر ماخوریہ (۴) سودون شیخونی نائب (۵) طبقا معلم امیر سلاح (۶) یونس نوردی دوادار (۷) قردم حسینی، رحس نوبہ۔

سلطان برقوق نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری اوحد الدین بن یاسین کو بھی خلعت سے نوازا۔ اس نے سلطان کے سابق پرائیویٹ سیکرٹری بدرالدین بن فضل اللہ کو تبدیل کر دیا تھا۔ پھر تمام سرکاری عہدیداروں اور افسروں کو خواہ وہ وزیر کاتب ہو یا قاضی اور محتسب ہو خلعت عطا کیے۔ نیز تمام مشہور علماء کرام و مفتیان عظام و صوفیائے کرام کو بھی خلعت عطا کیے گئے۔

یوں سلطنت کا انتظام بحسن و خوبی قائم ہو گیا۔ عوام ایسے سلطان کی بادشاہت سے خوش ہوئے جو سلطنت کے کاموں کو صحیح طریقے سے انجام دے سکتا

اور اسے مستحکم بنا سکتا ہے۔

اس سال طنبقا جوبانی، امیر مجلس نے سلطان سے حج کرنے کی اجازت طلب کی۔ سلطان نے اس کی اجازت دے دی اور وہ فریضہ حج ادا کر کے واپس آ گیا۔

قرط بن عمر

قرط بن عمر اُن ترکمان سرداروں میں سے تھا جو سلطنت مصر کے خدمت گزار تھے، وہ اپنی بہادری اور دلیری کی وجہ سے امرائے مصر کا ہمرکاب ہو گیا۔ آخر کار اسے صعید (بالائے مصر) کی حکومت سپرد کی گئی تا کہ وہ اسوان کے علاقے میں مقیم عربوں کے خلاف جنگ کرے۔ اس نے اس سلسلے میں بھی مفید خدمات انجام دیں اور انہیں اس علاقے سے بھگا دیا۔ جب بحیرہ کے علاقہ میں بدر بن سلام نے بغاوت کا اعلان کیا اور وہاں سے بھاگ گیا تو اسے اس علاقہ کا حاکم بنا کر بھیجا گیا۔ اس نے وہاں کا انتظام درست کیا اور ان باغیوں اور منافقوں کا تعاقب کر کے ان کا قلع قمع کیا۔

جب انیال نے اعلان بغاوت کیا تو اس موقع پر اس نے اپنی دلیری اور بہادری کے کارنامے ظاہر کیے۔ اس موقع پر دیوار پر وہی چڑھا اور اس دروازے کو آگ لگائی، جہاں سے فوج نے داخل ہو کر اسے گرفتار کیا تھا۔

قرط بن عمر اپنے ان کارناموں کی وجہ سے سلطان کا منظور نظر ہو گیا تھا۔ تاہم وہ بہت ظالم و جابر انسان تھا اور رعایا کی طرف سے اس کے خلاف بہت شکایتیں آنے لگی تھیں۔ لہٰذا سلطان نے بیعت کے بعد پہلی فرصت میں اس کو گرفتار کر لیا اور اسے قید خانہ میں ٹھونس دیا۔ پھر اسے معاف کر کے رہا کر دیا گیا۔

سازش کا انکشاف

قرط بن عمر اپنے خواص اور دوستوں کے ساتھ صبح سویرے سلطان کے آستانے پر حاضر ہوتا تھا مگر اس کے دل میں کھوٹ تھا اور وہ موقع کا منتظر تھا۔ تاہم اس کے بارے میں سلطان کو یہ اطلاع مل گئی کہ اس نے خلیفہ متوکل بن المعتضد سے ساز باز کر رکھی ہے کہ وہ دونوں مل کر بغاوت کا اعلان کریں اور سلطنت کے خلاف ان عرب باغیوں کو اکٹھا کریں جو بحیرہ سے برقہ کے گردونواح میں پہنچ گئے ہیں اور بدر بن سلام کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ یہ لوگ سلطان برقوق کو معزول کر کے سلطنت خلیفہ کے سپرد کرنا چاہتے تھے۔ اس سازش میں بعض ایسے بے وقوف ترک امراء بھی شریک ہو گئے تھے جن کی کوئی اہمیت نہ تھی۔

قرط کا قتل

سلطان برقوق نے دوسرے دن صبح کے وقت ان تمام سازشی افراد کو بلوایا اور انہیں سازش کے تمام واقعات سے آگاہ کیا تو وہ ہکا بکا رہ گئے اور انکار کرنے لگے۔ بعض نے اقرار بھی کیا۔ لہٰذا خلیفہ کو قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا مگر قرط کو اونٹ پر تشہیر اور سزا کے لئے شہر میں گشت کرایا گیا۔ پھر شہر سے باہر اسے مقتل کی طرف لے جایا گیا اور تلوار کے وار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیے گئے۔ باقی افراد کو قید خانوں میں بند کر دیا گیا۔

نئے خلیفہ کا تقرر

اس کے بعد سلطان نے معزول خلیفہ کے ایک رشتہ دار عمر بن ابراہیم الواثق کو خلیفہ مقرر کیا۔ یہ وہ شخص تھا جس کے والد ابراہیم کو سلطان ناصر نے خلیفہ ابوالربیع کے بعد اس کے فرزند احمد کو معزول کر کے خلیفہ مقرر کیا تھا۔ یہ واقعہ ۷۸۵ھ کے موسم بہار میں ہوا۔ اس کے بعد اس کے بجائے اس کے بھائی زکریا کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔ اس کا لقب معتصم تھا۔

ناصری کی نظر بندی

یبغا کے غلاموں میں سے ایک غلام ناصری تھا جو اس کے زمانے میں اعلیٰ عہدے دار تھا۔ اس کے سلطان ظاہر کے ساتھ غلامی کے زمانے سے جب کہ وہ اپنے آقا کے پاس تھا نہایت گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ایبک کے بعد امرائے مصر خود مختار ہو گئے تھے اور انہوں نے ناصری کو اتابک مقرر کیا تھا۔ مگر وہ اپنے فرائض ٹھیک طور پر انجام نہ دے سکا۔ اس کے بعد طشتمر آیا اور وہ دور زوال اور قید خانے میں بھی اس کے ہمراہ رہا۔ پھر وہ شام روانہ ہوا اور طرابلس کا حاکم مقرر ہوا۔

امیر سلاح

اس کے بعد انیال کی بغاوت اور اس کا زوال ۷۸۱ھ بماہ جمادی الاولیٰ ہوا تو ناصری کو طرابلس سے بلوا کر اس کے بجائے امیر سلاح مقرر کیا گیا۔ امیر برکتہ نے اسے اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا۔ لہٰذا جب امیر برکتہ کے اقتدار کو زوال آیا تو وہ بھی اس کیساتھ قید ہوا۔ پھر اسے شام روانہ کر دیا گیا۔

حاکم حلب

اسی اثناء میں انیال اپنی نظر بندی سے رہا ہو گیا تھا اور منکلی بقری احمدی کے بجائے ۷۸۲ھ میں حلب کا حاکم مقرر ہو گیا تھا۔ اس نے وہاں تقریباً ایک سال حکومت کی۔ پھر اس کی بغاوت کی اطلاع آئی تو اسے گرفتار کر کے قلعہ کرک میں نظر بند کر دیا گیا اور اس کے بجائے ماہ شوال ۷۸۳ھ میں یبقا ناصری حلب کا حاکم مقرر ہوا۔

اس کے ایک سال بعد سلطان برقوق الظاہر مصر کے تخت شاہی پر بیٹھا اور مصر کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔ چونکہ ناصری ہوشیار سیاست دان تھا اس لئے اکثر وہ مصالح عام کا دعویٰ کر کے سلطان کے احکام کی تعمیل میں توقف کرتا تھا۔ سلطان کو اس کی یہ بات ناپسند تھی اور وہ (اس کے) اس رویہ سے ناراض ہوتا تھا۔ تاہم وہ ارکان سلطنت کے ایک رکن طیبقا جوبانی امیر مجلس کا حلیف بنا ہوا تھا۔

نافرمانی کا آغاز

جب مسولی بن بلقادر...... ناصر کے پاس حلب پہنچا تو سلطان مصر نے اسے حکم دیا کہ وہ اسے گرفتار کر لے، مگر اس نے حکم کی تعمیل نہیں کی۔ کیونکہ اس کے خیال میں وہ وفادار تھا۔ لہٰذا اس نے مسولی کو پوشیدہ طور پر یہ اطلاع دے دی اور وہ فرار ہو کر سلطان کی سزا سے بچ نکلا۔

ناصری ۷۸۵ھ میں سلطان کے پاس آیا تھا۔ اس موقع پر اس نے جوبانی اور اتمش اتابک کے ساتھ اپنے دوستانہ تعلقات کی تجدید کی اور پھر وہ حلب لوٹ گیا۔ وہاں سے ۷۸۵ھ کے آخر میں اس نے سلطان کی اجازت کے بغیر لشکر کشی کی۔ اس مہم میں اسے شکست ہوئی اور اس کا لشکر تباہ ہو گیا اور وہ خود زخمی ہو کر تیسرے دن بچ نکلا۔ ان تمام واقعات سے سلطان بہت ناراض ہوا۔ لہٰذا اس نے ۷۸۷ھ میں اسے بلوایا۔ جب وہ سریاقوس کے مقام پر پہنچا تو مصر کے استاذ دار نے اس سے ملاقات کر کے اسے گرفتار کر لیا اور وہ اسے اسکندریہ لے گیا جہاں اسے دو سال تک قید رکھا گیا۔

سودون کا تقرر

ناصری کے بجائے حلب کا حاکم حاجب سودون المظفر کو مقرر کیا گیا۔ وہ سلطان کا وفادار تھا اور ناصری کی تمام حرکات و سکنات کی مخبری کرتا تھا۔ کیونکہ ترکوں کی حکومت میں سلطان کے حاجب کے فرائض میں یہ بھی شامل تھا کہ وہ قدیم سلطنتوں کے محکمہ برید یعنی ڈاک اور خبر رسانی کا انتظام بھی اپنے ماتحت رکھے لہٰذا وہ سلطان کا راز دان ہوتا تھا اور اس کی عملداری میں جو کچھ ہوتا، اس سے باخبر رہتا ہے اور حکام میں سے جو کوئی بغاوت کا قصد کر لے، وہ اس سے بہت خائف رہتا ہے۔ یہ حاجب سودون ہی تھا جو ناصری کی تمام خبریں سلطان کو بتاتا تھا اور اس کی سازشوں سے اسے باخبر رکھتا تھا۔ جب ناصری کو اسکندریہ میں قید کیا گیا تو سلطان نے اسے حلب کا حاکم مقرر کیا۔

جوبانی کو جب ناصری کے زوال کا علم ہوا تو وہ اس خبر سے بہت پریشان ہوا کیونکہ ان دونوں کے درمیان گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔ سلطان کو بھی اس کی وفاداری پر شک و شبہ ہوا۔ لہٰذا اس نے اس کا اقتدار بھی ختم کر دیا جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

امیر جوبانی کا عروج وزوال

امیر جوبانی کا تعلق ترکی قبائل سے تھا۔ اس کا نام طبقا ہے اور وہ بیقا خاصگی ۔۔۔ جو سلطان اشرف پر حاوی تھا ۔۔۔ کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا۔ اس نے اس کے محلات میں پرورش پائی اور اس کے زیر سایہ تمام اخلاق وآداب کی تربیت حاصل کی۔ اس کے شروع ہی سے سلطان برقوق کے ساتھ مخلصانہ تعلقات تھے۔ کیونکہ دونوں نے ایک ہی جگہ پرورش پائی تھی اور اپنے وطن میں بھی دونوں ایک ساتھ پرورش پاتے رہے تھے۔ یوں ایک ساتھ رہنے کی وجہ سے ان میں باہمی محبت مستحکم ہوتی گئی یہاں تک کہ مصیبت اور جلاوطنی میں بھی دونوں ایک ساتھ رہے۔ کیونکہ جوبانی بھی سلطان برقوق کے ساتھ پانچ سال تک قید رہا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے سلطان کے رنج وغم کو مسرت میں اور نحوست کو طالع مندی میں تبدیل کیا اور قید خانے سے نکال کر سلطنت عطا کی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل وکرم جوبانی کو بھی حاصل ہوا اور اس کے بھی دن پھر گئے۔

برقوق کا رفیق خاص

قید خانے سے رہائی کے بعد دونوں شام کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں بھی دونوں اکٹھے رہے۔ پھر دونوں کو دارالسلطنت مصر بلایا گیا اور دونوں نے اکٹھے ترقی حاصل کی۔ سلطان برقوق عزوجاہ کے ہر مقام پر آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے سلطنت میں عمل دخل حاصل کر لیا۔ وہ امرائے مصر کی تمام مشکلات رفع کرتا رہا اور ان کی ہر مشکل کو آسان کرتا رہا تا آنکہ وہ بادشاہت کے تخت پر بیٹھ گیا۔

امیر مجلس

بادشاہ بننے کے بعد سلطان برقوق نے سلطنت کے اعلیٰ عہدے انہی دوستوں میں تقسیم کیے، بالخصوص جوبانی کو بہت بڑا حصہ ملا۔ اسے سلطان نے امیر مجلس کا عہدہ دیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حکومت کا مشیر اعلیٰ ہے۔ یہ عہدہ اتابک کے عہدہ کے بعد دوسرا بڑا عہدہ ہے۔ لہٰذا امرائے مصر میں اس کا مرتبہ بہت بلند ہو گیا اور وہ سلطنت کا ایسا مضبوط ستون بن گیا جس پر حکومت کا نظم ونسق قائم تھا۔

جلاوطنی

یہ سلسلہ کچھ عرصہ تک چلتا رہا تا آنکہ حسد ورقابت نے اس کے نامۂ اعمال کو سیاہ کر دیا۔ سلطان اس سے بدگمان ہو گیا لہٰذا دانش مندی کے تقاضا کے مطابق اس نے اسے زیادہ مہلت نہیں دی اور ۷۸۷ھ کے ابھی سات دن باقی تھے کہ سلطان نے اسے گرفتار کر کے اپنے محل کے اندر سارا دن نظر بند رکھا۔ پھر اسے قلعہ کرک کی طرف جلاوطن کر دیا۔ اس عرصہ میں سلطان کے دل ودماغ میں رحم وشفقت، شرافت اور وفاداری کے جذبات میں کش مکش برپا رہی۔ آخر کار اپنی فطری شرافت اور فیاضی سے مجبور ہو کر سلطان نے دوسرے دن یہ شاہی فرمان بھجوایا کہ اسے ان تمام علاقوں کا نائب مقرر کیا گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخلوق خدا کی زبانیں اس کے لئے دعائے خیر کرنے لگیں اور عوام میں اس کے عدل وانصاف اور حلم ورواداری کے چرچے ہونے لگے۔

ترقی کے مواقع کی تلاش

سلطان سال بھر جوبانی کے حالات معلوم کرتا رہا اور اسے ہر طرح سے آزماتا رہا۔ آخر کار یہ ثابت ہو گیا کہ وہ نہایت مخلص اور وفادار ہے۔ یوں حاسدوں اور بدخواہوں کی کوششیں ناکام ہوئیں۔ سلطان موقع پر تلاش میں رہا کہ وہ کسی اعلیٰ عہدہ پر اس کا تقرر کر کے اس کی اشک شوئی کرے۔ آخر کار شام میں بندمر کی بغاوت کا واقعہ رونما ہوا جو جوبانی کی ترقی وشادمانی اور سعادت مندی کا بدر کامل بن کر نمودار ہوا۔ اور وہ اعلیٰ عہدہ پر مقرر ہو گیا۔ بندمر خوارزمی شام میں دمشق کا نائب حاکم تھا۔ اس کا تعلق اس خوارزمی فوج سے تھا جو خوارزم شاہ کے ماتحت تھی۔ وہ تاتاریوں کے دور میں عراق کا حکم تھا۔ جب چنگیز خان کے ہاتھوں وہ ہلاک ہو گیا تو یہ فوج شام کے علاقوں میں منتشر ہو گئی اور ایوبی سلاطین کی ملازمت کرنے لگی۔ اس کے بعد خوارزمی فوج مصر کے ترک سلاطین کے

ماتحت ہوگئی۔ بندمر انہی کی نسل سے تھا۔ اس کی خاندانی نجابت وشرافت امرائے مصر کو پسند آگئی اور وہ ان کا ملازم ہوگیا۔ آخرکار وہ حکومت کے عہدوں کا امیدوار بن گیا اور منجک یوسفی اور عشقتمر ناصری کے ساتھ دمشق میں حکومت کرتا رہا۔ جب خاصکی نے اقتدار حاصل کیا تو اس نے دمشق میں بغاوت کر دی لہٰذا اس نے محاصرہ کرکے اسے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا۔ آخرکار اسے اس کے عہدہ پر بحال کر دیا گیا۔

گرفتاری اور قید

جب گزشتہ حکومتوں کا خاتمہ ہوا اور امیر برقوق برسر اقتدار آیا تو امرائے مصر نے اسے دمشق کا حاکم مقرر کیا۔ وہ برکتہ کا حامی تھا۔ لہٰذا جب برکتہ نے بغاوت کی تو اس نے دمشق میں اپنے دوستوں کو جن میں بندمر اور بقری شامل تھے خطوط لکھے کہ وہ قلعہ دمشق پر قبضہ کرلیں۔ ادھر برقوق نے قلعہ کے نائب حاکم کو خط لکھ کر ان کے خطروں سے آگاہ کیا۔ لہٰذا جنتمراخ طازد ابن جرجی اور محمد بیگ اس مقابلے کے لیے نکلے اور تین دن تک اس سے جنگ کرتے رہے پھر اسے گرفتار کرلیا۔ اس کے ساتھ بقری بن برتش اور جبریل بھی تھے‘ ان سب کو اسکندریہ لا کر قید کر دیا گیا۔

شام کی حکومت پر بحالی

جب برکتہ مارا گیا تو بندمر اور برکتہ کے ساتھیوں کو رہا کر دیا گیا جن میں بیبقا ناصری اور دمرداش احمدی بھی شامل تھے۔ جب سلطان تخت نشین ہوا تو اس نے بندمر کو شام کی حکومت پر بحال کر دیا۔ مگر وہ مال و دولت کا بہت حریص تھا اور ظلم وتشدد اور مختلف قسم کی سزائیں دے کر مال جمع کرتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام اس کے دور حکومت سے تنگ آگئے اور ان کی حالت قابل رحم ہوگئی۔

نظام حکومت کا مخالف گروہ

اس زمانے میں مشکوک افراد کی ایک جماعت تھی جو تحصیلِ علم کا دعویٰ کرتی تھی مگر ان کے عقائد صحیح نہیں تھے۔ کچھ افراد خدا کو مجسم مانتے تھے کچھ رافضی تھے اور کچھ خدا کے اجسام میں حلول ہونے کے قائل تھے۔ ان میں ضلالت وگمراہی اور محرومی کا رشتہ مشترک تھا۔ وہ اپنے ان عقائد باطلہ کی وجہ سے اعلیٰ مراتب حاصل نہیں کرسکے تھے۔ لہٰذا وہ زاہد بن کر مخلوق خدا اور حکومت کی مخالفت کرتے تھے کہ وہ شرعی احکام چھوڑ کر اس سیاست کو اختیار کررہے ہیں جو سابق خلفاء اختیار کرچکے تھے اور جسے علمائے کرام اور مفتیان شرع جائز قرار دے چکے تھے کیونکہ ملکی دفاع اور نظم و نسق چلانے کے لیے سلطان کی ضرورت ہوتی ہے اور قدیم زمانے میں شرطہ صغریٰ و کبریٰ اور مظالم کا عہدہ بغداد میں بھی قائم تھا جو دارالسلام کہلاتا تھا اور خلافت اور دین و علم کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس بارے میں پہلے بہت بحث ہوچکی تھی۔ اس کے علاوہ اموی خلافت کے عہدِ خلافت میں ضرورت پیش آنے پر فوجوں کی تنخواہیں مقرر تھیں اور یہ اصلاحات ایسی بری نہ تھیں جنہیں تبدیل کیا جائے۔

مخالفوں کی سازش

بہرحال یہ بے وقوف ان چیزوں کی مخالفت کرکے لوگوں میں انتشار پھیلاتے رہے تھے آخرکار انھوں نے اربابِ اقتدار کے خلاف ایک جماعت تیار کرلی۔ انھوں نے قلعہ دمشق کے محافظ اور اس کی فوجوں کو بھی اپنے ساتھ شریک کرنے کی کوشش کی مگر اس نے انھیں گرفتار کرلیا۔ اس کے بعد یہ معلوم ہوا کہ انھوں نے حاکم دمشق بندمر کو بھی اس سازش میں شریک کیا تھا کیونکہ اس کا فرزند محمد شاہ اس جماعت میں شریک تھا۔

بندمر کی گرفتاری

جب سلطان برقوق کو معلوم ہوا تو وہ بندمر سے بدگمان ہوگیا۔ بہت جلد اس نے بندمر اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرلیا۔ اس کے

بعد اس نے محاسبِ اعلیٰ کو اس کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس سے رعایا کے اس مال ودولت کا حساب لے جو اس نے حکومت سے چھپا کر اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ اس کے بعد اس نے ان ناداتوں کی جماعت اور ان کے پیروؤں کو بلواکر انھیں قید خانوں میں ٹھونس دیا حالانکہ وہ گوناگوں سخت سزاؤں کے مستحق تھے۔

عشقتمر کا عارضی تقرر

اس زمانے میں عشقتمر ناصری بیت المقدس میں مقیم تھا' سلطان نے اسے حکم دیا کہ وہ دمشق کا نائب حاکم بن کر جائے چنانچہ وہ دمشق حاکم مقرر ہوکر پہنچا اور چند دنوں تک حکومت کا کام سنبھالا مگر یہ کام نہ کرسکا اس لیے اس نے اس کام سے سبک دوش ہونے کی درخواست کی۔ کیونکہ وہ بڑھاپے کے وجہ سے بہت کمزور اور اس قدر لاپاج ہوگیا تھا کہ اسے گھر سے پلنگ پر لیٹے ہوئے اٹھا کر اس کے دفتر پہنچایا جاتا تھا۔

جوبانی کا تقرر

اب سلطان نے امیر جوبانی کو اس عہدہ پر مقرر کیا۔ اس وقت سلطان اس کی طرف سے بالکل مطمئن اور بہت خوش تھا۔ لہٰذا امیر جوبانی قلعہ کرک سے فوراً مصر پہنچا اس کے استقبال کے لیے شاندار انتظام کیا گیا اور اسے ہر قسم کی سواریاں' خلعتِ فاخرہ گھر اور اس کا سازو سامان مہیا کیا گیا۔ سلطان نے اس کا ایسا شاہانہ استقبال کیا جو اس کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا۔ چنانچہ عوام سلطان کی دوست نوازی اور وفاداری کے جذبے سے بے حد متاثر ہوا اور دور دراز کے علاقوں میں اس کا چرچا ہوتا رہا۔

شام کا حاکمِ مطلق

اس کے بعد سلطان نے اسے شام کے صدر مقام کی طرف خود مختار حاکم بناکر بھیجا۔ چنانچہ امیر جوبانی نے بتاریخ ۳ ربیع الاول ۷۸۷ ہجری کو زیدانیہ کے مقام پر قاہرہ سے باہر اپنی فوجوں کی صف بندی کی اور دوسرے دن وہاں سے کوچ کیا۔ اس وقت سلطان کا تعاون و خوشنودی اس کے شاملِ حال تھی۔ جب وہ دمشق کے قریب پہنچا تو اہلِ شہر اس کے خیر مقدم کے لیے آئے۔ آخر کار وہ یکم ربیع الثانی کو دمشق میں داخل ہوا۔ اس وقت اہلِ شہر نے اس کی آمد پر بھاری جشن منایا۔ شہر کے گلی کوچے تماشائیوں سے بھرے ہوئے تھے اور ایسے دلکش مناظر دیکھنے میں آئے جو ناقابلِ بیان تھے۔

جب امیر جوبانی نے دمشق کا انتظام سنبھالا تو لوگ سلطان کے حسنِ انتخاب کی تعریف کرنے لگے۔ سلطان نے اس کے سابق عہدہ پر احمد بن امیر بیبقا کو امیر مجلس مقرر کیا۔

افریقی ممالک سے تعلقات

اس زمانہ میں افریقہ کا سلطان خاندان موحدین سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ امیر زکریا یحییٰ بن عبدالواحد بن ابو حفص الہناتی کی نسل سے تھا جو مراکش کے سلاطین بنو عبدالمومن پر ۶۲۵ ہجری میں غالب آگیا تھا۔ اس سلطان کا نام احمد بن محمد بن ابوبکر بن یحییٰ بن ابراہیم ابوزکریا تھا۔ اس سلسلہ نسب میں تمام افراد سلاطین رہے ہیں۔

قدیم زمانے سے مغربِ اقصیٰ مراکش کے سلاطین مصر کے ترک سلاطین کے حق شناس تھے اور ان کی فضیلت اور خوبیوں کے قائل تھے کیونکہ ان کی سلطنت بہت وسیع تھی اور ان کی عملداری میں بہت شان دار مساجد بھی تھیں۔ ان کے علاوہ یہ مصری سلاطین حرمین مکہ و مدینہ کی خدمت بھی کرتے تھے۔

ان دونوں سلطنتوں کے درمیان کبھی کبھی تحائف کا تبادلہ بھی ہوتا تھا اور کہیں دونوں سلطنتوں کے اندرونی حالات کی وجہ سے یہ سلسلہ منقطع ہوجاتا تھا۔

سلطان سے ابن خلدون کی ملاقات

مجھے (ابن خلدون) یہ شرف حاصل تھا کہ میں افریقہ کے اس سلطان سے خصوصی تعلقات رکھتا تھا۔ چنانچہ جب میں ۷۸۴ ہجری میں مصر پہنچا اور میں نے سلطان کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے اس کے اوصاف حمیدہ بیان کیے اور یہ بھی بتایا کہ وہ سلطان مسلمانوں سے بے حد محبت رکھتا ہے لہٰذا مسلمانوں کو بالعموم اور سلاطین کو بالخصوص اس کی قدر دانی کرنی چاہیے کیونکہ اس نے زائرینِ حرم اور حاجیوں کے لیے راستوں میں سفر کرنے کے لیے سہولتیں فراہم کی ہیں اور بیت اللہ کی حفاظت کا انتظام کیا ہے۔

اس کے بعد مجھے یہ اطلاع ملی کہ افریقہ کے سلطان نے میرے اہل و عیال کو میرے پاس مصر آنے سے روک لیا ہے تاکہ میں واپس لوٹ اور وہاں سے نہ جاسکوں' لہٰذا میں نے سلطانِ مصر سے درخواست کی کہ وہ سلطان مذکورہ سے سفارش کر کے میرے لیے سہولت بہم پہنچائیں چنانچہ اس نے میری مدد کی۔

تحائف' دوستی کی علامت

اسی طرح میں نے افریقہ کے سلطان سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ سلطان مصر سے محبت اور دوستی کے تعلقات قائم کرے اور تحائف کا تبادلہ کرے جیسا کہ گزشتہ زمانے میں ہوتا تھا۔ اس نے میری یہ درخواست قبول کرلی اور جلدی سے تحائف جمع کرنے شروع کیے۔ مگر ہمارے ہاں مغرب (مراکش) میں ایسا کوئی شان دار تحفہ جو مشرقی سلاطین کو پیش کیا جاسکے عمدہ عربی گھوڑوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جو عمدہ اور نادر سوغاتیں ہوتی ہیں وہ وہاں بھی موجود ہوتی ہیں لہٰذا جلیل القدر سلاطین کو مبتذل اور پامال قسم کا تحفہ پیش کرنا مناسب نہیں ہوتا ہے۔

بہرحال تحائف اور سوغاتوں کے تبادلہ کے لیے ایک خاص جہاز تیار کیا گیا اور میرے (ابن خلدون کے) اہل و عیال کو بھی اس میں سوار کیا گیا۔ کیونکہ بحری راستے میں سہولت تھی اور اس کی مسافت بھی کم تھی مگر جب اسکندریہ کی بندرگاہ قریب آئی تو ایسی سخت آندھی اور تیز ہوائیں چلیں کہ جہاز بندرگاہ پر لنگر انداز نہ ہوسکا اور اس میں جو حیوانات اور سامان تحائف اور سوغات کے تھے' وہ سب غرق ہوگئے میرے اہل و عیال بھی ڈوب گئے اور اس کے اندر جو نہایت عمدہ قسم اور نسل کے گھوڑے تھے انہیں بھی سمندر نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ اس تباہی سے صرف ایک شاہی قاصد زندہ بچا جو دونوں سلاطین کے درمیان خیر سگالی اور دوستی کے تعلقات قائم کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔

قاصد کا شاندار استقبال

اس قاصد کا نہایت عزت و احترام کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا اور اس کی خوب مہمان داری کی گئی اور جب اس نے اپنے بادشاہ کے ہاں واپس جانے کا ارادہ کیا تو سلطان مصر نے اس کے ہاتھ عراق اور اسکندریہ کے تیار کردہ منقش ریشم کے نہایت ہی بیش قیمت کپڑے جو شہنشاہوں کے شایان شان تھے' کثیر مقدار میں افریقہ کے بادشاہ کے لیے سوغات اور تحائف کے طور پر روانہ کیے۔

میں نے اس سلطان کو ایک خط تحریر کیا جس میں اس کی بہت تعریف کی گئی تھی اور یہ واضح کیا گیا تھا کہ اس کے تحائف ارسال کرنے سے سلطان بہت متاثر ہوا اور اس سے دوستی اور محبت کے تعلقات مستحکم ہوگئے ہیں۔

(اس خط کے جواب میں) سلطان نے اس حادثہ (جہاز کے ڈوبنے) پر اظہارِ افسوس کیا اور یہ تحریر کیا کہ وہ سلطان مصر کو دوبارہ تحائف اور سوغاتیں بھیج رہا ہے تاکہ یہ دوستانہ تعلقات مستحکم ہوجائیں۔

تحائف کا تبادلہ

چنانچہ جب ۷۸۸ ہجری میں مغرب سے حاجیوں کا قافلہ وہاں پہنچا تو مغرب (مراکش) کے اکابر اور شہزادے نہایت بیش قیمت اور ایسے

ناقابل بیان تحائف اور سوغاتیں لے کر آئے جو عجیب و غریب اقسام کے تھے۔ ان کے رنگ اور شکلیں دلکش اور دلآویز تھیں۔
سلطانِ مصر نے ان تحائف کو بے حد پسند کیا۔ اس موقع پر شاہی قاصد نے سلطانِ مغرب کا خطبہ پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد اسے انعام واکرام سے نوازا گیا۔ حاجیوں کے سفرِ حج کے لیے عمدہ زادِراہ مہیا کیا گیا اور محمل کے امراء کو ہدایت کی گئی کہ وہ ان کا خیال رکھیں چنانچہ شاہی قاصد اور دوسرے حاجیوں نے فریضۂ حج بخیر و خوبی ادا کیا۔
سلطان نے ان سفیروں کے ہاتھ پہلے کی طرح نہایت کثیر مقدار میں عمدہ پوشاکوں کے تحائف سلطان مغرب کو بھجوائے۔ یوں دونوں سلاطین کے درمیان محبت اور دوستی کے تعلقات قائم ہوگئے اور میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ میری ناچیز کوششیں بار آور ہوئیں۔

مغربی حاجیوں کا قافلہ

حاجیوں کے اس قافلہ میں مغرب میں قبیلہ ہلال کے عرب سردار یعقوب بن علی بن احمد بھی شامل تھے جو اس قبیلہ ریاح کے سردار تھے جو قسطنطنیہ بجایہ اور زاب میں آباد ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے فرزند اور دیگر رشتہ دار بھی تھے۔
ان کے علاوہ عون بن یحییٰ بن طالب ابن مہلہل بھی حج کرنے گئے تھے۔ ان کا تعلق قبائل سلیم کی ایک شاخ کعوب سے ہے جو تونس قیروان اور جرید کے مقامات میں آباد ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے بھائیوں نے بھی فریضہ حج ادا کیا اور یہ سب حضرات ۷۸۹ ہجری کے ماہ ربیع الآخر کے وسط میں اپنے وطن واپس آگئے۔

امرائے مکہ معظّمہ کے حالات

جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں کہ مکہ معظمہ کی حکومت اس زمانے میں خاندانِ بنو قتادہ کے پاس تھی جو قبیلہ بنو مطاعن الہواشم اور بنو حسن سے منسوب تھے۔ یہ لوگ مصر میں ترکوں کی حکومت کے زمانے سے حکمران تھے۔ان کا بادشاہ بدوی تھا۔ بہر حال یہ لوگ سلطانِ مصر کے مطیع و فرماں بردار تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ان عباسی خلفاء کو بھی تسلیم کرتے تھے جنہیں مصر کے ترک سلاطین مقرر کرتے تھے۔

احمد بن عجلان کا عدل و انصاف

آخری زمانہ ۷۶۰ ہجری میں عجلان کے بعد اس کا فرزند احمد بن عجلان حاکم ہوا۔ وہ نہایت عادل اور انصاف پسند تھا۔ وہ ظالموں اور مفسدوں سے رعایا کے مال و دولت کی حفاظت کرتا تھا بالخصوص وہ ان لوگوں کا بہت خیال رکھتا تھا جو اپنے وطن کو چھوڑ کر زہد و عبادت کے لیے مکہ معظمہ میں مقیم ہوتے تھے۔ اس کے ننھیال جو بنو عمر کے نام سے مشہور تھے کے ذریعے اس کا رعب اور دبدبہ بڑھ گیا تھا کیونکہ وہ اس کی حکومت کے مددگار تھے۔ اس لیے اسے عدل و انصاف کے کاموں میں بہت تقویت حاصل ہوئی۔
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مکہ معظمہ میں بیرونی بزرگ اور تاجر حضرات بکثرت آباد ہوگئے اور مکہ معظمہ کی رونق دوبالا ہوگئی کیونکہ اس کے عدل و انصاف اور نیکی کا چرچا دور دور تک پہنچ گیا تھا۔
مگر اس کے چچا زاد بھائی عنان بن مقامس بن رمیثہ اور محمد ابن رمیثہ اس سے حسد کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے بہت سی نعمتیں عطا کی تھیں اور وہ ان کی مرضی کے مطابق وہاں کا محصول خرچ نہیں کرتا تھا۔ اس لیے وہ اس کے مخالف ہوگئے تھے اور بغاوت کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ احمد بن عجلان حاکم مکہ نے انھیں گرفتار کر لیا۔ مگر چونکہ وہ اس کے بھائی محمد بن عجلان کے حلیف تھے اس لیے اس نے اسے مجبور کیا کہ وہ یا تو انھیں چھوڑ دے یا انھیں قید کردے۔ لہٰذا وہ ایک سال یا اس سے زیادہ مدت تک قید خانے میں رہے۔ اس کے بعد وہ قید خانے میں نقب لگا کر بھاگ نکلے۔ مگر اسی رات پکڑے گئے اور دوبارہ قید خانے میں پہنچا دیے گئے۔ مگر عنان بن مقامس وہاں سے بچ نکلا۔ وہ ۷۸۸ ہجری میں فریاد لے کر سلطانِ مصر کے پاس پہنچا۔

کبیش ـــــ ناکام حکمران

تھوڑے عرصے کے بعد یہ اطلاع ملی کہ احمد بن عجلان فوت ہوگیا ہے اور اس کے بعد اس کے بھائی کبیش بن عجلان نے اس کے بیٹے محمد کو جو بہت نوعمر تھا اُس کے بجائے حاکم مقرر کیا اور خود انتظام حکومت سنبھال لیا ہے (جو رشتہ دار) نظر بند تھے انھیں اس نے زہر دلوایا تاکہ حکومت کا میدان خالی ہوجائے کیونکہ وہ بھی اس کے امیدوار تھے۔

سلطانِ مصر کو اس کی یہ حرکات ناپسند آئیں اور اس نے یہ سمجھ لیا کہ کبیش ان رشتہ داروں میں فساد ڈالواکر مکہ معظمہ میں فتنہ و فساد برپا کرنا چاہتا ہے لہٰذا جب ۷۸۸ ہجری میں حاجیوں کا قافلہ روانہ ہوا تو سلطان نے حاجیوں کے قافلہ کے امیر کو ہدایت کی کہ کبیش کو گرفتار کرلیا جائے اور اس بچے کو معزول کر دے جو حاکم مقرر کیا گیا ہے اور اس کے بجائے عنان بن مقامس کے فرزند کو حاکم مقرر کیا جائے۔

نوعمر امیر پر حملہ

چنانچہ جب مصری حاجیوں کا قافلہ مکہ معظمہ پہنچا تو وہ نو عمر حاکم خلیفہ کے محمل کا استقبال کرنے کے لیے نکلا۔ کبیش وہاں نہیں پہنچا کیونکہ اسے گرفتار کرنے کے لیے آدمی گھات میں لگے ہوئے تھے۔ نوعمر بچہ حاکم خلیفہ کے محمل کے استقبال کے لیے پہنچا اور حسب معمول محمل کو چومنے کے لیے گھوڑے سے اترا تو وہ لوگ جو گھات میں تھے خنجر لے کر اس پر جھپٹے کیونکہ وہ اسے کبیش سمجھے ہوئے تھے حملہ کرنے کے بعد وہ غائب ہوگئے اور ان کا سراغ نہیں مل سکا۔ وہ اسے زمین پر زخمی حالت میں چھوڑ گئے تھے۔

عنان کی حکومت

بعد ازاں امیر قافلہ حجاج حرم شریف میں داخل ہوا اور طوافِ کعبہ اور صفاء مروہ کے درمیان سعی کرنے کے بعد اس نے عنان بن مقامس کو اس کے بزرگوں کے طریقے کے مطابق حکومت کا خلعت پیش کیا۔ کبیش بھاگ کر مکہ معظمہ کے ساحلی علاقہ جدہ کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد وہ حجاز کے متفرق اور خانہ بدوش عرب قبائل کے پاس پہنچا اور فریادی بن کر مدد کا طالب ہوا۔ مگر چونکہ وہ سلطان کے مطیع و فرماں بردار تھے اس لیے انھوں نے اس کی امداد کرنے سے انکار کردیا۔ یوں اس کا شیرازہ منتشر ہوگیا اور اس کے خاندان نے بھی اسے چھوڑ دیا تھا۔

جب امیر قافلہ حجاج مصر واپس پہنچا تو سلطان نے اسے بچہ کے قتل پر ملامت کی۔ مگر اس نے یہ معذرت پیش کی کہ اس کے آدمیوں کو غلط فہمی ہوئی تھی لہٰذا سلطان نے اس کی معذرت قبول کرلی۔

علی بن عجلان کی تقرری

جب مصری حاجیوں کا قافلہ چلا گیا تو کبیش لوٹ آیا اس کے ساتھ چند اوباش قسم کے افراد مل گئے تھے۔ وہ ان کی مدد سے راستے میں چھپ کر گھات لگا کر بیٹھتا تھا اور راہگیروں' سواروں اور مسافروں کے لیے خطرہ کا باعث بنتا تھا۔ پھر ۷۸۹ ہجری کے شروع میں اس نے مکہ معظمہ پر لشکر کشی کی اور اس کا محاصرہ کرلیا۔ مگر ایک دن عنان بن مقامس نے مقابلہ کر کے اسے قتل کردیا۔ اس کے بعد مکہ معظمہ کے نظم و نسق میں خلل آگیا۔ کیونکہ عنان شریر افراد کی مدد سے مکہ معظمہ کے بیرونی مسافروں' مجاوروں کا مال لوٹنے لگا تھا۔ انھوں نے ان کے امراء اور خود سلطان کے کھیتوں کو بھی لوٹنا شروع کیا۔ یہ شاہی کھیت صدقہ و خیرات کے لیے تھے۔

اب سلطان نے علی بن عجلان کو مکہ معظمہ کا حاکم مقرر کیا اور فتنہ و فساد کے انسداد کے لیے عنان کو نظر بند کردیا۔ یوں مکہ معظمہ میں کچھ عرصہ کے لیے امن و امان قائم ہوگیا۔

منطاش کی بغاوت

منطاش اور تمرتائی دمرداش جن کا گذشتہ واقعات میں تذکرہ ہوا ہے، تمراز ناصری کے بھائی تھے۔ یہ سلطان ناصر محمد بن قلاون کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان دونوں نے اپنی والدہ کی نگرانی میں پرورش پائی تھی۔ تمرتائی کا اصلی نام محمد تھا اور یہ سب سے بڑا بھائی تھا۔ منطاش کا حقیقی نام احمد تھا اور وہ سب سے چھوٹا تھا۔

تمرتائی کا سلطان اشرف سے تعلق قائم ہوگیا تھا اس لیے وہ مختلف عہدوں پر فائز ہوکر ترقی کرتا رہا یہاں تک کہ ۷۸۰ ہجری میں حلب کا گورنر مقرر ہوا۔ اس کی ترکمانوں کے ساتھ جنگ ہوئی تھی۔

اس جنگ کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ترکمانوں کے چند امراء اس کے پاس آئے تو اس نے انھیں گرفتار کرلیا کیونکہ وہ آس پاس کے علاقوں میں لوٹ مار کرتے تھے۔ اس واقعہ پر ترکمان جنگ کے لیے تیار ہوگئے لہٰذا وہ مقابلہ کے لیے وہاں پہنچا۔ سلطان نے شام اور حماۃ کا لشکر اس کی مدد کے لیے بھیجا تو ترکمان شکست کھا کر بھاگ کر دربند پہنچ گئے۔ پھر پلٹ کر انھوں نے حملہ کیا تو شاہی لشکر کو شکست دی۔ اور جب یہ لشکر تنگ دروں پر پہنچا تو اسے لوٹ لیا۔ اس کے بعد تمرتائی ۷۸۲ ہجری میں فوت ہوگیا۔ چونکہ سلطان برقوق ان دونوں بھائیوں کے ساتھ پرانے تعلقات کا خیال رکھتا تھا اس لیے اس نے منطاش کو ملطیہ کا حاکم مقرر کردیا۔

نافرمانی کے آثار

جب سلطان برقوق تخت نشین ہوا اور خود مختار بن گیا تو منطاش کی طرف سے نافرمانی کے آثار ظاہر ہوئے۔ سلطان نے اس کی سرکوبی کا ارادہ کیا مگر سودون باق کی سفارش سے یہ ارادہ تبدیل کردیا۔ سودون باق ہزاری کے منصب کا حاکم تھا۔ وہ سلطان کا نہایت مخلص اور وفادار تھا۔ اس سے پہلے وہ امیر تمرتائی کا ملازم تھا۔ اس لیے وہ اس کے بھائی منطاش کے لیے نمک حلالی کے طور پر سفارش لے کر گیا۔ اور سلطان کو اس کی اطاعت و فرماں برداری کا یقین دلایا اور یہ بھی کہا کہ وہ باغی ترکمانوں کے ساتھ جنگ کر کے ان کے فتنہ و فساد کا خاتمہ کردے گا۔

اس یقین دہانی کے بعد منطاش اپنی عملداری کے مرکز ملطیہ پہنچ گیا مگر اس کی بغاوت اور نافرمانی کے آثار باقی رہے اور وہ ترکمانی امراء کے ساتھ بھی اس مقصد کے لیے ساز باز کرنے لگا۔ یہ خبر سلطان تک بھی پہنچ گئی مگر اس نے اسے پوشیدہ رکھا تاہم منطاش نے اسے بھانپ لیا۔ اس لیے اس نے بلاد روم کے مرکزی مقام سیواس کے حاکم سے خط و کتابت کی۔ وہاں ایک قاضی خود مختار بنا ہوا تھا وہ بنوارشی کی نسل کے ایک بچہ کو بادشاہ بنا کر اس کا سرپرست بن بیٹھا تھا۔ یہ خاندان سلطان ہلاکو کے زمانے سے اس علاقے پر حکومت کرتا تھا اور اس علاقہ کی حفاظت کے لیے تاتاری قبائل کی فوج متعین تھی۔

لہٰذا جب منطاش کے قاصد اور اس کے خطوط اس قاضی کے پاس پہنچے تو اس نے رضا مندی کا اظہار کرتے ہوئے بہت جلد اپنے ساتھیوں کو مکمل سمجھوتہ کے لیے بھیجا۔ منطاش ان سے ملاقات اور گفت و شنید کرنے کے لیے شہر سے باہر نکلا اور اپنے دوادار (پیش کار) کو ملطیہ کا نائب مقرر کیا۔ وہ سیدھا سادہ انسان اپنے حاکم کے باغیانہ مقاصد کے برے انجام سے خوفزدہ ہوگیا اس لیے اس نے منطاش سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے شہر میں سلطان کی حکومت قائم کردی۔ جب منطاش کو اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہوا۔ تاہم وہ اپنے ارادے پر قائم رہا اور قاضی کے وفد کے ساتھ سیواس پہنچ گیا۔ جب وہ قاضی کے پاس آیا تو اس وقت حکومت کے اختیارات اس سے چھن چکے تھے اس لیے قاضی نے اس سے روگردانی کی اور سلطان کو یہ مغالطہ دیا کہ اس نے اسے گرفتار کر کے قید کردیا ہے۔

شاہی فوجوں کی روانگی

سلطان برقوق نے ۷۸۹ ہجری میں یونس دوادار، قروم راس، نوبہ، بشتقا، الرباح امیر سلاح اور ہزاری منصب دار سودون کو فوجیں دے کر مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ اس نے ناصری اور دمشق کے اینال یوسفی کو بھی جو ہزاری منصب دار تھا بلوایا اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ بھی

اپنی فوجیں لے کر روانہ ہوں۔ چنانچہ وہ سب فوجیں روانہ ہوئیں۔

اس زمانے میں ماوراء النہر اور خراسان کا تاتاری بادشاہ تمر تیمور تھا جو چغتائی کے خاندان سے تھا۔ اس نے عراقین (عراق عرب و عجم) اور آذر بائی جان کی طرف لشکر کشی کی تھی اور توریز پر بزور شمشیر قبضہ کرکے اس کو لوٹ لیا تھا۔ اب وہ بغداد پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا برقوق کے شاہی لشکر نے بظاہر یہ شہرت دی کہ وہ تیمور سے جنگ کرنے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے جارہے ہیں مگر جب یہ لشکر حلب پہنچا تو انھیں یہ اطلاع ملی کہ تمر تیمور نے اپنے فوجی حملے کا رخ اس باغی کے خلاف موڑ دیا ہے جس نے ماوراء النہر کے دور دراز علاقے میں علم بغاوت بلند کیا ہے۔

شاہی فوج سیواس میں

لہٰذا سلطان کی فوجیں سیواس کی طرف لوٹ گئیں۔ وہاں کے باشندے ان کی آمد سے غافل تھے' اچانک یہ فوجیں ان کی سرحدوں میں گھس گئیں۔ قاضی حاکم شہر نے فوراً منطاش کو رہا کردیا۔ اس سے پیشتر اسیری کی حالت میں قاضی اسے سلطانِ مصر کے خلاف بھڑکاتا رہا اور اس مقصد کے لیے لگاتار کوشش کرتا رہا تاآنکہ وہ اس کے بہکاوے میں آگیا۔

اس وقت قاضی نے اسے بلاد روم کے ان تاتاری قبائل کی طرف بھیجا جو ابن ارتنا کی عملداری میں آباد تھے۔ چنانچہ اس نے انھیں سلطان مصر کے خلاف آمادہ جنگ کیا اور انھیں اس خطرہ سے آگاہ کیا کہ اگر بادشاہ ابن ارتنا اور اس کے شہر کا خاتمہ ہوگیا تو ان کے قبائل کا بھی خاتمہ ہوجائے گا۔

شاہی فوجوں کی واپسی

اس عرصے میں سلطان کی فوجیں سیواس پہنچ گئیں اور انھوں نے شہر کا محاصرہ کرکے انھیں بہت نقصان پہنچایا۔ اہل شہر ہتھیار ڈالنے ہی والے تھے کہ اتنے میں منطاش تاتاری قبائل کو لے کر پہنچ گیا۔ سلطانی لشکر نے ان کا بھی مقابلہ کیا اور انھیں نقصان پہنچایا۔ بالخصوص ناصری نے اس جنگ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مگر جنگ طویل ہونے کی وجہ سے شاہی لشکر اکتا گیا اور فتح و ظفر حاصل نہ کرنے کی وجہ سے فوجیں دل برداشتہ ہوگئیں۔ وہ اپنے مرکز سے اس قدر دور گئی تھیں کہ وہاں رسد اور سامان خوراک پہنچنا بھی مشکل ہوگیا تھا۔ اس لیے انھوں نے اپنے سپہ سالاروں سے واپس جانے کی استدعا کی۔ چنانچہ کچھ فوجیں صف بندی کو برقرار رکھتے ہوئے لوٹ گئیں۔ اس وقت کچھ تاتاری فوجوں نے ان کا تعاقب کیا تو شاہی فوجوں نے پلٹ کر ان کا صفایا کردیا۔ پھر شام کی طرف اس ارادہ سے واپس گئیں کہ دوبارہ آکر دشمن کو نیست و نابود کردیں گی تاکہ فتنہ و فساد کا انسداد ہوسکے۔

وہ امراء جنھوں نے سیواس کا محاصرہ کیا تھا وہ طویل محاصرہ سے اکتا گئے تھے۔ ان میں سے قروم اور طنبق معلم سپہ سالار ناصری کے پاس پہنچے تاکہ وہ سلطان کے پاس یہ شکایات پہنچا دے۔ وہ کچھ عرصہ تک گفت و شنید کرتے رہے پھر انھوں نے شہر کا محاصرہ چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ اس سے پہلے انھوں نے شہر کے قاضی کو اس کی اطلاع دی اور اسے احسان قرار دیا۔ انھوں نے یہ بھی ہدایت کی کہ وہ منطاش کو زندہ رکھے تاکہ وہ ان کے فتنہ و فساد کو دور کرسکے۔

بغاوت کے آثار

یونس دوادار کو جب یہ معلوم ہوا کہ سب اس بارے میں متفق ہیں تو وہ ان کی مخالفت نہ کرسکا اور واپس جانے کے لیے تیار ہوگیا۔ جب وہ حلب پہنچا تو فوج کا ایک افسر دمرداش اس کے پاس آیا اور اسے اطلاع دی کہ دمشق کا نائب حاکم جوبانی ناصری کو بغاوت پر اکسا رہا ہے اور ان دونوں نے مخالفت اور بغاوت کا پختہ ارادہ کرلیا ہے لہٰذا جب یونس مصر پہنچا تو اس نے سلطان کو اس خبر سے آگاہ کیا۔ سلطان نے دمرداش کو بلوایا تو اس نے بالمشافہ اس بات سے سلطان کو مطلع کیا اور اسے صحیح اطلاعات بہم پہنچائیں۔

جوبانی کے متعدد غلام بہت کمینے تھے۔ مال و دولت نے انھیں بہت بدمست کردیا تھا۔ جاہ پرستی کی طمع انھیں بغاوت پر آمادہ کررہی تھی۔ وہ انھیں روکتا رہا مگر پھر انھوں نے حاجب طرنطائی کو اس مقصد کے لیے آمادہ کیا۔ مگر وہ اپنے گھر میں بیٹھ رہا اور شاہی دربار میں حاضر نہیں ہوا۔

جوبانی کی گرفتاری

یہ خبریں مصر پہنچ گئی تھیں۔ جوبانی کو اس بارے میں شک و شبہ ہوا لہٰذا اس نے سلطان کے سامنے پیش ہونے کی اجازت حاصل کی۔ چنانچہ جب اسے اجازت مل گئی تو وہ دمشق سے ماہ ربیع الاول ۷۹۰ ہجری میں ڈاک کی تیز رفتار سواری سے روانہ ہوا۔ جب وہ سریاقوس کے مقام پر پہنچا تو اس نے اپنے استاد دار بہار منجکی کو بھیجا۔ سلطان نے اسے گرفتار کرلیا اور بحری سفر سے اسکندریہ بھیج دیا گیا۔ دوسرے دن سلطان نے قروم اور طنبق معلم کو بھی گرفتار کراکے ان دونوں کو جوبانی کے پاس اسکندریہ بھیج دیا اور وہ سب وہاں مقید رہے۔ یوں ان کی بغاوت کا خطرہ دور ہوگیا۔

اس کے بعد سلطان نے جوبانی کے بجائے دمشق کا حاکم طرنطائی حاجب کو مقرر کیا اور قروم کے بجائے مصر میں اپنے چچا زاد بھائی جماس کو مقرر کیا اور طنبقا معلم کے بجائے دمرداش کا تقرر عمل میں آیا۔ اس کے بعد حالات درست ہوگئے۔

ناصری کی کامیاب بغاوت

حلب میں ناصری کو جب ان حکام کی نظربندی کی اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہوا۔ تاہم اس نے کامیاب بغاوت کی تیاری شروع کردی۔ اس نے فتنہ پرداز اور شرپسند امراء و حکام کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس نے اس مہم کا آغاز امیر سوددن مظفری کی مخالفت سے کیا کیونکہ اس کے خیال میں وہ سلطان کو اس کے خلاف بھڑکا کر اس کا عہدہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ نیز ترکوں کی سلطنت میں حاجب کا ایک فریضہ یہ بھی تھا کہ وہ قدیم سلطنتوں کی طرح خبر رسانی اور ڈاک کے انتظام کی نگرانی بھی کرے۔ حاجب ہی سلطان کو اس کی عملداری کے واقعات سے باخبر رکھتا تھا اور جو حکام بغاوت کا قصد رکھتے ہوں وہ ان کے حلق کے لیے کانٹا بنا رہتا تھا۔ لہٰذا ان باغیوں کی جماعت اور مظفری کے درمیان اختلافات کی خلیج وسیع ہوگئی۔ جب سلطان کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے اپنے چھوٹے دودار (پیش کار) کو فوراً ان دونوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے بھیجا تاکہ مخالفت کی آگ ٹھنڈی ہوجائے۔ جب ان باغیوں نے اس کی آمد کی خبر سنی تو انھیں زیادہ خطرہ محسوس ہوا اور انھیں معاملہ مشتبہ نظر آیا۔

ناصری کو جب تلکتمر کے ذریعے یہ یقین ہوگیا کہ سلطان اس کے ساتھ اور دیگر امراء سے نرمی اور مہربانی کا رویہ اختیار کیے ہوئے ہے تو وہ مصالحت کے لیے تیار ہوگیا۔ مگر اس کے دوستوں کا یہ اصرار تھا کہ وہ حاجب پر اچانک حملہ کرکے اسے قتل کرادے لہٰذا اس نے ان کی یہ تجویز بھی مان لی۔

حاجب کا قتل

تلکتمر صبح سویرے ایوان حکومت پہنچا تاکہ فریقین میں صلح کرادے اور باہمی خوف و نفرت کی فضا دور ہوجائے۔ ناصری نے اسے اپنے خلوت خانے میں طلب کیا چنانچہ جب وہ اس سے گفت و شنید کررہا تھا تو اچانک اس کی جماعت نے حاجب پر حملہ کرکے اسے مار ڈالا۔ اس مہم کا سرغنہ انبقا جوہری تھا۔ اس کے بعد ہنگامہ برپا ہوگیا لہٰذا تلکتمر خاموشی کے ساتھ اپنی قیام گاہ کی طرف لوٹ گیا۔

بغاوت کا آغاز

اس کے بعد باقی امراء ناصری کے پاس اکٹھے ہوگئے۔ ناصری نے انہیں بغاوت پر آمادہ کیا اور وہ تیار ہوگئے۔ یہ سازش ماہ محرم ۷۹۱ ہجری میں مکمل ہوئی۔ اس کے بعد یہ خبر طرابلس میں پہنچی تو وہاں کے امراء بھی بغاوت پر آمادہ ہو گئے ان کا سرغنہ بذلار الناصری تھا۔ اس نے باغیوں کو جمع کرکے ایوان حکومت پر حملہ کردیا اور نائب حاکم کو گرفتار کرکے اسے قید کردیا۔

امرائے مصر کی فوج کشی

بعد ازاں حلب' حمص اور شام کے دیگر علاقوں میں بھی بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی تو سلطان مصر نے ان سے جنگ کرنے کے لیے فوجیں روانہ کیں۔ ان کے ساتھ اتمش اتابک مصر' یونس دوادار (پیش کار) خلیلی چرکس امیر الماخوریہ' (وزیر سامان جنگ) احمد ابن بیبقا امیر مجلس (وزیر دربار) ایدکاز صاحب الحجاب (وزیر داخلہ) تھے۔ سلطان نے فوج کے بہادر غلاموں اور سورماؤں میں سے پانچ سو جنگ جو بہادروں کا انتخاب کر کے انہیں خلیلی کی قیادت میں دیا اور اپنا مخصوص علم جس کا نام شالیش تھا' ان کے حوالے کیا۔ سلطان نے اس مخصوص فوجی دستہ کی خامیوں اور کمزوریوں کو دور کیا اور دوسرے فوجی دستوں کو ہر طرح کیل کانٹے سے درست کیا اور یہ تمام فوجیں موسم بہار کے وسط میں صف آرا ہوکر روانہ ہوئیں۔

منطاش کی حمایت

ناصری نے اس بغاوت کے بعد منطاش کو بلا بھیجا جو شاہی لشکر کی سیواس سے واپسی کے بعد سے تاتاری قبائل میں قیام پذیر تھا۔ ناصری نے اسے احسانات سے مالا مال کیا۔ پھر اس نے ترکمان اور عرب قبائل کو بھی اکٹھا کیا۔ اس کے بعد وہ ان تمام فوجوں کو لے کر دمشق پر حملہ کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا۔

دمشق کا نائب حاکم طرنطائی سلطان کو لگاتار ان کی خبریں روانہ کررہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ فوج کے نائب امیر صفوی کوالگ کرنے پر بھی آمادہ کررہا تھا کیونکہ اس کے ناصری کے ساتھ گہرے تعلقات تھے لہٰذا فوج اس کے خلاف بدگمان ہوگئی اور انھوں نے اسے گرفتار کرلیا اور اس کے گھر کو لوٹ کر اسے قیدی بنا کر قلعہ کرک کی طرف بھیج دیا اور اس کے بجائے محمد بایکش بن جند ترکمانی کو مقرر کیا جو اپنے والد کے ساتھ بندمر کے پاس ملازم تھا اور اس وقت نابلس اور اس کے آس پاس کے علاقہ کا حاکم تھا۔ لہٰذا اسے غزہ کی طرف منتقل کردیا۔

غداری اور شکست

جب سلطان کی فوجیں دمشق پہنچیں تو انھوں نے قاضیوں کی منتخب جماعت کا ایک وفد ناصری اور اس کے ساتھیوں کے پاس بھیجا تاکہ وہ مصالحت کراسکیں۔ مگر فریق مخالف اس کے لیے آمادہ نہیں ہوا چنانچہ اس وفد کو بھی روک لیا گیا اور انھوں نے جنگ کا آغاز کردیا۔

جب مرج کے مقام پر فریقین میں جنگ شروع ہوئی تو احمد بن بیبقا اور ایدکاز الحاجب کی فوجیں دشمن کی صفوں کی طرف چلی گئیں اور ان کی طرف سے لڑنے لگیں۔ دیگر امراء کے ممالیک نے بھی ان کی پیروی کی اور وہ بھی دشمن کے ساتھ مل گئے' سلطان کی جو فوج باقی رہ گئی تھی' دشمن نے ان پر سخت حملہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہی فوج منتشر ہوگئی اور سپہ سالار اتمش دمشق کے قلعہ میں پناہ لینے پر مجبور ہوا کیونکہ سلطان نے اسے لکھ دیا تھا کہ اگر اسے ضرورت ہو تو وہ قلعہ میں پناہ لے سکتا ہے۔

دوسرا سپہ سالار یونس حیران و پریشان بھاگتا رہا کیونکہ اس کے ممالیک اسے تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اس کی امیر الامراء عنقا سے مڈبھیڑ ہوئی جس کے ساتھ اس کے دور اقتدار میں اختلافات تھے لہٰذا اس نے اس کو گرفتار کرلیا۔

تیسرا سپہ سالار چرکس خلیلی بھی محاصرہ میں آگیا تھا حالانکہ سلطان کے مخصوص ممالیک غلام اس کے چاروں طرف تھے۔ان لوگوں نے اس موقع پر نہایت بہادری کے ساتھ جنگ کی تھی تاہم دشمن کا ایک سپاہی خلیلی کے پاس پہنچ گیا اور اس نے نیزہ کا وار کرکے اسے گرا دیا

اور پھر اس کا سر کاٹ دیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد سلطان کی تمام فوج منتشر ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگی لہٰذا ہر طرف سے انھیں گرفتار کر کے قیدی بنا لیا گیا۔

ناصری کا دمشق پر قبضہ

اب ناصری فوجیں فوراً دمشق میں داخل ہو گئیں اور انھوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ عرب اور ترکمانوں کی فوجیں اس کے گرد و نواح میں لوٹ مار کرتی رہیں۔ عنقا جس نے یونس کو گرفتار کیا تھا یونس کے بارے میں اجازت طلب کی تو اسے قتل کرنے کا حکم دیا گیا۔ لہٰذا اس کا سر کاٹ کر ان کے پاس بھیج دیا گیا۔ پھر قلعہ کے نائب حاکم کو حکم دیا گیا کہ وہ اینمش کو اپنے پاس قید رکھے۔ باقی قیدیوں کو قلعہ دمشق صفد اور حلب قید خانوں میں الگ الگ رکھا گیا۔ ابن باکیس نے غزہ میں بغاوت کی تحریک چلائی اور ان کی اطاعت حاصل کی۔ جب وہاں سے ہزاری منصب کا امیر انیال یوسفی دمشق سے بھاگ کر گزرا تو اس نے اسے گرفتار کر کے قلعہ کرک میں قید کر دیا۔

مدافعت کی تیاری

سلطان مصر مدافعت کے لیے تیار ہوا۔ اس نے اینمش کے بجائے دمرداش کو اتابک امیر الامراء مقرر کیا اور یونس کے بجائے قرماش جندار کو پیش کار مقرر کیا۔ اس نے ان تمام عہدوں پر جو خالی تھے نئے افسروں کو مقرر کیا۔ اس نے نظر بند خلیفہ متوکل بن معتضد کو بھی رہا کر دیا اور اسے دوبارہ خلیفہ مقرر کیا اور اس کے بجائے جو خلیفہ مقرر تھا اسے معزول کر دیا۔

باغیوں کا مصر پر حملہ

ناصری کی فوجیں چند دن دمشق میں مقیم رہیں پھر انھوں نے متحد ہو کر مصر پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ تمام فوجیں اس مقصد کے لیے روانہ ہو گئیں۔ مگر ان کی روانگی کی خبریں پوشیدہ رہیں یہاں تک کہ ان کا ہراول دستہ بلبیس کے مقام تک پہنچ گیا۔ پھر وہ برکۃ الحاج کے مقام تک پہنچ گئے اور اسی سال کے ماہ جمادی کی سات تاریخ کو وہاں خیمہ زن ہو گئے۔

سلطان کا فرار

سلطان اپنے غلاموں کو لے کر قلعہ کے سامنے سارا دن صف آرا رہا مگر اس کی فوجیں اور عوام جوق در جوق ناصری کے محاذ جنگ کی طرف جاتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کا میدان جنگ ان سے بھر گیا۔ وہ امراء جو سلطان کے ساتھ تھے ناصری سے پناہ کے طالب ہوئے تو ناصری نے انھیں پناہ دے دی۔ سلطان کو یہ سب خبریں ملتی رہیں۔ اس اثناء میں اس کی کچھ فوجیں جنگ کے لیے آگے بڑھیں تو وہ شکست کھا کر سلطان کے پاس واپس آ گئیں۔

ایسے میں جب سلطان کو اپنا اقتدار خطرہ میں نظر آیا تو اس نے خفیہ طور پر ناصری کے پاس صلح کا پیغام بھیجا جس میں نہایت نرم لہجہ اختیار کیا گیا تھا۔ اس نے یہ بھی پیش کش کی تھی کہ وہ اپنی سلطنت اپنے ملازموں کے ساتھ برقرار رکھ سکتا ہے۔ اس پیغام میں سلطان نے اس بات کا اشارہ بھی کیا تھا کہ وہ کہیں پوشیدہ ہو جائے گا تاکہ بیقاویہ کے علاوہ اور کوئی اسے نقصان نہ پہنچائے۔ چنانچہ جب رات ہو گئی تو اس نے اپنے باقی ماندہ غلاموں کو کہیں چلے جانے کی اجازت دے دی۔ پھر خود بھیس بدل کر نکل گیا اور شہر کے کسی پوشیدہ مقام میں روپوش ہو گیا۔

ناصری کی حکومت

ناصری اور اس کے ساتھی صبح سویرے قلعہ پہنچے اور اس پر قبضہ کر لیا۔ انھوں نے امیر حاج ابن الاشرف کو تخت نشینی پر بحال کیا اور ان کی بادشاہت کا اعلان کر کے اس کا لقب الملک المنصور رکھا۔ اس کے بعد جوبانی اور ان امراء کو فوری طور پر طلب کیا گیا جو اسکندریہ میں

نظر بند تھے۔ لہٰذا وہ جلد روانہ ہو کر دوسرے دن قاہرہ پہنچ گئے۔

ناصری اور اس کے ساتھی ان امراء کے استقبال کے لیے پہنچے۔ ناصری نے جوبانی کو اپنے شاہی اصطبل پر اتارا اور اسے اپنی حکومت اور اقتدار میں شریک کیا۔

سلطان برقوق کی جاں بخشی

پہلے ہی دن سے سلطان ظاہر کی تلاش کا اعلان کیا گیا اور سارا دن اس کی تلاش جاری رہی۔ دوسرے دن بھی اس کی تلاش جاری رہی یہاں تک کہ جوبانی کے ایک غلام نے اس کا سراغ نکال لیا۔ جب اس نے سلطان ظاہر کو دیکھا تو اس نے زمین بوسی کی اور اس کے ساتھ ادب و احترام کا سلوک کیا اور اسے پناہ دینے کا حلف اٹھایا۔ اس کے بعد وہ سلطان کو قلعہ میں لایا اور وہاں ٹھہرایا۔ پھر اس کے بارے میں مشورے ہوئے۔ منطاش اور زلاریہ چاہتے تھے کہ سلطان برقوق کو قتل کیا جائے مگر ناصری اور جوبانی معاہدہ کی پابندی کرنا چاہتے تھے۔ آخر کار سلطان کی جاں بخشی کی گئی۔

سرکاری عہدوں کی تقسیم

جوبانی کو اتابک مقرر کیا گیا اور ناصری راس نوبہ شاہی غلاموں کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ دمرداش احمدی امیر سلاح احمد بن یبقا امیر مجلس الغا عثمانی دوادار انبغا جوہری استاذدار (وزیر مالیات) کے عہدہ پر فائز ہوا۔ یوں تمام عہدوں اور مناصب پر نئے تقررات کیے گئے۔

بعد ازاں زلار کو دمشق کا نائب حاکم بنا کر بھیجا گیا اور کتبغا یبقاوی کو حلب کا حاکم بنایا گیا۔ سلطان نے طرابلس کی حکومت سے معزول کرکے اسے دمشق میں نظر بند کر دیا تھا مگر جب وہ ناصری کا حامی ہوا تو اس نے اسے اپنا جاں نشیں بنا کر حلب کا حاکم مقرر کیا۔

مخالف امراء کی گرفتاری

حکومتِ وقت نے امراء کی ایک جماعت کو گرفتار کر لیا جن میں نائب حاکم سودون باق اور سودون طرنطائی بھی شامل تھے۔ ان میں سے کچھ کو اسکندریہ میں اور کچھ کو شام میں نظر بند رکھا گیا۔ اس اثناء میں سلطان کے غلاموں کی تلاش جاری رہی چنانچہ ان کی اکثریت کو قید کیا گیا اور باقی افراد کو شام کی طرف بھیجا گیا تاکہ وہ متعلقہ حکام اور امراء کی خدمت کریں۔

نئی حکومت نے سلطنت کے وزیر مال (استاذدار) محمود کو جو محل شاہی کا قارون (قارون القصری)(محل کا سرمایہ دار) تھا گرفتار کر لیا اور اس سے دس لاکھ درہم جرمانہ وصول کیا پھر اسے قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔

برقوق کی الکرک میں جلاوطنی

ارباب حکومت اس بارے میں مشورہ کرتے رہے کہ سابق سلطان کو قلعہ کرک، قوص اور اسکندریہ میں سے کہاں بھیجا جائے۔ آخر کار متفقہ فیصلہ یہ ہوا کہ اسے قلعہ کرک بھیجا جائے۔ مگر مشہور یہ کیا گیا کہ اسے اسکندریہ بھیجا جائے گا کیونکہ انھیں منطاش کی طرف سے اندیشہ تھا۔ چنانچہ جب سلطان کی روانگی کا وقت آیا تو منطاش سمندر کے قریب گھاٹ میں بیٹھا رہا اور اس نے ساری رات وہیں گزاری۔

ادھر جوبانی سلطان برقوق کو لے کر قلعہ سے روانہ ہوا تو اس کے ساتھ کرک کا حاکم موسیٰ بن عیسیٰ بھی اپنی فوجوں کے ساتھ روانہ ہوا تاکہ سلطان کو صحیح و سلامت قلعہ کرک تک پہنچا دے۔ جوبانی رات کے وقت رخصت کرنے کے لیے تھوڑی دور سلطان کے ساتھ گیا پھر واپس آ گیا۔

قلعہ الکرک کی حکومت

منطاش کو جب اصل معاملہ کا علم ہوا تو بہت بگڑا اور اس نے بغاوت کا اعلان کر دیا۔ تاہم سلطان اس کے مکرو فریب سے بچ کر بخیرو عافیت اپنے غلاموں اور نوکروں کے ساتھ قلعہ کرک پہنچ گیا ناصری نے اس کے خواص میں سے حسن کتکی کو اس کی خدمت پر مامور کیا اور اسے کرک کا حاکم بھی مقرر کیا اور اسے سلطان کی اس خدمت کرنے کی ہدایت کی کہ کوئی دشمن اسے نقصان نہ پہنچا سکے۔ چنانچہ وہ اسے قلعہ کرک لے گیا اور قلعہ میں اس کے قیام و طعام اور دیگر ضروریات کا انتظام کیا۔ چنانچہ سلطان وہاں اس وقت تک رہا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے دوسری صورت نہیں پیدا کی۔ اس کے بعد یہ خبر آئی کہ سلطان ظاہر برقوق کے وہ غلام جو اس واقعہ کے بعد روپوش ہوگئے تھے' دمشق میں بغاوت کرنے پر آمادہ ہوگئے ہیں۔ لہٰذا انھیں تلاش کرکے گرفتار کیا گیا اور ان سب کو اسیر بنالیا گیا۔ انہی میں ایبتغا صغیر بھی شامل تھا۔

منطاش کی حکومت

منطاش ناصری کے ساتھ مصر آگیا تھا مگر وہ حکومت و اقتدار کا خواہاں تھا اور خفیہ طور پر بغاوت اور غداری کے منصوبے بنا رہا تھا کیونکہ نئی حکومت نے اس کے حق کے مطابق جاگیریں نہیں دی تھیں اور نہ سرکاری عہدے تقسیم کرتے وقت اسے کوئی اعلیٰ عہدہ دیا گیا اس کے خیال کے مطابق ناصری نے اس کی خدمات اور دشمن کے مقابلے میں جنگی کارناموں کا پورا صلہ نہیں دیا تھا۔ پھر سب سے بڑھ کر وہ اس بات سے ناراض ہوا کہ جوبانی کو اس پر ترجیح دی گئی ہے اور اسے خاص آدمی بنادیا گیا ہے لہٰذا وہ بہت ناراض ہوا اور اس نے بغاوت اختیار کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔

بغاوت کی تیاری

جب امیر جوبانی کو قید کیا گیا تھا اور حلب میں ناصری نے بغاوت کا اعلان کیا تھا تو اس وقت جوبانی کے غلام ممالیک اس کے ساتھ شامل ہوگئے تھے وہ بغاوت کے زمانے میں دوران سفر منطاش سے بھی مانوس ہوگئے تھے اور اس سے محبت کرنے لگے تھے۔ لہٰذا منطاش نے انھیں بھی بغاوت کے اس منصوبے میں شامل کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بظاہر جوبانی کے سامنے اپنے خلوص کا اظہار کرتا رہا اور اس کی محفلوں اور کھانے کی دعوتوں میں اس کا یارِ غار بنا رہا۔

دوسری طرف [illegible]ویہ کی جماعت بھی ناصری کے خلاف تھی۔ ان کا یہ خیال تھا کہ ناصری ان کی تنخواہوں اور جاگیروں میں کوتاہی اختیار کر رہا ہے لہٰذا[illegible] بھی اندر ہی اندر اس کے مخالف ہوگئے تھے۔ اس لیے جب منطاش نے انھیں بغاوت پر آمادہ کیا تو وہ فوراً اس مقصد کے لیے تیار ہوگئے اور اس کی زبردست تائید کی اور ضرورت کے وقت اس کی حمایت کا وعدہ کیا۔ یہ خبر ناصری اور جوبانی تک بھی پہنچ گئی۔ انھوں نے اسے شام کی طرف بھیجنے کا ارادہ کیا مگر وہ بیمار بن گیا اور کئی دنوں تک اپنے گھر میں بیٹھا رہا۔ وہ ان سے ٹال مٹول کر رہا تھا تاکہ ان کے خلاف اپنے منصوبے کو مستحکم کرلے۔

ہنگامہ آرائی

پیر کے دن جوبانی اسے گرفتار کرنے کے لیے اس کے گھر پہنچا تو اس وقت منطاش نے اپنے گھر میں حملہ کرنے کے لیے اپنے آدمیوں کو چھپا رکھا تھا لہٰذا انھوں نے جوبانی کو پکڑ کر فوراً مار ڈالا۔ اس کے بعد منطاش رمیلہ پہنچا۔ وہاں اصطبل کے دروازے کے پاس اس نے امراء کی سواریوں کو لوٹ لیا۔ اس نے مدرسہ ناصریہ میں اپنے ساتھیوں میں سے ایک افسر کی قیادت میں جنگ جو سپاہی اور تیر انداز اکٹھے کر رکھے تھے۔ لہٰذا وہ وہاں کے اذان کے منارے کے قریب کھڑا ہوگیا تاکہ وہ ان کی حفاظت اور نگرانی کرے۔ اس وقت اشرفیہ اور [illegible]

جماعتوں کی فوجیں اندرون شہر سے اس کے پاس اکٹھی ہونے لگیں۔ نیز سلطان ظاہر کے جو غلام باقی رہ گئے تھے وہ بھی اس کے پاس چلے گئے۔ یوں ایک بڑا ہنگامہ برپا ہوگیا۔

یہ حالت دیکھ کر یسقاویہ کی جماعت کے امراء بھی اپنے گھروں سے نکل کر رمیلہ کے مقام پر پہنچ گئے اور انجام کار کا انتظار کرتے رہے۔ ناصری اس وقت اپنی موجودہ فوج کو لے کر نکلا۔ اس نے امراء کو دشمن کے خلاف حملہ کرنے کا حکم دیا مگر وہ کھڑے رہے اور حملہ نہیں کیا لہٰذا ناصری اور فریقین بھی حملہ کرنے سے رک گئے۔

جوبانی کے ممالیک غلام اپنے آقا کا بدلہ لینے کے لیے ناصری کی طرف پہنچے تو منطاش نے دھمکی دی کہ اگر وہ اس کے پاس گئے تو وہ ناصری کو قتل کردے گا لہٰذا وہ منتشر ہوگئے۔

ناصری کی شکست

فریقین دن کے آخری حصے تک جنگ کرتے رہے پھر دوسرے دن صبح سویرے جنگ شروع ہوگئی۔ ناصری نے بڑھ کر حملہ کیا مگر پسپا ہوا۔ فریقین تین دن تک جنگ کرتے رہے۔ اس اثناء میں منطاش کی فوجی طاقت میں اضافہ ہوتا گیا تاآنکہ چہار شنبہ کی شام کو ناصری کی فوج اسے چھوڑ کر بھاگ گئی۔ ناصری ستر دن تک شاہی قلعہ میں رہا۔ اس کے بعد منطاش قلعہ میں داخل ہوگیا اور اس نے اس کے گھروں اور خزانوں کو لوٹ لیا۔

منطاش کی حکومت

ناصری حیران و پریشان پھرتا رہا اس کی فوجیں اسے چھوڑ کر بھاگ رہی تھیں۔ یسقاویہ کا گروہ دوسرے دن صبح سویرے منطاش کے پاس پہنچا تو منطاش نے انھیں گرفتار کرلیا اور ناصری کے پاس سے جو بھاگ کر آئے تھے انھیں علیحدہ علیحدہ اسکندریہ کی طرف روانہ کردیا گیا۔ ان کے ایک گروہ کو جسے ناصری نے قید کر رکھا تھا، قوص اور دمیاط کی طرف بھیجا گیا۔

تجدید بیعت

بعد ازاں اس نے از سرِ نو امیر حاج المنصور سلطان مصر کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلطان کے غلاموں کو یہ پیغام بھجوایا کہ وہ حاضر ہوجائیں۔ یوں اس نے ان کے ایک گروہ کو گرفتار کرلیا۔ جو باقی رہ گئے تھے وہ بھاگ گئے۔ اس کے بعد گرفتار شدہ غلاموں کو قوص بھیج دیا گیا۔ پھر اس نے شہر کے بعض دولت مندوں کا مال ضبط کرلیا نیز سابق وزیر مال (استاذدار) محمود کو رہا کردیا اور خلعت عطا کرکے اسے اس کے عہدے پر بحال کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر جلد ہی اس نے اپنا ارادہ تبدیل کرلیا اور دوبارہ اس کا مال و سامان ضبط کیا گیا۔ چنانچہ اس نے اس کی دولت کا عمدہ حصہ چھین لیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سونے (زر) کے ساتھ خزانے (قنطار) تھے۔

نئے حکام کا تقرر

جب منطاش امور سلطنت میں خود مختار ہوگیا تو اس نے سرکاری عہدوں اور مناصب پر اپنی مرضی کے مطابق عہدے دار مقرر کیے چنانچہ اس نے اشتمری کو شام سے بلوالیا۔ اس کے بھائی تمرطائی نے ان دونوں کے درمیان بھائی چارہ کے تعلقات قائم کرادیے تھے لہٰذا اس نے انھیں نائب اعظم مقرر کیا۔ استدمر بن یعقوب شاہ کو امیر سلاح مقرر اور انبقا صفوی کو حاجیوں کا افسرِ اعلیٰ مقرر کیا۔ یوں اس نے ان تینوں کو خصوصی مشورہ کے لیے ارکان سلطنت میں شامل کرلیا۔

ابراہیم بن قطلقتمر نے جو امیر جندار (سپہ سالار) تھا، اس بغاوت میں اہم حصہ لیا تھا۔ اس لیے منطاش نے اس کا خاص طور پر خیال رکھا اور دوسرے امراء پر اسے فوقیت دی جب اسے یہ اطلاع ملی کہ وہ دیگر امراء کے ساتھ اس کے خلاف بغاوت کرنے کے لیے گفت و

تشنید کر رہا ہے اور خود مختار ہونا چاہتا ہے تو اس نے اس کو گرفتار کرلیا۔ پھر اسے حلب کا حاکم بنا کر اس علاقے کی طرف روانہ کر دیا۔
منطاش نے ارغون سمندار کو اپنا خاص آدمی مقرر کر رکھا تھا اور وہ اس کا منظور نظر تھا لہٰذا ہر خاص و عام اس سے تعلق قائم کرنے لگا اور وہ صبح سویرے اس کے دروازے پر جمع ہونے لگے مگر کچھ عرصے کے بعد منطاش کو یہ خبر ملی کہ اس نے امیر جندار ابراہیم سے ساز باز کر رکھی تھی لہٰذا اسے پھر گرفتار کر لیا اور قید میں رکھ کر یہ تحقیق کرنی چاہی کہ وہ ابراہیم کے ساتھ سازش میں شریک تھا یا نہیں؟ مگر وہ انکار کرتا رہا اور قید خانے ہی میں زندگی گزارتا رہا۔
منطاش نے سابق نائب سودون کو قید خانے سے رہا کر دیا اور وہ مصر آ کر خانہ نشین ہو گیا اور یہ سلسلۂ حکومت اسی طرح قائم رہا۔

بذلار کی شکست

جب دمشق میں بذلار کو یہ اطلاع ملی کہ منطاش سلطنت مصر کا خود مختار حاکم بن گیا ہے تو یہ بات اسے ناگوار معلوم ہوئی اور اس کے دل میں بغاوت کا جذبہ پیدا ہوا اور اس مقصد کے لیے اس نے مصمم ارادہ کر لیا۔ چنانچہ اس نے شام میں حلب وغیرہ کے حکام سے خط و کتابت کی اور انھیں بغاوت میں متحد ہونے کی دعوت دی مگر انھوں نے اس کی حمایت نہیں کی اور وہ منطاش کے مطیع اور فرمانبردار رہے۔
اس اثناء میں طاز کے بھائی جنتمر نے جو دمشق کا امیر کبیر تھا، یہاں کے امراء سے بذلار کے خلاف ساز باز کی اور انھیں سلطنت مصر کا وفادار بنایا۔ جب بذلار کو یہ اطلاع ملی تو وہ اپنے غلاموں اور حامیوں کو لے کر اسے گرفتار کرنے کے لیے پہنچا مگر وہ اسے گرفتار نہ کر سکا بلکہ اس کے برخلاف حامیوں کی تعداد بڑھتی گئی اور دمشق کے عوام نے بذلار کے برخلاف اس کی امداد کی اور دن کے ایک حصے میں ان کے ساتھ جنگ کرتے رہے۔ جب بذلار کو اپنی شکست اور ہلاکت کا یقین ہو گیا تو اس نے ہتھیار ڈال دیے اور اسے گرفتار کر لیا گیا۔
منطاش کو سرعت کے ساتھ یہ خبر پہنچائی گئی تو اس نے اسے نظر بند کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ بذلار قید خانے میں بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔
اب منطاش نے جنتمر کو دمشق کا حاکم مقرر کیا۔

برقوق کے قتل کا حکم

جب معزول بادشاہ سلطان ظاہر کو قلعہ کرک میں یہ اطلاع ملی کہ منطاش سلطنت مصر کا خود مختار حاکم ہو گیا ہے اور اس نے یبلغاویہ کے تمام گروہ کو قید کر رکھا ہے اور ان کے بجائے اپنے حامیوں کو مقرر کر دیا ہے تو اُسے اپنی جان کا خطرہ نظر آیا اور اس کے نتائج بد سے خوفزدہ ہوا۔
جب منطاش خود مختار ہوا تو اس کے نزدیک اہم کام سلطان ظاہر برقوق کا خاتمہ کرنا تھا لہٰذا اس نے قلعہ کرک کے نائب حاکم حسن کشکی کو حکم بھیجا کہ وہ سلطان برقوق کو قتل کر دے مگر ناصری نے جب سابق سلطان کو حسن کشکی کے سپرد کیا تھا تو اس وقت اس نے یہ ہدایت کی تھی کہ وہ اس کے بدخواہوں سے اس کی حفاظت کرے۔ لہٰذا وہ قتل کے ارادے سے باز رہا۔ اس نے بریدی' قاضی شہر اور پرائیویٹ سیکرٹری اور دوسرے ساتھیوں سے اس بارے میں مشورہ کیا تو انھوں نے بھی یہی مشورہ دیا کہ جہاں تک ممکن ہو سلطان برقوق کا خون بہانے سے پرہیز کیا جائے۔

معذرت نامہ

لہٰذا حسن کشکی نے منطاش کو یہ معذرت نامہ بھیجا کہ موجودہ سلطان اور خلیفہ کی اجازت کے بغیر اس کام کی انجام دہی میں بہت خطرات ہیں۔ منطاش نے سلطان اور خلیفہ کا اجازت نامہ حاصل کر کے ان کی اجازت کے ساتھ دوبارہ اسی مضمون کا خط لکھا۔ مگر اس نے بریدی (مخصوص قاصد) کو اپنے پاس ٹھہرائے رکھا اور وعدوں کے ساتھ بہلاتا رہا اور ٹال مٹول کرتا رہا تاآنکہ اس سے مخلصی کی کوئی صورت نکلے۔

یہ لوگ سلطان کے احترام اور شفقت کی وجہ سے اس حکم کو سلطان سے چھپائے ہوئے تھے۔ تاہم سلطان نے اس بات کو بھانپ لیا تھا۔ اس لیے اس نے اللہ کی طرف رجوع کیا اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو وسیلہ بنائے رکھا کیونکہ وہ اپنے گھر کی کھڑکی سے ان کے مزار کو دیکھا کرتا تھا۔

بریدی کا قتل

اس موقع پر سلطان کے غلاموں نے شہر کا گشت کیا اور وہ ایسے افراد کی امداد حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے جو سلطان کی اچھی طرح مدافعت کرسکتے تھے۔ چنانچہ گفت و شنید کے بعد انہوں نے خلوص کے ساتھ سلطان کی مدافعت کا معاہدہ کیا اور وہ بریدی (شاہی قاصد) سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوگئے۔ بریدی کا گھر سلطان کے گھر کے سامنے تھا۔ چنانچہ یہ (مخلصین) رمضان المبارک کی دسویں تاریخ کی رات کو اس کے دروازے پر پہنچ گئے اور اس پر حملہ کرکے اسے قتل کردیا۔ اس کے بعد وہ اس کا سر کاٹ کر سلطان برقوق کے پاس اس حالت میں پہنچے کہ ان کی تلواروں کی دھاروں سے خون بہہ رہا تھا۔اس وقت حسن کشکی سلطان کو تسلی دینے کے لیے اس کے دستر خوان پر روزہ افطار کررہا تھا۔ جب اس نے ان لوگوں کو دیکھا تو وہ دہشت زدہ ہوگیا۔

انہوں نے اسے بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر سلطان برقوق نے اسے اپنی پناہ میں لے لیا۔حسن کشکی نے برقوق کو قلعہ کی حکومت سپرد کردی اور سب سے پہلے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد دوسرے دن شہر والوں نے آکر سلطان برقوق کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسے جائز سلطان تسلیم کیا۔

عرب قبائل کی آمد

گردو نواح سے بنو عقبہ اور دوسرے عرب قبائل بھی آئے اور انہوں نے اپنی اطاعت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد جب یہ خبر چاروں طرف مشہور ہوئی تو ہر سمت سے سلطان برقوق کے غلام اس کے پاس آگئے۔

دمشق کی سمت پیش قدمی

جب منطاش کو مصر میں یہ خبریں ملیں تو اس نے غزہ کے نائب حاکم ابن باکیش کو ہدایت کی کہ وہ فوج لے کر کرک پہنچ جائے۔ جب سلطان کو یہ اطلاع ملی تو اسے تامل ہوا کہ آیا وہ ابن باکیش کی فوج کا مقابلہ کرے یا شام کی طرف روانہ ہوجائے۔ آخر کار اس نے دمشق کی پیش قدمی کا مصمم ارادہ کرلیا اور پندرہ شوال کو کرک سے روانہ ہوگیا۔ اس نے قبہ کے مقام پر پڑاؤ کیا اور وہاں عرب قبائل کی فوجوں کو اکٹھا کیا۔ پھر وہ ایک ہزار سے زائد عربوں اور ترکوں کی فوج لے کر روانہ ہوا منازل طے کرتا ہوا دمشق کے قریب پہنچ گیا۔

دمشق کے نائب حاکم جنتمر نے مقابلہ کے لیے فوجیں بھیجیں جن میں شام کے امراء اور بندمر کی اولاد شامل تھی۔ چنانچہ شقحب کے مقام پر فریقین میں جنگ ہوئی۔ یہ گھمسان کی جنگ تھی۔ آخر کار اہل دمشق کو شکست ہوئی اور ان کے بہت سے افراد مارے گئے۔ سلطان برقوق کو فتح حاصل ہوئی۔ اس نے دشمن کی فوج کا دمشق تک تعاقب کیا مگر اس کے بہت سے افراد مصر بھاگ گئے۔

ابن باکیش کی شکست

سلطان برقوق کو احساس ہوا کہ ابن باکیش اور اس کی فوجیں اس کا تعاقب کررہی ہیں اس لیے وہ پیچھے کی طرف پلٹا اور صبح سویرے تاریخ دس ذوالقعدہ اس کی فوجوں پر حملہ کردیا۔اس اچانک حملہ سے اس کی فوج شکست کھا کر بھاگ گئی اور سلطان اور اس کی فوج نے ان کا تمام ساز و سامان لوٹ لیا اور ان سے مالا مال ہوگئے۔ اور اس کی وجہ سے سلطان کی فوجی طاقت میں بھی اضافہ ہوگیا۔

محاصرۂ دمشق

اس فتح کے بعد سلطان دمشق کی طرف واپس آیا اور میدان میں صف آرا ہوا عوام اور گرد و نواح کے افراد سلطان کے خلاف ہو گئے اور سلطان کی جان کے درپے ہو گئے اس لیے وہ اپنا سازو سامان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ عوام نے اس کا اور اس کے غلاموں کا سازو سامان لوٹ لیا۔ پھر سلطان قبہ بلیغا کے مقام پر خیمہ زن ہوا۔ اہل دمشق نے شہر پناہ کے دروازے بند کر لیے۔ چنانچہ سلطان ماہ محرم ۷۹۲ ہجری تک ان کا محاصرہ کیے رہا۔

کمشیقا کی امدادی مہم

ادھر حلب کے نائب حاکم کمشیقا حموی نے اپنی عملداری میں سلطان کی حمایت میں کام کرنا شروع کر دیا تھا اور جب سلطان کرک سے شام کی طرف روانہ ہوا تھا تو اس نے تحریری طور پر اسے اپنی حمایت کا یقین دلایا تھا۔ لہٰذا جب اسے یہ اطلاع ملی کہ وہ دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے ہے تو کمشیقا سلطان سے ملاقات کے لیے تیار ہوا اور اپنے ساتھ وہ تمام سازو سامان لے کر روانہ ہوا جس سے سلطان کی فوج ہر قسم کی خامیاں اور کمزوریاں دور کر سکے اور اس کی شان و شوکت قائم ہو سکے۔

دوسری طرف اینال یوسفی اور سلطان کا چچا زاد بھائی قجماش اور وہ امراء جو صفد میں مقیم تھے وہ سب کے سب سلطان کے پاس پہنچ گئے۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ صفد کے نائب حاکم کے پاس سلطان کے چند غلام ملازم تھے انھوں نے اس سے غداری کر کے صفد کے قید خانے میں مقید تمام امراء کو رہا کرا دیا لہٰذا وہ سب سلطان برقوق جب کہ وہ دمشق کا محاصرہ کر رہا تھا کے پاس پہنچ گئے۔ ان سب کا پیش رو اینال تھا۔

قوص کی بغاوت اور انسداد

جب ان امراء کو جو قوص میں نظر بند تھے یہ اطلاع ملی کہ سلطان برقوق نہ صرف نظر بندی سے رہا ہو گیا ہے بلکہ وہ کرک کے علاقہ پر قابض بھی ہو گیا ہے اور لوگ اس کی حمایت میں اکٹھے ہو رہے ہیں تو انھوں نے اس سال کے ماہ شوال میں بغاوت کا اعلان کر دیا اور وہاں کے حاکم کو گرفتار کر کے قاضی کے خزانے سے مال و دولت نکال لی۔ جب ان کی بغاوت کی اطلاع مصر پہنچی تو ان کی سرکوبی کے لیے فوجیں روانہ کی گئیں پھر یہ اطلاع بھی ملی کہ ان باغیوں نے اسوان پہنچ کر وہاں کے حاکم حسن ابن قرط کو بھی ورغلایا ہے اور اس نے بھی ان کی حمایت کا وعدہ کیا ہے لہٰذا ان کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے اور انھوں نے ارادہ کیا کہ وادی القصب کی مشرقی سمت سے سویز کی طرف روانہ ہوں اور وہاں سے کرک جائیں۔

چنانچہ جب ابن قرط کے ساز باز کی خبر ملی تو منطاش نے سندمر بن یعقوب شاہ کو روانہ کیا۔ وہ اپنی فوجوں کو لے کر مشرقی کنارے کی طرف روانہ ہوا۔ اتنے میں ابن قرط نے جلد پہنچ کر اپنی اطاعت اور وفاداری کا یقین دلایا تو اسے تعظیم و تکریم کے ساتھ اس کی عملداری پر بحال کر دیا گیا۔

انہی دنوں ابن یعقوب شاہ قوص پہنچ گیا۔ اس نے گرد و نواح کے تمام علاقہ پر قابو پا لیا اور باغی امراء کو گھیرے میں لے کر انھیں گرفتار کر لیا۔

اس کے بعد سلطان ظاہر کے غلاموں اور مصر کے بالائی علاقہ (صفد) کے حکام کو جو غلام تھے ان سب کو قتل کروا دیا۔ پھر امراء کو لے کر مصر روانہ ہوا وہ وہاں اس سال کی پندرہ ذوالحجہ کو پہنچا۔ وہاں صرف چار امراء کو چھوڑ دیا گیا جن میں سودائی ایدی بھی شامل تھا۔ باقی امراء کو مقید رکھا گیا۔

کمشیقا کی بغاوت

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ناصری نے کمشیقا کو جو راس نوبہ شاہی غلاموں کا افسر تھا حلب کا نائب حاکم مقرر کیا تھا مگر جب سلطان

خود مختار حاکم بن گیا تو وہ اس کا مخالف ہوگیا تھا۔ پھر جب بذلار نے دمشق میں اعلان بغاوت کیاتو اس نے اسے اپنے ساتھ شامل کرنا چاہا مگر اس نے انکار کردیا۔ تاہم جب اسے کرک کی نظر بندی سے سلطان کے رہا ہونے کی اطلاع ملی تو اس وقت اس نے بغاوت کا اعلان کیا اور سلطان برقوق کی بادشاہت کی تحریک کی حمایت کی۔ ابراہیم بن امیر جندار نے اس کی مخالفت کی اور حلب کے مضافات کے اہل باقوسا نے بھی نافرمانی کی۔ لہٰذا کمشبغا نے ان سب سے جنگ کرکے انھیں شکست دی اور قاضی ابن ابی الرضا جو اس کا مخالف تھا،کو بھی قتل کردیا۔ یوں ماہ شوال میں وہ حلب کا خود مختار حاکم ہوگیا۔

برقوق کی مدد

اس کے بعد اسے اطلاع ملی کہ سلطان برقوق نے دمشق اور ابن باکیش کی فوجوں کو شکست دے کر قبہ بلبغا کے مقام پر اپنا محاذ قائم کررکھا ہے کیونکہ اہلِ دمشق نے میدان سے نکل کر اس کا سامان لوٹ لیا تھا۔ اب وہ دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے ہے۔ لہٰذا اس نے حلب سے فوجیں اور سامانِ جنگ اکٹھا کیا اور سلطان کو جنگ کے لیے جن چیزوں کی ضرورت تھی،وہ سب فراہم کیں۔ ان میں نقد مال و دولت' کپڑے' ہتھیار' اونٹ' گھوڑے' محاصرہ کے آلات' شاہی خیمے' فرش اور چھوٹی بڑی سب چیزیں شامل تھیں۔
جب وہ وہاں پہنچا تو سلطان نے اس کا انتہائی گرمجوشی سے استقبال کیا اور اس کی بے حد تعظیم و تکریم کی۔ سلطان نے اسے اپنا اتابک اور مشیرِ اعظم بنالیا اور اس کے ساتھ دمشق کے محاصرہ میں شریک رہا۔

محاصرۂ دمشق کی شدت

کمشبغا کے پہنچنے کے بعد دمشق کا محاصرہ مزید سخت کردیا گیا کیونکہ سلطان کے پاس جنگجو سپاہیوں اور محاصرہ کے آلات کی کثرت ہوگئی تھی۔ لہٰذا شہر پناہ کو چاروں طرف سے مجانیق (قلعہ شکن آلات) کے پتھروں سے تباہ و برباد کردیا گیا' اس کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے اور اس کے آس پاس کے گھروں میں آگ لگ گئی،تمام گنبدوں اور قلعوں پر تباہی اور ویرانی مسلّط ہوگئی۔ نیز فصیلوں کے اوپر سے مدافعانہ جنگ شدید ہوگئی،اس کا مشورہ شافعیہ کے قاضی احمد بن القرشی نے دیا تھا مگر اہلِ علم اور دیندار حضرات نے اس کی مخالفت کی تھی۔
منطاش کو جب دمشق کے محاصرہ کی اطلاع ملی تو اس نے طبنغا الحلی دوادار الاشرف کے ذریعے فوجوں کے لیے مالی امداد بھجوائی اور وہ خود وہاں رہا۔
اس کے بعد حاکم دمشق جنتمر نے امیر آل فضل یعبر بن جبار سے فوجی امداد طلب کی تو وہ جنگ کرنے لیے وہاں پہنچا۔ اس کے مقابلہ کے لیے کمشبغا نائب حاکم حلب فوج لے کر آیا اور مقابلہ کرکے اس کی فوج کو منتشر کردیا اور اس کے غلام کو گرفتار کرکے قیدی بناکر سلطان کے پاس لایا،سلطان نے از راہ نوازش اسے چھوڑ دیا بلکہ اسے خلعت اور سواری دے کر اس کے آقا کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد بدستور دمشق کا محاصرہ جاری رہا۔

انیال کی بغاوت

دمشق کے واقعہ کے بعد جب انیال کو شکست ہوئی تھی تو وہ مصر کی طرف بھاگ گیا تھا،جب وہ غزہ میں سے گزرا تو ابن باکیش نے اسے قید کردیا تھا چنانچہ وہ کرک میں نظر بند رہا۔ جب ناصری خود مختار حاکم ہوا تو اس نے اسے صفد کی طرف روانہ کردیا تھا جہاں وہ دیگر امراء کے ساتھ نظر بند رہا۔
جب قطلبک نظامی صفد کا حاکم بنا تو اس نے برقوق کے غلاموں کی ایک جماعت کو اپنا ملازم مقرر کیا اور ان میں سے بلبغا سامی کو دوادار مقرر کیا۔ جب اسے یہ اطلاع ملی کہ سلطان برقوق نظر بندی سے آزاد ہوگیا ہے اور شام کی طرف چل پڑا تو بلبغا نے اپنے استاذ قطلوبغا کے غلاموں کے ساتھ یہ ساز باز کی کہ وہ مخالفت کرکے سلطان کے پاس چلے جائیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک جماعت نے راہ فرار اختیار کی

تو قطلو بقا ان کے تعاقب کے لیے روانہ ہوا۔ اس نے بلبغا سالمی کو دوادار اور صفد کا حاجب مقرر کیا۔اس کے جانے کے بعد ان لوگوں نے انیال اور تمام شاہی قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انیال نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

جب قطلو بقا مفرور افراد کے تعاقب سے واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ ان لوگوں نے اس کے علاقہ پر قبضہ کر لیا ہے لہٰذا وہ اپنے غلاموں سے بدگمان ہو کر صفد سے چلا گیا کیونکہ اس کے گھر اور جاگیر کو لوٹ لیا گیا تھا۔ وہ شام چلا گیا جہاں کے امراء نے سلطان برقوق سے شقحب کے مقام پر شکست کھائی تھی اور اب وہ مصر جا رہے تھے لہٰذا وہ بھی ان کے ساتھ مصر روانہ ہو گیا۔

ادھر انیال نے صفد کا انتظام درست کر کے وہاں اپنا جانشین مقرر کیا۔ پھر وہ سلطان کے پاس چلا گیا اور اسی کے ساتھ رہنے لگا۔

منطاش کی فوج کشی

مصر میں شام کی فوجوں کی شکست کی خبریں لگاتار پہنچنے لگیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان الظاہر برقوق نے دمشق کا محاصرہ کر رکھا ہے اور حلب، صفد شام کے دیگر علاقے اس کے حامی ہوتے جا رہے ہیں، پھر شکست خوردہ فوجیں بندمرکی اولاد اور نائب حاکم صفد بھی وہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے بھی منطاش کو جنگ کے لیے آمادہ کیا۔ نیز دمشق کے نائب حاکم جنتمر کے خطوط اور اس کے فریادنامے بھی لگاتار آتے رہے۔

ان حالات میں منطاش نے شام کی طرف فوج کشی کا عزم مصمّم کیا اور جنگی تیاریاں شروع کر دیں اور اعلان کرایا کہ فوجیں اکٹھی ہو جائیں۔ اس نے سلطان مصر خلیفہ، قاضیوں اور علماء کو بھی اپنے ہمراہ لیا اور ۱۷ ذوالحجہ ۷۹۱ ہجری کو کوچ کیا۔ وہ قاہرہ سے باہر ویدانیہ کے مقام پر خیمہ زن ہوا تاکہ جنگی خامیوں اور کمزوریوں کو دور کر سکے۔

منطاش نے قاہرہ پر اپنے دوادار (پیش کار) صرائی تمر کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اسے مکمل اختیارات دیے۔ اس نے قلعہ پر بکا اشرفی کو مقرر کیا۔اس نے قلعہ میں خزانہ کے ایک گودام کا دروازہ بند کر کے اوپر سے بھی اسے بند کیا اور اسے کنویں کی طرح بنا کر وہاں بڑے بڑے سابق ارکان سلطنت قیدیوں کو منتقل کیا۔

منطاش نے نائب سودون کو قلعہ میں منتقل کر کے اسے وہاں ٹھہرایا پھر اس نے حکم دیا کہ سلطان برقوق کے جو غلام باقی رہ گئے ہیں انھیں بھی گرفتار کیا جائے۔ اس پر وہ شہر کے نامعلوم مقامات میں روپوش ہو گئے۔ اس نے یہ بھی حکم دیا کہ قاہرہ کی اکثر سڑکوں اور شاہراہوں کے پھاٹک بند کر دیے جائیں۔ چنانچہ وہ بند کر دیے گئے۔

منطاش کی روانگی

ان حفاظتی اقدامات کے بعد منطاش سلطان کو لے کر ۲۲ ذوالحجہ کو روانہ ہوا۔ اس کی تمام فوجیں جنگی طریقہ کے مطابق کوچ کر رہی تھیں اور منزل بمنزل رواں تھیں۔ دوران سفر میں اسے یہ اطلاع ملی کہ سلطان کے بعض غلام جو امراء کے پاس ملازم ہیں، وہ دوسروں کے ساتھ سازباز کر کے حملہ کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں لہٰذا اس نے انھیں گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر وہ خبر ملتے ہی بھاگ گئے اور سلطان برقوق کی فوج میں شامل ہو گئے۔

فریقین کی صف آرائی اور جنگ

سلطان برقوق دمشق کا محاصرہ کر رہا تھا مگر جب اسے مصر سے فوج کشی کی اطلاع ملی تو وہ اپنی فوج لے کر ان کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا اور شقحب کے قریب خیمہ زن ہوا۔ اگلے دن صبح کے وقت اس کی فوجیں صف آرا ہوئیں۔ کمشبغا حلب کی فوجوں کو لے کر سلطان کے دائیں طرف (میمنہ) صف آرا ہوا۔

منطاش نے بھی اپنی فوجوں کو صف آرا کیا۔ اس نے شاہ مصر امیر حاجی، خلیفہ، قاضیوں اور تیر اندازوں کو فوج کے پیچھے رکھا اور ان کے ہمراہ تمار تمر کو جو راس نوبہ شاہی غلاموں کی فوج کا افسر تھا اور امیر سلاح سندمر بن یعقوب شاہ کو برقرار رکھا اور خود وہ اپنے غلاموں

اور ساتھیوں کے ساتھ میدان جنگ کے وسط میں صف آرا ہوا۔

جب فریقین صف آرا ہوگئے تو منطاش اور اس کی فوجوں نے سلطان کے میمنہ (دائیں طرف کی فوج) پر حملہ کیا اور ان کی صفوں کو منتشر کردیا لہٰذا کمشبغا شکست کھا کر حلب کی طرف بھاگا اور وہ اس کا تعاقب کرنے لگے۔ پھر منطاش کی فوج سلطان کے خیمے کی طرف متوجہ ہوئی اور اسے لوٹ لیا اور سلطان کے چچا زاد بھائی قجماش کو بھی قید کرلیا جو وہاں زخمی تھا۔

شاہِ مصر اور خلیفہ کی گرفتاری

بعد ازاں سلطان برقوق نے اس حصے پر حملہ کیا جہاں شاہ مصر امیرحاجی خلیفہ اور قاضی تھے۔ وہ سب اس کے حکم اور قبضے میں آگئے لہٰذا سلطان نے ان پر اپنا ایک افسر مقرر کیا۔

بعد ازاں فریقین گتھم گتھا ہوگئے، وہ ایک دوسرے کے حال سے واقف تھے۔ ایسی حالت میں سلطان اپنے سواروں کے ایک دستہ کو لے کر صفوں کو چیرتا رہا اور سواروں پر حملے کرتا رہا اور ہر طرف سے انھیں بھگاتا رہا یہاں تک کہ اس کے شکست خوردہ غلام اور امراء اس کے پاس جمع ہوتے رہے اور اس کی فوج کی تعداد زیادہ ہوگئی۔

منطاش کی شکست

پھر سلطان نے باقی ماندہ فوج پر حملہ کیا اور انھیں شکست دے دی وہ سب دمشق کی طرف چلے گئے مگر سلطان اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ شقحب کے مقام پر ہی خیمہ زن رہا۔

جب منطاش دمشق پہنچا تو اس نے نائب حاکم جنتمر کو یہ بتایا کہ اسنے فتح حاصل ہوئی ہے اور سلطان امیرحاجی پیچھے آرہے ہیں۔ اس نے اعلان کرایا کہ فوجیں مسلح ہوکر اس کے استقبال کے لیے نکلیں۔ چنانچہ دوسرے دن وہ دمشق سے باہر نکلا تو سلطان برقوق نے اپنی فوجوں سے اس کا مقابلہ کرکے منطاش کی فوجوں کو شکست دی اور ان کا صفایا کردیا۔ اس سلسلے میں دمشق کے بہت سے عام شہری بھی مارے گئے۔ اس کے بعد سلطان اپنے محاذ کی طرف لوٹ گیا۔

امیر حاجی کی دست برداری

ان حالات میں موجودہ شاہ مصر امیر حاجی نے اپنی دست برداری کا اعلان کیا اور وہ برقوق کے حق میں بادشاہت سے الگ ہوگیا لہٰذا برقوق نے خلیفہ اور قاضیوں کو بلوایا۔ انھوں نے اس کی دست برداری کی شہادت دی اور یہ بھی گواہی دی کہ خلیفہ نے سلطان برقوق کو بادشاہ مقرر کیا ہے اور اسے دوبارہ تخت نشین کیا ہے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔

برقوق کی مصر روانگی

سلطان برقوق شقحب کے مقام پر نو دن مقیم رہا۔ چونکہ سردی شدید ہوگئی تھی اور اناج کی کمی کی وجہ سے خوراک کا ذخیرہ ختم ہوگیا تھا اس لیے سلطان نے مصر جانے کا ارادہ کیا اور وہاں سے مصر روانہ ہوگیا۔ جب منطاش کو اس کی اطلاع ملی تو وہ تعاقب کے لیے نکلا۔ مگر جب قریب آیا تو پیچھے ہٹ گیا اور واپس چلا گیا۔ سلطان نے اپنا سفر جاری رکھا۔ غزہ کے حاجب نے ابن بایکش کو گرفتار کرلیا تھا۔ لہٰذا جب سلطان وہاں پہنچا تو اس نے حاجب کو اس کا حاکم مقرر کیا اور ابن بایکش کو نظربندی کی حالت میں اپنے ساتھ رکھا۔ سلطان مصر کے حالات بھی اس سفر میں معلوم کرتا رہا۔

محافظِ قلعہ کی بغاوت

سابق میں جب سلطان مصر اور فوج کو لے کر شام روانہ ہوا تھا تو اس نے قاہرہ میں اپنا جانشین اپنے پیش کار سرای تمر کو مقرر کیا تھا اور

اسے اصطبل کے پاس ٹھہرایا تھا اس نے قصر کا محافظ بکا اشرفی کو مقرر کیا تھا اور وہاں کے نظربندوں پر بھی اسے نگران مقرر کیا تھا لہٰذا انھوں نے دور اندیشی اور سختی کا طریقہ اختیار کیا۔

چند دنوں کے بعد انھیں اطلاع ملی کہ سلطان کے غلاموں کی ایک جماعت نے بغاوت کا فیصلہ کیا ہے اور انھوں نے ان کے غلاموں سے بھی ساز باز کی ہے لہٰذا انھوں نے رات کے وقت حملہ کر کے انھیں گرفتار کرلیا۔ اس سے پہلے ان غلاموں نے اپنی حفاظت کے لیے مقابلہ بھی کیا تھا۔

قیدیوں پر مظالم

اس کے بعد انھوں نے اپنے ان غلاموں کو بھی گرفتار کیا جو ان کے ساتھ شریک تھے۔ یہ بہت بڑی جماعت تھی اس لیے انھیں زیادہ دور اندیشی کے ساتھ کام کرنا پڑا۔ انھوں نے اعلان کرایا کہ جس کسی کے پاس سلطان کا کوئی غلام پایا گیا اسے سزا دی جائے گی۔

انھوں نے سلطان کے بھانجے کو اس کی والدہ کے گھر منتقل کر کے قلعہ میں بند کردیا اور ان امراء کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا جو خیوم میں نظر بند تھے۔ چنانچہ وہ بھی قتل کردیے گئے۔ انھیں منطاش اور اس کی فوجوں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا اس لیے انھوں نے قافلوں سے خبریں معلوم کرنے کے لیے کچھ افراد کو بھیجا۔

انھوں نے قلعہ کے قیدیوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر پھر اس سے باز رہے اور ان پر سختی کرنے لگے اور خوراک پہنچانے والوں کو بھی روکنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قیدیوں کی حالت ابتر ہونے لگی اور وہ بہت پریشان ہوگئے۔ اس اثناء میں کسی قیدی کو ایک ایسی زمین دوز سرنگ کا سراغ مل گیا جو اصطبل کی دیوار تک پہنچتی تھی۔ اس سے انھیں بہت خوشی ہوئی اور انھیں رہائی کی صورت نظر آئی۔

نقب زنی

یکم صفر ۷۹۲ ہجری کی چہار شنبہ کی رات آئی تو وہ اس سرنگ میں گھس گئے وہاں انھیں نقب زنی کا آلہ بھی ملا جس کے ذریعے انھوں نے دیوار میں نقب لگائی اور اصطبل کے اوپر کے حصے میں پہنچ گئے۔ وہاں خاصکیہ کی جماعت میں سے ایک بزرگ آگے بڑھا۔ انھوں نے محافظوں پر حملہ کردیا۔ چنانچہ ان میں سے کچھ مارے گئے اور جو باقی رہے وہ بھاگ گئے۔ اس کے بعد انھوں نے قلعہ کے نائب حاکم سعبان بکا کو آواز دی تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس نے بھی بغاوت کردی ہے۔

پھر انھوں نے اصطبل کا اوپر اور نیچے کا دروازہ توڑ دیا اور سرای تمر (منطاش کے جانشین) کے گھر میں گھس گئے۔ وہ ان کی ہنگامہ آرائی سے بیدار ہوگیا اور بکا کے حالات سے خوفزدہ ہو کر فصیل کے اوپر سے صحیح و سالم کود گیا۔ وہ حاجب تغلو بقا کے پاس گیا اور اسے ساتھ لے کر مدرسہ حسن میں پناہ گزین ہوا۔

یہاں منطاش نے اصطبل کی حفاظت کے لیے ترکمان تیر اندازوں کی ایک جماعت کو متعین کر رکھا تھا جو اس کے وظیفہ خوار تھے۔ وہ تنکز راس نوبہ کی نگرانی میں تھے۔

بکا کی فوج نے سرای تمر کے گھر کو لوٹ لیا اور اس کے مال و اسباب اور ہتھیاروں پر قبضہ کرلیا اور اس کے گھوڑوں پر سوار ہو کر پورے شاہی اصطبل پر قبضہ کر کے رات بھر ڈھول بجاتے رہے۔ دوسرے دن بکا نے ان سے جنگ کی۔ کچھ افراد نے پوشیدہ طور پر طبلخانات پر قبضہ کرلیا تھا مگر انھیں ہٹا دیا گیا۔

سرای تمر اور تغلو بقا حاجب نے ان سے جنگ کرنے کے لیے اصطبل کی طرف فوج کشی کی اور وہاں جنگ کرنے پہنچ گئے۔ مگر تھوڑی دیر جنگ کرنے کے بعد وہ مدرسہ حسن میں پناہ گزین ہوگئے۔ اب بکا کو فتح حاصل ہوگئی تھی۔ اس لیے اس نے مدرسہ میں آگ لگانے کے لیے آدمی بھیجے مگر ترکمان فوج کے تیر اندازوں نے جو وہاں تھے پناہ طلب کی۔ چنانچہ انھیں پناہ دے دی گئی۔ اس کے بعد اس کی فوج شہر میں منطاش اور اس کے ساتھیوں کے گھروں کو لوٹنے کے لیے پہنچی اور وہاں خوب فتنہ و فساد برپا کیا۔ اس اثناء میں سلطان کے وہ غلام جو قاہرہ میں چھپے ہوئے تھے اس کے پاس پہنچ گئے۔ ان کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی۔

امراء کی نظر بندی

دوسرے دن بکانے سودون نائب مصر کو پناہ دی اور اسے امیر سلاح ناصری او دمرداش کے پاس لے گیا۔ بکانے ان دونوں کو نظر بند کردیا۔ پھر سودون مدرسہ حسن پہنچا جہاں تماش بینوں کی بہت بھیڑ تھی۔ اس نے سرای تمر اور قطلوبقا حاجب کو سامنے آنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انھیں پناہ دے دی گئی عوام نے انھیں پکڑنا چاہا مگر سودون ان دونوں کو بحفاظت بکا کے پاس لے آیا۔ اس نے ان دونوں کو بھی نظر بند کردیا۔

برقوق کی حکومت کا اعلان

جمعہ کے دن سودون نے قاہرہ میں امن عام کا اعلان کیا اور سلطان برقوق کے حق میں خطبہ پڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اسی دن سے سلطان برقوق کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

مُقیّد اُمراء کی رہائی

بکا نے حکم دیا کہ قید خانوں کے دروازے کھول دیے جائیں اور منطاش نے جن حکام اور امرائے سلطنت کو قید کر رکھا تھا انھیں رہا کردیا جائے۔ وہاں کے حاکم حسن بن کورانی نے راہِ فرار اختیار کی کیونکہ وہ سلطان کے غلاموں کے برخلاف منطاش کا آلۂ کار بنا ہوا تھا۔ اس لیے اسے اپنی جان کا خطرہ تھا مگر بکا کو اس کا سراغ مل گیا لہٰذا گرفتار کرنے کے بعد اس نے اسے بھی منطاش کے حامیوں کے ساتھ قید کردیا۔

اس نے ان تمام امراء کو رہا کردیا جنھیں مصر، دمیاط اور فیوم میں مقید رکھا گیا تھا۔ انہی میں مکہ معظمہ کے خاندان بنو حسن کا حاکم شریف عنان بن مقامس (امیر مکہ) بھی قید میں تھا۔ اسے بھی دیگر قیدیوں کے ساتھ رہا کیا گیا۔ اسے بکانے اپنے بھائی ا۔بقا کے ساتھ تیز رفتار گھوڑوں پر باہر بھیجا تاکہ وہ باہر نکل کر سلطان کے خلاف معلوم کریں۔

شاہی افواج کی آمد

ان کے جانے کے بعد اتوار کے دن سلطان کا ایک خط بھی سیف بن محمد بن عیسٰی العائذی کے ہاتھ وہاں پہنچا جس میں یہ تحریر تھا کہ حسب معمول سلطان کے گھروں میں غلہ اور چارہ مناسب مقدار میں فراہم کیا جائے۔ اس خط میں تمام واقعات کا تذکرہ کیا گیا تھا اور یہ بھی تحریر تھا کہ سلطان مصر روانہ ہوگیا ہے اور رملہ کے مقام پر پہنچ گیا ہے۔
بکا کا بھائی ا۔بقا بھی بتاریخ ۸ صفر بروز چہار شنبہ اسی قسم کی اطلاعات لے کر واپس آگیا۔ پھر شاہی فوجیں لگاتار آنے لگیں اور صالحیہ میں مقیم ہوئیں۔ سلطان ان سے ملاقات کرنے کے لیے عکرشہ کے مقام پر پہنچا۔

برقوق کی دوبارہ تخت نشینی

سلطان برقوق منگل کے دن ۱۴[1] صفر قلعہ کے میدان میں صبح سویرے پہنچ گیا۔ خلیفہ نے اسے بادشاہت کا عہدہ عطا کیا اور وہ دوبارہ تخت نشین ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے ان امراء کو بلا بھیجا جنھیں منطاش نے اسکندریہ میں قید کر رکھا تھا۔ انہی میں ناصری جوبانی ابن بیبقا، اقرادمرداش، ابتاجوہری، سودون طرنطائی، سودون باق، قردمر معلم وغیرہ شامل تھے۔ انھوں نے سلطان کے سامنے معذرت پیش کی۔ لہٰذا سلطان نے ان کا عذر قبول کرکے انھیں ان کے عہدوں پر بحال کردیا۔ اس نے اینال یوسفی کو اتابک (وزیراعظم) ناصری کو امیر سلاح،

۱۔ اصل کتاب میں ۴ صفر تحریر ہے مگر یہ تاریخ صحیح نہیں معلوم ہوتی ہے کیونکہ اوپر یہ تحریر ہے کہ بتاریخ ۸ صفر بکا کا بھائی ا۔بقا اسی قسم کی اطلاعات لے کر واپس آیا لہٰذا سلطان کی آمد اس کے بعد ہی ہوسکتی تھی۔ اس لئے ہم نے ترجمہ میں ۱۴ لکھی ہے کیونکہ رابع کے بعد عشر کا لفظ کاتب کے لکھنے سے رہ گیا ہوگا۔ (مترجم)

(وزیر جنگ) جوبانی کو راس نوبہ (سپہ سالار) اور سودون کو اپنا نائب بکا کو دوادار (پیش کار) قمر قماش کو استاذ دار (وزیر مالیات) کمشیتا خاصکی کو امیر مجلس (وزیر دربار) قطلیمش کو امیر ماخوریہ (وزیر سامان جنگ) اور قلعہ کرک کے پرائیویٹ سیکرٹری کو مصر میں اپنا پرائیویٹ سیکرٹری مقرر کیا۔ اس طرح اس نے باقی سرکاری عہدوں پر بھی موزوں افراد مقرر کیے۔ جب قمر قماش فوت ہوگیا تو اس نے سابق استاذ دار محمود کو اس عہدہ پر مقرر کیا اور اس کی سابقہ خدمات کا خیال رکھا اور دشمن کی طرف سے جو تکالیف اسے پہنچی تھیں ان کی تلافی کی۔ یوں سلطان برقوق کا انتظام سلطنت درست ہوگیا اور جب اس کی حکومت مستحکم ہوگئی تو اس نے شام کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور دشمن کے فتنہ و فساد کا قلع قمع کرنے کا ارادہ کیا۔

منطاش کی طاقت کا خاتمہ

جب سلطان برقوق دوبارہ قاہرہ میں تخت نشین ہوا اور اس کا انتظام سلطنت درست ہوا تو اس نے شام کو زیر کرنے اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے جنگی تیاریاں شروع کیں۔ اس نے جوبانی کو دمشق کا نائب حاکم اور سپہ سالار مقرر کیا۔

سلطان نے ناصری کو حلب کا حاکم مقرر کیا کیونکہ اس نے کمشیقا سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے مصر کا اتابک امیر الامراء مقرر کرے گا۔ اس نے قراد مرداش کو طرابلس کا حاکم اور مامون قلمطاوی کو حماۃ کا حاکم مقرر کیا۔ یوں اس نے شام کے تمام علاقوں کے حکام مقرر کر دیے اور انھیں فوج کشی کے لیے تیار رہنے کا حکم دے دیا تھا۔

آخر کار کوچ کا اعلان کیا گیا اور ۸ جمادی الاولیٰ ۷۹۲ ہجری میں یہ فوجیں مصر سے روانہ ہوگئیں مگر منطاش نے اپنی پوری کوشش اس پر صرف کی کہ سلطان کی مصر میں تخت نشینی کی خبر اس کے امراء اور افسروں سے پوشیدہ رہے مگر آخر کار یہ خبر ظاہر ہو کر مشہور ہوگئی تو سب کا رجحان سلطان کی طرف ہوگیا۔

اس اثناء میں اس نے امیر ایماز تمر کو حلب کا نائب حاکم مقرر کر کے بھیجا۔ لہٰذا اہل کا نفوسا اکٹھے ہوگئے اور اس نے کمشیقا کے قلعہ کا پانچ مہینے تک محاصرہ کیے رکھا' اس محاصرہ میں مزید شدت پیدا ہوگئی۔ یہاں تک کہ قلعہ کا دروازہ اور پل بھی جلا دیا گیا اور تین مقامات کی طرف سے اس کی فصیل میں نقب زنی کی چنانچہ ایک مقام پر جہاں نقب لگ گئی تھی فریقین کے درمیان شمعوں کی روشنی میں دو مہینے تک لگاتار جنگ ہوتی رہی۔

طرابلس پر منطاش کا قبضہ

اس کے بعد منطاش نے ابن ایماز ترکمانی کی سرکردگی میں طرابلس کی طرف فوجیں بھیجیں۔ چنانچہ اس نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور حاجب الحجاب سندمر کے قبضہ سے اس شہر کو چھین لیا۔ وہ سلطان ظاہر برقوق کا حامی بن کر اس شہر پر قابض تھا لہٰذا جب یہ علاقہ اس کے قبضے میں آگیا تو اس نے قشتمر اشرفی کو اس کا حاکم مقرر کیا۔ پھر بعلبک کی طرف محمد بن سندمر' اس کے رشتہ داروں اور اس کی فوج کو اپنے لشکر کے ساتھ بھیجا تو منطاش نے دمشق میں ان سب کو مروا ڈالا۔

پھر منطاش نے قشتمر اشرفی نائب حاکم طرابلس کو حکم دیا کہ وہ صفد کے محاصرہ کے لیے فوج کشی کرے۔ چنانچہ وہ وہاں پہنچ گیا مگر وہاں کی فوجوں نے مقابلہ کر کے اسے شکست دے دی۔ لہٰذا منطاش نے اپنی سلطنت کے بڑے سپہ سالار ابقا صفدی کی قیادت میں لشکر بھیجا۔ وہ سات سو سپاہیوں کو لے کر وہاں پہنچا مگر جب اسے یقین کے ساتھ یہ معلوم ہوگیا کہ سلطان مصر میں تخت نشین ہوگیا ہے تو اس نے ارادہ کیا کہ وہ اکثریت کے ساتھ شامل ہو کر سلطان کا مطیع و فرمان بردار ہو جائے چنانچہ اس نے اس بارے میں سلطان سے خط و کتابت کی اور جب وہ صفد پہنچا تو وہاں کے نائب حاکم کی اطاعت قبول کر کے منطاش کے حامیوں اور اس کی فوج سے الگ ہوگیا اس نے رات صفد کے باہر گزاری مگر دوسرے دن وہ مصر کی طرف روانہ ہوگیا اور وہاں ماہ جمادی الآخر کے وسط میں پہنچ گیا۔ اس وقت شام کے امراء قلعہ کے باہر

جوبانی کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے خیمہ زن تھے۔ لہٰذا جب وہ مصر پہنچا تو سلطان نے اس کا خیر مقدم کیا اور اسے ہزاری منصب کے امراء میں شامل کرلیا۔

مخالفوں کا قتل

جب اس کے ساتھی صفد سے دمشق واپس آئے تو منطاش پریشان ہوگیا کیونکہ اسے اس وقت لوگوں کی مخالفت کا علم ہوا اور وہ اپنے حامیوں سے بدگمان ہوگیا۔ لہٰذا اس نے امراء اور دمشق کے نائب حاکم جنتمر اور ہزاری منصب کے امیر ابن جرجی کو گرفتار کرلیا۔ اس نے ابن تنجق حاجب کو گرفتار کرکے قتل کروایا۔ ان امراء میں قاضی محمد بن قرشی بھی شامل تھے۔ وہ اس کی اس حرکت سے بہت ناراض ہوئے اور بھاگ کر سلطان کی پناہ میں چلے گئے۔ ان میں محمد بن سندمر بھی شامل تھا۔ بدرالدین بن فضل اللہ بھی جو پرائیویٹ سیکرٹری تھا نیز ناظر لشکر بھی بھاگ گئے۔ یہ لوگ شقحب کے معرکہ کے موقع پر دمشق چلے گئے تھے کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ سلطان اسی دن اس پر قبضہ کرلے گا۔ وہ منطاش کے ماتحت رہے انھوں نے دوبارہ بھاگنے کا ارادہ کیا مگر وہ بھاگ نہیں سکے۔

اب منطاش نے سلطان سے متعلقہ ان غلاموں کو قتل کرنا شروع کیا جو قلعہ میں مقید تھے۔ اس نے چراکسیہ کی ایک جماعت کو ذبح کرادیا۔ اس نے اشمس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ رکھا۔

شاہی لشکر کی روانگی

مصر سے فوجی افسر شاہی لشکر کو لے کر جوبانی کی قیادت میں روانہ ہوئے اور منازل طے کرتے رہے۔ ہر منزل پر دمشق کے امراء بھاگ کر ان کے ساتھ مل جاتے تھے۔ سب سے آخر میں عربوں کا حاکم ابن نصیر اپنے والد کی طرف سے مطیع ہوکر اس شاہی لشکر میں شامل ہوگیا۔ اس کے بعد وہ شام کی سرحد میں داخل ہوگئے۔

اب منطاش کو اپنی ناکامی کا اندیشہ ہوا اور اس کے ساتھیوں پر خوف و ہراس چھاگیا۔ لہٰذا وہ ماہ جمادی الآخر کے وسط میں اپنے خواص اور دوستوں کو لے کر دمشق سے بھاگ نکلا۔ اس کے ساتھ مال و دولت اور سامان کے ستر صندوق تھے۔ اس نے اپنے ساتھ محمد بن اینال کو بھی لے جانا چاہا مگر اس کے غلاموں کی ایک جماعت نے بغاوت کردی اور وہ اسے اس کے باپ کے پاس واپس لے گئے۔

عربوں کی پناہ میں

امیر آل فضل یعیر بن جبار اس زمانے میں اپنے قبائل میں مقیم تھا اور اس کے ساتھ آل مرو کے قبائل بھی رہتے تھے جن کا امیر عنقا تھا لہٰذا منطاش ان کے پاس پہنچ کر پناہ کا طالب ہوا تو ان عرب قبائل نے اسے اپنی پناہ میں لے لیا اور وہ ان کے ساتھ رہنے لگا۔

قلعہ دمشق کی تسخیر

جب منطاش دمشق سے بھاگ گیا تو اشمس اپنے قید خانے سے نکل کر قلعہ پر قابض ہوگیا۔ اس کے ساتھ سلطان کے غلام بھی تھے۔ ان نے جوبانی کو منطاش کے فرار کی اطلاع پہنچائی تو وہ تیز رفتاری کے ساتھ دمشق پہنچا اور اپنے سابقہ منصب کو سنبھال لیا۔ اس نے منطاش کے باقی ماندہ حامیوں اور ملازموں کو بھی دیگر اسیروں کے ساتھ گرفتار کرلیا۔

طرابلس سے کمشبغا حلبی اور دمرداش یوسفی بھی وہاں پہنچ گئے۔ انھیں منطاش نے بلوایا تھا مگر وہ ان کی آمد سے پہلے ہی بھاگ گیا تھا۔

فتح حلب

جب ایمار تمر حلب کے محاصرے پر تھا اور اہل کانفوسا اس کی مدد کررہے تھے تو اسے منطاش کے فرار کی خبر ملی۔ لہٰذا اس نے راہ فرار اختیار کی اور منطاش کے پاس چلا گیا۔ اس کے بعد کمشبغا پل کی مرمت کرنے کے بعد ان لوگوں کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا اور

اپنے ساتھ حاجیوں کو لے کر آیا۔ اس نے کانفوسا کے باشندوں کے ساتھ جنگ کی ان کے ساتھ منطاش کے حامی بھی تھے۔ یہ جنگ تین دن تک جاری رہی اس کے بعد انھیں شکست ہوئی۔ کمشیقا نے اہل کانفوسا کے آٹھ سو افراد سے زائد کو قتل کیا اور کانفوسا کے مقام کو تباہ و برباد اور ویران کردیا۔ اس نے قلعہ کی تعمیر کر کے اسے مستحکم بنایا اور اس میں سامان رسد و خوراک بھردیا۔

شامی شہروں پر قبضہ

جوبانی نے طرابلس کی طرف فوجیں بھیجیں جنھوں نے جنگ کے بغیر اس شہر کو منطاش کے نائب حاکم تستمر اشرفی سے چھین لیا۔ اس طرح حماۃ اور حمص پر بھی قبضہ ہوگیا۔ اس کے بعد جوبانی نے جو دمشق کا نائب حاکم اور شامی علاقوں کا نگران حاکم تھا، عرب قبائل کے حاکم یعبر بن جبار کو پیغام بھیجا کہ وہ منطاش کو اپنے علاقے سے نکال دے اور اسے ان کے حوالے کردے مگر اس نے انکار کیا اور معذرت پیش کی۔ لہٰذا وہ ناصری اور دیگر امراء کے ساتھ فوج لے کر دمشق سے روانہ ہوا اور مصر کا قصد کیا۔ جب اس کی فوجیں حمص پہنچیں تو وہاں مقیم ہوگئیں۔ انھوں نے یعبر کو پیغام بھیج کر منطاش کو نہ بھیجنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے غرور و تکبر کا اظہار کیا اور صاف انکار کردیا۔

ادھر دمشق سے اشمس نے پیغام دیا کہ بندمرار اور جنتمر کے حامی گروہ بغاوت کا قصد رکھتے ہیں لہٰذا ناصری دمشق روانہ ہوا اور اس نے ان کا قتل عام کیا۔ پھر وہ اپنے فوجی مرکز کی طرف لوٹ آیا اور وہاں سے انھوں نے سلمیہ کی طرف کوچ کیا۔

جوبانی کا قتل

عرب قبائل کے امیر یعبر نے اپنے رویہ پر اصرار کیا۔ فریقین میں سفیروں کا تبادلہ ہوا مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر کار فریقین میں سخت جنگ ہوئی، شاہی فوجوں نے منطاش اور عرب کی فوجوں پر حملہ کیا اور انھیں شکست دے کر خیموں تک بھگادیا۔ دمرداش نے منطاش کا تعاقب کر کے اسے علاقہ سے باہر نکال دیا اور عرب قبیلہ کوچ کر کے چلا گیا۔ پھر انھوں نے حملہ کیا مگر وہ ان کے حملہ کے مقابلے میں ثابت قدم نہ رہ سکے۔ ان کے ساتھ آل علی کا پورا گروہ تھا۔ انھوں نے عقب سے حملہ کر کے انھیں لوٹ لیا اور انھیں شکست ہوگئی۔

جوبانی کے غلام اسے تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ لہٰذا عرب قبائل نے اسے گرفتار کرلیا اور اسے اپنے سردار یعبر کے پاس لے گئے اس نے جوبانی کو قتل کردیا۔

اب ناصری دمشق چلا گیا۔ اس نے امراء کی ایک جماعت کو اسیر بنالیا اور ان میں سے ا۔بقا جوہری، مامون المعلم اور دوسرے افراد کو قتل کردیا۔ چونکہ عرب قبائل نے ان کے خیموں اور سامان کو لوٹ لیا تھا اس لیے ناصری دمشق چلا آیا۔ اس نے ایک ہی رات گزاری تھی کہ دوسرے دن صبح سویرے آل علی اپنے قبائل کو لے کر حملہ آور ہوئے۔ اس نے انھیں شکست دے کر ان کی ایک جماعت کا قتل عام کیا۔ یوں اس نے جنگ میں ان کی حرکتوں کا انتقام لے لیا۔

ناصری کا تقرر

بعد ازاں سلطان برقوق نے اس سال کی پندرھویں شعبان کو ناصری کو دمشق کا نائب حاکم مقرر کیا اور اس نے وہاں کا انتظام حکومت سنبھال لیا۔

محمود کا تقرر اور کارنامے

محمود ہونہار نوخیز ترک تھا اور ترکوں کے ایک خاندان کرای منصوری کی نسل سے تھا۔ اس نے حکومت مصر کے زیر سایہ پرورش پائی تھی اور اپنی صلاحیت اور قابلیت کی بدولت ترقی کرتا رہا تھا۔ اس نے بہت سے امراء اور وزراء کے ماتحت کام کیا یہاں تک کہ وہ معراج کمال تک پہنچ گیا۔ اس نے اس قدر شہرت حاصل کی کہ سلطان مصر نے اسے اپنے لیے منتخب کیا اور اسے مختلف خدمات میں آزمایا وہ ہر مرحلے میں کامیاب ثابت ہوا اور نہایت محنت اور دلجمعی کے ساتھ سلطان کی خدمات سرانجام دیتا رہا۔ تا آنکہ جب سلطان کو اس کی

صلاحیتوں کے بارے میں کامل یقین ہوگیا تو اس نے قید خانوں کے معاملات اور سرکاری شعبوں کے دفاتر کو درست کرنے کا کام اس کے سپرد کیا۔

محصولات کا افسر

اس اثناء میں استاذ الدار (وزیر مال) بہادر منجکی ۷۹۰ ہجری میں فوت ہوگیا تو سلطان مصر نے اسے اپنے محل اور سلطنت کا نگران مقرر کیا اور محصولات کے دفتروں کے ملازموں کا نگران ....افسر بھی مقرر کیا تاکہ وہ شاہی حقوق کی نگرانی کرے اور خزانوں کا محافظ بن کر مالیات کی نگرانی کرے اور اپنی فطری صلاحیتوں سے کام لے کر سرکاری محاسبوں کے حسابات کو چیک کرے اور نہ صرف آسان کاموں کو اپنے فہم و دانش اور بصیرت کے ذریعے حل کرے بلکہ پیچیدہ اور مشکل کام اور مسائل بھی حل کر سکے۔

سرکاری آمدنی میں اضافہ

اس نے سلطان کے تفویض کردہ ان فرائض کو خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا۔ اس نے محصولات کی آمدنی میں اس قدر اضافہ کیا کہ سرکاری خزانے اسے جمع کرنے سے عاجز آگئے' یہ آمدنی نہ صرف سلطان کے تمام مصارف امور سلطنت کے اخراجات اور اس کے غلاموں اور فوجوں کے لیے کافی ہوگئی بلکہ وہ ان کی تنخواہوں اور وظائف میں اضافہ اور توسیع کا ذریعہ بھی ثابت ہوئی جس سے سلطان نہایت ہی مطمئن اور مسرور ہوا۔

یہ کامیابی دیکھ کر دفتر والے اور دیگر ملازمین حسد کرنے لگے۔ انھوں نے چغلخوری کے تیر چلائے اور فریاد کرنے والے ضرورت مندوں کو اس کے خلاف بھڑکایا۔ مگر وہ اس معاملے میں بھی سونے کی طرح کھرا نکلا اور اس کے خلاف کوئی الزام ثابت نہ ہوسکا۔

ضبط مال اور قید

بعد ازاں حکومت کی تبدیلی کی وجہ سے محمود کو زوال آیا اور اسے نظر بند کرکے قید خانے کے اندھیروں میں ڈال دیا گیا' اسے گوناگوں تکلیف میں مبتلا کیا گیا۔ اس کے مال و دولت کو ضبط کر لیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ناصری نے جو اس وقت با اختیار حاکم بنا ہوا تھا، محمود سے سونے کی اشرفیوں (دنانیر) کے پانچ خزانے چھین لیے اور منطاش نے پچپن خزانوں پر قبضہ کیا۔

سابقہ عہدہ پر بحالی

ان تمام تکالیف اور آزمائشوں میں وہ خالص کندن بن کر نکلا' اس کی قسمت کا چاند گہن سے نکل آیا جب سلطان برقوق مصیبتوں اور زوال کے بعد خود مختار بن کر مصر کے تخت پر دوبارہ بیٹھا اس نے اسے سابقہ عہدہ پر بحال کیا۔ اس وقت بھی اس نے اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دیے۔

اس نے سلطنت کے مالیات کو اس طرح درست کیا کہ ملازمین کی تنخواہ اور وظائف میں اضافہ اور توسیع ہوتی گئی اور محصولات بے اندازہ اور بے حساب وصول ہونے لگے۔ اس نے اپنی قابلیت اور دور اندیشی سے آمد و خرچ کا حساب اس طرح درست کیا کہ سلطنت کے مالیات کا توازن پہلے کی طرح قائم ہوگیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کی اپنے ماتحت ملازموں کے ساتھ داد و دہش کا معیار بدستور برقرار رہا وہ ان سے حسن سلوک سے پیش آتا تھا اور جو کوئی اس کے پاس کسی ضرورت سے آتا تھا اس سے وہ نہایت شرافت اور فیاضی کا سلوک کرتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سلطنت کے لیے نیک نامی کا باعث بنا اور خواص کے لیے تو وہ ان کی پناہ گاہ تھا۔

وزیر مالیات

اس کے حریفوں نے اس کے خلاف سلطان کے خوب کان بھرے مگر سلطان کو اس پر اس قدر اعتماد اور بھروسہ تھا کہ ان کی تمام سازشیں ناکام ہوگئیں اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی' اس طرح مخالفوں کے لیے تمام راستے بند ہوگئے جبکہ اس کا اثر و رسوخ بڑھتا گیا۔

سلطان کو اس کی صلاحیت اور قابلیت پر اس قدر بھروسہ تھا کہ اس نے تمام اہم کام اس کے سپرد کردیے بالخصوص سلطنت کے مالیات کا مکمل انتظام اس کے سپرد کردیا تھا چنانچہ اس نے آمد و خرچ کا حساب اس طرح برقرار رکھا کہ نہ تو کوئی فضول خرچی ہوتی تھی اور نہ اہم کاموں کو انجام دینے میں خرابی پیدا ہوتی تھی۔ چنانچہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا منصب بلند ہوتا گیا اور جب سلطان مغل بادشاہ کا مقابلہ کرنے کے لیے شام کے سفر پر روانہ ہوا تو اس وقت تک وہ بدستور اپنے اعلیٰ عہدے پر کام کرتا رہا۔

محاصرۂ حلب و عنتاب

جب شاہی لشکر کو سلمیہ کے مقام پر شکست ہوئی تو عرب قبائل کا سردار یعبر اپنے قبیلوں منطاش اور اس کی فوج کو لے کر حلب کے علاقے کی طرف روانہ ہوا۔ پھر یعبر اپنی جاگیر کے شہر سرمین پہنچا تاکہ حسب معمول وہاں کی اراضی کو اپنی قوم میں تقسیم کردے مگر اس سے پیشتر حلب کا نائب حاکم کمشبغا اسے ترکمانی فوج جو اس کی ملازمت میں تھی؛ میں تقسیم کرچکا تھا۔ جب یعبر وہاں پہنچا تو یہ فوج حلب کی طرف بھاگ گئی اور راستے میں انھیں احمد بن المہدار کا لشکر ملا جو یعبر کے مقابلہ کے لیے آرہا تھا۔اسے دیکھ کر یہ فوج واپس آگئی اور ان کا علی بن یعبر اور اس کی فوج سے مقابلہ ہوا۔انھوں نے اسے شکست دے کر اس کے کچھ حامیوں کو مار ڈالا۔ اب یعبر اپنے قبائل کی طرف لوٹ گیا اور ان سب نے حلب کی طرف کوچ کیا اور اس شہر کا محاصرہ کرلیا۔ ماہ رمضان المبارک کے دنوں میں شدید محاصرہ جاری رہا۔

یعبر کی معذرت

پھر کمشبغا نائب حاکم حلب سے یعبر نے خط و کتابت کی اور اپنی طرف سے محاصرہ سے دست بردار ہونے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنے افعال کے بارے میں معذرت پیش کی اور جوبانی اور اس کی فوج کو جو جنگ میں شریک تھی؛ مجرم قرار دیا اور اپنے حاجب عبدالرحمان کے ذریعے پناہ طلب کی۔ کمشبغا نے اسے سلطان کے پاس بھیجا اور یعبر کی شرائط سے آگاہ کیا۔ سلطان نے اس کی درخواست منظور کرلی۔

منطاش کی عیاری

جب منطاش کو محاصرہ حلب کے موقع پر ان باتوں کا علم ہوا تو وہ یعبر سے بدگمان ہوگیا تاہم اس نے یعبر کے ساتھ یہ چال چلی کہ اس نے اسے بتایا کہ وہ ان کے قریب ترکمانوں کی فوج پر حملہ کرنا چاہتا ہے لہٰذا اس نے عربوں کو اس کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی اور ان کے سات سو افراد اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب وہ دربند سے آگے بڑھا تو اس نے عرب فوج کو گھوڑوں سے اتار کر پیادہ کردیا اور ان کے گھوڑے لے کر ترکمانوں کے پاس چلا گیا اور مرعش کے شہر میں مقیم ہوگیا جس کا سردار سولی (ترکمانوں کا حاکم) تھا۔

عنتاب پر حملہ

لاچار ہوکر عرب فوجیں پا پیادہ یعبر کے پاس آگئیں اور یعبر اپنے راستے کی طرف لوٹ گیا۔ ادھر منطاش حلب کے ایک قلعہ کی طرف جس کا نائب عنتاب تھا؛ پہنچا۔ اس کا حاکم محمد بن شہری تھا۔ اس نے اس علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ یہاں کا نائب حاکم چند دنوں تک قلعہ میں محصور رہا مگر منطاش بھی ثابت قدم رہا اور اس کے ساتھیوں کا قتل عام کرتا رہا۔اس نے وہاں کے امراء کی ایک جماعت کو مار ڈالا۔ اتنے میں حلب حماۃ اور صفد سے اس کا مقابلہ کرنے کے لیے فوجیں آگئیں تو منطاش مرعش کی طرف بھاگ گیا اور وہاں سے بلاد روم کی طرف منتقل ہوگیا۔ مگر اس وقت اس کی طاقت کمزور ہوچکی تھی۔

اس کے حامی سپاہی اسے چھوڑ کر شاہی لشکر میں شامل ہوتے رہے یہاں تک کہ ماہ ذوالقعدہ ۷۹۳ ہجری میں ان کی بڑی تعداد سلطان کی مطیع و فرمانبردار ہوگئی۔ ترکمانوں کے امیر سولی بن دلقادر نے ۱۰ ذوالحجہ کو سلطان کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ سلطان نے اس کو پناہ دے کر اسے حسب سابق بلستین کا حاکم مقرر کردیا۔

کمشیقا کے حالات

کمشیقا حموی پہلے بیسقا کارا میں نوبہ (غلاموں کا سردار) اور طرابلس کا نائب حاکم تھا۔ سلطان نے اسے معزول کر کے دمشق میں قید کردیا تھا۔ جب ناصری دمشق پر قابض ہوگیا تو اسے نظربندی سے رہا کردیا۔ وہ دیگر افراد کے ساتھ مصر آگیا۔ جب ناصری شام کے تمام علاقوں کا حاکم بن گیا تو اس نے ۷۹۱ ہجری کے وسط میں اپنے بجائے اسے حلب کا حاکم مقرر کیا۔

جب سلطان برقوق کا عہد زوال ختم ہوا اور اس نے دمشق کا قصد کیا تو کمشیقا نے سلطان کو اپنی حمایت اور اطاعت کا پیغام بھیجا اور حلب اور اپنی عملداری میں سلطان کی حمایت کا اعلان کیا اور جب سلطان دمشق کی طرف روانہ ہوا اور اس کا محاصرہ کیا تو کمشیقا نے اس کی تمام ضروریات پوری کیں اور پھر وہ بنفس نفیس حلب کی امدادی فوجیں لے کر اس کے پاس پہنچا اور تمام امدادی جنگی سامان لے کر آیا اور نہ صرف اس کی تمام جنگی خامیوں کو دور کیا بلکہ اس کی شاہی شان و شوکت کو قائم کیا۔ سلطان نے اس کے تمام کارناموں کا بہت شکریہ ادا کیا اور اس سے وعدہ کیا کہ وہ اسے مصر کا اتابک امیر الامراء مقرر کرے گا۔

حلب میں محصور

اس کے بعد شحب کی جنگ ہوئی جس میں کمشیقا شکست کھا کر حلب بھاگ گیا اور وہاں محصور ہوگیا۔ منطاش کے اتابک یماز تمر نے اس شہر کا کئی مہینوں تک محاصرہ کیا۔ جب منطاش دمشق سے بھاگ کر عرب قبائل میں پناہ گزین ہوا تو یماز تمر نے حلب کا محاصرہ اٹھالیا۔

اس کے بعد جوبانی نے جنگ کی جس میں وہ مارا گیا۔ بعد ازاں منطاش اور یعبر نے حلب کی طرف فوج کشی کی اور عرصہ دراز تک اس کا محاصرہ کرتے رہے۔ آخر کار جب ان دونوں میں اختلافات پیدا ہوا تو منطاش ترکمان قوم کے علاقے کی طرف بھاگ گیا اور یعبر سلمیہ کے شہر کی طرف لوٹ آیا۔ اس نے سلطان سے پناہ طلب کی اور ماہ شوال کے وسط میں وہ سلطان کا مطیع و فرماں بردار ہوگیا۔

فصیلوں کی مرمت

بہر حال جب یہ لوگ محاصرہ سے دست بردار ہوئے تو کمشیقا نے قلعہ سے نکل کر اس کی شکستہ حالت کو درست کیا۔ اس نے باغیوں کے مرکز بانقوسا کو تباہ و ویران کیا اور وہاں کے باشندوں کا صفایا کیا۔اس نے حلب کی فصیلوں کی مرمت کی اور ان کے رخنوں کو دوبارہ بھر دیا۔ یہ فصیلیں ہلاکو کے زمانے سے شکستہ اور خراب حالت میں تھیں۔

اہل حلب نے اس کی مرمت کے اخراجات کے لیے دس لاکھ درہم جمع کر دیئے تھے۔وہ تین ماہ میں اس کام سے فارغ ہوا۔

جب سلطان کی سلطنت مستحکم ہوگئی اور اس کا نظم و نسق درست ہوا تو اس نے ماہ ذوالحجہ ۷۹۲ ہجری میں کمشیقا کو اپنے پاس بلوایا اور اس کے بجائے قراد مرداش کو حلب کا حاکم مقرر کیا جو اس سے پہلے طرابلس کا حاکم تھا۔ طرابلس کا حاکم اس کے بجائے اینال صغیر کو مقرر کیا گیا۔

کمشیقا کا خیر مقدم

کمشیقا حلب سے روانہ ہو کر ۹ صفر ۷۹۳ ہجری کو مصر پہنچ گیا۔ سلطان اس کی آمد سے بہت خوش ہوا اور اپنے نائب کے ہمراہ امرائے مصر کو اس کے خیر مقدم کے لیے بھیجا۔ جب وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا تو سلطان نے اس کا نہایت گرم جوشی سے خیر مقدم کیا۔ انعام و اکرام سے نوازا اور اتابک اینال سے اعلیٰ منصب اسے عطا کیا۔ اسے منجک کے محل میں آباد کیا' محل کو نہایت عمدہ ساز و سامان

سے آراستہ کیا۔ اسے نہایت عمدہ پوشاکیں بھیجیں اور بھاری گاڑیوں کے ساتھ نہایت اصیل گھوڑے تحفہ میں دیئے نیز امرائے مصر کو بھی حکم دیا کہ وہ اسے تحائف پیش کریں۔ چنانچہ وہ اسے تحائف بھیجنے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے لگے اور بیش قیمت تحائف پیش کیے۔

امرائے شام میں سے اس کے ہمرکاب حسن کشکی اور طبنقا اشرفی بھی تھے۔ سلطان نے ان دونوں کی بھی عزت افزائی کی۔ اس کے بعد کمشیقا مصر میں نہایت اعلیٰ مناصب پر فائز رہا اور جب ماہ جمادی الاولیٰ ۷۹۴ ہجری میں اتابک مصر اینال فوت ہو گیا تو سلطان نے اس کے بجائے اسے سلطنت مصر کا اتابک مقرر کیا اور شقحب کی جنگ کے موقع پر اس نے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کردیا۔ اتابک کے فرائض میں ہسپتال (بیمارستان) کی نگرانی بھی شامل تھی لہٰذا یہ کام بھی اس کے سپرد کیا گیا۔

ا تمش کے حالات

سلطان نے ا تمش نجاشی کو جو سلطنت کا اتابک تھا' اس کے عہدے سے معزول کردیا تھا۔ وہ ۷۹۱ ہجری ربیع الاول کے وسط میں فوجیں لے کر ناصری اور اس کی فوج سے جنگ کرنے کے لیے شام روانہ ہوا کیونکہ اس نے بغاوت کا اعلان کردیا تھا چنانچہ فریقین کے درمیان دمشق کے مضافات میں مرج کے مقام پر جنگ ہوئی' اس میں سلطانی فوجوں کو شکست ہوئی اور ا تمش نے قلعہ دمشق میں پناہ لی۔ کیونکہ سلطان کی طرف سے ضرورت کے وقت اسے تحریری اجازت حاصل تھی لہٰذا وہ وہاں محصور ہو گیا۔

دوسرے دن قلعہ کے نائب حاکم ابن الحمصی نے ہتھیار ڈال دیے تو ناصری نے قلعہ پر بھی قبضہ کرلیا اور ا تمش کو گرفتار کرکے وہاں نظربند کردیا۔ اس کے بعد ناصری مصر پہنچ کر وہاں کا حاکم بن گیا۔

نظربندی سے رہائی

جب سلطان برقوق ماہ صفر ۷۹۲ ہجری میں دوبارہ مصر کا بادشاہ ہوا تو اس وقت ا تمش قلعہ دمشق میں نظربند تھا لہٰذا جوبانی نے فوج کشی کرکے ماہ جمادی میں ا تمش کو نظربندی سے رہائی دلائی۔ اسی اثناء میں سلطان کی غلاموں نے اس قید خانہ کو توڑ ڈالا جہاں وہ قلعہ دمشق میں قید تھے اور وہاں سے نکل کر جوبانی کی آمد سے پہلے ا تمش کے ساتھ مل گئے۔ جوبانی کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے سلطان کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ سلطان نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ اس وقت تک قلعہ میں رہے جب تک کہ وہ اپنے دشمن کے مقابلے سے فارغ ہو۔

اس کے بعد جوبانی کی منطاش کے ساتھ جنگ ہوئی' اس جنگ میں عرب قبائل منطاش کے حلیف تھے' دوران جنگ جوبانی مارا گیا اس کے بجائے ناصری دمشق کا حاکم ہوا۔ اس کے بعد عرب قبائل اس سے الگ ہو گئے تو منطاش انہیں چھوڑ کر ترکمانوں کے علاقے میں پناہ گزین ہوا۔ یوں شام کے علاقے بھی سلطان کے ماتحت ہو گئے اور اس کی سلطنت مستحکم اور وسیع ہو گئی۔

امرائے دمشق کی آمد

اب سلطان نے امیر ا تمش کو قلعہ دمشق سے بلوایا۔ چنانچہ ۸ ربیع الاول ۷۹۳ ہجری میں اسے واپس لانے کے لیے سلطان کا ایک غلام قنوبائی روانہ ہوا اور وہ اسی سال ۴ جمادی الاول کو مصر پہنچ گیا۔ اس کے ہمرکاب دمشق کا حاجب الحجاب بھی تھا اور وہ امراء بھی تھے جو شام میں مقید تھے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ جنتمر نائب حاکم دمشق ۲۔ اس کا فرزند ۳۔ اس کا بھانجا ۴۔ اس کا استاذدار (مشیر مالیات) طبنقا ۵۔ دمرداش یوسفی نائب حاکم طرابلس ۶۔ طبنقا علی ۷۔ قاضی احمد بن القریشی ۸۔ فتح الدین بن الرشید ۹۔ پرائیویٹ سیکرٹری ۱۰۔ دیگر امراء۔ یہ سب چھتیس افراد تھے۔

جب ا تمش مصر پہنچا تو سلطان نے اس کی بہت عزت افزائی کی۔ پھر حاجب (دربان) نے ان قیدیوں کو پیش کیا جو اس کے ہمراہ تھے۔ سلطان نے کچھ لوگوں کو دھمکایا۔ اس کے بعد وہ قلعہ میں مقید رکھے گئے کیونکہ وہ سیاسی طور پر قتل کے مستحق تھے۔ انہیں دو برجوں کے

ساتھ قتل کر دیا گیا۔

سلطان افریقہ سے تعلقات

سلطان مصر اور سلطان افریقہ ابو العباس احمد بن ابی بکر بن ابی حفص (موحدین) کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے۔ چنانچہ اکثر دونوں طرف سے تحائف کا تبادلہ ہونے لگا۔

جب تونس میں سلطان برقوق کے زوال اور اس کی نظر بندی کی اطلاعات پہنچیں تو تونس کا سلطان بہت رنجیدہ ہوا اور اس کی حالت پر افسوس کرنے لگا اور اہل تونس میں سے جو مسافر جاتے تھے ان کے ذریعے حالات دریافت کرتا رہا تاآنکہ اسے اصل حقیقت کا علم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سلطان مصر کو مخلصی کے اسباب عطا فرمائے اور وہ دوبارہ تخت نشین ہو گیا ہے۔ سلطان تونس اس خبر کو سن کر بہت خوش ہوا اور اس نے اسے ہدیۂ تبریک پیش کرنے اور دوستانہ تعلقات میں اضافہ کرنے کے لیے تحائف کے ساتھ ساتھ خاندان موحدین کے بزرگ محمد بن علی بن ابی ہلال کے دوستانہ پیغام کے ساتھ اپنے ایلچی کو بھیجا۔

سفیر تونس کی آمد

یہ شاہی قاصد ۷۹۲ ہجری میں ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں مصر پہنچا۔ سلطان اس سے بڑے تپاک کے ساتھ پیش آیا اور جب وہ ساحل بولاق کے قریب سمندر سے اترا تو سلطان کا استاذدار محمود (وزیر مالیات) اس کے استقبال کے لیے پہنچا اور شاہی اصطبل کے سامنے رمیلہ کے مقام پر طشتمر کے گھر پر اس کے قیام کا بندوبست کیا اور اس کی مہمان داری میں جس قدر رقم خرچ کی گئی وہ اس جیسے کے ہم پلہ اس سے پہلے صرف نہیں کی گئی تھی۔ اس قاصد نے سلطان سے حج پر جانے کی درخواست کی تو سلطان نے اسے حج کرایا۔ شاہ تونس کو منقش ریشم اور حریری پوشاکیں اور ایسے ہتھیار بھیجے جو بے نظیر تھے۔ وہ قاصد ۷۹۳ ہجری میں ماہ ربیع الاول کے آخر میں اپنے وطن واپس چلا گیا۔

منطاش کے ساتھ آخری معرکہ

منطاش عرب قبائل سے الگ ہو کر ترکمانوں کے علاقے میں آوارہ پھرتا رہا۔ پھر اس نے ۷۹۳ ہجری کے وسط میں دمشق کا قصد کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے یہ ارادہ ناصری کے اشارہ پر کیا تھا یوں وہ اسے دھوکا دے کر گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ منطاش مرعش سے حلب کے علاقہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس کی آمد کی خبر حماۃ پہنچی تو وہاں کا نائب حاکم طرابلس کی طرف بھاگ گیا۔ لہٰذا منطاش حماۃ میں جنگ کے بغیر داخل ہو گیا اور پناہ دینے کا اعلان کرایا۔ پھر وہاں سے اسی طرح حمص پہنچا پھر بعلبک آیا۔ وہاں کا نائب حاکم دمشق بھاگ گیا۔ لہٰذا دمشق کا نائب حاکم فوج لے کر اس کا مقابلہ کرنے کے لیے دمشق سے نکلا۔ اس نے زیدانی کا راستہ اختیار کیا۔ منطاش راستہ بدل کر دمشق پہنچ گیا۔ احمد شکار ابن ابو بندمریہ بھی اس طرف پہنچا تو خوارزمیہ اور بندمریہ فوج نے بغاوت کر دی اور انہوں نے اس کے لیے شہر کے دروازے کھول دیے۔ چنانچہ جب وہ گھوڑوں کے اصطبلوں کے پاس سے گزرا تو اس نے وہاں سے تقریباً آٹھ سو گھوڑے اپنے لیے نکال لیے۔

دوسرے دن منطاش بھی اس کے پیچھے آیا۔ اس نے قصر ابلق میں قیام کیا۔ اس کے ساتھ جو امراء اور افسر تھے وہ ان گھروں میں جو محل کے چاروں طرف تھے مقیم ہوئے۔ نیز کچھ لوگوں نے جامع تنکز اور جامع یبغا میں بھی قیام کیا۔ اس نے لوگوں کا مال ضبط کرنا اور ان پر ٹیکس عائد کرنا شروع کیا اور اس مقصد کے لیے سارا دن صرف کیا اتنے میں ناصری فوجیں لے کر وہاں پہنچ گیا اور شام تک کئی مرتبہ

فریقین میں جنگ ہوئی اور دوسرے دن بھی جنگ جاری رہی حتیٰ کہ رجب اور شعبان کے پورے مہینوں میں لگاتار جنگ ہوئی اور فریقین میں سے ہر ایک اپنے محاذ پر ڈٹا رہا۔

فوجی تیاریاں

جب سلطان کو یہ اطلاع پہنچی تو اسے ناصری سے بدگمانی ہوئی اور اس نے ناصری کو منطاش کی جنگ میں سستی کرنے کا ملزم قرار دیا اور خود منطاش سے مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔ لہٰذا اس نے ۱۰ ماہ شعبان کو اس مقصد کے لیے فوجی بھرتی کا اعلان کرایا۔ اس نے ان مخالف امراء کو قتل کرایا جو قید میں تھے اور ست قسم کے امراء کو اسکندریہ اور دمیاط کی طرف بھیج دیا اور فوج لے کر خود ماہ شعبان کی بیس تاریخ کو جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ اس نے زیدانیہ کے مقام پر قیام کیا تاکہ فوجوں کی تمام خامیوں کو دور کیا جاسکے۔

سلطان نے قاہرہ میں اتابک کمشیقا حموی کو جانشین مقرر کیا اور اسے اصطبل کے قریب ٹھہرایا اور اسے اختیار دیا کہ وہ جس کو جس عہدہ پر چاہے مقرر کرے اور جسے چاہے معزول کردے۔ اس نے قاہرہ میں اتابک کی مدد کے لیے اس کے ماتحت امراء کی ایک جماعت بھی مقرر کی۔ اس نے نائب سوددن کو قلعہ میں ٹھہرایا اور وہاں نو عمر غلاموں میں سے چھ سو افراد کو متعین کیا۔

ناصری کو شکست

سلطان اپنے ساتھ چاروں فقہی مسلک کے قاضی اور مفتی بھی لے گیا تھا۔ اس نے کیم رمضان المبارک کو شام کے ارادہ سے کوچ کیا۔ چنانچہ اس ماہ کی چوتھی تاریخ کو منطاش کو جب یہ اطلاع ملی کہ سلطان نے مصر سے فوج کشی کی ہے تو وہ دمشق سے امیر آل مراد عنقاء کو کو لے کر بھاگ گیا جو منطاش کی امداد کے لیے آیا تھا۔ اس کے بعد فریقین میں مقابلہ ہوا جس میں ناصری کو شکست ہوئی اور شام کے امراء میں سے تقریباً" پندرہ افراد مارے گئے جن میں ابراہیم بن منجک بھی شامل تھا۔

دوسرے دن ناصری منطاش کے تعاقب کے لیے نکلا۔ اسے بتایا گیا تھا کہ علاقہ کے کسان دمشق کے گرد و نواح میں اس کا محاصرہ کررہے ہیں۔ منطاش ناصری سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوا مگر اس کا اتابک (بڑا افسر) یماز تمر فوج کا بیشتر حصہ لے کر ناصری کے لشکر سے جاکر مل گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ منطاش کو راہ فرار اختیار کرنا پڑی۔

اب ناصری دمشق لوٹ آیا۔ اس نے یماز تمر کی تعظیم و تکریم کی اور اسے ترقی دلانے کے اچھے وعدے کیے۔ اتنے میں اسے یہ خبر ملی کہ سلطان شام کی سرحد میں داخل ہوگیا ہے لہٰذا ناصری اس کا استقبال کرنے کے لیے روانہ ہوا اور قانون کے مطابق اس سے ملاقات کی۔ سلطان نے اس کی بہت عزت افزائی کی اور جب وہ سواری سے اترا تو خود بھی پاپیادہ ہوگیا اور بغل گیر ہونے کے بعد اسے پاس بٹھایا۔ پھر اسے دمشق کی طرف لوٹا دیا۔

سلطان کی دمشق میں آمد

اس کے بعد سلطان اپنی فوجوں کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا تاآنکہ سلطان بھی دمشق پہنچ گیا۔ اب ناصری دوبارہ اس کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ سلطان بتاریخ ۱۲ رمضان المبارک موجودہ سال قلعہ دمشق میں اس حال میں داخل ہوا کہ امرائے لشکر اس کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے مگر ناصری سواری پر تھا اور اپنے سر پر رسوم و رواج کے مطابق روئی اٹھائے ہوئے تھا۔

امراء کی معذرت

یعبر نے حماۃ کے نائب حاکم کے خط کے ہمراہ اپنے گزشتہ افعال پر معذرت کی اور کہا کہ اس نے منطاش کے معاملہ میں ناصری پر جو الزام لگایا تھا اس سے اس کا مقصد فتنہ و فساد کا انسداد تھا۔ اس نے سلطان سے پناہ طلب کی اور اس بات کی ضمانت دی کہ منطاش جہاں کہیں ہوگا وہ اسے وہاں سے پکڑ کر حاضر کردے گا۔

سلطان نے اسے پناہ دی اور اسے لکھا کہ وہ اپنے وعدے پر عمل کرے چنانچہ عید الفطر گزارنے کے بعد وہ ۷ شوال کو منطاش کی تلاش میں حلب کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں سولی بن ولقار امیر ترکمان کا ایلچی ملا جو اس کی طرف سے تحائف لے کر آیا تھا اور اس نے سیس کے واقعہ پر معذرت پیش کی۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ اسے حلب کے نائب حاکم کے حوالے کردے گا۔ سلطان نے یہ تحائف قبول کر لیے اور اسے پناہ دے کر اس کے ساتھ احسان کرنے کا وعدہ کیا۔

بعد ازاں عرب قبائل آل مھنا اور آل عیسیٰ کے امراء کے وفود آئے۔ انھوں نے اطاعت کا اظہار کیا اور وعدہ کیا کہ وہ منطاش اور یعبر کے خلاف سلطان کے ساتھ تعاون کریں گے۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ وہ دونوں شام کی سرحد پر رحبہ کے مقام پر مقیم ہیں۔ لہٰذا سلطان نے اس وفد کی عزت افزائی کی اور ان کی اطاعت قبول کی۔

منطاش کی گرفتاری کی اطلاع

پھر وہ حلب کی طرف روانہ ہوا اور اس کے قلعہ میں مقیم ہوا۔ سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ منطاش یعبر سے الگ ہوگیا ہے اور ماردین کے علاقے سے گزررہا تھا کہ وہاں کی فوجوں نے اس پر حملہ کیا اور اس کے ساتھیوں کی جماعت کو گرفتار کرلیا ہے مگر وہ بھاگ کر امیر ترکمان سالم رودکاری کے پاس پہنچ گیا ہے چنانچہ اس نے اسے گرفتار کرلیا ہے اور اس کے بارے میں سلطان کو پیغام بھیجا ہے۔

لہٰذا سلطان نے حلب کے نائب حاکم قراد مرداش کو فوج دے کر سالم رودکاری کے پاس بھیجا تاکہ وہ منطاش کو حاضر کرے اور اس کے پیچھے ناصری کو بھی بھیجا۔

اس نے اتابک کو ماردین کی طرف بھیجا تاکہ وہ منطاش کے ساتھیوں کو لے کر آئے۔ اینال راس العین کی طرف پہنچ گیا تھا۔ بہر حال ماردین کے حاکم کے ساتھی آئے اور انھوں نے منطاش کے ساتھیوں کو اس کے حوالے کردیا۔ ماردین کے حاکم نے تحریر کیا تھا کہ وہ سلطان کے مقاصد کی تکمیل کررہا ہے اور اس کے دشمن کی گھات میں ہے۔

ناکام مہم

اتنے میں قراد مرداش بھی سالم رودکاری کے پاس پہنچ گیا اور منطاش کو حاصل کرنے کے لیے وہ اس کے پاس چار دن مقیم رہا مگر وہ ٹال مٹول کرتا رہا۔ لہٰذا قراد مرداش نے اس پر حملہ کر کے اس کے قبائل کو لوٹ لیا اور اس کی قوم کا قتل عام کیا مگر سالم رودکاری اور منطاش سنجار کی طرف بھاگ گئے۔

اس کے بعد ناصری بھی وہاں آپہنچا۔ اس نے دمرداش کو اس فعل پر ملامت کی اور ان دونوں میں جھگڑا ہونے لگا۔ یہاں تک کہ ناصری مارنے کے لیے تیار ہوگیا لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور سب فوجیں سلطان کے پاس لوٹ آئیں۔

اس کے بعد سالم رودکاری نے منطاش کے بارے میں معذرت نامہ بھیجا کہ ناصری نے اسے لکھا تھا کہ وہ منطاش کو بحفاظت رکھے کیونکہ اس میں ترکوں کا نقصان ہے۔

ناصری کے قتل کا حکم

اس اطلاع کے بعد سلطان قلعہ میں بہت دیر تک بیٹھا رہا۔ یہ واقعہ ۶ ذوالحجہ اسی سال کا ہے۔ اس نے ناصری کو بلوا کر اسے ڈانٹا۔ پھر اسے اور اس کے بھتیجے کشلی اور ابن نوبہ (فوجی افسر) شیخ حسن اور علی احمد بن المہدار کو جس نے قلعہ حلب پر قبضہ کر لیا تھا گرفتار کرلیا اور ناصری اور کشتمر اشرفی کو جو ماردین سے ان کے ساتھ آیا تھا قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس نے اس کے بجائے یکاذوادار کو دمشق کا نائب حاکم مقرر کیا اور اس کی جاگیریں قراد مرداش کو دیں اور اسے حکم دیا کہ وہ مصر چلا جائے۔ اس کے بجائے حلب کا حاکم جلبان کو مقرر کیا گیا جو اس سے پہلے راس نوبہ (غلام فوج) کا فوجی افسر تھا۔

نئے عہدیداروں کا تقرر

سلطان نے بکا کے بجائے ابویزید کو دوادار (پیشکار سلطانی) مقرر کیا۔ یوں اس کی خدمات کا صلہ دیا جو اس نے ناصری کے عہد حکومت میں سفیر بن کر انجام دی تھیں اور اس کی شکایت کی وجہ سے وہ ابویزید کے ساتھیوں کے پاس چھپ گیا تھا جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔

پھر سلطان حلب سے کوچ کر کے ماہ ذوالحجہ کی پندرھویں تاریخ کو دمشق پہنچا اور وہاں رہ کر مفسد امراء کو قتل کرایا جن کی تعداد پچیس تک پہنچتی ہے۔ اس نے عرب قبائل پر محمد بن مھنّا کو مقرر کیا اور یعبر کی جاگیریں ترکمانوں کی ایک جماعت کو دے کر مصر لوٹ گیا۔

مصر واپسی اور جشن

اتابک کمشیقا نائب سودون اور حاجب سکیس سلطان سے ملے اس کے بعد ۷۹۴ ہجری میں سلطان فوجوں کے ساتھ نہایت شاندار طریقے سے قلعہ میں داخل ہوا اور اس دن جشن منایا گیا۔

سلطان کی آمد کے دسویں دن دمشق کے نائب حاکم بکا کی وفات کی خبر ملی تو سلطان نے اس کے بجائے سودون طرنطائی کو نائب حاکم مقرر کیا۔ پھر ماہ صفر کی پندرھویں تاریخ کو قراد مرداش احمدی کو گرفتار کرلیا گیا اور وہ قید خانے ہی میں ہلاک ہوگیا۔

بغاوت

سلطان نے طنبقا المعلم اور قروم حبشی کو بھی گرفتار کرلیا۔ اسی سال ماہ صفر کے آخر میں جب یہ اطلاع موصول ہوئی کہ بکا ہلاک ہوگیا ہے تو اس کے ساتھی بہت پریشان ہوئے۔ چنانچہ ان میں سے کچھ افراد بھاگ گئے۔ اس موقع پر غلاموں کی ایک جماعت نے ا۔بنقا دوادار اور بذلار کی سرکردگی میں قلعۂ دمشق پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کرلیا اور قید خانے کے اندر نقب لگا کر ناصری اور منطاش کے تقریباً ایک سو حامیوں کو نکال لیا۔

لہٰذا اس کے مقابلے کے لیے شاہی فوج بھیجی گئی اور انہوں نے تین دن تک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ پھر قلعہ کے پھاٹک پر حملہ کر کے اسے جلادیا اور شاہی فوج قلعہ میں داخل ہوگئی' اس نے ان سب باغیوں کو گرفتار کر کے انھیں مار ڈالا۔ مگر ا۔بنقا دوادار اور بذلار پانچ افراد کو لے کر بھاگ نکلے یوں اس بغاوت کا قلع قمع ہوگیا۔

اسی سال ماہ شعبان کے آخر میں سودون طرنطائی کی وفات کی خبر آئی تو اس کے بجائے امیر مجلس کمشیقا اشرفی کو دمشق کا حاکم بنایا گیا اور کمشیقا کے عہدے پر امیر شیخ خاجکی کو مقرر کیا گیا۔

منطاش کی شکست

منطاش سالم رودکاری کے ساتھ سنجار بھاگ گیا تھا اور کئی دنوں تک اس کے ساتھ مقیم رہا۔ پھر اسے بھی چھوڑ کر یعبر کے پاس چلا گیا اور اس کے عرب قبائل کے ساتھ رہنے لگا۔ اس اثناء میں وہاں کے قبیلے کے ایک شخص نے اسے اپنی بیٹی کا رشتہ پیش کیا اور اس نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا اور ان کے ساتھ رہنے لگا۔

..................پھر ۷۹۴ ہجری یکم رمضان کو وہاں سے روانہ ہوا اور دریائے فرات عبور کر کے حلب کے علاقے میں آپہنچا۔ وہاں سرکاری فوجوں کے ساتھ اس کا مقابلہ ہوا جس میں اسے شکست ہوئی اور اس کے حامیوں کی ایک جماعت گرفتار ہوئی۔

آئے دن کے واقعات کی وجہ سے یعبر بغاوت اور نافرمانی کے اثرات سے تنگ آگیا اور اس کے قبائل بھی غلہ اور خوراک کی کمی کی وجہ سے پریشان ہوگئے۔ لہٰذا اس نے اپنے حاجب دربان کو پناہ حاصل کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے منطاش کو گرفتار کرنے کا وعدہ بھی کیا بشرطیکہ اسے چار شہر جاگیر میں دیے جائیں جن میں معرہ کا شہر بھی شامل ہو۔

ابویزید دوادر نے سلطان کی طرف سے ان شرائط کو منظور کرنے کی تحریر لکھ بھیجی پھر ۷۹۵ ہجری میں محمد نامی ایک شخص نے یہ اطلاع دی کہ منطاش سلمیہ میں اپنے قبائل کے ساتھ مقیم تھا اور اس کے ساتھ ترکمان بھی ہیں جو شیزر کے مقام پر مقیم ہیں۔

باغیوں کو شکست

لہٰذا سرکاری فوجیں فوراً وہاں پہنچیں اور انھوں نے باغیوں کو شکست دے دی۔ وہاں ایک شاہی سوار نے تلوار سے حملہ کر کے منطاش کو اوندھا گرا دیا اور اسے زخمی کر دیا تھا۔ میدان جنگ میں وہ منطاش کو شناخت نہیں کر سکا کیونکہ تنگ دستی اور مفلسی کی وجہ سے اس کی شکل کافی بگڑ گئی تھی لہٰذا ابن یعبر اسے اپنے گھوڑے کے پیچھے بٹھا کر فرار ہو گیا مگر ان کے حامیوں کی ایک بڑی جماعت ماری گئی جن میں ابن بردعان اور ابن انیال بھی شامل تھے چنانچہ ان دونوں کے سر کاٹ کر دمشق لائے گئے۔

اب سلطان نے امرائے شام کو حکم دیا کہ وہ فوج کشی کر کے اسے اپنے علاقوں سے نکال دیں تاکہ یہ علاقے محفوظ رہیں اور عوام اپنے کھیتوں سے غلہ اٹھا سکیں۔

پھر یعبر اور منطاش نے اسی سال کے یکم جمادی الاخر کو سلمیہ کی طرف فوج کشی کی۔ حلب اور حماۃ کے نائب حکام نے ان کا مقابلہ کیا۔ مگر انھوں نے شکست کھائی' حماۃ کا شہر لوٹ لیا گیا' حلب کے حاکم نے محاذ تبدیل کر کے یعبر کے قبائل کی بستیوں کا رخ کیا اور ان پر حملہ کر کے انھیں لوٹ لیا۔ ان کے مویشیوں کو ہنکا کر لے آئے اور باقی ماندہ حصہ کو نذرِ آتش کر دیا اس کے بعد سرکاری فوجیں ان کی واپسی تک گھات میں لگی رہیں اور دشمن کے واپس آنے کا انتظار کرتی رہیں۔ جب شہر حماۃ میں دشمن کو یہ اطلاع ملی تو وہ تیز رفتاری کے ساتھ اپنے قبائل کی طرف واپس آئے۔ اس وقت گھات میں لگی ہوئی خفیہ فوج نے ان پر حملہ کیا اور ان کا قتل عام کیا۔ یوں فریقین میں سے عرب امراء اور غلاموں کی بہت بڑی تعداد ہلاک ہوئی۔

یعبر کا سلطان کا مطیع ہونا

ماہ شعبان المعظم میں عرب قبائل کا ایک سردار عامر بن طاہر بن جبار سلطان کے پاس آیا اور اس نے اطاعت قبول کی اور اپنے چچا (یعبر) کی مخالفت کا اعلان کیا۔ ذکوان میں یعبر بھی سلطان کا مطیع و فرماں بردار ہوا۔ انھوں نے وعدہ کیا کہ اگر ان سے مطالبہ کیا جائے تو وہ منطاش کو پکڑ سکتے ہیں۔

سلطان نے اس عرب سردار کا خیر مقدم کیا اور اسے توقعات سے زیادہ زیر بار کیا۔ اسے اپنی منظوری اور اختیارات دے کر بنو یعبر کے پاس بھیجا۔ چنانچہ جب ان کا چچا زاد بھائی عامر بن طاہر سلطان کی طرف سے یہ مراعات لے کر وہاں پہنچا تو انھوں نے آل مہنّا کے تمام قبائل سے گفتگو و شنید کی اور انھیں سلطان کی طرف سے ملنے والی امداد کی بابت بتایا اور اس بات سے بھی آگاہ کیا کہ مخالفت اور نافرمانی کے نتیجے میں وہ کس قدر پریشان اور تنگ دستی میں مبتلا ہیں۔ ان سب نے یعبر کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ وہ دو باتوں میں سے ایک کو منظور کرے یا تو وہ منطاش کو اپنے پاس رکھے یا انھیں اجازت دے کہ وہ سلطان کی اطاعت قبول کر لیں اور پھر وہاں جہاں چاہے چلا جائے۔

منطاش کا قتل

یعبر یہ باتیں سن کر بہت گھبرایا' وہ اپنے قبائل کی مخالفت نہ کر سکا اس نے انھیں اجازت دے دی کہ وہ منطاش کو گرفتار کر کے اسے سلطان کے حکام کے حوالے کر دیں۔ چنانچہ انھوں نے اسے گرفتار کر کے حلب کے نائب حاکم کے حوالے کر دیا۔ یعبر کے بیٹوں نے سلطان کی طرف سے اپنے معاہدے اور اپنے باپ کے لئے نائب حاکم سے حلف نامہ حاصل کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے افسروں کو بھیجا۔ چنانچہ انھوں نے منطاش کو گرفتار کر لیا اور اسے حلب لے آئے۔ یہاں لانے پر انھوں نے ایک بڑے جشن کا اہتمام کیا اور اسے قلعہ میں قید کر دیا۔ اس کے بعد سلطان نے قاہرہ سے ایک امیر کو بھیجا۔

جس قید خانے میں داخل ہو کر اسے قتل کیا اور اس کا سر کاٹ کر شام کے تمام علاقے میں اس کا گشت کرایا۔ پھر ۱۱ رمضان المبارک ۷۹۵ھ کو وہ سر قاہرہ لے کر آیا پہلے اسے شاہی قلعہ پر لٹکایا گیا پھر اس کا قاہرہ اور مصر کے علاقوں میں گشت کرایا گیا۔ بعد میں اسے باب زویلہ پر لٹکایا گیا۔ پھر اسے اس کے اہل و عیال کے حوالے کر دیا گیا۔ انھوں نے اسے اس سال کی رمضان المبارک کی آخری تاریخ میں دفن کر دیا۔

مکّہ معظمہ کے واقعات

جب حاکم مکہ محمد بن احمد بن عجلان مارا گیا تو سلطان مصر نے عنان بن مقابس کو حج کے زمانے میں ۷۸۸ھ میں مکہ معظمہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اس وقت کبیش بن عجلان نے اس کی مخالفت کی تھی اور مکہ معظمہ کا محاصرہ کرلیا تھا مگر ۷۸۹ھ میں میدان جنگ میں مارا گیا۔ تاہم نہ عنان انتظام حکومت سنبھال سکا اور نہ اپنے چچا' بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں پر غالب آسکا۔ ان مخالفوں نے مکہ معظمہ کے مجاوروں زائرین کے مال و دولت پر ہاتھ صاف کیا۔ اور وہ غلہ بھی لوٹ لیا جو مصر سے سلطان امرا اور تجار کے لئے کشتیوں میں جدہ لایا جارہا تھا۔ انھوں نے یمن کے تاجروں کو بھی لوٹ لیا۔ یوں مکہ معظمہ اور وہاں کے گردو نواح کے حالات ابتر ہوتے گئے۔ لٰہذا وہاں کے عوام نے سلطان سے مطالبہ کیا کہ وہ بنو عجلان کو مکہ معظمہ کا حاکم مقرر کرے۔

علی کا تقرر

لٰہذا ۷۸۹ھ میں جب سلطان کے پاس آیا۔بنو عجلان میں سے ایک نو عمر لڑکا علی تو سلطان نے اس کو مکہ معظمہ کا امیر مقرر کیا اور اسے امیرالحاج کے ساتھ اس ہدایت کے ساتھ بھیجا کہ وہ پھر امراء کے درمیان صلح کرائے۔

جب وہ امیر مکہ معظمہ پہنچا تو اس زمانے میں قرقماش وہاں موجود تھا۔ اشرافِ مکہ اس سے خوف زدہ ہوئے اور عنان بھی پریشان ہوا۔ تاہم وہ اس سے ملاقات کے لئے روانہ ہوا۔ اشراف مکہ بھی پیچھے پیچھے آئے اور انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ علی بن عجلان اور اس کے فوجی افسروں اور غلاموں کی جماعت کی مخالفت کی جائے۔

عنان بن مقاسں ۷۹۰ھ کو سلطان کے پاس پہنچا تو سلطان نے اسے گرفتار کرکے قید کرلیا اور وہ اس وقت تک نظر بند رہا جب تک کہ وہ ماہ صفر ۷۹۲ھ میں قلعہ بغاوت کے موقع پر بکا کے ساتھ نہیں نکلا۔ اس وقت اسے سلطان کا حال معلوم کرنے کے لئے اس کے بھائی ابنقا کے ساتھ بھیجا گیا۔

دو عملی حکومت

بکا کی کوششوں سے سلطان نے دوبارہ حکومت حاصل کی۔ چونکہ دونوں ہم صحبت رہے تھے اس لئے سلطان نے بھی اس کی مدد کی۔ سلطان نے عنان کو علی بن عجلان کے ساتھ حکومت میں شریک کیا لٰہذا یہ دونوں دو سال تک اسی طرح حکومت کرتے رہے مگر ان دونوں کا نظم و نسق خراب رہا چونکہ اشراف مکہ عنان کے حامی تھے اور وہ کمزور تھا جبکہ علی بن عجلان فوجی افسروں کی حمایت میں تھا۔ اس قسم کے اختلافات کی وجہ سے اہلِ مکہ نہایت خوف اور پریشانی کی زندگی گزار رہے تھے۔

علی کی خودمختاری

۷۹۴ھ میں سلطان مصر نے انھیں اپنے پاس بلوایا اور اسی سال یکم شعبان کو وہ وہاں پہنچے۔ سلطان نے ان دونوں کی بہت عزت کی اور ان دونوں کا منصب بلند رکھاتاہم علی کی نشست باقی افراد سے بلند تر تھی۔ عیدالفطر کے بعد سلطان نے علی بن عجلان کو مستقل اور خود مختار حاکم مقرر کیا اور اسے انواع واقسام کے کپڑے' گھوڑے' غلام اور غلے انعام میں دیے اور ان کے لیے بہت سا زاد راہ اور چارہ بھی مہیا کیا۔ مگر ایک مہینہ کے بعد اس کا ارادہ تبدیل ہوگیا۔ اس وقت تمام سواریاں تیار تھیں تاکہ وہ مکہ معظمہ بھاگ جائے مگر اسے گرفتار کرکے قلعہ میں قید کردیا گیا۔

بد نظمی

پھر علی بن عجلان مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا اور اس نے اشراف مکہ کو گرفتار کرلیا تاکہ اس کی حکومت کا انتظام درست رہے مگر

کچھ عرصہ کے بعد ان کے قریب میں آکر اس نے انھیں رہا کردیا اور وہ وہاں سے بھاگ گئے اور پھر کبھی اس کی اطاعت قبول نہیں کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا انتظام سلطنت خراب ہوتا گیا اور علاقے میں بد نظمی قائم رہی اور ابن خلدون کے آخری زمانے تک یہی حالت رہی۔

تاتاریوں کے حالات

تاتاری بھی ترک اقوام میں سے ہیں۔ یہ مشرقی ممالک پر چین کی سرحد سے لے کر ماوراء النہر کے ممالک تک مسلّط و قابض تھے۔ انھوں نے خوارزم خراسان کے دونوں حصوں سجستان اور کرمان کے جنوبی علاقے تک قبضہ کرلیا تھا۔ شمال میں ان کی حکومت قفجاق اور بلغار کے علاقوں تک پہنچ چکی تھی۔ بعد میں انھوں نے عراق' عجم' ایران' آذر بائیجان' عراق' عرب الجزیرہ اور بلاد روم پر بھی قبضہ کرلیا اور دریائے فرات کی حدود تک پہنچ گئے اور گاہے بگاہے شام کے علاقوں پر بھی ہاتھ صاف کرتے رہے۔

تقسیم سلطنت

ان تاتاریوں میں سب سے پہلے ان کا بادشاہ چنگیز خان اپنی سلطنت کی توسیع کے لیے نکلا اس کی فتوحات کا آغاز ۶۱۰ ہجری سے ہوا۔ پھر تاتاری مذکورہ بالا ممالک کے خود مختار حاکم ہوگئے' چنگیز خان کی وفات کے بعد تاتاری سلطنت اس کے فرزندوں میں تقسیم ہوگئی۔ چنانچہ دوشی خان کے فرزندوں کے حصے میں قفجاق اور شمال کا پورا علاقہ آیا اور ہلاکو خان بن تولی خان کے فرزندوں کے پاس خراسان' عراق' فارس' آذر بائیجان الجزیرہ اور روم کا علاقہ آیا اور چغتائی خاندان کو خوارزم اور اس سے متعلقہ علاقہ ملا۔

یہ تینوں تاتاری سلطنتیں ایک سو اسی سال تک برقرار رہیں۔ ان میں سے ہلاکو کے خاندان کی سلطنت کا ۷۴۰ ہجری میں خاتمہ ہوگیا۔ جب اس خاندان کا آخری بادشاہ ابوسعید جو لا ولد تھا فوت ہوگیا تو اس کی سلطنت اس کے ارکانِ دولت کے درمیان تقسیم ہوگئی اور خراسان' اصفہان' فارس' عراق' آذر بائیجان' توریز اور بلادروم کی خود مختار اور جداگانہ سلطنتیں قائم ہوگئیں۔ چنانچہ خراسان پر شیخ ولی کی حکومت تھی۔ اصفہان' فارس اور سجستان پر مظفرازدی اور اس کے بیٹے حکمران رہے۔ خوارزم اور ترکستان کے علاقوں پر چغتائی خاندان کا تسلط ہوگیا اور بلادِ روم ارشا کے بیٹوں کے قبضے میں چلا گیا جو مرداش بن جوبان کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا۔

بغداد آذر بائیجان اور الجزیرہ کے حاکم شیخ حسن بن حسین بن ا بنغابن ایکان اور اس کے فرزند رہے۔ ایکا بن ارغو بن ابغا بن ہلاکو کا نبیرہ تھا۔ یوں خاندان اور نسب کے لحاظ سے وہ مغلوں کے اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

سلطان تیمور کا ظہور

تاتاریوں کی یہ تقسیم شدہ سلطنتیں کچھ عرصے تک قائم رہیں آخر کار ان کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ بغداد میں موجودہ عہد میں شیخ حسن کا پوتا احمد بن اویس حکمران تھا کہ اتنے میں یہ خبر آئی کہ ماوراء النہر کے علاقہ ترکستان وبخارا میں ایک زبردست اور طاقتور حاکم نمودار ہوا ہے جس کا نام تمر (تیمور) تھا اس کے پاس مغل اور تاتاریوں کا ایک لشکر جرار تھا۔ یہ بادشاہ اور اس کی قوم چغتائی خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ آیا یہ لوگ چنگیز خان کے فرزند چغتائی کی نسل سے تھے یا یہ چغتائی کوئی اور شخص تھا جس کا مغلوں کی کسی دوسری قوم سے تعلق تھا۔

قوم چغتائی کی تعداد

تاہم پہلی بات زیادہ درست ہے کیونکہ یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ چنگیز خان کے چغتائی خاندان کی سلطنت ماوراء النہر کے علاقے میں قائم تھی۔ اس سلسلے میں یہ اعتراض کیا جاتا تھا کہ تمر (تیمور) بادشاہ کے ہمراہ چغتائی خاندان کا کثیر لشکر جرار تھا اور اس مختصر مدت میں اس خاندان

کی اس قدر کثیر تعداد نہیں ہوسکتی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چغتائی کے زمانے سے لے کر اس وقت تک کی مدت دو سو سال بنتی ہے۔ کیونکہ چغتائی اپنے والد چنگیز خان کی فتوحات کے زمانے میں چالیس سال کا تھا۔ لہٰذا اسی مدت میں پانچ نسلیں تیار ہوسکتی ہیں کیونکہ ہر نسل چالیس سال کی ہوتی ہے اور چالیس سال کے عرصے میں ہر مرد کے دس فرزند کم از کم ہوسکتے ہیں۔ اس طرح پانچ مرتبہ ضرب دینے سے دو سو سال کے عرصے میں ایک لاکھ افراد ہوجاتے ہیں۔

علاوہ ازیں اگر فی کس ۹ فرزند فرض کریں تو پانچ نسلوں کے بعد یہ تعداد ستر ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ اگر یہ اوسط گھٹا کر فی کس آٹھ کر دی جائے تو یہ تعداد بتیس ہزار تک پہنچتی ہے۔ اور اگر پھر گھٹا کر فی کس سات کردی جائے تو اس صورت میں بھی یہ تعداد سولہ ہزار ہوتی ہے۔ تاہم فی کس سات بچوں کی تعداد بدوانہ معاشرہ میں سب سے کم تعداد ہوتی ہے۔ بہر حال سولہ ہزار کی فوج بھی دوسری قوموں پر حکومت کرنے کے لیے بہت کافی ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ فوجی تعداد آخری حد ہوتی ہے۔

سلطان تیمور کی فتوحات

بہر حال سلطان تمر (تیمور) ماوراء النہر کے علاقے سے خراسان پہنچ گیا اور ۷۸۴ ہجری میں کئی جنگوں کے بعد اس نے حاکم شیخ ولی سے یہ علاقہ چھین لیا۔ شیخ ولی توریز کی طرف بھاگ گیا تھا لہٰذا سلطان تمر نے ۷۸۷ ہجری میں توریز پر فوج کشی کی اور توریز و آذر بائیجان کو فتح کرکے انھیں ویران کردیا۔ ان جنگوں میں شیخ ولی مارا گیا۔ اس کے بعد وہ شہر اصفہان کے پاس گزرا تو وہاں کے باشندوں نے اطاعت قبول کرلی۔

توریز کی جنگ کے بعد وہ بغداد کے علاقے میں پہنچا تو لوگ اس کے مقابلے سے گریز کرتے رہے۔ اس کے بعد آذر بائیجان کے علاقے میں اس کی فوجوں کا الجزیرہ اور موصل کی ترک فوجوں سے مقابلہ ہوا۔ ان کے ساتھ اس کی برابر جنگ رہی۔ اس کے بعد وہ اصفہان کی طرف پیچھے ہٹ گیا۔ اتنے میں اسے یہ خبر موصول ہوئی کہ اس کے ایک ہم قوم شخص قمرالدین تلمش نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس نے دوشی بن چنگیز خان کے خاندان کے شمالی علاقے پر قبضہ کرنے کے علاوہ سرائے کے پایۂ تخت پر بھی قبضہ کرلیا ہے اور اسے فوج اور مال و دولت کی امداد بھی دی گئی ہے۔

یہ خبر سن کر تیمور اپنے پایۂ تخت کی طرف لوٹ گیا۔ پھر ۷۹۵ ہجری تک اس کے بارے میں کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ اس کے بعد یہ اطلاع آئی کہ وہ باغی قمرالدین پر غالب آگیا ہے اور اس فتنہ وفساد کا انسداد کردیا ہے۔ نیز سرائے کے پایۂ تخت کو بھی فتح کرلیا ہے۔

فتحِ ایران و بغداد

اس کے بعد سلطان تیمور نے اصفہان، عراق، عجم، فارس اور کرمان کا قصد کیا اور مظفر یزدی کے فرزندوں کے ساتھ کئی دفعہ جنگ کی۔ ان جنگوں میں ان کے سلاطین مارے گئے اور ان کا شیرازہ بکھر گیا۔ آخر کار یہ تمام علاقے اس کے زیر نگین آگئے۔

اس اثناء میں حاکم بغداد احمد بن اویس اس سے خط و کتابت کرتا رہا اور تحائف بھیج کر اس سے تعلقات قائم کرنے کی کوشش بھی کی مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا کیونکہ وہ خط و کتابت اور اظہار لطف وکرم کے ذریعے اسے فریب دیتا رہا تاآنکہ احمد بن اویس ہمت ہار گیا کیونکہ اس کی فوجیں منتشر ہوگئی تھیں۔ اس کے بعد تیمور تیز رفتاری کے ساتھ دریائے دجلہ تک پہنچ گیا۔ جب احمد بن اویس کو اس خطرہ کی اطلاع ہوئی تو وہ راتوں رات حلہ کے مقام پر دریا کے پل تک پہنچا اور اسے توڑ دیا۔ مگر سلطان تیمور اور اس کی فوجیں ۱۱ شوال ۷۹۵ ہجری کو اس مقام پر پہنچ گئیں اور انھوں نے دریائے دجلہ کو تیر کر عبور کیا اور پھر بغداد میں داخل ہوکر اس پر قابض ہوگئیں۔

حاکم بغداد کا فرار

احمد بغداد سے بھاگ گیا تھا لہٰذا تاتاری فوجیں احمد بن اویس کے تعاقب میں بھیجی گئیں۔ انھوں نے ٹوٹے ہوئے پل کے مقام پر دریا میں گھس کر اسے پار کیا اور احمد کو مزار حضرت علی ﷺ (نجف اشرف) پر جاپکڑا۔ اس نے بھی پلٹ کر اپنی فوجوں کے ساتھ مقابلہ کیا اور

جو فوجی تاتاری افسر اس کے تعاقب میں بھیجا گیا تھا وہ اس جنگ میں مارا گیا۔ احمد بچ نکلا اور شام کی سرحد پر رحبہ کے مقام کی طرف بھاگ گیا۔ تاہم تاتاری فوج نے اس کے تمام سازوسامان سواری کے جانور اور مال و دولت پر قبضہ کرلیا اور انھیں لوٹ کر واپس آگئے۔

بغداد کی دوبارہ تباہی

احمد بن اویس نے رحبہ کے مقام پر قیام کیا اور وہاں سے سلطان مصر کے نائب حاکم کو اپنے حالات سے مطلع کیا تو اس نے اپنے خاص افراد کے ذریعے اس کے لیے توشۂ راہ اور ضروری سازو سامان بھیجا جنھیں لے کر وہ ماہ ذوالقعدہ کے آخر میں حلب پہنچا۔ وہاں آکر وہ اس قدر بیمار ہوا کہ مصر نہ جاسکا مگر اسے یہ اطلاعات موصول ہوتی رہیں کہ سلطان تیمور نے اس کے علاقے میں بہت لوٹ مار مچار کھی ہے اور نہ صرف اس کے تمام ذخیروں پر قبضہ کرلیا ہے بلکہ تمام اہلِ بغداد کا مال و دولت بھی ضبط کرلیا ہے اور کسی کے پاس کوئی سازو سامان نہیں چھوڑا ہے یہاں تک کہ اب وہ سب محتاج ہو گئے ہیں اور فتنہ وفساد کی وجہ سے بغداد کے تمام محلے ویران ہوگئے ہیں۔

مصری فوجوں کی تیاری

۷۹۶ ہجری میں ماہ ربیع الاول کو احمد بن اویس سلطان مصر کے پاس فریادی بن کر پہنچا' اس نے اپنے ملک کو دوباہ حاصل کرنے اور دشمن سے انتقام لینے کے لیے اس سے امداد طلب کی۔ لہٰذا سلطان مصر نے اس کی فریاد رسی کی اور اعلان کیا کہ اس کی فوجیں شام کی طرف کوچ کرنے کے لیے تیار ہوجائیں۔

تکریت کی تباہی

اس اثناء میں سلطان تیمور نے بغداد پر قبضہ کرنے کے بعد تکریت کی طرف فوج کشی کی' وہاں اس نے مخالفوں سے جنگ کی اور راستے بند کرکے چالیس دن تک شہر کا محاصرہ کیا۔ آخرکار وہاں کے باشندے اس کے مطیع ہوگئے۔ اس نے جس کو چاہا قتل کیا' باقی افراد کو گرفتار کرکے شہر کو تباہ و برباد کردیا۔ پھر اس کی فوج دریابکر میں رہاتک پھیل گئی اور انھوں نے چند ثانیوں میں اس پر قبضہ کرلیا۔ اور اس کی دولت لوٹ لی چنانچہ یہاں کے باشندے شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔

سلطان مصر کی فوج کشی

جب یہ خبریں سلطان مصر تک پہنچیں تو وہ لشکر لے کر ایدامیہ کے مقام پر خیمہ زن ہوا جہاں اس نے اپنے لشکر کی تمام خامیوں کو دور کیا اور اپنے غلاموں کو بخشش سے مالا مال کیا اور ہر قسم کی فوجوں میں سے بھرتی مکمل کی۔ اس نے قاہرہ میں نائب السلطنت موودو کو اپنا جانشین بنایا اور صف بندی کرکے شام کی طرف کوچ کیا۔ سابق حاکم بغداد احمد بن اویس بھی اس کے ہمراہ تھا۔ سلطان نے اس کی ضروریات پوری کردی تھیں اور وہ اس کی فوج کے تمام اخراجات کا کفیل تھا۔

دمشق میں آمد

سلطان ماہ جمادی الاولی ۷۹۶ ہجری کے آخر میں دمشق پہنچا' اس نے حلب کے نائب حاکم جلبان کو ہدایت کی تھی کہ وہ دریائے فرات کی طرف فوج کشی کرے اور عرب و ترکمان فوج کو وہاں رہنے کے لیے جمع کرے تاکہ وہ دشمن کی گھات میں رہیں۔ چنانچہ جب سلطان دمشق پہنچا تو حاکم حلب جلبان اس کے پاس آیا اور اس نے اسے اپنی تمام کارگزاری بتائی اور دشمن کے بارے میں تمام معلومات فراہم کیں۔ پھر اس کے احکام کی تعمیل کرنے کے لیے واپس چلا گیا۔ اس کے بعد سلطان نے کمشیقا اتابک امیر سلاح تلکمش اور احمد بن بیسقا کی قیادت میں امدادی فوجیں بھیجیں۔

سلطان تیمور اس زمانے میں قلعہ ماردین کے محاصرہ میں مشغول تھا۔ وہ وہاں چند مہینے رہا۔ پھر اس نے وہاں کے علاقے پر قبضہ کرلیا اور اس کی فوجوں نے وہاں تباہی مچادی اور وہ لوٹ مار کرتے رہے مگر قلعہ کو فتح نہ کرسکے۔ لہٰذا تیمور نے وہاں سے کوچ کرکے بلاد روم کا

قصد کیا۔ وہ کردوں کے قلعوں قلاع الاکراد کے پاس سے بھی گزرا جہاں اس کی فوجوں نے لوٹ مار کی اور ان علاقوں کا صفایا کر دیا۔

آخری خبر

سلطان برقوق ماہ شعبان ۷۹۶ ہجری تک دمشق ہی میں مقیم تھا۔ وہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے بالکل تیار بیٹھا ہوا تھا بشرطیکہ وہ اس سمت کا قصد کرے۔

ترکی سلطنت (ممالیک مصر) کا یہ آخری حال ہے جو تحریر کیا گیا۔[1]

ا۔ ابن خلدون نے ممالیک مصر میں سے بحری خاندان میں سے صرف سلطان برقوق کا حال ۷۹۶ ھ تک تحریر کیا ہے اس کے بعد وہ نویں ہجری کے آغاز میں ۸۰۸ ھ میں فوت ہو گیا تھا۔ (مترجم)

باب ششم

یمن کی رسول شاہی سلطنت

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یمن بھی ایوبی سلطنت میں شامل تھا اور ان کی طرف سے یمن کے حکام مقرر ہو کر آئے تھے۔ مگر جب بنو مظفر میں سے شہنشاہ بن ایوب کا پوتا سلیمان بن سعد الدین شہنشاہ یمن کا حاکم مقرر ہوا تو وہ سلطان عادل کے عہد حکومت میں خود مختار ہوگیا اور بغاوت کا اعلان کردیا اس موقع پر سلطان عادل نے اپنے بیٹے امیر کامل کو جو مصر کا حاکم تھا' پیغام بھیجا کہ وہ اپنے بیٹے یوسف مسعود کو یمن بھیجے وہ صالح کا بھائی تھا اور اس کا ترکی میں لقب اطس یا اقسس تھا۔ مسعود نے سلیمان پر فتح پائی اور گرفتار کر کے اسے مصر بھیج دیا جہاں وہ فرنگیوں کے خلاف دمیاط کے جہاد میں شریک ہوا اور ۶۴۷ ہجری میں فوت ہوگیا۔

مسعود کی حکومت

سلطان عادل ۶۵۱ ہجری میں فوت ہوگیا تھا اس کے بعد اس کا بیٹا کامل بادشاہ مقرر ہوا۔ اس نے بھی یوسف مسعود کو یمن کی حکومت پر بحال رکھا۔ مسعود نے ۶۹۱ ہجری میں فریضۂ حج ادا کیا۔ حج کے زمانے میں مسعود نے خلیفہ کے جھنڈوں کو اپنے جھنڈوں سے پیچھے رکھا تھا اس کے حالات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

مسعود ۶۲۰ ہجری میں مکہ معظمہ اس وقت پہنچا جب کہ حسن بن قتادہ وہاں کا حاکم تھا۔ خاندان بنوالحسن کی ایک شاخ مطاعن سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ مسعود کے ساتھ آمادہ پیکار ہوا مگر مسعود نے اسے شکست دے کر مکہ معظمہ پر قبضہ کرلیا اور اپنی طرف سے وہاں ایک حاکم مقرر کر کے یمن لوٹ آیا۔

۶۲۶ ہجری میں وہ بیمار ہوا تو مکہ معظمہ چلا گیا اور یمن پر اپنے استاذدار (وزیر مال) علی بن رسول ترکمانی کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ مسعود چودہ سال حکومت کرنے کے بعد مکہ معظمہ میں فوت ہوگیا۔

اس کی وفات کی خبر اس کے والد کو اس وقت ملی جب کہ وہ دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے تھا' وفات کی خبر سنتے ہی ابن قتادہ جو سابق حاکم تھا مکہ معظمہ لوٹ آیا اور اس نے اپنی حکومت حاصل کرلی۔

علی بن رسول نے اس کے فرزند موسیٰ ابن المسعود کو یمن کا حاکم مقرر کیا۔ اس کا لقب اشرف مقرر ہوا۔ مسعود کا ایک اور بیٹا بھی تھا جس کا نام یوسف تھا مگر وہ فوت ہوگیا تھا' اس نے ایک فرزند چھوڑا تھا جس کا نام بھی موسی تھا جسے ترک امراء نے ایبک کے بعد حاکم مقرر کیا تھا مگر پھر اسے الگ کردیا تھا۔

رسول شاہی سلطنت کا آغاز

بہر حال علی بن رسول نے موسیٰ اشرف بن مسعود کو برائے نام حاکم مقرر کر کے خود مختاری حاصل کرلی تھی پھر اسے برخاست کر کے خود حاکم بن گیا تھا۔ مگر وہ مصر کے سلطان کامل کا داماد تھا اور اطاعت کے ثبوت میں اپنے دونوں بھائیوں کو یرغمال بنا کر بھیج دیا تھا۔

وہ ۶۲۹ ہجری میں فوت ہوگیا تو اس کے بعد اس کا فرزند منصور عمر بن علی بن رسول یمن کا حاکم ہوا' جب علی بن منصور ہلاک ہوا تو سلطان کامل نے اس کے فرزند عمر کو حاکم مقرر کیا۔ سلطان کامل نے ۶۳۵ ہجری میں وفات پائی تو ایوبی خاندان خانہ جنگی میں مبتلا ہوگیا۔ یمن

میں عمر بن علی کی سلطنت مستحکم ہوگئی' اس نے منصور کا لقب اختیار کیا اور وہ خراج دینا بند کر دیا جو وہ مصر بھیجا کرتا تھا۔ لہٰذا حاکم مصر عادل بن الکامل نے اس کے چچاؤں کو رہا کر دیا جنہیں اس کے والد نے اطاعت کے لیے یرغمال کے طور پر بھیجا تھا تاکہ وہ حکومت حاصل کرنے کے لیے اس کا مقابلہ کریں مگر وہ ان پر غالب آگیا اور اس نے انھیں قید خانے میں ڈال دیا۔

فرقہ زیدیہ

اس زمانے میں صعدہ میں شیعہ فرقہ زیدیہ کی قیادت بنوالرسی کے ہاتھوں سے نکل کر سلیمان بن داؤد کے بیٹوں میں منتقل ہوگئی تھی اور انھوں نے بنوالرسی کے خاندان کو صعدہ سے نکال دیا تھا۔ صعدہ سے نکل کر انھوں نے پہاڑی علاقے میں اپنا مرکز قائم کر لیا تھا۔ لہٰذا جب بنوالرسی کے خاندان میں احمد بن الحسین کے ہاتھ پر زیدیوں نے قلعہ ملا میں بیعت کی تو اس کا لقب الموطی رکھا گیا ان کا یہ پیشوا بنوالہادی یحیٰی بن الحسن ابن القاسم الرسی کے خاندان سے متعلق تھا۔ وہ ملا کے قلعہ میں پناہ گزین تھا اور فرقہ زیدیہ میں یہ خبر مشہور ہوگئی تھی کہ ان کی قیادت پھر خاندان بنوالرسی میں لوٹ جائے گی۔

زیدیہ کے قائد سے جنگ

فرقہ زیدیہ کا پیشوا زیدیہ فقہ کا بہت بڑا عالم اور ادیب تھا وہ بہت عبادت گزار بھی تھا۔ اس کے ہاتھ پر ۶۴۵ ہجری میں بیعت کی گئی تھی حاکم یمن عمر بن رسول کو اس کے اقتدار سے بہت تشویش پیدا ہوئی۔ لہٰذا وہ اس سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا اور قلعہ ملا میں ایک عرصہ تک اس کا محاصرہ کیے رکھا۔ پھر اس نے یہ محاصرہ ختم کر دیا اور قریبی قلعوں سے اس کا محاصرہ کرنے کے لیے فوجیں تیار کیں۔ وہ ۶۴۸ ہجری تک حکومت کرتا رہا تاآنکہ اس کے بھتیجے حسن کی امداد سے اس کے غلاموں نے اسے مار ڈالا۔

مظفر کی حکومت

جب منصور علی بن رسول فوت ہوگیا تو اس کا فرزند مظفر شمس الدین یوسف حاکم ہوا۔ وہ بڑا نیک اور انصاف پسند حاکم تھا۔ جب ترک مصر کے خود مختار حاکم ہوئے تو انھوں نے اس پر خراج مقرر کر دیا۔ وہ ان کا وفادار رہا اور رقم انھیں باقاعدگی سے ادا کرتا رہا۔ اس کے آغازِ حکومت میں دملوۃ کے اہلِ قلعہ نے اطاعت قبول نہیں کی تھی لہٰذا وہ ان کے محاصرہ میں مشغول رہا۔ اتنے میں خاندان بنوالرسی کے زیدی امام نے حسن بلد میں بغاوت کا اعلان کیا اور احمد الموطی نے فرقہ زیدیہ کے بیس قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اس نے صعدہ پر فوج کشی کی اور اسے سلیمانی خاندان کے قبضہ سے چھڑا لیا۔ لہٰذا ان کا امام احمد المتوکل اپنے عہدے سے دستبردار ہوگیا اور اس نے بھی اسی کے ہاتھ پر بیعت کر کے پناہ حاصل کر لی۔ یوں ہر زمانے میں فرقہ زیدیہ کا ایک مستقل امام مقرر ہوتا رہا۔

اشرف کا عہدِ حکومت

مظفر یمن کا حاکم رہا یہاں تک کہ اچانک وہ ۶۹۴ ہجری میں فوت ہوگیا۔ مظفر یوسف کے فوت ہونے کے بعد اس کا فرزند اشرف ممہدالدین عمر یمن کا حاکم ہوا۔ اس وقت اس کا بھائی داؤد شحر کا حاکم تھا لہٰذا اس نے خود حاکم بننے کا دعوےٰ کیا اور اس کی مخالفت کی۔ لہٰذا اشرف نے اس کے خلاف فوج کشی کی۔ اس کی فوج نے جنگ میں اسے شکست دے کر گرفتار کر لیا اور قید خانے میں بند کر دیا۔ اس اثناء میں اس کی ایک لونڈی نے ۶۹۶ ہجری میں اسے زہر دے کر ہلاک کر دیا۔ اس نے صرف بیس مہینے حکومت کی۔

داؤد المؤید

اشرف کے مرنے کے بعد امرائے یمن نے اس کے بھائی مؤیدالدین داؤد کو قید خانے سے نکال کر حاکم یمن مقرر کیا اور اس کا شاہی لقب المؤید رکھا۔ اس نے حاکم ہوتے ہی پہلا حکم یہ دیا کہ اس لونڈی کو قتل کر دیا جائے جس نے اس کے بھائی کو زہر دیا تھا۔

داؤد ترک سلاطین مصر کو تحائف اور عمدہ و نادر اشیاء بھیجتا رہا اور مقررہ خراج بھی ادا کرتا رہا۔ چنانچہ ۷۱۱ ہجری میں اس کے تحائف کی مقدار دوسو اونٹوں کے بوجھ پر مشتمل تھی جس میں یمن کے بنے ہوئے عمدہ کپڑے' یمن کی نادر سوغاتیں اور دیگر اشیاء شامل تھیں' ان کے علاوہ دو سو اونٹ اور گھوڑے بھی بھیجے گئے۔ اس نے ۷۱۵ ہجری میں بھی اسی قدر تحائف بھیجے۔ اس کے باوجود اس کے تعلقات ترک سلاطین مصر سے بگڑتے گئے تاآنکہ جب ۷۱۸ ہجری میں اس نے اس قسم کے تحائف بھیجے تو انھوں نے وہ تحائف واپس کردیے پھر وہ ۷۲۱ ہجری میں فوت ہوگیا۔ اس نے یمن پر پچیس سال حکومت کی۔

داؤد المؤید نہایت عالم و فاضل حاکم تھا۔ وہ شافعی مسلک کا پیرو تھا۔ اس نے تمام شہروں سے کتابیں منگواکر جمع کررکھی تھیں۔ چنانچہ اس کے کتب خانے میں کتابوں کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ وہ علماء کو انعام و اکرام سے نوازتا تھا اور مصر کے بہت بڑے شافعی عالم ابن دقیق العید کو انعامات بھیجتا تھا۔

اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا المجاہد سیف علی جو بارہ سال کا لڑکا تھا' یمن کے تخت پر بیٹھا۔

جلال الدین بن عمر الاشرف کی بغاوت

حاکم مقرر ہونے کے بعد المجاہد علی عیش و عشرت میں پڑگیا' اس نے مذہبی عہدیداروں کے ساتھ برا سلوک کیا اور انھیں ناحق معزول کرنے یا ان کا تبادلہ کرنے لگا۔ ارکان سلطنت نے اس کے رویہ کو ناپسند کیا لہٰذا اس کے چچا عمر اشرف نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اس کے خلاف فوج کشی کی چنانچہ فریقین کے درمیان کئی جنگیں ہوئیں۔ مجاہد کو فتح حاصل ہوئی اور وہ جلال الدین پر غالب آگیا' اس نے جلال الدین کو قید کردیا۔

جلال الدین کو قید کرنے کے بعد بھی مجاہد بدستور عیش و عشرت اور لذت کوشی میں مصروف رہا یہاں تک کہ اس کے ارکان سلطنت بھی اس سے تنگ آگئے اور وہ اس سے چھٹکارا پانے کے لیے جلال الدین کے ساتھ سازشیں کرنے لگے۔ ۷۲۲ ہجری میں جب وہ سفر پر روانہ ہوا تو جلال الدین نے قید خانے سے نکل کر اس پر کسی باغ میں حملہ کیا اور اسے گرفتار کرلیا۔ اس کے بعد اس کے چچا منصور ایوب بن المظفر کے ہاتھ پر حکومت کے لیے بیعت کی اور مجاہد کو چند افراد کے ساتھ نظربند کردیا گیا' اس سے پہلے جلال الدین رہا ہوگیا تھا۔

مجاہد کی بحالی

جب مجاہد قلعہ تعز میں نظربند ہوگیا اور منصور یمن کا بادشاہ بنا تو مجاہد کے حامی اکٹھے ہوکر تعز کے مقام پر منصور کے گھر میں حملہ آور ہوئے اور اسے قید کرکے مجاہد کو نکال لائے اور اسے تخت سلطنت پر بحال کردیا۔ اہل یمن اس کے مطیع و فرمانبردار ہوگئے۔

عبداللہ بن منصور کی مخالفت

اس وقت اسد الدین عبداللہ بن منصور ایوب دملوۃ میں تھا' اس نے اس کی مخالفت کی اور اطاعت سے انکار کیا۔ مجاہد نے اسے تحریر کیا کہ اگر اس نے مخالفت کی تو وہ اس کے باپ منصور ایوب کو قتل کردے گا۔ اس کے باوجود مخالفت قائم رہی اور اختلافات کی خلیج وسیع ہوتی گئی بلکہ فتنہ و فساد بڑھتا گیا اور یمن کے عرب دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے اور حالات خراب ہوتے گئے۔

منصور ایوب نے قید خانے سے اپنے بیٹے کے نام یہ ہدایت نامہ بھیجا کہ وہ دملوۃ مجاہد کے حوالے کردے' اسے اپنے قتل ہونے کا اندیشہ تھا۔ مگر عبداللہ نے اس کی بات ماننے سے انکار کردیا اور اپنے باپ کو بھی سخت جواب تحریر کیا۔

زبید پر قبضہ

جب مجاہد عبداللہ کے رویے سے مایوس ہوگیا تو اس نے اس کے والد منصور ایوب کو قید خانے میں قتل کرادیا۔ اس وقت دملوۃ کے

باشندے اپنے سردار شریف ابن حمزہ کی قیادت میں جمع ہوئے اور انھوں نے اسدالدین عبداللہ بن منصور ایوب کے ہاتھ پر حاکم کی حیثیت سے بیعت کی۔ اس کے بعد اس نے شہاب صفوی کی سرکردگی میں زبید کے مقام کی طرف فوج بھیجی جس نے اس شہر کا محاصرہ کرکے اسے فتح کرلیا۔

اب مجاہد نے اپنے سپہ سالار علی بن دوادار کی نگرانی میں وہاں فوجیں بھیجیں جب وہ زبید کے قریب پہنچے تو وہاں سیلاب آگیا اور اہل زبید نے ان پر شب خون مار کر فوج کو نقصان پہنچایا اور ان کے امراء کو قید کرلیا۔

جب مجاہد کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اپنے سپہ سالار علی بن دوادار پر یہ الزام لگایا کہ وہ اس کے دشمن کے ساتھ مل گیا ہے اس لیے اس نے اسے لکھا کہ وہ امداد حاصل کرنے کے لیے عدن چلا جائے اس کے ساتھ ساتھ اس نے عدن کے حاکم کو تحریر کیا کہ وہ اسے گرفتار کرلے۔

عبداللہ ظاہر کی فتوحات

یہ تحریر ظاہر بن منصور ایوب کے ہاتھ لگی تو اس نے یہ خط دوادار کے پاس بھیج دیا۔ چنانچہ وہ عدن واپس آیا اور اس کا محاصرہ کرلیا اور ۷۲۳ ہجری میں عدن کو فتح کرکے ظاہر کی حکومت کا خطبہ پڑھوایا۔ پھر اس نے صنعاء اور خوص کے حاکم کو اپنے ساتھ ملایا اور انھوں نے بھی ظاہر بن منصور کو اپنا حاکم تسلیم کیا۔

مجاہد نے مذحج اور کردوں کے قبائل سے اس وقت امداد طلب کی جب کہ وہ قلعہ معدیہ میں تھا۔ مگر انھوں نے اسے کوئی امداد فراہم نہیں کی۔

امیر ظاہر نے مکہ معظمہ کے شرفاء اور وہاں کے قاضی نجم الدین طبری کو تحریر کیا کہ وہ یمن کا حاکم ہوگیا ہے۔

مصر کی امدادی فوج

جب ظاہر بن منصور ایوب نے یمن کے قلعوں کو مجاہد کے قبضے سے نکال لیا اور ان پر قابض ہوگیا اور قلعہ معدیہ میں پھر اس نے مجاہد کا محاصرہ کیا تو اس نے مصر کے ترک سلطان محمد بن قلاون الناصر کو ۷۲۵ ہجری میں ایک فریاد نامہ بھیجا اور امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ سلطان مصر نے بیبرس حاجب اور اینال کی قیادت میں جو اس کے امرائے سلطنت میں سے تھے' فوج بھیجی وہ لوگ ۷۲۵ ہجری میں یمن میں پہنچے' لہٰذا ان کی ہمراہی میں مجاہد قلعہ معدیہ سے جو عدن کے گردونواح میں تھا تعز کے مقام پر پہنچا۔ جب وہاں کے باشندوں نے پناہ طلب کی تو اس نے انھیں پناہ دے دی۔ اس کے بعد انھوں نے ظاہر بن منصور ایوب سے مصالحت کے لیے خط و کتابت کی مگر وہ دملوۃ کو اپنے قبضے میں رکھنے پر اصرار کرتا رہا آخر کار انھوں نے باہم حلف اٹھایا۔

ترک امراء جو امداد کے لیے وہاں پہنچے ہوئے تھے' نے شہاب صفوی کو طلب کیا جس نے مجاہد اور ظاہر کے درمیان مخالفت اور فتنہ و فساد پیدا کر رکھا تھا مگر اس نے تعمیل حکم سے انکار کردیا لہٰذا مصری سردار بیبرس سوار ہوکر اس کے پاس پہنچا اور اس کے خیمے ہی میں اس پر حملہ کرکے سوق الخیل گھوڑوں کے بازار میں جو تعز کے مقام پر واقع تھا اسے قتل کردیا۔

پھر ترک فوج نے ہر سمت سے مجاہد کے مخالفوں کا قتل عام کیا تاآنکہ وہ سب اس کے مطیع و فرماں بردار ہوگئے۔ یوں اس کی حکومت مستحکم ہوگئی۔ اس کے بعد ۷۲۶ ہجری میں ترکی فوج مصر لوٹ گئی۔

ظاہر کا قتل

جب یمن میں مجاہد کی حکومت مستحکم ہوگئی اور دملوۃ کے علاقے پر ظاہر اس کا جانشین بنا تو مجاہد نے اس کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کیے۔ جب وہ مطمئن ہوگیا تو مجاہد نے ایسی تدابیر اختیار کیں کہ وہ دملوۃ کی حکومت سے دستبردار ہوگیا۔ پھر اچانک اس نے اسے گرفتار

کرکے تمز کے قلعہ میں قید کردیا اور ۷۴۳ ہجری میں قید خانے ہی میں اسے قتل کرادیا۔

فریضۂ حج کی ادائیگی

مجاہد نے ۷۵۱ ہجری میں حسن الناصر کے پہلے دور حکومت میں حج ادا کیا۔ یہ وہ سال تھا جب کہ مصر کی سلطنت کے نگران طاز نے بھی امیر حج کی حیثیت سے حج ادا کیا تھا۔ اس وقت سابق نگران سلطنت بیبقا اوس نے مقید ہوکر حج کیا تھا کیونکہ سلطان مصر نے طاز کو حکم دیا تھا کہ وہ راستے ہی میں اسے گرفتار کرلے۔ گرفتاری کے بعد بھی اس کی یہ خواہش تھی کہ وہ فریضہ حج ادا کرے۔ لہٰذا اس نے اجازت دی کہ مقید ہوکر وہ حج کرے۔

مجاہد کی شکست

اس اثناء میں شاہ یمن مجاہد حج کرنے کے لیے پہنچ گیا۔ اس کے متعلق یہ خبر مشہور ہوگئی کہ وہ غلاف کعبہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس بات پر امرائے مصر اور ان کی فوج اہل یمن سے ناراض ہوگئی اور ایک دن یمن کے قافلہ میں ہنگامہ برپا ہوگیا اور جنگ چھڑ گئی۔ اس میں مجاہد کو شکست ہوگئی اور اس کی اکثر فوج اس کا ساتھ چھوڑ گئی۔ اس موقع پر بیبقا اوس کو جنگ کرنے کے لیے رہا کردیا گیا تھا اس نے اس جنگ میں بہادرانہ کارنامے انجام دیے۔ اس کے بعد اسے دوبارہ مقید کردیا گیا۔

گرفتاری اور رہائی

اس جنگ کے بعد مجاہد کو گرفتار کرلیا گیا اور اسے مصر لے جاکر قید کردیا گیا۔ سلطان الصالح کے عہد حکومت میں (۷۵۲ ہجری میں) اسے رہا کردیا گیا اور اس کے ہمراہ قشتمر منصوری کو بھیجا گیا تاکہ وہ اسے ان کے ملک چھوڑ آئے۔ مگر جب وہ ینبع کے مقام پر پہنچا تو قشتمر کو اندازہ ہوا کہ وہ بھاگنے کا ارادہ کررہا ہے لہٰذا وہ مجاہد کو لوٹا کرلے گیا اور اسے کرک کے قلعہ میں قید کردیا۔ اس کے بعد پھر اسے رہا کیا اور اس کو اس کے ملک پہنچادیا گیا۔

یمن واپس آکر اس نے بادشاہ مصر سے مصالحانہ تعلقات قائم رکھے اور وہاں تحائف پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھا تاآنکہ وہ ۷۶۶ ہجری میں فوت ہوگیا۔ اس کی مدت حکومت بیالیس سال تھی۔

افضل بن مجاہد کی حکومت

جب ۷۶۶ ہجری میں مجاہد کی رحلت ہوئی تو اس کے بعد اس کا بیٹا عباس حکمران ہوا۔ اس کا لقب افضل تھا وہ یمن پر بارہ سال حکومت کرنے کے بعد ۷۷۸ ہجری میں فوت ہوا۔

دیگر حکام یمن

۷۷۸ ہجری میں الافضل عباس بن المجاہد کے فوت ہونے کے بعد اس کا بیٹا محمد المنصور حاکم ہوا۔ اس کی حکومت مستحکم رہی' البتہ ۷۸۲ ہجری میں اس کے غلاموں کی ایک جماعت اس کے خلاف باغی ہوگئی اور اس نے اسے قتل کرنے کی سازش کی مگر جب اسے ان کی سازش کا علم ہوگیا تو وہ غلام دملوۃ کی طرف بھاگ گئے عربوں نے انہیں راستے میں پکڑ لیا اور انہیں بادشاہ کے پاس لے کر آگئے۔ بادشاہ نے انہیں معاف کردیا۔ اس کے بعد بھی وہ حکومت کرتا رہا تاآنکہ اس نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

محمد المنصور بن الافضل کی وفات کے بعد اس کا بھائی اشرف اسماعیل بن الافضل یمن کا حاکم ہوا۔ اس کی سلطنت بھی مستحکم رہی اور ابھی تک یعنی ۷۹۶ ہجری تک وہی یمن کا حاکم ہے۔

باب ہفتم

تا تاری سلاطین کے مغل سلاطین

ہم تاتاریوں کے حالات میں یہ بتا چکے ہیں کہ تاتاریوں کا تعلق ترک اقوام سے ہے اور صحیح روایت کے مطابق تمام ترک قومیں کومربن یافث کی اولاد سے ہیں جس کا ذکر تورات میں موجود ہے۔

ہم نے ترکوں کی مختلف اجناس و اقوام کا تذکرہ بھی کیا ہے اور غزقوم کو بھی جن سے سلجوقیوں کا تعلق ہے انہی میں شمار کیا ہے نیز ہیا کلہ بھی انہی میں سے ہیں اور انہی میں سے قلیج قوم اور اہلِ بلاد صغد کا جو سمرقند کے قریب ہے تعلق ہے اور وہ اس نام سے بھی پکارے جاتے ہیں۔

ہم نے خطا اور طفرغز کو انہی میں شمار کیا ہے اور وہ بھی تاتاری ہیں۔

ان دونوں قوموں کا ٹھکانہ طمغاج کی سرزمین میں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ترکستان' کا شغر اور اس سے متعلقہ ماوراء النہر (دریاپار) کا علاقہ ہے اور جب ان تاتاریوں کے سلاطین نے اسلام قبول کیا اس وقت بھی یہی ان کا علاقہ تھا۔

ہم نے خزلجیہ' غور' خزر اور خفشاخ کو بھی انہی میں شمار کیا ہے۔ یہی قفجاق' یمک' علان کے قبائل بھی ہیں اور اب چرکس اور ارکش بھی انہی میں شامل ہیں۔

ترک اقوام

جغرافیہ کی کتاب روجر کے مولف ادریسی نے مندرجہ ذیل قبائل کو بھی انہی تاتاریوں میں شمار کیا ہے:

۱۔ العسہ ۲۔ تغز غزیہ ۳۔ خرخیریہ ۴۔ کیماکیہ ۵۔ خزلجیہ ۶۔ خزز ۷۔ خلخ ۸۔ بلغار ۹۔ یمناک ۱۰۔ برطاس ۱۱۔ سنجرت ۱۲۔ خرجان ۱۳۔ انکر۔ اس نے یہ بیان کیا ہے کہ انکر قوم کے ٹھکانے رومی علاقے ونیس میں ہیں۔

ترکوں کی یہ تمام قومیں دریا کے پار (ماوراء النہر) مشرق سے بحراوقیانوس تک اقلیم اول سے لے کر ساتویں اقلیم تک جنوب وشمال کے درمیان میں آباد ہیں اور چین ان کے ممالک کے وسط میں ہے۔

چین

چین کا ملک ابتدا میں بنو صینی کے ماتحت تھا جو یافث کی اولاد میں ان کے بھائی تھے۔ پھر یہ ملک بھی ان کے ماتحت ہو گیا اور انہوں نے چین کا اکثر علاقہ فتح کر لیا۔ البتہ سمندر کا کچھ ساحلی علاقہ چینیوں کے قبضے میں ہے۔

تاتاری خانہ بدوش ہیں جیسا کہ آپ آغازِ کتاب میں اور سلجوقیوں کے حالات میں پڑھ چکے ہیں۔ ان کی اکثر آبادی ان جنگلوں اور بیابانوں میں آباد ہے جو چین اور ترکستان کے درمیان ہیں' اسلام سے پہلے بھی ان کی ایک سلطنت تھی جو ایرانیوں کے ساتھ جنگ کرتی رہتی تھی۔ اس زمانے میں ان کے حکام بنوفراسیان تھے۔

آغازِ اسلام

تاتاریوں اور عربوں کے درمیان بھی اسلامی فتوحات کے آغاز میں جنگیں ہوتی رہیں۔ مسلمانوں نے انہیں اسلام کی دعوت دی مگر

انھوں نے یہ دعوت قبول نہیں کی مسلمانوں نے ان سے جنگیں کیں اور ان کے ممالک کے چاروں طرف غالب آگئے۔ پھر ان کے سلاطین مسلمان ہوگئے اور ان کے علاقے ان کے قبضے میں ہی رہے' یہ صورتِ حال پہلی صدی ہجری کے بعد پیدا ہوئی۔ اس وقت کے اسلامی عہد میں بھی ترکستان اور کاشغر میں ان کی سلطنتیں تھیں مگر یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ سلاطین کس نسل سے تھے۔

خاقان

کہا جاتا ہے کہ یہ تاتاری فراسیاں کی اولاد سے ہیں' مگر فراسیاں کے نام کی کوئی قوم ان میں موجود نہیں ہے۔ البتہ ترکوں کے سلاطین کو خاقان کے لقب سے موسوم کیا جاتا ہے جس طرح ایران کے بادشاہ کو کسریٰ اور روم کے بادشاہ کو قیصر کہا جاتا ہے۔

جب کچھ عرصے کے بعد یہ ترک سلاطین مسلمان ہوگئے تو وہ اپنی سلطنت و ملک پر بحال رکھے گئے اور وہیں رہنے لگے۔ اس زمانے کے عہد عباسی میں ماوراء النہر میں بنوسامان کے سلاطین کی حکومت قائم ہوگئی تھی۔ اس سلطنت کے ساتھ ان ترک سلاطین کی جنگیں بھی ہوتی تھیں اور پھر مصالحت بھی ہوجاتی تھی۔ تاآنکہ ان ترک سلاطین اور بنوسامان دونوں کی سلطنتیں فنا ہوگئیں اور بنوسامان کے آزاد کردہ غلام محمود بن سبکتگین کی وسیع سلطنت ماوراء النہر اور خراسان میں قائم ہوگئی۔

عہدِ سلجوقی

اس زمانے میں سلجوقی امراء نے بھی طاقت حاصل کرلی تھی اور وہ ترک سلاطین کے مقبوضہ علاقوں پر قابض ہوگئے تھے۔ یوں وہ ان کے ماتحت حکام بن گئے تھے اور غیر متمدن قوم مہذب قوم پر غالب آگئی۔ اس کے بعد انھوں نے سبکتگین کے فرزندوں سے مقابلہ کیا اور چوتھی صدی ہجری کے بعد ان کے ممالک کو فتح کرلیا۔ یوں سلجوقی سلاطین نے تمام اسلامی ممالک کو فتح کرلیا اور ہندوستان کے درمیانی علاقے سے لے کر انتہائی شمالی علاقے ان کے زیر نگیں آگئے۔ مغرب میں چین کے درمیانی علاقے سے لے کر خلیج قسطنطنیہ تک کے علاقے ان کے ماتحت ہوگئے' ان کا یمن حجاز اور شام کے ممالک پر بھی قبضہ ہوگیا۔ انھوں نے بلاد روم کے اکثر علاقے بھی فتح کرلیے اور ان کی سلطنت اس قدر وسیع ہوگئی تھی کہ عربوں اور خلفاء کے بعد کوئی اور سلطنت اس قدر وسیع اور مستحکم نہیں ہوئی تھی پھر قانون فطرت کے مطابق دو سو سال کے بعد ان کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔

خطا اور تاتار

جب سلجوقی سلاطین خراسان کی طرف چلے گئے تو ترکستان اور کاشغر کے علاقوں میں ترکی اقوام میں سے قوم خطا ان کی جانشین ہوئی۔ ان کے پیچھے کے علاقہ ترکستان و حدود چین میں تاتاری قوم مسلط تھی۔ ترکستان کے ترک خوانین (سلاطین) ان کا مقابلہ نہ کرسکے اور ان کے ساتھ جنگ کرنے سے عاجز رہے۔ چنانچہ ارسلان خان بن محمد بن سلیمان نے اپنی اور چین کی درمیانی سرحدوں کی چھاؤنیوں میں انھیں آباد کررکھا تھا اور وہ انھیں فتنہ و فساد پر آمادہ رکھتا تھا۔

کوخان کی سلطنت

۵۲۶ ہجری میں ترکوں کے شہنشاہ کوخان نے چین کے علاقے سے فوج کشی کی۔ خطا کی فوجیں بھی اس کا ساتھ دے رہی تھیں ترکستان اور ماوراء النہر کے علاقے کے حاکم محمود بن محمد بن سلیمان نے جو سلاطین خانیہ سے تعلق رکھتا تھا اور سلطان سنجر سلجوقی کا بھانجا تھا۔ ان کا مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ لہٰذا اس نے اپنے ماموں سلطان سنجر سے فریاد کی۔ اس نے خراسان کے سلاطین اور مسلمان فوجوں کی امداد حاصل کی اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے دریائے جیحوں کو عبور کیا۔ لہٰذا تاتار اور خطا کی فوجیں سنجر سے جنگ کرنے کے لیے وہاں پہنچیں اور ۵۳۶ ہجری کے ماہ صفر میں فریقین میں جنگ ہوئی' جس میں سلطان سنجر کو شکست ہوئی اور اس کی بیوی گرفتار ہوگئی جسے بعد میں

کوخان نے رہا کردیا مگر ماوراء النہر کے علاقے پر اس کا قبضہ ہوگیا۔

سلطان کوخان ۵۳۵ ہجری میں مرگیا۔ اس کے بعد اس کی بیٹی ملکہ بنی۔ پھر وہ بھی فوت ہوگئی تو اس کی والدہ جو کوخان کی بیوی تھی اور اس کا فرزند محمد مشترکہ طور پر حکمران ہوئے۔ اس کے بعد اس خاندان کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا اور قوم خطا ماوراء النہر کے علاقے پر قابض ہوگئی۔

خوارزم شاہی سلطنت

بعد میں خوارزم کے علاقے کو علاء الدین محمد بن تکش نے فتح کرلیا۔ چنانچہ وہ اور اس کے والد خوارزم شاہ کے لقب سے موسوم ہوئے۔ اس زمانے میں علاقہ ماوراء النہر میں خانیہ سلاطین کی حکومت تھی' انہوں نے قوم خطا کے مقابلے کے لیے خوارزم شاہ سے فوجی امداد طلب کی اس نے ان کی مدد کی اور خود دریا کو عبور کرکے ۶۰۶ ہجری میں وہاں پہنچا۔ اس زمانے میں وہاں کا بادشاہ عمر رسیدہ تھا اور فنون جنگ میں طاق تھا لہٰذا اس نے ان کا مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ خوارزم شاہ نے ان کے بادشاہ طاینکوہ کو گرفتار کرکے خوارزم میں مقید رکھا۔ پھر اس نے خطا کے تمام علاقے کنداتک فتح کرلیے اور وہاں اپنے ماتحت حکام مقرر کیے۔ اس نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح سمرقند کے حاکم سے کردیا جو خانیہ سلاطین سے تعلق رکھتا تھا۔ پھر وہاں مسلح فوج بھی رکھی جیسا کہ پہلے وہاں خطا کی فوج تھی اس کے بعد وہ اپنے ملک واپس آگیا۔

خوارزم شاہ کے واپس جانے کے بعد سمرقند کے سلطان نے ایک سال بعد اس کی مسلح فوج کے خلاف ہتھیار اٹھائے اور انہیں قتل کردیا۔ اس نے خوارزم شاہ کی بہن جو اس کی بیوی تھی' کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر اس اثناء میں خوارزم شاہ نے سمرقند کا محاصرہ کرلیا اور بزورِ شمشیر شہر میں داخل ہوکر شاہ سمرقند اور اس کے رشتہ داروں کو مار ڈالا اور ماوراء النہر میں سلاطین خانیہ کی حکومت کے نام و نشان مٹاڈالے اور ان کے علاقوں کو فتح کرلیا اور ہر جگہ اپنے ماتحت حکام مقرر کردیے۔

کشلی خاں

قوم خطا کے پیچھے کے علاقوں میں تاتاری قوم آباد تھی۔ یہ علاقے چین اور ترکستان کے درمیانی سرحدی اور ان کے بادشاہ کا نام کشلی خاں تھا۔ پڑوسی قومیں ہونے کی وجہ سے ان کی قوم خطا سے جنگیں ہوتی تھیں۔ جب انہیں یہ علم ہوا کہ خوارزم شاہ نے انہیں شکست دی ہے تو انہوں نے ان سے انتقام لینے کا قصد کیا۔ اور سلطان کشلی خاں تاتاریوں کا لشکر جرار لے کر خطا کے علاقے میں پہنچا تاکہ موقع سے فائدہ اٹھائے۔ اس موقع پر اہل خطا نے خوارزم شاہ کو ایک پیغام بھیجا جس میں نرمی اور عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے دشمن کے مقابلے میں فوری امداد کی درخواست کی گئی تھی تاکہ دشمن کی طاقت مستحکم ہونے سے قبل اس کا قلع قمع ہوسکے۔

قومِ خطا کا خاتمہ

تاتاری بادشاہ سلطان کشلی خاں نے بھی خوارزم شاہ کے پاس امداد حاصل کرنے کا پیغام بھیجا لہٰذا وہ جنگی تیاریاں کرتا رہا اور اس کے ساتھ ساتھ فریقین میں سے ہر ایک کو یہ یقین دلاتا رہا کہ وہ ان کی مدد کے لیے پہنچ رہا ہے مگر وہ ان دونوں سے الگ تھلگ رہا یہاں تک کہ جنگ شروع ہوگئی اور قوم خطا کو شکست ہوگئی۔ اس وقت وہ تاتاریوں کی حمایت میں خطا قوم کے خلاف ہوگیا' یوں ہر طرف سے ان کا صفایا ہوگیا۔ چند افراد بچ سکے جو ترکستان کے پہاڑوں کے درمیان قلعہ بند ہوگئے تھے۔ ان میں سے ایک قلیل تعداد خوارزم شاہ کے ساتھ مل گئی اور اس کے ساتھ رہنے لگی تھی۔

کشلی خاں سے اختلافات

خوارزم شاہ نے کشلی خاں کو جو تاتاریوں کا بادشاہ تھا' قوم خطا کی شکست پر مبارک باد دی اور اسے بتایا کہ یہ فتح اس کی امداد کی بدولت

میسر ہوئی۔ تاتاری بادشاہ نے اس کی امداد کا اعتراف کیا اور اس کا شکریہ ادا کیا مگر کچھ عرصہ کے بعد علاقے کی ملکیت کے بارے میں اس سے جھگڑنے لگا۔ لہٰذا خوارزم شاہ نے اعلان جنگ کیا مگر اسے جلد ہی معلوم ہوگیا کہ وہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا وہ جنگ کرنے میں ٹال مٹول کرتا رہا۔ جب کشلی خاں اسے اس بارے میں ملامت کرتا تو وہ اسے مغالطہ دیتا رہا۔ اس اثنا میں کشلی خاں نے کاشغر' ترکستان اور شاغون کے علاقوں کو فتح کرلیا تھا۔

شہروں کی تباہی

اب خوارزم شاہ کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا تھا کہ وہ شاش' فرغانہ' اسپیجاب' قاشان اور ان کے چاروں طرف کے شہروں کو جو دنیا کے نہایت ہی صاف ستھرے اور خوب صورت شہر تھے' وہاں کے باشندوں سے خالی کرائے۔ چنانچہ ان شہروں کے باشندوں کو دیگر اسلامی شہروں میں بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے ان تمام شہروں کو ویران اور تباہ کردیا تاکہ وہ تاتاریوں کے قبضے میں نہ چلے جائیں۔

چنگیز خاں کا ظہور

اس اثناء میں کشلی خاں کے مقابلے کے لیے مغل قوم نمودار ہوئی جن کا بادشاہ چنگیز خاں تھا لہٰذا کشلی خاں خوارزم شاہ سے جنگ ترک کرکے مغلوں سے نبرد آزما ہوا۔ وہ دریا کو عبور کرکے خراسان پہنچا اور خوارزم شاہ کا وہ حشر ہوا جو آگے چل کر ہم بیان کریں گے۔

خوارزم شاہ کی فتوحات

جب سلطان خوارزم شاہ نے خراسان کی طرف کوچ کیا تو اس نے خراسان اور بغداد کے درمیان تمام ممالک فتح کرلیے جن میں خراسان' ماژندران اور غزنی سے ہندوستان کی سرحد تک کے شہر شامل تھے' البتہ غوری خاندان کے سلاطین اپنے علاقوں پر قابض رہے اس کے بعد اس نے رے' اصفہان اور ایران کے تمام کوہستانی شہر فتح کرلیے اس کے بعد وہ عراق کی طرف روانہ ہوا اور عباسی خلیفہ کو پیغام بھجوایا کہ خطبہ میں اس کا نام اسی طرح شامل کیا جائے جس طرح سلجوقی سلاطین کا نام لیا جاتا تھا مگر خلیفہ نے اس پر عمل نہیں کیا جیسا کہ ہم خلفاء کے حالات میں بیان کرچکے ہیں۔

پھر ۶۱۱ ہجری میں وہ عراق لوٹ آیا اور نیشاپور میں مقیم ہوا۔ وہاں اس کے پاس چنگیز خاں کے ایلچی معدنی چاندی' نافہ' مشک' سنگ یشم اور اونٹوں کی سفید اون سے بنے ہوئے ملک خطا کی پوشاکیں تحائف کے طور پر لے کر آئے۔ چنگیز خاں نے یہ پیغام بھجوایا تھا کہ اس نے چین اور اس کے درمیان کے ترکستانی علاقے فتح کرلیے ہیں لہٰذا مصالحت کا خواہاں ہے اور یہ چاہتا ہے کہ جانبین کے تاجروں کو اپنا سامان تجارت لانے اور لے جانے کی اجازت دی جائے۔

چنگیز خاں نے اپنے خط میں سلطان خوارزم کی بے حد تعریف کی تھی اور یہ تحریر کیا تھا کہ وہ اسے اپنی عزیز ترین اولاد کے برابر سمجھتا ہے۔

چنگیز خاں کا ایلچی

سلطان خوارزم شاہ کو اس کی یہ تحریر ناگوار معلوم ہوئی اور ناراض ہوکر اس نے انتقام لینے کا پختہ ارادہ کرلیا تاہم اس نے چنگیز خاں کے ایک ایلچی محمود خوارزمی کو بلوا کر اس سے نرم رویہ اختیار کیا تاکہ وہ اس کے لیے اپنے بادشاہ کے خلاف جاسوسی کرے اور اس سے یہ تصدیق کرانی چاہی کہ آیا چنگیز خاں نے چین فتح کرکے شہر طوغاج پر قبضہ کرلیا ہے یا نہیں؟ محمود خوارزمی نے اس بات کی تصدیق کی مگر جب اس نے اس کی فوجی طاقت کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے اس کی فوج کی تعداد کم کرکے بتائی اور اس بارے میں اسے دھوکا دیا

اور غلط بیانی سے کام لیا۔

سلطان کو یہ بات ناگوار گزری کہ چنگیز خاں نے اسے بیٹا کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ تاہم اس نے صلح کا پیغام منظور کر کے اور تاجروں کو تجارت کی اجازت دے کر ایلچیوں کو رخصت کیا۔

تاجروں کا قتل

بعد میں چنگیز خان کے ملک کے کچھ سوداگر الحدار پہنچے جہاں سلطان خوارزم شاہ کا ماموں زاد بھائی انیال خاں موجود تھا۔ اس نے اسے ان کے مال و دولت سے مطلع کیا اور سلطان کو یہ اطلاع پہنچائی کہ وہ درحقیقت سوداگر نہیں ہیں بلکہ ملک میں جاسوسی کرنے آئے ہیں۔ لہٰذا سلطان نے اسے احتیاطی کارروائی کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس نے ان کا مال چھین کر انھیں خفیہ طور پر قتل کرادیا۔

چنگیز خاں کو جب یہ خبر ملی تو اس نے سلطان کو احتجاجی خط بھیجا اور یہ لکھا کہ اگر یہ انیال خاں کا فعل ہے تو اسے میرے پاس بھیج دو۔ اس نے اپنے خط میں سلطان کو سخت دھمکی دی جس سے برافروختہ ہو کر سلطان نے ایلچیوں کو قتل کرادیا۔

چنگیز خاں سے جنگ

جب چنگیز خاں کو یہ اطلاع پہنچی تو اس نے اس کے ملک پر فوج کشی کی۔ اس موقع پر خوارزم شاہ نے اہلِ سمرقند سے دو سالوں کا خراج وصول کیا اور اس کے ذریعے شہر سمرقند کی فصیلوں کو مستحکم کر کے اسے قلعہ بند کردیا۔ پھر اس نے مزید ایک سال کا خراج وصول کر کے اس کی حفاظت اور مدافعت کے لیے گھوڑ سواروں کا دستہ متعین کیا۔ اس کے بعد وہ چنگیز خاں کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ . . . چنگیز خاں کے ساتھ اس کی گھمسان کی جنگ ہوئی۔ اس میں فریقین کے بہت سے افراد مارے گئے۔ اس نے انھیں شکست دی جب کہ وہ ان سے غائب تھا۔

پھر خوارزم شاہ دریائے جیحوں کی طرف لوٹ گیا اور وہاں مقیم ہوگیا۔ اس نے اپنی فوجوں کو ماوراء النہر کے تینوں صوبوں بخارا، سمرقند اور ترمذ میں منتشر کردیا اور اپنے سب سے بڑے حاکم ابنانج کو بخارا میں مقرر کیا اور انھیں اس کی زیر نگرانی رکھا۔

بخارا اور سمرقند کی تباہی

پھر چنگیز خاں اس کے مقابلہ کے لیے پہنچا تو وہ دریا کو عبور کر کے فرار ہوگیا۔ اب چنگیز خاں نے اطرار کے علاقے کا قصد کیا اور اس کا محاصرہ کر کے بزورِ شمشیر اس پر قبضہ کرلیا اور اس کے حاکم انیال خاں جس نے اس کے تاجروں کو قتل کرایا تھا، کو گرفتار کرلیا۔

چنگیز خاں نے اس کے کانوں اور آنکھوں میں چاندی پگھلوا کر ڈلوائی۔ پھر اس نے بخارا کا محاصرہ کیا۔ وہاں کے لوگوں نے پناہ طلب کی چنانچہ انھیں پناہ دے کر اس نے شہر پر قبضہ کیا۔ پھر اہلِ بخارا قلعہ کی تسخیر میں اس کے ساتھ مل کر لڑے یہاں تک کہ اس نے قلعہ کو تباہ و برباد کردیا۔ مگر چنگیز خاں نے اہلِ بخارا کے خلاف عہد شکنی کر کے ان کا قتل کرایا اور انھیں قید کرلیا۔ اس نے اہلِ سمرقند کے ساتھ بھی ۶۱۹ ہجری میں یہی سلوک کیا۔

خطوط کا تبادلہ

پھر اس نے خوارزم شاہ کی والدہ کے رشتہ دار امرائے خوارزم شاہ کو خطوط لکھے۔ اس نے خوارزم شاہ کی والدہ کی نافرمانی کرنے پر مذمت کی اور اپنے خطوط میں ان سے بہت توقعات وابستہ کیں اور خوارزم شاہ کی والدہ ترکمان خان سے جو خوارزم میں تھی، خراسان میں ملاقات کرنے کا وعدہ کیا اور یہ بھی تحریر کیا کہ وہ ایسا شخص بھیجے جسے وہ جانشین مقرر کرسکے۔

پھر اس نے یہ خطوط سلطان کو بھی بھجوادیے۔ جب اس نے یہ خط پڑھے تو وہ اپنی والدہ اور اس کے رشتہ داروں سے بدگمان ہوگیا۔

یوں جانبین میں نفرت اور بیزاری کے جذبات پیدا ہو گئے۔

خوارزم شاہ کا فرار

جب چنگیز خاں نے ماوراء النہر کا علاقہ فتح کرلیا تو بخارا کا نائب حاکم اپنی بچی کھچی شکست خوردہ فوج لے کر بھاگ گیا۔ اس کے بعد سلطان نے بھی بھاگ کر دریائے جیحوں کو عبور کرلیا۔ اس کے ہمراہ قوم خطا کی جو فوجیں تھیں وہ اسے چھوڑ کر چلی گئیں۔ چنگیز خاں نے اس کے تعاقب میں بیس ہزار مغربی تاتاری فوج کا لشکر بھیجا۔ خوارزم شاہ نیشاپور پہنچا مگر تھوڑے عرصہ کے بعد مازندران کی طرف کوچ کرگیا۔ اس وقت بھی تاتاری فوج اس کے تعاقب میں تھی۔

تاتاری فوج کا تعاقب

جب خوارزم شاہ ہمدان پہنچا تو تاتاری فوجوں نے اسے شکست دے کر اس کی طاقت کو منتشر کردیا لہٰذا خوارزم شاہ نے کوہستان طبرستان میں پناہ لی اور شکست خوردہ فوج کے ساتھ ساحل بحر کے ایک گاؤں میں مقیم ہوگیا مگر تاتاریوں نے اسے وہاں بھی شکست دی تو وہ بحری سفر سے بحیرہ طبرستان کے ایک جزیرہ میں پناہ گزین ہوگیا۔ تاتاری فوج بھی تعاقب میں پانی میں گھس گئی مگر پانی کے زور کی وجہ سے انھیں لوٹنا پڑا۔

خوارزم شاہ کی وفات

خوارزم شاہ اس جزیرہ میں مقیم رہا پھر بیمار ہو کر وہیں ۶۱۷ ہجری میں فوت ہوگیا۔اس نے اپنا ولی عہد جلال الدین سکری کو مقرر کیا تھا۔

ترکمان خاتون کی گرفتاری

جب خوارزم شاہ کے فرار کی خبر اس کی والدہ ترکمان خاتون کو خوارزم میں موصول ہوئی تو وہ بھی وہاں سے نکل کر مازندران کے قلعہ ایلاز میں پناہ گزین ہوگئی۔ جب تاتاری فوج خوارزم شاہ کے تعاقب سے واپس آئی تو انھوں نے مازندران کے قلعوں کو فتح کرلیا اور ان پر قابض ہوگئے۔ انھوں نے قلعہ ایلاز کو مصالحت کے بعد فتح کیا اور وہاں انھوں نے خوارزم شاہ کی والدہ اور اس کی بیٹیوں کو گرفتار کرلیا جن کے ساتھ تاتاریوں نے نکاح کرلیا۔ چنانچہ دوشی خاں بن چنگیز خاں نے بھی اس کی ایک بیٹی سے نکاح کیا اور ترکمان خاتون اس کی والدہ نہایت ذلت اور گمنامی کے ساتھ تاتاریوں کی قید میں رہی۔

مغربی تاتاریوں کی فتوحات

۶۱۷ ہجری میں جب مغربی علاقے کے تاتاری خوارزم شاہ کا تعاقب کرنے کے بعد ہمدان کی طرف لوٹے تو اہلِ ہمدان نے ان کا مطالبہ پورا کر کے ان کے ساتھ صلح کرلی۔ اہل سنجار نے بھی ان کے ساتھ یہی طریقہ اختیار کیا مگر جب وہ قومس پہنچے تو وہاں کے باشندوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ تاتاریوں نے ان کا محاصرہ کر کے اس شہر پر قبضہ کرلیا اور قومس شہر کے چالیس ہزار سے زائد افراد کا قتل عام کیا۔

اسلامی شہروں کی تباہی

پھر انھوں نے آذر بائیجان کی طرف کوچ کیا۔ تبریز کے حاکم نے ان کے ساتھ صلح کرلی لہٰذا وہ موقان کی طرف لوٹ گئے۔ جب وہ کرجستان کے علاقے سے گزرے تو انھوں نے اسے لوٹ لیا۔ اور جب وہاں کے باشندوں نے ان کا مقابلہ کیا تو وہ شکست کھا گئے، تاتاریوں نے ان کا قتل عام کیا۔ یہ واقعہ ۶۱۷ ہجری کے آخر میں ہوا۔ پھر تاتاری فوج مراغہ کی طرف لوٹی اور ماہ صفر ۶۱۸ ہجری میں اس پر قابض ہوگئی۔ انھوں نے اس شہر کا صفایا کر کے وہاں سے اربل کی طرف کوچ کیا۔ وہاں کا حاکم مظفر الدین کوکبری تھا۔ اس نے حاکم موصل

سے فوجی امداد طلب کی تو اس نے امدادی فوج بھیج دی۔ پھر خلیفہ عباسی الناصر نے درخواست کی کہ وہ اپنی فوجیں لے کر عراق کی مدافعت کے لیے وقوقا پہنچیں۔ اس نے ان کا سپہ سالار حاکم اربل مظفرالدین کو مقرر کردیا مگر اس نے ان کا مقابلہ کرنے سے گریز کیا اور تاتاری بھی ان کا مقابلہ کرنے سے ہچکچاتے رہے۔

فتح ہمدان اور آذربائیجان

پھر تاتاری ہمدان آئے۔ وہاں فوجی چوکی تھی جس نے ان سے مصالحت کرنے سے انکار کیا اور جنگ کی لہٰذا وہ ان پر بزور شمشیر غالب آئے اور ان کا صفایا کرکے باشندوں کا قتل عام کیا۔ اس کے بعد وہ آذربائیجان کی طرف لوٹ گئے۔ وہاں انھوں نے اردبیل کو فتح کرکے قتل عام کیا اور اسے تباہ و برباد کردیا۔ پھر تبریز کی طرف چلے گئے ۔ اس وقت ازبک بھی بھلوان قبحوان کی طرف جا چکا تھا لہٰذا وہاں کے باشندوں نے پناہ حاصل کرکے صلح کرلی۔

بیلقان کی تباہی

اب تاتاری قوم بیلقان پہنچی اور اسے بزور شمشیر فتح کرلیا۔ انھوں نے وہاں خوب خون ریزی کی اور تمام علاقے کو تباہ و برباد کردیا پھر وہاں سے اران کے مرکزی مقام کنجہ پہنچے تو وہاں کے باشندوں نے ان کے ساتھ مصالحت کرلی۔ اس لیے اب وہ گرجستان پہنچے اور انھیں شکست دے کر وہاں کے لوگوں کو ان کے صدر مقام تفلیس میں محصور کردیا مگر چونکہ وہ دشوار گزار علاقہ تھا اس لیے وہ اس کے اندر گھس نہ سکے اور واپس چلے گئے۔

دربند شروان کی طرف پیش قدمی

پھر انھوں نے دربند شروان کا قصد کیا اور شہر سماخی کا محاصرہ کیا پھر بزورِ شمشیر اس میں داخل ہوکر اسے فتح کرکے تباہ و برباد کردیا۔ دربند درہ کی وجہ سے وہ آگے نہیں جاسکے۔ اس لیے انھوں نے شروان کو مصالحت کے لیے لکھا تو اس نے اپنے چند ساتھیوں کو ان کے پاس بھیجا انھوں نے انھیں ذلیل کرکے قتل کردیا۔

پھر وہ دربند سے انجمہ کی سرزمین کی طرف روانہ ہوئے وہاں قبچاق' لاز' غز اور ترک مسلمانوں کے دیگر قبائل تھے اور کافر قومیں تو بے شمار تھیں۔ چونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لیے تاتاری ان پر غالب نہ آسکے اس لیے اس نے ان کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی اور اس طرح وہ ان کے علاقے پر غالب آگئے پھر انھوں نے اس علاقہ کو تباہ و برباد کردیا، لوگوں کا قتل عام کیا اور جو بچ رہے انھیں قیدی بنالیا۔ ان کی اکثریت ملک روس کی طرف بھاگ گئی اور جو باقی رہے انھوں نے پہاڑوں اور دلدلی علاقوں میں پناہ لی۔

فتحِ سرداق

آخر یہ تاتاری قوم ان کے سب سے بڑے شہر سرداق پہنچی جو خلیج قسطنطنیہ کے قریب بحرِ نیطش کے کنارے واقع تھا یہ ان کی بندرگاہ تھا اور یہیں سے ان کی تجارت ہوتی تھی لہٰذا تاتاریوں نے اسے فتح کرلیا۔ یہاں کے باشندے پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے اور کچھ لوگ بحری سفر سے بلاد روم چلے گئے جو قلیج ارسلان کے ماتحت تھا۔

رُوسی علاقے پر حملہ

تاتاری ۶۲۰ ہجری میں پھر قبچاق کے علاقے کے قریب روسی علاقوں میں گھس گئے۔ یہ بہت وسیع ملک ہے۔ اس کے باشندے عیسائی مذہب کے پیرو ہیں۔ وہ اپنی ہی سرحدوں میں ان کا مقابلہ کرنے کے لیے آئے' ان کے ساتھ قبچاق کے لوگ بھی شامل تھے اہل روس چند دنوں تک مقابلہ کرتے رہے۔ پھر انھیں شکست ہوگئی تو تاتاریوں نے ان کا قتل عام کیا اور لوٹ مار کے بعد انھیں قیدی بنالیا۔ یہاں

کے باشندے قتل عام سے بچنے کے لیے کشتیوں میں سوار ہو کر اسلامی ممالک میں پناہ گزین ہوئے اور اپنے شہر چھوڑ کر چلے گئے جنہیں تاتاریوں نے تباہ و برباد کردیا تھا۔

پھر تاتاری وہاں سے لوٹ آئے اور سال کے آخر میں انھوں نے بلغار کے علاقے کی طرف کوچ کیا۔ وہاں کے باشندوں نے کچھ لوگوں کو کمین گاہوں میں چھپا کر ان کا مقابلہ کیا مقابلہ ہوا مگر ان میں سے صرف ایک قلیل تعداد ہی زندہ بچ سکی۔ اس کے بعد تاتاری لوٹ آئے اور طالقان کی سرزمین میں چنگیز خاں کے پاس پہنچے۔ اس وقت قفچاق کے باشندے اپنے شہروں کی طرف واپس چلے گئے اور وہاں رہنے لگے۔

چنگیز خاں کی فتوحات

جب خوارزم شاہ دریائے جیحوں کو پار کرکے بھاگ گیا تو مغربی علاقے کے تاتاری اس کے تعاقب میں گئے تھے۔ اسی دوران چنگیز خاں نے سمرقند فتح کرلیا تھا اس کے بعد چنگیز خاں نے تین علاقوں کی طرف فوجیں بھیجی تھیں فوج کا ایک حصہ اس نے ترمذ کی طرف بھیجا تھا۔ دوسرا حصہ خوارزم کی طرف روانہ کیا تھا اور تیسری فوج اس نے خراسان کی طرف روانہ کی تھی۔ ان میں سے جو فوج خوارزم کی طرف روانہ کی گئی تھی وہ سب سے بڑی تھی کیونکہ خوارزم ملک کا پایۂ تخت اور سب سے بڑی فوجی چھاؤنی تھا۔ اس نے ان فوجوں کے ساتھ اپنے فرزند چغتائی اور ارکطائی کو بھی روانہ کیا تھا۔

تاتاریوں نے اس کا پانچ مہینے تک محاصرہ کیے رکھا مگر وہ فتح نہ کرسکے۔ لہٰذا چنگیز خاں نے مزید فوجی امداد بھیجی۔ اس کے بعد انھوں نے ایک ایک علاقہ فتح کرکے تمام ملک فتح کرلیا۔ پھر انھوں نے دریا کے اس بند کو توڑ دیا جو دریائے جیحوں کے پانی کو شہر میں داخل ہونے سے روکے ہوئے تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دریائے جیحوں کا پانی سیلاب کی شکل میں شہر میں آگیا اور اسے غرق کردیا اور وہاں کے باشندے عراق اور سندھ کے علاقوں میں منتشر ہوگئے۔

نسائی کا بیان

(ابن الاثیر کا بیان ہے) جلال الدین کے کاتب نسائی کا یہ بیان ہے کہ دوشی خان نے انھیں پناہ دی اور جب وہ پناہ کے وعدے کے مطابق اس کے پاس نکل کر آئے تو اس نے ان سب کو قتل کرادیا۔ یہ واقعہ ماہ محرم ۶۱۷ ہجری میں ہوا۔ اس کے بعد دوشی خان اور اس کا لشکر چنگیز خاں کی طرف روانہ ہوا۔ انھوں نے اسے طالقان میں پایا۔

فتح ترمذ و فرغانہ

وہ تاتاری فوج جو ترمذ کی طرف روانہ کی گئی تھی۔ اس نے اسے فتح کرلیا۔ پھر آگے بڑھ کر دریائے جیحوں کے قریب قلعہ کلابہ کو فتح کرکے اسے تباہ کردیا۔ فرغانہ کی طرف جو فوج گئی تھی اس نے بھی ایسا ہی کیا۔

فتح بلخ

خوارزم کے لیے جو فوج روانہ ہوئی تھی وہ دریا عبور کرکے بلخ پہنچی اور ۶۱۷ ہجری میں وہاں کے لوگوں کو پناہ دے کر اسے فتح کرلیا اور وہاں مسلح چوکی قائم کی پھر یہ فوج زوزان ایدحور اور مازندران پہنچی اور ان شہروں کو فتح کرکے وہاں پر حاکم مقرر کیا۔

قلعہ کی تسخیر

اب یہ فوج طالقان کی طرف روانہ ہوئی۔ اس نے قلعہ سمار کوہ کا محاصرہ کیا۔ جو بہت مستحکم تھا۔ جب اس قلعہ کے محاصرہ کو چھ مہینے

گزر گئے تو سلطان چنگیز خاں بنفسِ نفیس ان کی امداد کے لیے پہنچا اور مزید چار مہینے تک وہ محاصرہ کیے رہے۔ پھر چنگیز خاں نے حکم دیا کہ لکڑیاں اور مٹی لاکر ایک ایسا اونچا ٹیلہ بنایا جائے جو شہر سے بھی اونچا ہو۔ لہٰذا جب اہلِ قلعہ کو یقین ہوگیا کہ اب وہ ہلاک ہوجائیں گے تو انہوں نے قلعہ کا پھاٹک کھول دیا اور نہایت بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں ان کے گھوڑ سوار تو بچ نکلے اور وہ مختلف شہروں اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں منتشر ہوگئے مگر پیدل فوج ہلاک ہوگئی چنانچہ تاتاری فوج نے قلعہ میں گھس کر ان کا صفایا کردیا۔

قتلِ عام

چنگیز خان نے اپنے ایک رشتہ دار تفجان نون کے ہمراہ ایک لشکر سبا کی طرف روانہ کیا۔ وہ اس کے محاصرہ کے دوران مارا گیا اس کے بعد جب تاتاریوں نے اسے فتح کیا تو وہاں قتل عام کیا اور اس مقام کو ویران کردیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس مقام پر ستر ہزار سے زائد افراد مارے گئے۔

سات لاکھ کا قتلِ عام

پھر چنگیز خاں نے شہر مرو کی طرف فوجیں روانہ کیں جہاں مختلف جنگوں سے بچ نکلنے والے افراد پناہ گزین تھے۔ چنانچہ مقابلہ کے لیے شہر سے باہر دو لاکھ سے زائد جنگجو سپاہی اکٹھے ہوگئے تھے۔ جو اپنی فتح مندی کے بارے میں خاصے پر یقین تھے مگر جب تاتاریوں نے حملہ کیا تو وہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔ دشمن نے ان کا قتل عام کیا۔ پھر تاتاری فوج پانچ مہینے تک شہر کا محاصرہ کیے رہی۔ آخر کار اس کا حاکم پناہ طلب کرنے پر مجبور ہوا مگر پناہ دینے کے باوجود تاتاریوں نے ان سب کو قتل کردیا۔ ان کے قتلِ عام کے موقع پر چنگیز خان موجود تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس مقام پر سات لاکھ افراد مارے گئے۔

فتحِ نیشاپور

پھر تاتاری فوج نیشاپور پہنچی اور وہاں بزور شمشیر گھس کر قتلِ عام کیا اور علاقہ کو تباہ کردیا۔ طرابلس کے مقام پر بھی انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر یہ لوگ ہرات کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں کے لوگوں کو پناہ دے کر شہر فتح کر لیا۔ وہاں انہوں نے اپنی فوجی چوکی قائم کی۔ پھر وہ سلطان چنگیز خان کے پاس طالقان کے مقام پر پہنچ گئے جہاں سے چنگیز خاں خراسان کے مختلف علاقوں کی طرف فوجی دستے روانہ کرتا تھا۔ آخر کار ان تمام علاقوں کو فتح کرلیا گیا۔ یہ تمام فتوحات ۶۱۷ ہجری میں ہوئیں۔

جلال الدین خوارزم شاہ کے کارنامے

چنگیز خاں نے جلال الدین خوارزم شاہ کے تعاقب میں فوجیں روانہ کیں۔ جلال الدین اپنے والد کی ہلاکت اور خوارزم سے ترکمان خاتون کے نکلنے کے بعد وہاں پہنچ گیا تھا اور وہاں کا حاکم بن گیا تھا۔ بہت سے لوگ اس کے لشکر میں شامل ہوگئے تھے۔

اس اثناء میں جلال الدین کو یہ اطلاع ملی کہ ملکہ ترکمان خاتون کے رشتہ دار جو بیاروتیہ کہلاتے تھے اس کے بھائی بولغ شاہ کے جوان کا بھانجا تھا طرف دار ہوگئے ہیں اور اب وہ جلال الدین پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا جلال الدین بھاگ کر نیشاپور پہنچ گیا۔ اس کے بعد جب تاتاری فوجیں خوارزم کے شہر کی طرف پہنچیں تو بولغ شاہ اور اس کے دونوں بھائی بھاگ گئے تاکہ وہ بھی اس کے پاس نیشاپور پہنچ جائیں۔ تاتاریوں کو اس نے اس وقت پکڑا جب کہ وہ قندھار کا محاصرہ کررہے تھے۔ اس نے ان کا صفایا کیا۔ پھر جلال الدین غزنی کی طرف روانہ ہوا اور اس شہر کو باغیوں کے قبضہ سے نکال لیا جو اس فتنہ و فساد کے زمانے میں اس پر قابض ہوگئے۔ یہ واقعہ ۶۱۸ ہجری میں رونما ہوا۔

تاتاریوں کو شکست

اب اس کے پاس اس کے والد کے عہد کے وہ امراء بھی آگئے تھے جو اس خانہ جنگی کے زمانے میں خراسان کے مختلف علاقوں پر قابض ہوگئے تھے مگر تاتاریوں نے انھیں تنگ کررکھا تھا۔ اس لیے وہ جلال الدین خوارزم شاہ کے ساتھ قلعہ قندھار کی اس جنگ میں شریک ہوئے جس میں تاتاریوں کو شکست ہوئی اور ان کی شکست خوردہ فوج بھاگ کر چنگیز خاں کے پاس پہنچ گئی۔

تولی خاں کا قتل

چنگیز خاں نے جلال الدین خوارزم شاہ کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے فرزند طولی خاں (تولی خاں) کو بھیجا مگر جلال الدین نے اسے شکست دے کر قتل کرادیا۔ جب اس کی شکست خوردہ فوج چنگیز خاں کے پاس پہنچی تو وہ تاتاری فوجوں کو لے کر خود روانہ ہوا اور اس نے جلال الدین سے مقابلہ کیا مگر اسے شکست ہوئی اور بہت کم تاتاری فوج بچ سکی۔

سندھ کے علاقے میں پناہ

اب جلال الدین خوارزم شاہ لوٹ کر دریائے سندھ کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت اس کے امراء کی ایک جماعت پہلی جنگ میں مال غنیمت کے جھگڑے کی وجہ سے اس سے الگ ہوگئی تھی اس لیے وہ انھیں منانے میں مشغول ہوا۔ اتنے میں چنگیز خاں بھی فوج لے کر وہاں آپہنچا اور تین دن تک اس سے جنگ کرتا رہا۔ پھر اس نے اسے شکست دے دی۔ راستے میں دریائے سندھ حائل تھا لہٰذا وہ دریا پار کرکے سندھ کے علاقے میں چلا گیا۔ یہ واقعہ ۶۱۸ ہجری میں ہوا۔

خوارزم شاہی سلطنت کی تقسیم

خوارزم شاہ نے اپنا ملک اپنی اولاد میں تقسیم کردیا تھا۔ اس نے عراق کا حاکم غورن شاہ کو مقرر کیا اور کرمان کا حاکم غیاث الدین تمر شاہ کو بنایا تھا۔ جب خوارزم شاہ بھاگ کر رے کے علاقے میں پہنچا تو اس کے فرزند غورن شاہ نے جو عراق کا حاکم تھا' اس سے ملاقات کی پھر تاتاریوں سے جنگ ہوئی تو خوارزم شاہ جزیرہ طبرستان چلا گیا اور غورن شاہ کرمان آگیا۔ اس کا بھائی غیاث الدین بھی کرمان میں تھا اور اس کا ملک اس کے اور اس کے اتابک نائب بقاطرابلسی کے درمیان تقسیم شدہ تھا اور وہ آذر بیجان کی طرف بھاگ گیا تھا۔

غورن شاہ اصفہان اور رے کے علاقے پر قابض ہوگیا تھا۔ مگر تاتاریوں نے حملہ کرکے اسے قلعہ اوند میں محصور کر کے قتل کردیا تھا۔

غیاث الدین کی فتوحات

غیاث الدین نے عراق' مازندران اور خوزستان کو فتح کرلیا تھا۔ اس نے بقاطرابلسی کو ہمدان کا علاقہ دے دیا تھا۔ پھر غیاث الدین نے آذر بائیجان کی طرف فوج کشی کی مگر وہاں کے حاکم ازبک بن بھلوان نے اس سے مصالحت کرلی۔ غیاث الدین کے والد کے جو امراء خراسان کے علاقوں پر قابض ہوگئے تھے' وہ سب اس کے ساتھ گئے۔

طوائف الملوکی

بخارا کا نائب حاکم ایانج خان اس جنگ کے بعد نسا' جرجان' شیروان اور خراسان کے تمام علاقوں پر قابض ہوگیا۔ تکین بھلوان مرو کر علاقے پر قابض تھا لہٰذا اس نے ۶۱۷ ہجری میں دریائے جیحون کو پار کرکے تاتاری فوج کو شکست دی۔ پھر تاتاری فوجوں نے شیروان تک تعاقب کیا اور جرجان کے مقام پر ایانج خاں سے جنگ کرکے اسے شکست دی۔ اس کی شکست خوردہ باقی ماندہ

الدین کے پاس چلی گئی جو عراق رے اور جنوبی علاقہ لوکان اور آذر بائیجان کا حاکم تھا۔ یوں سلطنت خوارزم مختلف گروہوں میں منقسم تھی اور ہر علاقے میں کوئی نہ کوئی زبردستی کا حاکم بنا ہوا تھا۔ اس وقت جب کہ تاتاری فوجیں عراق کے شہروں کو روند رہی تھیں۔ غیاث الدین عیش و عشرت میں مشغول تھا۔

جلال الدین خوارزم شاہ کی واپسی

جلال الدین خوارزم شاہ ۶۲۱ ہجری میں ہندوستان سے واپس آگیا اور اپنے بھائی غیاث الدین کے مقبوضہ علاقے عراق اور کرمان پر قابض ہوگیا۔ اس نے عباسی خلیفہ سے مطالبہ کیا کہ اس کا نام خطبہ میں شامل کیا جائے مگر اس نے یہ مطالبہ منظور نہیں کیا لہٰذا وہ ان سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوگیا۔

ایرانی شہروں کی تباہی

رے کے شہر کو مغلی تاتاریوں نے تباہ و برباد کردیا تھا۔ تاہم تاتاریوں کے جانے کے بعد وہاں کے کچھ باشندے واپس آگئے تھے اور انھوں نے اسے آباد کرلیا تھا۔ مگر چنگیز خاں نے تاتاریوں کا لشکر بھیج کر اُسے دوبارہ تباہ و برباد کردیا۔ اس کے ساتھ ساتھ سلوہ، قم اور قاشان کو بھی تباہ و برباد کردیا۔ خوارزم شاہ کا لشکر ہمدان سے انھیں دیکھ کر بھاگ گیا تو انھوں نے ہمدان کو بھی تباہ و برباد کردیا اور ان کا تعاقب کرکے آذربائیجان کی سرحد میں انھیں شکست دی۔ شکست خوردہ فوج کا کچھ حصہ تبریز کی طرف بھاگ گیا تو تاتاریوں نے ان کا بھی تعاقب کیا مگر وہاں کے حاکم ازبک بن بھلوان نے تاتاریوں کے ساتھ مصالحت کرلی اور شکست خوردہ فوج کی ایک جماعت کو قتل کرکے باقی ماندہ افراد کو تاتاریوں کے پاس واپس بھیج دیا اور مقتولوں کے سروں اور مال و دولت کو مصالحت کے طور پر ان کے پاس بھجوادیا۔ لہٰذا تاتاری اس کے ملک سے واپس چلے گئے۔

جلال الدین کی فتوحات

جلال الدین خوارزم شاہ نے ۶۲۲ ہجری میں آذربائیجان پر حملہ کرکے اس کو فتح کرلیا۔ اس سلسلے کے حالات ہم اس کے عہد حکومت کے واقعات میں بیان کرچکے ہیں ۔ پھر جلال الدین کو یہ اطلاع ملی کہ تاتاریوں نے اپنے ملک سے دریا کے پیچھے سے عراق کی طرف فوج کشی کی ہے، لہٰذا وہ ماہ رمضان ۶۲۵ ہجری میں تبریز سے ان کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا اور اصفہان کے مقام پر ان سے جنگ کی۔ اس موقع پر اس کا بھائی غیاث الدین اپنی فوج لے کر اس سے الگ ہوگیا۔

تاہم تاتاریوں کے دائیں بازو (میسرہ) کو شکست ہوئی سلطان ان کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ وہ کمین گاہ میں چھپ گئے تھے۔ پھر انھوں نے محاصرہ کرکے اس کی ایک جماعت کو شہید کردیا۔ آخر کار سلطان نے شدید حملہ کیا تو انھوں نے محاصرہ کھول دیا اور وہ اپنے راستہ پر چلا گیا اور فوجیں شکست کھا کر فارس و کرمان اور آذربائیجان تک پہنچ گئیں۔ تاتاریوں کے پیچھے آنے والی فوجیں جب قاشان سے لوٹیں تو انھیں معلوم ہوا کہ انہیں شکست ہوگئی ہے لہٰذا وہ ادھر ادھر منتشر ہوگئیں۔

سلطان جلال الدین آٹھ دن کے بعد اصفہان پہنچا تو معلوم ہوا کہ تاتاری اصفہان کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں لہٰذا سلطان اپنی فوجیں لے کر ان کے مقابلے کے لیے نکلا اور انھیں شکست دی۔ اس نے خود رے تک ان کا تعاقب کیا۔ پھر اس نے ان کے تعاقب کے لیے خراسان تک فوجیں بھیجیں اور خود آذربائیجان چلا آیا اور وہاں رہنے لگا۔ وہاں کے حالات اس کے دورِ حکومت کے حالات میں مذکور ہیں۔

جلال الدین خوارزم شاہ کا آخری دور

تاتاری ماوراء النہر ترکستان میں رہنے لگے' انھوں نے وہاں کے شہروں کو آباد کیا اور خوارزم کے قریب بڑا شہر آباد کیا جو اس کا قائم مقام تھا مگر خراسان کا علاقہ حسبِ سابق ویران رہا اور وہاں کے امراء بادشاہوں کی طرح خود مختار ہوگئے۔ البتہ جب سلطان جلال الدین ہندوستان سے واپس آیا تو وہ اس کے اطاعت گزار ہوگئے۔

سلطان جلال الدین عراق و فارس' کرمان' آذربائیجان اور اران کے علاقوں کا واحد حکمران تھا۔ تاہم خراسان تاتاری فوجوں کا میدان جنگ بنا رہا۔ چنانچہ ۶۲۵ ہجری میں وہاں سے ان کی ایک فوج اصفہان پہنچی اور اس نے سلطان جلال الدین سے جنگ کی جیساکہ ہم بیان کرچکے ہیں۔

بعد میں جلال الدین نے خلاط کے علاقے پر فوج کشی کرکے اسے فتح کرلیا۔ اس کے مقابلے کے لیے وہاں کے حاکم اشرف بن العادل نے شام سے اور علاء الدین کیقباد حاکم بلاد روم نے فوجیں بھیجی تھیں۔ یہ واقعہ ۶۲۷ ہجری میں ہوا تھا۔ اس جنگ کی وجہ سے جلال الدین کی فوجی طاقت کمزور ہوگئی اور اس کے نظام سلطنت میں خلل آگیا۔

تاتاریوں کا حملہ

قلعہ الموت میں اسماعیلیوں کا سردار علاء الدین جلال الدین کا دشمن تھا کیونکہ جلال الدین نے اس کے علاقے میں قتل عام کیا تھا اور اس پر خراج مقرر کردیا تھا۔ لہٰذا اس نے تاتاریوں کو اطلاع دی کہ اس شکست کی وجہ سے اس کی فوجی طاقت کمزور ہوگئی ہے لہٰذا وہ اس پر حملہ کردیں چنانچہ تاتاری ۶۲۳ ہجری کے آغاز میں آذربائیجان کی طرف روانہ ہوگئے۔

جلال الدین کی شکست

جب سلطان جلال الدین کو ان کی فوج کشی کی اطلاع ملی تو وہ تبریز سے موقان کی طرف روانہ ہوا اور وہاں خراسان اور مازندران کی امدادی فوج کا انتظام کرتا رہا اور سیرو شکار میں مشغول ہوگیا۔ اچانک تاتاریوں نے حملہ کرکے اسے شکست دے دی اور اس کے خیموں کو لوٹ لیا۔ سلطان بچ کر اران کے دریائے راس کی طرف چلا گیا اور وہاں سے آذربائیجان کی طرف لوٹ گیا۔ پھر جب اسے اطلاع ملی کہ تاتاری وہاں بھی پہنچ رہے ہیں تو وہ اران کے مقام پر آگیا اور وہاں قلعہ بند ہوگیا۔

اہلِ تبریز کی بغاوت

اہلِ تبریز کو پہلی جنگ کی اطلاع ملی تو انھوں نے خوارزمی فوج کے خلاف بغاوت کردی اور انھیں قتل کردیا۔ ان کے حاکم طغریانی نے انھیں تاتاریوں کی اطاعت کرنے سے روکا مگر جب وہ ہلاک ہوگیا تو انھوں نے اپنا علاقہ .... تاتاریوں کے حوالے کردیا۔ اس کے بعد اہلِ کنجہ اور اہلِ سلغار نے بھی اپنے علاقے تاتاریوں کے حوالے کردیے۔

پھر سلطان نے کنجہ...... کے مقام کی طرف فوج کشی کی اور اسے دوبارہ فتح کرلیا اور بغاوت کے سرغنوں کو قتل کرادیا۔

خلاط کی طرف پیش قدمی

اس کے بعد وہ خلاط کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت اشرف بن عادل نے حاکم شام سے فوجی امداد طلب کی مگر وہ اسے وعدوں کے ذریعے ٹالتا رہا۔ پھر وہ مصر کی طرف بھی روانہ ہوا مگر وہاں بھی امداد سے مایوس ہوگیا۔ پھر اس نے پڑوس کے حاکموں یعنی حاکم حلب اور حاکم آمد و ماردین سے امداد طلب کی۔

اس نے فوجیں بلادِ روم کے علاقے ترت برت' ملطیہ اور آذربائیجان کی طرف بھیجیں کیونکہ اس کے حاکم کیقباد اور اشرف کے

درمیان دوستانہ تعلقات تھے۔ اس واقعہ سے تمام حکام پریشان ہوگئے اور انھوں نے اسے فوجی امداد نہیں بھیجی۔

جب جلال الدین خلاط میں تھا تو اسے یہ اطلاع ملی کہ تاتاریوں نے اس کے خلاف فوج کشی کی ہے۔ اس اطلاع سے وہ بہت پریشان ہوا۔ لہٰذا اس نے اپنے اتابک نائب کو خبررسانی کے لیے چار ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا۔ جب اس کا اتابک اوترخان واپس آیا تو اس نے یہ اطلاع بہم دی کہ تاتاری بلاد کردکی سرحدوں سے واپس چلے گئے ہیں لہٰذا اس کی قوم نے اسے مشورہ دیا کہ وہ اصفہان واپس چلا جائے۔ مگر آمد کے حاکم نے اسے بلادِ روم پر فوج کشی کا مشورہ دیا تھا اور اسے یہ توقع دلائی تھی کہ وہ اس علاقے کو فتح کرنے کے بعد قوم قفچاق سے رابطہ قائم کرسکے گا اور ان کے ذریعے تاتاریوں پر غالب آسکے گا۔ حاکم آمد نے بذاتِ خود بھی اس کی امداد کرنے کا وعدہ کیا کیونکہ اس طرح وہ حاکم بلاد روم سے انتقام لینا چاہتا تھا جس نے اس کے قلعوں پر قبضہ کرلیا تھا۔

سلطان جلال الدین نے حاکم آمد کی رائے پر عمل کیا اور اصفہان جانے کا ارادہ ملتوی کردیا اور آمد میں مقیم ہوگیا۔ ترکمان قوم نے اسے خطرہ سے آگاہ کیا اور یہ اطلاع دی کہ انھوں نے تاتاریوں کو بستیوں میں آگ لگاتے ہوئے دیکھا ہے مگر اس نے ان کی خبر کو غلط سمجھا۔

اچانک حملہ

تاتاری فوج ماہ شوال ۶۲۸ ہجری کی پندرھویں تاریخ کو اچانک آمد پہنچ گئی اور اس نے سلطان کے خیمے کا محاصرہ کرلیا تاہم اس کے اتابک اوتر خان نے ان پر حملہ کرکے انھیں اس کے خیمے سے دور بھگادیا۔

اس وقت سلطان سوار ہوکر چلا گیا اور اوتر خان نے فوجوں کو لوٹادیا۔ اس وقت وہ ایک طرف چلا گیا تاکہ دشمن کی نظروں سے اوجھل ہوجائے۔ پھر اوترخان اصفہان چلا گیا اور اس پر قابض ہوگیا یہاں تک کہ تاتاریوں نے ۶۳۹ ہجری میں اس سے یہ شہر چھین لیا۔

سلطان جلال الدّین کا قتل

سلطان جلال الدین اس وقت بھاگتا پھرا کیونکہ تمام راستے اور درے مفسدوں سے بھرے ہوئے تھے جو لوٹ مار کررہے تھے اس لیے اوتر خان نے اسے مشورہ دیا کہ وہ واپس آجائے چنانچہ سلطان میافارقین کے ایک دیہات میں آکر مقیم ہوگیا۔ اس وقت اوتر خان اسے چھوڑ کر حلب کی طرف روانہ ہوگیا۔ پھر تاتاریوں نے سلطان کی قیام گاہ پر حملہ کرکے اس کے ساتھیوں کو قتل کردیا۔ سلطان بھاگ کر جبل الاکراد پر چڑھ گیا جہاں کردی افراد رہزنی کی تیاریاں کررہے تھے لہٰذا انھوں نے سلطان کا مال و متاع چھین لیا اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اتنے میں کسی کو معلوم ہوا کہ یہ سلطان ہے لہٰذا وہ اسے اپنے گھرلے گیا تاکہ اسے رہا کرکے کسی علاقہ کی طرف بھیج دے مگر جب وہ گھر میں موجود نہیں تھا تو ان کا کوئی رذیل شخص اس کے گھر میں داخل ہوگیا۔ وہ خوارزمیوں سے اپنے بھائی کے قتل کا انتقام لینا چاہتا تھا جو خلاط میں مارا گیا تھا۔ لہٰذا اس نے سلطان کو قتل کردیا اور گھر کے لوگ اسے نہ بچا سکے۔

تاتاریوں کی تباہ کاریاں

سلطان کے قتل کے بعد تاتاری فوج آمد، ارزن، میافارقین اور دیار بکر کے تمام علاقوں میں پہنچ گئی۔ انھوں نے ان علاقوں کا صفایا کرکے انھیں تباہ اور ویران کردیا۔ نیز اسعرد کے شہر پر بزور شمشیر قبضہ کرلیا اور پانچ دن اس کا محاصرہ کرنے کے بعد اس کا صفایا کردیا۔ وہ میافارقین کے علاقے سے بھی گزرے مگر وہ ناقابل تسخیر ثابت ہوا پھر وہ نصیبین پہنچے اور اس کے تمام علاقے کا صفایا کردیا۔ یہاں سے وہ سنجار اور اس کے کوہستانوں کی طرف پہنچے اور خابور بھی گئے پھر وہ ایدس گئے اور اسے نذر آتش کردیا۔ پھر وہ خلاط کے علاقوں کی طرف مڑے اور وہاں باکری اور ارجیش کا صفایا کردیا۔

آذربائیجان سے تاتاریوں کا ایک دوسرا فوجی دستہ اربل کے علاقے کی طرف چلا گیا۔ راستے میں وہ ترکمان، ایویہ اور اکراد الجوزقان کے علاقوں میں سے گزرا تو وہاں انھوں نے لوٹ مار کی۔ جب اربل کا حاکم اور موصل کا لشکر وہاں کے باشندوں کی امداد کے لیے پہنچا تو

تاتاری فوج آگے جاچکی تھی۔ اس لیے وہ لشکر لوٹ آیا تاہم وہ علاقہ چٹیل میدان بنا رہا۔

چنگیز خان کے حالات

چنگیز خان تاتاریوں اور مغلوں کا عظیم سلطان تھا۔ شہاب الدین فضل اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"چنگیز خان مغلوں کے سب سے مشہور اور عظیم قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ چنگیز میں زائے (معجمہ) کا تلفظ صاد اور زاء کی درمیانی آواز میں بولا جاتا ہے۔ اس کا اصلی نام تمرچین تھا اور بعد میں اسے چنگیز کہنے لگے۔ اس کے بعد اس کے آخر میں خان کے لفظ کا اضافہ کیا گیا جو ان کے ہاں بادشاہ کے مفہوم میں ہے"۔

چنگیز خان کا نسب نامہ گیارہ ناموں کے بعد مودنجہ تک پہنچتا ہے۔ شہاب الدین ابن فضل اللہ کی کتاب میں مشرق میں معقولات کے امام شمس الدین اصفہانی سے نصیرالدین طوسی کے حوالہ سے منقول ہے:

مودنجہ ایک خاتون کا نام ہے جو باپ کے سلسلے سے الگ (ننھیال کے رشتہ میں) ان کی بزرگ تھیں۔

مودنجہ کی کہانی

کہا جاتا ہے کہ مودنجہ شادی شدہ تھی۔ اس کے دو فرزند ہوئے۔ ان میں سے ایک کا نام بکتوت اور دوسرے کا نام بلکتبت تھا' اس کی اس اولاد کو بنوا لغفوکیہ کہا جاتا تھا۔ پھر اس کا شوہر فوت ہوگیا اور وہ بیوہ ہوگئی۔ بیوگی کی حالت میں اسے حمل ہوگیا تو اس کے رشتہ داروں کو یہ بات ناگوار گزری۔ مگر اس نے یہ بیان کیا کہ ایک نور اس کے اندر تین مرتبہ داخل ہوا اس کے بعد اسے حمل ٹھہر گیا۔ لہٰذا اس کے پیٹ میں تین فرزند نرینہ ہیں لہٰذا وضع حمل کے موقع پر اگر اس کی بات سچ نہ نکلے تو وہ جو چاہیں اس کے ساتھ سلوک کریں۔ وضع حمل کے موقع پر اس کے تین جڑواں لڑکے پیدا ہوئے اس طرح اس کی بے گناہی ثابت ہوئی۔ ان میں سے ایک لڑکے کا نام برقہ تھا دوسرے کا نام قونا اور تیسرے کا نام بجو تھا جو چنگیز خاں کے نسب نامہ میں اس کا جدِ اعلیٰ تھا۔ یہ لوگ نورانی بھی کہلاتے تھے کیونکہ مودنجہ کے دعوے کے مطابق وہ نور کی اولاد میں سے تھے۔ اسی روایت کی بنا پر چنگیز خاں کو آفتاب کا فرزند کہا جاتا تھا۔

نسائی کا بیان

سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کا سیکرٹری' یحییٰ بن احمد بن علی النسائی اس کی سلطنت کی تاریخ میں یوں تحریر کرتا ہے:

"چین کی سلطنت بہت وسیع ہے۔ اس کی آبادی نو مہینے کی مسافت تک پھیلی ہوئی ہے قدیم زمانے سے اس کے نو صوبے مقرر کیے گئے تھے اور ہر صوبہ ایک مہینے کی مسافت تک پھیلا ہوا ہے۔ ہر صوبہ کا ایک بادشاہ ہے جسے ان کی زبان میں خان کہا جاتا ہے' وہ خانِ اعظم کا نمائندہ اور نائب ہوتا ہے"۔

چین کا بادشاہ

مورخ مذکور مزید رقم طراز ہے۔ "چین کا سب سے بڑا بادشاہ جو خوارزم شاہ علاء الدین محمد بن تکش کے زمانے میں تھا' اسے طرخان کہا جاتا تھا۔ اس نے یہ سلطنت اپنے آباؤ اجداد سے حاصل کی تھی۔ وہ طوغاج میں مقیم تھا جو چین کا وسطی شہر ہے۔ چنگیز خان باقی چھ خوانین (بادشاہوں) میں سے تھا۔ وہ صحرا نشین قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا جو بہت شریف اور بہادر تھے۔ ان کا موسم سرما کا پایۂ تخت چین کا ایک مقام قاریون تھا"۔

چنگیز خاں کی بادشاہت

وہاں کا ایک اور خان (بادشاہ) بھی تھا جس کا نام دوشی خان تھا۔ اس نے چنگیز خاں کی بیوی (؟) سے شادی کر رکھی تھی۔ اتفاق سے وہ فوت ہوگیا اور چنگیز خاں اس کی وفات کے دن موجود تھا۔ لہٰذا اس کی بیوی نے اس کے بجائے چنگیز خاں کو وہاں کا بادشاہ بنادیا اور اپنی قوم کو آمادہ کیا کہ وہ اس کی اطاعت کرے۔

جب خانِ اعظم طرخان کو یہ اطلاع پہنچی تو اسے یہ ناگوار معلوم ہوا اور وہ فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا مگر شکست کھائی اور چنگیز خان ان علاقوں پر بدستور قابض رہا اور زبردستی حکومت کرتا رہا۔ پھر باقی ماندہ چھ خوانین بادشاہ بھی فوت ہوگئے۔ لہٰذا چنگیز خان چین کا واحد حکمران ہوگیا اور وہی ان کا شہنشاہ مقرر ہوا۔ وہ خوارزم شاہ سے برسرپیکار رہا جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں۔

علاء الدین عطاء کا بیان

شہاب الدین ابن فضل اللہ کی کتاب میں صاحب علاء الدین عطار کی روایت کے مطابق یہ بیان کیا گیا ہے:

"تاتاریوں کے ایک عظیم قبیلہ کا ایک بادشاہ تھا جو ازبک خاں کے نام سے موسوم تھا۔ اس کی قوم بہت فرماں بردار تھی۔ چنگیز خاں نے اس سے ملاقات کی تو اس بادشاہ نے اسے اپنا مقرب بارگاہ بنالیا۔ اس قریبی تعلق کی وجہ سے لوگوں نے بادشاہ سے اس کے خلاف چغلخوری کی اور اس قدر شکایتیں کی کہ وہ چنگیز خاں کے خلاف ہوگیا مگر اس نے مخالفت کو پوشیدہ رکھا اور موقع کا انتظار کرتا رہا"۔

"ایک دفعہ ازبک خاں اپنے دو غلاموں پر سخت ناراض ہوا تو ان دونوں نے چنگیز خاں سے پناہ طلب کی اس نے ان دونوں کو پناہ دے کر انھیں سلامتی کی ضمانت دی۔ اس کے بعد ان دونوں نے اسے بادشاہ کے مخالفانہ رویہ سے مطلع کیا تو وہ بہت پریشان ہوا۔ اسے ازبک خاں کے سخت حملہ کا اندیشہ تھا اس لیے وہ اپنی فوج کو لے کر بھاگ گیا مگر ازبک خاں نے اپنی فوج کے ساتھ اس کا تعاقب کیا۔ جب بادشاہ اس کے پاس پہنچ گیا تو چنگیز خاں نے پلٹ کر اس کا مقابلہ کیا اور اس کو شکست دے کر اس کا تمام سازو سامان لوٹ لیا"۔

فوجی طاقت میں اضافہ

اس جنگ کے بعد دونوں بادشاہوں کے درمیان عداوت قائم ہوگئی اور چنگیز خاں ازبک خاں سے الگ ہوگیا۔ اب اس نے اپنے لشکر کو محبت اور الفت سے نوازا اور اس پر انعام و احسان کی بارش کردی یوں اس کی شان و شوکت میں اضافہ ہوگیا اور مغلوں کے دو بڑے قبیلے اس کے مطیع و فرمانبردار ہوگئے۔ ان کے نام یہ تھے ا۔ اورات ۲۔ منفورات۔ ان کی وجہ سے اس کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔

چنگیز خاں نے ان دونوں غلاموں پر بھی بہت احسانات کیے۔ جنھوں نے اسے سلطان ازبک خاں کے خطرہ سے آگاہ کیا تھا۔ چنانچہ اس نے ان دونوں کا منصب بلند کیا۔ اور جیسا وہ چاہتے تھے اس کے مطابق اس نے ان کے لیے تحریری معاہدہ لکھا کہ ان کی نوپشت تک نسل در نسل ان کا منصب برقرار رہے۔

تاتاری شہنشاہ

اس کے بعد اس نے سلطان ازبک خان کے خلاف جنگ کرنے کے لیے لشکر تیار کیا اور اس کی مدد سے اس نے اسے شکست دے کر قتل کردیا اور تاتاریوں کی پوری سلطنت پر قابض ہوگیا۔ مکمل تسلط کے بعد وہ چنگیز خاں کے لقب سے موسوم ہوگیا ورنہ اس کا نام تمر چین تھا۔

چنگیزی مجموعۂ قوانین

چنگیز خاں نے اپنی قوم کے لیے اصول سیاست میں ایک کتاب تحریر کرائی جس کا نام "سیاست کبیرہ" ہے۔ اس میں انتظام سلطنت اور حکمرانی کے اصول بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں شرعی احکام کی طرح عام احکام و قوانین بھی مذکور ہیں۔

چنگیز خان نے یہ بھی حکم دیا کہ یہ کتاب اس کے خزانہ میں محفوظ رکھی جائے اور وہ اس کے مخصوص رشتہ داروں کے پاس محفوظ رہے۔ یہ کتاب اس کی مجوسی قوم اور اس کے آباؤ اجداد کے دین و مذہب کے مطابق تھی۔

وسیع سلطنت

اب چنگیز خاں اور اس کی اولاد روئے زمین کی مالک بن گئی تھی۔ اس کی سلطنت عراق' شمالی علاقہ اور ماوراء النہر کے ممالک میں مستحکم ہوگئی تھی بعد ازاں ان سلاطین میں سے فوجیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی، مسلمان ہوگئے اور اسلام کے زمرہ میں شامل ہوگئے تاآنکہ ان کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

چنگیز خاں کی اولاد

چنگیز خان کی اولاد بہت تھی جیسا کہ اس کے بدوانہ معاشرہ کا تقاضا تھا مگر ان میں سے مشہور یہ چار ہیں ا۔دوشی یا طوشی خاں اسے جرجی کہتے ہیں ۲۔ چغتائی اسے کدائی بھی کہا جاتا ہے ۳۔ اوکدای ۔ یہ اوکتائی کے نام سے بھی موسوم ہے ۔ ۴۔ تولی اسے طولی بھی کہا جاتا ہے۔
ان میں سے تین بیٹے ایک ماں سے ہیں (سگے بھائی ہیں) ان کی والدہ کا نام اوبوی بنت تیکی ہے۔ اس کا والد مغلوں کے امرائے کبار میں سے تھا۔ شمس الدین اصفہانی نے ان چاروں فرزندوں کو اس طرح بیان کیا ہے۔
ا۔ جرجی ۲۔ کدائی ۳۔ طولی ۴۔ اوکدائی۔
سلطان ابو سعید کے سیکرٹری نظام الدین یحییٰ بن الحلیم نورالدین عبدالرحمان العبادی کی روایت سے شہاب الدین بن فضل اللہ نے یوں بیان کیا ہے:
"کدائی چغتائی ہے اور جرجی طوشی ہے"۔

سلطنت کی تقسیم

جب چنگیز خان نے یہ ممالک فتح کیے تو اس نے یہ مفتوحہ علاقے اپنی اولاد میں تقسیم کردیے۔ اس کے فرزند طوشی کو فیلاق سے لے کر بلغار تک کا علاقہ دیا گیا جسے دشت قبچاق بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد اس کی مملکت میں اران' ہمدان' تبریز' مراغہ اور عمیر لان کے علاقوں کا اضافہ کیا گیا۔ کتائی (دوسرے بیٹے) کو آمد اور قوبق (؟) کا علاقہ دیا گیا جس کی تشریح ہمیں نہیں معلوم ہو سکی۔ اس نے اس فرزند کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔
چغتائی (جغطائی) کو ایغور سے لے کر سمرقند و بخارا اور ماوراء النہر کے ممالک دیے ۔ تولی کے لیے کوئی علاقہ متعین نہیں کیا گیا۔ اس کے بھائی او تکین لوئی کو ابخت کے علاقے دیے گئے مگر مجھے اس کی حدود کا علم نہیں ہوسکا۔
جب چنگیز خان کی سلطنت وسیع اور مستحکم ہوگئی تو وہ تخت نشین ہوا اور اپنے قدیم وطن کی طرف جو خطا اور ایغور کے درمیان تھا، منتقل ہوگیا۔ اس کا وطن ترکستان اور کاشغر تھا۔ یہاں قراقوم کا شہر ہے جو اس کا پایۂ تخت تھا۔ اس کا یہ صدر مقام اس کی اولاد کے ممالک کے درمیان ایسا ہی تھا جیسا کہ ایک دائرہ کا مرکز ہوتا ہے۔
اس کا سب سے بڑا فرزند طوشی تھا جو دوشی بھی کہلاتا ہے۔ وہ چنگیز خان کی زندگی ہی میں فوت ہوگیا تھا۔ اس نے اپنے یہ فرزند چھوڑے تھے۔
ا۔ ناخوا ۲۔ برکہ ۳۔ واردہ ۴۔ طوقل ۔ یہ ابن الحکیم کا بیان ہے۔ شمس الدین کے بقول (اس کی اولاد میں سے) صرف ناخوا اور برکہ تھے۔

اس کا دوسرا فرزند طولی بھی اس کی زندگی میں فوت ہوگیا تھا۔ وہ غزنی کے گردونواح میں جلال الدین خوارزم شاہ سے جنگ کرتے ہوئے مارا گیا تھا۔ اس نے یہ فرزند چھوڑے تھے۔
ا۔ منکو بتلائی ۲۔ ازبیک ۳۔ ہلاکو۔

پایۂ تخت قراقوم کے سلاطین

ابن فضل اللہ نے بیان کیا ہے کہ جب چنگیز خاں ہلاک ہوگیا تو اس کا فرزند اوکدائی تخت نشین ہوا اور دشت قپچاق اور اس سے متعلقہ علاقہ پر قابض ہوا۔ وہ اس کا سب سے چھوٹا فرزند تھا' وہ قراقوم کے علاقے کی طرف منتقل ہوگیا جو ان کا اصلی مرکز تھا۔ اس نے اپنا مقبوضہ علاقہ وفرایاق' اپنے فرزند کفود کو عطا کیا مگر کدائی جسے چغتائی بھی کہتے ہیں ماوراء النہر کی سلطنت حاصل نہ کرسکا۔
اس نے ناطوبن دوشی خان سے اران' ہمدان' تبریز اور مراغہ کا مطالبہ کیا اور اپنی طرف سے ایک حاکم بھیجا تاکہ وہ ان علاقوں سے ٹیکس وصول کرے اور وہاں کے حکام کو گرفتار کرے۔ لیکن اس سے پیشتر ناطو نے انھیں تحریر کیا تھا کہ وہ اس حاکم کو گرفتار کرلیں۔ چنانچہ انھوں نے اسے گرفتار کرکے ناطو کے پاس بھیج دیا۔ اس نے اس کا کام تمام کردیا۔
جب کفود کو اس بات کا علم ہوا تو وہ چھ لاکھ فوج لے کر روانہ ہوا مگر ابھی منزلِ مقصود پر دس منزلیں پیچھے تھا کہ ہلاک ہوگیا۔
اب قوم نے ناطو سے یہ درخواست کی کہ وہ تخت و تاج کا وارث بنے مگر اس نے انکار کردیا۔ ناطو نے اس منصب کے لیے منکو خان بن تولی کو نامزد کیا اور اس کے پاس اور اس کے دونوں بھائیوں کے پاس جو اس کے ساتھ تھے، قبلائی اور ہلاکو کو بھیجا اور ان کے ساتھ اپنے بھائی برکتہ کی قیادت میں ایک لاکھ فوج بھیجی تاکہ وہ اسے تخت نشین کرانے میں مدد دے سکے۔

قبولِ اسلام

(برکتہ) بخارا سے واپس ہوا تو اس کی ملاقات صوفیائے کرام کے شیخ کبیر نجم الدین کے ایک ساتھی شیخ شمس الدین باخوری سے ہوئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے اس کے دستِ مبارک پر بیعت کرکے اسلام قبول کرلیا اور ان کے ساتھ عقیدت مندانہ تعلقات قائم ہوگئے۔ شیخ موصوف نے اسے خلیفہ کی اطاعت کرنے پر آمادہ کیا اور اسے ترغیب دی کہ وہ خط و کتابت کرکے خلافت کی بیعت کرلے اور خلیفہ کو تحائف بھجوائے۔
چنانچہ مغل سردار برکتہ اور خلیفہ کے درمیان سفیروں کا تبادلہ ہونے لگا اور دونوں کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے۔

منگو خاں کی تخت نشینی

منگو خان تخت نشین ہوگیا تھا' اس نے چنگیز خان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اپنے چچا چغتائی کی اولاد کو ماوراء النہر کا حاکم مقرر کیا۔ مگر چغتائی حاکم بننے سے پہلے فوت ہوگیا۔
انہی دنوں اس کے پاس قزوین اور بلاد جبل کے باشندوں کا ایک وفد پہنچا۔ اس نے یہ شکایت کی کہ اسماعیلی فرقہ وہاں فتنہ و فساد برپا کررہا ہے لہٰذا اس نے اپنے بھائی ہلاکو کو ان کے خلاف جنگ کرنے اور ان کے قلعوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے اس کی ہدایت کے مطابق عمل کیا اور اپنے بھائی منکو خان کی طرف سے خلیفہ کے علاقوں پر پوری طرح قبضہ کرلیا۔ اور منکو خان نے اسے قابض رہنے کی اجازت دے دی۔
جب برکتہ کو یہ خبر ملی تو وہ اپنے بھائی ناطو پر ناراض ہوا جس نے منکو خان کو بادشاہ مقرر کرایا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ برکتہ اور خلیفہ مستعصم کے درمیان شیخ باخوری کی ہدایت کے مطابق دوستانہ تعلقات تھے لہٰذا ناطو نے اپنے بھائی ہلاکو کو ہدایت کی کہ وہ اس اقدام

سے باز آئے اور پیش قدمی نہ کرے۔

ملحدوں کی سرکوبی

ہلاکو کے پاس ناظو کے ایلچی اس وقت پہنچے جب کہ وہ ماوراء النہر کے علاقے میں تھا اور لشکر لے کر روانہ نہیں ہوا تھا لہٰذا کئی سالوں تک اس نے لشکر کشی نہیں کی تاآنکہ ناظو فوت ہوگیا اور اس کے بجائے برکتہ حاکم ہوا۔ اس وقت ہلاکو نے منگو خاں سے دوبارہ حملہ کرنے کی اجازت طلب کی اور اس مقصد کے لیے وہ ملحدوں کی سرکوبی کے لیے خلیفہ کے علاقوں میں گھس گیا۔ اس نے ان ملحدوں کو شکست دے کران کا صفایا کر کے ان کے قلعوں کو فتح کرلیا۔ اس نے اہل ہمدان پر بھی حملہ کیا اور انھیں تباہ کیا کیونکہ وہ برکتہ اور اس کے بھائی ناظو کے حامی تھے۔

ہلاکو کی شکست

پھر ہلاکو نے دشت قبچاق کی طرف پیش قدمی کی تو برکتہ بے شمار فوج لے کر اس کے مقابلے کے لیے آیا۔ جب فریقین میں جنگ ہوئی تو ہلاکو کے بے شمار سپاہی مارے گئے اور اس نے شکست کھائی۔ بعد ازاں دریائے کربین فریقین کے درمیان حائل ہوگیا اور ہلاکو اپنی مملکت کی طرف واپس چلا گیا مگر دونوں کے درمیان عدوات مستحکم ہوگئی تھی۔

سقوطِ بغداد

اس کے بعد ہلاکو بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ آخر کار بغداد کی تباہی کا وہ مشہور حادثہ رونما ہوا جس کا تذکرہ اس کے عہدِ حکومت کے حالات میں بیان ہوگا۔

اصفہانی کی روایت

ابن فضل اللہ نے شمس الدین اصفہانی کی روایت سے اپنی کتاب میں یہ بیان کیا ہے کہ ہلاکو خود مختار بادشاہ نہیں تھا۔ وہ اپنے بھائی منگو خان کی طرف سے نائب حاکم تھا۔ نہ تو اس کے نام کا کوئی سکہ ڈھالا گیا تھا اور نہ کسی سکے پر اس کے فرزند ابغا کا نام تھا۔ البتہ جب ارغو خود مختار حاکم ہوگیا تو اس نے صاحب تخت و تاج (مغل بادشاہ) کے نام کے ساتھ اپنا نام بھی کندہ کرایا تھا۔

وہ مزید رقم طراز ہے۔ "مغل بادشاہ کا فوجی افسر (کوتوال) اس وقت سے بغداد میں رہنے لگا تھا مگر جب قازان بادشاہ ہوا تو اس نے اس کوتوال کو نکال دیا تھا اور سکہ میں صرف اپنا نام ہی باقی رکھا"۔ اس کا قول تھا۔ "میں نے ہی یہ ملک بزورِ شمشیر فتح کیا ہے"۔

باغی جماعت

چنگیز خان کے افراد خاندن کی یہ رائے ہے کہ ہلاکو کی اولاد باغی جماعت ہے کیونکہ چنگیز خاں نے ان کے جد امجد طولی (تولی) کو کسی علاقہ کا حاکم مقرر نہیں کیا تھا۔ اس نے منگو خان کو بھی جو بعد میں حاکم مقرر ہوا نائب حاکم بناکر بھیجا تھا۔ بعد میں منگو خان کو ناظو ابن دوشی نے تخت نشین کرایا تھا جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے۔

وہ مزید رقم طراز ہے۔ "قابلِ اعتماد حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ ہلاکو نے کسی ایسے شخص کو زندہ نہیں چھوڑا جو اس کے حسب ونسب کی تحقیق کرسکے کیونکہ اس نے اپنی سلطنت کے تحفظ کے لیے ایسے افراد قتل کرادیے تھے اور جو زندہ بچ نکلے تو وہ اپنی شخصیت کو پوشیدہ رکھتے رہے۔ اس کی وجہ سے اس کے نسب کا حال پوشیدہ رہا"۔

مغل سلاطین کی ترتیب

شمس الدین اصفہانی نے مغلوں کے ایک بڑے امیر کے حوالے سے یہ بیان کیا ہے۔ "سب سے پہلے چنگیز خان تخت نشین ہوا۔ پھر اس کا فرزند اوکدائی تخت پر بیٹھا۔ پھر اس کا فرزند کفود بن اوکدائی تخت نشین ہوا۔ پھر منکو خاں بن طولی بادشاہ ہوا پھر اس کا بھائی اریکان تخت نشین ہوا پھر ان دونوں کا بھائی قبلائی بادشاہ ہوا پھر دمرفائی تخت نشین ہوا۔ اسے تمرفائی بھی کہتے ہیں۔ پھر تولی کیزی مغلوں کا بادشاہ ہوا۔ پھر کیزقان ہوا۔ آخر میں سندمردقان بن طربالا بن جنکمر بن قبلای بن طولی تخت نشین ہوا"۔ یہاں پر ابن فضل اللہ کی تحریر اختتام پذیر ہوتی ہے۔

فتح بلادِ روم

دوسری روایت یہ ہے۔ "جب منگو خان تخت نشین ہوا تو اس نے بلاد روم پر حملہ کرنے کے لیے ایک مغل سردار بیکو کی قیادت میں تاتاری لشکر بھیجا اس نے قلیج ارسلان کی اولاد کے قبضہ سے بلاد روم کو نکال لیا۔ جیسا کہ اس خاندان کے حالات میں مذکور ہے یوں یہ علاقہ مغلوں کے تسلط میں آگیا تاآنکہ مغلوں کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا"۔

منگوخان کی وفات

اس کے بعد منگو خان نے اپنے بھائی قبلائی کو خان کا عہدہ دے کر اس کی قیادت میں ایک لشکر مملکت خطا کی طرف بھیجا پھر خود بھی لشکر لے کر اس کے پیچھے روانہ ہوگیا اور قراقوم کے تخت پر اپنے دوسرے بھائی ازبک کو جانشین بنایا۔ مگر راستے ہی میں مملکت غور میں دریائے طائی کے قریب ۶۵۲ ہجری میں فوت ہوگیا۔ اس کے بعد ازبک تخت نشین ہوا اور جب قبلائی خان مملکت خطا سے واپس آیا تو ازبک نے شکست دے کر اسے بھگادیا۔ اس کے بعد اس نے مال و غنیمت پر خود قبضہ کرلیا اور اپنے بھائیوں اور قوم کو اس میں سے کچھ حصہ نہیں دیا اس لیے وہ قبلائی خان کے حامی ہوگئے۔ انھوں نے اس کو بلوایا تو اس نے آکر اپنے بھائی ازبک سے جنگ کی اور اسے شکست دے کر گرفتار کرکے قید کردیا۔ اس کے بعد غانیہ میں اس کی حکومت مستحکم ہوگئی۔

قبلائی خان کی حکومت

ہلاکو شام فتح کرچکا تھا جب اسے یہ اطلاع ملی تو وہ وہاں سے لوٹ گیا کیونکہ اسے غانیہ کی حکومت کی توقع تھی جب وہ دریائے جیحون کے قریب پہنچا تو اسے یہ اطلاع ملی کہ اس کا بھائی قبلائی خان غانیہ میں مستحکم حکومت قائم کرچکا ہے اور وہ اب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا لہٰذا اس نے مصالحت کرلی اور اپنے مقبوضہ علاقے پر قانع ہوکر عراق لوٹ آیا۔

قیدو کی فتح

قبلائی خان کے آخری عہد حکومت میں (۶۵۷ ہجری میں) سابق بادشاہ اوکدائی کے کسی فرزند نے اس کے خلاف بغاوت کی' وہ قیدو بن قاشی بن کفود بن اوکدائی تھا۔ اس کے ساتھ قبلائی خان کے کچھ سردار بھی شامل ہوگئے اور انھوں نے اسے اس مقصد کے لیے ورغلایا تو وہ لشکر لے کر روانہ ہوا۔ قبلائی خان نے اپنے فرزند تمقاق کی قیادت میں فوج مقابلہ کے لیے بھیجی مگر قیدو نے اسے شکست دے دی۔ تمقاق بھاگ کر اپنے والد کے پاس پہنچا تو وہ اس پر سخت ناراض ہوا اور اسے نکال کر مملکت خطا کی طرف بھگادیا جہاں وہ فوت ہوگیا۔

قبلائی خان کی وفات

اس کے بعد قبلائی قیدو پر غالب آگیا۔ اس زمانے میں سلاطین ماوراء النہر چغتائی خاندان کے ایک فرد براق بن سنتف نے چنگیز خان کی وصیت کے مطابق ماوراء النہر کے علاقے کو فتح کرکے وہاں اپنی حکومت قائم کرلی۔

صاحب تخت و تاج تبلائی خان ۶۸۸ ہجری میں فوت ہوگیا۔ اس کے بعد اس کا فرزند سرتموق بادشاہ بنا۔
چنگیز خان کی اولاد میں سے قراقوم کے تخت پر جو سلاطین جاگزین ہوگئے تھے ان کے بارے میں ہمیں اسی قدر حالات معلوم ہوئے ہیں۔

چغتائی خاندان کی سلطنت

ترکستان، کاشغر اور ماوراء النہر کا علاقہ اسلام سے پہلے کے عہد میں ترکوں کی پہلی سلطنت تھی جب ترکستان اور کاشغر کے ترک سلاطین مسلمان ہوئے تو وہ وہیں رہنے لگے تھے اور بنو سامان بخارا اور سمرقند کے خود مختار حاکم ہوگئے تھے۔ ان کے بعد سلجوقی اور تاتاری حکام بھی وہیں سے وارد ہوئے۔
چنگیز خان نے ان علاقوں کو فتح کر کے وصیت کی کہ یہ مملکت اس کے فرزند چغتائی کو دی جائے مگر اس کی زندگی میں اس کی تکمیل نہ ہو سکی اور چغتائی یہاں کا حاکم بننے سے پہلے ہی فوت ہوگیا۔
جب منکو خان بن طولی (تولی) تخت نشین ہوا تو چنگیز خان کی وصیت کی تکمیل کے لیے اس نے اپنے چچا چغتائی کی اولاد کو ماوراء النہر کا حاکم مقرر کیا اور منکو خان حاکم ہوا۔ جب منکو خان فوت ہوگیا تو اس کے بھائی ہلاکو نے اس کے فرزند مبارک شاہ کو حاکم مقرر کیا۔ پھر قید و بن قاشی نے ان کے قبضے سے ماوراء النہر کی سلطنت چھین لی۔ اس کا دادا کفوک (؟) صاحب تخت و تاج تھا وہ اوکدائی بن چنگیز خان کا فرزند تھا اور منکو خان اس کے بعد بادشاہ ہوا تھا۔

قیدو کی حکومت

جب قیدو اس علاقہ کا حاکم بنا تو اس نے صاحب تخت و تاج تبلائی کے خلاف جنگ کی۔ چنانچہ فریقین میں جنگ ہوتی رہی۔ اسی اثناء میں تبلائی نے چغتائی کے فرزندوں کو اپنا ملک واپس لینے میں امداد دی اور اسی خاندان میں سے براق بن سنتف کو حاکم مقرر کر کے اسے فوجی اور مالی امداد دی۔ چنانچہ وہ قیدو بن قاشی پر غالب آگیا اور اپنے آباء واجداد کی سلطنت کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔

چغتائی حکام

اس کے فوت ہونے کے بعد دوا یہاں کا بادشاہ مقرر ہوا۔ اس کی موت کے بعد اس کے چاروں فرزند یکے بعد دیگرے حاکم ہوتے رہے۔ ان کے نام (بہ ترتیب حکومت) یہ ہیں ا۔ کجک ۲۔ سعا ۳۔ کبک ۴۔ انجکدائی۔
ان چاروں کے بعد دواتمر بادشاہ بنا۔ پھر ترماشین بادشاہ ہوا۔ اس کے بعد قوزون بن ارماکان جو منکو خان چغتائی کا پوتا تھا ماوراء النہر کا بادشاہ مقرر ہوا۔ اس اثناء میں کچھ افراد نے زبردستی سلطنت پر قبضہ کرلیا مگر وہ حکومت برقرار نہیں رکھ سکے۔ ان میں سے ایک کا نام بیماورس ازکتم بن یعنا تمر بن براق تھا۔
بہرحال ترماشین کے بعد چغتائی خاندان کی سلطنت ڈانواں ڈول رہی تاآنکہ ان میں سے جنقصو بن دواتمر بن حلوابن براق بن سنتف بادشاہ مقرر ہوا۔
یہ سارا خاندان مجوسی مذہب کا پیروکار تھا اور آفتاب کی پرستش کرتا تھا۔ بالخصوص وہ چنگیز خان کے دین و مذہب پر عمل پیرا تھا جسے جنگیہ مذہب کہا جاتا تھا۔ چغتائی خاندان اس مسلک پر سختی سے عمل کرتا تھا اور اس کی سیاسی پالیسی وہی تھی جو صاحب تخت و تاج مغل بادشاہوں کی تھی۔

ترماشیین کا قبولِ اسلام

چغتائی خاندان سے جب ترماشیین بادشاہ ہوا تو وہ ۷۲۵ ہجری میں مسلمان ہوگیا۔ اس نے جہاد بھی کیا اور جو مسلمان سوداگر وہاں آمد و رفت رکھتے تھے وہ ان کی عزت کرتا تھا۔ اس سے پہلے اس ملک میں مصری تاجروں کا داخلہ ممنوع تھا مگر جب انھیں یہ اطلاع ملی تو وہ اس کے ملک پہنچنے لگے اور واپسی پر اس کی تعریف کرتے تھے۔

امیر تیمور کا ظہور

جب تمام علاقوں میں چنگیز خان کی اولاد کی سلطنتیں ختم ہوگئیں تو اسی چغتائی خاندان میں سے سمرقند اور ماوراء النہر کے علاقے میں ایک بادشاہ نمودار ہوا جس کا نام تمر تیمور تھا۔ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ اس کا سلسلہ نسب وہاں تک کیسے پہنچتا ہے کیونکہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ چغتائی خاندان سے نہیں تھا بلکہ اس نے ان کے سلاطین کی نسل میں سے ایک بچے کو یرغمال بنا رکھا تھا جس کا نام طغتمش یا محمود تھا۔ اس کے والد کی وفات کے بعد اس کا نام (سلطان کی فہرست میں) شامل کرلیا گیا تھا وہ اس پر غالب آگیا تھا اور اس نے اپنے آپ کو ان کے امراء میں مشہور کردیا تھا۔

نامعلوم نسب

مجھے ایک چینی باشندے نے یہ بتایا ہے کہ تیمور کا باپ بھی خود مختار امیر اسی کی طرح تھا تاہم مجھے یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ آیا وہ چغتائی خاندان کا خالص النسب فرد تھا یا وہ ان کے حامیوں اور حلیفوں میں سے تھا۔

تیمور کی فتوحات

فقیہ برہان الدین خوارزمی نے جو خوارزم کا بڑا عالم اور معزز سردار تھا مجھے یہ بتایا جب ابتداء میں یہ بادشاہ (تیمور) نمودار ہوا تو بخارا میں ایک مغل سردار تھا جو حسن کے نام سے موسوم تھا اور خوارزم میں بھی سرائے کے صاحب تخت و تاج سلاطین میں سے ایک شخص تھا جو حاجی حسن صوفی کے نام سے مشہور تھا۔ سب سے پہلے اس نے بخارا پر لشکر کشی کی اور حسن کو شکست دے کر بخارا کو فتح کرلیا۔ پھر وہ خوارزم پر حملہ آور ہوا اور حاجی حسن صوفی کے ساتھ اس کی طویل جنگیں ہوتی رہیں۔ اس نے کئی مرتبہ وہاں کا محاصرہ کیا۔

بخارا اور خراسان کی فتح

جنگ کے دوران حسن صوفی فوت ہوگیا اور اس کا بھائی یوسف اس کا جانشین ہوا تو تمر نے اسے شکست دے کر خوارزم فتح کرلیا اور طویل محاصرہ کے بعد اسے تباہ و برباد اور ویران کردیا۔ بعد ازاں اس نے تباہ شدہ حصہ کو دوبارہ تعمیر کرایا۔ اس طرح ماوراء النہر کی مملکت اس کے زیر نگیں ہوگئی تو اس نے بخارا کو پایۂ تخت مقرر کیا۔ پھر اس نے خراسان کی طرف لشکر کشی کی اور ہرات کے حاکم کو شکست دے کر اسے فتح کرلیا۔ ہمارے خیال میں ہرات کا حاکم غوری خاندان کی یادگار تھا۔

فتحِ مازندران و توریز

اس کے بعد تیمور لشکر لے کر مازندران کی طرف روانہ ہوا وہاں وہ اس کے حاکم شیخ ولی کے ساتھ طویل جنگیں لڑتا رہا آخر کار ۷۸۴ ہجری میں اس نے فتح حاصل کی اور شیخ ولی توریز کی طرف بھاگ گیا۔ تمر نے ۷۸۸ ہجری میں توریز بھی فتح کرلیا اور شیخ ولی جنگ میں مارا گیا۔

اس کے بعد اس نے شہر اصفہان پر حملہ کیا۔ اہل اصفہان نے بادل نخواستہ اطاعت قبول کرلی تاہم ان کی قوم اور خاندان کے ایک بڑے سردار نے جس کا نام معز الدین تھا اس کی مخالفت کی اور سرائے کے تخت نشین طغتمش (مغل بادشاہ) نے اسے امداد فراہم کی اور

لیے اس نے پلٹ کر حملہ کیا اور اس کے ساتھ جنگ کرتا رہا تا آنکہ اس نے اسے شکست دے کر اس کا نام و نشان مٹا دیا اور طغتمش (تخت نشین بادشاہ) نے اس کے مقبوضہ علاقوں پر قبضہ کرلیا۔

فتح بغداد

تیمور نے ۷۹۵ ہجری میں بغداد پر حملہ کیا تو وہاں کا بادشاہ احمد بن اویس بن شیخ حسن جو خاندان ہلاکو کے بعد وہاں کا زبردستی بادشاہ بن گیا تھا، بغداد سے بھاگ گیا۔ اس کے بعد احمد بن اویس ۷۹۶ ہجری میں شام پہنچ گیا۔ یوں تمر تیمور نے بغداد اور الجزیرہ کو دریائے فرات تک فتح کرلیا۔

تاتاری بادشاہ کو شکست

اب مصر کا بادشاہ اس سے مقابلہ کرنے کے لیے دریائے فرات کے قریب پہنچ گیا۔ مگر تیمور نے مقابلہ نہیں کیا بلکہ پیچھے ہٹ کر کردوں کے قلعوں اور بلاد روم کی طرف چلا گیا اور آذر بائیجان اور الابواب کے درمیان قرا باغ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ اس اثناء میں تخت نشین بادشاہ طغتمش اپنے ملک کی طرف واپس چلا گیا۔ لہٰذا تیمور ۷۹۷ ہجری میں اس کے ملک پر حملہ آور ہوا اور اسے شکست دے کر اسے تمام ممالک سے نکال باہر کیا۔ اس سال کے آخر میں یہ اطلاع ملی کہ اس نے طغتمش کو مکمل شکست دے کر اسے قتل کردیا ہے اور اس کے تمام علاقوں پر قبضہ کرلیا اور موجودہ زمانے تک وہ اسی حال میں ہے۔

اہل عجم کی روایت ہے کہ تیمور کے ظہور کی تاریخ لفظ عذب سے نکلتی ہے یعنی جمل کے حساب سے اس لفظ سے ۷۷۲ ہجری تاریخ نکلتی ہے۔

سلاطین خاندان دوشی خان

چنگیز خان نے اپنے فرزند دوشی خان کو خوارزم اور دشت قفچاق کا حاکم مقرر کیا تھا۔ یہ شمالی علاقے کی وسیع مملکت ہے جو خوارزم سے شروع ہو کر ناکند، صغد اور صرائی سے گزرتی ہوئی شرباجری، اران، براق، بلغار، باشقرد اور جدلمان تک کے وسیع علاقے پر مشتمل ہے۔ اسی مملکت کے حدود میں شروان کے علاقے کا شہر باکو بھی ہے جہاں لوہے کا پھاٹک ہے جو دمرقفو کے نام سے موسوم ہے۔اس مملکت کا جنوبی علاقہ قسطنطنیہ کی حدود تک پھیلا ہوا ہے۔ یہاں شہر بہت کم ہیں مگر آبادی اور عمارتیں بہت ہیں۔

دوشی اور ناطو خان

اس مملکت کا سب سے پہلا تاتاری بادشاہ جو مقرر ہوا وہ دوشی خان تھا۔ دوشی خان کی وفات کے بعد اس کا فرزند ناطو خان اس کا جانشین ہوا۔ اسے صامر خان بھی کہتے ہیں۔ اس کا مفہوم حملہ آور بادشاہ ہے۔ وہ اس مملکت کا ۶۵۰ ہجری تک بادشاہ رہا اور اسی سن میں فوت ہوگیا۔

اس کی موت کے بعد اس کا بھائی برکہ بادشاہ مقرر ہوا۔ ابن فضل اللہ نے ابن الحکیم کی روایت کے مطابق ان کا حال اس طرح بیان کیا ہے۔

ابوالفداء کا بیان

حاکم حماۃ (ابوالفداء) المؤید اپنی تاریخ میں یوں رقم طراز ہیں:

جب طرطو فوت ہوا تو اس کا کوئی لڑکا نہ تھا۔ البتہ اس کے بھائی ناطوخان کے دو لڑکے تھے ان میں سے ایک کا نام تدان اور دوسرے

کا نام برکتہ تھا۔ تدان سلطنت کا امیدوار تھا مگر ارکان سلطنت نے اس کے بجائے برکتہ کو سلطان مقرر کیا۔ جب ہلاکو نے عراق فتح کیا تو تدان کی والدہ ہلاکو کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوئی تاکہ اسے اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ ہلاکو اس کی قوم کا بادشاہ بن جائے مگر راستے ہی میں اسے روک کر قتل کروا دیا گیا۔ یوں برکتہ ہی اپنی مملکت کا سلطان برقرار رہا۔

اس روایت میں المویّد ابوالفداء نے برکتہ کو ناطو خان بن دوشی خان کی طرف منسوب کیا ہے اور ابن الحکیم نے جیسا کہ ابن فضل اللہ نے بیان کیا ہے اسے براہ راست دوشی خان کا فرزند بتایا ہے۔

اسلام لانے کا واقعہ

(ابوالفداء) المویّد نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ برکتہ شیخ نجم الدین کے ساتھی شیخ شمس الدین باخوری کے دست مبارک پر مسلمان ہوا۔ اس زمانے میں شیخ باخوری بخارا میں مقیم تھے۔ لہٰذا انھوں نے اسے دعوت اسلام دی تو وہ مسلمان ہوا.................

.... پھر برکتہ نے شیخ موصوف سے ملاقات کے لیے سفر کیا لیکن شیخ موصوف نے اسے ملاقات کی اجازت نہیں دی۔ جب ان کے ساتھیوں نے بہت اصرار کر کے اجازت حاصل کی تو وہ ملاقات کے لیے داخل ہوا اور اسلام کے لیے تجدید بیعت کی۔

شیخ موصوف نے برکت سے یہ عہد کیا کہ وہ نہ صرف کھلم کھلا اظہار اسلام کرے گا بلکہ اپنی قوم کو بھی اسلام لانے کی ترغیب دے گا چنانچہ اس نے اپنی قوم کو بھی مسلمان ہونے کی ترغیب دی۔ اس نے اپنی سلطنت کے تمام شہروں میں مساجد اور مدارس تعمیر کرائے اور علماء فقہاء کو مقرب بارگاہ بنایا اور انھیں انعام واکرام سے نوازنے لگا۔

(ابوالفداء) المویّد کے اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ برکتہ اپنی بادشاہت کے زمانے میں مسلمان ہوا۔ مگر ابن الحکیم کی روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے بھائی ناطو کے عہد حکومت میں مسلمان ہوا تھا۔ چونکہ ہمیں مغلوں کی سلطنت کی کوئی مستند تاریخ نہیں ملی جس کی طرف رجوع کیا جائے اس لیے یہ صرف ہماری رائے اور اجتہاد ہے۔ بعد کے واقعات حاکم حماۃ المویّد ابوالفداء کی تاریخ سے ماخوذ ہیں جو مظفر بن شہنشاہ بن ایوب کی اولاد سے تھا۔ وہ رقم طراز ہے:

"پھر برکتہ نے اپنے عہد حکومت میں اپنے بھائی ناطو کو جہاد کے لیے مغربی علاقے کی طرف بھیجا اس نے اللان (جرمنی) کے فرنگی بادشاہ سے جنگ کی جس میں اسے شکست ہوئی اور وہ لوٹ آیا۔ پھر وہ اسی رنج و افسوس میں مر گیا"۔

ہلاکو کی سازش

اس کے بعد برکتہ اور صاحب تاج تبلائی کے درمیان خانہ جنگی ہوئی اور برکتہ نے تبلائی کی عملداری میں سے خاقانیہ کا علاقہ چھین لیا اور اس کا حاکم اپنے بھائی ناطو کے بیٹے سرخاو کو مقرر کیا۔ وہ عیسائی مذہب کا پیرو تھا۔ ہلاکو نے اس کے ساتھ یہ سازش کی کہ وہ اپنے چچا برکتہ کے خلاف باغی ہو کر صاحب تخت تبلائی کی حمایت کرے۔ اس کے بدلے میں خاقانیہ کے علاوہ جو علاقہ وہ چاہے گا اسے جاگیر میں مل جائے گا۔

برکتہ کو اس سازش کا علم ہو گیا اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سرخاو اسے زہر دے کر قتل کرنا چاہتا ہے لہٰذا اس نے اس کا کام تمام کر دیا اور اس کے بجائے اپنے بھائی کو خاقانیہ کا حاکم مقرر کیا۔

ابغا کی شکست

ہلاکو نے سرخاو کا انتقام لینا چاہا۔ چنانچہ ۶۶۰ ہجری میں دریائے آمد کے قریب ہلاکو اور برکتہ کے درمیان جنگ ہوئی۔ پھر ہلاکو ۶۶۳ ہجری میں مر گیا اور اس کا فرزند ابغا (اباقا) اس کا جانشین ہوا تو وہ بھی برکتہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ برکتہ نے ستائی بن بائیقان بن جغطائی اور نوغیشہ ابن تتر بن مغل بن دوشی خان کی قیادت میں اس کا مقابلہ کرنے کے لیے فوجیں بھیجیں۔ جب فریقین میں

مقابلہ ہوا تو سنتائی پسپا ہوا اور شکست کھا کر لوٹ آیا مگر نوغیثہ نے ابغا کو شکست دی اور اس کی فوجوں کا صفایا کردیا۔
یوں برکتہ پر نوغیثہ کی دھاک بیٹھ گئی اور وہ سنتائی پر سخت ناراض ہوا اور اس کی قدرو منزلت جاتی رہی۔ آخر کار برکتہ ۶۲۵ ہجری میں فوت ہوگیا۔

منگو تمر بن طغان بن ناطو خان

برکتہ کی وفات کے بعد تو شمالی سلطنت کے تخت پر منگو تمر بن طغان بیٹھا' اس کا عہد حکومت طویل رہا۔ اس نے قسطنطنیہ کے بادشاہ اشکر کے ساتھ کسی رنجش کی وجہ سے اس کے ملک پر ۶۷۰ ہجری میں لشکر کشی کی مگر بادشاہ نے اطاعت اور فرماں برداری کا اظہار کیا اس لیے وہ واپس آگیا۔
اس نے ۶۸۰ ہجری میں ابغا بن ہلاکو کی امداد کے لیے شام پر فوج کشی کی۔ وہ خود بلادِ روم کے علاقہ ابلستین اور قیساریہ کے درمیان مقیم ہوا۔ پھر وہ دربند سے گزر کر ابغا کے پاس پہنچا جو رحبہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ پھر اس نے اس کے بھائی منگو تمر بن ہلاکو کے ساتھ شام کے علاقے حماۃ کی طرف پیش قدمی کی تو وہاں کے لوگوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ مصر و شام کا بادشاہ منصور قلاوون بھی دمشق سے ان کے مقابلے کے لیے فوج لے کر روانہ ہوا اور حمص کے باہر نبرد آزما ہوا' اس کا نتیجہ تاتاری بادشاہوں کے خلاف برآمد ہوا۔ ان کے بہت سے سپاہی مارے گئے اور باقی گرفتار کر لیے گئے۔ ابغا رحبہ کے محاذ سے بھاگ نکلا اور تاتاری فوجیں شکست کھا کر اپنے وطن واپس چلی گئیں۔

تدان کی حکومت

اس جنگ کے بعد شمالی سلطنت کا بادشاہ منگو تمر فوت ہوگیا اور منگو تمر بن ہلاکو بھی ۶۸۱ ہجری میں فوت ہوگیا۔ منگو تمر کے بعد اس کا فرزند تدان بادشاہ ہوا اور وہ سرائے (صرای) کے تخت پر بیٹھا۔ اس نے پانچ سال حکومت کی پھر وہ راہب بن گیا اور تخت و سلطنت سے دست بردار ہو کر مشائخ اور درویشوں کی صحبت میں رہنے لگا۔

قلابغا کا عہد حکومت

جب تدان بن منگو تمر راہب بن گیا اور اپنے ملک سے نکل گیا تو اس کا بھائی قلابغا اس کا جانشین ہوا۔ اس نے الکرک کے علاقے پر حملہ کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔ اس نے نوغیثہ بن تتر سے بھی تعاون کی درخواست کی جو شمالی سلطنت کے ایک حصہ کا خود مختار حاکم تھا لہٰذا وہ بھی اپنی فوج لے کر اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ یوں ایک لشکر جرار روانہ ہوا اور وہ سب الکرک کے علاقے میں گھس گئے' انہوں نے حملہ کر کے فتنہ و فساد برپا کیا مگر چونکہ موسم سرما آگیا تھا اس لیے انہیں وہاں سے رخصت ہونا پڑا۔ چونکہ تاتاری سلطان نے ایسے علاقے پر قبضہ کیا تھا جو جنگل و بیابان پر مشتمل تھا اس لیے سخت سردی اور بھوک کے باعث وہاں اس کی فوجوں کا بہت بڑا حصہ تباہ و برباد ہوگیا۔ اور وہ اپنے مویشی اور سواری کے جانور کھانے پر مجبور ہوگئے۔

نوغیثہ سے بدگمانی

چونکہ نوغیثہ قریبی راستے سے روانہ ہوا تھا اس لیے وہ اپنی عملداری میں صحیح و سالم اور بخیرو عافیت واپس آگیا اور وہ ان مصائب کا شکار نہیں ہوا۔ اس پر سلطان نے اس کے معاملے میں سستی اور غفلت اختیار کرنے کا الزام لگایا۔ اس سے پہلے بھی وہ اس کے ظلم و استبداد کی وجہ سے ناراض تھا کیونکہ اس نے کبخک کی بیوی جو اس کے باپ اور بھائی کے عہد میں بھی صاحب اقتدار تھی' کو بھی قتل کر دیا

تھا۔ اس نے نوغیثہ سے شکایت کی تو اس نے حکم دیا کہ اس کا گلا گھونٹ کر اسے مارڈالا جائے۔ اس نے اس سردار کو بھی قتل کردیا جو اس عورت کی خدمت پر مامور تھا۔ اس کا نام بیطرا تھا۔ ان واقعات کی وجہ سے قلابغا اس کا مخالف ہو گیا اور اس نے پختہ ارادہ کرلیا کہ وہ اسے اچانک قتل کردے گا۔

قلابغا کا قتل

جب اس نے منصوبہ تیار کرلیا تو اس نے نوغیثہ کو بلوایا۔ نوغیثہ کو بھی اس بات کی اطلاع مل گئی تھی۔ اس لیے اس نے سلطان کی خیر خواہی اور ہمدردی کا بے حد اظہار کیا۔ اس نے اس کی والدہ کو لکھا کہ وہ سلطان سے تنہائی میں خیر خواہی کی باتیں کہنا چاہتا ہے.................................. لہٰذا اس کی والدہ نے سلطان کو اس منصوبہ سے باز رکھا اور اسے آمادہ کیا کہ وہ اسے بلواکر نصیحت کی باتیں سنے۔

چنانچہ نوغیثہ کو بلوایا گیا۔ اس نے سلطان قلابغا کے بھائیوں کو اپنے ہمراہ چلنے کے لیے کہا جو اس کے حامی تھے ان میں طغطائی' بولک' صرای اور تدان شامل تھے جو منکوتمر بن طغان کے فرزند تھے وہ اس کے ساتھ گئے مگر جب سلطان قلابغا اپنے فوجی دستے کے ساتھ نوغیثہ سے ملاقات کرنے کے لیے اچانک پہنچا تو اس کے بھائی دور ٹھہر گئے۔ نوغیثہ نے اپنے سپاہیوں کو کمین گاہ میں چھپا دیا تھا۔ جب دونوں میں ملاقات ہوئی تو وہ دونوں تھوڑی دیر باتیں کرتے رہے اس کے بعد نوغیثہ کے پوشیدہ سپاہی کمین گاہوں سے نکل آئے اور انھوں نے سلطان کو محاصرہ میں لے کر مار ڈالا۔ قتل کا یہ واقعہ ۶۹۰ ہجری میں ہوا۔

طغطائی کی حکومت اور شکست

سلطان قلابغا کے قتل کے بعد طغطائی کو سلطان بنایا گیا اور نوغیثہ اپنے علاقے کی طرف واپس چلا گیا۔ اس نے طغطائی کو یہ ہدایت کی تھی کہ وہ ان تمام امراء کو قتل کردے جنھوں نے قلابغا کے ساتھ مل کر اس کے قتل کی سازش کی تھی۔ چنانچہ طغطائی نے ان سب کو قتل کرادیا۔ پھر وہ بھی نوغیثہ سے بدگمان ہوگیا کیونکہ وہ ظلم واستبداد کے طریقہ پر بدستور قائم رہا۔ اس لیے طغطائی اس سے متنفر ہوگیا اور ان دونوں کے درمیان کشیدگی بڑھتی گئی۔

جب ارکان سلطنت بھی نوغیثہ کے پاس پہنچنے لگے تو وہ انھیں طغطائی کے خلاف بھڑکاتا تھا۔ ان امراء میں سے طاز بن منجک کے ساتھ اس نے اپنی بیٹی کی شادی کردی تھی۔ آخر کار سلطان طغطائی اس سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ جب نوغیثہ سے اس کا مقابلہ ہوا تو اس نے سلطان کو شکست دی۔ راستے میں دریائے مل حائل تھا لہٰذا اس کے بہت سے سپاہی دریا میں غرق ہوگئے۔ نوغیثہ اس کے تعاقب سے باز رہا اور شمالی علاقوں پر قابض ہونے کے لیے اس نے اپنے نبیرہ قراجا ابن مشتمر کو ۶۷۹ ہجری میں قرم کے شہر کی حکومت دے دی۔ چنانچہ وہ وہاں سے مالیانہ وصول کرنے کے لیے پہنچا تو لوگوں نے اس کی ضیافت کی مگر رات کے وقت سازش کرکے اسے مارڈالا۔ لہٰذا نوغیثہ نے قرم کے علاقے کی طرف اپنی فوجیں روانہ کیں۔ انھوں نے وہاں جاکر تباہی مچادی اور ان علاقے کے آس پاس تمام گاؤں اور جاگیریں لوٹ لیں اور سارے علاقے کو تباہ و برباد کردیا۔

نوغیثہ کا قتل

نوغیثہ پہلے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بہت ایثار اور رواداری سے کام لیتا تھا۔ مگر جب وہ خود مختار ہوگیا تو اس نے اپنے فرزند کا مرتبہ اپنے ساتھی امراء سے بڑھ کر مقرر کیا۔ اس کے ہمرکاب مغل شہزادوں میں سے ایاجی بن قرمش اور اس کا بھائی قراجا تھے لہٰذا جب اس نے اپنے فرزند کو ان پر ترجیح دی تو وہ دونوں اپنی قوم کو لے کر طغطائی کے پاس چلے گئے۔ نوغیثہ کے بیٹے نے ان کا تعاقب کیا تو ان میں سے کچھ واپس آگئے مگر باقی وہیں رہ گئے۔ لہٰذا نوغیثہ کے بیٹے نے ایاجی اور قراجا کے ان ساتھیوں کو قتل کرادیا جو واپس آگئے تھے اس پر وہ مغل امراء بہت ناراض ہوئے جو اس کے ساتھ تھے وہ بھی طغطائی کے پاس پہنچ گئے اور اسے آمادہ کیا کہ وہ نوغیثہ سے جنگ کرے۔ چنانچہ

س نے فوج اکٹھی کی اور ۶۹۹ ہجری میں فوج لے کر کوکان بک کے مقام پر پہنچ گیا۔ وہاں نوغیشہ اور اس کے فرزند کے لشکر کو شکست ہوئی اور نوغیشہ میدان جنگ میں مارا گیا۔ جب اس کا سر طغطائی کے پاس لایا گیا تو اس نے اس کے قاتل کو یہ کہہ کر قتل کر دیا کہ رعایا خود سلطان کو قتل نہیں کرتی۔ اس کے بعد نوغیشہ کا جنگی خیمہ لوٹا گیا اور ان کے جنگی اسیروں کو دنیا کے مختلف حصوں میں فروخت کر دیا گیا چنانچہ مصر میں بھی ان غلاموں کی ایک جماعت فروخت کی گئی جو وہاں کی فوج میں بھرتی کی گئی۔

نوغیشہ کے جانشین

جب نوغیشہ ہلاک ہوا تو اس کا فرزند جکاء اس کا جانشین ہوا اس کے بھائی نے اس کی مخالفت کی تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ لہٰذا اس کے ساتھی اس سے ناراض ہو گئے اور انہوں نے اسے اچانک قتل کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ اس کام کے لیے اس کا نائب طغرلجای اور اس کا بہنوئی جو اس کی بہن طاز بن منجک کا شوہر تھا مقرر ہوا۔ جب اس کی اطلاع اسے ہوئی تو اس وقت وہ لاز اور روس کے علاقے میں جہاد کرنے گیا ہوا تھا۔ وہ یہ خبر سنتے ہی نہایت تیزی کے ساتھ اپنے علاقے میں واپس آ گیا۔ پھر اس کی فوجیں بھی اس کے پاس پہنچ گئیں۔ اس نے ان دونوں کے خلاف جنگ کر کے انہیں شکست دے دی۔

طغطائی نے جکابن نوغیشہ کے برخلاف ان دونوں کو فوجی امداد بہم پہنچائی تو اسے شکست ہوگئی اور وہ اولاق کے شہروں کی طرف بھاگ گیا۔ اس نے کوشش کی کہ بلادِ اولاق کے کسی قلعہ میں محصور ہو جائے وہاں اس کا بہنوئی بھی تھا قلعہ کے حاکم نے اسے گرفتار کر کے طغطائی کے پاس بھیج دیا۔ اس نے ۷۰۱ ہجری میں اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس کا بھائی طرائی اور اس کا فرزند قراکسک بچ نکلے تھے اور وہ دونوں کہیں بھاگ گئے تھے لہٰذا اب طغطائی کے لیے میدان مخالفوں اور باغیوں سے خالی ہو چکا تھا اور اس کی سلطنت مستحکم ہو گئی تھی۔ اس لیے اس نے اپنی عملداری کو اپنے بھائی صرائی بغا اور اپنے دونوں فرزندوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس نے منکلی بغا کو باب الحدید کے قریب دریائے طنا کے علاقے کا حاکم مقرر کیا۔

سازش کا انسداد

اس عرصے میں صرای بن نوغیشہ اپنے پوشیدہ مقام سے نکل کر طغطای کے بھائی صرای بغا کے پاس پہنچا اور اس سے پناہ طلب کی۔ چنانچہ اس نے پناہ دے کر اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ جب وہ بے تکلف ہوا تو اس نے اپنے دل کا راز کھولا اور اسے اپنے بھائی طغطای کے برخلاف بغاوت کرنے پر آمادہ کیا۔ اس زمانے میں ان دونوں کا بڑا بھائی ازبک زندہ تھا اور وہ طغطای کے پاس رہتا تھا۔ لہٰذا صرای بغا سوار ہو کر اس کے پاس گیا تاکہ وہ اس بغاوت کے معاملے میں ان سے گفت و شنید کرے۔ اس نے اس منصوبہ کی مخالفت کی اور اپنے بھائی طغطای کو اس سے مطلع کر دیا۔ اس نے فوراً اپنے بھائی صرای بغا اور صرای بن نوغیشہ دونوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا اور ان دونوں کو قتل کرا دیا اور اپنے بھائی صرای بغا کی حکومت بھی اپنے فرزند اہل بہادر کے سپرد کر دی۔

اس نے قراکسک بن نوغیشہ کی تلاش میں فوج بھیجی مگر وہ شمالی ممالک کی طرف دور دراز علاقے میں چلا گیا اور وہاں کے کسی بادشاہ کے پاس پناہ گزین ہو گیا تھا۔

۷۰۹ ہجری میں اس کا بھائی بذالک اور اس کا فرزند اہل بہادر فوت ہو گیا اور ۷۱۲ ہجری میں طغطائی نے بھی وفات پائی۔

ازبک بن طغرلجای بن منگوتمر

جب طغطائی کی وفات کے بعد اس کے نائب السلطنت قطلتمر نے ازبک کو جو اس کے بھائی طغرلجائی کا فرزند تھا، اس کے والد طغرلجائی کی بیگم خاتون توخاتون کے مشورہ سے بادشاہ مقرر کیا۔ اس نے اسے اسلام لانے کی ترغیب دی چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا اور نماز پڑھنے کے

لیے اس نے مسجد تعمیر کرائی۔ اس کے ایک امیر نے اس کی مخالفت کی تو اس نے اسے قتل کرادیا۔

سلطان مصر سے تعلقات

سلطان طغطائی اور سلاطینِ مصر کے درمیان تعلقات قائم ہو گئے تھے۔ چنانچہ جب طغطائی فوت ہوا تو اس کے ایلچی سلطان ناصر محمد بن قلاون کے پاس گئے ہوئے تھے۔ جب وہ ازبک کے عہد حکومت میں وہاں واپس آئے۔ تو ازبک نے ان کا عزت و احترام کے ساتھ استقبال کیا اور سلطان مصر کے ساتھ دوستانہ تعلقات کی تجدید کی۔ قطلتمر نے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے خاندان کی کسی لڑکی کا اس سے رشتہ کردے۔ اس نے اس مقصد کے لیے طغطائی کے بھائی بڑالک کی دختر کا نام تجویز کیا۔ لہٰذا اس تجویز کے مطابق سلطان مصر سے خط و کتابت ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ اس بات کا فیصلہ ہو گیا اور انھوں نے منگیتر لڑکی کو مصر بھیج دیا اور سلطان ناصر نے عقد نکاح کرکے اسے اپنی زوجیت میں لے لیا جیسا کہ اس کے حالات میں بیان کیا جاچکا ہے۔

اس کے بعد سلطان ازبک اور سلطان ابو سعید کے درمیان جو ہلاکو خان کے فرزندوں کی طرف سے عراق کا تاتاری بادشاہ تھا خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ لہٰذا ازبک نے اپنی فوجیں آذربائیجان کی طرف بھیج دیں۔

علاقہ پر جھگڑا

دوشی خان کے فرزند یہ دعویٰ کرتے تھے کہ توریز اور مراغہ کے علاقے ان کے ہیں۔ جب قان (بادشاہ) نے ہلاکو کو بلاد اسماعیلیہ اور بغداد کے علاقے فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا تو اس نے فوج کی تعداد بڑھائی تھی اور اس کے ساتھ شمالی علاقے کی اس سلطنت کی فوجیں بھی روانہ ہوئی تھیں۔ چنانچہ توریز کا چارہ (ان کے گھوڑوں وغیرہ کے لیے) مقرر ہوا تھا۔

جب ہلاکو مرگیا تو برکہ نے اس کے فرزند ابغا سے درخواست کی کہ وہ اسے اس کی اجازت دے کہ وہ تبریز میں ایک جامع مسجد اور کپڑا بننے اور کاڑھنے کا ایک کارخانہ تعمیر کرائے۔ چنانچہ جب اسے اس بات کی اجازت مل گئی تو سلطان برکہ نے یہ دونوں عمارتیں وہاں تعمیر کرائیں۔

موقان پر حملہ

جب ان میں مصالحت ہو گئی تو یہ علاقہ لوٹایا گیا مگر دوشی خان کے سلاطین برابر یہ دعوے کرتے رہے کہ توریز اور مراغہ ان کی عملداری میں ہے تاآنکہ جب سلطان ازبک اور سلطان ابوسعید کے درمیان خانہ جنگی ہوئی تو اس نے اپنی جنگ کا آغاز موقان پر حملہ کرکے کیا اور ۷۱۹ ہجری میں اس نے اپنی فوجیں وہاں روانہ کیں۔ یہ فوجیں وہاں کا صفایا کرکے واپس آئیں۔

سیول کی فتح خراسان

اس عرصے میں جوبان جو سلطان ابوسعید کا نائب تھا' اس کی سلطنت پر غالب آگیا تھا اور وہ چنگیز خان کی اولاد پر بھی حکم چلاتا تھا وہ ان بات کو ناپسند کرتا تھا کہ براق بن سنتف جو چغتائی کا پڑپوتا تھا خوارزم کا بادشاہ مقرر ہوا' اس لیے ازبک نے اس سے جنگ کی اور خراسان فتح کرلیا۔ اس نے فوج کی مدد کے لیے اپنے نائب قطلتمر کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا اور پھر سیول بھی اس مقصد کے لیے روانہ ہوا لہٰذا سلطان ابو سعید نے ان دونوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے نائب جوبان کو بھیجا مگر وہ کامیاب نہ ہوسکا اور سیول خراسان کے بہت سے علاقوں پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد جوبان نے اس کے ساتھ مصالحت کرلی۔

سیول ۷۲۰ ہجری میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد سلطان ازبک نے اپنے نائب قطلتمر کو ۷۲۱ ہجری میں معزول کردیا اور اس کے بجائے عیسیٰ کوکنہ کو نائب مقرر کیا مگر ۷۲۲ ہجری کو اس نے قطلتمر کو دوبارہ اس کے عہدہ نیابت پر بحال کردیا۔

جانی بیگ کی حکومت

سلطان ازبک اور سلطان ابوسعید کے درمیان جنگ اس پورے عرصے میں جاری رہی یہاں تک کہ سلطان ابوسعید ۷۳۶ ہجری میں فوت ہوگیا۔ اسی سال قان بھی فوت ہوگیا۔ جب سلطان ازبک بن طغرلجائی فوت ہوا تو اس کا فرزند جانی بک اس کا جانشین ہوا۔

اس سے پیشتر سلطان ابو سعید فوت ہوگیا تھا' اس کی کوئی اولاد نہ تھی چنانچہ عراق میں اس کا جانشین شیخ حسن ہوا جو ابغا بن ہلاکو کے نبیروں میں سے تھا باقی علاقوں میں طوائف الملوکی برپا ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جانی بک نے خراسان کی طرف فوجیں بھیج کر ۷۵۸ ہجری میں اسے فتح کرلیا پھر اس نے آذربائیجان اور توریز کی طرف لشکر کشی کی۔ ان علاقوں پر الشیخ الصغیر ابن دمرداش بن جوبان حکمران تھا اور اس کے بعد اس کا بھائی اشرف حاکم بنا تھا۔ لہٰذا جانی بک نے اس مطالبہ کے ساتھ آذربائیجان پر حملہ کیا جس مطالبہ کا اظہار اس کے بزرگان سلف کرتے تھے۔ آخر کار وہاں کا حاکم اشرف مارا گیا اور وہ توریز اور آذربائیجان پر قابض ہوگیا۔ اس نے توریز پر اپنے فرزند بردبیگ کو مقرر کیا تھا اس کے بعد خوزشان کی طرف لوٹا مگر راستے میں جانی بک بیمار ہو کر فوت ہوگیا۔

بردبیگ بن جانی کا دور

جب توریز خراسان کی طرف جاتے ہوئے جانی بک بیمار ہوا تھا تو ارکانِ دولت نے اس کے فرزند بردبیگ کو یہ خبر سرعت کے ساتھ پہنچائی۔اس وقت وہ توریز کا حاکم تھا لہٰذا اس نے اپنی طرف سے وہاں ایک حاکم مقرر کیا پھر برق رفتاری کے ساتھ اپنی قوم و خاندان کے پاس پہنچ گیا۔ جب وہ صرای (سرای) پہنچا تو اس کا باپ جانی فوت ہوچکا تھا۔ لہٰذا لوگوں نے اسے بادشاہ مقرر کیا اور وہ خود مختار بادشاہ بن گیا۔ مگر وہ تین سال حکومت کرنے پایا تھا کہ فوت ہوگیا۔

تاتاری حکام کی خانہ جنگی

جب بردبیگ فوت ہوا تو اس کا فرزند طغطمش نہایت نو عمر لڑکا تھا۔ اس کی ہمشیرہ جو بردبیگ کی بیٹی تھی' ایک مغل سردار کے عقد میں تھی جس کا نام ممای تھا۔ وہ خود مختار حاکم تھا' قرم کا شہر اس کی عملداری میں شامل تھا مگر وہ اس زمانے میں وہاں سے غائب تھا اور صرای (سرای) کے گردو نواح کے علاقوں میں حکام منتشر اور پراگندہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک الگ ہو کر اپنے اپنے علاقوں میں خود مختار ہو گیا تھا۔ چنانچہ حاجی شرکس منج طرخان کے علاقے پر قابض ہوگیا اور اہل خان بھی اپنے علاقے کا خود مختار حاکم بن گیا۔ یہی طریقہ ایبک خان نے اختیار کیا اور یہ اپنے اپنے علاقے کے حکام کہلاتے تھے۔

ممای کا عہدِ حکومت

بردبیگ کی وفات کے بعد اس کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا تو مذکورہ بالا (حکام) اپنے علاقوں میں خود مختار ہوگئے تو ممای قرم شہر پہنچا اور اس نے ازبک القان کی اولاد میں سے ایک لڑکے کو بادشاہ مقرر کیا جس کا نام عبداللہ تھا۔ اسے اپنے ہمراہ لے کر صرای کی طرف فوج کشی کی لہٰذا وہاں کا نام نہاد حاکم، طغطمش بھاگ کر جغتائی بن چنگیز خان کی سلطنت سمرقند و ماوراء النہر کی طرف چلا گیا۔ اس وقت وہاں ایک مغل سردار جس کا نام تیمور تھا اس سلطنت پر قابض تھا۔ اس نے بھی ایک بچے کو جس کا نام محمود اور طغطمش تھا' برائے نام بادشاہ مقرر کر رکھا تھا۔ وہ اس کی والدہ سے نکاح کرکے اس پر غالب آگیا تھا۔ چنانچہ (صرای کا بادشاہ) طغطمش وہاں مقیم ہوگیا۔

صرای پر قبضہ

اس کے بعد وہ حکام جو سلطنت صرای کے مختلف علاقوں پر قابض تھے، آپس میں لڑنے لگے چنانچہ منج طرخان کے حاکم حاجی شرکس

نے ماما‏ی کے خلاف فوج کشی کی اور اس کے قبضے سے سلطنت صرای کو نکال کر خود اُن پر قابض ہوگیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ماما‏ی شہر قرم کی طرف چلا گیا اور وہاں کا خود مختار حاکم ہوگیا۔

جب حاجی شرکس اپنی عملداری سے روانہ ہوا تھا تو اس وقت خوارزم کے علاقے سے ارض خان نے اس کے خلاف فوجیں بھیجیں چنانچہ انھوں نے منج طرخان کا محاصرہ کرلیا حاجی شرکس نے اپنے ایک سردار کی قیادت میں فوجیں مقابلہ کے لیے بھیجیں۔ اس سردار نے ایسی تدابیر اختیار کیں کہ دشمن کی فوجیں شکست کھا کر منج طرخان کو چھوڑ کر چلی گئیں۔ اس نے ان فوجوں اور ان کے سردار پر اچانک حملہ کیا۔

ایبک خان کا حملہ

حاجی شرکس اس خانہ جنگی میں مشغول تھا کہ اچانک دوسرے حاکم ایبک خان نے صرای پر حملہ کردیا اور اس کے قبضے سے صرای کو چھین لیا۔ چند دنوں تک وہ وہاں کا خود مختار حاکم بنا رہا۔ جب وہ فوت ہوا تو اس کے بعد اس کا فرزند قاری خان بادشاہ مقرر ہوا۔

اس زمانے میں خوارزم کے کوہستان سے ارض خان حملہ آور ہوا اس نے صرای کو فتح کرلیا اور وہاں سے قاری خان بن ایبک خان بھاگ گیا اور اپنی پہلی عملداری پر قابض رہا اور ارض خان صرای کا حاکم بن گیا۔ یہ واقعات ۷۷۶ ہجری میں رونما ہوئے۔ اس وقت ماما‏ی ارض خان کی اصل سلطنت اور صرای سلطنت کے درمیان قرم کے علاقے کا حاکم تھا (سابق شاہ صرای) طغطمش اس عرصے میں سلطان تیمور کے پاس ماوراء النہر کے علاقے میں مقیم تھا۔

اس کے بعد طغطمش نے صرای کی اپنی آبائی سلطنت حاصل کرنے کا عزم مصمم کیا۔ لہٰذا سلطان تیمور نے اس کے ہمراہ فوجیں روانہ کیں چنانچہ جب وہ فوج لے کر خوارزم کے کوہستان میں پہنچا تو ارض خان کی فوجوں نے اس کا مقابلہ کیا اور وہ شکست کھا کر تیمور کے پاس واپس آگیا۔

طغطمش کی فتوحات

جب اسی سال کے درمیانی عرصے میں ارض خان فوت ہوگیا تو سلطان تمر فوجیں لے کر طغطمش کے ساتھ ارض خان عملداری کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد سلطان تمر واپس آگیا مگر طغطمش نے کوہستان خوارزم کے ان تمام علاقوں کو فتح کرلیا جو ارض خان کی عملداری میں تھے۔

بعد ازاں صرای کی طرف حملہ آور ہوا۔ وہاں ارض خان کے حکام موجود تھے' اس نے انھیں شکست دے کر وہ علاقہ فتح کرلیا اور ماما‏ی جن علاقوں پر قابض تھا، وہ سب اس نے واپس لے لیے نیز منج طرخان کے اس علاقے کو بھی فتح کیا جو حاجی شرکس کی عملداری میں تھا۔ یہاں تک کہ اس نے خود مختار حکام کے تمام علاقے چھین لیے اور ان کے اثر واقتدار کا نام و نشان مٹا دیا۔

اس کے بعد وہ قرم کی طرف روانہ ہوا جہاں ماما‏ی تھا۔ وہ اس کے مقابلے سے بھاگ گیا۔ پھر اس کی کوئی اطلاع نہیں مل سکی بعد میں یہ خبر ملی کہ وہ ہلاک ہوگیا ہے۔ یوں صرای اور اس کے علاقوں پر طغطمش بن بردبیک کی سلطنت پہلے کی طرح مستحکم ہوگئی۔

سلطان تیمور کی یلغار

جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ سلطان تیمور تمر چغتائی خاندان کی مملکت میں نمودار ہوا تھا۔ وہ ۷۸۴ ہجری میں بخارا اور سمرقند کو روندتا ہوا خراسان اور اس کے بعد ہرات پہنچا وہاں غوری خاندان کا ایک بادشاہ حکمران تھا۔ اس نے اسے شکست دے کر ہرات فتح کرلیا۔ پھر اس نے مازندران کی طرف فوج کشی کی' وہاں ہلاکو خان کی نسل کے بعد شیخ ولی حاکم بن بیٹھا تھا۔ اس کے ساتھ سلطان تیمور طویل عرصے

تک جنگ کرتا رہا آخر کار اسے فتح حاصل ہوئی اور شیخ ولی اپنے شکست خوردہ ارکان سلطنت کے ساتھ توریز بھاگ گیا۔

فتح اصفہان

اس کے بعد سلطان تیمور کئی ممالک کو روندتا ہوا اصفہان پر حملہ آور ہوا۔ وہاں کے حاکم ابن المظفر نے اطاعت قبول کی تو اس نے توریز پر ۷۸۷ ہجری میں حملہ کیا اور اسے تباہ و برباد کردیا۔ اس سے پیشتر اس نے صرای کے دشت قبچاق پر حملہ کرکے طغطمش کو شکست دے دی تھی اور اسے وہاں سے نکال دیا تھا۔ طغطمش ادھر ادھر کہیں بھاگ گیا' چنانچہ جب سلطان تیمور اصفہان کی طرف روانہ ہوا تو طغطمش اپنے پایہ تخت واپس آگیا۔

قمرالدین کی سرکوبی

سلطان تیمور کی قوم کا ایک سردار قمرالدین کے نام سے مشہور تھا، طغطمش نے اس سے خط و کتابت کرکے اسے تیمور کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا اور اس مقصد کے لیے اسے مالی اور فوجی امداد فراہم کی۔ چنانچہ اس نے اس علاقے میں تباہی پھیلادی۔ تیمور کو یہ اطلاع اس وقت ملی جب وہ اصفہان کی فتح سے واپس جارہا تھا لہٰذا اس نے پلٹ کر حملہ کیا اور قمرالدین کے ساتھ اس کی گھمسان کی جنگ ہوئی۔ آخر کار تیمور اس پر غالب آگیا اور اس کی سرکوبی کرکے اسے درست کردیا۔

طغطمش کی جنگیں

اب اس نے طغطمش کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ طغطمش اپنے ایک عزیز اغلان بلاط کو لے کر تیمور کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ تیمور نے اس کے ساتھی امراء کے ساتھ ساز باز کی۔ طغطمش کو ان کے بارے میں شک و شبہ ہوا مگر اس وقت جنگ کا آغاز ہوگیا تھا لہٰذا اس نے تیمور کے ایک حصہ پر حملہ کیا اور جو مقابلہ پر آیا اسے بھگادیا۔ اس وقت وہ امراء جنھوں نے تیمور کے ساتھ ساز باز کی تھی بھاگ گئے اور سرحدوں پر پہنچ کر ان پر قابض ہوگئے۔

ان حالات میں طغطمش صرای پہنچا اور اس پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ اغلان بلاط شہر قرم کی طرف بھاگ گیا اور اس پر قبضہ کرلیا۔ طغطمش وہاں بھی فوج لے کر پہنچا اور اس کا محاصرہ کیا۔ موقع غنیمت سمجھ کر ارمن خان نے طغطمش کی غیر حاضری میں صرای پہنچ کر اس پر قبضہ کرلیا۔ یہ خبر سن کر طغطمش صرای واپس آیا اور اسے اس کے قبضہ سے چھڑالیا۔

اس کے بعد اس کی فوجیں قرم پہنچتی رہیں اور اس کا محاصرہ کرتی رہیں تاآنکہ اسے فتح کرلیا اور اغلان بلاط کو گرفتار کرکے قتل کر دیا۔

بنو المظفر کا خاتمہ

ادھر سلطان تیمور طغطمش سے جنگ کرکے اصفہان پہنچا اور اسے فتح کرکے خاندان بنو المظفر کے بادشاہوں کو گرفتار کرلیا اور ان کو تیغ کر دیا۔ یوں ان کے تمام علاقے اس کی سلطنت میں شامل ہوگئے۔

فتح بغداد

اس کے بعد تیمور نے بغداد پر حملہ کیا اور ۷۹۵ ہجری میں وہاں کے حاکم احمد بن اویس کو شکست دے کر اس پر قبضہ کرلیا۔ احمد بن اویس مصر کے بادشاہ سلطان ظاہر کے پاس فریاد لے کر پہنچا تو سلطان مصر فوج لے کر اس کے ساتھ روانہ ہوا اور دریائے فرات تک پہنچ گیا۔

فتح ماردین

ادھر سلطان تیمور بغداد کو فتح کرکے ماردین کی طرف روانہ ہوا اور اس کا محاصرہ کرکے اسے فتح کرلیا البتہ اس کا قلعہ فتح نہیں ہوسکا تو

اس نے وہاں سے حصون الاکرد (کردوں کے قلعوں) کا قصد کیا۔ اس کے بعد ارمینیہ سے گزرتا ہوا بلاد روم پہنچا۔

احمد کا قبضۂ بغداد

سلطان ظاہر نے احمد بن اویس کی امداد کی لیے جو فوجیں بھیجی تھیں انھیں لے کر احمد بن اویس بغداد روانہ ہوا۔ وہاں سلطان تیمور کی مختصر فوج تھی اس لیے احمد بن اویس نے انھیں شکست دے کر بغداد پر قبضہ کرلیا لہٰذا سلطان ظاہر مصر واپس آگیا۔

طغطمش کا قتل

اس اثناء میں موسم سرما شروع ہوگیا تھا اس لیے تیمور اپنے علاقے میں واپس آگیا اور آذربائیجان اور ہمدان کے درمیان قراباق کے علاقے میں اقامت اختیار کی۔ اس کے بعد تیمور کو اطلاع ملی تو وہ طغطمش سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ ۷۹۷ ہجری کے آخر میں یہ اطلاع موصول ہوئی کہ تیمور نے فتح کے بعد طغطمش کو قتل کردیا ہے اور اس کے تمام علاقوں پر قابض ہوگیا ہے۔

غزنی اور بامیان کے سلاطین

غزنی اور بامیان کا علاقہ بھی دوشی خان کی اولاد کے قبضے میں تھا۔ یہ جنوبی حصے میں ماوراء النہر کا علاقہ ہے' اس کی سرحدیں بجستان اور ہندوستان سے متصل ہیں۔ اس سے پہلے یہ علاقہ خوارزم شاہی سلاطین کی سلطنت میں شامل تھا۔ مگر جب تاتاری قوم حملہ آور ہوئی تو ابتدائی زمانے ہی میں اس نے اسے فتح کرلیا تھا۔ چنگیز خان نے اسے اپنے فرزند دوشی خان کو عطا کیا تھا۔ پھر یہ اس کے فرزند اردو کے پاس آگیا۔ بعد میں اس کے فرزند انجی بن اردو کے قبضے میں آیا۔ وہ ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں فوت ہوگیا۔ اس کے تین فرزند تھے:

۱۔ بیان ۲۔ کبک ۳۔ منغطائی۔ لہٰذا یہ علاقہ ان تینوں کے درمیان تقسیم ہوگیا۔

بیان کی فتح

بیان جو بڑا فرزند تھا وہ غزنی میں تھا لہٰذا انجی کے فوت ہونے کے بعد اس کا فرزند کبک بادشاہ بنا تو اس کے بڑے بھائی بیان نے اس کی مخالفت کی اور اس نے صرای کے بادشاہ طغطائی سے فوجی امداد طلب کی' اس نے اپنے بھائی کو اس کی امداد کے لیے بھیجا۔ کبک نے قندو سے امداد طلب کی تو اس نے فوجی امداد ارسال کی مگر وہ مفید ثابت نہیں ہوئی اور اسے شکست ہوگئی۔ وہ ۷۰۹ ہجری میں فوت ہوگیا۔ لہٰذا' بیان تمام علاقے پر قابض ہوگیا مگر وہ غزنی میں مقیم رہا۔

قوشنائی کا دور

اس کے بعد کبک کا فرزند اور اس کا بھتیجا قوشنائی اس کے خلاف فوج لے کر حملہ آور ہوا اور اس نے بھی قندو سے کمک حاصل کی۔ اس مرتبہ اس نے اپنے چچا بیان پر فتح حاصل کی اور غزنی کے تخت پر قابض ہوگیا اور وہ وہیں رہنے لگا۔ بیان بھاگ کر طغطائی کے پاس پہنچ گیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ جس نے بیان پر فتح حاصل کی تھی وہ اس کا بھائی طغطائی تھا اس کے بعد کے حالات ہمیں معلوم نہیں ہوسکے۔

باب ہشتم

خاندان ہلاکو کے مغل سلاطین

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ چنگیز خان نے قراقرم میں اپنا پایۂ تخت اپنے فرزند اوکدای کو عطا کیا تھا۔ اس کے بعد اس تخت و تاج کا کفود بن اوکدای وارث ہوا۔ بعد ازاں اس کی شمالی علاقے کے بادشاہ سے خانہ جنگی ہوئی۔ یہ بادشاہ ناطو بن دوشی خان تھا جو صرای کے تخت کا مالک تھا چنانچہ کفود مغل اور تاتاریوں کی فوج لے کر مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ مگر راستے ہی میں فوت ہوگیا۔

اس مغل فوج نے جو اس کے ساتھ تھی اس کا تخت و تاج ناطو کے حوالے کرنا چاہا مگر اس نے اپنی ذات کے لیے یہ تخت قبول نہیں کیا بلکہ اپنے بھائی منکوخان کو اس مقصد کے لے بھیجا۔ ان فوجوں کے ساتھ اس نے اپنے دوسرے دو بھائیوں قبلای اور ہلاکو کو بھی بھیجا۔ ان دونوں کے ہمراہ ایک اور بھائی برکتہ بھی گیا تاکہ وہ اسے تخت نشین کرائے۔ چنانچہ وہ ۶۵۰ ہجری میں تخت نشین ہوگیا۔ جب برکتہ وہاں سے واپس گیا تو اس نے اسلام قبول کرلیا تھا جس کا سبب ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔

اب منکو خان مستقل طور پر تخت نشین ہوگیا تھا۔ اس نے چنگیز خان کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے چغتائی بن چنگیز خان کی اولاد کو ماوراء النہر کے علاقوں کا حاکم مقرر کیا اور اپنے بھائی ہلاکو کو عراق عجم فتح کرنے اور فرقہ اسماعیلیہ کے قلعوں کو جو ملاحدہ بھی کہلاتے تھے تباہ کرنے کے لیے بھیجا تاکہ وہ خلیفۃ المسلمین کے علاقوں کو فتح کرلے۔

حالات ہلاکو بن طولی

جب منکو خان نے اپنے بھائی ہلاکو کو عراق کی طرف بھیجا تو وہ ۶۵۲ ہجری کو اس مقصد کے لیے روانہ ہوا۔ اس نے فرقہ اسماعیلیہ کے بہت سے قلعوں کو فتح کرلیا اور ان کا شدید محاصرہ کیا۔ اس اثناء میں اس کی برکتہ بن ناطو کے ساتھ خانہ جنگی ہوگئی جو شمالی علاقے میں صرای کا بادشاہ تھا۔ جب برکتہ نوغان بن ططر کے ہمراہ جنگ کے لیے روانہ ہوا تو فریقین کا نہر تول کے قریب مقابلہ ہوا۔ اس وقت سخت سردی کی وجہ سے اس نہر کا پانی منجمد ہوگیا تھا لہٰذا ہلاکو کو شکست ہوئی اور اس کی تمام فوج تباہ و برباد ہوگئی۔ اس خانہ جنگی کے اسباب ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔

رافضی ابن العلقمی کا خط

اس شکست کے بعد ہلاکو اسماعیلیوں کے علاقے کی طرف لوٹ گیا۔ اس نے قلعہ الموت کا قصد کیا وہاں کا حاکم علاء الدین تھا۔ راستے میں اسے خلیفہ المعتصم کے وزیر ابن العلقمی کا خط ملا جو اربل کے حاکم ابن الصلایا نے اسے پہنچایا تھا جس میں اسے اس بات پر آمادہ کیا گیا تھا وہ بغداد پر حملہ کرے۔ اس سلسلے میں وہ اسے سہولتیں فراہم کرے گا۔

حملۂ بغداد کا سبب

اس خط کے بھیجنے کی وجہ یہ تھی کہ ابن العلقمی رافضی تھا۔ اس کے محلہ کرخ کے باشندے بھی شیعہ تھے۔ اہل سنت والجماعت کے

افراد ان کے خلاف ہوگئے تھے۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ خلیفہ اور دوا دار ان کی حمایت کرتے ہیں۔ لہٰذا انھوں نے اہل کرخ پر حملہ کردیا تھا۔ ابن العلقمی اس پر بہت افروختہ ہوا۔ اس نے پوشیدہ طور پر اربل کے حاکم ابن الصلایا کو جو اس کا دوست تھا یہ پیغام بھجوایا کہ وہ تاتاریوں کو بغداد فتح کرنے پر آمادہ کرے۔ ادھر اس نے عام فوجیوں کو یہ فریب دیا کہ وہ تاتاریوں کو عطیات دے کر ان سے مصالحت کررہا ہے۔

اس کی سازش سے ہلاکو اپنا تاتاری لشکر لے کر بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے بلادِ روم میں تاتاری سردار سے بھی امداد طلب کی تاکہ وہ اپنی فوجیں لے کر اس کی امداد کے لیے آئے۔ اس نے پہلے تو انکار کیا پھر وہ فوج لے کر روانہ ہوگیا۔

بغداد پر فوج کشی

جب ہلاکو اپنی فوج لے کر بغداد کے قریب پہنچا تو ایبک دوادار مسلمانوں کی فوجوں کو لے کر اس کے مقابلے کے لیے پہنچا اور انھوں نے تاتاری لشکر کو شکست دی۔ تاتاریوں نے دوبارہ پلٹ کر حملہ کیا اور مسلمانوں کی فوجوں کو شکست دی جب یہ فوج بغداد واپس جارہی تھی تو اس رات دریائے دجلہ میں مختلف مقامات پر شگاف پڑگئے جو ان کی راہ میں حائل ہوگئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام فوج ماری گئی اور سپہ سالار ایبک دوادار ہلاک ہوگیا اور اس کے ساتھ جو فوجی افسر تھے وہ گرفتار ہوگئے۔

سقوطِ بغداد

اب ہلاکو کی فوجیں شہر بغداد کے قریب پہنچ گئی تھیں۔ انھوں نے شہر کا ایک عرصہ تک محاصرہ کیا پھر ابن العلقمی نے خلیفہ مستعصم اور اپنی ذات کے لیے پناہ طلب کی‘ اس کا خیال تھا کہ ہلاکو اس کی جاں بخشی کرے گا۔ لہٰذا وہ شہر کے معزز افراد کے وفد کو لے کر ماہ محرم ۶۵۶ ہجری میں ہلاکو کے پاس پہنچا اور ہتھیار ڈال دیے۔

اب خلیفہ مستعصم کو گرفتار کرکے مار ڈالا گیا پھر قتل عام کا حکم دے دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب مقتولوں کا شمار کیا گیا تو وہ تیرہ لاکھ نفوس تھے اس کے علاوہ جن شاہی محلات اور ان کے خزانوں کو لوٹا گیا تھا ان کے مال و دولت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے۔

کتب خانوں کی تباہی

وہ علمی کتب جو وہاں کے کتب خانوں میں محفوظ تھیں انہیں دریائے دجلہ میں پھینک دیا گیا کیونکہ انھوں نے اپنے خیال میں مسلمانوں سے اس بات کا بدلہ لیا کہ مسلمانوں نے جب مدائن کو فتح کیا تھا تو انھوں نے ایرانیوں کی کتابوں کو تباہ کیا تھا۔

ابن العلقمی کا قتل

ہلاکو نے تمام گھروں کو نذر آتش کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر اس کے ارکان سلطنت نے اس کی حمایت نہیں کی۔ ہلاکو نے ابن العلقمی کو وزارت کے اولیٰ عہدے پر برقرار رکھا کیونکہ سلطنت کے آمد و خرچ کا حساب کسی دوسرے شخص کے سپرد تھا جو ہلاکو کا زیادہ مقرب بارگاہ تھا۔ ابن العلقمی کو صرف آمد و خرچ کے بارے میں ایک حد تک مشورہ دینے کا حق حاصل تھا۔ اس عہدہ پر بھی وہ کچھ عرصہ تک برقرار رہا کیونکہ بعد میں ہلاکو نے اسے مروا ڈالا۔

میافارقین کی تباہی

ہلاکو نے بغداد کو فتح کرنے کے بعد اپنی فوجیں میافارقین کی طرف بھیجیں۔ وہاں کا حاکم الکامل محمد بن غازی بن العادل تھا۔ انھوں نے کئی سالوں تک اس شہر کا محاصرہ جاری رکھا۔ آخر کار شہر والے اس محاصرہ سے تنگ آگئے تو تاتاری لشکر زبردستی شہر میں گھس گیا اور وہاں کی محافظ فوجوں کا صفایا کردیا۔

حاکم موصل کی مصالحت

اس کے بعد موصل کے حاکم بدرالدین لولو نے اپنے فرزند رکن الدین اسماعیل کو تحائف دے کر ہلاکو کے پاس بھیجا اور اپنی اطاعت کا اقرار کیا۔ اس نے یہ تحفے قبول کر لیے اور اسے خان اعظم منگو خان کے پاس قراقوم بھیجا مگر جب لولو کو اس کی اطلاع ملنے میں تاخیر ہوئی تو اس نے اپنے دوسرے دو بیٹوں شمس الدین اسحاق اور علاؤ الدین کو دوبارہ تحفے دے کر بھیجا چنانچہ جب وہ اس کے پاس آئے تو انہوں نے اس کے پہلے فرزند کے بارے میں اطلاع دی کہ وہ جلد واپس آرہا ہے لہٰذا اب لولو حاکم موصل بہ نفس نفیس ہلاکو کے پاس پہنچا اور آذربائیجان میں اس سے ملاقات کی۔ وہ میافارقین کے محاصرہ میں بھی شریک رہا۔ اس کے بعد اس کا فرزند رکن الدین منگو خان کے پاس سے موصل اور اس کے علاقے کی حکومت کی تقرری کے احکام لے کر واپس آیا۔

لولو ۶۵۷ ہجری میں فوت ہو گیا اور اس کا فرزند رکن الدین اسماعیل صالح کا لقب حاصل کر کے اس کا جانشین ہوا۔

ہلاکو نے اربل کی طرف بھی فوج بھیجی جس نے اس شہر کا چھ مہینے تک محاصرہ کیا مگر اسے کامیابی نہیں ہوئی اس لیے فوج وہاں سے واپس آگئی۔ ایسی صورت میں ابن الصلایا حاکم اربل نے موقع غنیمت سمجھا اور شرف الدین کردی کو اپنا جانشین بنا کر ہلاکو کے پاس پہنچا مگر ہلاکو نے اسے قتل کرا دیا۔

حاکم شام کی مصالحت

اس زمانے میں شام کا حاکم ناصر بن العزیز محمد بن الظاہر غازی بن صلاح الدین تھا۔ جب اسے یہ اطلاع ملی کہ ہلاکو نے بغداد فتح کر لیا ہے تو اس نے اپنے فرزند کو تحائف بھیج کر مصالحت چاہی۔ اس نے یہ معذرت بھی پیش کی کہ شام کے ساحلوں پر فرنگی حملہ آور ہیں۔ اس لیے وہ بذات خود ملاقات کے لیے حاضر نہیں ہو سکتا ہے ہلاکو نے اس کے تحائف اور معذرت نامہ قبول کیا۔ اس کا فرزند مختلف وعدے حاصل کر کے واپس آیا۔

تاہم ہلاکو جزیرہ دیار بکر اور دیار ربیعہ کے علاقے نہیں فتح کر سکا اور اس کی مفتوحہ سلطنت صرف دریائے فرات تک ہی قائم رہی جو شام کی سرحد کے قریب تھی۔ ہلاکو نے ۶۵۸ ہجری میں دریائے فرات کو عبور کر کے البیرہ کو فتح کر لیا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ ناصر بن العزیز کا بھائی سعید نظر بند ہے۔ لہٰذا اس نے اس کو رہا کر کے اسے اس کی اپنی عملداری صبیبہ اور بانیاس کی حکومت پر بحال کر دیا۔

اس کے بعد ہلاکو نے حلب کی طرف فوج کشی کی اور کچھ عرصہ تک اس کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا مگر ازروئے احسان یہ شہر اس کے باشندوں کو لوٹا دیا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ سلطان صالح ایوب کے بحریہ ممالیک (غلام) نظر بند ہیں جنہیں سلطان ناصر نے قید کر رکھا تھا ان میں سنقر اشقر اور تنکز وغیرہ بھی شامل تھے ہلاکو نے ان سب کو رہا کر دیا۔ ان میں قبچاق کا ایک بڑا سردار بھی تھا جو اس کے پاس چلا گیا۔ ہلاکو نے اسے ان کے ساتھ شامل کر لیا اور شام کے مفتوحہ علاقوں کا حاکم مقرر کیا۔

دمشق کی طرف پیش قدمی

اس کے بعد اس نے دمشق کی طرف فوجیں روانہ کیں۔ اس وقت سلطان ناصر مصر گیا ہوا تھا۔ لہٰذا حمص کا حاکم صالح بن اشرف اس سے الگ ہو کر ہلاکو سے جا ملا ہلاکو نے اسے دمشق کا حاکم مقرر کر دیا اور وہاں اس کی نگرانی کے لیے اس نے اپنے جانشین بھی چھوڑے۔

اس کے بعد خلیفہ سلطان مصر قطز سے ناراض ہو گیا اور ان کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے لہٰذا ناصر ہلاکو کے پاس پہنچا ہلاکو اس پر عنایت کرنے لگا اور اس سے مشورہ کیا کہ آیا وہ شام میں اپنے فوجی دستے چھوڑ جائے یا نہیں؟ ناصر نے مصری فوجوں کی اہمیت گھٹا کر بیان کی۔ چنانچہ ہلاکو نے اس کے مشورہ پر عمل کیا اور اپنے ایک تاتاری سردار کیتغا کو مختصر فوج کے ساتھ شام میں چھوڑ دیا۔

تاتاریوں کو شکست

کیتغا نے سلطان مصر کے پاس اپنے ایلچی بھیجے اس کے ایلچیوں نے سلطان مصر کے دربار میں اطاعت قبول کرانے میں بدتمیزی کا

مظاہرہ کیا۔سلطان مصر نے ناراض ہو کر انھیں مرواڈالا اور شام کی طرف فوجیں لے کر حملہ آور ہوا۔ عین جالوت کے مقام پر اس کا کیتغا کی فوجوں سے مقابلہ ہوا جس میں تاتاری فوجوں کو شکست فاش ہوئی اور ان کا سردار کیتغا بھی مارا گیا۔

ناصر کا بھائی اور ضینہ کا حاکم سعید بھی تاتاریوں کی حمایت میں اس جنگ میں شریک تھا وہ بھی گرفتار ہوا اور مارا گیا۔

حلب کی جنگ

اس کے بعد ہلاکو نے اپنی فوجیں البیرہ کے مقام کی طرف بھیجیں اس وقت سعید بن لولو حلب کا حاکم تھا۔ اس کے پاس کافی فوج تھی اس لیے اس نے کچھ فوجیں تاتاریوں کے مقابلے کے لیے بھیجیں مگر انھیں شکست ہوگئی۔ حلب کے امراء اس شکست کی وجہ سے سعید کے دشمن ہوگئے انھوں نے اسے قید کر کے حسام الدین جوکندار کو اپنا حاکم مقرر کیا۔ مگر جب تاتاریوں نے حلب پر حملہ کیا تو وہ وہاں سے بھاگ کر اپنے دوست منصور کے پاس حمص پہنچ گیا وہاں سے انھوں نے تاتاریوں پر حملہ کر کے انھیں شکست دے دی۔ اب تاتاری فوج افامیہ کی طرف روانہ ہوئی۔ وہ پیش قدمی سے ہچکچائی اور اپنے وطن کی طرف کوچ کر گئی۔

حاکمِ دمشق کا قتل

جب ہلاکو کو شکست کی اطلاع ملی تو اس نے دمشق کے حاکم ناصر کو قتل کرادیا کیونکہ اس پر یہ الزام تھا کہ اس نے مصری فوجوں کو حقیر سمجھنے کے بارے میں مشورہ دیا تھا۔

ہلاکو کی واپسی

۶۵۸ ہجری میں ہلاکو نے شام کو فتح کیا تو اسے یہ اطلاع ملی کہ قان (خان) اعظم منکوخان خطا کے ممالک پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا تھا لیکن راستے میں فوت ہوگیا لہٰذا وہ خان اعظم بننے کی توقع میں جلد واپس چلا گیا مگر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ اس کا بھائی قبلای (خان) اپنے بھائی ازبک سے خانہ جنگی کرنے کے بعد اس عہدہ پر متمکن ہوگیا ہے۔ یہ حالات ہم نے خان اعظم کے حالات میں بیان کردیے ہیں لہٰذا اس طمع کی وجہ سے وہ شام کو فتح نہیں کرسکا۔

مفتوحہ ممالک

جب ہلاکو خان اعظم بننے سے مایوس ہوگیا تو اس نے اپنے موجودہ مفتوحہ ممالک پر قناعت اختیار کی اور اپنے وطن لوٹ گیا۔ اس نے جو ممالک فتح کیے تھے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ خراسان ۔ اس کا پایۂ تخت نیشاپور تھا اور اس کے بڑے شہر یہ تھے۔ طوس' ہرات' ترمذ' بلخ' ہمدان' نہاوند اور گنجہ۔

۲۔ عراق عجم۔ اس کا پایۂ تخت اصفہان تھا اور اس کے دیگر بڑے شہر یہ تھے ۔ قزوین' قم' قاشان' شہرزور' سجستان' طبرستان' طلان' بلاد اسماعیلیہ۔

۳۔ عراق عرب۔ اس کا پایۂ تخت بغداد تھا اور اس کے دیگر بڑے شہر یہ تھے۔ دینور' کوفہ' بصرہ۔

۴۔ آذربائیجان۔ اس کا مرکز توریز تھا۔ اس کے دیگر بڑے شہر یہ تھے۔ حران' سلماس' قفجاق ۔

۵۔ خوزستان۔ اس کا مرکزی شہر ششتر تھا اور اہواز وغیرہ اس کے شہر تھے۔

۶۔ فارس۔ اس کا مرکزی شہر شیراز تھا اور اس کے دیگر بڑے شہر یہ تھے۔ میافارقین' نصیبین' سنجار' اسعرد' دنیسر' حران' رہا اور جزیرہ ابن عمر۔

۷۔ بلاد الروم۔ اس کا پایہ تخت قونیہ تھا اور اس کے بڑے شہر یہ تھے۔ ملطیہ' اقصرا' اونکار' سیواس' انطاکیہ' علایا۔

مصر میں خلافت کا احیاء

اس اثناء میں خلیفہ مستعصم کا چچا احمد الحاکم بغداد کی شکست کے بعد مصر پہنچ گیا۔ اس کے ہمراہ مصر کا حاکم صالح بن لولو بھی تھا۔ تاتاری فوج نے اسے موصل سے بھگا دیا تھا۔ لہٰذا سلطان ظاہر بیبرس نے احمد الحاکم کو ۶۵۹ ہجری میں خلیفہ مقرر کر کے اسے بغداد کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے فوج دے کر بھیجا تھا اور اس کے ہمراہ صالح بن لولو کو بھی موصل فتح کرنے کے لیے روانہ کیا تھا۔

خلیفہ کی فوج کو شکست

جب اس فوج نے دریائے فرات عبور کرلیا اور بغداد کے قریب پہنچی تو تاتاری لشکر نے ہیت اور عانہ کے درمیان خلیفہ کی فوج کو شکست دی مگر صالح بن لولو اور اس کا بھائی موصل کی طرف بھاگ گئے۔ تاتاری لشکر نے موصل کا سات مہینے تک محاصرہ کیا اور آخر کار وہ بزور شمشیر شہر میں گھس گئے اور انھوں نے صالح بن لولو کو قتل کر ڈالا۔

ہلاکو اور برکتہ کی جنگ

اب سلطان ظاہر بیبرس ہلاکو سے خوف زدہ ہوگیا تھا مگر اس اثناء میں شمالی سلطنت کے بادشاہ برکتہ نے ۶۷۰ ہجری میں سلطان ظاہر بیبرس کو اپنے مسلمان ہونے کی اطلاع دی۔ سلطان ظاہر نے اس اطلاع کو اس کے ساتھ تعلقات قائم کرنے اور مدد حاصل کرنے کے ذریعہ بنایا اور اسے آمادہ کیا کہ وہ ہلاکو کے ساتھ جنگ کرے۔ برکتہ کے تعلقات پہلے ہی سے اس کے ساتھ کشیدہ تھے لہٰذا وہ اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا اور اسے شام کی طرف پیش قدمی سے روک دیا۔

مغل سردار کا فرار

اس کے بعد ہلاکو نے البیرہ کا محاصرہ کرنے کے لیے ایک بڑے مغل سردار دربائی کی قیادت میں تاتاری لشکر روانہ کیا اور اس کے پیچھے اپنے فرزند ابغا کو بھی فوج دے کر روانہ کیا۔ ادھر سلطان ظاہر نے وہاں کے باشندوں کی امداد کے لیے فوجیں بھیجیں۔ جب وہ دربائی کے لشکر کے قریب پہنچیں تو دربائی انھیں دیکھ کر بھاگ گیا۔ اس نے اپنے خیمے اور تمام سازو سامان بھی وہیں چھوڑ دیا اور بھاگ کر ابغا (فرزند ہلاکو) کے پاس پہنچ گیا۔ ابغا اس پر سخت ناراض ہوا اور اس نے اسے قید کردیا۔

ہلاکو نے عراق پر دس برس حکومت کی تھی کہ ۶۶۳ ہجری میں وہ فوت ہوگیا۔

ابغا بن ہلاکو

ہلاکو کی وفات کے بعد اس کا فرزند ابغا اس کا جانشین ہوا۔ اپنی حکومت کے آغاز میں وہ سب سے پہلے شمالی سلطنت کے بادشاہ برکتہ کے خلاف جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ سلطان برکتہ نے اپنے ایک عزیز نوغائی بن ططربن مغل دوشی خان اور سنتق بن منکو خان کی قیادت میں فوجیں روانہ کیں۔ ان میں سے سنتق تو مقابلہ کرنے سے خوف زدہ ہوا اور شکست کھا کر واپس چلا گیا مگر نوغائی مقابلے پر ڈٹا رہا اور اس نے ابغا کو شکست دے کر اس کی فوجوں کا صفایا کردیا۔ اس وجہ سے سلطان برکتہ کے دل میں اس کی قدرو منزلت بڑھ گئی۔

سلطان ابغا نے ۶۷۱ ہجری میں دربائی کی قیادت میں البیرہ کے محاصرہ کے لیے فوجیں بھیجیں لہٰذا سلطان الظاہر نے دریائے فرات کو عبور کرکے انھیں شکست دی اور دربائی کے ہمراہ وہ سرداروں کو قتل کردیا۔ دربائی نے شکست کھا کر ابغا کے پاس جاکر پناہ لی۔ سلطان ابغا اس پر بہت ناراض ہوا اور اسے معزول کرکے ابطائی کو افسر مقرر کیا۔

تکدار کی شکست

۶۷۲ ہجری میں سلطان ابغا نے تکدار بن موچی بن جغطائی بن چنگیز خان کے علاقے پر فوج کشی کی تو اس نے اپنے چچا زاد بھائی براق بن سنقت سے فوجی امداد طلب کی۔وہ بذات خود فوج لے کر روانہ ہوا۔ ادھر سلطان ابغا نے روم کی فوجوں سے امداد طلب کی جن کے سردار طمقان اور بروناۃ تھے۔ آخر کار فریقین کا گرجستان میں مقابلہ ہوا۔ اس جنگ میں تکدار کو شکست ہوئی اور اس نے وہاں کے ایک پہاڑ پر پناہ لی۔ اس کے بعد اس نے سلطان ابغا سے جان بخشی کی درخواست کی۔ چنانچہ اس نے اسے پناہ دے کر یہ عہد لیا کہ وہ نہ تو عمدہ گھوڑے پر سوار ہوگا اور نہ تیرو کمان استعمال کرے گا۔

تاتاری فوج کو شکست

اس کے بعد سلطان ابغا کو یہ خبر ملی کہ سلطان ظاہر حاکم مصر فوج لے کر بلاد روم کی طرف روانہ ہو چکا ہے لہٰذا اس نے بھی دو مغل جرنیلوں کی قیادت میں فوجیں بھیجیں ان دونوں جرنیلوں کے نام تدوان اور غوا تھے۔ چنانچہ وہ دونوں فوجیں لے کر روانہ ہوئے اس اثناء میں سلطان ظاہر نے اس کے سرحدی شہر قیساریہ کو فتح کر لیا۔

جب سلطان ابغا کو یہ اطلاع ملی تو وہ بذات خود شکست کے مقام پر پہنچا۔ وہاں اس نے صرف اپنی قوم کے سپاہیوں کی لاشیں دیکھیں اور حاکم روم بروناۃ کے کسی فوجی کی لاش کا وہاں نام و نشان نہ تھا لہٰذا اس نے اس شکست کا ذمہ دار اسے قرار دیا اور واپسی کے بعد اسے بلوا کر قتل کرا دیا۔

رحبہ کا محاصرہ اور شکست

سلطان نے ۶۸۰ ہجری میں دریائے فرات کو عبور کر کے رحبہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے ماردین کے حاکم کو بھی بلوا بھیجا۔ چنانچہ وہ بھی اس کے ساتھ شریک ہوا۔ صرای کے بادشاہ بذلہ کا بھتیجا منکوتمر بھی مغل، گرجستانی اور رومی فوجوں کو لے کر روانہ ہوا۔ وہ قیساریہ اور ابلیسین سے گزرتا ہوا دربند کو عبور کرتا ہوا رحبہ پہنچا اور اس کا محاصرہ کیا۔ سلطان ابغا نے اپنے بھائی منکوتمر بن ہلاکو کی قیادت میں اس کی امداد کے لیے فوجیں روانہ کیں اور خود رحبہ کے قریب مقیم رہا۔

سلطان ظاہر مصر سے مسلمانوں کی فوجوں کو لے کر مقابلہ کے لیے روانہ ہوا اور حمص کے مقام پر اس کا تاتاری فوجوں سے مقابلہ ہوا جس میں تاتاری فوجوں کو بری طرح شکست ہوئی اور ان کا پورا لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔ (یہ حالت دیکھ کر) سلطان ابغا کا محاصرہ چھوڑ کر بھاگ گیا اور اس کا بھائی اس کی شکست کے بعد واپس آتے ہوئے ہلاک ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک جزیرہ میں جس کا نام موموانغا تھا ایک سردار کے پاس ٹھہرا جو اس کے کسی فعل کی وجہ سے اس سے کینہ رکھتا تھا۔ چنانچہ جب وہ وہاں سے گزر رہا تھا تو اس نے زہر ملا کر پلایا جس سے وہ مر گیا پھر وہ سردار مصر بھاگ گیا اور خود تو گرفتار نہ ہو سکا البتہ اس کے اہل و عیال قتل کر دیے گئے۔

سلطان ابغا بھی ۶۸۱ ہجری میں ہلاک ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے وزیر الصاحب شمس الدین جوینی نے جو اس کا مشیر خاص اور اس کی سلطنت کا بزرگ شخص تھا اس سے خوف کھا کر اسے زہر دے دیا تھا۔

احمد تکدار بن ہلاکو

جب ابغا بن ہلاکو فوت ہوا تو اس وقت اس کا فرزند ارغو پایہ تخت میں موجود نہ تھا وہ خراسان گیا ہوا تھا۔ لہٰذا مغل سرداروں نے اس کے بھائی تکدار کو بادشاہ مقرر کیا۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا اور اس کا نام احمد رکھا گیا۔ اسی نام سے اس کے زمانے کے سلاطین اسے

مخاطب کرتے تھے۔

تنقر طائی کا قتل

اس نے مصر کی طرف اپنے ایلچی بھیجے اور امداد طلب کی۔ یہ پیغام سیواس کے قاضی قطب الدین شیرازی بلاد روم کے اتابک اور ماردین کے ابن الصاحب لے کر گئے۔ اس کا بھائی قنقر طائی صمغان کوتوال کے ہمراہ مقیم تھا لہٰذا تکدار نے پیغام بھیجا کہ اس کے بھائی کو روانہ کیا جائے مگر اس نے تعمیل حکم سے انکار کیا تو بلاد روم کے حاکم غیاث الدین کیخسرو نے اسے پناہ دی۔ تکدار نے اسے ڈرایا تو وہ قنقر طائی کو لے کر تکدار کے پاس پہنچا تکدار نے اپنے بھائی کو قتل کردیا اور غیاث الدین کیخسرو کو قید کرکے اس کے بجائے اس کے بھائی عزالدین کوبلاد روم کا حاکم مقرر کیا اور صمغان کوتوال کے بجائے ایک مغلی سردار اولاطور کو مقرر کیا۔

تکدار کا قتل

اس کے بعد اس نے اپنے بھتیجے ارغو سے جنگ کرنے کے لیے فوجی مہم بھیجی' ارغو بذاتِ خود مقابلہ کے لیے پہنچا۔ اس نے انھیں شکست دے کر اس فوج کا صفایا کردیا لہٰذا تکدار بنفسِ نفیس فوج لے کر وہاں پہنچا۔ اس نے ارغو کو شکست دے کر اسے گرفتار کرلیا اور اس کے لشکر کا صفایا کیا اور بارہ مغل سرداروں کو قتل کرایا۔ اس فعل سے اس کی فوج مشتعل ہوگئی۔ اس سے پیشتر وہ اس کے مسلمان ہونے سے ناراض تھی لہٰذا باغی ہوگئی اور انھوں نے اس کے نائب کو قتل کردیا۔ پھر انھوں نے ۶۸۲ ہجری میں تکدار کو بھی قتل کردیا اور ارغو کو اپنی اطاعت کا پیغام بھیجا۔

ارغو بن ابغا

جب فوج نے ارغو کے پاس اپنی اطاعت کا پیغام بھیجا تو وہ ان کے پاس پہنچا۔ انھوں نے اسے بادشاہ مقرر کیا۔ جب وہ تخت شاہی پر بیٹھا تو اس نے بلاد روم کے (سابق) بادشاہ غیاث الدین کیخسرو کو قید خانے ہی کے اندر قتل کرادیا کیونکہ اس نے اسے اس کے چچا قنقرطائی کے قتل کا ملزم گردانا تھا۔ اس نے بادشاہ بنتے ہی وزیر شمس الدین جوئی کو بھی گرفتار کرلیا کیونکہ اس پر اس کے والد اور چچا کے قتل کرانے کا الزام تھا' اس لیے اس نے اسے قتل کردیا اور اس کے بجائے سعد یہودی موصلی کو وزیر مقرر کیا اور اس کا لقب سعدالدولہ رکھا۔ وہ حکمت و فلسفہ کا ماہر تھا۔

اس نے اپنے دونوں بیٹوں قازان اور خربندا کو خراسان کی حکومت دی تاکہ وہ اس کے اتابک نیروز کی نگرانی کریں۔

منکرِ اسلام

ارغو دین اسلام کا منکر تھا۔ وہ ہندومت کو پسند کرتا تھا' بتوں کی پرستش کرتا تھا اور سحر و ساحری کے اعمال میں مشغول رہتا تھا۔ اس کے پاس ہندوستان کا ایک جادوگر آیا تھا۔ اس نے اس کی صحت ہمیشہ محفوظ رکھنے کے لیے ایک دوا تیار کی تھی جس سے اسے مرگی کا مرض لاحق ہوگیا اور وہ ۶۹۰ ہجری میں مرگیا۔

کنجاتو بن ابغا

جب ارغو ابغا فوت ہوا تو اس کے دونوں فرزند قازان اور خربندا خراسان میں تھے۔ لہٰذا مغل سرداروں نے جمع ہوکر اس کے بھائی کنجاتو کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور اسے بادشاہ تسلیم کرلیا' بادشاہ بننے کے بعد اس کا چال چلن خراب ہوگیا اور وہ گناہوں اور بری باتوں میں

مشغول ہوگیا۔ وہ مغل لڑکوں سے چھیڑخانی بھی کرتا تھا۔
ان برائیوں کی وجہ سے مغل سردار اس کی فوج کے ایک سردار بیدو بن عمر طرغائی بن ہلاکو کو بادشاہ بنانے کی طرف مائل ہوگئے اور انھوں نے پوشیدہ طور پر سے بادشاہ تسلیم کرلیا۔
جب کیخاتو کو اس بات کا علم ہوا تو وہ کرمان کی طرف بھاگ گیا۔ سرداروں نے اس کا تعاقب کیا اور غانہ کی عملداری میں پکڑ کر ۶۹۳ ہجری میں اسے قتل کردیا۔ اس نے صرف تین سال اور چند مہینے تک حکومت کی تھی۔

بیدو بن طرغای بن ہلاکو

جب مغل امراء نے کیخاتو کو قتل کر کے اس کے چچا زاد بھائی بیدو کو بادشاہ تسلیم کیا تو اس وقت قازان بن ارغو خراسان میں تھا۔ وہ اتابک نیروز کو لے کر بیدو سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی تھی کہ لوگ ان دونوں کے درمیان مصالحت کرانے کے لیے پہنچ گئے اور یہ شرط مقرر ہوئی کہ نیروز اتابک بیدو ہی کے پاس مقیم ہوگا۔ آخر کار فریقین میں صلح ہونے کے بعد قازان واپس چلا گیا۔
کچھ عرصے کے بعد نیروز نے قازان کو تحریر کیا کہ وہ جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوجائے لہٰذا وہ فوج لے کر خراسان سے روانہ ہوگیا۔
جب بیدو کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے نیروز اتابک سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا۔ نیروز نے جواب دیا۔ میں اس مہم کے لیے کافی ہوں اور اس کا ذمہ دار ہوں۔ اس پیغام کے بعد بیدو نے توقف کیا۔ جب نیروز آگیا تو اس نے اسے قازان کے پاس روانہ کیا۔
جب نیروز قازان کے پاس پہنچا تو اس نے بیدو کے امراء کے بارے میں یہ معلومات بہم پہنچائیں کہ وہ اسے پسند نہیں کرتے ہیں۔ اس لیے وہ اس پر حملہ کردے۔ بیدو اس خبر سے بہت پریشان ہوا تاہم وہ مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ جب فریقین میں جنگ کا آغاز ہوا تو نیروز کی سازش کی بدولت بیدو کے امراء اس کے خلاف ہوگئے اور اسے شکست ہوگئی۔ بیدو ہمدان کے علاقے کی طرف بھاگ گیا مگر وہاں اسے گرفتار کرلیا گیا اور ۶۹۵ ہجری میں قتل کردیا گیا۔ اس نے صرف اٹھارہ ماہ حکومت کی۔

قازان بن ارغو

بیدو کے قتل کے بعد قازان بن ارغو مغلوں کا بادشاہ ہوا۔ اس نے اپنے بھائی خربندا کو خراسان کا حاکم مقرر کیا اور نیروز اتابک کو اپنی سلطنت کا منتظم مقرر کیا اس نے اقتدار سنبھالتے ہی طرغائی کے ان مغل امراء کو ختم کرنے کی کوشش کی جو بیدو کے ساتھ کیخاتو کو قتل کرنے کی سازش میں شریک تھے۔ اس اطلاع سے طرغائی کو جو بغداد اور موصل کے درمیان مقیم تھا اپنی جان کا اندیشہ ہوا لہٰذا اس نے شاہ مصر کتبغا عادل کو ایک پیغام بھیج کر اس کے پاس آنے کی درخواست کی۔

طرغائی مصر میں

اس کے بعد قازان نے اپنے ایک حامی کو دیار بکر کا حاکم بنا کر بھیجا جس کا نام مولان تھا۔ اس نے اسے شکست دے کر اس کے لشکر کے بڑے حصہ کا صفایا کردیا اور خود جان بچا کر شام کی طرف بھاگ گیا۔ سلطان کتبغا نے اسے لانے کے لیے اپنا خاص آدمی بھیجا جو اسے مصر لے آیا۔
جب وہ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا تو مسلمان ہونے سے پیشتر ہی بادشاہ نے اس کا مرتبہ بلند کردیا اور وہ اور اس کی قوم اور براتیہ مصر میں رہنے لگی۔ سلطان نے انھیں جاگیریں بھی عطا کیں چنانچہ اس کا یہ طرزِ عمل دونوں سلطنتوں میں اختلاف کا ذریعہ ثابت ہوا۔

نیروز کا قتل

مغل سلطان قازان نے اس کے بعد اتابک نیروز کو قتل کرادیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ قازان سے ناراض ہوگیا تھا اور کتبغا کے بعد مصروشام کے سلطان لاشین سے خط و کتابت کرنے لگا تھا۔ جب نیروز کو اس غلط فہمی کا احساس ہوا تو حاکم ہرات سے پناہ طلب کرکے ہرات بھاگ گیا۔ ہرات کا حاکم فخرالدین شمس الدین کرت تھا جو بجستان کا بھی حاکم تھا۔ فخرالدین نے اسے گرفتار کرکے قطلو شاہ کے سپرد کردیا اس نے اسے قتل کردیا۔

اس کے بعد قازان نے اپنے دونوں بھائیوں حاجی اور لکری کو بھی جو بغداد میں تھے، قتل کرادیا۔

مغل سرداروں کا فرار

انہی دنوں مصر سے سفیر خط لے کر آیا۔ پہلے شلامش بن ایال مصر بھاگ گیا' اس کے بعد منجو جو بلادِ روم میں ایک طومار (ایک لاکھ فوج) کا سپہ سالار تھا، مصر بھاگ گیا کیونکہ قازان اس سے بدگمان ہوگیا تھا اور جب اسے اس کے فرار ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے اس کی گرفتاری کے لیے فوجیں بھیجیں۔ انہوں نے اس کے ساتھ جنگ کی،اس جنگ میں اس کے اکثر ساتھی اس سے الگ ہوگئے اس لیے وہ خود اکیلا مصر کی طرف بھاگ گیا اور اپنے اہل و عیال کو وہیں چھوڑ گیا تھا۔

منجو کا قتل

جب شاہ مصر نے اس کے اہل و عیال کو واپس لانے کے لیے اس کے ہمراہ فوجیں بھیجیں اور وہ سیس کے مقام سے گزریں تو تاتاری فوجوں نے انہیں روکا اور شکست دے کر اس مصری جرنیل کو بھی قتل کردیا جو اس کے ساتھ تھا۔ منجو نے کسی قلعے میں پہنچ کر پناہ لی مگر تاتاری فوج نے اسے وہاں سے بھی نکال کر قازان کے پاس بھیج دیا۔ قازان نے اسے قتل کردیا۔

منجو کا بھائی قطلقتلو اپنی پوری فوج کے ساتھ مصر میں رہنے لگا۔ یہ واقعہ بھی قازان اور اہل مصر کے درمیان اختلاف کا سبب بنا۔

شام پر حملہ

تاہم چند امراء شام بھی اس کے پاس پہنچ گئے،ان میں نائب حاکم دمشق' بکتمر حاکم حلب ا لبکی ظاہر اعزاز الصالحی شامل تھے' یہ لوگ اپنے سلطان ناصر محمد بن قلاون کے خلاف ہوگئے تھے اس لیے وہ قازان کے پاس چلے گئے تھے اور اسے آمادہ کیا کہ وہ شام پر حملہ کردے۔ چنانچہ وہ ۶۹۹ ہجری میں مغل اور ارمن فوجوں اور اپنے نائب قطلو شاہ اور مولی کے ساتھ شام پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

سلطان ناصر کو شکست

سلطان ناصر بھی مصر سے مسلمان فوجیں لے کر مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ جب وہ غزہ کے مقام پر پہنچا تو اسے یہ اطلاع ملی کہ کتبغا کے بعض ساتھی اس کے خلاف سازش کررہے ہیں اور وہ مغل امراء جو مصر ہجرت کرگئے تھے،اس میں شریک ہیں لہٰذا وہ سب سے آگے روانہ ہوا۔ اور تاتاری فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے حمص پہنچا پھر وہاں سے آگے چل کر صبح کے وقت مرج المروج پہنچا' وہاں فریقین کے درمیان جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کی کافی تعداد شہید ہوئی،سلطان جان بچاکر مصر چلا گیا۔

قازان کی فتوحات

قازان صف بندی کے ساتھ روانہ ہوا اور اس نے حمص کا تمام شاہی علاقہ فتح کرلیا۔ پھر اس نے دمشق کی طرف پیشقدمی کی اور شہر فتح کرلیا۔ اس نے قبچاق کی طرف پیش قدمی کی تاکہ وہاں کا محصول وصول کرے اور دمشق کے قلعہ کا محاصرہ کرے جہاں کا قلعہ دار علاء

الدین سنجر منصور تھا۔ مگر وہ قلعہ تسخیر نہ ہوسکا اس لیے اس نے اس کے چاروں طرف کی آبادی تباہ و برباد کردی جس میں دارالسعادہ (شاہی محل) بھی شامل تھا۔

مفتوحہ علاقوں کے حکام

اب قازان حلب کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے شہر کو فتح کرلیا مگر قلعہ فتح نہ ہوسکا۔اس کی تاتاری فوجیں شہروں میں لوٹ مار کرتی رہیں اور وہ قتل و غارت کرتی ہوئی غزہ تک پہنچ گئی تھیں مگر چونکہ وہاں کے قلعے مسخر نہیں ہوسکے تھے اس لیے قازان نے اپنے وطن کی طرف کوچ کیا۔ اس نے قتلو شا کو شہر کی حفاظتی فوج کا نائب بنایا اور قلعہ کے محاصرہ کا کام اس کے سپرد کیا۔ یحییٰ بن جلال الدین کو محصولات وصول کرنے پر مامور کیا۔قبچاق کو دمشق کا نائب حاکم مقرر کیا اور بکتمر کو حلب، حمص اور حماۃ کا نائب حاکم بنایا۔

ناصر کا شام پر دوبارہ قبضہ

سلطان ناصر نے فوجیں اکٹھی کرکے دوبارہ حملہ کیا۔ اس سے پہلے اس نے فوجوں کو داد و دہش سے نوازا اور ان کی تمام خامیوں کو دور کیا۔ اس کے ہراول دستوں کی قیادت سرمز جاشنگیر اور سلار کررہے تھے۔یہ دونوں سلطنت کے نگران تھے۔ چنانچہ یہ فوجیں شام کی سرحد کی طرف بڑھیں اور خود سلطان صالحیہ کے مقام پر مقیم رہا۔ قبچاق اور بکتمر جو دمشق اور حلب کے سابق نائب حاکم تھے دونوں نے پناہ طلب کرکے دوبارہ سلطان مصر کی اطاعت قبول کرلی۔آخر کار سرمز اور سلار دونوں نے شام کے علاقے کو فتح کرلیا اور قتلو شاہ تاتاری حاکم عراق کی طرف لوٹ گیا۔

قازان نے دوبارہ شام کی طرف فوج کشی کی اور دریائے فرات کو عبور کرکے رحبہ کے مقام پر مقیم ہوا۔ اس نے اہل شام کو فریب دینے کے لیے ان سے خط و کتابت کی۔ قتلو شاہ نے بیت المقدس پر حملہ کیا وہاں ترکمانوں کے قبائل مقیم تھے۔انھوں نے اس سے جنگ کرکے اسے نقصان پہنچایا اور وہیں مقیم ہوگئے۔

مغل فوج کا قتلِ عام

سلطان ناصر نے ماہ شعبان کی تیسری تاریخ کو فوجوں کے ساتھ مصر سے پیش قدمی کی۔ مرج الصفر کے مقام پر ان کا قتلوشاہ سے مقابلہ ہوا۔ سلطان نے گھمسان کی جنگ کے بعد اسے شکست دی اور رات تک ان کا تعاقب کرتا رہا۔ وہ راستے میں ایک پہاڑ پر چڑھ کر پناہ گزین ہوئے ۔ مسلمان فوجیں رات بھر ان کا محاصرہ کرتی رہیں پھر پوشیدہ طور پر وہاں پہنچ گئیں اور ان کا قتل عام کیا۔ دمشق کے دریا کے بند میں شگاف ہونے سے ان کے راستے میں دلدل اور کیچڑ ہوگیا تھا اس لیے جو وہاں موجود تھے ان میں سے کوئی جانبر نہ ہوسکا۔

شکست خوردہ فوج کا حصہ قازان کے پاس گیلان کے مقام پر پہنچا۔ قازان وہاں بیمار ہوگیا تھا اور اسی سال ماہ ذوالحجہ کو اس بھاری شکست کے افسوس میں فوت ہوگیا۔

خربند ابن ارغو

قازان کے بعد اس کا بھائی خربند اس کا جانشین ہوا۔ وہ بادشاہ کے ابتدائی زمانے میں مسلمان ہوگیا تھا۔ اس کا نام محمد اور لقب غیاث الدین رکھا گیا۔ اس نے قتلو شاہ کو اپنا نائب برقرار رکھا۔ پھر اس نے اسے گیلان کے کوہستان میں کردوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے بھیجا مگر اس جنگ میں کردوں نے اسے شکست دے کر مار ڈالا۔

شیعی اثرات

خربندا نے جوبان بن تدوان کو اس کا جانشین مقرر کیا۔ خربندا ابتدائی زمانے میں بہت دیندار رہا۔ وہ خلفاء کی تعظیم کرتا تھا اور اپنے سکے پر ان کے اسمائے گرامی تحریر کرائے تھے مگر رافضیوں (شیعوں) کی صحبت میں رہ کر وہ بدعقیدہ ہوگیا۔ چنانچہ اس نے خطبہ میں سے شیخین (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ) کا تذکرہ حذف کردیا اور اپنے سکوں پر بارہ اماموں کے نام کندہ کرائے۔

بہشتی محل کی تعمیر

اس نے قزوین اور ہمدان کے درمیان سلطانیہ نامی ایک شہر تعمیر کرایا اور اسے اپنا پایہ تخت مقرر کیا۔ اس نے وہاں سونے اور چاندی کی اینٹوں سے ایک عمدہ گھر تعمیر کرایا اور اس کے سامنے ایک باغ لگوایا جس کے درخت سونے کے تھے اور اس کے پھل موتیوں اور نگینوں کے تھے۔ اس نے دودھ اور شہد کی نہریں جاری کرائیں اور وہاں حور و غلمان کو آباد کیا تاکہ یہ علاقہ بہشت کے مشابہ ہوجائے۔

وہ اپنی قوم کے عزت و ناموس پر بہت حملہ کرتا رہا۔ ۷۱۳ ہجری میں وہ شام کی طرف فوج لے کر گیا اور دریائے فرات کو عبور کرکے رحبہ کے مقام پر مقیم رہا اور پھر وہاں سے لوٹ گیا۔ اس کے بعد وہ فوت ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی قوم کے کسی سردار نے زہر دے کر اسے ہلاک کردیا تھا۔

عہد حکومت سلطان ابو سعید بن خربندا

سلطان خربندا کی وفات کے وقت اس کا فرزند ابوسعید تیرہ سال کا نوعمر لڑکا تھا اس لیے جوبان نے اسے بہت کم عمر خیال کرتے ہوئے صرای میں شمالی سلطنت کے بادشاہ ازبک کو پیغام بھیجا کہ وہ دونوں عراق (عراق عجم و عرب) کی سلطنت سنبھال لے مگر اس کے نائب قطلقتمر نے اسے باز رکھا۔ لہٰذا جوبان نے نوعمری کے باوجود ابو سعید کو سلطان تسلیم کیا۔

سلطان ابو سعید نے حکومت سنبھالتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اس نے ابو الطیب رشیدالدولہ فضل اللہ بن یحییٰ ہمدانی کو قتل کرایا۔ اس پر اس کے والد کو قتل کرنے کا الزام تھا۔ وہ مختلف علوم و فنون کا ماہر تھا۔ اس نے ایک تاریخ لکھی تھی جس میں اس نے تاتاریوں کے حالات اور ان کے نسب نامے تحریر کیے تھے۔ اس نے ہماری کتاب کی طرح ان کے شجرۂ نسب بھی بیان کیے تھے۔

امراء کی سازش

اس زمانے میں جوبان خراسان کی مہم پر گیا ہوا تھا اور وہاں سیول بن براق حاکم خوارم سے جنگ کررہا تھا جسے شمالی سلطنت کے حاکم ازبک نے بھڑکاکر اور امدادی فوج دے کر خراسان پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اس وقت جوبان بھی اس کا حامی تھا۔

جب سلطان خربندا ہلاک ہوا تو سیول نے تمام خراسان پر قبضہ کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لیے اس نے سلطان ابوسعید کی سلطنت کے مغل امراء سے خط و کتابت کی تو انھوں نے اس کی حمایت کرنے کی توقع دلائی۔ اس وقت جوبان اپنے محاذ جنگ کی طرف روانہ ہوا تھا۔

جب سلطان ابو سعید کو یہ اطلاع ملی کہ امراء اس کے خلاف سازش کررہے ہیں تو اس نے ان میں سے چالیس افراد کو قتل کرادیا اور جوبان بھی ۷۱۸ ہجری میں خراسان کی طرف واپس آیا۔ اس وقت سیول خراسان پر اور عراق عجم کے کچھ حصے پر قابض ہوچکا تھا۔ ازبک شاہ شمال نے اپنے نائب قطلقتمر کو امدادی فوج دے کر بھیجا جس کا جوبان کی فوج نے مقابلہ کیا۔ ان کے درمیان متعدد جنگیں ہوتی رہیں۔ آخر کار جوبان نے سیول کے مقبوضہ خراسانی علاقے چھین لیے اور باقی علاقوں کے لیے مصالحت کرکے واپس چلا آیا۔

اس کے بعد شمالی سلطنت کے بادشاہ ازبک نے مراغہ پر حملہ کرکے مال غنیمت حاصل کیا اور واپس چلا گیا۔ جوبان فوج لے کر اس کے تعاقب میں روانہ ہوا مگر اسے پکڑ نہیں سکا۔

سیول ۷۲۰ ہجری میں فوت ہوگیا تو سلطان ابو سعید نے اس کے مقبوضہ باقی حصہ خراسان پر بھی قبضہ کرلیا۔

ازبک سے اختلافات

اس وقت شمالی سلطنت کا بادشاہ ازبک سلطان ابو سعید سے اس بات پر ناراض تھا کہ اس نے جوبان کو خودمختار اور اپنے اوپر حاوی کر رکھا ہے اور وہ چنگیز خان کی اولاد پر بھی حکومت کر رہا ہے۔اس نے قریبی ممالک کے لوگوں کو بھی جوبان کے خطرات سے آگاہ کیا اور وہاں کے سلاطین کو جوبان اور اس کے سلطان ابوسعید کے خلاف متحدہ محاذ بنانے پر آمادہ کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے شاہ مصر کے خاندان میں ازدواجی تعلقات بھی قائم کیے مگر سلطان ابو سعید کے ساتھ اس کی مصالحت نہ ہو سکی۔ جیسا کہ ان کے حالات میں بیان کیا جاچکا ہے۔

ازبک نے ۷۲۰ ہجری میں جوبان سے جنگ کرنے کے لیے فوج بھیجی مگر دریائے کوزل کے قریب جو ان کی حدود میں واقع ہے' المدنی نے ان کا محاصرہ کرلیا اس لیے اس کی فوج واپس چلی گئی۔ اس کے بعد ازبک نے ایک دوسری فوج اپنے نائب قطلقتمر کی قیادت میں روانہ کی۔

سلطان ابو سعید کے نائب جوبان نے بلاد روم پر اپنے فرزند دمرداش کو حاکم بنایا تھا لہٰذا اس نے ۷۲۱ ہجری میں سیس کے علاقے پر فوجی حملہ کیا اور اس کے تین قلعے فتح کرکے انھیں تباہ و برباد کردیا۔ پھر اس نے ارمنی قوم' جو سیس کے مقام پر تھی' کے خلاف جہاد کرنے کے لیے مصر کے شاہ ناصر سے فوجی امداد طلب کی۔ سلطان مصر نے ۷۲۲ ہجری میں اپنی فوجیں بھیجیں جن میں رضاکار مجاہدوں کی کافی تعداد تھی۔ انھوں نے سیس کا محاصرہ کرلیا۔

۷۲۳ میں شاہ ناصر اور سلطان ابو سعید کے درمیان مصالحت ہوگئی اور اس کے بعد تمام حالات درست ہوگئے۔

سلطان ابو سعید شاہ عراق و عجم کے رشتہ دار بزرگ مغل امراء نے اس کے بعد فریضہ حج ادا کیا اور دونوں سلطنتوں کے درمیان تحائف کا تبادلہ ہوا۔

فتح خراسان

۷۲۵ ہجری میں سلطان ابو سعید کے نائب جوبان نے خراسان کی طرف فوج کشی کی کیونکہ کبک بن سیول نے وہاں فوجی حملہ کردیا تھا۔ فریقین میں متعدد جنگیں ہوتی رہیں۔ آخر کار جوبان کو شکست ہوئی اور کبک بن سیول خراسان پر قابض ہوگیا۔ مگر دوبارہ جوبان نے حملہ کرکے اسے شکست دی اور اس کی فوجوں کا قتل عام کیا اور خراسان کو فتح کرکے اسے سلطان ابو سعید کی سلطنت میں شامل کردیا۔

جوبان کا قتل

جب جوبان خراسان میں مشغول تھا تو اسے یہ اطلاع موصول ہوئی کہ سلطان ابوسعید نے اس کے فرزند کو گرفتار کرلیا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی اس نے علم بغاوت بلند کردیا لہٰذا ابوسعید نے اس کے خلاف فوج کشی کی' اس کے بعد اس کے ساتھی اس سے الگ ہوگئے اور وہ خود ہرات بھاگ گیا جہاں وہ ۷۲۶ ہجری میں مارا گیا' اس وقت سلطان ابو سعید نے اس کے فرزند کو یہ اجازت دے دی کہ وہ اس کی لاش کو اس مقبرہ میں منتقل کرسکتا ہے جو اس نے مدینہ منورہ میں تعمیر کرایا تھا۔ چنانچہ وہ اس کی لاش کو وہاں لے گئے مگر اسے فوراً" دفن نہ کرسکے کیونکہ حاکم مدینہ سلطان مصر کی اجازت کا انتظار کررہا تھا آخر کار اسے بقیع کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

دمرداش مصر میں

جب جوبان کے قتل کی خبر اس کے فرزند دمرداش کو ملی جو بلاد روم کا حاکم تھا تو وہ بہت پریشان ہوا۔ آخر کار وہ اپنے امراء فوج اور ساتھیوں کو لے کر مصر پہنچ گیا۔

مصر کے سلطان ناصر نے اس وقت ان کا زبردست استقبال کیا اور ان کی تعظیم و تکریم کی۔ اس کے بعد سلطان ابوسعید کے قاصد اس کا یہ پیغام لے کر آئے "اس کے بارے میں اللہ کے فیصلہ کے مطابق عمل کیا جائے کیونکہ یہ لوگ فتنہ و فساد کی کوشش کرتے آئے تھے"۔

دمرواش کا قتل

سلطان نے اس کا جواب اثبات میں دیا اور یہ بھی کہا کہ یہی طریقہ وہ شام کے امیر اسنقر کے ساتھ بھی اختیار کرے گا جو وہاں سے بھاگ کر اس کے پاس آیا تھا۔ چنانچہ ان دونوں کو ان کے کرتوتوں کی سزا دی گئی ان کے طور پر قتل کر دیا گیا۔

دوستانہ تعلقات

ان اقدامات سے ان دونوں سلطنتوں کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے' ان دونوں کے درمیان ازدواجی رشتے بھی قائم ہوئے اور تحائف کا تبادلہ بھی ہوتا رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب میں امن و امان قائم ہوا اور ان کے نقصانات کا ازالہ ہوا اور دونوں سلطنتوں کے درمیان فتنہ و فساد کا خاتمہ ہوا۔

سلطان ابو سعید ۷۳۶ ہجری میں فوت ہوگیا اس کی اولاد نہ تھی' اسے سلطانیہ کے مقام پر دفن کیا گیا۔

اس کے بعد اس کے ارکان سلطنت میں اختلافات پیدا ہوگئے یوں ہلاکو خاندان کا خاتمہ ہوگیا اور ان کی سلطنت کے حصے بخرے ہوگئے۔ چنانچہ خراسان' عراق' عجم' فارس' آذربائیجان' عراق عرب اور بلادِ روم میں جداگانہ سلطنتیں قائم ہوگئیں۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

باب نہم

حکومت خاندان شیخ حسن

جب بغداد کا بادشاہ سلطان ابوسعید بن خربندا ۷۳۶ ہجری میں فوت ہوا تو اس کا کوئی فرزند نہ تھا۔ اس لیے مغل امراء نے خان کو معزول کرنے کے لیے وزیر غیاث الدین کا تقرر کیا۔ (شاہی خاندان کے) نواسوں میں سے موسیٰ خان بادشاہ مقرر کیا گیا اور سلطنت کا انتظام شیخ حسن بن حسین بن بیقا بن املکان نے سنبھالا جو سلطان ابو سعید کا پھوپھی زاد بھائی تھا۔ اسے سلطان ابوسعید نے بلاد روم کے قلعہ کانج میں نظر بند کردیا تھا جہاں اس کی نگرانی کی جاتی تھی۔

سلطان ابو سعید کی وفات کے بعد اسے معافی دے کر رہا کردیا گیا تھا۔ بعد میں وہ بغداد چلا گیا۔ بغداد پہنچ کر اس نے وہاں کے نگران حاکم علی ماسا کو قتل کردیا اور نامزد بادشاہ موسیٰ خان کو معزول کرکے اس کے بجائے محمد بن عنبرجی کو بادشاہ مقرر کیا۔ تخت کے بادشاہوں میں اس کی صحیح نسبت ہلاکو خان کے ساتھ بیان کی جاتی تھی۔

اس کے بعد شیخ حسن بغداد اور توریز کا خود مختار حاکم بن گیا۔ دمرداش کا فرزند حسن اپنے والد کے بلاد روم کے مرکزی مقام سے فوج لے کر اس کے خلاف روانہ ہوا اور جنگ میں غالب آکر توریز پر قابض ہوگیا۔ اس نے وہاں کے بادشاہ محمد بن عنبرجی کو قتل کردیا۔ شیخ حسن بھاگ کر بغداد آگیا اور حسن بن دمرداش توریز پر حکومت کرنے لگا۔

یہاں آکر اس نے سلطان ابوسعید کی ہمشیرہ صاطبیک کو ملکہ مقرر کیا اور ہلاکو کے نبیر گان میں سے سلیمان خان سے اس کا نکاح کردیا۔ توریز کی حکومت حسن بن دمرداش کے پاس تھی جو حسن صغیر کے نام سے موسوم تھا کیونکہ شیخ حسن حاکم بغداد اس سے بڑا تھا اس لیے وہ حسن کبیر کے نام سے مشہور تھا اور یہ حسن صغیر کے نام سے مشہور ہوا اور وہ مستقل خود مختار حاکم رہا۔ شیخ حسن کبیر اس پر غالب نہیں آسکا۔

ادھر موصل کے گردو نواح میں ترکمان اقوام کا تسلط بڑھ رہا تھا وہ الجزیرہ کے شہروں تک پہنچ گئی تھیں۔ شیخ حسن کبیر نے تنگ آکر شاہ مصر کو یہ پیغام بھجوایا کہ وہ بغداد پر قابض ہوجائے کیونکہ وہ خود اس کے پاس رہنا چاہتا ہے۔ اس نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ شاہ مصر وہاں فوجیں بھیج دے۔ اس مقصد کے لیے وہ اس بات کے لیے تیار ہے کہ وہ اپنے فرزند کو یرغمال کے طور پر رکھوادے مگر یہ مطالبہ ناگزیر حالات کی وجہ سے پورا نہیں ہوسکا۔

طوائف الملوکی

آخر کار خاندان ہلاکو کی سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا کیونکہ شیخ حسن کبیر بغداد کا حاکم تھا اور حسن صغیر توریز کا۔ عراق عجم اور فارس میں ابن المظفر حاکم تھا اور شاہ حسین خراسان کا حاکم تھا مگر اس کے اکثر علاقوں پر شمالی سلطنت کے بادشاہ ازبک کا قبضہ تھا جو سرای کے تخت کا مالک تھا اور دوشی خان بن چنگیز خان کی نسل سے تھا۔

امراء کی وفات

کچھ عرصہ کے بعد شیخ حسن کبیر اپنے بادشاہ سلیمان خان سے بیزار ہوگیا اور اس نے اسے قتل کرکے خود مختاری حاصل کرلی۔ شیخ حسن

صغیر بن دمرداش ۷۴۴ ہجری میں فوت ہوگیا اور اس کے بجائے اس کا بھائی اشرف حاکم ہوا۔ بعد ازاں شیخ حسن کبیر بھی ۷۵۷ ہجری میں بغداد میں فوت ہوگیا۔

اویس بن شیخ حسن کبیر

جب شیخ حسن کبیر بغداد میں فوت ہوگیا تو اس کی بجائے اس کا فرزند وہاں کا حاکم مقرر ہوا۔ توریز میں اشرف بن دمرداش حکومت کرتا تھا لہٰذا شمالی سلطنت کے بادشاہ نے جانی بیگ بن ازبک کو فوج دے کر ۷۵۸ ہجری میں توریز پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا اور توریز پر قبضہ کرلیا۔ اس نے وہاں اپنے فرزند کو حاکم بناکر خراسان کی طرف کوچ کیا۔ وہ راستے میں گرفتار ہوگیا۔ اس لیے ارکان سلطنت نے اس کے فرزند بردبیگ کو لکھا کہ وہ حکومت پر قبضہ کرلے لہٰذا وہ تیز رفتاری کے ساتھ ادھر روانہ ہوگیا۔ اور توریز کا حاکم اخیجوخ کو مقرر کیا۔ (موقع کو غنیمت جان کر) حاکم بغداد اویس فوج لے کر توریز کی طرف روانہ ہوا اور اسے شکست دے کر توریز پر قبضہ کرلیا۔ مگر وہاں کی حاکم اخیجوخ نے دوبارہ حملہ کرکے یہ علاقہ اس سے چھین لیا اور وہاں رہنے لگا۔ اب حاکم اصفہان ابن المظفر نے حملہ کرکے توریز اس سے چھین لیا اور اسے قتل کردیا۔ یوں اس کی سلطنت میں عراق عجم توریز تستر اور خوزستان کے علاقے شامل ہوگئے۔

اویس کی اولاد

اویس نے فوج کشی کرکے توریز کو ابن المظفر کے قبضے سے نکال کر اپنی عملداری میں شامل کرلیا۔ اس کے بعد بغداد آکر تخت نشین ہوا اور اس کی حکومت مستحکم ہوگئی۔ آخر کار اویس بن حسن ۷۷۶ ہجری میں فوت ہوگیا۔ اس نے مندرجہ ذیل پانچ فرزند چھوڑے۔

۱۔ شیخ حسن ۲۔ حسین ۳۔ شیخ علی ۴۔ ابویزید ۵۔ احمد۔

اس کا وزیر زکریا تھا اور اس کی سلطنت کا سب سے بڑا امیر عادل تھا۔ وہ حسین کا نگران تھا اور سلطانیہ کا علاقہ اس کی جاگیر میں شامل تھا۔

حسین بن اویس

اویس کی وفات کے بعد ارکان سلطنت نے جمع ہوکر توریز کے مقام پر حسین بن اویس کو حاکم تسلیم کیا اور اس کے بھائی شیخ حسن کو قتل کردیا۔ انھوں نے یہ مشہور کیا کہ ان کے والد نے اسے قتل کردینے کی وصیت کی تھی۔

دوسرا بھائی شیخ علی بغداد میں تھا۔ اس نے بھی اپنے بھائی حسین کی اطاعت قبول کرلی۔ ان کا ایک امیر تنبر علی بادک تستر خوزستان میں اس کا نائب تھا اس نے بھی حسین کی اطاعت قبول کرکے اس کی اطلاع اسے بھیج دی تھی۔ توریز کے علاقے پر اس کے والد کا وزیر زکریا حاکم تھا۔ اس کا ایک فرزند اسماعیل شیخ اویس کے عہد حکومت میں بھاگ کر شام چلا گیا تھا۔ وہ اب اپنے والد زکریا کے پاس واپس آگیا تھا لہٰذا اس نے اسے بغداد بھیج دیا تاکہ وہ شیخ علی کی جو وہاں کا حاکم تھا خدمات بجا لائے۔ چنانچہ وہ اس کی خدمت کے لیے وقف ہوگیا یہاں تک کہ وہ اس پر حاوی ہوگیا۔

ادھر جب حسین بن اویس توریز کا خود مختار حاکم مقرر ہوا تو بنو المظفر (جو فارس و اصفہان کے حکام تھے) ان پر قبضہ کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ وہ اس سے پہلے بھی (اس کے والد کے زمانے میں) اس پر قابض ہوگئے تھے مگر اویس نے اس علاقے کو ان سے چھین لیا تھا۔ تاہم جب اس کی وفات ہوئی تو شجاع بن المظفر فوج لے کر حملہ آور ہوا تو حسین بن اویس مقابلہ کی تاب نہ لاکر جب وہاں سے بھاگ کر

بغداد پہنچا تو شجاع المظفر نے توریز کو دوبارہ فتح کر لیا۔
حسین بن اویس نے بغداد پہنچ کر اپنے بھائی شیخ علی اور اس کے وزیر اسماعیل سے فوجی امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ انھوں نے اس کے ہمراہ فوج بھیجی اور وہ الٹے پاؤں فوج لے کر توریز پہنچا۔ شجاع مقابلے کی تاب نہ لا کر وہاں سے بھاگ کر خوزستان پہنچا اور وہاں قلعہ بند ہو کر رہنے لگا۔

اسماعیل کا قتل

اسماعیل شیخ علی پر بہت حاوی تھا اس لیے ارکان سلطنت کی ایک جماعت نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اس کے بعد اس کے چچا کو بھی ۷۸۱ ہجری کے وسط میں قتل کر دیا۔ اس جماعت میں مندرجہ ذیل افراد شامل تھے۔ مبارک شاہ' قرا محمد' قنبر۔
انھوں نے قنبر علی باوک کو تستر سے بلا کر اسماعیل کے عہدہ پر مقرر کیا بعد میں وہ بھی بغداد کے حاکم شیخ علی پر غالب آ گیا۔
اس کا بھائی حسین جو توریز میں تھا ان باتوں سے نالاں تھا۔ اس لیے وہ توریز سے فوجیں لے کر بغداد پہنچا۔ شیخ علی باوک تستر بھاگ گئے اور حسین بغداد پر قابض ہو گیا۔

دوبارہ حکومت

اب شیخ علی تستر سے واسط پہنچا' اس نے عباوان اور الجزیرہ کے عربوں کو اپنی حمایت کے لیے جمع کیا۔ احمد واسط سے بغداد کی طرف بھاگ گیا۔ شیخ علی نے اس کا تعاقب کیا تو حسین بھی توریز کی طرف بھاگ گیا اس کے بعد بغداد پر شیخ علی کی حکومت قائم ہو گئی اور ہر ایک اپنی مملکت میں رہنے لگا۔

حسین کا قتل

جب حسین بغداد سے توریز کی طرف واپس آیا تو وہ عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا اس کا بھائی احمد ناراض ہو کر اردبیل' جہاں شیخ صدرالدین تھا' چلا گیا۔ وہاں اس نے تین ہزار سے زائد فوج اکٹھی کر لی' انھیں لے کر وہ توریز کی طرف روانہ ہوا اور اہل توریز پر بے خبری میں حملہ کر کے توریز پر قبضہ کر لیا۔ حسین چند دنوں تک وہاں چھپا رہا پھر احمد نے گرفتار کر کے اسے قتل کر دیا۔

احمد سے جنگ

اس زمانے میں امیر عادل' سلطانیہ کا حاکم تھا جو اس کی جاگیر میں شامل تھا جب اسے حسین کے قتل کی اطلاع ملی تو وہ بہت خوش ہوا اس کے پاس اس کا دوسرا بھائی ابو یزید بن اویس موجود تھا لہٰذا وہ دونوں حاکم فارس شجاع بن المظفر یزدی کے پاس پہنچے تاکہ امیر احمد بن اویس کے خلاف فوجی امداد حاصل کر سکیں۔ چنانچہ اس نے ان کی فریاد پر ان کے ساتھ فوجیں بھیجیں جب وہ وہاں پہنچے تو امیر احمد ان کے مقابلہ پر صف آرا ہوا پھر فریقین قریب آ گئے اور یہ فیصلہ کیا کہ ابو یزید سلطانیہ کا حاکم رہے اور امیر عادل وہاں سے نکل کر امیر شجاع کے پاس فارس چلا جائے۔ ان شرائط کے ساتھ ان میں مصالحت ہو گئی اور ابو یزید سلطانیہ واپس چلا آیا اور وہاں رہنے لگا۔
مگر احمد کے امراء اور مصاحبین نے رعایا کو بہت تنگ کیا اس لیے وہ احمد کے پاس فریاد لے کر گئے۔ چنانچہ احمد فوج لے کر وہاں پہنچا اور سلطانیہ پر قبضہ کر لیا اور ابو یزید کو گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا۔ جہاں اس نے بعد میں وفات پائی۔

علی کا قتل

جب احمد نے اپنے بھائی حسین کو قتل کیا تھا تو شیخ علی نے فوجیں اکٹھی کرنا شروع کر دیں۔ اس نے الجزیرہ میں ترکمان قوم کے امیر قرا محمد سے امداد طلب کی۔ پھر وہ بغداد سے فوج لے کر توریز پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ وہاں احمد اس کے مقابلہ کے لیے نکلا کر

شکست کی حالت ظاہر کر کے پسپا ہوا۔ اس کا تعاقب کیا گیا مگر جب فوجیں پوشیدہ ہو گئیں تو اس نے جاں نثاری اور بہادری کے ساتھ پلٹ کر حملہ کیا۔ اس حملہ میں شیخ علی کو ایک تیر لگا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا۔ قرا محمد (امیر ترکمان) کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔ بعد ازاں احمد توریز واپس آ گیا جہاں اس کی حکومت مستحکم ہو گئی۔

ابویزید کی حمایت

اس اثناء میں عادل بن سلطان ابوسعید نے موقع غنیمت جان کر حملہ کر دیا مگر اسے شکست ہوئی۔ پھر احمد نے بغداد کی طرف فوج کشی کی کیونکہ شیخ علی کی ہلاکت کے بعد ایک شخص خواجہ عبدالملک جو احمد کا حامی تھا خود مختار ہو گیا تھا۔ مگر جب امیر عادل نے سلطانیہ میں امیر ابویزید (دوسرے بھائی) کی حمایت کا اعلان کیا اور بغداد کی طرف ایک فوجی افسر بھیجا جس کا نام برسق تھا تاکہ وہ بغداد میں ابویزید کی حمایت حاصل کرے تو خواجہ عبدالملک نے اسے بغداد میں داخل ہونے کی اجازت دی اور اس کی حمایت کی۔
برسق نے بغداد آنے کے دوسرے دن عبدالملک کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد شہر میں ایک مہینے تک بدامنی اور بدنظمی کی حالت رہی۔ لہٰذا احمد توریز سے فوج لے کر بغداد پہنچا۔ برسق بھی فوج لے کر اپنی مدافعت کے لیے نکلا مگر اس نے شکست کھائی اور اسے گرفتار کر کے امیر احمد کے سامنے لایا گیا اور احمد اس کی شرارتوں سے محفوظ ہو گیا۔

تیمور کا حملہ

اب احمد کی سلطنت میں توریز' بغداد' تستر اور سلطانیہ کے علاقے شامل ہو گئے تھے اور اس کی حکومت مستحکم ہو گئی تھی مگر ۷۸۶ ہجری میں اس کے ارکان سلطنت نے بغاوت کی۔ اس زمانے میں چغتائی خاندان کے سلطان تیمور نے اپنی ماوراء النہر کی سلطنت سے نکل کر خراسان پر قبضہ کر لیا تھا لہٰذا احمد کا ایک رکن سلطنت تیمور کے پاس فریاد لے کر پہنچا۔ تیمور نے اس کی فریاد رسی کی اور اس کے ہمراہ توریز کی طرف اپنی فوجیں روانہ کیں۔ احمد ان کے مقابلے کی تاب نہ لا کر بغداد کی طرف بھاگ گیا اور باغی رکن وہاں کا خود مختار حاکم بن گیا اور تیمور اپنی سابقہ مملکت کی طرف لوٹ گیا۔
بعد ازاں دوشی خاں کی شمالی سلطنت کا بادشاہ طغطمش توریز پر قبضہ کرنے کے ارادہ سے فوج لے کر پہنچا اور توریز کا علاقہ اس باغی حکمران سے چھین لیا۔
اس زمانے میں امیر تیمور (تمرلنگ) اپنی فوجیں لے کر اصفہان پہنچا ہوا تھا تاہم اس نے اپنی فوجیں توریز کی طرف بھی روانہ کیں اور وہاں لوٹ مار اور قتل عام کر کے اس شہر کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اس کے بعد تستر اور سلطانیہ کے علاقے بھی تیمور کی عملداری میں آ گئے۔ اب امیر احمد بن اویس کے پاس صرف بغداد کا علاقہ رہ گیا تھا۔

بغداد پر تیمور کی یلغار

جب سلطان تیمور نے توریز فتح کر لیا تو مغلوں کے ایک سردار قمرالدین نے اس کے خلاف بغاوت کر دی۔ اسے یہ بھی اطلاع ملی کہ شمالی سلطنت میں سرای کے صاحب تخت و تاج نے اسے مالی اور فوجی امداد فراہم کی ہے۔ لہٰذا وہ اصفہان سے اپنے ملک کی طرف واپس چلا گیا۔ پھر ۷۷۵ ہجری تک اس کے بارے میں انھیں کوئی اطلاع نہیں ملی۔
بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے اپنے باغی امیرالدین کو شکست دے کر نہ صرف اس کے فتنہ وفساد کی سرکوبی کی ہے بلکہ اس نے سرای کے تخت و تاج پر قبضہ کر کے وہاں کے علاقوں کو بھی فتح کر لیا ہے۔ اس کے بعد اس نے پیش قدمی کر کے اصفہان عراق عجم رے اور فارس و کرمان کے علاقوں کو فتح کر کے بنو المظفر یزدی کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ ان جنگوں میں اس خاندان کے سلاطین مارے گئے تھے اور ان

کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔

بغداد پر فوج کشی

حاکم بغداد احمد بن اویس نے یہ حالات دیکھ کر کمر ہمت باندھ لی اور فوجی تیاریاں شروع کر دیں ۔ پھر اس نے یہ ارادہ کیا کہ تحائف بھیج کر تیمور کے ساتھ صلح کی جائے مگر یہ طریقہ بے سود رہا کیونکہ سلطان تیمور اس کے جواب میں خط و کتابت کے ذریعے اسے فریب دیتا رہا اور جب اس کی ہمت پست ہوگئی اور اس کی فوجیں منتشر ہوگئیں تو وہ تیز رفتاری کے ساتھ بے خبری کی حالت میں فوج لے کر روانہ ہوکر دریائے دجلہ کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت کسی نے احمد کو ان خطرات سے آگاہ کیا۔

اس وقت احمد بن اویس نے سواریوں پر اپنے مال و دولت اور قیمتی ذخیروں کو لدوا کر دریائے دجلہ کی کشتیوں کو تباہ و برباد کردیا اور خود نہر حلہ کو عبور کرکے صبح سویرے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک (نجف اشرف) میں پناہ گزین ہوا۔

فتح بغداد

سلطان تیمور اور اس کا لشکر گیارہ شوال ۷۹۵ ہجری کو دریائے دجلہ پر پہنچا وہاں دریا عبور کرنے کے لیے کشتیاں نہیں تھیں اس لیے وہ اپنی فوجوں کو لے کر دریا میں گھس گیا اور بغداد میں داخل ہوکر اسے فتح کرلیا۔ اس نے احمد کے تعاقب میں فوجیں بھیجیں تو وہ حلہ کے مقام کی طرف روانہ ہوئیں۔ وہاں کا پل ٹوٹا ہوا تھا۔ لہٰذا وہاں بھی فوجیں دریا میں گھس گئیں۔ پھر انھوں نے احمد بن اویس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک (نجف اشرف) کے مقام پر جا پکڑا اور اس کے ساز و سامان اور سواریوں پر قبضہ کرلیا۔

احمد بن اویس نے پلٹ کر اپنی فوجوں کے ساتھ مغلوں کی فوجوں پر حملہ کیا اور نہایت بہادری اور فدا کاری کے ساتھ مقابلہ کرکے مغلوں کے سردار کو جو اس کے تعاقب میں فوج لے کر آیا، قتل کردیا۔باقی تاتاری فوج واپس چلی گئی۔

احمد بھاگ کر شام کے سرحدی مقام رحبہ کی طرف چلاگیا اور وہاں آرام کرنے لگا۔ اس نے وہاں سلطان کے نائب حاکم کو اطلاع کرائی تو اس نے اپنے مخصوص افراد کے ہاتھ زاد راہ اور دیگر اخراجات کی رقم بھجوائی پھر اسے حلب بھیج دیا گیا جہاں اس نے آرام کیا۔ پھر اسے ایسا مرض لاحق ہوا کہ وہ مصر نہ جاسکا۔

بغداد کی دوبارہ تباہی

اس اثناء میں اسے یہ اطلاع ملی کہ سلطان تیمور نے اس کے علاقے میں فتنہ و فساد برپا کرکے اس کے تمام ذخیروں پر قبضہ کرلیا ہے بلکہ بغداد کے تمام امیر و غریب کے سامان اور موجودہ تمام مال و دولت کو ضبط کرلیا ہے یہاں تک کہ وہ کوڑی کوڑی کے محتاج ہوگئے ہیں اور بغداد کے تمام علاقے لوٹ مار کی وجہ سے ویران ہوگئے ہیں۔

ان حالات میں احمد بن اویس فریاد لے کر ماہ ربیع الاول ۷۵۶ ہجری میں سلطان مصر کے پاس پہنچا اور اس سے درخواست کی کہ اس کا ملک اسے واپس دلایا جائے اور اس کے دشمن سے انتقام لیا جائے۔ سلطان مصر نے اس کی فریاد رسی کی اور اپنی فوج میں اعلان کرایا کہ وہ شام کی طرف جانے کے لیے تیار ہوجائیں۔

فتح تکریت و دیار بکر

اس اثناء میں جب سلطان تیمور نے بغداد کو فتح کرلیا تو وہ اپنا لشکر لے کر تکریت کی طرف روانہ ہوا جو اس کے مخالفوں کا اڈہ بنا ہوا تھا اور وہ راہ گیروں کی گھات پر حملہ کرنے کے لیے بیٹھے رہتے تھے۔ سلطان نے اس مقام کا چالیس دن تک محاصرہ کیا آخر کار شہر والوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس وقت ان کا قتل عام ہوا۔ اس کے بعد اسے تباہ و برباد کرکے ویران کردیا گیا۔

اس کے بعد تیموری فوجیں دیار بکر میں رہا کے مقام تک پھیل گئیں اور چند گھنٹوں میں یہ علاقے مفتوح ہوگئے اور انھیں بھی تباہ و ویران کردیا گیا۔

مصری لشکر دمشق میں

جب سلطان مصر کو ان تباہ کاریوں کی اطلاع ملی تو وہ فوج لے کر چند دنوں تک زیدانیہ کے مقام پر خیمہ زن رہا۔ اس عرصے میں اس نے اپنی فوجوں کی خامیوں کو دور کیا اور اپنے غلاموں کو بخشش سے مالا مال کیا۔ اس نے ہر قسم کی فوج کو اکٹھا کیا اور قاہرہ میں اپنے نائب سودون کو جانشین بنایا۔ پھر احمد بن اویس کو ساتھ لے کر صف بندی کے بعد شام کی طرف کوچ کیا۔ اس نے احمد بن اویس کی فوجوں کو بھی بخشش سے نوازا اور انھیں ہر طرح سے مسلح کیا بعد ازاں سلطان ماہ جمادی الاولیٰ کے آخر میں دمشق پہنچ گیا۔

فوجوں کی روانگی

سلطان مصر نے حاکم حلب جلبان کو ہدایت کی تھی کہ وہ دریائے فرات کی طرف جائے اور عرب ترکمان قوم کو اکٹھا کرکے انھیں وہاں دشمن کی گھات میں لگے رہنے پر آمادہ کرے۔ چنانچہ جب سلطان دمشق پہنچا تو جلبان اس کے پاس آیا اور اسے اپنی کارگزاری سے آگاہ کیا اور دیگر حالات بھی بتائے۔اس کے بعد سلطان کے احکام کے مطابق تعمیل حکم کے لیے واپس چلا گیا۔ سلطان نے اس کی امداد کے لیے کمشبغا اتابک، تکتمش امیر سلاح اور احمد بن بیبغا کی قیادت میں فوجیں بھیجیں۔

اس اثناء میں ان کا دشمن سلطان تیمور ماردن کے محاصرہ میں مشغول تھا۔ چنانچہ چند مہینے کے محاصرہ کے بعد اس نے اسے فتح کرلیا۔ پھر اس کی فوجوں نے وہاں لوٹ مار کرکے اس علاقے کا صفایا کردیا مگر اس کا قلعہ فتح نہ ہوسکا لہٰذا وہاں سے کوچ کرکے وہ بلاد الروم کی طرف پہنچ گیا۔ جب تیمور کردوں کے قلعوں کے پاس سے گزرا تو اس کی فوجوں نے وہاں بھی لوٹ مار کرکے اس علاقے کا صفایا کردیا۔

آخری خبر

ان آخری حالات کے تحریر کرنے تک (ابن خلدون کے زمانے میں) سلطان مصر ماہ شعبان ۷۹۰ ہجری تک دمشق میں مقیم تھا اور اس انتظار میں تھا کہ جب تیمور اس طرف آئے تو وہ اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔ (تیمور کا حال یہیں تک بیان کیا گیا ہے۔)

باب دہم

ایران میں بنومظفر یزدی کی حکومت

احمد المظفر یزد کا باشندہ تھا' وہ بہت بہادر تھا۔ چنانچہ جب وہ سلطان ابوسعید کے عہد میں سرکاری ملازم ہوا تو اسے فارس کے راستوں کی حفاظت کے کام پر مقرر کیا گیا اور یہیں سے اس کے عروج کا آغاز ہوا۔

جب سلطان ابو سعید فوت ہوا تو وہ ۷۳۶ ہجری کا سال تھا' اس کی اولاد نہ تھی۔ اس لیے ملک انتشار کا شکار ہو کر مختلف حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ چنانچہ شمالی سلطنت کے بادشاہ ازبک نے خراسان کے ایک حصہ کو فتح کرلیا۔ ہرات میں ملک حسین اور لان محمود خود مختار حاکم ہوگئے۔

ایسی صورت میں سلطان ابو سعید کے ارکان سلطنت نے احمد المظفر کو اصفہان اور فارس کا حاکم بناکر بھیجا تو وہ اپنے علاقے کا خود مختار حاکم بن گیا اور اس نے اپنا پایۂ تخت شیراز قرار دیا۔ جب وہ فوت ہوا تو اس کا فرزند ابواسحاق امیر شیخ اس کا جانشین ہوا۔ وہ بھی خود مختار حاکم رہا۔اس نے عمدہ یادگاریں چھوڑی ہیں۔(مشہور عالم) شیخ عضدالدین نے کتاب المواقف اسی کے لیے لکھی تھی۔ نیز شیخ عمادالدین کاشی نے کتاب المفتاح کی شرح اسی کے نام پر معنون کی ہے۔

فتحِ فارس و اصفہان

محمد بن المظفر نے کرمان اور اس علاقے کو فتح کرکے اس پر اپنا تسلط جمالیا تھا۔ وہ فارس کے علاقے پر بھی قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ اس کا ذریعہ ایک واقعہ بن گیا جو یوں رونما ہوا کہ ابواسحاق امیر شیخ نے شیراز کے ایک معزز شریف انسان کو قتل کردیا تھا لہٰذا اس نے اعلان کیا کہ وہ اس کا انتقام لے گا۔ دراصل اس کا مقصد اس کے قبضہ سے یہ علاقہ چھیننا تھا۔ اس لیے وہ اپنی فوج لے کر شیراز پہنچ گیا۔ چونکہ اہل شہر امیر شیخ کی بدکرداریوں کی وجہ سے اس سے نفرت کرتے تھے اس لیے انھوں نے اس کی حمایت کی اور شہر اس کے حوالے کردیا۔ چنانچہ وہ اس کے پایۂ تخت پر قابض ہوگیا۔ امیر شیخ اصفہان کی طرف بھاگ گیا۔ جب اس کا تعاقب کیا گیا تو وہ اصفہان سے بھی بھاگ گیا اور محمد بن المظفر نے اصفہان کو بھی فتح کرلیا۔ پھر اس نے چاروں طرف سے اس کے تعاقب اور گرفتاری کے لیے فوج بھیجی۔ آخر کار وہ گرفتار ہو کر اس شریف انسان کے قصاص میں مارا گیا جسے امیر شیخ نے شیراز میں قتل کیا تھا۔

سلطنت کی تقسیم

محمد بن المظفر کے چار فرزند تھے ا۔ شاہ ولی ۲۔ محمود ۳۔ شجاع ۴۔ احمد۔ شاہ ولی اپنے والد کی زندگی ہی میں فوت ہوگیا تھا۔ اس نے دو فرزند منصور اور یحییٰ چھوڑے تھے۔ اس نے اپنے دوسرے فرزند محمود کو اصفہان کا حاکم اور تیسرے فرزند شجاع کو شیراز اور کرمان کا حاکم بنادیا تھا۔ لہٰذا محمود اور شجاع دونوں اس کی زندگی ہی میں خود مختار حاکم ہوگئے تھے اور انھوں نے اسے دست بردار کردیا تھا۔یہ واقعہ ۷۶۰ ہجری میں ہوا تھا۔

شجاع کی شکست و فتح

شجاع نے مخالفت کی تو محمود نے اویس بن حسن الکبیر سے فوجی امداد طلب کرکے اصفہان کے علاقے سے فوج کشی کی اور اویس کی فوجی امداد حاصل کرکے ۷۶۵ ہجری میں شیراز فتح کرلیا اور شجاع اپنے دوسرے علاقے یعنی کرمان کی طرف بھاگ گیا اور وہیں رہنے لگا۔ وہاں تھوڑے عرصے کے لیے اس کے ماتحت حکام اس کے مخالف رہے آخر کار وہ اس کے مطیع و فرماں بردار ہوگئے۔ پھر تین سال کے بعد فوج اکٹھی کرکے اس نے شیراز پر حملہ کرکے اسے فتح کرلیا اور شیراز لوٹ آیا اور اس کا بھائی محمود اصفہان چلا گیا اور وہیں رہنے لگا تاآنکہ ۷۷۶ ہجری میں وہ فوت ہوگیا۔

اس کے مرنے کے بعد شجاع نے اس کا علاقہ بھی اپنی عملداری میں شامل کرلیا اور اسے اپنے فرزند العابدین کے حوالے کردیا اور اس کا نکاح حاکم بغداد اویس بن حسین کی لڑکی سے کردیا جو پہلے محمود کی منکوحہ تھی۔ اس کے بعد شجاع ۷۸۷ ہجری میں فوت ہوگیا۔ اس وقت اس کا فرزند زین العابدین اصفہان کا مستقل حاکم تھا اور شیراز اور فارس میں اس کا بھتیجا منصور ابن شاہ ولی اس کا جانشین ہوا۔

خانہ جنگی

اس کے بعد منصور اور زین العابدین کے درمیان جنگ ہوئی؛ منصور کو شکست ہوئی؛ منصور بن شاہ ولی زین العابدین کے خوف سے پناہ لینے کے لیے بھاگ کر بنو اویس کے بڑے امیر عادل کے پاس سلطانیہ پہنچا مگر اسے قید کردیا گیا۔ پھر وہ قید خانے سے بھاگ کر احمد بن اویس کے پاس فریاد لے کر پہنچا تو اس نے اس کی فریاد رسی کی اور اسے اپنے علاقے تستر میں پناہ دی۔ وہاں سے وہ فوج لے کر شیراز کی طرف روانہ ہوا تو زین العابدین اصفہان چلا گیا اور اس کا اپنا سگا بھائی یحیی یزد چلا گیا۔ ان دونوں کا چچا احمد بن محمد المظفر کرمان میں تھا۔

جب چغتائی بن چنگیز خان کے خاندان کے سلطان تیمور نے ۷۸۸ ہجری میں فوج کشی کی اور توریز کے علاقے کو فتح کرکے اسے تباہ و برباد کیا تو حاکم یزد یحیٰی اور حاکم کرمان احمد نے بھی اس کی اطاعت قبول کی۔

تیمور کی فوج کشی

مگر زین العابدین اصفہان سے بھاگ گیا اور سلطان تیمور نے اس کے علاقے کو فتح کرلیا۔ زین العابدین شیراز چلا گیا۔ اس کے بعد سلطان تیمور اپنے ماوراء النہر کے ملک کی طرف واپس چلا گیا تھا اور ۷۹۵ ہجری تک اس کے حالات صیغہ راز میں رہے اس کے بعد اس نے بلاد فارس کی طرف فوج کشی کی تو منصور بن شاہ ولی نے اس سے جنگ کرنے کے لیے فوجیں اکٹھی کیں مگر سلطان تیمور نے اسے اس کی حکومت پر برقرار رکھا اور ہرات کی طرف لوٹ گیا۔ اس اثناء میں منصور کی فوجیں منتشر ہوگئیں۔

جب سلطان تیمور کے جاسوسوں نے اسے فوجوں کے منتشر ہونے کی اطلاع دی تو وہ تیز رفتاری کے ساتھ شیراز پہنچا اور شہر سے باہر منصور کی باقی ماندہ فوجوں کو جن کی تعداد دو ہزار سے زیادہ نہ تھی،شکست دی منصور کی فوج کے اکثر افراد تیمور کی فوج میں شامل ہوگئے اور منصور اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ جاں نثاری کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ معرکۂ جنگ میں گم ہوگیا اور اس کی زندگی کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔

بنو المظفر کا خاتمہ

اب سلطان تیمور نے شیراز کو فتح کرکے اسے اصفہان کی عملداری میں شامل کرلیا اور اپنی طرف سے ان علاقوں کا حاکم مقرر کیا۔اس نے کرمان کے حاکم احمد بن محمد اور اس کے دونوں بیٹوں کا قتل کردیا اور کرمان کے علاقے پر بھی اپنی طرف سے حاکم مقرر کیا۔ اس نے یزد کے حاکم یحیی بن شاہ ولی اور اس کے دونوں بیٹوں کو بھی قتل کرکے وہاں بھی اپنا حاکم مقرر کیا۔ یوں اس نے شاہی خاندان بنو المظفر کا خاتمہ کردیا۔ البتہ زین العابدین بن شجاع بن محمود کو اپنے لیے زندہ رکھا مگر اس کا فرزند بھاگ کر اپنے ماموں احمد بن اویس کے پاس پہنچ گیا اور وہ ابھی تک (تاعہد تحریر کتاب تاریخ ابن خلدون) اس کے ساتھ مصر میں مقیم ہے۔

احوال بلادِ روم اور بنو ارتنا کی حکومت

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ بلاد روم کا ملک سلاطین سلجوقیہ کی ایک شاخ بن قلیج ارسلان کے ماتحت تھا جنھوں نے یہاں دعوت اسلام کا آغاز کیا اور اس علاقے کو باز نطینی سلاطین کے تسلط سے جن کا مرکز قسطنطنیہ تھا، آزاد کرایا۔ انھوں نے اس ملک میں دیارِ بکر اور دیگر علاقوں کا اضافہ بھی کیا۔ یوں ان کی عملداری وسیع ہوگئی تھی اور ان کی مملکت عظیم ہوگئی تھی۔

بلاد الروم کے علاقے

ان سلاطین کا پایۂ تخت قونیہ میں تھا اور ان کے ملک میں مندرجہ ذیل شہر اور علاقے شامل تھے۔

۱۔ اقصر ۲۔ انطاکیہ ۳۔ علایا ۴۔ طغرل ۵۔ دمرلو ۶۔ قراحصار۔

ان کے ماتحت آذربائیجان کا ملک بھی تھا اور اس میں مندرجہ ذیل علاقے بھی شامل تھے۔

۱۔ اقشہر ۲۔ کاخ ۳۔ قلعہ کعونیہ۔

قیساریہ بھی ان کی سلطنت میں شامل تھا۔ اس کے ماتحت مندرجہ ذیل شہر تھے۔

۱۔ نکرہ (انقرہ) ۲۔ عداقلیہ ۳۔ منال

سیواس کا صوبہ بھی ان کی سلطنت میں شامل تھا جسے انھوں نے دانشمند کے قبضے سے چھینا تھا جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے۔

ان کی عملداری میں یہ علاقے بھی شامل تھے۔ ۱۔ نکسار ۲۔ اقاسیہ ۳۔ توقات ۴۔ کنکرہ کرویہ ۵۔ قمنات ۶۔ سامسون ۷۔ صنفوی ۸۔ کسحونیہ طرغلوا ۹۔ برلوا۔

انھوں نے ارمن قوم کے علاقے (آرمینیہ) میں سے خلاط ارمینہ الکبری والی سلطان اور ارجیس کے علاقے بھی اپنی مملکت میں شامل کیے۔

وسیع سلطنت

دیار بکر میں سے خرت برت، ملطیہ اور سمیاط و سارہ کے علاقے ان کی سلطنت میں شامل تھے۔ ان کی یہ سلطنت شمالی سمت سے شہر بورحلہ سے لے کر خلیج قسطنطنیہ تک وسیع ہوگئی تھی یوں وہ ایک وسیع اور اہم ممالک پر قابض تھے۔ آخر کار اور سلطنتوں کی طرح یہ سلطنت بھی کمزور ہوتی چلی گئی۔

تاتاریوں کی فتوحات

جب تاتاریوں نے اسلامی ممالک کو فتح کرلیا تو مرکزی سلطنت کے تخت پر ہلاکو کا بھائی منکو خان بیٹھا۔ اس وقت تاتاری چھوٹی بڑی اسلامی سلطنتوں کے وارث تھے۔ انھوں نے بلادِ روم کی طرف ۶۵۴ ہجری میں اپنے ایک بڑے سردار بیکو کی قیادت میں مغل فوجیں بھیجیں۔ اس وقت بلادِ روم پر بادشاہ غیاث الدین کیخسرو بن علاء الدین کیقباد حکمران تھا جو قلقش کے خاندان کا بارھواں بادشاہ تھا۔ یہ مغل فوجیں ارزن الروم (ارض روم) پہنچیں وہاں کا حاکم شاہ علاء الدین کا آزاد کردہ غلام سنان الدین یا قوت تھا۔ دو مہینے کے محاصرہ کے بعد مغل فوجوں نے اسے فتح کرلیا اور اسے تباہ کرکے آگے بڑھ گئے۔ اقشہر اور زنجان کے مقامات کے قریب شاہ غیاث الدین کیخسرو نے صحرا میں ان کا مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ اس کے بعد وہ اپنے ساز و سامان اور اہل و عیال کو لے کر قونیہ پہنچ گیا۔ مغل سردار بیکو اس کے چھوڑے ہوئے علاقہ پر قابض ہوگیا۔

پھر وہ قیساریہ پہنچا۔ مغل فوجوں نے اسے بھی فتح کرلیا۔ بعد ازاں شاہ غیاث الدین فوت ہوگیا اور اس کا فرزند علاء الدین کیقباد بادشاہ مقرر ہوا۔ اس نے اپنی سلطنت کے کاموں میں اپنے دونوں بھائیوں عزالدین کیکاؤس اور رکن الدین قلیچ ارسلان کو بھی شریک کرلیا۔

جب تاتاری ان کے شہروں کو تباہ کرنے لگے تو علاء الدین کیقباد مغل بادشاہ منگو خان کی طرف فریاد لے کر روانہ ہوا۔ اس کی غیر حاضری میں اس کے دونوں بھائی جھگڑنے لگے۔ اس خانہ جنگی میں عزالدین کیکاؤس غالب آگیا اور اس نے اپنے بھائی رکن الدین کو قونیہ میں نظر بند کردیا۔ عزالدین نے اپنے بھائی علاء الدین کے پیچھے پیچھے ایسے شخص کو بھیجا جو منگو خان کو اس کے خلاف کردے۔ مگر یہ مہم ناکام ہوگئی کیونکہ علاء الدین راستے ہی میں فوت ہوگیا تھا۔

سلطنت کی تقسیم

آخر کار منگو خان نے یہ تحریری حکم دیا کہ بلادالروم کے ملک میں عزالدینؒ اور رکن الدین دونوں شریک ہیں اور اس ملک کی ان دونوں کے درمیان اس طرح تقسیم ہو گی کہ عزالدین کے پاس سیواس سے لے کر قسطنطنیہ کی سرحد تک کا علاقہ رہے گا اور رکن الدین سیواس سے ارزن الروم (ارض روم) تک اس مشرقی علاقے کا حاکم رہے گا جو تاتاری علاقے کے قریب ہے۔ اس فیصلے کے بعد عزالدین نے رکن الدین کو رہا کردیا اور اس نے تاتاری حکومت کی اطاعت قبول کی۔

بیکو کی فتح

ابھی عزالدین واپس نہیں آیا کہ بیکو نے بلادالروم پر حملہ کردیا لہٰذا عزالدین کے ایک سردار ارسلان دغمش نے اس کا مقابلہ کیا۔ بیکو نے شکست دے کر اسے قونیہ کی طرف بھگادیا۔ عزالدین وہاں سے بھاگ کر علایا کے مقام پر پہنچ گیا بیکو نے اس کا محاصرہ کرلیا۔ آخر کار وہاں کے خلیب نے یہ شہر بیکو کے حوالے کردیا۔ جب وہ باہر نکلا تو اس کی بیوی اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے مسلمان ہوگئی اس موقع پر یہ شرط رکھی گئی کہ تاتاری ایک ایک کر کے شہر میں داخل ہوں اور وہ کسی باشندہ کو نہ چھیڑیں۔

اب عزالدین اور رکن الدین نے تاتاریوں کی اطاعت قبول کرلی۔ ان کی حکومت اور بادشاہت برائے نام رہ گئی تھی۔ اصل حکومت مغل سردار بیکو کے ہاتھ میں تھی۔

جب ہلاکو نے ۶۵۶ ہجری میں بغداد کی طرف فوج کشی کی تو اس نے بیکو اور اس کی فوجوں کو امداد کے لیے طلب کیا۔ مگر اس نے یہ معذرت کی کہ اس کے راستے میں فراسلیہ اور باروقیہ کی کرد قومیں حائل ہیں۔ ان کی وجہ سے وہ نہیں پہنچ سکتا لہٰذا ہلاکو نے اس کا راستہ صاف کرنے کے لیے اپنی طرف سے فوجیں بھیجیں جب وہ آذربائیجان کے علاقے سے گزریں تو وہاں سے کرد قوم کے افراد بھاگ گئے اور انہوں نے اس علاقے کو فتح کرلیا۔ اس کے بعد وہ بیکو اور اس کی فوج کو لے کر ہلاکو کے پاس پہنچ گئے وہ فتح بغداد اور اس کے بعد کے واقعات میں اس کے ساتھ شریک تھے۔

ہلاکو کی امداد

جب ہلاکو حلب پہنچا تو اس نے عزالدین اور رکن الدین کو اپنے پاس بلایا چنانچہ وہ دونوں فتح حلب کے موقع پر اس کے ہمراہ تھے۔ ان دونوں کے ساتھ ان کا وزیر معین الدین سلیمان پرواناہ بھی موجود تھا۔ ہلاکو نے اسے بہت پسند کیا اور رکن الدین کو ہدایت کی کہ اسے اپنی طرف سے اس کے دربار میں سفیر بنا کر بھیجا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب بلادالروم میں مغل سردار بیکو فوت ہوگیا تو اس کا جانشین ایک دوسرے مغل سردار اصمتار کو مقرر کیا گیا۔

عزالدین کی شکست

۶۵۹ ہجری میں دونوں بھائیوں (عزالدین اور رکن الدین) کے درمیان خانہ جنگی ہوئی جس کے نتیجے میں عزالدین رکن الدین کے علاقے پر غالب آگیا۔ رکن الدین برواناۃ کو ہمراہ لے کر ہلاکو کے پاس فریاد لے کر پہنچا۔ ہلاکو نے اسے فوجی امداد دے کر بھیجا۔ جب مقابلہ ہوا تو عزالدین نے ان سب کو شکست دی۔ رکن الدین نے دوبارہ امداد طلب کی تو ہلاکو نے دوبارہ امدادی فوج بھیجی۔ اس مرتبہ عزالدین کو شکست ہوئی اور وہ قسطنطنیہ پہنچ گیا اور وہاں کے حاکم کے ساتھ رہنے لگا۔

ترکمانوں کی خودمختاری

اب رکن الدین قلیج ارسلان بلادالروم کا تنہا حاکم ہوگیا مگر وہاں کی سرحدوں اور ساحلوں پر جو ترکمان قوم رہتی تھی اس نے اس کی حکومت تسلیم نہیں کی۔ انھوں نے ہلاکو سے درخواست کی کہ وہ ان پر اپنی طرف سے حاکم مقرر کرے چنانچہ اس نے ان کے لیے ایک حاکم مقرر کر کے بھیجا۔

آگے چل کر اللہ تعالے نے ان کو سلطنت عطا کی۔ چنانچہ آج کل وہاں ان کے عثمانی سلاطین حکومت کر رہے ہیں جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔

عزالدین کی وفات

عزالدین قسطنطنیہ ہی میں مقیم رہا۔ اس نے وہاں کے حاکم لشکری پر حملہ کرنا چاہا مگر اس کے رومی ماموؤں نے اس کی چغل خوری کی اس لیے لشکری نے اسے اپنے کسی قلعہ میں نظربند کردیا جہاں وہ ہلاک ہوگیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ صرای کے صاحب تخت شمالی سلطنت کے بادشاہ اور قسطنطنیہ کے درمیان جنگ ہوئی تھی اور تاتاری بادشاہ نے حملہ کرکے قسطنطنیہ کے علاقے کو تباہ کیا تھا اور جب وہ اس قلعہ کے پاس سے گزرا جہاں عزالدین نظربند تھا تو وہ اسے رہا کر کے اپنے ساتھ صرای کی طرف لے گیا تھا اور عزالدین وہاں فوت ہوا تھا۔

اس کے بعد اس کا فرزند ہلاکو کے فرزند ابغا کے پاس پہنچا۔ وہ اس سے بڑی عزت سے پیش آیا اور اس نے اسے بلادالروم کے کسی قلعہ کا حاکم بنادیا۔

غیاث الدین کیخسرو کی حکومت

اس کے بعد معین الدین سلیمان برواناۃ رکن الدین سے بدگمان ہوگیا اور اس نے رکن الدین کو ۶۶۶ ہجری میں اچانک خفیہ طور پر قتل کرادیا اور اس کے فرزند کیخسرو کو غیاث الدین کا لقب دے کر تخت نشین کردیا اور خود اس کے نام سے خودمختار حاکم ہوگیا اس کے باوجود وہ تاتاری سلطنت کا مطیع و فرماں بردار رہا مگر وہ ان کی حرکتوں سے بہت پریشان رہتا تھا۔ اس لیے وہ مصر کے سلطان سے خط و کتابت کر کے اس کے حلقۂ اطاعت میں آنا چاہتا تھا۔ جب مغل بادشاہ ابغا بن ہلاکو کو سلطان ظاہر بیبرس سے اس کی خط و کتابت کا علم ہوا تو وہ بہت ناراض ہوا۔

مغل فوجوں کو شکست

جب صمغار مغلوں کا نگران حاکم کوتال فوت ہوا تو ابغا نے اس کے بجائے دو مغل سردار بھیجے جن کے نام تدوان اور تو قرتھے۔ وہ دونوں ۶۷۵ ہجری میں شام پہنچے اور ابلستین کے مقام پر فروکش ہوئے۔ ان دونوں کے ساتھ غیاث الدین کیخسرو بھی تھا اور اس کا سرپرست برواناۃ بھی لشکر میں موجود تھا۔ اسی زمانے میں سلطان ظاہر بیبرس دمشق سے فوجیں لے کر ابلستین پہنچا اور تاتاری فوجوں سے جنگ

آزما ہوا۔ بروانات جنگ میں شریک نہیں ہوا کیونکہ اس نے پیشتر ازیں سلطان ظاہر سے اسی قسم کا وعدہ کیا تھا۔ لہٰذا سلطان ظاہر نے ان دونوں تاتاری سرداروں کی فوجوں کو شکست دی۔ دونوں مغل سرداروں امیر تدوان اور توقر کو بھی قتل کرادیا مگر بروانات اور اس کا زیر نگران سلطان بچ گیا بلکہ ان کی فوج میں سے کسی ایک کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اس کے بعد سلطان مصر بلادالروم کے پایۂ تخت قساریہ کو فتح کر کے مصر لوٹ گیا۔

سازش کا انکشاف

بعد میں جب تاتاری سلطان ابغا موقع پر پہنچا اور اس نے میدان جنگ کا مشاہدہ کیا تو اس نے اپنی تاتاری قوم کے افراد کی لاشیں دیکھیں۔ یوں اس کی بدگمانی کی تصدیق ہوگئی کہ یہ بروانات اور اس کے ساتھیوں کی سازش کا نتیجہ ہے لہٰذا اس نے ملک کو تباہ و برباد کردیا اور لوٹ گیا۔

پھر اس نے اپنے محاذ جنگ میں بروانات کو بلوا کر قتل کردیا اور اس کے بجائے غیاث الدین کیخسرو کا قائم مقام اس کے بھائی عزالدین محمد کو مقرر کیا۔ اس کے بعد غیاث الدین کیخسرو اس حالت میں بلادالروم پر حکومت کرتا رہا کہ مغل فوجوں کا ایک سردار کوتوال کی حیثیت سے اس ملک کی نگرانی کرتا تھا۔

مغل حکام کا تقرر

جب تکرار بن ہلاکو بادشاہ مقرر ہوا تو اس وقت اس کا بھائی قنقرطای بلادالروم میں مقیم تھا۔ وہ مغل سردار صمغار کے ساتھ وہاں گیا تھا۔ سلطان نے اسے بلا بھیجا مگر اس نے آنے سے انکار کیا۔ اس نے غیاث الدین کو حکم دیا تو اس نے اس کو ارزنکان کے مقام پر نظر بند کردیا اور ایک مغل سردار الاکو کو ۶۸۱ ہجری میں بلادالروم پر مغلوں کا نمائندہ نگران افسر مقرر کیا گیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ صمغار کے بعد ارغو بن ابغا نے الاکو کو بلادالروم میں نگران افسر مقرر کیا تھا۔ سلطان ابغا نے دو مغل سرداروں تدوان اور توقر کو سلطان مصر الظاہر سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ ان دونوں کو نگران افسر (شحنہ) کی حیثیت سے نہیں بھیجا گیا تھا۔

امیر علی کی حکومت

بعد ازاں مسعود بن عزالدین کیکاؤس بلادالروم کا برائے نام بادشاہ مقرر ہوا، اصل حکومت تاتاری فوجی افسر شحنہ کی تھی۔ اس کے برعکس مغل سردار بلادالروم میں نگران افسر (شحنہ) کی حیثیت سے پے در پے آتے رہے۔ چنانچہ آٹھویں صدی کے شروع میں امیر علی مقرر ہوا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے ارمن قوم کے بادشاہ اور میس کے حاکم ہیثوم بن لیعون کو قتل کیا تھا۔ جب اس کا بھائی سلطان خربندا کے پاس فریاد لیکر پہنچا تو اس نے فریاد رسی کرکے اسے قتل کردیا تھا جیسا کہ ترکی سلطنت کے حالات میں ارمن قوم کے تذکرہ میں بیان کیا گیا ہے۔

ارمنوں کے خلاف جہاد

۷۲۰ ہجری میں ایسان امیر ابغا بھی نگران بن کر آیا۔ پھر سلطان ابوسعید نے ۷۲۳ ہجری میں دمرداش بن جوبان کو بلادالروم کی طرف نگران بنا کر روانہ کیا۔ وہاں اس کا اقتدار قائم ہوگیا اور اس نے میس میں ارمنوں کے ساتھ جہاد کیا اور اس مقصد کے لیے سلطان مصر محمد بن قلاون سے بھی فوجی امداد طلب کی تھی۔ چنانچہ اس کے لیے امدادی فوج بھیجی گئی اور ان دونوں فوجوں نے مل کر ایاس کے مقام کو بزور شمشیر فتح کیا۔ پھر یہ لوگ واپس چلے گئے۔

دمرداش کا قتل

جب سلطان ابو سعید نے اپنے نائب جوبان بن بروان کو قتل کیا تو اس کی اطلاع اس کے فرزند دمرداش کے پاس بلادالروم میں پہنچی۔ وہ یہ خبر سن کر بہت پریشان ہوا۔ آخر کار وہ اپنی فوجوں اور سرداروں کو لے کر مصر پہنچ گیا۔ سلطان مصر نے اس کا استقبال کیا اور اسے بہت تعظیم و احترام کے ساتھ اپنے پاس رکھا۔ اس کے پیچھے سلطان ابو سعید کے ایلچی بھی یہ مطالبہ لے کر آئے چونکہ وہ فتنہ و فساد برپا کرنے کا مرتکب ہوا ہے اس لیے اس کے ساتھ خدائی فیصلہ کے مطابق عمل کیا جائے۔ سلطان مصر نے اس کے ساتھ یہ شرط بھی عائد کی کہ وہ اس شاہی سردار قراسنقر کے ساتھ بھی یہی طریقہ اختیار کرے گا جو مصر آیا ہوا ہے۔ چنانچہ اسے بھی قتل کیا گیا اور ان دونوں کو ان کے کرتوتوں کی سزا دی گئی۔

ارتنا کی حکومت

جب دمرداش بلادالروم سے بھاگ کر مصر چلا گیا تو وہ اپنے پیچھے اپنے ایک سردار کو چھوڑ گیا تھا جسے ارتنا کہا جاتا ہے مگر شہزادوں کے ناموں کی طرح اس کا نام نوبر تھا' اس نے سلطان ابو سعید کو اطلاع دی کہ وہ اس کا مطیع و فرماں بردار ہے لہٰذا سلطان نے اسے اس علاقہ کا حاکم مقرر کردیا۔ اس نے سیواس میں مقیم ہوکر اسے اپنا پایہ تخت بنایا۔

دشمن کی شکست

جب حسن بن دمرداش توریز کا خود مختار بادشاہ بن گیا تو ارتنا نے اس کی اطاعت قبول کرلی۔ پھر اس سے باغی ہوکر اس نے سلطان ناصر حاکم مصر سے خط و کتابت کرکے اس کی اطاعت قبول کی۔ سلطانِ مصر نے اسے حکومت کا پروانہ اور خلعت بھیجا۔ جب حسن بن دمرداش کو اطلاع ملی تو اس نے فوج جمع کرکے سیواس کا رخ کیا۔ ارتنا بھی اس کا مقابلہ کرنے کے لیے کینوک کے صحرا میں پہنچا اور حسن بن دمرداش کو شکست دی۔ ارتنا نے اس کے فوجی افسروں کی ایک جماعت کو بھی گرفتار کرلیا۔ یہ واقعہ ۷۴۴ ہجری میں ہوا۔

اب ارتنا کی حکومت مستحکم ہوگئی اور جوبان و حسن بن دمرداش اس کا مقابلہ نہ کرسکے۔ ارتنا ۷۵۳ ہجری تک حکومت کرنے کے بعد فوت ہوگیا۔ اس کے بعد کے حالات کا صحیح علم نہیں ہوسکا اور نہ یہ معلوم ہوسکا کہ اس کے فرزند کس ترتیب کے ساتھ حکومت کرتے رہے۔ البتہ ترک حکومت کے حالات کے ضمن میں اتنا پتہ چلا ہے کہ ۷۶۹ ہجری میں سلطان مصر نے اپنے نائب حاکم کو یہ ہدایت کی کہ وہ فوج لے کر محمد بیگ بن ارتنا کی امداد کے لیے جائے ۔چنانچہ وہ فوج لے کر گیا اور کامیاب و کامران رہا۔

بنودلقادر ارمینیہ میں

ارتنا اور اس کے فرزند بلاد الروم پر حکومت کرتے رہے مگر ترکمان قوم نے ان سے ارمینیہ میں سے سیس اور اس کا متعلقہ علاقہ چھین لیا۔وہاں بنودلقادر کی مخالفانہ سلطنت قائم ہوگئی تھی اور وہ فوجی حملے کرتے رہتے تھے اور یہ علاقہ ابھی تک تا آخر عہد ابن خلدون ان کے قبضے میں ہے۔

جب ایک ترکی امیر سعا روس نے ۷۵۲ ہجری میں بغاوت اختیار کی تھی تو قراجابن ولقادر نے اس کی حمایت کی تھی۔ اس وقت سلطان مصر نے فوجیں حملہ کرنے کے لیے ارسال کیں تو اس کی فوجیں منتشر ہوگئیں۔ شاہی فوج نے تعاقب کرکے اسے قتل کردیا تھا۔

۷۵۴ ہجری میں سلطان مصر نے قراجا کو گرفتار کرنے کے لیے فوجیں بھیجیں۔ جب فوجیں بلستین پہنچیں تو وہاں کا نائب حاکم بھاگ گیا۔ شاہی فوجوں نے اسکے قبائل کو لوٹ لیا اور خود قراجا ابن ارتنا کے پاس سیواس بھاگ گیا۔ ابن ارتنا نے اسے گرفتار کرکے سلطان کے پاس مصر بھیج دیا جہاں وہ مارا گیا۔

عثمانی سلطنت

ترکمان قوم نے شمالی سمت سے بلادالروم کا علاقہ قسطنطنیہ تک اپنے قبضے میں کرلیا تھا اور وہاں کی عیسائی قوموں کا صفایا کرکے قسطنطنیہ کے پیچھے کے بہت بڑے علاقے پر تسلط جمالیا تھا۔ ان کا حاکم آج کل بڑے سلاطین میں شمار کیا جاتا ہے ان کی سلطنت نئی ہے مگر روز افزوں ترقی کررہی ہے۔

قاضی کی نگرانی

۶۸۰ ہجری میں سیواس میں ارتنا کی نسل کا ایک لڑکا غالباً" ابراہیم بن محمد بیگ بن ارتنا باپ کی وصیت کے مطابق اس کا نگران شہر کا قاضی مقرر ہوا اور وہی خود مختار حاکم بن گیا تھا۔ پھر اس قاضی نے ۷۹۲ ہجری میں اس لڑکے کو قتل کرکے حکومت مکمل طور پر سنبھال لی تھی۔ اس علاقے میں تاتاری قبائل کی تقریباً" تین ہزار فوج رہتی تھی۔ ان کا حاکم دمرداش بن جوبان تھا۔ اس سے پہلے بھی مغل افسر مقرر ہوکر آتے تھے۔ یہ فوج بنوارتنا کی طرف دار اور محافظ تھی اور یہی وہ فوج تھی جس سے قاضی شہر نے فوجی امداد کی درخواست کی تھی۔ اپنے اس باغی منطاش کی تلاش میں وہاں پہنچی تھیں جو بھاگ کر وہاں پناہ گزین تھا۔ لہٰذا مصری فوجیں ۷۸۹ ہجری میں اسے گرفتار کرنے کے لیے سیواس پہنچی تھیں مگر قاضی شہر کی درخواست پر تاتاری فوجوں نے اس کی مدد کی اور اس کے نتیجہ میں مصری فوجیں وہاں سے چلی گئیں جیساکہ ترکی حکومت کے حالات میں بیان کیا جاچکا ہے۔

بنو ارتنا کی حکومت تاآخر عہد مورخ ابن خلدون ۷۹۲ ہجری قائم ہے۔

سلطنت بنو عثمان ترکی میں

یہ ترکمان قوم یافث بن نوح کی اولاد میں سے توغربان کومر بن یافث کی نسل سے ہیں جیساکہ تورات میں مذکور ہے۔ بنواسرائیل کے ماہر انساب نحوی نے بیان کیا ہے کہ توغربا کی اولاد ترکمان ہیں جو ترکوں کے بھائی ہیں۔ ان کا اصلی وطن جیساکہ ہمیں بتایا گیا ہے بحر طبرستان سے لے کر جسے بحر خزر کہا جاسکتا ہے قسطنطنیہ کے دونوں درمیانی حصوں تک ہے۔ مشرق میں ان کا علاقہ دیار بکر تک ہے۔

جب عربوں اور ارمنوں کی حکومت کا زوال ہوا تو انھوں نے دریائے فرات کے نواحی علاقے کی ابتدا سے لے کر اس کے دہانے تک قبضہ کرلیا جہاں وہ دریائے دجلہ میں شامل ہوجاتا ہے۔ یہ متفرق اور مختلف قبائل میں پھیلے ہوئے ہیں اس لیے ان کا شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔

بلادروم میں ان کا بہت بڑا گروہ تھا۔ چنانچہ اس کثرت تعداد کی بدولت ان کے حکام دشمن کے ساتھ جنگوں میں غالب آجاتے تھے۔ چوتھی صدی ہجری میں ان کا بڑا سردار جق تھا۔ اس وقت بھی ان کے بہت قبیلے تھے اور ان کی تعداد بھی بہت تھی۔

عثمانی قوم کا آغاز

جب سلیمان ابن قتلمش اپنے والد کی وفات کے بعد قونیہ کی سلطنت کا حاکم بنا اور انطاکیہ کو رومیوں کے قبضے سے آزاد کرالیا تو مسلم بن قریش نے اس سے اس جزیہ کا مطالبہ کیا جو وہ رومیوں سے وصول کرتا تھا۔ سلیمان نے اس سے انکار کیا تو دونوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ اس وقت مسلم بن قریش نے عربوں اور ترکمانوں کو اس کے مقابلہ کے لیے اکٹھا کرلیا۔ ترکمانوں کا سردار جق اس کے ساتھ تھا اور وہ انطاکیہ کے مقام پر سلیمان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے پہنچا تھا۔ جب فریقین میں جنگ کا آغاز ہوا تو ترکمان ترکی نسل سے تعلق رکھنے کی وجہ سے سلیمان کے لشکر میں شامل ہوگئے۔ چنانچہ مسلم بن قریش کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔

جداگانہ سلطنت کا قیام

بنو قتلمش کے عہد حکومت میں یہ ترکمانی قوم بلادالروم کے پہاڑوں اور ساحلی مقامات پر مقیم رہی۔ جب تاتاری قوم نے بلادالروم کو فتح کیا تو انھوں نے بنو قتلمش کی حکومت سے کوئی تعرض نہ کیا۔ پہلے عزالدین کیکاؤس اپنے بھائی رکن الدولہ قلیج ارسلان پر غالب آگیا تھا مگر پھر مغلوب ہوگیا آخر کار رکن الدولہ حاکم ہوا اور عزالدین قسطنطنیہ بھاگ گیا۔ اس زمانے میں مذکورہ بالا ترکمانوں کے سردار محمد بک' اس کا بھائی الیاس بک اور اس کا سمدھی علی بک اور اس کا رشتہ دار سونج تھے۔ بظاہر وہ جق کی اولاد میں سے تھے۔ انھوں نے رکن الدولہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ پھر انھوں نے ہلاکو کو یہ پیغام بھجوایا کہ وہ اس کے مطیع وفرماں بردار ہیں۔ لہٰذا ان کے لیے جداگانہ نگران افسر بھیجا جائے اور ان کی آزادی تسلیم کرکے ان کے لیے جداگانہ علم بھیجا جائے۔ چنانچہ ہلاکو نے ان کی بات مان لی اور ان کی آزادی تسلیم کرلی۔

علی بیگ کا تقرر

بعد ازاں ہلاکو نے ترکمانوں کے سردار محمد بیگ کو بلوایا مگر اس نے معذرت کرکے حاضر ہونے سے انکار کردیا۔ لہٰذا ہلاکو نے بلادروم کے نگران افسر اور سلطان قلیج ارسلان کو حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ جنگ کریں چنانچہ وہ فوج لے کر وہاں پہنچے اور ان کے ساتھ جنگ کی۔ اس جنگ میں اس کا سمدھی علی بیگ الگ ہوکر ہلاکو کے پاس پہنچا۔ اس نے اسے اس کے سمدھی محمد بیگ کے بجائے وہاں حاکم مقرر کردیا۔

محمد بیگ جنگ میں مقابلہ کرکے شکست کھاکر دور دراز علاقے کی طرف بھاگ گیا پھر وہ قلیج ارسلان کے پاس پناہ لینے کے لیے حاضر ہوا۔ وہ اسے پناہ دے کر قونیہ لے گیا وہاں اس نے محمد بیگ کا کام تمام کردیا اور اس کے سمدھی علی بیگ کو ترکمان قوم کا امیر مقرر کیا۔

اس اثناء میں تاتاری فوجوں نے بلادالروم کے علاقوں کو استنبول تک فتح کرلیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دور کے بنو عثمان سلاطین علی بیگ یا اس کے رشتہ داروں میں سے تھے کیونکہ پوری صدی تک اسی خاندان میں حکومت رہی تھی۔

پہلا عثمانی بادشاہ

جب تاتاریوں کا نام و نشان بلادالروم سے مٹ گیا اور بنوارتنا سیواس اور اس کے علاقوں پر مسلّط ہوگئے تو یہ ترکمان قوم بھی اس کے دروں کے پیچھے کے علاقوں پر خلیج قسطنطنیہ تک قابض ہوگئی اور ان کے بادشاہ نے ان علاقوں کے لیے بورصہ کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔ اس کا نام اور خان بن عثمان جق تھا۔ اس نے وہاں محلات نہیں تعمیر کرائے بلکہ وہ میدانوں میں خیمے گاڑ کر رہتا تھا۔

سلطان مراد کی فتوحات

اس کے بعد اس کا فرزند مراد بے بادشاہ مقرر ہوا۔ وہ فوج لے کر خلیج کے پیچھے عیسائیوں کے شہروں کے اندر گھس گیا تھا۔ اس نے وینس کی خلیج اور جنوا کے پہاڑوں تک مسیحی شہروں کو فتح کرلیا تھا۔ ان میں سے اکثر اس کے ذمی رعایا بن گئے تھے۔

اس نے صقالیہ کے شہروں کو بھی روند ڈالا جس کی اس سے پہلے نظیر نہیں ملتی ہے۔ اس نے قسطنطنیہ کے شہر کا چاروں طرف سے محاصرہ کرلیا یہاں تک کہ اس کا بادشاہ جو لشکری (سابق بادشاہ) کی نسل سے تھا نظربندوں کی طرح ہوگیا اور اسے جزیہ دے کر اپنی حفاظت کی ذمہ داری کا مطالبہ کرتا رہا۔"

ابو یزید کی حکومت

سلطان مراد بے اسی طرح نصرانی قوموں کے ساتھ جہاد کرتا رہا تاآنکہ صقالیہ قوم کے ساتھ ایک جنگ میں وہ شہید ہوگیا۔ یہ واقعہ ۷۹۱

ہجری میں رونما ہوا۔ اس کے بعد اس کا فرزند ابویزید حکمران ہوا اور آج کل تاآخر عہد ابن خلدون وہی اس قوم کا بادشاہ ہے۔

وسیع سلطنت

بنو عثمان کی سلطنت بہت وسیع اور مستحکم ہوگئی ہے۔ وہ بلاد روم کے ایک بڑے حصے پر جو سیواس اور انطاکیہ وعلایا کے درمیان سمندر کے بالمقابل قونیہ تک ہے، پر حکومت کرتے ہیں۔ قونیہ پر ترکمان قوم کا ایک دوسرا خاندان بنوقرمان حکمران ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ارمینیہ کی حدود میں مقیم تھے ان کے جد امجد نے ارمنی قوم کے سیس بادشاہ ہیشوش بن لیمون کو ۷۲۰ ہجری میں شکست دی تھی۔ پھر بنوعثمان حق اور بنو قرمان کے درمیان باہمی ازدواج سے رشتہ داری اور ہمسایہ قائم ہوگیا۔ چنانچہ موجودہ دور میں ابن قرمان سلطان مرادبے کا بہنوئی ہے یوں سلطان مرادبے اس کے مقبوضہ علاقوں پر قابض ہوگیا ہے نیزعلایا کا حاکم ابن قرمون بلکہ تمام ترکمان قوم اس کی مطیع اور فرمانبردار ہوگئی ہے۔ سلطان مرادبے نے تمام ترکی شہروں کو فتح کرلیا اور سیواس کے علاوہ جو خاندان بنو ایرتنا کا مرکزی مقام ہے (بلادالروم) کا کوئی مقام اس کی سلطنت سے باہر نہیں رہا۔ سیواس کا شہر ایک خود مختار قاضی کے ماتحت ہے۔ تاہم یہ نہیں معلوم ہے کہ خاندان چغتائی کے مغل حکمران سلطان تیمور کی فتوحات کے بعد کیا صورتِ حال پیش آئے گی۔

یورپ کو خطرہ

بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ بلادالروم کے شمالی علاقے میں بنو عثمان کی سلطنت بہت وسیع اور مستحکم ہے اور یورپ کی نصرانی قومیں اس سے بہت خائف ہیں۔

حرفِ آخر

یہاں تک عربوں اور ان کی ماتحت سلطنتوں کے طبقہ سوم کے تاریخی حالات ختم ہوگئے ہیں۔ اس میں ان ماتحت عجمی سلطنتوں کے حالات بھی شامل ہیں جو مشرق و مغرب میں قائم ہوئیں۔

اب ہم عربوں کے طبقہ چہارم کی سلطنتوں کا حال بیان کریں گے جو عربی زبان کے زوال و انحطاط کے بعد قائم ہوئیں۔ ان کے حالات بیان کرنے کے بعد ہم کتاب کے تیسرے حصہ میں بربری اقوام اور ان کی سلطنتوں کا حال بیان کرکے فارغ ہوجائیں گے۔

تاریخ ابن خلدون کا الفیصل ایڈیشن

علامہ عبدالرحمن ابن خلدون نے بہت سے موضوعات پر قلم اٹھایا اور مختلف علوم وفنون کے متعلق ان کی چھوٹی چھوٹی کتب طویل مدت تک مقبول رہیں لیکن ان کی شہرت ان کے شاہکار یعنی تاریخ عالم اور خصوصاً اس کے پہلے حصہ پر مبنی ہے جس کو عام طور پر مقدمہ ابن خلدون کہا جاتا ہے

ان کی تاریخ کا پورا نام ''کتابُ العِبَرو دیوانُ المُبتَدَ اَوالخَبَرِ فِی اَیَامِ العَرَبِ وَالعَجَمِ وَالبر بَرِوَمَن عَاصَرَھُم مِن ذَوِی السُّلطَانِ الاَکبَرِ'' ہے جسے عام طور پر تاریخ ابن خلدون کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ اس تاریخ کو انہوں نے درجہ ذیل حصوں میں منقسم کیا ہے۔

''مقدمہ'' تاریخ، عمرانیات، سیاسیات، معاشیات اور دوسرے معاشرتی علوم کے مسائل اور مباحث پر ایک کلاسیکی تحریر ہے جس کے تراجم ترکی، فرانسیسی، انگریزی، پرتگالی اور اردو کے علاوہ دنیا کی دوسری بڑی زبانوں میں بھی ہو چکے ہیں۔ ''تاریخ ابن خلدون'' اُردو ترجمے کے تیرہ حصے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:۔

تاریخ الانبیاء (قبل از اسلام) جس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک کے حالات درج ہیں، حصہ اول میں رسول ﷺ اور خلفائے رسول ﷺ تک کے حالات، حصہ دوم میں خلافت معاویہؓ وآل مروان تک کے حالات، حصہ سوم چہارم میں خلافت بنو عباس تک کے حالات، حصہ پنجم میں امیران اندلس اور خلفائے مصر کے حالات، حصہ ششم میں غزنوی اور غوری سلاطین کے حالات، حصہ ہفتم میں سلجوقی وخوارزم شاہی سلاطین اور فتنہ تاتار کے حالات، حصہ ہشتم میں زنگی اور خاندان صلاح الدین ایوبی کے سلاطین اور تاتاریوں کے زوال کے حالات، حصہ نہم میں سلاطین مما لک بحریہ مصر کی مفصل تاریخ، حصہ دہم میں مصر وشام میں ممالیک کی سلطنت کے خاتمہ سے لیکر ترقی میں آل عثمان کی سلطنت کے آغاز تک کے حالات، حصہ یازدہم میں شمالی فریقہ میں بربر قبائل اور انکے حکمرانوں کے حالات، حصہ دوازدہم میں 350ھ سے 800ھ ہجری کے درمیان عرب میں پائے جانے والے قبائل اور انکی حکومتوں کے حالات۔

مندرجہ بالا تیرہ حصوں کے مضامین وموضوعات کا ایک جامع ومفصل ''اشاریہ'' آخری جلد میں شامل کیا گیا ہے۔

Title Cover Design by Zhaeer-ul-Islam

ISBN 969-503-325-3



الفیصل
ناشران وتاجران کتب